تالیف لطیف

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ

۱۸۶۷ء - ۳۰ مئی ۱۹۳۰ء

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا

رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

صدق اللہ العظیم

سیرت النبی الامی صلی اللہ علیہ وآلہ واھل بیتہ وسلم

تین حصص یکجا

دار الاشاعت

اردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان فون: 32631861

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا

صدق اللہ العظیم

رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

سیرت النبی الامی صلی اللہ علیہ وآلہ واہل بیتہ وسلم



پھر پیشِ نظر گنبدِ خضرا ہے حرم ہے
پھر نامِ خدا روضۂ جنت میں قدم ہے

پھر شکرِ خدا سامنے محرابِ نبیؐ ہے
پھر سر ہے مرا اور ترا نقشِ قدم ہے

محرابِ نبیؐ ہے کہ کوئی طورِ تجلی
دل شوق سے لبریز ہے اور آنکھ بھی نم ہے

پھر منتِ دربان کا اعزاز ملا ہے
اب ڈر ہے کسی کا، نہ کسی چیز کا غم ہے

پھر بارگہِ سیدِ کونینؐ میں پہنچا
یہ اُن کا کرم، اُن کا کرم، اُن کا کرم ہے

یہ ذرۂ ناچیز ہے خورشید بداماں
دیکھ اُن کے غلاموں کا بھی کیا جاہ و حشم ہے

ہر مُوئے بدن بھی جو زباں بن کے کرے شکر
کم ہے بخدا اُن کی عنایات سے کم ہے

رگ رگ میں محبت ہو رسولِ عربیؐ کی
جنت کے خزائن کی یہی بیعِ سلم ہے

وہ رحمتِ عالم ہے شہِ اسود و احمر
وہ سیدِ کونین ہے، آقائے اُمم ہے

وہ عالمِ توحید کا مظہر ہے کہ جس میں
مشرق ہے نہ مغرب ہے، عرب ہے نہ عجم ہے

دل نعتِ رسولِ عربیؐ کہنے کو بے چین
عالم ہے تحیر کا، زباں ہے نہ قلم ہے!

از کلام حضرت مفتی اعظمؒ

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا

صدق اللہ العظیم

رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

سِيْرَتُ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَسَلَّمَ

تین حصص یکجا

تالیف لطیف

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ

۱۸۶۷ – ۳۰ مئی ۱۹۳۰

دار الاشاعت

اردو بازار، ایم اے جناح روڈ

کراچی پاکستان 021-32213768

جملہ حقوق کمپوزنگ وڈیزائننگ بحق دارالاشاعت کراچی محفوظ ہیں

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : دسمبر ۲۰۱۴ء علمی گرافکس
ضخامت : 800 صفحات

www.darulishaat.com.pk

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

ملنے کے پتے

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم اردو بازار کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد

مکتبہ معارف القرآن جامعہ دارالعلوم کراچی
ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

AZHAR ACADEMY LTD.
54-68 LITTLE ILFORD LANE
MANOR PARK, LONDON E12 5QA

ISLAMIC BOOKS CENTRE
119-121, HALLI WELL ROAD
BOLTON BL 3NE, U.K.

امریکہ میں ملنے کے پتے

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

فہرست مضامین

رحمۃ للعالمین ﷺ

از سید سلیمان سلمان منصور پوری

حصہ اول	۲۷
دیباچہ طبع سوم	۲۸
مقدمہ	۲۹
عرب کا محل وقوع	۳۲
عرب کی سرزمین	۳۲
عرب کی سیاسی حالت	۳۲
عرب کی اخلاقی حالت	۳۲
عرب کی مذہبی حالت	۳۳
عرب کا کرۂ ارض کے وسط میں وقوع	۳۴
نبی اکرم ﷺ کے اعلیٰ کام	۳۴
وحدت تعلیم	۳۴
اسلام اور مختلف طبقات	۳۵
مختلف مذاہب اسلامی وحدت میں	۳۵
مساوات ظاہری واخوت باطنی	۳۵
دشمنوں کا دوست بن جانا	۳۵
معجزات مادی ومعجزات علمی	۳۶
سیرت نبوی ﷺ کی خصوصیت اور زندگی کے گوناگوں حالات	۳۷
آنحضرت ﷺ کی نبوت کی مجموعی شان	۳۷
پیدائش اور نام ونسب	۳۹
والدۂ محترمہ کا اسم گرامی	۳۹
ایام رضاعت	۴۱
والدہ مکرمہ اور عبدالمطلب کا انتقال	۴۱
ابوطالب کی تربیت	۴۱
بحیرہ راہب کی ملاقات	۴۱
قرآن مجید کی آیت	۴۱
قیام امن ونگرانی حقوق کی انجمن کا انعقاد	۴۲
ملک کی طرف سے ''صادق وامین'' کا نام آنحضرت ﷺ کو ملنا	۴۲
آنحضرت ﷺ کا جملہ قبائل کی طرف سے حکم مقرر ہونا	۴۳
قرب زمانۂ بعثت	۴۵
غار حرا میں عبادتیں کرنا	۴۵
بعثت ونبوت	۴۵
حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کی شہادت آنحضرت ﷺ کے اعلیٰ اخلاق پر	۴۶
عیسائی عالم ورقہ بن نوفل کی شہادت آنحضرت ﷺ کی نبوت پر	۴۶
نماز کا آغاز	۴۷
تبلیغ کا آغاز	۴۷

سابقین الاولین کے مختصر نام	۴۷
پہاڑ کی گھاٹیوں میں نماز	۴۷
اعلانیہ تبلیغ کا حکم	۴۸
نبی ﷺ کی نبوت کا مقصد	۴۸
تبلیغ کے پنجگانہ مراتب	۴۸
بعثت کے وقت عالم کی حالت	۴۸
اپنے کنبہ میں تبلیغ	۵۰
اپنے گھرانے کے لوگوں میں آنحضرت ﷺ کی تقریر	۵۰
پہاڑی کا وعظ اور اہل مکہ کو تبلیغ	۵۰
تمثیلاتِ نبوت	۵۰
تبلیغ میں آنحضرت ﷺ کی کوششیں	۵۰
آپ ﷺ کے وعظ کی بڑی بڑی باتیں	۵۱
منڈیوں اور میلوں میں آنحضرت ﷺ کا تبلیغ فرمانا	۵۱
قریش کی مخالفت اور اسلام کے خلاف قریش کی تدبیریں	۵۱
اسلام لانے والوں پر قریش کے جور وستم	۵۲
آنحضرت ﷺ کے ساتھ قریش کی بدسلوکیاں	۵۳
ایذا رسانی کی باقاعدہ کمیٹیاں	۵۳
مستہزئین کی جماعت	۵۳
دشمنوں کا عجز آنحضرت ﷺ کی توصیف سے تعلیم نبوی پر کفار کی شہادت	۵۴
دشمنوں کی ریزولیوشن آنحضرتؐ کے خلاف	۵۴
ہجرت حبش	۵۴
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت	۵۴
قریش نے مسلمانوں کا حبش تک تعاقب کیا	۵۴
نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی تقریر اسلام پر	۵۵
کفار کا عجیب حربہ	۵۶
سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا اسلام	۵۹
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا	۵۹
ابوطالب کا انتقال	۶۰
حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا انتقال	۶۱
نبی ﷺ کا تبلیغ کے لیے مختلف قبائل کی جانب سفر کرنا	۶۱
مختلف مقامات پر نبی ﷺ کا تبلیغ کے لیے جانا	۶۳
حضرت سوید بن صامت رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا	۶۳
سفارت یثرب میں تبلیغ فرمانا اور ایاس بن معاذؓ کا راہ یاب ہونا	۶۳
حضرت ضماد ازی رضی اللہ عنہ کی روئداد قبول اسلام	۶۴
معراج	۶۴
حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا	۶۷
حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا	۶۸
اسباب ہجرت	۶۹
بیعت عقبہ اولی	۶۹
بیعت کی شرطیں	۶۹
حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ	۷۰

بیعت عقبہ ثانیہ	۷۰
مصعبؓ کے وعظ پر اُسیدؓ کا ایمان لانا	۷۰
حضرت مصعبؓ کے وعظ پر حضرت سعد بن معاذؓ کا ایمان قبول کرنا	۷۱
تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہوا	۷۱
عقبہ ثانیہ پر آنحضرت ﷺ کا وعظ	۷۲
نبی ﷺ کے بارہ نقیب	۷۲
مسلمانوں کو ترک وطن کرنے کی اجازت مل گئی	۷۳
ہجرت کی دشواریاں	۷۳
ہجرت	۷۴
آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کے لیے قریش کے سرداروں کی کمیٹی کا اجلاس	۷۵
نبی ﷺ کے قتل کی تدبیر، قاتلوں کے انتخاب کا طریق	۷۵
انسانی تدبیر کے مقابلہ میں الٰہی تدبیر	۷۶
ایک لڑکی کی ایمانی قوت	۷۶
غار کا قیام	۷۷
غار سے روانگی	۷۷
خیمہ ام معبدؓ پر آنحضرت ﷺ کا آرام لینا	۷۸
حلیہ مبارک آنحضرت ﷺ بزبانِ اُم معبدؓ	۷۸
نبوت کے تیرہ سال مکہ میں	۷۹
سابقین واولین کی شان	۷۹
اثناء راہ میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ اور ۷۰/ شخصوں کا مسلمان ہونا	۸۰
قبا میں پہنچنا	۸۰
خطبہ	۸۱
مدینہ منورہ کا داخلہ	۸۲
مکہ اور مدینہ کے حالات کا مقابلہ	۸۴
یہودِ مدینہ نبی موعود کے منتظر تھے	۸۴
عیسائیانِ مدینہ نبی موعود کے منتظر تھے	۸۵
باب:..... ۱	۸۶
استحکام امن کے لیے بین الاقوامی معاہدہ، قریش کی شرارتیں، سازشیں اور حملے، یہود کی عہد شکنی، مسلمانوں کی کامیابی، منادان اسلام کو وعظ وانذار میں آزادی ملنا، اسلام کی وسعت، امن بسیط کا قیام	۸۶
گردونواح کے قبائل پر معاہدہ کی توسیع	۸۷
قریش نے مدینہ پہنچ کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا	۸۸
مسلمانوں کے خلاف قریش کی پہلی سازش	۸۸
قریش کا مسلمانوں پر پہلا حملہ (کرز بن جابر کا مدینہ پر حملہ اور مویشیوں کی لوٹ)	۸۸
لشکر قریش کی تعداد اور ان کے قطعی ارادے کا یقین	۸۹
حکم جہاد کی ضرورت	۸۹
اجازت جہاد کا پہلا حکم	۹۰
مسلمانوں پر قریش کا دوسرا حملہ یا جنگ بدر	۹۱
قریش کی تیسری سازش اور نبی ﷺ کے قتل کی تیاری	۹۲

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا	۹۲
قریش کا تیسرا حملہ	۹۳
قریش کا چوتھا حملہ یا جنگ احد (۷ رشوال یوم السبت ۳ ہجری)	۹۳
حضرت فاطمہ زہرا اور عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہما کی خدمات میدانِ جنگ میں	۹۴
عورت کے دل میں شوہر کا درجہ	۹۴
مائی صفیہ کا استقلال	۹۴
حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا جوش وجان نثاری	۹۴
جان توڑتے وقت سعد بن ربیعؓ کا پیغام بجانب اہل اسلام	۹۴
حضرت عمارہ بن زیاد رضی اللہ عنہ نے کس مزے سے جان دی	۹۵
حضرت ابودجانہ، حنظلہ، علی مرتضی، طلحہ رضی اللہ عنہم کی شجاعت ومردانگی	۹۵
بنو دینار کی عورت کی قوتِ ایمانی کا کمال	۹۵
رحمۃ للعالمین ﷺ کی درگزر، معافی اور ظالموں کے لیے دعا	۹۵
قریش کی چوتھی جنگ اور دس و اعظان اسلام کا مارا جانا	۹۵
حضرت خبیب وزید رضی اللہ عنہما قید میں	۹۶
مسلمانوں کا کام غدر کرنا نہیں	۹۶
جان اور محبت رسول ﷺ کا موازنہ	۹۶
ایک اور سازش اور ستر معلمینِ اسلام کا قتل کیا جانا	۹۸
قریش کا پانچواں حملہ عہد شکنی یا فتح مکہ	۹۸
فوج کو ہدایت اور احکام رحم	۱۰۱
فتح مکہ کے بعد نبی ﷺ کی تقریر مفتوحین اور دشمنوں کے سامنے	۱۰۲
اسلام لانے والوں سے بیعت اور اس کی شرائط	۱۰۲
عورتوں سے مزید اقرار بیعت	۱۰۳
عورتوں سے بیعت لینے کا طریقہ	۱۰۳
مسلمانوں کو ان کی جائیدادیں فتح کے بعد واپس نہیں دلائی گئیں	۱۰۴
مماثلت حالات حضرت یوسف علیہ السلام وآنحضرت ﷺ	۱۰۴
فتح مکہ کے نتائج، اسلام میں بکثرت داخل ہونے کی وجوہات	۱۰۵
سردار عبد مناف اور ابرہہ کا مکالمہ	۱۰۶
ہوازن ثقیف کے حملے کی مدافعت یا جنگ حنین (شوال ۸ھ)	۱۰۷
بے نظیر فیاضی اور رحم	۱۰۹
دودھ پلائی کی بیٹی کی عزت	۱۰۹
مخلصین کے اخلاص کا نمونہ	۱۰۹
فصل: یہودیوں کی شرارتیں، عہد شکنی، حملے اور مسلمانوں کی مدافعتیں	۱۰۹
یہود کی پہلی شرارت	۱۱۰
یہود کی دوسری شرارت	۱۱۰
یہود کی تیسری سازش۔ ملک کی عام بغاوت اور اس کا انجام	۱۱۰

جنگ احزاب یا غزوۂ خندق	۱۱۰
بنوقریظہ کا انجام	۱۱۲
یہود نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو حکم بنایا	۱۱۲
فصل	
عیسائیوں سے جنگ	۱۱۳
داعی اسلام کا انتقام یا جنگ مُوتہ بماہ جمادی الاول ۸ھ	۱۱۳
جیش عسرت یا سفر تبوک، رجب ۹ھ	۱۱۴
سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی منقبت	۱۱۵
آپ ﷺ کا خطبہ	۱۱۵
ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کی وفات	۱۱۷
مخلص عرب کی تدفین میں نبی کریم ﷺ کا اسوہ	۱۱۸
حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا امتحان سخت طریق سے	۱۱۹
حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے پاس والیٔ غسان کا خط	۱۲۰
حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا والیٔ غسان کو جواب	۱۲۰
خاتمہ حروب	۱۲۲
لاثانی فیاضی ورحم دِلی	۱۲۲
مذہب اسلام میں جبر واکراہ نہیں	۱۲۲
اسیران جنگ اور اسلام	۱۲۲
جنگ اور مصلحت الٰہیہ	۱۲۴
باب:..... ۲ مختلف مذاہب اور مختلف ممالک کے بادشاہوں کے پاس دعوت اسلام کے لیے سفیر وفرامین کا بھیجا جانا، بعض کا مسلمان ہو جانا، بعض کا اظہار ادب کرنا، بعض کا گستاخی سے پیش آنا اور اس کا انجام	۱۲۴
نبی ﷺ کا کل عالم کے لیے رسول ہونا	۱۲۴
دعوتِ عامہ کی نظیر موجود نہ تھی	۱۲۵
بادشاہ حبش کے نام	۱۲۶
شاہ بحرین کا اسلام	۱۲۷
سفیر اسلام کی عمان میں گفتگو	۱۲۷
بادشاہ عمان کا اسلام	۱۲۹
گورنران دمشق ویمامہ کا انکار	۱۲۹
رسول اللہ ﷺ کا خط شاہِ مصر مقوقس کے نام	۱۲۹
مقوقس کا جواب	۱۳۰
مبلغ اسلام کی تقریر دربار مصر میں	۱۳۰
رسول اللہ ﷺ کا نامہ مبارک شاہِ قسطنطنیہ کے نام	۱۳۰
ابوسفیان وہرقل کے سوال وجواب	۱۳۱
کسریٰ (شاہ فارس) کو تبلیغ	۱۳۲
گورنر یمن کا فوجی دستہ آپ ﷺ کی گرفتاری کے لیے	۱۳۲
قتل خسرو کی آپ کا باعلام الہام الٰہی خبر دینا	۱۳۲
گورنر واہلِ یمن کا اِسلام لانا	۱۳۳
چند والیانِ ملک کا مشرف بہ اسلام ہونا	۱۳۳

باب:..... ۳	
عہد نبوی میں اسلام کی اشاعت کی مختصر کیفیت	۱۳۴
وفد دوس	۱۳۴
دعوت اسلام کرنے والوں کے لیے ضروری ہدایات	۱۳۴
وفدِ صداء	۱۳۵
بے خبروں کو اسلام کے سیکھنے کی بہت ضرورت ہے	۱۳۵
وفد ثقیف کا حال	۱۳۵
قوم کی عزت کا سبق	۱۳۷
زنا حرام ہے	۱۳۷
سود کا روپیہ لینا حرام ہے	۱۳۷
شراب کا استعمال حرام ہے	۱۳۸
وفد عبدالقیس کا حال	۱۳۹
وفد بنی حنیفہ	۱۴۰
وفد طے کا بیان	۱۴۱
وفد اشعریین کا حال	۱۴۱
وفد ازد کا حال	۱۴۱
ایمان کی حقیقت	۱۴۱
فروہ بن عمرو الجزامی کی سفارت آنے کا ذکر	۱۴۲
وفد ہمدان	۱۴۲
وفدِ طارق بن عبداللہ رضی اللہ عنہ	۱۴۳
وفد نجیب	۱۴۴
وفد بنی سعد ہذیم	۱۴۴
آدمی اسلام لاتے ہی مسلمان ہوجاتا ہے	۱۴۵
وفد بنی اسد	۱۴۵
وفد بہراء	۱۴۵
طعام میں برکت	۱۴۵
وفد عذرہ کا بیان	۱۴۶
وفد خولان	۱۴۶
نبی ﷺ کی تعلیم کا نمونہ (چند نصیحتیں)	۱۴۷
وفد مخارب	۱۴۷
وفد غسان کا حال (رمضان ۱۰ھ)	۱۴۷
وفد بنی الحارث	۱۴۷
مغلوب نہ ہونے کی باتیں	۱۴۸
وفد بنی عیش کا حال (ہجرت کی بابت فیصلہ)	۱۴۸
وفدِ غامد کا بیان	۱۴۸
خدا کسی کی شفاعت نہیں کرتا	۱۴۹
وفد سلامان (شوال ۱۰ھ)	۱۴۹
وفد نجران	۱۴۹
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت	۱۵۰
نبی ﷺ کے لیے جائز نہیں	۱۵۳
وفد نخع کا بیان	۱۵۴
چند خواب اور ان کی تعبیر	
ایک خواب اور اس کی تعبیر	۱۵۵
دوسرا خواب اور اس کی تعبیر	۱۵۵
تیسرا خواب اور اس کی تعبیر	۱۵۵
چوتھا خواب اور تعبیر	۱۵۵

باب:..... ۴	
مدینہ میں ۱۰ رسالہ قیام نبوی ﷺ کے اہم واقعات اور وفات	۱۵۵
تعمیر مسجد نبوی	۱۵۶
حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا (ا رہجری)	۱۵۷
فاضل راہب کا اسلام (ا رہجری)	۱۵۷
نماز	۱۵۷
نماز کسی حال میں معاف نہیں	۱۵۷
مواخات (بھائی چارہ)	۱۵۸
اذان	۱۶۰
سلمان پارسی کا اسلام لانا	۱۶۰
تحویل قبلہ	۱۶۰
کعبہ کا قبلہ ہونا	۱۶۰
زکوٰۃ	۱۶۵
زکوٰۃ ادا کرنے کے چند ایک فائدے	۱۶۶
زکوٰۃ وصدقات کا مال	۱۶۷
غلامی کی تائید عیسائیت کی تعلیم میں	۱۶۷
احکام اسلام برائے آزادیٔ غلامان	۱۶۷
بینک اور افلاس	۱۶۸
رمضان ۲ رہجری مقدس	۱۶۸
فرضیت رمضان اور اس کے فوائد	۱۶۸
روزہ اور چاند کی تاریخیں	۱۶۹
اُم الخبائث ''شراب'' کو اسلام نے حرام کیا	۱۷۰
ولادت وشہادتِ سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ	۱۷۰
ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ سردار نجد کا مسلمان ہونا (۵ رہجری)	۱۷۰
صلح حدیبیہ (۶ رہجری مقدس)	۱۷۱
حملہ کرنے والے اسی (۸۰) اعداء (دشمنوں) کو معافی	۱۷۳
برکاتِ معاہدہ	۱۷۳
صلح کا حقیقی فائدہ	۱۷۴
مسلمانوں کا طواف کعبہ کے لیے جانا اور اس کے نتائج (۷ رہجری مقدس)	۱۷۵
یہود کی چوتھی سازش	۱۷۵
مدینہ پر حملہ کی تیاری، لشکر اسلام کا آگے بڑھ کر انہیں لینا یا جنگِ خیبر (محرم ۷ ہجری)	۱۷۵
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا (۸ ہجری)	۱۷۸
حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا (۸ ہجری)	۱۷۹
حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا (۹ ہجری)	۱۷۹
عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا قصہ	۱۷۹
حج	۱۸۰
حج کے فوائد عظیمہ	۱۸۱
اسلام میں حج ۹ رہجری میں فرض ہوا	۱۸۱
نبی ﷺ کا حج	۱۸۲
نبی ﷺ کا خطبہ بیوم حجۃ الوداع	۱۸۴
خطبہ غدیر	۱۹۱

آغازِ مرض	۱۹۲
آخری ہفتہ	۱۹۲
پانچ یوم قبل از رحلت	۱۹۳
چار یوم قبل از رحلت	۱۹۳
پنج شنبہ مغرب	۱۹۴
پنج شنبہ عشاء	۱۹۴
دو یا ایک یوم قبل از رحلت	۱۹۴
ایک یوم قبل از رحلت	۱۹۴
آخری دِن	۱۹۴
حالت نزع رواں	۱۹۵
غسل و تکفین	۱۹۶
نمازِ جنازہ	۱۹۷
باب:..... ۵	
خلق محمدی ﷺ	۱۹۸
سکوت اور کلام	۲۰۰
ہنسنا، رونا	۲۰۰
غذا کے متعلق ہدایت	۲۰۱
مرض اور مریض	۲۰۱
طبیب نادان	۲۰۱
عیادت بیماراں	۲۰۱
علاج	۲۰۱
خطبہ خوانی	۲۰۱
صدقہ و ہدیہ	۲۰۲
اظہار حقیقت یا خوش عقیدہ پن کی اصلاح	۲۰۲
مصلحت عامہ کا لحاظ	۲۰۲
بشریت و رسالت	۲۰۳
بچوں پر شفقت	۲۰۳
بوڑھوں پر عنایت	۲۰۳
ارباب فضل کی قدر و منزلت	۲۰۳
خادم کے لیے دُعا	۲۰۳
ادب و تواضع	۲۰۴
شفقت و رافت	۲۰۴
عدل و رحم	۲۰۵
اعداء پر رحم	۲۰۵
جود و کرم	۲۰۵
شرم و حیا	۲۰۶
صبر و حلم	۲۰۶
عفو و رحم	۲۰۷
صدق و امانت	۲۰۷
عفّت و عصمت	۲۰۸
زہد	۲۰۸
صنف ضعیف (عورتوں) کی اعانت اور ان کی آسائش کا خیال	۲۰۹
اسیران جنگ کی خبر گیری	۲۰۹
تیر افگنی	۲۰۹
گھوڑ دوڑ	۲۰۹
مردم شماری	۲۱۰
تعلیمات رسالت	۲۱۰
خدا کا حق بندوں پر بندوں کا حق خدا پر	۲۱۰
رحمت الٰہیہ کا بیان	۲۱۰

خدمت والدین	۲۱۰
نصرت باہمی	۲۱۰
مسلمان کون ہے	۲۱۰
ایمان کا کمال	۲۱۱
شیرینی ایمان	۲۱۱
پسندیدہ اعمال	۲۱۱
اعمال شاقہ سے ممانعت	۲۱۱
محنت کی تعریف اور مانگنے کی برائی	۲۱۱
کن لوگوں پر رشک کرنا چاہیے	۲۱۲
بہترین اخلاق کی تعلیم	۲۱۲
اخلاق رذیلہ سے نہی اور اخوت کا حکم	۲۱۲
ہمسایہ اور مہمان کا حق	۲۱۲
کلام اور خاموشی	۲۱۲
نجات کے لیے رسول ﷺ کی ضمانت	۲۱۲
صبر وشکر کی تعلیم	۲۱۲
پہلوان کون ہے	۲۱۳
منادیان اسلام کا فرض	۲۱۳
قیدیوں، مسکینوں، بیماروں سے برتاؤ کا حکم	۲۱۳
درخت لگانے کا ثواب	۲۱۳
حیوانات سے ہمدردی کا حکم	۲۱۳
لونڈیوں کو تعلیم دینے کا ذکر	۲۱۳
لڑکیوں کی تعلیم وادب کا ذکر	۲۱۳
منافق کون ہے؟	۲۱۴
مہاجر کون ہے؟	۲۱۴
قیامت کے دن سایہ ربانی کن لوگوں پر ہوگا	۲۱۴
بادشاہ کی اطاعت کا حکم	۲۱۴
سربرآوردہ لوگوں کو معاملات میں حصہ دینا	۲۱۵
سربرآوردہ لوگوں کا کام قوم کی نیابت کرنا ہے	۲۱۵
غیر مسلم زیر معاہدہ اقوام کی حفاظت	۲۱۵
زیست کا درجہ قدر زندگانی	۲۱۵
صحت اور فراغ دستی کا درجہ	۲۱۵
ادائے قرضہ کی فضیلت	۲۱۵
دولت مندی کی تعریف	۲۱۵
مساوات عامہ	۲۱۵
رحم عامہ	۲۱۶
وارثوں کے لیے ورثہ چھوڑنے کی فضیلت	۲۱۶
عورتوں کی مثال اور ان سے گزران کی ہدایت	۲۱۶
عورت کا درجہ گھر میں	۲۱۶
ماہر قرآن کا درجہ	۲۱۶
اللہ کے نزدیک پسندیدہ کلام	۲۱۶
قرآن مجید	۲۱۷
الٰہیات	۲۱۸
الف:.....ذات خداوندی کا عرفان۔	۲۱۸
ب:..... سچے دین کی تعریف	۲۱۹
ج:..... بندہ کے اعمال سے اللہ تعالیٰ کو کیا مطلوب ہے؟	۲۱۹
د:.....شریعت سے مقصود انسان کی تکمیل ہے۔	۲۱۹
و:..... اعمال کی جزا وسزا دنیا میں بھی دی جاتی ہے اور موت کے بعد بھی	۲۱۹

ز:.....سنن الٰہیہ میں تبدیلی نہیں	۲۲۰
انسان کی ذاتی کوشش ہی کامیابی کے لیے مثمر بنتی ہے۔	۲۲۰
صبر اور پرہیز گاری کا درجہ	۲۲۰
حکمت اور دانش کا درجہ	۲۲۰
صبر کا ثمرہ	۲۲۰
قطع طمع	۲۲۱
دنیوی عروج میں آخرت کو نہ بھولنا	۲۲۱
تہلکہ سے بچنا	۲۲۱
افترا اور جھوٹ ایمان کی ضد ہیں	۲۲۱
قطعی حرام چیزیں	۲۲۱
خدا کی عبادت الٰہی بپتسمہ ہے	۲۲۱
ارباب عقل و دانش کے لیے الٰہی نشانات	۲۲۱
قسم کھانے کی ممانعت:	۲۲۱
صلح کلی کی دعوت:	۲۲۲
اصلاح باہمی کا حکم:	۲۲۲
عفو و درگزر کی تعلیم	۲۲۲
سچی تعلیم کی صداقت خود بخود آشکار ہو جاتی ہے	۲۲۲
سلطنت کے اصول	۲۲۲
تعلیم و تعلم	۲۲۳
نظام تبلیغ دین	۲۲۳
تہذیب اخلاق	۲۲۴
تمدن	۲۲۵
قصیدہ در نعت مصطفوی ﷺ	۲۲۹

حصہ دوم رحمۃ للعالمین ﷺ

ولادت مبارک	۲۳۳
تعداد ایام تبلیغ رسالت و نبوت	۲۳۳
باب اوّل النسب	۲۳۶
شجرہ طیبہ	۲۳۶
شَجَرَةٌ طَيِّبَةٌ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ لِسَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللهِ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ صلى الله عليه وسلم	۲۳۹
حصہ اول	۲۳۹
حصہ دوم	۲۴۱
نسب نامہ تا حضرت اسماعیل علیہ السلام	۲۴۱
حصہ سوم	۲۴۳
یسوع مسیح کا نسب نامہ	۲۴۴
فصل دوم	۲۴۸
شجرۂ عالیہ نبویہ سے چند اشہر المشاہیر کے مختصر حالات	۲۴۸
سام کی اولاد	۲۴۹
حام کی اولاد	۲۴۹
یافث کی اولاد	۲۴۹
سامی زبانیں	۲۵۱
اُم المسلمین سیّدہ ہاجرہ علیہا السلام	۲۵۲
معد کی اولاد کا شجرہ یہ ہے	۲۶۲
ہاشم کی اولاد کا نقشہ	۲۷۲
عبد المطلب	۲۷۲

نقشہ اولاد عبدالمطلب بن ہاشم	۲۷۳
حارث عم النبی ﷺ	۲۷۴
(الف) نوفل بن حارث	۲۷۴
(ب) عبداللہ بن حارث	۲۷۴
(ج) ربیعہ بن حارث	۲۷۴
(د) ابوسفیان مغیرہ بن الحارث	۲۷۵
ابوطالب عم النبی ﷺ	۲۷۶
(الف) عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	۲۷۶
(ب) جعفر (طیار) بن ابوطالب رضی اللہ عنہ	۲۷۷
(ج) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	۲۷۸
دختران حواری	۲۸۰
حضرت عباس بن علی مرتضی رضی اللہ عنہما	۲۸۰
عمر (اطرف) بن علی مرتضی رضی اللہ عنہما	۲۸۱
محمد بن علی مرتضی رضی اللہ عنہما	۲۸۲
ابوبکر بن علی مرتضی رضی اللہ عنہ	۲۸۲
ام ہانی دختر ابی طالب رضی اللہ عنہا	۲۸۲
جمانہ دختر ابی طالب	۲۸۳
آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا	
حمزہ عم النبی ﷺ	۲۸۳
ابولہب بن عبدالمطلب	۲۸۴
عباس بن عبدالمطلب عم النبی ﷺ	۲۸۵
زبیر عم النبی ﷺ	۲۸۷
حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ عم النبی ﷺ	۲۸۷
عمات النبی ﷺ	۲۸۷
حضرت ام حکیم بیضا عمۃ النبی ﷺ	۲۸۷
امیمہ عمۃ النبی ﷺ	۲۸۷
حضرت عاتکہ عمۃ النبی ﷺ	۲۸۸
حضرت صفیہ عمۃ النبی ﷺ	۲۸۸
حضرت برہ عمۃ النبی ﷺ	۲۸۸
حضرت اروی رضی اللہ عنہا عمۃ النبی ﷺ	۲۸۸
آپ ﷺ کے والدین	
عبداللہ والد النبی ﷺ	۲۸۹
سیدہ آمنہ	۲۹۰
فصل دوم: آل النبی ﷺ	۲۹۳
(الف) ابناء النبی ﷺ	۲۹۳
حضرت قاسم رضی اللہ عنہ	۲۹۳
حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ	۲۹۳
حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ	۲۹۳
جدول کسوف شمس کست وسہ سالہ عہد نبوت محمدیہ ﷺ	۲۹۶
بنات النبی ﷺ	۲۹۷
حضرت زینب رضی اللہ عنہا	۲۹۸
حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا	۳۰۰
حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا	۳۰۲
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا	۳۰۲
ابنائے فاطمہ رضی اللہ عنہما	۳۰۶
حضرت حسن رضی اللہ عنہ سبط النبیؐ	۳۰۶
حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد	۳۰۹
(الف).....زید بن حسن رضی اللہ عنہ (المتوفی ۱۲۰ ہجری)	۳۰۹

(ب) حسن مثنی بن حسن رضی اللہ عنہ (المتوفی ۷۹ رہجری)	۳۰۹
حضرت حسین رضی اللہ عنہ	۳۱۰
حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد	۳۱۲
حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۱۲
عبداللہ الباہر بن زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۱۲
زید بن زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۱۲
عمر الاشرف بن زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۱۳
حسین الاصغر بن زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۱۳
علی الاصغر بن زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۱۳
حضرت باقر رحمۃ اللہ علیہ	۳۱۳
حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ	۳۱۳
حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ	۳۱۴
حضرت علی الرضا رحمۃ اللہ علیہ	۳۱۴
حضرت علی النقی رحمۃ اللہ علیہ	۳۱۴
حضرت حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ	۳۱۴
باب دوم امہات المؤمنین	۳۱۵
ایشیا کے مشہور مذہب	۳۱۵
منہاج نبوت اور تعدد زوجات	۳۱۵
سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی تین بیویاں تھیں	۳۱۵
حضرت یعقوب علیہ السلام اسرائیل کی چار بیویاں	۳۱۵
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چار بیویاں	۳۱۵
حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بے تعداد بیویوں کا جواز	۳۱۵
حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہزار عورتیں	۳۱۵

فصل اول	
نبی ﷺ اور کثرت زوجات	۳۱۵
ام المؤمنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اور امن عام	۳۱۵
ام المؤمنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے فوائد	۳۱۵
ام المؤمنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح اور دینی فوائد	۳۱۵
ام المؤمنین سیدہ عائشہ وسیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما اور ترویج دین کے فوائد	۳۱۵
فصل دوم	
ازواج النبی ﷺ کے فضائل	۳۱۵
فصل سوم	
ازواج مطہرات کے ساتھ نبی ﷺ کا حسن سلوک	۳۱۵
امہات المؤمنین کے کام	۳۱۵
امہات المؤمنین کے مہور	۳۱۵
فصل چہارم	
ازواج النبی ﷺ کے نسب ناموں کا نسب نامہ نبوی ﷺ سے قریب تر ہونا	۳۱۵
نقشہ عمود نسب نبی ﷺ اور اس کے ساتھ انساب امہات المؤمنین کا اتصال	۳۱۵
فصل پنجم	
امہات المؤمنین ازواج النبی ﷺ کے جداگانہ حالات	۳۱۵

اُم المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا	۳۱۵
فرزندان خدیجۃ الکبری	۳۱۵
اولاد النبیؐ	۳۱۵
ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا	۳۱۵
ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	۳۱۵
محبت کا امتحان	۳۱۵
سخاوت وزہد صدیقہ	۳۳۸
حضرت خدیجہ وعائشہؓ کے فضائل	۳۳۸
جہاد فی سبیل اللہ	۳۳۹
ذاتی رنج پر اسلامی خدمات کو ترجیح	۳۴۳
ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا	۳۴۴
ام المساکین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا	۳۴۵
ام المؤمنین ام سلمہ (ہند) رضی اللہ عنہا	۳۴۵
ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	۳۴۷
حضرت زید بن حارثہؓ کا نسب عالی	۳۴۸
محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی دنیا بھر کے لیے نمونہ ہے	۳۵۰
خاوند بیوی کا رشتہ	۳۵۰
جواز تبنیت میں کوئی تاویل نہیں چل سکتی	۳۵۰
عیسائی اس قصہ پر کیوں معترض ہیں	۳۵۱
ایک شہید کی تمنا اور دعا	۳۵۲
ایک قوم کی آزادیٔ مذہب کا سلب کر لینا قتل واحد سے زیادہ سخت ہے	۳۵۲
خواہران ام المؤمنینؓ	۳۵۴
ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا	۳۵۴
ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا	۳۵۶
ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا	۳۵۷
ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا	۳۵۸
نقشہ متعلق حالات تاریخی امہات المؤمنینؓ	۳۶۰
باب سوم	
غزوات وسرایا	۳۶۱
نقشہ غزوات وسرایا جو عہد نبوی ﷺ میں	۳۶۳
واعظین اسلام کا قتل	۳۷۴
فصل	
شہدائے بدرؓ	۳۸۳
شہدائے غزوۂ سویقؓ	۳۸۴
شہدائے اُحد، مہاجرین رضی اللہ عنہم	۳۸۴
شہدائے اُحد، الانصار رضی اللہ عنہم	۳۸۴
شہدائے یوم الرجیع رضی اللہ عنہم	۳۸۸
شہدائے بیئر معونہ (۲۶) رضی اللہ عنہم	۳۸۹
شہید مریسیع (۱)	۳۹۰
شہدائے خندق (۶) رضی اللہ عنہم	۳۹۰
شہدائے بنو قریظہ (۲) رضی اللہ عنہم	۳۹۰
شہدائے غزوۂ غابہ (۳) رضی اللہ عنہم	۳۹۱
شہدائے ذی القصہ رضی اللہ عنہم	۳۹۱
شہید سریہ وادی القریٰؓ	۳۹۱
شہید عرنیینؓ	۳۹۱
شہید غزوۂ وادی القریٰؓ	۳۹۱
شہدائے خیبر رضی اللہ عنہم	۳۹۱
سریہ خربہ	۳۹۲

سریہ ابن ابی العرجاء	۳۹۲
شہیدا طلح ؓ	۳۹۲
شہدائے موتہ ؓ	۳۹۳
شہدائے مکہ ؓ	۳۹۵
شہدائے حنین ؓ	۳۹۵
شہدائے طائف ؓ	۳۹۵
شہدائے مشاہد مختلفہ ؓ	۳۹۶
باب چہارم	
اساطیر کے معنی	۳۹۷
حضرت آدم علیہ السلام	۳۹۷
قائن [قابیل] وہابیل فرزندانِ آدم علیہ السلام	۳۹۸
فصل	
حضرت موسیٰ علیہ السلام	۴۰۶
حضرت داؤد علیہ السلام	۴۰۹
حضرت سلیمان علیہ السلام	۴۱۰
حضرت ایوب علیہ السلام	۴۱۰
حضرت زکریا علیہ السلام	۴۱۱
حضرت یحییٰ علیہ السلام	۴۱۲
حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام	۴۱۲
باب پنجم	
افضلیتِ سیدُ المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم	۴۱۳
حضرت آدم علیہ السلام	۴۱۴
حضرت ادریس علیہ السلام	۴۱۵
حضرت الیاس علیہ السلام	۴۱۶
حضرت نوح علیہ السلام	۴۱۷
حضرت ہود علیہ السلام	۴۱۸
حضرت صالح علیہ السلام	۴۱۹
حضرت ابراہیم علیہ السلام	۴۱۹
حضرت لوط علیہ السلام	۴۲۱
حضرت اسماعیل علیہ السلام	۴۲۲
حضرت اسحاق علیہ السلام	۴۲۲
حضرت یعقوب علیہ السلام	۴۲۳
حضرت یوسف علیہ السلام	۴۲۴
حضرت شعیب علیہ السلام	۴۲۵
حضرت موسیٰ علیہ السلام	۴۲۷
حضرت ہارون علیہ السلام	۴۳۰
حضرت الیسع علیہ السلام	۴۳۲
حضرت داؤد علیہ السلام	۴۳۳
حضرت سلیمان علیہ السلام	۴۳۵
حضرت یونس علیہ السلام	۴۳۶
حضرت ایوب علیہ السلام	۴۳۷
حضرت زکریا علیہ السلام	۴۳۸
حضرت یحییٰ علیہ السلام	۴۳۹
حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام	۴۴۲
الف:۔ تصدیق توریت	۴۴۳
ب:۔ بشارت اِسْمُهٗ اَحْمَدُ	۴۴۴
ائمہ محدثین..... [۱۰]	۴۴۸
فقہائے محققین..... [۱۹]	۴۴۸
عرفائے کاملین..... [۴]	۴۴۹
وزراء وامراء..... [۶]	۴۴۹

شعراء واد باء..... [۱۲]	۴۵۰
نحوِ بین..... [۲]	۴۵۰
باب ہفتم	
حب النبی ﷺ	۴۶۵
جود وسخا کا بیان	۴۶۸
عدل وانصاف کا بیان	۴۶۹
نجدت وشجاعت کا بیان	۴۶۹
تواضع کا بیان	۴۷۰
حیاء کا بیان	۴۷۱
شفقت ورأفت کا بیان	۴۷۱
عفو وکرم	۴۷۲
زہد فی الدنیا	۴۷۳
عام اخلاق	۴۷۵
باب ہشتم	
سنہ ۱ ہجری	۴۸۱
غرہ سنہ ہجری کے دریافت کرنے کا قاعدہ	۴۸۱
نقشہ غرہ سنین قمری ہجری	۴۸۱
عام الفیل	۴۹۳
جدولِ آغاز شہور قمری بابت بست وسہ سال نبوت محمدیہ ﷺ	۴۹۴
جدول واقعات عظیمہ متعلق سیرت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ	۴۹۷
قصیدہ در حمد باری تعالیٰ جل جلالہ عم نوالہ،	۴۹۹
اختتام جلد دوم	۵۰۱
* * *	

حصہ سوم رحمۃ للعالمین ﷺ

تقدمہ سید سلیمان ندوی [رحمۃ اللہ علیہ]	۵۰۵
مقدمہ از مصنف	۵۰۶
باب اول خصائص النبی ﷺ	۵۰۷
فصل اول	
خصوصیاتِ وجود گرامی ﷺ	۵۰۷
اتہامات قبل از ہجرت	۵۲۷
الزامات بعد از ہجرت	۵۲۷
مؤمنین پر بھی ایسے ہی الزامات لگائے جاتے	۵۲۷
فصل دوم	
خصوصیاتِ نبوت	۵۳۲
ہندو اقوام	۵۴۵
مجوس	۵۴۶
فصل سوم	
خصوصیات نبویہ از احادیث مصطفویہ ﷺ	۵۷۷
نصرت بالرعب	۵۷۷
روئے زمین کا مسجد وطہور ہونا	۵۷۸
بعثت عامہ۔	۵۸۲
جوامع الکلم کا عطیہ	۵۸۳
خصوصیت معراج	۵۸۳
تعددِ معراج	۵۸۴
راویان احادیث معراج معہ حوالہ کتب احادیث	۵۸۴

اب واقعات معراج کو بیان کیا جاتا ہے	۵۸۸
ساتوں آسمانوں پر آٹھوں انبیاء کی ملاقات کا راز	۵۹۰
قرآن کریم اور معراج شریف	۵۹۲
بیداری وخواب کی بحث	۵۹۳
فصل چہارم	
معجزات نبوی ﷺ	۵۹۵
پانی کا معجزہ	۵۹۸
دودھ کی برکت	۶۰۲
نباتات پر اثر	۶۰۵
حیوانات پر اثر	۶۰۸
افلاک پر اثر اور معجزۂ شقِ قمر	۶۰۸
اس معجزہ کی توثیق	۶۰۹
معجزات کی قسم دوم	۶۱۱
اطلاع اخبار مستقبلہ	۶۱۲
جہاد بحری کی اطلاع	۶۱۲
پیش گوئی متعلق فتوحاتِ ممالک	۶۱۳
فتح مصر کی پیش گوئی	۶۱۴
ملک عرب سے ممالک مفتوحہ کے قطع تعلق کی پیش گوئی	۶۱۴
پیشگوئی کہ شہنشاہ ایران کے کنگن سراقہ اعرابی کو پہنائے جائیں گے	۶۱۴
معجزات کی قسم سوم	۶۱۵
۳۹۳ سال پیشتر کی پیش گوئی	۶۱۵
۶۵۴ سال پہلے کی پیش گوئی	۶۱۵
۶۵۶ سال پہلے کی پیش گوئی	۶۱۶
۷۰۰ برس پہلے کی پیشن گوئی	۶۱۶
۸۵۵ سال پیشتر کی پیش گوئی	۶۱۶
۱۳۸۴ سال کی پیش گوئی	۶۱۶
پیش گوئی جس کی تصدیق زمانہ حال ہمارے سامنے بھی کر رہا ہے	۶۱۷
پیش گوئی جس کی صداقت کی شہادت موجودہ زمانہ ادا کر رہا ہے	۶۱۷
قسم چہارم از معجزات نبی ﷺ	۶۱۸
قتل سے مصئون (محفوظ) رہنے کی دعا	۶۱۹
دعائے عفت	۶۱۹
سائب بن یزید کے لیے دعا	۶۲۰
حضرت عبدالرحمن بن عوف احد العشرۃ المبشرۃ رضی اللہ عنہم کے لیے دعا	۶۲۰
انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے لیے دعا	۶۲۰
مالک بن ربیعہ سلولی رضی اللہ عنہ کے لیے دعا	۶۲۰
تکبر کی سزا	۶۲۰
شکستہ استخوان کی درستی کا معجزہ:	۶۲۱
فصل پنجم	
اسماء الرسول صلی اللہ علیہ وسلم	۶۲۱
فصل ششم	
سنت مصطفویہ وطریقہ محمدیہ	۶۳۷
معرفت میری اصل پونجی ہے	۶۳۸
میرے دین کی جڑ عقل ہے	۶۳۹
محبت میری بنیاد ہے	۶۴۱

شوق میری سواری ہے	۶۴۴
اللہ کا ذکر میرا مونس ہے	۶۴۵
اعتماد الٰہی میرا خزانہ ہے	۶۴۹
اندوہ دل میرا رفیق ہے	۶۴۹
میرا ہتھیار علم ہے	۶۵۰
صبر میرا شاندار لباس ہے۔	۶۵۲
رضائے الٰہی میری غنیمت ہے	۶۵۷
عاجزی میرا فخر ہے	۶۵۸
زہد میرا پیشہ ہے	۶۵۹
یقین میری روزی ہے	۶۶۰
صدق میرا ساتھی ہے	۶۶۱
طاعت کرنا میری عزت ہے	۶۶۲
میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے:	۶۶۴
باب دوم: خصائص القرآن	
ضرورت قرآن	۶۶۶
فصاحت و بلاغت قرآن	۶۶۷
معانی عالیہ و مضامین نادرہ	۶۷۵
تاثیر قرآن	۶۷۷
نمونہ تعلیم	۶۷۸
قبولیتِ قرآن	۶۷۹
خصوصیات قرآن مجید	۶۷۹
قرآن مجید کا مصنف	۶۸۳
قرآن ذی الذکر کی پیش گوئیاں	۶۸۵
قرآن عظیم کے متعلق سات پیش گوئیاں	۶۸۵
پہلی پیش گوئی کہ قرآن کریم کی نظیر کوئی نہ بنا سکے گا۔	۶۸۵
عہد نبوت	۶۸۵
دوسری پیش گوئی کہ قرآن مجید ہمیشہ محفوظ رہے گا	۶۸۶
اس وعدہ کی وقعت اور حفاظت قرآنی کی عظمت	۶۸۶
نقشہ شمار حروف تہجی	۶۸۹
امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ اور حفاظت رسم الخط قرآن	۶۸۹
نقل اور طریق وجادہ	۶۹۰
اعتراض اور اس کی اصلیت	۶۹۰
نماز اور قرأت	۶۹۰
نسخہ جات قرآنی کی اشاعت	۶۹۰
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان سے مسائل فقہیہ میں اختلافِ جمہور	۶۹۰
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور اہل مصر کی بغاوت	۶۹۱
خلافت مرتضوی اور مصحف عثمانی	۶۹۱
رفعِ مصحف کا واقعہ صفین میں	۶۹۱
تیسری پیش گوئی کہ جمع قراءت قرآن مجید کی بات	۶۹۱
چوتھی پیش گوئی کہ قرآن مجید حفظ یاد رکھا جائے گا	۶۹۱
پانچویں پیش گوئی کہ قرآن مجید کو حفظ کر لینا آسان ہوگا	۶۹۲

چھٹی پیش گوئی کہ قرآن مجید کی کتابت جاری رہے گی اور کتاب کی شکل میں اس کی اشاعت ترقی پر رہے گی۔	۶۹۲
ساتویں پیش گوئی کہ باطل یا بطلان قرآن مجید کے نزول میں یا آیندہ کسی عہد میں اس کے سامنے نہ ٹھہر سکے گا۔	۶۹۲
اسلام کے متعلق چار پیش گوئیاں	۶۹۳
جنوبی عرب اور عیسائیت	۶۹۳
عرب اور یہودیت	۶۹۳
مشرقی عرب اور مجوسیت	۶۹۳
عرب وسطی اور بت پرستی	۶۹۳
عرب اور مذاہب متعددہ	۶۹۳
حضرت داؤد علیہ السلام خدا کا گھر نہ بنا سکے	۶۹۴
مسیح کی سرگرمی اور تعلیم کا نامکمل رہ جانا	۶۹۴
مادی دنیا کی انتہائی بلندی سے روحانیت کی آواز	۶۹۴
قیام مکہ کے ایام میں اشاعت	۶۹۶
قیام مدینہ میں اشاعت	۶۹۶
دور صدیقیت میں اشاعت	۶۹۶
خلافت راشدہ میں اشاعت	۶۹۶
مغلوں کا اسلام	۶۹۶
یونانی فلسفہ اور ہندوانی توہمات	۶۹۶
یورپین پالیسی اور فلسفہ جدید	۶۹۶
حالیہ عہد میں اسلامی ترقی	۶۹۶
پیش گوئی کہ لڑائیوں میں مسلمانوں ہی کو غلبہ رہے گا۔	۶۹۷
پیش گوئی کہ اہل اسلام کو روئے زمین پر حکومتیں حاصل ہوں گی	۶۹۸
پیش گوئی کہ اہل ایمان کی حالت دنیوی بھی اچھی ہوجائے گی	۶۹۸
مہاجرین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق تین پیش گوئیاں	۶۹۹
پیش گوئی کہ تنگ دستی کے بعد مسلمان غنی ہوجائیں گے	۶۹۹
پیش گوئی کہ عرب سے تمام بت ناپید ہوجائیں گے اور بت پرستی معدوم ہوجائے گی	۷۰۰
پیش گوئی کہ مظلوم مہاجرین کو دنیا میں اچھے ٹھکانے اور آخرت میں اجر کبیر ملے گا۔	۷۰۰
پیش گوئی کہ اصحاب رسولؐ اور متبعین رسولؐ کی ترقی آہستہ آہستہ اور تدریجی ہوگی پھر کمال پر پہنچے گی۔	۷۰۱
پیش گوئی: زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے متعلق	۷۰۱
پیش گوئی: غیر اقوام کا مسلمان ہونا اور اسلام کی خدمت میں شاندار کام کرنا	۷۰۲
اہل ایمان کے متعلق پیش گوئیاں	۷۰۲
الارض کی خلافت۔	۷۰۲
مستہزئین مکہ کے خلاف پیش گوئی	۷۰۶
قریش کے دشمن سرداران کے دوست بن جانے کی پیش گوئی	۷۰۷
جملہ کفار عرب کے لیے پیش گوئیاں	۷۰۹

اہل مکہ کے خلاف دو پیش گوئیاں	۷۱۰
ابولہب کے متعلق پیش گوئی	۷۱۰
پیش گوئی کہ ابولہب کی عورت بھی ذلیل موت سے مرے گی	۷۱۱
منافقین کے متعلق پیش گوئیاں	۷۱۱
پیش گوئی کہ منافقوں کو دگنی مار پڑے گی	۷۱۲
پیش گوئی کہ منافقین خسران میں رہیں گے	۷۱۲
مخلفین جہاد کے متعلق دو پیش گوئیاں	۷۱۳
غزوات نبوی میں سے خاص خاص غزوات کے متعلق تین پیش گوئیاں	۷۱۵
غزوۂ بدر کے متعلق	۷۱۵
غزوۂ خیبر کی پیش گوئی	۷۱۵
غزوۂ احزاب کی پیش گوئی	۷۱۷
یہودیوں اور منافقین کے معاہدات پر دو پیش گوئیاں	۷۱۷
یہودیوں کے کفر کی خبر اور ایسی قوم کے اسلام کی خبر (پیش گوئی) جو کبھی کفر نہ کرے گی	۷۱۸
ارتداد اور مسلمانون کی تعداد میں بیشی و افزونی کی پیش گوئی	۷۱۹
یہودیوں کے متعلق ۹ پیش گوئیاں	۷۲۰
یہودیوں کے باہمی فرقوں کے اندر عداوتِ ابدی کی پیش گوئی	۷۲۲
عیسائیوں کے متعلق تین پیش گوئیاں	۷۲۲
عیسائی دنیا میں مال دنیوی سے متمتع رہیں گے۔	۷۲۲
دوسری پیش گوئی کہ عیسائیوں کے باہمی فرقوں میں ہمیشہ عداوت رہے گی۔	۷۲۳
تیسری پیش گوئی کہ نصاریٰ دربارہ مودّت اہل اسلام سے زیادہ تر قریب ہیں اور یہود ومشرک، زیادہ دور و بعید ہیں:	۷۲۳
سلطنت روما و ایران نیز قریش و اہل ایمان کے متعلق پیش گوئی	۷۲۴
باب سوم:..... خصائص اسلام	
اسلام ہی دین التوحید ہے	۷۲۶
اسلام ہی روحانیت کا مذہب ہے	۷۳۱
عبودیت	۷۳۲
فناء وبقاء	۷۳۳
اسلام ہی اخلاق حسنہ کا معلم ہے	۷۳۵
قوم اور ملک کے متعلق اخلاق	۷۳۹
اسلام ہی نے رحم وعدل کے مسئلہ کو حل کر دیا	۷۴۰
اسلام ہی علم اور علما کا حامی ہے	۷۴۱
تذئیل	۷۴۵
اسلام ہی دین العمل ہے	۷۴۷
اصول ارث ومواریث	۷۴۸
اسلام ہی بانی اخوت ہے	۷۵۱
مواخات مکہ	۷۵۱
مواخات مدینہ	۷۵۱
مواخات کا اثر	۷۵۳
قرآن مجید میں مواخات کا ذکر	۷۵۳

اسلام ہی نے انسان کی انسانیت کے درجہ کو بلند تر کیا	۷۵۶
اسلام ہی غیر متعصب دین ہے	۷۵۸
اسلام ہی دینِ محبت ہے	۷۶۳
اسلام ہی مساوات کا بانی ہے	۷۶۹
اسلام ہی نے حکومت میں رعایا کو حصہ دار بنایا	۷۷۳
اسلام ہی کی بنیاد قومیت سے بالاتر رکھی گئی ہے۔	۷۷۵
اسلام ہی اپنے مہد و گہوارہ میں آج تک قائم ہے	۷۷۶
اسلام ہی دین تمدن ہے	۷۷۸
عورتوں کے حقوق	۷۷۸
بچوں کے حقوق	۷۷۹
والدین کے حقوق	۷۷۹
حکومت کے حقوق	۷۷۹
اقسام تعاون	۷۷۹
عدم تعاون کے اقسام	۷۷۹
ایفائے معاہدات کا حکم	۷۷۹
عداوتِ قومی کے ہوجانے کی حالت میں بھی عدل کا لزوم اور بے انصافی کی نہی	۷۷۹
معاہد غیر مسلم اور مسلم غیر معاہد میں معاہد غیر مسلم کی رعایت اور نیوٹرل رہنے کی ہدایت	۷۷۹
فساد اور بے امنی کی برائی	۷۸۰
خلافت راشدہ کی علامت	۷۸۰
حقوق کی ادائیگی کی تاکید	۷۸۰
عباد الرحمٰن کے صفات حسنہ حقوق تمدن کے متعلق	۷۸۰
سچی شہادت کے ادا کرنے کی فضیلت	۷۸۰
اخفائے شہادت کی حرمت:	۷۸۰
اسلام ہی وہ فیض رساں دین ہے جس سے اقوام عالم نے بالواسطہ فیوض بھی حاصل کیے	۷۸۱
اسلام ہی نے ہدایت الٰہیہ کو ربوبیت خالقیہ کی طرح کل عالم کے لیے عام بنایا	۷۸۵
اسلام ہی دین البر (نیکی کا مذہب) ہے	۷۸۸
اسلام دین التقوی (پارسائی کا مذہب) ہے	۷۹۰
اسلام دین الصدق (سچائی کا مذہب) ہے	۷۹۳
اسلام ہی دین الحسن والجمال ہے	۷۹۵
انسانی حسن و جمال	۷۹۵
صورت کی خوشنمائی	۷۹۵
بیوی کی صفات	۷۹۵
جمال مواشی وانعام	۷۹۶
سواری کے جانور بھی زینت ہی ہیں	۷۹۶
جملہ اشیائے ارضی میں زینت و جمال کا ہونا	۷۹۶
جملہ مخلوق کا اپنی بناوٹ کے لحاظ سے حسین تر ہونا	۷۹۷

تمت بالخیر

فہرست مضامین حواشی

رحمۃ للعالمین ﷺ

نوٹ:.....وہ اہم مضامین جو مصنفؒ نے حاشیہ میں ذکر کیے سہولت کے پیش نظر ان مضامین کی فہرست علیحدہ دی ہے۔

تورات سے حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق کی مساوات کا ثبوت	۳۰
مکہ کی عجیب باتیں	۳۱
حضرت یعقوبؑ کے بارے بیٹے بنی اسرائیل	۳۱
مکہ معظمہ کا محل وقوع	۳۴
اسم پاک محمد ﷺ کے لغوی معنی	۳۹
ولادت رسول اللہ ﷺ اور شمسی سال کی صحیح مقدار	۴۰
سمت اور مسیحی تاریخوں میں تاریخی غلطیاں	۴۰
یسعیاہ کی بشارت	۴۰
قیام امن ونگرانی حقوق عامہ کے لیے ایک انجمن انگلستان میں نائٹ ہڈ کا آرڈر اس انجمن کے بعد ہوا تھا۔	۴۲
بیت اللہ کی تعمیر وتاریخ	۴۳
حجر اسود	۴۳
مکاشفات یوحنا کی تطبیق	۴۳
نزول قرآن کی تاریخ کا تعین	۴۶
وہ نبی (انجیل یوحنا)	۶۹
آنحضرت ﷺ کے قتل پر سردار انِ عرب کی کمیٹی کا جمع ہونا اور ان سرداروں کا عبرتناک انجام	۷۵
یسعیاہ نبی ﷺ کی پیش گوئی	۸۲
کتاب یسعیاہ میں ہجرت کا ذکر	۸۳
کتاب تورات میں نبی ﷺ کی پیش گوئی	۸۳
اصول عیسویت پر ڈاکٹر ڈریپر کی رائے	۸۵
اس تعداد پر غزل الغزلات کی پیش گوئی	۹۹
شاعر کی تحقیقات	۱۰۱
اصحاب فیل کا ذکر:	۱۰۱
حضرت مسیح اور جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے کاموں کی مماثلت	۱۰۱
غنیمت جنگ حنین اور یرمیاہ نبی کی پیش گوئی	۱۰۸
جلا بنو نضیر پر یسعیاہ نبی کی پیش گوئی	۱۱۰
وید اور تورات کا سلوک دشمنوں سے	۱۱۳
مکاشفات یوحنا اور تبوک	۱۱۵
صفہ اور اصحاب صفہ	۱۱۸
سلع کی تحقیق	۱۲۱

عرب میں کثرت زوجات کا رواج ، اسلام نے اس میں اصلاح کی	۱۳۵
طلاق کا رواج عرب میں اسلام نے طلاق میں موازنہ	۱۳۶
شرائع اسلام پر عمل کرانے کی بابت آنحضرت ﷺ کی تدابیر	۱۳۷
بنی اسماعیل کی نبوت کے حوالے بائبل میں	۱۵۰
مباہلہ کی کب اور کن مسائل میں ضرورت ہے	۱۵۰
نبی ﷺ کا دوسرا فرمان، پادریوں کے حقوق پر جزیہ	۱۵۴
مسجد نبوی میں ترمیمات پر نوٹ	۱۵۶
اخوت عامہ	۱۵۹
ابوبصیر کا قصہ	۱۷۴
یسعیاہ نبی کی پیش گوئی کی تطبیق	۱۸۳
مکاشفات یوحنا کی تطبیق	۱۸۳
حج سے نبی ﷺ کی صداقت پر استدلال	۱۸۳
الیوم (آج) کی تفسیر	۱۸۶
قرآن مجید کی سات اور حدیث شریف کی ایک پیش گوئی کا اندراج	۱۸۷
یسعیاہ نبی کی پیش گوئی	۱۸۹
نبی ﷺ کی مطابقت	۲۰۰
حصہ دوم رحمۃ للعالمین ﷺ	
حضرت عثمان بن عفان ؓ کے مختصر حالات	۳۰۰
ولادت فاطمہ ؓ کی تاریخوں میں اختلاف	۳۰۲
سید الشیخ عبدالقادر جیلانیؒ	۳۰۹
حضرت ابوبکر ؓ کا مختصر حال	۳۳۳
نعمان شاہ عرب کے مصاحبوں کا مختصر قصہ	۳۴۲
خواجہ فرید شکر گنج بخش، حضرت مجدد صاحب	۳۴۵
تمت بالخیر	

ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور دعا گو ہیں کہ اے پروردگار عالم! اس ناچیز خدمت کو قبول فرما اور اس کتاب کی طباعت واشاعت میں ہر سطح پر ہر قسم کے تعاون کرنے والوں کو خصوصاً مفسر، مترجم و ناشر کو اپنی شایانِ شان اجر عظیم و بہتر بدلہ نصیب فرما اور ہمارے حق میں اس کو خیر جاری اور توشہ آخرت بنا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۔ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ وَتُبْ عَلَيْنَا ۔ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾

امین یا رب العلمین

اے پروردگار عالم!

اس پر رحم فرما جو اس دعا پر آمین کہے خواہ آہستہ کہے یا آواز سے کہے اور اس کی مغفرت فرما جو ہاتھ اٹھا کر ہم کو دعاء مغفرت سے یاد کرے اور سورہ فاتحہ اور کم از کم دو تین آیتیں اور مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ پڑھ کر ثواب پہنچائے۔

* ..... * ..... *

رحمۃ للعالمین ﷺ حصہ اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین وسلام علی المرسلین والصلوۃ والسلام علی عبدہ ورسولہ محمد المصطفی امام الانبیاء و خاتم النبیین و علی آلہ و أصحابہ الطیبین الطاھرین رضوان اللہ علیھم أجمعین اما بعد[1]

سالہاسال سے میری یہ آرزو رہی ہے کہ حضرت سید ولد آدم محمد النبی الامی ﷺ کی سیرت پر تین کتابیں لکھ سکوں:

① ..... مختصر ② ..... متوسط ③ ..... مطول

۱۸۹۹ء میں مختصر کتاب لکھ کر شائع کر چکا ہوں، اس کا نام مہر نبوت ہے۔

متوسط کتاب کا نام "رحمۃ للعالمین ﷺ" تجویز کیا گیا ہے۔

یہ کتاب تین جلدوں میں ختم ہوگی۔ یہ پہلی جلد ہے جسے ناظرین مطالعہ فرما رہے ہیں۔

دوسری جلد ۱۹۲۱ء میں طبع ہوئی۔ تیسری جلد بھی ان شاء اللہ جلد شائع ہوگی۔[2]

ان کے بعد پھر سیرت نبوی ﷺ پر ایک کتاب پورے شرح وبسط کے ساتھ لکھی جائے گی۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

میں جانتا ہوں کہ میری یہ کتاب آنحضرت ﷺ کے محامد ومحاسن کا اظہار اسی قدر کر سکتی ہے۔ جس قدر ذرّہ بے مقدار آفتاب عالم تاب کے انوار کو آشکارا کر سکتا ہے۔ تاہم میں اس کتاب کے پیش کرنے کی جرأت صرف اس لیے کرتا ہوں کہ شاید کسی ایک انسان ہی کو اس کے مضامین سے فائدہ پہنچ سکے۔ مضامین کتاب کی نسبت اس قدر عرض کر دینا ضروری ہے کہ میں نے صحیح روایات ہی کے اندراج کرنے میں پوری کوشش وسعی کی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے بتضرع والتجا یہ دعا ہے کہ وہ میری اس ناچیز محنت وعمل کو قبول فرما کر اس کا ثواب میرے والد ماجد حاجی مولوی قاضی احمد شاہ مرحوم (المتوفی ۲۸ محرم ۱۳۲۸ھ) کے نامۂ اعمال میں ثبت فرمائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

المذنب راجی شفاعت وغفران

قاضی محمد سلیمان عفا اللہ عنہ

اسپیشل مجسٹریٹ درجہ اول۔ متوطن منصور پور علاقہ ریاست پٹیالہ

(جمادی الاولیٰ ۱۳۳۰ھ)

---

[1] دیباچہ طبع اول۔ [2] الحمد للہ "دار الاشاعت" نے قدیم نسخوں سے تقابل کے بعد "رحمۃ للعالمین" کی تینوں جلدیں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی اور اب ان تینوں کو یکجا مجلد شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ بارگاہ عالیہ میں اس سعی کو قبول فرمائے (آمین)۔

دیباچہ طبع سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ الذی لم یتخذ ولدًا ولم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذل وکبرہ تکبیرا۔ فللّٰہ الحمد رب السموت و رب الأرض رب العٰلمین۔ ولہ الکبریاء فی السموات و الأرض وھو العزیز الحکیم۔ و أشھد أن لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ کلمۃ قامت بھا الأرض و السموات و خلقت لاجلھا جمیع الموجودات و بھا ارسل اللّٰہ رسلہ و انزل کتبہ و شرع شرائعہ ولاجلھا نصبت الموازین و وضعت الدوّاوین و أشھد أن محمدا عبدہ و رسولہ الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ و الانجیل یأمرھم بالمعروف و ینھاھم عن المنکر و یحل لھم الطیبات و یحرم علیھم الخبائث و یضع عنھم اصرھم و الاغلال التی کانت علیھم ارسلہ اللّٰہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ شاھدًا علی الخلائق أجمعین و نذیرًا مبینا و رحمۃ للعلمین و مبشرًا للمؤمنین بان لھم من اللّٰہ فضلا کبیرًا۔ فصلی اللّٰہ تعالی علی نبیہ امینہ علی وحیہ وخیر من خلقہ سید المرسلین و خاتم النبیین امام الخیر و قائد الخیر و رسولہ الرحمۃ المبعوث بالدین القویم و المنھج المستقیم و علی السابقین الاولین من المھاجرین و الانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللّٰہ عنھم و رضوا عنہ

اھدی الیہ الھنا متواترًا دار الصلوۃ الزھر الغراء
و الی معاشر صحبۃ العالمین والال الکرام السادۃ الکبراء
ما اھتزت الارواح من نفس الصبا وتنفس الارواح بالاضواء

امابعد کتاب رحمۃ للعالمین کی یہ جلد اول ہے جو ۱۹۱۶ء/ ۱۹۱۲ء کے بعد اب بار ششم بعد صحت چھپوائی گئی ہے۔ یوم اشاعت سے اس کتاب کو محدثین و مؤرخین اُدباء اور فضلاء نے جس محبت اور عزت سے دیکھا اور جس کثرت سے اس کے مضامین کو کتابوں رسالوں اور مضامین میں نقل کیا گیا اور جس شغف سے طالب علموں واعظوں اور خطیبوں نے اس پر توجہ کی اور اقصائے ملک تک جس طرح اس کی اشاعت ہوئی صلحائے امت نے جس تواتر کے ساتھ اپنی اپنی رائے کا اظہار فرمایا میں اس کے لیے اپنے مالک حکیم العلیم کے افضال عظیمہ ونعم متکاثرہ کا نہایت درنہایت شکرگزار ہوں۔ جامع اوراق کو اس امر کا وہم وگمان بھی نہ تھا کہ یہ ناچیز محنت اس طرح قبول کی جائے گی۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۗ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۗ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۖ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ [سورۂ قصص]

طبع ششم میں چند در چند معلومات کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اب دعا ہے کہ رب العالمین بقیہ کتاب کے بھی جلد شائع ہونے کی توفیق رفیق فرمائے۔ وماذلک علی اللّٰہ بعزیز۔

محمد سلیمان کان اللّٰہ لہ

ذی قعدہ ۱۳۴۲ھ مطابق جون ۱۹۲۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

حضرت مسیح علیہ السلام سے قریباً دو ہزار سال پیشتر کا ذکر ہے کہ سلطنت بابل نہایت عروج پر تھی، سلطنت کی مالی حالت مستحکم اور فوجی طاقت زبردست تھی۔ دولت کثیر، امن بسیط نے بادشاہ کے دماغ میں نخوت وغرور اس قدر بھر دیا تھا کہ اس نے سلطنت کے معبد اعظم میں اپنی سونے کی مورت رکھوا کر حکم دیا تھا کہ مخلوق اسی کو سجدہ کرے اور اسی سے منت ونذر ونیاز مانگی جایا کرے۔ رب العالمین نے ان کی ہدایت کے لیے ابراہیم علیہ السلام کو مبعوث کیا۔

(حضور ﷺ کا سلسلہ نسب ۹ رواسطے سے حضرت نوح علیہ السلام سے جاملتا ہے)

بادشاہ کو توحید کی آواز پسند نہ آئی۔ کیونکہ اس کے قبول کرنے سے بادشاہ کو خدائی کے درجہ سے اتر کر بندہ بننا پڑتا تھا، اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گھرانا بھی جو بادشاہ رس تھا، اپنے خاندان کے نونہال سے ناراض ہوگیا، قوم اور سلطنت کی مخالفت دیکھ کر انہوں نے وطن چھوڑ دیا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا جو بیوی تھی اور لوط بن فاران جو ان کا برادر زادہ تھا، دونوں نے مہاجرت میں ان کا ساتھ دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی گزران کے لیے بھیڑ بکریاں رکھ لی تھیں۔ خدا نے ان میں برکت دی اور وہ بڑھ کر بہت سے گلے بن گئے۔

امساک بارش سے وہ سرسبز میدان جہاں ان کے گلے رہتے اور پلتے تھے، جب کفدست بیاباں بن گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں سے آگے بڑھتے چلے گئے اور مصر پہنچ گئے۔

مصر پر اس وقت جو حکمران تھا اس کا نام رقیون تھا[1] اور وہ دراصل بابل ہی کا باشندہ تھا۔

(ممکن ہے، مصر جاتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہم وطنی کے رشتہ کو وجہ تعارف خیال کرلیا ہو)۔

بادشاہ مصر نے بی بی سارہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ملک کی خاتون سمجھ کر اپنے لیے پسند کیا، لیکن اسے خدا نے جلد معلوم کرا دیا کہ وہ خدا کے برگزیدہ نبی کی بیوی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس نے نہایت قدر ومنزل کی اور جب وہ وہاں سے وطن کو واپس ہوئے تو اس نے اپنی بیٹی ہاجرہ[2] بھی ساتھ کردی، تاکہ اسی نیک خاندان میں اس کی تربیت ہو اور وہ اپنے ہی ملک اور قدیم نسل کے باشندوں میں بیاہی جائے۔ اپنے مہمان نواز بادشاہ کی خوش آئندہ آرزو کے پورا کرنے کی غرض سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیا، خدا نے انہیں پہلوٹا بیٹا اسی کے بطن

---

[1] خطبات احمدیہ ص ۱۰۹ (دکتور فی الآداب حسن ابراہیم حسن مصری نے اپنی تالیف تاریخ "عمرو بن العاص مطبوعہ "مطبعہ السعادہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۸۲ میں اس بادشاہ کا نام طوطیس بن مالیا اور اس کے دارالخلافہ کا نام منف لکھا ہے۔ صفحہ ۱۸۳ پر طوطیس کو سلاطیس کہا گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ رقیون اس کا اصلی نام اور طوطیس اس کا شاہی نام تھا۔ اس مورخ نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس بادشاہ نے سیدہ ہاجرہ تک مصر کا غلہ پہنچانے کے لیے دریائے نیل سے بحیرہ احمر تک نہر نکالی تھی جس کی بعد میں اوربان قیصر (نخوس) دارا نے بھی تجدید کرائی اور بالآخر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے از سر نو نکلوایا تھا۔

[2] ہاجرہؓ کو صرف یہ شرف حاصل نہیں کہ وہ شہزادی ہیں بلکہ تورات سے معلوم ہوتا کہ خدا کے ہاں بھی ان کا درجہ بالاتر تھا۔ کتاب پیدائش سے واضح ہے کہ خدا کے فرشتے ہاجرہ کے سامنے خود آتے اور خدا کا حکم اسے پہنچایا کرتے تھے مگر سارہ بی بی کے سامنے کبھی کوئی فرشتہ نہیں آیا۔ کتاب پیدائش سے ثابت ہے کہ سارہ کو بیٹے کی بشارت فرشتہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی معرفت دی تھی۔

سے عنایت کیا۔ اس کا نام اسماعیل علیہ السلام رکھا گیا۔

بی بی سارہ رضی اللہ عنہا سے دوسرا لڑکا پیدا ہوا۔ اس کا نام اسحاق علیہ السلام رکھا گیا، اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے دوست ابراہیم علیہ السلام کو بتا دیا تھا کہ یہ دونوں[1] بیٹے بڑے بابرکت ہوں گے اور بڑی بڑی قوموں کے جد اعلیٰ ہوں گے اور ان کی اولاد کثرت سے گنی نہ جائے گی، اس لیے باپ نے خدا کے حکم اور کنبہ والوں کی درخواست پر ان کے لیے علیحدہ علیحدہ ملک تقسیم کر دیے تھے۔ شام کا ملک اسحاق علیہ السلام کو دیا کیونکہ بابل اس کے مشرق میں تھا اور اسحاق علیہ السلام کو اپنے ننھیال سے قرب کا موقع ملا۔ عرب کا ملک اسماعیل علیہ السلام کو دیا کیونکہ مصر اس کے مغرب میں تھا اور اسماعیل علیہ السلام کو اپنے ننھیال سے قریب تر رہنے کا موقع مل گیا اور بایں ہمہ دونوں بھائی اس طرح آباد ہوئے کہ ان کے درمیان کوئی تیسرا ملک نہ تھا تاکہ وقت پر ایک بھائی دوسرے کی امداد و اعانت کرتا رہے۔[2] اسماعیل علیہ السلام کی شادی بنو جرہم کے سردار مضاض کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ بنو جرہم عرب کا قدیم حکمران قبیلہ تھا اور مضاض اپنے علاقہ کا واحد فرماں روا تھا۔[3] اور اسحاق علیہ السلام کی شادی اپنے ننھیال میں ہوئی تھی، اس طرح ایک ہی نسل کے بچوں میں جسمانی بُعد بڑھتا رہا۔ لیکن رب العالمین وقتاً فوقتاً اس بعد کو دونوں قوموں کے باہمی ملاپ اور معاونت سے دور فرماتا رہا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے خوف سے بھاگ کر عرب ہی میں پناہ لی تھی اور پھر جب وہ بنی اسرائیل کو مصر سے نجات دے کر لائے، تب بیابان عرب ہی میں انہوں نے چالیس سال پورے کیے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام بھی جب بادشاہ سموئیل کے خوف سے بھاگ کر اپنے ملک سے نکلے تھے تو عرب ہی میں آ کر ٹھہرے تھے۔

جب بنی اسرائیل کو بخت نصر نے تباہ کیا تھا تو انہیں معد بن عدنان نے عرب ہی میں آرام اور عزت سے رکھا تھا۔

حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں پیدا ہونے والے انبیاء علیہم السلام نے بھی اپنے الہامات میں بنی اسماعیل علیہ السلام کی

---

[1] حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کا برابر کا درجہ اور برابر کی برکت مندرجہ ذیل حوالہ جات سے بخوبی ثابت ہے۔

الف ..... خدا نے درد دکھ کو سنا	ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے	۱۶_۱۱	کتاب پیدائش
	سارہ رضی اللہ عنہا کے	۱۸_۱۴	کتاب پیدائش
ب ..... خدا نے نام رکھا	ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے فرزند اسماعیل علیہ السلام کا	۱۶_۱۱	کتاب پیدائش
	سارہ رضی اللہ عنہا کے فرزند اسحاق علیہ السلام کا	۱۹_۱۷	کتاب پیدائش
ج ..... خدا نے برکت دی	ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے فرزند اسماعیل علیہ السلام کو	۲۰_۱۷	کتاب پیدائش
	سارہ رضی اللہ عنہا کے فرزند اسحاق علیہ السلام کو	۱۹_۱۸	کتاب پیدائش
د ..... خدا ساتھ تھا	اسماعیل علیہ السلام کے	۲۱_۲۰	کتاب پیدائش
	اسحاق علیہ السلام کے	۲۶_۲۴	کتاب پیدائش
ہ ..... قوموں اور بادشاہوں کا باپ ہوگا	اسماعیل علیہ السلام	۲۵_۱۶	کتاب پیدائش
	اسحاق علیہ السلام	۱۷_۶	کتاب پیدائش

[2] پیدائش باب ۲۵ درس ۹ میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو اس کے بیٹے اسحاق علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے دفن کیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ دونوں بھائی کس طرح دکھ سکھ میں شریک رہتے تھے۔

[3] خلاصہ تاریخ العرب پروفیسر سیڈیوس ۲۳

بابت بہت کچھ اشارے کیے ہیں۔ اس جگہ میرا مقصود صرف حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بابت کچھ لکھنے کا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو اور ان کی والدہ کو اس جگہ آباد کیا تھا۔ جہاں اب مکہ آباد ہے، مقدس باپ نے نامور بیٹے کی شمولیت سے اس جگہ ایک مسجد بھی (مکعب شکل کی) بنادی تھی اور خدا سے دعا کی تھی کہ وہ مالک الملک اس سنسان جگہ میں آباد ہونے والی قوم کی روزی کا خود سامان کرے، انہیں کھانے کے لیے عمدہ عمدہ میوے تر کاریاں ملتی رہیں۔[1] اور ان کی ہدایت اور راہ نمائی کے لیے ایک عظیم الشان رسول ﷺ بھی اسی مقام پر پیدا ہوا۔

اسماعیل کی اولاد میں بارہ بیٹے ہوئے۔[2] انہوں نے عرب کو آپس میں تقسیم کرلیا اور وہ بہت جلد اس قدر پھیل گئے کہ مغرب کی طرف مصر سے جوان کا ننھیال تھا، جا ملے اور جنوب کی طرف ان کے خیمے یمن تک پہنچ گئے، جہاں باپ نے ان کے بھائیوں بنو قطورہ کو آباد کیا تھا اور شام کی طرف ان کی بستیاں شام سے جا ملیں، جہاں انکے بھائی بنو اسحاق آباد تھے۔ اس طرح ایک ہی باپ کے فرزند بابل اور مصر کے قدیم علم وتہذیب کے مالک ہوگئے اور بحر ہند اور بحیرہ احمر کی ایسے بندرگاہوں پر ان کا قبضہ ہوگیا، جہاں سے اس وقت کی تمام متمدن دنیا کی تجارت پر وہ اپنا قبضہ کر سکتے تھے اور عرب کا اندرونی حصہ بھی ان کے پاس آ گیا، جو غیر اقوام سے بچاؤ کے لیے ہمیشہ ناقابل تسخیر حصار ثابت ہوا ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں ان کا دوسرا فرزند قیدار نہایت نامور ہوا ہے۔ قیدار کی اولاد خاص مکہ میں آباد رہی انہوں نے اپنے باپ کی طرح اس مقدس مسجد کے حقوق کو ہمیشہ پورا کیا۔ جو دنیا کے لیے توحید کی پہلی درسگاہ تھی۔ قیدار کی اولاد میں ۳۷ پشت کے بعد عدنان اول نہایت اولوالعزم شخص گزرا ہے۔ اس کے چھوٹے بھائی عک نے یمن میں سلطنت قائم کرلی تھی۔ عدنان کے بعد اس قوم پر بنی جرہم کا قبیلہ غالب آ گیا۔ اگرچہ وہ ان کے ماموں ہی تھے، تاہم بنو جرہم نے ان کو ۲۰۷ء میں مکہ سے نکال دیا تھا۔ کیونکہ بنو اسماعیل علیہ السلام نے اب تک بنو جرہم کا بت پرستی میں ساتھ نہ دیا تھا۔ لیکن قصی نے جو عدنان دوم سے پندرہویں پشت میں ہے، پھر مکہ پر قبضہ حاصل کرلیا اور اس نے مکہ میں مشترکہ حکومت کی بنیاد ۴۴۰ء میں رکھ کر مندرجہ ذیل عہدے قائم کیے۔

① ..... رفاہہ۔ ② ..... سقایہ۔ ③ ..... حجابہ۔ ④ ..... قیادہ۔ ⑤ ..... نیز قومی نشان بنایا جسے ''لواء'' [پرچم، جھنڈا] کہتے تھے۔ ⑥ ..... نیز قومی مجلس قائم کی جسے ''ندہ' یا ''دارالندوہ'' کہتے تھے۔

---

[1] جو لوگ مکہ جاتے ہیں ان کو دو باتیں بڑی عجیب معلوم ہوتی ہیں۔ (۱) زمین مکہ میں کوئی روئیدگی یا پیداوار نظر نہیں آتی (۲) مکہ کے بازاروں میں سبز تر میوے، تر کاریاں، بہت سستی اور بہتات سے ملتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیم کی دعا کو قبول کیا اور اس سے دلیل پکڑی جاتی ہے کہ خدا نے دعا کے دوسرے جزو یعنی رسول پیدا کرنے کو بھی ضرور قبول کیا۔ نبی موعود کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے پیدا ہونا تورات کی کتاب استثناء باب: ۱۸/ ۱۷، ۱۸، ۱۹ سے اور مکہ (فاران) سے ظاہر ہونا استثناء ۲۳/ ۲ سے ثابت ہے۔

[2] حضرت یعقوب علیہ السلام بن اسحاق علیہ السلام کے بھی بارہ بیٹے ہوئے، بی بی لیاہ کے بطن سے چھ، راؤبین، شمعون، لاوی، یہودہ، اشکار، زبلون، بی بی راخل کے بطن سے دو (یوسفؑ اور بنیامین) زلفہ کے بطن سے جو بی بی لیاہ کی لونڈی تھی۔ دو (جد اور آشر) بلہمہ کے بطن سے جو بی بی راخل کی لونڈی تھی دو (دان نفتالی) پیدائش ۲۹، ۳۰ باب۔ انہی بارہ کی اولاد سے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے ہیں۔ جنہیں حضرت یعقوب علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، داؤد علیہ السلام، مسیح یوحنا نے برکت یافتہ بتایا ہے۔ اگر عیسائیوں کا یہ بیان صحیح سمجھا جائے کہ بی بی ہاجرہ بھی بی بی سارہ کی لونڈی تھیں، جسے سارہ نے اپنے شوہر سے بیاہ دیا تھا، تب بھی بنی اسماعیل علیہ السلام پر وہ کوئی اعتراض نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ جد، آشر، دان، نفتالی پر اور ان کی اولاد پر کوئی اعتراض نہیں رکھتے جو بلہہ اور زلفہ لونڈیوں کے بچے ہیں۔

قصی کے بعد اس کا فرزند عبد مناف [1]، پھر اس کا فرزند ہاشم [2]، اس کا فرزند عبدالمطلب [3] المولود ۴۹۷ء) اس کا فرزند ابوطالب اپنے اپنے وقت میں مکہ کے محترم سردار ہوتے رہے۔ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ (جن کی سیرت پاک پر یہ متوسط کتاب لکھی گئی ہے۔) عبدالمطلب کے پوتے تھے۔

مذکورہ بالا بیان سے آپ سمجھ گئے ہیں کہ عرب میں بسنے والے کون تھے اور ان کا اپنی ہمسایہ ممالک کی قوموں کے ساتھ کیا تعلق تھا، لیکن ابھی ملک عرب کی نسبت مجھے کچھ اور بیان کرنا ضروری ہے۔

عرب کا محل وقوع:..... نقشہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب وہ جزیرہ نما ہے جس کے مغرب میں بحیرۂ احمر اور جنوب میں بحر ہند مشرق میں خلیج فارس اور شمال میں ملک شام ہے۔ اسے شام سے وہ سلسلۂ کوہ جدا کرتا ہے جو اس کے شمال میں چلا گیا ہے۔ مصر سے آبنائے سویز جو چالیس برس پیشتر خاکنائے سویز سے موسوم تھی، الگ کرتی ہے۔ ہندوستان اور عرب میں خلیج بحیرۂ عرب ہے۔

عرب کی سرزمین:.....عرب وسعت میں مملکت فرانس سے تقریباً دو چند بڑا ہے۔ ملک کے مختلف حصے اپنی اپنی خاص خصوصیتوں کی وجہ سے ممتاز ہیں، یمن کی وادی اور طائف کے پہاڑ ایسے سرسبز ہیں کہ ہندو پاک کے بہترین حصوں کو رشک آتا ہے۔ الحجر کی پتھریلی زمین اور وسط عرب کا وسیع ریگستان اس قدر بے آب و گیاہ ہے کہ صحرائے اعظم افریقہ سے مقابلہ کرتا ہے۔

عرب کی سیاسی حالت:.....ہم جس ستودہ صفات کے عہد سے اپنی کتاب کا آغاز کرنے والے ہیں، ان کی پیدائش کے وقت عرب کی ملکی اور اخلاقی حالت کا یہ حال تھا کہ ان کے جنوب پر سلطنت حبش کا اور مشرقی حصہ پر سلطنت فارس کا اور شمالی اقطاع پر روما کی مشرقی شاخ سلطنت قسطنطنیہ کا قبضہ تھا۔ اندرون ملک بزعم خود آزاد تھا۔ لیکن ہر ایک سلطنت اس پر قبضہ کرنے کے لیے ساعی تھی۔

عرب کی اخلاقی حالت:.....اندرونی ملک کے باشندوں پر خود مختاری نے بہت برا اثر ڈالا تھا۔ ان میں خود مختاری سے خودسری پیدا ہو گئی تھی۔ انہوں نے اپنی شجاعت و جرأت کا نشانہ اپنے ہی بھائیوں کو بنا رکھا تھا بے کاری اور کاہلی نے جُوا اور شراب کی عادت پیدا کر دی اور طبیعت ثانی بنا دی تھی، ممالک غیر سے الگ تھلگ رہنے کی وجہ سے ان کی زبان اور نسل بے شک کھری تھی، لیکن فصاحت کا استعمال وہ زیادہ تر خودستائی یا دوسری قوموں کی تحقیر میں کیا کرتے تھے یا اپنے فحش کارناموں کو مشتہر کرنے کے لیے زبان کی ساری طاقت خرچ کر کے اپنے ساتھ اپنی معشوقہ کی بھی خوب تشہیر کیا کرتے تھے۔ الگ تھلگ رہنے نے مصاہرت کی برائی ان کے ذہن میں قائم کر دی تھی اور مدعیان شرافت بڑی دلیری اور فخر سے اپنی بیٹیوں کو زندہ زمین میں گاڑ دیا کرتے تھے۔

---

[1] عبد مناف کا نام مغیرہ تھا، پیدائش کے بعد ان کو مناف بت کے مندر میں لے گئے تھے اس لیے عبد مناف مشہور ہو گئے تھے۔

[2] ہاشم کا نام عمر تھا یہ شوربا میں روٹی کے ٹکڑے بھگو کر غریبوں کو کھلایا کرتے تھے اس لیے ہاشم نام پڑ گیا۔

[3] ان کا نام شیبہ تھا، جب پیدا ہوئے تو سر کے بال سفید تھے اس لیے ماں نے ان کا نام شیبہ (بوڑھا) رکھا مطلب ان کا چچا تھا جس نے یتیمی کے دنوں میں انہیں پالا تھا۔ اس شکر گزاری میں یہ تمام عمر عبدالمطلب کہلائے۔

جہالت نے ان میں بت پرستی رائج کر دی تھی اور بت پرستی نے انسانی دل و دماغ پر قابض ہو کر ان کو توہم پرست بنا دیا تھا، فطرت کی ہر ایک چیز، پتھر، درخت، چاند، سورج، پہاڑ، دریا وغیرہ کو وہ اپنا معبود سمجھنے لگ گئے تھے اور اس طرح وہ خدا کی عظمت و جلال کے فراموش کر دینے کے ساتھ ساتھ خود اپنی قدر و قیمت کو بھی بھول چکے تھے، اس لیے انسانی حقوق کے لیے نہ کوئی ضابطہ تھا اور نہ ایسے حقوق کو صحیح مرکز پر لانے کے لیے کوئی قانون تھا، قتل انسان، رہزنی حبسِ بے جا، تصرفِ ناجائز، مداخلت بے جا، عورتوں کو جبر یا پھسلاوٹ سے [بھلا پھسلا کر] بھگا لے جانا، بیٹیوں کو زندہ پیوند خاک کر دینا، اسی شجر کے ثمر تھے کہ بت پرستی نے ان کی نگاہ میں سب سے زیادہ حقیر ہستی انسان ہی کو بنا دیا تھا۔ برسوں بلکہ نسلوں اور صدیوں کے جمود نے ان کے دل و دماغ میں یہی نقش کر دیا تھا کہ ان کی حالت سے بہتر کوئی حالت، ان کے تمدن سے بہتر کوئی تمدن اور ان کے تدین سے بہتر کوئی تدین ہو ہی نہیں سکتا۔

عرب کی مذہبی حالت:..... عرب کے مختلف اطراف میں مختلف حکومتوں اور سلطنتوں کے تعلق کی وجہ سے تمام ملک میں مختلف مذاہب اور بھی پائے جاتے تھے۔ یہودی،[1] عیسائی[2]، صابی ایسے مذاہب ہیں جن کے نام سن کر ناواقف شخص دھوکا کھا سکتا ہے کہ ان لوگوں میں ان مذاہب کی عمدگیوں کے نمونے بھی پائے جاتے ہوں گے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے آپ کو مذہب سے درست کرنے کی بجائے مذہب کو اپنی وجہ سے خراب کر دیا تھا۔ اگر موسیٰ، عیسیٰ، شعیب اور صالح علیہم السلام پیغمبروں کو ان کے دیکھنے کا موقع ملتا تو وہ ہرگز نہ پہچان سکتے کہ یہ ہمارے ہی اصول پر چلنے والے لوگ ہیں۔ عام عیسائی ایک مسیح علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے ہیں، لیکن عرب کے عیسائی مریم علیہا السلام کو خدا کی جورو اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بھی کہا کرتے تھے اور بت پرست تو لات و عزیٰ کو مؤنث خدا (لات مؤنث ہے الٰہ کا اور عزیٰ مؤنث ہے اعز کا) بھی کہا کرتے تھے۔ اس زمانہ کے عام یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو توریت کے ازبر لکھ دینے سے ابن اللہ کہا کرتے ہیں مگر عرب کے یہودی اپنی قوم کے سب زن و مرد کو خدا کے بیٹے، بیٹی، پیارے، پیاری کہا کرتے تھے۔ آتش پرست غالباً بیٹی، بہن کو گھر میں ڈال لیا کرتے تھے مگر عرب کے ملحد اپنی حقیقی والدہ کو چھوڑ کر اپنے باپ کی تمام جوروؤں [بیویوں] کو اپنی لونڈیاں بنا لیا کرتے تھے۔ عرب کی جملہ اقوام (باستثنائے بعض افراد) لکھنے پڑھنے سے بے خبر، علوم سے بے بہرہ، فنون سے عاری تمدن سے ناواقف، مصالحت اور معانی سے ناآشنا تھے۔ ملحد اور دہریے بھی عرب میں آباد تھے، وہ حیات اور موت کو اتفاق اور وقت سے موسوم کر کے دنیا کے ہر انقلاب کو دور زمانہ سے منسوب کیا کرتے تھے۔ خدا کی ہستی کا اقرار اور جزا و سزا کا تصور، نیک و بد افعال پر نیک و بد نتائج مترتب ہونا ان کے نزدیک قابل تمسخر خیال تھا۔ ان جملہ عیوب کی وجہ سے عرب گویا جملہ مذاہب باطلہ اور تخیلات کی برائیوں کا مجموعہ تھا۔

---

[1] یہودیوں کو جب یونانیوں اور سریانیوں نے اپنے علاقہ سے نکالا تو وہ عرب کی طرف چلے آئے اور بنو اسماعیل نے (اپنے ان چچازاد بھائیوں کا) خیر مقدم کیا اور ان کے مذہب نے حجاز اور نواحیٔ خیبر و مدینہ میں اچھی اشاعت پائی (از کتاب خلاصہ تاریخ العرب ص ۳۸)

[2] عیسائیت کو ۳۳۰ء میں بنو غسان نے قبول کیا اور پھر عراق، عرب، بحرین اور صحرائے فاران و دومۃ الجندل اور فرات و دجلہ کے دوآبہ میں یہی مذہب پھیل گیا اور اس دین کی اشاعت میں نجاشی اور قیصر نے باہم مل کر کوشش کی ۳۹۶ء۔ ۵۱۳ء میں اس کی اشاعت پر بڑا زور دیا گیا تھا اور یمن میں اناجیل بکثرت پھیل گئی تھیں۔ (ایضاً ص ۳۹)۔

عرب کا کرۂ ارض کے وسط میں وقوع

اگر ہم عرب کو کرۂ ارض کے نقشہ پر دیکھیں تو اس کے محل وقوع [1] سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے اسے ایشیا، یورپ وافریقہ کے براعظموں کے وسط میں جگہ دی ہے اور وہ خشکی وتری (دونوں راستوں) سے دنیا کو اپنے داہنے اور بائیں ہاتھ سے ملا کر ایک کر رہا ہے۔ اس لیے ایسے ملک میں دنیا کے جملہ مذاہب کا پہنچ جانا اور جہالت کی حکومت اعلیٰ کے زیر اثر ہو کر سب ہی کا بگڑ جانا بخوبی ذہن نشین ہوسکتا ہے اور اسی طرح یہ بھی سمجھ میں آسکتا ہے کہ اگر تمام دنیا کی ہدایت کے واسطے ایک واحد مرکز قائم کرنے کے لیے ہم جگہ کا انتخاب کرنا چاہیں تو عرب ہی اس کے لیے موزوں ہے۔ خصوصا اس زمانہ پر نظر کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب افریقہ، یورپ اور ایشیا کی تین بڑی سلطنتوں کا تعلق عرب سے تھا تو عرب کی آواز ان براعظموں میں بہت جلد پہنچ جانے کے ذرائع بخوبی موجود تھے۔

رب العالمین نے (جہاں تک میں سمجھتا ہوں) اسی لیے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو عرب میں پیدا کیا اور ان کو بتدریج قوم اور ملک اور عالم کی ہدایت کا کام سپرد فرمایا۔

نبی اکرم ﷺ کے اعلیٰ کام

ناظرین اس کتاب کو پڑھ کر معلوم کرسکیں گے کہ نبی ﷺ کا کام کس قدر مشکل تھا۔ انہوں نے اس فرض کو کیسی خوش اسلوبی، صبر وحلم، استقامت اور تحمل سے شروع کیا۔ کیونکر تہذیب اور تمدن اور علم واخلاق کو پھیلایا کیوں کہ قوموں اور ملکوں کو ایک بنایا، کس طرح انسان کا درجہ بلند کیا، کس طرح توحید کی اشاعت کی اور انسان کے دل پر عظمت وکبریائی ربانی کا نقش قائم کرنے کے بعد کس طرح جملہ اشیاء واسباب کا خادم انسان ہونا ثابت کر دیا۔

وحدت تعلیم:..... رسول کریم ﷺ نے کس طرح نسل اور قومیت کی خصوصیتوں اور ملک ومقام کی حالتوں اور امیری وغریبی کے امتیازوں اور فاتح ومفتوح کے تفاوتوں، مختلف زبانوں، مختلف رنگتوں کے مابہ الامتیازوں سے قطع نظر کر کے کیسی خوش اسلوبی سے سب کو دین واحد کے رشتہ سے متحد ومتفق، یکساں ومساوی، ہم سطح وہم خیال، ہم اعتقاد وہم آواز بنایا اور جب وہ اس عظیم الشان کام کو انجام دے چکے، بندوں کو خدا سے نزدیک اور قوموں کو قوموں سے قریب بنا چکے، نفرت وعداوت کی جگہ نصرت واخوت کو بٹھا چکے، ظلمت اور جہالت کو نکال کر ان کے دل ودماغ پر

---

[1] کرۂ ارض پر آباد دنیا کو دیکھو کہ جنوب میں زیادہ سے زیادہ ۴۰ درجہ عرض بلد اور شمال میں زیادہ ۸۰ درجے تک آبادی ہے۔ دونوں کا مجموعہ ۱۲۰ درجہ اور نصف ۶۰ کو ۸۰ درجے شمالی سے تفریق کریں تب ۲۰ رہ جاتے ہیں اور جب ۶۰ میں سے ۴۰ درجہ جنوبی کو تفریق کر دیں۔ تب بھی ۲۰ درجہ شمالی رہ جاتے ہیں اور مکہ معظمہ ۲۱/۲/۲۱ درجے پر آباد ہے، اس لیے کل کرۂ ارض میں یہی وسط ہونے کا درجہ رکھتا ہے۔

الف:..... یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مکہ کا نام لغات کی کتابوں میں نافِ زمین ہے انسان کے جسم میں ناف بھی ٹھیک وسط میں نہیں ہوتی بلکہ قریباً وسط میں ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ عرض بلد میں مکہ وسط حقیقی کے قریب تر واقع ہوا ہے۔ ڈیڑھ درجہ کا جو تفاوت ہے وہ اس لیے ہے کہ مکہ ناف زمین ثابت ہو۔ **ب:**..... اب اس طرح سمجھو کہ ملک عرب ۱۵ سے ۳۵ درجہ ہائے عرض بلد شمالی پر واقع ہے اور انہی خطوط کے اندر دنیا کی تمام مشہور نسلیں اس طرح مقیم ہیں کہ مشرق میں آریہ ومنگول اور مغرب میں حبشی وہاماٹ (نسل عام) اور ریڈ انڈینز (امریکہ کی اصلی باشندے) اور جب کل قوموں میں تبلیغ کا پہنچانا مدنظر ہو تو عرب ہی اس کا مرکز قرار دیا جاسکتا ہے۔ غالبا اس لیے بھی قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

وَجَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ۔ (سورۃ البقرۃ: آیت ۱۴۳)

ترجمہ: ہم نے تم کو درمیانی امت بنایا ہے، تاکہ قوموں کے سامنے تم خدا کی شہادت ادا کرو فقط

نور صداقت وعلم کو متمکن کر چکے، تب کیسی فارغ البالی، کشادہ پیشانی اور مسرت کے ساتھ اس دنیا سے سدھار گئے۔

اسلام اور مختلف طبقات:..... نبی ﷺ کے عظیم الشان کام کا اندازہ کرنے کے لیے دیکھو کہ اسلام کا بیج کیسے پاک قلوب میں بویا گیا تھا جو نیک پھل لائے تھے: ''نجاشی'' ملک حبشہ، جیفر ملک عمان، اکیدر شاہِ دومۃ الجندل۔ نجد کے وحشی، تہامہ کے بدو اور یمن کے مسکین دوش بدوش کھڑے ہونے پر نازاں ہو رہے ہیں۔

مختلف مذاہب اسلامی وحدت میں:..... حضرت عبداللہ بن سلامؓ یہودیت اور حضرت ورقہ بن نوفل عیسائیت اور عثمان بن طلحہؓ ابراہیمیت کی مسند ہائے امامت چھوڑ کر اسلام کے خادم شمار کیے جانے پر مفتخر ہیں۔

مساوات ظاہری واخوت باطنی:..... یہودیوں کا زرخرید غلام سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، منا اھل البیت کے درجہ پر فائز ہو جاتا ہے اور بت پرستوں کے زرخرید غلام بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی جس کی سطوت وہیبت سے قیصر وکسریٰ کے اندام پر لرزہ تھا، سیدسید (آقا، آقا) کہہ کر پکار رہا ہے۔ رنگتوں کا اختلاف، زبانوں کا تباین، قومیت کا تفرقہ، ملکی خصوصیات کا امتیاز سب کچھ جاتا رہا ہے۔ حسب ونسب کی شرافت کا زبان پر لانا، کمینگی کی دلیل بن گیا ہے۔ دین واحد نے سب کو ملت واحد بنا کر ایک ہی ولولہ دلوں میں ایک ہی جوش طبیعتوں میں، ایک ہی خیال دماغوں میں، ایک ہی آوازِ توحید زبانوں پر جاری کر دیا ہے۔

دشمنوں کا دوست بن جانا:..... دشمن دوست بن گئے اور جان ستان، جان نثار ثابت ہوئے ہیں۔

* ..... وہ عمرو بن عاص جو حبش میں نجاشی کے پاس قریش کا سفیر بن کر گیا تھا کہ مسلمانوں کو بطور اکسڑ اڈیشن مجرموں کے حاصل کرے۔ چند سال کے بعد وہی عمان کے بادشاہ کے پاس داعی اسلام بن کر جاتا ہے اور ہزاروں اشخاص کے مسلمان ہو جانے کی بشارت نبی ﷺ کی خدمت میں لاتا ہے۔

* ..... وہی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جو جنگ احد میں بت پرستوں کے رسالہ کی کمانڈ کرتا ہوا مسلمانوں کو تباہ کرنا اپنی زندگی کا اعلیٰ مقصد سمجھتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد حاضر ہوتا ہے۔ لات وعزیٰ کے مندروں کو اپنے ہاتھوں سے گراتا اور اسلامی فتوحات میں گرم جوش جزل کا درجہ پاتا ہے۔

* ..... وہی عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو حدیبیہ میں آنحضرت ﷺ کو مکہ میں داخل ہونے سے روکنے کے لیے قریش کا سفیر بن کر آیا تھا، خود بخود مدینہ میں حاضر ہوتا اور اپنی قوم میں دعوت اسلام کی اجازت حاصل کر کے اسی خدمت میں اپنی جان قربان کر دیتا ہے۔

* .....وہی سہیل بن عمروؓ معاہدہ حدیبیہ میں بت پرستوں کی جانب سے کمشنر معاہدہ تھا اور جس نے عہد نامہ میں اسم پاک محمدؐ کے ساتھ لفظ رسول اللہ لکھے جانے پر انکار کیا تھا وفات نبوی کے بعد بیت اللہ میں کھڑے ہو کر اسلام کی صداقت اور دین الٰہی کی تائید میں ایسی زبردست تقریر (خطبہ) کرتا ہے جو سینکڑوں دلوں میں سکینہ اور ایمان بھر دیتی ہے۔

* .....وہی عمر رضی اللہ عنہ جو تلوار لے کر گھر سے آنحضرت ﷺ کا سر قلم کرنے کے لیے نکلا تھا۔ وفات نبوی ﷺ کے دن شمشیر برہنہ لے کر کہہ رہا ہے کہ جو کوئی کہے گا، آنحضرت ﷺ نے وفات پائی، اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔

* .....وہی وحشی جس نے امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو مارا، کلیجہ نکالا، اعضاء کاٹے، جنازہ بے حرمت کیا تھا۔ کچھ دنوں بعد مسلمان ہوجاتا، شرم وخجالت سے منہ سامنے نہیں کرتا اور بالآخر مسیلمہ جیسے کذاب کے قتل کو اپنی حرکت سابقہ کی تلافی سمجھتا ہے۔
* .....وہی ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب جو حقیقی چچا کا بیٹا ہوکر بھی نبی ﷺ کی ہجو میں متواتر اشعار کہا کرتا، جذبہ توفیق سے خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور جنگ حنین کے میدان میں وہی اکیلا رکاب نبوی تھامے نظر آتا ہے۔
* .....وہی ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ جو سات برس تک برابر آنحضرت ﷺ کے مقابلہ میں فوجیں لاتا رہا اور مسلمانوں کے خلاف سارے ملک میں آتش فساد بھڑکاتا رہا، آج اسلام لاتا اور نجران کے عیسائی علاقہ پر حاکم بنا کر بھیجا جاتا ہے۔
* .....وہ طفیل دوسی رضی اللہ عنہ جو مکہ میں روئی کی ڈاٹ کانوں میں لگا کر پھرتا تھا کہ محمد ﷺ کی آواز کانوں میں نہ پہنچے بالآخر اپنے وطن میں گھر گھر پھرتا اور محمد ﷺ کی آواز کو پہنچاتا تھا۔
* .....وہ عبدلیل ثقفی رضی اللہ عنہ جس نے طائف میں غلاموں کے بچوں کو پتھراؤ کرنے کے لیے نبی ﷺ کے پیچھے لگادیا۔ آخر مدینہ حاضر ہوا اور وہاں سے اپنی قوم کے پاس جواہر ایمان وایقان لایا تھا۔
* .....وہی بریدہ بن الحصیب اسلمی رضی اللہ عنہ جو قریش سے سو شتر سرخ کے انعام کا وعدہ لے کر آنحضرت ﷺ کی گرفتاری کے لیے ستر سواروں کا دستہ لے گیا تھا، چند گھنٹہ کے بعد نبی ﷺ کا علم بردار بن گیا۔ الغرض! ایسی مثالوں کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔

معجزات مادی ومعجزات علمی

یہ سب کرشمے اس پاک تعلیم کے تھے جو آہستہ آہستہ دلوں کو فتح کرتی جاتی تھی۔ اکثر انبیا علیہم السلام نے معجزے دکھائے۔ لاٹھی، سانپ، پتھر، دریا، آگ کی قلب ماہیت یا سلب خاصیت کا نظارہ دیکھنے والوں کو نظر آیا۔ لیکن نبی ﷺ (فداہ ابی وامی) نے عظیم الشان معجزہ یہ دکھایا کہ دلوں کو بدل دیا اور روح کو پاکیزہ بنادیا۔ انسان اور لاٹھی، انسان اور سانپ، انسان اور پتھر میں جتنا تفاوت ہے وہی تفاوت اس معجزہ اور دیگر معجزات میں بھی ہے اور یہی وہ چیز ہے جو آج تک ان سب دماغوں کی حیرت ومحویت کا موجب ثابت ہوئی ہے۔ جنہوں نے نبی ﷺ کے متعلق (باوجود مخالفت مذہب) کچھ کہنا یا کچھ لکھنا چاہا ہے۔

کاش! مسلمان اس پاکیزہ تعلیم کی قدر کریں، کاش وہ نبی ﷺ کے پاک مقصد سے آگاہی حاصل کریں۔ کاش! وہ اسلام کی حفاظت کو اپنا فرض سمجھیں، کاش! وہ اسلام کی بقا کو اپنی جانوں، اپنے بچوں، اپنے باپ، پیر، بزرگوں کی حیات وبقا سے زیادہ ضروری سمجھنے لگیں۔

ناظرین! نبی ﷺ کی سیرت میں یہ عجیب خصوصیت ہے کہ اس سے ہر طبقہ کا شخص ہدایت پاسکتا ہے۔

آنحضرت ﷺ دنیا کی ہوا میں سانس لینے سے پیشتر یتیم ہوچکے تھے، اس لیے مسکینی وغربت ایسے اوصاف ہیں جو حضور ﷺ کے ''توأم'' ہیں۔

سیرت نبوی ﷺ کی خصوصیت اور زندگی کے گوناگوں حالات

عمر کے چند ابتدائی سال دیہاتی زندگی میں بسر ہوئے تھے اس لیے سادگی و بے تکلفی نے حضور علیہ السلام کے ساتھ نشوونما پائی تھی۔ لڑکپن کا زمانہ ایسے وقت میں کٹا تھا، جب کہ قوم حرب الفجار وغیرہ لڑائیوں میں مصروف تھی اس لیے امن بسیط اور ہمدردی عامہ کی قدر و منزلت شروع ہی سے حضور علیہ السلام کے خاطر نشین تھی۔ ۲۵ سال کی عمر تک حضور ﷺ نے شادی نہیں کی۔ تجرد کا یہ زمانہ جو عین عنفوان شباب کا عالم تھا، کمال عفت و عصمت، شرم و حیا سے بسر ہوا۔ دیکھنے والوں کی شہادت موجود ہے کہ حضور علیہ السلام پردہ نشین کنواری لڑکیوں سے بڑھ کر باشرم و باحیا تھے۔ آنحضرت ﷺ نے معاش کے لیے تجارت کو پسند فرمایا تھا اور اس طرح ان بلند حوصلہ لوگوں کے لیے جو ثبات و استقلال، معاملہ فہمی و ضرورت شناسی، حلم و بردباری سے متصف ہوں، ہدایت فرمائی کہ تجارت سے بہتر اور کوئی معاش نہیں۔

مردانہ جمال میں کمال حسین، حسب و نسب میں عالی خاندان ہونے پر بھی ایک بیوہ عورت سے جو عمر میں حضور ﷺ سے پندرہ سال زیادہ تھی پہلا نکاح کیا اور اس سے عقد بیوگان کی ضرورت اور عظمت پر نہایت شاندار نمونہ قائم فرمایا، نیز واضح کر دیا کہ متاہل زندگی میں بھی ہم کیونکر شہوانی خیالات کے تقید سے آزاد رہ سکتے ہیں۔ یہ بیوی نہایت متمول تھی۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے اپنی قانعانہ قابلیت اور زاہدانہ سیرت کی وجہ سے اپنے آپ کو اپنی بیوی یا اپنے خاندان کی امداد مالی سے ہمیشہ مستغنی ثابت کیا اور اس طرح اپنی مدد آپ کرنے والوں کی سرراہ ایک مشعل روشن فرمائی۔

آنحضرت ﷺ نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی صادقانہ و ہمدردانہ زندگی کا اثر خونخوار عرب پر پھیلا دیا تھا اور سب کے دلوں میں اپنے لیے عزت و محبت کے ساتھ جگہ بنالی تھی اور اس طرح راستبازوں کے لیے ایک درخشندہ مثال قائم فرمادی کہ کیوں کر نیکی اور صداقت کی طاقت ظلم اور جہالت کو مغلوب کر سکتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے تعاون و تمدن کی برکات اور طاقت کو سمجھا اور حلف الفضول کے قائم کرنے سے قیام امن اور حفاظت نوع انسانی کی جدید سڑک تیار کر دی اور ان منتظمین کو جو سچے دل سے کسی ملک کو ترقی دینا چاہتے ہیں، اسی ملک کے باشندوں کو شریک انتظام کر لینے کے زرین اصول کا سبق دیا۔ حجر اسود کے نصب کرنے میں آنحضرت ﷺ نے بتادیا کہ جب مختلف اغراض اور مختلف مقاصد کے لوگ ایک جگہ فراہم ہو جائیں تو ان کو کیونکر مرکز واحد پر لا سکتے ہیں، نیز ثابت فرمادیا کہ خدشہ جنگ کے ٹلا دینے اور امن کو مستحکم رکھنے کے لیے جنگی طاقت کی نہیں بلکہ اعلیٰ دماغی قابلیت کی ضرورت ہے۔

آنحضرت ﷺ کی نبوت کی مجموعی شان

* ..... آنحضرت ﷺ کی نبوت میں جملہ انبیاء علیہم السلام کی شان نظر آتی ہے۔
* ..... آپ ﷺ مسیح علیہ السلام کی طرح جھٹلائے اور ستائے گئے، پھر بھی صابر و شاکر ہی پائے گئے۔
* ..... آپ ﷺ نے یحییٰ علیہ السلام کی طرح بیابانوں اور بستیوں میں خدا کی آواز کو پہنچایا۔
* ..... آپ ﷺ نے عیسیٰ رسول اللہ علیہ السلام کی طرح خدا کے گھر کی عظمت و حرمت کو از سر نو زندہ فرمایا۔
* ..... آپ ﷺ نے ایوب علیہ السلام کی صبر و شکیبائی کے ساتھ گھاٹی میں تین سال تک محصوری کے دن کاٹے اور

پھر بھی آپ کا دل خدا کی ثنا گزاری سے لبریز اور زبان ستایش گوئی سے زمزمہ سنج رہی۔

* .....آپ ﷺ نے نوح علیہ السلام کی طرح قوم کے برگشتہ بخت لوگوں کو خفیہ اور علانیہ، خلوت اور جلوت میں، میلوں اور جلسوں، گزرگاہوں اور راہوں پر، پہاڑوں اور میدانوں میں اسلام کی تبلیغ فرمائی اور لوگوں کو ان کی افعال بد سے نفرت دلائی۔

* .....آپ ﷺ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرح نافرمان قوم سے علیحدگی اختیار کی، مادر وطن کو چھوڑ کر شجرۂ طیبہ اسلام کے لگانے کے لیے پاک زمین کی تلاش میں رہ نورد ہوئے، آپ ﷺ شب ہجرت کو داؤد علیہ السلام کی طرح دشمنوں کے نرغہ سے نکلنے میں کامیاب ہوئے۔

* .....اور یونس علیہ السلام کی طرح (جنہوں نے تین دن مچھلی کے پیٹ میں رہ کر پھر نینویٰ میں اپنی منادی کو جاری کیا تھا)۔ غار ثور کی شکم میں تین دن رہ کر پھر مدینہ طیبہ میں کلمۃ اللہ کی آواز کو بلند فرمایا۔

* .....آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرح جنہوں نے بنی اسرائیل کو فرعون مصر کی غلامی سے آزاد کرایا تھا، شمالی عرب کو شاہ قسطنطنیہ کی بند ملوکیت سے اور شرقی عرب کو کسریٰ ایران کے حلقہ غلامی سے اور جنوبی عرب کو شاہ حبشہ کے طوق بندگی سے نجات دلائی۔

* .....آپ ﷺ نے سلیمان علیہ السلام کی طرح مدینہ میں خدا کے لیے ایک گھر بنایا جو ہمیشہ کے لیے خدا کی یاد کرنے والوں سے معمور اور ضیاء توحید سے پُرنور رہا ہے جسے کوئی بخت نصر جیسا سیاہ بخت ویران نہ کر سکا۔

* .....آپ ﷺ نے یوسف علیہ السلام کی طرح اپنی ایذا رسان وستم پیشہ برادران مکہ کے لیے نجد سے (بتوسط ثمامہ بن اثال) غلہ بہم پہنچایا اور بالآخر فتح مکہ کی دن لا تثریب علیکم الیوم کا مژدہ سنا کر انتم الطلقاء کے فرمودہ سے انہیں پابند منت واحسان بنایا۔

* .....وقت واحد میں آپ ﷺ موسیٰ علیہ السلام کی طرح صاحب حکومت تھے اور ہارون کی طرح صاحب امامت بھی۔

* .....ذات مبارک ﷺ میں نوح علیہ السلام کی سی گرمی، ابراہیم علیہ السلام جیسی نرم دلی، یوسف علیہ السلام کی سی درگزر، داؤد علیہ السلام کی سی فتوحات، یعقوب علیہ السلام کا سا صبر، سلیمان علیہ السلام کی سی سطوت، عیسیٰ علیہ السلام کی سی خاکساری، یحییٰ علیہ السلام کا سا زہد، اسماعیل علیہ السلام کی سی سبک روحی کامل ظہور بخش تھی۔

اے کہ بر تخت سیادت ز ازل جا داری آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری!

خورشید رسالت میں اگرچہ تمام مقدس رنگ موجود تھے۔ لیکن رحمۃ للعالمین کا وہ نور تھا، جس نے تمام رنگتوں کو اپنے اندر لے کر دنیا کو ایک برگزیدہ وچیدہ (بیضا ونقیہ) روشنی سے منور کر دیا ہے۔ ذرہ بے مقدار کی کیا تاب کہ خورشید عالم افروز کی جلوہ نمائی میں آئینہ داری کرے، اس لیے سادہ ومختصر حالات پیش کرتا ہوں۔ خداوند کریم میری حسن نیت پر نظر فرما کر میرے زلات کو عفو فرمائے اور برادران اسلام میری کمی بضاعت کو ملحوظ رکھ کر تقصیر خدمت کو معاف فرمائیں۔

خاکسار "محمد سلیمان"

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

پیدائش اور نام ونسب

سیدنا محمد ﷺ [1] (بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی) ہمارے نبی ہیں۔ دادا نے آنحضرت ﷺ کا نام محمد اور ماں نے خواب میں ایک فرشتے سے بشارت پا کر احمد [2] رکھا تھا۔ [3]

نبی ﷺ حضرت ابراہیم [4] علیہ السلام (خلیل الرحمن وابوالانبیاء) کی اولاد سے ہیں، جو ہاجرہ بی بی کے بطن سے ہوئی۔ ہاجرہ بادشاہ مصر ''رقیون'' کی بیٹی تھی۔ خدا کے ہاں ان کا ایسا درجہ تھا کہ خدا کے فرشتے ان کے سامنے آیا کرتے اور خدا کے پیغام پہنچایا کرتے تھے۔ (کتاب پیدائش ۱۶/ ۷ تا ۱۱ و ۲۱/ ۱۷۔)

ہاجرہ بی بی کے فرزند کا نام اسمٰعیل علیہ السلام ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلوٹے بیٹے ہیں۔ باپ نے ان کو وادی میں اس جگہ آباد کیا تھا جہاں اب مکہ معظمہ ہے۔ خدا نے اسمٰعیل علیہ السلام کے لیے زمزم کا چشمہ ظاہر کیا تھا۔ [5]

حضرت اسمٰعیل کو خدا نے بارہ بیٹے دیے تھے، ان میں سے قیدار بہت مشہور ہیں، تورات میں انکا ذکر بکثرت آیا ہے [6] قیدار کی اولاد میں قصی بہت مشہور ہیں جو چار واسطے سے نبی ﷺ کے دادا ہیں۔

والدہ محترمہ کا اسم گرامی:..... نبی ﷺ کی ماں کا نام ''آمنہ'' ہے جو وہب کی بیٹی ہیں۔

وہب قبیلہ بنوزہرہ کا سردار تھا، ان کا سلسلہ نسب فہر الملقب بہ قریش کے ساتھ جاملتا ہے۔ اس لیے نبی ﷺ ددھیال اور ننھیال میں عرب کی بہترین قبیلے، بہترین قوم اور شاخ میں سے ہیں۔

---

[1] لفظ محمد، حمد سے اسم مفعول ہے یعنی مضاعف سے مبالغہ کے لیے ہے اور احمد بھی حمد ہے واقع علی المفعول ہے، اسم محمد سے حمد کی صفت اور کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شعر ہے:

وَشَقَّ لَہٗ مِنِ اسْمِہٖ لِیُجِلَّہٗ فَذُوالْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَّ ھٰذَا مُحَمَّدٌ

(خدا نے اس کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے اس کا نام اپنے نام سے مشتق کیا۔ دیکھو، رب العرش تو محمود ہے اور آنحضرت ﷺ محمد ہیں) واضح ہو کہ نبی ﷺ کو حمد سے خاص مناسبت ہے، حضور کا نام محمد واحمد ہے اور حضور ﷺ کے مقام شفاعت کا نام محمود ہے امت محمدیہ کا نام حمادون ہے اور آنحضرت ﷺ کے لواء کا نام لواء محمد ہے۔ والحمد للہ علی ذٰلک حمدا کثیرا۔

[2] حدیث میں ہے کہ زمین پر میرا نام محمد اور آسمان پر احمد ہے توریت میں اسم مبارک محمد اور انجیل میں احمد ہے۔ [ﷺ]

[3] سیدہ آمنہ بی بی کو نام رکھنے کی بشارت فرشتے کی معرفت ایسے ہی ملی تھی جیسے کہ فرشتے کی بشارت سے ہاجرہ بی بی نے اسمٰعیل کا نام (پیدائش ۱۱/ ۱۶) اور مریم نے یسوع کا نام (لوقا باب ۱ آیات ۳۰ درس) رکھا تھا۔

[4] حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام شروع میں ابرام تھا۔ خدا نے ابراہیم رکھا۔ اس کے معنی ''قوموں کا باپ'' ہیں (پیدائش ۱۷ باب ۵ درس) بنی اسمٰعیل و بنی اسرائیل و بنی عصود بنی قیطورہ انہی کی اولاد ہیں، پادری صاحبان جو صرف بنی اسرائیل کا نام ہی زبان پر رکھتے ہیں۔ وہ غور کریں کہ ان کے قول کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام قوموں کا باپ کیونکر ثابت ہوئے۔

[5] زبور ۸۴ باب ۴۔ ۵۔ ۶۔ درس و کتاب صحیح بخاری روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما و پیدائش۔

[6] یسعیاہ ۱/ ۶۱، زبور ۱۲۰/ ۵، یسعیاہ ۶۰/ ۷، یرمیاہ ۴۹/ ۲۸ وغیرہ وغیرہ۔

ہمارے یہاں موسم بہار میں،[1] دوشنبہ کے دن[2]، ۹ ربیع الاول، سن ۱ عام الفیل،[3] مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء،[4] مطابق یکم جیٹھ،[5] سمہ ۶۲۸ بکرمی کو مکہ معظمہ میں بعد از صبح صادق[6] و قبل از طلوع نیر عالم تاب پیدا ہوئے۔

حضور ﷺ اپنے والدین کے اکلوتے بچے تھے۔[7] والد بزرگوار کا آنحضرت ﷺ کی پیدائش سے پہلے انتقال ہو گیا تھا۔ عبدالمطلب آنحضرت ﷺ کے دادا نے خود بھی یتیمی کا زمانہ دیکھا تھا۔ اپنے ۲۴ سال کے نوجوان پیارے فرزند عبداللہ کی اس یادگار کے پیدا ہونے کی خبر سنتے ہی گھر میں آئے اور بچے کو خانہ کعبہ میں لے گئے اور دعا مانگ کر واپس لائے۔ ساتویں دن قربانی کی اور تمام قریش کو دعوت دی۔ دعوت کھا کر لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے بچے کا نام کیا رکھا؟ عبدالمطلب نے کہا: ''محمد''۔

''محمد'' نام رکھا گیا، قوم نے تعجب کیا۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا: آپ نے اپنے خاندان کے سب مروجہ ناموں کو چھوڑ کر یہ نام کیوں رکھا؟ کہا: میں چاہتا ہوں کہ میرا بچہ دنیا بھر کی ستایش اور تعریف کا شایاں قرار پائے۔[8]

شرفاء مکہ کا دستور تھا کہ اپنے بچوں کو جب کہ وہ آٹھ دن کے ہو جاتے تھے۔ دودھ پلانے والیوں کے سپرد کر کے کسی اچھی آب و ہوا کے مقام پر باہر بھیج دیا کرتے تھے۔

---

[1] حضرت یحییٰ و داؤد علیہما السلام کی ولادت بھی فصل بہار میں ہوئی تھی۔ فوجهي والزمان وشهر وضعي ... ربيع في ربيع في ربيع

[2] نبی ﷺ کی مبارک زندگی میں دوشنبہ کا دن خصوصیت رکھتا ہے۔ ولادت، نبوت، ہجرت، وفات، سب اسی دن ہوئی ہیں، اس مختلف تاریخوں کی تصحیح میں بڑی مدد ملتی ہے۔ [۲] تاریخ ولادت میں مؤرخین نے اختلاف کیا ہے۔ طبریؒ و ابن خلدونؒ نے ۱۲ تاریخ اور ابوالفداؒ نے ۱۰ لکھی ہے، مگر سب کا اتفاق ہے کہ دوشنبہ کا دن ۹ ربیع کے سوا کسی اور تاریخ سے مطابقت نہیں کھاتا، اس لیے ۹ ربیع الاول ہی صحیح ہے۔ تاریخ دول العرب والاسلام میں محمد طلعت عرب نے بھی ۹ تاریخ ہی کو صحیح قرار دیا ہے۔

[3] واقعہ عام الفیل سے ۵۵ یوم بعد۔

[4] ۲۲ اپریل گریگورین رول کے مطابق ہے۔ جس پر ستمبر ۱۵۸۲ء سے انگریزی تقویم کا حساب شروع ہوا ہے۔ لیکن قاعدہ قدیم کی مطابق ۹ ربیع مطابق ۱۹ اپریل ۵۲۸۴ء جولین کے تھی۔ اور گریگورین نے اس ۱۹ کو ۲۲ اپریل ۵۷۱ء بروئے حساب قدیم قرار دیا فقط۔

[5] واضح ہو کہ شمسی سال کی صحیح مقدار ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے ۴۸ منٹ ۴۶ سیکنڈ ہے، مگر سمت پروشٹہ کے جاری کرنے والوں نے ۳۳ منٹ ۲۳ سیکنڈ کی مقدار اس سے زیادہ تجویز کی۔ اس زیادتی کی وجہ سے سمت پروشٹہ سنہ عیسوی کی مقابلہ میں ۳۳ منٹ ۲۳ سیکنڈ کی تاخیر سے شروع ہوتا ہے۔ سمت پروشٹہ ۱ کا آغاز یوم یکشنبہ (مطابق) ۱۴ مارچ ۴۶۵۷ جولین ہوا تھا، یعنی اعتدال ربیعی سے ۹ یوم پہلے۔ مگر سمت ۶۲۸ پروشٹہ کا آغاز ۲۲ مارچ ۵۷۱ کو ہوا تھا، یعنی اعتدال ربیعی سے ایک یوم بعد اور ہمارے زمانہ میں سمہ ۱۹۷۲ پروشٹہ ۱۳ اپریل ۱۹۱۵ء کو شروع ہوا ہے، یعنی اعتدال ربیعی سے ۲۳ یوم بعد آئندہ بھی سمت پروشٹہ میں اسی تناسب سے یہ فرق بڑھتا رہے گا۔ یعنی سال کے بعد سمت کا شروع ایک دن مؤخر ہوتا رہے گا۔ غرض سمت پروشٹہ میں جو غلطی متعلق سال شمسی کے ابتدائے قائمی سمت مذکور سے موجود ہے۔ اسی کی وجہ سے یہ ہے کہ سمت ۶۲۸ پروشٹہ کا یکم جیٹھ مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ تھا۔ اور سمت ۱۹۷۲ پروشٹہ کا یکم جیٹھ مطابق ۱۴ مئی ۱۹۲۵ کے ہے۔

[6] یوم ولادت باسعادت کو مکہ معظمہ میں صبح صادق کا طلوع ۴ بج کر ۲۰ منٹ (دھوپ گھڑی کے حساب سے) یا ۹ بج کر ۵۷ منٹ (حساب مروجہ حال عرب سے) ہوا تھا اور آفتاب اس وقت برج حمل سے ۳۱ درجہ ۲۰ دقیقے پر تھا اور تاریخ یکم جیٹھ سے شروع ہونے پر ۱۳ گھنٹے ۱۶ منٹ گزر چکے تھے۔

[7] یسعیاہ ۹/۶ میں ہے ''ہم کو ایک بیٹا بخشا گیا'' یہ بشارت نبی ﷺ کی بابت ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام کی نہیں ہو سکتی کیونکہ انجیل متی سے ظاہر ہے کہ مسیح علیہ السلام کی اور بھی بہنیں اور بھائی تھے اور وہ مریم علیہا السلام کے اکلوتے بچے نہ تھے۔

[8] ابوالفدا، صفحہ ۱۱۰، نیز یسعیاہ ۹/۶ ''وہ اس نام سے کہلاتا ہے عجیب''۔

ایام رضاعت:..... اسی دستور کے موافق آنحضرت ﷺ کو بھی حلیمہ سعدیہ کے سپرد کر دیا گیا۔ وہ ہر چھٹے مہینے لاکر ان کی والدہ اور دیگر اقرباء کو دکھا جاتی تھیں، دو برس کے بعد آپ کا دودھ چھڑایا گیا مائی حلیمہ آپ کو لے کر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں، حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے اس خیال سے کہ (وہاں کی آب وہوا حضور ﷺ کے خوب موافق تھی اور) شاید مکہ کی آب وہوا موافق نہ ہو، پھر مائی حلیمہ ہی کے سپرد کر دیا۔

والدہ مکرمہ اور عبدالمطلب کا انتقال

جب آنحضرت ﷺ کی عمر چار برس کی ہوئی تو والدہ مکرمہ نے آنحضرت ﷺ کو اپنے پاس رکھ لیا۔ جب آنحضرت ﷺ کی عمر چھ برس کی ہوئی تو والدہ کا انتقال ہو گیا اور دادا نے آپ کی پرورش اور نگرانی اپنے ذمہ لی[1]

جب آنحضرت کی عمر آٹھ برس ۱۰ دن کی ہوئی تو آپ کے دادا عبدالمطلب نے ۸۲ برس کی عمر میں وفات پائی۔

ابوطالب کی تربیت:..... ابوطالب آنحضرت ﷺ کے چچا تھے اور آپ کے والد عبداللہ کے حقیقی بھائی، اب وہ آنحضرت ﷺ کی نگرانی اور تربیت کے ذمہ دار بنے۔ (زادالمعاد لامام ابن قیم)

بحیرہ راہب کی ملاقات:..... اکثر کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ جب بارہ سال کے ہوئے تو اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ جب کہ وہ تجارت شام کو جاتے تھے، سفر میں گئے۔ بصری میں بحیرہ راہب نے آنحضرت ﷺ کو پہچان لیا کہ نبی موعود یہی نوجوان ہے، چچا سے کہا کہ اسے یہودیوں کے ملک میں نہ لے جاؤ۔ وہ اسے پہچان کر کہیں گزند نہ پہنچائیں، شفیق چچا نے آنحضرت ﷺ کو بصریٰ ہی سے واپس کر دیا۔[2]

(۱)..... اس بارے میں جو حدیث ترمذی میں ہے اس میں یہ بھی ہے کہ چچا نے واپس کرتے وقت آنحضرت ﷺ کے ساتھ بلالؓ کو بھیجا تھا۔ ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ یہ صریح غلطی ہے، اول تو اس وقت بلال رضی اللہ عنہ نہ ابوطالب کے پاس تھا، نہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس، دوسرے یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ان دنوں موجود ہی نہ ہو۔[3]

(۲)..... قرآن مجید کی آیت:

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ ۚ[4] (سورۃ البقرہ: آیت ۸۹)

سے ثابت ہے کہ یہودی رسول موعود کے انتظار میں رہا کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس کے آنے پر یہودیوں کو کافروں پر فتح ونصرت ہوگی۔ یہ اعتقاد ان کا اس وقت تک رہا جب تک کہ حضور ﷺ کی بعثت نہ ہوئی، اس آیت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ بحیرہ راہب کا قول غلط تھا، کیونکہ اگر یہودی اس لڑکپن میں آنحضرت ﷺ کو پہچان

---

[1] ماخوذ از خطبات احمدیہ (مصنفہ سرسید احمد خان المتوفی ۱۳۱۵ھ) وزاد المعاد۔

[2] پادری صاحبان نے اتنی بات پر "بحیرہ نصرانی ملا تھا" یہ شاخ وبرگ اور بھی لگا دیے کہ ۴۰ سال کی عمر کے بعد جو تعلیم آنحضرت ﷺ نے ظاہر کی تھی۔ وہ اس راہب کی تعلیم کا اثر تھا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر آنحضرت ﷺ نے تثلیث اور کفار کا رد، مسیح علیہ السلام کے صلیب پر جان دینے کا بطلان اس راہب کی تعلیم ہی سے کیا تھا تو اب عیسائی اپنے اس بزرگ کی تعلیم کو قبول کیوں نہیں کرتے (محمد سلیمان)

[3] زاد المعاد، مصنفہ علامہ ابن القیمؒ (المتوفی ۲۳ رجب ۷۵۱ھ) ص ۱۷

[4] یعنی یہ لوگ نبی کے آنے سے پیشتر کافروں پر اس کے ذریعہ فتح پانے کی آرزو میں رہا کرتے، جب نبی ظاہر ہوا اور انہوں نے پہچان بھی لیا تب اس سے منکر ہو بیٹھے۔

لیتے تو اپنے اعتقاد کے مطابق حضور کو اپنی فتح و نصرت کا دیوتا سمجھ کر نہایت خدمت گزاری کرتے، نتیجہ یہ ہے کہ راہب کی داستان نا قابل اعتبار ہے۔

تجارت کا خیال:..... جب نبی ﷺ جوان ہوئے تو آپ کا خیال پہلے تجارت کی طرف ہوا، مگر گھر کا روپیہ پاس نہ تھا۔ مکہ میں نہایت شریف خاندان کی ایک بیوہ عورت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھی، وہ بہت مالدار تھی، اپنا روپیہ تجارت میں لگائے رکھتی تھی، اس نے آنحضرت ﷺ کی خوبیاں اور اوصاف سن کر اور آپ کی سچائی، دیانت داری، سلیقہ شعاری کا حال معلوم کر کے خود درخواست کر دی کہ اس کے روپے سے تجارت کریں آنحضرت ﷺ اس کا مال لے کر تجارت کو گئے۔ اس تجارت میں بہت نفع ہوا۔ اس سفر میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کا غلام میسرہ بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھا، اس نے آنحضرت ﷺ کی ان تمام خوبیوں اور بزرگیوں کا ذکر خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سنایا، جو سفر میں خود دیکھی تھیں۔ ان اوصاف کو سن کر خدیجہ رضی اللہ عنہا نے درخواست کر کے آنحضرت ﷺ کے ساتھ نکاح کر لیا حالانکہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اس سے پہلے بڑے بڑے سرداروں کی درخواست نکاح کو رد کر چکی تھی۔

نکاح:..... جب یہ نکاح ہوا تو آنحضرت ﷺ کی عمر ۲۵ سال اور خدیجہ رضی اللہ عنہا بی بی کی عمر ۴۰ سال کی تھی۔ آنحضرت ﷺ کے نکاح میں وہ ۲۵ سال تک زندہ رہیں، آنحضرت ﷺ ان کی وفات کے بعد بھی اکثر ان کا محبت سے ذکر کیا کرتے اور ان کی سہیلیوں سے بھی عزت اور شفقت کا برتاؤ کیا کرتے تھے۔ اس شادی کے بعد آنحضرت ﷺ کا سارا وقت خدا کی عبادت اور بنی آدم کی بہبود خیر اندیشی میں پورا ہوا کرتا تھا۔

قیام امن و نگرانی حقوق کی انجمن کا انعقاد

انہی دنوں میں آنحضرت ﷺ نے اکثر قبیلوں کے سرداروں اور سمجھ دار لوگوں کو ملک کی بے امنی، راستوں کا خطرناک ہونا، مسافروں کا لٹنا، غریبوں پر زبردستوں کا ظلم بیان کر کے ان سب باتوں کی اصلاح پر توجہ دلائی، آخر ایک انجمن قائم ہوگئی، جس میں بنو ہاشم، بنوالمطلب، بنو اسد، بنو زہرہ، بنو تمیم شامل تھے۔

اس انجمن کے ممبر مندرجہ ذیل عہد و اقرار کیا کرتے تھے۔

۱..... ہم ملک سے بے امنی دور کریں گے۔ ۲..... ہم مسافروں کی حفاظت کیا کریں گے۔

۳..... ہم غریبوں کی امداد کرتے رہیں گے۔ ۴..... ہم زبردست کو زیر دست پر ظلم کرنے سے روکا کریں گے [1]

اس تدبیر سے بنی آدم کے جان و مال کی بہت کچھ حفاظت ہوگئی، آنحضرت ﷺ اپنے نبوت کے زمانے میں بھی فرمایا کرتے تھے کہ اگر آج بھی کوئی اس انجمن کے نام سے کسی کو مدد کے لیے بلائے تو میں سب سے پہلے اس کی امداد کو تیار پایا جاؤں گا۔

ملک کی طرف سے "صادق و امین" کا نام آنحضرت ﷺ کو ملنا

ایسے ہی نیک کاموں کی وجہ سے ان دنوں میں لوگوں کے دلوں پر آنحضرت ﷺ کی نیکی اور بزرگی کا اتنا اثر تھا

---

[1] انگلستان میں نائٹ ہڈ کا آرڈر جس کے ممبر قریباً یہی اقرار کیا کرتے تھے۔ اس انجمن سے بھی صدیوں کے بعد قائم ہوا تھا۔

کہ وہ آنحضرت ﷺ کو نام لے کر نہیں بلاتے تھے بلکہ الصادق یا الامین کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کی عمر ۳۵ سال کی تھی، جب قریش نے کعبہ کی عمارت کو (جس کی دیواریں سیلاب کے صدمے سے پھٹ گئی تھیں) از سر نو تیار کیا۔[1]

عمارت کے بنانے میں تو سب ہی شامل تھے۔ مگر جب حجر اسود[2] کے قائم کرنے کا موقع آیا تو سخت اختلاف ہوا کیونکہ ہر ایک چاہتا تھا کہ یہ کام اسی کے ہاتھ سے سرانجام پائے چار دن تک برابر یہی جھگڑا ہوتا رہا۔ آخر ابوامیہ بن مغیرہ نے جو قریش میں سب سے بڑھ کر بڑی عمر کا تھا، یہ رائے دی کہ کسی کو حکم بنا کر اس کے فیصلے پر عمل کریں۔

آنحضرت ﷺ کا جملہ قبائل کی طرف سے حکم مقرر ہونا

اس رائے کو مانا گیا اور قرار دیا گیا کہ جو کوئی اب سب سے پہلے حرم میں آئے گا۔ وہی سب کا حکم سمجھا جائے گا۔ اتفاقاً آنحضرت ﷺ تشریف لے آئے، آنحضرت ﷺ کو دیکھنا تھا کہ ھذا الامین رضیناہ کے نعرے لگ گئے (امین آ گیا، ہم اس کے فیصلے پر سب رضامند ہیں)۔ ☆

[☆] ہم لکھ چکے ہیں کہ نبی ﷺ کو عرب کے لوگ نبوت سے پہلے صادق اور امین کہہ کر بلایا کرتے تھے، چنانچہ اس موقع پر بھی انہوں نے الامین ہی حضور ﷺ کو کہا ہے، اب پہلے نبیوں کے پاک نوشتہ سے اس نام کی تصدیق ہوتی ہے۔ بائبل کی سب سے آخر میں مکاشفات یوحنا کی کتاب ہے۔ اس کتاب کے شروع میں یہ درس ہے۔ یسوع مسیح کا مکاشفہ جو خدا نے اسے دیا کہ اپنے بندوں کو دے وہ باتیں جن کا جلد ہونا ضرور ہے دکھادے۔ اور اس سے یہ ثابت ہے کہ مکاشفات میں ان باتوں کا ذکر ہے جو یوحنا کے بعد دنیا میں ہونے والی تھیں، یہ بھی یاد رہے کہ سینٹ یوحنا حضرت مسیح علیہ السلام کا حواری تھا، جس نے یہ مکاشفہ حضرت مسیح علیہ السلام کے دنیا پر سے جانے کے بعد دیکھا تھا۔ یوحنا کہتا ہے۔ "پھر میں نے آسمان کو کھلا ہوا دیکھا اور دیکھو کہ (الف) ایک نقرئی گھوڑا اور اس کا سوار۔ (ب) امانتدار اور سچا کہلاتا ہے۔ (ج) اور وہ راستی سے عدالت کرتا ہے۔ (د) اور لڑتا ہے (ہ) اور اس کی آنکھیں آگ کے شعلے کی مانند (و) اور اس کے سر پر بہت سے تاج (ز) اور اس کا ایک نام لکھا ہوا ہے جسے اس کے سوا کسی نے نہ جانا (ح) اور خون میں ڈوبا ہوا لباس وہ پہنے تھا (ط) اور اس کا نام کلام خدا ہے ۱۴ (ی) اور وہ فوجیں جو آسمان میں ہیں صاف اور سفید کتانی لباس پہنے ہوئے نقرئی گھوڑوں پر سوار اس پیچھے ہولیں ۱۵ (ک) اور اس کے منہ سے ایک تیز تلوار نکلتی ہے کہ وہ اس سے قوموں کو مارے (ل) اور وہ لوہے کے عصا سے ان پر حکمرانی کرے گا (م) اور وہ خود قادر مطلق خدا کے قہر و غضب کے لہو میں روندتا ہے ۱۶ (ن) اس کے لباس اور اس کی ران پر یہ نام لکھا ہے کہ بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند" مکاشفہ باب ۱۹ اب میں نہایت اختصار سے اس کی شرح کر دینا چاہتا ہوں۔ (الف) نقرئی گھوڑے اور اس کے سوار کا ذکر و =

---

[1] کعبہ کی اول تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مع حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے کی تھی۔ پھر بنی جرہم، بنو عمالقہ، قصی اور قریش نے اس کی تجدید کی تھی تجدید عمارت کی ضرورت مرور زمانہ کے اثر یا صدمہ سیلاب وغیرہ کی وجہ سے پیدا ہو جاتی تھی کسی غیر قوم کے قبضہ کر کے گرا دینے، منہدم کرنے کا واقعہ اس عمارت کعبہ کے ساتھ پانچ ہزار سال سے نہیں ہوا تھا۔ جیسا کہ ہیکل یروشلم کے ساتھ بارہا ایسے واقعات پیاپے [متواتر] اور متعدد بار ہوتے رہے اور یہ ایسا شرف ہے کہ دنیا کے کسی عبادت خانہ کو حاصل نہیں۔

[2] حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد کا دستور تھا کہ میدان میں جس جگہ کو عبادت گاہ مقرر کرتے وہاں ایک لمبا بن گھڑا پتھر ستون کی طرح کھڑا کر دیتے تھے، جیسے اب بھی مسلمان کھلی جگہ میں نماز پڑھتے ہوئے اپنی چھڑی وغیرہ گاڑ لیا کرتے ہیں جسے سترہ کہتے ہیں اس کا ثبوت کتاب پیدائش باب ۱۲، درس ۷، ۸ باب ۱۳ درس ۱۸، باب ۲۶ درس ۲۵ باب ۲۸ درس ۱۸، ۱۹، ۲۲ و کتاب خروج باب ۲۵، باب ۲۴ درس ۴ سے بخوبی ملتا ہے حجر اسود بھی اسی قسم کا پتھر ہے اور یہ بھی ایک شہادت اس امر کی ہے کہ کعبہ بنائے ابراہیمی ہے۔ اب کونے میں لگا دینے کے بعد یہ اتنا کام دیتا ہے کہ طواف کا شروع اور ختم اس جگہ سے شروع کیا جاتا ہے، مسلمانوں میں جو درجہ اس کا ہے وہ اس کے نام حجر اسود (کالا پتھر) سے ظاہر ہے ایک دفعہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو سنانے کے لیے حجر اسود کو مخاطب کر کے کہا تھا، تو ایک پتھر ہے، نہ کسی کو نفع نہ ضرر دے سکتا ہے (صحیح بخاری عن عابس بن ربیعہ باب ماذکر الحجر الاسود۔)

= مکاشفہ ۶۔ ۲ میں بھی ان الفاظ سے ہے ۲۔ دیکھو ایک نقرئی گھوڑا اور وہ جو اس پر سوار تھا کمان لیے ہے اور تاج اسے دیا گیا اور وہ فتح کرتا ہوا اور فتح مند ہونے کو نکلا۔ مکاشفہ ۱۹۔ ۱۱ میں نقرئی گھوڑوں کے سوار کے نام کی اور مکاشفہ ۶۔ ۲ میں اس کے صاحب کمان اور صاحب فتح ہونے کی علامت بیان کی گئی ہے۔ اور یہ علامات آنحضرت ﷺ ہی پر صادق آتی ہیں۔

۱..... نبی ﷺ کی سواری میں بھی نقرئی گھوڑا تھا جس کا نام بحر تھا (دیکھو کتاب سفر السعادت)۔

۲..... آنحضرت ﷺ عربی کمان کو ہاتھ میں رکھتے، بسا اوقات خطبہ کے وقت بھی کمان ہاتھ میں ہوتی، مسلمانوں کو کمان چلانے کی تاکید فرماتے حدیث میں ہے ارموا فان اباکم کان راما (تیر چلایا کرو، تمہارے باپ اسمٰعیل علیہ السلام تیر انداز تھے)

۳..... آنحضرت ﷺ کی لیے فتح مبین ہونے کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے، سب سے بڑی فتح یہ ہے کہ جس کام کے لیے آنحضرت ﷺ مبعوث ہوئے تھے اسے بدرجہ کمال پہنچا کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ موسیٰ کلیم اللہ اپنی امت کو وعدہ کی زمین میں پہنچانے سے پہلے اور مسیح علیہ السلام روح اللہ اپنی بہت سی باتیں بتانے سے پہلے دنیا سے الگ ہو گئے۔ اور نبی ﷺ تمام و کمال کا اعلان دے کر یہاں سے رخصت ہوئے تو حضور کی فتح مبین میں اور فتح مند ہونے میں کچھ شک نہیں رہ جاتا۔ (ب) امانتدار اور سچا کہلاتا ہے۔ امانتدار (امین) سچا (صادق) کا ترجمہ ہے، کہلاتا ہے کہ معنی یہ ہیں کہ لوگ اسی نام سے پکارا کریں گے اور یہی معاملہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہوتا رہا۔ (ج) وہ راستی سے عدالت کرتا۔ "یسعیاہ" باب ۱۱ میں بھی ہے۔

۴..... وہ راستی سے مسکینوں کا انصاف کرے گا اور انصاف سے زمین کے خاکساروں کے لیے انفصال کرے گا۔ یوحنا نے اسی کو دوہرا کر بتا دیا کہ اس کا تعلق زمانہ مابعد مسیح علیہ السلام سے ہے۔ قرآن مجید میں ہے: وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ (اعراف: ۱۵۷)

(د) اور لڑتا ہے" راستی کے ساتھ لڑنے کی صفت بھی بتائی گئی تا کہ کوئی پادری غلطی سے اس مکاشفہ کو کسی اور پر چسپاں نہ کرے کیونکہ اس سوار کے لیے مجاہد و غازی ہونا ضروری ہے۔ (ھ) اس کی آنکھیں آگ کے شعلے کی مانند" نبی ﷺ کے حلیہ میں جو تمام نوشتوں میں ہے، آنحضرت ﷺ کی آنکھوں میں سرخی ہونا ضروری درج ہے۔ چنانچہ ایسا ہی تھا، کہ مردمک انور کے گرداگرد سرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے۔ (و) اس کے سر پر بہت سے تاج" انبیاء کے پاک گروہ کو دیکھو، کوئی واعظ ہے (سلیمان علیہ السلام) کوئی مبشر ہے (عیسیٰ علیہ السلام) کوئی منذر ہے (نوح علیہ السلام) کوئی مجی ہے (موسیٰ علیہ السلام) کوئی مناظر ہے (ابراہیم علیہ السلام) کوئی مجاہد ہے (۔داؤد علیہ السلام) لیکن نبی ﷺ میں جملہ صفات جامعیت کے ساتھ موجود ہیں۔ اسی لیے اللہ پاک فرماتا ہے: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا ۝ (ترجمہ): اے نبی! ہم نے تم کو شاہد، مبشر، نذیر، داعی الی اللہ اور روشن کر دینے والا سراج بنا کر بھیجا ہے، سر پر بہت سے تاج ہونے کے معنی یہی ہیں کہ وہ جامع صفات نبی ﷺ ہیں۔

(ز) اس کا ایک نام لکھا ہے جسے اس کے سوا کسی نے نہ جانا" آنحضرت ﷺ کا اسم پاک احمد و محمد وہ ہیں جو پہلے کسی کا نام نہیں ہوا مسیح اور یسوع تو حضرت عیسیٰ سے پہلے بیسیوں ہوئے۔ (ح) خون میں ڈوبا ہوا لباس وہ پہنے تھا" نبی ﷺ کے ساتھ طائف میں منادی کرنے کے وقت ایسا ہی گزرا کہ تمام جسم مبارک پتھر کھاتے کھاتے لہولہان ہو گیا تھا اور لباس خون میں تر جسم کا خون بہہ بہہ کر ایسا جم گیا کہ وضو کے لیے جوتا اتارنا مشکل ہو گیا تھا اور چونکہ اس سفر میں آنحضرت ﷺ تنہا تھے اس لیے یسعیاہ بھی آنحضرت ﷺ ہی پر صادق آتا ہے۔

(ط) کلام خدا۔" نبی ﷺ کی یہ علامت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے سب سے آخری وعظ (کتاب ۵ باب ۳) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آخری وعظ (یوحنا ۱۶ ر ۱۳) میں خصوصیت سے بیان کی تھی۔ اب یوحنا حواری نے بھی بیان کی جس سے معلوم ہوا کہ یوحنا کے مکاشفہ تک کلام خدا والی علامت کا پورا ہونا باقی تھا۔ پس یہ قرآن ہی ہے جس کی بابت خدا خود فرماتا ہے: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝ (سورۃ النجم) نبی اپنی خواہش سے نہیں بولتا، یہ تو وہ کلام خدا ہے۔ جو اس پر نازل کیا گیا ہے۔ (ی) فرشتوں کا اور ملکوتی طاقتوں کا آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہونا قرآن مجید میں بھی ہے۔ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ (سورۃ التحریم: ۴)۔ یعنی فرشتے بھی اس کے مددگار ہیں، فرشتوں کے صاف سفید کپڑے نبی ﷺ کے اتباع میں ہیں، نبی ﷺ کو سفید لباس محبوب تھا، آپ کے نشان (علم) کا رنگ بھی سفید تھا۔ امتناع جنگ اور قیام صلح کے لیے بھی سفید پھریرا ہی اڑایا کرتے تھے۔ (ک) اس کے منہ سے تیز تلوار نکلتی ہے۔" یہ جہاد ہے اور جن لوگوں پر کیا گیا ان کا مذکور بھی اسی مکاشفہ ۱۹ باب کے ۱۷ سے ۲۱ تک میں بیان کر دیا گیا ہے۔ (ل) لوہے کے عصا سے حکمرانی کرے گا۔" زبور ۲۔ ۹ میں بھی اس کا مذکور ہے، مکاشفہ میں زبور کے الفاظ دہرانے سے یہ نتیجہ نکلا کہ ان الفاظ کا جو کوئی مصداق ہے وہ یوحنا کے بعد آنے والا ہے۔ پس وہ یقیناً محمد ﷺ رسول اللہ ہیں کیونکہ پھر کوئی بھی حضور کے سوا دعویٰ نبوت اور سلطنت محکم کا جامع نہیں ہوا۔ (م) وہ قادر مطلق کے قہر کے کولہو میں روندتا ہے۔" سرکش قبائل کا تباہ و خراب ہونا، قیصر و کسریٰ کو نافرمانی محمد ﷺ کی سزا ملنا خدا کے قہر ہی سے تھا۔ (ن) اس کے لباس اور ران پر بادشاہوں کا بادشاہ، خداوند لکھا ہوگا۔" آنحضرت ﷺ کے القاب عالیہ میں سے امام الانبیاء سید المرسلین بھی ہیں اور یہی مراد مکاشفہ کے الفاظ کی ہے۔ (محمد سلیمان)

آنحضرت ﷺ نے اپنی زیرکی اور معاملہ فہمی سے ایسی تدبیر کی کہ سب خوش ہو گئے، آنحضرت ﷺ نے ایک چادر بچھائی اس پر پتھر اپنے ہاتھ سے رکھ دیا اور ہر ایک قبیلے کے سردار کو کہا کہ چادر کو پکڑ کر اٹھائیں، اسی طرح اس پتھر کو وہاں تک لائے جہاں قائم کرنا تھا، آنحضرت ﷺ نے پھر اسے اٹھا کر کونے پر اور طواف کے سرے پر لگا دیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس مختصر تدبیر سے ایک خونخوار جنگ کا انسداد کر دیا، ورنہ اس وقت کے اہل عرب میں ریوڑ کے پانی پلانے، گھوڑوں کے دوڑانے، اشعار میں ایک قوم سے دوسری قوم کو اچھا بتانے جیسی ذرا ذرا سی باتوں پر ایسی جنگ ہوتی تھی کہ بیسیوں برس تک ختم ہونے میں نہ آتی تھی۔

قرب زمانہ بعثت

غار حرا میں عبادتیں کرنا

بعثت سے سات برس پہلے ایک روشنی اور چمک سی نظر آنے لگی تھی۔[1] اور آنحضرت ﷺ اس روشنی کے معلوم کرنے سے خوش ہوا کرتے تھے۔[2] اس چمک میں کوئی آواز یا صورت نہ ہوتی تھی۔ بعثت کا زمانہ جس قدر قریب ہوتا گیا آنحضرت ﷺ کے مزاج میں خلوت گزینی کی عادت بڑھتی جاتی تھی۔ آنحضرت ﷺ اکثر پانی اور ستو لے کر شہر سے کئی کوس پرے سنسان جگہ کوہ حرا[3] کے ایک غار میں (جس کا طول ۴ گز، عرض پونے دو گز تھا) جا بیٹھتے، عبادت کیا کرتے، اس عبادت میں تحمید و تقدیس الٰہی کا ذکر بھی شامل تھا اور قدرت الٰہیہ پر تدبر و تفکر بھی، جب تک پانی اور ستو ختم نہ ہو جاتے شہر میں نہ آیا کرتے۔[4] اب آنحضرت ﷺ خواب نظر آنے لگے، خواب ایسے سچے ہوتے تھے کہ جو کچھ رات کو خواب میں دیکھ لیا کرتے دن میں ویسا ہی ظہور میں آ جاتا۔[5]

بعثت و نبوت:..... جب آنحضرت ﷺ کی عمر چالیس سال قمری[6] پر ایک دن اوپر ہوا تو ۸، ۹ ربیع الاول ۴۱ء میلادی (مطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ء) کو بروز دوشنبہ [پیر] روح الامین خدا کا حکم نبوت لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس آیا، اس وقت آنحضرت ﷺ غار حرا میں تھے۔

روح نے کہا: محمد! بشارت قبول فرمایئے۔ آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبریل ہوں (سفر السعادت مشرح: ۳۵)

اس واقعہ کے بعد نبی ﷺ فوراً گھر میں آئے اور لیٹ گئے۔ بیوی سے کہا کہ مجھ پر کپڑا ڈال دو جب طبیعت میں ذرا سکون ہوا تو بیوی سے فرمایا کہ میں ایسے واقعات دیکھتا ہوں کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہو گیا ہے۔[7]

---

[1] صحیحین عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

[2] سفر السعادت مشرح مطبوعہ افضل المطابع کلکتہ چاپ ۱۳۲۲ھ، صفحہ ۳۱

[3] اب سے "جبل نور" کہتے ہیں، مفصل حال ہمارے سفرنامہ حجاز میں ہے ۱۲۔

[4] سفر السعادت جمعاً للاقوال..... بخاری و مسلم عن عائشہ رضی اللہ عنہا۔

[5] بخاری و مسلم عن عائشہ رضی اللہ عنہا مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۳ صحیح بخاری عن ابن عباس باب مبعث النبی ﷺ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی ۴۰ سال پوری ہونے پر نبوت ملی تھی۔ دیکھو کتاب اعمال مشمولہ انجیل۔

[6] زاد المعاد صفحہ ۱۸ میں ۸ ربیع الاول لکھی ہے، دوشنبہ کے دن پر اتفاق ہے چونکہ دوشنبہ کا دن ۹ کو پڑتا ہے اس لیے وہی صحیح ہے

[7] اس فقرے سے حضور ﷺ کا مطلب مشکلات نبوت کا بیان تھا۔

سیدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کی شہادت آنحضرت ﷺ کے اعلیٰ اخلاق پر

خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا نے کہا: نہیں! آپ کو ڈر کاہے کا، میں دیکھتی ہوں کہ آپ اقربا پر شفقت فرماتے، سچ بولتے، رانڈوں، یتیموں، بے کسوں کی دستگیری کرتے، مہمان نوازی فرماتے اور مصیبت زدوں سے ہمدردی کرتے ہیں، خدا آپ کو کبھی اندوہ گین نہ فرمائے گا۔[1] اب خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کو خود بھی اپنے اطمینان قلب کی ضرورت ہوئی۔ اس لیے وہ نبی علیہ السلام کو ساتھ لے کر اپنے رشتے کے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں (علامہ تاریخ العرب پروفیسر ریڈیو)

اس کتاب کے مقدمے میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ نجاشی اور قیصر کی کوششوں سے عیسائیت عرب میں آ چکی تھی۔ اس لیے بعثت محمدی ﷺ کے قریب عرب میں ایسے لوگ بھی موجود تھے جو علمائے یہود و نصاریٰ سے بہت سی معلومات کا استفادہ کر چکے تھے اور دین جاہلیت کو چھوڑ کر یہ خبریں دیا کرتے تھے کہ عنقریب رسول ظاہر ہونے والا ہے جو ابلیس اور اس کے لشکر پر غالب ہوگا۔ ان اشخاص میں عثمان بن حریث، عبید، زید بن عمرو رضی اللہ عنہم اور ورقہ بن نوفل کے نام خصوصیت سے مشہور ہیں۔ زید بن عمرو (جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے چچا تھے) وہ بزرگوار ہیں جنہوں نے رسول موعود کی تلاش میں دور دور سفر کیے تھے اور آخر یہ معلوم کر کے کہ وہ مکہ میں پیدا ہوں گے۔ اسی مبارک انتظار میں رہ کر انتقال کر چکے تھے۔

عیسائی عالم ورقہ بن نوفل کی شہادت آنحضرت ﷺ کی نبوت پر

الغرض! حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی درخواست پر نبی ﷺ نے ورقہ بن نوفل کے سامنے جبریل علیہ السلام کے آنے، بات کرنے کا واقعہ بیان فرمایا۔ وہ جھٹ بول اٹھا، یہی ہے وہ ناموس جو موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا۔ کاش میں جوان ہوتا، کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا، جب قوم آپ کو نکال دے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا قوم مجھے نکال دے گی؟ ورقہ بولا: ہاں! اس دنیا میں جس کسی نے ایسی تعلیم پیش کی۔ اس سے (شروع میں) عداوت ہی ہوتی رہی۔ کاش! میں ہجرت تک زندہ رہوں اور حضور کی نمایاں خدمت کروں۔[2]

کچھ دنوں بعد[3] فرشتہ پھر آیا اور نبی ﷺ کو جنہوں نے اب تک لکھنا پڑھنا نہ سیکھا تھا، خدا کا وہ پاک نام اور پاک کلام پڑھایا جو سارے علموں کی کنجی اور ساری حقیقتوں کا خزانہ ہے۔ روح الامین نے ان آیات کو پڑھا تھا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ

---

[1] بخاری و مسلم عن عائشہ رضی اللہ عنہا مشکوۃ صفحہ ۵۱۴۔

[2] بخاری و مسلم عن عائشہ رضی اللہ عنہا مشکوۃ صفحہ ۵۱۴۔ ورقہ مرحوم اس واقعہ سے چند دنوں بعد ہی مر گیا تھا۔ وہ نہایت ضعیف اور فاقد البصر ہو گیا تھا، بزرگوار ورقہ نے ہجرت کا ذکر کیسے یاد ۴۲ باب میں پڑھا ہوگا۔

[3] علماء کا اتفاق ہے کہ ولادت باسعادت بماہ ربیع الاول ہوئی، نیز اتفاق ہے کہ ابتداء وحی ۴۱ ویں سال کے شروع میں ہوئی۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ابتداء وحی بھی بماہ ربیع الاول ہوئی۔ مگر قرآن مجید سے ثابت ہے کہ قرآن مجید کا نزول رمضان المبارک میں ہوا پس نتیجہ یہ ہے کہ ابتدائے نزول بماہ رمضان ہے۔ کچھ دنوں سے مراد اس عرصہ کا درمیانی فاصلہ قریباً چھ ماہ ہے۔ جس میں وہ رویائے صادقہ آتے رہے۔ جو نبوت کا چھیالیسواں حصہ (۲۳ سال عہد نبوت کا چھیالیسواں حصہ۔ چھ ماہ) تھے، امام طبری نے نزول قرآن کی تاریخ ۱۷ یا ۱۸ رمضان روایت کی ہے۔ چونکہ ۱۸ رمضان ۱۳ نبوت کو یوم جمعہ تھا (مطابق ۱۰ اگست ۶۱۰ء) اس لیے نزول قرآن مجید شب جمعہ ۱۸ رمضان کو تھا۔

وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ (سورۂ علق)

ترجمہ:..... شروع ہے اللہ کے نام سے جو کمال رحمت اور نہایت رحم والا ہے۔ ① پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جس نے (سب کچھ) پیدا کیا۔ ① جس نے انسان کو پانی کے کیڑے سے بنایا۔ ② (ہاں) پڑھتا چلا جا تیرا پروردگار تو بہت کرم والا ہے۔ ② جس نے قلم کے ذریعے سے تعلیم دی۔ ③ (جس نے) انسان کو وہ سب کچھ سکھایا، جو وہ نہ جانتا تھا۔ ③[1]

نماز کا آغاز:..... اس کے بعد روح الامین نبیؐ کو دامن کوہ میں لایا۔ نبی ﷺ کے سامنے خود وضو کیا اور آنحضرت ﷺ نے بھی وضو کیا۔ پھر دونوں نے مل کر نماز پڑھی، روح الامین نے پڑھائی۔

تبلیغ کا آغاز:..... نبی اکرم ﷺ نے گھر پہنچ کر تبلیغ شروع کر دی۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا (بیوی)، علی رضی اللہ عنہ (بھائی عمر آٹھ سال)، ابوبکر رضی اللہ عنہ (دوست)، زید بن حارث (مولی) پہلے ہی دن مسلمان ہو گئے۔[2]

ان اشخاص کا ایمان لانا (جو آنحضرت ﷺ کی چالیس سالہ ذرا ذرا سی حرکات وسکنات تک سے واقف تھے) نبی ﷺ کی اعلیٰ صداقت اور راست بازی کی قوی دلیل ہے۔

سابقین الاولین کے مختصر نام

حضرت بلال، عمرو بن عنبسہ، وخالد بن سعد، بن عاص رضی اللہ عنہم بھی چند روز کے بعد ہی مسلمان ہو گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے مال دار تھے، تجارت کرتے تھے، مکہ میں ان کی دکان بزازی [کپڑا فروشی] کی تھی، لوگوں سے ان کا بہت میل ملاپ تھا، ان کی تبلیغ سے حضرت عثمان غنی، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت طلحہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم مسلمان ہوئے، پھر حضرت ابوعبیدہ، حضرت عامر بن عبداللہ بن الجراح (جن کا لقب بعد میں امین الامۃ ہوا) حضرت عبدالاسد بن بلال، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت عامر بن فہیرہ ازدی، حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ، حضرت سائب بن عثمان مظعون اور حضرت ارقم رضی اللہ عنہم مسلمان ہوئے۔

عورتوں میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین کے بعد نبی ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کی بیوی ام الفضل، سیدہ اسماء بنت عمیس، اسماء بنت ابوبکرؓ اور سیدہ فاطمہ، خواہر (بہن) عمر فاروقؓ رضی اللہ عنہن نے اسلام قبول کیا۔

پہاڑ کی گھاٹیوں میں نماز:..... ان دنوں مسلمان پہاڑ کی گھاٹی میں جا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ نبی ﷺ نبوت کے ابتدائی تین سال تک لوگوں کو چپکے چپکے سمجھایا کرتے تھے اور پتھروں، درختوں، چاند، سورج کی پوجا سے ہٹا کر خدا کی بندگی سکھایا کرتے تھے۔ اب خدا کا حکم پہنچا!

---

[1] اس خوبی کو دیکھیے کہ اللہ کا کلام جو انسان کی ہدایت کے لیے اترا، انسان کی ابتدائی حالت ہی سے شروع ہوتا ہے اور سب سے پہلے انسان کے لیے تعلیم کی ضرورت کا اظہار کرتا ہے اور یہ بھی بتاتا ہے کہ نبی کو خود خالق نے تعلیم دی مَالَمْ يَعْلَمْ سے آنحضرت ﷺ کا ان پڑھ ہونا ظاہر ہے۔ کتاب یسعیاہ ۲۹/ ۱۲ میں ہے۔ ان پڑھ کو کتاب دی گئی کہ اسے پڑھیے قرآن مجید کے لفظی ومعنا کلام الٰہی ہونے کے لیے دیکھو استثنا ۱۵ تا ۲۰ درس ۱۸ باب۔

[2] علماء میں اختلاف رہا ہے کہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ پہلے اسلام لائے یا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ میں نے اس بحث کو چھوڑ دیا کیوں کہ یہ بحث ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی سیرت میں ہونی چاہیے۔

اعلانیہ تبلیغ کا حکم

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ﴿۱﴾ قُمْ فَاَنْذِرْ ۪﴿۲﴾ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۪﴿۳﴾ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۪﴿۴﴾ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۪﴿۵﴾ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۪﴿۶﴾ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۪﴿۷﴾

ترجمہ:..... اے درست کرنے والے (عالم کے) اٹھو (گندے اعمال والوں کو) ڈراؤ اور اپنے پروردگار کی بزرگی کو پھیلاؤ اور پاک دامنی اختیار کرو (مخلوق پرستی کی) نجاست سے علیحدگی اختیار کرو۔ احسان اس نیت سے نہ کرو کہ لوگوں سے اس کا فائدہ حاصل کیا جائے، اپنے پروردگار (کے لیے رسالت کرتے ہوئے ہر ایک امتحان اور تکلیف) میں استقلال رکھو۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کی رسالت اور نبوت کے مقاصد مندرجہ ذیل تھے:

نبی ﷺ کی نبوت کا مقصد

① ..... نافرمانوں کو ان کی خطرناک حالت سے آگاہ کرنا اور انجام سے ڈرانا۔

② ..... اللہ کی ربوبیت اور کبریائی اور عظمت وجلال کا آشکار کرنا۔

③ ..... لوگوں کو اعتقاد اور اعمال اور اخلاق کی ظاہری و باطنی نجاستوں سے پاک رہنے کی تعلیم دینا۔

④ ..... پاکیزگی، صفائی اور پاک دامنی سکھانا۔

⑤ ..... الٰہی تعلیم مفت دینا۔ نہ ان پر احسان جتانا۔ نہ ان سے اپنے کسی فائدے کی توقع رکھنا۔

⑥ ..... اس کام میں جس قدر بھی مصائب اور شدائد جھیلنی پڑیں، سب کی برداشت کرنا۔

جو شخص نبی ﷺ کی پاک زندگی کے حالات پر غور کرے گا۔ اسے معلوم ہو جائے گا کہ آنحضرت ﷺ نے کیسی خوبی سے ان سب مقاصد کو پورا کیا۔ نبی ﷺ کی تبلیغ کا کام بمدارج ذیل آہستہ آہستہ وسعت پکڑتا رہا۔

تبلیغ کے پنجگانہ مراتب

اول..... قریب کے رشتہ دار اور خاص خاص احباب۔ دوم..... قوم اور شہر کے سب لوگ۔

سوم..... مکہ کے اطراف وجوانب کے قبیلے۔ چہارم..... عرب کے جملہ حصص اور قبائل۔

پنجم..... دنیا کی جملہ متمدنہ اقوام اور جملہ مشہور مذاہب۔

حضور ﷺ نے اس تبلیغ کے لیے نہایت استحکام، کمال، استقلال اور کشادہ پیشانی و نزہت خاطر سے ہر قسم کی مصائب برداشت کرنے میں ثابت قدمی فرمائی تھی اور اپنی تعلیم کو دلائل بین اور براہین محکم سے ثابت کر دکھایا تھا۔ ناظرین اس کتاب میں تبلیغ کے ان پنجگانہ مراتب کے متعلق نبی ﷺ کی مساعی کا ذکر معلوم کر سکیں گے۔

بعثت کے وقت عالم کی حالت:..... یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جس وقت نبی ﷺ تبلیغ عالم کے لیے مبعوث ہوئے یہ وہ زمانہ تھا کہ تمام عالم پر جہالت کی تاریکی چھا رہی تھی، وحشت و درندگی کا دنیا پر تسلط تھا۔ انسانیت،

---

[1] از دثر الطائر تدثیراً درست ساخت طائر آشیانہ خود را (منتہی الارب باب: د، ث، ر) علامہ ابوالسعود اپنی تفسیر جلد ہشتم ص ۲۸۸ پر لکھتے ہیں: مدثر۔ اے الذی دثر ھذا الامور العظیم وعصب بہ۔

تہذیب، اخلاق کے نام شاید کتابوں میں نظر آ سکتے تھے۔ مگر دلوں پر کوئی اثر نہ تھا۔

الف..... بنی اسرائیل تو مسیح علیہ السلام سے بھی پہلے سانپ اور سانپ کے بچے کہلانے کے مستحق ٹھہر چکے تھے، اب مسیح علیہ السلام کی لعنت سے ظاہری شکل وصورت کے سوا ان میں آدمیت کا ذرا بھی نشان باقی نہ رہا تھا اور ہمسایہ قوموں کے اثر سے ان میں بت پرستی قائم ہو چکی تھی۔

ب..... یورپ میں جہالت ووحشت کا دور دورہ تھا۔ انگلستان میں برٹن اور سیکسن وحشی قومیں آباد تھیں۔ نارتھمبر لینڈ، مڈلینڈ، کون ٹیز، نارفوک، سوفوک، سائیکس (اضلاع انگلستان) میں ورڈن بت کی پرستش ہوتی تھی۔ فرانس، برن ہلڈ، سگ فرٹ، فرے دی گوٹن دی، مل ہے رک، نصف پر افسانہ زمانہ میں تھا، جب کہ پادریوں کے ایماء سے بہت سی بیہودگیاں روا رکھی جاتی تھیں۔ فرانس ہمیشہ سیکسن قوم سے ردیائے الب پر معرکہ آرا رہتا تھا۔ یہ لڑائی ۷۸۲ء کے بعد تک جاری رہی جب کہ ساڑھے چار ہزار سیکسن قیدی نہایت بے رحمی سے شہر درڈون میں ہلاک کیے گئے۔ ہنگری ان دنوں انتہا درجہ کی وحشی و ناشائستہ آوارہ قوم کے ہاتھوں میں تھا جس کو وحشیانہ اور ظالمانہ وسائل سے اپنے مذہب میں لایا گیا تھا۔ (سول اینڈ ملٹری گزٹ مورخہ ۱۲/اکتوبر ۱۹۰۷ء ایڈیٹوریل نوٹ)

ج..... ایران پر مشروکیہ کا زور تھا، جنہوں نے زن، زر، زمین کے وقف عام کر دینے سے اخلاق وانسانی ترقیات کو ملیامیٹ کر دیا۔

د..... ہندوستان میں پرانوں کا زمانہ شروع ہو گیا تھا اور بان مارگی فرقہ قابو یافتہ تھا، وہ اپنے گندے اصولوں کی طرف بندگان خدا کی رہبری کرتے تھے۔ مندروں میں زن ومرد کی برہنگی کی تمثالیں بنا کر رکھی جاتی تھیں اور انہی کی پرستش کی جاتی تھی۔ عبادت خانوں کے در ودیوار پر ایسی سراپا فحش تصویریں کندہ کی جاتی تھے، جن کے تصور سے ایک مہذب شخص کو نفرت آنی چاہیے۔ (اردو تہذیب قدیم ہندوستان، مسٹر آر سی دت۔ صفحہ ۳۷)

ہ..... چین کے باشندوں نے اپنے ملک کو آسمانی فرزندگی کی بادشاہت سمجھ کر خدا سے منہ موڑ لیا تھا۔ ہر کام کے بت جدا جدا مقرر تھے۔ کوئی بارش کا، کوئی اولاد کا، کوئی جنگ کا کوئی امن کا اور ہر ایک بت کو سزا دینا بھی بادشاہ ہی کے اختیار میں تھا۔ کانفیوشش کو چین کا مصلح سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اس وقت تک اس کا بھی ظہور نہ ہوا تھا۔

و..... مصر میں عیسائیت زوروں پر تھی۔ مسیح علیہ السلام کی شخصیت اور ابنیت کی تعریف وتحدید، توحد وتفریق کے متعلق روز روز نئے نئے اعتقادات پیدا ہوتے، نئے نئے فرقے بنتے تھے۔ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کی تکفیر کرتا اپنے مخالف کو قتل کرنے اور آگ میں جلانے سے بھی دریغ نہ کرتا تھا۔ یہ مختصر حالت ان ممالک کی ہے جو زبردست حکومتوں اور شریعتوں کے زیر اثر تھے اور جن میں سے ہر ایک کو بجائے خود علم وتہذیب کے بڑے بڑے دعوے تھے۔

ز..... عرب کا قیاس انہی ممالک پر کر لیجیے اور قیاس کرتے ہوئے یہ بھی ملحوظ رکھیے کہ یہ ایسا ملک تھا، جہاں صدیوں سے نہ کسی بادشاہ کا تسلط ہوا تھا، نہ کوئی اثر قانون نے ڈالا تھا، نہ کوئی ہادی انکی ہدایت کے لیے پہنچا تھا۔ اس حیوانی آزادی[1]

---

[1] انسانی آزادی وہ ہے جو قانون اور مذہب کی پابندی کے تحت میں ہر شخص کو حاصل ہے اور حیوانی آزادی وہ ہے جو قانون اور مذہب کے اثر کو باطل ٹھہرا کر حاصل ہوئی ہو۔

پر بے علمی، جہالت اور اقوام متمدنہ سے علیحدگی اور اجنبیت نے ان کی حالت کو اور بھی زیادہ تباہ کر دیا تھا۔ اس بدترین حالت ہی نے ان کو زیادہ واجب الرحم ٹھہرایا اور رب العالمین نے اصلاح عالم کا آغاز اسی جگہ سے ہونا پسند فرمایا۔

اپنے کنبہ میں تبلیغ:..... نبی ﷺ نے حکم ربانی کے موافق تبلیغ عام کا کام شروع فرما دیا۔ قریبی رشتہ داروں کو سمجھانے کا حکم قرآن مجید میں خصوصیت سے تھا: وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝ (سورۂ شعراء)

نبی ﷺ نے ایک روز سب کو کھانے پر جمع کیا۔ یہ سب بنی ہاشم ہی تھے۔ ان کی تعداد چالیس یا ایک کم، زیادہ تھی۔ اس روز ابولہب کی بکواس کی وجہ سے نبی ﷺ کو کلام کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔ اس لیے دوسری شب پھر انہی کی دعوت کی گئی۔ جب سب کھانا کھا کے، دودھ پی کے فارغ ہو گئے، تب نبی ﷺ نے فرمایا:

اپنے گھرانے کے لوگوں میں آنحضرت ﷺ کی تقریر

اے حاضرین! میں تم سب کے لیے دنیا اور آخرت کی بہبود لے کر آیا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ عرب بھر میں کوئی شخص بھی اپنی قوم کے لیے اس سے بہتر اور افضل کوئی شے لایا ہو، مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں آپ لوگوں کو اس کی دعوت دوں بتاؤ، تم میں سے کون میرا ساتھ دے گا۔ یہ سن کر سب کے سب چپ رہ گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا: یارسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ نبی ﷺ نے ابوطالب سے کہا: تم اس کی بات مانا کرو اور جو کہا کرے، سنا کرو۔ یہ فقرہ سن کر مجمع خوب کھل کھلا کر ہنسا اور ابوطالب سے تمسخر کرنے لگا: دیکھو! محمد نے تمہیں کہہ دیا ہے کہ آج سے تم اپنے فرزند کا حکم مانا کرو۔ (ابوالفداء: ۱/ ۱۱۷)

پہاڑی کا وعظ اور اہل مکہ کو تبلیغ

ایک روز نبی ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کے لوگوں کو پکارنا شروع کیا جب سب جمع ہو گئے تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم مجھے بتاؤ کہ تم مجھے سچا سمجھتے ہو یا جھوٹ جانتے ہو؟ سب نے ایک آواز سے کہا: ہم نے کوئی بات غلط یا بے ہودہ تیرے منہ سے نہیں سنی، ہم یقین کرتے ہیں کہ تو صادق اور امین ہے۔ (مکاشفہ: ۱۹/ ۱۱۔ ۱۲)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''دیکھو! میں پہاڑی کی چوٹی پر کھڑا ہوں اور تم اس کے نیچے ہو۔ میں پہاڑ کے ادھر بھی دیکھ رہا ہوں اور ادھر بھی نظر کر رہا ہوں، اچھا اگر میں یہ کہوں کہ رہزنوں کا ایک مسلح گروہ دور سے نظر آ رہا ہے، جو مکہ پر حملہ آور ہوگا۔ کیا تم اس کا یقین کر لو گے''؟ لوگوں نے کہا: ''بے شک! کیوں کہ ہمارے پاس تجھ جیسے راست باز آدمی کے جھٹلانے کی کوئی وجہ نہیں، خصوصاً جب کہ وہ ایسے بلند مقام پر کھڑا ہے کہ دونوں طرف دیکھ رہا ہے۔''

تمثیلاتِ نبوت:..... نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ سب کچھ سمجھانے کے لیے ایک مثال تھی۔ اب یہ یقین کر لو کہ موت تمہارے سر پر آ رہی ہے اور تمہیں خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور میں عالم آخرت کو بھی ایسا ہی دیکھ رہا ہوں، جیسے دنیا پر تمہاری نظر ہے۔ اس دل نشین وعظ سے مطلب نبی ﷺ کا یہ تھا کہ نبوت کے لیے ایک مثال پیش کریں کہ کس طرح ایک شخص عالم آخرت کو دیکھ سکتا ہے، جب کہ ہزاروں اشخاص نہیں دیکھ سکتے۔

تبلیغ میں آنحضرت ﷺ کی کوششیں:..... اب نبی ﷺ نے سب کو عام طور پر سمجھانا شروع کیا۔ ہر ایک

میلے میں ہر ایک گلی کوچے میں جا جا کر لوگوں کو توحید کی خوبی بتاتے، بتوں، پتھروں، درختوں کی پوجا سے روکتے، بیٹیوں کو مار ڈالنے سے ہٹاتے، زنا سے منع کرتے، جوا کھیلنے سے لوگوں کو روکتے تھے۔

آپ ﷺ کے وعظ کی بڑی بڑی باتیں:..... آپ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ اپنے جسم کو نجاست سے، کپڑوں کو میل کچیل سے زبان کو گندی باتوں سے، دل کو جھوٹے اعتقادوں سے پاک وصاف رکھیں وعدہ اور اقرار کی سخت پابندی کریں۔ لین دین میں کسی سے دغا نہ کریں۔ خدا کی ذات کو نقص سے، عیب سے آلودگی سے پاک سمجھیں، اس بات کا پختہ اعتقاد رکھیں کہ زمین، آسمان، چاند، سورج، چھوٹے بڑے سب کے سب خدا کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ سب اسی کے محتاج ہیں۔ دعا کا قبول کرنا، بیمار کو صحت وتندرستی دینا۔ مرادیں پوری کرنا اللہ کے اختیار میں ہے۔ اللہ کی مرضی اور حکم کے بغیر کوئی بھی کچھ نہیں کرسکتا۔ فرشتے اور نبی بھی اس کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے۔

منڈیوں اور میلوں میں آنحضرت ﷺ کا تبلیغ فرمانا

عرب میں عکاظ، عینیہ اور ذی المجاز کے میلے بہت مشہور تھے، دور دور سے لوگ وہاں آیا کرتے تھے، نبی ﷺ ان مقامات پر جاتے اور میلے میں آئے ہوئے لوگوں کو اسلام اور توحید کی دعوت فرمایا کرتے تھے۔

قریش کی مخالفت:..... مغرور قریش کو (جو عرب میں اپنے آپ کو سب سے بڑا سمجھتے تھے، جیسے سمندر میں ویل مچھلی) نبی ﷺ کا وعظ پسند نہ آیا، اس کی چند وجوہات تھیں۔

۱..... وہ نبوت کا مفہوم سمجھنے سے قاصر تھے اور بعید سمجھتے تھے کہ خدا کے حکم سے کوئی انسان انسانوں کے سمجھانے کے لیے آئے۔

۲..... وہ جزا وسزائے اعمال کے قائل نہ تھے۔ اس لیے یہ تعلیم کہ موت کے بعد اعمال کی جواب دہی ہوگی ان کے نزدیک بالکل قابل تمسخر تھی۔

۳..... وہ خاندان اور شرافت بزرگان پر نہایت مغرور تھے اور انہیں اسلامی مساوات اور اسلامی اخوت کا قبول کرنا ایک قسم کی حقارت اور ذلت محسوس ہوتی تھی۔

۴..... ان میں اکثر قبائل بنو ہاشم سے مخالفت رکھتے تھے اور دشمن قبیلے کے ایک شخص کی تعلیم پر چلنا انہیں عار معلوم ہوتا تھا۔

۵..... وہ بت پرستی پر بالکل قانع تھے اور اس سے برتر کسی مذہب میں کسی خوبی کا امکان بھی ان کے تصور میں نہ آتا تھا۔

۶..... وہ زنا، جوا، رہزنی، قتل، عہد شکنی، آوارگی، ہر ایک قانون ووعدہ کی بندش وقیود سے آزاد رہنے، بے شمار عورتوں کو گھر میں ڈال رکھنے کے عادی تھے اور اسلام کا قانون ان کو اپنی پیاری عادات کا دشمن معلوم ہوتا تھا۔

اس لیے انہوں نے آنحضرت ﷺ کی مخالفت پر کمر باندھی اور اسلام کا نام ونشان مٹا دینے کا فیصلہ کیا۔

اسلام کے خلاف قریش کی تدبیریں

اول تدبیر یہ اختیار کی گئی کہ اسلام لانے والوں کو سخت اذیت دی جائے تاکہ جو مسلمان ہو چکے ہیں، وہ واپس آ جائیں اور نئے لوگ اسے اختیار نہ کریں۔ قریش نے اسلام لانے والوں پر جو مظالم کیے۔ انہیں جو تکالیف اور اذیتیں دیں،

ان کا مفصل بیان دشوار ہے۔ مختصر طور پر ان کے عذاب دہی کے طریقوں اور چند بزرگواروں کا حال مذکور ہوتا ہے۔

اسلام لانے والوں پر قریش کے جور و ستم

① ..... حضرت بلال رضی اللہ عنہ حبشی تھے، امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ جب امیہ نے سنا کہ بلال رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے ہیں گوناگوں عذاب ان کے لیے ایجاد کیے گئے۔ گردن میں رسی ڈال کر لڑکوں کے ہاتھ میں دی جاتی اور وہ مکہ کی پہاڑیوں میں انہیں لیے پھرتے، رسی کا نشان گردن میں نمایاں ہو جاتا۔

② ..... وادی مکہ کی گرم ریت پر انہیں لٹا دیا جاتا اور گرم گرم پتھر ان کی چھاتی پر رکھ دیا جاتا۔

③ ..... مشکیں باندھ کر لکڑیوں سے پیٹا جاتا۔

④ ..... دھوپ میں بٹھایا جاتا، بھوکا رکھا جاتا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان سب حالتوں میں اَحَد اَحَد کے نعرے لگاتے رہتے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خریدا اور خدا کے لیے آزاد کر دیا[1]۔

⑤ ..... حضرت عمار رضی اللہ عنہ[2] اور ان کے والد یاسر رضی اللہ عنہ، ان کی والدہ سمیہ رضی اللہ عنہا مسلمان ہو گئے تھے۔ ابوجہل نے انہیں گوناگوں عذاب پہنچائے، ایک دن نبی ﷺ نے انہیں عذاب سہتے دیکھا تو فرمایا: اصبروا یاال یاسر فان موعدکم الجنة (یاسر والو! صبر کرو، تمہارا مقام جنت ہے) کم بخت ابوجہل نے بی بی سمیہؓ کے اندام نہانی میں نیزہ مارا اور اسے جان سے مار ڈالا۔ (مدارج النبوۃ: ۲/ ۵۰)

⑥ ..... ابوفکیہہ رضی اللہ عنہ (جن کا نام افلح تھا) کے پاؤں میں رسی باندھ کر انہیں پتھریلی زمین پر گھسیٹا جاتا (اعجاز التنزیل: ۵۳)

⑦ ..... حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کے سر کے بال کھینچے جاتے، گردن مروڑی جاتی، گرم پتھروں سے بارہا آگ کے انگاروں پر لٹایا گیا۔[3]

⑧ ..... حضرت عینیہ، زنیرہ، نہدیہ اور ام عبیس رضی اللہ عنہن بے چاری لونڈیاں تھیں اور ان کے سنگ دل آقا ان کو ایسی ہی سخت وحشیانہ سزائیں دیا کرتے تھے۔ قریش کا یہ سلوک غلاموں اور ضعیفوں کے ساتھ ہی نہ تھا، اپنے فرزندوں اور عزیزوں کے ساتھ بھی وہ ایسی ہی سنگ دلی کا برتاؤ کیا کرتے۔ (اعجاز التنزیل، صفحہ ۵۳)

⑨ ..... عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی خبر ان کے چچا کو ہوئی تو وہ کم بخت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کھجور کی صف میں لپیٹ کر باندھ دیتا اور نیچے سے دھواں دیا کرتا۔

⑩ ..... مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ[4] کو ان کی ماں نے گھر سے نکال دیا تھا۔ اسی جرم میں کہ وہ اسلام لے آئے تھے۔

⑪ ..... بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو قریش گائے، اونٹ کے کچے چمڑے میں لپیٹ کر دھوپ میں پھینک دیتے تھے، بعض کو لوہے کی زرہ پہنا کر جلتے پتھروں پر گرا دیا کرتے تھے۔

---

[1] حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دمشق میں ۲۰ھ کو بعمر ۶۳ سال وفات پائی۔

[2] حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ صفین میں بعمر ۹۲/ ۹۱ سال شہید ہوئے۔

[3] حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ میں بعمر ۶۳ سال ۱۹ھ میں وفات پائی۔

[4] حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔

غرض! ایسی وحشیانہ سزائیں دیتے تھے کہ صرف اسلام کی صداقت ہی ان کا مقابلہ کرسکتی تھی۔ پہلی امتوں نے تو کھوٹے روپے لے کر انبیاء کو گرفتار اور قتل تک کرادیا تھا۔ (زاد المعاد جلد ۱، ۲۴/ ۲۹۷۔ ۱۲)

آنحضرت ﷺ کے ساتھ قریش کی بدسلوکیاں

بسا اوقات نبی ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے تاکہ رات کے اندھیرے میں آپ کے پاؤں زخمی ہوں، گھر کے دروازے پر عفونتیں پھینکی جاتیں تاکہ صحت و جمعیت خاطر میں خلل پیدا ہو۔ (تاریخ طبری)

نبی ﷺ اس قدر فرمادیا کرتے کہ فرزندان عبد مناف! حق ہمسائیگی خوب ادا کرتے ہو۔ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا چشم دید بیان ہے کہ ایک روز نبی ﷺ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا۔ اس نے اپنی چادر کو لپیٹ دے کر رسی جیسا بنایا اور جب نبی ﷺ سجدہ میں گئے تو چادر کو حضور ﷺ کی گردن میں ڈال دیا اور پیچ پر پیچ دینے شروع کیے، گردن مبارک بہت بھنچ گئی تھی، تاہم حضور ﷺ اسی اطمینان قلب سے سجدہ میں پڑے ہوئے تھے، اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے، انہوں نے دھکے دے کر عقبہ کو ہٹایا اور زبان سے یہ آیت بھی پڑھ کر سنائی:

أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ [سورۂ غافر]

ترجمہ:..... کیا تم ایک بزرگ آدمی کو مارتے ہو اور صرف اس جرم میں کہ وہ اللہ کو اپنا پروردگار کہتا ہے اور تمہارے پاس اپنی روشن دلائل بھی لے کر آیا ہے۔[1]

چند شریر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لپٹ گئے اور ان کو بھی بہت زدوکوب کیا۔

ایک دوسری دفعہ کا ذکر ہے کہ نبی ﷺ خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے لگے، قریش بھی صحن کعبہ جا بیٹھے، ابوجہل بولا کہ آج شہر میں فلاں جگہ اونٹ ذبح ہوا ہے، اوجھڑی پڑی ہوئی ہے، کوئی جائے، اٹھالائے اور اس (نبی ﷺ) کے اوپر دھر دے۔ شقی عقبہ اٹھا، نجاست بھری اوجھڑی اٹھالایا۔ جب نبی ﷺ سجدہ میں گئے تو پشت مبارک پر رکھ دی، آنحضرت ﷺ رب العزت کی جانب متوجہ تھے۔ کچھ خبر بھی نہ ہوئی۔ کفار ہنسی کے مارے لوٹے جاتے تھے اور ایک دوسرے پر گرے جاتے تھے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ صحابی بھی موجود تھے۔ کافروں کا ہجوم دیکھ کر ان کا تو حوصلہ نہ پڑا۔ مگر معصوم سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا آگئیں انہوں نے باپ کی پشت سے اوجھڑی کو پرے پھینک دیا اور ان سنگ دل لوگوں کو سخت سست بھی کہا۔ (بخاری عن ابن مسعودؓ کتاب الجہاد والسیر صحیح مسلم)

ایذا رسانی کی باقاعدہ کمیٹیاں:..... قریش مکہ نے، نبی ﷺ اور مسلمانوں پر جو جور و ستم ہو رہے تھے، اسے ہنوز ناکافی سمجھا، اس لیے بجائے متفرق کوششوں کے باقاعدہ کمیٹیاں بنائی گئیں۔

مستہزئین کی جماعت

ایک کمیٹی بنائی گئی جس کا امیر مجلس ابولہب تھا اور مکہ کے ۲۵ سردار اس کے ممبر تھے اس کمیٹی میں حل طلب سوال ایک یہ بھی تھا کہ جو لوگ دور دراز سے مکہ میں آتے ہیں، انہیں محمد ﷺ کی نسبت کیا کہا جائے تاکہ وہ لوگ اس کی

---

[1] صحیح بخاری عن ابن عمرو ابن العاص، باب ما لقی النبی من المشرکین۔

باتوں میں نہ پھنسیں اور اس کی عظمت کے قائل نہ ہوں۔ ایک نے کہا: ہم بتلایا کریں گے کہ وہ کاہن ہے۔
ولید بن مغیرہ (جو ایک خرانٹ بڈھا تھا) بولا: میں نے بہتیرے کاہن دیکھے ہیں، لیکن کہاں تو کاہنوں کی تک بندیاں اور کجا محمد ﷺ کا کلام، ہم کو ایسی بات نہ کہنی چاہیے۔ جس سے قبائل عرب یہ سمجھ لیں کہ ہم جھوٹ بھی بولتے ہیں۔
ایک نے کہا: ہم اسے دیوانہ بتایا کریں گے۔ ولید بولا: محمد ﷺ کو دیوانگی سے کیا نسبت ہے۔
ایک بولا: اچھا ہم کہیں گے، وہ شاعر ہے۔ ولید نے کہا: ہم جانتے ہیں کہ شعر کیا ہوتا ہے، اصناف سخن ہم کو بخوبی معلوم ہیں، محمد کے کلام کو شعر سے ذرا مشابہت نہیں۔
ایک بولا: ہم بتایا کریں گے کہ وہ جادوگر ہے۔ ولید نے کہا: جس طہارت ولطافت ونفاست سے محمد رہتا ہے، وہ جادوگروں میں کہاں ہوتی ہے، جادوگروں کی منحوس صورتیں اور نجس عادتیں الگ ہی ہوتی ہیں۔

دشمنوں کا عجز آنحضرت ﷺ کی توصیف سے تعلیم نبوی پر کفار کی شہادت

اب سب نے عاجز ہوکر کہا: چچا! تم ہی بتاؤ کہ پھر کیا کہا جائے؟ ولید نے کہا: سچ تو یہ ہے کہ محمد کے کلام میں عجب شیرینی ہے، اس کی گفتگو نورس حلاوت ہے، کہنے کو تو بس یہی کہہ سکتے ہیں کہ اس کا کلام ایسا ہے، جس سے باپ بیٹے، بھائی بھائی، شوہر وزن میں جدائی ہوجاتی ہے اس لیے اس سے پرہیز کرنا چاہیے (ابن ہشام: ۱/ ۹۰ وشفاء قاضی عیاض: ۱۲۹)
آخر اس کمیٹی نے مندرجہ ذیل ریزولیوشن پر اتفاق کیا:

دشمنوں کی ریزولیوشن آنحضرت ﷺ کے خلاف

محمد کو ہر طرح سے دق کیا جائے، بات بات میں اس کی ہنسی اڑائی جائے، تمسخر اور ایذاء سے اسے سخت تکلیف دی جائے، محمد کے سچا سمجھنے والوں کو انتہاء درجہ کی تکالیف کا شکار کیا جائے۔

ہجرت حبش..... جب کفار نے مسلمانوں کو بے حد ستانا شروع کیا تو نبی ﷺ نے صحابہؓ کو اجازت دے دی کہ جو کوئی چاہے وہ اپنی جان وایمان کے بچاؤ کے لیے حبش کو چلا جائے۔ اس اجازت کے بعد ایک چھوٹا سا قافلہ ۱۲ مرد ۴ عورتوں کا رات کی تاریکی میں نکلا اور بندرگاہ شیبہ سے جہاز میں سوار ہوکر حبش کو روانہ ہوگیا (زاد المعاد: ۱/ ۲۴)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت

اس مختصر قافلہ کے سردار حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا (بنت النبیؐ) ان کے ساتھ تھیں۔
نبی ﷺ نے فرمایا: لوط وابراہیم علیہما السلام کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جنہوں نے راہ خدا میں ہجرت کی ہے۔ (رواہ حاکم)
قریش نے مسلمانوں کا حبش تک تعاقب کیا:..... ان کے پیچھے اور بھی مسلمان (۸۳ مرد ۱۸ عورتیں) مکہ سے نکلے اور روانہ ہوئے، ان میں نبی ﷺ کے چچیرے بھائی جعفر طیار رضی اللہ عنہ بھی تھے، قریش نے سمندر تک ان کا تعاقب کیا۔ مگر یہ کشتیوں میں بیٹھ کر روانہ ہوچکے تھے۔ حبش کا بادشاہ عیسائی تھا۔ مکہ کے کافر بھی اس کے پاس تحفے تحائف لے کر گئے اور جاکر کہا کہ ان لوگوں کو جو ہمارے ملک سے بھاگ کر آئے ہیں، ہمارے سپرد کردیا جائے۔ مسلمان دربار میں بلائے گئے، تب نبی ﷺ کے چچیرے بھائی جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے دربار میں یہ تقریر کی۔

دربار میں حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر اسلام پر

اے بادشاہ! ہم جہالت میں مبتلا تھے، بتوں کو پوجتے تھے، نجاست میں آلودہ تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ بیہودہ بکا کرتے تھے، ہم میں انسانیت اور سچی مہمانداری کا نشان نہ تھا۔ ہمسایہ کی رعایت نہ تھی۔ کوئی قاعدہ و قانون نہ تھا۔ ایسی حالت میں خدا نے ہم میں سے ایک بزرگ کو مبعوث کیا۔ جس کے حسب ونسب، سچائی، دیانتداری، تقوی، پاکیزگی سے ہم خوب واقف تھے۔ اس نے ہم کو توحید کی دعوت دی اور سمجھایا کہ اس اکیلے خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ جانیں۔ اس نے ہم کو پتھروں کی پوجا سے روکا۔ اس نے فرمایا کہ ہم سچ بولا کریں۔ وعدہ پورا کیا کریں، گناہوں سے دور رہیں۔ برائیوں سے بچیں، اس نے حکم دیا کہ ہم نماز پڑھیں، صدقہ دیا کریں اور روزے رکھا کریں، ہماری قوم ہم سے ان باتوں پر بگڑ بیٹھی ہے۔ قوم نے جہاں تک ہوسکا۔ ہم کو ستایا تا کہ ہم وحدہ لاشریک کی عبادت چھوڑ دیں اور لکڑی اور پتھر کی مورتوں کی پوجا کرنے لگ جائیں۔ ہم نے ان کے ہاتھوں بہت ظلم اور تکلیفیں اٹھائی ہیں اور جب مجبور ہو گئے، تب تیرے ملک میں پناہ لینے کے لیے آئے ہیں۔ (سیرت ابن ہشام جلد اول ص ۱۱۶)

بادشاہ نے یہ تقریر سن کر کہا: مجھے قرآن سناؤ، جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے اسے سورہ مریم سنائی، بادشاہ پر ایسی تاثیر ہوئی کہ وہ رونے لگ گیا اور اس نے کہا کہ ''محمد ﷺ تو وہی رسول ہیں جن کی خبر یسوع مسیح نے دی تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے اس رسول کا زمانہ ملا۔'' پھر بادشاہ نے مکہ کے کافروں کو دربار سے نکلوا دیا۔

جب مکہ کے کافروں نے دیکھا کہ حبش تک جانے کا بھی کچھ فائدہ نہ نکلا، تو انہوں نے کہا کہ آؤ محمد ﷺ کو پہلے تو لالچ دیں۔ پھر دھمکی دیں۔ کسی طرح تو مان ہی جائے گا۔ یہ مشورہ کر کے مکہ کا مشہور مال دار سردار جس کا نام عتبہ تھا۔ نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے یوں تقریر کی:

> ''میرے بھتیجے محمد! اگر تم اس کاروائی سے مال و دولت جمع کرنا چاہتے ہو تو ہم خود ہی تیرے پاس اتنی دولت جمع کر دیتے ہیں کہ تو مالا مال ہو جائے۔ اگر تم عزت کے بھوکے ہو تو اچھا ہم سب تم کو اپنا رئیس مان لیتے ہیں اگر حکومت کی خواہش ہے تو ہم تم کو بادشاہ عرب بنا دیتے ہیں جو چاہو سو کرنے کو حاضر ہیں مگر تم اپنا یہ طریق چھوڑ دو اور اگر تمہارے دماغ میں کچھ خلل آ گیا ہے۔ تو بتا دو کہ ہم تمہارا علاج کرائیں''۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو کچھ تم نے میری بابت کہا وہ ذرا بھی صحیح نہیں، مجھے مال عزت، دولت، حکومت کچھ درکار نہیں اور میرے دماغ میں خلل بھی نہیں، میری حقیقت تم کو قرآن کے اس کلام سے معلوم ہوگی۔''

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝

حٰمٓ۔ یہ فرمان خدا کے حضور سے آیا ہے، وہ بڑی رحمت والا اور نہایت رحم والا ہے، یہ برابر پڑھی جانے والی کتاب ہے، عربی

زبان میں سمجھ دار لوگوں کے لیے، اس میں سب باتیں کھلی کھلی درج ہیں، جو لوگ خدا کا حکم مانتے ہیں ان کے واسطے اس فرمان میں بشارت ہے اور جو انکار کرتے ہیں ان کو خدا کے عذاب سے ڈراتا ہے۔ تاہم بہت سے لوگوں نے اس فرمان سے منہ موڑ لیا ہے وہ اسے سنتے ہی نہیں اور کہتے ہیں کہ اس کا ہمارے دل پر کوئی اثر نہیں اور ہمارے کان اس کے شنوا نہیں اور ہم میں اور تم میں ایک طرح کا پردہ ہے تم اپنی تدبیر کرو، ہم اپنی (تدبیر) کر رہے ہیں، اے نبی! ان لوگوں سے کہہ دیجیے کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں، مگر مجھ پر وحی آتی ہے اور خدا کے فرشتے نے یہ بتا دیا ہے کہ سب لوگوں کا معبود صرف ایک ہے، اسی طرف متوجہ ہونا اور اسی سے گناہوں کی معافی مانگنا لازم ہے ان لوگوں پر افسوس ہے جو شرک کرتے ہیں اور صدقہ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں لیکن جو لوگ خدا پر ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ان کے لیے آخرت میں بڑا درجہ ہے۔"

کلام پاک کے سننے سے عتبہ پر ایک محویت کا عالم طاری ہو گیا۔ وہ ہاتھ پر سہارا دیے گردن پشت پر ڈالے ہوئے سنتا رہا اور بالآخر چپ چاپ اٹھ کر چلا گیا۔ قریش، جو نتیجہ ملاقات معلوم کرنے کے مشتاق بیٹھے تھے، سردار عتبہ کے پاس جمع ہو گئے۔ پوچھا: کیا دیکھا، کیا کہا، کیا سنا۔ عتبہ بولا: معشر قریش! میں ایسا کلام سن کر آیا ہوں جو نہ کہانت ہے، جو نہ شعر ہے، نہ جادو ہے، نہ منتر ہے، تم میرا کہا مانو، میرے رائے پر چلو۔ محمد کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ لوگوں نے یہ رائے سن کر کہا: لو عتبہ پر بھی محمد کی زبان کا جادو چل گیا۔ (ابن ہشام، ج اول ص ۱۰۰)

کفار کا عجیب حربہ: ..... جب لالچ کی تدبیر نہ چلی، تب سارے قبیلوں کے سردار اکٹھے ہوئے اور نبی ﷺ کے چچا ابو طالب کے پاس آ کر یوں تقریر کی:

> "ہم نے آپ کا بہت ادب کیا، آپ کا بھتیجا ہمارے ٹھاکروں اور بتوں کو جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے آئے اتنا سخت سست کہنے لگا ہے کہ اب ہم صبر نہیں کر سکتے۔ آپ اسے سمجھا کر چپ رہنے کی ہدایت کر دیں، ورنہ ہم اسے جان سے مار ڈالیں گے اور تم اکیلے ہم سب کا کچھ نہیں کر سکو گے"۔

سارے ملک کی عداوت دیکھ کر چچا کا دل درد اور محبت سے بھر گیا۔ اس نے نبی ﷺ کو بلایا اور سمجھایا کہ بت پرستی کا رد نہ کیا کرو، ورنہ میں بھی تمہاری کچھ حمایت نہیں کر سکوں گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

"چچا اگر یہ لوگ سورج کو میرے داہنے ہاتھ پر لا رکھیں اور چاند کو بائیں ہاتھ پر تب بھی میں اپنے کام سے نہ ہٹوں گا اور خدا کے حکم میں سے ایک حرف بھی کم و بیش نہ کروں گا۔ اس کام میں خواہ میری جان بھی جاتی رہے" (سیرۃ ابن ہشام ۱/۸۹)

اس ناکامی کے بعد قریش مکہ نے مشاورت کی کہ محمد کو قوم کے سامنے بلا کر سمجھانا چاہیے۔ اس مشاورت کے بعد انہوں نے نبی ﷺ کے پاس کہلا بھیجا کہ سرداران قوم آپ سے کچھ بات چیت کرنا چاہتے ہیں اور کعبہ کے اندر جمع ہیں۔ نبی ﷺ خوش خوش وہاں گئے کیونکہ حضور کو ان کے ایمان لے آنے کی بڑی ہی آرزو تھی۔ جب آنحضرت ﷺ وہاں جا بیٹھے، تو انہوں نے گفتگو کا آغاز اس طرح کیا:

"اے محمد! ہم نے تجھے یہاں بات کرنے کے لیے بلایا ہے۔ بخدا ہم نہیں جانتے کہ کوئی شخص اپنی قوم پر اتنی مشکلات لایا ہو، جس قدر تو نے اپنی قوم پر ڈال رکھی ہیں، کوئی خرابی ایسی نہیں جو تیری وجہ سے ہم پر نہ آ چکی ہو اب تم یہ بتاؤ کہ اگر تم اپنے اس نئے دین سے مال جمع کرنا چاہتے ہو تو ہم تمہارے لیے مال جمع کر دیں، اتنا کہ ہم میں

سے کسی کے پاس اتنا روپیہ نہ نکلے اور اگر شرف وعزت کے خواستگار ہو تو ہم تمہیں اپنا سردار بنالیں اور اگر تم سلطنت کے طالب ہو تو تمہیں اپنا بادشاہ مقرر کرلیں اور اگر تم سمجھتے ہو کہ جو چیز تمہیں دکھائی دیتی ہے، وہ کوئی جن ہے جو غالب آ گیا ہے۔ تو ہم ٹونے ٹوٹکوں کے لیے مال صرف کردیں تاکہ تم تندرست ہو جاؤ یا قوم کے نزدیک معذور سمجھے جاؤ۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تم نے جو کچھ کہا، میری حالت کے ذرا بھی مطابق نہیں، جو تعلیم میں لے کر آیا ہوں، وہ نہ طلب اموال کے لیے ہے، نہ جلب شرف یا حصول سلطنت کے واسطے ہے، بات یہ ہے کہ خدا نے مجھے تمہاری طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے، مجھ پر کتاب اتاری ہے، مجھے اپنا بشیر ونذیر بنایا ہے۔ میں نے اپنے رب کے پیغام تم کو پہنچا دیے ہیں اور تمہیں بخوبی سمجھا دیا ہے۔ اگر تم میری تعلیمات کو قبول کرو گے تو یہ تمہارے لیے دنیا وآخرت کا سرمایہ ہے اور اگر رد کرو گے، تب میں اللہ کے حکم کا انتظار کروں گا کہ وہ میرے لیے اور تمہارے لیے کیا حکم بھیجتا تھا۔"

قریش نے کہا:

"اچھا محمد! اگر تم ہماری ان باتوں کو نہیں مانتے تو ایک اور بات سنو۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہم کس قدر سختی اور تنگی سے دن کاٹ رہے ہیں، پانی ہمارے پاس سب سے کم ہے اور گزران ہماری سب سے تنگ ہے۔ اب تم خدا سے یہ سوال کرو کہ ان پہاڑوں[1] کو ہمارے سامنے سے ہٹا دے تاکہ ہمارے شہر کا میدان کھل جائے۔ نیز ہمارے لیے ایسی نہریں جاری کر دے جیسی شام وعراق میں جاری ہیں۔ نیز ہمارے باپ دادوں کو زندہ کر دے۔ ان زندہ ہونے والوں میں قصی بن کلاب[2] ضرور ہو، کیونکہ وہ ہمارا سردار تھا اور سچ بولا کرتا تھا۔ ہم اس سے تیری بابت بھی پوچھ لیں گے۔ اگر اس نے تیری باتوں کو سچ مان لیا اور تو نے ہمارے دوسرے سوالوں کو بھی پورا کر دیا۔ تب ہم بھی تجھے سچا جان لیں گے اور مان لیں گے کہ ہاں خدا کے ہاں تیرا ابھی کوئی درجہ ہے اور اس نے فی الحقیقت تجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ جیسا کہ تو کہہ رہا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"میں ان کاموں کے لیے رسول بنا کر نہیں بھیجا گیا، میں تو اس تعلیم کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور میں نے خدا کے پیغامات تمہیں سنا دیے ہیں، اگر تم اس تعلیم کو قبول کرلو گے، تو یہ تمہاری دنیا وآخرت کے لیے سرمایہ ہے اور اگر رد کرو گے تو میں خدا کے حکم کا انتظار کروں گا۔ جو کچھ اسے میرا اور تمہارا فیصلہ کرنا ہوگا، فرمائے گا"۔

قریش نے کہا: "اچھا! اگر تم ہمارے لیے کچھ نہیں کرتے تو خود اپنے ہی لیے خدا سے سوال کرو"۔

① ..... کہ وہ ایک فرشتے کو تمہارے ساتھ مقرر کردے، جو یہ کہتا رہا کرے کہ یہ شخص سچا ہے اور ہم کو تمہاری مخالفت سے منع بھی کردے۔

② ..... ہاں! تم اپنے لیے یہ بھی سوال کرو کہ باغ لگ جائیں بڑے بڑے محل بن جائیں، خزانہ میں سونا چاندی جمع

---

[1] منکران مکہ تو صرف مکہ کے پہاڑوں کو پرے ہٹا کر اپنا صحن کھلوانا چاہتے تھے۔ لیکن ایمان والوں کے لیے جبرائیل سے لے کر کوہ قاف تک کوئی پہاڑ بھی روک نہ بن سکا اور تمام روئے زمین گھر کا صحن بن گیا۔

[2] آنحضرت کے دادا عبد مناف کے والد کا نام ہے، جس نے بنو جرہم کو مکہ سے نکالا اور قریش کے قبیلوں کو اکٹھا کر کے مکہ میں آباد کیا اور رفادہ، دیت، سقایہ لوا، سفارت، حجابہ، از لام کی خدمات کو تقسیم کر دیا (دیکھو جلد ۲۔ رحمۃ للعالمین ﷺ)

ہو جائے جس کی تمہیں ضرورت بھی ہے۔ اب تک تم خود ہی بازار میں جاتے اور اپنی معاش تلاش کیا کرتے ہو، ایسا ہو جانے کے بعد ہی ہم تمہاری فضیلت اور شرف کی پہچان حاصل کر سکیں گے اور تمہیں خدا کا رسول سمجھ سکیں گے۔[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں ایسا نہ کروں گا اور خدا سے بھی ایسا سوال نہ کروں گا اور ان باتوں کے لیے میں مبعوث بھی نہیں ہوا، مجھے تو اللہ نے بشیر و نذیر بنایا ہے۔ تم مان لو تو تمہارے لیے ذخیرہ دارین ہے، ورنہ میں صبر کروں گا اور خدا کے فیصلے کا منتظر رہوں گا۔''

قریش نے کہا: ''اچھا! تم آسمان کا ٹکڑا ہی توڑ کر ہم پر گرا دو، کیونکہ تمہارا زعم یہ ہے کہ اگر خدا چاہے۔ تو ایسا کر سکتا ہے، پس جب تک تم ایسا نہ کرو گے، ہم ایمان نہیں لانے کے۔[2]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ خدا کے اختیار میں ہے، وہ اگر چاہے تو ایسا کرے۔''

قریش نے کہا: ''محمد! یہ تو بتاؤ کہ تیرے خدا نے تجھے پہلے سے یہ نہ بتایا کہ ہم تجھے بلائیں گے، ایسے ایسے سوال کریں گے یہ یہ چیزیں طلب کریں گے، ہماری باتوں کا یہ جواب ہے اور خدا کا منشا ایسا ایسا کرنے کا ہے۔''

چونکہ تیرے خدا نے ایسا نہیں کیا اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے سنا ہے وہ صحیح ہے کہ یمامہ میں ایک شخص رہتا ہے، اس کا نام رحمن ہے۔[3] وہی تجھے ایسی باتیں سکھاتا ہے۔ ہم تو رحمن پر کبھی ایمان نہیں لانے کے۔

محمد دیکھو! آج ہم نے اپنے سب عذرات سنا دیے ہیں، اب ہم تجھ سے قسمیہ یہ بھی کہے دیتے ہیں کہ ہم تجھے اس تعلیم کی اشاعت کبھی نہ کرنے دیں گے۔ حتی کہ ہم مر جائیں یا تو مر جائے۔ یہاں تک بات چیت ہوئی تھی کہ ایک ان میں سے بولا ہم ملائکہ کی عبادت کرتے ہیں جو خدا کی بیٹیاں ہیں۔

دوسرا بولا: محمد! ہم تیری بات کا یقین کریں گے جب تک کہ خدا اور فرشتے ہمارے سامنے نہ آ جائیں۔''

نبی کریم ﷺ آخری بات سن کر اٹھ کھڑے ہوئے، نبی کے ساتھ عبداللہ بن ابوامیہ بن مغیرہ بھی اٹھ کھڑا ہوا یہ آپ ﷺ کا پھوپھی زاد بھائی (عاتکہ بن عبدالمطلب کا بیٹا) تھا، اس نے کہا:

''محمد! دیکھو! تمہاری قوم نے اپنے لیے کچھ چیزوں کا تم سے سوال کیا، وہ بھی تم نے نہ مانا۔ پھر انہوں نے یہ چاہا کہ تم خود اپنے ہی لیے ایسی علامات کا اظہار کرو جس سے تمہاری قدر و منزلت کا ثبوت ہو سکتا ہو، اسے بھی تم نے قبول نہ کیا۔ پھر انہوں نے اپنے لیے تھوڑا سا وہ عذاب بھی چاہا، جس کا خوف تم دلایا کرتے ہو۔ تم نے اس کا بھی اقرار نہ کیا، پس اب میں تم پر کبھی ایمان نہیں لانے کا اگر چہ تم میرے سامنے آسمان کو زینہ لگا کر اوپر چڑھ جاؤ اور میرے سامنے اس زینے سے اترو اور تمہارے ساتھ چار فرشتے بھی آئیں اور وہ تمہاری شہادت بھی دیں۔ میں تو تب بھی تم

---

[1] دنیوی ثروت و امارت محل و بستان سرا وغیرہ جن کو اہل مکہ نے صداقت کا نشان ٹھہرایا تھا۔ وہ نشان ایمان والوں کے ساتھ خدا نے پورے کیے اور معلوم ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ کی تعلیم فی الحقیقت دنیا کی بہتری کے لیے سرمایہ تھی جیسا کہ آخرت کے لیے وہ بالضرور خیر ہے۔

[2] جس عذاب کی درخواست ان لوگوں نے کی تھی، جنگ بدر کے دن وہ ان پر اترا اور انکار کرنے والوں اور تمسخر کرنے والوں میں سے کوئی ایک بھی زندہ نہ بچا۔

[3] خدا کے اسمائے حسنیٰ اسلام نے بتائے ہیں، ان میں رحمن ایسا نام ہے جس سے عرب ہرگز واقف نہ تھے۔ اس لیے وہ خدا کے نام رحمن سے بہت چڑا کرتے تھے اور کہا کرتے کہ یہ کسی گمنام شخص کا نام ہوگا۔ رحمن رحمت سے مبالغہ کا صیغہ ہے، یعنی کمال رحمت والا۔

پر ایمان نہیں لاؤں گا۔[1]

نبی ﷺ اس ردوانکار پر بھی برابر قریش کو اسلام کی ہدایت کیا کرتے اور فرمایا کرتے کہ میری تعلیم ہی میں سب کچھ تمہارے لیے موجود ہے، جن دانشمندوں نے ایمان قبول کیا اور تعلیم نبوی پر کاربند ہوئے انہیں اس سے زیادہ معارف وفوائد حاصل ہو گئے، جس کا سوال کفار نے کیا تھا۔ ہم کو اس موقع پر انجیل کا وہ مقام یاد آتا ہے۔ جس میں مسیح علیہ السلام کی آزمائش کے لیے شیطان نے کئی سوال کیے اور مسیح علیہ السلام نے ان کا جواب انکار میں دیا (انجیل متی ۴، باب از ا تا ۱۱ درس)

حقیقت یہ ہے کہ خدا کے برگزیدہ رسول اپنی صداقت کے ثبوت میں اپنی تعلیم پیش کیا کرتے ہیں، معجزہ یا خرق عادت کو پیش نہیں کیا کرتے۔ کیونکہ پھر صفت ایمان بالغیب کی خوبی باقی نہیں رہتی اگرچہ دیگر اوقات میں کسی ضرورت کے لیے ان سے معجزات کا صدور بھی بکثرت ہوتا رہتا ہے۔

سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام

نبوت کے چھٹے برس کا ذکر ہے کہ ایک روز ہمارے نبی ﷺ کوہ صفا پر بیٹھے ہوئے تھے ابوجہل وہاں پہنچ گیا، اس نے نبی علیہ السلام کو پہلے گالیاں دیں اور جب نبی علیہ السلام گالیاں سن کے چپ رہے تو اس نے ایک پتھر حضور کے سر پر پھینک مارا جس سے خون چلنے لگا۔ نبی ﷺ کے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی۔ وہ ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے قرابت کے جوش میں ابوجہل کے پاس پہنچے اور اس کے سر پر اس زور سے کمان کھینچ ماری کہ وہ زخمی ہو گیا، حمزہ رضی اللہ عنہ پھر نبی علیہ السلام کے پاس گئے اور کہا: بھتیجے! تم یہ سن کر خوش ہو گئے کہ میں نے ابوجہل سے تمہارا بدلہ لے لیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: چچا! میں ایسی باتوں سے خوش نہیں ہوا کرتا، ہاں! تم مسلمان ہو جاؤ تو مجھے بڑی خوشی ہو۔ حمزہ رضی اللہ عنہ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام لانا

امیر حمزہ رضی اللہ عنہ سے تین دن پیچھے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے، یہ بڑے دلیر اور بہادر تھے۔ قریش کی طرف سے بیرونی ممالک کی سفارت کا کام ان سے متعلق تھا، ایک دن عمر رضی اللہ عنہ اپنی بہادری کے بھروسے پر نبی ﷺ کے قتل کا ارادہ کر کے گھر سے نکلے، بدن پر سب ہتھیار سجا رکھے تھے، راستے میں ان کو پتہ لگا کہ بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر بہن کے گھر گئے، ان دونوں کو خوب مارا۔ ان کی بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا[2] نے کہا: عمر! تم پہلے وہ کتاب سن لو، جسے سن کے ہم ایمان لے آئے ہیں، اگر وہ تم کو اچھی نہ لگے تو ہم کو مار ڈالنا۔ عمر نے کہا: اچھا۔ اس وقت ان کے گھر میں نبی ﷺ کا ایک صحابی بھی تھا جو عمر رضی اللہ عنہ کے آجانے سے چھپ گیا تھا اس نے قرآن مجید

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۱ ص ۱۰۱ ناظرین نے دیکھا کہ اسلام کی عداوت میں عبداللہ کتنا سخت ہے، لیکن چند سال بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ فتح مکہ سے پیشتر یہی عبداللہ بجذبہ توفیق ربانی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام لایا۔ اہل دانش جان سکتے ہیں کہ ایسے شخص کا گرویدہ اسلام ہو جانا نبی ﷺ کا ایسا معجزہ ہے جو آسمان پر زینہ لگا کر چڑھ جانے نوشتہ لانے، فرشتوں کی شہادت دینے سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ یہ تو وہ باتیں ہیں جن کے دیکھ لینے کے بعد بھی عبداللہ ایمان نہیں لانا چاہتا تھا۔

[2] فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ عنہا خواہر عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور زوجہ سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سعید عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، سابقین الاولین میں سے ہیں۔ سعید کے والد زید وہ ہیں جنہوں نے دین ابراہیمی کی تلاش میں شام و فلسطین کا سفر کیا تھا۔ بالآخر یہود و نصاریٰ سے یہ بات پر کر کہ نبی آخر الزماں ﷺ مکہ میں ہوں گے، مکہ میں آ گئے۔

(سورۂ طٰہٰ کا پہلا رکوع) سنایا۔ عمر رضی اللہ عنہ قرآن سن رہے تھے اور بے اختیار رو رہے تھے۔ غرض! عمر رضی اللہ عنہ اس وقت سے نبی ﷺ اور قرآن پر ایمان لے آیا، جو گھر سے قاتل بن کر نکلا تھا۔ وہ جاں نثار بن گیا۔ آگے چل کر ان کا لقب ''فاروق'' ہوا۔ اس وقت تک مسلمان نماز اپنے گھروں میں چھپ چھپ کر پڑھا کرتے تھے۔ اب کعبہ میں جا کر پڑھنے لگے، کافر یہ دیکھ کر اور بھی زیادہ جلے اور مسلمانوں کو بے حد تکلیف دینے لگے اور نبی ﷺ کے ساتھ بھی گستاخی سے پیش آتے تھے۔ نبی ﷺ اپنے قبیلہ سمیت تین سال تک پہاڑی کی گھاٹی کے اندر محصور رہے۔

جب کفار نے دیکھا کہ ایسی اذیتوں اور تکلیفوں پر بھی نبی ﷺ اپنی تعلیم پر قائم ہے اور بے نظیر جرأت اور انتھک محنت سے اپنا کام کیے جاتا ہے تو بماہ محرم ۷ ھ نبوت انہوں نے کہا کہ بنو ہاشم جو نبی ﷺ کا قبیلہ ہے اگرچہ مسلمان نہیں ہوا۔ پھر بھی نبی کا ساتھ نہیں چھوڑتا، آؤ ان سے رشتہ ناطہ کرنا چھوڑ دو، انہیں گلی بازار میں پھرنے دو، ان کو کوئی چیز مول بھی نہ دو۔ اس بات کا معاہدہ کیا گیا اور کعبہ پر لٹکایا گیا۔ نبی ﷺ اور ان کا قبیلہ مجبور ہو گئے۔ گھر بار چھوڑ کر پہاڑ کی گھاٹی میں محبوس و محصور ہو کے رہنے لگے۔ قریش نے اجناس خوردنی کا جانا بھی بند کر دیا۔ بنی ہاشم کے بچے بھوک کے مارے اس قدر رویا کرتے، کہ ان کی آواز گھاٹی کے باہر تک سنائی دیتی۔ (زاد المعاد: ۱/۲۹۹)

تین برس تک نبی ﷺ اور ان کے خاندان نے اسی طرح کاٹے اور جو مسلمان تھے وہ بھی اپنے گھروں میں قیدی بن کے رہنے لگے۔ حج کے دنوں میں جب کافر بھی دشمن سے لڑنا حرام جانتے تھے، نبی علیہ السلام اس گھاٹی سے باہر نکلا کرتے تھے اور لوگوں کو خدا پر ایمان لانے کا وعظ سنایا کرتے تھے۔ کم بخت ابولہب صبح سے شام تک نبی ﷺ کے پیچھے پیچھے پھرا کرتا اور کہا کرتا۔ لوگو! یہ دیوانہ ہے۔ اس کی بات نہ سنو، جو کوئی اس کی بات سنے گا اور مانے گا۔ وہ تباہ ہو جائے گا۔ تین برس تک نبی علیہ السلام نے اس سختی کو نہایت صبر و استقلال سے برداشت کیا۔ جب کافروں نے گھاٹی پر سے پہرے اٹھا لیے اور دیمک نے ان کے معاہدہ کا کاغذ کھا لیا جو کعبہ پر لٹکایا گیا تھا۔ تب نبی ﷺ باہر نکلے اور پھر وعظ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ایک روز نبی علیہ السلام مسجد الحرام میں داخل ہوئے۔ وہاں مشرک سردار بیٹھے ہوئے تھے ابوجہل نے نبی ﷺ کو دیکھا اور تمسخر سے کہا: عبد مناف والو! دیکھو تمہارا نبی آ گیا۔

عتبہ بن ربیعہ بولا: ''ہمیں کیا انکار ہے، ہم میں سے کوئی نبی بن بیٹھے۔ کوئی فرشتہ کہلائے۔''

نبی ﷺ یہ باتیں سن کر لوٹے اور ان کے پاس آئے، پہلے عتبہ سے فرمایا:

عتبہ! تو نے خدا اور رسول کی حمایت کبھی بھی نہ کی، تو اپنی ہی بات کی پچ پر اڑا رہا۔

پھر ابوجہل سے فرمایا: تیرے لیے وہ وقت بہت قریب آ رہا ہے، دور نہیں ہے رہا کہ تو تھوڑا ہنسے گا اور بہت روئے گا۔

پھر قریش سے فرمایا: تمہارے لیے وہ ساعت نزدیک آ رہی ہے کہ جس دین کا تم انکار کرتے ہو، آخر اسی میں داخل ہو جاؤ گے۔ (طبری: صفحہ ۲۳۱)۔ ناظرین اس کتاب میں دیکھیں گے کہ یہ پیش گوئی کیوں کر پوری ہوئی۔

ابوطالب کا انتقال: ..... ۱۰ نبوت میں نبی ﷺ کے چچا ابوطالب کا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ مرتضیٰ کے والد تھے، انتقال ہو گیا۔ ابوطالب نے لڑکپن سے نبی ﷺ کی تربیت کی تھی اور جب سے آنحضرت ﷺ نے نبوت کی دعوت اور منادی شروع کی تھی، وہ برابر مددگار رہے تھے، اس لیے نبی ﷺ کو ان کے مرنے کا صدمہ ہوا۔

ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا انتقال

ان سے تین دن پیچھے نبی علیہ السلام کی پیاری بیوی طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا۔ اس بیوی نے اپنا سارا مال وزر نبی ﷺ کی خوشی پر قربان اور راہ خدا میں صرف کر دیا تھا۔ یہ سب سے پہلے اسلام لائی تھی۔ جبرئیل علیہ السلام نے اس بیوی کو خدا کا سلام پہنچایا تھا۔ اس بیوی کے گزر جانے کا رنج نبی علیہ السلام پر بہت ہوا۔ اب قریش نے نبی ﷺ کو زیادہ ترستانا شروع کر دیا۔ ایک دفعہ ایک شریر نے نبی ﷺ کے سر پر کیچڑ پھینک دی۔ آنحضرت ﷺ اسی طرح گھر میں داخل ہوئے۔ نبی ﷺ کی بیٹی اٹھی، وہ سر دھلاتی تھی روتی جاتی تھی نبی ﷺ نے فرمایا: ''پیاری بیٹی تم کیوں روتی ہو، تمہارے باپ کی حفاظت خدا خود فرمائے گا'' (تاریخ طبری: ۲۲۶)

نبی ﷺ کا تبلیغ کے لیے مختلف قبائل کی جانب سفر کرنا

اگرچہ ابوطالب کا سہارا جاتا رہا، اگرچہ خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی بیوی جو مصیبتوں اور تکلیفوں میں نہایت غم گسار تھی، جدا ہوگئی، نبی ﷺ نے اب زیادہ جوش سے وعظ کا کام شروع کر دیا چنانچہ تھوڑے ہی دنوں بعد نبی اللہ ﷺ مکہ سے نکلے اور مکہ سے باہر والوں کو وعظ کے لیے تشریف لے گئے، نبی ﷺ کے ساتھ اس سفر میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔ مکہ اور طائف کے درمیان جتنے قبیلے تھے سب کو وعظ سناتے، توحید کی منادی کرتے ہوئے نبی ﷺ پیادہ پا طائف پہنچے، طائف میں بنوثقیف آباد تھے، سرسبز ملک اور سرد پہاڑ پر رہنے کی وجہ سے ان کے غرور کی کوئی حد نہ تھی، عبد یالیل، مسعود، حبیب، تینوں بھائی وہاں کے سردار تھے۔ نبی ﷺ پہلے ان ہی سے ملے اور انہیں اسلام کی دعوت فرمائی۔ ان میں سے ایک بولا: ''میں کعبہ کے سامنے ڈاڑھی منڈوادوں، اگر تجھے اللہ نے رسول بنایا ہو۔

دوسرا بولا: کیا خدا کو تیرے سوا اور کوئی بھی رسول بنانے کو نہ ملا جسے چڑھنے کی سواری بھی میسر نہیں۔ اسے رسول بنایا تھا تو کسی حاکم یا سردار کو بنایا ہوتا۔ تیسرا بولا کہ ''میں تجھ سے کبھی بات ہی نہیں کرنے کا کیونکہ اگر تو خدا کا رسول ہے جیسا کہ تو کہتا ہے تب تو یہ خطرناک بات ہے کہ میں تیرے کلام کو رد کر دوں اور اگر تو خدا پر جھوٹ بولتا ہے تو مجھے شایاں نہیں کہ تجھ سے بات کروں۔ نبی ﷺ اللہ نے فرمایا: اب میں تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ اپنے خیالات اپنے ہی پاس رکھو ایسا نہ ہو کہ یہ خیالات دوسرے لوگوں کے ٹھوکر کھانے کا سبب بن جائیں۔

نبی ﷺ نے وعظ کہنا شروع فرمایا: ان سرداروں نے اپنے غلاموں اور شہر کے لڑکوں کو سکھا دیا۔ وہ لوگ وعظ کے وقت نبی ﷺ پر اتنے پتھر پھینکتے کہ حضور لہو میں تر بتر ہو جاتے، خون بہہ بہہ کر جوتے میں جم جاتا اور وضو کے لیے پاؤں سے جوتا نکالنا مشکل ہو جاتا۔ ایک دفعہ بدمعاشوں اور اوباشوں نے نبی ﷺ کو اس قدر گالیاں دیں، تالیاں بجائیں، چیخیں لگائیں کہ خدا کے نبی ﷺ ایک مکان کے احاطے میں جانے پر مجبور ہوئے۔ یہ جگہ عتبہ وشیبہ فرزندان ربیعہ کی تھی انہوں نے دور سے اس حالت کو دیکھا اور نبی ﷺ پر ترس کھا کر اپنے غلام عداس کو کہا کہ ایک پلیٹ میں انگور رکھ کر اس شخص کو دے آؤ۔ غلام نے انگور نبی ﷺ کے سامنے لا کر رکھ دیے، نبی ﷺ نے انگوروں کی طرف ہاتھ بڑھایا اور زبان سے فرمایا۔ ''بسم اللہ'' اور پھر انگور کھانے شروع کیے۔ عداس نے حیرت سے نبی ﷺ کی طرف دیکھا اور پھر کہا: یہ ایسا کلام ہے کہ یہاں کے باشندے نہیں بولا کرتے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم کہاں کے ہو اور تمہارے مذہب کیا ہے۔''

عداس نے جواب دیا: ''میں عیسائی ہوں اور نینوی کا باشندہ ہوں۔''

نبی ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم مرد صالح یونس بن متی کے شہر کے باشندے ہو۔''

عداس نے کہا: ''آپ کو کیا خبر ہے کہ یونس بن متی کون تھا اور کیسا تھا۔''

نبی ﷺ نے فرمایا: ''وہ میرا بھائی ہے، وہ بھی نبی تھا اور میں بھی نبی ہوں۔''

عداس یہ سنتے ہی جھک پڑا اور اس نے نبی ﷺ کا سر، ہاتھ، قدم چوم لیے۔ عقبہ بن شیبہ نے دور سے غلام کو ایسا کرتے دیکھا اور آپس میں کہنے لگے: لو غلام تو ہاتھوں سے نکل گیا جب عداس اپنے آقا کے پاس لوٹ کر گیا تو انہوں نے کہا: ''کم بخت! تجھے کیا ہو گیا تھا کہ اس شخص کے ہاتھ پاؤں، سر چومنے لگ گیا تھا۔''

عداس نے کہا: ''حضور عالی! آج اس شخص سے بہتر روئے زمین پر کوئی بھی نہیں، اس نے مجھے ایسی بات بتائی جو صرف نبی ہی بتا سکتا ہے۔''

انہوں نے عداس کو ڈانٹ دیا کہ خبردار! کہیں اپنا دین نہ چھوڑ بیٹھنا، تیرا دین تو اس کے دین سے بہتر ہے (طبری)

اسی مقام پر ایک دفعہ وعظ کرتے ہوئے خدا کے رسول ﷺ کے اتنی چوٹیں لگیں کہ حضور بیہوش ہو کر گر پڑے، زیدؓ نے ان کو اپنی پیٹھ پر اٹھایا، آبادی سے باہر لے گئے، پانی کے چھینٹے دینے سے ہوش آیا۔

اسی سفر میں اتنی تکلیفوں اور ایذاؤں کے بعد اور ایک شخص تک کے مسلمان نہ ہونے کے رنج اور صدمہ کے وقت بھی نبی ﷺ کا دل خدا کی عظمت اور محبت سے بھرپور تھا۔ اس وقت جو دعا حضور نے مانگی اس کے الفاظ یہ ہیں:

اللھم الیك اشكو ضعف قوتی وقلة حیلتی و ھوانی علی الناس یا ارحم الراحمین۔ انت رب المستضعفین وانت ربی الی من تكلنی الی بعید[1] یجھمنی او الی عدو ملكته امری ان لم یكن علی غضبك فلا ابالی ولكن عافیتك ھی اوسع لی اعوذ بنور وجھك الذی اشرقت له الظلمت وصلح علیه امر الدنیا والآخرة من ان تنزل بی غضبك اویحل علی سخطك لك العتبی حتی ترضی ولا حول ولا قوه الابك۔

ترجمہ:..... ''الٰہی، اپنی کمزوری، بے سروسامانی اور لوگوں کی تحقیر کی بابت تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں، تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، درماندہ عاجزوں کا مالک تو ہی ہے اور میرا مالک بھی تو ہی ہے مجھے کس کے سپرد کیا جاتا ہے، کیا بیگانہ ترش رو کے یا اس دشمن کے جو کام پر قابو رکھتا ہے، لیکن مجھ پر تیرا غضب نہیں تو مجھے اس کی کچھ پروا نہیں کیونکہ تیری عافیت میرے لیے زیادہ وسیع ہے۔ میں تیری ذات کے نور کی پناہ چاہتا ہوں جس سے سب تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور دنیا و دین کے کام اس سے ٹھیک ہو جاتے ہیں، کہ تیرا غضب مجھ پر اترے یا تیری ناراضمندی مجھ پر وارد ہو۔ مجھے تیری ہی رضامندی اور خوشنودی درکار ہے اور نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے''۔

نبی ﷺ نے طائف سے واپس ہوتے ہوئے یہ بھی فرمایا:

---

[1] طبری نے لفظ بعید روایت کیا ہے جس کا ترجمہ بیگانہ کیا گیا ہے۔ ابن ہشام و ابن اثیر نے لفظ محمد روایت کیا ہے۔ جس کے معنی دوست کے ہو سکتے ہیں۔

''میں ان لوگوں کی تباہی کے لیے کیوں دعا کروں، اگر یہ لوگ خدا پر ایمان نہیں لاتے تو کیا ہوا۔ امید ہے کہ ان کی آئندہ نسلیں ضرور ایک خدا پر ایمان لانے والی ہوں گی۔ (صحیح مسلم عن عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا)

مختلف مقامات پر نبی ﷺ کا تبلیغ کے لیے جانا

مکہ میں واپس آ کر نبی ﷺ نے اب ایسا کرنا شروع کیا کہ مختلف قبیلوں کی سکونت گاہوں میں تشریف لے جاتے یا مکہ سے باہر چلے جاتے اور جو کوئی مسافر آتا جاتا مل جاتا اسے ایمان اور خدا پرستی کا وعظ فرماتے، انہی ایام میں قبیلہ بنو کندہ میں تشریف لے گئے۔ سردار قبیلہ کا نام ملیح تھا اور قبیلہ بنو عبداللہ کے ہاں بھی پہنچے، انہیں فرمایا کہ تمہارے باپ کا نام عبداللہ تھا۔ تم بھی اسم بامسمی ہو جاؤ! قبیلہ بنو حنیفہ کے گھر میں تشریف لے گئے انہوں نے سارے عرب میں سب سے بدتر طریق پر نبی ﷺ کا انکار کیا۔ قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ کے پاس گئے۔ سردار قبیلہ کا نام بحیرہ بن فراس تھا۔ اس نے دعوت اسلام سن کر نبی ﷺ سے پوچھا: بھلا اگر ہم تیری بات مان لیں اور تو مخالفین پر غالب آ جائے۔ تو کیا تو یہ وعدہ کرتا ہے کہ تیرے بعد یہ امر مجھ سے متعلق ہوگا۔ ''نبی ﷺ نے فرمایا: یہ تو خدا کے اختیار میں ہے، وہ جسے چاہے گا میرے بعد اسے مقرر کرے گا۔'' بحیرہ بولا: ''خوب! اس وقت تو عرب کے سامنے سینہ سپر ہم بنیں اور جب تیرا کام بن جائے تو مزے کوئی اور اڑائے۔ جاؤ! ہم کو تیرے کام سے کچھ سروکار نہیں۔ قبائل کے سفر میں حضور ﷺ کے رفیق طریق ابوبکر صدیق تھے۔

حضرت سوید بن صامت رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا:..... انہی ایام میں نبی علیہ السلام کو سوید بن صامت رضی اللہ عنہ ملا، اس کا لقب اپنی قوم میں کامل تھا۔ نبی ﷺ نے اسے دعوت اسلام فرمائی۔ وہ بولا: ''شاید آپ کے پاس وہی کچھ ہے۔ جو میرے پاس ہے'' نبی ﷺ نے پوچھا: ''تمہارے پاس کیا ہے''۔ وہ بولا: ''حکمتِ لقمان'' نبی علیہ السلام نے فرمایا: بیان کرو۔ اس نے کچھ عمدہ اشعار اپنے سنائے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: یہ اچھا کلام ہے، لیکن میرے پاس قرآن ہے۔ جو اس سے افضل تر ہے اور ہدایت و نور ہے۔'' اس کے بعد نبی ﷺ نے اسے قرآن سنایا اور وہ بے تامل اسلام لے آیا۔ جب یثرب لوٹ کر گیا تو قوم خزرج نے اسے قتل کر ڈالا۔ (طبری ۲۳۲)

سفارت یثرب میں تبلیغ فرمانا اور ایاس بن معاذؓ کا راہ یاب ہونا

انہی ایام میں ابوالحیسر انس بن رافع مکہ آیا۔ اس کے ساتھ بنی عبدالاشہل کے بعد چند نوجوان تھے جن میں ایاس بن معاذ رضی اللہ عنہ بھی تھا، یہ لوگ قریش کے ساتھ اپنی قوم خزرج کی طرف سے معاہدہ کرنے آئے تھے۔ نبی ﷺ ان کے پاس گئے اور فرمایا: میرے پاس ایسی چیز ہے، جس میں تم سب کی بہبود ہے۔ کیا تمہیں کچھ رغبت ہے۔ وہ بولے: کہ ایسی کیا چیز ہے؟ فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں، مخلوق کی طرف مبعوث ہوں، بندگان خدا کو دعوت دیتا ہوں کہ خدا ہی کی عبادت کریں اور شرک نہ کریں، مجھ پر خدا نے کتاب نازل کی ہے۔'' پھر ان کے سامنے اسلام کے اصول بیان فرمائے اور قرآن مجید بھی پڑھ کر سنایا۔ ایاس بن معاذ جو ابھی نوجوان تھا۔ سنتے ہی بولا: ''اے قوم میری! بخدا یہ تمہارے لیے اس مقصد سے بہتر ہے، جس کے لیے تم یہاں آئے ہو۔''

انس بن رافع نے کنکریوں کی مٹھی بھر کر اٹھائی اور ایاس کے منہ پر پھینک ماری اور کہا: بس چپ رہ! ہم اس کام

کے لیے تو نہیں آئے۔ رسول اللہ ﷺ اٹھ کر چلے گئے۔ یہ واقعہ جنگ بعاث سے، جو اوس وخزرج میں ہوئی، پہلے کا ہے، ایاس واپس جا کر چند روز کے بعد مر گیا۔ مرتے وقت اس کی زبان پر تسبیح، وتحمید وتہلیل وتکبیر جاری تھی۔ مرحوم کے دل میں نبی ﷺ کے اسی وعظ سے اسلام کا بیج بویا گیا تھا۔ جو مرتے وقت پھل پھول لے آیا تھا۔

حضرت ضماد ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روئداد قبول اسلام

انہی ایام میں ضماد ازدی مکہ میں آیا۔ یہ یمن کا باشندہ تھا اور عرب کا مشہور افسون گر تھا۔ جب اس نے سنا کہ محمد پر جنابت کا اثر ہے تو اس نے قریش سے کہا کہ میں محمد کا علاج منتر سے کر سکتا ہوں۔ یہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا محمد! آؤ تمہیں منتر سناؤ، نبی ﷺ نے فرمایا کہ پہلے مجھ سے سن لو، پھر آنحضرت ﷺ نے اسے سنایا:

الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ واشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ و اشھدان محمدا عبدہ ورسولہ۔ اما بعد

ترجمہ:..... ”سب تعریف اللہ کے واسطے ہے، ہم اس کی نعمتوں کا شکر کرتے ہیں اور ہر کام میں اس کی اعانت چاہتے ہیں، جسے خدا راہ دکھاتا ہے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے خدا ہی رستہ نہ دکھائے اس کی کوئی رہبری نہیں کر سکتا۔ میری شہادت یہ ہے کہ خدا کے سوا عبادت کے لائق کوئی بھی نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں یہ بھی ظاہر کرتا ہوں کہ محمد خدا کا بندہ اور رسول ہے۔ اس کے بعد مدعا یہ ہے“۔

ضمادؓ نے اسی قدر سنا تھا، بول اٹھا کہ انہی کلمات کو پھر سنا دیجیے۔ دو تین دفعہ اس نے انہی کلمات کو سنا اور پھر بے اختیار بول اٹھا۔ میں نے بہتیرے کاہن دیکھے اور ساحر دیکھے، شاعر سنے، لیکن ایسا کلام تو میں نے کسی سے بھی نہ سنا۔ یہ کلمات تو ایک اتھاہ سمندر جیسے ہیں۔ محمد! خدارا اپنا ہاتھ بڑھاؤ کہ میں اسلام کی بیعت کر لوں (طبری: ۲۳۳)

معراج

۲۷ رجب ۱۰ نبوت کو معراج ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ عالم بالا کی سیر کرائی۔ (مسلم شریف)

اول مسجد الحرام سے بیت المقدس تک تشریف لے گئے۔ وہاں امام بن کر جماعت انبیاء کو نماز پڑھائی۔ پھر آسمانوں کی سیر کرائی اور انبیاء سے ان کے مقامات پر ملتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ اور بیت معمور تک پہنچے اور وہاں سے قرب حضوری خاص حاصل ہوا اور گونا گوں وحی سے مشرف ہوئے۔[1]

---

[1] علامہ ابن القیم لکھتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ومعاویہ وامام حسن بصری سے مروی ہے کہ اسری روح مبارک کو ہوا تھا اور جسم مبارک اپنی جگہ سے مفقود نہیں ہوا تھا۔ علامہ موصوف کہتے ہیں کہ اسراء روحی میں اور خواب میں بہت تفاوت ہے۔ اسری روحی سے مراد تو یہ ہے کہ روح مبارک کو ان جملہ مقامات کی سیر کرائی گئی اور خواب میں یہ بات نہیں ہوتی، یہ درجہ اتم واکمل، اشرف واعلیٰ ہے علمائے جمہور کا قول ہے کہ اسراء بدن وروح کے ساتھ تھا (زاد المعاد ص ۳۰۰) واضح ہو کہ عروج جسدی کا انکار آج کل کے فلسفہ خشک کی بنیاد پر فضول ہے کیونکہ جس قادر مطلق نے اجرام سماویہ کے بھاری بھرکم اجسام کو خلا میں مقام رکھا ہے۔ وہ جسم انسانی کے صغیر جرم کو خلا میں لے جانے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔ آج کل نائیٹروجن کی طاقت سے ہوائی جہاز اور جہازوں کے زور آدمی اڑ رہے ہیں۔ اس لیے خداوند کریم کا اپنے نبی کریم کو بسواری براق (جو برق سے مشتق اور الکوسٹی کی طاقت مخفیہ کی جانب اشارہ کن ہے) ملکوت السموت کی سیر کرانا کچھ بھی مستبعد نہیں۔ میرا اعتقاد یہ ہے کہ معراج جسم کے ساتھ اور بحالت بیداری تھی۔ (محمد سلیمان)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ [حجۃ اللہ البالغۃ: ۲/ ۲۰۴ میں] تحریر فرماتے ہیں:

واسرٰی به الی المسجدالاقصی ثم الی سدرة المنتهی والی ماشاء الله و کل ذٰلك بجسده فی الیقظة ولکن ذٰلك فی موطن هو برزخ بین المثال ـ والشهادة جامع لاحکامهما فظهر علی الجسد احکام الروح وتمثل الروح و المعانی الروحیة اجساداولذلك بان لکل واقعة من تلك الوقائع تعبیر .

ترجمہ:..... نبی ﷺ کو مسجد اقصیٰ تک پھر سدرۃ المنتہیٰ تک اور جہاں تک کہ خدا نے چاہا، سیر کرائی گئی، یہ سب کچھ جسم کے ساتھ بیداری میں تھا۔ لیکن یہ ایک مقام ہے، جو مثال اور شہادت کے درمیان برزخ ہے اور ہر دو عالم مذکورہ کے احکام کا جامع ہوتا ہے۔ پس جسم پر روح کے احکام ظاہر ہوئے اور روح اور معانی نے جسم قبول کر کے تمثل اختیار کیا۔ اسی لیے ان واقعات میں سے ہر واقعہ کی ایک حقیقت ہے۔

اماشق الصدر وملأه ایمانا فحقیقته غلبة انوار الملیکة وانطفاء لهب الطبیعة وخضوعها لمایفیض علیها من خطیرة القدس۔

① .....صدر کا چاک کرنا "اسے ایمان سے بھر دیا جانا" اس کی حقیقت ہے، انوار ملکیہ کا غلبہ ہو جانا اور شعلہ طبیعت کا بجھ جانا اور جو کچھ خطیرۃ القدس سے طبیعت کو فیضان ہوتا ہے۔ اس کے لیے مطیع بن جانا۔

واما رکوبه علی البراق فحقیقته استواء نفسه النطقیة علی نسمته التی هی الکمال الحیوانی فاستوٰی راکبا علی البراق کماغلبت احکام نفسه المنطقیة علی البهیمیة۔

② ..... براق پر سوار ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ نفس ناطقہ نسمیہ پر جو کمال حیوانی ہے، غالب آ جائے۔ پس آنحضرت ﷺ براق پر ایسی خوبی سے سوار ہوئے جیسا کہ حضور ﷺ کے نفس انسانی کے احکام قوت بہیمیہ پر غالب اور مسلط تھے۔

واماسرائه الی المسجدالاقصی فلانه محل ظهور شعائرالله ومتعلق همم الملاء الاعلی ومطمح انظار الانبیاء علیهم السلام فکانه کوة الی الملکوت۔

③ ..... مسجد اقصیٰ تک سیر اس لیے ہے کہ وہ شعائر الٰہیہ کے ظہور کا محل ہے۔ ملاء اعلےٰ کی ہمتیں اس سے متعلق ہیں اور وہ انبیاء علیہم السلام کی نگاہوں کی نظرگاہ ہے۔ گویا وہ ملکوت کی جانب ایک روزن ہے۔

واما ملاقاة مع الانبیاء صلوت الله علیهم و مفاخرته معهم فحقیقتها اجتماعهم من حیث ارتباطهم بخطیرة القدس و ظهور ما اختص به من بینهم من وجوه الکمال۔

④ ..... انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ملاقات اور مفاخرت کی حقیقت یہ ہے کہ خطیرۃ القدس سے ان کو اجتماعی ربط وضبط حاصل ہے اور پھر ان اجتماعی امور کی خصوصیات کا نہایت کاملیت اور خصوصیت کے ساتھ نبی ﷺ سے ظہور ہوا ہے۔

واما رقیة الی السمٰوٰت سماء بعد سماء فحقیقته الانسلاخ الی مستوی الرحمن منزلة بعد منزلة ومعرفة حال الملئکة الموکلة بها ومن لحق بهم افاضل البشروالتدبیر الذی اوحاه الله فیها والاختصام الذی یحصل فی ملاءها۔

⑤ ..... آسمانوں پر یکے بعد دیگرے چڑھنے کی حقیقت درجہ بدرجہ تعلقات طبعی سے نکل کر مستوی رحمن کی طرف جانا ہے نیز احوال ملائکہ کی معرفت جو اس مقام سے خصوصیت رکھتے ہیں نیز ملائکہ اور نسل انسانی کے ان بزرگوں کے احوال کی

شناخت جو ملائکہ سے ملے ہوئے ہیں۔ نیز اس تدبیر کلیہ کی معرفت جو مقام مذکور میں وحی ربانی سے بتائی گئی، نیز ان امور کی شناخت جن پر ملائکہ مسابقت کیا کرتے ہیں۔

واما بکاء موسیٰ فلیس بجسد و لکن مثال لفقده عموم الدعوة وبقاء کمال لم یحصله مما هو فی وجهه

⑥ ..... واضح ہو کہ گریہ موسیٰ سے جسد کا اظہار مراد نہیں، بلکہ اظہار اس امر کا ہے کہ ان کی رسالت تمام دنیا کے لیے عام نہ تھی اور اس طرح ایک کمال باقی تھا جو حضرت موسیٰ کو حاصل نہ تھا۔

واما سدرة المنتهی فشجرة الکون وترتب بعضها علی بعض وانجماعها فی تدبیر واحد کانجماء الشجر فی الغاذیة والنامیة ونحوهما ولم تتمثل حیوانا لان التدبیر الجمل الاجمالی الشبیهة للسیاسة الکلی افراده وانما اشبه الاشیاء به الشجرة دون الحیران فان الحیران فیه قوی تفصیلیة والا رادة فیه اصرح من سنن الطبیعة۔

⑦ ..... سدرۃ المنتہیٰ درخت عام ہے کہ ایک وجود دوسرے وجود پر مترتب اور پھر سب کے سب تدبیر واحد کے اندر جمع ہیں جیسا کہ درخت کا بھی غذا و نمو میں یہی حال ہے۔ واضح رہے کہ کسی حیوان سے اس کی تمثیل نہیں دی گئی۔ کیونکہ وہ تدبیر کلیہ اجمالیہ جو سیاست کلیہ سے مشابہت رکھتی ہے۔ وہ بھی مفرد ہے اور اسی لیے بہترین مشابہت اس کی درخت میں پائی جاتی ہے (کہ ایک ہی تنا پر مختلف شاخیں، ڈالیاں، ٹہنیاں اور پتے ہوتے ہیں اور غذا و نمو میں برابر سب مستفیض ہیں) اور حیوان میں یہ مشابہت پائی نہیں جاتی کیونکہ حیوان میں قوائے تفصیلیہ بھی ہیں اور قوت ارادہ بھی ہے اور یہ سنن طبعیہ سے زیادہ صریح ہیں۔

واما الانهار فی اصلها رحمة فائضة فی الملکوت حذو الشهادة وحیوة ونما فلذلك تعین هنالك بعض الامور النافعة فی الشهادة کالنیل والفرات۔

⑧ ..... دریاؤں کی اصل وہ رحمت فائضہ ہے جو عالم شہادت کے محاذی عالم ملکوت میں موجود ہے۔ نیز حیات اور نمو بھی اسی اصل میں شامل ہیں، اسی لیے ظاہرا چند اسباب نافعہ مثل نیل و فرات وغیرہ کا تعین کیا گیا ہے۔

واما الانوار التی غشینها فتدلیات الهیة و تدبیرات رحمانیة تلعلعت فی الشهادة حیث مااستعدت لها۔

⑨ ..... رہے وہ انوار جنہوں نے اسے ڈھانپ لیا تھا، یہ وہ تدلیات رحمانی اور تدبیرات الہیہ ہیں۔ جو عالم ظہور میں جلوہ گستر اور نور ریز ہیں، جہاں تک اس عالم میں ان کی استعداد پائی جاتی ہے

واما البیت المعمور فحقیقته التجلی الالهی الذی یتوجه الیه سجدات البشر وتضرعاتها یتمثل بیتا علی حذو ما عندهم من الکعبة وبیت المقدس۔

⑩ ..... بیت المعمور کی حقیقت وہ الٰہی تجلی ہے۔ جس کی طرف بندگان خدا کی دعاؤں اور سجدوں کا رخ ہوتا ہے اور وہ خانہ کعبہ و بیت المقدس کے محاذ میں، جیسا کہ لوگوں کا ان ہر دو کی بابت اعتقاد ہے۔ ایک گھر کا تمثل لیے ہوئے ہے۔

ثم اتی باناء من لبن واناء من خمر فا ختار اللبن ۔فقال جبریل هدیت للفطرة ولواخذت الخمر لغوت امتك فکان هو صلی الله علیه وسلم جامع امته ومنشاء ظهورهم وکان اللبن اختیار هم الفطرة والخمر اختیار هم لذات الدنیا

⑪ .....شب معراج نبی ﷺ کے سامنے ایک برتن دودھ کا، ایک برتن شراب کا پیش کیا گیا اور آنحضرت ﷺ نے دودھ کو پسند فرمایا اور جبریل علیہ السلام نے بتادیا کہ آپ نے فطرت اصلیہ کو پسند فرمایا۔ اگر شراب کا برتن آپ لے لیتے تو آپ کی امت بھٹک جاتی۔ دیکھو! نبی ﷺ اپنی امت کو فطرت پر جمع کرنے والے تھے اور دودھ سے مراد یہی ہے کہ امت فطرت کو پسند کرے اور خمر سے یہ مراد تھی کہ لذات دنیا کو پسند کرے۔

وامر بخمس صلوات بلسان التجوز لانها خمسون باعتبار الثواب ثم اوضح الله مراده تدريجا ليعلم ان الحرج مرفوع وان النعمة كاملة وتمثل هذا المعنى مستندا الى موسى فان اكثر الانبياء معالجة للامانة ومعرفة بسياستها۔

⑫ .....پانچ نمازوں کا تقرر بھی زبان تجویزی سے ہوا۔ یہ پانچ ثواب میں پچاس کے برابر ہیں۔ گویا رب کریم نے آہستہ آہستہ یہ سمجھایا ہے کہ ثواب تو (۵۰ کے برابر کا) کامل ہے ہرج اور مرج اٹھا دیا گیا ہے۔ یہ مطلب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سند سے متمثل کیا گیا ہے، کیونکہ جناب ممدوح امت کی اصلاح و درستی اور اصول سیاست امت کی شناخت میں اکثر انبیاء سے بڑھے ہوئے ہیں۔[1]

حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان لانا

انہی دنوں طفیل بن عمرو مکہ میں آیا، یہ قبیلہ دوس کا سردار تھا اور نواحیٔ یمن میں ان کے خاندان میں رئیسانہ حکومت تھی۔ طفیل بذات خود شاعر و دانش مند شخص تھا۔ اہل مکہ نے آبادی سے باہر جا کر اس کا استقبال کیا اور اعلیٰ پیمانہ پر اس کی خدمت اور تواضع کی طفیل کا اپنا بیان ہے۔ ”مجھے اہل مکہ نے یہ بھی بتایا کہ یہ شخص جو ہم میں سے نکلا ہے، اس سے ذرا بچنا۔ اسے جادو آتا ہے۔ جادو سے باپ، بیٹے، زن و شوہر، بھائی بھائی میں جدائی ڈال دیتا ہے۔ ہماری جمعیت کو پریشان اور ہمارے کام ابتر کر دیے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ تمہاری قوم پر بھی ایسی ہی کوئی مصیبت پڑے، اس لیے ہماری زور سے یہ نصیحت ہے کہ نہ اس کے پاس جانا۔ نہ اس کی بات سننا اور نہ خود بات چیت کرنا۔

یہ باتیں انہوں نے ایسی عمدگی سے میرے ذہن نشین کر دیں کہ جب میں کعبہ میں جانا چاہتا، تو کانوں کو روئی (پنبہ) سے بند کر لیتا تا کہ محمد (ﷺ) کی آواز کی بھنک بھی میرے کان میں نہ پڑ جائے۔ ایک روز میں صبح ہی خانہ کعبہ میں گیا۔ نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ چونکہ خدا کی مشیت یہ تھی، کہ ان کی آواز میری سماعت تک ضرور پہنچے، اس لیے میں نے سنا کہ ایک نہایت عجیب کلام وہ پڑھ رہے ہیں، اس وقت میں اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا کہ میں خود شاعر ہوں، باعلم ہوں، اچھے برے کی تمیز رکھتا ہوں۔ پھر کیا وجہ ہے اور کون سی روک ہے کہ میں اس کی بات نہ سنوں، اچھی بات ہوگی تو مانوں گا۔ ورنہ نہیں مانوں گا۔ میں یہ ارادہ کر کے ٹھہر گیا جب نبی ﷺ واپس گھر کو چلے تو

---

[1] اکثر مصنفین نے معراج کا ذکر بعد از واپسی طائف کیا ہے۔ مگر امام طبری نے اپنی کتاب ”تاریخ الملل والامم“ میں ابتدائے نبوت سے دوسرے دن ہی معراج کا ہونا تحریر کیا ہے۔ ان کی تائید اس دلیل سے بخوبی ہوتی ہے کہ جب فرضیت نماز کا حکم شب معراج میں ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے مسلمان اسی وقت سے برابر نماز پڑھتے تھے۔ تو نماز کی فرضیت کا حکم گیارہ سال تک کیوں کر متاخر رہ سکتا ہے لیکن حسب بیان شاہ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۱ھ (مندرجہ شرح سفر سعادت ص ۳۶) کہ پہلے صرف دو نمازیں فجر و عصر کی فرض ہوئی تھیں، اب شب معراج کو پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ کوئی اشکال نہیں رہ جاتا۔

میں بھی پیچھے پیچھے ہولیا اور جب مکان پر حاضر ہوا تو نبی ﷺ کو اپنا واقعہ مکہ میں آنے، لوگوں کے بہکانے، پند و درگوش رہنے اور آج حضور کی زبان سے کچھ سن پانے کا کہہ سنایا اور عرض کیا: مجھے اپنی بات سنایئے نبی ﷺ نے قرآن پڑھا، بخدا! میں نے ایسا پاکیزہ کلام کبھی سنا ہی نہ تھا۔ جو اس قدر نیکی اور انصاف کی ہدایت کرتا ہو۔"

الغرض! طفیل اسی وقت مسلمان ہوگیا، جسے قریش بات بات میں مخدوم و مطاع کہتے تھے، وہ بات کی بات میں محمد ﷺ کا دل و جان سے خادم اور مطیع بن گیا۔ قریش کو ایسے شخص کا مسلمان ہونا نہایت ہی شاق و ناگوار گزرا۔[1]

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان لانا

ابوذر رضی اللہ عنہ اپنے شہر یثرب ہی میں تھے کہ انہوں نے نبی ﷺ کے متعلق کچھ اڑتی سی خبر سنی۔ انہوں نے اپنے بھائی سے کہا۔ تم جاؤ، مکہ میں اس شخص سے مل کر آؤ۔ انیس برادر ابوذر ایک مشہور فصیح شاعر زبان آور تھا۔ وہ مکہ میں آیا۔ نبی ﷺ سے ملا۔ پھر بھائی کو جا بتایا کہ میں نے محمد ﷺ کو ایک ایسا شخص پایا جو نیکیوں کے کرنے کا اور شر سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔ ابوذر بولے: اتنی بات سے تو کچھ تسلی نہیں ہوتی۔ آخر خود پیدل چل کر مکہ پہنچے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کی شناخت نہ تھی اور کسی سے دریافت کرنا بھی وہ پسند نہ کرتے تھے۔ زمزم کا پانی پی کر کعبہ ہی میں لیٹ رہے۔ علی مرتضی رضی اللہ عنہ آئے۔ انہوں نے پاس کھڑے ہو کر کہا: یہ تو کوئی مسافر معلوم ہوتا ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ بولے: ہاں! علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے کہا: اچھا میرے ہاں چلو۔ یہ رات کو وہیں رہے نہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے کچھ پوچھا، نہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے کچھ کہا۔ صبح ہوئی ابوذر رضی اللہ عنہ پھر کعبہ میں آ گئے۔ دل میں آنحضرت ﷺ کی تلاش تھی۔ مگر کسی سے دریافت نہ کرتے تھے۔ علی مرتضی رضی اللہ عنہ پھر آ پہنچے، انہوں نے فرمایا: شاید تمہیں اپنا ٹھکانہ نہ ملا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ بولے: ہاں! علی مرتضی رضی اللہ عنہ پھر ساتھ لے گئے، اب انہوں نے پوچھا تم کون ہو اور کیوں یہاں آئے ہو؟ ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: راز میں رکھو تو میں بتا دیتا ہوں۔ علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے وعدہ کیا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے سنا ہے کہ اس شہر میں ایک شخص ہے جو اپنے آپ کو نبی کا نبی بتاتا ہے، میں نے اپنے بھائی کو بھیجا تھا، وہ یہاں سے کچھ تسلی بخش بات لے کر نہ گیا۔ اس لیے خود آ گیا ہوں۔ علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے کہا: تم خوب آئے اور خوب ہوا کہ مجھ سے ملے۔ دیکھو! میں انہی کی خدمت میں جا رہا ہوں میرے ساتھ چلو میں پہلے اندر جا کر دیکھ لوں گا۔ اگر اس وقت ملنا مناسب نہ ہوگا تو میں دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو جاؤں گا۔ گویا جوتا درست کر رہا ہوں۔

الغرض! ابوذر رضی اللہ عنہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خدمت نبوی میں پہنچے اور عرض کیا: مجھے بتایا جائے کہ اسلام کیا ہے؟ نبی ﷺ نے اسلام کی بابت بیان فرمایا اور ابوذر رضی اللہ عنہ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ابوذر! تم ابھی اس بات کو چھپائے رکھو اور اپنے وطن کو چلے جاؤ۔ جب تمہیں ہمارے ظہور کی خبر مل جائے، تب آ جانا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ بولے: بخدا! میں تو ان دشمنوں میں اعلان کر کے جاؤں گا۔ اب ابوذر رضی اللہ عنہ کعبہ کی طرف آئے۔ قریش جمع تھے۔ انہوں نے سب کو سنا کر با آواز بلند کلمہ شہادت پڑھا قریش نے کہا: اس بے دین کو مارو۔ لوگوں نے مار ڈالنے کے لیے انہیں مارنا شروع کیا۔ عباس رضی اللہ عنہ آ گئے۔ انہوں نے انہیں جھک کر دیکھا۔ کہا:

---

[1] ملخصاً زاد المعاد صفحہ ۴۹۳، صفحہ ۴۹۴ جلد اول۔

کم بختو! یہ قبیلہ غفار کا آدمی ہے، جہاں تم تجارت کو جاتے اور کھجوریں لاتے ہو لوگ ہٹ گئے۔ اگلے دن انہوں نے پھر سب کو سنا کر کلمہ پڑھا۔ پھر لوگوں نے مارا اور عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو چھڑا دیا اور یہ اپنے وطن کو چلے آئے۔[1]

اسباب ہجرت:..... ۱۱ھ نبوت کے موسم حج کا ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے رات کی تاریکی میں شہر مکہ سے چند میل پرے مقام عقبہ[2] پر لوگوں کو باتیں کرتے سنا۔ اس آواز پر خدا کا نبی ﷺ ان لوگوں کے پاس پہنچا، یہ چھ آدمی تھے[3] اور یثرب سے آئے تھے۔ ان کے سامنے نبی ﷺ نے خدا کی عظمت وجلال کا بیان شروع کیا۔ ان کی محبت کو خدا کے ساتھ گرمایا۔ بتوں سے ان کو نفرت دلائی، نیکی و پاکیزگی کی تعلیم دے کر گناہوں اور برائیوں سے منع فرمایا۔ قرآن مجید کی تلاوت فرما کر ان کے دلوں کو روشن فرمایا۔ یہ لوگ اگرچہ بت پرست تھے۔ لیکن انہوں نے اپنے شہر کے یہودیوں کو بارہا یہ ذکر کرتے سنا تھا کہ ایک نبی عنقریب ظاہر ہونے والا ہے۔ (زاد المعاد: ۱/ ۳۰۳)

اس تعلیم سے وہ اسی وقت ایمان لے آئے اور جب اپنے وطن کو لوٹ کر گئے۔ تو دین حق کے سچے منادی بن گئے۔

وہ نبی ﷺ:..... وہ ہر ایک کو یہ خوشخبری سناتے تھے کہ وہ نبی[4] جس کا تمام عالم کو انتظار تھا، آ گیا، ہمارے کانوں نے اس کا کلام سنا، ہماری آنکھوں نے اس کا دیدار کیا اور اس نے ہم کو اس زندہ رہنے والے خدا سے ملا دیا ہے کہ دنیا کی زندگی اور موت اب ہمارے سامنے ہیچ ہے۔

بیعت عقبہ اولی

ان لوگوں کے بشارت لے جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ یثرب کے گھر گھر میں آنحضرت ﷺ کا ذکر ہونے لگا اور اگلے سال ۱۲ء نبوت میں یثرب کے بارہ باشندے[5] مکہ میں حاضر ہوئے اور نبی ﷺ کے فیضان سے دولت ایمان حاصل کی۔ ان لوگوں نے جن باتوں پر نبی ﷺ سے بیعت کی تھی۔ وہ یہ ہیں:

بیعت کی شرطیں:

[1] .....ہم خدائے واحد کی عبادت کیا کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں بنائیں گے۔

---

[1] صحیح بخاری عن ابن عباسؓ، کتاب المناقب مدارج النبوۃ میں ہے کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ قریباً ایک ماہ تک آب زمزم ہی پر رہے، اس پانی نے پانی اور غذا کا کام کیا۔ ان کی توند نکل آئی۔

[2] یہ مقام "الحرا اور منیٰ" کی درمیان واقع ہے۔

[3] [۱] ابو امامہ سعد بن زرارہ، [۲] عوف بن الحارث [۳] رافع بن مالک [۴] قطبہ بن عامر بن حدیدہ [۵] عقبہ بن عامر بن نابی [۶] سعد بن ربیع (الاستیعاب)۔

[4] قارئین! لفظ "وہ نبی" کا مطلب سمجھنے کے لیے انجیل یوحنا باب اول کو ۱۹ سے ۲۸ درس تک پڑھیں۔ یوحنا (یحییٰ) نے اقرار کیا کہ میں مسیح علیہ السلام نہیں ہوں ۲۱۔ انہوں نے پوچھا: کیا تو الیاس ہے۔ اس نے کہا میں نہیں ہوں، پس کیا آیا تو "وہ نبی" ہے۔ اس نے جواب دیا نہیں، اس سے مطلب نکلا کہ علمائے یہود اس زمانہ میں تین انبیاء کی آمد و ظہور کے منتظر تھے۔ (۱) الیاس (۲) مسیح (۳) وہ نبی۔ انجیل سے ثابت ہے کہ یوحنا نے یسوع کو مسیح بتایا اور مسیح نے یوحنا کو الیاس کہا۔ اب تیسرے کا ظہور باقی تھا۔ جو کتب سابقہ میں "وہ نبی" اور مسلمانوں کی زبان پر "آنحضرت ﷺ" کے خطاب سے یاد کیے گئے ہیں۔ اگر آنحضرت ﷺ "وہ نبی" نہیں تو پادری بتائیں کہ مسیح کے بعد "وہ نبی" کہلانے والا کون ہوا۔

[5] ابو امامہ، عوف بن الحارث، رافع بن مالک، قطبہ بن عامر، عقبہ بن عامر، معاذ بن حرث، ذکوان بن عبد قیس، خالد بن مخلد، عبادہ بن صامت، عباس بن عبادہ، ابو الہیثم، عویم بن ساعدہؓ۔

۲ .....ہم چوری اور زنا کاری نہیں کریں گے۔
۳ .....ہم اپنی اولاد (لڑکیوں) کو قتل نہیں کریں گے۔
۴ .....ہم کسی پر جھوٹی تہمت نہیں لگائیں گے اور نہ کسی کی چغلی کیا کریں گے۔
۵ .....ہم نبی ﷺ کی اطاعت ہر ایک اچھی بات میں کیا کریں گے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ:..... جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو آنحضرت ﷺ نے ان کی تعلیم کے لیے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ساتھ کر دیا۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ امیر گھرانے کے لاڈلے بیٹے تھے۔ جب گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتے تو آگے پیچھے غلام چلا کرتے تھے۔ بدن پر دو سو روپیہ سے کم کی پوشاک کبھی نہ پہنتے مگر جب ان کو اسلام کی طفیل روحانی عیش حاصل ہوا۔ تب ان جسمانی آرائشوں اور نمائشوں کو انہوں نے بالکل چھوڑ دیا تھا۔ جن دنوں یہ مدینہ میں دین حق کی منادی کرتے اور اسلام کی تبلیغ کیا کرتے تھے، ان دنوں ان کے کندھے پر صرف کمبل کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہوتا تھا۔ جسے اگلی طرف سے کیکر کے کانٹوں سے اٹکا لیا کرتے تھے۔

بیعت عقبہ ثانیہ

مصعب رضی اللہ عنہ مدینے میں اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے گھر جا کر اترے تھے اور ان کو مدینے والے المقری (پڑھانے والا استاد) کہا کرتے تھے۔ ایک دن مصعب و اسعد رضی اللہ عنہما اور چند مسلمان بئر مرق پر جمع ہوئے۔ یہ غور کرنے کے لیے کہ بنی عبدالاشہل اور بنی ظفر میں کیونکر اسلام کی منادی کی جائے۔ سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر ان قبائل کے سردار تھے اور ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ انہیں بھی خبر ہوئی، سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے کہا:

"تم کس غفلت میں پڑے ہو، دیکھو یہ دونوں ہمارے گھروں میں آ کر ہمارے بیوقوفوں کو بہکانے لگے۔ تم جاؤ انہیں جھڑک دو کہ ہمارے محلوں میں پھر کبھی نہ آئیں۔ میں خود ایسا کرتا۔ مگر اس لیے خاموش ہوں کہ اسعد میری خالہ کا بیٹا ہے۔"

اُسید بن حضیر اپنا ہتھیار لے کر روانہ ہوا۔ اسعد رضی اللہ عنہ نے مصعب رضی اللہ عنہ کو کہا: دیکھو! یہ قبیلے کا سردار آ رہا ہے، خدا کرے کہ وہ تیری بات مان جائے۔ مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر وہ آ کر بیٹھ گیا تو میں اس سے ضرور کلام کروں گا اتنے میں اسید آ پہنچا اور کھڑا کھڑا گالیاں دیتا رہا اور یہ بھی کہا کہ تم ہمارے احمق نادان لوگوں کو پھسلانے آئے ہو۔

مصعبؓ کے وعظ پر اُسیدؓ کا ایمان لانا

مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا: کاش! آپ بیٹھ کر کچھ سن لیں، اگر پسند آئے، قبول فرمائیں ناپسند ہو تو اسے چھوڑ جائیں۔

اُسید نے کہا: خیر! کیا مضائقہ ہے۔ مصعب رضی اللہ عنہ نے سمجھایا کہ اسلام کیا ہے اور پھر اسے قرآن مجید بھی پڑھ کر سنایا۔ اُسید نے سب کچھ چپ چاپ سنا۔ بالآخر کہا: ہاں! یہ تو بتاؤ کہ جب کوئی تمہارے دین میں داخل ہونا چاہتا ہے، تو تم کیا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا، نہلا کر، پاک کپڑے پہنا کر کلمہ شہادت پڑھا دیتے اور دو رکعت نفل پڑھوا دیتے ہیں۔ اُسیدؓ اٹھے، کپڑے دھوئے، کلمہ شہادت پڑھا اور نفل ادا کیے۔ پھر کہا: میرے پیچھے ایک اور شخص ہے، اگر وہ تمہارا پیرو ہو گیا، تو پھر کوئی تمہارا مخالف نہ رہے گا اور میں ابھی جا کر تمہارے پاس اسے بھیج دیتا ہوں۔ اُسیدؓ یہ کہہ کر چلے گئے۔ ادھر سعد بن معاذ اس کے انتظار میں تھا۔ دور سے چہرہ دیکھتے ہی بولا: دیکھو! اسید کا وہ چہرہ نہیں، جو جاتے وقت تھا، جب

اسید آ بیٹھا تو سعد نے پوچھا کہ کیا ہوا۔ اسید بولا: میں نے انہیں سمجھا دیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم تمہارے منشا کے خلاف نہ کریں گے۔ مگر وہاں تو ایک حادثہ اور پیش آیا۔ بنو حارثہ وہاں آ گئے تھے اور وہ اسعد بن زرارہ کو اس لیے قتل کرنے پر آمادہ ہیں کہ وہ تیرا بھائی ہے۔ یہ سن کر سعد بن معاذ غصہ میں بھر گیا اور اپنا حربہ سنبھال کر کھڑا ہو گیا۔ اسے ڈر تھا کہ بنو حارثہ اس کے بھائی کو نہ مار ڈالیں، اس نے چلتے وقت یہ بھی کہا کہ اُسید! تم تو کچھ بھی کام نہ بنا کر آئے۔

مصعبؓ کے وعظ پر سعد بن معاذؓ کا ایمان قبول کرنا

سعد وہاں پہنچے تو دیکھا کہ مصعب و اسعد (رضی اللہ عنہما) دونوں باطمینان بیٹھے ہوئے ہیں، سعد سمجھے کہ اُسید نے مجھے ان کی باتیں سننے کے لیے بھیجا ہے، یہ خیال آتے ہی گالیاں دینے لگا اور اسعد کو یہ بھی کہا کہ اگر میرے اور تمہارے درمیان قرابت نہ ہوتی۔ تو تمہاری کیا مجال تھی کہ ہمارے محلے میں چلے آتے، اسعدؓ نے مصعبؓ سے کہا: دیکھو! یہ بڑے سردار ہیں اور اگر ان کو سمجھا دو تو پھر کوئی دو آدمی بھی تمہارے مخالف نہ رہ جائیں گے۔ مصعبؓ نے سعد سے کہا: آیئے! بیٹھ جایئے، کوئی بات کریں، ہماری بات پسند آئے تو قبول فرمایئے، ورنہ انکار کیجیے۔ سعد حربہ رکھ کر بیٹھ گیا۔ مصعب رضی اللہ عنہ نے اس کے سامنے اسلام کی حقیقت بیان کی اور قرآن مجید بھی سنایا، آخر سعدؓ نے بھی وہی سوال کیا۔ جو اسید رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ الغرض! سعد اٹھا، نہایا، کپڑے دھوئے، کلمہ پڑھا، نفل ادا کیے اور ہتھیار لے کر اپنی مجلس میں واپس آیا۔ آتے ہی اپنے قبیلے کے لوگوں کو پکار کر کہا: اے بنی عبدالاشہل! تم لوگوں کی میرے بارے میں کیا رائے ہے؟ سب نے کہا: تم ہمارے سردار ہو، تمہاری رائے، تمہاری تلاش بہتر اور اعلیٰ ہوتی ہے۔ سعد بولا: سنو! خواہ کوئی مرد ہے یا عورت، میں اس سے بات کرنا حرام سمجھتا ہوں۔ جب تک کہ وہ خدا اور رسول پر ایمان نہ لائے۔

تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہوا

اس کے کہنے کا اثر یہ ہوا کہ بنی عبدالاشہل میں شام تک کوئی مرد اسلام سے خالی نہ رہا اور تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہو گیا۔ مصعب رضی اللہ عنہ کی تعلیم سے اسلام کا چرچا اسی طرح انصار کے تمام قبیلوں میں پھیل گیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگلے سال ۱۳ء نبوت میں ۷۳ مرد ۶ عورتیں یثرب کے قافلے میں مل کر مکہ آئے۔ ان کو یثرب کے اہل ایمان نے اس لیے بھی بھیجا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے شہر میں آنے کی دعوت دیں اور نبی ﷺ سے منظوری حاصل کریں۔

یہ راست بازوں کا گروہ اسی متبرک مقام پر جہاں دو سال سے اس شہر یثرب کے مشتاق حاضر ہوا کرتے تھے۔ رات کی تاریکی میں پہنچ گیا اور خدا کا برگزیدہ رسول بھی اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیے ہوئے وہاں جا پہنچا (طبری: ۲۴۴)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے (جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے) اس وقت ایک بات کام کی کہی۔ انہوں نے کہا: لوگو! تمہیں معلوم ہے کہ قریش مکہ محمدؐ کے جانی دشمن ہیں۔ اگر تم ان سے کوئی عہد و اقرار کرنے لگو تو پہلے سمجھ لینا کہ یہ نازک اور مشکل کام ہے۔ محمدؐ سے عہد و پیمان کرنا سرخ و سیاہ لڑائیوں[1] کو دعوت دینا ہے، جو کچھ کرو، سوچ سمجھ کر کرو۔ ورنہ بہتر ہے کہ کچھ بھی نہ کرو۔ ان راست بازوں نے عباس رضی اللہ عنہ کو کچھ بھی جواب نہ دیا۔ ہاں! رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: حضور! کچھ ارشاد فرمائیں۔

---

[1] سرخ لڑائی سے مراد سخت خونریز تاریک انجام والی لڑائی مراد ہوتی ہے۔

عقبہ ثانیہ پر آنحضرت ﷺ کا وعظ..... رسول اللہ ﷺ نے ان کو خدا کا کلام، جو خدا کا پیغام انسان کی طرف تھا۔ پڑھ کر سنایا۔ جس کے سننے سے وہ ایمان وایقان کے نور سے بھرپور ہو گئے۔ اب سب لوگوں نے عرض کی کہ خدا کا نبی ہمارے شہر میں چل بسے تا کہ ہمیں پورا پورا فیض حاصل ہو سکے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

①..... کیا تم دین حق کی اشاعت میں میری پوری پوری مدد کرو گے۔ ②..... اور جب میں تمہارے شہر میں جا بسوں، کیا تم میری اور میرے ساتھیوں کی حمایت اپنے اہل وعیال کی مانند کرو گے۔

ایمان والوں نے پوچھا: ایسا کرنے کا ہم کو معاوضہ کیا ملے گا؟ نبی ﷺ نے فرمایا: بہشت (جو نجات اور خدا کی خوشنودی کا محل ہے) ایمان والوں نے عرض کیا: اے خدا کے رسول! یہ تو ہماری تسلی فرما دیجیے کہ حضور! ہم کو کبھی چھوڑ نہ دیں گے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: نہیں! میرا جینا، میرا مرنا تمہارے ساتھ ہوگا۔

اس آخری فقرے کا سننا تھا کہ عاشقان صداقت عجب سرور ونشاط کے ساتھ جاں نثاری کی بیعت اسلام کرنے لگے۔[1] حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ پہلے بزرگ ہیں، جنہوں نے اس شب سب سے پہلے بیعت کی تھی۔

ایک شیطان نے پہاڑ کی چوٹی سے یہ نظارہ دیکھا اور چیخ کر اہل مکہ کو پکار کر کہا: لوگو! آؤ دیکھو کہ محمد اور اس کے فرقے کے لوگ تم سے لڑائی کے مشورے کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس آواز کی پروانہ کرو۔ عباس بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر حضور کی اجازت ہو تو ہم کل ہی مکہ والوں کو اپنی تلوار کے جوہر دکھا دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں مجھے جنگ کی اجازت نہیں۔ (زاد المعاد: ۱/ ۳۰۴)

نبی ﷺ کے بارہ نقیب

اس کے بعد نبی ﷺ نے ان میں سے ۱۲ شخصوں کا انتخاب کیا اور ان کا نام نقیب رکھا اور یہ بھی فرمایا کہ جس طرح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے اپنے لیے ۱۲ رشخصوں کو چن لیا تھا۔ اسی طرح میں تمہیں انتخاب کرتا ہوں تا کہ تم اہل یثرب میں جا کر دین کی اشاعت کرو۔ مکہ والوں میں میں خود یہ کام کروں گا۔ ان کے نام یہ ہیں:

قبیلہ خزرج کے نو:۔ حضرت اسعد بن زرارہ، رافع بن مالک، عباس بن صامت (یہ تینوں عقبہ اولی میں بھی تھے) سعد بن ربیع، منذر بن عمرو، عبداللہ بن رواحہ، براء بن معرور، عبداللہ بن عمرو بن حرام، سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم

قبیلہ اوس کے تین:۔ اُسید بن حضیر، سعد بن خیثمہ، ابوالہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہم (الاستیعاب)

قریش نے یثرب کے دو مسلمانوں کو گرفتار کیا:..... قریش کو دن نکلنے کے بعد کچھ بھنک سی معلوم ہوئی۔ وہ اہل یثرب کی تلاش میں نکلے لیکن ان کا قافلہ صبح ہی روانہ ہو چکا تھا۔ قریش نے سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو رضی اللہ عنہما کو وہاں پایا۔ منذر رضی اللہ عنہ تو بھاگ گئے اور ان کے ہاتھ نہ آئے مگر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو انہوں نے پکڑ لیا، اس کی سواری کے اونٹ کا تنگ کھول کر اس کی مشکیں باندھ دیں۔ مکہ میں لا کر اسے مارتے اور اس کے سر کے لمبے لمبے بالوں کو کھینچتے تھے۔

یہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ وہی ہیں جن کو نبی ﷺ نے ان ۱۲ راشخاص میں سے ایک نقیب ٹھہرایا تھا۔ ان کا اپنا بیان ہے کہ جب قریش انہیں زدوکوب کر رہے تھے تو ایک سرخ وسفید شیریں شمائل شخص انہیں اپنی طرف آتا ہوا نظر

---

[1] وہ نوشتہ پورا ہوا کہ "نور تاریکی میں چمکتا ہے"۔ انجیل یوحنا ۵ باب ۱۔

آیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر اس قوم میں کسی شخص سے مجھے بھلائی ہوسکتی ہے تو وہ یہی ہوگا۔ جب وہ میرے پاس آ گیا تو اس نے نہایت زور سے منہ پر طمانچہ لگایا۔ اس وقت مجھے یقین آ گیا کہ ان میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں جس سے امید خیر کی جاسکے، اتنے میں ایک اور شخص آیا۔ اس نے میرے حال پر ترس کھایا اور کہا: کیا قریش کے کسی بھی شخص کے ساتھ تجھے حق ہمسائیگی حاصل نہیں اور کسی سے بھی تیرا عہد و پیمان نہیں۔ میں نے کہا۔ ہاں! جبیر بن مطعم اور حارث بن امیہ جو عبد مناف کے پوتے ہیں، وہ تجارت کے لیے ہمارے ہاں جایا کرتے ہیں اور میں نے بار ہا ان کی حفاظت کی ہے۔ اس نے کہا: پھر انہی دونوں کے نام کی دہائی تجھے دینی اور اپنے تعلقات کا اعلان کرنا چاہیے۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر وہی شخص ان دونوں کے پاس پہنچا اور انہیں بتایا کہ خزرج کا ایک آدمی پٹ رہا ہے اور وہ تمہارا نام لے لے کر تمہیں پکار رہا ہے، ان دونوں نے پوچھا وہ کون ہے۔ اس نے بتایا، سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ۔ وہ بولے: ہاں! اس کا ہم پر احسان بھی ہے انہوں نے آ کر سعد بن عبادہ کو چھڑا دیا اور یہ ثابت قدم بزرگ یثرب کو سدھار گیا۔[1]

مسلمانوں کو ترک وطن کرنے کی اجازت مل گئی

عقبہ ثانیہ کی بیعت کے بعد نبی ﷺ نے ان مسلمانوں کو جو ابھی مکہ سے باہر نہیں گئے تھے لیکن جن پر اب اتنے ظلم و ستم ہونے لگے تھے کہ پیارا وطن ان کے لیے آگ کا پہاڑ بن گیا۔ یثرب چلے جانے کی اجازت فرما دی، ان ایمان والوں کو گھر بار، خویش و اقارب، باپ، بھائی، زن و فرزند کے چھوڑنے کا ذرا غم نہ تھا۔ بلکہ خوشی یہ تھی کہ یثرب جا کر خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت پوری آزادی سے کرسکیں گے۔

ہجرت کی دشواریاں

ہجرت کرنے والوں اور گھر چھوڑنے والوں کو قریش مکہ کی سخت مزاحمت کا مقابلہ کرنا پڑتا:

① ..... صہیب رومی رضی اللہ عنہ جب ہجرت کر کے جانے لگے تو کفار نے انہیں آ گھیرا، کہا: صہیب! جب تو مکہ میں آیا تھا تو مفلس و قلاش تھا، یہاں ٹھہر کر تو نے ہزاروں کمائے۔ آج یہاں سے جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ سب مال و زر لے کر چلا جائے۔ یہ تو کبھی نہیں ہونے کا۔ صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا: اچھا اگر میں اپنا سارا مال و متاع تمہیں دیدوں، تب مجھے تم جانے دو گے؟ قریش بولے: ہاں! حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے سارا مال انہیں دیدیا اور یثرب کو روانہ ہو گئے۔ نبی ﷺ نے یہ قصہ سن کر فرمایا کہ اس سودے میں صہیب رضی اللہ عنہ نے نفع کمایا۔[2]

② ..... حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میرے شوہر ابوسلمہؓ نے ہجرت کا ارادہ کیا، مجھے اونٹ پر چڑھایا، میری گود میں میرا بچہ سلمہؓ تھا۔ جب ہم چل پڑے تو بنو مغیرہ نے آ کر ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو گھیر لیا، کہا: تو جا سکتا ہے، مگر ہماری لڑکی

---

[1] سعد بن عبادہ کے حال سے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ کیا سبق ملتا ہے۔ کہ اسلام کے ساتھ ہی خدا کی طرف سے آزمائش شروع ہو جاتی ہے۔ بھوک پیاس کی آزمائش، قوم و ملک کی عداوت کی آزمائش ضرر جسمانی و نقصان مال کی آزمائش وغیرہ اور جب کوئی شخص ان آزمائشوں پر پورا اترتا ہے، تب وہ خدا کے اس ابدی وعدے کا مستحق ٹھہرتا ہے جو قرآن اور انجیل اور توراۃ میں مؤمنین سے کیا گیا ہے کہ اس کی دنیا بھی عمدہ ہوگی کیا کوئی شخص ان بزرگوں کی نسبت جو ایسی آزمائشوں کے بعد شیریں ثمر ثابت ہوئے یہ کہہ سکتا ہے کہ بزور شمشیر مسلمان کئے گئے تھے۔ یا یہ کہہ سکتا ہے کہ ایسے بزرگ کسی دوسرے کو بزور شمشیر مسلمان کرتے تھے۔

[2] سیرت ابن ہشام ص ۱۶۸ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے شوال ۳۸ھ میں بعمر ۷۳ سال مدینہ میں وفات پائی۔

نہیں لے جاسکتا اور بنوعبدالاسد بھی آ گئے۔ انہوں نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تو جاسکتا ہے مگر بچہ کو جو ہمارے قبیلہ کا بچہ ہے تو نہیں لے جاسکتا، غرض! انہوں نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے اونٹ کی مہار لے کر اونٹ بٹھا دیا۔ بنوعبدالاسد تو گود کے بچہ کو ماں سے چھین کر لے گئے اور بنومغیرہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا لے آئے۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ جو دین کے لیے ہجرت کرنا فرض سمجھتا تھا، زن و بچہ کے بغیر روانہ ہوگیا۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا روز شام کو اسی جگہ جہاں بچہ اور شوہر سے وہ الگ کی گئی تھی۔ پہنچ جاتی، گھنٹوں رو دھو کر واپس آ جاتی، ایک سال اسی طرح روتے چلاتے گزر گیا۔ آخر ان کے ایک چچیرے بھائی کو رحم آیا اور ہر دو قبائل سے کہہ سن کر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اجازت دلا دی، کہ اپنے شوہر کے پاس چلی جائے۔ بچہ بھی ان کو واپس دے دیا گیا۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا ایک اونٹ پر سوار ہو کر تن تنہا مدینہ کو چل دیں (سیرۃ ابن ہشام: ۱۶۸)۔ ایسی مشکلات کا سامنا تقریباً ہر ایک صحابی کو کرنا پڑا تھا۔

(۲) ..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ فاروق کا بیان ہے کہ عیاشؓ اور ہشامؓ صحابی بھی ان کے ساتھ مدینہ چلنے کو تیار ہوئے تھے۔ عیاش رضی اللہ عنہ بن ابی ربیعہ تو روانگی کے وقت جائے مقررہ پر پہنچ گئے۔ مگر ہشام بن عاصی رضی اللہ عنہ کی بابت کفار کو خبر لگ گئی۔ ان کو قریش نے قید کر دیا۔ عیاش رضی اللہ عنہ مدینہ جا پہنچے تھے کہ ابوجہل مع اپنے برادر حرث کے مدینہ پہنچا۔ عیاش رضی اللہ عنہ ان کے چچیرے بھائی تھے اور تینوں کی ایک ماں تھی۔

ابوجہل و حرث نے کہا کہ تمہارے بعد والدہ کی بری حالت ہو رہی ہے۔ اس نے قسم کھالی ہے کہ عیاش کا منہ دیکھنے تک نہ سر میں کنگھی کروں گی، نہ سایہ میں بیٹھوں گی۔ اس لیے بھائی تم چلو اور ماں کو تسکین دے کر آ جانا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: عیاش! مجھے تو یہ فریب معلوم ہوتا ہے۔ تمہاری اماں کے سر میں کوئی جوں پڑ گئی تو وہ خود ہی کنگھی کرے گی اور مکہ کی دھوپ نے ذرا خبر لی تو وہ خود سایہ میں جا بیٹھے گی۔ میری رائے تو یہ ہے کہ تم کو جانا نہیں چاہیے۔

عیاش رضی اللہ عنہ بولے: نہیں! میں والدہ کی قسم پوری کر کے واپس آ جاؤں گا۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا "اچھا اگر یہی رائے ہے تو سواری کے لیے میرا ناقہ لے جاؤ۔ یہ بہت تیز رفتار ہے اگر راستہ میں تمہیں ذرا بھی ان سے شبہ گزرے تو تم اس ناقہ پر باآسانی ان کی گرفت سے بچ کر آ سکو گے۔

عیاش رضی اللہ عنہ نے ناقہ لے لیا، یہ تینوں چل پڑے۔ ایک روز راہ میں (مکہ کے قریب) ابوجہل نے کہا: بھائی! ہمارا اونٹ تو ناقہ کے ساتھ چلتا چلتا رہ گیا، بہتر ہے کہ تم مجھے اپنے ساتھ سوار کر لو۔ عیاش رضی اللہ عنہ بولے: بہتر! جب عیاش رضی اللہ عنہ نے ناقہ بٹھایا تو دونوں بھائیوں نے اسے پکڑ لیا۔ مشکیں کس لیں اور مکہ میں اسی طرح لے کر داخل ہوئے، یہ دونوں بڑے فخر سے کہتے تھے کہ دیکھو! بے وقوفوں، احمقوں کو یوں سزا دیا کرتے ہیں۔ اب عیاش رضی اللہ عنہ کو بھی ہشام بن عاصی کے ساتھ قید کر دیا گیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ پہنچ گئے، تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمنا پوری کرنے کے لیے ولید بن مغیرہ مکہ میں آئے۔ زندان خانے سے دونوں کو شبانہ شب نکال کر لے گئے۔ (سیرۃ ابن ہشام: ۱/ ۱۶۷)

ان ہر سہ حکایات سے ناظرین یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ ہجرت کے وقت بھی مسلمانوں کو کیسی سخت مصیبتوں پر غالب آنا پڑتا تھا۔ گھر چھوڑنا بھی بلا خاص جدوجہد اور ابتلاء و امتحان کے آسان نہ تھا۔

ہجرت: ..... جب مسلمان مکہ میں گنتی کے رہ گئے اور مشہور صحابہ میں سے صرف ابوبکر و علی رضی اللہ عنہما باقی رہے تو

قریش مکہ نے کہا کہ اب محمد ﷺ کے قتل کر دینے کا اچھا موقع ہے۔

آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کے لیے قریش کے سرداروں کی کمیٹی کا اجلاس

تدبیر قتل پر غور کرنے کے لیے دارالندوہ میں خفیہ اجلاس ہوا، دارالندوہ کو قصی بن کلاب نے قائم کیا تھا، یہ گویا قریش کا ایوان پارلیمنٹ تھا، اس اجلاس میں نجد کا ایک تجربہ کار بوڑھا شیطان بھی آ کر شامل ہوا تھا اور قریش کے مشہور مشہور قبائل میں سے مندرجہ ذیل مشہور سردار موجود تھے:

۱ ..... بنوعبد شمس میں سے شیبہ وعتبہ، فرزندان ربیعہ اور ابوسفیان بن حرب۔

۲ ..... بنونوفل میں سے طعیمہ بن عدی، جبیر بن مطعم، حارث بن عامر۔

۳ ..... بنوعبدالدار میں سے نصر بن حارث بن کلدہ۔

۴ ..... بنواسد بن عبدالعزیٰ میں سے ابوالبختری بن ہشام، زمعہ بن اسود، حکیم بن حزام۔

۵ ..... بنومخزوم میں سے ابوجہل بن ہشام۔

۶ ..... بنوسہم میں سے نبیہ ومنبہ فرزندان حجاج۔

۷ ..... بنوجمح میں سے امیہ بن خلف۔ [1]

ایک بولا: اسے پکڑ کر گلے میں طوق وزنجیر ڈال کر ایک مکان میں قید کر دو اور مکان کا دروازہ تیغہ کر دو تاکہ یہ بھی زہیر نابغہ شاعروں کی موت کا مزہ چکھتا ہوا مر جائے۔ بوڑھا نجدی بولا: نہیں یہ ٹھیک نہیں۔ محمدؐ کے قید ہونے کی خبر باہر نکلے بغیر نہ رہے گی۔ مسلمان اسے چھڑا لے جائیں گے اور طاقت پا کر تمہیں بھی فنا کر دیں گے۔ دوسرا بولا: ایک سرکش اونٹ پر بٹھا کر ہم اسے یہاں سے نکال دیں۔ ہماری طرف سے کہیں جائے، کہیں رہے، جیے خواہ مرے۔

بوڑھا نجدی بولا: نہیں۔ یہ رائے بھی ٹھیک نہیں، کیا تم محمدؐ کی دل آویز باتوں کو بھول گئے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ جس سے بات کرتا ہے، اسی کو اپنا بنا لیتا ہے، وہ دلوں پر کیسی آسانی سے قابو پا لیتا ہے۔ جہاں جائے گا، وہیں کے باشندے اس کے ساتھ لگ جائیں گے اور وہ بالآخر تم سے اپنے نبی کا بدلہ لے کے چھوڑیں گے۔

نبی ﷺ کے قتل کی تدبیر، قاتلوں کے انتخاب کا طریق

آخر ابوجہل نے ایسی تدبیر بتائی، جسے تمام جلسہ نے بالاتفاق منظور کر لیا تجویز اور تدبیر یہ تھی:

۱ ..... عرب کے ہر ایک مشہور قبیلہ سے ایک ایک جوان مرد کا انتخاب کیا جائے۔

۲ ..... یہ سب بہادر رات کی تاریکی میں محمدؐ کے گھر کو گھیر لیں۔

۳ ..... جب محمد صبح کی نماز کے لیے باہر نکلے، اس وقت یہ سب بہادر اپنی اپنی تلوار سے اس پر وار کریں۔

اس تدبیر کا فائدہ یہ بتایا گیا کہ جس قتل میں تمام قبیلے شامل ہوں گے، اس کا بدلہ نہ تو محمدؐ کا قبیلہ لے سکے گا اور نہ

---

[1] قرآن مجید میں ہے: یَکِیْدُوْنَ کَیْدًا. وَّاَکِیْدُ کَیْدًا. فَمَهِّلِ الْکٰفِرِیْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَیْدًا. وہ تدبیریں کرتے ہیں اور خدا بھی تدبیر کرتا ہے۔ اے نبی آپ ان کو نرمی و آہستگی سے چھوڑ دیجیے۔ اس آیت کے ساتھ ان ۱۴ سرداروں کا انجام آپ دیکھیے کہ گیارہ سردار ایک دن میں (جنگ بدر) قتل ہوئے تھے اور تین ابوسفیان بن حرب، جبیر بن مطعم وحکیم بن حزام جو قتل سے بچے، وہ بالآخر مسلمان ہو گئے تھے۔

محمد کو سچا ماننے والے کچھ شر و فساد اٹھا سکیں گے۔

انسانی تدبیر کے مقابلہ میں الٰہی تدبیر

انسانی تدبیر کے مقابلے میں اب الٰہی طاقت اور ربانی حمایت کو دیکھیے کہ جب رات کو ان لوگوں نے نبی ﷺ کا گھر آ گھیرا۔ اس وقت خدا کے نبی نے پیارے بھائی علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تم میرے بستر پر میری چادر لے کر سو رہو، ذرا فکر نہ کرنا، کوئی شخص تمہارا بال بیکا نہ کر سکے گا''۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو ان تلواروں کے سائے میں نہایت بے فکری سے مزے کی نیند سو رہے اور خدا کا رسول خدا کی حفاظت میں باہر نکلا اور ان دل کے اندھوں کی آنکھوں میں خاک ڈالتا ہوا اور سورۂ یٰسٓ پڑھتا ہوا صاف نکل گیا، کسی نے نبی ﷺ کو جاتے نہ دیکھا۔[1]

یہ واقعہ ۲۷ صفر ۱۳ھ نبوت روز پنجشنبہ (۱۲ ستمبر ۶۲۱ء) کا ہے۔

خدا کا نبی پیارے دوست ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچا۔ انہوں نے جلدی سے سفر کا ضروری سامان درست کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی اسماءؓ نے اپنا کمر بند کاٹ کر ستوؤں کے تھیلے کا منہ باندھا۔ اسی شب کی تاریکی میں دونوں بزرگوار چل پڑے مکہ سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر کوہ ثور ہے۔ اس کی چڑھائی سر توڑ ہے، راستہ سنگلاخ تھا نکیلے پتھر نبی ﷺ کے پائے نازک کو زخمی کر رہے تھے اور ٹھوکر لگنے سے بھی تکلیف ہوتی تھی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو اپنے کندھے پر اٹھا لیا۔ آخر ایک غار کے روزن بند کیے اور پھر عرض کیا کہ حضور! بھی تشریف لے آئیں۔

صبح ہوئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ حسب معمول خواب سے بیدار ہوئے۔ قریش نے قریب جا کر انہیں پہنچانا۔ پوچھا: محمد کہاں ہے؟ علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: مجھے کیا خبر! کیا میرا پہرہ تھا، تم لوگوں نے انہیں نکل جانے دیا اور وہ نکل گئے۔ قریش غصہ اور ندامت سے علی رضی اللہ عنہ پر پل پڑے، ان کو مارا اور خانہ کعبہ تک پکڑ لائے اور تھوڑی دیر تک حبس بے جا میں رکھا، آخر چھوڑ دیا (طبری: ۲۴۵)۔ اب وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر آئے، دروازہ کھٹکھٹایا۔ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا باہر نکلی۔ ابوجہل نے پوچھا: لڑکی! تیرا باپ کدھر ہے؟ وہ بولی: بخدا! مجھے معلوم نہیں۔ بدزبان و درشت خو ابوجہل نے ایسا طمانچہ کھینچ مارا کہ اسماء کے کان کی بالی نیچے گر گئی۔ (طبری: ۲۴۷)

ایک لڑکی کی ایمانی قوت

ہجرت کے متعلق ایک چھوٹی سی بات قابل ذکر ہے۔ اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کہتی ہیں: میرے والد جاتے ہوئے گھر سے نقد روپیہ سب اٹھا لے گئے، یہ پانچ یا چھ ہزار روپے تھے، والد کے چلے جانے کے بعد میرے دادا ابوقحافہ[2] نے کہا، بیٹی! میں سمجھتا ہوں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تم کو دوہری تکلیف میں ڈال دیا ہے۔ وہ خود بھی چلا گیا اور نقد و مال بھی ساتھ لے گیا۔ اسماء بولی: نہیں دادا جان! وہ ہمارے لیے کافی روپیہ چھوڑ گئے ہیں۔

---

[1] خدا کے بزرگیدہ نبی داؤد علیہ السلام سے آنحضرت ﷺ کی مشابہت، داؤد علیہ السلام کھڑکی سے بھاگ کے بچ رہا۔ میکل نے ایک پتلا پلنگ پر لٹا رکھا اور بکریوں کی کھال تکیہ کی جگہ۔ اوپر سے چادر اوڑھا دی اور جب ساؤں نے ہرکارے داؤد کے پکڑنے کو بھیجے، تو یہ بولی کہ وہ بیمار ہے..... الخ۔ کتاب السموائیل ۱۲، ۱۳، ۱۴، درس ۱۹ باب۔

[2] ابوقحافہ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ فتح مکہ کے دن پر مسلمان ہوئے تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خاندان کو جملہ صحابہ میں یہ خاص خصوصیت حاصل ہے کہ ان کے خاندان کی چار نسلیں صحابی ہیں۔

اسماء رضی اللہ عنہا نے ایک پتھر لیا، اس پر کپڑا لپیٹا اور جس گڑھے میں روپیہ ہوا کرتا تھا۔ وہاں رکھ دیا اور پھر دادا کا ہاتھ پکڑ کر لے گئی۔ ابوقحافہؓ کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ کہا: دادا جان ہاتھ لگا کر دیکھو کہ مال موجود ہے۔

بوڑھے نے اسے ٹٹولا اور پھر کہا: خیر جب تمہارے پاس سرمایہ کافی ہے تو اب ابوبکرؓ کے جانے کا چنداں غم نہیں، یہ ابوبکرؓ نے اچھا کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے لیے کافی انتظام کر گیا ہے۔

اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ یہ تدبیر میں نے بوڑھے دادا صاحب کے اطمینان قلب کے لیے کی تھی، ورنہ والد بزرگ تو سب کچھ (نبی ﷺ کی خدمت کے لیے) ساتھ لے گئے تھے۔ (سیرۃ ابن ہشام: ۱/ ۱۷۳)

غار کا قیام

یہ چاند اور سورج دونوں تین روز[1] تک اسی غار میں رہے، رات کی تاریکی میں اسماءؓ بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھر سے روٹی دے جاتی، عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہما اہل مکہ کی باتیں سنا جاتا۔ (ابن ہشام: ۱/ ۱۷۳) عامر بن فہیرہ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی کا غلام تھا اور جس کے پاس ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ریوڑ تھا، وہاں بکریاں لے آتا۔[2] نبی ﷺ دودھ بقدر ضرورت لے لیتے اور وہ پھر ریوڑ سے آنے والوں کے نقش قدم کو تمام راستے سے مٹا دیتا۔ خدا نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس صدق و خلوص کا یہ اجر دیا کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فرما کر جس معیت الٰہی میں نبی ﷺ واصل تھے، اسی میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی شامل کر دیا۔

غار سے روانگی:..... چوتھی شب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر سے دو اونٹنیاں آ گئیں، جن کو اسی سفر کے لیے خوب فربہ اور تیار کیا گیا تھا۔ ایک پر نبی ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دوسری پر عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن اریقط (جسے رستہ بتانے پر نوکر رکھ لیا گیا تھا) سوار ہوئے اور مدینہ کی جانب یکم ربیع الاول روز دوشنبہ (۱۶ ستمبر ۶۲۲ء) کو روانہ ہوئے۔

ہجرت سے نبی ﷺ نے انبیاء سابقین کی سنت کو پورا کیا۔ حضرت ابراہیم خلیل الرحمن، حضرت موسیٰ اور حضرت داؤد علیہم السلام کی ہجرت کے واقعات بائیل میں موجود ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہجرت کے بعد نصرت الٰہی کی معیت کا ظہور ہوا جیسا کہ پہلے نبیوں کے ساتھ بھی ہوتا رہا تھا۔

دلیل راہ نے درمیانی راستہ چھوڑ کر سمندر کے کنارہ کنارہ چلنا شروع کیا تھا، جب حضور ﷺ رابغ کے موجودہ قلعہ اور ساحل بحر کے درمیانی میدان سے گزر رہے تھے، تب سراقہ بن جعشم نے حضور ﷺ کا تعاقب کیا۔ عبدالرحمن بن مالک مدلجی جو سراقہ کا برادر زادہ ہے، بیان کرتا ہے: سراقہ خود سر پر لگائے، نیزہ تانے، بدن پر ہتھیار سجائے، اپنی گھوڑی (عوذ نام) پر ہوا سے باتیں کرتا جا رہا تھا کہ اس کی نظر حضور ﷺ پر پڑ گئی، اس نے سمجھا کہ وہ کامیاب ہو گیا۔ اتنے میں گھوڑی گھٹنوں کے بل گری، سراقہ نیچے آیا، اٹھا، گھوڑی کو اٹھایا، سوار ہوا، پھر چلا۔ نبی ﷺ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے اور مالک سے لو لگائے ہوئے بڑھے چلے جاتے تھے کہ حضور کو دشمن کے قریب تر پہنچنے کی اطلاع کی گئی۔ فرمایا: ''الٰہی ہمیں اس کے شر سے بچا''۔ ادھر جب الفاظ مبارکہ زبان سے نکلے، اُدھر گھوڑی کے قوائم زمین میں دھنس گئے۔ سراقہ گرا اور سمجھ گیا کہ حفاظت الٰہی پر غالب آنا محال ہے۔ اس نے عاجزانہ الفاظ میں

---

[1] یونتن نبی نے داؤد کو کہا: جب تیری غیر حاضری پر تین دن گزر جائیں تو تو وہاں جائیو۔ (اسموئیل باب ۲۰ درس ۱۹)

[2] بخاری عن عائشہ رضی اللہ عنہا کتاب المغازی، باب ہجرت، ص ۱۶۔

جان کی امان مانگی، امان دی گئی سراقہ آگے بڑھا اور عرض کی کہ اب میں ہر ایک حملہ آور کو پیچھے ہی روکتا رہوں گا۔ پھر اس کی درخواست اور نبی ﷺ کے ارشاد پر عامر بن فہیرہ نے اسے خط امان بھی لکھ کر عطا فرما دیا۔[1]

غار سے نکل کر پہلے ہی دن اس مبارک قافلے کا گزر خیمہ ام معبد پر ہوا، یہ عورت قوم خزاعہ سے تھی، مسافروں کی خبر گیری اور ان کی تواضع کے لیے مشہور تھی، سر راہ پانی پلایا کرتی تھی اور مسافر وہاں ٹھہر کر سستایا کرتے تھے، یہاں پہنچ کر بڑھیا سے پوچھا کہ اس کے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ وہ بولی نہیں، اگر کوئی شے موجود ہوتی تو دریافت کرنے سے پہلے میں خود حاضر کر دیتی۔

خیمہ ام معبدؓ پر آنحضرت ﷺ کا آرام لینا

نبی ﷺ نے خیمہ کے گوشہ میں ایک بکری دیکھی، پوچھا: یہ بکری کیوں کھڑی ہے؟ ام معبد نے کہا: ''کمزور ہے، ریوڑ کے ساتھ نہیں چل سکتی''۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اجازت ہے کہ ہم اس سے دودھ لیں''؟

ام معبدؓ نے کہا: ''اگر حضور! کو دودھ معلوم ہوتا ہے تو دودھ لیجیے۔'' نبی ﷺ نے بسم اللہ کہہ کر بکری کے تھنوں کو ہاتھ لگایا، برتن مانگا، وہ ایسا بھر گیا کہ دودھ اچھل کر زمین پر بھی گر گیا۔ یہ دودھ آنحضرت ﷺ اور ہمراہیوں نے پی لیا۔ دوسری دفعہ پھر بکری کو دوہا گیا، برتن بھر گیا، یہ بھی ہمراہیوں نے پیا۔ تیسری دفعہ پھر برتن بھرا گیا اور وہ ام معبدؓ کے لیے چھوڑ دیا گیا اور آگے کو روانہ ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد ام معبد کا شوہر آیا، خیمہ میں دودھ کا بھرا برتن دیکھ کر حیران ہو گیا کہ یہ کہاں سے آیا؟ ام معبدؓ نے کہا: ایک بابرکت شخص یہاں آیا تھا اور یہ دودھ اس کے قدوم کا نتیجہ ہے۔ وہ بولا کہ یہ تو وہی صاحب قریش معلوم ہوتا ہے جس کی مجھے تلاش تھی۔ اچھا! ذرا تم اس کی توصیف تو کرو۔

حلیہ مبارک آنحضرت ﷺ بزبانِ اُم معبدؓ

حضرت اُم معبد رضی اللہ عنہا نے آئینۂ سیرت کے نقوش کی ان الفاظ میں تصویر کشی کی:

ظاهر الوضاءة ابلج الوجه حسن الخلق ـ لم تعبه ثجلة ولم تزربه صلعة وسيم قسيم في عينيه دعج وفي اشعاره و طف و في صوته صحل و في عنقه سطح احور اكحل ازج اقرن شديد سواد الشعر ذاصمت علاه الوقار ـ وان تكلم علاه البهاء اجمل الناس و ابهاهم من بعيد و احسنه واحلاه من قريب حلو المنطق فصل لاتزر ولا هذر كان منطقه خرزات نظم يتحدرن ربعةٌ لاتقحمه عين من قصر ولاتشنؤه من طول غصن بين غصنين فهو انضر الثلثة منظرًا واحسنهم قدرًا له رفقاء يحفون به اذاقال استمعوا لقوله واذا امر تبادروا الى امره محفود محشود لا عابس ولا منفذ۔

ترجمہ:..... پاکیزہ رو، کشادہ چہرہ، پسندیدہ خو، نہ تو ندنکلی ہوئی، نہ چندیہ کے بال گرے ہوئے، زیبا، صاحب

---

[1] صحیح بخاری، سراقہ اپنے دادا جعشم کی نسبت سے سراقہ بن جعشم مشہور ہے، سراقہ بن مالک بن جعشم کنانی ہے۔ علاقہ رابغ پر اسی کا قبیلہ قابض تھا۔ الاستیعاب میں ہے کہ جب سراقہ واپس ہونے لگا تو نبی ﷺ نے فرمایا: سراقہ اس وقت تیری کیا شان ہوگی جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے شاہی کنگن پہنائے جائیں گے۔ سراقہ واقعہ احد کے بعد مسلمان ہوا۔ عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب مدائن فتح ہوا اور کسریٰ کا تاج اور مرصع زیورات فاروقؓ کے سامنے پیش ہوئے تو امیر المومنین نے سراقہ کو بلایا اور اس کے ہاتھوں میں سوار کسریٰ پہنائے اور زبان سے فرمایا: اللہ اکبر! اللہ کی بڑی شان ہے کہ کسریٰ کے کنگن سراقہ اعرابی کے ہاتھوں میں پہنائے۔

جمال، آنکھیں سیاہ و فراخ، بال لمبے اور گھنے، آواز میں بھاری پن، بلند گردن، روشن مردمک، سرمگین چشم، باریک و پیوستہ ابرو سیاہ گھنگھریالے بال، خاموش وقار کے ساتھ گویا دل بستگی لیے ہوئے، دور سے دیکھنے میں زیبندہ و دل فریب، قریب سے نہایت شیریں و کمال حسین، شیریں کلام، واضح الفاظ، کلام کمی و بیشی الفاظ سے معرا، تمام گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی، میانہ قد کہ کوتاہی سے حقیر نظر نہیں آتے، نہ طویل کہ آنکھ اس سے نفرت کرتی، زیبندہ نہال کی تازہ شاخ، زیبندہ منظر والاقد، رفیق ایسے کہ ہر وقت اس کے گرد و پیش رہتے ہیں، جب وہ کچھ کہتا ہے تو چپ چاپ سنتے ہیں، حکم دیتا ہے تو تعمیل کے لیے جھپٹتے ہیں، مخدوم مطاع، نہ کوتاہ سخن، نہ فضول گو۔

یہ صفت سن کر وہ بولا کہ یہ ضرور صاحب قریش ہے اور میں اسے ضرور جا کر ملوں گا۔[1]

نبوت کے تیرہ سال مکہ میں

سابقین واولین کی شان:..... مکہ میں نبوت کے تیرہ سال جس طرح گزرے، ان کا مختصر حال یہ تھا جو لکھا گیا۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس عرصے میں اگرچہ مسلمانوں کی تعداد چند سینکڑوں سے زیادہ نہیں بڑھی تھی لیکن یہ بھی عجیب کامیابی تھی کہ ان ایمان لانے والوں میں۔

① ..... حضرت علی، ابوبکر، عثمان، عمر رضی اللہ عنہم کی شان کے بزرگوار تھے، جن کی علمی فضیلت، عملی کشش و طاقت، روشن ضمیری اور برترین قابلیت کے اوصاف نے چار دانگ عالم کی راہ نمائی کی۔

② ..... یا حضرت مصعب بن عمیر، جعفر طیار اور ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم کی سی اعلیٰ استعداد کے تھے، جنہوں نے یثرب، حبش و نجران کو وعظ کے ذریعے سے مسلمان کر لیا۔

③ ..... یا حضرت عبداللہ بن مسعود اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے منصب کے تھے، جن کی علمی روایات سینکڑوں علمی نکات کی مخزن ہیں۔

④ ..... یا حضرت زبیر و طلحہ و عمار یاسر رضی اللہ عنہم کے درجے کے، جن کی جاں نثاری و حق پسندی کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ قاصر ہے۔

⑤ ..... یا حضرت بلال، سمیہ، یاسر، کعب اور خباب رضی اللہ عنہم کے نمونے کہ جنہوں نے اپنے استقلال و استقامت سے فرعون طبیعت ظالموں کو ظلم کرتے ہوئے تھکا دیا تھا۔

⑥ ..... یا حضرت سکران، شموس، ام حبیبہ و خنیس رضی اللہ عنہم کے حوصلے کے جنہوں نے دین حقہ کے لیے خویش و اقارب وطن و مولد کو چھوڑ کر حبش میں جا اقامت کی تھی۔

⑦ ..... یا حضرت لبید اور سوید بن صامت الملقب کامل و انیس برادر ابوذر رضی اللہ عنہم جیسے فصیح و بلیغ جو ایک ایک تقریر یا ایک ایک قصیدے سے کئی کئی قبیلوں پر قابو پا لیتے تھے اور جو دنیا میں اپنے سے بڑھ کر کسی کو حقائق دان، معانی رس اور انسانی طبیعت کا رمز شناس نہ جانتے تھے۔

انہی ایام میں اسلام مکہ سے باہر بھی پھیل گیا تھا، جس کی چند مثالیں درج کی جاتی ہیں:

---

[1] زاد المعاد ص ۳۰۷ جلد ۱۔ مکہ سے باہر بدوی غیر مسلم قبائل میں آنحضرت ﷺ کو لوگ صاحب قریش کہتے تھے۔

① ..... طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ جو ملک یمن کے ایک حصہ کا فرماں روا تھا، مکہ میں مسلمان ہوا تھا اور اس طفیل کے طفیل اس کے ملک میں بھی اسلام پھیل گیا تھا۔

② ..... ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، ان کا بھائی انیس، ان کی ماں اور نصف قبیلہ غفار۔

③ ..... عیسائیان نجران میں سے ۲۰ کس [افراد]۔

④ ..... ضماد الازدی رضی اللہ عنہ یمن کا مشہور کاہن۔

⑤ ..... قبیلہ بنی الاشہل۔

⑥ ..... تمیم و نعیم اور کچھ باشندگان ملک شام۔

⑦ ..... حبش کے بیشتر لوگ وغیرہ وغیرہ۔

اثناء راہ میں بریدہ رضی اللہ عنہ اور ۷۰ شخصوں کا مسلمان ہونا

نبی ﷺ یثرب کو جا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں بریدہ اسلمی ملا، یہ اپنی قوم کا سردار تھا، قریش نے آنحضرت ﷺ کی گرفتاری پر ایک سو اونٹ کا انعام مشتہر کیا تھا اور بریدہ اسی انعام کے لالچ سے آنحضرت ﷺ کی تلاش میں نکلا تھا، جب نبی ﷺ کے سامنے ہوا اور حضور ﷺ سے ہم کلام ہونے کا موقع بھی ملا تو بریدہ رضی اللہ عنہ ستر آدمیوں سمیت مسلمان ہو گئے، اپنی پگڑی اتار کر نیزہ پر باندھ لی، جس کا سفید پھریرا ہوا میں لہراتا اور بشارت سناتا تھا کہ امن کا بادشاہ، صلح کا حامی، دنیا کو عدالت و انصاف سے بھرپور کرنے والا تشریف لا رہا ہے۔

راستہ میں نبی ﷺ کو زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ ملے، یہ شام سے آ رہے تھے اور مسلمانوں کا تجارت پیشہ گروہ بھی ان کے ساتھ تھا۔ انہوں نے نبی ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے سفید پارچہ جات پیش کیے۔ (بخاری عن عروۃ ہجرۃ النبیؐ)

قبا میں پہنچنا: ..... ۸ ربیع الاول ۱۳ نبوت روز دوشنبہ [1] (۲۳ ستمبر ۶۲۲ء) مطابق ۱۰ تشری ۴۳۸۳ بہود تھی کہ خدا کا نبی قبا میں پہنچ گیا۔ اہل یثرب نے جب سے سنا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے مکہ چھوڑ دیا ہے، ہر روز صبح سے سر راہ ہمہ چشم بن کر بیٹھ جاتے اور جب تک ٹھیک دوپہر نہ ہو جاتی، بیٹھے رہتے۔ یہ بزرگوار ابھی واپس ہی گئے تھے کہ حضور ﷺ پہنچ گئے اور ایک شخص کے پکارنے سے سب جمع ہو گئے اور خیر مقدم اللہ اکبر کے ترانے گاتے ہوئے آفتاب رسالت کے گرداگرد نور خیز شعاؤں کی طرح جمع ہو گئے، اکثر مسلمان ایسے تھے جنہوں نے ہنوز دیدار پرانوار سے چشم ظاہر بین کو روشن نہ کیا تھا۔ انہیں اللہ کے نبی اور حضور کے رفیق ابوبکر صدیقؓ کی شناخت میں اشتباہ ہو جاتا تھا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اس ضرورت کو تاڑ گئے اور سر مبارک پر سایہ کر کے کھڑے ہو گئے۔

خدا کا رسول ﷺ پنجشنبہ تک یہاں ٹھہرا اور اس سہ روزہ قیام [2] ہی میں سب سے پہلا کام یہاں یہ کیا کہ خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کے لیے ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔ اسی جگہ شیر خدا علی رضی اللہ عنہ بھی مکہ سے پاپیادہ سفر کرتے ہوئے نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ چند روز تک مکہ میں حسب ارشاد نبوی ﷺ اس لیے ٹھہر

---

[1] سرور المحزون شاہ ولی اللہ محدث دہلوی المتوفی ۱۱۷۶ھ ..... صحیح البخاری باب ہجرت النبی ﷺ۔

[2] تفسیر علامہ ابی السعود ص ۱۵۲ جلد ۸۔ مگر صحیح بخاری میں بضع عشر لیلۃ لکھا ہے۔

گئے تھے کہ جن لوگوں کی امانتیں آنحضرت ﷺ کے گھر میں موجود تھیں۔ وہ مالکوں کو واپس کردی جائیں۔

ربیع الاول ۱ر ہجرت کو جمعہ کا دن تھا،[1] نبی علیہ السلام قبا سے سوار ہو کر بنی سالم کے گھروں تک پہنچے تھے کہ جمعہ کا وقت ہو گیا۔ یہاں سو آدمیوں کے ساتھ جمعہ پڑھا۔ یہ اسلام میں پہلا جمعہ تھا۔

خطبہ

خطب رسول الله صلى الله عليه وسلم فى اول جمعة جمعها بالمدينة فى بنى سالم بن عوف

رسول ﷺ کا سب سے پہلے جمعہ کا خطبہ، جو مدینہ پہنچ کر بنی سالم بن عوف میں حضور نے پڑھا تھا۔

الحمد لله احمده واستعينه و استغفره واستهديه واومن به و اعادى من يكفره و أشهد أن لا اله الا الله وحده لاشريك له وان محمداعبده ورسوله۔ ارسله بالهدى والنوروالموعظة على فترة من الرسل وقلة من العلم وضلالة من الناس۔ وانقطاء من الزمان ودنو من الساعة وقرب من الاجل من يطع الله ورسوله فقد رشد ومن يعصهما فقد غوى وفرط وضل ضلا لًا بعيدا ۔ اوصيكم بتقوى الله فان خيرا ما اوصى به المسلم المسلم ان يحضه على الآخرة و ان يامره بتقوى الله فاحذروا ماحذركم الله من نفسه ولا افضل من ذٰلك نصيحة ولا افضل من ذٰلك ذكرًا وان تقوى الله لمن عمل على وجل ومخافة من ربه عون صدق على ما تبغون من الامر الآخرة و من يصلح الذى بينه و بين الله من امره فى السروالعلانية لا ينوى بذٰلك الاوجه الله يكن له ذكرا ۔

ترجمہ:..... حمد وستایش خدا کے لیے ہے، میں اس کی حمد کرتا ہوں، مدد و بخشش اور ہدایت اسی سے چاہتا ہوں میرا خدا کے سوا عبادت کے لائق کوئی بھی نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، محمد اس کا بندہ اور رسول ہے، اسی نے محمد کو ہدایت، نور اور نصیحت کے ساتھ ایسے زمانے میں بھیجا ہے، جب کہ مدتوں سے کوئی رسول دنیا پر نہ آیا، علم گھٹ گیا اور گمراہی بڑھ گئی تھی اسے آخری زمانے میں قیامت کے قرب اور موت کی نزدیکی کے وقت بھیجا گیا، جو کوئی خدا اور رسول کی اطاعت کرتا ہے، وہی راہ یاب ہے اور جس نے ان کا حکم نہ مانا، وہ بھٹک گیا، درجہ سے گر گیا اور سخت گمراہی میں پھنس گیا ہے مسلمانو! میں تمہیں اللہ سے تقوے کی وصیت کرتا ہوں، بہترین وصیت جو مسلمان مسلمان کو کر سکتا ہے، یہ ہے کہ اسے آخرت کے لیے آمادہ کرے اور اللہ سے تقوے کے لیے کہے، لوگو! جن باتوں سے خدا نے تمہیں پرہیز کرنے کو کہا ہے، ان سے بچتے رہو، اس سے بڑھ کر نہ کوئی نصیحت ہے اور نہ اس سے بڑھ کر کوئی ذکر ہے۔ یاد رکھو! کہ امور آخرت کے بارے میں اس شخص کے لیے جو خدا سے ڈر کر کام کر رہا ہے، تقوی بہترین مدد ثابت ہوگا اور جب کوئی شخص اپنے اور خدا کے درمیان کا معاملہ خفیہ وظاہر میں درست کرے گا اور ایسا کرنے میں اس کی نیت خالص ہوگی تو ایسا کرنا اس کے لیے دنیا میں ذکر اور موت کے بعد (جب انسان کو اعمال کی ضرورت وقدر معلوم ہوگی) ذخیرہ بن جائے گا۔

فى عاجل امره و ذكرًا فى مابعد الموت حين يفتقرالمرء الى ماقدم وما كان سوى ذٰلك يود لَوْ اَن بينها و بينه امدًابعيدًا ويحذركم الله نفسه والله رؤف بالعباد۔ والذى صدق قوله وانجزوعده لاخلف لذٰلك فانه يقول عزوجل مايبدل القول لدىّ وما انابظلامٍ للعبيد۔

---

[1] مطابق ۲۷ ستمبر ۶۲۲ء زاد المعاد ص ۵۰ میں ربیع کو دوشنبہ لکھا ہے یہ غلط ہے۔

ترجمہ:..... لیکن اگر کوئی ایسا نہیں کرتا (تو اس کا ذکر اس آیت میں ہے) "انسان پسند کرے گا کہ اس کے اعمال اس سے دور ہی رکھے جائیں۔ خدا تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور جس شخص نے خدا کے حکم کو سچ جانا اور اس کے وعدوں کو پورا کیا تو اس کی بابت یہ ارشاد الٰہی موجود ہے: ہمارے ہاں بات نہیں بدلتی اور ہم اپنے ناچیز بندوں پر ظلم نہیں کرتے۔

فاتقوا اللّٰہ فی عاجل امرکم واجلہ فی السر والعلانیۃ فانہ من یتق اللّٰہ یکفر عنہ سیئاتہ ویعظم لہ اجرا ومن یتق اللّٰہ فقد فاز فوزا عظیما ۔وان تقوی اللّٰہ یوقی مقتہ ویوقی عقوبتہ ویوقی سخطہ وان تقوی اللّٰہ یبیض الوجوہ ویرضی الرب ویرفع الدرجۃ۔

ترجمہ:..... مسلمانو! اپنے موجودہ اور آئندہ ظاہر اور خفیہ کاموں میں اللہ سے تقوے کو پیش نظر رکھو کیونکہ تقوے والوں کی بدیاں چھوڑ دی جاتی ہیں اور اجر بڑھا دیا جاتا ہے، تقوے والے وہ ہیں جو بہت بڑی مراد کو پہنچ جائیں گے۔ یہ تقوی ہی ہے جو اللہ کی بیزاری، عذاب اور غصہ کو دور کر دیتا ہے، یہ تقوی ہی ہے جو چہرہ کو درخشاں، پروردگار کو خوشنود اور درجہ کو بلند کرتا ہے۔

خذوا حظکم ولا تفرطوا فی جنب اللّٰہ قد علمکم اللّٰہ کتابہ و نھج لکم سبیلہ لیعلم الذین صدقوا ویعلم الکاذبین فاحسنوا کما احسن اللّٰہ الیکم وعادوا اعداء اللّٰہ وجاھدوا فی اللّٰہ حق جھادہ ھوا جتباکم و سماکم المسلمین ۔لیھلک من ھلک عن بینۃٍ ویحیٰ من حیّ عن بینۃ ولا قوۃ الا باللّٰہ فاکثروا ذکر اللّٰہ و اعملوا لما بعد الیوم فانہ من یصلح مابینہ وبین اللّٰہ یکفہ اللّٰہ مابینہ وبین الناس ذٰلک بان اللّٰہ یقضی علی الناس ولا یقضون علیہ ویملک من الناس ولا یملکون منہ اللّٰہ اکبر ولا قوۃ الا باللّٰہ العظیم ۔ [تاریخ الملل والامم، طبری]

ترجمہ:..... مسلمانو! حظ اٹھاؤ۔ مگر حقوق الٰہی میں فروگزاشت نہ کرو خدا نے اسی لیے تم کو اپنی کتاب سکھائی اور اپنا رستہ دکھایا ہے کہ راست بازوں اور کاذبوں کو الگ الگ کر دیا جائے۔ لوگو! خدا نے تمہارے ساتھ عمدہ برتاؤ کیا ہے تم بھی لوگوں کے ساتھ ایسا ہی کرو اور جو خدا کے دشمن ہیں، انہیں دشمن سمجھو اور اللہ کے رستے میں پوری ہمت اور توجہ سے کوشش کرو، اسی نے تم کو برگزیدہ بنایا اور تمہارا نام مسلمان رکھا ہے تاکہ ہلاک ہونے والا بھی روشن دلائل پر ہلاک ہو اور زندگی پانے والا بھی روشن دلائل پر زندگی پائے اور سب نیکیاں اللہ کی مدد سے ہیں۔ لوگو! اللہ کا ذکر کرو اور آئندہ زندگی کے لیے عمل کرو کیونکہ جو شخص اپنے اور خدا کے درمیان معاملہ کو درست کر لیتا ہے ہاں! خدا بندوں پر حکم چلاتا ہے اور اس پر کسی کا حکم نہیں چلتا۔ خدا بندوں کا مالک ہے اور بندوں کو اس پر کچھ اختیار نہیں۔ خدا سب سے بڑا ہے اور ہم کو (نیکی کرنے کی) طاقت اسی عظمت والے سے ملتی ہے۔

مدینہ منورہ کا داخلہ:..... نماز جمعہ سے فارغ ہو کر نبی ﷺ یثرب کی جنوبی جانب سے شہر میں داخل ہوئے اور اسی دن سے شہر کا نام مدینۃ النبی ہو گیا جسے مختصر امدینہ کہا جاتا ہے۔ داخلہ عجب شاندار تھا، گلی کوچے تحمید و تقدیس کے کلمات سے گونج رہے تھے، مرد عورت، بچے بوڑھے، نور خدا کا جلوہ دیکھنے کے لیے سراپا چشم بن گئے تھے، تشریف آوری کے اس شکوہ و احتشام کو دیکھ کر اہل کتاب کے عالم سمجھ گئے کہ حقوق نبی کی کتاب باب ۳ درس ۳ کا مطلب آج کھلا۔ اللہ جنوب سے اور وہ جو قدوس ہے، کوہ فاران [1] سے آیا۔ اس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا اور زمین اس کی حمد

---

[1] مجموعہ بائبل میں جس قدر کتابیں پہلے انبیاء کی ہیں، ان میں مکہ کا نام فاران ہے۔ کیونکہ اس جگہ فاران بن عوف بن حمیر نے اپنا قبضہ کیا تھا۔ توراۃ کی کتاب پیدائش ۲۱ باب درس ۱۲ میں ہے۔ "اسمٰعیل فاران کے بیابان میں رہا۔" قرآن مجید سے ثابت ہے کہ ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام نے اس بیابان میں یہ مسجد تعمیر کی جو اب کعبہ کے نام سے مشہور ہے۔ پس توراۃ و قرآن ایک دوسرے کی (بقیہ آئندہ)=

سے معمور ہوئی۔ انصار کی معصوم لڑکیاں پیارے لہجہ اور پاک زبانوں سے اس وقت یہ چند اشعار گا رہی تھیں [1]

أشرق البدر علينا من ثنيات* الوداع
وجب الشكر علينا ما دعا لله داع
ايها المبعوث فينا جئت بالامر المطاع

ترجمہ:..... ان پہاڑوں سے جو ہیں سوئے جنوب چودھویں کا چاند ہے، ہم پر چڑھا۔ کیسا عمدہ دین اور تعلیم ہے، شکر واجب ہے ہمیں اللہ کا، ہے اطاعت فرض تیرے حکم کی، بھیجنے والا ہے تیرا کبریا۔

یہ انصار جن کی لڑکیوں نے یہ ترانہ سنجی کی ہے۔ وہی ہیں، جنہوں نے ۱۱، ۱۲، ۱۳، نبوت میں مکہ معظمہ پہنچ کر نبی ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یا وہ ہیں جو مصعب بن عمیرؓ یا ابن مکتومؓ کی ہدایت سے اور تعلیم سے مدینہ ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔ بزرگ انصار [2] کچھ بڑے مالدار یا صاحب ثروت یا کسی بڑی جاگیر و املاک کے مالک نہ تھے۔ مگر دل ایسے غنی، اسلام کے ایسے فدائی، مسلمان بھائیوں پر اتنے قربان تھے کہ جب کوئی مہاجر ننگی تلواروں۔ [3]

= بقیہ صفحہ گزشتہ: تصدیق کرتے ہوئے ثابت کرتے ہیں کہ فاران مکہ کا نام ہے۔" فاران کا ذکر توراۃ کی کتاب اعداد، اباب ۱۲ درس اور کتاب استثنائے۔ ۳۳ باب ۳ درس میں بھی آیا ہے اور ان سب حوالہ جات سے بصراحت ثابت کہ فاران مکہ کا نام ہے۔

[1] کتاب یسعیاہ ۴۲ باب، ادرس میں ہے کہ سلع کے باشندے ایک گیت گائیں گے۔ مدینہ کا نام سابق انبیاء کی کتابوں میں سلع ہے۔ مورخ طبری کے بیان سے ثابت ہے کہ جنگ خندق میں مسلمانوں نے جس جگہ خندق کھودی تھی۔ وہاں ایک ٹیلہ کوہ کا ہے۔ جس کا نام اہل مدینہ کی زبان پر سلع ہے۔ ☆ ثنیات جمع ہے ثنیہ کی، ثنیہ ٹیلے کو کہتے ہیں۔ سفر ہجرت میں نبی ﷺ نے ثنیۃ الجابر۔ ثنیہ مردان سے عبور فرمایا تھا۔ ثنیہ وداع مدینہ کے قریب ایک ٹیلہ ہے، اہل مدینہ دوست کو یہاں تک چھوڑنے آیا کرتے تھے، اس لیے اس نام سے مشہور ہوا۔ ان ثنیات کا ذکر یسعیاہ ۴۲۔ ۱۱ میں ہے۔ "سلع کے باشندے ایک گیت گائیں گے، پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے۔

[2] انصار کے معنی مددگار ہیں۔ اسلام میں یہ لقب اہل مدینہ کا ہے۔ مہاجر کے معنی ہجرت کرنے والے کے ہیں۔ اسلام میں یہ لقب اہل مکہ کا ہے جو نبی ﷺ کے ساتھ مکہ سے مدینہ گئے تھے۔

[3] یسعیاہ کی کتاب ۲۱ باب میں ہجرت کا ذکر ہے، اول ہم اس کتاب کے درس نقل کرتے ہیں پھر اس کے بعض الفاظ کی صراحت کریں گے

۱۳..... عرب کی بابت الہامی کتاب۔ عرب کے صحرا میں تم رات کاٹو گے۔ اے دوانیوں کے قافلو۔"

۱۴..... پانی لے کے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ۔ اے تیما کی سرزمین کے باشندو! روٹی لے کے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو۔"

۱۵..... کیونکہ وہ تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور چڑھی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔"

۱۶..... کیونکہ خداوند نے مجھ کو فرمایا، ہنوز ایک برس، ہاں مزدور کے سے ایک ٹھیک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی۔"

۱۷..... اور تیر اندازوں کی جو باقی رہے۔ قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے کہ خداوند اسرائیل کے خداوند نے یوں فرمایا۔" مندرجہ بالا آیات میں آیت ۱۵ میں مہاجرین کا ذکر ہے جو ظالم قریش کے سامنے سے جان و ایمان بچا کر بھاگے تھے اور مدینہ گئے تھے۔ آیت ۱۳ر میں دوانیوں اور ۱۴ر میں تیما والوں کو حکم ہے کہ ان کا استقبال کریں اور روٹی پانی سے ان کی تواضع کریں۔ واضح ہو کہ دوان نام ہے حضرت ابراہیمؑ کے پوتے لیشان کے بیٹے سبا کے بھائی کا، سبا اور دوان کی اولاد ملک یمن میں آباد ہوئی تھی۔ سیل عرم کے آنے سے یہ قبائل متفرق ہوئے، اوس و خزرج کے قبائل جو انصار کہلاتے ہیں، انہیں میں سے ہیں۔ مؤرخ ابن خلدون نے اسے صراحت سے بیان کیا ہے، اس آیت میں جیسا کہ یہ پیش گوئی ہے کہ مہاجرین کی ہجرت قریش کی تلواروں اور کمانوں کی وجہ سے ہوگی، ایسے ہی یہ پیش گوئی ہے کہ ان کے انصار سل و دان سے ہوں گے، جیسا کہ ہوا۔ تیما نام ہے حضرت اسمٰعیلؑ کے آٹھویں فرزند کا جن کی اولاد مدینہ کی عقب میں آباد ہوئی۔ اہل مدینہ و حوالی مدینہ کو نصرت و تائید کا حکم دینے کے بعد آیت ۱۶، ۱۷ر میں ان ظالموں کا انجام بتایا ہے، یعنی قریش کا انجام اس جگہ قریش کو قیدار والے بتایا ہے قیدار حضرت اسماعیلؑ کے دوسرے فرزند کا نام ہے قریش ان کی ہی نسل میں سے ہیں بتایا گیا ہے کہ اس واقعہ ہجرت کے ایک سال بعد قیدار کے بہادر کمان انداز گھٹ جائیں گے اور ان کی شوکت کم ہو جائے گی۔ چنانچہ ہجرت کے ایک ہی سال کے بعد جنگ بدر کا وقوع ہوا۔ جس میں قریش کے نامی سردار مشہور بہادر مارے گئے اور ان کے رعب داب حشمت عزت کو بہت نقصان پہنچا تھا۔ جملہ آیات میں صاف صاف نام لے کر پیش گوئی کی گئی ہے۔

کھچی ہوئی کمانوں سے جان بچا کر بھوکا پیاسا مدینہ میں جا پہنچتا تھا تو ہر انصاری یہ چاہتا تھا کہ وہ مہاجر اسی کے پاس ٹھہرے۔ آخر قرعہ اندازی ہوتی تھی اور جس کے نام پر قرعہ نکل آتا وہ مہاجر بھائی کو اپنے گھر لے جاتا۔ مکان، اسباب، روپیہ زمین، مویشی، غرض جو کچھ اسکی ملک میں ہوتا، اس کا آدھا حصہ اسی دن تقسیم کر کے دے دیتا اور پھر رات دن اس کی خدمت کے لیے مستعد رہتا۔ اپنی خوش قسمتی پر شکر کرتا کہ خدا نے دین کے ایک بھائی کو اسکا حصہ دار بنایا۔

مکہ اور مدینہ کے حالات کا مقابلہ:..... مکہ میں صرف ایک قوم قریش کا زور اور حکومت تھی اور سب کا مذہب بھی (زیادہ تر) بت پرستی تھا۔ مدینہ مختلف اقوام اور مذہب کا مجموعہ تھا۔ وہاں بت پرست بھی تھے اور یہود بھی اور کم تعداد میں عیسائی بھی۔ یہودیوں کے کئی زبردست قبیلے بنونضیر، بنوقینقاع، بنوقریظہ تھے جو اپنے جداگانہ قلعوں میں رہا کرتے تھے، تجارت اور سودخوری کی وجہ سے بہت مال دار تھے۔

یہودِ مدینہ نبی موعود کے منتظر تھے

جب سے خدا کے برگزیدہ نبی موسیٰ علیہ السلام نے اپنے وعظ میں یہود کو یہ بشارت سنائی تھی[1] کہ خدا موسیٰ علیہ السلام کے بھائیوں میں سے موسیٰؑ جیسا نبی پیدا کرے گا، اس وقت سے یہود امید کیے ہوئے تھے اور اسی امید پر مدینہ میں

---

[1] کتاب استثناء ۱۸ باب کا ۱۵ درس یہ ہے۔ "خداوند تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔" اسی باب کے ۱۸، ۱۹ درس زیادہ صاف ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ ۱۸ میں ان کے لیے ان کے ان بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا۔ وہ سب ان سے کہے گا۔ اور ایسا ہوگا جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا ان آیات کے مسک سے مسلمانوں کا استدلال یہ ہے:

الف..... کہ بنی اسرائیل کے بھائی نبی نہیں ہوا (دیکھو کتاب پیدائش باب ۱۶۔ ۱۲ و باب ۲۵۔ ۱۸)

ب..... بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام کی مانند کوئی نبی نہیں ہوا۔ (دیکھو کتاب استثناء باب ۳۴۔ ۱۰)

اس لیے یہ پیش گوئی ہمارے نبی ﷺ کے لیے صاف ہے۔ آنحضرت ﷺ کا پتہ یہ دیا گیا ہے کہ اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔" یہ پتہ آنحضرت ﷺ کا ہی خاص ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کے سوا باقی کوئی کتاب (تورات انجیل) ایسی نہیں جس میں کلام الٰہی کے الفاظ محفوظ رہے ہوں۔ یا جس کی وحی لفظاً و معناً پہنچی ہو یہودیوں اور عیسائیوں کو اقرار ہے اور انکار نہیں کہ موسیٰ نے دس احکام کے سوا اور کوئی عبارت توراۃ کی خدا کے لفظوں میں محفوظ نہیں اور موسیٰ علیہ السلام کے سوا دوسرے انبیاء کے صحیفوں میں خصوصاً انجیل میں آسمانی وحی سے اترے ہوئے خدا کے الفاظ نہیں۔ اس اقرار کے بعد جملہ انبیاء میں صرف حضرت موسیٰ ہی رہ جاتے ہیں جن کو کلام کے بارے میں نبی ﷺ سے مماثلت ہے۔ ہمارے نبی ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میں باہمی مماثلت، مشابہت امور میں ہے۔ مثلاً دونوں کا صاحب ہجرت، صاحب شریعت، صاحب جہاد ہونا، دونوں کو اکتالیسویں سال کے شروع میں نبوت ملنا اور یہ امور وہ ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد مجموعی طور پر بنی اسرائیل کے کسی نبی میں نہیں پائے جاتے۔ مگر ہمارے نبی ﷺ میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن اس جگہ صرف اسی مماثلت پر غور و تدبر کرنا چاہیے۔ جسے کتب استثناء نے خود بیان کیا ہے۔ قرآن مجید اس کی تصدیق یوں کرتا ہے: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (سورۃ النجم)

ترجمہ:..... "محمدؐ اپنی خواہش سے نہیں بول رہا ہے یہ تو وہ کلام ہے جو خدا نے اس کے پاس بھیجا اور اس کے ناطقہ پر جاری ہے"۔

۱..... آپ جدید و قدیم عہد نامہ کی تمام کتابوں کو دیکھ جائیں۔ قرآن مجید کے سوا اس پیش گوئی کا کسی نے بھی حوالہ نہیں دیا۔ اور دلیل نہیں پکڑی بے شک یہ صفت نبی ﷺ کے لیے بہت ہی خاص ہے۔ ۱۲ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ درس ۱۵ میں لفظ تیرے ہی درمیان سے۔" الحالی ہیں اس کے لیے تین روشن دلائل ہیں ۱۲۔ یعنی توراۃ میں یہ لفظ موجود نہیں۔

۲..... اسی باب کے درس ۱۸، ۱۹ میں کل پیش گوئی کو دوہرایا گیا ہے۔ اس میں یہ لفظ موجود نہیں۔

۳..... لوقا نے اسی آیت کو اعمال ۲۲، ۲۳ / ۳ باب میں درج کیا ہے اور اس میں تیرے ہی درمیان سے" کے الفاظ نہیں لکھے۔

ٹھہرے ہوئے تھے کہ بنی اسمٰعیل میں پیدا ہونے والا نبی یہود کے قومی ادبار کو دور کرنے والا، ان کی گزشتہ شان وشوکت، حکومت وسلطنت کو دوبارہ زندہ کرنے والا ہوگا اور جب سے یہود کو شام سے نکال دیا گیا اور ذلت و غلامی کے گڑھے میں ڈال دیا گیا تھا۔ اس وقت سے نبی موعود کے ظہور پر ان کی آنکھیں اور بھی زیادہ لگی ہوئی تھیں۔ اب اسمٰعیلی نبی کا مدینہ میں تشریف لانا سن کر یہودی بالخصوص بہت خوش ہو رہے تھے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ یہ تو مسیح کو راستباز ٹھہراتا، اس کی تعلیم کو سچا بتاتا اور مسیح علیہ السلام پر ایمان لانے کو اسلام کا ضروری و لاینفک جزو قرار دیتا اور اس کی بزرگی کر کے یہودیوں کو انصاف سے ملزم ٹھہراتا ہے۔[1] تو اس وقت سب یہودی ہمارے نبی ﷺ کے دشمن ہو گئے جب سے خدا کے برگزیدہ بندہ عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے سب سے آخری وعظ میں دوسرے تسلی دینے والے کے آنے کی خبر دی تھی، جو دنیا کے ساتھ ہمیشہ رہے گا اور جو دنیا کو سب چیزیں سکھائے گا اور عیسائیوں کو اس کے حکم پر چلنے کی تاکید کی تھا۔

عیسائیانِ مدینہ نبی موعود کے منتظر تھے:..... تب سے عیسائی بھی اس نبی ﷺ کا انتظار کر رہے تھے جو یہود سے ان کے ظلموں کا بدلہ لینے والا عیسائیوں کو جلال بخشنے والا، مسیح علیہ السلام کی صداقت ظاہر کرنے والا ہو لیکن جب انہوں نے دیکھا کی نبی ﷺ نے عیسائیوں کے خود ساختہ مسائل[2] ابنیت، تثلیث، کفارہ، رہبانیت اور پوپ کے الٰہی اقتدارات کا رد کیا۔ تب وہ بھی ہمارے نبی ﷺ کے دشمن ہو گئے۔

مدینے کی حالت کا اندازہ کرنے کے لیے ناظرین کو عبداللہ بن ابی بن سلول کے حال پر بھی ایک مختصر نظر ڈال لینا ضروری ہے۔ یہودیوں کے علاوہ مدینہ کا ممتاز ذی اثر شخص یہ بھی تھا۔ اوس وخزرج کے قبیلوں پر اس کا پورا رعب تھا اور اس کو توقع تھی کہ ان طاقتور قبیلوں کی مدد سے مدینے کی سب سے اعلیٰ طاقت وہ ہی بن جائے گا۔ جب اس نے دیکھا کہ اوس وخزرج، مسلمان ہو رہے ہیں تو خود بھی (بعد از جنگ بدر) بظاہر حال مسلمانوں سے مل گیا لیکن جب اس نے دیکھا کہ یہود نبی ﷺ کے خلاف ہو گئے ہیں تو اس نے چاہا کہ یہودیوں پر بھی اس کا پہلا اثر قائم رہے

---

[1] وہ دنیا کو گناہ سے اور راستی سے تقصیر دار ٹھہرائے گا، وہ میری بزرگی کرے گا۔ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتا دے گا۔ ۱۳، ۱۴، ۱۶ باب ۱۹ انجیل یوحنا

[2] ڈاکٹر ڈریپر نے اپنی کتاب موسومہ "مذہب وسائنس" میں لکھا ہے کہ عیسائی مذہب اپنی اپنی ابتداء میں سالہا سال تک تین اصولوں کی تلقین کرتا رہا۔ حق اللہ۔ یعنی انسان کو چاہیے کہ خدائے بزرگ وبرتر کی تعظیم کرے۔ حق الذات۔ یعنی انسان کو چاہیے کہ ذاتی طور پر نیک رہے۔ حق العباد لازم ہے کہ ابناء جنس کے ساتھ بھلائی کرے۔ اس کے بعد ڈاکٹر موصوف نے لکھا ہے کہ ان ترمیمات واصلاحات کا صحیح اندازہ کرنے کے لیے جو مذہب عیسوی میں بیرونی عناصر کی آمیزش سے پیدا ہوئے اور آج تک قائم ہیں۔ اول ٹریلٹین کی تحریر میں تثلیث کا ذکر نہیں ہے اور کفار کا تو رد پایا جاتا ہے کیونکہ اس کے الفاظ یہ ہیں: "خدا نے انسان کے اعمال حسنہ وسیئہ کے لحاظ سے جزا وسزا مقرر کی ہے جو نیک ہوں گے انہیں لذت جاودانی عطا فرمائے گا اور جو بد ہوں گے انہیں ابدی شعلوں میں جھونک دے گا"۔

ڈاکٹر مذکور نے پھر لکھا ہے کہ "قیصر قسطنطین کے عہد میں عیسائیت میں بت پرستی شامل ہوئی اور پادریوں کی پہلی کونسل اسی کی صدارت سے ۳۲۵ء میں قائم ہوئی۔ پھر کونسلوں کے انعقاد کی رسم پڑ گئی۔ ہر ایک کونسل مذہب اور اعتقاد میں نئی نئی ترمیمات اور اصلاحات عمل میں لانے لگی" اس لیے ہم نے جو تین میں لفظ "عیسائیوں کے خود ساختہ مسائل" درج کیا ہے بالکل صحیح ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ نبی ﷺ نے عیسائیوں کے جب مسائل میں اصلاح فرمائی تھی۔ آہستہ آہستہ اور جزا جزا مختلف طور پر عیسائیوں کے مختلف فرقوں نے بھی ان اصلاحات کو قبول کر لیا ہے اور اپنے مذہب کا جزو بنا لیا ہے، اگرچہ وہ اب تک اپنے اس سچے محسن محمد رسول ﷺ کے شکر گزار نہیں ہیں۔ مثلاً یونیٹرین کو دیکھئے کہ وہ مسیح کو ابن اللہ تسلیم نہیں کرتے، پراٹسٹنٹ فرقہ اسلام کے بعد پیدا ہوا جو رہبانیت اور یورپ کے الٰہی اقتدار کا سخت منکر ہے۔ وغیرہ

اور مسلمان ہو جانے والے قبائل بھی بدستور زیر اقتدار رہیں۔ اس نے یہ رویہ اختیار کیا کہ مسلمانوں میں بیٹھ کر ان سے اپنی رفاقت کا اقرار کرتا اور دیگر اقوام کے سامنے ان کے ساتھ اپنے اتحاد و صداقت کا دعویٰ کیا کرتا اور چونکہ فی الحقیقت اسلام کو اپنی آرزوؤں کا پامال کنندہ سمجھتا تھا اس لیے جب موقع ملتا تو مسلمانوں کی ضرر رسانی میں بھی دریغ نہ کرتا، اس گروہ کا نام مسلمانوں نے منافق رکھا۔ مدینے کی یہ حالت تھی اور اس سے ظاہر ہے کہ اسلام کی دعوت اور منادی کے لیے اس جگہ بھی بہت سی دشواریوں کا سامنا تھا۔ ایک منصف اور غور کرنے والی طبیعت فیصلہ کر سکتی ہے کہ ان سب موانع پر غالب آنا اسلام کی صداقت کی عمدہ دلیل ہے۔ اشاعت اسلام میں جو کامیابی نبی ﷺ کو مدینہ منورہ میں بمقابلہ مکہ معظمہ ہوئی اس کا ذکر قرآن نے پہلے سے بطور پیش گوئی فرما دیا تھا:

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝ (سورۃ الضحیٰ) پچھلا تیرے لیے پہلے سے بہتر ہوگا۔

باب:..... ۱

استحکام امن کے لیے بین الاقوامی معاہدہ، قریش کی شرارتیں، سازشیں اور حملے، یہود کی عہد شکنی، مسلمانوں کی کامیابی، منادان اسلام کو وعظ و انذار میں آزادی ملنا، اسلام کی وسعت، امن بسیط کا قیام

یہ ذکر ہو چکا ہے کہ مدینے میں مختلف نسلوں کے لوگ آباد تھے۔ ان کے مذاہب بھی الگ الگ تھے۔ یہودیوں کے متعدد قبیلے خصوصاً بہت طاقتور تھے اور اپنے جداگانہ قلعوں میں رہا کرتے تھے۔

نبی ﷺ نے مدینے پہنچ کر ہجرت کے پہلے ہی سال یہ مناسب خیال فرمایا کہ جملہ اقوام سے ایک معاہدہ بین الاقوامی اصول پر کر لیا جائے تاکہ نسل اور مذہب کے اختلاف میں بھی قومیت کی وحدت قائم رہے اور سب کو تمدن و تہذیب میں ایک دوسرے سے مدد و اعانت ملتی رہے۔ اس معاہدہ کے جستہ جستہ فقرات درج کیے جاتے ہیں

(۱)...هٰذا كتاب من محمد النبي بين المؤمنين والمسلمين من قريش ويثرب ومن تبعهم فلحق بهم وجاهد معهم۔ (۲)...انهم امة واحدة۔ (۳)...وان يهود بني عوف امة مع المؤمنين۔ (۴)...وان بينهم النصر على من حارب اهل هٰذه الصحيفة۔ (۵)...وان بينهم النصح والنصيحة والبر دون الاثم۔ (۶)...وان اليهود ينفقون مع المؤمنين مادامو محاربين۔ (۷)...وان بطانة يهود كانفسهم۔ (۸)...وانه لم يأثم امرء بحليفه۔ (۹)...وان النصر للمظلوم۔ (۱۰)...وان يثرب حرام جرفها لاهل هٰذه الصحيفة۔ (۱۱)...وان الجار كالنفس غير مضار ولا اثم۔ (۱۲)...وانه ما كان بين اهل هٰذه الصحيفة من حدث او اشتجار يخاف فساده فان مرده الى الله عزوجل والى محمد رسول الله۔

① ..... یہ تحریر ہے محمد النبی ﷺ کی جانب سے مسلمانوں کے درمیان جو قریشی یا یثرب کے باشندہ ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ جو مسلمانوں کے ساتھ ملے ہوئے اور کاروبار میں ان کے ساتھ شامل ہیں۔

② ..... کہ یہ سب لوگ ایک ہی قوم سمجھے جائیں گے۔

③ ..... بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم ہیں۔

④ .....اور جو کوئی اس معاہدہ کرنے والی قوموں کے ساتھ جنگ کرے گا تو اس کے خلاف سب کے سب مل کر کام کریں گے۔ مسلمان اس کی نصرت کریں گے۔

⑤ .....معاہدہ اقوام کے باہمی تعلقات باہمی خیر خواہی، خیر اندیشی اور فائدہ رسانی کے ہوں گے۔ ضرر اور گناہ کے نہ ہوں گے۔

⑥ .....جنگ کے دنوں میں یہودی مسلمانوں کے ساتھ مصارف میں شامل رہیں گے۔

⑦ .....یہودیوں کی دوست دار قوموں کے حقوق یہودیوں کے برابر سمجھے جائیں گے۔

⑧ .....کوئی شخص اپنے معاہد کے ساتھ مخالفانہ کارروائی نہ کرے گا۔

⑨ .....مظلوم کی مدد و نصرت کی جائے گی۔

⑩ .....مدینے کے اندر کشت وخون کرنا اس معاہدہ کرنے والی سب قوموں پر حرام ہوگا۔

⑪ .....زنہاری بھی معاقوموں جیسے سمجھے جائیں گے۔

⑫ .....اس معاہدہ کی قوموں کے اندر اگر کوئی ایسی نئی بات یا جھگڑا پیدا ہو جائے جس میں فساد کا خوف ہو تو اس کا فیصلہ خدا اور اس کے رسول محمدؐ کے متعلق سمجھا جائے گا۔

گرد و نواح کے قبائل پر معاہدہ کی توسیع

اس معاہدہ پر مدینے کی تمام آباد قوموں کے دستخط ہو گئے اس کے بعد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ چاہا کہ گرد و نواح کے قبیلوں کو بھی اسی معاہدہ میں شامل کر لیا جائے۔ اس سے دو فائدے ہوں گے:

[۱] .....جو خانہ جنگی قبائل کے درمیان ہمیشہ جاری رہتی اور خلق خدا کے خون سے خدا کی زمین کو رنگین کرتی رہتی ہے۔ اس کا انسداد ہو جائے۔

[۲] .....قریش مکہ ان لوگوں کو جن سے معاہدہ ہو جائے گا۔ مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ نہ کر سکیں گے۔

الف ..... اس مبارک اور امن بخش ارادہ سے نبی ﷺ نے ہجرت کے پہلے ہی سال ودان تک (جو مکہ اور مدینے کے درمیان ہے) سفر فرمایا اور قبیلہ بنی حمزہ بن بکر بن عبد مناف کو اس معاہدہ میں شریک کر لیا۔ اس عہد نامہ پر عمرو بن مخشی الضمری نے دستخط کیے تھے۔ (زاد المعاد: ۱/ ۳۳۴)

ب ..... اسی ارادہ سے بماہ ربیع الاول ۲ھ خدا کا نبی ﷺ رضوی کی طرف گیا اور کوہ بواط کے لوگوں کو شریک معاہدہ کر لیا۔

ج ..... اسی سن میں بماہ جمادی الآخری آنحضرت ﷺ ذی العشیرہ تشریف لے گئے۔ یہ مقام ینبوع اور مدینے کے درمیان ہے اور بنو مدلج سے معاہدہ لے کر مدینے تشریف لائے۔ (زاد المعاد: ۱/ ۳۳۴)

اس مبارک ارادے کی تکمیل کے لیے اگر کافی وقت مل جاتا تو دنیا پر آشکارا ہو جاتا کہ رحمۃ للعالمین ﷺ دنیا میں تلوار چلانے کو نہیں، بلکہ صلح پھیلانے اور امن قائم کرنے کے لیے آیا ہے۔[1]

---

[1] مسیح کا قول ہے: مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں، صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں۔ متی باب ۱۰ آیت ۳۴

قریش نے مدینہ پہنچ کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا

قریش مکہ کو ایمان والوں اور نبی ﷺ کے ساتھ ایسی دشمنی تھی کہ ان کے وطن چھوڑ کر ۳۰۰ میل پرے جانے کے بعد بھی ان کو چین نہ آیا، پہلے بھی جب مسلمان حبش جا رہے تھے، اس وقت قریش نے حبش پہنچ کر ان کے گرفتار کرلانے کی کوششیں کی تھی۔ مگر وہ ملک ایک بادشاہ کے ماتحت تھا اور سمندر درمیان میں حائل تھا اس لیے وہاں کچھ اور زیادہ کارروائی نہ کر سکے۔ اب جو مسلمان مدینہ جا رہے تو سب نے مدینہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کرلیا۔ قریش مکہ نے پہلے تو عبداللہ بن ابی اور اس کے رفقاء کو جو اوس وخزرج میں سے ہنوز بت پرست تھے، لکھ بھیجا۔

مسلمانوں کے خلاف قریش کی پہلی سازش

تم نے ہمارے شخص کو اپنے ہاں ٹھہرالیا ہے۔ اب لازم ہے کہ تم اس سے لڑو یا وہاں سے نکال دو، ورنہ ہم نے قسم کھالی ہے کہ ہم سب یکبارگی تم پر حملہ کردیں گے، تمہارے جوانوں کو قتل کردیں گے اور تمہاری عورتوں پر قبضہ کرلیں گے۔

اس خط کے آنے پر ابن ابی اور اس کے رفقاء نے نبی ﷺ سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ آنحضرت ﷺ کو بھی اس کی اطلاع مل گئی۔ آپ نے اس حملہ کرنے والے مجمع میں خود جا کر گفتگو فرمائی۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

قریش نے تم سے ایسی چال کھیلی ہے کہ اگر تم ان کی دھمکیوں میں آ گئے تو تمہارا نقصان بہت زیادہ ہوگا، بہ نسبت اس کے کہ تم ان کی بات سے انکار کردو گے کیونکہ اگر تم مسلمانوں سے لڑو گے تو اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے ہی بھائیوں اور فرزندوں کو (جو مسلمان ہو چکے ہیں) قتل کرو گے۔ اگر تمہیں قریش سے لڑنا پڑا تو وہ غیروں کا مقابلہ ہوگا۔

نبی ﷺ کی یہ تقریر ان کے ایسی دل نشین ہوئی کہ تمام مجمع منتشر ہوگیا۔[1]

دوسری سازش:..... اس کے بعد قریش مکہ نے اندر ہی اندر یثرب کے یہودیوں سے سازش کرنی شروع کردی اور جب خفیہ طور پر ان کو اپنے ساتھ ملا چکے تب اپنی کامیابی پر پورا بھروسہ کر کے مسلمانوں کو کہلا بھیجا۔

قریش مکہ کی دھمکی:..... تم مغرور نہ ہوجانا کہ مکہ سے صاف بچ کر نکل آئے۔ ہم یثرب ہی پہنچ کر تمہارا استیصال کر دیتے ہیں۔ اس پیغام کے بعد انہوں نے چھیڑ چھاڑ شروع کردی۔

قریش کا مسلمانوں پر پہلا حملہ (کرز بن جابر کا مدینہ پر حملہ اور مویشیوں کی لوٹ)

ربیع الاول ۲ھ کا ذکر ہے کہ سرداران قریش میں سے ایک شخص کرز بن جابر الفہری یثرب پہنچا اور مدینے والوں کے مویشی جو باہر میدان میں چر رہے تھے۔ لوٹ کر لے گیا اور صاف نکل گیا۔ گویا مدینے والوں کو اپنی طاقت دکھا گیا کہ ہم تین سو میل کا دھاوا کر کے تمہارے گھروں سے تمہارے مویشی لے جا سکتے ہیں۔

پھر ماہ رمضان ۲ھ کا ذکر ہے کہ ابوجہل نے مکے میں مشہور کردیا کہ ہمارا قافلہ جو زر و مال سے مالا مال ہے اور شام سے آ رہا ہے۔ مسلمان اسے لوٹیں گے اس شہرت سے اس کا مقصود یہ تھا کہ وہ سب لوگ جن کا مال تجارت میں لگا ہوا ہے اور وہ سب لوگ جن کے اقرباء قافلے میں ہیں اور وہ سب لوگ جو مسلمانوں سے نفرت

---

[1] سنن ابی داؤد (المتوفی شعبان ۲۷۵ھ) عن عبدالرحمن بن کعب باب فی خبر النظیر

رکھتے ہیں۔ بالاتفاق مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے آمادہ ہوجائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

لشکر قریش کی تعداد اور ان کے قطعی ارادے کا یقین..... ایک ہزار جانباز بہادروں کی خونخوار فوج لے کر (جن کی سواری میں سات سو اونٹ اور تین سو گھوڑے تھے) ابوجہل مکہ سے نکلا، جس قافلے کی حفاظت کا بہانہ کر کے یہ فوجی اجتماع ہوا تھا۔ وہ مکہ میں بخیریت پہنچ بھی گیا۔ مگر ابوجہل اس فوج کو لیے ہوئے برابر مدینے کی جانب بڑھتا گیا۔ اب مسلمانوں کو کچھ بھی شک نہ رہا کہ قریش کی چڑھائی غریب مسلمانوں پر ہے۔

نبی ﷺ نے اس معاملہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا، مہاجرین نے قابل اطمنان جواب دیا، بار ثانی مشورہ فرمایا، مہاجرین نے قابل اعتبار جواب دیا، بار ثالث مشورہ فرمایا، اب انصار سمجھے کہ آنحضور ﷺ ہمارے جواب کے منتظر ہیں۔ سعد بن معاذؓ نے عرض کیا: شاید حضور نے سمجھا ہے کہ انصار اپنے شہر سے باہر نکل کر حضور کی اعانت کرنا اپنا فرض نہیں سمجھتے ہیں۔ انصار کی طرف سے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ہم تو ہر حالت میں حضور کے ساتھ ہیں، کسی سے معاہدہ فرمایئے، کسی سے معاہدہ کو نامنظور کیجیے، ہمارے زر و مال سے جس قدر منشا مبارک ہو لیجیے، ہم کو جو مرضی مبارک ہو، عطا کیجیے، مال کا جو حصہ ہم سے حضور لے لیں گے ہمیں وہ زیادہ پسند ہوگا اس مال سے جو حضور ہمارے پاس چھوڑ دیں گے، ہم کو جو حکم حضور دیں گے، ہم اس کی تعمیل کریں گے۔ اگر حضور عمران کے چشمے تک چلیں گے تو ہم ساتھ ہوں گے، اگر حضور ہم کو سمندر میں گھس جانے کا حکم دیں گے تو حضور کے ساتھ وہاں بھی چلیں گے"۔

مقداد نے کہا: یارسول اللہ! ہم وہ نہیں کہ قوم موسیٰ علیہ السلام کی طرح اذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ (سورۃ المائدہ) کہہ دیں کہ ہم تو حضور کے دائیں، بائیں، آگے پیچھے، قتال کے لیے حاضر ہیں۔[1]

مسلمان پہلے سے کچھ تیار نہ تھے، انصار و مہاجر مل کر ۳۱۳ ایسے نکلے جو میدان میں جاسکیں۔

اب تک مسلمانوں کو جنگ کی اجازت نہ تھی:..... اب تک مسلمانوں کو جنگ کی اجازت نہ تھی کیونکہ اسلام کو جنگ سے کوئی واسطہ ہی نہیں، لفظ اسلام کا مادہ سلم ہے۔ جس کے معنی صلح اور فروتنی کے ہیں۔ جو مذہب دنیا کے لیے صلح کا پیغام لے کر آیا ہو۔ جس مذہب کے پیرو ایمان داروں کو منکسر اور متواضع رہنے کا حکم ہو۔ وہ کیوں جنگ کرتے۔

حکم جہاد کی ضرورت:..... یہی وجہ تھی کہ انہوں نے چپ چاپ گھروں کو، املاک کو مکہ میں چھوڑ دیا اور حبش یا مدینہ چلے گئے تھے لیکن اب ایسی صورت آپڑی کہ جنگ کے سوا چارہ ہی نہ رہ گیا۔ اگر ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہتے تو نتیجہ یہ ہوتا کہ بکریوں کی طرح ذبح ہوجاتے اور سب سے بڑا نقصان یہ تھا کہ توحید کی منادی کرنے والا دنیا پر کوئی نہ رہ جاتا۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے پونے تین سال کے وعظ کے بعد جس ضرورت سے مجبور ہو کر اپنے حواریوں کو حکم دیا تھا کہ کپڑوں، لتوں اور نقدی کے بدلے ہتھیار خرید کر مسلح ہوجائیں (لوقا ۲۲/۳۶)۔ اسی ضرورت کی وجہ سے خدائے بزرگ و برتر نے مسلمانوں کی حالت پر رحم فرما کر ان کو بھی ۱۳ سال تک صبر کرنے اور ظلم و ستم برداشت کرتے رہنے کے بعد ان حملہ آور دشمنوں کی مدافعت کا حکم دے دیا۔

---

[1] (زاد المعاد ص ۳۳۷) ترجمہ آیت یہ ہے: "جا تو اور تیرا خدا دونوں لڑو۔ ہم تو یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں"۔

اجازت جہاد کا پہلا حکم

یہ وہ پہلا حکم ہے، جس کی رو سے مسلمانوں کو اجازت ملی ہے۔ اس لیے اصل مع ترجمہ ذیل میں درج ہے۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ﴿٣٩﴾ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا (سورۂ حج: ۳۹، ۴۰)

ترجمہ:..... جنگ کرنے والوں کو اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم ہوا اور خدا ان کی مدد پر بے شک قادر ہے، یہ لوگ اپنے وطن سے بلا وجہ صرف اس لیے نکالے گئے کہ انہوں نے اللہ کو اپنا رب مان لیا ہے اور اگر بعض لوگوں (حملہ آوروں) کو بعض لوگوں (مسلمانوں) سے اللہ پاک دفع نہ کراتا۔ تب ضرور عیسائیوں کے گرجے یہودیوں کے معابد اور ترسا کے مندر اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں اسم الٰہی کا ذکر کثیر ہوتا ہے گرادی جاتیں۔

قارئین! اس حکم میں مفصل طور پر وہ وجوہات درج ہیں جو مسلمانوں کو جنگ کرنے کی اجازت ملنے کا باعث ہوئیں اور اس حکم میں یہ بھی دکھایا گیا کے کہ جنگ جارحانہ ہے یا مدافعانہ۔

پہلی وجہ:..... مدافعت کرنے والوں کا مظلوم اور حملہ آوروں کا ظالم ہونا ہے اور وہ یہ وجہ ہے۔ جسے آج کل کا مروجہ قانون تعزیراتِ ہند بھی حفاظت خود اختیاری کے نام سے جائز ٹھہراتا ہے۔

دوسری وجہ:..... ان کا گھر بار سے نکالا جانا۔ املاک سے بے دخل کیا جانا اور وہ بھی صرف اختلاف عقیدہ کی بنیاد پر۔ آشتی پسند ملک معظم ایڈورڈ ہفتم نے جو پیغام حکومت پنجاہ سالہ ہند کے جشن پر اپنی رعایا کو دیا تھا، اس میں نہایت فخریہ لہجہ سے (اور اس امر پر فخر کرنا بالکل صحیح اور مناسب تھا) یہ بھی درج کیا تھا کہ اس پچاس برس کے عرصہ میں کسی شخص کو بھی محض اختلاف عقیدہ کی وجہ سے اذیت نہیں دی گئی''، لیکن یہ مظلوم مسلمان سب کے سب وہی تھے جن کو ہر قسم کی ایذائیں اور جلاوطنی کی سزا محض توحید کی وجہ سے دی گئی تھی۔

تیسری وجہ:..... ایسی عام ہے جو یہ ثابت کرتی ہے کہ مسلمانوں کو جنگ کی اجازت صرف انہی کے ذاتی، قومی، مذہبی فوائد کے لحاظ سے نہیں دی گئی بلکہ اس لیے بھی کہ مسلمانوں نے جو معاہدات یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر مختلف اقوام کے ساتھ ابھی حال میں کیے تھے اور جس فراخ دلی سے ہر ایک مذہب کے لیے مذہبی آزادی عطا کی تھی۔ اب اگر اس معاہدہ کی حفاظت میں مسلمان اپنی جانوں کو نہ لڑادیں گے تو سب مذہبوں کی آزادی ملیامیٹ ہو جائے گی اور سب کے مندر، سب کے گرجے تہ خاک ہو جائیں گے کیونکہ جب کوئی قوم معاہدہ کی حفاظت کرنے والی ہی نہ رہے تو معاہدہ پر عمل کیوں کر ہو سکتا ہے۔

ان سب ضروری وجوہات نے مسلمانوں کے لیے ضروری ٹھہرا دیا کہ وہ باوجود بے سروسامان ہونے اور باوجود قلیل التعداد ہونے کے بھی ان حملہ آوروں کو مدینہ سے دور ہی روکیں۔[1]

---

[1] اس طرح کے جھگڑے کئی سال تک مسلمانوں کو پریشان کرتے رہے، تلوار ہمیشہ ان کے خلاف اٹھائی گئی اور اسلام کو تلوار کے زور سے نیست و نابود کرنے کی کوششیں برابر کی گئیں لیکن اسلام ہمیشہ پھیلتا گیا، اس کتاب مشہور میں غزوات کا ذکر مختصر لفظوں میں کیا جائے گا

مسلمانوں پر قریش کا دوسرا حملہ یا جنگ بدر

رمضان ۲ھ میں خدا کا نبی ﷺ اپنے ساتھ مسلمانوں کو لے کر مدینہ سے چلا۔[1] اس لشکر کے ساز و سامان کا اندازہ اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ تمام لشکر میں دو گھوڑے اور ساٹھ اونٹ تھے۔ یہ عجیب اتفاق دیکھو کہ اہل بدر کی تعداد بھی لشکر طالوت کے برابر تھی۔ جب کہ وہ جالوت کے مقابلہ کو نکلا تھا۔ (صحیح بخاری، کتاب المغازی م عن براءؓ)

جب بدر پہنچے تو دیکھا کہ دشمن کا لشکر جو تعداد میں ان سے سہ چند اور سامان میں ہزار چند زیادہ ہے۔ اترا ہوا ہے۔

جنگ سے ایک روز پہلے نبی ﷺ نے میدان جنگ کا ملاحظہ کیا اور بتایا کہ کل ان شاء اللہ تعالیٰ فلاں دشمن اس جگہ اور فلاں فلاں اس جگہ قتل ہوں گے۔ ۱۷ رمضان کو بروز جمعہ جنگ ہوئی۔ جنگ سے پہلے نبی ﷺ نے نہایت تضرع سے خدا کے حضور میں دعا کی اور یہ بھی عرض کیا کہ اگر یہ مسلمان مارے گئے تو دنیا پر توحید کی منادی کرنے والا کوئی بھی نہ رہ جائے گا۔ مسلمانوں نے بھی دعائیں کیں۔ نصرت الٰہی سے مکہ والوں کو شکست ہوئی، ان کے ستر مشہور آدمی اسیر اور ستر بہادر مارے گئے ابوجہل بھی اسی جگہ مارا گیا، یہ ہی سب کو چڑھا کر لایا تھا۔ وہ چودہ سردار جو دارالندوہ میں آنحضرت ﷺ کے قتل کے مشورہ میں شریک ہوئے تھے، ان میں سے بھی گیارہ مارے گئے۔ تین جو بچ رہے تھے، انہوں نے بالآخر اسلام قبول کر لیا تھا۔ (بخاری عن براء کتاب المغازی)

الف..... اس زمانے کا قانون جنگ۔

ب..... مظلوم مسلمانوں کا جوش انتقام

ج..... دیگر قبائل پر جنگی رعب قائم کرنے کی ضرورت اس امر کی مقتضی تھی کہ قیدیوں کو قتل کر دیا جاتا۔ مگر خدائے رحیم کے نبی الرحمت نے تاوان لے کر سب کو چھوڑ دیا پڑھے لکھے اسیروں کا تاوان آنحضرت ﷺ نے یہ مقرر فرمایا تھا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا سکھا دیں۔

اس واقعہ سے اس پیش گوئی کا بھی ظہور ہوا جو یسعیاہ نبی کی کتاب ۱۶، ۱۷/۲۱ میں ان الفاظ سے درج ہے:

فی مدۃ سنۃ کسنۃ الاجیر۔ یفنی کل مجد قیدار۔ وبقیۃ عدد قوی ابطال بنی قیدار تقل

ترجمہ:..... ایک سال میں جو مزدور کے برس جیسا ہوگا قیدار کی سب حشمت جاتی رہے گی
اور بہادران بنو قیدار کے کمان اندازوں کی تعداد گھٹ جائے گی۔

اور اس پیش گوئی کا بھی ظہور ہوا جو قرآن مجید میں مسلمانوں کو اس جنگ کی اجازت کا حکم دیتے ہوئے فرمائی گئی تھی جو یہ ہے: اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾ (سورہ حج) خدا کو ان مظلوموں کی نصرت پر قدرت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں اس جنگ کا نام یوم الفرقان ہے۔ کیونکہ اہل کتاب اور اہل اسلام کو ان پیش گوئیوں کی وجہ سے اسلام کی صداقت پر ایک عمدہ دلیل مل گئی تھی۔ اللہ پاک نے قرآن مجید میں اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے: وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ [آل عمران]

ترجمہ:..... خدا نے بدر میں تمہاری مدد کی جب کہ تم کمزور تھے۔ اب اللہ کے تقوی کو اختیار کرو تا کہ اس کے شکر گزار بنو۔

---

[1] مہاجر زائد از ۶۶۔ انصار زائد از ۲۴۔

قریش کی تیسری سازش اور نبی ﷺ کے قتل کی تیاری

جنگ بدر سے چند روز بعد کا ذکر ہے کہ صفوان بن امیہ جس کا باپ بدر میں قتل ہوا تھا اور عمیر بن وہب (جس کا بیٹا ہنوز مسلمانوں کے ہاتھ میں اسیر تھا) مکہ سے باہر سنسان جگہ میں جمع ہوئے اور نبی ﷺ کے خلاف باتیں کرنے لگے۔

عمیر بولا: ''اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا جسے میں ادا نہیں کر سکتا اور اگر مجھے اپنے کنبہ کے بے کس رہ جانے کا خیال نہ ہوتا تو میں خود مدینہ جاتا اور محمد کو قتل ہی کر کے آتا''۔ صفوان بولا: تیرا قرض میں چکا دوں گا اور تیرے کنبے کا خرچ جب تک میں زندہ رہوں میرے ذمہ ہوگا۔ عمیر بولا: بہتر یہ راز کسی پر نہ کھلے، پھر عمیر نے اپنی تلوار کی دھار کو تیز کرایا اور زہر میں اسے بجھوایا اور مکہ سے روانہ ہو گیا۔ عمیر مدینے پہنچ کر مسجد نبویؐ کے سامنے اپنا اونٹ بٹھا رہا تھا کہ اونٹ بول پڑا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا اور پہچانا اور دل میں سمجھ گئے کہ یہ شیطان ضرور مفسد ارادہ سے آیا ہے، اس لیے آگے بڑھ کر نبی ﷺ سے عرض کی کہ عمیر بن وہب مسلح چلا آ رہا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اسے میرے پاس آنے دو۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی تلوار کے قبضہ پر قبضہ کر لیا، اس کی گردن پکڑ کر نبی ﷺ کے سامنے لے گئے۔ نبی ﷺ نے یہ دیکھا تو فرمایا: عمر! اسے چھوڑ دو۔ عمیر! تم میرے پاس آ جاؤ۔ عمیر نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ نبی ﷺ نے پوچھا: کہو کس طرح آئے؟ کہا: اپنے بیٹے کی خبر لینے آیا ہوں۔ نبی ﷺ نے پوچھا: یہ تلوار کیسی ہے؟ عمیر بولا: یہ کیا تلوار ہے اور ہماری تلواروں نے آپ کا پہلے بھی کیا کر لیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تم سچ سچ بتاؤ؟ عمیر نے پھر اسی جواب کو دہرایا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: دیکھو تو اور صفوان مکہ سے باہر سنسان پہاڑ میں گئے تھے۔ صفوان نے تیرا قرض اور تیرے کنبے کا خرچ اپنے اوپر لے لیا ہے اور تو نے میرے قتل کا وعدہ کیا ہے اور اسی ارادہ سے تو یہاں آیا ہے، عمیر تو یہ نہ سمجھا کہ میرا محافظ خدا ہے۔ عمیر یہ سن کر حیران ہو گیا۔ بولا: اب میرا دل مان گیا کہ آپ ضرور اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا

یہ بالکل آسان تھا کہ سماوی خبروں اور وحی کی بابت ہم آپ کو جھٹلاتے رہے۔ لیکن اب میں اس راز کی بابت کیا کہہ سکتا ہوں۔ جس کی خبر میرے اور صفوان کے سوا تیسرے کو نہیں خدا کا شکر ہے۔ جس نے میرے اسلام کا یہ بہانہ بنا دیا۔ نبی ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا: اپنے بھائی کو دین سکھاؤ، قرآن یاد کراؤ اور اس کے فرزند کو آزاد کر دو۔

عمیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے رسول خدا! مجھے اجازت دیجیے کہ میں مکہ ہی واپس جاؤں اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دوں۔ میرے دل میں آتا ہے کہ اب میں بت پرستوں کو اسی طرح ستایا کروں، جس طرح پہلے مسلمانوں کو ستاتا رہا ہوں۔ عمیر کے مدینے جانے کے بعد صفوان کا یہ حال تھا کہ سرداران قریش سے کہا کرتا تھا۔ دیکھو! چند روز میں کیا گل کھلنے والا ہے کہ تم بدر کا صدمہ بھول جاؤ گے۔ جب صفوان کو خبر لگی کہ عمیر مسلمان ہو گیا تو اسے سخت صدمہ ہوا اور اس نے قسم کھائی جب تک زندہ رہوں گا۔ عمیر سے بات نہ کروں گا۔ نہ اسے کوئی فائدہ پہنچنے دوں گا۔[1]

عمیر رضی اللہ عنہ مکہ میں آئے، وہ اسلام کی منادی کیا کرتے تھے اور اکثر لوگ اس کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے تھے۔

---

[1] ۸ ہجری کے بعد یہ صفوان خود بھی (جو نبی ﷺ کا سخت دشمن تھا اور مکہ کا مشہور سردار تھا) مسلمان ہو گیا تھا۔ (طبری)

قریش کا تیسرا حملہ..... غزوۃ السویق یا قرقرۃ الکدر

بدر میں شکست پانے کے بعد ابوسفیان نے نہانے دھونے سے قسم کھائی تھی۔ جب تک مسلمانوں سے بدلہ نہ لیا جائے۔ چنانچہ وہ دوسو سواروں کو لے کر مکہ سے نکلا۔ جب مدینہ کے قریب پہنچا تو رسالہ کو باہر چھوڑ کر خود تاریکی شب میں مدینے کے اندر آیا۔ سلام بن مشکم یہودی سے ملا۔ رات بھر بادہ خواری ہوتی رہی۔ غالباً دونوں کے مشورے سے یہ طے ہوا کہ مقابلہ کا وقت نہیں۔ اس لیے ابوسفیان آخر شب وہاں سے نکلا مسلمانوں کے پھل دار درختوں، کھجوروں کو آگ لگا کر، نیز ایک مسلمان اور اس کے حلیف کو قتل کر کے واپس چلا گیا۔ خبر ملنے کے بعد قرقرۃ الکدر تک تعاقب ہوا، اس لیے اس کا نام غزوہ قرقرۃ الکدر کہا جاتا ہے۔

ابوسفیان کا رسالہ ستو کی تھیلیاں گراتا گیا جسے مسلمانوں نے اٹھالیا تھا اس لیے اس کا نام غزوۃ السویق بھی ہوا۔

قریش کا چوتھا حملہ یا جنگ احد (۷ رشوال یوم السبت ۳ رہجری)

قریش مکہ اگلے سال پھر مدینہ پر حملہ آور ہوئے، اس دفعہ انہوں نے ملک سے عام چندہ جمع کیا تھا۔ ابوعزہ شاعر نے تہامہ میں گشت لگا کر بنو کنانہ کو قریش کی مدد پر آمادہ کر دیا تھا۔ تجارت شام کا پچاس ہزار مثقال سونا۔ ایک ہزار اونٹ جو ابھی تقسیم نہ ہوئے تھے۔ چندہ میں شامل کر دیے تھے۔

الغرض! پانچ ہزار[1] بہادروں کا لشکر، جس میں تین ہزار اشتر سوار، دوسو اسپ سوار اور سات سو زرہ پوش پیادہ تھے۔ مدینہ تک بڑھا چلا گیا۔ نبی ﷺ کی رائے تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر مدافعت کی جائے۔ مگر کثرت رائے پر فیصلہ ہوا اور مسلمانوں نے احد کے سرخ پہاڑ تک جو مدینہ سے تین کوس پر ہوگا، باہر نکل کر مقابلہ کیا۔

اسلامی لشکر میں ایک ہزار مرد تھے۔ عین وقت پر عبداللہ بن ابی بن سلول نے دغا دی اور اپنے ۳۰۰ شخصوں کو راہ ہی سے پھیر کر لے گیا۔ اس لیے ۷۰۰ مسلمانوں پر پانچ ہزار حملہ آوروں کی مدافعت کا (جو انتقام اور غصہ کے جوش میں بھرے ہوئے تھے) بار تھا۔ مسلمانوں نے ابتدا میں دشمن کو شکست دے دی تھی اور ان کے ۱۲ رمشہور علم بردار مارے جا چکے تھے (جن میں ۸ علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مقتول ہوئے)۔ لیکن مسلمان تیر اندازوں نے اس درہ کو چھوڑ دیا جہاں انہیں نبی ﷺ نے قائم فرما دیا تھا۔ چالاک دشمن نے موقع تاڑ لیا اور چکر کاٹ کر، عقب سے ہو کر مسلمانوں کو دو طرف سے بیچ میں لے لیا، مسلمانوں کا اس وقت سخت نقصان ہوا اور لشکر کا بڑا حصہ تتر بتر ہو گیا۔

نبی علیہ السلام کے پاس صرف ۱۲ صحابی:[2] ابوبکر، عمر، علی، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن وقاص، طلحہ بن عبداللہ، زبیر بن عوام، ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم وغیرہ تھے، دشمنوں نے خدا کے نبی پر پتھر پھینکے، ابن قمیہ کے پتھر سے نبی علیہ السلام کی پیشانی، ابن ہشام کے پتھر سے نبی علیہ السلام کا بازو زخمی ہوا۔ عتبہ کے پتھر سے نبی علیہ السلام کے چار دانت ٹوٹ گئے۔ نبی علیہ السلام پھر ایک غار میں گر گئے تھے، خبر اڑ گئی کہ حضور علیہ السلام شہید ہو گئے، مدینہ سے محترم خواتین دوڑی دوڑی آئیں۔

---

[1] تاریخ التواریخ۔ دیگر کتب میں تین ہزار تعداد درج ہے۔

[2] بخاری عن براء بن عازب باب "الرسول یدعوکم" کتاب التفسیر۔

فاطمہ زہرا اور عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہما کی خدمات میدانِ جنگ میں

یہاں آ کر فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا نے باپ کے زخموں کو دھویا، پیشانی کا خون تھمتا نہ تھا۔ اس میں چٹائی جلا کر بھری۔ علی مرتضی رضی اللہ عنہ اس وقت ڈھال میں پانی بھر بھر کر لاتے تھے، عائشہ صدیقہ اور ام سلیم رضی اللہ عنہما نے مشکیزے اٹھائے اور زخمیوں کو پانی لالا کر پلاتی تھیں (مسلم)، میدان جنگ میں ستر صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے تھے (بخاری)

جنگ کے نقصانات میں سے بڑا بھاری نقصان یہ تھا کہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو مدینہ میں بطور معلم اسلام آئے تھے اور جن کے وعظ سے اوس وخزرج کے قبیلے مسلمان ہوئے تھے، شہید ہوئے۔[1] ان کی بیوی کا نام حمنہ بنت جحش تھا، اسی روز اس کا بھائی اور ماموں بھی شہید ہوئے تھے، پہلے اسے بھائی کی شہادت کی خبر ملی، اس نے انا للہ پڑھا اور بھائی کے حق میں دعا کی، پھر اسے بتایا گیا کہ تیرا شوہر بھی شہید ہو گیا ہے۔

عورت کے دل میں شوہر کا درجہ

یہ سنتے ہی اس نے بے اختیار چیخ ماری، نبی ﷺ نے فرمایا: دیکھو! اس کے دل میں شوہر کی کس قدر محبت تھی (طبری)

مائی صفیہ کا استقلال

اسی جنگ میں نبی ﷺ کے چچا حمزہؓ (اسد اللہ ورسولہ) بھی شہید ہوئے، دشمنوں نے ان کے اعضاء کاٹ کر ان کی لاش کو بھی بے حرمت کیا تھا۔ جنگ کے بعد صفیہ مادر زبیرؓ اپنے بھائی حمزہؓ کی لاش کو دیکھنے آئی، زبیر رضی اللہ عنہ نے ماں کو دور ہی سے روکا۔ صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: مجھے معلوم ہے کہ میرے بھائی کی لاش بگاڑی گئی اور بے حرمت کی گئی ہے لیکن یہ تو ہمارے لیے فخر کا مقام ہے بیٹا! میں نہ روؤں گی، نہ چلاؤں گی، صرف دعا پڑھ کر لوٹ جاؤں گی۔ (طبری)

حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جوش وجان نثاری

اسی جنگ میں انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے جام شہادت پیا تھا، اس بہادر نے چند بہادر مسلمانوں کو دیکھا کہ ہتھیار پھینک دیے ہیں اور مغموم بیٹھے ہیں، پوچھا: کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا۔ انس رضی اللہ عنہ نے نہایت جوش سے کہا: موتو اعلی ما مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ:..... آؤ، جہاں رسول ﷺ نے جان دی ہے ہم بھی اسی کام میں اپنی زندگی کا خاتمہ کر دیں، اب زندہ رہ کر کیا کریں گے۔

یہ جاں نثار اسی جوش میں حملہ کرتے ہوئے ۷۰ زخم جسم پر کھانے کے بعد شہید ہو گیا۔ (طبری)

جان توڑتے وقت سعد بن ربیع کا پیغام بجانب اہل اسلام

اسی جنگ میں سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔ جنگ ختم ہو جانے کے بعد نبی ﷺ نے ان کی تلاش میں آدمی بھیجے، ایک نے دیکھا کہ زخمیوں میں پڑے سانس توڑ رہے ہیں۔ پوچھا: کیا حال ہے؟ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: تم مجھے اب مردہ ہی سمجھو لیکن مہربانی سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں میرا اسلام عرض کر دینا اور میری طرف سے یہ بھی گزارش کرنا: کہ اللہ تعالیٰ آپ کو وہ بہترین جزا عطا فرمائے، جو کسی نبی کو کسی امت کی ہدایت پر نہ دی گئی ہو۔ قوم کو

---

[1] حضرت مصعب پر ایک دھاری دار چادر کا کفن ڈالا گیا۔ پاؤں برہنہ رہے۔ ان پر گھاس رکھی گئی (بخاری عن خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

میری طرف سے یہ کہہ دینا کہ جب تک ایک جھپکنے والی آنکھ بھی تم میں سے باقی رہے، اس وقت تک اگر دشمن نبی ﷺ تک پہنچ گیا تو خدا کے حضور تم کوئی عذر پیش نہ کر سکو گے۔ (طبری)

ایک صحابی کا بیان ہے کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملنے گیا، ان کی چھاتی پر ایک چھوٹی سی لڑکی بیٹھی تھپکے وہ بار بار چومتے اور پیار کرتے تھے۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ فرمایا: یہ سعد بن ربیع کی رضی اللہ عنہ لڑکی ہے، وہ مجھ سے بھی برتر تھا اور قیامت کے دن وہ نقیبانِ محمدی میں شمار کیا جائے گا۔ (طبری)

حضرت عمارہ بن زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس مزے سے جان دی

اسی جنگ میں عمارہ بن زیاد رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔ جنہوں نے جان دیتے ہوئے اپنے رخسارے نبی ﷺ کے تلووں سے لگا دیے تھے۔ (تاریخ طبری) اس تاریخی واقعہ کو اس شعر میں خوب ادا کیا گیا ہے:

سر بوقت ذبح اپنا اس کے زیر پائے ہے　　یہ نصیب، اللہ اکبر، لوٹنے کی جائے ہے

حضرت ابو دجانہ، حنظلہ، علی مرتضی، طلحہ رضی اللہ عنہم کی شجاعت و مردانگی

ابو دجانہ، حنظلہ (غسیل الملائکہ) طلحہ، علی مرتضی رضی اللہ عنہم کی بے نظیر شجاعت، کمال استقامت اور جان نثاری کے بھی نہایت شاندار واقعات اس جنگ میں ظاہر ہوئے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے سپر کا کام لیا اور آنحضرت ﷺ کی جانب آنے والے تیر ہاتھ پر روکے۔ یہ ہاتھ ہمیشہ کے لیے شل ہو گیا تھا۔ (تاریخ طبری)

بنو دینار کی عورت کی قوتِ ایمانی کا کمال

بنو دینار کی ایک عورت تھی، جس کا باپ، بھائی اور شوہر اس جنگ میں شہید ہوئے تھے۔ وہ کہتی تھی کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی بابت بتاؤ؟ لوگوں نے کہا: وہ بفضلِ خدا صحیح وسالم ہیں، کہا: مجھے دکھا دو۔ جب دور سے چہرہ مبارک دیکھ لیا تو بے اختیار کہہ اٹھی: کل مصیبة بعدك جلل۔ اب ہر ایک مصیبت کی برداشت ہو سکتی ہے۔ (صحیح مسلم)

رحمۃ للعالمین کی درگزر، معافی اور ظالموں کے لیے دعا..... اسی جنگ میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ سے (جبکہ حضور ﷺ کو بھی کئی زخم آئے تھے) عرض کیا: کاش! آپ ان مشرکین پر بددعا فرمائیں۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

انی لم ابعث لعانا ولکن بعثت داعیا ورحمة، اللهم اهد قومی فانهم لا یعلمون [1]

ترجمہ:..... میں لعنت کرنے کے لیے نبی نہیں بنایا گیا۔ مجھے تو خدا کی طرف بلانے والا اور سراپا رحمت بنایا گیا ہے۔ اے خدا! میری قوم کو ہدایت فرما کیونکہ وہ (مجھے) نہیں جانتے۔

قریش کی چوتھی جنگ اور دس واعظان اسلام کا مارا جانا

جنگ احد کے بعد دشمنوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور پامال کرنے کی مختلف تدابیر پر عمل کیا چنانچہ ۴ھ میں: قریش نے قوم عضل اور فارہ کے سات شخصوں کو گانٹھ کر مدینہ میں نبی ﷺ کے پاس بھیجا کہ ہمارے قبیلے اسلام

---

[1] شفا، قاضی عیاض (المتوفی جمعہ ۵۴۴ مطبع صدیقی بریلی ۱۲۸۲ ص ۴۷۔

لانے کو تیار ہیں، ہمارے ساتھ معلم کر دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے دس بزرگ صحابہ [1] کو جن کے سردار عاصم بن ثابت تھے [2] ان کے ساتھ کر دیا۔ جب یہ صحابہ ان کی زد میں پہنچ گئے تو ان کے دو سو جوان آئے کہ انہیں زندہ گرفتار کر لیں آٹھ صحابی مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے اور دو بزرگوار خبیب بن عدی و زید بن دثنہ رضی اللہ عنہما گرفتار کر لیے گئے، جنہیں سفیان ہزلی مکہ میں لے گیا اور قریش کے پاس فروخت کر آیا۔

حضرت خبیب و زید رضی اللہ عنہما قید میں:..... قریش نے انہیں حارث بن عامر کے گھر میں چند روز بھوکا پیاسا قید رکھا، ایک دن حارث کا بچہ تیز چھری سے کھیلتا ہوا خبیب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا۔ انہوں نے بچے کو زانو پر بٹھایا اور چھری لے کر رکھ دی، جب بچہ کی ماں نے یکا یک دیکھا کہ اس کا بچہ چھری لے کر قیدی کے پاس ہے۔ جسے چند روز سے انہوں نے بے آب و دانہ رکھا تھا تو اس نے بے اختیار چیخ ماری، خبیب رضی اللہ عنہ نے کہا:

مسلمانوں کا کام غدر کرنا نہیں

یہ سمجھتی ہے کہ میں بچہ کو قتل کر دوں گا۔ نہیں جانتی کہ مسلمانوں کا کام غدر کرنا نہیں۔ ظالم قریش والوں نے چند روز کے بعد خبیب رضی اللہ عنہ کو صلیب کے نیچے لے جا کر کھڑا کر دیا اور کہا: اگر اسلام چھوڑ دو تو تمہاری جان بخشی ہو سکتی ہے۔

دونوں بزرگواروں نے جواب دیا: جب اسلام باقی نہ رہا تو جان کو رکھ کر کیا کریں گے۔

اب قریش نے پوچھا کہ کوئی تمنا ہو تو بیان کرو۔ خبیب رضی اللہ عنہ نے کہا: دو رکعت نماز پڑھ لینے کی ہمیں مہلت دی جائے۔ مہلت دی گئی، انہوں نے نماز ادا کی۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نماز میں زیادہ وقت صرف کرتا لیکن سوچا کہ دشمن یہ نہ کہیں کہ موت سے ڈر گیا ہے۔ (بخاری عن عبداللہ بن عیاض)۔ بے رحموں نے دونوں کو صلیب پر لٹکا دیا اور نیزہ والوں سے کہا کہ نیزہ کی انّی سے ان کے جسموں کے ایک ایک حصہ پر چرکے لگائیں۔

اللہ اکبر! ان کا دل اسلام پر کتنا قائم تھا۔ ان کو دین حق پر کتنی استقامت تھی۔ ان کو ہمیشہ کی نجات اور خدا کی خوشنودگی کا کتنا یقین تھا کہ ان تمام تکلیفوں اور اذیتوں کو برداشت کرتے ہوئے ذرا اف تک نہ کی۔

جان اور محبت رسول ﷺ کا موازنہ

ایک سخت دل نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے جگر کو چھیدا اور پوچھا کہو اب تو تم بھی پسند کرتے ہو گے کہ محمدؐ پھنس جائے اور میں چھوٹ جاؤں؟ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے نہایت جوش سے جواب دیا: خدا جانتا ہے کہ میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان بچ جانے کے لیے نبی ﷺ کے پاؤں میں کانٹا بھی لگے۔ (طبری و ابن ہشام: ۱۳۳)

خدا کے اس برگزیدہ بندہ فتی الفتیان (جوانمرد ترین جوانمرداں) نے مقتل اور تماشائیوں کے ہجوم میں صلیب کے نیچے کھڑے ہو کر فی البدیہہ اشعار کہے ہیں، ان سے اس کی پوری کیفیت اور اس بزرگوار کی صداقت و

---

[1] سیرت ابن ہشام میں چھ اور صحیح بخاری میں دس ہیں۔

[2] یہ عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نانا تھے۔

محبت اسلام کی پاکیزہ صورت نظر آتی ہے[1]:۔

لقد جمع الاحزاب حولی و البوا قبائلهم و استجمعوا کل مجمع
و کلهم مبدی العداوة جاهد علیّ لانی فی وثاق بمضیع
و قد جمعوا ابناءهم و نساءهم و قربت من جزء طویل ممنع
و قد خیروني الکفر والموت دونه و قد هملت عیناي من غیر مجزع
فلست بمبدٍ للعدوّ تخشعًا و لا جزعا انی مرجعی الی الله
و ما لی حذار الموت انی لمیت و لکن حذاری حجم نار ملقع
فدوا العرش صبرنی علی ما یراد بی فقد بضعو الحمی و قد یاس طمعی
الی الله اشکو غربتی ثم کربتی وما ارصد الاحزاب لی عند مصرعی
فوَ اللهِ ما ارجوا دامت مسلما الی ایّ جنب کان فی الله مصرعی
و ذٰلك فی ذات الاله و ان یشاء یبارك علی اوصال شلو ممزع

ترجمہ:..... انبوہ در انبوہ لوگ میرے گرداگرد کھڑے ہو رہے ہیں اور انہوں نے بڑی بڑی جماعتوں کو بلا لیا ہے۔ یہ سب کے سب عداوت نکال رہے ہیں اور میرے خلاف جوش دکھا رہے ہیں اور میں اس ہلاکت گاہ میں بندھا ہوا ہوں۔ قبیلوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی بلا رکھا ہے اور مجھے ایک مضبوط بند لکڑی کے پاس لے آئے ہیں انہوں نے کہہ دیا ہے کہ کفر اختیار کرنے سے مجھے آزادی مل سکتی ہے مگر اس سے تو موت میرے لیے بہت سہل ہے۔ میری آنکھوں سے آنسو لگاتار جاری ہیں مگر مجھے کچھ ناشکیبائی نہیں۔ میں دشمن کے سامنے نہ عاجزی کروں گا اور نہ روؤں اور چلاؤں گا۔ میں جانتا ہوں کہ میں خدا کی طرف جا رہا ہوں۔ موت سے مجھے اس لیے ڈر نہیں کہ میں مر جاؤں گا لیکن میں تو لپٹ والی آگ کے خون چوسنے سے ڈرتا ہوں۔ اس عرش عظیم کے مالک نے مجھ سے کوئی خدمت لینی چاہی اور مجھے شکیبائی کے لیے فرمایا ہے۔ اب انہوں نے زدوکوب سے میرا تمام گوشت کوٹ دیا ہے اور میری امید جاتی رہی ہے۔ میں اپنی درماندگی اور بے وطنی و بے کسی کی فریاد اور ان ارادوں کی (جو میرے جان توڑنے کے بعد یہ لوگ رکھتے ہیں) خدا سے کرتا ہوں۔ بخدا جب میں اسلام پر جان دے رہا ہوں تو میں یہ پرواہ نہیں کرتا کہ راہ خدا میں کسی پہلو پر گرتا اور کیونکر جان دیتا ہوں۔ خدا کی ذات سے اگر وہ چاہے۔ یہ بالکل امید ہے کہ وہ پارہ ہائے گوشت کے ہر ایک ٹکڑے کو برکت عطا فرمائے۔

سب سے آخر میں یہ دعا تھی: اللهم بلغنا رسالة رسولك فبلغه مایصنع بنا۔

ترجمہ:..... اے خدا! ہم نے تیرے رسول کے احکام ان لوگوں کو پہنچا دیے۔ اب تو اپنے رسول کو ہمارے حال کی اور ان کے کرتوتوں کی خبر فرما دے۔

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ (جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عمال میں سے تھے) کا یہ حال تھا کہ کبھی کبھی

---

[1] از سیرت ابن ہشام جلد ۲ ص ۱۲۳۔ صحیحین میں صرف اشعارہ نمبر ۹ نمبر ۱۰ مروی ہیں۔ برادران اسلام کو استقامت اور صداقت کا یہ نمونہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔ شعر نمبر ۶ سے تو اضح و انکسار اور جلال ربانی کے سامنے اپنی حیثیت و نیاز کا سبق لینا چاہیے۔ زاد المعاد میں دوسرا اور پانچواں شعر نہیں ہے۔ حاشیہ پر خون کی علامت سے الفاظ درج کیے گئے ہیں۔ یہ زاد المعاد ص ۳۵۱ جلد ۲ سے لیے گئے ہیں۔

یکبارگی بے ہوش ہوجایا کرتے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے وجہ پوچھی، وہ بولے: مجھے نہ کوئی مرض ہے، نہ کچھ شکایت ہے۔ جب خبیب رضی اللہ عنہ کو صلیب پر چڑھایا گیا، تو میں اس مجمع میں موجود تھا۔ مجھے جس وقت خبیب رضی اللہ عنہ کی باتیں یاد آجاتی ہیں، میں کانپ کر بے ہوش ہوجاتا ہوں۔

ایک اور سازش اور ستر معلمین اسلام کا قتل کیا جانا

ابو براء عامر نے بھی ایسا ہی فریب کیا۔ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کی ملک نجد کی تعلیم و ہدایت کے لیے کچھ منادی کرنے والے میرے ساتھ بھیج دیجیے۔ اس کا بھتیجا نجد کا رئیس تھا۔ عامر نے یقین دلایا تھا کہ منادی کرنے والوں کی حفاظت کی جائے گی۔ نبی ﷺ نے منذر بن عمرو انصاری کو مع ستر صحابہ [1] کے (جو قراء و فضلاء و منتخب بزرگوار تھے) اس کے ساتھ کر دیا، جب وہ بئر معونہ پر جا پہنچے (جو بنی عامر کا علاقہ تھا) تو وہاں سے حرام بن ملحان کو نامۂ نبوی دے کر طفیل حاکم کے پاس بھیجا گیا، اس نے اس سفیر کو قتل کرا دیا۔ جباری بن سلمی ایک شخص تھا جس نے حاکم کے اشارے سے ان کی پشت میں نیزہ مارا تھا جو چھاتی سے صاف نکل گیا، انہوں نے گرتے ہوئے کہا:

فزت و رب الکعبۃ قسم ہے کعبہ کے خدا کی! میں اپنی مراد کو پہنچ گیا۔

قاتل پر اس فقرہ نے ایسا اثر کیا کہ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں آ کر مسلمان ہوگیا۔ حاکم نے باقی سب کو بھی قتل کرا دیا۔ کعب بن زید نے جو کشتگان خنجر تسلیم کی اوٹ میں چھپ کر بچ رہے تھے، اس واقعہ کی خبر آنحضرت ﷺ کو پہنچائی۔

قریش کا پانچواں حملہ عہد شکنی یا فتح مکہ

اسی سال ۸ھ مسلمانوں کو اضطراراً ماہِ رمضان میں مکہ پر فوج کشی کرنی پڑی۔ وجہ یہ ہوئی کہ ۶ھ میں جو معاہدہ قریش نے نبی ﷺ سے بمقام حدیبیہ کیا تھا، اس کی ایک دفعہ میں یہ تھا: دس سال تک جنگ نہ ہوگی۔ اس شرط میں جو قومیں نبی ﷺ کی جانب ملنا چاہیں وہ ادھر مل جائیں اور جو قومیں قریش کی طرف ملنا چاہیں وہ ادھر مل جائیں۔ اس کے موافق بنی خزاعہ نبی ﷺ کی طرف اور بنو بکر قریش کی طرف مل گئے تھے۔

معاہدہ کو ابھی دو برس بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کیا اور قریش نے بھی بنو بکر کو اسلحہ سے امداد دی۔ عکرمہ بن ابوجہل، سہیل بن عمرو (معاہدہ پر اسی نے دستخط کیے تھے) صفوان بن امیہ (مشہور سرداران قریش خود بھی نقاب پوش ہوکر مع اپنے حوالی و موالی کے بنو خزاعہ پر حملہ آور ہوئے۔ (تاریخ طبری)

ان بے چاروں نے امان بھی مانگی۔ بھاگ کر خانہ کعبہ میں پناہ بھی لی۔ مگر ان کو ہر جگہ بے دریغ کیا گیا یہ مظلوم جب الٰہ الٰہ (اپنے خدا کے واسطے، اپنے خدا کے واسطے) کہہ کر رحم کی درخواست کرتے تھے تو یہ ظالم ان کے جواب میں کہتے تھے: لا الٰہ الیوم ''آج خدا کوئی چیز نہیں۔ (سیرت ابن ہشام: ۲/۲۰۹)

مظلوموں کے بچے کھچے چالیس آدمی، جنہوں نے بھاگ کر اپنی جان بچالی تھی نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور اپنی مظلومی اور بربادی کی داستان سنائی۔ عمرو بن سالم الخزاعی نے پُر درد نظم میں تمام واقعات گوش گزار

---

[1] زاد المعاد بحوالہ صحیح بخاری صفحہ ۱۳۶۰۔ ابن ہشام میں ۴۰/ تعداد ہے۔

کیے۔اس نظم کے جستہ جستہ اشعار درج کیے جاتے ہیں۔

ان قریشا احلفوك الموعدا ونقضوا میثاقك الموکدا
و جعلو ا لی فی کداء رصدا وزعموا ان لست ادعوا احدا
و ھم اذل و اقلّ عددا ھم بیّتونا بِالوَتِیر ھجدا
فقتلونا رُکّعًا وَّ سُجَّدًا [1]

ترجمہ:..... قریش نے آپ سے وعدہ خلافی کی انہوں نے اس مضبوط معاہدے کو جو آپ ﷺ سے کیا تھا توڑ ڈالا ہمیں خشک گھاس کی طرح پامال کر دیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری امداد کو کوئی نہیں آنے کا وہ تو ذلیل ہیں اور قلیل ہیں انہوں نے وتیر میں ہم کو سوتے ہوئے جالیا ہم کو رکوع و سجود کی حالت میں پارہ پارہ کر دیا۔

① .....معاہدے کی پابندی۔ ② .....فریق مظلوم کی دادرسی۔ ③ .....دوست دار قبائل کی آیندہ حفاظت کی غرض سے نبی ﷺ مکہ کی جانب سوار ہو گئے۔دس ہزار کی جمعیت ہمرکاب تھی۔[2] دو منزل چلے تھے کہ راہ میں ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن ابوامیہ آنحضرت ﷺ سے ملاقی ہوئے۔

یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے نبی ﷺ کو سخت ایذائیں دی تھیں اور اسلام کے مٹانے میں بڑی بڑی کوششیں کی تھیں۔آنحضرت ﷺ نے انہیں دیکھا اور اپنا رخ پھیر لیا۔ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ! ابوسفیان آپ کے حقیقی چچا کا بیٹا ہے اور عبداللہ حقیقی پھوپھی (عاتکہ) کا لڑکا ہے۔اتنے قریبی تو مرحمت سے محروم نہ رہنے چاہئیں۔اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو یہ ترکیب بتائی کہ جن الفاظ میں برادران یوسف علیہ السلام

بِالوَتِیر: وتیر پایاں مکہ کی جانب ایک چشمہ کا نام ہے، جس پر بنوخزاعہ آباد تھے۔(معجم البلدان)

[1] اس مصرعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ مسلمان بھی ہو گئے تھے اگرچہ مؤرخین کا اتفاق ہے کہ بنی خزاعہ کی مدد جب نبی ﷺ نے فرمائی تھی، وہ مسلمان نہ ہوئے تھے۔منقول از طبری و سیرت ابن ہشام، ص ۲۱۱

[2] صحیح بخاری عن ابن عباس، کتاب المغازی پ ۱۷۔اب پڑھیے غزل الغزلات ۵ باب ۱۰ درس "میرا محبوب سرخ و سفید ہے، دس ہزار آدمیوں کے درمیان وہ جھنڈے کی مانند کھڑا ہوتا ہے۔" ملاحظہ کیجیے اسی باب میں درس ۱۶ جو اردو بائبل آج کل مشن ملک میں پھیلا رہی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔"ہاں وہ سراپا عشق انگیز ہے اے یروشلم کی بیٹیوں یہ میرا پیارا۔یہ میرا جانی ہے۔" مگر عبرانی بائبل کے الفاظ یہ ہیں۔خلو محمد یم نہ دوری وزہ رعی۔بلوث یروشلائم۔اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے، وہ تو ٹھیک محمد ﷺ ہے، میرا خلیل میرا حبیب یہی ہے اے دختران یروشلم۔" پادری صاحبان کا اتفاق ہے کہ غزل الغزلات میں ہیکل (قبلہ) نے کسی موجود بزرگ کے عشق میں ترانہ گایا ہے۔اس کے بعد پادری صاحبان اسے حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق فرماتے ہیں۔لیکن جب اس ترانہ کے مصنف حضرت سلیمان علیہ السلام نے خود ہی نام مبارک "محمد" بھی فرما دیا اور ان کا پتہ دے دیا۔کہ وہ ہیکل میں دس ہزار آدمیوں کے درمیان آئے گا۔تو اب ممدوح کا صحیح پتہ لگ جانے میں کوئی شبہ نہیں، عبرانی لفظ "محمد یم" کا ترجمہ عشق انگیز کرنا سراپا غلط ہے۔شاید کوئی کہے کہ اس پیش گوئی سے نبی ﷺ کا دس ہزار فوج کے ساتھ خاص مکہ پر آنا ثابت نہیں ہوتا۔اس لیے مکہ کا نام دکھانے کے لیے دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیں، کتاب استثناء ۳۳ باب ۱، ۲ درس میں ہے۔"یہ وہ برکت ہے جو موسیٰ علیہ السلام مرد خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی اور اس نے کہا خداوند سینا سے آیا۔اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے دہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ان کے لیے تھی"۔ سینا سے آنے سے موسیٰ علیہ السلام اور شعیر سے خداوند کے ساتھ آنے سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔باقی پیش گوئی محمد رسول اللہ ﷺ کی بابت ہے جو دس ہزار صحابہ کے ساتھ فاران کے پہاڑ سے فاران والوں پر جلوہ گر ہوئے تھے۔آتشی شریعت سے مراد نورانی اور آسمانی شریعت ہے۔کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے آگ میں سے کلام سنا تھا۔"ان کے لیے" سے مراد یہ تھی کہ اہل مکہ فتح مکہ کے وقت مسلمان ہو جائیں گے۔

نے معافی کی درخواست کی تھی، تم بھی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جا کر انہی الفاظ کا استعمال کرو، نبی ﷺ کے عفو و رحم سے امید ہے کہ ضرور کامیاب ہو جاؤ گے۔ انہوں نے نبی ﷺ کے حضور حاضر ہو کر یہ آیت پڑھی:

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۱﴾ (سورۂ یوسف)

رسول اللہ ﷺ نے جواب میں فرمایا:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾ (سورۂ یوسف)

اس وقت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے عجب جوش و نشاط سے یہ اشعار پڑھے:

لعمرك إنی حين احمل رأية ... لتغلب خيل اللات خيل محمد

لكا لمدلج الحيران اظلم ليلة ... فهذا اوانی حين اهدی فاهتد

هدانی هاد غير نفسی و دلنی ... الی الله من طردته كل مطرد

ترجمہ:..... قسم ہے کہ جن دنوں میں نشان جنگ اس لیے اٹھایا کرتا تھا کہ "لات" (بت کا نام) کا لشکر محمد ﷺ کے لشکر پر غالب آ جائے، ان دونوں میں اس غار پشت جیسا تھا جو اندھیری رات میں ٹکریں کھاتا ہو۔ اب وہ وقت آ گیا کہ میں ہدایت پاؤں اور سیدھے رستے ہو جاؤں مجھے ہادی نے نہ کہ میرے نفس نے ہدایت دی ہے اور خدا کا رستہ مجھے اس شخص نے بتایا ہے جسے میں نے دھتکار دیا اور چھوڑ دیا تھا۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ہاں! تم تو مجھے چھوڑتے ہی رہے تھے۔ (زاد المعاد: ۱/ ۴۱۳)

نبی ﷺ کی خواہش یہ تھی کہ اہل مکہ کو اس آمد کی خبر نہ ہونے پائے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔[۱]

جب آنحضرت ﷺ مکہ تک پہنچ کر باہر خیمہ زن ہو گئے اور اہل مدینہ کو باخبر کرنے کے لیے لشکر میں الاؤ روشن کرنے کا حکم دیا۔ تب ان کو خبر ہوئی۔

---

[۱] صحیح بخاری عن ابن معقل کتاب المغازی پ ۱۷۔ فتوح البدان بلاذری ص ۴۵ ملاحظہ کیجیے۔ ملاکی نبی کی کتاب ۳ باب دس اور وہ خداوند جس کی تلاش میں تم ہو۔ ہاں! وہ عہد کا رسول جس سے تم خوش ہو وہ اپنی ہیکل میں ناگہاں آوے گا۔ دیکھو! وہ یقیناً آوے گا، رب الافواج فرماتا ہے۔ ۲۔ پر اس کے آنے کے دن کون ٹھہر سکے گا اور جب وہ نمود ہو گا کون ہے جو کھڑا رہے گا۔ اس الہامی عبارت سے ثابت ہے کہ رسول معہود و موعود کا انتظار اس کی علامات معلوم کرنے کا شوق سب کو لگا ہوا تھا اور انبیاء سلف اپنا فرض سمجھتے تھے کہ اس کی علامات بیان کر دیں۔ ملاکی نبی کی کتاب عہد نامہ قدیم کی سب سے آخری کتاب ہے اس لیے اس پیش گوئی کے مصداق یا تو حضرت مسیح ہو سکتے ہیں۔ یا ہمارے دعوے کے موافق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ مسیح بوجوہات ذیل اس پیش گوئی کے مصداق نہیں۔

۱..... متی نے اس پیش گوئی کو حضرت مسیح علیہ السلام کی بابت نہیں بتایا حالانکہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کی پیش گوئیوں کو انجیل میں جمع کر دیا ہے۔

۲..... قدیم مصنفین میں سے اور کسی فاضل عیسائی نے بھی اسے مسیح علیہ السلام کی بابت نہیں کیا۔ ۳..... مسیح کو سب عیسائی ابن اللہ کہتے ہیں نہ کہ رسول۔ ۴..... ہیکل میں دشمن ان کے سامنے مغلوب نہیں ہوئے بلکہ دشمنوں نے مسیح کو مغلوب کر لیا۔ نبی ﷺ پر یہ پیش گوئی بوجوہات ذیل صادق آتی ہے: [۱] "اپنی ہیکل" کا لفظ موجود ہے اس سے ظاہر ہے کہ وہ اس مکان کی طرف آئے گا جسے ہیکل ہونے کا درجہ خود اسی نے بخشا ہو چنانچہ کعبہ کو آنحضرت ﷺ نے ہی "قبلہ" قرار دیا تھا اور فتح مکہ سے قریباً سات برس پہلے قرار دے چکے تھے۔ [۲] "ناگہاں آوے گا" خود آنحضرت ﷺ کی دعا یہ تھی: اللھم اضرب علی اذانھم حتی تبغتھم بغتۃ (بلاذری) اور ایسا ہی ہوا۔ [۳] لفظ رب الافواج بطور براعت الاستہلال ہے کہ وہ اس وقت فوجوں کے ساتھ ہو گا [۴] اہل مکہ میں سے کوئی بھی مقابلہ میں نہ ٹھہر سکا تھا۔ [۵] لفظ عہد کا رسول انہی معنوں میں ہے جن میں لفظ وہ نبی یوحنا ٹپسپٹ (یحییٰ بن) نے استعمال کیا اور مسیح نے انکار کیا کہ وہ نبی نہیں ہوں دیکھو یوحنا اباب ۲۲ درس۔

دوسری صبح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا کہ فوج مختلف راستوں سے شہر میں داخل ہو اور ان احکام کی پابندی کرے۔

فوج کو ہدایت اور احکام رحم

۱ ..... جو کوئی شخص ہتھیار پھینک دے اسے قتل نہ کیا جائے۔
۲ ..... جو کوئی شخص خانہ کعبہ کے اندر پہنچ جائے، اسے قتل نہ کیا جائے۔
۳ ..... جو کوئی شخص اپنے گھر کے اندر بیٹھ رہے، اسے قتل نہ کیا جائے۔
۴ ..... جو کوئی شخص ابوسفیان کے گھر جا رہے، اسے قتل نہ کیا جائے۔
۵ ..... جو کوئی شخص حکیم بن حزام کے گھر جا رہے، اسے قتل نہ کیا جائے۔
۶ ..... بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔
۷ ..... زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔
۸ ..... اسیر کو قتل نہ کیا جائے۔

شہر میں داخل ہونے والے دستوں میں سے صرف اس دستہ کا جو خالد بن ولید کے ماتحت تھا۔ کچھ مقابلہ ہوا جس میں اہل مکہ کو بھاگنا پڑا۔ باقی سب دستے بلا مزاحمت شہر میں داخل ہو گئے۔ مقابلہ میں دو مسلمان ۲۸ مقابل کام آئے۔ خدا کا برگزیدہ رسول جس وقت (۲۰ رمضان) شہر میں داخل ہوا، اس وقت سر جھکائے[۱] قرآن مجید (سورۃ الفتح) کی تلاوت فرما رہا تھا اور اونٹ کی سواری پر بیت اللہ کو جا رہا تھا[۲] اور اونٹ پر اپنے آزاد کردہ غلام زیدؓ کے فرزند اسامہ رضی اللہ عنہ کو سوار کر رکھا تھا۔ وہاں پہنچ کر پہلے خدا کے گھر کو بتوں سے پاک کیا۔

اس وقت بیت اللہ کے گرداگرد ۳۶۰ / بت رکھے ہوئے تھے۔ نبی ﷺ کمان کے گوشے (یا چھڑی کی نوک سے) ہر ایک بت کو گراتے جاتے تھے اور زبان مبارک سے یہ [آیتیں[۳]] پڑھ رہے تھے:

① ..... جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝ [سورۃ الاسراء]

② ..... جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ۝ [سورۃ سبا]

اس کام سے فارغ ہو کر عثمان بن ابی طلحہ کو طلب فرمایا، ان کی خاندان میں مدت سے کعبہ کی کلید برداری چلی آتی تھی۔ ابتدائے ایام نبوت میں ایک دفعہ نبی ﷺ نے اسی عثمان سے فرمایا تھا کہ بیت اللہ کھول دو۔ اس

---

[۱] اہل حکومت ایسی فتوحات کے موقع پر بڑے طمطراق سے مفتوح شہر میں داخل ہوا کرتے ہیں۔

[۲] حضرت مسیح اور جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے کاموں کی مماثلت: گدھے کے سوار حضرت مسیح علیہ السلام ہیں اور اونٹ کے سوار محمد رسول اللہ (دونوں پر خدا کا درود ہو) ہر دو کے حالات کا مقابلہ کرو۔ حضرت مسیح بیت اہل (بیت المقدس) میں گدھے پر سوار ہو کر گئے۔ دکانداروں، کبوتر فروشوں وغیرہ کو وہاں سے نکالا اور خدا کے گھر کو مقدس ٹھہرایا۔ محمد مصطفیٰ ﷺ بیت اللہ میں اونٹ پر چڑھ کر گئے اور بتوں کو وہاں سے نکالا۔ ان ہر دو مقدسین نے یسعیاہ نبی کی پیش گوئی کو سچا ٹھہرایا۔

[۳] بخاری عن عبداللہ بن مسعود۔ پہلی اور دوسری آیات میں بت پرستی کو باطل بتا کر یہ بھی اظہار فرمایا ہے کہ اب اس گھر میں بت نہ رکھے جائیں گے۔ چودھویں صدی گزر رہی ہے اور اس پیش گوئی کی صداقت آشکارا ہو رہی ہے جو نبی یا غلام ربانی ایسی زبردست اور واضح پیش گوئیوں کا اظہار فرماتا تھا۔ اس کے برگزیدہ اور صادق ہونے میں کیوں کر کوئی شخص شبہ کر سکتا ہے؟

نے انکار کیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا: اچھا! تم دیکھ لینا کہ ایک دن یہ کلید میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جسے چاہوں گا، اسے عطا کروں گا۔ عثمان نے جواب دیا تھا کہ کیا اس روز قریش کے سب ہی مرد ذلیل وتباہ ہوجائیں گے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ وہ اور بھی زیادہ عزت واقبال سے ہوں گے۔

اب نبی ﷺ نے کلید لے کر بیت اللہ کا دروازہ کھولا۔ اندر جا کر ہر ایک گوشے میں اللہ اکبر کے ترانے گائے اور پھر نماز شکرانہ پڑھتے ہوئے۔ نہایت عجز ونیاز سے رب العزت کے سامنے پیشانی کو خاک پر رکھ کر سجدہ کیا۔

اسی عرصہ میں مکہ مکرمہ کے وہ سب سردار اور سب بڑے بڑے لوگ جمع ہو گئے تھے جنہوں نے

① ..... بیسیوں مسلمانوں کو قتل کیا تھا یا کرایا تھا۔

② ..... سینکڑوں مسلمانوں کو اذیت دے دے کر گھر بار سے نکالا تھا۔

③ ..... دین اسلام کو تباہ کرنے اور مسلمانوں کو برباد کرنے کے لیے حبش، شام، نجد اور یمن تک سفر کیے تھے۔

④ ..... بارہا مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو چین سے نہیں رہنے دیا تھا۔

یعنی وہ سب لوگ جو مسلمانوں کے فنا کرنے میں زر سے، مال سے، تدبیر سے، ہتھیار سے، تزویر سے اپنا سارا زور لگا چکے تھے اور اپنی ناپاک کوششوں میں ۲۱ سال تک برابر منہمک رہے تھے۔

خدا کا رسول (جسے خدا نے تمام مخلوق کے واسطے رحمت بنایا) جب عبادت سے فارغ ہو کر باہر رونق افروز ہوا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ (عم رسول ﷺ) نے عرض کی کہ کلید بیت اللہ بنی ہاشم کو عطا فرمائی جائے۔

حق بحقدار:..... نبی ﷺ نے فرمایا: اَلیوم یوم البر والوفاء (آج کا دن تو سلوک کرنے، پورے عطیات دینے کا ہے) پھر عثمان رضی اللہ عنہ کو بلایا، اسی کو کلید مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جو کوئی تم سے یہ کلید چھینے گا، وہ ظالم ہوگا۔

فتح مکہ کے بعد نبی ﷺ کی تقریر مفتوحین اور دشمنوں کے سامنے

اب رحمۃ للعالمین ﷺ اس گردن زدنی وکشتنی کے لائق جماعت کی جانب متوجہ ہوئے اور زبان مبارک سے فرمایا:

یامعشر قریش! ان اللہ قد ذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ وتعظمھا بالاباء الناس من ادم وادم خلق من تراب۔ ثم تلا رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم: یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (سورۃ الحجرات: ۱۳)

ترجمہ:..... اے جماعت قریش! خدا نے تمہاری جاہلانہ نخوت اور آباؤ اجداد پر اترانے کا غرور آج توڑ دیا (سچ تو یہ ہے) سب لوگ آدم کے فرزند ہیں اور آدم مٹی سے بنایا گیا تھا۔ خدا فرماتا ہے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد وعورت سے پیدا کیا اور گوت قبیلے سب پہچان کے لیے بنا دیے ہیں اور خدا کے ہاں تو اس کی زیادہ عزت ہے، جس میں تقوی زیادہ ہے۔

اذھبوا فانتم الطلقاء لاتثریب علیکم الیوم (تاریخ الطبری)

ترجمہ:..... پھر فرمایا: جاؤ تم آزاد ہو اور تم پر آج کوئی مواخذہ نہیں۔

اسلام لانے والوں سے بیعت اور اس کی شرائط

پھر نبی ﷺ نے کوہ صفا پر بیٹھ کر مسلمان ہونے والوں کی بیعت قبول فرمائی، اس موقع پر عمر فاروق ایک ایک

شخص کو پیش کرتے تھے۔ (تاریخ طبری)۔ بیعت کرنے والوں کو مندرجہ ذیل باتوں کا اقرار کرنا پڑتا تھا:

① .....میں خدا کے ساتھ کسی کو بھی اس کی ذات میں، صفات میں اور استحقاق عبادت واستحقاق استعانت میں شریک نہ کروں گا۔ ② .....میں چوری نہ کروں گا، زنا نہ کروں گا، خون ناحق نہ کروں گا۔ لڑکیوں کو جان سے نہ ماروں گا، کسی پر بہتان نہ لگاؤں گا۔ ③ .....میں امور حق میں نبی ﷺ کی اطاعت بقدر استطاعت کروں گا۔[1]

عورتوں سے مزید اقرار بیعت

عورتوں سے مزید اقرار یہ بھی لیے جاتے تھے: کسی کے سوگ میں منہ نہ نوچیں گی، طمانچوں سے چہرہ نہ پیٹیں گی، نہ سر کے بال کھسوٹیں گی، نہ گریبان چاک کریں گی، نہ سیاہ کپڑے پہنیں گی اور نہ قبر پر سوگواری میں بیٹھیں گی۔

عورتوں سے بیعت لینے کا طریقہ

عورتوں سے بیعت لینے کا طریق یہ تھا کہ پانی کے باسن میں آنحضرت ﷺ اپنا ہاتھ ڈال کر نکال لیتے، پھر بیعت کرنے والی اسی باسن میں اپنا ہاتھ ڈالتی۔ دوسرے مواقع پر صرف زبانی اقرار لے کر ہی تکمیل بیعت فرمایا کرتے۔ فتح سے دوسرے دن کا ذکر ہے کہ نبی ﷺ کعبہ کا طواف کر رہے تھے فضالہ بن عمیر نے دیکھ کر ارادہ کیا کہ آنحضرت ﷺ کو قتل کر ڈالے۔ جب وہ اس ارادہ سے قریب پہنچا تو نبی ﷺ نے فرمایا: کیا فضالہ آتا ہے؟ فضالہ بولا! ہاں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تم اپنے دل میں ابھی کیا ارادہ کر رہے تھے؟ فضالہ نے کہا: کچھ نہیں، میں تو اللہ اللہ کر رہا تھا۔ نبی ﷺ یہ سن کر ہنس پڑے اور فرمایا: اچھا! تم اپنے خدا سے اپنے لیے معافی کی درخواست کرو۔ یہ فرما کر اپنا ہاتھ بھی اس کے سینہ پر رکھ دیا۔ فضالہ کا بیان ہے کہ ہاتھ رکھ دینے سے مجھے بہت اطمینان قلب حاصل ہوا اور آنحضرت ﷺ کی محبت اس قدر میرے دل میں پیدا ہوگئی کہ حضور ﷺ سے بڑھ کر کوئی بھی محبوب نہ رہا، میں یہاں سے گھر کو چلا، راستہ میں میری معشوقہ ملی، جس کے پاس میں بیٹھا کرتا تھا، اس نے کہا: فضالہ! ایک بات سنتے جاؤ۔ میں نے جواب دیا: نہیں نہیں! خدا اور اسلام ایسی باتوں سے مجھے منع کرتے ہیں (زاد المعاد: ۱/ ۴۱۷)

نبی ﷺ کی پاک سیرت کا بیان نامکمل رہ جائے گا۔ اگر عفوِ تقصیرات کا جو مکہ میں فرمائی گئیں ذکر نہ کیا جائے۔

واضح ہو کہ مکہ میں داخل ہونے سے پہلے تمام فوج کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ کسی شخص پر حملہ نہ کریں لیکن چار مرد، دو عورتیں جو اپنے سابقہ جرائم کی وجہ سے واجب القصاص تھے، اعلان کر دیا گیا کہ ان کو قتل کر دیا جائے (سنن ابوداؤد)

ان چار مردوں میں سے صرف ابن خطل کو قتل کیا گیا، یہ پہلے مسلمان ہو چکا تھا۔ ایک روز اس نے اپنے غلام کو اس لیے قتل کر دیا کہ وقت پر کھانا تیار نہیں کیا تھا۔ قتل کے بعد مکہ بھاگ آیا تھا۔ باقی تین عکرمہ بن ابی جہل، ہبار بن الاسود اور عبداللہ بن ابی سرح کو معافی دی گئی۔

① .....عکرمہ علاوہ ازیں کہ ابوجہل کا بیٹا تھا اور بارہا مسلمانوں سے جنگ کر چکا تھا۔ اب حال میں بھی بنوخزاعہ کو جو

---

[1] اس بیعت کے الفاظ کو جو اقبال مندی اور عروج میں لوگوں سے کہلوائے گئے۔ بیعت عقبہ اولی کے الفاظ سے (جو نبی ﷺ نے اندھیری رات کے پردہ میں شہر سے باہر جا کر اہل مدینہ سے کہلوائے تھے ملا کر دیکھو ذرا بھی فرق معلوم نہیں ہوگا یہی ہے کوئی آنحضرت ﷺ کی شان کو ظاہر کرتی ہے۔

مسلمانوں کے حلیف تھے۔ تباہ کرنے کا باعث یہی تھا۔

② ..... ہبار نے سیدہ زینب بنت رسول ﷺ نے جب کہ وہ مکہ سے مدینہ کو ہودج میں بیٹھی جا رہی تھیں، نیزہ مارا اور کجاوا گرا دیا تھا، اس صدمہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا اور بالآخر اسی صدمہ سے انہوں نے وفات پائی تھی۔

③ ..... عبداللہ بن ابی سرح کہنے لگا تھا کہ وحی تو میرے پاس آتی ہے اور محمد ﷺ تو مجھ سے سن کر لکھوا دیتے ہیں۔

اللہ أکبر! ایسے مجرمین پر رحم فرمانا نبی الرحمۃ ہی کا کام ہے۔

دو عورتوں میں سے ایک عورت کو جو قتل عمد کا ارتکاب کر چکی تھی، سزائے قصاص دی گئی تھی۔

معافی پانے والوں میں ہندہ زوجہ ابوسفیان بھی ہے۔ اس عورت نے نبی ﷺ کے چچا کا کلیجہ سینہ سے نکال کر دانتوں سے چبایا، ان کی ناک، کان کو کاٹ کر تاگے میں پرو کر گلے کا ہار بنایا تھا۔

وحشی کو بھی معافی دی گئی جس نے امیر حمزہ (اسد اللہ و رسولہ) کو دھوکے سے مارا تھا اور پھر نعش کو بے حرمت کیا تھا۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے عسکر نے مکہ فتح نہیں کیا تھا بلکہ خلق محمدی اور عفو و رحم مصطفوی ﷺ نے اہل مکہ کے دلوں کو فتح کر لیا تھا۔[1]

مسلمانوں کو ان کی جائیدادیں فتح کے بعد واپس نہیں دلائی گئیں

فتح کے بعد غنیمت کے طور پر کفار کے مال و جنس پر قبضہ کرنے کا تو کیا ذکر ہے۔ مہاجرین مسلمان جو مکہ ہی سے اجڑ کر گئے تھے، ان کے گھروں پر کفار نے قبضہ کر لیا تھا، اب ان مسلمانوں نے نبی ﷺ سے اپنی جائیدادوں کے واپس دلائے جانے کی درخواست کی لیکن نبی ﷺ نے ان کی اس درخواست کو نامنظور فرمایا (زاد المعاد: ۱/ ۳۲۰)

گویا حضور ﷺ کا مدعا یہ تھا کہ جن چیزوں کو تم خدا کے لیے چھوڑ چکے۔ اب ان کی واپسی کا کیوں سوال کرتے ہو۔

فتح مکہ کا بیان (جس کے ضمن میں انبیاء گزشتہ کے کئی صحیفوں کی پیش گوئیاں مندرج ہیں) ختم کرنے سے پیشتر میں ناظرین کو ایک اور زبردست پیش گوئی پر توجہ دلاتا ہوں۔

قرآن مجید میں سورۂ یوسف ہے، جس کا نزول مکہ میں ہوا تھا، اس سورۃ کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ یہ غیب کی خبریں ہیں، جن کی وحی تیرے اوپر بھیجی جاتی ہے۔

اب ناظرین حضرت یوسف و علی آبائہ السلام (جو الکریم ابن الکریم ابن الکریم کے خطاب سے مخاطب ہیں) کے حالات سے نبی ﷺ کے حالات کی مماثلت معلوم کریں:

مماثلت حالات حضرت یوسف علیہ السلام و آنحضرت ﷺ

① ..... حضرت یوسف علیہ السلام پر بوجہ ان کے روحانی کمالات کے ان کے بھائیوں نے حسد کیا۔ اسی طرح نبی ﷺ رہبی آپ کے بھائیوں نے حسد کیا۔

② ..... حضرت یوسف چاہ کے اندر رہے اور نبی ﷺ غار کے اندر۔

---

[1] علماء میں بھی اختلاف ہے کہ مکہ فتح ہوا یا صلح سے اس پر قبضہ ہوا۔

② ..... حضرت یوسف علیہ السلام نے چند سال زندان میں بسر کیے تھے اور آنحضرت ﷺ نے چند سال شعب ابی طالب میں محصور ہو کر کاٹے۔

③ ..... حضرت یوسف علیہ السلام کو وطن سے باہر مصر میں جا کے جاہ و جلال ملا اور آنحضرت ﷺ کو وطن سے باہر مدینہ میں جا کر کامیابی ہوئی۔

⑤ ..... حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے قحط کے دنوں میں ان کے بھائی التجا لے کے گئے، آنحضرت ﷺ کے سامنے بھی حضور کے بھائیوں نے ایسی درخواست پیش کی۔ صحیح بخاری باب استسقاء میں ہے کہ جب مکہ میں قحط شدید پڑا تو ابوسفیان نبی ﷺ کی خدمت میں آیا۔ کہا:

"یا محمد! جئت تأمرنا بصلة الرحم فادعو الله لنا"

محمد آپ تو اپنی تعلیم میں رحم اور قرابت داروں سے سلوک کا حکم دیا کرتے ہیں۔

دیکھیے! ہم قحط سے مر رہے ہیں۔ دعا کیجیے کہ یہ مصیبت ٹلے اور آنحضرت ﷺ کی دعا سے قحط رفع ہوا تھا۔

⑥ ..... حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر سے کنعان کو اپنے بھائیوں کے لیے غلہ بھجوایا اور آنحضرت ﷺ نے ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کو حکم دے کر نجد سے مکہ میں غلہ بھجوایا تھا۔

⑦ ..... حضرت یوسف علیہ السلام کی عظمت کو بالآخر بھائیوں نے تسلیم کیا تھا اور آنحضرت ﷺ کی عظمت کا بھی ان کے بھائیوں کو بالآخر اعتراف کرنا پڑا تھا۔

⑧ ..... حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ایذا دہندہ بھائیوں کے لیے یغفر الله لکم کی دعا فرمائی تھی۔

آنحضرت ﷺ نے بھی اپنے چچیرے بھائی ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن امیہ کو جنہوں نے برسوں حضور ﷺ کو ستایا تھا، اسی دعا سے شاد کام فرمایا تھا۔

⑨ ..... حضرت یوسف علیہ السلام کے علو مرتبت کا اظہار ان کے والد یعقوب علیہ السلام نے کیا تھا اور آنحضرت ﷺ کی رسالت پر فتح مکہ کے دن حضور ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ (جن کو حدیث میں "صِنْوُ اَبِ" مثل پدر فرمایا گیا) ایمان لائے تھے۔

⑩ ..... حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کہہ کر معاف فرمایا تھا۔

اور آنحضرت ﷺ نے اپنے بھائیوں کو جنہوں نے ہزار ہا اذیتیں دی تھیں، اسی کلام طیب سے خورسند فرمایا تھا۔

چوں کہ ان سب حالات کی اطلاع آنحضرت ﷺ کو مکہ میں دے دی گئی تھی اور سورۂ یوسف کا اعلان مکہ ہی میں منکروں کے اندر ہو چکا تھا۔ جن کا ظہور اتم فتح مکہ تک ہو گیا۔ اس لیے سورہ مذکور کو بھی فتح مکہ سے مناسب خاص ہے اور تمام سورۃ آنحضرت ﷺ کے لیے پیش گوئی کا حکم رکھتی ہے۔

فتح مکہ کے نتائج، اسلام میں بکثرت داخل ہونے کی وجوہات: ..... فتح مکہ کے بعد (جو صلح اور معافی سے ہزار درجہ بڑھ کر ہے) اسلام لانے والوں کی تعداد کثیر ہو گئی تھی، اس کے چند اسباب ہیں:

① ..... بہت سے قبائل اسلام سے اس لیے رکے ہوئے تھے کہ وہ قریش کے ہم عہد تھے اور اسلام لانا بمنزلہ عہد

شکنی کے تھا۔

② ..... بہت سے قبائل اسلام سے اس لیے رکے ہوئے تھے کہ وہ قریش کے مقابلہ میں بہت کمزور تھے۔ مگر ان کے تعلقات یا رشتہ داری قریش کے ساتھ وابستہ تھے اور ان کا خیال تھا کہ اسلام لانے سے وہ تعلقات بھی منقطع ہو جائیں گے اور یہ لوگ قریش کے غیظ وغضب کے مورد بھی بن جائیں گے۔

③ ..... بہت سے قبائل کی رائے تھی کہ مسلمانوں کا مکہ پر قابض ہو جانا ہی صحیح نشان ان کی صداقت کا اور مقبول خدا ہونے کا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ سینکڑوں سال سے قومی روایات ان میں چلی آتی تھیں کہ مکہ پر کوئی ایسا شخص فتح نہیں پا سکتا، جس کے ساتھ رب العالمین کی نصرت وتائید نہ ہو۔

فیقولون اترکوہ وقومہ فانہ ان ظہر علیہم فھو نبی صادق (بخاری عن عمرو بن سلمۃ، پ۱۷)

ترجمہ:..... وہ قبائل کہا کرتے تھے کہ اسے اپنی قوم سے سمجھ لینے دو۔ اگر وہ اپنی قوم پر غالب آ گیا تو ضرور سچا نبی ہے۔

④ ..... ہنوز مختلف قبائل میں بیسیوں بوڑھے ایسے موجود تھے جنہوں نے فاتح یمن ابرہہ حبشی کے چالیس ہزار لشکر جرار کو مکہ پر حملہ آور ہوتے دیکھا تھا۔[1] اس لشکر میں ہاتھی بھی تھے اور ابرہہ کی خاص سواری کا ہاتھی محمود نسل کا تھا۔[2]

ان بوڑھوں نے اپنی آنکھ سے آج سے ساٹھ برس پیشتر[3] ان حبشیوں کہ مکہ پر حملہ کرتے بھی دیکھا تھا اور یہ بھی دیکھا تھا کہ اہل مکہ ان کے ڈر سے گھر بار کو چھوڑ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا رہے تھے اور شہر میں ایک بھی حملہ آور فوج کا مقابلہ کرنے والا نہ رہ گیا تھا۔ بایں ہمہ انہوں نے دیکھا تھا کہ فوج خستہ و برباد ہوئی اور سردار فوج بے حال تباہ و خراب ایسی حالت میں بھاگا کہ نہ فوج ساتھ تھی، نہ ہاتھی، بلکہ سب کے لاشے مکہ سے چار کوس پرے سڑ رہے تھے۔

سردار عبد مناف اور ابرہہ کا مکالمہ

ان بوڑھوں کو اب تک عبد مناف اور ابرہہ کی گفت وکلام بھی یاد تھی کہ جب ابرہہ کا لشکر مکہ کی سرحد پر اترا تو انہوں نے اہل مکہ کے مویشی، جو جنگل میں چر رہے تھے۔ پکڑ لیے۔ ان میں عبد مناف کے بھی سو اونٹ تھے۔ عبد مناف

---

[1] اصحاب فیل کا ذکر:..... فرنچ پروفیسر ریڈیو نے اپنی کتاب خلاصہ تاریخ العرب میں لشکر حبش کی تعداد چالیس ہزار تحریر کی ہے اور لکھا ہے کہ جنرل ابرہۃ الاشرام نے (جو یمن میں نجاشی کا نائب السلطنت بھی بن گیا تھا) صنعاء میں ایک گرجا تعمیر کیا تھا، جس کی عمارت نہایت عجیب تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ عرب کا سارا ملک اس گرجا کے سالانہ حج کو آیا کرے جیسا کہ کعبہ کے حج کو جاتے ہیں جب اسے دیگر تدابیر میں کامیابی نہیں ہوئی، تب کعبہ کے گرانے کو آیا تھا۔ عبداللہ بن زبعری شاعر قدیم اپنے قصیدہ میں اس واقعہ کی بابت کہتا ہے:

و اسئل امیر الجیش عنا ما رای و لسوف ینبی الجاھلین علیھما

ستون الفا لم یؤبوا ارضھم بل لم یعش بعد الایاب سقیمھا

ذرا پوچھو کہ آرمی کے جنرل نے کیا کچھ دیکھا، جسے خبر ہے، وہ بچوں کو بتا دے گا کہ ساٹھ ہزار میں سے کوئی بھی اپنے ملک کو زندہ نہ گیا تھا اور کوئی مرتا پڑتا واپس گیا بھی تو وہ بھی نہ بچا تھا" چونکہ پروفیسر ریڈیو نے لکھا ہے کہ جنرل آریاط aryatb میں آیا تھا اس لیے عجب نہیں عربی شاعر کا بیان تعداد فوج کے متعلق صحیح ہو اور اسوم جو اریاط کا نائب وقاتل ہے۔ یمن میں دس ہزار فوج چھوڑ کر ساٹھ ہزار فوج مکہ پر لایا ہو۔

[2] ہاتھیوں کی ایک عظیم الخلقت نوع تھی جو اب دنیا سے ناپید ہو گئی ہے۔ انگریزی زبان میں اس نسل کا نام mamatt ہے عرب نے اسی کو معرب کر کے محمود بنا لیا ہے (از تاریخ الدول العرب)

[3] ہمارے زمانہ ۱۹۱۲ء میں بھی فتح دہلی اور محاصرہ لکھنؤ کے سپاہی زندہ ہیں بلکہ جنگ کریمیا کے دیکھنے والے بھی۔

ہمارے نبی ﷺ کے دادا تھے اور اس وقت مکہ کے سردار وہی تھے۔ خوب لمبے چوڑے، سرخ وسفید، شکل سے امارت ورعب برستا تھا، یہ خود حبشیوں کے لشکر میں گئے اور سردار فیل خانہ کی وساطت سے ابرہہ کو ملے۔ اس نے تعظیم دی۔ برابر بٹھایا اور پوچھا کس طرح تشریف لائے؟ عبدمناف نے کہا: ہمارے مویشی آپ کی فوج نے پکڑ لیے ہیں ، براہِ مہربانی ان کے چھوڑ دینے کا حکم دیجیے۔ ابرہہ بولا: جب آپ آئے تھے تو میرے دل میں آپ کی بڑی وقعت پیدا ہوئی تھی، لیکن آپ کی باتیں سن کر اب نہ وہ وقعت قائم رہی، نہ عزت۔ عبدمناف نے پوچھا: یہ کیوں؟ ابرہہ بولا: دیکھو میں اس لیے آیا ہوں کہ تمہاری اس عبادت خانے کو گرادوں، جسے تم سب سے زیادہ مقدس مکان سمجھتے ہو اور جس کے سامنے میرے تعمیر کردہ کلیسا کی وقعت وعزت عرب کی نگاہ میں اب تک کچھ بھی نہیں ہوئی۔ تم اپنے اس مقدس مکان کے بچاؤ کا ذرا بھی ذکر نہیں کرتے اور اپنے مویشیوں کو اس سے زیادہ قیمتی سمجھتے ہو۔ عبدمناف نے کہا: نہیں! میں مویشیوں کو اس سے بڑھ کر نہیں سمجھتا۔ بات یہ ہے کہ میں مویشیوں کا مالک ہوں اور مجھے ان کی فکر ہے اور اس گھر کا مالک ایک اور ہے اسے اپنے گھر کا خود ہی خیال ہوگا، مجھے اس کی فکر کی ضرورت نہیں۔

الغرض! جب مکہ پر مسلمانوں کا ایسی کامیابی اور آسانی کے ساتھ قبضہ ہوا تو اسلام لانے والوں کے سامنے سے معاہدات کی روک اٹھ گئی۔ قریش کا دباؤ اور رعب بھی جاتا رہا اور مسلمانوں کا مقبول خدا ہونا بھی انہوں نے اپنے مقرر کردہ معیار کے موافق دیکھ لیا اور ان وجوہات سے اسلام لانے والوں کی کثرت ہوگئی۔

④ ..... سب سے آخری اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ اب اسلام کی حقیقت کے سمجھانے اور اسلام کی تبلیغ کرنے میں واعظین اسلام کے سامنے کوئی روک ٹوک اور وقت باقی نہ رہی تھی۔ واعظ آزادی سے منادی کرتے تھے سامعین آزادی واطمینان سے وعظ سنتے تھے اور اسلام کی کشش کامل لوگوں کو اپنی جانب خود بخود کھینچ لیتی تھی۔

ہوازن ثقیف کے حملے کی مدافعت یا جنگ حنین (شوال ۸ھ)

فتح مکہ ہوجانے سے ہوازن اور ثقیف کے قبیلوں نے جن کی حد مکہ سے ملتی تھی۔ سوچا کہ اگر ہم مسلمانوں کو شکست دے دیں تو اہل مکہ کے جس قدر باغات اور جاگیرات طائف میں ہیں وہ بلاوغرغہ ہمارے ہوجائیں گے (فتوح البلدان: ۶۳) اور مسلمانوں سے بت شکنی کے جرم کا انتقام بھی لیا جاسکے گا۔ انہوں نے بنی مضر و بنی ہلال کے قبیلوں کو بھی اپنے ساتھ ملالیا اور چار ہزار بہادر لے کر مکہ کو روانہ ہوئے اور وادیٔ حنین میں آ اترے۔ انہوں نے اپنے سردار مالک بن عوف کے مشورہ سے اپنے زن وبچہ، مال ومواشی کو بھی ساتھ لے لیا تھا۔ مالک نے اس تدبیر کا یہ فائدہ بتایا تھا کہ زن وبچہ، مال مویشی کو چھوڑ کر کوئی شخص بھی میدان جنگ سے فرار نہیں اختیار کرے گا۔ یہ خبر سن کر نبی ﷺ بھی (جو کعبہ کے متصل اور حرم کی سرزمین پر جنگ کرنا مناسب نہ سمجھتے تھے مکہ سے آگے بڑھے، اسلامی لشکر میں مکہ کے دو ہزار اشخاص اور بھی شامل ہوگئے تھے۔ اس تعداد میں تو مسلم بھی شامل تھے اور بت پرست معاہد بھی۔ فوج کی مجموعی تعداد بارہ ہزار ہوگئی تھی۔ فوج کو اپنی کثرت پر بھی غرور ہوگیا تھا اور اسی لیے وہ مراحل حزم واحتیاط سے دور بھی تھی۔

دشمن نے ایک تنگ ودشوار گزار درہ میں گھات لگائی اور اپنے تیر اندازوں کو وہاں بٹھایا۔ جب لشکر اسلام کا اگلا حصہ (جس میں زیادہ تر طلقائے مکہ یا ایسے لاابالی نوجوان تھے کہ کسی کے پاس ہتھیار بھی نہ تھے یا لڑائی کی ضرورت کے

موافق نہ تھے[1]) دشمن کی زد میں بے خبر جا پہنچا تو انہوں نے اتنے تیر برسائے کہ ان کو سراسیمہ ہو کے بھاگنے ہی کی سوجھی۔ قریبا ایک سو صحابی میدان میں کھڑے رہ گئے تھے۔ نبی ﷺ نے جب چاروں طرف سے حملہ آوروں کو بڑھتے اور اپنے لشکر کو بھاگتے دیکھا۔ تو بے نظیر شجاعت و استقامت کا نمونہ دکھایا۔

آنحضرت ﷺ اپنے خچر سے اترے اور یہ فرمانا شروع کیا:

أنا النبی لاکذب أنا ابن عبد المطلب

ترجمہ:..... میں نبی ہوں، اس میں ذرا بھی شبہ نہیں۔ میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں (بخاری عن براء: پ ۱۷، کتاب المغازی)

مطلب یہ تھا کہ میرے صدق کا معیار کسی فوج کی شکست یا فتح نہیں ہے بلکہ میری صداقت خود میری ذات سے ہوتی ہے۔

اب عباس رضی اللہ عنہ (عم نبی ﷺ نے) صحابہ، مہاجرین و انصار کے نام سے بلانا شروع کیا۔ وہ سب آواز سنتے ہی کبوتروں کی ٹکڑی کی طرح ایک آواز پر ہی پلٹے (بخاری شریف)۔ اب فوج کی تربیت از سر نو کی گئی انصار و مہاجر کو آگے بڑھایا گیا۔ غنیم اس حملہ سے بھاگ نکلا اور دو حصوں میں منتشر ہو گیا:

① .....ان کا سردار مالک بن عوف جنگی مردوں کو لے کر قلعہ طائف میں جا ٹھہرا۔

② .....دوسرا گروہ جس میں ان کے اہل و عیال تھے اور زر و مال تھا۔ اوطاس کی گھاٹی میں جا چھپا۔

نبی نے قلعہ طائف کے محاصرہ کا حکم دیا اور اوطاس کی طرف ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کو مامور فرمایا۔

ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچ کر دشمن کے اہل و عیال اور زر و مال پر قبضہ کر لیا۔ جب نبی ﷺ کو اوطاس کا نتیجہ معلوم ہوا تو قلعہ کے محاصرہ کو اٹھا دینے کا حکم دیا کیونکہ ان لوگوں پر اہل و عیال کے جاتے رہنے کی بھاری مصیبت پڑ چکی تھی۔ اوطاس میں ۲۴ ہزار اونٹ، ۴۰ ہزار بکریاں، چار ہزار اوقیہ چاندی اور چھ ۶ ہزار خواتین و بچے مسلمانوں کے ہاتھ لگے تھے۔[2]

نبی علیہ السلام ابھی میدان جنگ کے قریب ہی ٹھہرے ہوئے تھے کہ قبیلہ ہوازن کے چھ سردار آئے اور انہوں نے رحم کی درخواست پیش کر دی۔ ان میں وہ لوگ تھے، جنہوں نے طائف میں نبی علیہ السلام پر پتھر برسائے تھے اور آخری مرتبہ وہاں سے زیدؓ رسول ﷺ کو بے ہوشی کی حالت میں اٹھا کر لائے تھے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! میں خود تمہارا انتظار کر رہا تھا (اور اسی انتظار میں قریبا دو ہفتے ہو گئے کہ مال غنیمت بھی تقسیم نہ کیا گیا تھا)[3] میں اپنے حصہ کے اور اپنے خاندان کے حصہ کے قیدیوں کو بآسانی چھوڑ سکتا ہوں اور اگر میرے ساتھ صرف انصار و مہاجر ہی ہوتے تو سب کا چھوڑ دینا بھی مشکل نہ تھا۔ مگر تم دیکھتے ہو کہ اس لشکر میں میرے ساتھ وہ لوگ بھی ہیں جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے۔ اس لیے

---

[1] مسلم عن براء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، باب جنگِ حنین۔

[2] یرمیاہ نبی کی کتاب ۴۹ باب ۲۸ درس دیکھو، جس میں مکہ کی فتح اور جنگ حنین کا ذکر اور اس بھاری غنیمت کے ملنے کا بیان ہے کتاب کے الفاظ یہ ہیں "اٹھو! قیدار پر چڑھو اور یورپ کے لوگوں کو ہلاک کر دو ان کے خیموں اور ان کے گلوں کو دے لے لیں گے اور ان کے سارے برتنوں اور ان کے اونٹوں کو دے اپنے لیے لیتے جائیں گے" واضح ہو کہ قیدار پر چڑھائی سے مراد مکہ پر چڑھائی ہے جہاں قریش فرزندان قیدار آباد تھے اور یورپ سے مراد حنین و طائف کے لوگ ہیں۔ دیکھو حنین مکہ سے یورپ کی طرف ہے۔

[3] صحیح بخاری، عن مسور و مروان، کتاب المغازی، واقعہ حنین۔

ایک تدبیر کی ضرورت ہے تم کل نماز صبح کے بعد آنا اور مجمع عام میں اپنی درخواست پیش کرنا۔ اس وقت کوئی صورت نکل آئے گی۔ فرمایا: تم خواہ مال کا لینا پسند کرلو یا اہل وعیال کا۔ کیونکہ حملہ آور لشکر کو خالی رکھنا دشوار ہے۔ دوسرے دن وہی سردار آئے اور انہوں نے مجمع عام میں اپنے قیدیوں کی رہائی کی درخواست نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔

بے نظیر فیاضی اور رحم:..... نبی ﷺ نے فرمایا: میں اپنے اور بنو عبدالمطلب کے قیدیوں کو بلا کسی معاوضہ کے رہا کرتا ہوں۔ انصار ومہاجرین نے کہا: ہم بھی اپنے اپنے قیدیوں کو بلا کسی معاوضہ کے آزاد کرتے ہیں۔ اب بنی سلیم و بنی فزارہ رہ گئے۔ ان کے نزدیک یہ عجیب بات تھی کہ حملہ آور دشمن پر (جو خوش قسمتی سے زیر ہو گیا ہو) ایسا رحم ولطف کیا جائے، اس لیے انہوں نے اپنے حصہ کے قیدیوں کو آزاد نہ کیا۔ نبی ﷺ نے انہیں بلایا۔ ہر ایک قیدی کی قیمت چھ اونٹ قرار پائی، یہ قیمت نبی ﷺ نے ادا کردی اور اس طرح باقی قیدیوں کو بھی آزادی دلائی، پھر سب قیدیوں کو اپنے پاس سے لباس پہنا کر رخصت فرمادیا۔

دودھ پلائی کی بیٹی کی عزت

ان قیدیوں میں دائی حلیمہ کی بیٹی شیماء بنت الحارث بھی تھی۔ نبی ﷺ نے اس دودھ کی بہن کو پہچانا اور اس کی نشست کے لیے اپنی چادر زمین پر بچھادی۔ فرمایا: اگر تم میرے پاس ٹھہرو تو بہتر ہے، اگر قوم میں واپس جانا ہے تو اختیار ہے اس نے واپس جانا چاہا اور اسے عزت واکرام کے ساتھ اس کی قوم میں بھیج دیا گیا۔

مخلصین کے اخلاص کا نمونہ

مال غنیمت نبی ﷺ نے اسی جگہ تقسیم فرمادیا، عطیے کے بڑے بڑے حصے ان لوگوں کو عنایت فرمائے تھے جو تھوڑے دن سے اسلام لائے تھے، انصار کو جو نہایت مخلصین تھے، ان میں سے کچھ بھی نہ دیا تھا۔ فرمایا: انصار کے ساتھ میں خود ہوں۔ لوگ مال لے کر اپنے اپنے گھر جائیں گے اور انصار نبی ﷺ کو ساتھ لے کر اپنے گھروں میں داخل ہوں گے۔ انصار اس فرمودہ پر اتنے خوش تھے کہ مال والوں کو یہ مسرت حاصل نہ تھی۔

دو شاہد اند مرا خیبر و حنین کہ تو دہی بجود ہر آنچہ بہ فتح بستانی

فصل

یہودیوں کی شرارتیں، عہد شکنی، حملے اور مسلمانوں کی مدافعتیں

لفظ یہود سے اگرچہ صرف وہی ایک قبیلہ مراد ہونا چاہیے، جو یہود بن یعقوب علیہ السلام کی نسل سے تھا۔ لیکن اصطلاحاً بنی اسرائیل کے بارہ قبائل ہی کا نام یہی پڑ گیا ہے۔ بنی اسرائیل اپنے ابتدائی زمانہ میں خدا کی مقبول اور برگزیدہ قوم تھی۔ لیکن آخر میں وہ خدا سے اس قدر دور ہوتے گئے کہ خدا کے غضب کے مستحق ٹھہرے۔ حضرت مسیح علیہ السلام جیسے رحم دل نے ان کی حالتوں کو دیکھ کر انہیں سانپ اور سانپ کے بچے بتایا تھا اور یہ بھی خبر دی تھی کہ خدا کی بادشاہت اس قوم سے لے جا کر ایک دوسری قوم کو دے دی جائے گی۔ جو اس کے اچھے پھل لائے۔ (متی: ۲۱ باب ۳۴)

جب اس بشارت کے ظہور کا وقت آ گیا اور محمد ﷺ نے اپنی بہترین تعلیم کی تبلیغ شروع کی تو یہود نے سخت پیچ

وتاب کھایا اور آخر یہی فیصلہ کیا کہ محمد کو بھی ویسا ہی ظلم وستم کا آماجگاہ بنایا جائے، جیسا کہ مسیح علیہ السلام کو بنا چکے تھے۔

یہود کی پہلی شرارت:..... بلوہ، قتل اور اخراج بنوقینقاع

یہود اگرچہ ہجرت کے پہلے ہی سال معاہدہ کر کے امن عامہ کا پیمان باندھ چکے تھے۔ لیکن فطری شرارت نے زیادہ دیر تک چھپا رہنا پسند نہ کیا۔ معاہدہ سے ڈیڑھ سال ہی کے بعد شرارتوں کا آغاز ہوگیا۔ جب مسلمان نبی ﷺ کے ساتھ بدر کی جانب گئے ہوئے تھے۔ انہی دنوں کا ذکر ہے کہ ایک مسلمان عورت بنوقینقاع کے محلے میں دودھ بیچنے گئی۔ چند یہودیوں نے شرارت کی اور اسے سربازار برہنہ کر دیا۔ عورت کی چیخ پکار سن کر ایک مسلمان موقع پر جا پہنچا، اس نے طیش میں آ کر فساد انگیز یہودی کو قتل کر دیا، اس پر سب یہودی جمع ہو گئے، اس مسلمان کو بھی مار ڈالا اور بلوہ بھی کیا۔ نبی ﷺ نے بدر سے واپس آ کر یہودیوں کو اس بلوہ کے متعلق دریافت کرنے کے لیے بلایا۔ انہوں نے معاہدہ کا کاغذ بھیج دیا اور خود جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ یہ حرکت اب بغاوت تک پہنچ گئی تھی، اس لیے ان کو یہ سزا دی گئی کہ مدینہ چھوڑ دیں اور خیبر میں جا آباد ہوں۔

یہود کی دوسری شرارت:..... نبی ﷺ کے قتل کی سازش اور بنونضیر کی جلاوطنی

قریش کی پہلی سازش کے عنوان میں لکھا جا چکا ہے کہ قریش نے مدینہ کے بت پرستوں کو نبی علیہ السلام کے خلاف جنگ کرنے کی بابت خط لکھا تھا مگر آنحضرت ﷺ کی زیرکی ودانائی سے ان کی یہ تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ اب بدر میں شکست پانے کے بعد قریش نے یہود کو پھر لکھا کہ تم جائیدادوں اور قلعوں کے مالک ہو۔ تم محمدؐ سے لڑو، ورنہ ہم تمہارے ساتھ ایسا اور ایسا کریں گے، تمہاری عورتوں کی پازیبیں تک اتار لیں گے'' اس خط کے ملنے پر بنونضیر نے عہد شکنی کا اور آنحضرت ﷺ سے فریب کرنے کا ارادہ کر لیا۔ (ابوداؤد عن عبدالرحمن بن کعب بن مالک باب فی خبر النضیر)

۴ھ کا ذکر ہے کہ نبی ﷺ ایک قومی چندہ فراہم کرنے کے لیے بنونضیر کے محلہ میں تشریف لے گئے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو ایک دیوار کے نیچے بٹھا دیا اور تدبیر یہ کی کہ ابن حجاش ملعون دیوار کے اوپر جا کر ایک بھاری پتھر نبی ﷺ پر گرا دے اور حضور کی زندگی کا خاتمہ کر دے۔ آنحضرت ﷺ وہاں جا بیٹھنے کے بعد باعلام ربانی اس شرارت کا علم ہو گیا اور حفاظت الٰہی سے بچ کر چلے آئے، بالآخر بنونضیر کو یہ سزا دی گئی کہ خیبر جا کر آباد ہو جائیں۔ انہوں نے چھ سو اونٹوں پر اسباب لادا، اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے گرایا، باجے بجاتے ہوئے نکلے اور خیبر جا بسے۔[1]

یہود کی تیسری سازش، ملک کی عام بغاوت اور اس کا انجام

جنگ احزاب یا غزوۂ خندق

۵ھ کا مشہور واقعہ جنگ خندق ہے۔[2] بنونضیر خیبر پہنچ کر بھی امن سے نہیں بیٹھے، انہوں نے یہ عزم کیا کہ

---

[1] یسعیاہ نبی کی کتاب ۳۰/ ۶ میں پیش گوئی موجود ہے۔ ''باغی لڑکے دولت وخزانہ لے کر اس قوم کے پاس جاتے ہیں جس سے ان کو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ کچھ فائدہ ہونے کا ظہور جنگ خیبر میں ہوا تھا۔

[2] ہم نے اس جنگ کو یہودیوں کی جنگ میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ یہودی ہی تمام قبائل کو اشتعال دلانے اور مدینہ پر چڑھا کر لانے والے تھے۔ اگرچہ حملہ آوروں میں قریش بھی شامل تھے اور دیگر بت پرست بھی اور زیادہ تعداد بت پرستوں ہی کی تھی۔

مسلمانوں کا قلع قمع کرنے کے لیے ایک متفقہ کوشش کی جائے۔ جس میں عرب کے تمام قبائل اور جملہ مذاہب کے جنگ جو شامل ہوں۔ انہوں نے بیس سردار مقرر کیے کہ عرب کے تمام قبیلوں کو حملہ کے لیے آمادہ کریں۔ اس کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ ذی قعدہ ۵ھ میں دس ہزار کا خونخوار لشکر جس میں بت پرست، یہودی وغیرہ سب ہی شامل تھے، مدینہ پر حملہ آور ہوا۔ (زاد المعاد: ۱/ ۳۶۷) قرآن مجید میں اس لڑائی کا نام جنگ احزاب ہے۔

① ..... قریش، بنو کنانہ، اہل تہامہ زیر کمان سفیان بن حرب تھے۔ ② ..... بنی فزارہ: زیر کمان عقبہ بن حصین۔

③ ..... بنی مرہ: زیر کمان حارث بن عوف۔ ④ ..... بنی اشجع و اہل نجد: زیر کمان مسعود بن رخیلہ۔ (طبری: ۲/ ۲)

مسلمانوں نے جب ان لشکروں سے مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی تو شہر کے گرد خندق کھود لی۔ دس دس آدمیوں نے چالیس چالیس گز خندق تیار کی تھی۔ (طبری: ۲/ ۳) صحابہؓ خندق کھودتے ہوئے یہ شعر پڑھتے تھے:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا عَلَى الْإِسْلَامِ مَا بَقِيْنَا أَبَدًا [1]

ترجمہ: ..... ہم وہ ہیں جنہوں نے ہمیشہ کے لیے محمد ﷺ کے ہاتھ پر بیعت اسلام کی ہے۔

خندق کھودنے، پتھر توڑنے، مٹی ہٹانے میں نبی ﷺ خود بھی صحابہ کو مدد دیتے تھے۔ سینہ مبارک کے بال مٹی سے چھپ گئے تھے اور ابن رواحہؓ کے اشعار ذیل کو بہ آواز بلند پڑھتے تھے:

أللهم لولا انت ما اهتدينا	فلا تصدقنا ولا صلينا
فانزلنَ سكينة علينا	وثبت الاقدام ان لاقينا
ان الاعداء قد بغوا علينا	اذا ارادوا فتنة ابينا
اے خدا تیرے سوا ہم کو ہدایت تھی کہاں	کیسے پڑھتے ہم نمازیں، کیسے دیتے ہم زکوٰۃ
اے خدا ہم پر سکینہ کا تو فرما دے نزول	دشمن آجائے تو ہم کو کر عطا یارب ثبات
بے سبب ہم پر یہ دشمن ظلم سے چڑھ آتے ہیں	فتنہ گر ہیں وہ نہیں بھاتی ہمیں فتنہ کی بات

مسلمان صرف تین ہزار تھے۔ اسلامی لشکر مدینہ ہی کے اندر اس طرح اترا کہ سامنے خندق تھی اور پس پشت کوہ سلع، بنو قریظہ کے یہودی جو مدینہ میں آباد تھے اور جن پر بپابندئ معاہدہ مسلمانوں کا ساتھ دینا ضروری و لابدی تھا۔ ان سے شب کی تاریکی میں حیی بن اخطب یہودی سردار بنو نضیر جا کر ملا اور انہیں نقض عہد پر آمادہ کر کے اپنی طرف ملا لیا۔ نبی ﷺ نے اپنے کئی نقیب (حواری) بھی ان کے پاس بار بار سمجھانے کو بھیجے۔ مگر انہوں نے صاف صاف کہہ دیا۔ ''محمد گون ہے کہ ہم اس کی بات مانیں اس کا ہم سے کوئی عہد و پیمان نہیں (ابن ہشام: ۲/ ۱۴۱)

اس کے بعد بنو قریظہ نے شہر کے امن و امان میں بھی خلل ڈالنا شروع کر دیا اور مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کو خطرہ میں ڈال دیا۔ بنا چاری ان تین ہزار مسلمانوں میں سے بھی ایک حصہ کو شہر کے امن عامہ کی حفاظت کے لیے علیحدہ کرنا پڑا۔ بنو قریظہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ جب باہر سے دس ہزار دشمن کا جرار لشکر حملہ آور ہوگا اور شہر کے اندر غدر پھیلا کر ہم مسلمانوں کی عافیت تنگ کر دیں گے تو دنیا پر مسلمانوں کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے گا۔

---

[1] صحیح بخاری عن انس رضی اللہ عنہ، کتاب المغازی، باب غزوۂ خندق۔

نبی ﷺ کو چونکہ طبعاً جنگ سے نفرت تھی۔ اس لیے آپ نے یہ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورت کی کہ حملہ آور سرداران غطفان سے ایک تہائی پیداوار ثمر (میوہ) پر صلح کر لی جائے۔ لیکن انصار نے جنگ کو ترجیح دی، سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما نے اس تجویز کے متعلق تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جن دنوں یہ حملہ آور قبائل شرک کی نجاست میں آلودہ اور بت پرستی میں مبتلا تھے، ان دنوں بھی ہم نے ان کو چھوہارہ تک نہیں دیا۔ آج جب خدا نے ہمیں اسلام سے مشرف فرما دیا ہے تو ہم انہیں کیونکر پیداوار کا ثلث دے سکتے ہیں۔ ان کے لیے ہمارے پاس تو تلوار کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ (سیرت ابن ہشام: ۲/۱۴۱)

حملہ آور فوج کا محاصرہ بیس دن تک رہا، کبھی کبھی اکے دکے کا مقابلہ بھی ہوا۔ عمر بن عبدود جو اپنے آپ کو ہزار جوانوں کے برابر سمجھا کرتا تھا۔ حیدر کرار علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مارا گیا اور نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ بھی مقابلہ میں ہلاک ہوا۔ اہل مکہ نے نوفل کی لاش لینے کے لیے دس ہزار درہم مسلمانوں کے پیش کیے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: لاش دے دو، قیمت درکار نہیں (سیرۃ ابن ہشام)۔ جب وہ اس عرصہ میں محصور مسلمانوں سے کوئی مورچہ نہ لے سکے تو ان کے حوصلے ٹوٹ گئے آخر ایک رات تمام لشکر اپنے ڈیرے ڈنڈے اٹھا کر رفو چکر ہو گیا۔

بنو قریظہ کا انجام

اس مصیبت سے رہائی کے بعد نبی ﷺ نے بنو قریظہ کو بلا بھیجا۔ وہ سامنے آ کر اپنے اس طرز عمل کی وجہ بیان کریں، اب بنو قریظہ قلعہ بند ہو بیٹھے اور لڑائی کی پوری تیاری کر لی۔ اس وقت مسلمانوں کو یہ معلوم ہوا کہ بنو نضیر کا سردار حیی بن اخطب جو بنو قریظہ کو مسلمانوں سے مخالف بنانے آیا تھا۔ اب تک ان کے قلعے کے اندر موجود ہے۔

بنو قریظہ کا یہ عذر ان کی پہلی حرکت ہی نہ تھی۔ بلکہ جنگ بدر میں انہوں نے قریش کو (جو مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تھے۔) سلاحات سے مدد دی تھی۔ مگر اس وقت رحم دل نبی ﷺ نے ان کا یہ قصور معاف کر دیا تھا۔

اب ان کے قلعہ بند ہو جانے سے مسلمانوں کو مجبوراً لڑنا پڑا۔ بماہ ذی الحجہ محاصرہ کیا گیا جو ۲۵ دن تک رہا۔ محاصرہ کی سختی سے بنو قریظہ تنگ آ گئے۔ انہوں نے قبیلہ اوس کے مسلمانوں کو جن سے ان کا پہلے ربط وضبط تھا۔ بیچ میں ڈالا اور نبی ﷺ سے منوالیا کہ بنو قریظہ کے معاملے میں سعد بن معاذ کو (جو اوس کے سردار قبیلہ تھے) حکم (سرپنچ) اور منصف تسلیم کیا جائے۔ جو فیصلہ سعد کر دے خدا کا نبی ﷺ اسی کو منظور کرے۔

یہود نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو حکم بنایا:..... بنو قریظہ قلعہ سے نکل آئے اور مقدمہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا گیا۔ خدا جانے بنو قریظہ کے یہودیوں اور قبیلہ اوس کے مسلمانوں نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم بناتے ہوئے کیا کیا امیدیں ان پر لگائی ہوں گی، مگر ضروری تحقیقات کے بعد اس جنگی مرد نے یہ فیصلہ دیا:

[۱] ..... بنو قریظہ کے جنگ جو مرد قتل کیے جائیں۔

[۲] ..... عورتیں اور بچے مملوک بنائے جائیں۔ [۳] ..... مال تقسیم کیا جائے۔

اس فیصلہ کی تعمیل کے متعلق صحیح بخاری میں جو روایت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہے اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنگ آور مرد قتل کیے گئے تھے، لیکن اس حدیث میں عورتوں اور بچوں کے مملوک بنائے جانے کا کچھ ذکر نہیں، اس

فیصلہ کے متعلق ناظرین یہ بھی یاد رکھیں کہ یہودیوں کو ان کے اپنے منتخب کردہ منصف نے قریباً وہی سزا [1] دی تھی جو یہودی اپنے دشمنوں کو دیا کرتے تھے اور جو ان کی شریعت میں ہے۔

ہمارے پاس یہ امر باور کرنے کی وجوہات اور نظائر موجود ہیں کہ اگر بنو قریظہ اپنا معاملہ نبی کریم ﷺ کے سپرد کر دیتے تو ان کو زیادہ سے زیادہ جو سزا دی جاتی وہ یہ ہوتی کہ جاؤ خیبر میں آباد ہو جاؤ۔ بنو قینقاع اور بنو نضیر کا معاملہ اس کی نظیر ہے۔ نبی ﷺ نے تو ان بنو قریظہ میں سے بھی بعض کو رحم شاہانہ سے اس فیصلہ کی تعمیل سے مستثنیٰ فرما دیا تھا ۔مثلاً: زبیر یہودی کے لیے مع اہل وعیال وفرزند ومال رہائی کا حکم دے دیا تھا اور رفاعہ بن شموئیل یہودی کی بھی جان بخشی فرمادی۔ (تاریخ طبری: ۵۷، ۸۵)

فصل:..... عیسائیوں سے جنگ

عیسائی اقوام سے نبی ﷺ کا برتاؤ اچھا رہا، ایک دو حاکمان ملک نے شخصی طور پر آنحضرت ﷺ سے عناد کیا لیکن جمہور کا اس سے تعلق نہ تھا۔ تفصیل سے اس کی توضیح ہوتی ہے کہ صرف ایک عیسائی سردار کے ساتھ ایک جنگ ہوئی اور ایک سفر ان کے حملہ آور ہونے کی خبر اڑ جانے پر کیا گیا ہے اور بس۔

داعی اسلام کا انتقام یا جنگ موتہ بماہ جمادی الاول ۸ھ

موتہ شام کے ایک قصبہ کا نام ہے یہاں کے سردار شرجیل بن عمرو غسانی نے نبی ﷺ کے سفیر حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو جو دعوت اسلام کا خط لے کر روانہ ہوا تھا، قتل کرا دیا تھا۔ مظلوم حارث کے قتل سے سفیروں کی جانیں خطرے میں پڑ گئی تھیں اس لیے نبی ﷺ نے قریباً تین ہزار کی ایک فوج روانہ کی۔ حاکم غسان نے اپنی کارروائی پر ندامت کا بھی اظہار نہ کیا۔ وہ تو مقابلہ پر تیار ہو گیا۔ اتفاق سے ہرقل بادشاہ اس علاقہ میں آیا ہوا تھا اور موآب میں ایک لاکھ لشکر کی جمعیت سے ٹھہرا ہوا تھا۔ عرب کے صحرا نشین عیسائی قبائل لخم، جزام، بہرام، بلی قیس وغیرہ کے بھی قریباً ایک لاکھ آدمی شہنشاہ ہرقل کی آمد پر وہاں جمع تھے۔ اس لیے حاکم غسان نے کچھ شاہی فوج بھی منگوالی اور قبائل کو بھی جمع کر لیا۔ غرض! دشمنوں کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی، مسلمان مجبوراً لڑے۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (جو نبی ﷺ کے پروردہ، نہایت عزیز اور فوج کے کمانڈر تھے) مارے گئے۔ [2]

---

[1] قریباً وہی سزا اس لیے لکھا گیا ہے کہ یہودی اپنے قیدیوں کو اس سے زیادہ سخت سزا دیا کرتے تھے۔ کتاب توراۃ میں گنتی کا ۳۱ باب از ۶ تا ۳۵ درس ناظرین پڑھ کر دیکھیں۔ "۹۔ بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں، ان کے بچوں کو اسیر کیا ان کے مواشی اور بھیڑ بکری اور مال و اسباب سب کچھ لوٹ لیا اور ان کے سارے شہروں کو جن میں وہ رہتے تھے اور ان کے سب قلعوں کو پھونک دیا۔ ۱۴۔ موسیٰ غصہ ہوا۔ ۱۵۔ کہ کیا تم نے سب عورتوں کو جیتا رکھا؟" ۱۷ تم ان بچوں کو جتنے لڑکے ہیں سب کو قتل کر دو اور ہر عورت جو مرد کی صحبت سے واقف تھی جان سے مارو"۔ ۱۸ لیکن وہ لڑکیاں جو مرد کی صحبت سے واقف نہیں ہوئیں۔ ان کو اپنے لیے زندہ رکھو.....رگ وید چھوتھے۔ منڈل کے منتر ۱۶، رچا ۱۰ میں ہے۔ اس نے پچاس ہزار سیاہ فام دشمنوں کو لڑائی میں تباہ وغارت کیا"۔ صفحہ ۳۴۔ قدیم ہندوستان رگ وید۔ منڈل ۱۰ منتر ۴۹۔ رچا ۷۔ "ہم نے داسوں (غلاموں) کو دو ٹکڑوں میں قطع کر دیا۔ قضا وقدر نے ان کو اسی واسطے پیدا کیا تھا"۔ صفحہ ۳۸۔ رگ وید منڈل ۲ منتر ۲۰، رچا ۶، ۷ وہ اندر جس نے ورترا کو قتل کیا اور جس نے قصبے کے قصبے اور گاؤں کے گاؤں تہ وبالا کر دیے وہ جو کالے داسوں کی فوجوں کو تباہ کرتا ہے"۔ صفحہ ۱۳۷ اردوتر جمہ قدیم ہندوستان کی تہذیب مصنفہ مسٹر آر۔ سی دت صاحب۔

[2] زید بن حارثہ چھاتی میں نیزہ کھا کر گھوڑے سے گرے، ان کے ہاتھ میں نشان تھا۔ جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے نشان سنبھال لیا۔ حملہ آوروں نے حضرت جعفر کے گھوڑے کی کوچیں کاٹ دیں۔ یہ پیدل ہو گئے۔ ایک دشمن نے ان کا دہنا باز وتلوار سے اڑا دیا۔ انہوں نے بائیں ہاتھ سے نشان سنبھال لیا۔ دوسرے دشمن نے دوسرا باز وتلوار سے اڑا دیا اس لیے ان کا لقب ذوالجناحین ہوا۔ (ابن خلدون)

جعفر طیار رضی اللہ عنہ (جو نبی ﷺ کے چچیرے اور علی رضی اللہ عنہ کے حقیقی بڑے بھائی تھے، بعمر ۳۳ سال) ۹۰ زخم سامنے کی طرف کھا کر اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ (بزرگ صحابی، جنہوں نے جعفر رضی اللہ عنہ کے بعد فوج کی کمان سنبھالی تھی) شہید ہو گئے۔ پھر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فوج کو سنبھالا اور ڈیڑھ دن کی سخت جنگ کے بعد اپنے سے چالیس گنا سے زیادہ فوج کو بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔ اس جنگ میں ۹ تلواریں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں مارتے ٹوٹی تھیں۔[۱]

نبی ﷺ نے مدینے میں بیٹھے ہوئے ان بزرگوں کے مارے جانے اور جنگ کے آخری انجام کا حال صحابہ رضی اللہ عنہم سے اسی دن بیان فرما دیا تھا۔ اسی جنگ کے بعد خالد رضی اللہ عنہ کو "سیف اللہ" کا خطاب عطا ہوا تھا۔

جیش عسرت یا سفر تبوک، رجب ۹ھ[۲]

ایک قافلہ شام سے آیا اور انہوں نے ظاہر کیا کہ قیصر کی فوجیں مدینے پر حملہ آور ہونے کے لیے تیار اور فراہم ہو رہی ہیں، عرب کے عیسائی قبائل لخم، جزام، عاملہ، غسان وغیرہ بھی ان کے ساتھ شامل ہیں۔ گویا وہ اس شکست کا بدلہ لینا چاہتے تھے جو بمقام موتہ، قیصر کے حاکم اور قیصر کی فوج کو ہوئی تھی۔ نبی ﷺ نے خیال فرمایا کہ حملہ آور فوج کی مدافعت عرب کی سرزمین میں داخل ہونے سے پہلے پہلے مناسب ہے تاکہ اندرون ملک کے امن میں خلل واقع نہ ہو۔ یہ مقابلہ ایسی سلطنت سے تھا جو نصف دنیا پر حکمران تھی اور جس کی فوج ابھی حال ہی میں سلطنت ایران کو نیچا دکھا چکی تھی۔ مسلمان بے سروسامان تھے سفر دور دراز کا تھا۔ عرب کی مشہور گرمی خوب زوروں پر تھی، مدینے میں میوے پک گئے تھے، میوے کھانے اور سایہ میں بیٹھنے کے دن تھے۔ نبی ﷺ نے تیاری سامان کے لیے عام چندہ کی فہرست کھولی۔

عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ۹۰۰ راونٹ ایک سو گھوڑے اور ایک ہزار دینار چندہ میں دیے۔ ان کو "مجهز جيش العسرة"[۳] کا خطاب ملا۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چالیس ہزار درہم، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تمام اثاث البیت نقد و جنس کا نصف جو کئی ہزار روپیہ تھا، پیش کیا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو کچھ لائے اگرچہ وہ قیمت میں کم تھا۔ مگر معلوم ہوا کہ وہ گھر میں اللہ اور رسول کی محبت کی سوا اور کچھ بھی باقی نہ چھوڑ کر آئے تھے۔ ابو عقیل انصاری رضی اللہ عنہ نے دو سیر چھوہارے لا کر پیش کیے اور یہ بھی عرض کی کہ "رات بھر پانی نکال نکال کر ایک کھیت کو سیراب کر کے چار سیر چھوہارے مزدوری کے لایا تھا۔ دو سیر بیوی بچے کے لیے چھوڑ کر باقی دو سیر لے آیا ہوں" نبی ﷺ نے فرمایا کہ ان چھوہاروں کو جملہ قیمتی مال و متاع کے اوپر بکھیر دو۔ غرض! ہر صحابی نے اس موقع پر ایسے ہی خلوص و فراخ دلی سے کام لیا۔ قریباً ۸۲ شخص جو دکھاوے کے مسلمان تھے۔ بہانے کر کے اپنے گھروں میں رہ گئے۔ عبداللہ بن اُبی بن سلول مشہور منافق نے ان لوگوں کو اطمینان دلایا تھا کہ اب محمد ﷺ اور اس کے ساتھی مدینے واپس نہ آ سکیں گے، قیصر انہیں قید کر کے مختلف ممالک میں بھیج دے گا۔ خدا کا نبی تیس ہزار کی جمعیت سے تبوک کو روانہ ہوا۔

مدینہ میں سباع بن عرفطہ کو خلیفہ بنایا اور علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اہل بیت کی ضروریات کے لیے مامور فرمایا۔

---

[۱] صحیح بخاری عن ابن عمر باب غزوۂ موتہ۔ ..... بخاری عن قیس بن ابی حازم۔

[۲] چونکہ کوئی جنگ نہیں ہوئی اس لیے میں نے اس کا نام سفر رکھا ہے مورخین اسے غزوۂ تبوک اس لیے لکھتے ہیں کہ یہ سفر بغرض مدافعت فوجی تھا

[۳] ترجمہ یہ ہے کہ فاقہ زدہ لشکر کا سامان بنا دینے والا (ابن خلدون)۔

لشکر میں سواریوں کی بڑی قلت تھی۔ ۱۸ شخصوں کے لیے ایک اونٹ مقرر تھا، رسد کے نہ ہونے سے اکثر جگہوں پر درختوں کے پتے کھانے پڑے جس سے ہونٹ سوج گئے تھے، پانی بعض جگہ ملا ہی نہیں۔ اونٹوں کو (اگرچہ سواری کے لیے پہلے ہی کم تھے) ذبح کر کے ان کی امعاء کا پانی پیا کرتے تھے۔ (طبری، صحیحین، مدارج النبوۃ)

الغرض! صبر و استقلال سے تمام تکالیف کو برداشت کرتے ہوئے تبوک پہنچ گئے۔

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی منقبت:..... ابھی تبوک کے راستے ہی میں تھے کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے معلوم ہوا کہ منافقین بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چڑانے اور کھجانے لگے تھے، کوئی کہتا: نکما کر کے چھوڑ دیا، کوئی کہتا: ترس کھا کر چھوڑ دیا۔ ان باتوں سے شیر خدا کو غیرت آئی، دو ۲ منزلہ سہ ۳ منزلہ طے کرتے ہوئے نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے، لمبے لمبے سفر اور سخت گرمی کی تکلیف سے پاؤں متورم تھے اور چھالے پڑ گئے تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

''اَلَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اَلَا اِنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ''

ترجمہ:..... علی تم اس پر خوش نہیں ہوتے کہ تم میرے لیے ویسے ہو جیسا کہ موسیٰ کے لیے ہارون تھے گو میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

یہ سن کر علی رضی اللہ عنہ خوش و خرم مدینے کو واپس تشریف لے گئے۔[1]

تبوک پہنچ کر نبی ﷺ نے ایک ماہ قیام فرمایا۔ اہل شام پر اس حرکت کا اثر یہ ہوا کہ انہوں نے عرب پر حملہ آور ہونے کا خیال اس وقت چھوڑ دیا اور اس حملہ آوری کا بہترین موقع آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد کا زمانہ قرار دیا۔

آپ ﷺ کا خطبہ

تبوک[2] میں ایک نماز کے بعد آنحضرت ﷺ نے ایک مختصر اور نہایت جامع وعظ فرمایا تھا، ذیل میں اسے مع ترجمہ درج کیا جاتا ہے، ہم نے اس میں صرف اس قدر تصرف کیا ہے کہ ہر فقرہ پر نمبر شمار لگا دیے ہیں حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

۱... فان اصدق الحدیث کتاب اللہ — ہر ایک کلام سے صدق میں بڑھ کر اللہ کی کتاب ہے۔

۲... و اوثق العری کلمة التقوی — سب سے بڑھ کر بھروسے کی بات تقوی کا کلمہ ہے۔

۳... و خیر الملل ملة ابراهیم — سب ملتوں سے بہتر ملت ابراہیم علیہ السلام کی ہے۔

---

[1] صحیح بخاری عن معصب بن سعد عن ابیہ، باب غزوۂ تبوک۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون کو بنی اسرائیل پر اس وقت چھوڑ گئے تھے جب انہوں نے کوہ طور پر ۴۰ دن کا میقات پورا کیا تھا۔ قرآن مجید میں اس واقعہ کا مفصل ذکر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جو خلیفہ ہوئے ان کا نام یوشع بن نون ہے۔

[2] فلاڈلفیا کا قدیم کنیسا جس کا ذکر مکاشفات یوحنا ۳ باب ۷ تا ۳ درس میں ہے، تبوک ہی کے متصل تھا۔ عرب اسے القصر کہتے ہیں حجاز ریلوے کی سڑک میں اس کے کھنڈر بھی پائے گئے۔ زمانہ نبوی میں اس جگہ عیسائی قومیں آباد تھیں اس لیے ایام قیام تبوک میں ان اقوام میں تبلیغ اسلام بھی کی گئی اور ان سے معاہدات بھی کیے گئے۔ عیسائیت پر قائم رہنے والی اقوام کو مذہب کی آزادی دی گئی اور ان کے جان و مال کی حفاظت کا ذمہ مسلمانوں نے اپنے اوپر لیا۔ اس طرف چند چھوٹی چھوٹی ریاستیں بھی عیسائیوں کی تھیں۔ مثلاً اکیدر دومۃ الجندل میں حکمران تھا اور یوحنا ایلہ کا فرماں روا تھا، ان حکومتوں کو قائم رکھا گیا، اہل ایرج بھی عیسائی تھے اور آزاد قبائل تھے ان کو ان کی حالت پر چھوڑا گیا معاہدات میں جس فیاضی، بے تعصبی بلکہ محبت کا اظہار کیا گیا ہے وہ آج تک مسلمہ ہے۔ عیسائیوں نے نئے یروشلم اور خدا کا نیا نام جس کا ذکر مکاشفات ۳ باب ۱۲ درس میں ہے، اسی جگہ سنا تھا..... اکیدر والی دومۃ الجندل جسے خالد بن ولید نے شکار کھیلتے گرفتار کیا تھا۔ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر معاہدہ کرنے کے بعد پھر مسلمان ہو گیا تھا۔

۴ ... و خیرالسنن سنة محمد ﷺ — سب طریقوں سے بہتر طریقہ محمد ﷺ ہے۔

۵...و اشرف الحدیث ذکر اللّٰہ — سب باتوں پر اللہ کے ذکر کو شرف ہے۔

۶...و احسن القصص ھٰذا القران — سب بیانات سے پاکیزہ تر یہ قرآن ہے۔

۷...و خیر الامور عوازمھا — بہترین کام اولوالعزمی کے کام ہیں۔

۸...و شر الامور محدثاتھا — امور میں بدترین امر وہ ہے جو نیا نکالا گیا ہو۔

۹...و احسن الھدی ھدی الانبیاء — انبیاء کی روش سب روشوں سے خوب تر ہے۔

۱۰...و اشرف الموت قتل الشھدآء — شہیدوں کی موت موت کی سب قسموں سے بزرگ تر ہے۔

۱۱...و اعمی العمی الضلالة بعدالھدی — سب سے بڑھ کر اندھاپن وہ گمراہی ہے جو ہدایت کے بعد ہو جائے

۱۲...خیر الاعمال ما نفع — عملوں میں وہ عمل اچھا ہے جو نفع دہ ہو۔

۱۳...خیر الھدی ما اتبع — بہترین روش وہ ہے جس پر لوگ چل سکیں

۱۴...و شر العمی عمی القلب — بدترین کوری [اندھاپن] دل کی کوری ہے۔

۱۵...و الید العلیا خیر من الیدالسفلی — بلند ہاتھ پست ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔

۱۶...و ما قل وکفی خیر ما کثرو الھی — تھوڑا اور کافی مال اس بہتات سے اچھا ہے جو غفلت میں ڈال دے

۱۷...و شر المعذراة حین یحضر الموت — بدترین معذرت (توبہ) وہ ہے جو جان کنی کے وقت کی جائے۔

۱۸...و شر الندامة یوم القیمة — بدترین ندامت وہ ہے جو قیامت کو ہوگی۔

۱۹...و من الناس لا یأتی الجمعة الا دبرا — بعض لوگ جمعہ کو آتے ہیں مگر دل پیچھے لگے ہوتے ہیں۔

۲۰...و من لا یذکر اللّٰہ الا ھجرا — ان میں بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کا ذکر کبھی کبھی کیا کرتے ہیں۔

۲۱...ومن اعظم الخطاء اللسان الکذوب — سب گناہوں سے عظیم تر جھوٹی زبان ہے۔

۲۲...و خیر الغنی غنی النفس — سب سے بڑی توانگری دل کی توانگری ہے۔

۲۳...و خیر الزاد التقوی — سب سے عمدہ توشہ تقوی ہے۔

۲۴...و رأس الحکمة مخافة اللّٰہ عزوجل — دانائی کا سر یہ ہے کہ خدا کا یہ خوف دل میں ہو۔

۲۵...و خیر ما وقر فی القلوب الیقین — دل نشین ہونے کے لیے بہترین چیز یقین ہے۔

۲۶...و الارتیاب من الکفر — شک پیدا کرنا کفر (کی ایک شاخ) ہے۔

۲۷...و النیاحة من عمل الجاھلیة — بین سے رونا جاہلیت کا کام ہے۔

۲۸...و الغلول من حرجھنم — چوری کرنا عذاب جہنم کا سامان ہے۔

۲۹...و السکر کی من النار — بدمست ہونا آگ میں پڑنا ہے۔

۳۰...و الشعر من ابلیس — شعر ابلیس کا (حصہ) ہے۔

۳۱...و الخمر جماء الاثم — شراب تمام گناہوں کا مجموعہ ہے۔

۳۳... وشرالما کل ما کل مال الیتیم — بدترین روزی یتیم کا مال کھا جانا ہے۔
۳۳...و سعید من وعظ بغیرہ — سعاتمند وہ ہے جو دوسرے سے نصیحت پکڑتا ہے۔
۳۴...الشقی من شقی فی بطن امہ — اصل بدبخت وہ ہے جو ماں کے پیٹ ہی میں بدبخت ہو۔
۳۵...و ملاك العمل خواتمہ — عمل کا سرمایہ اس کا بہترین انجام ہے۔
۳۶...و شر الرؤیا رؤیا الکذب — بدترین خواب وہ ہے جو جھوٹا ہو۔
۳۷...و کل ماھوات قریب — جو بات ہونے والی ہے، وہ بہت قریب ہے۔
۳۸...و سباب المؤمن [المسلم] فسوق — مؤمن کو گالی دینا فسق ہے۔
۳۹...و قتالہ کفرا — مؤمن کو قتل کرنا کفر ہے۔
۴۰...و اکل لحمۃ من معصیۃ اللہ — مؤمن کا گوشت کھانا (اس کی غیبت کرنا) اللہ کی معصیت ہے۔
۴۱...و حرمۃ مالہ کحرمۃ دمہ — مؤمن کا مال دوسرے پر ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ اس کا خون۔
۴۲...و من یتعالی علی اللہ یکذبہ — جو خدا سے استغناء کرتا ہے، خدا اسے جھٹلاتا ہے۔
۴۳...و من یغفر یغفرللہ لہ — جو کسی کا عیب چھپاتا ہے، خدا اس کے عیب چھپاتا ہے۔
۴۴...و من یعف یعف عنہ — جو معافی دیتا ہے، اسے معافی دی جاتی ہے۔
۴۵...و من یکظم الغیظ یا جرہ اللہ — جو غصہ کو پی جاتا ہے، خدا اسے اجر دیتا ہے۔
۴۶...و من یصبر علی الرزیۃ یعوضہ اللہ — جو نقصان پر صبر کرتا ہے، خدا اسے اجر دیتا ہے۔
۴۷...و من یتبع السمعۃ یسمعہ اللہ — جو چغلی کو پھیلاتا ہے، خدا اس کی رسوائی عام کر دیتا ہے۔
۴۸...و من یصبر یضعف اللہ لہ — جو صبر کرتا ہے، خدا اسے بڑھاتا ہے۔
۴۹...و من یعص للہ یعذبہ اللہ — جو خدا کی نافرمانی کرتا ہے خدا اسے عذاب دیتا ہے۔
۵۰... ثم استغفر [النبی ﷺ] ثلثا — پھر تین دفعہ استغفار پڑھ کر (آنحضرت ﷺ) نے اس خطبہ کو ختم فرمایا (بیہقی فی الدلائل وحاکم منقول از زاد المعاد: ۱/ ۴۶۲))

ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کی وفات..... ایام قیام تبوک میں ذوالبجادین کا انتقال ہوا، اس مخلص کے ذکر سے واضح ہوتا ہے کہ نبی ﷺ مفلس ومخلص صحابہؓ پر کس قدر مزید لطف وعنایات فرمایا کرتے تھے، ان کا نام عبداللہ تھا، ابھی بچے ہی تھے کہ باپ مر گیا، چچا نے پرورش کی تھی، جب جوان ہوئے تو چچا نے اونٹ، بکریاں، غلام دے کر ان کی حیثیت درست کر دی تھی، عبداللہؓ نے اسلام کے متعلق کچھ سنا اور دل میں توحید کا ذوق پیدا ہوا، لیکن چچا سے اس قدر ڈرتا تھا کہ اظہار اسلام نہ کر سکا۔ جب نبی ﷺ فتح مکہ سے واپس گئے تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے چچا سے جا کر کہا:

پیارے چچا! مجھے برسوں انتظار کرتے گزر گئے کہ کب آپ کے دل میں اسلام کی تحریک پیدا ہوتی ہے اور آپ کب مسلمان ہوتے ہیں۔ لیکن آپ کا حال وہی پہلے کا سا چلا آتا ہے۔ میں اپنی عمر پر زیادہ اعتماد نہیں کر سکتا۔ مجھے اجازت فرمایئے کہ میں مسلمان ہو جاؤں۔ چچا نے جواب دیا: دیکھ! اگر تو محمد ادین قبول کرنا چاہتا ہے تو میں

سب کچھ تجھ سے چھین لوں گا، تیرے بدن پر چادر اور تہبند تک باقی نہ رہنے دوں گا۔ عبداللہ نے جواب دیا: چچا صاحب! میں مسلمان ضرور بنوں گا اور محمد ﷺ کا اتباع ہی قبول کروں گا شرک اور بت پرستی سے میں بیزار ہو چکا ہوں۔ اب جو آپ کا منشا ہے کیجیے اور جو کچھ میرے قبضے میں زر و مال وغیرہ ہے سب سنبھال لیجیے۔ میں جانتا ہوں کہ ان سب چیزوں کو آخر ایک روز یہیں دنیا میں چھوڑ جانا ہے اس لیے میں ان کے لیے سچے دین کو ترک نہیں کر سکتا۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر بدن کے کپڑے تک اتار دیے اور مادرزاد برہنہ ہو کر ماں کے پاس گیا۔ ماں دیکھ کر حیران ہوئی کہ کیا ہوا؟ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں مؤمن اور موحد ہو گیا ہوں، نبی ﷺ کی خدمت میں جانا چاہتا ہوں، ستر پوشی کے لیے کپڑے کی ضرورت ہے، مہربانی فرما کر دیجیے۔ ماں نے ایک کمبل دے دیا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کمبل پھاڑا، آدھے کا تہبند بنا لیا، آدھا اوپر لیا اور مدینے کو روانہ ہو گیا۔ علی الصبح مسجد نبویؐ میں پہنچ گیا اور مسجد سے تکیہ لگا کر منتظرانہ بیٹھ گئے۔ نبی ﷺ جب مسجد مبارک میں آئے تو اسے دیکھ کر پوچھا کہ کون ہو؟ کہا: میرا نام عبدالعزی ہے، فقیر و مسافر ہوں، عاشق جمال اور طالب ہدایت ہو کر در دولت تک آ پہنچا ہوں۔

نبی ﷺ نے فرمایا: تمہارا نام عبداللہ ہے۔ ذوالبجادین لقب، تم ہمارے قریب ہی ٹھہرو اور مسجد میں رہا کرو۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ اصحاب صفہ [1] میں شامل ہو گئے۔ نبی ﷺ سے قرآن سیکھتے اور دن بھر عجب ذوق و شوق اور جوش و نشاط سے پڑھا کرتے۔ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگ تو نماز پڑھ رہے ہیں اور یہ اعرابی اس قدر بلند آواز سے پڑھ رہا ہے کہ دوسروں کی قراءت میں مزاحمت ہوتی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: عمر! اسے کچھ نہ کہو۔ یہ تو خدا اور رسول کے لیے سب کچھ چھوڑ کر آیا ہے۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سامنے غزوہ تبوک کی تیاری ہونے لگی تو یہ بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! دعا فرمایئے کہ میں بھی راہ خدا میں شہید ہو جاؤں۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ''جاؤ کسی درخت کا چھلکا اتار لاؤ۔'' جب عبداللہ رضی اللہ عنہ چھلکا لے آئے تو نبی ﷺ نے وہ چھلکا ان کے بازو پر باندھ دیا اور زبان مبارک سے فرمایا! ''الٰہی! میں کفار پر اس کا خون حرام کرتا ہوں''۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میں تو شہادت کا طالب ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: جب غزا کی نیت سے تم نکلو اور پھر تپ [بخار] آ جائے اور مر جاؤ، تب بھی تم شہید ہی ہو گے۔ تبوک پہنچ کر یہی ہوا کہ تپ چڑھی اور عالم بقا کو سدھار گئے۔ بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کے دفن کی کیفیت دیکھی ہے۔

مخلص عرب کی تدفین میں نبی ﷺ کا اسوہ

رات کا وقت تھا، بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں چراغ تھا، ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اس کی لاش کو لحد میں رکھ رہے تھے، نبی ﷺ

---

[1] صفہ چبوترے کو کہتے ہیں۔ مسجد نبوی کے صحن میں ایک چبوترہ تھا جو لوگ گھر بار تج کر دنیا کا زر و مال، آسائش و آرام چھوڑ کر تعلیم دین و اسلام کے لیے آیا کرتے تھے وہ اس چبوترے پر ٹھہرا کرتے تھے۔ اس لیے اہل صفہ کے نام سے مشہور تھے۔ یہ عاشقان صداقت بھوک پیاس کی مصیبت اور گرمی، سردی کی تکالیف برداشت کرتے مگر دنیا کی کوئی تکلیف اسلام کی تعلیم اور قرآن مجید کا درس لینے سے ان کی روک نہ بن سکتی تھی۔ انہی میں سے وہ لوگ تیار ہوتے تھے جو مختلف ملکوں میں جا کر اشاعت اسلام کرتے تھے انہی میں سے حضرت ابوہریرہؓ ہیں جو پانچ ہزار احادیث کے راوی اور اسلام کے مبلغ ہیں زیادہ مفصل حال ہماری کتاب سبیل الرشاد یعنی سفرنامہ حجاز میں پڑھنا چاہیے۔

بھی اس کی قبر میں اترے تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ سے فرمارہے تھے: اَدْنِیَا اِلٰی اَخَاکُمَا (اپنے بھائی کا ادب ملحوظ رکھو) آنحضرت رضی اللہ عنہ نے قبر پر اینٹیں بھی اپنے ہاتھ سے رکھیں اور پھر دعا میں فرمایا:

الٰہی! آج رات (شام) تک میں اس سے خوشنود رہا ہوں، تو بھی اس سے راضی ہوجا۔ (مدارج النبوۃ: ۲/ ۴۲۳)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''کاش! اس قبر میں مَیں دبایا جاتا''۔

نبی ﷺ تبوک سے مع الخیر مدینہ منورہ پہنچ گے۔ جو منافقین یہ سمجھے ہوئے تھے کہ اب محمد (ﷺ) اور اس کے دوست قید ہوکر کسی دور دست جزیرہ میں بھیجے جائیں گے اور صحیح وسالم مدینہ نہ پہنچیں گے، وہ اب پشیمان ہوئے اور انہوں نے ساتھ نہ چلنے کے جھوٹ موٹ عذر بنائے۔ نبی ﷺ نے سب کو معافی دے دی، لیکن تین مخلص صحابی بھی تھے جو اپنی معمولی سستی وکاہلی کی وجہ سے ہمرکاب جانے سے رہ گئے تھے، ان کو اپنی صداقت کی وجہ سے ایک امتحان بھی دینا پڑا۔ ان میں سے ایک بزرگ صحابی نے اپنے متعلق جو کچھ اپنی زبان سے بیان کیا ہے، میں اسی کو اس جگہ لکھ دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ بزرگوار کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ ہیں اور ان ۷۳/ سابقین میں سے ہیں جو عقبہ کی بیعتِ ثانیہ میں حاضر ہوئے تھے اور شعراء خاص میں سے تھے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا امتحان سخت طریق سے

کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس سفر میں میرا گھر پر رہ جانا ابتلاء محض تھا، ایسا کرنے کا نہ میرا ارادہ تھا اور نہ کوئی عذر تھا، سفر کا جملہ سامان مرتب تھا، عمدہ اونٹنیاں میرے پاس موجود تھیں میری مالی حالت ایسی اچھی تھی کہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی اس سفر کے لیے میں نے دو مضبوط شتر بھی خرید لیے تھے حالاں کہ اس سے پیشتر میرے پاس دو اونٹ کبھی نہ ہوئے تھے۔ لوگ سفر کی تیاری کرتے تھے اور مجھے ذرا تردّد نہ تھا، میں نے سوچ رکھا تھا کہ جس روز کوچ ہوگا، میں چل پڑوں گا۔ لشکر اسلام جس روز روانہ ہوا، مجھے کچھ تھوڑا سا کام تھا، میں نے کہا: خیر میں کل جاملوں گا۔ دو تین روز اسی طرح سستی اور تذبذب میں گزر گئے اب لشکر اتنی دور نکل گیا تھا کہ اس سے مل سکنا مشکل ہوگیا۔ مجھے صدمہ تھا کہ یہ کیا ہوا۔ میں ایک روز گھر سے نکلا مجھے ان منافقین کے سوا جو جھوٹ موٹ عذر کرنے کے عادی تھے یا جو معذور تھے اور کوئی بھی راستے میں نہ ملا، یہ دیکھ کر میرے تن بدن کو رنج وغم کی آگ لگ گئی۔ یہ دن میرے اسی طرح گزر گئے کہ نبی ﷺ واپس بھی تشریف لے آئے۔ اب میں حیران تھا کہ کیا کروں اور کیا کہوں اور کیونکر خدا کے رسول کے عتاب سے بچاؤ کروں۔ لوگوں نے مجھے بعض حیلے بہانے بتائے مگر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ نجات سچ ہی سے مل سکتی ہے آخر میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی ﷺ نے مجھے دیکھا اور تبسم فرمایا، تبسم خشم آمیز تھا، میرے تو ہوش اسی وقت جاتے رہے۔ نبی ﷺ نے پوچھا: کعب تم کیوں رہ گئے تھے، کیا تمہارے پاس کوئی سامان مہیا نہ تھا؟

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے پاس تو سب کچھ تھا، میرے نفس نے مجھے غافل بنایا، کاہلی نے مجھ پر غلبہ کیا، شیطان نے مجھ پر حملہ کیا اور مجھے حرمان وخذلان کے گرداب میں ڈال دیا۔

نبی ﷺ نے فرمایا: تم اپنے گھر ٹھہرو اور حکم الٰہی کا انتظار کرو۔ بعض لوگوں نے کہا: دیکھا! اگر تم بھی کوئی حیلہ بنا لیتے تو ایسا نہ ہوتا۔ میں نے کہا: ''وحی الٰہی سے میرا جھوٹ کھل جاتا اور پھر میں کہیں کا بھی نہ رہتا معاملہ کسی دنیادار

سے نہیں بلکہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ہے'' میں نے دریافت کیا کہ ''جو حکم میرے لیے ہوا ہے، کسی اور کے لیے بھی ہوا ہے۔ لوگوں نے کہا: ''ہاں! ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع کی بھی یہی حالت ہے'' یہ سن کر مجھے ذرا تسلی ہوئی کہ دو مرد صالح اور بھی مجھ جیسی حالت میں ہیں۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے پاس والیٔ غسان کا خط

پھر رسول خدا ﷺ نے حکم دیا کہ کوئی مسلمان ہمارے ساتھ بات چیت نہ کرے اور نہ ہمارے پاس آ کر بیٹھے اب زندگی اور دنیا ہمارے لیے وبال معلوم ہونے لگی۔ ان دنوں میں ہلال اور مرارہ تو گھر سے بھی باہر نہ نکلے کیونکہ وہ بوڑھے بھی تھے لیکن میں جوان اور دلیر تھا۔ گھر سے نکلتا، مسجد نبوی میں جاتا۔ نماز پڑھ کر مسجد مبارک کے ایک گوشہ میں بیٹھ جاتا۔ نبی ﷺ محبت بھری نگاہ اور گوشۂ چشم سے مجھے دیکھا کرتے، میری شکستگی ملاحظہ فرمایا کرتے اور جب حضور ﷺ کی جانب آنکھ اٹھاتا تو حضور اعراض فرماتے۔

مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ نہ کوئی مجھ سے بات کرتا نہ کوئی میرے سلام کا جواب دیتا۔ ایک روز میں نہایت رنج والم میں مدینہ سے باہر نکلا۔ ابوقتادہ میرا چچیرا بھائی تھا اور ہم دونوں میں نہایت محبت تھی۔ سامنے اس کا باغ تھا۔ وہ باغ میں کچھ عمارات بنوا رہا تھا۔ میں اس کے پاس چلا گیا اسے سلام کیا تو اس نے جواب تک نہ دیا اور منہ پھیر کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے کہا: ''ابوقتادہ! تم خوب جانتے ہو کہ میں خدا اور رسول سے محبت رکھتا ہوں اور نفاق وشرک کا میرے دل پر اثر نہیں۔ پھر تم کیوں مجھ سے بات نہیں کرتے۔ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے اب بھی جواب نہ دیا۔ جب میں نے تین بار اسی بات کو دہرایا تو چچیرے بھائی نے صرف اس قدر جواب دیا کہ ''اللہ اور رسول ہی کو خوب معلوم ہے''۔ مجھے بہت ہی رقت ہوئی اور میں خوب ہی رویا۔ میں شہر میں لوٹ آیا تو مجھے ایک عیسائی ملا۔ یہ مدینہ میں مجھے تلاش کر رہا تھا۔ لوگوں نے بتا دیا کہ وہ یہ شخص ہے اس کے پاس بادشاہ غسان کا ایک خط میرے نام تھا۔ خط میں لکھا تھا:

> ''ہم نے سنا ہے کہ تمہارا آقا تم سے ناراض ہو گیا ہے۔ تم کو اپنے سامنے سے نکال دیا ہے اور باقی سب لوگ بھی تم پر جور و جفا کر رہے ہیں۔ ہم کو تمہارے درجہ ومنزلت کا حال بخوبی معلوم ہے اور تم ایسے نہیں ہو کہ کوئی تم سے ذرا بھی بے التفاتی کرے یا تمہاری عزت کے خلاف تم سے سلوک کیا جائے اب تم یہ خط پڑھتے ہی میرے پاس چلے آؤ اور آ کر دیکھو کہ میں تمہارا اعزاز واکرام کیا کچھ کر سکتا ہوں''۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا والیٔ غسان کو جواب

خط پڑھتے ہی میں نے کہا کہ یہ ایک اور مصیبت مجھ پر پڑی، اس سے بڑھ کر مصیبت اور کیا ہو سکتی ہے کہ آج ایک عیسائی مجھ پر اور میرے دین پر قابو پانے کی آرزو کرنے لگا ہے اور مجھے کفر کی دعوت دیتا ہے۔ اس خیال سے میرا رنج واندوہ چند در چند بڑھ گیا۔ خط کو قاصد کے سامنے ہی میں نے آگ میں ڈال دیا اور کہہ دیا: جاؤ کہہ دینا کہ آپ کی عنایات والتفات سے مجھے اپنے آقا کی بے التفاتی لاکھ درجہ بہتر وخوش تر ہے۔

میں گھر پہنچا تو دیکھا کہ نبی ﷺ کی طرف سے ایک شخص آیا ہوا موجود ہے۔ اس نے کہا: نبی ﷺ نے حکم دیا ہے کہ ''تم اپنی بیوی سے علیحدہ رہا کرو''۔ میں نے پوچھا: کیا طلاق کا حکم دیا ہے؟ کہا: نہیں! صرف علیحدہ رہنے کو فرمایا

ہے۔ یہ سن کر میں نے اپنی بیوی کو اس کے میکے بھیج دیا مجھے معلوم ہوا کہ ہلال اور مرارہ کو بھی یہی حکم پہنچا تھا۔ ہلال کی بیوی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یارسول اللہ! ہلال کمزور اور ضعیف ہے اور اس کی خدمت کے لیے کوئی خادم بھی نہیں۔ اگر اذن ہو تو میں اس کی خدمت کرتی رہوں فرمایا: ہاں! اس کے بستر سے دور رہو۔ عورت نے کہا: یارسول اللہ! ہلال کا غم و رنج سے ایسا حال ہے کہ اسے تو اور کوئی بھی خیال نہیں رہا۔

مجھے لوگوں نے کہا کہ تم بھی اتنی اجازت لے لو کہ تمہاری بیوی تمہارا کام کاج تو کر دیا کرے۔ میں نے کہا: میں تو ایسی جرات نہیں کرنے کا۔ کیا خبر حضور ﷺ اجازت دیں یا نہ دیں اور میں تو جوان ہوں۔ اپنا کام خود کر سکتا ہوں۔ مجھے خدمت کی ضرورت نہیں۔ الغرض! اسی طرح مصیبت کے پچاس دن [1] گزر گئے۔ ایک رات میں اپنی چھت پر لیٹا ہوا تھا اور اپنی مصیبت پر سخت نالاں تھا کہ کوہ سلع [2] پر چڑھ کے جو میرے گھر کے قریب تھا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آواز دی: کعب کو مبارک ہو کہ اس کی توبہ قبول ہوگئی۔ یہ آواز سنتے ہی میرے دوست احباب دوڑ پڑے اور مبارک باد کہنے لگے کہ مخلص کی توبہ قبول ہوئی۔ میں نے یہ سنتے ہی پیشانی کو خاک پر رکھ دیا اور سجدہ شکرانہ ادا کیا اور پھر دوڑا دوڑا نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

نبی ﷺ مہاجرین و انصار میں تشریف فرما تھے مجھے دیکھ کر مہاجرین نے مبارک باد دی اور انصار خاموش رہے۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا۔ اس وقت آپ کا چہرہ مبارک خوشی و مسرت سے مہ چہاردہ کی طرح تاباں و درخشاں ہو رہا تھا اور عادت مبارکہ تھی کہ خوشی میں چہرہ مبارک اور بھی زیادہ روشن ہو جاتا تھا۔ مجھے فرمایا:

''کعب مبارک! اس بہترین دن کے لیے! جب تو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ کوئی دن تجھ پر آج تک ایسا مبارک نہیں گزرا۔ آؤ! تمہاری توبہ کو رب العالمین نے قبول فرما لیا ہے''۔ میں نے عرض کیا ''یارسول! اس قبولیت کے شکرانے میں میں اپنا کل مال راہ خدا میں صدقہ دیتا ہوں'' نبی ﷺ نے فرمایا: نہیں! میں نے عرض کیا: ''نصف ''فرمایا: ''نہیں''! میں نے عرض کیا: ''ثلث'' فرمایا ''ہاں'' ثلث خوب ہے اور ثلث بھی بہت ہے۔

---

[1] سفر تبوک میں نبی ﷺ کو غالباً پچاس دن ہی لگے تھے اس لیے پیچھے رہ جانے والوں کو اتنے ہی دن مسلمانوں اور عیال سے قریباً تنہائی میں کاٹنے پڑے۔

[2] مدینہ کا نام سلع ہے (ایک تحقیق)۔ سلع کا ذکر بخاری کی اس حدیث میں آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلع کی پہاڑی مدینے کے اندر ہے اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہ صحابی کا گھر اس کے پاس تھا اور طبری نے جنگ خندق کے بیان میں بروایت ابن اسحاق یہ روایت لکھی ہے: وخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والمسلمون حتی جعلوا ظهورهم الی سلع فی ثلاثة الاف من المسلمین فضرب هنالك عسكره والخندق۔ بینہ وبین القوم۔ سے ثابت ہے کہ جنگ خندق میں جب مسلمانوں نے مدینہ میں محصور ہو کر دشمنوں کا مقابلہ کیا تھا اس وقت اسلامی لشکر سلع کے قریب اترا تھا اور اس وقت مسلمانوں کا رخ خندق کی طرف اور پشت سلع کی طرف تھی۔ حسان بن ثابت کا جنگ خندق کی نسبت شعر ہے جس میں عمرو بن عبدود کے مرنے کا ذکر ہے: ؎

امسی الفتی عمر بن عبد یبتغی بجنوب سلع ثاره لم ینظر

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے جنگ خندق پر جو قصیدہ لکھا اس کا ایک شعر یہ ہے: ؎

الا ابلغ قریشا ان سلعا وما بین العریض الی الصماد

اب ان ہر دو روایات کے ساتھ یسعیاہ نبی کی کتاب باب ۴۲ درس ۱۵ کو دیکھیں جس میں سلع کے باشندوں کا بیان ہے جس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ انبیاء کی کتابوں میں مدینہ کا نام سلع ہے۔

خاتمہ حروب:..... الحمدللہ کہ اس فتنہ وشر کا جو دشمنوں نے برسوں سے اٹھا رکھا تھا اور جس نے عرب کے تمام قبائل کو بغاوت کی زہر سے آلودہ کر رکھا تھا، خاتمہ ہوگیا۔ ان سب لڑائیوں کے دوران رحمۃ للعالمین ﷺ کی بے نظیر فیاضی اور لاثانی رحم دلی کا ظہور اس کثرت وفور سے ہوا کہ دنیا نے جنگ کے شجاعانہ اور مہذب اصول یہیں سے معلوم کیے۔

لاثانی فیاضی ورحم دلی

یہ وہ ناگزیر لڑائیاں تھیں جن میں اللہ کا برگزیدہ رسول و نبی اور مسلمان اضطراراً تقریباً سات سال کے درمیانی عرصہ میں شریک ہوتے رہے۔ ناظرین کسی جنگ میں نہیں دیکھیں گے کہ مسلمانوں نے ابتداء کی ہو۔ یہ تمام لڑائیاں صرف حملہ آوروں کے حملوں کو روکنے اور ان کے شر سے بچنے کے لیے کی گئی تھیں۔ نبوت کے تمام زمانے میں ایک شخص بھی اس لیے قتل نہیں ہوا کہ وہ بت پرست یا پارسی یا عیسائی یا یہودی تھا۔

مذہب اسلام میں جبر واکراہ نہیں

قرآن مجید میں اس مطلب کو اللہ تعالیٰ بخوبی واضح فرما دیا تھا کہ دنیا میں مذاہب واعتقاد کا اختلاف ہے ہمیشہ سے اور ہمیشہ تک رہے گا، اس لیے مذہب کے لیے کسی شخص پر جبر کرنا جائز نہیں مندرجہ ذیل آیات اس مطلب کے لیے صاف ہیں: لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ (سورۂ بقرہ:۲۵۶)

ترجمہ:..... دین کے بارے میں کسی پر جبر نہیں۔ ہدایت اور گمراہی اچھی طرح ظاہر ہوگئی ہے۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ (سورۂ یونس)

ترجمہ:..... اگر تیرا پروردگار چاہتا تو زمین پر سب کے سب باشندے ایمان لے آتے۔ کیا تو ان لوگوں پر جبر کرے گا کہ وہ ایمان لے آئیں۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۝ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۭ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۭ (سورۂ ہود)

ترجمہ:..... اگر تیرا پروردگار چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا اور وہ تو ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔ بجز ان کے جن پر تیرے رب نے رحم کیا ہے اور ان کو اسی لیے پیدا کیا ہے۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ (سورۂ قصص:۵۶)

ترجمہ:..... تو اسے ہدایت نہیں دے سکتا جس سے محبت کرتا ہے۔ مگر اللہ جسے چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے۔

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۣ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝ (سورۂ قٓ)

ترجمہ:..... جو کچھ باتیں یہ لوگ کرتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں اور تو ان پر جبر نہیں کر سکتا۔ ہاں، قرآن کا وعظ کر پھر جو کوئی عذاب الٰہی سے ڈرتا ہے وہ ڈرے۔

فَذَكِّرْ ۣ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝ (سورۂ غاشیہ)

ترجمہ:..... وعظ کرتا رہ کیونکہ تو وعظ کرنے والا ہی ہے اور تو ان پر داروغہ نہیں ہے۔

اسیران جنگ اور اسلام

جنگ کا ذکر ختم کرنے سے پیشتر مناسب ہے کہ اس برتاؤ کا ذکر کر دیا جائے جو نبی ﷺ اسیران جنگ کے ساتھ

فرماتے تھے۔ اسلام سے پیشتر دنیا میں جتنی قومیں اور سلطنتیں تھیں، وہ اسیران جنگ کے ساتھ ایسے وحشیانہ سلوک کرتی تھیں جسے سن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، نبی ﷺ کا طریق عمل قیدیوں کے ساتھ صرف دو ہی طرح تھا:

الف..... فدیہ لے کر آزاد کرنا۔ ب..... بلا کسی فدیہ کے آزاد کر دینا۔

مسلمانوں کو سب سے پہلے جنگ بدر میں قیدی ہاتھ لگے تھے۔ ان سے بڑھ کر مسلمانوں کا دشمن کوئی نہ تھا۔

نبی ﷺ نے پہلے اس معاملہ کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے شوریٰ میں پیش کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ایک جانب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، جن کی رائے یہ تھی کہ قیدیوں سے جرمانہ لے لیا جائے اور انہیں چھوڑ دیا جائے۔ اس رائے کی تائید میں انہوں نے دو دلائل پیش کیے تھے:

[۱]..... زر جرمانہ سے ہم اپنے ساز و سامان کی درستی کر لیں گے۔

[۲]..... آزادی پانے کے بعد ممکن ہے کہ ان قیدیوں میں سے خدا کسی کو اسلام کی ہدایت فرما دے۔

دوسری جانب عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے، ان کی رائے تھی کہ قیدیوں کو قتل کر دیا جائے۔ وہ اپنی رائے کی تائید میں کہتے تھے۔

الف..... یہ لوگ کفر کے امام اور شرک کے پیشوا ہیں۔ ان کی گردنیں اڑانی چاہئیں۔

ب..... خدا نے ہم کو ان پر غلبہ دیا ہے اس لیے مسلمانوں کا قصاص لینا چاہیے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا، جو قیدی زر جرمانہ ادا کر سکتے تھے، ان کے لیے تجویز فرمایا کہ وہ اولاد انصار کو لکھنا سکھا دیں (یا کوئی اور ہنر سکھا دیں)۔

بعض لوگ اب تک سمجھتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کی رائے زیادہ صحیح تھی۔ وہ حدیث کے اگلے حصے سے دلیل پکڑتے ہیں۔

حدیث میں یہ ہے کہ اگلے روز عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو گریہ کرتے دیکھا تھا۔

لیکن علماء کا ایک گروہ اس استدلال کے بعد بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کو ترجیح دیتا ہے بوجوہ ذیل:

① ..... قرآن مجید میں بھی رائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بابت پہلے حکم موجود تھا۔

② ..... اس رائے میں رحمت ملحوظ ہے جو سب چیزوں سے وسیع تر ہے۔

③ ..... نبی ﷺ نے اسی حدیث میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ابراہیم و عیسیٰ علیہما السلام اور عمر رضی اللہ عنہ کو نوح و موسیٰ علیہما السلام سے تشبیہ دی ہے

④ ..... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے سے نبی ﷺ کی رائے موافق تھی۔

⑤ ..... بالآخر رب العالمین نے بھی اسی رائے کو بھی برقرار رکھا۔

⑥ ..... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خیال صحیح ہوا کہ اسیران جنگ میں سے بہت لوگ بعد میں از خود مسلمان بھی ہوئے اور سر دست زر جرمانہ (تاوان جنگ) سے مسلمانوں نے اپنی حالت کو بھی درست کر لیا۔

الف..... الغرض! جنگ بدر کے ۷۲ رقیدیوں میں سے ۷۰ رکو آنحضرت ﷺ نے جرمانہ لے کر آزاد فرما دیا تھا۔ ان قیدیوں کو مہمانوں کی طرح رکھا گیا تھا۔ بہت سے قیدیوں کے بیانات موجود ہیں جنہوں نے اقرار کیا کہا ہے کہ اہل مدینہ بچوں سے بڑھ کر ان کی آسائش کا اہتمام کرتے تھے۔ صرف دو قیدی (عقبہ بن ابی معیط و نضر بن

حارث) قتل کرائے گئے تھے۔ یہ سزا ان کے سابقہ جرائم کا نتیجہ تھی۔ جنہوں نے انہیں واجب القتل ٹھہرادیا تھا۔

ب..... جنگ بدر کے بعد غزوہ بنوالمصطلق میں سو سے زیادہ زن ومرد قید ہوئے تھے وہ سب بلا کسی معاوضہ کے آزاد کردیے گئے تھے اور ان میں سے ایک عورت جویریہ رضی اللہ عنہا کو آنحضرت ﷺ نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہن ہونے کا درجہ عطا فرمادیا تھا۔

ج..... حدیبیہ کے میدان میں کوہِ تنعیم کے ۸۰ رحملہ آور قید ہوئے تھے۔ ان کو بھی آنحضرت ﷺ نے بلا کسی شرط وبلا کسی جرمانہ کے آزاد فرمادیا تھا۔

د..... جنگ حنین میں چھ ہزار زن ومرد کو بلا کسی شرط وجرمانہ کے آزاد فرمادیا تھا، بعض اسیروں کی آزادی کا معاوضہ آنحضرت ﷺ نے اپنی طرف سے اسیر کنندگان کو ادا کیا تھا اور پھر اکثر اسیروں کو خلعت وانعام دے کر رخصت فرمایا تھا۔

ان جملہ نظائر سے ثابت ہے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ اپنے حملہ آور دشمنوں پر قابو اور غلبہ پالینے کے بعد کس قدر الطاف فرمایا کرتے تھے۔ کتب احادیث میں ایک واقعہ قیدیوں سے قیدیوں کے تبادلہ کا بھی ملتا ہے۔

جنگ اور مصلحت الٰہیہ:..... نبی ﷺ کی اس پاک تعلیم ہی کا اثر تھا کہ خلفائے راشدین کے عہد میں اگرچہ عراق وشام، مصر وعرب، ایران وخراسان کے سینکڑوں شہر فتح کیے گئے مگر کسی جگہ بھی حملہ آوروں، جنگ آزماؤں یا رعایا میں سے کسی کو لونڈی غلام بنانے کا ذکر نہیں ملتا۔ مغلوب دشمن سے تاوان جنگ لینے کا بھی کہیں اندراج نظر نہیں آتا۔ اگرچہ مسلمانوں کے لیے یہ لڑائیاں سخت آزمائش تھیں لیکن رب العالمین کی اس میں بھی شاید یہ حکمت ہو کہ اسلام دنیا کے لیے جنگ کا بھی وہ نمونہ پیش کردے جو انسانی ہمدردی اور رحم والطاف سے لبریز ہو۔

باب:..... ۲

مختلف مذاہب اور مختلف ممالک کے بادشاہوں کے پاس دعوت اسلام کے لیے سفیر وفرامین کا بھیجا جانا، بعض کا مسلمان ہوجانا، بعض کا اظہار ادب کرنا، بعض کا گستاخی سے پیش آنا اور اس کا انجام

نبی ﷺ کی نبوت میں جو ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت ورسالت میں موجود نہیں۔ ان میں سے ایک نمایاں تر خصوصیت یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اسلام کو کل دنیا کا مذہب واحد کہہ کر پیش کیا ہے اور اسی لیے نبوت کے اس ابتدائی زمانے ہی سے جب شہر مکہ کے رہنے والے بھی اسلام سے بخوبی واقف نہ ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے دیگر اقوام اور دیگر ادیان کے لوگوں میں بھی تبلیغ کرنا شروع کردیا تھا۔

حضرت بلال حبشی، صہیب رومی، سلمان فارسی، عداس نینوائی رضی اللہ عنہم وہ بزرگوار ہیں جو حبش، یونان، ایران اور وسط ایشیا کی طرف سے ثمر اولین بن کر اسلام میں داخل ہوئے تھے۔

نبی ﷺ کا کل عالم کے لیے رسول ہونا:..... قرآن مجید کی آیات اس بارے میں بہت صاف ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (سورہ سبا: آیت ۲۸)

ترجمہ:..... ہم نے تجھے تمام انسانوں کے لیے بشارت پہنچانے والا ڈر سنانے والا بنا کر دنیا میں رسول بنایا ہے۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ (سورۃ الفتح: آیت ۲۸)

ترجمہ:..... خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو روشن دلائل اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ وہ سب دینوں پر غلبہ حاصل کرے

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (سورۃ الانبیاء: آیت ۱۰۷)

ترجمہ:..... ہم نے تجھے تمام اہل عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا (سورۃ الاعراف: آیت ۱۵۸)

ترجمہ:..... ان سے کہہ دو کہ اے انسانی نسل کے بچو! میں تم سب کے لیے اللہ کا رسول ہوں۔

ان آیات مبارکہ کے ارشاد کی تبعیت ہی میں رسول ﷺ نے ذیل کے مراسلات مختلف قوموں اور مختلف مذہبوں کے سرکردگان کے پاس روانہ فرمائے تھے اور ہر ایک کو لکھ دیا تھا کہ اسلام سے انکار کرنے کا وبال نہ صرف اس لیے پڑے گا کہ تم نے اپنی ذات کے لیے انکار کر دیا بلکہ تمہارے انکار کی وجہ سے چونکہ تمہاری قوم بھی ہدایت سے رکے گی۔ اس لیے ان کی ضلالت و گمراہی کا وبال بھی تم ہی پر پڑے گا کیونکہ اس فرمان میں شخصی حیثیت سے نہیں بلکہ سرکردہ قوم ہونے کی وجہ سے تم کو مخاطب کیا گیا ہے۔

دعوتِ عامہ کی نظیر موجود نہ تھی:..... رسول اللہ ﷺ نے تبلیغ اسلام کی بابت یہ ایسی کارروائی فرمائی ہے۔ جس کی نظیر دنیا کے کسی سابقہ مذہب کی تاریخ میں نہیں پائی جاتی کہ ان کے بانیان مذہب نے بھی ایسا کیا ہو۔ چونکہ ہم ہر ایک سچے مذہب کے ہادی کی دل سے عزت و عظمت کرتے ہیں۔ اس لیے ان کی خاموشی سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ وہ مقدس بزرگوار اپنے مذہب کو خود بھی اسی قوم سے مخصوص سمجھتے تھے جس کے لیے وہ بھیجے گئے تھے۔[1]

اب اگر ان کے متبعین ان کے مسلک سے تجاوز کرتے ہیں تو یہ ان کا اپنا فعل ہے جو مذہبی حیثیت سے سند نہیں بن سکتا۔

۷ھ المقدس کے ماہ محرم کی پہلی تاریخ تھی کہ نبی ﷺ نے بادشاہان عالم کے نام دعوت اسلام کے خطوط مبارک اپنے سفیروں کے ہاتھ روانہ فرمائے۔ جو سفیر جس قوم کے پاس بھیجا گیا وہ وہاں کی زبان جانتا تھا تاکہ تبلیغ بخوبی کر سکے۔[2]

اب تک نبی ﷺ نے کوئی مہر نہ بنائی تھی، جب شاہانِ عالم کے نام خطوط لکھے گئے تو ان پر مہر کرنے کے لیے خاتم تیار کی گئی، یہ چاندی کی تھی، تین سطور میں اس طرح یہ عبارت کندہ تھی:



ان خطوط کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو خط عیسائی بادشاہوں کے نام تھے، ان میں خصوصیت سے یہ آیت مبارکہ بھی تھی: قُلْ یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْـًٔا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ..... (سورۃ آل عمران: آیت ۶۴)

ترجمہ:..... اے اہل کتاب! آؤ، ایسی بات پر اتفاق کریں جو ہمارے تمہارے دین میں

---

[1] مقدس مسیح فرماتے ہیں: میں صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

[2] بخاری عن انس بن مالک۔ رسول ﷺ کے بعد یہ انگشتری ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم اپنی خلافت کے زمانہ میں پہنتے رہے حضرت عثمانؓ سے آخر عہد خلافت میں یہ انگشتری مدینہ کے ایک چاہ بیر اویس کے اندر گر گئی تھی۔ بہت تلاش کی گئی، نہ ملی (بخاری نقش الخاتم)

مساوی ہے یعنی خدا کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں اور کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور خدا کے سوا خدائی کا درجہ ہم اپنے جیسے انسانوں کے لیے تجویز نہ کریں۔

اب ہم مختصر طور پر ان سفارتوں کا حال درج کرتے ہیں:

بادشاہ حبش کے نام:..... اصحم بن ابجر بادشاہ حبش الملقب بہ نجاشی کے پاس عمرو بن امیہ الضمری آنحضرت ﷺ کا نامہ لے کر گئے تھے، یہ بادشاہ عیسائی تھا۔ تاریخ طبری سے اس خط کی نقل درج کی جاتی ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۞ من محمد رسول اللہ الی النجاشی الاصحم ملك الحبشة۔

سلم انت فانی احمد الیك اللہ الملك القدوس السلام المؤمن المهیمن واشهدان عیسی ابن مریم روح اللہ وکلمته القاها الی مریم البتول الطیبة الحصینة فحملت بعیسی فخلقه اللہ من روحه و نفخه کما خلق آدم بیده و نفخه وإنی ادعوك الی اللہ وحده لاشریك له والموالاة علی طاعته وان تتبعنی وتؤمن بالذی جاء نی فانی رسول اللہ۔

ترجمہ:..... خدا کے نام سے جو بڑی رحمت اور دائمی رحم والا ہے، یہ خط اللہ کے رسول محمد کی طرف سے نجاشی اصحم بادشاہ حبش کے نام ہے۔ تجھے سلامتی ہو۔ میں پہلے اللہ کی ستائش کرتا ہوں جو ملک، قدوس، سلام، مؤمن [1] اور مہیمن ہے اور میں ظاہر کرتا ہوں کہ عیسی ابن مریم اللہ کی مخلوق اور اس کا حکم ہیں، جو مریم بتول طیبہ عفیفہ کی جانب بھیجا گیا اور انہیں عیسی کا اس سے حمل ٹھہر گیا۔ خدا نے عیسی کو روح اور نفخ سے پیدا کیا تھا اب میری دعوت یہ ہے کہ تو خدا پر جو اکیلا اور لاشریک ہے۔ ایمان لے آ اور ہمیشہ اسی کی فرمانبرداری میں رہا کر اور میرا اتباع کر اور میری تعلیم کا سچے دل سے اقرار کر کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

وقد بعثت الیك ابن عمی جعفرا نفرا معه من المسلمین فاذا جاءك فاقرهم ودع التکبر، فانی ادعوك وجنودك الی اللہ وقد بلغت و نصحت فاقبلوا نصحی والسلام علی من اتبع الهدی۔

ترجمہ:..... میں قبل ازیں اس ملک میں اپنے چچیرے بھائی جعفر کو مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ بھیج چکا ہوں تم اسے بآرام ٹھہرا لینا۔ نجاشی تم تکبر چھوڑ دو کیونکہ میں تم کو اور تمہارے دربار کو خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ دیکھو میں نے اللہ کا حکم پہنچا دیا اور تمہیں بخوبی سمجھا دیا۔ اب مناسب ہے کہ میری نصیحت مان لو سلام اس پر جو سیدھی راہ چلتا ہے۔

نجاشی اس فرمان مبارک پر مسلمان ہو گیا اور جواب میں یہ عریضہ تحریر کیا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الی محمد رسول اللہ من النجاشی الاصحم بن ابجر

سلام علیك یا نبی اللہ و رحمة اللہ و برکاته من اللہ الذی لا اله الا هو الذی هدانی الی الاسلام اما بعد فقد بلغنی کتابك یا رسول اللہ فی ماذکرت من امر عیسی فورب السماء والارض ان عیسی مایزید علی ماذکرت شفروقا۔ انه کماقلت وقد عرفنا مابعثت به الینا وقد قرینا ابن عمك واصحابه فاشهد انك رسول اللہ صادقا مصدقا وقد بایعتك و بایعت ابن عمك واسلمت علی ید یه اللہ رب العلمین وقد بعثت الیك بابن ارها بن الاصحم بن ابجر فانی لا املك الا نفسی وان شئت ان اتیتك

---

[1] مؤمن جو خدا کا نام ہے اس کے معنی ایمان عطا کرنے والا۔

فعلت یا رسول اللہ! فانی أشهد ان ماتقول حق۔ والسلام علیك یا رسول اللہ۔

ترجمہ:..... خدا کے نام سے جو بڑی رحمت اور دائمی رحم والا ہے، محمد رسول اللہ کی خدمت میں نجاشی الاصحم بن ابجر کی طرف سے۔ اے اللہ کے نبی! آپ پر اللہ کی سلامتی، رحمت اور برکتیں ہوں، اسی خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی ہے۔ اب عرض یہ ہے کہ حضور کا فرمان میرے پاس پہنچا۔ عیسیٰ کے متعلق جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ بخدائے زمین و آسمان، وہ اس سے ذرہ برابر بھی بڑھ کر نہیں۔ ان کی حیثیت اتنی ہی ہے جتنی آپ نے تحریر فرمائی ہے۔ ہم نے آپ کی تعلیم سیکھ لی ہے اور آپ کا چچیرا بھائی اور مسلمان میرے پاس آرام سے ہیں۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، سچے ہیں اور راستبازوں کی سچائی ظاہر کرنے والے ہیں۔ میں آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ میں نے آپ کے چچیرے بھائی کے ہاتھ پر حضور کی بیعت اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا اقرار کر لیا ہے اور میں حضور کی خدمت میں اپنے فرزند ارھا کو روانہ کرتا ہوں۔ میں تو اپنے ہی نفس کا مالک ہوں۔ اگر حضور کا منشا یہ ہوگا کہ میں حاضر خدمت ہو جاؤں تو ضرور حاضر ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں یقین کرتا ہوں کہ حضور جو فرماتے ہیں۔ وہی حق ہے۔ اے خدا کے رسول۔ آپ پر سلام۔

شاہ بحرین کا اسلام

منذر بن ساوی شاہِ بحرین تھا، شہنشاہ فارس کا خراج گزار تھا۔ علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ اس کے پاس نامہ مبارک لے کر گئے تھے، یہ بھی مسلمان ہو گیا اور اس کی رعایا کا اکثر حصہ بھی مسلمان ہوا۔ اس نے جواب میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لکھا تھا کہ بعض لوگوں نے تو اسلام کو از حد پسند کیا ہے، بعض نے کراہت کا اظہار کیا ہے، بعض نے مخالفت کی ہے۔ میرے علاقہ میں یہودی اور مجوسی بہت ہیں، ان کے لیے جو ارشاد ہو کیا جائے۔

نبی ﷺ نے جواب میں تحریر فرمایا:

ومن ینصح انما ینصح لنفسه ومن اقام علیه یهودیة ومجوسیة فعلیه الجزیة

ترجمہ:۔ جو نصیحت پکڑتا ہے وہ اپنے لیے کرتا ہے جو یہودیت یا مجوسیت پر قائم رہے وہ جزیہ (خراج رعیتانہ) دیا کرے۔

سفیر اسلام کی عمان میں گفتگو

جیفر و عبد فرزندان جلندی ملک عمان کے نام عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ خط بھیجا گیا۔

عمرو رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جب میں عمان پہنچا تو پہلے عبد کو ملا، یہ سردار تھا اور اپنے بھائی کی نسبت زیادہ نرم و خوش خلق تھا۔ میں نے اسے بتایا کہ میں رسول ﷺ کا سفیر ہوں اور تمہارے پاس اور تمہارے بھائی کے پاس آیا ہوں۔

عبد بولا: میرا بھائی عمر میں مجھ سے بڑا اور ملک کا مالک ہے، میں تمہیں اس کی خدمت میں پہنچا دوں گا، مگر یہ تو بتاؤ کہ تم کس چیز کی دعوت دیتے ہو؟۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: اکیلے خدا کی طرف جس کا کوئی شریک نہیں۔ نیز اس شہادت کی طرف کہ محمد ﷺ خدا کا بندہ اور رسول ہے۔

عبد نے کہا: عمرو تو سردار قوم کا بیٹا ہے بتا کہ تیرے باپ نے کیا کیا کیونکہ ہم اسے نمونہ بنا سکتے ہیں؟

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: وہ مر گیا، نبی پر ایمان نہ لایا تھا، کاش! وہ ایمان لاتا اور آنحضرت ﷺ کی راست بازی کا اقرار کرتا۔ میں بھی اپنے باپ کی رائے ہی پر تھا حتی کہ خدا نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی۔

عبد: تم کب سے محمد کے پیرو ہو گئے ہو؟ عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا۔

عبد: کہاں؟ عمرو بن عاص: نجاشی کے دربار میں اور نجاشی بھی مسلمان ہو گیا۔

عبد: وہاں کی رعایا نے نجاشی کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ: اسے بدستور بادشاہ رہنے دیا اور انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

عبد (تعجب سے): کیا بشپ پادریوں نے بھی؟ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ: ہاں۔

عبد: دیکھو! عمرو! کیا کہہ رہے ہو؟ انسان کے لیے کوئی چیز بھی جھوٹ سے بڑھ کر ذلت بخش نہیں۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ: میں نے جھوٹ نہیں کہا اور اسلام میں جھوٹ بولنا جائز بھی نہیں۔

عبد: ہرقل نے کیا کیا؟ کیا اسے نجاشی کے اسلام لانے کا حال معلوم ہے؟ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ: ہاں۔

عبد: تم کیونکر ایسا کہہ سکتے ہو؟۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ: نجاشی ہرقل کو خراج دیا کرتا تھا، جب سے مسلمان ہوا، کہہ دیا ہے کہ اب وہ اگر ایک درہم بھی مانگے گا تو نہ دوں گا۔ ہرقل تک یہ بات پہنچ گئی۔

ہرقل کے بھائی بناق نے کہا: یہ نجاشی حضور کا ادنیٰ غلام اب خراج دینے سے انکار کرتا ہے اور حضور کے دین کو بھی اس نے چھوڑ دیا ہے۔ ہرقل نے کہا: پھر کیا ہوا۔ اس نے اپنے لیے ایک مذہب پسند کر لیا اور قبول کر لیا۔ میں کیا کروں۔ بخدا اگر اس شہنشاہی کا مجھے خیال نہ ہوتا تو میں بھی وہی کرتا جو نجاشی نے کیا ہے۔

عبد: دیکھو عمرو! کیا کہہ رہے ہو؟ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ: قسم ہے خدا کی! سچ کہہ رہا ہوں۔

عبد: اچھا! بتاؤ، وہ کن چیزوں کے کرنے کا حکم دیتا ہے اور کن چیزوں سے منع کرتا ہے؟

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ: وہ اللہ عزوجل کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں اور معصیت الٰہی سے روکتے ہیں، وہ زنا اور شراب کے استعمال سے اور پتھروں بتوں اور صلیب کی پرستش سے منع فرماتے ہیں۔

عبد: کیسے اچھے احکام ہیں جن کی وہ دعوت دیتے ہیں۔ کاش! میرا بھائی میری رائے قبول کرے۔ ہم دونوں محمدؐ کی خدمت میں جا کر ایمان لائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر میرے بھائی نے اس پیغام کو رد کیا اور دنیا ہی کا راغب رہا تو وہ اپنے ملک کے لیے بھی سراپا نقصان ثابت ہوگا۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ: اگر وہ اسلام قبول کرے گا تو نبی ﷺ اسی کو اس ملک کا بادشاہ تسلیم فرمالیں گے۔ وہ صرف اتنا کریں گے کہ یہاں کے اغنیاء سے صدقہ وصول کر کے یہاں کے غرباء میں تقسیم کرا دیا کریں گے۔

عبد: یہ تو اچھی بات ہے مگر صدقہ سے کیا مراد ہے؟۔ عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص نے زکوٰۃ کے مسائل بتائے، جب یہ بتایا کہ اونٹ میں بھی زکوٰۃ ہے تو عبد بولا: کیا وہ ہمارے مویشی میں سے بھی صدقہ دینے کو کہیں گے۔ وہ تو خود ہی درختوں کے پتوں سے پیٹ بھر لیتا ہے اور خود ہی پانی جا پیتا ہے۔

عمر بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں! اونٹوں میں سے بھی صدقہ لیا جاتا ہے۔ عبد: میں نہیں جانتا کہ میری قوم کے لوگ جو تعداد میں زیادہ ہیں اور دور دور تک بکھرے پڑے ہیں وہ اس حکم کو مان لیں گے۔

الغرض! عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ وہاں چند روز ٹھہرے۔ عبد روز روز کی باتیں اپنے بھائی کو پہنچا دیا کرتا تھا۔ ایک

روز عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو بادشاہ نے طلب کیا۔ چوبداروں نے دونوں بازو تھام کر انہیں بادشاہ کے حضور پیش کیا، بادشاہ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو، چوبداروں نے چھوڑ دیا۔ یہ بیٹھنے لگے۔ چوبداروں نے پھر ٹوکا، انہوں نے بادشاہ کی طرف دیکھا۔ بادشاہ نے کہا بولو! تمہارا کیا کام ہے؟

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے خط دیا جس پر مہر ثبت تھی۔ جیفر نے مہر توڑ کر خط کھولا، پڑھا، پھر بھائی کو دیا۔ اس نے بھی پڑھا اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ بھائی زیادہ نرم دل ہے۔

بادشاہ نے پوچھا کہ قریش کا کیا حال ہے؟

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: سب نے طوعاً و کرہاً اس کی اطاعت اختیار کر لی ہے۔

بادشاہ نے پوچھا: اس کے ساتھ رہنے والے کون لوگ ہیں؟

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ : یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام کو رضا و رغبت سے قبول کیا۔ سب کچھ چھوڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اختیار کر لیا ہے اور پوری فکر و غور اور عقل و تجربہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانچ کر لی ہے۔

بادشاہ نے کہا: اچھا، تم کل پھر ملنا۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ دوسرے روز بادشاہ کے بھائی سے پہلے ملے۔ وہ بولا کہ اگر ہماری حکومت کو صدمہ نہ پہنچے تو بادشاہ مسلمان ہو جائے گا۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ پھر بادشاہ سے ملے۔

بادشاہ نے کہا: میں نے اس معاملہ میں غور کیا۔ دیکھو! اگر میں ایسے شخص کی اطاعت اختیار کرتا ہوں جس کی فوج ہمارے ملک تک نہیں پہنچی تو میں سارے عرب میں کمزور سمجھا جاؤں گا حالاں کہ اگر اس کی فوج اس ملک میں آئے تو میں ایسی سخت لڑائی لڑوں کہ تمہیں کبھی سابقہ نہ ہوا ہو۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: بہتر میں کل واپس چلا جاؤں گا۔ بادشاہ نے کہا: نہیں کل تک ٹھہرو۔

بادشاہ عمان کا اسلام:..... دوسرے دن بادشاہ نے انہیں آدمی بھیج کر بلایا اور دونوں بھائی مسلمان ہو گئے اور رعایا کا اکثر حصہ بھی اسلام لے آیا۔ (زاد المعاد: ۵۲۲)

گورنر ان دمشق و یمامہ کا انکار

منذر بن حارث بن ابو شمر دمشق کا حاکم اور شام کا گورنر تھا۔ شجاع بن وہب الاسدی اس کے پاس بطور سفارت بھیجے گئے تھے، یہ پہلے تو خط پڑھ کر بہت بگڑا، کہا: میں خود مدینے پر حملہ کروں گا۔ بالآخر سفیر کو باعزاز رخصت کیا مگر مسلمان نہ ہوا۔

''ہوذہ بن علی'' حاکم یمامہ، عیسائی المذہب تھا۔ سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ نامہ مبارک اس کے پاس لے کے گئے تھے۔ اس نے کہا کہ اگر اسلام پر میری آدھی حکومت تسلیم کر لی جائے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ ہوذہ اس جواب سے تھوڑے دنوں بعد ہلاک ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ کا خط شاہِ مصر مقوقس کے نام

جریج بن متی الملقب بہ مقوقس [1] شاہ اسکندریہ مصر عیسائی المذہب تھا۔ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ اس کے پاس

---

[1] لفظ مقوقس کی اصلیت میں علماء مصر و یورپ و عرب میں اختلاف ہے غالباً یہ حبشی زبان کا لفظ ہے۔ جریج بن متی چند مؤرخین یورپین نے (حورج بن مینا) بھی لکھا ہے۔ یہ رومی النسل تھا مگر ماں غالباً قبطی تھی۔

سفیر ہو کے گئے تھے۔ نبی ﷺ نے خط کے آخر میں تحریر فرما دیا تھا کہ اگر تم نے اسلام سے انکار کیا تو تمام مصر (اہل قبط) کے مسلمان نہ ہونے کا گناہ تمہاری گردن پر ہوگا۔ سفیر نے خط پہنچانے کے علاوہ بادشاہ کو ان الفاظ میں خود بھی سمجھایا تھا۔ صاحب! آپ سے پہلے اس ملک میں ایک شخص ہو چکا ہے جو انا ربکم الاعلی (میں تم لوگوں کا بڑا خدا ہوں) کہا کرتا تھا اور خدا نے اسے دنیا اور آخرت کی رسوائی دی، جب خدا کا غضب بھڑکا تو وہ ملک وغیرہ کچھ بھی نہ رہا، اس لیے لازم ہے کہ تم دوسروں کو دیکھو اور عبرت پکڑو، یہ نہ ہو کہ دوسرے تم سے عبرت لیا کریں۔

بادشاہ نے کہا: ہم خود ایک مذہب رکھتے ہیں، اسے ترک نہیں کریں گے جب تک اس سے بہتر دین کوئی نہ ملے۔

حاطب رضی اللہ عنہ بولے: میں آپ کو دین اسلام کی جانب بلاتا ہوں جو جملہ دیگر مذاہب سے کفایت کنندہ ہے۔

مقوقس کا جواب:..... مقوقس نے کہا: میں نے اس نبی کے بارے میں غور کیا، ہنوز مجھے کوئی رغبت معلوم نہیں ہوئی، اگرچہ وہ کسی مرغوب شے سے نہیں روکتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ نہ وہ ساحر ضرر رساں ہیں، نہ کاہن کاذب اور ان میں تو نبوت ہی کی علامت پائی جاتی ہے۔ بہر حال! میں اس معاملہ میں مزید غور کروں گا۔

پھر آنحضرت ﷺ کے خط کو ہاتھی دانت کے ڈبے میں رکھوا کر مہر لگوا کر خزانہ میں رکھ دیا۔ آنحضرت ﷺ کے لیے تحائف بھیجے اور جواب خط میں یہ بھی لکھا کہ یہ تو مجھے معلوم ہے کہ ایک نبی کا ظہور باقی ہے۔ مگر میں یہ سمجھتا رہا کہ وہ رسول ملک شام میں ہوں گے۔ دُلدُل۔ مشہور خچر اسی نے تحفے میں بھیجا تھا۔ (زاد المعاد: ۵۲۰)

مبلغ اسلام کی تقریر دربار مصر میں:..... نبی ﷺ نے سب ہی کو دعوت اسلام فرمائی ہے۔ قریش نے مخالفت کی ہے اور یہود نے عداوت لیکن سب میں سے محبت و مودت کے ساتھ قریب تر نصاریٰ رہے ہیں۔ بخدا جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے عیسیٰ علیہ السلام کے لیے بشارت دی اس طرح عیسیٰ علیہ السلام نے محمد ﷺ کی بشارت دی ہے۔ قرآن مجید کی دعوت ہم آپ کو اسی طرح دیتے ہیں۔ جیسے آپ اہل توراۃ کو انجیل کی دعوت دیا کرتے ہیں۔ جس نبی کو جس قوم کا زمانہ ملا، وہی قوم اس کی امت سمجھی جاتی ہے اس لیے آپ پر لازم ہے کہ اس نبی کی اطاعت کریں۔ جس کا عہد آپ کو مل گیا ہے اور یہ سمجھ لیں کہ ہم آپ کو حضرت مسیح علیہ السلام کے مذہب ہی کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا نامہ مبارک شاہِ قسطنطیہ کے نام

ہرقل شاہ قسطنطنیہ یا روما کی مشرقی شاخ سلطنت کا نامور شہنشاہ عیسائی المذہب تھا۔ دحیہ بن خلیفۃ الکلبی رضی اللہ عنہ[1] اس کے پاس نامہ مبارک لے کے گئے تھے۔ یہ بادشاہ سے بیت المقدس کے مقام پر ملے ہرقل نے سفیر کے اعزاز میں بڑا شاندار دربار کیا اور سفیر سے نبی ﷺ کے متعلق بہت سی باتیں دریافت کرتا رہا ہے۔ اس کے بعد ہرقل نے مزید تحقیقات کرنا بھی ضروری سمجھا۔ حکم دیا کہ اگر ملک میں کوئی شخص مکہ کا آیا ہوا موجود ہو تو پیش کیا جائے۔ اتفاق سے ان دنوں ابوسفیان مع دیگر تاجران مکہ سے شام آیا ہوا تھا۔[2] اسے بیت المقدس پہنچایا اور دربار میں پیش کیا گیا۔ قیصر نے ہمراہی تاجروں سے کہا کہ میں ابوسفیان سے سوال کروں گا۔ اگر یہ کوئی جواب غلط دے تو مجھے بتا

---

[1] دحیہ کا سلسلہ نسب ثور بن کلب تک منتہی ہوتا ہے۔ جو قضاعہ کی بڑی شاخ ہے یہ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں اور مشاہدات مابعد میں شامل ہوئے

[2] صحیح بخاری عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، کتاب الجہاد صفحہ ۱۰۶، کتاب الشہادات۔

دینا۔ ابوسفیان ان دنوں نبی ﷺ کا جانی دشمن تھا۔ اس کا بیان ہے کہ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ میرے ساتھ والے میرا جھوٹ ظاہر کر دیں گے تو میں بہت سی باتیں بناتا مگر اس وقت قیصر کے سامنے مجھے سچ سچ ہی کہنا پڑا۔

ابوسفیان و ہرقل کے سوال و جواب:..... سوال و جواب یہ ہیں:

قیصر: محمدؐ کا خاندان اور نسب کیسا ہے؟ ابوسفیان تاجر: شریف و عظیم۔

یہ جواب سن کر ہرقل نے کہا: ''سچ ہے، نبی شریف گھرانے کے ہوتے ہیں تا کہ ان کی اطاعت میں کسی کو عار نہ ہو''

قیصر: محمدؐ سے پہلے بھی کسی نے عرب میں یا قریش میں نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟..... ابوسفیان تاجر: ''نہیں''

یہ جواب سن کر ہرقل نے کہا: اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ اپنے سے پہلے کی تقلید اور ریس کرتا ہے۔

قیصر: نبی ہونے کے دعویٰ سے پہلے کیا یہ شخص جھوٹ بولا کرتا تھا یا اس کو جھوٹ بولنے کی کبھی تہمت دی گئی تھی؟

ابوسفیان: نہیں! ہرقل نے اس جواب پر کہا: یہ نہیں ہو سکتا کہ جس شخص نے لوگوں پر جھوٹ نہ بولا: وہ خدا پر جھوٹ باندھے۔

قیصر: ''اس کے باپ دادا میں سے کوئی شخص بادشاہ بھی ہوا ہے''..... ابوسفیان! نہیں۔

ہرقل نے اس جواب پر کہا: اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ نبوت کے بہانے سے باپ دادا کی سلطنت حاصل کرنا چاہتا ہے۔

قیصر: محمدؐ کے ماننے والے مسکین غریب لوگ زیادہ ہیں یا سردار اور قوی لوگ؟..... ابوسفیان: مسکین حقیر لوگ۔

ہرقل نے اس جواب پر کہا: ہر ایک نبی کے پہلے ماننے والے مسکین غریب لوگ ہی ہوتے رہے ہیں۔

قیصر: ان لوگوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے یا کم ہو رہی ہے؟..... ابوسفیان: بڑھ رہی ہے۔

ہرقل نے کہا: ایمان کا یہی خاصہ ہے کہ آہستہ آہستہ بڑھتا ہے اور حدِ کمال تک پہنچ جاتا ہے۔

قیصر: کوئی شخص اس کے دین سے بیزار ہو کر پھر بھی جاتا ہے؟..... ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل نے کہا: لذت ایمان کی یہ تاثیر ہے کہ جب دل میں بیٹھ جاتی اور روح پر اپنا اثر قائم کر لیتی ہے تب جدا نہیں ہوتی

قیصر: یہ شخص کبھی عہد و پیمان کو توڑ بھی دیتا ہے؟

ابوسفیان: نہیں لیکن امسال ہمارا معاہدہ اس سے ہوا ہے۔ دیکھیے کیا انجام ہو۔

ابوسفیان کہتا ہے کہ میں صرف اس جواب میں اتنا فقرہ زیادہ کر سکا تھا مگر قیصر نے اس پر کچھ توجہ نہ کی اور یوں کہا:

بے شک! نبی عہد شکن نہیں ہوتے، عہد شکنی دنیادار کیا کرتا ہے۔ نبی دنیا کے طالب نہیں ہوتے۔

قیصر: کبھی اس شخص کے ساتھ تمہاری لڑائی بھی ہوئی؟..... ابوسفیان: ''ہاں''۔

قیصر: جنگ کا نتیجہ کیا رہا؟..... ابوسفیان: کبھی وہ غالب رہا (بدر میں) اور کبھی ہم (احد میں)''

ہرقل نے کہا: خدا کے نبیوں کا یہی حال ہوتا ہے، لیکن آخر کار خدا کی مدد اور فتح ان ہی کو حاصل ہوتی ہے۔

قیصر: اس کی تعلیم کیا ہے؟..... ابوسفیان: ایک خدا کی عبادت کرو، باپ داد کے طریق (بت پرستی) کو چھوڑ دو، نماز، روزہ، سچائی، پاکدامنی، صلہ رحمی کی پابندی اختیار کرو۔

ہرقل نے کہا: نبی موعود کی یہی علامتیں ہم کو بتائی گئی ہیں۔ میں سمجھتا تھا کہ نبی کا ظہور ہونے والا ہے لیکن یہ نہ سمجھتا تھا

کہ وہ عرب میں سے ہوگا۔ ابوسفیان: اگر تم نے سچ سچ جواب دیے ہیں تو وہ ایک روز اس جگہ کا جہاں میں بیٹھا ہوا ہوں (شام وبیت المقدس) ضرور مالک ہوجائے گا۔ کاش! میں ان کی خدمت میں پہنچ سکتا اور نبی کے پاؤں دھویا کرتا۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ کا نامہ مبارک پڑھا گیا۔ اراکین دربار اسے سن کر بہت چیخے اور چلائے اور ہم کو دربار سے باہر نکال دیا گیا۔ میرے دل میں اسی روز سے اپنی ذلت کا نقش اور آنحضرت ﷺ کی آئندہ عظمت کا یقین ہوگیا۔

کسریٰ (شاہ فارس) کو تبلیغ:..... ''خسرو پرویز'' کسریٰ ایران، نصف مشرقی دنیا کا شہنشاہ تھا۔ زردشتی مذہب رکھتا تھا۔ عبداللہ بن خدامہ رضی اللہ عنہ اس کے پاس نامہ مبارک لے کے گئے تھے۔ نامہ مبارک کی نقل یہ ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم ,من محمد رسول الله الى كسرى عظيم فارس

سلام على من اتبع الهدى وامن بالله ورسوله واشهدان لا اله الا الله وحده لاشريك له وان محمدا عبده ورسوله وادعوك بدعاية الله فانى انا رسول الله الى الناس كافة لانذر من كان حيا ويحق القول على الكافرين۔ فاسلم تسلم فان ابيت فان اثم المجوس عليك۔

ترجمہ:..... اللہ رحمان ورحیم کے نام سے محمد رسول اللہ کی طرف سے کسری بزرگ فارس کے نام۔ سلام اس پر جو سیدھے راہ پر چلتا اور خدا اور رسول پر ایمان لاتا ہے اور یہ شہادت ادا کرتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد اس کا بندہ اور رسول ہے میں تجھے خدا کے پیغام کی دعوت دیتا ہوں اور میں خدا کا رسول ہوں۔ مجھے جملہ نسل آدم کی طرف بھیجا گیا ہے تاکہ جو کوئی زندہ ہے اسے عذاب الٰہی کا ڈر سنا دیا جائے اور جو منکر ہیں ان پر خدا کا قول پورا ہو۔ تو مسلمان ہوجا۔ سلامت رہے گا ورنہ مجوس کا گناہ تیرے ذمہ ہوگا''۔

خسرو نے نامہ مبارک دیکھتے ہی غصہ سے چاک کر ڈالا اور زبان سے کہا: میری رعایا کا ادنیٰ شخص مجھے خط لکھتا ہے اور اپنا نام میرے نام سے پہلے تحریر کرتا ہے۔

اس کے بعد خسرو نے باذان کو یمن میں اس کا وائسرائے (نائب السلطنت) تھا اور عرب کا تمام ملک اسی کے زیر اقتدار یا زیر اثر سمجھا جاتا تھا۔ یہ حکم بھیجا کہ اس شخص (نبی ﷺ) کو گرفتار کر کے میرے پاس روانہ کردو۔

گورنر یمن کا فوجی دستہ آپ ﷺ کی گرفتاری کے لیے

باذان نے ایک فوجی دستہ مامور کیا۔ فوجی افسر کا نام خسرو تھا۔ ایک ملکی افسر بھی ساتھ روانہ کیا۔ جس کا نام بانویہ تھا۔ بانویہ کو یہ ہدایت کی تھی کہ آنحضرت ﷺ کے حالات پر گہری نظر ڈالے اور آنحضرت ﷺ کو کسریٰ کے پاس پہنچا دے لیکن اگر آپ ساتھ جانے سے انکار کریں تو واپس آ کر رپورٹ کرے۔ جب یہ فوجی دستہ طائف پہنچا تو اہل طائف نے بڑی خوشیاں منائیں کہ اب محمد ﷺ ضرور تباہ ہوجائے گا کیونکہ شہنشاہ کسریٰ نے اسے گستاخی کی سزا دینے کا حکم دے دیا ہے۔

قتل خسرو کی آپ ﷺ کا باعلام الہام الٰہی خبر دینا

جب یہ افسر مدینہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ وہ کل کو پھر حاضر ہوں۔ دوسرے روز نبی ﷺ نے فرمایا: آج رات تمہارے بادشاہ کو خدا نے ہلاک کر ڈالا، جاؤ اور تحقیق

کرو۔ افسر یہ خبر سن کر یمن کو لوٹ گئے۔ وہاں وائسرائے کے پاس سرکاری اطلاع آ چکی تھی کہ خسرو کو اس کے بیٹے نے قتل کر دیا ہے اور تخت کا مالک ''شیرویہ'' ہے۔ جو باپ کا قاتل تھا۔[1]

گورنر و اہلِ یمن کا اِسلام لانا:..... اب باذان نے نبی ﷺ کے عادات و اخلاق اور تعلیم و ہدایت کے متعلق کامل تحقیقات کی اور تحقیقات کے بعد مسلمان ہو گیا۔ دربار کا اور ملک کا اکثر حصہ بھی مسلمان ہو گیا۔

جو سفیر نبی ﷺ نے بھیجا تھا اس نے واپس آ کر عرض کیا کہ شاہ ایران نے نامہ مبارک کو چاک کر ڈالا۔ اس وقت نبی ﷺ نے فرمایا (مزق ملکہ) اس نے اپنی قوم کے فرمان سلطنت کو چاک کر دیا ہے۔

ناظرین! اس مختصر اور پر ہیبت جملہ کو دیکھیں اور سوا تیرہ سو برس کی تاریخ عالم میں تلاش کریں کہ کسی جگہ اس قوم کی سلطنت کا نشان بھی ملتا ہے جو اس واقعہ سے پیشتر چار پانچ ہزار برس سے نصف دنیا پر شہنشاہی کرتی تھی اور جس کی فتوحات بار ہا یونان و روما کو نیچا دکھا چکی تھیں۔ ہرگز نہیں۔

چند والیانِ ملک کا مشرف بہ اسلام ہونا

مناسبت مقام سے اس جگہ ان والیان و حکمرانان ملک کے نام بھی درج کیے جاتے ہیں جنہیں نبی ﷺ کے مقرر کردہ منادیانِ اسلام سے اسلام کی حقیقت معلوم ہوئی اور وہ مسلمان ہو گئے تھے۔

① ..... ثمامہ۔ نجد کا حکمران تھا ۶ھ میں مسلمان ہوا۔[2]

② ..... جبلہ۔ عرب کی مشہور و قدیم سلطنت غسان کا حکمران تھا ۷ھ میں مسلمان ہوا۔

③ ..... فروہ بن عمرو خزاعی۔ علاقہ شام پر قیصر کی طرف سے گورنر تھا۔ جب یہ مسلمان ہوا تو قیصر نے سامنے بلایا اور حکم دیا کہ اسلام چھوڑ دے۔ فروہ نے انکار کیا۔ قیصر نے اسے قید کر دیا اور پھر قتل کرا دیا۔ خدا کے پیارے بندے نے دولت، حکومت، عزت اور جان سب چیزیں ترک کر دیں مگر اسلام ترک نہ کیا۔

④ ..... اکیدر۔ دومۃ الجندل کا حکمران تھا ۹ھ میں مسلمان ہوا۔

⑤ ..... ذی الکلاع حمیری۔ یمن و طائف کے بعض اضلاع میں اس کی حکومت تھی اور زبردست قبیلہ حمیر کا یہ بادشاہ تھا۔ یہ اپنے آپ کو خدا کہلایا کرتا اور لوگوں سے سجدہ کرایا کرتا تھا۔ اس نے مسلمان ہو جانے کے بعد ایک دن میں اٹھارہ ہزار غلام آزاد کیے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں سلطنت از خود چھوڑ کر مدینہ منورہ میں آ رہا تھا اور زاہدانہ زندگی بسر کرتا تھا۔

---

[1] ناظرین! نبی ﷺ کے نامہ مبارک کے الفاظ'' اسلم تسلم '' پر غور کریں۔ اس میں درج تھا کہ اگر مسلمان ہو جائے گا تب سلامت رہے گا۔ یہ تہدید نہ تھی بلکہ اخبار عن الغیب (پیش گوئی) تھا۔

[2] ثمامہ بن اثال نے مسیلمہ کذاب کے فتنہ میں اسلام کی نمایاں خدمت سرانجام دیں۔ نبی ﷺ نے ان کے پاس اس بارہ میں فرا ت ابن حبان کو سفیر بنا کر بھیجا تھا۔

باب:..... ۳

عہد نبوی میں اسلام کی اشاعت کی مختصر کیفیت

نبی ﷺ کے عہد میں اسلام کی اشاعت جس حسن وخوبی کے ساتھ ہوئی تھی، اس کی مختصر کیفیت اور ان وفود (ڈیپوٹیشنوں) سے اندازہ کی جاسکتی ہے جو وقتاً فوقتاً حضور ﷺ کی خدمت میں دور دراز سے آیا کرتے تھے۔

ڈیپوٹیشن کا آنا، واپس جانا۔ ہر منزل اور راہ پر مختلف قوموں اور قبیلوں سے ملنا اور اسلام کی آواز کو سب لوگوں کے کان تک پہنچانا کیسی خوبی سے انجام پاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی مدافعانہ لڑائیاں تو جن میں مجبوری شامل ہونا پڑا۔ ملک کی ایک محدود دائرہ ہی میں تھیں۔ لیکن ان ڈیپوٹیشنوں کو دیکھو کہ ملک کے ہر گوشہ اور ہر حصے سے چلے آتے تھے۔ ہدایت اور اسلام ہی وہ چشمے ہیں جو نبی ﷺ نے چٹیل میدان میں بہا دیے تھے۔ جس کی طرف تمام پیاسے چلے آتے تھے۔ دعوت عام کی دوسری دلیل زبردست ان وفود کا حاضر ہونا ہے۔ جن قبائل کے وفود آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے نام یہ ہیں:

میں نے ان قبائل کے نام فہرست میں درج نہیں کیے جن کا نبی ﷺ کی خدمت میں آنا ملکی اغراض یا ذاتی فوائد کے لیے تھا۔

دوس، صداء، ثقیف، عبدالقیس، بنی حنیفہ، طے، اشعریین، ازد، فروہ جزامی، ہمدان، طارق بن عبداللہ، تجیب، بنی سعد ہذیم، بنواسد، بہرا، عذرا، خولان، محارب، غسان بنی الحارث، بنی عیش غامد، بنی فزارہ، سلامان، نجران، نخع۔

ذیل میں وفود مندرجہ بالا کے مختصر سے حال درج کیے جاتے ہیں:

وفد دوس..... طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا ذکر اس کتاب میں پہلے آچکا ہے اسلام کے بعد جب یہ بزرگوار وطن کو جانے لگا تو اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! دعا فرمایئے کہ میری قوم بھی میری دعوت پر مسلمان ہوجائے نبی ﷺ نے دعا فرمائی: خدایا طفیل کو تو ایک نشان (آیت) بنادے۔ طفیل گھر پہنچا تو بوڑھا باپ ملنے کے لیے آیا۔ طفیل نے کہا: باوا جان! اب نہ میں تمہارا ہوں اور نہ آپ میرے ہیں۔ بوڑھے نے کہا: یہ کیوں؟ طفیل نے کہا: میں تو محمد ﷺ کا دین قبول کر کے اور مسلمان ہو کے آیا ہوں۔ بوڑھے نے کہا: بیٹا! جو تیرا دین ہے۔ وہی میرا بھی ہے۔ طفیل رضی اللہ عنہ نے کہا: خوب تب آپ اٹھئے۔ غسل فرمایئے، پاک کپڑے پہن کر تشریف لایئے تاکہ میں اسلام کی تعلیم دوں۔ پھر طفیل کی بیوی آئی۔ اس سے بھی اسی طرح بات چیت ہوئی اور وہ بھی مسلمان ہوگئی۔ اب طفیل نے اسلام کی منادی شروع کردی۔ لیکن لوگ کچھ مسلمان نہ ہوئے۔

طفیل پھر نبی ﷺ کی خدمت میں آیا۔ عرض کیا کہ میری قوم میں زنا کی کثرت ہے (چونکہ اسلام زنا کو سختی سے حرام ٹھہراتا ہے) اس لیے لوگ مسلمان نہیں ہوتے۔ حضور ﷺ ان کے لیے دعا فرمادیں۔ نبی ﷺ نے زبان سے کہا: اللھم اھد دوسا۔ ''اے خدا دوس کو سیدھا راستہ دکھا''۔ پھر طفیل سے فرمایا: جاؤ!

دعوت اسلام کرنے والوں کے لیے ضروری ہدایات

لوگوں کو دین خدا کی طرف بلاؤ۔ ان سے نرمی اور محبت کا برتاؤ کرو۔

اس دفعہ طفیل کو اچھی کامیابی ہوئی۔ وہ ۵ھ میں دوس کے ستر، اسی خاندانوں کو جو مسلمان ہو چکے تھے۔ ساتھ لے کر مدینہ پہنچا۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ خیبر گئے ہوئے ہیں۔ اس لیے خیبر ہی پہنچ کر اس نے شرف حضوری حاصل کیا اور یہ سب لوگ بھی خیبر ہی میں نبی ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ نبی ﷺ کے چچیرے بھائی (حبش سے وہاں کے حبشی قبائل کو جو مسلمان ہو چکے تھے) لے کر خیبر ہی جا پہنچے تھے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا حبش سے وہاں کے نومسلموں کو لے کر اور حضرت طفیل بن عمرو کا یمن سے دوس کے نومسلم خاندانوں کو لے کر خیبر میں پہنچ جانا گویا یہودیوں کو خدا کی طرف سے یہ بتا دینا تھا کہ جس نبی کی تعلیم ایسے دور دراز ملکوں میں دلوں کے قلعوں کو آسانی سے فتح کر رہی ہے۔ اس کی مخالفت میں اپنے اینٹ پتھر کے قلعوں پر بھروسہ کرنا کس قدر بے بنیاد بات ہے۔

وفدِ صداء..... یہ وفد ۸ھ میں حاضر خدمت نبوی ہوا تھا۔ سب سے پہلے اس قوم کا ایک شخص زیاد بن حارث صدائی حاضر ہوا۔ پھر دوبارہ وہی زیاد قوم کے پندرہ سرکردہ لوگوں کو لے کر آیا سعد بن عبادہ ان کی تواضع کے لیے مامور ہوئے، ان کے واپس جانے کے بعد ان کے قبیلہ میں اسلام پھیل گیا۔

بے خبروں کو اسلام کے سیکھنے کی بہت ضرورت ہے

زیاد نے نبی ﷺ سے عرض کیا: ہمارے ہاں صرف ایک کنواں ہے، موسم سرما میں اس کا پانی کافی ہوتا ہے لیکن گرما میں وہ خشک ہو جاتا ہے، اس لیے تمام قوم متفرق ہو کر یہ موسم پورا کرتی ہے، ہمارا قبیلہ ابھی جدید الاسلام ہے، تعلیم و تعلم کی بہت ضرورت ہے۔ دعا فرمایئے کہ کنویں کا پانی ختم نہ ہوا کرے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تم سات کنکریاں اٹھا لاؤ۔ زیاد لے آیا۔ نبی ﷺ نے ان کو اپنے ہاتھ میں رکھ کر پھر واپس دے دیا۔ فرمایا: ایک ایک کنکری اس کنویں میں گرا دینا ہر ایک کنکری پر اللہ اللہ پڑھتے جانا۔ زیاد کا بیان ہے کہ پھر اس چاہ [کنویں] میں اتنا پانی بڑھ گیا کہ اس کے قعر کا پتہ ہی نہ لگا کرتا۔ (زاد المعاد: ۵۱۰)

وفد ثقیف کا حال..... ثقیف میں سے سب سے پہلا شخص جو تعلیم اسلام حاصل کرنے کے لیے نبی ﷺ کی خدمت میں آیا تھا۔ وہ عروہ بن مسعود ثقفی تھا۔ یہ اپنی قوم کا سردار تھا اور صلح حدیبیہ میں کفار مکہ کا وکیل بن کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا تھا۔ جنگ ہوازن و ثقیف کے بعد جذبہ توفیق الٰہی سے مدینہ منورہ میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔ عروہ کے گھر میں دس بیویاں تھیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم ان میں سے چار[1] کو رکھ کر باقی کو طلاق

---

[1] اس قصہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ عرب میں کثرت زوجات کا رواج پہلے سے تھا اور کوئی پابندی نہ تھی کہ ایک مرد اس سے زیادہ بیویاں نہ کرے۔ اسلام نے اس مطلق العنانی کو روکا۔ لا محدود کو محدود بنایا اور کثرت کے لیے سب سے آخری تعداد چار مقرر کی۔ آج کل بہت لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام نے چار کو بھی کیوں جائز رکھا۔ ایسا اعتراض کرنے والے زیادہ تر عیسائی ہیں ہم پوچھتے ہیں کہ کیا مسیحؑ نے یہودیوں کے رواج کثرت زوجات میں کوئی اصلاح کی تھی۔ اگر نہیں تو یہ بھی اسلام کی خصوصیت ہے کہ اس نے جملہ مذاہب عالم میں سے اس مسئلہ کے متعلق ایک حد مقرر کی انجیل متی ۲۵ باب کو شروع سے پڑھ کر دیکھو۔ جس میں ایک دلہا کے ساتھ دس کنواریوں کی شادی کا ذکر ہے۔ جن میں ۵ تو دلہا کے ساتھ گئیں اور ۵ اپنی نادانی سے پیچھے رہ جاتی ہیں۔ یہ تمثیل کثرت زوجات کی دلیل سمجھی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں دو تین چار تک اجازت دے کر پھر یہ فرمایا گیا ہے: "فَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً" (سورۃ النساء: آیت ۳) اگر یہ اندیشہ ہو کہ تم کبھی اپنی بیویوں کے لیے عدل نہ کر سکو گے تب صرف ایک بیوی کرنا۔ پھر یہ فرمایا گیا ہے: (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

دے دو۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔[1]

جب عروہ رضی اللہ عنہ اسلام سیکھ چکے تو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ اب مجھے اپنی قوم میں جانے اور قوم میں اسلام کی منادی کرنے کی اجازت فرمادی جائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تمہاری قوم تمہیں قتل کردے گی۔

عروہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری قوم کو مجھ سے اتنی محبت ہے جتنی کسی عاشق کو اپنے معشوق سے ہوتی ہے۔ یہ بزرگوار اپنی قوم میں آیا اور وعظ اسلام شروع کرادیا۔ ایک روز یہ اپنے بالا خانہ میں نماز پڑھ رہے تھے، کسی شقی نے تیر چلایا، جس سے یہ شہید ہوگئے۔ اگرچہ عروہ رضی اللہ عنہ جانبر نہ ہوئے لیکن جو آواز انہوں نے قوم کے کانوں تک پہنچائی تھی، وہ دلوں پر اثر کیے بغیر نہ رہی۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ قوم نے اپنے چند سرکردوں کو منتخب کیا اور

=(بقیہ صفحہ گزشتہ) جس نے دنیا کی تمام مذہبی کتابوں سے پیشتر" تب صرف ایک بیوی کے الفاظ کو قانونی اور حکمی طور پر بیان کیا ہے۔ اسلام کے لیے یہی فخر اور فضل کافی ہے۔ اس کتاب کے موضوع سے یہ زائد ہے کہ ایک سے زیادہ بیوی کے جواز پر عقلی ونقلی دلائل بیان کیے جائیں لیکن مختصراً اس جگہ اتنا لکھ دینا ضروری ہے کہ جب قومی عزت ووقار کا حصر کثرت آبادی پر ہو تب اس وقت قومی عزت کے ایک سے زیادہ بیوی کرنا ضروری ہوجاتا ہے اگرچہ ذاتی آرام ایک سے زیادہ بیوی کرنے میں نہیں رہتا۔ لیکن دنیا کے عقل مند جانتے ہیں کہ مبارک وہ ہیں جو قوم کے لیے اپنے آپ کی قربانی کردیتے ہیں۔ "وَلَن تَسْتَطِيعُوٓا أَن تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ" (سورۃ النساء: ۱۲۹) تم کبھی اپنی بیویوں کے درمیان عدل نہ کرسکو گے اگرچہ تم خود بھی ایسا کرنا چاہو پس یہ اسلام ہی ہے۔

[1] **یورپ اور کثرت طلاق کا رواج:**..... لفظ طلاق سے بھی یورپین مصنفین بہت برہم ہوا کرتے ہیں۔ وہ یہ امر فراموش کر دیتے ہیں کہ کیتھلسن کوڈ میں طلاق کی کامل آزادی عیسائیوں کے لیے بحال رکھی گئی ہے وہ یہ بھی فراموش کر دیتے ہیں کہ آج دنیا میں صرف یورپ ہی ہے جہاں طلاق بکثرت دی جاتی ہے اور طلاق منظور کرنے والی عدالتیں جداگانہ یورپ ہی میں ہیں۔

طلاق کی روک کی ۹ تدبیریں:..... اسلام نے تو یہودیوں، عیسائیوں اور مشرکین عرب کی بے روک ٹوک طلاق پر بہت سی قیود بڑھادیں۔ جس سے طلاق کی رسم قریباً ملیامیٹ ہوگئی:

① ..... مہر زوجہ طلاق کی روک ہے۔ طلاق شرعی تین ہیں۔ ہر طلاق ایک حیض کے بعد ہونی چاہیے۔ یہ تین مہینے کی میعاد بھی طلاق کے لیے روک ہے۔ ② ..... آخری طلاق تک خاوند بیوی ایک گھر میں رہیں۔ یہ تدبیر بھی طلاق کی روک کے لیے ہے۔

③ ..... طلاق پر دو گواہ ضروری ہیں اور یہ بھی اہل غیرت کے لیے ہوغیر کے سامنے اپنا پردہ کھولنا نہیں چاہتے طلاق کی روک ہے۔

④ ..... مطلقہ عورت پہلے خاوند سے نکاح نہیں کرسکتی جب تک کوئی اور اس سے نکاح نہ کرلے اور پھر اتفاق وقت سے نہ چھوڑ دے۔ یہ سخت دشوار شرط بھی طلاق روکنے والی ہے۔ ⑤ ..... سب سے بڑھ کر "ان ابغض الحلال عند الله الطلاق" سب سے زیادہ طلاق روکنے والی ہے۔ اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے "جائز کاموں میں سب سے زیادہ قابل نفرت کام خدا کے نزدیک طلاق ہے"۔

⑥ ..... قرآن مجید میں ہے! نبی ﷺ نے اپنے صحابی زید سے فرمایا: "أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللهَ" (سورۃ الاحزاب: ۳۷) اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے (اور اسے طلاق دینے میں) اللہ سے ڈر۔ لیکن سارے قرآن مجید میں کہیں بھی نہیں کہ کسی کو طلاق دینے کی بابت کہا گیا ہو۔ ⑦ ..... قرآن مجید نے ظہار لغو ٹھہرایا۔ حالانکہ عرب کے نزدیک یہ بھی ایک طلاق تھی۔ اس سے بھی طلاق کی کمی ہوگئی۔

⑧ ..... قرآن مجید نے ایلاء کی اصلاح کی حالانکہ عرب میں یہ بھی طلاق ہی کے معنی میں مستعمل ہوتا تھا اور اس سے بھی طلاق میں کمی پیدا ہوئی

⑨ ..... قرآن مجید نے لازم ٹھہرایا ہے کہ ناچاقی و بدسلوکی کی حالت میں ایک ثالث شخص شوہر کے کنبہ کا اور ایک شخص ثالث بیوی کے کنبہ کا مقرر کیے جائیں اور یہ دونوں مل کر میاں بیوی کی شکایات سن کر ان میں صلاح کرادیں۔ یہ تدبیر بھی طلاق کی روک کے لیے ہے۔ اگر کسی مذہب نے طلاق کی روک میں اتنی اور ایسی تدبیر کی تعلیم دی ہے تو وہ پیش کرے۔..... ان احکام کا عملی نتیجہ دیکھو کہ مسلمانوں میں طلاق کا استعمال شاذ و نادر کیا جاتا ہے۔ لیکن یورپ میں جو عدم جواز طلاق کے مسئلہ پر مفتخر ہے۔ کوئی شہر کوئی قصبہ کوئی محلہ ایسا نہ ملے گا۔ جہاں طلاق کی دو چار مثالیں نہ مل سکیں۔ فقط! (محمد سلیمان)

نبی ﷺ کی خدمت میں اس لیے بھیجا کہ اسلام کی نسبت پوری واقفیت حاصل کریں۔ یہ وفد ۹ھ میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا تھا، وفد کا سردار عبد یالیل تھا، جس کے سمجھانے کو نبی ﷺ کو طائف پر ۱۰ھ نبوت میں گئے تھے اور اس نے وعظ کے سننے سے انکار کر کے آبادی کے لڑکوں اور اوباشوں کو نبی ﷺ کی تضحیک تحقیر کے لیے مقرر کر دیا تھا اور جس کے اشارہ سے طائف میں رسول ﷺ پر پتھر برسائے گئے۔ کیچڑ پھینکی گئی تھی۔

قوم کی عزت کا سبق

نبی ﷺ نے وہاں سے آتے ہوئے یہ فرمادیا تھا کہ میں ان کی برباری کے لیے دعا نہیں کروں گا کیونکہ اگر یہ خود اسلام نہ لائیں گے۔ تو ان کی آئندہ نسلوں کو خدا ایمان عطا کرے گا۔ اب وہی دشمن اسلام خود بخود اسلام کے لیے اپنے دل میں جگہ پاتے اور دلی شوق وروحی طلب سے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ یہ (اہل ثقیف) میری قوم کے لوگ ہیں کیا میں انہیں اپنے پاس اتارلوں اور ان کی تواضع کروں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''لا امنعك ان تكرم قومك'' میں منع نہیں کرتا کہ تم اپنی قوم کی عزت کرو۔ لیکن ان کو ایسی جگہ اتارو۔ جہاں قرآن کی آواز ان کے کان میں پڑے۔

الغرض! ان کے خیمے مسجد کے صحن میں لگائے گئے۔ جہاں سے یہ قرآن بھی سنتے تھے اور لوگوں کو نماز پڑھتے بھی دیکھتے۔ اس تدبیر سے ان کے دلوں پر اسلام کی صداقت کا اثر پڑا اور انہوں نے نبی ﷺ کے دست مبارک پر بیعت اسلام کرلی۔ انہوں نے بیعت سے پہلے یہ اجازت چاہی کہ ہم کو ترک نماز کی اجازت دی جائے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ''لاخير فى دين ليس فيه ركوع'' جس مذہب میں نماز نہیں، اس میں کوئی بھی خوبی نہیں) پھر انہوں نے کہا: اچھا ہمیں جہاد کے لیے نہ بلایا جائے اور نہ زکوٰۃ ہم سے لی جائے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ شرط قبول فرمالی اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اسلام کے اثر سے یہ خود ہی دونوں کام کرنے لگیں گے۔[1]

عبد یالیل جوان کا سردار تھا۔ مختلف اوقات میں نبی ﷺ سے مندرجہ ذیل مسائل پر بھی گفتگو کی۔

زنا حرام ہے

یارسول اللہ! زنا کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ ہمارے قوم کے لوگ اکثر وطن سے دور رہتے ہیں، اس لیے زنا کے بغیر کچھ چارہ نہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: زنا تو حرام ہے اور اللہ پاک کا اس کے لیے یہ حکم ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ۝ (سورۃ بنی اسرائیل)

ترجمہ:..... تم زنا کے قریب بھی نہ جاؤ یہ تو سخت بے حیائی اور بہت بڑا طریق ہے۔

سود کا روپیہ لینا حرام ہے:..... یارسول اللہ! سود کے بارے میں حضور کیا فرماتے ہیں؟ یہ تو بالکل ہمارا ہی مال

---

[1] سنن ابو داؤد عن وہب وعثمان بن ابی العاص، باب جاء فی خبر الطائف! آنحضرت ﷺ کے ہدی مبارک کو دیکھو کہ کس حکمت سے نومسلموں پر شرائع اسلام کی تعلیم کا بار ڈالا کرتے تھے۔ دعوت اسلام صفحہ ۴۶۲ میں ہے کہ دال ویلر زار روس مسلمان ہونے کو تیار تھا اس شرط پر کہ وہ شراب کا پینا ترک نہ کرے گا۔ اس وقت کے عالم نے اس شرط کو قبول نہ کیا۔ زار مذکور (جو بت پرستی سے متنفر ہو گیا تھا) مایوس ہو کر عیسائی بن گیا۔ اگر اس عالم کو ہدی محمد ﷺ سے واقفیت ہوتی تو آج سلطنت روس میں قریباً مسلمان ہوتے۔

ہوتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تم اپنا اصل روپیہ لے سکتے ہو، دیکھو! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا (سورۃ البقرۃ: آیت ۲۷۸)

ترجمہ:..... اے ایمان والو! خدا سے ڈرو اور سود میں سے جو لینا رہ گیا ہے، وہ بھی چھوڑ دو۔

شراب کا استعمال حرام ہے:..... یا رسول اللہ! خمر (شراب) کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ یہ تو ہمارے ہی ملک کا عرق ہے اور اس کے بغیر تو ہم رہ نہیں سکتے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: شراب کو خدا نے حرام کر دیا ہے، دیکھو! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ [سورۃ مائدہ]

ترجمہ:..... اے ایمان والو! شراب، جوا، انصاب و ازلام ناپاک اور گندے ہیں، شیطان کے کام ہیں ان سے بچا کرو تا کہ فلاح پاؤ۔

دوسرے روز اس نے آ کر کہا: خیر ہم آپ کی باتیں مان لیں گے۔ لیکن "ربہ" کو کیا کریں؟ (ربہ مؤنث ہے لفظ رب کا، جس دیوی کے بت کو یہ پوجا کرتے تھے، اسے ربہ کہا کرتے تھے) نبی ﷺ نے فرمایا: اسے گرا دو۔ وفد کے لوگوں نے کہا: ہائے ہائے! اگر ربہ کو خبر ہو گئی کہ آپ ﷺ اسے گرا دینا چاہتے ہیں تو وہ ہم لوگوں کو تباہ ہی کر ڈالے گی۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: افسوس ابن عبد یالیل! تم اتنا نہیں سمجھتے کہ وہ تو صرف پتھر ہی ہے۔ ابن عبد یالیل نے کھسیانا ہو کر کہا: عمر! ہم تجھ سے بات کرنے نہیں آئے، پھر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اسے گرانے کی ذمہ داری حضور خود لیں کیونکہ ہم تو اسے کبھی نہیں گرانے کے۔ رسول ﷺ نے فرمایا: خیر میں گرا دینے والے کو بھیج دوں گا۔ ان میں سے ایک نے عرض کیا کہ اس شخص کو آپ ہمارے بعد روانہ کیجیے گا۔ وہ ہمارے ساتھ نہ جائے۔[1]

الغرض! یہ لوگ جتنے حاضر ہوئے تھے، وہ مسلمان ہو کر وطن کو واپس چلے گئے۔ انہوں نے چلتے وقت کہا کہ ہمارے لیے کوئی امام مقرر کر دیجیے۔ ان میں ایک شخص عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ تھا جو عمر میں سب سے چھوٹا تھا۔ وہ قوم سے خفیہ خفیہ قرآن مجید اور احکام شریعت سیکھتا رہا تھا۔ کبھی رسول اللہ ﷺ سے کبھی ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سیکھ لیا کرتا۔ آنحضرت ﷺ نے اسی کو ان کا امام مقرر فرما دیا۔ وفد نے راستہ میں یہ مشورہ کیا کہ اپنا اسلام چھپا کر پہلے قوم کو مایوس کر دینا چاہیے، چنانچہ جب یہ وطن پہنچ گئے تو قوم نے پوچھا: کہو کیا حال ہوا؟

وفد نے کہا: ہمیں ایک سخت خو، درشت گو شخص سے سابقہ پڑا جو ہمیں انہونی باتوں کا حکم دیتا ہے، مثلاً: لات و عزی کو توڑ دینا، تمام سودی روپیہ کو چھوڑ دینا، شراب، زنا کو حرام سمجھنا قوم نے قسم کھا کر کہا: ہم ان باتوں کو کبھی نہیں مانیں گے۔ وفد نے کہا: اچھا ہتھیاروں کو درست کرو اور جنگ کی تیاری کرو، قلعوں کی مرمت کر لو۔ دو دن تک ثقیف اسی ارادے پر جمے رہے۔ تیسرے روز خود بخود ہی کہنے لگے: بھلا محمد کے ساتھ ہم کیونکر لڑ سکیں گے، سارا عرب تو اس کی اطاعت کر رہا ہے، پھر وفد کے لوگوں سے کہا: جاؤ جو کچھ بھی کہتا ہے، قبول کر لو۔

---

[1] معلوم ہوتا ہے کہ ابن عبد یالیل جو طائف کا حکمران رئیس تھا ایک ہوشیار شخص تھا۔ وہ اپنے آپ کو جاہل قوم کا نشانہ بننے سے بچانے کے لیے بظاہر اعتراضات و سوالات کرتا تھا تا کہ قوم یہ نہ کہے کہ بحث مباحثہ کے بغیر مسلمان ہو گیا۔ جاہلوں کے سمجھانے کی یہ بھی اچھی تدبیر ہے۔

وفد نے کہا: اب ہم تم کو صحیح صحیح بتاتے ہیں۔ ہم نے محمد ﷺ کو تقوی میں اور وفا میں، رحم میں اور صدق میں سب ہی سے بڑھ کر پایا۔ ہم تم سب کو اس سفر سے بڑی برکت حاصل ہوئی۔

قوم نے کہا کہ تم نے ہم سے یہ راز کیوں پوشیدہ رکھا اور ہم کو ایسے سخت غم والم میں کیوں ڈالا۔ وفد نے کہا: ہمارا مدعا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں سے شیطانی غرور نکال دے۔ اس کے بعد وہ لوگ مسلمان ہو گئے۔

چند روز کے بعد وہاں رسول ﷺ کے بھیجے ہوئے اشخاص بماتحتی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پہنچ گئے۔ انہوں نے لات کے گرا دینے کی کارروائی کا آغاز کرنا چاہا۔ ثقیف کے سب مرد وزن، بوڑھے بچے اس کام کو دشوار سمجھے ہوئے تھے، پردہ نشین عورتیں بھی یہ تماشا دیکھنے نکل آئی تھیں۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اس کے توڑنے کے لیے تیر چلایا، مگر اپنے زور میں خود ہی گر پڑے۔ یہ دیکھ کر ثقیف والے پکار اٹھے، خدا نے مغیرہ کو دھتکار دیا اور رب (دیوی) نے اسے قتل کر ڈالا۔ اب خوش ہو ہو کر کہنے لگے: تم کچھ ہی کوشش کرو مگر اسے نہیں گرا سکتے"۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے خفا ہو کر کہا: ثقیف والو! تم بہت ہی بے وقوف ہو، یہ پتھر کا ٹکڑا کر ہی کیا سکتا ہے۔ لوگو! "خدا کی عافیت قبول کرو اور اسی کی بندگی کرو"۔ پھر مندر کا دروازہ بند کر کے مغیرہ نے اول اس بت کو توڑا اور پھر مندر کی دیواروں پر چڑھ گیا اور انہیں گرانا شروع کر دیا۔ باقی مسلمان بھی دیواروں پر جا چڑھے اور اس عمارت کا ایک ایک پتھر گرا کے چھوڑا۔ مندر کا پجاری کہنے لگا کہ مندر کی بنیاد انہیں ضرور غرق کر دے گی۔ مغیرہ نے یہ سنا تو بنیاد بھی ساری کھود ڈالی اور اس طرح اس قوم کے دلوں میں اسلام کی بنیاد مستحکم ہو گئی۔ (زاد المعاد: ۴۸۵)

وفد عبد القیس کا حال:..... قبیلہ عبد القیس کا وفد خدمت نبوی میں حاضر ہوا۔ نبی ﷺ نے پوچھا: تم کس قوم سے ہو۔ عرض کیا قوم ربیعہ سے۔ نبی ﷺ نے انہیں خوش آمدید فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے اور حضور ﷺ کے درمیان قبیلہ مضر کے کافر آباد ہیں۔ ہم شہر حرام ہی میں حاضر ہو سکتے ہیں۔ اس لیے صاف واضح طور پر سمجھا دیا جائے۔ جس پر ہم بھی عمل کرتے رہیں اور قوم کے باقی ماندہ اشخاص بھی۔ فرمایا: میں چار چیزوں پر عمل کرنے کا اور چار چیزوں سے بچتے رہنے کا حکم دیتا ہوں۔ جن چیزوں کے کرنے کا حکم ہے وہ یہ ہیں:

① ..... اکیلے خدا پر ایمان لانا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ شہادت ادا کرنا۔ ② ..... نماز۔

③ ..... زکوٰۃ۔ ④ ..... رمضان کے روزے اور مال غنیمت سے خمس نکالنا

چار چیزیں جن سے بچنے کا حکم ہے، یہ ہیں:

① ..... دبا (تونبا)۔ ② ..... حنتم (لاکھی برتن)۔ ③ ..... نقیر (شراب کے لیے لکڑی کا ایک برتن)

④ ..... مزفت (قیر آلودہ برتن [1]) ان باتوں کو یاد رکھو اور پچھلوں کو حکم بنا دو۔

انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! حضور کو کیا معلوم ہے کہ نقیر کیا ہوتی ہے؟ فرمایا: جانتا ہوں، کھجور کے درخت میں

---

[1] بخاری عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ اس قوم میں شراب بکثرت پی جاتی، بنائی جاتی، ذخیرہ رکھی جاتی تھی۔ نبی ﷺ نے حرمت شراب کا حکم دیتے وقت ان ظروف کا استعمال بھی منع فرما دیا جن میں شراب پی جاتی یا رکھی جاتی تھی جب قوم سے شراب کی عادت چھوٹ گئی تب ان برتنوں کے استعمال سے ممانعت بھی دور کر دی گئی تھی۔ اس لیے مسلمان باسانی سمجھ سکتے ہیں کہ نبی ﷺ کیسی حکمت اور عمدگی سے تعلیم دیا کرتے تھے۔

زخم لگا کر عرق نکالتے ہیں اور اس میں کھجوریں ڈالا کرتے ہو۔ اس پر پانی ڈالتے ہو، اس میں جوش پیدا ہوتا ہے، جب جوش بیٹھ جاتا ہے، تب پیا کرتے ہو۔ ممکن ہے کہ تم سے کوئی (اس نشہ میں) اپنے چچیرے بھائی کو قتل کر ڈالے (عجیب بات یہ کہ اسی وفد میں ایک شخص ایسا بھی تھا۔ جس نے نقیر کے نشہ میں اپنے چچیرے بھائی کو قتل کر دیا تھا)۔

ان لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! ہم کیسے برتن میں پانی پیا کریں؟ فرمایا: مشکوں میں، جن کا منہ باندھ دیا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے یہاں چوہے بکثرت ہوتے ہیں، اس لیے وہاں چمڑے کی مشکیں سالم نہیں رہ سکتی ہیں۔ فرمایا: خواہ سالم ہی نہ رہیں۔ اسی وفد کے ساتھ جارود بن العلاء بھی آیا تھا، یہ مسیحی المذہب تھا۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں اس وقت بھی ایک مذہب رکھتا ہوں۔ اگر ہم اسے چھوڑ کر آپ کے دین میں داخل ہو جائیں۔ تو کیا آپ ہمارے ضامن بن سکتے ہیں۔ فرمایا: ہاں! میں ضامن بنتا ہوں کیونکہ جس مذہب کی میں دعوت دے رہا ہوں، یہ اس سے بہتر ہے، جس پر تم اب ہو۔ جارودؓ کے ساتھ اور عیسائی بھی مسلمان ہو گئے تھے۔[1]

وفد بنی حنیفہ:..... بنو حنیفہ کا وفد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کی کوشش سے اس علاقہ میں اسلام کی اشاعت ہوئی تھی۔ یہ وفد مدینہ آ کر مسلمان ہوا تھا۔ اسی وفد کے ساتھ مسیلمہ کذاب بھی تھا۔ وہ مدینہ آ کر لوگوں میں کہنے لگا کہ اگر محمد صاحب یہ اقرار کریں کہ ان کا جانشین مجھے بنایا جائے گا تو میں بیعت کروں گا۔

نبی ﷺ نے یہ سنا۔ حضور ﷺ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک چھڑی تھی۔ فرمایا: میں تو اس چھڑی کے دینے کی شرط پر بھی بیعت لینا نہیں چاہتا۔ اگر وہ بیعت نہ کرے گا تو خدا اسے تباہ فرمائے گا۔ اس کا انجام خدا تعالیٰ نے مجھے دکھا دیا ہے۔ یعنی میں نے خواب دیکھا کہ میرے ہاتھ میں سونے کے کنگن ہیں۔ وہ مجھے ناگوار معلوم ہوئے۔ خواب ہی میں وحی سے معلوم ہوا کہ انہیں پھونک سے اڑا دو۔ میں نے پھونک ماری تو وہ اڑ گئے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ان سے مراد مسیلمہ صاحب یمامہ اور عنسی صاحب صنعا ہے۔[2] مسیلمہ کذاب نے اگرچہ رسالت کا دعویٰ کیا تھا۔ مگر نبی ﷺ کو بھی رسول ﷺ تسلیم کرتا تھا۔ اس سے مدعا اس کا غالباً یہ تھا کہ اس علاقہ کے مسلمان مخالف نہ ہوں۔

۱۰ھ میں مسیلمہ اور نبی ﷺ میں یہ خط و کتابت بھی ہوئی تھی:

من مسیلمة رسول الله الی محمد رسول الله اما بعد ! فان لنا نصف الأرض ولقریش نصفها ولکن قریشا لاینصفون۔ والسلام علیك۔

ترجمہ:..... خدا کے رسول مسیلمہ کی طرف سے خدا کے رسول محمد کے نام واضح ہو کہ نصف زمین ہماری اور نصف قریش کی ہے۔ مگر قریش انصاف نہیں کرتے۔ آپ پر سلام ہو۔

نبی ﷺ نے جواب دیا:

---

[1] زاد المعاد صفحہ ۴۸۷ صحیحین بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما

[2] صحیحین بروایت نافع بن جبیر عن ابن عباس۔ مسیلمہ اور عنسی، دو کذاب شخص گزرے ہیں جنہوں نے نبی ﷺ ہی دیکھا دیکھی نبوت کا دعویٰ کر لیا تھا، خدا نے دونوں کو تباہ کر دیا۔ کامیابی اور ابدی صداقت کی رفاقت اسی کو ملی جو خدا کا سچا رسول تھا۔ قرآن مجید میں پیش گوئی موجود ہے

هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله (سورۃ الصف: آیت ۹)

ترجمہ: خدا نے اپنے رسول کو ہدایتوں اور صداقتوں کے ساتھ اس لیے بھیجا ہے کہ وہ باقی سب مذہبوں کے اوپر ظہور پائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من محمد النبی الی مسیلمۃ الکذّاب، اما بعد! فان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین والسلام علی من اتبع الھدی۔

ترجمہ: اللہ کے نام سے جو کمال رحمت اور دائمی رحم والا ہے۔ خدا کے نبی محمد کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام۔ واضح ہو کہ زمین خدا کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے وارث بناتا ہے اور عاقبت تو خدا ترس لوگوں کے لیے ہے، سلام ہو اس پر جو سیدھی راہ پر چلتا ہے۔ (کتب ابی بن کعب بحوالہ فتوح البلدان)

رسول اللہ ﷺ کا خط حبیب بن عاصم لے کر گئے تھے، کذاب نے ان کے دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں کٹوا دیے تھے[1]

وفد طے کا بیان: ..... قبیلہ طے کا وفد جس کا سردار زید الخیل تھا۔ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: عرب کے جس شخص کی تعریف میرے سامنے ہوئی وہ دیکھنے کے وقت اس سے کم ہی نکلا۔ ایک زید الخیل اس سے مستثنیٰ ہے۔ پھر اس کا نام زید الخیر رکھ دیا۔ یہ سب لوگ ضروری گفتگو کے بعد مسلمان ہو گئے تھے۔[2]

وفد اشعریین کا حال

قبیلہ اشعریہ (جو اہل یمن تھے) کا وفد حاضر ہوا۔ ان کے آنے پر نبی ﷺ نے فرمایا تھا: اہل یمن آئے، جن کے دل نہایت نرم اور ضعیف ہیں۔ ایمان یمنیوں کا ہے اور حکمت یمنیوں کی، مسکنت بکریوں والوں میں، فخر اور غرور اونٹ والوں میں جو مشرق کی طرف رہتے ہیں۔ جب یہ لوگ مدینہ میں داخل ہوئے تو یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

غدا نلاقی الاحبہ محمدا وحزبہ (زاد المعاد: ۴۹۱)

ترجمہ: ..... کل ہم اپنے دوستوں یعنی محمد ﷺ اور ان کے ساتھ والوں سے ملیں گے۔

وفد ازد کا حال: ..... یہ وفد سات شخصوں کا تھا، نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی ﷺ نے ان کی وضع قطع کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔ پوچھا: تم کون ہو؟ انہوں نے کہا: ہم مؤمن ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر ایک قول کی ایک حقیقت ہوتی ہے، بتاؤ کہ تمہارے قول اور ایمان کی حقیقت کیا ہے؟

ایمان کی حقیقت: ..... انہوں نے عرض کیا کہ ہم پندرہ خصلتیں رکھتے ہیں۔ پانچ وہ ہیں جن پر اعتقاد رکھنے کا اور پانچ وہ ہیں جن پر عمل کرنے کا حکم آپ کے بھیجے ہوئے لوگوں نے دیا ہے، پانچ وہ ہیں جن پر ہم پہلے سے پابند ہیں۔

پانچ باتیں جن پر حضور ﷺ کے مبلغین نے ایمان لانے کا حکم دیا، یہ ہیں: ① ..... ایمان خدا پر، ② ..... فرشتوں پر، ③ ..... اللہ کی کتابوں پر، ④ ..... اللہ کے رسولوں پر، ⑤ ..... مرنے کے بعد جی اٹھنے پر۔

عمل کی پندرہ باتیں: پانچ باتیں عمل کرنے کی ہم کو یہ بتائی گئی ہیں:

① ..... لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہنا، ② ..... پانچ وقت کی نمازوں کا قائم کرنا، ③ ..... زکوٰۃ دینا، ④ ..... رمضان

---

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۹۵۔ اس جگہ ناظرین کی اطلاع کے لیے اس قدر درج کر دینا ضروری ہے کہ مسیلمہ پر ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوج کشی کی تھی۔ مسیلمہ وحشی کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا وحشی وہی ہیں جو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل ہیں یہ کہا کرتے تھے کہ اگر کفر میں میں نے ایک عظیم الشان مسلمان کو مارا تھا تو اسلام میں آ کر ایک بڑے بھاری کافر کو بھی مارا ہے۔ خدا نے میرے گناہ کی تلافی کر دی۔

[2] زاد المعاد صفحہ ۴۹۱، زید الخیر شاعر، خطیب، بہادر زبان آور تھے ان کی دو بیٹے مکنف وحریث بھی صحابی ہیں۔

کے روزے رکھنا، ⑤ ..... بیت الحرام کا حج کرنا جسے راہ کی استطاعت ہو۔

پانچ باتیں جو پہلے سے معلوم ہیں، یہ ہیں: ① ..... آسودگی کے وقت شکر کرنا۔ ② ..... مصیبت کے وقت صبر کرنا ③ ..... قضائے الٰہی پر رضامند ہونا، ④ ..... امتحان کے مقامات میں راست بازی پر قائم رہنا، ⑤ ..... اعدا کو شماتت نہ دینا۔ رسول ﷺ نے فرمایا: جنہوں نے ان باتوں کی تعلیم دی وہ حکیم و عالم تھے اور ان کی دانش مندی سے معلوم ہوتا ہے۔ گویا انبیاء تھے، اچھا پانچ چیزیں اور بتا دیتا ہوں تا کہ پوری بیس خصلتیں ہو جائیں:

الف ..... وہ چیزیں جمع نہ کرو جسے کھانا نہ ہو۔

ب ..... وہ مکان نہ بناؤ جس میں بسنا نہ ہو۔

ج ..... ایسی باتوں میں مقابلہ نہ کرو، جنہیں کل کو چھوڑ دینا ہو۔

د ..... خدا کا تقوی رکھو، جس کی طرف لوٹ کر جانا اور جس کے حضور میں پیش ہونا ہے۔

ہ ..... ان چیزوں کی رغبت رکھو جو آخرت میں تمہارے کام آئیں گی جہاں تم ہمیشہ رہو گے۔

ان لوگوں نے نبی ﷺ کی وصیت پر پورا پورا عمل کیا۔ (زاد المعاد ص ۵۱۲۔ از کتاب معرفۃ الصحابہ لابی نعیم)

فروہ بن عمرو الجزامی کی سفارت آنے کا ذکر

عرب کا جتنا شمالی حصہ سلطنت قسطنطنیہ کے قبضہ میں تھا اس سارے علاقہ کا گورنر فروہ بن عمرو تھا۔ اس کا دارالحکومت معان تھا، فلسطین کا متصلہ علاقہ بھی اسی کی حکومت میں تھا۔ نبی ﷺ نے اسے نامہ مبارک (دعوت اسلام کا) بھیجا تھا۔ فروہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اور آنحضرت ﷺ کے لیے سفید رنگ کا قیمتی خچر ہدیہ میں بھیجا تھا۔ جب بادشاہ قسطنطنیہ کو اس کے مسلمان ہو جانے کی اطلاع ملی، تو اسے حکومت سے واپس بلا لیا۔ پہلے اسلام سے پھر جانے کی ترغیب دیتا رہا۔ جب فروہ رضی اللہ عنہ نے انکار کیا تو اسے قید کر دیا گیا۔ آخر یہ رائے ہوئی کہ اسے پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ شہر فلسطین میں عفراء نامی تالاب پر اسے پھانسی دے دی گئی۔ جب وہ پھانسی کے نیچے پہنچا تو اس نے یہ شعر پڑھے:[1]

الا هل اتى سلما بان خليلها على ماء عفرا فوق احد الرواحل

على ناقة لم يضرب الفحل امها مشذنة اطرافها بالمناجل

جان دینے سے پیشتر یہ شعر بھی پڑھا:۔

بلغ سراة المسلمين بانني سلم لربي اعظمي ومقامي

وفد ہمدان: ..... یہ قبیلہ یمن میں آباد تھا، ان میں اشاعت اسلام کے لیے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا تھا، وہ وہاں تک رہے، اسلام نہ پھیلا۔ نبی ﷺ نے علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو اس قبیلہ میں اشاعت اسلام کے لیے مامور فرمایا۔ ان کی فیضان سے تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہو گیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا خط جب نبی رضی اللہ عنہ نے سنا تو سجدہ شکرانہ ادا کیا اور زبان مبارک سے فرمایا: السلام علی همدان (ہمدان کو سلامتی ملے۔) یہ وفد انہی لوگوں کا تھا، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ایمان لا چکے تھے اور دیدار نبوی سے مشرف ہونے آئے تھے۔

---

[1] (المتوفی ۳۳۶ھ) ان اشعار میں پھانسی کی پیشگی ہے۔

مالک بن نمط نے مندرجہ ذیل اشعار نبی ﷺ کے حضور میں نہایت ذوق سے پڑھے تھے:۔

الیك جار وزن سواد الریف فی هبوات الصیف و الخریف

مخطمات بحبال اللیف [زادالمعاد:۴۹۳]

وفدِ طارق بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

طارق بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں مکہ کے سوق المجاز میں کھڑا تھا، اتنے میں ایک شخص وہاں آیا، جو پکار پکار کر کہتا تھا۔

یاایهاالناس قولو الااله الا الله تفلحوا لوگو! لاالہ الااللہ کہو، فلاح پاؤ گے۔

ایک دوسرا شخص اس کے پیچھے پیچھے آیا، جو اسے کنکریاں مارتا تھا اور کہتا تھا:

یاایهاالناس لاتصدقوه فانه کذاب لوگو! اسے سچا نہ سمجھو، یہ تو جھوٹا شخص ہے۔

میں نے دریافت کیا کہ یہ کون کون ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ یہ تو بنی ہاشم میں سے ایک ہے، جو اپنے آپ کو رسول اللہ سمجھتا ہے اور یہ دوسرا اس کا چچا عبدالعزی ہے (ابولہب کا نام عبدالعزی تھا)۔[1]

طارقؓ کہتے ہیں: اس کے بعد برسوں گزر گئے اور نبی ﷺ مدینہ جا رہے، اس وقت ہماری قوم کے چند لوگ جن میں میں بھی تھا، مدینہ گئے تاکہ وہاں کی کھجوریں مول لائیں۔ جب مدینہ کی آبادی کے متصل پہنچ گئے تو ہم اس لیے ٹھہر گئے کہ سفر کے کپڑے اتار کر دوسرے کپڑے بدل کر شہر میں داخل ہوں گے۔ اتنے میں ایک شخص آیا، جس پر دو پرانی چادریں تھیں، اس نے سلام کے بعد پوچھا کہ کدھر سے آئے ہو، کدھر جاؤ گے؟ ہم نے کہا کہ ربزہ سے آئے ہیں اور یہیں تک قصد ہے، پوچھا مدعا کیا ہے؟ ہم نے کہا کہ کھجوریں خرید کرنی ہیں۔ ہمارے پاس ایک سرخ اونٹ تھا، جس کے مہار ڈالی ہوئی تھی۔ اس شخص نے کہا: یہ اونٹ بیچتے ہو؟ ہم نے کہا: ہاں! اس قدر کھجوروں کے بدلے دے دیں گے، اس شخص نے یہ سن کر قیمت گھٹانے کی بابت کچھ بھی نہیں کہا اور مہارِ شتر سنبھال کر شہر کو چلا گیا۔ جب شہر کے اندر جا پہنچا تو اب آپس میں لوگ کہنے لگے کہ یہ ہم نے کیا کیا۔ اونٹ ایسے شخص کو دے دیا، جس سے ہم واقف تک نہیں اور قیمت وصول کرنے کا کوئی انتظام ہی نہ کیا۔ ہمارے ساتھ ایک ہودج نشین (سردار قوم کی) عورت بھی تھی، وہ بولی کہ میں نے اس شخص کا چہرہ دیکھا تھا کہ چودھویں رات کے چاند کے روشن حصہ جیسا تھا۔ اگر ایسا آدمی قیمت نہ دے تو میں ادا کروں گی۔ ہم یہی باتیں کر رہے تھے، اتنے میں ایک شخص آیا اور کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے اور (قیمتِ شتر کی) کھجوریں بھیجی ہیں۔ (تمہاری ضیافت کی کھجوریں الگ ہیں) کھاؤ پیو اور قیمت کی کھجوروں کو ناپ کر پورا کر لو۔ جب ہم کھا پی کر سیر ہوئے تو شہر میں داخل ہوئے۔ دیکھا کہ وہی شخص مسجد کے منبر پر کھڑا وعظ کر رہا ہے۔ ہم نے مندرجہ ذیل الفاظ آپ کے سنے:[2]

تصدقوا فان الصدقة خیر لکم الید العلیا خیر من الید السفلی املث وابالث

---

[1] اس واقعہ سے اندازہ کرو کہ نبی ﷺ نے کیسی محنت اور صبر و استقلال سے قوموں کو توحید کی دعوت دی تھی۔ دشمن کہتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا۔

[2] توحید کا سبق طارق نے مکہ میں اور اخلاق حسنہ کا سبق مدینہ میں پایا تھا۔ بالآخر اپنی قوم سمیت مسلمان ہو گیا تھا۔

واختك واخاك وادناك ادناك) زادالمعاد ص۵۰ بحوالہ بیہقی عن جامع بن شداد)

ترجمہ:..... لوگو! خیرات دیا کرو۔ خیرات کا دیا تمہارے لیے بہتر ہے، اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ ماں کو، باپ کو، بہن کو، بھائی کو، پھر قریبی کو اور دوسرے قریبی کو دو۔

وفد نجیب:..... قبیلہ نجیب کے تیرہ شخص حاضر ہوئے تھے۔ یہ اپنی قوم کے مال و مویشی کی زکوٰۃ لے آئے تھے۔ رسول ﷺ نے فرمایا کہ اسے واپس لے جاؤ اور اپنے قبیلے کے فقراء پر تقسیم کردو۔ انہوں نے عرض کی:

یارسول اللہ! فقراء کو دے کر جو بچ رہا ہے، ہم وہی لے کر آئے ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان سے بہتر کوئی وفد اب تک نہیں آیا۔ رسول ﷺ نے فرمایا: ہدایت خدائے عزوجل کے ہاتھ میں ہے، خدا جس کی بہبود چاہتا ہے اس کے سینہ کو ایمان کے لیے کھول دیتا ہے۔ ان لوگوں نے رسول ﷺ سے چند باتوں کا سوال کیا، آنحضرت ﷺ نے ان کو جوابات لکھوا دیے تھے۔[1] یہ لوگ قرآن مجید اور سنن ہدی کے سیکھنے میں بہت ہی راغب تھے اس لیے نبی ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو ان کی تواضع کے لیے خاص طور پر معین کر دیا تھا۔

یہ لوگ واپسی کی اجازت کے لیے بہت ہی اضطراب ظاہر کرتے تھے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ تم یہاں سے جانے کے لیے کیوں گھبراتے ہو؟ کہا: دل میں یہ جوش ہے کہ رسول ﷺ کے دیدار سے جو انوار ہم نے حاصل کیے۔ نبی اللہ کی گفتار سے جو فیض ہم نے پائے اور جو برکات اور فوائد ہم کو یہاں آ کر حاصل ہوئے، ان سب کی اطلاع اپنی قوم کو جلد پہنچائیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو عطیات سے سرفراز کیا اور رخصت فرمایا تو پوچھا: کوئی شخص تم میں سے باقی بھی رہا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں ایک نوجوان لڑکا ہے، جسے اسباب کے پاس ہم نے چھوڑ دیا ہے۔ فرمایا: اسے بھی بھیج دینا۔ وہ حاضر ہوا تو اس نے کہا: یارسول اللہ! حضور نے میری قوم کے لوگوں پر لطف و رحمت کی ہے۔ مجھے بھی کچھ مرحمت فرمائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تم کیا چاہتے ہو؟ کہا: یارسول اللہ! میرا مدعا اپنی قوم کے مدعا سے الگ ہے، اگرچہ میں جانتا ہوں کہ وہ یہاں اسلام کی محبت سے آئے ہیں اور صدقات کا مال بھی لائے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تم کیا چاہتے ہو؟

التماس دعا:..... کہا: میں اپنے گھر سے صرف اس لیے آیا تھا کہ حضور میرے لیے دعا فرمائیں کہ خدا مجھے بخش دے۔ مجھ پر رحم کرے اور میرے دل کو غنی بنا دے۔ نبی ﷺ نے اس کے لیے یہی دعا فرما دی۔

۱۰ھ ہجری کو جب نبی ﷺ نے حج کیا تو اس قبیلہ کے لوگ پھر حضور سے ملے۔ نبی ﷺ نے پوچھا: اس نوجوان کی کیا خبر ہے؟ لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! اس جیسا شخص کبھی دیکھنے ہی میں نہیں آیا اور اس جیسا قانع کوئی سنا ہی نہیں گیا، اگر دنیا بھر کی دولت اس کے سامنے تقسیم ہو رہی ہو تو وہ نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔[2]

وفد بنی سعد ہذیم

یہ قبیلہ ایک شاخ قضاعہ کی تھا، جس وقت یہ مسجد نبوی میں پہنچے تو دیکھا کہ نبی ﷺ ایک جنازہ کی نماز پڑھا رہے

---

[1] جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ احادیث رسول آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں قلم بند نہیں کی گئیں وہ اس واقعہ پر زیادہ غور کریں۔

[2] زادالمعاد صفحہ ۵۰۴ جلد اول۔ جو لوگ تبلیغ اسلام کی خدمت اپنے ذمہ لیتے ہیں، انہیں اس نوجوان کے نمونہ پر عمل کرنا چاہیے

تھے انہوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پیشتر ہم کو کوئی کام بھی نہیں کرنا چاہیے۔ اس لیے ایک طرف ہو کر الگ بیٹھے رہے۔ جب آنحضرت ﷺ ادھر سے فارغ ہوئے، ان کو بلایا۔ پوچھا: کیا تم مسلمان ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں! فرمایا: تم اپنے بھائی کے لیے دعا میں کیوں شامل نہ ہوئے۔

آدمی اسلام لاتے ہی مسلمان ہو جاتا ہے

عرض کیا: ہم سمجھتے تھے کہ بیعت رسول اللہ ﷺ سے پہلے ہم کوئی کام بھی کرنے کے مجاز نہیں۔ فرمایا۔ جس وقت تم نے اسلام قبول کیا اسی وقت سے تم مسلمان ہو گئے ہو۔ اتنے میں وہ مسلمان بھی آ پہنچا جسے یہ لوگ اپنی سواریوں کے پاس بٹھا آئے تھے، وفد نے کہا: یارسول اللہ! یہ ہم سے چھوٹا ہے اور اسی لیے ہمارا خادم ہے۔ فرمایا ہاں!

اَصْغَرُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ چھوٹا اپنے بزرگوں کا خادم ہوتا ہے"۔ (خدا اسے برکت دے)۔

اس دعا کی یہ برکت ہوئی کہ وہی قوم کا امام اور قرآن مجید کا قوم میں سب سے اچھا جاننے والا ہو گیا۔ جب یہ وفد لوٹ کر وطن گیا تو تمام قبیلہ میں اسلام پھیل گیا۔ (زاد المعاد: ۵۰۵)

وفد بنی اسد: ..... یہ دس شخص تھے۔ جن میں وابصہ بن معبد اور طلحہ بن خویلد بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ اصحاب کے ساتھ اندر مسجد میں تشریف فرما تھے، ان میں سے ایک نے کہا: یارسول اللہ! ہم شہادت دیتے ہیں کہ خدا اکیلا ہے، لاشریک ہے اور آپ اس کے بندے اور رسول ﷺ ہیں۔ دیکھیے یارسول اللہ! ہم از خود حاضر ہو گئے ہیں اور آپ نے تو ہمارے پاس کوئی آدمی بھی نہ بھیجا۔ اس پر اس آیت کا نزول ہوا:

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (سورۂ حجرات)

ترجمہ: ..... یہ لوگ آپ پر احسان جتاتے ہیں کہ اسلام لے آئے ہیں کہہ دو کہ اپنے اسلام کا مجھ پر احسان نہ جتاؤ۔ بلکہ خدا تم پر اس بات کا احسان جتاتا ہے کہ اس نے تم کو اسلام کی ہدایت کی۔ اگر تم اس دعوی میں سچے بھی ہو۔

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی منت شناس زو کہ بخدمت بداشتت

پھر ان لوگوں نے سوال کیا کہ جانوروں کی بولیوں اور شگونوں وغیرہ سے فال لینا کیسا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ان سب سے انہیں منع فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایک بات باقی رہ گئی ہے، یعنی خط کشی (رمل) اس کی بابت کیا ارشاد ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اسے ایک نبی نے لوگوں کو سکھایا تھا، جس کسی کو صحت سے وہ علم مل گیا۔ بے شک وہ تو علم ہے۔

وفد بہراء: ..... یہ لوگ مدینے میں آئے۔ مقداد رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے آ کر اونٹ بٹھائے، مقداد رضی اللہ عنہ نے گھر والوں سے کہا کہ ان کے لیے کچھ کھانا تیار کرو اور خود ان کے پاس گئے اور خوش آمدید کہہ کر اپنے گھر لے آئے۔ ان کے سامنے "حیش" رکھا گیا، "حیش" ایک کھانا ہے جو کھجور اور ستو ملا کر گھی میں تیار کیا جاتا ہے۔

طعام میں برکت: ..... اسی کھانے میں سے کچھ نبی ﷺ کے لیے بھی مقداد رضی اللہ عنہ نے بھیجا۔ نبی ﷺ نے کچھ کھا

کر وہ برتن واپس فرما دیا۔ اب مقداد رضی اللہ عنہ [1] دونوں وقت وہی پیالہ ان مہمانوں کے سامنے رکھ دیتے۔ وہ مزے لے لے کر کھایا کرتے، خوب کھایا کرتے مگر کھانا کم نہ ہوا کرتا تھا۔ ان لوگوں کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی، آخر ایک روز اپنے میزبان سے پوچھا! مقداد! ہم نے تو سنا تھا کہ مدینہ والوں کی خوراک ستو جو، وغیرہ ہیں تم تو ہمیں ہر وقت وہ کھانا کھلاتے ہو، جو ہمارے ہاں بہت عمدہ سمجھا جاتا ہے اور جو ہر روز ہم کو میسر بھی نہیں آ سکتا اور پھر ایسا لذیذ کہ ہم نے کبھی ایسا کھایا بھی نہیں۔ مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا: صاحبو! یہ سب کچھ آنحضرت ﷺ کی برکت ہے کیونکہ اسے آنحضرت ﷺ کی انگشت ہائے مبارک لگ چکی ہیں۔ یہ سنتے ہی سب نے باتفاق کہا اور اپنا ایمان تازہ کیا کہ بے شک! وہ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ لوگ مدینہ میں کچھ عرصہ ٹھہرے، قرآن اور احکام سیکھے اور واپس چلے گئے۔

وفد عذرہ کا بیان:..... بماہ صفر ۹ھ یہ وفد حاضر ہوا تھا۔ ۱۹ شخص اس میں تھے، ان میں حمزہ بن نعمان بھی تھا۔ نبی ﷺ نے پوچھا: تم کون ہو؟ انہوں نے کہا: ہم بنی عذرہ ہیں اور قصی کے (ماں کی طرف سے) بھائی ہیں، ہمیں نے قصی کو ترقی دلائی اور خزاعہ و بنی بکر کو مکہ سے نکالا تھا اس لیے ہم کو قرابت بھی حاصل ہے اور نسب بھی۔ آنحضرت ﷺ نے مرحبا و خوش آمدید فرمایا اور یہ بھی بشارت سنائی کہ عنقریب شام فتح ہو جائے گا، ہرقل ان کے علاقہ سے بھاگ جائے گا"۔ پھر آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ کاہنوں سے جا کر سوال نہ کیا کریں اور جو قربانیاں وہ کیا کرتے ہیں، آئندہ نہ کریں۔ اب صرف عیدالاضحیٰ کی قربانی رہ گئی۔ یہ لوگ کچھ دن مدینہ طیبہ میں رہے اور پھر انعام و جائزہ سے مشرف ہو کر رخصت ہوئے۔ (زادالمعاد: ۵۰۶)

وفد خولان:..... یہ دس شخص تھے جو بماہ شعبان ۱۰ھ میں خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے تھے۔ انہوں نے آ کر عرض کیا کہ ہم اپنی قوم کے پسماندوں کی جانب سے وکیل ہو کر آئے ہیں۔ خدا اور رسول ﷺ پر ہمارا ایمان ہے۔ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں لمبا سفر طے کر کے آئے ہیں اور ہم اقرار کرتے ہیں کہ خدا اور رسول ﷺ کا ہم پر احسان ہے۔ یہاں محض زیارت کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من زارنی بالمدینة کان فی جواری یوم القیمة

ترجمہ:..... جس نے مدینہ میں آ کر میری زیارت کی۔ وہ قیامت کے دن میرا ہمسایہ ہوگا۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: عم انس کا کیا ہوا؟ (یہ ایک بت کا نام ہے۔ جو اس قوم کا معبود تھا) وفد نے عرض کیا: ہزار شکر ہے کہ اللہ نے حضور ﷺ کی تعلیم کو ہمارے لیے اس کا بدل بنا دیا ہے۔ بعض بعض بوڑھے اور بوڑھی عورتیں رہ گئی ہیں جو اس کی پوجا کیے جاتی ہیں۔ اب ان شاء اللہ ہم اسے جا کر گرا دیں گے۔ ہم مدتوں دھوکے اور فتنے میں رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی دن کا واقعہ تو سناؤ۔ وفد نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایک دفعہ ہم نے سو نر گاؤ جمع کیے اور وہ سب کے سب ایک ہی دن عم انس کے لیے قربان کیے گئے اور درندوں کے لیے چھوڑ دیے گئے حالانکہ ہم کو گوشت اور جانوروں کی بہت زیادہ ضرورت تھی۔ انہوں نے یہ بھی عرض کیا کہ

---

[1] مقداد بن عمرو بن ثعلبہ قوم کندہ سے ہیں بوجہ تبنیت قرشی الزہری کہلاتے تھے۔ نجباء رسول اور فضلاء صحابہ میں سے ہیں۔ ۳۵ میں بعمر ۷۰ سال وفات پائی، مدینہ میں دفن ہوئے۔

چوپایوں اور زراعت میں سے عم انس کا حصہ برابر نکالا جاتا تھا۔ جب کوئی زراعت کرتا تو اس کا وسطی حصہ عم انس کے لیے مقرر کرتا اور ایک کنارے کا خدا کے نام مقرر کر دیتا۔ اگر کھیتی کو ہوا مار جاتی تو خدا کا حصہ تو عم انس کے نام کر دیتے۔ مگر عم انس کا حصہ خدا کے نام پر نہ کرتے۔

رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرائض دین سکھائے اور خصوصیت سے ان باتوں کی نصیحت فرمائی۔

نبی ﷺ کی تعلیم کا نمونہ (چند نصیحتیں)

① ..... عہد کو پورا کرنا۔ ② ..... امانت کا ادا کرنا۔ ③ ..... ہمسایہ لوگوں سے اچھا برتاؤ کرنا۔

④ ..... کسی ایک شخص پر بھی ظلم نہ کرنا، یہ بھی فرمایا کہ ظلم قیامت کے دن تاریکی میں ہوگا۔

وفد محارب: ..... یہ دس شخص تھے، جو قوم کے وکیل ہو کر ۱۰ھ میں آئے تھے۔ بلال رضی اللہ عنہ ان کی مہمانی کے لیے مامور تھے۔ صبح و شام کا کھانا وہی لایا کرتے تھے، ایک روز ظہر سے عصر تک کا پورا وقت نبی ﷺ نے انہیں کو دیا۔

ان میں سے ایک شخص کو نبی ﷺ نے غور سے دیکھنا شروع کیا۔ پھر فرمایا کہ میں نے تم کو پہلے بھی دیکھا ہے۔

یہ شخص بولا: خدا کی قسم! ہاں، حضور ﷺ نے مجھے دیکھا بھی تھا اور مجھ سے بات بھی کی تھی اور میں نے بدترین کلام سے حضور کو جواب دیا اور بہت بری طرح حضور کے کلام کو رد کیا تھا، یہ بازار عکاظ کا ذکر ہے۔ جہاں حضور لوگوں کو سمجھاتے پھرتے تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ہاں ٹھیک ہے۔ اس شخص نے کہا: یا رسول اللہ! اس روز میرے دوستوں میں مجھ سے بڑھ کر کوئی بھی حضور ﷺ کی مخالفت کرنے والا اور اسلام سے دور دور رہنے والا نہ تھا۔ وہ سب تو اپنے آبائی مذہب ہی پر مر گئے۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے آج تک باقی رکھا اور حضور ﷺ پر ایمان لانا مجھے نصیب ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب کے دل خدائے عزوجل کے ہاتھ میں ہیں۔ اس شخص نے کہا: یا رسول اللہ! میری پہلی حالت کے لیے معافی کی دعا فرمایئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام ان سب باتوں کو مٹا دیتا ہے جو کفر میں ہوئی ہوں۔ (زاد المعاد: ۵۰۹)

وفد غسان کا حال (رمضان ۱۰ھ)

قبیلہ غسان کے تین شخص ۱۰ھ میں نبی ﷺ کی خدمت میں آئے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی قوم کی ہدایت کا ارادہ کر کے واپس گئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اشاعت اسلام میں کامیابی نہ ہوئی، ان میں سے دو پہلے وفات پا چکے تھے اور ایک اس وقت تک زندہ رہا، جب حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے شام کو فتح کیا تھا (زاد المعاد: ۵۰۹)

وفد بنی الحارث

یہ وفد شوال ۱۰ھ میں نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوا تھا۔ ان کے علاقہ میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اشاعت اسلام کے لیے بھیجا گیا تھا۔ ان کی تعلیم سے لوگ مسلمان ہو گئے تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی خدمت میں اطلاع بھیج دی اور خود ان کی تعلیم کے لیے وہاں ٹھہر گئے۔ نبی ﷺ نے لکھ بھیجا کہ تم واپس آ جاؤ اور اس قوم کے چند سرکردہ لوگوں کو بھی ساتھ لاؤ، اسی وفد میں قیس بن الحصین اور عبداللہ بن فراد وغیرہ تھے۔ نبی ﷺ

نے ان سے دریافت فرمایا۔ کیا وجہ ہے کہ جاہلیت میں جس کسی نے تم سے جنگ کی وہ مغلوب ہی ہوا۔

مغلوب نہ ہونے کی باتیں

انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم خود کسی پر چڑھ کر نہیں جاتے جب لڑائی کے لیے جمع ہو جاتے ہیں تو پھر متفرق نہیں ہوتے۔ اپنی طرف سے ظلم کی ابتدا نہیں کرتے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: سچ ہے، یہی وجہ ہے۔ (زادالمعاد: ۱/۵۰۹)

وفد بنی عبس کا حال (ہجرت کی بابت فیصلہ)

یہ وفد انتقال مبارک سے چار ماہ پیشتر آیا تھا۔ یہ علاقہ نجران کے باشندے تھے، یہ لوگ مسلمان ہو کر آئے تھے۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم نے منادان اسلام سے سنا ہے کہ حضور ﷺ یہ ارشاد فرماتے ہیں:

لا اسلام لمن لا هجرة له "کہ ہجرت کے بغیر اسلام نہیں"

ہمارے پاس زر و مال بھی ہے اور مویشی بھی، جن پر ہماری گزران ہے، پس اگر ہجرت کے بغیر ہمارا اسلام ہی ٹھیک نہیں، تو مال و متاع ہمارے کیا کام آئیں گے اور مویشی ہمیں کیا فائدہ دیں گے۔ بہتر ہے کہ ہم سب کچھ فروخت کر کے سب خدمت عالی میں حاضر ہو جائیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

اتقوا الله حيث كنتم فلن يلتكم من اعمالكم شيئا (زادالمعاد: ج۱، ص۵۱۱)

ترجمہ:..... تم جہاں آباد ہو، وہیں رہ کر خدا ترسی کو اپنا شیوہ بنائے رکھو۔ تمہارے اعمال میں ذرا بھی کمی نہیں آنے کی۔

اس جواب میں نبی ﷺ نے یہ بتا دیا ہے کہ سب مسلمانوں کو مرکز اسلام میں جمع ہو کر اسلامی رقبہ کو محدود و تنگ کر لینا مناسب نہیں۔ مسلمانوں کو مختلف و دور دست ملکوں میں پہنچنا اور اسلام کی دعوت کو پہنچانا چاہیے۔ جو لوگ اب ترک وطن کر کے اسلامی ملکوں میں جا بسنے کو بہتر سمجھتے ہیں، انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ ایسا کرنا آنحضرت ﷺ کی تعلیم کے خلاف ہے اور صوابدید مذہب کے بھی خلاف ہے۔

وفدِ غامد کا بیان

یہ وفد ۱۰ھ میں آیا تھا، اس میں دس آدمی تھے، یہ مدینہ سے باہر آ کر اترے ایک لڑکے کو بٹھا کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی ﷺ نے پوچھا کہ تم اسباب کے پاس کسے چھوڑ آئے ہو۔ لوگوں نے کہا: ایک لڑکے کو۔ فرمایا: تمہارے بعد وہ سو گیا، ایک شخص آیا، خورجی چرا کر لے گیا۔ ایک شخص بولا: یا رسول اللہ! خورجی تو میری تھی۔ فرمایا: گھبراؤ نہیں۔ وہ لڑکا اٹھا، چور کے پیچھے پیچھے بھاگا، اسے جا پکڑا، سب اسباب صحیح سالم مل گیا ہے۔ یہ لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت سے جب واپس پہنچے تو لڑکے سے معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی طرح اس کے ساتھ ماجرا ہوا تھا۔ یہ لوگ اسی امر پر مسلمان ہو گئے۔ نبی ﷺ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا کہ انہیں قرآن یاد کرائیں اور شرائع اسلام سکھائیں، جب وہ واپس جانے لگے تو انہیں شرائع اسلام ایک کاغذ پر لکھوا کر دے دیے گئے۔ (زادالمعاد: ۵۱۲)

وفد بنی فزارہ:..... جب رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس آئے تو بنی فزارہ کا ایک وفد جس میں دس پندرہ آدمی شامل تھے۔ خدمت مبارک میں حاضر ہوا۔ ان کو اسلام کا اقرار تھا۔ ان کی سواری میں لاغر، کمزور اونٹ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ تمہاری بستیوں کا کیا حال ہے۔ ایک نے عرض کیا: یارسول اللہ! بستیوں میں قحط ہے،

مویشی مر گئے۔ باغ خشک ہو گئے، بال بچے بھوکے مر رہے ہیں، آپ خدا سے دعا کریں کہ ہماری فریاد سنے، آپ ہماری سفارش خدا سے کریں، خدا ہماری سفارش آپ سے کرے۔

خدا کسی کی شفاعت نہیں کرتا:..... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خدا ان باتوں سے پاک ہے، خرابی ہو تیرے لیے۔ بھلا میں تو خدا کے پاس شفاعت کروں گا، لیکن خدا کس کے پاس شفاعت کرے۔ وہ معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ سب سے بزرگ تر ہے۔ آسمانوں اور زمین پر اسی کا حکم ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ان کی قوم میں بارش کے لیے دعا فرمائی۔ جو الفاظ محفوظ ہیں، وہ یہ ہیں:

أللهم اسق عبادك و بهائمك وانشر رحمتك و أحى بلادك الميت اللهم اسقنا غيثا مغيثا مريعا طبقا واسعا عاجلا غيرآجل، نافعا غيرضار، اللهم أسقنا رحمة لاسقيا عذاب ولا هدم ولاغرق ولامحق.اللهم اسقنا الغيث وانصرنا على الاعداء۔

ترجمہ:..... اے خدا اپنے بندوں اور جانوروں کو سیراب کر، اپنی رحمت کو پھیلا دے اور اپنی مردہ بستیوں کو زندہ کر دے۔ الٰہی! ہم پر فریاد رس بارش جو راحت رساں، آرام بخش ہو، جلد آئے، دیر نہ لگائے، نفع پہنچائے، ضرر نہ کرے، سیراب کر دے، الٰہی ہم کو رحمت سے سیراب کر دے، نہ عذاب و ہدم و غرق و محق سے بھر دے الٰہی بارش باراں سے ہیں، سیراب کر دے اور دشمنوں پر ہم کو نصرت عطا فرما۔ (زاد المعاد: ۵۰۵)

وفد سلامان (شوال ۱۰ھ)

یہ سترہ شخص تھے۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے تھے، انہی میں حبیب بن عمرو تھا۔ انہوں نے سوال کیا تھا کہ سب اعمال سے افضل کیا چیز ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وقت پر نماز پڑھنا''۔ ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے ہاں بارش نہیں ہوئی۔ دعا فرمایئے! رسول اللہ ﷺ نے زبان سے فرمایا:

أللهم اسقهم الغيث فى دارهم

حضرت حبیب نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان مبارک ہاتھوں کو اٹھا کر دعا فرمایئے، نبی ﷺ مسکرائے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کر دی۔ جب یہ وفد اپنے وطن لوٹ کر گیا تو معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی روز بارش ہوئی تھی۔ جس دن نبی ﷺ نے دعا فرمائی تھی۔ (زاد المعاد: ۱/ ۵۱۱)

وفد نجران:..... ان جملہ روایات پر جو وفد نجران کے عنوان کی تحت میں دو ادین احادیث میں پائی جاتی ہیں۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیان نجران کے معتمد دو دفعہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، اس لیے اسی ترتیب سے ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ابو عبداللہ حاکم کی روایت عن یونس بن بکیر میں ہے کہ نبی ﷺ نے اہل نجران کو دعوت اسلام کا خط تحریر فرمایا تھا۔ جب اسقف نے اس خط کو پڑھا تو اس کے بدن پر لرزہ پڑ گیا اور وہ کانپ اٹھا، اس نے فوراً شرجیل بن دواعہ کو بلایا، یہ قبیلہ ہمدان کا شخص تھا۔ کوئی بڑا کام بغیر اس کی رائے کے حاکم یا مشیر یا پادری طے نہیں کیا کرتے تھے۔ اسقف نے اسے خط دیا اور اس نے پڑھ لیا، تو اسقف بولا: ابو مریم! فرمایئے، آپ کی کیا رائے ہے۔ شرجیل نے کہا: صاحب! یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ خدا نے ابراہیم علیہ السلام سے یہ وعدہ کر رکھا

ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل [1] میں نبوت بھی ہوگی۔ ممکن ہے کہ یہ وہی شخص ہو، لیکن نبوت کے متعلق میری کیا رائے ہو سکتی ہے۔ کوئی دنیوی بات ہوتی تو میں اس پر پورا غور کر سکتا اور اپنی رائے عرض کر سکتا تھا۔ اسقف نے کہا: ''اچھا بیٹھ جایئے''۔ اسقف نے پھر ایک دوسرے شخص کو جس کا نام عبداللہ بن شرجیل تھا اور قوم حمیر سے تھا۔ بلایا اور نامہ نبویؐ دکھا کر اس کی رائے دریافت کی، اس نے شرجیل کا سا جواب دیا۔ اسقف نے پھر ایک تیسرے شخص حبار بن قیص کو بلایا۔ یہ بنوالحارث بن کعب میں سے تھا۔ نامہ دکھایا اور رائے دریافت کی۔ اس نے بھی ان دونوں کا سا جواب دیا۔ جب اسقف نے دیکھا کہ ان میں سے کوئی بھی جواب نہیں دیتا۔ تو اس نے حکم دیا کہ گھنٹے بجائے جائیں اور ٹاٹ کے پردے گرجے پر لٹکائے جائیں۔ ان کا دستور تھا کہ اگر کوئی مہم عظیم درپیش ہوتی تو لوگوں کے بلانے کا طریق دن کے لیے یہ تھا کہ گھنٹے بجاتے اور ٹاٹ کے پردے گرجے پر لٹکا دیتے اور رات کے لیے یہ تھا کہ گھنٹے بجاتے اور پہاڑی پر آگ روشن کر دیتے۔ اس گرجے کے متعلق تہتر گاؤں تھے۔ جن میں ایک لاکھ سے زیادہ جنگجو مردوں کی آبادی تھی۔ وادی کے بالائی اور نشیبی حصہ کا طول ایک اسپ سوار کے ایک دن کی راہ تھا۔ جب کل علاقہ کے یہ لوگ (سب کے سب عیسائی تھے) جمع ہو گئے تو اسقف سے وہ نامہ مبارک سب کو سنایا اور رائے دریافت کی۔ مشورہ کے بعد قرارداد یہ ہوئی کہ شرجیل اور عبداللہ اور حبار کو نبی ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا جائے۔ وہ وہاں کے سب حالات معلوم کر کے مفصل بتائیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت:..... یہ لوگ مدینہ پہنچے اور چند روز نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر رہے۔ انہی نے نبی ﷺ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت کے متعلق گفتگو بھی کی، اسی گفتگو پر ان آیات کا نزول ہوا[2]

---

[1] اولاد اسمٰعیل میں نبوت ہونے کی بابت بائبل کی کتابوں میں بہت سے حوالے ملتے ہیں اول یہ کہ اسحٰق اور اسمٰعیل علیہ السلام سے خدا نے برابر کے وعدے کیے تھے۔ دوم یہ کہ عرب میں پیدا ہونے والے نبی کے نشانات اور علامات کی پیش گوئیاں بہت سے انبیاء نے کی ہیں اور چونکہ عرب میں صرف اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد ہی آباد ہوئی تھی۔ اس لیے ان پیش گوئیوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نبی موعود اسمٰعیلی ہوگا۔
سوم موسیٰ علیہ السلام کی بیان کردہ پیش گوئی اس بارے میں بہت واضح ہے۔ درس ۱۸ میں... ان کے لیے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا'' کتاب استثناء باب ۱۸۔ یہ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسمٰعیل ہیں اور موسیٰ جیسا نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں۔ جو موسیٰ کی طرح صاحب کتاب، صاحب شریعت، صاحب جہاد، مہاجر و غازی ہیں اور منہ میں کلام سے مطلب وحی کے اصل الفاظ کا محفوظ رہنا ہے، یہ خصوصیت صرف قرآن مجید ہی کی ہے، بائبل کے مجموعہ میں سے کسی کتاب کو یہ درجہ حاصل نہیں کہ اس کے الفاظ بھی اصلی محفوظ رہے ہوں۔ اس پیش گوئی کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کی دوسری پیش گوئی بھی پڑھو'' خداوند سینا سے نکلا اور سعیر سے چمکا اور فاران کے پہاڑ سے ظاہر ہوا۔ اس کے ہاتھ میں شریعت روشن ہے۔ ملائکہ کے لشکر کے ساتھ آیا ہے''۔ اس میں فاران کا پتہ درج ہے جو مکہ کے پہاڑ کا نام ہے۔ شرجیل نے انہی حوالہ جات کا خیال کر کے مندرجہ بالا فقرہ استعمال کیا تھا۔

[2] عیسائیوں کی تعلیم اور مقولہ ہے کہ تثلیث کو بلا دلیل مان لینا چاہیے۔ قرآن کریم نے اول دلیل دی کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تو اس سے وہ خدا یا فرزند خدا نہیں ہو سکتے، دیکھو! آدم بغیر باپ اور ماں کے پیدا ہوئے تھے چونکہ یہ یقین تھا کہ دلیل کارگر نہ ہوگی، اس لیے بحث کے لیے ایک اچھوتا پہلو نکالا یعنی خدا سے دعا مانگنا اور جھوٹے پر لعنت برسانا یہ ظاہر ہے کہ اگر مسیح علیہ السلام خدا یا ابن خدا ہیں تو ایسے لوگوں کی ضرور حمایت کریں گے، جو ان کا اصل درجہ دنیا پر ظاہر کر رہے ہیں لیکن اگر یہ غلط ہے تو خدا خود فیصلہ فرمائے گا۔ آنحضرت ﷺ نے یہ مباہلہ صرف توحید کے اثبات اور استحکام کے لیے نکالا ہے، جب باب استدلال بند ہو، یہ لازم نہیں کہ ذرا ذرا سے اختلافات کو ہم مباہلہ سے طے کرانے کے خواہش مند ہوں۔

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٥٩﴾ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿٦٠﴾ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ﴿٦١﴾ (سورہ آل عمران)

ترجمہ:..... عیسیٰ کی مثال خدا کے نزدیک آدم کی سی ہے، خدا نے اسے مٹی سے بنایا پھر فرمایا کہ (انسان زندہ) بن جا وہ زندہ ہوگیا۔ سچی بات تیرے پروردگار کی جانب سے یہی ہے اب تم اسی رسی کو لمبا کھینچنے والوں میں نہ رہو اور جو کوئی تم سے اس علم کے بعد جھگڑا کرے اسے کہ دو کہ ہم اپنی اولاد کو بلاتے ہیں تم اپنی اولاد کو بلاؤ، اسی طرح ہماری عورتیں اور تمہاری عورتیں ہم خود بھی اور تم خود بھی جمع ہوں، پھر خدا کی طرف متوجہ ہوں اور خدا کی لعنت جھوٹے پر ڈالیں۔

ان آیات کے نزول پر نبی ﷺ نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو بھی بلایا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی باپ کی پس پشت آ کر کھڑی ہوگئیں۔[1] ان عیسائیوں نے علیحدہ ہو کر بات چیت کی۔ شرجیل نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس شخص کے متعلق کوئی رائے قائم کرنا آسان نہیں ہے۔ دیکھو تمام وادی کے لوگ اکٹھے ہوئے، تب انہوں نے ہم کو بھیجا تھا۔

''میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ بادشاہ ہے، تب بھی اس سے مباہلہ کرنا ٹھیک نہ ہوگا کیونکہ تمام عرب میں سے ہم ہی اس کی نگاہ میں کھٹکتے رہیں گے اور اگر یہ نبی ﷺ مرسل ہے، تب تو اس کی لعنت کے بعد ہمارا پرکاہ بھی زمین پر باقی نہ رہے گا۔ اس لیے میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ ہم اس کی ماتحتی قبول کریں اور رقم جزیہ کا فیصلہ بھی اس کی رائے پر چھوڑ دیں کیونکہ جہاں تک میں نے سمجھا ہے، یہ سخت مزاج نہیں ہے۔ دونوں ساتھیوں نے اتفاق کیا اور انہوں نے جا کر عرض کر دیا کہ مباہلہ سے بہتر ہمارے لیے یہ ہے کہ جو کچھ حضور ﷺ کے خیال میں کل صبح تک ہمارے لیے بہتر معلوم ہو، وہ ہم پر مقرر کر دیا جائے۔'' اگلے روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان پر جزیہ مقرر کر دیا اور ایک معاہدہ جسے مغیرہ صحابی نے لکھا تھا اور ابوسفیان بن حرب، غیلان بن عمرو، مالک عوف، اقرع بن حابس رضی اللہ عنہم کی شہادات اس پر ثبت تھیں، انہیں مرحمت فرمایا۔ معاہدہ کا ایک فقرہ خاص طور پر ناظرین کے لیے ملاحظہ طلب ہے کہ آنحضرت ﷺ عیسائیوں کو کیسی فیاضی سے مراعات و حقوق مرحمت فرماتے تھے:

لنجران جوار اللّٰہ و ذمة محمد النبی علی انفسهم و ملتهم و ارضهم و اموالهم و غائبهم و شاهدهم و عشیرتهم و تبعهم وان لا یغیر لما کانوا علیه ولا یغیر حق من حقوقهم ولا ملتهم ولا یغیر کلما تحت ایدیهم من قلیل او کثیر ولیس علیهم ریبة ولا دم جاهلیة ولا یحشرون ولا یعشرون ولا یطاء ارضهم الجیش.....الخ۔

ترجمہ:..... نجران والوں کو خدا اور محمد کی حفاظت حاصل ہوگی جان اور مذہب اور زمین اور جائیداد کے متعلق۔ ان سب کو جو حاضر یا غائب ہیں، صاحب قبیلہ ہیں یا اتباع کرنے والے ہیں ان کی حالت میں اور حقوق میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا اور جو کچھ کم یا زیادہ ان کے قبضہ میں ہے، اسے نہ بدلا جائے گا۔ پچھلے زمانہ کی شبہات یا قتل کے تنازعات کے باعث ان پر مقدمات نہ چلائے جائیں گے۔ وہ بیگار میں نہ پکڑے جائیں گے۔ ان سے دہ یکی نہ لی جائے گی، ان کے علاقہ سے فوج نہ گزرے گی۔

---

[1] دیگر روایات میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی بھی درج ہے ان کے جمع کرنے سے مقصد عیسائیوں کو دکھا دینا تھا کہ ہم ابھی مباہلہ کو تیار ہیں، گو ان کے زن و فرزند اس وقت مدینہ میں نہ تھے۔

فرمان حاصل کر کے یہ لوگ نجران کو واپس چلے گئے۔ بشپ (اسقف) اور دیگر سر برآوردہ لوگوں نے ایک منزل آگے بڑھ کر ان سے ملاقات کی۔ ڈیپوٹیشن نے یہ فرمان اسقف کے سامنے پیش کر دیا۔ وہ چلتے چلتے ہی اس فرمان کو پڑھنے لگا۔ اس کا چچیرا بھائی بشر بن معاویہ جس کی کنیت ابوعلقمہ تھی، اس کے برابر تھا (وہ بھی اس تحریر کے معنی کی طرف اس قدر متوجہ ہوا کہ بے خیال ہو گیا) اور اونٹنی نے اسے زمین پر گرا دیا، اس نے گرتے ہی کہا: خرابی ہو اس شخص کی، جس نے ہم کو اس قدر تکلیف میں ڈالا ہے"۔ بشر نے یہ اشارہ نبی ﷺ کی طرف کیا تھا۔

اسقف نے بولا: دیکھ تو کیا کہتا ہے۔ بخدا وہ تو نبی مرسل ہے۔ بشر نے جواب دیا: بخدا! اب میں بھی ناقہ کا پالان اسی کے پاس جا کر اتاروں گا۔ یہ کہہ کر اس نے اپنا رخ بدل دیا اور مدینہ کو چل پڑا۔ اسقف نے اس کے پیچھے پیچھے ناقہ لگایا، چلا چلا کر کہتا تھا کہ میری بات تو سنو! میرا مطلب تو سمجھو میں نے یہ فقرہ اس لیے کہا تھا کہ ان قبائل میں مشتہر ہو جائے۔ تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ ہم نے اس سند کے حاصل کرنے میں کوئی حماقت کی ہے۔ یا فیاضی قبول کر لی ہے۔ حالانکہ دیگر قبائل نے اب تک اس کی فیاضی کو قبول نہیں کیا ہے اور ہماری طاقت اور شوکت اوروں سے بڑھ کر بھی ہے۔ بشر بولا: نہیں، نہیں، بخدا نہیں! اب میں نہیں رکنے کا۔ تیرے مغز سے ایسی غلط بات نکل ہی نہیں سکتی تھی۔

بشر نے یہ اشعار پڑھے اور مدینہ کو چلا آیا:

الیك نعد وقلقا وضینها معترضا فی بطنها حنینها

مخالفا دین النصاری دینها

یہ بشر تو خدمت نبوی میں پہنچ کر وہیں کا ہو رہا اور بالآخر درجہ شہارت پر فائز ہوا۔ اب اس ڈیپوٹیشن کا بقیہ حال سنو!

جب یہ لوگ نجران پہنچ گئے تو نجران کے گرجا میں رہنے والے ایک منک (راہب) نے بھی کسی سے یہ تمام داستان سن پائی کہ ایک نبی تہامہ میں پیدا ہوا ہے۔ اس کا خط آیا تھا۔ یہاں سے تین شخص اس کے پاس بھیجے گئے تھے وہ اس سے سند لے کر آئے تھے، اسقف وہ سند پڑھ رہا تھا۔ اس کا بھائی سواری سے گر گیا۔ اس نے نبی کو برا بھلا کہا: اسقف نے منع کیا اور بتایا کہ وہ سچا نبی ہے، اسے برا نہ کہو۔ وہ یہ سن کر مدینہ کو چلا گیا۔ اسقف نے بہتیرا روکا، نہ رکا۔

راہب نے جو گرجا کے بالائی حصہ پر (سالہا سال سے) رہا کرتا تھا، چیخنا شروع کر دیا کہ مجھے اتارو۔ ورنہ میں اوپر سے کود پڑوں گا۔ خواہ میری جان بھی جاتی رہے۔ یہ راہب بھی چند تحائف لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں روانہ ہو گیا۔ ایک پیالہ، ایک چادر اس نے بطور تحفہ پیش کی تھی۔ وہ چادر خلفاء عباسیہ کے عہد تک برابر محفوظ رہی تھی۔ راہب نے کچھ عرصہ تک مدینہ میں ٹھہر کر اسلامی تعلیم سے واقفیت حاصل کی اور پھر آنحضرت ﷺ سے اجازت لے کر اور واپس آنے کا وعدہ کر کے نجران چلا گیا تھا۔ مگر نبی ﷺ کی حیات طیبہ تک واپس نہ گیا تھا۔

اس ڈیپوٹیشن سے کچھ عرصہ کے بعد اسقف ابوالحارث جو گرجا کا امام تھا، قسطنطنیہ کے رومی بادشاہ جس کا نہایت ادب اور احترام کیا کرتے تھے اور عام لوگ اکثر کرامات وغیرہ جس کی ذات سے منسوب کیا کرتے تھے اور جو اپنے مذہب کا مجتہد شمار ہوتا تھا۔ نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچا، اس کے ساتھ ایہم نامی علاقہ کا جج اور حاکم بھی تھا، اسے سید کے لقب سے ملقب کرتے تھے اور عبدالمسیح الملقب عاقب بھی تھا، جو سارے علاقہ کا گورنر اور میر بھی تھا۔ باقی

۲۴ رمشہور سردار اور تھے۔ کل قافلہ ۶۰ رسواروں کا تھا۔ یہ عصر کے وقت مسجد نبوی ﷺ میں پہنچے تھے۔

وہ ان کی نماز کا وقت تھا (غالباً) اتوار کا دن ہوگا۔ نبی ﷺ نے ان کو اپنی مسجد میں نماز پڑھ لینے کی اجازت فرمادی تھی اور انہوں نے مسجد سے شرق کی جانب رخ کر کے نماز ادا کی تھی۔ بعض مسلمانوں نے انہیں مسجد نبوی میں عیسائی نماز پڑھنے سے روکنا چاہا تھا مگر آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو منع فرمادیا تھا۔ یہودی بھی انہیں دیکھنے آتے تھے اور کبھی کبھی مسئلہ پر گفتگو بھی ہو جایا کرتی تھی، ایک دفعہ نبی ﷺ کے سامنے یہودیوں نے بیان کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے اور ان عیسائیوں نے کہا کہ وہ عیسائی تھے۔ اس بحث پر قرآن مجید کی ان آیات کا نزول ہوا۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ حٰجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاۗجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (سورۂ آل عمران)

ترجمہ: ان سے کہو کہ اے کتاب والو! ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑا کرتے ہو، تورات اور انجیل تو اس کے بعد اتری ہیں، جن باتوں میں تمہارے پاس کچھ علم تھا۔ اس میں تو جھگڑتے ہی تھے۔ مگر جس بارے میں کچھ بھی علم نہیں اس میں جھگڑا کیوں کرتے ہو۔ (اس بارے میں) اللہ جانتا ہے اور تم علم نہیں رکھتے ابراہیم یہودی تھا نہ عیسائی تھا وہ تو پکا موحد تھا اور وہ مشرک بھی نہ تھا۔[1]

ساری خلقت میں ابراہیم علیہ السلام سے قریب تر وہ ہیں جنہوں نے اس کا اتباع کیا اور محمد ﷺ نبی اور ان پر ایمان رکھنے والے لوگ، خدا، مؤمنین کا دوست دار ہے"۔

نبی ﷺ کے لیے جائز نہیں

ایک دفعہ یہودیوں نے (مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں پر اعتراض کرنے کی غرض سے) کہا: محمد صاحب! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی عبادت کرنے لگیں جیسا کہ عیسائی عیسیٰ کی عبادت کیا کرتے ہیں۔

نجران کا ایک عیسائی بولا: ہاں! محمد صاحب! بتادیجیے، کیا آپ کا یہی ارادہ ہے اور اسی عقیدہ کی دعوت آپ دیتے ہیں۔

نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ کی پناہ! کہ میں اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت کروں یا کسی دوسرے کو غیر اللہ کی عبادت کا حکم دوں۔ خدا نے مجھے اس کام کے لیے نہیں بھیجا اور مجھے ایسا حکم بھی نہیں دیا۔ اس واقعہ پر قرآن مجید میں ان آیات کا نزول ہوا۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰۗىِٕكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا (سورۂ آل عمران)

ترجمہ: جس بشر کو خدا کتاب اور حکم اور نبوت عنایت کرے۔ یہ اس کے شایاں نہیں کہ وہ پھر لوگوں سے کہنے لگے کہ خدا کے سوا میرے بندے بن جاؤ۔ وہ تو یہی کہا کرتا ہے، کہ کتاب الٰہی کو سیکھ کر اور شریعت کا

---

[1] عرب کے مشرک جو بت پرستی کرتے تھے کہ ہمارا مذہب حضرت ابراہیم کے مذہب پر ہے۔ اس فقرہ میں مشرکین کا رد ہے

درس پا کر تم اللہ والے بن جاؤ۔ یہ نبی تو نہیں کہتا کہ فرشتوں کو یا نبیوں کو بھی رب بنالو۔

أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ○ (سورۃ آلِ عمران: آیت ۸۰)

ترجمہ:..... بھلا وہ کفر کے لیے کہہ سکتا ہے، تم لوگوں کو جو اسلام لا چکے ہو۔

محمد بن سہیلؒ کی روایت میں ہے کہ آل عمران کی شروع سے ۸۰ آیات تک کا نزول بھی اسی وفد کی موجودگی میں ہوا تھا جب یہ واپس جانے لگے تو آنحضرت ﷺ سے پھر ایک سند انہوں نے حاصل کی جس میں گرجاؤں اور پادریوں کی بابت زیادہ صراحت تھی۔ اس فرمان کی پوری نقل ذیل میں کی جاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم. من محمد النبی الی الاسقف ابی الحارث و اساقفة نجران وکهنتهم و رهبانهم و اهل بیتهم و رفیقهم و ملتهم و سواطبتهم و علی کل ماتحت ایدیهم من قلیل اوکثیر جوار اللہ و رسوله لایغیر سقف من سقفیة ولا راهب من رهبانیة ولا کهن من کهنانیة ولا یغیر حق من حقوقهم ولا سلطانهم ولا مماکانواعلیه علی ذٰلك جوار اللہ و رسوله ابدًا ما نصحوا واصلحوا علیهم غیر متقلبین بظالم ولا ظالمین (کتب المغیرة بن شعبة. فتوح البلدان بلاذری)

ترجمہ:..... اللہ کے نام سے جو رحمن اور رحیم ہے، یہ تحریر محمد نبی کی جانب سے ہے۔ اسقف ابوالحارث کے لیے نجران کے دیگر اسقفوں، کاہنوں، راہبوں، ان معتقدوں غلاموں، اس مذہب والوں، پولیس والوں کے متعلق اور ان کم یا زیادہ چیزوں کے متعلق جو ان کے ہاتھ میں ہیں، سب کو خدا اور رسول کی حفاظت حاصل ہوگی۔ گرجا کے چھوٹے بڑے عہدہ داروں میں سے کسی کو بدلا نہ جائے گا، کسی کے حق میں یا اختیارات میں مداخلت نہ کی جائے گی۔ ان کی موجودہ حالت میں تغیر نہ ہوگا۔ بشرطیکہ رعایا کے خیر خواہ اور خیر اندیش رہیں، نہ ظالم کا ساتھ دیں اور نہ خود ظلم کریں (تحریر کنندہ: مغیرہ بن شعبہ)

چلتے وقت انہوں نے درخواست کی کہ ایک امانت دار شخص کو ہمارے ساتھ بھیج دیا جائے، جسے جزیہ[1] ادا کر دیا کریں نبی ﷺ نے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ بھیج دیا اور فرمایا: یہ شخص میری امت کا امین ہے (زادالمعاد: ۴۹۵)

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے فیضان صحبت سے علاقہ میں اسلام پھیل گیا تھا۔

وفد نخع کا بیان:..... یہ نصف محرم ۱۱ ہجری میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا تھا۔ اس کے بعد کوئی وفد حاضر نہیں ہوا۔ یہ دوسو اشخاص تھے اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر آئے تھے۔ ان کو دارالضیافہ (مہمان خانہ) میں اتارا گیا تھا۔ ایک شخص ان میں زرارہ رضی اللہ عنہ بن عمرو تھا۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے راستہ میں

---

[1] لفظ جزیہ (جو ایرانی لفظ گزیہ کا معرب ہے اور اس لفظ کے ساتھ یہ رسم "جزیہ لگانے کی" بھی عرب میں ایران سے پہنچی تھی۔ جب عرب کا ایک حصہ قبل از اسلام ایران کے ماتحت تھا اور دربار ایران اس بارے میں رومن ایمپائر کے قانون پر عمل کرتا تھا۔ مگر اب جزیہ پر بہت سے اعتراضات کیے گئے اور مسلمانوں کی طرف سے بہت سے جوابات دیے گئے ہیں میں اس جگہ مختصر طور پر صرف ایک روایت کا حوالہ دوں گا، جس سے معلوم ہو جائے گا کہ اسلامی جزیہ کس اصول پر لگایا جاتا ہے اور کیوں کر جزیہ ادا کرنے والے مفتوحین کو فاتحین کے اعلیٰ حقوق حاصل ہو جاتے تھے۔ فقہ کی معتبر ترین کتاب میں ہے: "اگر وہ لوگ جن سے جزیہ لینا چاہیے، جزیہ ادا کرنا منظور کر لیں (الف) ان کی حفاظت اسی طور پر کرنا چاہیے جیسے مسلمانوں کی (ب) اور ان کے لیے وہی قواعد ہوں گے۔ جو مسلمانوں کے لیے ہیں کیوں کہ امیر المومنین علیؓ نے فرمایا ہے: کفار (غیر مسلم) جزیہ اس لیے ادا کرتے ہیں کہ ان کے خون کو مسلمانوں کے خون کی اور ان کے مال کو مسلمانوں کے مال کی حیثیت حاصل ہو جائے" ہدایہ مطبوعہ کلکتہ ص ۴۱۲۔ ہدایہ انگریزی ترجمہ چارلس ہملٹن جلد ۲ ص ۱۴۲۔

خواب دیکھے، جو عجیب تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: بیان کرو۔

ایک خواب اور اس کی تعبیر: ..... کہا: میں نے دیکھا ہے کہ ایک بکری نے بچہ دیا ہے جو سپید اور سیاہ رنگ کا ابلق ہے۔ نبی ﷺ نے پوچھا: کیا تمہاری عورت کے بچہ ہونے والا تھا۔ اس نے کہا: ہاں!۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس کے ہاں فرزند پیدا ہوا ہے، جو تیرا بیٹا ہے۔ زرارہ نے کہا: یا رسول اللہ! ابلق ہونے کے کیا معنی ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: قریب آؤ۔ پھر آہستہ سے پوچھا: کیا تیرے جسم پر برص کے داغ ہیں، جسے تم لوگوں سے چھپاتے رہے ہو۔ زرارہ نے کہا: قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آج تک میرے اس راز کی کسی کو اطلاع نہ تھی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: بچہ پر یہ اسی کا اثر ہے۔ زرارہ نے دوسرا خواب سنایا کہ میں نے نعمان بن منذر[1] کو دیکھا کہ گوشوارے، بازو بند، خلخال پہنے ہوئے ہے۔

دوسرا خواب اور اس کی تعبیر

نبی ﷺ نے فرمایا: اس کی تاویل ملک عرب ہے، جواب آسایش و آرایش حاصل کر رہا ہے۔

تیسرا خواب اور اس کی تعبیر: ..... زرارہؓ نے عرض کیا: میں نے دیکھا کہ ایک بڑھیا ہے، جس کے کچھ بال سفید، کچھ سیاہ ہیں اور زمین سے باہر نکلی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: یہ دنیا ہے، جس قدر باقی رہ گئی ہے۔

چوتھا خواب اور تعبیر

زرارہ نے عرض کیا: میں نے دیکھا کہ ایک آگ زمین سے نمودار ہوئی، میرے اور میرے بیٹے کے درمیان آ گئی اور وہ آگ کہہ رہی ہے: جھلسو، جھلسو! بینا ہو کہ نابینا ہو۔ لوگو! اپنی غذا، اپنا کنبہ، اپنا مال مجھے کھانے کے لیے دو، نبی ﷺ نے فرمایا: یہ ایک فساد ہے جو آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ زرارہ نے عرض کیا کہ یہ کیسا فتنہ ہوگا؟ نبی ﷺ نے فرمایا: لوگ اپنے امام کو قتل کر دیں گے۔ آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی ایک دوسرے سے ایسے گتھ جائیں گے، جیسے ہاتھوں کی انگلیاں پنجہ ڈالنے میں گتھ جاتی ہیں۔ بدکار ان دنوں اپنے آپ کو نیکوکار سمجھے گا۔ مؤمن کا خون پانی سے بڑھ کر خوش گوار سمجھا جائے گا۔ اگر تیرا بیٹا مر گیا تب تو اس فتنہ کو دیکھ لے گا، تو مر گیا تو تیرا بیٹا دیکھ لے گا۔ زرارہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! دعا کیجیے کہ میں اس فتنہ کو نہ دیکھوں۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی: الٰہی! یہ اس فتنہ کو نہ پائے۔ زرارہ کا تو انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا بچ رہا، اس نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کو توڑ دیا تھا۔ (زاد المعاد: ۵۱۸)

باب: ۴

مدینہ میں ۱۰ سالہ قیام نبوی ﷺ کے اہم واقعات اور وفات

نبی ﷺ جب مکہ سے نکل کر مدینہ منورہ پہنچے، تو ابھی اطمینان سے قیام بھی نہیں کیا تھا کہ دشمنان مکہ نے متواتر سازشوں، حملوں، لڑائیوں سے نبی ﷺ اور حضور کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کو پریشان کرنا شروع کر دیا تھا۔ راقم کتاب کو چونکہ ہجرت کے بعد ہی یہ حالات لکھنے پڑے۔ اس لیے ترتیب مضامین بھی کسی قدر پریشان ہو گئی ہے

---

[1] عمان بن منذر عرب کا مشہور و قدیم بادشاہ گزرا ہے۔ جس کی حکومت و حکمت زبان زد عرب ہے۔

اب اس باب میں ان اہم واقعات کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے جو ایام قیام مدینہ میں ہوئے۔ میں نے اختصار کے لیے قریباً ہر سال کے متعلق ایک واقعہ ضرور قلم بند کیا ہے۔ اس باب میں غور کرنے سے ناظرین کو سیرت پاک آنحضرت ﷺ کے متعلق بہت سی باتیں معلوم ہوں گی جن کے مطابق ضرورت ہے کہ امت اپنا رویہ درست کرے۔

تعمیر مسجد نبوی

مسجد نبوی جس جگہ بنائی گئی ہے، نبی ﷺ کا ناقہ خود بخود اس جگہ آ کر بیٹھ گیا تھا جب آنحضرت مکہ سے مدینہ تشریف لائے تھے۔ یہ جگہ دو یتیم لڑکوں کی تھی جو اسعد بن زرارہ (نقیب محمدی) کی تربیت ونگرانی میں تھے، اسعد نے پہلے سے یہاں نماز کی مختصر سی جگہ بنا رکھی تھی۔ جب نبی ﷺ نے مسجد کے لیے اس جگہ کو پسند فرمایا تو ان یتیم لڑکوں نے قیمت لینے سے انکار کیا اور قبیلہ بنوالنجار نے چاہا کہ اس کی قیمت ادا کرنے کی اجازت انہیں مل جائے۔

نبی ﷺ نے دونوں باتیں منظور نہ فرمائیں، زمین کی قیمت دس دینار طے ہوئے اور نبی ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ قیمت دلا دی اور پھر زمین کو ہموار درست کر کے مسجد بنائی گئی۔ جس کا طول سو گز تھا۔ مسجد کی تعمیر میں نبی ﷺ اینٹ پتھر خود بھی اٹھا کر لاتے تھے اور زبان مبارک سے فرماتے تھے:

اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشَ الْاٰخِرَۃ فاغفر للانصار والمهاجرة[1]

ترجمہ:..... الٰہی زندگی تو آخرت ہی کی زندگی ہے تو انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اینٹ گارا لاتے تھے اور یہ شعر رجز میں پڑھتے تھے:

لئن قعدنا والرسول یعمل لذٰلك فالعمل المضل

ترجمہ:..... رسول خدا کام کریں اور ہم بیٹھے رہیں، یہ بڑی ہی گمراہی کا کام ہے۔

مسجد کی دیواریں جو کچی اینٹوں کی تھیں، تین گز بلند تھیں، کھجور کے تنے ستون کی جگہ اور کھجور کے پٹھے کڑی شہتیر کی جگہ ڈالے گئے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: چھت ڈال لیں تو اچھا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: نہیں موسیٰ علیہ السلام جیسا عریش ہی خوب ہے۔ (زاد المعاد: ۱/ ۳۰۸) یہ چھت ایسی تھی کہ اگر بارش ہو جاتی تو پانی ٹپکتا۔ مٹی گرتی۔ فرش کیچڑ سا ہو جاتا۔ مؤمنین اسی پر سجدہ کیا کرتے تھے۔[2]

---

[1] صحیح بخاری عن انس کتاب الصلوۃ باب هل تنبش قبر المشرك الجاهلية۔

[2] نبی ﷺ کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسجد میں کچھ تصرف نہیں کیا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس مسجد میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر کو شامل کیا۔ جو انہوں نے مسجد کے لیے ہبہ فرمایا تھا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی سنگین دیواریں بنائیں اور پتھر کے ستون لگائے اور ساگون کی چھت ڈالی (بخاری باب بنیان المسجد) اور فرش پر عقیق کی کنکریاں بچھائیں۔ مروان بن الحکم نے اپنے عہد سلطنت میں ایک مقصورہ محراب کی جانب بڑھایا اور اس پر پچی کاری کا کام کرایا۔ ولید بن عبدالملک نے اپنے عہد سلطنت اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد امارت مدینہ میں از سر نو اس کی عمارت کو تعمیر کرایا۔ شام ومصر روم وقبط کے ۸۰/ انجینئر منتخب کر کے اس کی نگرانی کے لیے بھیجے۔ یہ عمارت سنگ مرمر کی تھی اور پہلی عمارت سے کچھ زیادہ بھی تھی ۸۷ھ یا ۸۸ھ میں مکمل ہوئی تھی۔ مہدی عباسی نے اپنے عہد سلطنت میں پھر کچھ اضافہ کیا۔ پچھلی طرف سے سو گز زمین اور شامل کی گئی۔ مکمل ہونے کے بعد مسجد کا طول ۳۰۰ گز، عرض ۲۰۰ گز ہو گیا تھا۔ یہ تعمیر ۱۷۲ھ میں ختم ہوئی خلیفہ متوکل نے اس عمارت کی مرمت ۲۴۷ھ میں کرائی تھی۔ فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۱۴۔ عالیہ عمارت جو ہمارے زمانہ میں ہے یہ سلطان عبدالمجید خان مرحوم کی تعمیر کردہ ہے مفصل حال ہماری کتاب سبیل الرشاد میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا (۱ ہجری)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ یہود کے بڑے فاضلوں میں سے ہیں، یوسف صدیق سے ان کا سلسلہ نسب ملتا ہے۔ انہوں نے نبی ﷺ کو وعظ کرتے ہوئے سن لیا۔ ذیل کے الفاظ یاد کر لیے تھے:

- ایھاالناس افشوا السلام واطعموا الطعام — لوگو! اپنے بیگانے سب کو سلام کیا کرو کھانا کھلایا کرو۔
- وَصِلُوا الارحام — قرابت داروں سے اچھا برتاؤ رکھو۔
- وَصَلُّوا باللیل والناس نیام — رات کو جب لوگ سو رہے ہوں تم خدا کی عبادت کرو۔

یہ دل نشین کلمات سن کر ان کا قلب نور ایمان سے روشن ہو گیا۔ نبی ﷺ کے حالات پر غور کیا تو پہلے نبیوں کی کتابوں کی پیش گوئیوں کو ذات مبارک پر منطبق پایا۔ نبی ﷺ کی خدمت مبارک میں آئے اور چند مشکل مشکل مسائل جن کی بابت ان کا خیال تھا نبی اللہ ہی ان کا جواب دے سکتا ہے، دریافت کیے۔ جواب باصواب سن کر کہا: یارسول اللہ! میں حضور پر ایمان لے آیا ہوں لیکن اظہار اسلام کے لیے چاہتا ہوں کہ اول میری قوم کے لوگوں کو بلا کر دریافت فرما لیا جائے کہ ان کی رائے میرے لیے کیا ہے۔ نبی ﷺ نے اکابر یہود کو طلب فرمایا۔ عبداللہ بن سلام چھپ گئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا کہ عبداللہ بن سلام تمہاری قوم میں کیسے ہیں؟ سب نے کہا: وہ عالم بن عالم سید بن سید ہیں اور ہم سب سے بہتر ہیں۔ (صحیح بخاری عن انس بن مالک باب ہجرۃ النبیؐ)

یہود یہ کہہ ہی رہے تھے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اوجھل سے کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے سامنے آ گئے، جب یہودیوں نے دیکھا کہ مسلمان ہو گئے ہیں تو اسی وقت کہنے لگے کہ تو جاہل بن جاہل، ذلیل بن ذلیل! شخص ہے اور ہم میں سب سے بدتر ہے۔ خداوند کریم نے اس بزرگ صحابی کے اسلام سے جملہ یہود پر اپنی حجت ختم فرما دی۔

فاضل راہب کا اسلام (۱ ہجری)

حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے بعد ابوقیس صرمہ بن ابی انس نے بھی اسلام قبول کیا۔ یہ عیسائی المذہب راہب نہایت فصیح شاعر و واعظ اور الہیات کے فاضل تھے۔ اس بزرگ کے اسلام سے خداوند رحیم نے جملہ نصاریٰ پر حجت ختم فرمائی۔

نماز:..... سن اوّل ہجرت میں فرض نماز میں دو رکعتوں کا اضافہ ہوا۔ دو رکعتیں سفر کے لیے مقرر رکھی گئیں اور حضر میں نماز ظہر و عصر و عشاء کے لیے چار رکعتیں کر دی گئیں ایام قیام مکہ میں دو ہی رکعتوں کا حکم رہا تھا۔ جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مکہ میں کیوں کر ہر ایک مسلمان اسلام لاتے ہی غریب الوطن بن جاتا تھا۔ اقارب اور احباب اس سے بیگانہ و اغیار بن جاتے تھے اور کیوں کر ہر مسلمان ہر وقت مکہ کے چھوڑ دینے پر آمادہ اور مستعد رہتا تھا، تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ مکہ میں سب مسلمان مسافرانہ ہی رہتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ خداوند کریم نے بھی ان کو مدینہ میں جانے کے بعد ہی مقیم تسلیم فرمایا۔

نماز کسی حال میں معاف نہیں

نماز اسلام کا وہ رکن ہے جو مسلمان پر سب سے پہلے فرض ہوتا ہے۔ (سات برس کے بچہ کو پڑھنا مستحب اور دس برس کے بچہ کو پڑھنا فرض ہے) اور سب سے آخر تک فرض رہتا ہے۔ (تا دم مرگ) نماز کی فرضیت صحت و

بیماری، خوشی وغم، سفر وحضر اور خوف وخطر۔ غرض! کسی حالت میں بھی مسلمان سے ساقط نہیں ہوتی خواہ ہم گرم تر ملک میں ہوں یا سرد سے سرد تر ملک میں کسی جگہ بھی ہوں۔ کوئی عارضہ ایسا نہیں جو مسلمان کو نماز کی معافی دیتا ہو۔

① ..... مدت العمر تک عبادت الٰہی کی مداومت رکھنا کمال استقلال کا مظہر ہے۔ ہر روز پنجگانہ نماز کے اوقات کی حفاظت رکھنا پابندی اوقات کی زبردست تعلیم ہے۔ جسم اور لباس اور مکان کو نجاست وآلودگی سے پاک، صاف رکھنے کا اہتمام صحت جسمانی کے قیام کی بہترین تدبیر ہے۔ دل وزبان۔ اعضاو دماغ کو عظمت الٰہی اور جلال کبریائی کے سامنے مودب ومہذب رکھنا نورانیت روحانی کے لیے عجیب روشنی ہے۔

② ..... نماز میں جس قدر پابندی ہے، وہ جلد سو جانے اور جلد جاگ اٹھنے کی جس طرح تعلیم دیتی ہے، وہ جس طرح ہر ایک ٹائم ٹیبل کو اپنے ماتحت کر لیتی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں شہوانی ونفسانی خیالات کو نماز کے ذریعے سے کیسا ملیامیٹ کیا گیا ہے۔

③ ..... نماز کے لیے مسجد کی حاضری اور جماعت کی پابندی۔ تمدن اور ترقی کی جان ہے۔ اتحاد ویگانگی اور مبادلہ خیالات کا پاک ترین ذریعہ ہے ایک جاہل بہت سی باتیں نظیر ونمونہ سے سیکھ سکتا اور ایک عالم باسانی تبلیغ کر سکتا ہے۔ ایک امیر غریب کے دوش بدوش کھڑا ہو کر مساوات کا سبق لیتا اور ایک غریب امیر کے برابر بیٹھ کر سچے دین کے انصاف سے اپنی روح کو خرسند کر سکتا ہے۔

④ ..... جو لوگ نماز چھوڑ دیتے ہیں یا مسجد کی حاضری اور جماعت کی پابندی میں سستی کرتے ہیں۔ وہ ان اخلاقی فضائل سے محروم رہتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جس قوم کے فرد ایسے اعلیٰ اخلاق سے خالی ہوں گے تو وہ کیا ہوں گے؟ خداوند کریم نے فرمایا:

اَلصَّلٰوةَ ۭ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ (سورۃ العنکبوت:۴۵)

ترجمہ: ..... نماز۔ نماز پڑھنے والوں کو ناپاک کاموں اور لائق انکار فعلوں سے روک دیتی ہے اور اللہ کے ذکر میں تو فوائد اور فیوض، انوار واسرار اس سے بھی بہت زیادہ اور بہت بڑھ کر ہیں۔

مواخات (بھائی چارہ)

اللہ جل جلالہ، نے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی بنایا ہے اور یوں ارشاد فرمایا ہے:

فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰي شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا (سورۃ آل عمران:۱۰۳)

ترجمہ: ..... اور تم سب خدا کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے۔ تم لوگ تو آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے جس سے خدا نے تمہیں نجات اور خلاصی عنایت کی۔

① ..... اس اخوت کا اثر یہ تھا کہ ایک مسلمان کسی مخالف قوم سے معاہدہ کر لیتا تھا تو کل قوم اس معاہدے کی پابندی کامل طور پر کرتی تھی۔ ایک مسلمان اگر کسی دوردست ملک میں چلا جاتا تھا۔ تو تمام قوم اس کی خیر وعافیت کے لیے بے تاب رہتی تھی اور اگر وہ کسی ظالم کا شکار ہو جاتا تو تمام اس کے انتقام اور خون بہا لینے کو اپنا اعلیٰ فرض جانتی تھی۔ قوم کے ہر ایک یتیم، ہر ایک رانڈ، ہر ایک طالب علم کی ضروریات کا پورا کرنا ہر مسلمان اپنے لیے ایسا ہی

فرض سمجھتا تھا جیسا اپنی اولاد اور ماں جائے بھائی کی اولاد و بیوہ کے لیے سمجھتا تھا۔

(۲) .....اس اخوت سے بڑھ کر ایک اور اخوت تھی، جسے نبی ﷺ ایک ایک شخص کے ساتھ قائم فرمایا کرتے۔ ایسی اخوت مکہ میں اہل مکہ کے درمیان اور مدینہ میں مہاجرین و انصار کے درمیان نیز باہمی اہل مدینہ کے درمیان بھی قائم فرمائی گئی تھی۔ جو مواخات مہاجرین و انصار کے درمیان قائم ہوئی وہ زیادہ تر مشہور ہے۔

اس مواخات کے بعد باہم تعلقات کا اثر یہاں تک ہوا کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کی وراثت[1] میں سے حصہ لیتا تھا اور بھائی بننے سے پہلے گھنٹہ کے بعد امیر بھائی غریب بھائی کو اپنی تمام منقولہ و غیر منقولہ جائیداد کا نصف تقسیم کر دیتا تھا۔ مورخین نے ان بزرگوں کے نام بھی درج لیے ہیں جن میں یہ سلسلہ مواخات مستحکم کیا گیا تھا۔ ہم تبرکاً چند اسماء مبارک درج کرتے ہیں:

(۱)	حضرت محمد رسول اللہ	ﷺ	حضرت علی مرتضی	رضی اللہ عنہ
(۲)	حضرت ابوبکر صدیق	رضی اللہ عنہ	حضرت خارجہ بن زید عقبی بدری	رضی اللہ عنہ
(۳)	حضرت عمر فاروق	رضی اللہ عنہ	حضرت عتبان بن مالک بدری	رضی اللہ عنہ
(۴)	حضرت عثمان ذوالنورین	رضی اللہ عنہ	حضرت اوس بن ثابت عقبی بدری	رضی اللہ عنہ
(۵)	حضرت جعفر بن ابی طالب ہاشمی	رضی اللہ عنہ	حضرت معاذ بن جبل عقبی بدری	رضی اللہ عنہ
(۶)	حضرت ابوعبیدہ بن جراح قرشی الفہری	رضی اللہ عنہ	حضرت سعد بن معاذ بدری اہتزلہ عرش الرحمن	رضی اللہ عنہ
(۷)	حضرت عبدالرحمن بن عوف قرشی الزہری	رضی اللہ عنہ	حضرت سعد بن ربیع عقبی بدری	رضی اللہ عنہ
(۸)	حضرت زبیر بن العوام قرشی الاسدی	رضی اللہ عنہ	حضرت سلمہ بن سلامہ عقبی	رضی اللہ عنہ
(۹)	حضرت طلحہ بن عبداللہ قرشی التیمی	رضی اللہ عنہ	حضرت کعب بن مالک عقبی	رضی اللہ عنہ
(۱۰)	حضرت سعید بن زید قرشی العدوی	رضی اللہ عنہ	حضرت ابی بن کعب قبی بدری	رضی اللہ عنہ
(۱۱)	حضرت مصعب بن عمیر قرشی العدوی	رضی اللہ عنہ	حضرت ابوایوب قبی بدری	رضی اللہ عنہ
(۱۲)	حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ	رضی اللہ عنہ	حضرت عباد بن بشیر	رضی اللہ عنہ
(۱۳)	حضرت عمار بن یاسر	رضی اللہ عنہ	حضرت حذیفہ بن الیمان	رضی اللہ عنہ
(۱۴)	حضرت سلمان فارسی	رضی اللہ عنہ	حضرت ابوالدرداء حکیم الامت	رضی اللہ عنہ
(۱۵)	حضرت منذر بن عمر	رضی اللہ عنہ	حضرت ابوذر غفاری	رضی اللہ عنہ

[2] دنیا میں اخوت کا ایسا اعلیٰ نمونہ اسلام کے سوا کسی اور جگہ نظر نہیں آتا۔

---

[1] تقسیم وراثت کا دستور اس وقت تک رہا۔ جب تک قوم میں رفاہت اور آسودگی عام نہ ہوئی اس کے بعد وراثت ورثائی طرف منتقل کر دی گئی

[2] (تاریخ ابن خلدون) امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ و ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کا مختار یہ تھا کہ مواخات میں ایک مہاجر اور ایک انصاری کو شامل کیا گیا تھا اس لیے وہ کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے علی مرتضی کو مواخات میں اپنے ساتھ شامل کیا ہو کیوں کہ حضرت علی مرتضی بھی مہاجر ہیں۔ دیگر علماء نے اس رائے کو قبول نہیں کیا اور انہوں نے اور بھی چند ایسی نظیریں بیان کی ہیں جن میں فریقین مہاجر تھے اور یہی قوی مذہب ہے۔ سلسلہ مواخات میں نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی بنایا۔ اول تو اس لیے کہ وہ رشتہ میں آنحضرت ﷺ کے بھائی لگتے تھے دوسرے اس لیے کہ اگر کسی ایسے مسلمان کو بھائی بناتے جو رشتہ میں نہ ہوتا تو آئندہ طرح طرح کی مشکلات پیدا ہونے کا احتمال تھا۔

اذان:..... ۲ھ میں اذان کا طریقہ جاری ہوا۔ اذان کی ضرورت اول اس لیے محسوس ہوئی کہ سب لوگ مل کر ایک وقت پر نماز ادا کر سکیں۔ مشورہ طلب امر یہ تھا کہ لوگوں کے جمع کرنے کے واسطے کون سا طریق اختیار کیا جائے کسی نے مشورہ دیا کہ بلند مقام پر آگ روشن کر دی جایا کرے (جیسا کہ مجوس میں دستور ہے) کسی نے مشورہ دیا کہ سینگ (بگل) بجایا کرے (جیسا کہ یہود کا معمول تھا) کسی نے مشورہ دیا کہ گھنٹے بجایا کریں (جیسا کہ نصاریٰ کیا کرتے تھے) آں حضرت ﷺ نے کسی مشورہ کو پسند نہ فرمایا۔ دوسرے دن عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یکے بعد دیگرے نبی ﷺ سے آ کر عرض کیا کہ انہوں نے خواب میں ان الفاظ کو سنا ہے جو اب اذان میں کہے جاتے ہیں۔ نبی ﷺ نے انہی الفاظ کے باواز بلند پکارنے کو مشروع فرما دیا یہ الفاظ نبی ﷺ کے اس منشاء عالی کو پورا کرتے ہیں، جو تشریع احکام میں ہمیشہ منظور نظر اقدس رہا ہے۔

اذان اطلاع دہی کا وہ سادہ اور آسان طریق ہے کہ عالم گیر مذہب کے لیے ایسا ہی ہونا ضروری تھا۔ اذان درحقیقت اصول اسلام کی اشاعت اور اعلان ہے۔ مسلمان اسی کے ذریعے سے ہر آبادی کے قریب جملہ باشندوں کے کانوں تک اپنے اصول پہنچا دیتے اور راہ نجات سے آگاہ کر دیتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے رسالوں (ٹریکٹوں) کی تقسیم اور نگر کیرتن کے شبد بھی اس خوبی کو نہیں پا سکتے۔ اذان ثابت کرتی ہے کہ اسلام نے گھونگوں اور دھاتوں کو انسانی آواز پر ترجیح نہیں دی اور یہ بھی ایک طریق بت پرستی کے انسداد اور توحید کی تائید کا ہے۔

سلمان پارسی کا اسلام لانا:..... ۲ھ میں سلمان پارسی مسلمان ہوئے، یہ اصفہان کے باشندے تھے۔ ان کے مذہب قدیم میں ابلق گھوڑے کی پرستش کی جاتی تھی۔ دین حقہ کی تلاش میں گھر سے نکلے اور عرب تک آئے۔ کسی نے ان کو پکڑ کر غلام بنا کر بیچ دیا تھا۔ دس سے زیادہ مذاہب کے بعد یہ یہودی مذہب میں داخل ہو گئے تھے۔ جس یہودی کے پاس رہا کرتے تھے۔ وہ اکثر ایک پیدا ہونے والے نبی کے اوصاف بیان کیا کرتا تھا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں نبی ﷺ کو دیکھا تو ان علامات و آثار و اخبار سے جو اپنے آقا سے سنے تھے۔ آنحضرت ﷺ کو پہچان لیا اور مسلمان ہو گئے اور ملک فارس کا پہلا پھل کہلائے۔

تحویل قبلہ ۲ھ:..... نبی ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جس بارے میں کوئی حکم الٰہی موجود نہ ہوتا، اس میں اہل کتاب سے موافقت فرمایا کرتے۔ (عن ابن عباس، تیسر الوصول جلد ا باب السلم والفرق)

کعبہ کا قبلہ ہونا:..... نماز آغاز نبوت ہی میں فرض ہو چکی تھی۔ مگر قبلہ کے متعلق کوئی حکم نازل نہ ہوا تھا۔ اس لیے مکہ کی تیرہ سالہ اقامت کے عرصہ میں نبی ﷺ نے بیت المقدس ہی کو قبلہ بنائے رکھا۔ مدینہ میں پہنچ کر بھی یہی عمل رہا۔ مگر ہجرت کے دوسرے سال (یا ۱۷ ماہ کے بعد) خدا نے اس بارے میں حکم نازل فرمایا۔

یہ حکم نبی ﷺ کے دلی منشا کے موافق تھا۔ کیوں کہ آنحضرت ﷺ دل سے چاہتے تھے کہ مسلمانوں کا قبلہ وہ مسجد بنائی جائے جس کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ جسے مکعب شکل کی عمارت ہونے کی وجہ سے کعبہ اور صرف عبادت الٰہی کے لیے بنائے جانے کی وجہ سے بیت اللہ اور عظمت و حرمت کی وجہ سے مسجد الحرام کہا جاتا تھا۔

اس حکم میں جو اللہ پاک نے قرآن مجید میں نازل فرمایا ہے:

① ..... یہ بھی بتایا گیا کہ اللہ پاک جملہ جہات سے یکساں نسبت رکھتا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (سورۃ البقرۃ: آیت ۱۱۵)

② ..... اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عبادت کے لیے کسی نہ کسی طرف کا مقرر کر لینا طبقات مردم میں شائع رہا ہے۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۚ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيعًا ۚ إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٤٨﴾ (البقرۃ)

③ ..... اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کسی طرف منہ کرنا اصل عبادت سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (سورۃ البقرۃ: آیت ۱۷۷)

④ ..... اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تعیین قبلہ کا بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ متبعین رسول کے لیے ایک ممیز علامت قرار دی جائے

لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ۚ (سورۃ البقرۃ: آیت ۱۴۳)

یہی وجہ تھی کہ جب تک نبی ﷺ مکہ میں رہے۔ اس وقت تک بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ رہا، کیوں کہ مشرکین مکہ بیت المقدس کے احترام کے قائل نہ تھے اور کعبہ تو انہوں نے خود ہی اپنا بڑا معبد بنا رکھا تھا اس لیے شرک چھوڑ دینے اور اسلام قبول کرنے کی بین علامت مکہ میں یہی رہی کہ مسلمان ہونے والا بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرے۔ جب نبی ﷺ مدینہ پہنچے۔ وہاں زیادہ تر یہودی یا عیسائی ہی آباد تھے۔ وہ مکہ کی مسجد الحرام کی عظمت کے قائل نہ تھے اور بیت المقدس کو تو وہ بیت ایل یا ہیکل تسلیم کرتے ہی تھے اس لیے مدینہ میں اسلام قبول کرنے اور آبائی مذہب چھوڑ دینے کی علامت یہ ٹھہرائی گئی کہ مکہ کی مسجد الحرام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جایا کرے۔ حکم الٰہی کے مطابق یہی مسجد ہمیشہ کے لیے مسلمانوں کا قبلہ قرار دی گئی اس مسجد کو قبلہ قرار دینے کی وجہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی بیان فرما دی ہے:

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِينَ ﴿٩٦﴾ (سورۃ آل عمران)

ترجمہ: ..... یہ مسجد دنیا کی سب سے پہلی مبارک عمارت ہے جو عبادت الٰہی کی غرض سے مکہ میں بنائی گئی اور تمام عالموں کے لیے ہدایت ہے۔

پس چوں کہ اسی تقدیم زمانی اور عظمت تاریخی حاصل ہے اس لیے اس کو قبلہ بنایا جانا مناسب ہے۔

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرٰهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمٰعِيلُ (سورۃ البقرۃ: آیت ۱۲۷)

ترجمہ: ..... اور جب اٹھا رہے تھے ابراہیمؑ بنیادیں بیت اللہ (خانہ کعبہ) کی اور اسمٰعیل بھی۔

دوم یہ کہ مسجد کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے جد اعلیٰ ہیں۔ اس لیے ان شاندار قوموں کے پدر بزرگوار کی مسجد قبلہ قرار دینا گویا اقوام ثلثہ کو اتحاد نسبی و جسمانی کی یاد دلا کر اتحاد روحانی کے لیے دعوت دینا اور متحد بن جانے کا پیغام "اُدْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً" سنا دینا تھا۔

میں یقین کرتا ہوں کہ کعبہ کے تقدم زمانی اور عظمت تاریخی کا انکار کوئی مذہب بھی نہیں کر سکتا یہودی اور عیسائی متفق ہیں کہ یروشلم کی بنیاد حضرت داؤد علیہ السلام نے قائم کی اور حضرت سلیمان نے اس کی تعمیر فرمائی اس لیے کعبہ کی تعمیر یروشلم کی تعمیر سے تقریباً ۹۲۱ سال اور حضرت مسیح علیہ السلام سے ایک ہزار نو سو اکیس سال پیشتر کی ہے۔

مسٹر۔ آر۔ سی۔ دت نے اپنی تاریخ ''سویلیزیشن آف انیشینٹ انڈیا'' میں متعدد عالموں کی شہادات کو جمع کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ہندوستان کی تہذیب کا پہلا دور جو ویدکا زمانہ ہے۔ مسیح علیہ السلام سے چودہ سو سال سے دو ہزار سال پیشتر کا تھا۔ نیز لکھا ہے کہ اس دور میں کوئی مندر نہ تھا۔[1] اس سے ثابت ہے کہ تعمیر کعبہ کے وقت آریہ ورت میں بھی کوئی مندر موجود نہ تھا۔ مجموعہ بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو پہلے سے بتادیا تھا کہ جو مسجد آخر میں قبلہ قرار دی جائے گی۔ وہ درجہ میں پہلے قبلہ سے برتر ہوگی۔ نمونہ کے چند حوالہ جات ملاحظہ فرمایئے۔

اول:..... یسعیاہ نبی کی کتاب کا ۶۰ باب ملاحظہ کیجیے، اس میں تمام عبارت مکہ کی تعریف میں ہے۔ خصوصاً ۵ درس سے دیکھو! ''سمندر کی فراوانی تیری طرف پھرے گی اور قوموں کی دولت تیرے پاس فراہم ہوگی''

۶..... اونٹ کثرت سے تجھے آ کے چھپالیں گے۔ مدیان اور عیفہ کے اونٹ وہ سب جو سبا کے ہیں، آویں گے۔ وہ سونا اور لوبان لاویں گے اور خداوند کی بشارت سنادیں گے۔

۷..... قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی۔ نبیط کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ میری منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جائیں گے اور میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا۔ واضح ہو کہ شوکت کا گھر ٹھیک لفظی ترجمہ ''بیت الحرام'' کا ہے اور خانہ کعبہ کا یہی نام قرآن مجید میں مذکور ہے۔ جس سے پہلے نوشتوں کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس گھر کو بزرگی دینے سے مطلب اسے قبلہ قرار دینا ہے۔

یہ بات کہ اس مقام پر شوکت کے گھر سے مراد کعبہ ہے۔ نہ کوئی اور مقام اس دلیل سے صاف اور واضح ہو جاتی ہے کہ درس ۶، ۷ میں مدیان، عیفا، سبا، قیدار اور نبیط کے لوگوں کا جمع ہونا۔ قربانیاں کرنا بتایا گیا ہے۔ یہ پانچوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے یا پوتے ہیں جو عرب میں آباد ہوئے اور جن کی نسل کے قبیلے صرف محمد رسول اللہ ﷺ کے دین میں داخل ہوئے، نہ عیسائی تھے، نہ یہودی تھے اور ان سب نے مل کر صرف ایک مذبح منیٰ ہی پر قربانیاں پیش کی تھیں۔ قوموں کے نام منیٰ کا پتہ عرب کا قاطبۃً مسلمان ہو جانا۔ حجۃ الوداع میں سب کا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا ایسے تاریخی واقعات ہیں جو مندرجہ بالا آیت کے معنی کو بالکل یقینی بنادیتے ہیں۔

دوم..... حجی نبی (ق م ۵۲۰ سال) کی کتاب میں ہے: ''اس پچھلے گھر کا جلال پہلے گھر سے زیادہ ہوگا۔ رب الافواج فرماتا ہے اور میں اس مکان کو سلام[2] (سلامتی یا اسلام) بخشوں گا۔ رب الافواج فرماتا ہے'' باب ۲، درس ۶۔

سوم..... مکاشفات یوحنا ۳ باب ۱۲ درس میں ہے: ۱۲ر میں اسے جو غالب ہوتا ہے۔ اپنے خدا کی ہیکل کا ستون بناؤں گا اور اپنے خدا کے شہر یعنی نئے یروشلم کا نام جو میرے خدا کے حضور سے آسمان سے اترتی ہے اور اپنا نیا نام اس پر لکھوں گا۔ جس کا کان ہے سنے کہ روح کلیساؤں سے کیا کہتی ہے۔

یوحنا نے نئے یروشلم اور نئے نام کا ذکر کیا ہے۔ نیا یروشلم کعبہ ہے اور خدا کا نیا نام جس سے اہل عرب بھی باوجود

---

[1] مترجمہ اے۔ ڈی۔ احمد صاحب جے پوری ص ۸۰۷۔

[2] عربی بائبل مطبوعہ ۱۸۷۱ء مقام آکسفورڈ صفحہ ۱۳۳۹۔ پر اس آیت میں لفظ اسلام اور اردو بائبل مطبوعہ مرزا پور ۱۸۷۰ء میں لفظ سلامتی ہے۔ اس لیے مسلمانوں کا حق ہے کہ اس کا ترجمہ سلام کریں کیوں کہ ہر نماز کے بعد مسلمان اسی لفظ کو استعمال اس دعا میں بھی کرتے ہیں:

اللھم انت السلام ومنك السلام تبارکت ربنا و تعالیت یا ذا الجلال والاکرام "

اہل زبان ہونے کے ناواقف تھے۔ اسم پاک "رحمٰن" [1] ہے۔ جسے اسلام ہی نے ظاہر کیا نئے یروشلم کا آسمان سے اترنا یہ معنی رکھتا ہے کہ کعبہ کو قبلہ بنائے جانے کا حکم آسمان سے نازل ہوگا۔ قرآن مجید میں بھی اسی طرف اشارہ ہے:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا (سورۃ البقرۃ: آیت ۱۴۴)

ترجمہ:..... ہم نے دیکھا کہ تم آسمان کی طرف اپنا چہرہ کر کے دیکھ رہے ہو۔ اس لیے حکم ہے کہ جو قبلہ تمہیں پسند ہے، اسی کی طرف پھر جاؤ)۔

چہارم..... زبور ۸۴ میں ہے:

	عربی	اردو
④	طوبى للساكنين فى بيتك ابدا يسبحونك (سلاه)	مبارک وے ہیں جو تیرے گھر میں بستے ہیں وے سدا تیری ستائش کریں گے" (سلاہ)
⑤	طُوبٰى لِاُنَاسٍ عِزُّهُمْ بِكَ طُرُقٌ بِيْتِكَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ	مبارک وہ انسان جس میں قوت تجھ سے ہے ان کے دل میں تیری راہیں ہیں"
⑥	عَابِرِيْنَ فِيْ وَادِي الْبُكَآءِ يُصَيِّرُوْنَهٗ يَنْبُوْعًا۔ اَيْضًا۔ بِبَرَكَاتٍ يُغَطُّوْنَ مَوْدَةً"	وہ بکا کی وادی میں گزر کرتے ہیں، اسے ایک کنواں بناتے ہیں نیز یہی برسات اسے برکتوں سے ڈھانپ لیتی

(کتاب المقدس طبع بنظمۃ الجمعیۃ البریطانیۃ والاجنبیۃ لاجل انتشار الکتاب المقدسۃ فی مطبعۃ المدرسۃ من المدینۃ اوکسفورد فی ۱۸۷۱ مسیحیہ)

ENGLISH

4"..... Pleased are they that dwell in thy house ,They will be still praising thee

5"..... Blessed is the man whose strength is in thee in whose heart are the ways of them ".

6"..... Who passing through the valley of Beca make it a well ,the rain also filleth the pools ".

ان ہر سہ زبان کی عبارات سے جو ایک ہی مشن سوسائٹی کی شائع کردہ ہیں، متفق طور پر مندرجہ ذیل باتیں حاصل ہوتی ہیں۔

① ..... درس چہارم کی رو سے یہ کہ خدا کا ایک گھر ہے اور وہاں کے باشندوں کو مبارک بتایا گیا ہے اور ان کی علامت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ خدا کی تسبیح و ستائش کرتے ہوں گے۔

② ..... درس پنجم کی رو سے یہ کہ ان لوگوں کی عزت و قوت کا باعث اللہ تعالیٰ ہی ہوگا اور اسباب دنیوی ان کی عزت و قوت کا باعث نہ ہوں گے۔

---

[1] اہل عرب اس اسم سے یعنی رحمٰن سے جس کا نزول قرآن میں ہوا۔ بہت ناراض ہوتے تھے۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ۔ (سورۂ فرقان) جب انہیں کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو۔ تو وہ کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا ہوتا ہے۔ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ۔ (سورۂ انبیاء) رحمٰن کا ذکر آ جانے پر وہ بہت انکار کرتے ہیں سہیل نے انعقاد صلح حدیبیہ کے وقت کہا تھا" خدا کی قسم! ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن کون ہے"۔

② .....درس ششم کی رو سے لفظ بکا عربی۔ اردو۔ انگریزی تینوں زبانوں میں موجود ہے۔ جس سے ثابت ہے کہ بکا وہ اسم معرفہ (پروپر ناؤن) ہے جو کسی زبان میں بھی نہیں بدلا گیا اور انگریزی تحریر میں اسمائے معرفہ کا پہلا حرف بڑے حرف سے لکھے جانے کا جو قاعدہ ہے۔ اسی کے مطابق انگریزی کی بائبل میں لفظ بکا کا پہلا حرف بی بھی بڑی بی کے ساتھ لکھا ہے۔

③ .....لفظ وادی عربی و اردو میں اور لفظ ویلی جو بمعنی وادی ہے، انگریزی میں لفظ بکا سے پہلے موجود ہے۔

⑤ ..... ہر سہ زبان کی عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ وہاں بسنے والے وادیٔ بکا[1] میں ایک کنواں بھی بنائیں گے۔

اب ہم ان سب کا ثبوت دیتے ہیں:

الف.....ساکنین بیت جس کا ذکر درس ۴ میں ہے۔ وہ اسمٰعیل اور ان کی اولاد ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قرآن مجید میں ہے:

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ

اے خدا میں نے اپنی ذریت کو اس وادی میں جس میں روئیدگی نہیں ہوتی۔ تیرے عزت والے گھر کے پاس آباد کیا ہے۔

ب.....یہ وادی جس کی صفت آیت بالا میں غیر ذی زرع ہے۔ اسی کا نام قرآن مجید کی دوسری آیت میں بکہ ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ (پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیے بنایا گیا ہے۔ وہ ہے جو بکہ میں ہے)

اب قرآن اور زبور کا اتفاق ہو گیا کہ مکہ کا نام خدا کے ہاں بکہ ہے۔

ج.....ایک کنواں بنانے کا ثبوت باقی رہا۔ جو وادی بکا میں ہو بخاری کی حدیث (کتاب الانبیاء ص ۳) عن ابن عباس میں اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کے یہاں آنے، آباد ہونے کی بابت ایک طویل و مسلسل حدیث ہے اس کے فقرہ نمبر ۲۰ میں یہ عبارت ہے: ''فلما بلغت الوادی سعت''۔ جب ہاجرہ اس وادی میں پہنچی تو وہاں (پانی کے لیے) دوڑی۔ پھر فقرہ نمبر ۲۹ میں ہے: وغمز عقبیه علی الأرض قال فانثبق الماء فدهشت ام اسمٰعیل فجعلت تحفر' اسمٰعیل علیہ السلام نے ایڑی زمین پر ماری، پانی ابل پڑا۔ اسمٰعیل علیہ السلام کی ماں حیران ہو گئی پھر اسے کھود کر کنواں بنانے لگی۔

ناظرین! آپ نے دیکھا کہ زبور کے اس مقام میں بکہ کا نام بھی نکل آیا۔ وہاں کی مسجد کا نام بیت اللہ بھی ثابت ہو گیا۔ وہاں ایک کنواں کا ہونا بھی تحقیق ہو گیا اور وہاں کے رہنے والوں کا مبارک ہونا۔ ہمیشہ یاد خدا میں رہنا بھی ثابت ہو گیا۔ ہمارے مضمون تحویل قبلہ کی مناسبت سے یہ کافی دلیل ہمارے مدعا کی ہے۔ اس کے بعد اس قدر اور بھی گزارش کر دینا چاہتا ہوں کہ درس ۵ میں عربی عبارت کا مفہوم اردو اور انگریزی زبور کی عبارت اور مفہوم سے زیادہ صاف ہے۔ عربی میں ہے '' طرق بیتك فی قلوبهم ''۔ اس کا لفظی ترجمہ ہے، ''ان کے دلوں میں تیرے گھر کی راہیں ہیں''، لیکن اردو زبور میں ہے ''ان کے دل میں تیری راہیں ہیں''۔ اور انگریزی میں ہے:

"In whose heart are the ways of them ".

---

[1] ابن ہشام المتوفی ۲۱۳ھ کی سیرت کے صفحہ ۳۹ پر ہے: ان بکة سمی البطن مکة لانهم یتباکون فیها۔ دوسرا قول وجہ تسمیہ کی بابت یہ ہے: انما سمیت بکة الا انها کانت تبك اعناق الجبابرة اذا احدثوا فیها شیئا (ابن ہشام ص ۳۹)

اردو اور انگریزی نے لفظ بیت (گھر) کا ترجمہ اڑا دیا ہے۔اردو میں ''تیری راہیں۔'' اور انگریزی میں ''them''۔''ان کی راہیں'' لکھا۔قرآن پاک اس بارے میں صاف ہے:

رَبَّنَآ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ وَارۡزُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ ﴿۳۷﴾ (سورۃ ابراہیم)

ترجمہ: اے میرے خدا! میں نے اپنی اولاد کو اس وادی میں جہاں روئیدگی نہیں، تیرے شوکت والے گھر کے پاس بسایا ہے۔اے خدا یہ اس لیے کیا کہ یہ سب (بسنے والے) نمازوں کو قیام دیں۔اب تو لوگوں کے دلوں میں ان بسنے والوں کی محبت ڈال دے اور ان کو ہر طرح کے میووں کی روزی دیا کر کہ یہ شکر گزار رہیں۔

دوسری عرض یہ ہے کہ درس ۶ کا پہلا جزو عربی میں یہ ہے: طوبیٰ لاناس عزھم بکاس میں لفظ اناس بصیغہ جمع ہے اور عزھم میں ھم بھی ضمیر جمع ہے۔لیکن اردو میں یہ الفاظ ہیں۔''مبارک وہ انسان جس میں قوت تجھ سے ہے۔ اور انگریزی میں یہ الفاظ ہیں:

Blessed is the man whose strenght is in thee

اردو میں لفظ ''انسان'' اور ''جس'' اور انگریزی میں لفظ ''مین'' اور ''ہوز'' واحد کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔

عربی ترجمہ کی صحت اور اردو انگریزی ترجمہ کی غلطی اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ اسی درس کے دوسرے جزو میں اردو میں ''ان کے'' اور انگریزی میں them جمع کے لیے موجود تھے۔

عربی توراۃ کا فقرہ '' طوبیٰ لاناس عزھم بلث '' دراصل فقرہ نمبر ۴ '' طوبیٰ للساکنین فی بیتلث '' ہی کی صفت ہے۔الغرض توراۃ کے اس مقام سے بکہ بیت اللہ، زمزم، اولاد اسماعیل صاف طور پر ثابت ہیں۔وللہ الحمد فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے اپنے گھر کو جو وادیٔ بکا میں ہے، ہمارا قبلہ بنایا نہ کہ یروشلم کو۔کیونکہ ایک ایسے دین (اسلام) کے لیے جس کی بابت "لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ" (وہ سب دینوں پر اپنا غلبہ کرے) فرمایا گیا ہے۔اس گھر کا قبلہ ہونا مناسب تھا نہ کہ اس کا جسے ہر ایک کافر فاتح نے توڑا اور ویران کیا اور بالآخر سنڈاس کی جگہ بنایا اور وہاں کے رہنے والوں کو کئی کئی دفعہ غلام بننا، قیدی ہونا اور جلاوطن ہونا پڑا۔

خدا نے زبور کی مندرجہ بالا آیات ۴، ۵ میں جو وادی بکا کے بیت اللہ کے پاس رہنے والوں کو مبارکباد دی ہے۔اس کا ہزاروں برس سے یہ بھی اثر رہا ہے کہ اس قوم پر اور اس گھر (کعبہ) پر کسی غیر قوم کا قبضہ نہیں ہوا۔

زکوٰۃ:..... علم الاقتصاد یا تمدن یا پولیٹیکل اکانومی کا سب سے مشکل مسئلہ یہ ہے کہ افراد قوم میں سے بلحاظ فقر و دولت کیونکر ایک تناسب قائم کیا جائے۔

حکیم سولون کے عہد سے لے کر آج تک کوئی انسانی دماغ اس عقدہ کی گرہ کشائی نہیں کر سکا۔یورپ میں نہلسٹ (جن کا مقصد یہ ہے) کہ جملہ املاک و امتیازات پر افراد قوم کا مساوی حق تصرف اور یکساں حق مالکیت ہو۔سوشیالسٹ (جن کا مقصد یہ ہے کہ اسباب معیشت پر سے شخصی ملکیت کو اٹھا دیا جائے اور جمہور کی ملک میں کر دیا جائے۔نیشلسٹ (جن کا مقصد یہ ہے کہ اراضی سکنی و زرعی کی ملکیت و پیداوار کو شخصی قبضہ سے نکال لیا جائے۔

یہ فرقے اسی لیے پیدا ہو گئے ہیں کہ اس مسئلہ کا حل کر سکیں۔ املاک پر سے حق ملکیت مالکان کا اٹھا دیا جانا اس قدر عملاً محال ہے کہ دنیا میں کبھی بھی اس کا رواج نہ ہوگا۔ اسی لیے قرآن مجید نے اس بارے میں پہلے سے فیصلہ کر دیا ہے:

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۭ

ترجمہ:..... رزق میں اللہ نے ایک کو دوسرے پر برتری دی ہے اور جن کو یہ برتری ملی ہے۔ وہ اپنا حصہ ان لوگوں کو جن کے وہ مالک ہو چکے ہیں (اس لیے) واپس نہ کریں گے کہ سب آپس میں برابر ہو جائیں۔ (سورۂ نحل)

اسلام نے جو مسلمانوں کو دنیا کی برترین متمدن قوم بنانا چاہتا ہے۔ اس مسئلہ پر توجہ کی اور اسے ہمیشہ کے لیے طے کر دیا اور اسی کا نام فرضیت زکوۃ ہے۔ زکوۃ ۲ھ ہجری میں مسلمانوں پر فرض ہوئی۔ نبی ﷺ کا نیک اور رحیم دل پہلے ہی مسکینوں کا ہمدرد، غریبوں پر رحم کرنے والا، دردمندوں کا غم گسار تھا اور اسلام میں شروع ہی سے مساکین اور غرباء کی دستگیری پر مسلمانوں کی خصوصیت سے توجہ دلائی جاتی تھی ان کی ہمدردی کو غرباء کا رفیق بنایا جاتا ہے اور مسلمان اس پاک تعلیم کی بدولت غرباء و مساکین کے لیے بہت کچھ کیا بھی کرتے تھے۔ تاہم کوئی ایسا قاعدہ مقرر نہ تھا۔ جس پر بطور آئین و ضابطہ کے عمل کیا جاتا ہو۔ اس لیے دولت مند جو کچھ بھی کرتے تھے، اپنی فیاضی و نیک دلی سے کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے زکوۃ کو فرض اور اسلام کا تیسرا رکن (کلمہ شہادت اور نماز کے بعد) قرار دیا، زکوۃ درحقیقت اس صفت ہمدردی و رحم کے باقاعدہ استعمال کا نام ہے جو انسان کے دل میں اپنے ابنائے جنس کے ساتھ قدرتاً و فطرتاً موجود ہے۔

زکوۃ ادا کرنے کے چند ایک فائدے

زکوۃ ادا کرنے سے ادا کرنے والے کو یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ مال کی محبت اخلاق انسانی کو مغلوب نہیں کر سکتی اور بخل و امساک کے عیوب سے انسان پاک رہتا ہے اور یہ فائدہ بھی ہے کہ غرباؤ مساکین کو وہ اپنی قوم کا جزو سمجھتا رہتا ہے اور اس لیے بے حد دولت کا جمع ہو جانا بھی اس میں تکبر اور غرور پیدا نہیں ہونے دیتا۔ اور یہ فائدہ بھی ہے کہ غرباء کے گروہ کثیر کو اس کے ساتھ ایک انس و محبت اور اس کی دولت و ثروت کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ اس کے مال میں اپنا ایک حصہ موجود و قائم سمجھتے ہیں گویا دولت مند مسلمان کی دولت ایک ایسی کمپنی کی دولت کی مثال پیدا کر لیتی ہے۔ جس میں ادنیٰ و اعلیٰ حصے کے حصہ دار شامل ہوتے ہیں۔ قوم کو یہ فائدہ ہے کہ بھیک مانگنے کی رسم قوم سے بالکل مفقود ہو جاتی ہے۔ اسلام نے مساکین کا حق امراء کی دولت میں بنام نہاد زکوۃ اموال نامیہ یعنی ترقی کرنے والوں میں مقرر کیا ہے جن میں سے ادا کرنا بھی ناگوار نہیں گزرتا۔ اموال نامیہ میں تجارت، زراعت اور مواشی (بھیڑ بکری، اونٹ گائے) نقدیت، معاون اور دفائن شمار ہوتے ہیں۔ [1]

اب یہ دکھانا ضروری ہے کہ جو نقد و جنس زکوۃ سے حاصل ہو، اس کے مستحق کون کون لوگ ہیں قرآن مجید میں ہے:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ (سورۃ التوبہ: آیت ۶۰)

---

[1] جنس اور مقدار زکوۃ کی شرح کتب فقہ میں درج ہے۔ وہاں دیکھنی چاہیے اس کا موضوع اس کتاب سے زائد ہے۔

زکوٰۃ وصدقات کا مال

① ② ..... فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہے (فقیر و مسکین کا فرق کتب فقہ میں دیکھو)۔

③ ..... اور تحصیل داران زکوٰۃ کے لیے (جن کی تنخواہیں ادا ہوں گی)

④ ..... اور ان لوگوں کے لیے جن کی دل افزائی اسلام میں منظور ہو یعنی نومسلم لوگ۔

⑤ ..... اور غلاموں کو آزادی دلانے کے لیے۔

⑥ ..... اور ایسے قرض داروں کا قرضہ چکانے کے لیے جو قرض نہ اتار سکتے ہوں۔

⑦ ..... اور اللہ کے رستہ میں (یعنی دیگر کاموں کے لیے)

⑧ ..... اور مسافروں کے لیے۔ جن آٹھ مدات پر زکوٰۃ کی تقسیم کی گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت سے ملک اور قوم اور افراد کی نوعی و شخصی ضروریات کو کیسی خوبی سے پورا کر دیا گیا ہے۔

غلامی کی تائید عیسائیت کی تعلیم میں

اس تقسیم کے نمبر ۵ پر غور کرنا چاہیے کہ اسلام اسلامی سلطنت کی کل آمدنی کو ۸/مدات پر تقسیم کر کے پانچویں مد آزادی غلامان قرار دیتا ہے۔ جو لوگ تاریخ پر عبور رکھتے ہیں انہیں معلوم ہے کہ غلامی دنیا کے نام متمدن ممالک چین، ہندوستان، مصر، روما، ایران میں ہزاروں سال سے رائج تھی۔ رحم دل مسیح علیہ السلام نے غلامی کے خلاف ایک حرف بھی بیان نہیں کیا مگر پولوس نے غلامی کو تقویت دینے کے لیے ضرور زور دیا ہے۔ پولوس کہتے ہیں:

اے غلامو! تم ان کی جو جسم کی نسبت تمہارے خاوند ہیں، اپنے دلوں کی صفائی سے ڈرتے اور تھرتھراتے ہوئے ایسے فرمانبردار بنو جیسے مسیح علیہ السلام کے"۔ (افسیون باب ۶ درس ۵)۔ علی ہذا القیاس دیکھو: (تمطاؤس باب ۶۔۱۔۲۔ طیطاؤس۔۱۔۹ نیز پطرس ۲۔۱۸)۔

احکام اسلام برائے آزادیٔ غلامان: ..... پس یہ اسلام ہی ہے جس نے دنیا میں سب سے پہلے غلاموں کی تائید میں وعظ شروع کیا اور اس بارے میں مختلف مدارج مقرر کیے:

اول ..... آزادی غلاماں کو نیکی کا اصول بتایا: وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ (سورۃ البقرۃ:۱۷۷)

دوم ..... آزادی غلاماں کو حصول نجات کا ذریعہ بنایا۔ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ. وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ. فَكُّ رَقَبَةٍ

سوم ..... آزادی غلاماں کو بعض تقصیرات میں بطور تعزیر و کفارہ کے مقرر فرمایا ہے، مثلاً: قتل خطاء (جسے حالیہ قانون قتل مستلزم السزا کہتا ہے) کی تین حالتوں میں:

الف ..... مقتول مسلمان ہو۔	ایک غلام آزاد کرنا چاہیے۔ (۹۲:۴)
ب ..... مقتول مسلمان ہو مگر دشمن قبیلہ کا فرد ہو۔	ایک غلام آزاد کرنا چاہیے۔ (۹۲:۴)
ج ..... مقتول (غیر مسلم اور) زیر معاہدہ قوم میں سے ہو۔	ایک غلام آزاد کرنا۔ (۹۲:۴)
د ..... نقض یمین کا کفارہ۔	ایک غلام آزاد کرنا۔ (۹۵:۵)

و..... ظہار کا کفارہ۔	ایک غلام آزاد کرنا۔ (۳:۵۸)
ہ..... رمضان کا ایک روزہ توڑنے کا کفارہ۔	ایک غلام آزاد کرنا۔ (حدیث شریف)
ز..... آقا غلام کو سخت مارے۔ اس کا کفارہ۔	ایک غلام آزاد کرنا۔ (حدیث شریف)

بالآخر ان سب کے بعد اسلامی سلطنت کی آمدنی کا آٹھواں حصہ ہمیشہ کے لیے اسی کام کے لیے خاص کر دیا ہے۔ انیسویں صدی میں انگلستان نے آزادی غلاماں پر لاکھوں روپے صرف کیے تھے۔ یہ ایسا فخر ہے کہ یورپ کی کوئی سلطنت اس کی برابری نہیں کر سکتی لیکن اسلام کے الٰہی حکم کو دیکھو کہ تیرہ سو برس پہلے سے اس کام کے لیے کل آمدنی کا ایک آٹھواں مقرر کر دیا گیا ہے کیا کوئی اہل دل اب بھی ایسا ہے جو اسلام کی اس فضیلت سے انکار کرے گا۔

بینک اور افلاس

تقسیم زکوٰۃ کے نمبر ۶ پر بھی غور کرنا چاہیے۔ حالیہ زمانہ میں قرض داروں کی سہولت کے لیے بینک قائم کیے ہیں لیکن بینکوں کے قیام کا نتیجہ یہ ہے کہ سینکڑوں املاک غریب لوگوں کے قبضہ سے نکل کر بینک کے پاس چلی گئی ہیں اور خاص خاص لوگوں کے سوا عوام میں افلاس و تنگدستی کی ترقی ہوگئی ہے، قرض کا بلا سود کے ملنا محال ہو گیا ہے اور انہی مشکلات کی وجہ سے بعض طبائع نے جواز سود کی صورتوں کے نکالنے میں موشگافیاں کی ہیں، لیکن دیکھو اسلام کا احسان کہ اس نے قرض سے برباد ہونے والوں کے بچاؤ کا کیسا عجیب انتظام کیا ہے۔ بے شک! سود کی حرمت کا حکم سنانا بھی اسلام ہی کا حق ہے جس نے قرض داروں کی گلوخلاصی کے لیے ایسے عجیب انتظامات بھی کیے ہیں:

اب زکوٰۃ کے متعلق یہ حدیث یاد رکھنی چاہیے:

''ان ھٰذہ الصدقات من اوساخ الناس و انھا لاتحل لمحمد ولا لآل محمد''

ترجمہ:..... یہ صدقہ کا مال لوگوں کا میل کچیل ہوتا ہے محمدؐ اور محمد کے کنبہ والوں کے لیے یہ حلال نہیں۔

اس حرمت کے حکم میں نبی ﷺ کے ساتھ حضور کا کنبہ چچے، پھوپھیاں، چچیرے بھائی اور ان کی سب اولاد اور ان سب کے لونڈی غلام بھی داخل ہیں تاکہ کسی شخص کو نبی کی ذات عالی پر کسی قسم کے وہم کا شائبہ بھی نہ گزر سکے۔

رمضان ۲ ہجری مقدس

فرضیت رمضان اور اس کے فوائد:..... رمضان کے روزے بھی ہجرت کے دوسرے ہی سال فرض ہوئے اور سال میں ایک مہینے کے روزے رکھنا اسلام کا چوتھا رکن قرار پایا:

① ..... روزے صحت کو بڑھاتے ہیں۔

② ..... مراء غرباء کی حالت سے عملی طریق پر باخبر کرتے ہیں۔

③ ..... شکم سیروں اور فاقہ مستوں کو ایک سطح پر کھڑا کر دینے سے قوم میں مساوات کے اصول کو تقویت دیتے ہیں۔

④ ..... قوت ملکیہ کو قوی اور قوت حیوانیہ کو کمزور بناتے ہیں۔

⑤ ..... قرآن مجید نے خاص طور پر یہ بیان فرمایا ہے کہ روزے خدا ترسی کی طاقت انسان کے اندر محکم کر دیتے ہیں

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْن (سورۃ البقرہ: ۱۸۳) تاکہ تم تقوی والے بن جاؤ۔

* .....تقویٰ کی مثال پر غور کرو کہ گرمی کا موسم ہے، روزہ دار کو سخت پیاس لگی ہوئی ہے، تنہا مکان میں ٹھنڈا پانی اس کے سامنے موجود ہے، مگر وہ پانی نہیں پیتا۔ * .....روزہ دار کو سخت بھوک لگی ہوئے ہے، بھوک کی وجہ سے جسم میں ضعف بھی محسوس کرتا ہے، کھانا میسر ہے، کوئی شخص اسے دیکھ بھی نہیں رہا، مگر وہ کھانا نہیں کھاتا۔

* ..... پیاری دل پسند بیوی پاس موجود ہے، محبت کے جذبات اس کی خوبصورتی سے تمتع لینے کی تحریک کرتے ہیں، الفت نے دونوں کو ایک دوسرے کا شیدا بنا رکھا ہے۔ لیکن روزہ دار اس سے پہلوتہی اختیار کرتا ہے۔

وجہ یہ ہے کہ خدا کے حکم کی عزت اور عظمت اس کے دل میں اس قدر جاگزیں ہوگئی ہے کہ کوئی جذبہ بھی اس پر غالب نہیں آ سکتا اور روزہ ہی اس عظمت اور جلال الٰہی کے دل میں قائم ہونے کا باعث ہوا ہے یہ ظاہر ہے کہ جب ایک ایماندار خدا کے حکم کی وجہ سے حرام، ناجائز اور گندی عادات وخواہشات کو چھوڑ دے گا اور ان کے ارتکاب کی کبھی جرأت نہ کرے گا۔ یہی وہ اخلاقی برتری ہے۔ جس کا روزہ دار کے اندر پیدا کر دینا اور مستحکم کر دینا شرع کا مقصود ہے۔ اسی لیے حدیث صحیح میں ہے:

من لم یدع قول الزور و العمل به فلیس لله حاجة فی ان یدع طعامه و شرابه۔

ترجمہ: جو روزہ دار جھوٹ کہنا، لغو بکنا اور لغو وفضول کاموں کا کرنا چھوڑ نہیں دیتا تو خدا کو کچھ پروا نہیں اگر وہ کھانا، پینا چھوڑ دیتا

دوسری حدیث میں ہے:

اذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث ولا یصخب فان سابه احد فلیقل انی امرء صائم۔

ترجمہ: جب کوئی شخص کسی دن روزہ رکھے تو نہ کوئی بے ہودہ لفظ زبان سے نکالے نہ بکواس اور شور کرے اور اگر کوئی اور شخص اسے گالی دے یا اس سے جھگڑا کرے تب کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں (گالی کا جواب دینا، جھگڑا مجھے شایان نہیں)۔

روزہ اور چاند کی تاریخیں

رمضان کا مہینہ قمری حساب پر رکھا گیا ہے۔ کیونکہ جب نصف دنیا پر سردی کا موسم ہوتا ہے۔ تو دوسرے نصف حصہ پر گرمی کا موسم ہوتا ہے۔ قمری مہینہ ادل بدل کر آنے سے کل دنیا کے مسلمانوں کے لیے مساوات قائم کر دیتا ہے لیکن اگر کوئی شمسی مہینہ مقرر کر دیا جاتا تو نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ سرما کی سہولت میں اور نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ گرما کی سختی اور تکلیف میں رہا کرتے اور یہ امر عالمگیر مذہب کے اصول کے خلاف ہوتا۔ روزہ رکھنا دشوار نہیں مگر جس شخص کے شہوانی خیالات ہوں یا جو جسمانی ناز وتنعم ہی کو زندگی کا شیریں مقصد سمجھتا ہو۔ اس کے لیے روزہ رکھنا بیشک سخت گراں ہے۔[1] رمضان کا اسلام میں فرض ہونا بلکہ رکن اسلام ہونا ہی ثابت کرتا ہے کہ اسلام کس قدر ایمان اور ملکوتی طاقتوں کو بڑھانے والا اور کس قدر جسمانی وشہوانی خیالات کو ملیامیٹ کرنے والا ہے ۳ھ کے رمضان میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے جو علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے پہلوٹے فرزند ہیں۔

---

[1] مسیح نے فرمایا: ۱۷۔ جب تو روزہ رکھے۔ اپنے سر پر چکنائی لگا اور منہ دھو۔ ۱۸۔ تا کہ آدمی پر نہیں بلکہ تیرے باپ پر جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے۔ روزہ دار ظاہر ہو اور تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے آشکارا تجھے بدلا دے۔ انجیل متی ۶۔ باب ۱۷۔ ۱۸۔

اُم الخبائث "شراب" کو اسلام نے حرام کیا

۴ ہجری کی برکات میں سے بڑی برکت یہ ہے کہ شراب کی حرمت کا اعلان کیا گیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ کچھ لوگ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں بیٹھے تھے میں انہیں شراب پلا رہا تھا۔ اتنے میں منادی ہونے لگی کہ شراب حرام ہوگئی۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے سنتے ہی کہہ دیا کہ جتنی شراب باقی ہے، اسے باہر پھینک دو۔ اس روز مدینہ کے گلی کوچوں میں شراب بہ نکلی تھی۔ آج دنیا کے مختلف ملکوں میں مختلف اقوام ٹمپرنس سوسائٹیوں کے ذریعے سے انسداد شراب کی کوشش میں مصروف ہیں۔ یہ جملہ اقوام اسلام کی اس تعلیم کے زیر بار احسان ہیں کیونکہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے شراب کی قلیل وکثیر مقدار کو حرام مطلق قرار دیا ہے۔

اسلام نے شراب کا نام ام الخبائث رکھا ہے۔ (برائیوں اور پلیدیوں کی ماں) انسان کے جسم پر، رویہ پر، اخلاق پر، ملک کے امن وانتظام پر، قبائل کے عادات پر، فوج کی اطاعت اور قوت پر، جو اثر شراب کا تجربہ اور مشاہدہ میں آرہا ہے، اس سے واضح ہے کہ شراب کے لیے "ام الخبائث" کیسا موزوں اور زیبا نام ہے۔ بعض لوگ اسلام کی صداقت پر پردہ ڈالنے کے لیے کہا کرتے ہیں کہ اسلام نے شہوانی خیالات کو تحریک دے کر لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے کی تحریص دلائی ہے۔ ان پر ذرا غور کرنا چاہیے کہ شراب کو حرام ٹھہرانے والا کس قدر شہوانی خیالات کا دشمن ہوگا اور جس مذہب میں شراب ہی حرام ہو اس میں داخل ہونے سے عیاش طبیعتوں کو کتنی جھجک ہوگی۔

ولادت وشہادت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ: ..... اسی سال یعنی ۴ھ کے شعبان میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے جو عشرہ محرم ۶۱ ہجری میں میدان کربلا میں نہایت مظلومی کی حالت میں شہید ہوئے تھے۔ ان کی شہادت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اسلام کے سچے فدائیوں کو صداقت کی تائید میں جان ومال وحرمت کی بھی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اسی جنگ میں صبر واستقلال، رضا وتوکل، احقاق حق واتباع صداقت کے ایسے نمونے دکھائے جن کی نظیر دنیا کی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے اور یہ سب کچھ نبی ﷺ کے فیضان وتربیت کا اثر ونتیجہ تھا۔

ثمامہ بن اثال سردار نجد کا مسلمان ہونا (۵ ہجری)

نبی ﷺ نے کچھ سوار نجد کی جانب روانہ فرمائے تھے، وہ واپس ہوتے ہوئے ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر لائے تھے۔ فوج والوں نے انہیں مسجد نبوی کے ستون کے ساتھ لا باندھا تھا۔ نبی ﷺ نے وہاں تشریف لا کر دریافت کیا کہ "ثمامہ کیا حال ہے۔" ثمامہ نے کہا: محمد! میرا حال اچھا ہے، اگر آپ میرے قتل کیے جانے کا حکم دیں گے تو یہ حکم ایک خونی کے حق میں ہوگا اور اگر آپ انعام فرمائیں گے تو ایک شکر گزار پر رحمت کریں گے اور اگر مال کی ضرورت ہے تو جس قدر چاہیے بتا دیجیے۔ دوسرے روز نبی ﷺ نے ثمامہ سے پھر وہی سوال کیا۔ ثمامہ نے کہا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ اگر آپ احسان فرمائیں گے تو ایک شکر گزار شخص پر فرمائیں گے۔ تیسرے روز نبی ﷺ نے پھر ثمامہ سے وہی سوال کیا اس نے کہا کہ میں اپنا جواب دے چکا ہوں نبی ﷺ نے حکم دیا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو۔

ثمامہ رہائی پا کر ایک کھجور کے باغ میں گیا جو مسجد نبوی کے قریب ہی تھا۔ وہاں جا کر غسل کیا اور پھر مسجد نبوی میں لوٹ کر آ گیا اور آتے ہی کلمہ پڑھ لیا۔ ثمامہ نے کہا: یارسول اللہ! قسم ہے خدا کی کہ سارے عالم میں آپ سے زیادہ

اور کسی شخص سے مجھے نفرت نہ تھی، لیکن اب تو آپ ہی مجھے دنیا میں سب سے بڑھ کر پیارے معلوم ہوتے ہیں۔ بخدا! آپ کے شہر سے مجھے نہایت نفرت تھی مگر آج تو مجھے وہ سب مقامات سے پسندیدہ تر نظر آتا ہے۔ بخدا! آپ کے دین سے بڑھ کر مجھے کسی اور دین سے بغض نہ تھا، لیکن آج تو آپ ہی کا دین محبوب تر ہو گیا ہے"

ثمامہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی عرض کیا کہ میں اپنے وطن سے مکہ کو عمرہ کے لیے جا رہا تھا۔ راستہ میں گرفتار کر لیا گیا اب عمرہ کے بارے میں کیا ارشاد ہے۔ نبی ﷺ نے اسے اسلام قبول کرنے کو بشارت دی اور عمرہ کے ادا کرنے کی اجازت فرمائی۔ ثمامہ رضی اللہ عنہ مکہ پہنچا تو وہاں کے ایک شخص نے پوچھا: کہو، تم صابی بن گئے؟ ثمامہ نے کہا: نہیں! میں محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لایا ہوں اور اسلام قبول کیا ہے اور اب یہ یاد رکھنا کہ ملک یمامہ سے تمہارے پاس ایک دانہ گندم بھی نہ آئے گا۔ جب تک کہ نبی ﷺ کی اجازت نہ ہوگی۔ (بخاری، کتاب المغازی)

حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ملک میں پہنچتے ہی مکہ کی طرف آنے والا اناج بند کر دیا۔ غلہ کی آمد کے رک سے اہل مکہ بلبلا اٹھے اور آخر نبی ﷺ ہی سے انہیں التجا کرنا پڑی۔ نبی ﷺ نے ثمامہ رضی اللہ عنہ کو لکھ دیا کہ غلہ بدستور جانے دے۔ (ان دنوں اہل مکہ نبی ﷺ کے جانی دشمن تھے)۔

اس قصہ سے نہ صرف یہی ثابت ہوا کہ نبی ﷺ نے کیوں کر ایک شخص کی جان بخشی فرمائی جو خود بھی اپنے آپ کو واجب القتل سمجھتا تھا[1] اور نہ صرف یہی ثابت ہوا کہ نبی ﷺ کے پاکیزہ حالات اور اخلاق کا کیسا گہرا اثر لوگوں پر پڑتا تھا کہ ثمامہ جیسا شخص جو اسلام اور مدینہ اور آنحضرت ﷺ سے سخت نفرت و عداوت رکھتا تھا۔ تین روز کے بعد بخوشی خود مسلمان ہو گیا تھا۔ بلکہ نبی ﷺ کی نیکی اور طینت کی پاکی و رحم دلی کا ثبوت اس طرح ملتا ہے کہ مکہ کے جن کافروں نے آنحضرت ﷺ کو مکہ سے نکالا تھا اور بدر، احد اور خندق میں اب تک نبی ﷺ اور مسلمانوں کے تباہ و برباد کرنے کے لیے ساری طاقت صرف کر چکے تھے، ان کے لیے رحمۃ للعالمین ﷺ یہ پسند نہیں فرماتے کہ ان کا غلہ روک دیا جائے اور ان کو تنگ و ذلیل کر کے اپنا فرمانبردار بنایا جائے۔

صلح حدیبیہ (۶ ہجری مقدس)

اسی سال نبی ﷺ نے اپنا ایک خواب مسلمانوں کو سنایا، فرمایا: "میں نے دیکھا۔ گویا میں اور مسلمان مکہ پہنچ گئے ہیں اور بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں اس خواب کے سننے سے غریب الوطن مسلمانوں کو اس شوق نے جو بیت اللہ کے طواف کا ان کے دل میں تھا، بے چین کر دیا اور انہوں نے اسی سال نبی ﷺ کو سفر مکہ کے لیے آمادہ کر لیا۔ مدینہ سے مسلمانوں نے سامان جنگ ساتھ نہیں لیا۔ بلکہ قربانی کے اونٹ ساتھ لیے اور سفر بھی ذیقعدہ کے مہینہ میں کیا، جس میں عرب قدیم رواج کی پابندی سے جنگ ہرگز نہ کیا کرتے تھے اور جس میں ہر ایک دشمن کو بھی

---

[1] ثمامہ سید ملک نجد کے گرفتار کیے جانے کی وجہ ہر چند کہ اس روایت میں بیان نہیں ہوئی۔ لیکن یہ یقینی ہے کہ یہ گرفتاری بالضرور کسی جرم کے بعد ہوئی تھی۔ غور کیجیے۔ ثمامہ کے الفاظ پر کہ وہ خود اپنے آپ کو واجب القتل تسلیم کرتا ہے۔ نبی ﷺ نے جب اسے بلا کسی شرط کے بلا کسی معاوضہ کے اور بلا تکلیف تبدیل مذہب کے آزاد فرما دیا تو اس کے دل پر آنحضرت ﷺ کے اخلاق و احسان نے وہ کام کیا کہ اس کی ہدایت کا سامان ہو گیا۔

بلا روک ٹوک مکہ میں آنے کی اجازت ہوا کرتی تھی۔ جب مکہ ۱۹ رمیل رہ گیا تو نبی ﷺ نے مقام حدیبیہ سے قریش کے پاس اپنے آنے کی اطلاع بھیج دی اور آگے بڑھنے کی اجازت بھی ان سے چاہی۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (جن کا اسلامی تاریخ میں ''ذوالنورین'' لقب ہے) سفیر بنا کر بھیجے گئے۔ ان کے جانے کے بعد لشکر اسلامی میں یہ خبر پھیل گئی کہ قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل یا قید کر دیا ہے اس لیے نبی ﷺ نے اس بے سروسامان جمعیت سے جان نثاری کی بیعت لی کہ اگر لڑنا بھی پڑا تو ثابت قدم رہیں گے، بیعت کرنے والوں کی تعداد چودہ سو تھی۔ (بخاری بروایت عبداللہ بن زید، سلمہ، ابن عمر، جابرؓ) قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (سورۂ فتح:۱۸)

اس بیعت میں نبی ﷺ نے اپنے بائیں ہاتھ کو عثمان رضی اللہ عنہ کا داہنا ہاتھ قرار دیا اور ان کی جانب سے اپنے داہنے ہاتھ پر بیعت کی اس بیعت کا حال سن کر قریش ڈر گئے اور ان کے سردار یکے بعد دیگرے حدیبیہ میں حاضر ہوئے۔

عروہ بن مسعود[1] جو قریش کی جانب سے آیا تھا، اس نے قریش کو واپس جا کر کہا: اے قوم! مجھے بارہا نجاشی (بادشاہ حبش) قیصر (بادشاہ قسطنطنیہ) کسری (بادشاہ ایران) کے دربار میں جانے کا اتفاق ہوا ہے، مگر مجھے کوئی بھی ایسا بادشاہ نظر نہ آیا، جس کی عظمت اس کے درباروالوں کے دل میں ایسی ہو جیسے اصحاب محمد کے دل میں محمدؐ کی ہے''۔

محمد ﷺ تھوکتا ہے تو اس کا آب دہن زمین پر گرنے نہیں پاتا، کسی نہ کسی کے ہاتھ ہی پر گرتا ہے اور وہ شخص اس آب دہن کو اپنے چہرہ پر مل لیتا ہے۔ جب محمد ﷺ کوئی حکم دیتا ہے تو تعمیل کے لیے سب مبادرت کرتے ہیں، جب وہ وضو کرتا ہے۔ تو آب مستعمل وضو کے لیے ایسے گرتے پڑتے ہیں۔ گویا لڑائی ہو پڑے گی۔ جب وہ کلام کرتا ہے تو سب کے سب چپ چاپ ہو جاتے ہیں۔ ان کے دل میں محمد ﷺ کا اتنا ادب ہے کہ وہ اس کے سامنے نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے، میری رائے ہے کہ ان سے صلح کر لو، جس طرح بھی بنے۔ (بخاری باب الشروط فی الجہاد)

سوچ سمجھ کر قریش صلح کرنے پر آمادہ ہوئے۔ صلح کے لیے مندرجہ ذیل شرائط طے ہوئے:

۱ ..... دس سال تک باہمی صلح رہے گی، جانبین کی آمدورفت میں کسی کو روک ٹوک نہ ہوگی۔

۲ ..... جو قبائل چاہیں، قریش سے مل جائیں اور جو قبائل چاہیں وہ مسلمانوں کی جانب شامل ہو جائیں۔ دوست دار قبائل کے حقوق بھی یہی ہوں گے۔

۳ ..... اگلے سال مسلمانوں کو طواف کعبہ کی اجازت ہوگی اس وقت ہتھیار ان کے جسم پر نہ ہوں گو سفر میں ساتھ ہوں

۴ ..... اگر قریش میں سے کوئی شخص نبی ﷺ کے پاس مسلمان ہو کر چلا جائے، تو نبی ﷺ اس شخص کو قریش کے طلب کرنے پر واپس کر دیں گے لیکن اگر کوئی شخص اسلام چھوڑ کر قریش سے جا ملے تو قریش اسے واپس نہ کریں گے۔

آخری شرط سن کر تمام مسلمان بجز ابوبکر رضی اللہ عنہ گھبرا اُٹھے، عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس بارے میں زیادہ پرجوش تھے لیکن نبی ﷺ نے ہنس کر اس شرط کو بھی منظور فرما لیا، معاہدہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا، انہوں نے شروع میں لکھا

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم

---

[1] یہ عروہ جو آج قریش کا سفیر بن کر آیا تھا چند سال کے بعد خود بخود مسلمان ہو گیا تھا اور اپنی قوم میں تبلیغ اسلام کے لیے سفیر اسلام بن کر گیا تھا

سہیل جو قریش کی طرف سے مختار معاہدہ تھا، بولا: بخدا! ہم نہیں جانتے کہ رحمن کسے کہتے ہیں، باسمك اللھم لکھو نبی ﷺ نے وہی لکھ دینے کا حکم دیا۔[1] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر لکھا: ''یہ معاہدہ محمد رسول اللہ اور قریش کے درمیان قرار پایا ہے''۔ سہیل نے اس پر بھی اعتراض کیا اور نبی ﷺ نے اس کی درخواست پر محمد بن عبداللہ لکھنے کا حکم دیا۔ معاہدہ کی آخری شرط کی نسبت قریش کا خیال تھا کہ اس شرط سے ڈر کر کوئی شخص آئندہ مسلمان نہ ہوگا۔ لیکن یہ شرط ابھی طے ہی ہوئی تھی اور عہد نامہ لکھا ہی جا رہا تھا۔ دونوں طرف سے معاہدہ پر دستخط بھی نہ ہوئے تھے کہ سہیل بن عمرو (جو اہل مکہ کی طرف سے معاہدہ پر دستخط کرنے کا اختیار رکھتا تھا) کے سامنے ابوجندل رضی اللہ عنہ اسی جلسہ میں پہنچ گیا، ابوجندل رضی اللہ عنہ مکہ میں مسلمان ہو گیا تھا۔ قریش نے اسے قید کر رکھا تھا اور اب وہ موقع پا کر زنجیروں سمیت ہی بھاگ کر لشکر اسلامی میں پہنچا تھا۔ سہیل نے کہا کہ اسے ہمارے حوالہ کیا جائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ عہد نامے کے مکمل ہو جانے پر اس کے خلاف نہ ہوگا۔ یعنی جب تک عہد نامہ مکمل نہ ہو جائے۔ اس کی شرائط پر عمل نہیں ہو سکتا۔ سہیل نے بگڑ کر کہا کہ تب ہم صلح ہی نہیں کرتے، نبی ﷺ نے حکم دیا اور ابوجندل قریش کے سپرد کر دیا گیا۔ قریش نے مسلمانوں کے کیمپ میں اس کی مشکیں باندھیں، پاؤں میں زنجیر ڈالی اور کشاں کشاں لے گئے۔ نبی ﷺ نے جاتے وقت اس قدر فرما دیا تھا کہ ابوجندل! خدا تیری کشایش کے لیے کوئی سبیل نکال دے گا۔[2] ابوجندل رضی اللہ عنہ کی ذلت اور قریش کا ظلم دیکھ کر مسلمانوں کے اندر جوش اور طیش تو پیدا ہوا۔ مگر نبی ﷺ کا حکم سمجھ کر ضبط و صبر کیے رہے۔

حملہ کرنے والے اسی (۸۰) اعداء (دشمنوں) کو معافی

نبی ﷺ حدیبیہ ہی میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ اسی (۸۰) آدمی کوہ تنعیم سے صبح کے وقت جب مسلمان نماز میں مصروف تھے، اس ارادے سے اترے کہ مسلمانوں کو نماز کے اندر قتل کر دیں۔ یہ سب لوگ گرفتار کر لیے گئے اور آنحضرت ﷺ نے انہیں ازراہ رحم دلی و عفو چھوڑ دیا۔ اسی واقعہ پر قرآن مجید میں اس آیت کا نزول ہوا:

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ (سورۃ الفتح: ۲۴)

ترجمہ:..... خدا وہ ہے جس نے وادی مکہ میں تمہارے دشمنوں کے ہاتھ تم سے روک دیے اور تمہارے ہاتھ بھی (ان پر قابو پانے کے بعد) ان سے روک دیے۔

برکاتِ معاہدہ:..... الغرض! یہ سفر بہت خیر و برکت کا موجب ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے معاندین کے ساتھ معاہدہ کرنے میں فیاضی، حزم، دور بینی اور حملہ آور دشمنوں کی معافی میں عفو اور رحمۃ للعالمین کے انوار کا ظہور دکھایا۔ حدیبیہ ہی سے مدینہ منورہ کو واپس تشریف لے گئے۔ اسی معاہدہ کے بعد سورہ الفتح کا نزول حدیبیہ میں ہوا تھا۔

---

[1] بخاری عن مسور بن مخرمہ باب الشروط فی الجہاد۔ یہی سہیل جو آج اسم مبارک محمد کے ساتھ رسول اللہ لکھنے پر اعتراض کرتا ہے۔ چند سال کے بعد دلی شوق اور امنگ سے مسلمان ہو گیا تھا۔ انتقال نبوی ﷺ کے بعد مکہ معظمہ میں اس نے اسلام کی حقانیت پر ایسی زبردست تقریر کی تھی جو ہزاروں مسلمانوں کے لیے استحکام و تازگی ایمان کا باعث ٹھہری تھی۔ بیشک یہ اسلام کا عجیب اثر ہے کہ وہ جانی اور دلی دشمنوں کو دم بھر میں اپنا فدائی بنا لیتا ہے۔

[2] صحیح بخاری باب الشروط فی الجہاد صفحہ ۸۰۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا یہ معاہدہ ہمارے لیے فتح ہے؟ فرمایا: ہاں۔

حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ نے زندان مکہ میں پہنچ کر دین حق کی تبلیغ شروع کر دی، جو کوئی اس کی نگرانی پر مامور ہوتا وہ اسے توحید کی خوبیاں سناتا۔ اللہ کی عظمت وجلال بیان کر کے ایمان کی ہدایت کرتا خدا کی قدرت کہ ابوجندل اپنے سچے ارادے اور سعی میں کامیاب ہو جاتا اور وہ شخص مسلمان ہو جاتا۔

قریش اس دوسرے ایمان لانے والے کو بھی قید کر دیتے۔ اب یہ دونوں مل کر تبلیغ کا کام اسی قید خانہ میں کرتے۔

الغرض! اس طرح ایک ابوجندل کے قید ہو کر مکہ پہنچ جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سال کے اندر قریباً تین سو اشخاص ایمان لے آئے۔ اب قریش پچھتائے کہ ہم نے کیوں عہد نامے میں ان ایمان والوں کو واپس لینے کی شرط درج کرائی پھر انہوں نے مکہ کے چند منتخب شخصوں کو نبی ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ عہد نامہ کی اس شرط سے دست بردار ہوتے ہیں۔ ان نومسلموں کو اپنے پاس بلا لیجیے۔ نبی ﷺ نے معاہدہ سے خلاف کرنا پسند نہ فرمایا۔[1] اس وقت عام مسلمان بھی سمجھ گئے کہ معاہدہ کی وہ شرط جو ظاہراً ہم کو گوارا نہ تھی، اس کا منظور کر لینا کس قدر مفید ثابت ہوا۔

ابوجندل کے حال سے کیا نتیجہ حاصل ہوتا ہے؟..... ابوجندل کے قصہ سے ہر شخص جو سر میں دماغ اور دماغ میں فہم کا مادہ رکھتا ہے۔ وہ سمجھ سکتا ہے کہ اسلام کی صداقت کیسی الٰہی طاقت کے ساتھ پھیل رہی تھی اور کس طرح طالبان حق کے دل پر قبضہ کر رہی تھی کہ وطن کی دوری، اقارب کی جدائی، قید، ذلت، بھوک، پیاس، خوف وطمع، تلوار، پھانسی، غرض دنیا کی کوئی چیز اور کوئی جذبہ ان کو اسلام سے نہ روک سکتا تھا۔

صلح کا حقیقی فائدہ:..... امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے معاہدہ کی دفعہ اول کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ جانبین سے آمد ورفت کی روک ٹوک کے اٹھ جانے سے یہ فائدہ ہوا کہ لوگ مسلمانوں سے ملنے جلنے لگے اور اس طرح ان کو اسلام کی حقیقت اور حقیقت معلوم کرنے کے مواقع ملے اور اسی وجہ سے اس سال اتنے زیادہ لوگوں نے اسلام قبول کیا کہ اس سے پیشتر کسی سال اتنے مسلمان نہ ہوئے تھے۔

---

[1] ابوجندل کی طرح ایک شخص ابوبصیر تھا، وہ مسلمان ہو کر مدینہ پہنچا۔ قریش نے اسے واپس لانے کے لیے دو شخص نبی ﷺ کی خدمت میں بھیجے۔ آنحضرت ﷺ نے ابوبصیر کو ان کے سپرد کر دیا۔ راستہ میں ابوبصیر نے ان میں سے ایک کو دھوکا دے کر مار دیا۔ دوسرا نبی ﷺ کی خدمت میں اطلاع کے لیے گیا، اس کے پیچھے ہی ابوبصیر بھی پہنچا۔ نبی ﷺ نے اسے فساد انگیز فرمایا۔ اس عتاب سے خوف زدہ ہو کر وہاں سے بھی بھاگا۔ قریش نے ابوجندل اور اس کے ساتھ ایمان لانے والوں کو مکہ سے نکال دیا۔ ابوجندل کو چونکہ مدینہ آنے کی اجازت نہ تھی اس لیے اس نے مکہ سے شام کے راستہ پر ایک پہاڑی پر قبضہ کر لیا۔ جو قافلہ قریش کا آتا جاتا اسے لوٹ لیتا (کیونکہ قریش فریق جنگ تھے) ابوبصیر بھی اسی سے جا ملا۔ ایک دفعہ ابوالعاص بن ربیع کا قافلہ بھی شام سے آیا۔ ابوجندل وغیرہ ابوالعاص سے واقف تھے، سیدہ زینب بنت رسول ﷺ کا اس سے نکاح ہوا تھا (گو ابوالعاص کا ان کے مشرک رہنے سے افتراق ہو چکا تھا) ابوجندل نے قافلہ کو لوٹ لیا۔ مگر کسی جان کا نقصان نہ ہوا، اس لیے کہ ابوالعاص ان میں تھا۔ ابوالعاص وہاں سے سیدھا مدینہ آیا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وساطت سے ماجرائی اطلاع نبی ﷺ تک پہنچائی۔ نبی ﷺ نے اسباب رسی اور مہار شتر تک ابوالعاص کو واپس کر دیا۔ ابوالعاص مکہ پہنچا سب لوگوں کا روپیہ پیسہ اسباب لوٹایا۔ پھر منادی کرائی کہ اگر کسی کا کوئی حق مجھ پر رہ گیا ہو تو بتا دے، سب نے کہا تو بڑا امین ہے۔ ابوالعاص نے کہا اب میں جاتا ہوں اور مسلمان ہوتا ہوں۔ مجھے ڈر تھا کہ اگر اس سے پہلے مسلمان ہو جاتا تو لوگ الزام لگاتے کہ ہمارا مال مار کر مسلمان ہو گیا ہے۔ نبی ﷺ نے ابوجندل اور اس کے ساتھیوں کو بھی اب مدینہ بلا لیا تاکہ وہ قریش کے [illegible] لوٹ سکیں۔

مسلمانوں کا طواف کعبہ کے لیے جانا اور اس کے نتائج (۷ ہجری مقدس)

معاہدہ حدیبیہ کی شرط دوم کی رو سے مسلمان اس سال مکہ پہنچ کر عمرہ کرنے کا حق رکھتے تھے۔ اس لیے اللہ کا رسول دو ہزار صحابہ کو ساتھ لے کر مکہ پہنچا مکہ والوں نے نبی ﷺ کو مکہ میں آنے سے تو نہ روکا۔ لیکن خود گھروں کو قفل لگا کر کوہ ابوقبیس کی چوٹی پر جس کے نیچے مکہ آباد ہے، چلے گئے۔ پہاڑ پر سے مسلمانوں کے کام دیکھتے رہے۔

خدا کا نبی ﷺ تین دن تک عمرہ کے لیے مکہ میں رہا اور پھر ساری جمعیت کے ساتھ مدینہ کو واپس چلا گیا۔ ان منکروں پر مسلمانوں کے سچے جوش، سادہ اور مؤثر طریق عبادت کا اور ان کی اعلیٰ دیانت و امانت کا (کہ خالی شدہ شہر میں کسی کا ایک پائی کا بھی نقصان نہ ہوا تھا) عجیب اثر ہوا۔ جس نے سینکڑوں کو اسلام کی طرف مائل کر دیا۔

یہود کی چوتھی سازش

مدینہ پر حملہ کی تیاری، لشکر اسلام کا آگے بڑھ کر انہیں لینا یا جنگ خیبر (محرم ۷ ہجری)

خیبر مدینہ سے شام کی جانب تین منزل پر ایک مقام کا نام ہے یہ یہودیوں کی خالص آبادی کا قصبہ تھا آبادی کے گرداگرد مستحکم قلعے بنائے ہوئے تھے۔ نبی ﷺ کو سفرِ حدیبیہ سے پہنچے ہوئے تھوڑے ہی دن (ایک ماہ سے کم) ہوئے کہ سننے میں آیا کہ خیبر کے یہودی پھر مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔ (طبقات کبیر ابن سعد: ۷)

اور جنگ احزاب کی ناکامی کا بدلہ لینے اور اپنی کھوئی ہوئی جنگی عزت و قوت کو ملک بھر میں بحال کرنے کے لیے ایک خون خوار جنگ کی تیاری کر چکے ہیں، انہوں نے قبیلہ بنو غطفان کے چار ہزار جنگجو بہادروں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور معاہدہ یہ تھا کہ اگر مدینہ فتح ہو گیا تو پیداوار خیبر کا نصف حصہ ہمیشہ بنو غطفان کو دیتے رہیں گے۔ مسلمان محاصرے کی سختی کو جو پچھلے ہی سال جنگِ احزاب میں انہیں اٹھانی پڑی تھی، ہنوز نہیں بھولے تھے اس لیے سب مسلمانوں کا اس امر پر اتفاق ہو گیا کہ اس حملہ آور دشمن کو آگے بڑھ کر لینا چاہیے۔

نبی ﷺ نے اس غزوہ میں صرف انہی صحابہ کو ہمرکاب چلنے کی اجازت دی تھی۔ جو (لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ [1] (سورۂ فتح: ۱۸) کی بشارت سے ممتاز تھے اور جن کو (وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا) [2] کا مژدہ مل چکا تھا۔ ان کی تعداد چودہ سو تھی جن میں سے دو اسپ سوار تھے۔

مقدمہ لشکر کے سردار عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ [3] اور میمنہ لشکر کے سردار عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ سردار میسرہ کوئی اور صحابی تھے۔ بیس صحابیہ عورتیں بھی شامل لشکر تھیں جو بیماروں اور زخمیوں کی خبر گیری اور تیمارداری کے لیے ساتھ ہو لی تھیں۔ (مدارج النبوۃ: ۲۹۰) لشکر اسلام آبادیٔ خیبر کے متصل رات کے وقت پہنچ گیا تھا، لیکن نبی ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ رات کو لڑائی شروع نہ کرتے تھے اور نہ کبھی شب خون ڈالا کرتے اس لیے لشکر اسلام

---

[1] خدا تعالیٰ ان مومنوں سے خوش ہوا جو درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے۔ خدا نے ان کے دلوں کے اندر کا حال جان لیا۔

[2] خدا نے تم سے بڑی بڑی فتوحات کا وعدہ کیا ہے۔ جو تم حاصل کرو گے۔ (سورۂ فتح: ۲۰)

[3] عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ فضلاء صحابہ میں سے تھے نبی ﷺ نے بشارت دی تھی کہ یہ بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے، بدر، احد، خندق اور دیگر مشاہد میں حاضر ہوئے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بعمر ۴۵ سال شہید ہوئے۔

میدان میں ڈیرے ڈال دیے۔ معرکہ کے لیے اس مقام کا انتخاب مرد جنگ آزما حباب بن المنذر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ یہ میدان اہلِ خیبر اور بنوغطفان کے درمیان پڑتا تھا۔ (بخاری عن انسؓ وتاریخ طبری)

اس تدبیر کا فائدہ یہ ہوا کہ جب بنوغطفان یہود یانِ خیبر کی مدد کے لیے نکلے تو انہوں نے لشکر اسلام کو سدّ راہ پایا اور اس لیے چپ چاپ اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ نبی ﷺ نے حکم دیا تھا کہ لشکر کا بڑا کیمپ اسی جگہ رہے گا اور حملہ اور افواج کے دستے کیمپ سے جایا کریں گے۔ لشکر کے اندر فوراً مسجد تیار کر لی گئی تھی اور جنگ کے دوش بدوش تبلیغ اسلام کا سلسلہ بھی جاری فرما دیا گیا تھا۔ حضرت عثمان عفان رضی اللہ عنہ اس کیمپ کے ذمہ دار افسر تھے۔ قصبہ خیبر کے قلعے جو آبادی کے دائیں بائیں واقع تھے، شمار میں دس تھے جن کے اندر دس ہزار جنگی مرد رہتے تھے۔[1]

ہم ان کو تین حصوں پر تقسیم کرتے ہیں:

① ..... قلعہ ناعم۔ ② ..... قلعہ نطاۃ۔ ③ ..... حصن صعب بن معاذ۔ ④ ..... حصن قلعہ الزبیر۔ یہ چاروں حصے ''نطاۃ'' کے نام سے نامزد تھے۔

⑤ ..... حصن شن۔ ⑥ ..... حصن البر۔ ⑦ ..... حصن ابی۔ یہ تینوں حصے ''شن'' کے نام سے نامزد تھے۔

⑧ ..... حصن قموص طبری۔ ⑨ ..... حصن وطیح ⑩ ..... حصن سلالم جسے حصن بنی الحقیق بھی کہتے ہیں۔ یہ تینوں حصے ''کتیبہ'' کے نام سے نامزد تھے۔

محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو حملہ آور فوج کا سردار بنایا گیا اور انہوں نے قلعہ نطاۃ پر جنگ کا آغاز کر دیا۔ نبی ﷺ خود بھی حملہ آور فوج میں شامل ہوئے تھے۔ باقی ماندہ فوجی کیمپ زیر نگرانی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھا۔

حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ پانچ روز تک برابر حملہ کرتے رہے لیکن قلعہ فتح نہ ہوا۔ پانچویں یا چھٹے روز کا ذکر ہے کہ محمود رضی اللہ عنہ میدان جنگ کی گرمی سے ذرا ستانے کے لیے پائیں قلعہ دیوار کے سایہ میں لیٹ گئے۔ کنانہ بن الحقیق یہودی نے انہیں غافل دیکھ کر ایک پتھر ان کے سر پر دے مارا، جس سے وہ شہید ہو گئے اور فوج کی کمان ان کے بھائی محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے سنبھالی اور شام تک کمال شجاعت و دلآوری سے لڑتے رہے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی رائے ہوئی کہ یہودیوں کے نخلستان کو کاٹا جائے۔ کیونکہ ان لوگوں کو ایک ایک درخت ایک ایک بچے کے برابر پیارا ہے۔ اس تدبیر سے اہل قلعہ پر اثر ڈالا جا سکے گا اس تدبیر پر عمل شروع ہو گیا تھا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کے حضور حاضر ہو کر التماس کیا کہ یہ علاقہ یقیناً مسلمانوں کے ہاتھ پر فتح ہونے والا ہے۔ پھر ہم اسے اپنے ہاتھوں کیوں خراب کریں۔ نبی ﷺ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور ابنِ مسلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس نخلستان کے کاٹنے کے بارے میں امتناعی حکم بھیج دیا۔ شام کو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کی مظلومانہ شہادت کا قصہ خود نبی ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا: نبی علیہ السلام نے فرمایا:

''لا عطین) اولیاتین (الرایۃ غدا رجلا یحبہ اللہ ورسولہ یفتح اللہ علیہ''

ترجمہ: ..... کل فوج کا نشان اس شخص کو دیا جائے گا (یا وہ شخص نشان ہاتھ میں لے گا) جس سے خدا تعالیٰ اور رسول محبت

---

[1] فتح الباری۔ بعض کتابوں میں قلعوں کی تعداد ۷،۶ بھی درج ہے۔

کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ فتح عنایت فرمائے گا۔

یہ ایسی تعریف تھی جسے سن کر فوج کے بڑے بڑے بہادر اگلے دن کی کمان ملنے کے آرزومند ہو گئے تھے۔

اس رات پاسبانیٔ لشکر کی خدمت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سپرد تھی انہوں نے گرداوری کرتے ہوئے ایک یہودی کو گرفتار کیا اور اسی وقت نبی ﷺ کی خدمت میں لائے۔ آنحضرت ﷺ نماز تہجد میں تھے جب فارغ ہوئے تو یہودی سے گفتگو فرمائی۔ یہودی نے کہا کہ اگر اسے اور اس کے زن و بچہ کا جو قلعہ کے اندر ہیں، امان عطا ہو تو وہ بہت سے جنگی راز بتا سکتا ہے۔ یہ وعدہ اس سے کر لیا گیا۔ یہودی نے بتایا کہ نطاۃ کے یہودی آج کی رات اپنے زن و بچہ کو قلعہ شن میں بھیج رہے ہیں اور نقد و جنس کو قلع نطاۃ کے اندر دفن کر رہے ہیں، مجھے وہ مقام معلوم ہے۔ جب مسلمان قلعہ نطاۃ لے لیں گے۔ تو میں وہ جگہ بتا دوں گا۔ بتایا کہ قلعہ شن کے تہ خانوں میں قلعہ شکنی کے بہت سے آلات منجنیق وغیرہ موجود ہیں جب مسلمان قلعہ شن فتح کر لیں گے تو ﷺ وہ تہہ خانے بھی بتا دوں گا۔

صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ انہیں آشوب چشم ہے آنکھوں میں درد بھی ہوتا رہا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آ گئے تو نبی ﷺ نے لب مبارک جناب مرتضیٰ کی آنکھوں کو لگا دیا۔ اسی وقت آنکھیں کھل گئیں، نہ آشوب کی سرخی باقی تھی اور نہ درد کی تکلیف۔ پھر فرمایا: علی جاؤ! راہ خدا میں جہاد کرو، پہلے اسلام کی دعوت کرو، بعد میں جنگ۔ علی! اگر تمہارے ہاتھ پر ایک شخص بھی مسلمان ہو جائے تو یہ کام بھاری غنیمتوں کے حاصل ہو جانے سے بہتر ہوگا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قلعہ ناعم پر جنگ کی طرح ڈالی، مقابلہ کے لیے قلعہ کا مشہور سردار مرحب میدان میں نکلا۔ یہ اپنے آپ کو ہزار بہادروں کے برابر کہا کرتا تھا۔

اس نے آتے ہی یہ رجز پڑھنا شروع کر دیا:

قد علمت خیبر انی مرحب شاکی السلاح بطل مرحّب اذ القلوب اقبلت تلهب

ترجمہ:..... خیبر جانتا ہے کہ یہ ہتھیار سجانے والا بہادر تجربہ کار مرحب ہوں جب لوگوں کے ہوش مارے جاتے ہیں تو میں بہادری دکھاتا ہوں۔

اس کے مقابلہ کے لیے عامر بن الاکوع رضی اللہ عنہ نکلے۔ وہ بھی اپنا رجز پڑھتے جاتے تھے:

قد علمت خیبر انی عامر شاکی السلاح بطل مقائر

ترجمہ:..... ”خیبر جانتا ہے کہ میں ہتھیار چلانے میں استاد نبرد آزما تلخ ہوں، میرا نام عامر ہے“۔

مرحب نے ان پر تلوار سے وار کیا، عامر رضی اللہ عنہ نے اسے ڈھال پر روکا اور مرحب کے حصہ زیریں پر وار چلایا مگر ان کی تلوار جو لمبائی میں چھوٹی تھی۔ ان ہی کے گھٹنے پر لگی۔ جس کے صدمہ سے یہ بالآخر شہید ہو گئے۔

پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نکلے، رجز حیدر سے میدان گونج اٹھا۔ آپ فرما رہے تھے:

انا الذی سمتنی امی حیدره اکیلکم بالسیف کیل السندره

کلیث غابات شدید قسوره

ترجمہ:..... میں ہوں کہ میری ماں نے میرا نام شیر غضبناک رکھا ہے میں اپنی تلوار کی سخاوت سے تمہیں بڑے بڑے

پیمانے عطا کردوں گا۔ میں شیر پر سخت حملہ آور، مرد میدان ہوں۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک ہی ہاتھ تلوار کا ایسا لگایا کہ مرحب کے خود آہنی کو کاٹتا، عمامہ کو قطع کرتا۔ سر کے دو ٹکڑے بناتا ہوا گردن تک جا پہنچا۔ مرحب کا بھائی یاسر نکلا، اسے زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے خاک میں سُلا دیا۔

اس کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عام حملہ سے قلعہ ناعم فتح ہوگیا۔

اسی روز قلعہ صعب کو حضرت خباب بن المنذر رضی اللہ عنہ [1] نے محاصرہ سے تیسرے دن بعد فتح کرلیا قلعہ صعب سے مسلمانوں کو جو، کھجور، چھوہارے، مکھن، روغن، چربی اور پارچہ جات کی مقدار کثیر ملی فوج میں قلت رسد سے جو تکلیف ہورہی تھی۔ وہ رفع ہوگئی۔ اسی قلعہ سے آلات قلعہ شکن بھی برامد ہوئے۔ جس کی خبر یہودی جاسوس دے چکا تھا۔ اس سے اگلے روز قلعہ نطاۃ فتح ہوگیا۔ اب قلعہ الزبیر پر جو ایک پہاڑی ٹیلہ پر واقع تھا اور اپنے بانی زبیر کے نام سے موسوم تھا۔ حملہ کیا گیا۔ دو روز کے بعد ایک یہودی لشکر اسلام میں آیا، اس نے کہا: یہ قلعہ تو مہینہ بھر تک بھی تم فتح نہیں کرسکو گے۔ میں ایک راز بتاتا ہوں۔ اس قلعہ کے اندر پانی ایک زیر زمین نالہ کی راہ سے جاتا ہے، اگر پانی کا راستہ بند کردیا جائے تو فتح ممکن ہے۔ مسلمانوں نے پانی پر قبضہ کرلیا۔ اہلِ قلعہ، قلعہ سے باہر نکل کر کھلے میدان میں آ کر لڑے اور مسلمانوں نے انہیں شکست دے کر قلعہ فتح کرلیا۔ پھر حصن اُبَی پر حملہ شروع ہوا۔ اس قلعہ والوں نے سخت مدافعت کی۔ ان میں سے ایک شخص (جس کا نام غزوان تھا) مبارزت کے لیے باہر نکلا۔ خباب رضی اللہ عنہ مقابلہ کو گئے، اس کا بازو راست کٹ گیا، وہ قلعہ کو بھاگا۔ خباب رضی اللہ عنہ نے تعاقب کیا اور اس کی رگ پاشنہ کو بھی کاٹ ڈالا۔ وہ گر پڑا اور پھر قتل کردیا گیا۔ قلعہ سے ایک اور مبارز نکلا۔ جس کا مقابلہ ایک مسلمان نے کیا۔ مگر مسلمان اس کے ہاتھ شہید ہوگیا۔ اب ابودجانہ رضی اللہ عنہ نکلے۔ انہوں نے جاتے ہی اس کے پاؤں کاٹ دیے اور پھر قتل کرڈالا گیا۔

یہود پر رعب طاری ہوگیا اور باہر نکلنے سے رُک گئے۔ ابودجانہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ مسلمانوں نے ان کا ساتھ دیا۔ تکبیر کہتے ہوئے قلعہ کی دیوار پر جا چڑھے۔ قلعہ فتح کرلیا۔ اہل قلعہ بھاگ گئے اس قلعہ سے بکریاں اور کپڑے اور اسباب بہت سا ملا۔ اب مسلمانوں نے حصن البر پر حملہ کردیا۔ یہاں کے قلعہ نشینوں نے مسلمانوں پر اتنے تیر برسائے اور اتنے پتھر گرائے کہ مسلمانوں کو بھی مقابلہ میں منجنیق کا استعمال کرنا پڑا۔ منجنیق وہی تھے جو حصن صعب سے غنیمت میں ملے تھے۔ منجنیقوں سے قلعہ کی دیواریں گرائی گئیں اور قلعہ فتح ہوگیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا (۸ ہجری):..... انہی ایمان لانے والوں میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے جو جنگ اُحد میں کافروں کے رسالہ کے افسر تھے اور مسلمانوں کو انہوں نے سخت نقصان پہنچایا تھا۔ یہ وہی خالد ہیں جنہوں نے اسلامی جنرل ہونے کی حیثیت میں مسیلمہ کذاب کو شکست دی۔ تمام عراق اور نصف شام کا ملک فتح کیا تھا۔ مسلمانوں کے ایسے جانی دشمن اور ایسے جانباز اعلیٰ سپاہی کا خود بخود مسلمان ہوجانا اسلام کی سچائی کا معجزہ ہے۔

---

[1] خباب بن المنذر انصاری اسلمی ابوعمرو کنیت اور ذوالرائے لقب تھا۔ غزوۂ بدر میں ۳۳ سال کے تھے۔ میدان جنگ بدر کے متعلق بھی آنحضرت ﷺ سے ان کی رائے پسند فرمایا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں انتقال فرمایا۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا (۸ ہجری)

انہی ایمان لانے والوں میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تھے۔ قریش نے ان ہی کو مسلمانوں سے عداوت اور بیرونی معاملات میں اعلیٰ قابلیت رکھنے کی وجہ سے اس ڈیپوٹیشن (وفد) کا سردار بنایا تھا جو شاہِ حبش کے پاس گیا تھا تاکہ وہ حبش میں گئے ہوئے مسلمانوں کو قریش کے حوالے کر دے۔ ان ہی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ملک مصر کو فتح کیا تھا ایسے مدبر و ماہر سیاست اور فاتح ممالک کا مسلمان ہو جانا بھی اسلام کا اعجاز ہے۔

انہی اسلام لانے والوں میں عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے جو کعبہ کے اعلیٰ مہتمم و کلید بردار تھے۔ جب یہ نامی سردار (جن کی شرافتِ حسب و نسب سارے عرب میں مسلمہ تھی) نبی ﷺ کی خدمت میں مدینہ جا پہنچے تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''آج مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑے ہم کو دے ڈالے''۔

حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا (۹ ہجری):..... اس مشہور سردار کے ایمان لانے کی تقریب یہ ہوئی کہ ۹ھ میں یمن کے قبیلہ بنی طے نے بغاوت کی تھی۔ اس وقت اس علاقہ کے حاکم اعلیٰ علی مرتضی رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے فسادیوں کو پکڑ کر مدینہ منورہ بھیج دیا تھا۔ ان میں حاتم طائی مشہور سخی کی بیٹی تھی۔ اس نے نبی ﷺ کی خدمت میں یوں عرض کیا: ''میں سردار قوم کی بیٹی ہوں۔ میرا باپ رحم و کرم میں مشہور تھا۔ بھوکوں کو کھانا کھلایا کرتا، غریبوں پر رحم کرتا۔ وہ مر گیا۔ بھائی شکست کھا کر بھاگ گیا۔ اب آپ مجھ پر رحم کریں''۔

نبی ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: ''تیرے باپ میں مؤمنوں جیسی صفات تھیں''۔

اس کے بعد اسے مع اس کے متعلقین کے چھوڑ دیا اور زادِ راہ اور لباس بھی عنایت فرمایا۔

عدی بن حاتمؓ کا قصہ..... عدی بن حاتم کا اپنا بیان ہے کہ مجھے رسول کے نام سے سخت نفرت تھی کیونکہ میں عیسائی المذہب تھا۔ اپنی قوم کا سردار تھا۔ میری قوم غنیمت کا ایک چہارم حصہ مجھے ادا کیا کرتی تھی۔ میں اپنے دل میں کہا کرتا تھا کہ میں سچے دین پر بھی ہوں اور اپنے علاقہ کا بادشاہ بھی ہوں۔ اس لیے مسلمان ہونے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ میں نے اپنے شتر خانہ کے داروغہ کو کہہ رکھا تھا کہ دو عمدہ اونٹ جو تیز رفتار ہوں، ہر وقت میرے مکان پر موجود رکھا کرے اور جب اسے اس علاقہ میں مسلمانوں کے آنے کی خبر ملے، مجھے فوراً بتائے۔ ایک روز داروغہ آیا کہا: صاحب! محمدؐ کی فوج آ جانے پر جو کچھ کرنے کا ارادہ ہو، وہ کر گزریے کیونکہ مجھے دور سے کچھ جھنڈے نظر آتے ہیں۔ یہ سن کر میں نے اونٹ منگائے، بیوی، بچہ اور زر و مال کو لادا اور شام کو چل دیا میری بہن آنحضرت ﷺ سے رہائی حاصل کرنے کے بعد میرے پاس شام ہی میں پہنچی، اس نے اپنی رہائی کی تمام کیفیت سنائی۔ میری بہن نہایت دانا اور عقیل تھی۔ میں نے پوچھا کہ اس شخص (رسول اللہ) کی نسبت تمہاری کیا رائے ہے؟

اس نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ تو جلد اس کے پاس چلا جا کیونکہ اگر وہ نبی ہے، تب تو سابقین کی فضیلت کو کیوں ضائع کیا جائے اور اگر وہ بادشاہ ہے، تب بھی اس کے پاس جانے سے ذلیل نہ ہوگا۔ کیونکہ تُو تُو ہی ہے (تو خود ہی اپنی قابلیتوں میں بے نظیر ہے) بہن کے مشورہ پر میں مدینے میں آیا، اس وقت اللہ کے نبی مسجد میں تھے، میں نے جا کر سلام کیا، فرمایا: کون؟ میں نے کہا: عدی بن حاتم۔ نبی ﷺ مجھے ساتھ لے کر اپنے گھر چلے، راستہ

میں ایک کھوسٹ بڑھیا ملی، اس نے نبی ﷺ کو ٹھہرالیا، آپ دیر تک اس کے پاس کھڑے رہے اور وہ اپنی لمبی داستان سناتی رہی۔ میں نے اپنے دل میں کہا: یہ شخص بادشاہ ہرگز نہیں۔ پھر آنحضرت ﷺ گھر پہنچے، ایک چمڑے کا گدا جس میں کھجور کے پٹھے بھرے ہوئے تھے، نبی ﷺ نے میرے سامنے پھینک دیا، فرمایا: اس پر بیٹھو، میں نے کہا: حضور! بیٹھیے، فرمایا: نہیں تم ہی بیٹھ جاؤ، میں گدے پر بیٹھ گیا اور آنحضرت ﷺ زمین پر بیٹھ گئے۔ اب میرے دل نے گواہی دی کہ یہ بادشاہ ہرگز نہیں۔

اب نبی ﷺ نے فرمایا: تم تو رکوسی ہو۔[1] میں نے کہا: ہاں! فرمایا: تم تو اپنی قوم سے غنیمت اور پیداوار کا چہارم لیا کرتے ہو۔ میں نے کہا: ہاں! نبی ﷺ نے فرمایا کہ ایسا کرنا تو تیرے دین میں جائز نہیں۔ میں نے کہا سچ ہے اور میں نے دل میں کہا: یہ ضرور نبی ہے، سب کچھ جانتا ہے، اس سے کچھ پوشیدہ نہیں۔

نبی ﷺ نے پھر فرمایا: عدی! اس دین میں داخل ہونے سے تم کو یہ امر مانع ہے کہ ہم لوگ تعداد میں تھوڑے ہیں اور ہمارے دشمن بہت ہیں۔ بخدا وہ وقت قریب آ رہا ہے۔ جب تو سُن لے گا کہ اکیلی عورت قادسیہ سے چلے گی اور مکہ کا حج کرے گی اور اسے کسی کا ڈر خوف نہ ہوگا۔ عدی! اس دین میں داخل ہونے سے شاید تم کو یہ امر بھی مانع ہے کہ حکومت اور سلطنت آج کل دوسری قوموں میں ہے۔ واللہ! وہ وقت قریب آ رہا ہے، جب تو سُن لے گا کہ ارض بابل کا سفید محل (نوشیرواں کا کاروباری دیوان خانہ) مسلمانوں کے ہاتھ پر مفتوح ہوگا۔

عدی! بتاؤ کہ لا الہ الا اللہ کے کہنے میں تجھے کیا تامل ہے۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور بھی معبود ہو سکتا ہے؟

عدی! بتاؤ کہ اللہ اکبر کے کہنے میں تجھے کیا غرور ہے۔ کیا اللہ سے کوئی بھی بڑا ہے؟

عدی کہتا ہے کہ اس تقریر کے بعد میں مسلمان ہو گیا۔ میرے اسلام لانے سے نبی ﷺ کے چہرہ پر بشاشت اور فرحت نمایاں تھی۔ عدی کہتا ہے کہ اس ارشادِ نبوی ﷺ کے بعد دو سال پورے ہو چکے تھے اور تیسرا سال جا رہا تھا کہ میں نے ارض بابل کے محلات کو بھی فتح شدہ دیکھ لیا اور ایک بڑھیا کو قادسیہ سے مکہ تک حج کے لیے اکیلی آتے بھی دیکھ لیا تیسری بات بھی ہو کر رہے گی۔[2]

حج:..... اسلام کا پانچواں رکن

یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام وہ پیغامِ محبت ہے جو بچھڑے ہوؤں کو ملاتا ہے، بیگانوں کو یگانا اور آشناؤں کو صدیق بنا دیتا ہے۔ احکامِ اسلام کا منشا بھی یہی ہے کہ افرادِ مختلفہ کو ملّتِ واحدہ بنا کر کلمہ واحدہ پر جمع کر دیا جائے۔

الف..... اہلِ محلہ میں محبت و اتحاد پیدا کرنے، قائم رکھنے کے لیے پنجگانہ نمازوں کے وقت اہلِ محلہ کی مسجد میں جمع ہونا واجب کیا گیا ہے۔

ب..... اہلِ شہر محبت و تعلقات بڑھانے کے لیے ہفتہ میں ایک بار ان کا مسجد جامع میں اکٹھا ہونا مل کر نمازِ جمعہ ادا کرنا ضروری ٹھہرایا گیا ہے۔

---

[1] ر۔ک۔و۔س۔ی (رکوسی) عیسائیوں کے ایک قدیم فرقہ کا نام ہے۔

[2] تاریخ طبری۔ عدی بن حاتم نے ۶۷ھ میں بعمر ۱۲۰ سال کوفہ میں وفات پائی۔

ج..... اہلِ شہر اور دیہاتِ قرب و جوار کے رہنے والوں میں تعارف و تعلق محبت و شناسائی قائم کرنے اور مستحکم کرنے کے لیے سال میں دو بار عیدین کی نماز کو سننِ ہدیٰ میں قرار دیا گیا۔ ہر دو موقعوں پر دیہات والے شہر کی طرف آتے ہیں اور شہر والے شہر سے نکل کر ان کے ملاقی ہوتے ہیں اور مل کر عبادتِ الٰہی کرتے ہیں۔ اسلام عالم رابطہ دین کے مضبوط کرنے، مختلف قوموں، مختلف نسلوں، مختلف زبانوں، رنگتوں اور مختلف ملکوں کے اشخاص دین واحد کی وحدت میں شامل ہونے کے لیے حج عمر بھر میں ایک دفعہ ان سب اشخاص پر جو وہاں جانے کی استطاعت رکھتے ہیں، فرض کیا گیا ہے۔

① ..... حج میں سب کے لیے وہ سادہ بن سلا لباس جو نسلِ انسانی کے پدر اعظم آدم علیہ السلام کا تھا۔ تجویز کیا گیا ہے تا کہ ایک ہی رسول، ایک ہی قرآن، ایک ہی کعبہ پر ایمان رکھنے والے، ایک ہی صورت، ایک ہی لباس، ایک ہی سطح پر نظر آئیں اور چشم ظاہر بین کو بھی اتحاد معنوی رکھنے والوں کے اندر کوئی اختلاف ظاہری محسوس نہ ہو سکے۔

② ..... حج کے لیے وہ مقام قرار دیا گیا ہے جہاں صابی یہودی، عیسائی اور مسلمانوں کے جدِ اعظم حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دنیا کی سب سے پہلی عبادت گاہ بنائی تھی، چوں کہ اقوامِ بالا کا مجموعہ دنیا کی دیگر اقوام سے زیادہ ہے۔ اس لیے اس مقام کے اختیار کرنے کی تائید کثرت رائے قدامتِ زمانہ دونوں طرح ہوتی ہے۔

③ ..... حج سے مقصود شوکت اسلام کا اظہار بھی ہے اور مسلمانوں کو سفر بحر و بر سے جو فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ وہ بھی اس مقصود کے ضمن میں داخل ہیں۔

حج کے فوائد عظیمہ

بادشاہ کا جو مقصود شاندار درباروں (مثل کارونیشن) کے انعقاد سے، ایک مارشل جو مقصودِ عظیم فوجی ریویو سے، کانفرنس کا جو مقصود سالانہ جلسوں کے انعقاد اور ڈیلی گیٹوں کے اجتماع سے، ایوانِ تجارت کا جو مقصود عالم گیر نمایشوں کے قیام سے، آثارِ قدیمہ کے جویا، صنادید عالم کے متلاشی، عالمانِ طبقات الارض، واقفانِ علم الالسنہ اور محققانِ تاریخ اقوام و ماہرینِ جغرافیہ عالم کو جن باتوں کی تلاش و طلب ہوتی ہے۔ وہ سب امور حج سے پورے ہو جاتے ہیں۔

اسلام میں حج ۹ ہجری میں فرض ہوا

اسی سال نبی ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحاج بنایا اور تین سو صحابہ رضی اللہ عنہم کو انکے ہمراہ کیا۔ تا کہ سب کو حج کرائیں۔ انکے بعد علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا کہ وہ سورہ برأت کا اعلان کریں، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا اور علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے سورہ برأت پہلی چالیس آیتوں کو مع ان احکام کے پڑھ کر سنایا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کے اندر نہ داخل نہ ہونے پائے گا[1] اور کوئی شخص برہنہ ہو کر خانہ کعبہ کا طواف نہ کر سکے گا۔[2]

۱۰ ہجری:..... اس سال نبی ﷺ نے حج کا ارادہ کیا اور جملہ اطراف میں اطلاع بھیج دی گئی کہ نبی ﷺ حج کے لیے تشریف لے جانے والے ہیں۔ اس اطلاع کے بعد انبوہ در انبوہ خلقت مدینہ طیبہ میں جمع ہو گئی۔ اس انبوہ

---

[1] دیکھو! یسعیاہ ۳۵، باب ۸ درس۔ وہ جو ناپاک ہے اس پر سے گزر نہ کرے گا وہ انہیں کے لیے ہے۔

[2] صحیح بخاری عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ باب "لا یطوف بالبیت عریان"

میں ہر درجہ و ہر طبقہ کے شخص تھے۔

نبی ﷺ کا حج

ذی الحلیفہ میں نبی ﷺ نے احرام باندھا اور یہیں سے ''لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ ۔ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ ۔ لَا شَرِیْكَ لَكَ'' کا ترانہ بلند کیا اور مکہ معظمہ کو احرام کے ساتھ روانہ ہو گئے، اس مقدس کاروان کے ساتھ راستہ میں ہر ہر جگہ سے فوج در فوج لوگ شامل ہوتے جاتے تھے (حجۃ البالغہ: ۲۵۳) نبی کریم ﷺ کا راہ میں جب کسی ٹیلہ یا کریوہ سے گزر ہوتا تھا تین تین بار تکبیر بآواز بلند فرماتے تھے[۱]

جب مکہ کے قریب پہنچے تو ذی طویٰ[۲] میں تھوڑی دیر کے لیے ٹھہرے اور پھر بالائے مکہ سے ان سب قوموں اور انبوہ کو لے کر مکہ میں داخل ہوئے اور روزِ روشن میں کعبۃ اللہ کا طواف کر کے اللہ تعالیٰ کے جلال کو آشکارا فرمایا۔[۳]

زیارت کعبۃ اللہ سے فارغ ہو کر صفا مروہ کے پہاڑوں پر تشریف لے گئے۔ ان کی چوٹیوں پر چڑھ کر اور کعبہ کی جانب رخ کر کے کلمات توحید و تکبیر پڑھے اور لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ. لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کلِ شیء قدیر کے ترانے گائے۔[۴] آٹھویں ذی الحج کو قیام گاہ مکہ سے روانہ ہو کر منیٰ ٹھہرے، ظہر، عصر، مغرب، عشا، صبح کی نمازیں منیٰ میں ادا فرمائیں۔ نویں ذی الحجہ کو آنحضرت ﷺ طلوع آفتاب کے بعد وادی نمرہ میں آ کر اترے۔ اس

---

[۱] عن جابر بن عبداللہ، صحیح کتاب الشہادۃ۔ اب دیکھو، یسعیاہ باب ۴۲ درس ۱۱۔ بیابان اور اس کی بستیاں۔ قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کریں گے۔ سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرف سے للکاریں گے۔

[۲] اس وقت اِنَّكَ بِالْوَادِی الْمُقَدَّسِ طُوًی کی شان اس قافل سالار پر نمودار تھی۔

[۳] اس موقع کے متعلق یسعیاہ نبی کی کتاب میں اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو مخاطب کر کے کہا ہے۔ اٹھ روشن ہو کہ تیری روشنی آئی اور خداوند کے جلال نے تجھ پر طلوع کیا۔ ۲۔ دیکھ تاریکی زمین پر چھا جائے گی۔ اور تیری قوموں پر، لیکن خداوند تجھ پر طالع ہوگا۔ اور اس کا جلال تجھ پر نمودار ہوگا۔ ۳۔ اور قومیں تیری روشنی میں اور شاہان تیرے طلوع کی تجلی میں چلیں گے۔ ۴۔ اپنی آنکھیں اٹھا کر چاروں طرف نگاہ کر دے سب کے سب اکٹھے ہوتے ہیں، وے تجھ پاس آتے ہیں، تیرے بیٹے دور سے آویں گے۔ اور تیری بیٹیاں گود میں اٹھائی جاویں۔ ۵۔ تب تو دیکھے گی۔ ہاں تیرا دل اچھلے گا اور کشادہ ہوگا کیونکہ سمندر کی فراوانی تیری طرف پھرے گی اور قوموں کی دولت تیرے پاس فراہم ہوگی۔ اونٹ کثرت سے آ کے تجھے چھالیں گے۔ مدیان اور عفیہ کے جواب اونٹ وہ سب جو سبا کے ہیں آویں گے۔ وہ سونا اور لبان لائیں گے اور خداوند کی تعریفوں کی بشارت سنائیں گے۔ نبی ﷺ کا مکہ سے ہجرت فرما جانا مکہ کے لیے داغ اور کعبہ کے لیے موجب حسرت تھا لیکن اب پورے جاہ و جلال کے ساتھ توحید خالص کا اظہار و استحکام اور اشاعت کرتے ہوئے مکہ میں داخل ہونا اور کعبہ کا طواف کرنا بے شک بیت اللہ کے لیے دو چند مسرت کا باعث ہے۔ اول تو بچھڑے ہوئے فرزندان دین کا ملنا۔ دوم دین حقہ کا باشوکت ہونا۔ واضح ہو کہ مدیان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کا نام تھا۔ جو قتورہ بی بی کے بطن سے تھا اور عیفہ مدیان کے فرزند کا نام ہے۔ سبا بن یقسان بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے ہیں۔ (کتاب پیدائش، ۲۵ باب، ۱ تا ۴ درس) یہ سب عرب میں آباد ہوئے اور حج میں وہ قبائل بھی حاضر ہوئے جن کے مورث اعلیٰ مدیان، عیفہ سبا ہیں۔ اس لیے پیش گوئی (جس میں صراحت سے پتہ و نشان دیا گیا تھا) بالکل پوری ہوئی۔

[۴] حجۃ اللہ ص ۲۵۵ عربی کا ترجمہ یہ ہے: ''اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ملک اسی کا ہے اور ستایش بھی اسی کے لیے شایان ہے وہ سب چیزوں کی قدرت رکھتا ہے خدا جس کے سوا عبادت کا کوئی بھی شایان نہیں، ایک ہے اسی نے اپنے وعدہ کو پورا کیا۔ اسی نے اپنے بندہ کی مدد فرمائی اسی نے خود تمام فوجوں کو شکست دی۔ ناظرین ان کلمات قدسی میں اللہ تعالیٰ کی تمہید و تقدیس بھی ہے اور مادہ پرست لوگوں کو نصرت الٰہی بھی بہ شکل مصور دکھائی گئی ہے۔ چند سال ہوئے یہی محمد ﷺ اسی مکہ میں اکیلا تھا پھر اس کی دعوت پر ایک ایک دو دو آدمی اس کے ساتھ ملتے گئے۔ وہ سب اسی کوہ صفا کے دامن اور ارقم صحابی کے گھر میں تختے بند کر کے جمع ہوا کرتے تھے پھر کچھ اور زیادہ ہو گئے تو ملک نے انکی مخالفت کی کچھ حبش کو چلے گئے، کچھ رہ گئے تو زندان خانوں میں ڈالے گئے۔ (بقیہ آیندہ)

وادی کے ایک جانب عرفات اور دوسری جانب مزدلفہ ہے۔ دن ڈھلنے کے بعد یہاں سے روانہ ہو کر عرفات میں تشریف لائے تمام میدان سرتاسر لوگوں سے بھرا ہوا تھا اور ہر ایک شخص تکبیر و تہلیل تمجید تقدیس میں مصروف تھا۔[1] اس وقت ایک

محمد ﷺ بھی تین سال تک محصور رہے۔ آخر مکہ مسلمانوں کے لیے ناقابل سکونت ثابت ہوا۔ سب لوگ مکہ سے مدینہ چلے گئے محمد ﷺ کا جانا رات کی تاریکی میں تھا ایک رفیق کے سوا اس وقت کوئی بشر ساتھ نہ تھا دشمنوں کو انکے بچ جانا کا رنج ہوا ان کے مامن اور قیام گاہ پر نو برس تک برابر حملے کرتے رہے آخر سب تھک تھکا کر بیٹھ رہے۔ اب وہی محمد ﷺ ہے، وہی عرب ہے کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے توحید کے نعرے لگائے جاتے ہیں، شخص واحد کا ایسی عداوتوں مخاصمتوں ہنگموں اور تزویروں کے بعد ایسی لاثانی کامیابی حاصل کرنا انجز وعدہ ونصر عبدہ ہی سے تفسیر ہو سکتا ہے۔ یسعیاہ میں ہے سلع (مدینہ) کے بسنے والے لوگ ایک گیت گائیں گے پہاڑوں کی چوٹیوں سے پکاریں گے ۱۱/ ۴۲)

[1] تم زمین پر سرتا سر اسی کی ستایش کرو (یسعیاہ۔ ۴۲، ۱۔) دیکھو مکاشفات یوحنا۔ مکاشفات کے متعلق یہ درس یاد رکھنا چاہیے، یسوع مسیح کا مکاشفہ جو خدا نے اسے دیا تا کہ اپنے بندوں کو دے، باتیں ان کا جلد ہونا ضرور ہے دکھا دے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مکاشفات جو مسیح کے اس دنیا سے جانے کے بعد ہوئے، زمانہ مابعد مسیح علیہ السلام سے تعلق رکھتے ہیں، چنانچہ عیسائیوں کا بھی یہی اعتقاد ہے۔

۱۴ ر باب	شرح باب ہذا
الف..... پھر جو میں نے نگاہ کی اور دیکھا کہ برہ سیہون پہاڑ پر کھڑا تھا۔ اور اس کے ساتھ ایک لاکھ چوالیس ہزار۔	الف..... برہ سے اصطلاح مکاشفات میں وہ گراں مایہ وجود مراد ہے جو بعد از رب سب سے برتر ہو۔ یہاں رسول اللہ مراد ہیں سیہون سے مقدس پہاڑ مراد ہوتی ہے یہاں پہاڑی مراد ہے۔ ایک لاکھ چوالیس ہزار کی تعداد صحابہ جو حج میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے۔ احادیث میں مذکور ہے۔
ب..... جن کے ماتھوں پر اس کے باپ کا نام لکھا تھا۔	ب..... یہ درس ترجمہ ہے: سیماهم فی وجوههم من اثر السجود۔ (سورۃ الفتح: آیت ۲۹) کا
ج..... پھر میں نے آسمان سے ایک آواز سنی، جو بہت پانیوں کے شور اور بڑے گرجنے کی آواز کی مانند تھی اور میں نے بربط نوازوں کی آواز جو اپنی بربط بجاتے تھے سنی	ج..... اس میں عام آوازہ تسبیح و تحمید کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ بنی اسرائیل بربط کے ساتھ اپنی دعائیں پڑھا کرتے تھے۔
د..... ۳۔ اور وے تخت کے سامنے اور ان چاروں جانداروں اور بزرگوں کے آگے گویا نیا گیت گا رہے تھے۔	د..... نیا گیت سے زبان عربی مراد ہے جو اہل کتاب کے لیے نئی تھی۔ گویا گانے سے ظاہر ہے کہ گانا نہ ہوگا بلکہ تغنی و ترنم ہوگا۔
ہ۔ و..... نیا گیت سے زبان عربی مراد ہے جو اہل کتاب کے لیے نئی تھی۔ گویا گانے سے ظاہر ہے کہ گانا نہ ہوگا بلکہ تغنی و ترنم ہوگا۔	ہ..... رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے اس خطبہ کے سننے کا شرف ایک لاکھ ۴۴ ہزار ہی کو ملا تھا۔ و..... خریدے جانے کا ذکر قرآن مجید میں ہے: إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ۔ (التوبہ: آیت ۱۱۱)
ز..... یہ وہ لوگ ہیں جو عورتوں کے ساتھ گندگی میں نہ پڑے کہ کنوارے ہیں۔	ز..... مومنین کی یہ صفت قرآن مجید میں بایں الفاظ ہے: الَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ (المومنون: آیت ۵)
ح..... یہ وہ ہیں جو برے کے پیچھے جاتے ہیں یہاں کہیں وہ جاتا ہے	ح..... صحابہ کی یہ صفت قرآن مجید میں بایں الفاظ ہے: وَالَّذِينَ مَعَهُ (الممتحنہ: ۴) نیز بالفاظ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ (الاعراف: آیت ۱۵۷)
ط..... یہ خدا اور برے کے لیے پہلے پہل ہو کے آدمیوں سے مول لے گئے ہیں۔	ط..... یہ صفت ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے: وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ۔ (التوبہ: آیت ۱۰۰) نیز بالفاظ حدیث اختارهم الله لرسوله۔
ی..... اور ان کے منہ میں مکر پایا نہ گیا، کیونکہ وے خدا کے تخت کے آگے بے عیب ہیں۔	ی..... یہ صفت قرآن مجید میں بایں الفاظ بیان ہوئی: إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ (الحجرات: آیت ۳)

لاکھ چوالیس ہزار (یا چوبیس ہزار) کا مجمع احکام الٰہی کی تعمیل کے لیے ہمہ تن حاضر تھا۔ نبی ﷺ نے پہاڑی پر چڑھ کر اور قصواء پر سوار ہو کر خطبہ کا آغاز فرمایا:

نبی ﷺ کا خطبہ بیوم حجۃ الوداع

یا ایھا الناس انی لاادانی وایا کم نجتمع فی ھذہ المجلس ابدًا [1] ان دماءکم واموالکم واعراضکم حرام علیکم کحرمۃ یومکم ھذا فی بلدکم ھذا فی شھرکم ھذا۔ وستلقون ربکم فیسئلکم عن اعمالکم الا فلا ترجعوا بعدی ضلالاً یضرب بعضکم رقاب بعض۔ [2] الا کل شیئ من امر الجاھلیۃ تحت قدمی موضوع ودماء الجاھلیۃ موضوعۃ وان اول دم اضع من دمائنا دم ابن ربیعۃ بن الحارث کان مسترضعا فی بنی سعد فقتلہ ھذیل وربا الجاھلیۃ موضوع و اول ربا اضع ربانا ربا عباس بن عبدالمطلب فانہ موضوع کلہ فاتقوا اللہ فی النساء فانکم اخذتموھن بامان اللہ واستحللتم فروجھن بکلمۃ اللہ ولکم علیھن الا یوطئن فروشکم احدا تکرھونہ فان فعلن ذٰلک فاضربوھن ضربا غیر مبرح ولھن علیکم رزقھن وکسوتھن بالمعروف وقد ترکت فیکم مالن تضلوا بعدہ ان اعتصمتم بہ کتاب اللہ۔ ایھا الناس انہ لانبی بعدی ۔ ولا امۃ بعدکم الا فاعبدوا ربکم وصلوا خمسکم وصوموا شھرکم وادّوا زکاۃ اموالکم طیبۃ بھا انفسکم وتحجون بیت ربکم واطیعوا وُلاۃ امرکم تدخلوا جنّۃ ربکم۔ [3] وانتم تسألون عنّی۔ فماذا انتم قائلون؟ قالوا نشھد انک قد بلغت وادّیت ونصحت فقال باصبعہ السبابۃ یرفعھا الی السماء وینکتھا الی الناس۔ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ، اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ، اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ، ثلاث مرّاتٍ [4] الا لیبلغ الشاھد الغائب فلعل بعض من یبلغہ ان یکون اوعی لہ من بعض من سمعہ۔ (عن ابی بکرۃ صحیح بخاری باب حجۃ الوداع)

ترجمہ:.....لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ میں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں اکٹھے نہیں ہوں گے۔ لوگو! تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر ایسی ہی حرام ہیں، جیسا کہ تم آج کے دن کی اس شہر کی اس مہینہ کی حرمت کرتے ہو۔ لوگو! تمہیں عنقریب خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال فرمائے گا۔ خبردار! میرے بعد گمراہ نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔ لوگو! جاہلیت کی ہر ایک بات میں اپنے قدموں کے نیچے پامال کرتا ہوں۔ جاہلیت کے قتلوں کے تمام جھگڑے ملیامیٹ کرتا ہوں۔ پہلا خون جو میرے خاندان کا ہے یعنی ابن ربیعہ بن الحارث کا خون جو بنی سعد میں دودھ پیتا تھا اور ہذیل نے اسے مار ڈالا تھا۔ میں چھوڑتا ہوں۔ جاہلیت کے زمانہ کا سود ملیامیٹ کر دیا گیا۔ پہلا سود اپنے خاندان کا جو میں مٹاتا ہوں۔ وہ عباس بن عبدالمطلب کا

---

[1] معدن الاعمال۔ حدیث نمبر ۱۱۰۸، ۱۱۰۹۔ عن ابی امامہ۔ رواہ ابن جریر وابن عساکر۔
[2] صحیح بخاری عن ابی بکرۃ۔ باب حجۃ الوداع۔
[3] معدن الاعمال۔ حدیث نمبر ۱۱۰۸، ۱۱۰۹۔ عن ابی امامہ۔ رواہ ابن جریر وابن عساکر۔
[4] عن امام جعفر صادق، عن امام محمد باقر بروایت جابر بن اللہ عنہ۔ صحیح مسلم باب حجۃ النبی ﷺ۔

سود ہے وہ سارے کا سارا چھوڑ دیا گیا۔ لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو خدا کے نام کی ذمہ داری سے تم نے ان کو بیوی بنایا اور خدا کے کلام سے تم نے ان کا جسم اپنے لیے حلال بنایا ہے۔ تمہارا حق عورتوں پر اتنا ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر کو (کہ اس کا آنا تم کو ناگوار ہے) نہ آنے دیں۔ لیکن اگر وہ ایسا کریں تو ان کو ایسی مار مارو جو نمودار نہ ہو۔ عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کو اچھی طرح کھلاؤ۔ اچھی طرح پہناؤ۔ لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر اسے مضبوط پکڑ لو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔ لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی اور پیغمبر ہے اور نہ کوئی نئی امت پیدا ہونے والی ہے۔ خوب سن لو کہ اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور پنج گانہ نماز ادا کرو، سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھو، مالوں کی زکوٰۃ نہایت دلی خوشی کے ساتھ دیا کرو، خانہ خدا کا حج بجالاؤ اور اپنے اولیائے امور و حکام کی اطاعت کرو۔ جس کی جزا یہ ہے کہ تم پروردگار کے فردوس بریں میں داخل ہو گے۔ لوگو! قیامت کے دن تم سے میری بابت بھی دریافت کیا جائے گا مجھے ذرا بتا دو کہ تم کیا جواب دو گے؟ سب نے کہا: ہم اس کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے اللہ کے احکام ہم کو پہنچا دیے، آپ نے رسالت و نبوت کا حق ادا کر دیا، آپ نے ہم کو کھوٹے کھرے کی بابت اچھی طرح بتا دیا۔ (اس وقت) نبی ﷺ نے اپنی انگشت شہادت کو اٹھایا۔ آسمان کی طرف انگلی کو اٹھاتے تھے اور پھر لوگوں کی طرف جھکاتے تھے۔ (فرماتے تھے) اے خدا سن لے (تیرے بندے کیا کہہ رہے ہیں) اے خدا گواہ رہنا (کہ یہ لوگ کیا گواہی دے رہے ہیں) اے خدا شاہد رہ (کہ یہ سب کیسا صاف اقرار کر رہے ہیں) تین مرتبہ دیکھو! جو لوگ موجود ہیں وہ ان لوگوں کو، جو موجود نہیں ہیں۔ اس کی تبلیغ کرتے رہیں۔ ممکن ہے کہ بعض سامعین سے وہ لوگ زیادہ تر اس کلام کو یاد رکھنے اور حفاظت کرنے والے ہوں۔ جن پر تبلیغ کی جائے۔

ناظرین! اس خطبہ نبوی کو پڑھیں، غور سے پڑھیں، ذرا تفکر و تدبر سے پڑھیں کہ آنحضرت ﷺ نے کیوں کر اپنے الوداعی خطبہ میں قرآن مجید پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ اور

① ..... کیوں کر قرآن مجید پر عمل کرنے والے کے لیے یہ حتمی وعدہ کیا ہے کہ وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا۔

② ..... کیوں کر مسلمانوں کے باہمی حقوق جان و مال و عزت کو محفوظ فرمایا ہے۔

③ ..... کیوں کر بیویوں کے حقوق پر نہایت مستحکم الفاظ میں توجہ دلائی ہے۔

④ ..... کیوں کر اپنی ذات مبارک کے متعلق اپنے عمر بھر کے کارناموں کے متعلق ہمارے باپ دادوں سے گویا مہریں کرالی ہیں۔

⑤ ..... کیوں کر ہر ایک مسلمان کو تبلیغ اور اشاعتِ اسلام کا ذمہ دار و جواب دہ قرار دیا ہے۔

یہی ہیں وہ اصول و احکام جن پر عمل کرنا مسلمانوں کو دنیا اور دین میں سربلند کر سکتا ہے اور جن کا ترکِ عمل انہیں خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃ کا مصداق بناتا ہے۔

نبی کریم ﷺ جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو اسی جگہ اس آیت کا نزول ہوا۔ [1]

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۔ (سورۃ المائدہ: آیت ۳)

ترجمہ:..... ☆ آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور میں نے تمہارے لیے اسلام کا دین ہونا پسند فرمایا۔

☆ لفظ "آج" نبی ﷺ کے زمانۂ نبوت کی جانب ہی اشارہ نہیں کر رہا بلکہ اس کا اشارہ ہزاروں سال پیشتر کے زمانہ کی جانب ہے۔ اس آج کا مطلب سمجھنے کے لیے عہد جدید کی کتابوں کو ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پانچویں کتاب استثناء ہے، آخری اس کا باب تینتیسواں ہے۔ وہ اس طرح شروع ہوتا ہے۔ [۱]..... یہ وہ برکت ہے جو موسیٰ مرد خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی۔ [۲]..... اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اس کے داہنے ہاتھ پر ایک آتشی شریعت ان کے لیے تھی"۔ عیسائی علماء کا بھی اتفاق ہے کہ یہ آئندہ کے لیے پیش گوئی ہے اور مسلمان بھی یہی تسلیم کرتے ہیں۔ اور نتیجہ یہ ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے بعد کے آنے والوں کو منتظر و شائق بنا کر دنیا سے سدھار جاتے ہیں"۔ عہد عتیق کی آخری کتاب ملاکی نبی کی کتاب ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام ۱۰۵۴ سال بعد ہوئی۔ اس کتاب کے آخری باب کا شروع اس طرح ہوتا ہے۔ "دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا جو میرے آگے راہ درست کرے گا۔ اور خداوند جس کے تم متلاشی ہو وہ اپنی ہیکل میں ناگہاں آوے گا۔ دیکھو وہ یقیناً آوے گا۔ رب الافواج فرماتا ہے الخ ملاکی باب ۳۔ اس سے معلوم ہوا کہ عہد عتیق کی آخری کتاب بھی ہم کو منتظر بنا کر ختم ہو جاتی ہے اب عہد نامہ جدید شروع ہوتا ہے۔ جسے انجیل بھی کہتے ہیں۔ انجیل کو دیکھو۔ حضرت مسیح نے اپنے سب سے آخری وعظ میں (جس کے بعد اپنی امت کو انہوں نے کوئی وعظ نہیں سنایا، یہ الفاظ بیان کیے تھے: [۱۲] میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں کہوں، پر اب تم انکی برداشت نہیں کر سکتے۔ [۱۳] لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے۔ تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائے گا اسلیے کہ وہ اپنی نہ کہے گا لیکن جو کچھ وہ سنے گا۔ سو کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا [۱۴] وہ میری بزرگی کرے گا (دیکھو انجیل یوحنا ۱۶ باب) ان حوالجات سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ توراۃ و انجیل ہم کو کل دنیا سے چھوڑ کر علیحدہ ہو جاتی ہیں۔ اور صرف قرآن مجید ہی وہ کتاب ہے جو اس انتظار کا خاتمہ کر دیتا اور آخری شاہی فرمان "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ" کا اعلان فرماتا ہے، آج کا لفظ ہزاروں سال کے منتظرین کو بشارت سناتا اور تکمیل کی خوشخبری سے مسرور بناتا ہے۔ عالمان طبقات الارض و فاضلان سائنس جب آفرینش عالم کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا کرتے ہیں۔ تو کہا کرتے ہیں کہ موجودہ عالم، موجودہ حالات پر ہزاروں سال کے بعد پہنچا ہے۔ گویا عالم کی جو موجودہ حالت ایسی مکمل معلوم ہوتی ہے کہ اس سے برتر و بہتر کا کوئی نقشہ بھی ہمارے وہم و خیال، تصور و گمان میں نہیں آ سکتا۔ یہ ہزاروں سال کی تربیت و تہذیب کا نتیجہ ہے۔ پس اسی طرح ہم نہایت وثوق کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کا لفظ "الیوم" (آج) بھی یہی بتا رہا ہے کہ انسانی نسل کے لیے پسندیدہ ترین مذہب کی یہ مکمل صورت بھی سینکڑوں مختص المقام اور مختص الاقوام شریعتوں اور مختص الاحوال حکموں کے بعد ہزاروں گزر جانے پر جلوہ آرا=

[1] صحیح بخاری عن عمر بن الخطاب ؓ۔ اب پڑھو مکاشفات ۱۴ باب جس کے ایک سے پانچ درس تک پچھلے صفحہ پر درج ہیں۔ چھٹا درس اب درج کیا جاتا ہے۔ [۶] "اور میں نے ایک اور فرشتہ کو انجیل ابدی لیے ہوئے دیکھا۔ کہ آسمان کے بیچوں بیچ اڑ رہا تھا، تا کہ زمین کے رہنے والوں اور سب قوموں اور فرقوں اور اہل زبان اور لوگوں کو خوشخبری سنائے"۔ پادری ڈبلیو ہوپر صاحب ایم اے نے جنہوں نے طالبان علم الٰہیات و افادہ عامہ کلیسا کے لیے تفسیر مکاشفات لکھی ہے اور کرسچن نالج سوسائٹی پنجاب نے ۱۸۸۵ء میں اسے چھپوایا ہے اس درس کے تحت میں صفحہ ۱۴۰ پر لکھا ہے۔ عیسائیوں کا ایک فرقہ جو فرسکی کے نام سے موسوم ہے۔ اس درس سے ایک ابدی انجیل کی پیش گوئی نکالتا تھا (وہ فرقہ کہتا ہے) کہ یہ انجیل جواب ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے۔ اس ابدی کے سامنے عہد عتیق کی طرح منسوخ ہو جائے گی اور اس انجیل سے بہتر ایک انجیل نکلے گی۔ جس کا نام ابدی انجیل ہوگا۔ وہ لوگ لفظ ابدی پر زیادہ زور دیتے تھے۔ ان کا معلم نیو یا قیم تھا۔ ہوپر صاحب کی رائے کے اندراج کا صرف یہ مطلب ہے کہ عیسائیوں نے انجیل ابدی کے لفظ سے کسی دوسری کتاب کا نازل ہونا سمجھا ہے۔ الحمد للہ! وہ قرآن مجید ہے۔ اور چونکہ یہ آیت اکملت یوم الحجہ کو نازل ہوئی تھی۔ اس لیے یوحنا حواری نے میدان حج کے مکاشفہ ہی کے وقت اس ابدی انجیل کو دیکھا۔ آسمانوں کے بیچوں بیچ فرشتہ کے اڑنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم ان تمام ملکوں میں جو منطقۃ البروج کے سیدھے خطوط کے تحت میں واقع ہوں گے۔ یعنی دنیا کے آباد اور متمدن ملک ان میں قرآن مجید کی منادی جلد پہنچ جائے گی۔ اور جو ممالک قطبین کے قریب ہیں، ان میں منادی دیر میں پہنچے گی۔

= ہوئی ہے اور اب اس کا حق ہے کہ وہ سب جگہ اور ہر ایک ملک میں، ہر ایک شخص کو ابدی بشارت پہنچائے ارحم الراحمین کے رحم اور رحمانیت اور غفور الودود کی غفران ومحبت کی خوشخبری ہر ایک شکستہ دل گناہ گار اور عاصی تباہ کار کو سنائے سب کے لیے سلامتی اور برکت کے دروازے کھول دے۔ سب کے لیے ابدی سرور، رضوان ربانی کا نزول مہیا کرے اور ان اسباب کے فراہم ہو جانے پر اعلان کر دے کہ آج مذہب کی تکمیل ہوگئی، آج نعمت الٰہی کے بھرپور خزانے فرزندان آدمؑ کے حوالے کر دیے گئے۔

ناظرین! میں حضرت مسیح کی مندرجہ بالا پیش گوئی کے متعلق بھی اس جگہ کچھ اور عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس پیش گوئی کی بابت میں نے کئی فاضل پادری صاحبان سے گفتگو کی۔ ان میں سے جو صاحب اس پیش گوئی کو ہمارے نبی ﷺ کی بابت تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس پیش گوئی کا ظہور مسیح کے ۱۲ حواریوں پر پینتی کست کے دن جس کا ذکر اعمال کے دوسرے باب میں ہے، ہوا تھا۔ اس روز روح القدس حواریوں پر اتری تھی۔ وہ مختلف بولیاں بولنے لگ گئے تھے۔ ہر ایک کے سر پر آگ کے زبانے چمکتے ہوئے سب کو نظر آتے تھے۔ میں نے جواب دیا کہ پینتی کست کے دن جو کچھ ہوا، اسے سینٹ پطرس ہم تم سے پہلے بیان کر چکا ہے، ٹھیک اسی وقت جب روح القدس سب حواریوں پر اور بطرس پر موجود تھی۔ اعمال کے ۲ باب ۱۴، ۱۵، ۱۶ درس پڑھو۔ ۱۴۔ تب پطرس نے ان گیارہوں کے ساتھ کھڑے ہو کر اپنی آواز بلند کی اور ان سے کہا: اے یہودی مَردو! اور یروشلم کے سب رہنے والو! یہ جانو اور کان سے میری باتیں سنو۔ [۱۵] کہ یہ جیسا کہ تم سمجھتے ہو، نشے میں نہیں کیونکہ ابھی پہر دن آیا ہے۔ [۱۶] بلکہ یہ وہ ہے جو یوایل نبی کی معرفت فرمایا گیا، پس جب سینٹ پطرس روح القدس کی مدد سے بتا چکا کہ پینتی کست کا تعلق یوایل (یونہ یونس نبی کی پیش گئی) سے ہے اور مسیح کی پیش گوئی سے نہیں تو اب کسی یاوری کا حق نہیں رہ اکہ اسے مسیح کی پیش گوئی سے متعلق بنائے یہ دلیل تو زبردست پیرونی شہادت تھی۔ اب اندرونی شہادت بھی جو خود مسیح کے الفاظ سے ملتی ہے پیش کی جاتی ہے۔

[۱] انجیل یوحنا ۱۶ باب کے درس ۱۲ کا مطلب یہ ہے کہ جو باتیں مسیح نے نہیں بتائیں تھیں۔ آنے والا روح حق وہ باتیں بتائے گا۔ مگر پینتی کست کے دن حواریوں پر کوئی نئی تعلیم ظاہر نہیں ہوئی۔ پر ایمان لانے کو تیار ہیں۔ مگر ہم کو مسیح کو سچا نہیں مان سکتے۔ آنحضرت ﷺ صاف فرما دیتے تھے کہ جو کوئی سچ پر ایمان نہیں لاتا وہ مجھ پر بھی ایمان نہیں لاتا۔ [۲] درس ۱۳ میں ہے کہ روح حق آئندہ کی خبریں دے گا مگر پینتی کست کے دن حواریوں پر کوئی نئی تعلیم ظاہر نہیں ہوئی۔ [۳]۔ درس میں ۱۳ میں ہے کہ روح حق آئندہ کی خبریں دے گا مگر پینتی کست کے دن زر روح القدس اور نہ حواری نے کوئی پیش گوئی کی۔ [۴] درس ۱۴ میں ہے کہ روح حق مسیح کی بزرگی کرے گا پینتی کست کے دن روح نے مسیح کی بابت ایک حرف بھی نہیں کہا صاف یہ ہے کہ مسیح کی پیش گوئی ہمارے نبی ﷺ کے متعلق واضح اور روشن ہے اور تھوڑی سی وضاحت یہ ہے۔

اول..... مسیح علیہ السلام نے ۱۲ درس میں فرمایا ہے۔ میری اور باتیں ہیں کہ میں کہوں۔ پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ ایسی باتیں جو مسیح نے بیان نہیں کہیں اور نبی ﷺ نے بیان فرمائی ہیں بے شمار ہیں۔ یہ باتیں زیادہ تر احسانیات کے متعلق ہیں یعنی تفکر فی ذات تفکر فی صفات اللہ، تفکر فی افعال اللہ، تفکر فی ایام اللہ، تفکر فی الموت وما بعدہ، توحید فی العبادۃ، توحید فی الاستعانت، تنزیہ الحق تقدیس رب، صدیقت محمدیت شہادت۔ فنائ النفس۔ بقاء بالحق وغیرہ ان کے بعد احوال قبر ۷ احوال حشر، ابواب نجات ہیں، ان کے بعد ابواب مصالح اور ابواب ارتفاقات ہیں وغیرہ۔ انجیل میں ان کی بابت یا تو بیان ہی نہیں ہوا ہے یا کسی قدر بیان ہے تو تمثیل اور تشبیہ کے نقاب میں روپوش۔

دوم..... مسیح علیہ السلام نے درس ۳ میں فرمایا ہے: "وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائے گا" اسی کے موافق قرآن مجید میں ہے: وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ (سورۃ الزمر: آیت ۳۳) محمد وہ ہے جو ساری سچائی لے کر آیا ہے۔ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ. (سورۃ البقرۃ: آیت ۱۲۹)۔ (محمد دنیا کو شریعت اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے) یہ ظاہر ہے کہ جو معلم شریعت وحکمت دین اور دانش کی مکمل تعلیم دیتا ہو۔ ساری صداقت اور کامل سچائی اسی کے پاس مسیح نے اسی درس میں فرمایا ہے۔ "وہ اپنی نہ کہے گا لیکن جو کچھ وہ سنے گا سو کہے گا" اللہ پاک نے قرآن مجید میں بھی نبی ﷺ کی توصیف انہی الفاظ میں فرمائی ہے: وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى ۝ عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰى ۝ (سورۃ النجم) محمد اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتا جو کچھ وہ سناتا ہے یہ تو وحی ہے جو اس کے پاس بھیجی گئی اور کامل طاقت والے نے اسے سکھائی۔

سوم..... مسیح علیہ السلام نے ۱۴ درس میں کہا ہے: وہ میری بزرگی کرے گا چنانچہ قرآن مجید اور احادیث پاک کی سب کتابیں ان الفاظ سے مملو ہیں۔ جو نبی ﷺ کی زبان مبارک سے مسیح کی بزرگی کی بابت نکلے۔ بہت سے یہودی نبی ﷺ کی خدمت میں آتے تھے۔ جو کہتے تھے کہ لوگ آپ پر ایمان لانے کو تیار ہیں۔ مگر ہم مسیح علیہ السلام کو سچا نہیں مان سکتے۔ آنحضرت ﷺ صاف فرما دیتے تھے کہ جو کوئی مسیح پر ایمان نہیں لاتا وہ مجھ پر بھی ایمان نہیں لاتا۔ اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج ہر ایک مسلمان مسیح کی بزرگی اور عظمت کا دل سے قائل ہے، ان پر ایمان رکھتا ہے ان کو پانچ اولوالعزم رسولوں میں سے ایک جانتا ہے۔ اس طرح ۶۰ کروڑ مسلمان دنیا پر مسیح کی شہادت ہر وقت ادا کر رہے ہیں۔ حالانکہ اسلام سے پہلے عیسائیوں کے پاس ایک بھی بیرونی گواہ موجود نہ تھا اور اب بھی مسلمانوں کے سوا کوئی ان کی شہادت نہیں دیتا۔ جس سے مریم صدیقہؑ کی پاکیزگی۔ مسیح کی ولادت فوق از عادت اور مسیح کے معجزات کی تائید ہوتی ہو۔ عیسائی صاحبان غور کریں کہ "یہ میری بزرگی کرے گا" کا ظہور اس=

= سے بڑھ کر اور کیا متصور ہو سکتا ہے۔

ہاں! ۱۳ ردرس کا ایک فقرہ رہ گیا۔ مسیح نے بتایا کہ وہ تمہیں آئندہ کی خبر دے گا۔ جن عیسائی عالموں نے قرآن اور احادیث کا مطالعہ نہیں کیا۔ وہ کہا کرتے ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ نے کوئی پیش گوئی نہیں کی۔ جب میں یہ بات ان میں سے کسی کے منہ سے سنتا ہوں تو اول مجھے افسوس ہوتا ہے کہ اس کی معلومات ہماری کتابوں کی بابت کس قدر کم ہیں۔ دوم تعجب ہوتا ہے کہ جب انہیں خبر نہیں تو پھر ایسا دعویٰ کرنے کی جرأت وہ کیوں کرتے ہیں اگر میں آنحضرت ﷺ کی پیش گوئیوں پر اس جگہ مفصل لکھنے لگوں تو بجائے خود ایک کتاب بن جائے۔ اس لیے میں انشاء اللہ تعالیٰ اس کی بات کبھی علیحدہ لکھوں گا۔ اس جگہ مختصر طور پر ذکر کرنا اس لیے ضروری ہے کہ درس ۱۳ کی تشریح اور حضرت مسیح کے قول کی تصدیح ہو جائے۔

پہلی پیش گوئی:..... اہل مکہ نبی ﷺ اور مسلمانوں کے سخت دشمن تھے انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے ملیامیٹ کرنے میں ہر ایک ممکن کوشش پورے زور سے کی تھی۔ انکی عداوت ایسی سخت اور مسلسل تھی کہ کوئی وجہ ایسا قیاس کرنے کی نہ پائی جاتی تھی کہ یہی لوگ ایک دن اسلام کے علم مسلمانوں کے بھائی، نبی ﷺ کے فدائی ہو جائیں گے، لیکن قرآن مجید نے پہلے سے پیش گوئی کر دی تھی: وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينٍ وہ اسلام کی صداقت کو کچھ عرصہ کے بعد جان لیں گے"۔ اس پیش گوئی کا ظہور آنحضرت ﷺ کی مبارک زندگی ہی میں ہو گیا اور سب اہل مکہ مسلمان ہو گئے تھے جن میں خالد بن ولیدؓ جیسے بھی تھے جو جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست دینے میں کامیاب ہوا تھا اور عمرو بن العاصؓ جیسے بھی تھے جو مسلمانوں کو قید کرانے کے لیے شاہ حبش کے پاس گیا تھا اور عثمان بن ابوطلحہؓ جیسے بھی جو نبی ﷺ کو عبادت کے لیے کعبہ کے اندر گھسنے نہ دیتا تھا وغیرہ۔

دوسری پیش گوئی:..... رب کے تمام قبائل اور جملہ اہل مذاہب نے اسلام کو جھٹلانے پر اتفاق کر لیا تھا۔ بت پرست مجوس صابی، عیسائی، یہودی، ملحد، اگرچہ آپس میں سخت اختلاف رکھتے تھے۔ تاہم وہ سب نبی مسلم کے جھٹلانے، اسلام کو پامال کرنے پر متفق تھے۔ کوئی علامت ایسی نہ تھی کہ ایسے مختلف، عادی، مختلف خواہشات والے کیونکہ اسلام کی صداقت ماننے والے بن جائیں گے۔ مگر قرآن مجید نے یہ پیش گوئی کر دی تھی۔ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ "ہم ان کو جلد ہی اپنے نشانات ان کے گرد و پیش اور خون کے اندر بھی ایسے دکھائیں گے کہ ان پر یہ بات بخوبی روشن ہو جائیگی کہ اسلام سچا ہے" یہ پیش گوئی اپنی پوری طاقت سے ظہور میں آئی اور نبی ﷺ کی مبارک زندگی میں عرب کے ہر ایک مذہب ہر ایک قبیلہ نے اسلام کی سچائی کو سمجھا جانا اور اس پر ایمان لایا۔

تیسری پیش گوئی:..... ایرانی سلطنت، رومی سلطنت کے ساتھ جنگ کر رہی تھی، رومیوں کو شکست ہوئی، ایرانی آتش پرست تھے۔ رومی اہل کتاب عیسائی تھے۔ ایرانیوں سے بت پرستان مکہ کو اور رومیوں سے مسلمانوں کو طبعاً فطرتاً ہمدردی تھی۔ جب عیسائی سلطنت کو شکست ہوئی تو مکہ کے بت پرست خوب اچھلے کودے۔ اور اپنے لیے بھی فال لینے لگے کہ ہم بھی مسلمانوں پر اسی طرح غالب ہو جائیں گے، مسلمان نہایت دل شکستہ ہوئے۔ قرآن پاک نے پیش گوئی کی: غُلِبَتِ الرُّومُ ۝ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُم مِّن بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ ۝ فِي بِضْعِ سِنِينَ۔ ملک کی سرحد پر مغلوب ہو گئے ہیں۔ مگر وہ چند سال کے اندر اپنے دشمنوں پر غالب آ جائیں گے۔ جہاں تک انسان عقل و تجربہ کا دخل تھا۔ جہاں تک موجودہ قرائن سے نتیجہ نکالا جا سکتا تھا۔ پیش گوئی کا کسی کو یقین نہ آتا تھا کیونکہ عیسائی کو ایسی شکست ملی تھی۔ کہ چند سال تک تو وہ پنپ بھی نہ سکتے تھے۔ ابی بن خلف نے نہایت شوخی سے قرآن جھٹلانے کے لیے اشتہار دیا کہ اگر پیش گوئی سچی نکلی تو میں ۳۰۰ شتر ہار جاؤں گا۔ ابوبکرؓ صدیق نے اظہار صداقت دین کے لیے اس سے شرط لگائی۔ نزول آیت سے آٹھویں سال ٹھیک وہی ہوا جو قرآن مجید نے بتایا تھا ابوبکر صدیقؓ نے شرط جیت لی۔ یہ وہ پیش گوئی ہے جسکی تائید قسطنطنیہ اور ایران کی تاریخوں سے بھی ہوتی ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ زبان عرب میں لفظ بضع اکائیوں پر بولا جاتا ہے، ایک سے نو تک شمار اس میں شامل ہوتا ہے۔

چوتھی پیش گوئی:..... نبوۃ کا ابتدائی عہد تھا۔ وحی کا آغاز ہو کر وقفہ پڑ گیا تھا۔ کافروں نے نبی کریم ﷺ کے چڑانے کھجانے کے لیے کہنا شروع کر دیا کہ محمد کا خدا روٹھ گیا۔ محمد کو اس نے چھوڑ دیا۔ اس موقع پر خدا کا جو کلام نبی ﷺ کی تسکین کے لیے اترا اس میں پیش گوئی بھی کی گئی ہے۔ اور فرمایا گیا ہے: وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ۔ آپ کا پچھلا زمانہ پہلے سے بہتر و اعلیٰ ہوگا۔ وحی کے متعلق اس پیش گوئی کا ظہور دیکھو۔ وہ مدنی سورتیں ہیں جن میں البقرہ، آل عمران، مائدہ، انعام بھی ہیں جو بلحاظ احکام و اسرار و۔ افضال و تفصیل ان سورتوں پر فوقیت رکھتی ہیں۔ جو مکی ہیں جن میں صرف عقائد یا اجمالی احکام ہیں۔ آیت کا مقتضی ہے کہ آنحضرت ﷺ دم بدم ترقی کرتے رہیں گے۔ اور آپ کی کامیابی کا ظہور (مسلسل) ہوتا رہے گا چنانچہ آنحضرت ﷺ کی تمام زندگی اس پیش گوئی کی مصداق اور مصدق ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ کوئی شخص بھی اپنی زندگی کی بابت ایسی صریح پیش گوئی دشمنوں کے سامنے معارضہ و مقابلہ کے وقت نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ مؤید من اللہ نہ ہو چونکہ لفظ آخرت اس آئندہ زندگی کی نسبت بھی بولا جاتا ہے۔ جس کا آغاز یوم الحساب سے ہوگا۔ اس لیے مسلمانوں کا ایمان اس پیش گوئی کی نسبت اسی آیت کے تمسک سے یہ بھی ہے نبی ﷺ کی افضلیت شرف کا پورا ظہور اس عالم میں جملہ اہل عالم پر ہوگا اور چونکہ دنیاوی زندگی میں اس پیش گوئی کی صداقت کا ظہور لحظہ بلحظہ ہوتا رہا ہے۔ اس =

= لیے مسلمانوں کا مندرجہ بالا اعتقاد ایک صحیح و مضبوط بنیاد پر ہے۔

پانچویں پیش گوئی: آنحضرت ﷺ کے فرزند کا انتقال ہو گیا تھا۔ دشمن خوشیاں منانے لگے کہ اب محمد ﷺ کا نام لیوا بھی نہ رہا۔ قرآن مجید نے اس بارے میں پیش گوئی فرمائی: اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ نیز فرمایا۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ کوثر لفظ کثرت سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس میں وہ جملہ عطیات و انعامات ظاہری و باطنی بھی شامل ہیں جو نبی ﷺ کو ملے تھے یا جنت میں ملیں گے (جن میں ایک حوض کوثر بھی ہے) نیز امت محمدیہ کی وہ عظیم الشان تعداد بھی اسی لفظ کے اندر شامل ہے جو دن میں بیسیوں بار نبی ﷺ کے نام پر برکت بھیجتی، آپ کی صداقت کی شہادت دیتی، حضور کے نام نامی و اسم گرامی کی دنیا میں اشاعت کرتی ہے اور دنیا کا کوئی براعظم کوئی ملک کوئی صوبہ مسلمانوں سے خالی نہیں۔ اسکے بالمقابل ان دشمنان خدا کا نام ایسا ملیا میٹ ہوا کہ کوئی بھی نہیں جانتا۔ یہ پیش گوئی آج بھی پوری صداقت کے ساتھ دنیا کے سامنے اپنا نور پھیلا رہی ہے۔

چھٹی پیش گوئی: مسلمان مکہ سے باہر نکالے جاتے تھے۔ وہ بے خانماں و بے ساز و سامان تھے۔ تمام ملک دشمن تھا اور بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ اب یہ لوگ جلد دنیا سے فنا ہو جائیں گے۔ اس وقت قرآن مجید نے بطور پیش گوئی اعلان کیا: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۔ خدا تم میں سے ایمان والوں، نیک عمل والوں سے وعدہ کرتا ہے کہ انہیں الارض کا خلیفہ بنائے گا، جیسا کہ خدا نے تم سے پہلے لوگوں کو وہاں کا خلیفہ بنایا۔ مسلمانوں سے پہلے یہ قوم خدا کی برگزیدہ قوم کہلاتی تھی، وہ بنی اسرائیل ہیں، الارض وہ وعدہ کی زمین ہے جس کی بابت ابراہیمؑ، اسحٰقؑ، یعقوبؑ، موسیٰؑ، داؤدؑ کے ساتھ خدا نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ابد تک فرزندان ابراہیم کو دی گئی ہے (کتاب پیدائش ۲۴ باب ۷ درس) حضرت ابراہیمؑ کے بعد اس وعدہ کا ظہور بنی اسرائیل کے ساتھ ہوتا رہا۔ ہزاروں سال تک وہی اس زمین کے مالک و حاکم رہے۔ قرآن مجید نے اس آیت میں بتایا کہ اب وہ وعدہ ابراہیمؑ کی دوسری شاخ مسلمانوں کے ساتھ پورا کیا جائے گا اس پیش گوئی نے ہزاروں سال کی ہسٹری کو بدل دیا اور شام کا ملک ابوبکرؓ و عمرؓ کی خلافت میں (جن کی خلافت کا اس آیت میں ذکر و وعدہ ہوا ہے) مسلمانوں کو مل گیا۔ آج تیرہ سو برس کی تاریخ اس پیش گوئی کی صداقت کو تسلیم کر رہی ہے۔ اور ہر ایک انکار کرنے والے کے لیے بین و روشن علامت موجود ہے کہ شام کا ملک کس کے پاس ہے اور خدائے زمین و زمان اپنا ابدی و حتمی وعدہ اب کس قوم کے ساتھ پورا کر رہا ہے۔

ساتویں پیش گوئی: مخالفین مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ مسلمانوں سے جن قبائل کے معاہدے تھے وہ مخالفین کی تعداد و طاقت کثرت و شوکت دیکھ کر مسلمانوں کی مدد کرنے سے ہٹ بیٹھے تھے۔ رب کریم نے نصرت غیبی سے مسلمانوں کو دشمنوں کے حملہ سے بچایا تب معاہد قومیں نبی ﷺ کی خدمت میں آئیں اور تقصیر خدمات کی معافی کی درخواست پیش کی۔ ان کے لیے قرآن مجید میں یہ حکم نازل ہوا: سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ (سورۃ الفتح: آیت ۱۶) تمہیں آئندہ ایک اور زیادہ طاقتور قوم کے مقابلہ کے وقت بلایا جائے گا۔ ان سے جنگ ہوگی یا وہ مسلمان ہو جائیں گے)" اگر تم اس وقت مدد دو گے تو یہ قصور معاف ہو جائے گا) نبی ﷺ کی مبارک زندگی کے بعد سلطنت ایران، جنوبی عرب پر، اور سلطنت قسطنطنیہ شمالی عرب پر اپنی سابقہ حکومت کو بحال کرنے کی تدابیر اختیار کرنے لگی تھیں۔ خلیفہ رسول اللہ ابوبکر صدیقؓ نے اپنی قیام و حفاظت کے لیے ان طاقتوں کو کمزور کر دینا ضروری سمجھا اس لیے پہلے سلطنت قسطنطنیہ کے ساتھ عراق و شام میں اور پھر سلطنت ایران کے ساتھ فارس و خراسان میں نبرد آزمائی جنگ جوئی کی نوبت آئی۔ ان لڑائیوں میں عرب کی وہ سب قومیں جو پہلے مخلصین کا نام پا چکی تھیں اور جن کی تقصیر خدمت کی معافی کو قرآن نے آئندہ امداد پر موقوف رکھا تھا، شامل ہوئی تھیں اس آیت کے ساتھ اب یہ آیت بھی پڑھ لینی چاہیے: وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا (سورۃ الفتح)

خدا نے تم مسلمانوں کے ساتھ بڑی بڑی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے۔ ان میں سے یہ تو پہلی غنیمت ہے جو جلدی سے مل گئی ہے۔ پھر فرمایا۔ اس کے سوا اور غنیمت ہیں جن کے حاصل کرنے کی تم میں قدرت نہیں۔ مگر خدا نے ان پر احاطہ کر لیا ہے۔" ممالک بالا میں مسلمانوں کو فتوحات عظیمہ حاصل ہوئیں۔ قرآن کی پیش گوئی بچند وجوہ پوری ہوئی۔ (۱) مفسرین خدمت کو فی الواقع آزمائش کا دوسرا موقع ملا۔ (۲) مسلمانوں کا جن سلطنتوں سے پالا پڑا۔ فی الحقیقت وہ بڑی مہیب و زبردست تھیں۔ (۳) اس مقابلہ کا انجام وہی نکلا جو قرآن مجید نے بتایا تھا جو سامنے لڑے وہ تباہ ہوئے اور مسلمانوں کو فتوحات عظیمہ و مقام کثیرہ ملے۔ جو محبت سے ملے وہ تحقیق سے مسلمان ہو گئے۔ اس پیش گوئی کی صداقت عرب شام ایران خراسان کی تاریخیں پیش کر رہی ہیں۔ اگر کوئی چاہے تو ملک مصر، افریقہ، نوبہ، اندلس کو بھی اسی ذیل میں شامل کرے۔

اب بطور نمونہ کتب احادیث کی پیش گوئیوں میں سے بھی ایک پیش گوئی کا اندراج کرتا ہوں۔ ناظرین کو یہ یاد رہے کہ ہمارے عیسائی احادیث کے حوالے منظور نہیں کیا کرتے وہ کہا کرتے ہیں کہ یہ کتابیں آنحضرت ﷺ کی زندگی کے بعد مرتب ہوئیں میں کاش! وہ مسلمانوں ہی کے طرز عمل سے سبق سیکھیں کہ ہم کیوں کر اناجیل اربعہ کے حوالہ جات کو سنتے، مانتے اور خود استعمال کرتے ہیں صرف اس لیے کہ عیسائی کتابوں میں بالاتفاق=

یوم النحر کو نبی ﷺ نے ۶۳ راونٹ اپنے ہاتھ سے اور ۳۷ راونٹ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ کی طرف سے ذبح کیے۔ یہ قربانی منیٰ کے مقام پر کی گئی، جو ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے قربان گاہ چلی آتی تھی۔ قربانی سے فارغ ہوکر نبی ﷺ بیت اللہ میں آئے اور طواف افاضہ ادا کیا۔ قربانی اور طواف میں سب نے آنحضرت ﷺ کی اقتداء کی، ہزاروں اُونٹ مینڈھے، برّے، بھیڑیں قربان کی گئیں۔[1]

=(بقیہ) تسلیم کیا گیا ہے کہ یہ سب کتابیں مسیح سے بہت عرصہ بعد ملک کی گئی ہیں اور عیسائی علماء کے نزدیک ان کے مصنفین، زمانہ تصنیف اور بعض عبارتوں کے متعلق بہت کچھ اختلاف وشک، نیز قابل رفع تناقض موجود ہے۔ خیر میں اب حدیث درج کرتا ہوں:

عن المستورد القرشی انه قال عند عمرو بن العاص رضی الله تعالیٰ عنه سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول تقوم الساعة الروم اکثر الناس فقال له عمرو ابصر ما تقول قال اقول ما سمعت ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لئن قلت ذالك ان فیهم لخصالاً اربعًا انهم لا حلم الناس عند فتنةٍ واسرعهم افاقة بعد مصیبةٍ واوشکهم کرة بعد فرةٍ وخیرهم لمسکین ویتیم وضعیف وخامسة حسنة جمیلة وامنعهم من ظلم الملوك

مستورد قریشی نے عمرو بن العاص (المتوفی ۴۳ھ) کے روبرو کہا۔ میں نے رسول ﷺ سے سنا ہے کہ قرب قیامت میں عیسائی غالب نہ ہوں گے۔ عمرو نے کہا تب تو ٹھیک ہے بے شک ان میں چار خصلتیں ہیں (۱) وہ مصیبت کے وقت نہایت بردبار ہیں (۲) مصیبت کے بعد بہت جلد ہوشیار ہو جاتے ہیں (۳) بھاگنے کے بعد سب سے پہلے پھر حملہ کرتے ہیں۔ (۴) مسکین ویتیم وضعیف کے لیے سب لوگوں سے بہتر ہیں۔ ایک پانچویں صفت اور ہے جو عمدہ ہے وہ بادشاہوں کے ظلم کو سب لوگوں سے بڑھ کر روکتے ہیں۔" واضح ہو کہ یہ حدیث صحیح مسلم کی ہے۔ امام مسلم کا رجب ۲۶۱ھ میں انتقال ہوا۔ اس لیے ہر ایک مخالف کو اس قدر ضرور تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ یہ پیش گوئی تیسری صدی کے اندر پھیل چکی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کل دنیا پر اسلامی پرچم لہرا رہا تھا۔ علم وحکمت، زور وطاقت تمدن وسیاست میں مسلمان سب سے فائق تر تھے اس وقت یہ کہنا کہ یہ تمام برتری وبزرگی خاک میں مل جائے گی اور دنیا میں یورپین عیسائی قوموں کی حکمت ہو جائے گی، بالکل عقل وفکر سے باہر تھا اور مسلمانوں کے لیے فال بد بھی تھا۔ مگر امام مسلم نے اسے اپنی کتاب میں درج کر دیا۔ کیونکہ ان کو صحیح طور پر معلوم ہو گیا کہ ضرور یہ ارشاد نبی پاک ﷺ ہے۔ بالآخر اب صدیوں کے بعد اس کا ظہور ہو رہا ہے۔ آج کوئی بتائے کہ کون سا ملک ہے جو عیسائی سلطنتوں کی حکومت یا ڈپلومیسی کے اثر سے باہر ہے۔ اس لیے پیش گوئی کے صحیح ہونے میں کوئی کلام نہیں اور جب یہ پیش گوئی صحیح ہے تو مسیح نے ۱۳ ردرس ۱۶ رباب یوحنا میں ہمارے نبی ﷺ کی جو علامت بتائی گئی تھی۔ وہ بھی بالکل پوری ہو گئی۔ اس قدر لکھنے کا مطلب یہ ہے کہ عیسائی بھائی حضرت مسیح کے ارشاد پر عمل کریں اور محمد رسول اللہ ﷺ کا اتباع اختیار کریں۔ جن کی خبر نہایت روشن علامات کے ساتھ انجیل میں دی گئی ہے۔

[1] پڑھو یسعیاہ ۶۰ باب ۷ "قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی۔ نبیط کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وے میری منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جائیں گے اور میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا"۔

ناظرین! نبیط (نبیت) وقیدار حضرت اسمٰعیلؑ کے بیٹوں کا نام ہے (دیکھو کتاب پیدائش ۲۵ باب ۱۳ درس) قبائل قریش قیدار کی اولاد ہیں اور دیگر اکثر قبائل نبیت (نبیت، نیایوت، یہ سب ایک ہی نام کے ہجے ہیں) کی اولاد ہیں اس فقرہ میں اللہ پاک نے بتایا ہے کہ عرب کے تمام قبائل اس وقت قربانی کریں گے۔ اس درس میں قربان گاہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا مذبح بتایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ وہ قربان گاہ ہے جہاں کی قربانی کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور اسی جگہ کو قدیم سے قربان گاہ مقبلہ الٰہی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اس کے بعد فقرہ یہ ہے کہ میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا۔ واضح ہو کہ شوکت کا گھر ترجمہ "لفظ بیت الحرام" کا ہے اور اللہ پاک نے بھی کعبہ کا یہی نام قرآن مجید میں بتایا ہے: جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ (ترجمہ اللہ نے کعبہ کو شوکت کا گھر بنایا ہے۔ تاکہ مخلوق آکر وہاں قیام کرے)"۔ قبائل عرب کے نام منیٰ کا پتہ۔ منیٰ اور بیت اللہ کا ساتھ ساتھ ذکر یہ ایسی باتیں ہیں جو پیش گوئی کو نبی ﷺ کے حج کے ساتھ خاص کرتی ہیں۔ یسعیاہ کے ۶۰ باب کی ایک سے ۶ درس ہم اسی مضمون کے شروع میں درج کر آئے ہیں۔ اب شروع باب کو ملا کر پڑھو درس ۵ میں مدیان، عیفہ وسبا کے نام بھی ہیں اور یہ سب قبائل حج میں موجود تھے۔ درس ۵ میں سبا کے سونا اور لوبان لانے کا ذکر ہے۔ سبا ملک یمن ہی کا نام ہے۔ کیونکہ سبا ہی نے اسے آباد کیا تھا۔ جس سال آنحضرت ﷺ نے حج فرمایا ہے۔ علی مرتضیٰؓ اس سال یمن کے حاکم و مبلغ تھے۔ وہ حج کے لیے یمن سے سیدھے مکہ کو آئے تھے اور ملک سبا (یمن) کا زر محصول انہوں نے اسی جگہ نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ یہ ایسی صاف پیش گوئی ہے کہ ہمارے ہٹیلے عیسائی بھائی کو صحیح تاویل اس کی نہیں کر سکتے"۔

حج سے نبی ﷺ کا مقصود شعائر اللہ کی تعظیم، حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کے سنن ہدیٰ کا احیاء، و کفار کے مشرکانہ رسوم کا ابطال، توحید خالص کا اعلان، تعلیم اسلام کی اشاعت عامہ تھا، چونکہ آنحضرت ﷺ نے امت کو اس حج میں آخری تبلیغ فرمائی تھی اس لیے اس حج کا نام حجۃ البلاغ بھی ہے اور چونکہ اس حج میں آنحضرت ﷺ نے امت سے کلمات تودیع فرمائے تھے اس لیے اس کا نام حجۃ الوداع بھی ہے۔ غرض! نبی ﷺ اس عظیم الشان کامیابی کے ساتھ ایک لاکھ چوالیس ہزار برگزیدہ بندوں کے سامنے توحید کی تعلیم و عمل اور البلاغ والوداع کے بعد مسرور و مسیح مدینہ طیبہ کو روانہ ہوا ہے۔ راہ میں بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی نسبت کچھ شکایات نبی ﷺ کے سمع مبارک تک پہنچائیں۔ شکایات کا تعلق حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے چند افعال سے تھا۔ جو حکومت یمن میں جناب علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے تقسیم غنیمت وغیرہ کے متعلق صادر ہوئے تھے۔

خطبۂ غدیر

درحقیقت شکایت کی بنیاد بریدہ کا قصور فہم تھا۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے خم غدیر پر ایک فصیح خطبہ پڑھا اور اس خطبہ میں اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان و منزلت کا اظہار فرمایا اور علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

''مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ'' جس کا میں مولا ہوں، علیؓ بھی اس کا مولا ہے۔

اس خطبہ کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شرف کی مبارک باد دی اور بریدہ رضی اللہ عنہ نے بقیۃ العمر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت و متابعت کو پورا کیا۔ بالآخر یہ بزرگوار جنگِ جمل میں شہید ہوئے تھے۔ ۱۱ھ ہجری یہ وہ سال ہے جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے حق رسالت ادا کرنے کے بعد اپنے بھیجنے والے کی جانب معاودت فرمائی۔

رحلت سے ۶ ماہ پہلے اس سورۃ کا نزول ہوا تھا:

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝

ترجمہ:..... جب اللہ کی مدد اور فتح پہنچ گئی اور تو نے لوگوں کو فوج در فوج دین الٰہی میں داخل ہوتے دیکھ لیا تو اب اللہ کی تحمید و تسبیح کیجیے۔ وہی ہے جو رجوع کرنے والا ہے۔

نبی ﷺ سمجھ گئے کہ اس سال میں کوچ کی اطلاع دی گئی ہے۔ (طبرانی عن جابرؓ و بخاری)

آخری رمضان ۱۰ھ ہجری میں نبی ﷺ نے ۲۰ یوم اعتکاف فرمایا، حالانکہ ہر سال دس یوم کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ اپنی پیاری بیٹی فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کو اس کی وجہ یہی بتائی تھی کہ مجھے اپنی موت قریب معلوم ہوتی ہے۔ [1]

حجۃ الوداع کے مشہور خطبہ میں حضور ﷺ نے امت سے فرمادیا تھا کہ میں عنقریب دنیا چھوڑنے والا ہوں۔ [2]

شروع ماہ صفر ۱۱ھ ہجری میں سرور کائنات ﷺ نے سفر آخرت کی تیاری بھی شروع کر دی۔ ایک روز حضور ﷺ احد تشریف لے گئے اور شہدائے احد کے گنج شہیداں پر نماز پڑھی، وہاں سے واپس ہو کر سرِ منبر فرمایا:

''لوگو! میں تم سے آگے جانے والا ہوں اور تمہاری شہادت دینے والا ہوں۔ واللہ! اپنے حوض کو یہاں

---

[1] رواہ البخاری عن ابی ہریرہ و عائشہ و فاطمہؓ

[2] صحیحین عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے دیکھ رہا ہوں۔ مجھے ممالک کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئی ہیں۔ مجھے یہ ڈر نہیں، رہا کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے مگر ڈر ہے کہ "منافست" نہ کرنے لگو"۔[1]

پھر گورستان بقیع میں آدھی رات کو قدم رنجہ فرمایا اور آسودگان بقیع کے لیے دعا فرمائی۔[2] ہر دو جگہ اِنَّا بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ کا جملہ پڑھا۔ گویا ان کو مژدۂ تشریف آوری سنایا۔ پھر ایک روز مسلمانوں کو جمع فرمایا اور ارشاد فرمایا:

"مرحبا مسلمانو! اللہ تم کو اپنی رحمت میں رکھے۔ تمہاری شکستہ دلی کو دور فرمائے، تم کو رزق دے، تمہاری مدد کرے، تم کو رفعت دے، تمہیں ہامن وامان رکھے۔ میں تم کو اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اور اللہ ہی کو تمہارا خلیفہ بناتا ہوں اور تم کو اسی سے ڈراتا ہوں۔ کیونکہ میں نذیر مبین ہوں دیکھنا، اللہ کی بستیوں میں اور اس کے بندوں میں تکبر اور برتری کو اختیار نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اور تمہیں فرمایا ہے"۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ (سورۃ القصص)

ترجمہ: یہ آخرت کا گھر ہے۔ ہم ان لوگوں کو دیتے ہیں جو زمین میں برتری اور فساد کا ارادہ نہیں کرتے اور بہترین انجام تو پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝ (سورۃ الزمر) کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم نہیں ہے؟[3]

آخر میں فرمایا: "سلام تم سب پر اور ان سب پر جو بذریعہ اسلام میری بیعت میں داخل ہوں گے"۔

آغازِ مرض..... ۲۹ر صفر روز دوشنبہ تھا، نبی ﷺ ایک جنازہ سے واپس آرہے تھے، راہ ہی میں دردِ سر شروع ہو گیا، پھر تپ شدید لاحق ہوئی۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جو رومال حضور ﷺ نے سرِ مبارک پر باندھ رکھا تھا، میں نے اسے ہاتھ لگایا، سینک آتا تھا، بدن ایسا گرم تھا کہ میرے ہاتھ کو برداشت نہ ہوئی، میں نے تعجب کیا۔ فرمایا: انبیاء سے بڑھ کر کسی کو تکلیف نہیں ہوتی، اسی لیے ان کا اجر سب سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ بیماری میں ۱۱ر یوم تک مسجد میں آکر خود نماز پڑھاتے رہے۔ بیماری کے سب دن ۱۳ر یا ۱۴ر تھے۔

آخری ہفتہ..... آخری ہفتہ، نبی ﷺ نے طیبہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پورا فرمایا تھا۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب کبھی نبی ﷺ بیمار ہوا کرتے تو یہ دعا کرتے اور اپنے ہاتھ جسم پر پھیر لیا کرتے:

"اِذْهَبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا"۔

ترجمہ:..... اے نسل انسانی کے پالنے والے خطر کو دور فرما دے اور صحت عطا کر۔ شفا دینے والا تو ہی ہے اور اسی شفا کا نام شفا ہے جو تو عنایت کرتا ہے۔ ایسی صحت دے کہ کوئی تکلیف باقی نہ چھوڑے۔

ان دنوں میں، میں نے یہ دعا پڑھی تھی اور نبی ﷺ کے ہاتھوں پر دم کر کے چاہا کہ جسم اطہر پر مبارک ہاتھوں کو پھیر دوں۔ آنحضرت ﷺ نے ہاتھ ہٹا لیے اور فرمایا: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَاَلْحِقْنِيْ بِالرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى۔[4]

---

[1] صحیح بخاری عن عقبہ بن عامر کتاب المغازی ومنافست ایک دوسرے سے بڑھ نکلنے کی کوشش کو کہتے ہیں۔

[2] صحیح بخاری ودوامی عن ابی مویہبہؓ مولی آنحضرت ﷺ۔

[3] زرقانی ج ۸ بحوالہ واحدی، مسند عن ابی مسعود رضی اللہ عنہ۔

[4] بخاری عن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود کتاب المغازی باب مرض النبی۔

پانچ یوم قبل از رحلت: ..... چہار شنبہ تھا، کہ نبی ﷺ نے مخضب میں بیٹھ کر سات کنوؤں کی سات مشکوں کا پانی سر پر ڈلوایا۔ اس تدبیر سے کچھ سکون ہوا۔ طبیعت ہلکی معلوم ہوئی تو نور افروز مسجد ہوئے۔

فرمایا: ..... تم سے پہلے ایک قوم ہوئی ہے، جو انبیاء وصلحاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنائی تھی۔ تم ایسا نہ کرنا۔

فرمایا: ..... ان یہودیوں، ان نصرانیوں پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے جنہوں نے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا۔ (صحیحین)

فرمایا: ..... میرے بعد میری قبر کو ایسا نہ بنا دیجیو کہ اس کی پرستش ہوا کرے۔ (مؤطا امام مالک عن عطاء بن یسار)

فرمایا: ..... اس قوم پر اللہ کا سخت غضب ہے، جس نے قبور انبیاء کو مساجد بنایا۔ دیکھو میں تمہیں اس سے منع کرتا رہا ہوں۔ دیکھو، میں تبلیغ کر چکا۔ الٰہی تو اس کا گواہ رہنا۔ الٰہی تو اس کا گواہ رہنا۔ نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد منبر پر اجلاس فرمایا۔ منبر پر یہ حضور ﷺ کی آخری نشست تھی۔ (زرقانی۔ جلد ۸)

پھر حمد وثناء کے بعد فرمایا: ''میں تم کو انصار کے حق میں وصیت کرتا ہوں، یہ لوگ میرے جسم کے پیرہن اور میرے زادراہ رہے ہیں انہوں نے اپنے واجبات کو پورا کر دیا ہے اور اب ان کے حقوق درگزر کرنا (زرقانی، جلد ۸)

فرمایا: ..... ایک بندہ کے سامنے دنیا و مافیہا کو پیش کیا گیا ہے۔ مگر اس نے آخرت ہی کو اختیار کیا''۔ اس امر کو ابوبکر صدیقؓ ہی سمجھے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے ماں باپ، ہماری جانیں، ہمارے زر و مال حضور پر نثار ہوں۔[1]

چار یوم قبل از رحلت: ..... پنج شنبہ کا ذکر ہے کہ شدت مرض بڑھ گئی، اسی حالت میں رسول اللہ ﷺ نے حاضرین سے فرمایا: ''لاؤ تمہیں لکھ دوں کہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو''۔ بعض نے کہا کہ نبی ﷺ پر شدتِ درد غالب ہے قرآن ہمارے پاس موجود ہے اور ہم کو کافی ہے اس پر آپس میں اختلاف ہوا کوئی کہتا تھا سامان کتابت لے آؤ کہ ایسا نوشتہ لکھا جائے کوئی کچھ اور کہتا تھا یہ شور وشغب بڑھا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ سب اٹھ جاؤ اس کے بعد اسی روز (پنج شنبہ کو) نبی ﷺ نے تین وصیتیں فرمائیں:[2]

1. ..... یہود کو عرب سے باہر کر دیا جائے۔
2. ..... وفود کی عزت ومہمانی ہمیشہ اسی طرح کی جائے جیسا کہ معمول نبوی تھا۔
3. ..... تیسری وصیت سلیمان الاحول کی روایت میں بیان نہیں ہوئی۔[3] مگر صحیح بخاری کی کتاب الوصایا میں عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے قرآن مجید کے متعلق وصیت فرمائی تھی۔[4]

---

[1] صحیح بخاری عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا و دارمی و مسلم عن ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

[2] صحیح بخاری میں اصل حدیث یہ ہے: عن عبید اللہ بن عتبۃ عن ابن عباس قال یوم حضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی البیت رجال فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم هلموا اکتب لکم کتاب لا تضلوا بعدہ، فقال بعضهم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسل قد غلبه الوجع وعندکم القران ۔ حسبنا کتاب اللہ فاختلف اهل البیت واختصموا فمنهم من یقول قربوا یکتب لکم کتابا لا تضلوا بعده ومنهم من یقول غیر ذلك فلما اکثروا اللغوا والاختلاف قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ قوموا فقط۔

[3] صحیح بخاری۔ سلیمان عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

[4] صحیح بخاری۔ عن ام الفضل رضی اللہ عنہا والد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، باب مرض النبی ﷺ۔

پنج شنبہ مغرب..... اس روز مغرب تک کی سب نمازیں نبی ﷺ نے خود پڑھائی تھیں۔ نماز مغرب میں سورہ والمرسلات تلاوت فرمائی۔ اس سورت کی آخری آیت میں بھی قرآن پاک کی جلال شان کو آشکارا کرتی ہے۔

فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۢ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ (سورۃ المرسلات) یعنی قرآن پاک کے بعد اور کس کلام پر ایمان لاؤ گے۔

پنج شنبہ عشاء:..... نماز عشاء کے لیے حضور ﷺ نے مسجد جانے کا تین بار عزم فرمایا، ہر دفعہ جب وضو کے لیے بیٹھتے بے ہوشی طاری ہوتی رہی۔ آخر فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھائے۔[1] اس حکم سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حیات نبوی میں سترہ نمازوں کی امامت فرمائی۔

دو یا ایک یوم قبل از رحلت:..... شنبہ یا ایک شنبہ کا ذکر ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز ظہر قائم ہو چکی تھی کہ نبی ﷺ حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر سہارا دیے ہوئے شرف افزائے جماعت ہوئے۔ صدیق ؓ پیچھے ہٹنے لگے، تو نبی ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ پیچھے مت ہٹو۔ پھر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر بیٹھ کر نماز میں داخل ہو گئے۔ اب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تو آنحضرت ﷺ کی اقتداء کرتے تھے اور باقی سب لوگ صدیق رضی اللہ عنہ کی تکبیرات پر نماز ادا کر رہے تھے۔ (صحیحین عن عبید اللہ بن عبد اللہ)

ایک یوم قبل از رحلت:..... یک شنبہ کے دن سب غلاموں کو آزاد فرما دیا، ان کی تعداد بعض روایات میں چالیس بیان ہوئی ہے۔ گھر میں نقد سات دینار موجود تھے، وہ غرباء کو تقسیم کر دیے۔ اس دن کی شام کو (آخری شب) صدیقہ ؓ نے چراغ کا تیل ایک پڑوسن سے عاریتاً منگوایا تھا۔ (بخاری عن عمر بن الحارث برادر ام المومنین جویریہ ؓ)

سلاحات مسلمانوں کو ہبہ فرمائے، زرہ نبوی ایک یہودی کے پاس (۳۰) صاع جو میں رہن تھی (بخاری عن اسود عن عائشہ)

آخری دن:..... دوشنبہ کے دن نماز صبح کے وقت نبی ﷺ نے وہ پردہ اٹھایا، جو عائشہ صدیقہ ؓ اور مسجد طیبہ کے درمیان پڑا ہوا تھا۔ اس وقت نماز ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک نبی ﷺ اس نظارۂ پاک کو جو حضور ﷺ کی پاک تعلیم کا نتیجہ تھا۔ (صحیح مسلم عن انس) ملاحظہ فرماتے رہے۔ اس نظارہ سے رخ انور پر بشاشت اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اس وقت وجہ مبارک ورق قرآن معلوم ہوتا تھا[2] صحابہ رضی اللہ عنہم کا شوق اور اضطراب سے یہ حال ہو گیا تھا کہ رخ پُرنور ہی کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ صدیق رضی اللہ عنہ سمجھے کہ نبی ﷺ کا ارادہ نماز میں آنے کا ہے۔ وہ پیچھے ہٹنے لگے، تو رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا کہ نماز پڑھاتے رہو۔ یہی اشارہ سب کی تسکین کا موجب ہوا۔ حضور ﷺ نے پردہ چھوڑ دیا، یہ نماز ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی نے مکمل فرمائی۔ (بخاری و مسلم)

اس کے بعد حضور ﷺ پر کسی دوسری نماز کا وقت نہیں آیا۔ دن چڑھا تو پیاری بیٹی فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کو بلایا، کان میں کچھ بات کہی، وہ رو پڑیں، پھر کچھ اور بات کہی تو وہ ہنس پڑیں۔ بتول پاک سے روایت ہے کہ پہلی بات حضور ﷺ نے یہ فرمائی تھی کہ اب میں دنیا کو چھوڑ رہا ہوں اور دوسری بات یہ فرمائی تھی کہ اہلِ بیت میں سے تم ہی

---

[1] صحیحین عن عبید اللہ بن عبد اللہ۔ صحیح بخاری کی روایت عن ابی موسیٰ ؓ میں ہے کہ اس حکم کو حضور ﷺ نے تین بار دہرایا۔

[2] صحیحین عن انس رضی اللہ عنہ ہر وہ اقدس کو ورق قرآن سے تشبیہ روایت انس ؓ میں ہے یہ ایک عجیب اور پاک تشبیہ ہے۔ ورق قرآن پر طلائی کام ہوتا ہے، حضور ﷺ کے چہرۂ تاباں پر زردی مرض ہی چھائی ہوئی تھی۔ لہٰذا تابانی اور رنگ مرض میں طلاء سے اور تقدس میں قرآن پاک سے تشبیہ دی گئی ہے۔

میرے پاس سب سے پہلے پہنچوگی (یعنی انتقال ہوگا)۔[1] اسی روز حضور ﷺ نے فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو سیدۃ نساء العٰلمین ہونے کی بشارت ارزانی فرمائی۔[2] سیدۃ النساء نے حضور ﷺ کی حالت کو دیکھ کر کہا: آہ کتنا کرب۔ فرمایا کہ تیرے باپ کو آج کے بعد کوئی کرب نہ ہوگا۔[3] پھر حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو بلایا، دونوں کو چوما اور ان کے احترام کی وصیت فرمائی (بحوالہ مدارج النبوۃ) پھر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو بلایا اور ان کو نصیحتیں فرمائیں، پھر علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو بلایا، ان کا سر مبارک اپنی گود میں رکھ لیا، ان کو بھی نصیحت فرمائی۔ اس وقت تف مبارک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے چہرۂ مبارک پر پڑ رہا تھا۔[4] اسی موقع پر فرمایا: اَلصَّلٰوۃُ الصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ '' ۔انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ کی آخری وصیت یہی تھی۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اسی ارشاد کو حضور ﷺ کئی بار دہراتے رہے۔[5]

حالت نزع رواں..... اب نزع کی حالت طاری ہوئی۔ اس وقت سرورِ کائنات کو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سہارا دیے ہوئے پس پشت بیٹھی تھیں۔ پانی کا پیالہ حضور ﷺ کے سرہانے رکھا ہوا تھا۔ نبی ﷺ پیالہ میں ہاتھ ڈالتے اور چہرۂ مبارک پر پھیر لیتے تھے۔ چہرۂ مبارک کبھی سرخ ہوتا، کبھی زرد پڑ جاتا تھا۔ زبانِ مبارک سے فرماتے تھے:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَکَرَات (صحیح بخاری عن ذکران)

یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، موت میں تلخی ہوا ہی کرتی ہے۔

اتنے میں عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آ گئے۔ ان کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی۔ حضور ﷺ نے مسواک پر نظر ڈالی تو صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے دانتوں سے مسواک کو نرم بنا دیا۔ حضور ﷺ نے مسواک کی۔ پھر ہاتھ کو بلند فرمایا اور زبان قدسی سے فرمایا: '' اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی '' اسی وقت ہاتھ لٹک گیا۔ پتلی اوپر کو اٹھ گئی۔

۱۲ ربیع الاول، ۱۱ ہجری، یوم دوشنبہ، وقت چاشت[6] تھا کہ جسم اطہر سے روح انور نے پرواز کیا اس وقت عمر مبارک ۶۳ سال قمری پر ۴ دن تھی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ اَفَاِنْ مِّتَّ فَھُمُ الْخَالِدُوْنَ

سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا نے اس حادثہ پر کہا:

"یَا اَبَتَاہُ اَجَابَ رَبًّا دَعَاہُ ... یَا اَبَتَاہُ اِلٰی جَنَّتِ الْفِرْدَوْسِ مَاْوَاہُ ... یَا اَبَتَاہُ اِلٰی جِبْرِیْلَ نَنْعَاہُ"

ترجمہ:۔ پیارے باپ نے دعوتِ حق کو قبول فرمایا اور فردوس میں نزول فرمایا۔ آہ جبریل کو خبر انتقال کون پہنچا سکتا ہے (پھر فرمایا) الٰہی! روح فاطمہ کو روحِ محمد کے پاس پہنچا دے۔ الٰہی! مجھے دیدارِ رسول سے مسرور بنا دے۔ الٰہی مجھے اس مصیبت کے ثواب سے تو بے نصیب نہ رکھ اور بروز محشر شفاعت محمد ﷺ سے محروم نہ فرما۔

---

[1] صحیح بخاری عن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا

[2] صحیح بخاری عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ آخری دن کا نہیں بلکہ آخری ہفتہ کا ہے۔

[3] صحیح بخاری عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ باب مرض النبی ﷺ۔

[4] زرقانی بحوالہ ابن سعد۔ وفی سندہ الواقدی وحرام بن عثمان متروکان۔

[5] صحیح بخاری کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ، عن عائشہ رضی اللہ عنہا۔

صخرۃ النہار، تاریخ ابوالفداء۔ بعض روایات میں ہے کہ وہی وقت جب نبوت ملی تھی۔ بعض میں ہے وہی وقت جب مدینہ (قبا) پہنچے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس ہائلہ (ہولناک سانحہ) پر کہا:

* .....دریغ! وہ نبی جس نے فقر کو غنا پر اور مسکینی کو توانگری پر اختیار فرمایا۔
* .....حیف! وہ دین پرور جو امتِ عاصی کے فکر میں کبھی پوری رات آرام سے نہ سویا۔
* .....جس نے ہمیشہ بڑی استقامت و استقلال سے نفس کے ساتھ محاربہ کیا۔
* .....جس نے منہیات کو ذرہ بھر بھی نگاہ التفات سے نہ دیکھا۔
* .....جس نے بر و احسان کے دروازے ارباب فقر و احتیاج پر کبھی بھی بند نہ کیے۔
* .....جس کے ضمیر منیر کے دامن پر دشمنوں کی ایذا و اضرار کا ذرہ بھی غبار نہ بیٹھا۔
* .....حیف! وہ جس کے موتی جیسے دانت پتھر سے توڑے گئے۔
* .....جس کی نورانی پیشانی کو زخمی کیا گیا، آج دنیا سے رخصت ہوا۔ (مدارج النبوۃ: شاہ عبدالحق حقی دہلوی)

خبر وفات سے صحابہ رضی اللہ عنہم سراسیمہ، حیران و دیوانہ وسرگردان تھے، کوئی جنگل کو نکل بھاگا کوئی ششدر ہو کر جہاں تھا وہیں رہ گیا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یقین ہی نہ آتا تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارتحال فرمایا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر میں گئے، جسم اطہر دیکھا، منہ سے منہ لگایا، پیشانی کو چوما، آنسو بہائے پھر زبان سے کہا: ''میرے پدر و مادر حضور پر نثار۔ واللہ! اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں وارد نہ کرے گا، یہی ایک موت تھی جو آپ پر لکھی ہوئی تھی''۔[1]

پھر مسجد میں آئے، وفات پر آیات کے اعلان کا خطبہ پڑھا۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد کہا:

اَمَّا بَعْدُ! فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْمَاتَ وَ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَايَمُوْتُ قَالَ اللّٰهُ:وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَإِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ

ترجمہ:..... واضح ہو کہ جو کوئی شخص تم میں سے محمد (ﷺ) کی عبادت کرتا تھا۔ تو وہ تو رحلت کر گئے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو بے شک! اللہ تعالیٰ تو زندہ ہے اسے موت نہیں۔ اللہ نے خود فرمایا ہے: محمد تو ایک رسول ہے، ان سے پہلے بھی رسول ہو چکے۔ کیا اگر وہ مر گیا یا شہید ہو گیا تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ ہاں! جو کوئی ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا اور اللہ تعالیٰ تو شکر گزاروں کو اچھا بدلہ دینے والا ہے''۔ (بخاری عن ابی سلمہ عن عائشہؓ)

غسل و تکفین:..... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیتے ہوئے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ یہ کہہ رہے تھے:

''بِأَبِيْ اَنْتَ وَ اُمِّيْ لَقَدِ انْقَطَعَ بِمَوْتِكَ مَالَمْ يَنْقَطِعْ بِمَوْتِ غَيْرِكَ مِنَ النُّبُوَّةِ وَالْاَنْبَآءِ وَالْاَخْبَارِ السَّمَآءِ خَصَصْتَ حَتّٰى صِرْتَ مُسَلِّيًا عَمَّنْ سِوَاكَ وَ عَمَمْتَ حَتّٰى صَارَ النَّاسُ فِيْكَ سَوَآءً وَ لَوْلَا اِنَّكَ اَمَرْتَ بِالصَّبْرِ وَ نَهَيْتَ عَنِ الْجَزَعِ لَاَنْفَدْنَا عَلَيْكَ مَاء الشيون ولكان الداء مماطلا والكبد مخالفا و قلا لك و لكنه ما نملك ردّه ولا نستطيع دفعه بابي انت و امي اذكرنا عند ربك واجعلنا من بالك'' (نہج البلاغۃ صہ ۲۰۵ چاپ دار السلطنت تبریز ۱۲۲۷ ہجری)

---

[1] صحیح بخاری عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، باب مرض النبی ﷺ۔

ترجمہ:..... میرے مادر پدر آپ پر قربان۔ آپ کی موت سے وہ چیز جاتی رہی جو کسی دوسرے کی موت سے نہ گئی تھی۔ یعنی نبوت اور غیب کی خبروں اور وحی آسمانی کا انقطاع ہوگیا۔ آپ کی موت خاص صدمہ عظیم ہے کہ اب سب مصیبتوں سے دل سرد ہوگیا اور ایسا عام حادثہ ہے کہ سب لوگ اس میں یکساں ہیں۔ اگر آپ نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا اور آہ وزاری سے منع نہ فرمایا ہوتا تو ہم آنسوؤں کو آپ پر بہا دیتے پھر بھی یہ درد لا علاج اور یہ زخم لازوال ہی ہوتا اور ہماری یہ حالت بھی اس مصیبت کے مقابلہ میں کم ہوتی اس مصیبت کا تو علاج ہی نہیں میرے والدین حضور پر نثار۔ پروردگار کے ہاں ہمارا ذکر فرمانا اور ہم کو اپنے دل سے بھول نہ جانا۔ (نہج البلاغہ)

نبی ﷺ کو تین کپڑوں میں کفنایا گیا۔ (شرح مسلم النووی وکتاب الام الامام شافعی رحمۃ اللہ علیہ)

نماز جنازہ:..... نعش مبارک اسی جگہ رکھی رہی۔ جہاں انتقال ہوا تھا۔ نمازِ جنازہ پہلے کنبہ والوں نے، پھر مہاجرین نے، پھر انصار کے مردوں نے اور عورتوں نے پھر بچوں نے ادا کی، اس نماز میں امام کوئی نہ تھا۔ حجرہ مبارک تنگ تھا، اس لیے دس دس شخص اندر جاتے تھے، جب وہ نماز سے فارغ ہو کر باہر آتے، تب اور دس اندر جاتے یہ سلسلہ لگاتار شب و روز جاری رہا۔[1] اس لیے تدفین مبارک شب چہار شنبہ کو یعنی رحلت سے قریباً ۳۲ گھنٹہ بعد عمل میں آئی۔[2] اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

نبی اکرم ﷺ کے جنازہ پر یہ دعا پڑھی جاتی تھی:

ان الله و ملائكته يصلون على النبي يا ايها الذين آمنوا صلوا عليه و سلموا تسليما۔ اللهم ربنا لبيك وسعديك صلوٰة الله البر الرحيم والملائكة المقربين والنبيّن والصديقين والصالحين وما سبح لك من شيئ يارب العالمين على محمد بن عبدالله خاتم النبيّن و سيد المرسلين وامام المتقين و رسول رب العالمين الشاهد للمؤمنين البشير الداعى باذنك بارادتك السراج المنير و بارك عليه و سلم

---

[1] ترمذی کی روایت سے ظاہر ہے کہ نماز جنازہ ادا کرنے کی یہ تجویز ابوبکر صدیقؓ نے بتائی تھی اور حضرت علی مرتضیٰؓ نے اس سے اتفاق فرمایا تھا

[2] الکافی شیخ یعقوب، ملا باقر حیات القلوب جلد دوم باب ۶۴ میں تحریر فرماتے ہیں۔ شیخ طبرسی از امام محمد باقر روایت کردہ است کہ دہ دہ نفر داخل می شدند و چنیں بر آں حضرت نماز مے کردند۔ بسے امامے در روز دوشنبہ و شب سہ شنبہ تا صبح و روز سہ شنبہ تا شام۔ تا آنکہ خرد و بزرگ و مرد و زن از اہل مدینہ و اہل اطراف مدینہ ہمہ بر آں جناب چنیں نماز کردند ص ۶۶۴ چاپ لکھنؤ۔ اسلامی تاریخ بعد از غروب شروع ہوتی ہے۔ میں نے اس لیے منگل اور بدھ کی درمیانی شب کو شب چہار شنبہ لکھا ہے اور ملا باقر صاحب نے اسی کو تا شام سہ شنبہ تحریر فرمایا ہے صحت تعین وقت کے لیے گھنٹوں کا شمار کیا گیا۔ (الکافی جلد دوم)

باب:..... ۵

خلق محمدی ﷺ

جو واقعات لکھے جا چکے ہیں۔ ان سے مختصر طور پر ان مشکلات کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے، جن کا سامنا نبی ﷺ کو اپنی نبوت کے اظہار۔ اپنی تعلیم کی اشاعت اور اس تعلیم کے قبول کرنے والوں کی حفاظت میں کرنا پڑا۔ ایک ایسے ملک میں جہاں کوئی حکومت اور قانون نہ ہو، جہاں خونریزی اور قتل معمولی بات ہو، جہاں کے باشندے وحشت اور غارت گری میں درندوں کے مشابہ، جہالت اور لایعقلی میں انعام سے بدتر ہوں ایک ایسے دعویٰ کا پیش کرنا جو تمام ملک کے نزدیک عجیب اور جملہ قبائل میں مخالفت کی فوری آگ لگا دینے والا ہو، کچھ آسان نہ تھا۔ پھر اس دعویٰ کا ایسی حالت میں سرسبز ہونا کہ کروڑوں اشخاص کی انتہائی مخالفت اس کے ملیامیٹ کرنے پر دل سے جان سے زر سے مال سے سالہا سال متفق رہی ہو۔ بالکل تائید ربانی کا ثبوت ہے۔

گزشتہ واقعات کے ضمن میں نبی ﷺ کے اخلاق و محاسن، صفات و محامد کی چمک ایسی نمایاں ہے۔ جسے ریت میں کندن اور ان واقعات ہی سے یہ پتہ لگتا ہے کہ مظلومی و بے چارگی اور قوت و سطوت کی متضاد حالتوں میں یکساں سادگی و غربت کے ساتھ زندگی پوری کرنے والا صرف وہی ہو سکتا ہے جس کے دل پر ناموس الٰہی نے قبضہ کر لیا ہو اور اسے علائق دنیوی سے پاک کر دیا ہو۔

نبی ﷺ کی زندگی کے مبارک واقعات ہر ملک اور ہر طبقہ کے فرد اور جماعتوں کے لیے بہترین نمونہ اور مثال ہیں۔ اس بات کے تحت میں میں مختصر طور پر آنحضرت ﷺ کے اخلاق کا جو ''عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ'' کے مصداق ہیں ذکر کروں گا۔ خلق محمدی ﷺ ایسا لفظ ہے کہ اب بہترین بزرگوں کے عادات و اخلاق، اطوار و شمائل کے اظہار کے لیے مشبہ بہ بن گیا ہے۔ میں اس جگہ کمالات نبوت اور خصوصیات نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ذکر نہیں کروں گا۔ صرف وہ سادہ حالات لکھنے مقصود ہیں جن کو کوئی سعادت مند ازلی اپنے لیے نمونہ بنا سکتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورۃ الاحزاب: آیت ۲۱)

ترجمہ:..... تمہارے لیے رسول اللہ کا بہترین نمونہ موجود ہے۔

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ امی تھے لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے اور بعثت و نبوت کے زمانے تک کسی عالم کی صحبت بھی میسر نہ ہوئی تھی۔ تیر افگنی، شہسواری، نیزہ بازی، سجع گوئی، قصیدہ خوانی، نسب دانی اس زمانے کے ایسے فنون تھے۔ جنہیں شریف خاندان کا ہر ایک نوجوان حصول شہرت و عزت کے لیے ضرور سیکھ لیا کرتا تھا اور جن کے بغیر کوئی شخص، ملک اور قوم میں عزت یا کوئی امتیاز حاصل نہ کر سکتا تھا۔ نبی ﷺ نے ان فنون میں سے کسی کو بھی (اکتساباً) حاصل نہ کیا تھا اور نہ کسی پر اپنی دل چسپی کا اظہار کیا تھا۔ نبی ﷺ کی نسبت فرنچ پروفیسر سیڈیو لکھتا ہے:

''آنحضرت خندہ رو، ملنسار، اکثر خاموش رہنے والے، بکثرت ذکر خدا کرنے والے، لغویات سے دور، بے ہودہ پن سے نفور، بہترین رائے اور بہترین عقل والے تھے، انصاف کے معاملے میں قریب و بعید آنحضرت ﷺ کے نزدیک برابر ہوتا تھا۔ مساکین سے محبت فرمایا کرتے تھے، غربا میں رہ کر خوش ہوتے، کسی فقیر کو اس کی تنگ دستی

کی وجہ سے حقیر نہ سمجھا کرتے اور کسی بادشاہ کو بادشاہی کے وجہ سے بڑا نہ جانتے، اپنے پاس بیٹھنے والوں کی تالیف قلوب فرماتے۔ جاہلوں کی حرکات پر صبر فرمایا کرتے، کسی شخص سے خود علیحدہ نہ ہوتے جب تک کہ وہی نہ چلا جائے۔ صحابہؓ سے کمال محبت فرمایا کرتے، سفید زمین پر (بلا کسی مسند و فرش کے) نشست فرمایا کرتے اپنے جوتے کو خود گانٹھ لیتے اپنے کپڑے کو خود پیوند لگا لیتے تھے" (خلاصہ تاریخ العرب پروفیسر سیڈیو صفحہ ۴۲)

حضور ﷺ دشمن اور کافر سے بکشادہ پیشانی سے ملا کرتے تھے۔ (شفا، عیاض، صفحہ ۳۱۲)

حجۃ الاسلام غزالیؒ لکھتے ہیں: آنحضرت ﷺ مویشی کو چارہ خود ڈال دیتے، اونٹ باندھتے، گھر میں صفائی کر لیتے، بکری دوہ لیتے، خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھا لیتے، خادم کو اس کے کام کاج میں مدد دیتے، بازار سے چیز خود جا کر خرید لیتے، خود اسے اٹھا لاتے، ہر ادنیٰ و اعلیٰ خرد و بزرگ کو سلام پہلے کر دیا کرتے۔ جو کوئی ساتھ ہو لیتا اسکے ہاتھ میں ہاتھ دے کر چلا کرتے، غلام و آقا، حبشی و ترکی میں ذرا تفاوت نہ کرتے۔ رات دن کا لباس ایک ہی رکھتے کیسا ہی کوئی حقیر شخص دعوت کے لیے کہتا قبول فرما لیتے۔ جو کچھ کھانا سامنے رکھ دیا جاتا اسے برغبت کھاتے رات کے کھانے میں سے صبح کے لیے اور صبح کے کھانے میں سے شام کے لیے اٹھا نہ رکھتے۔ نیک خو، کریم الطبع، کشادہ رو تھے، مگر کھلکھلا ہنستے نہ تھے۔

* ..... اندوہگیں تھے، مگر ترش رو نہ تھے۔
* ..... متواضع، جس میں دنایت نہ تھی۔
* ..... باہیبت، جس میں درشتی نہ تھی۔
* ..... سخی تھے، مگر اسراف نہ تھا۔

ہر ایک پر رحم فرمایا کرتے۔ کسی سے کچھ طمع نہ رکھتے۔ سر مبارک کو جھکائے رکھتے تھے۔[1]

حکیم الامت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "جو کوئی شخص آنحضرت ﷺ کے سامنے یکبارگی آ جاتا۔ وہ ہیبت زدہ ہو جاتا اور جو کوئی پاس آ بیٹھتا وہ فدائی بن جاتا۔[2]

کنبہ والوں اور خادموں پر بہت زیادہ مہربان تھے۔ انس رضی اللہ عنہ نے دس سال تک خدمت کی اس عرصہ میں انہیں کبھی اُف (ہونھ) تک نہ کہا، زبان مبارک پر کبھی کوئی گندی بات یا گالی نہیں آتی تھی، نہ کسی پر لعنت کیا کرتے تھے۔ دوسرے کی اذیت و آزار پر نہایت صبر کیا کرتے، خلق خدا پر نہایت توجہ فرماتے ہر شخص اور ہر چیز کی قدر و منزلت سے آگاہ تھے۔ آسمانی بادشاہت کی جانب ہمیشہ نظر لگائے رکھتے تھے۔ (حجۃ اللہ البالغہ: ۳۸۵)

صحیح بخاری شریف میں ہے: آنحضرت ﷺ مطیع کو بشارت پہنچاتے، عاصی کو ڈر سناتے، بے خبروں کو پناہ دیتے، خدا کے بندہ و رسول ﷺ جملہ کاروبار کو اللہ پر چھوڑ دینے والے، نہ درشت، نہ سخت گو، چیخ کر نہ بولتے، بدی کا بدلہ ویسا نہ لیتے، معافی مانگنے والے کو معاف فرمایا کرتے، گناہ گار کو بخش دیتے، ان کا کام کجی ہائے مذاہب کو درست کر دینا ہے، ان کی تعلیم اندھوں کو آنکھیں، بہروں کو کان دیتی، غافل دلوں کے پردے اٹھا دیتی ہے"۔

"آنحضرت ﷺ ہر ایک خوبی سے آراستہ، جملہ اخلاق فاضلہ سے متصف، سکینہ ان کا لباس نکوئی ان کا شعار، تقویٰ ان کا ضمیر، حکمت ان کا کلام۔ عدل ان کی سیرت ہے۔ ان کی شریعت سراپا راستی، ان کی ملت اسلام ہدایت

---

[1] کیمیائے سعادت مصنفہ امام غزالی (المتوفی ۵۰۵ ہجری) صفحہ ۲۸۰ مطبوعہ نول کشور ۱۸۸۲ء۔

[2] یہ فقرہ سیدنا حضرت علی مرتضیٰؓ کے کلام کا ترجمہ ہے فرماتے ہیں: من راہ بدیھۃ ھابہ و من خالطہ محبۃ عشقہ۔

ان کی راہنما ہے۔ وہ ضلالت کو اٹھا دینے والے گمناموں کو رفعت بخشنے والے مجہولوں کو نامور کر دینے والے، قلت کو کثرت اور تنگ دستی کو غنا سے بدل دینے والے ہیں۔[1]

سکوت اور کلام:..... نبی کریم ﷺ اکثر خاموش رہا کرتے تھے۔ بلا ضرورت کبھی گفتگو نہ فرمایا کرتے۔ آنحضرت ﷺ نہایت شیریں کلام اور کمال فصیح تھے۔ کلام میں آورد ذرا نہ تھی، گفتگو ایسی دلآویز ہوتی تھی کہ سننے والے کے دل و روح پر قبضہ کر لیتی تھی۔ آنحضرت ﷺ کا یہ وصف ایسا مسلمہ تھا کہ مخالف بھی اس کی شہادت دیتے تھے اور جاہل دشمن اسی کا نام سحر و جادو رکھا کرتے۔ سلسلہ سخن ایسا مرتب ہوتا تھا جس میں لفظاً و معناً کوئی خلل نہ ہوتا۔ الفاظ ایسی ترتیب سے ادا فرمایا کرتے کہ اگر سننے والا چاہے تو الفاظ کا شمار کر سکتا تھا۔

ہنسنا، رونا:..... نبی ﷺ کبھی کھل کھلا کر ہنسنا پسند نہ کرتے تھے اور نہ خود ہنستے تھے۔ تبسم ہی آپ کا ہنسنا تھا۔ نماز تہجد میں بسا اوقات آنحضرت ﷺ رو پڑا کرتے۔ کبھی کسی مخلص کے مرنے پر آبدیدہ ہو جاتے۔

آنحضرت ﷺ کے فرزند ابراہیم سلام اللہ علیہ دودھ پیتے میں گزر گئے تھے۔ جب انہیں قبر میں رکھا گیا، تو حضور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ فرمایا:

تدمع العین ویحزن القلب ولا نقول الا ما یرضی ربنا وانا علیك یا ابراھیم لمحزونون

ترجمہ:..... آنکھوں میں نم ہے۔ دل میں غم ہے پھر بھی ہم وہی بات کہتے ہیں۔ جو ہمارے پروردگار کو پسندیدہ ہے۔ ابراہیم ہم کو تیری وجہ سے رنج ہوا۔

ایک دفعہ اپنی نواسی سانس توڑتی (دختر زینبؓ) کو گود میں اٹھایا، اس وقت حضور ﷺ کی آنکھوں میں پانی بھر آیا۔ سعدؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ کیا؟ فرمایا: ''یہ وہ رحم دلی ہے جو خدا اپنے بندوں کے دلوں میں بھر دیتا ہے اور اللہ بھی اپنے انہیں بندوں پر رحم کرے گا۔ جو رحم دل ہیں۔ (بخاری عن اسامہ بن زیدؓ کتاب الایمان والنذور)

---

[1] یسعیاہ نبی کی کتاب کا ۴۲ باب آنحضرت ﷺ کے متعلق ہے۔ اسباب کے مندرجہ ذیل ناظرین اس جگہ ملاحظہ کریں'' دیکھو میرا بندہ جسے میں سنبھالتا، میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے۔ میں نے اپنی روح اس پر رکھی وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرائے گا۔ ۲۔ وہ نہ چلائے گا۔ اور اپنی صدا بلند نہ کرے گا اور اپنی آواز بازاروں میں نہ سنائے گا۔ ۳۔ وہ مسلے ہوئے سینٹھے کو نہ توڑے گا۔ اور دھکتی ہوئی بتی کو نہ بجھائے گا۔ وہ عدالت کو جاری کرائے گا۔ ۴۔ اس کا زوال نہ ہوگا اور نہ مسلا جائے گا جب تک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے اور بحری ممالک اس کی شریعت کی راہ تکیں۔ ۵۔ خداوند جو آسمانوں کو خلق کرتا اور انہیں تانتا جو زمین کو اور انہیں جو اس سے نکلتے ہیں پھیلاتا۔ اور ان لوگوں کو جو اس پر ہیں۔ سانس دیتا اور ان کو جو اس پر چلتے ہیں، روح بخشتا۔ یوں فرماتا ہے۔ میں خداوند نے تجھے صداقت کے لیے بلایا۔ میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا۔ اور تیری حفاظت کروں گا۔ اور لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور کے لیے تجھے دوں گا۔ (۷) تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور بندھوؤں کو قید سے نکالے اور اس کو جو اندھیرے میں بیٹھے ہیں قید خانے سے چھڑا دے۔'' تمام باب ملاحظہ طلب ہے پادری ان الفاظ کو مسیح کے لیے کہتے ہیں لیکن یہ الفاظ تو اس کے حق میں ہیں۔ جسے خدا کہتا ''میرا بندہ'' اور پادریوں کو انکار ہے اور اقرار نہیں کہ مسیح خدا کا بندہ تھا۔ لہٰذا درس ۱۱ میں بیابان عرب کا ذکر ہے اور قیدار کا نام موجود ہے۔ جو ہمارے نبی ﷺ کے دادا کا نام ہے۔ نیز سلع کا ذکر ہے جو مدینہ طیبہ کا قدیم نام ہے اور مدینہ کے اندر جو پہاڑی ہے۔ وہ اب تک اسی نام سے موسوم ہے۔ درس ۱۳ میں اسی موعود کا جنگی مرد ہونا بیان کیا گیا ہے۔ درس ۱۷ میں ذکر ہے کہ بت پرستوں کو اس سے ذلت و پشیمانی حاصل ہوگی وغیرہ یہ جملہ علامات ایسی ہیں جو مسیح پر صادق نہیں اور حضرت محمد ﷺ کے لیے خصوصیت رکھتی ہیں۔ کعبؓ احبار اس مقام کو خاص آنحضرت ﷺ کے لیے ہی بتایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کو قرآن مجید سنا رہے تھے۔ جب وہ اس آیت پر پہنچے۔

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍۭ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ شَهِيدًا ﴿سورۃ النساء﴾

ترجمہ: "تب کیسی ہوگی جب ہر ایک امت پر خدا ایک ایک کو اٹھڑا کرے گا اور آپ کو ہم سب امتوں پر شہادت کے لیے کھڑا کریں گے"۔

فرمایا: بس ٹھہرو! ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو نبی ﷺ کی آنکھوں سے پانی جاری تھا (بخاری عن ابن مسعود)

غذا کے متعلق ہدایت: ..... رات کو بھوکا سونے سے منع فرماتے اور ایسا کرنے کو بڑھاپے کا سبب فرماتے۔ کھانا کھاتے ہی سو جانے سے منع فرمایا کرتے۔ تقلیل غذا کی رغبت دلایا کرتے۔ فرمایا کرتے معدہ کا ایک تہائی حصہ کھانے، ایک تہائی پانی کے لیے ایک تہائی حصہ معدہ کے لیے چھوڑ دینا چاہیے۔ پھلوں، ترکاریوں کا استعمال ان کی مصلح چیزوں کے ساتھ فرمایا کرتے۔ (زاد المعاد: ۲/ ۷۸)

مرض اور مریض: ..... متعدد امراض سے بچاؤ رکھتے اور تندرستوں کو اس سے محتاط رہنے کا حکم دیا کرتے۔ بیمار کو طبیب حاذق سے علاج کرانے کا حکم فرماتے[1] اور پرہیز کرنے کا حکم دیتے۔ (زاد المعاد: ۲/ ۴۶)

طبیب نادان: ..... نادان طبیب کو طبابت سے منع کیا کرتے اور اسے مریض کے نقصان کا ذمہ دار ٹھہراتے، حرام اشیاء کو بطور دوا استعمال کرنے سے منع فرماتے، ارشاد فرماتے: اللہ نے حرام چیزوں میں تمہارے لیے شفا نہیں رکھی۔ (زاد المعاد)

عیادت بیماراں: ..... صحابہ رضی اللہ عنہم میں جو کوئی بیمار ہو جاتا، اس کی عیادت فرمایا کرتے۔ عیادت کے وقت مریض کے قریب بیٹھ جاتے۔ بیمار کو تسلی دیتے۔ لا بأس طهور (یا کفارۃ) ان شاء اللہ فرمایا کرتے، پوچھ لیتے کہ کس چیز کو دل چاہتا ہے۔ اگر وہ شے اس کو مضر نہ ہوتی تو اس کا انتظام کر دیا کرتے۔ ایک یہودی لڑکا آنحضرت ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ اس کی عیادت کو بھی تشریف لے گئے۔ (زاد المعاد: ۱/ ۱۴۳ بحوالہ بخاری)

علاج: ..... حالتِ مرض میں دوا کا استعمال خود فرمایا اور لوگوں کو بھی علاج کرنے کا ارشاد فرماتے: یا عباد اللہ تداووا فان اللہ عزوجل لم یضع داء الا وضع له شفاء غیر داء واحد قالوا ما هو قال الهرم۔[2]

ترجمہ: ..... اے بندگانِ خدا دوا کیا کرو۔ کیونکہ خدا نے ہر مرض کی شفا مقرر کی ہے۔ بجز ایک مرض کے لوگوں نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ فرمایا کھوسٹ (بڑھاپا)۔

خطبہ خوانی: ..... زمین یا منبر پر کھڑے ہو کر یا شتر و ناقہ پر سوار ہو کر خطبہ فرمایا کرتے۔ جس کا آغاز تشہد سے اور اختتام استغفار پر ہوا کرتا۔ قرآن مجید اس خطبہ میں ضرور ہوتا اور قواعد اسلام کی تعلیم اس خطبہ میں دی جایا کرتی تھی۔

كان يخطب في كل وقت بما تقتضيه حاجة المخاطبين و مصلحتهم۔ (زاد المعاد: ۱/ ص ۴۹)

---

[1] زاد المعاد: ۲/ ۵۰۔ یہ تمسک حدیث صحیح مسلم عن جابر عن عبد اللہ و صحیح بخاری تعلیقاً من حدیث ابی ہریرہؓ واضح ہو کہ ترمذی کی حدیث "اخذ بید مجذوم" کی بابت ابن القیم کہتے ہیں کہ اس کی صحت ثابت نہیں ہوتی۔ ابو ہریرہؓ کی حدیث "لاعدوی ولاطیرۃ" صحیح میں ہے۔ مگر خود ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس حدیث کی بابت شک سا ہو گیا ہے اور انہوں نے اس حدیث کی روایت کو ترک کر دیا تھا۔ افادات ابن القیمؒ

[2] زاد المعاد جلد دوم ص ۵ بحوالہ مسند امام احمد (المتوفی ۲۴۱ھ)

خطبہ میں وہ باتیں ضرور بیان کی جاتی تھیں۔ جن کی سردست مسلمانوں کو ضرورت ہوتی اور وقت ضرورت کے اعتبار سے خطبہ میں سب کچھ بیان ہوا کرتا۔ ایسے خطابات جمعہ کے دن پر ہی موقوف نہ ہوتے بلکہ جب ضرورت اور موقع ہوتا تب ہی لوگوں کو کلام پاک سے مستفید فرمادیا کرتے تھے۔ خطبہ کے وقت ہاتھ میں کبھی عصا ہوتا، کبھی کمان ان پر اثنائے تقریر میں ٹیک بھی لگالیا کرتے تھے۔ خطبہ کے وقت تلوار کبھی ہاتھ میں نہ ہوتی تھی۔ نہ اس پر ٹیک لگایا کرتے۔ علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ''جاہلوں کا قول ہے کہ نبی ﷺ منبر پر تلوار لے کر کھڑے ہوا کرتے تھے گویا اشارہ یہ تھا کہ دین بزور شمشیر قائم کیا گیا ہے۔'' علامہ موصوف فرماتے ہیں جہال کا یہ قول غلط ہے۔

① ..... تلوار پر خطبہ میں ٹیک لگانا ثابت نہیں۔ ② ..... خطبہ خوانی کا آغاز مدینہ میں ہوا تھا اور مدینہ بذریعہ قرآن فتح ہوا تھا نہ کہ شمشیر، پھر علامہ موصوف یہ بھی بتاتے ہیں کہ دین تو وحی سے قائم ہوا ہے (زاد المعاد: ۱/ ۴۹)

صدقہ کی کوئی چیز ہرگز استعمال نہ کرتے البتہ ہدیہ قبول فرماتے۔

صدقہ و ہدیہ: ..... مخلصین صحابہؓ نیز عیسائی اور یہودی جو چیزیں تحفہ بھیجتے انہیں قبول فرمالیتے، ان کے لیے خود بھی تحفے ارسال فرماتے مگر مشرکین کے ہدایا لینے سے انکار فرماتے۔ مقوقس متی شاہ مصر کے بھیجے ہوئے خچر پر حضور نے سواری فرمائی اور جنگ حنین کے دن وہی خچر آنحضرت ﷺ کی سواری میں تھا۔ لیکن عامر بن مالک کے بھیجے ہوئے گھوڑے کو قبول کرنے سے انکار فرمادیا اور ارشاد فرمایا کہ ہم مشرک سے ہدیہ قبول نہیں کرتے۔ (زاد المعاد: ۱/ ۱۶۱)

جو قیمتی تحائف آنحضرت ﷺ کے پاس آیا کرتے، اکثر اوقات انہیں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم پر تقسیم فرمادیا کرتے۔

اپنی تعریف: ..... اپنی ایسی تعریف جس سے دوسرے نبی کی کمی نکلتی پسند نہ فرمایا کرتے اور ارشاد فرماتے:

لا تخیروا بین الانبیاء (بخاری) نبیوں کے ذکر میں ایسی طرز اختیار نہ کرو کہ ایک کی دوسرے کے مقابلہ میں کمی نکلتی ہو

ایک بیاہ میں تشریف لے گئے، وہاں چھوٹی چھوٹی لڑکیاں اپنے بزرگوں کے تاریخی کارنامے گا رہی تھیں، انہوں نے یہ بھی گایا کہ ہمارے درمیان ایسا نبی ہے جو کل (فردا) کی بات آج بتادیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ نہ کہو جو پہلے کہتی تھیں وہی کہے جاؤ۔ (بخاری عن ربیع بنت معوذؓ)

اظہار حقیقت یا خوش عقیدہ پن کی اصلاح: ..... سیدنا ابراہیمؓ فرزند رسولؐ کا انتقال ہوگیا۔ اس روز سورج گرہن بھی ہوا۔ لوگ کہنے لگے کہ ابراہیمؓ کی موت کی وجہ سے سورج بھی گہنا گیا۔ نبی ﷺ نے لوگوں کو مجمع میں خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ سورج چاند کسی کے مرنے یا جینے سے نہیں گہنایا کرتے۔ (بخاری عن مغیرہ بن شعبہؓ)

مصلحت عامہ کا لحاظ: ..... جب قریش نے اسلام سے پہلے کعبہ کی عمارت بنائی تو انہوں نے کچھ تو عمارت ابراہیمی میں اندر کی جگہ باہر چھوڑ دی، پھر کرسی اتنی اونچی رکھی کہ زینہ لگانا پڑے اور بیت اللہ میں دروازہ بھی صرف ایک ہی رکھا۔ نبی ﷺ نے ایک روز عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

لا ان قومك حديث عهدهم بكفر لنقضت الكعبة فجعلت لها بابين باب يدخل الناس وباب يخرجون منه۔

ترجمہ: ..... قریش کو مسلمان ہوئے تھوڑے ہی دن ہوئے ورنہ میں اس عمارت کو گرا دیتا، کعبہ میں دو دروازے رکھتا، ایک آنے کا ایک جانے کا۔

جب منافقین کے شر انگیز افعال وحرکات حد سے بڑھ گئے۔ تو عمر فاروقؓ نے عرض کیا کہ انہیں قتل کر دینا چاہیے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: نہیں! (بے خبر لوگ کہیں گے کہ محمد اپنے دوستوں کا قتل کرنے لگا)

بشریت و رسالت: ..... نبی ﷺ ان احکام کو جو شانِ رسالت سے ظاہر ہوتے۔ ان افعال واقوال سے جو بطور بشریت ثابت ہوتے۔ ہمیشہ نمایاں طور پر علیحدہ علیحدہ دکھانے کی سعی فرماتے:

① ..... ایک دفعہ فرمایا: میں بشر ہوں، میرے سامنے تنازعات پیش ہوتے ہیں۔ کوئی شخص دوسرے فریق سے اپنے مدعا کو بہتر طریق پر ادا کرنے والا ہوتا ہے۔ جس سے گمان ہو جاتا ہے کہ وہ سچا ہے اور اسی کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں۔ پس اگر کسی شخص کو کسی مسلمان کے حصے میں سے اس فیصلہ کے بموجب کچھ ملتا ہو تو وہ سمجھ لے کہ یہ ایک آگ کا ٹکڑا ہے۔ اب خواہ لے خواہ چھوڑ دے۔ (بخاری عن ام سلمہؓ کتاب المظالم)

② ..... بریرہؓ لونڈی سے آنحضرت ﷺ نے مغیثؓ (اس کے شوہر) کی سفارش کی، جس سے بوجہ آزادی (حریت) علیحدہ ہو چکی تھی۔ بریرہؓ نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا آپ حکم دے رہے ہیں؟ فرمایا: نہیں! میں سفارش کرتا ہوں۔ وہ بولی: مجھے مغیث کی حاجت نہیں۔ (بخاری عن ابن عباسؓ کتاب الطلاق)

اہل مدینہ نر کھجور کا بور مادہ کھجور پر ڈالا کرتے تھے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اس کی کیا ضرورت ہے؟ اہل مدینہ نے یہ عمل چھوڑ دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ پھل درختوں پر کم لگا۔ لوگوں نے اس بارے میں آنحضرت ﷺ سے گزارش کی۔ فرمایا: تم دنیا کے کام تم مجھ سے بہتر جانتے ہو جب میں کوئی کام دین کا بتایا کروں، تو اس کی پیروی کیا کرو۔

بچوں پر شفقت: ..... بچوں کے قریب سے گزر فرماتے تو اُن کو خود السلام علیکم کہا کرتے۔ (بخاری عن انسؓ کتاب الدعوات)۔ ان کے سر پر ہاتھ رکھتے، انہیں گود میں اٹھا لیتے۔

بوڑھوں پر عنایت: ..... فتح مکہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے بوڑھے، ضعیف، فاقد البصر باپ کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بیعتِ اسلام کرانے کے لیے لائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تم نے بوڑھے کو کیوں تکلیف دی، میں خود ان کے پاس چلا جاتا۔

ارباب فضل کی قدر و منزلت: ..... سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو جو خندق میں سخت زخمی ہو گئے تھے۔ یہودیان بنو قریظہ نے اپنا حکم اور منصف تسلیم کر کے بلایا تھا۔ جب وہ مسجد تک پہنچے تو آپ نے اپنے صحابہ سے جو قبیلہ اوس سے تھے فرمایا:

① ..... "قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ" (اپنے سردار کی پیشوائی کو جاؤ) لوگ گئے۔ ان کو آگے بڑھ کر لے آئے۔

② ..... حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اسلام کی تائید اور مخالفین کے جواب میں اشعار نظم کر کے لاتے تو ان کے لیے مسجد نبوی میں منبر رکھ دیا جاتا۔ جس پر چڑھ کر وہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

خادم کے لیے دعا: ..... انس بن مالک نے دس سال تک مدینہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت کی اس عرصہ میں کبھی ان سے یہ نہ کہا کہ یہ کام کیوں نہ کیا ایک روز اُن کے حق میں دُعا فرمائی:

"اللھم اکثر مالہ وولدہ و بارک لہ ما اعطیتہ"

ترجمہ: الٰہی اسے مال بھی بہت دے، اور اولاد بھی بہت دے اور جو کچھ اسے عطا کیا جائے اس میں برکت بھی دے۔

ادب وتواضع

① .....مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے۔

② .....جو کوئی مل جاتا اسے سلام پہلے خود کر دیتے۔ ③ .....مصافحہ کے لیے خود پہلے ہاتھ پھیلا دیتے۔

④ .....صحابہ کو کنیت کے نام سے پکارتے (عرب میں عزت سے بُلانے کا یہی طریقہ ہے)

⑤ .....کسی کی بات کبھی قطع نہ فرماتے۔ ⑥ .....اگر نماز نفل میں ہوتے اور کوئی شخص پاس آ بیٹھتا تو نماز کو مختصر کر دیتے اور اس کی ضرورت پوری کر دینے کے بعد پھر نماز میں مشغول ہوتے۔

⑦ .....اکثر متبسم رہتے۔ (ماخوذ از شفاء: صفحہ ۵۴)

⑧ .....آنحضرت ﷺ کے ایک ناقہ کا نام عضبا تھا۔ کوئی جانور اس سے آگے نہیں بڑھ سکا تھا۔ ایک اعرابی اپنی سواری پر آیا اور عضباء سے آگے نکل گیا۔ مسلمانوں کو یہ بہت ہی شاق گزرا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

"ان حقا على الله عزوجل ان لا يرفع شيئا من الدنيا الا وضعه (رواه البخاري)

ترجمہ:..... دنیا میں خدا کی سنت یہی ہے کہ کسی کو اٹھاتا ہے تو اسے نیچا بھی دکھاتا ہے۔

⑨ .....ایک شخص آیا اس نے نبی ﷺ کو "يا خير البرية" (برترین خلق) کہہ کر بلایا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "ذاك ابراهيم" یہ شان تو ابراہیمؑ کی ہے۔ (صحیح بخاری)

⑩ .....ایک شخص حاضر ہوا وہ نبی ﷺ کی ہیبت سے لرز گیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

هون عليك، فاني لست بملك انما انا ابن امرأة من قريش تاكل القديد (رواه البخاري)

ترجمہ:۔ کچھ پرواہ نہ کرو، میں بادشاہ نہیں ہوں، میں قریش کی ایک غریب عورت کا فرزند ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی[1]

شفقت ورافت:..... عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

① .....کوئی شخص بھی اچھے خلق میں آنحضرت ﷺ جیسا نہ تھا خواہ کوئی صحابی بلاتا یا گھر کا کوئی شخص نبی ﷺ اس کے جواب میں لبیک (حاضر) ہی فرمایا کرتے۔ (شفاء: ۵۳)

② .....عبادت نافلہ چھُپ کر ادا فرمایا کرتے تاکہ اُمت پر اس قدر عبادت کرنا شاق نہ ہو۔

③ .....جب کسی معاملہ میں دو صورتیں سامنے آتیں تو آسان صورت کو اختیار فرماتے (بخاری: کتاب الدعوات)

④ .....اللہ پاک کے ساتھ معاہدہ کیا کہ جس شخص کو میں گالی دوں یا لعنت کروں وہ گالی اس کے حق میں گناہوں کا کفارہ، رحمت و بخشش اور قرب کا ذریعہ بنا دی جائے۔

⑤ .....فرمایا ایک دوسرے کی باتیں مجھے نہ سنایا کرو۔ میں چاہتا ہوں کہ دنیا سے جاؤں، تو سب کی طرف سے صاف سینہ جاؤں۔ (شفاء: ۵۵)

⑥ .....وعظ و نصیحت کبھی کبھی فرمایا کرتے تاکہ لوگ اکتا نہ جائیں۔ (صحیح بخاری عن ابن مسعودؓ)

---

[1] غربا خشک گوشت کھایا کرتے تھے۔

⑦ ..... ایک بار سورج گرہن ہوا۔ نماز کسوف میں نبی ﷺ روتے تھے اور دعا میں فرماتے تھے۔

رب الم تعدنی ان لا تعذبھم وانا فیھم وھم یستغفرون ونحن نستغفرك (زادالمعاد، ج۱، ص۴۹)

ترجمہ: اے پروردگار! تو نے وعدہ فرمایا ہے کہ ان لوگوں کو (بہر دو صورت) عذاب نہ دیا جائے گا۔ [۱] جب تک میں ان کے درمیان موجود ہوں۔ [۲] جب تک یہ استغفار کرتے رہیں، اب اے خدا! میں موجود ہوں اور سب استغفار بھی کر رہے ہیں۔

لکل نبی دعوۃ یدعوابھا فاستجیب لھا فجعلت دعوتی شفاعۃ لامتی یوم القیمۃ (رواہ البخاری)

ترجمہ: ہر ایک نبی کے لیے ایک ایک دعا تھی وہ مانگتے رہے اور دعا قبول ہوتی رہی۔ میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت روز قیامت کے لیے محفوظ رکھا ہے۔

عدل و رحم: ..... اگر دو شخصوں کے درمیان جھگڑا ہوتا تو عدل فرماتے اور اگر کسی کا نفس مبارک کے ساتھ کوئی معاملہ ہوتا تو رحم فرماتے:

① ..... فاطمہ نامی ایک عورت نے مکہ میں چوری کی، لوگوں نے اسامہ رضی اللہ عنہ (جو آنحضرت ﷺ کو بہت پیارے تھے) سے سفارش کرائی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تم حدود الٰہی میں سفارش کرتے ہو۔ سنو! اگر فاطمہ بنت محمد بھی ایسا کرتی تو میں حد جاری کرتا۔ (بخاری عن عائشہؓ، کتاب الحدود)

② ..... حضرت سواد بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ ایک روز آنحضرت ﷺ کے سامنے رنگین کپڑا پہن کر گئے آنحضرت ﷺ نے خط خط فرمایا اور چھڑی سے اُن کے شکم میں ٹھوکا بھی دیا۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! میں تو قصاص لوں گا، آنحضرت ﷺ نے جھٹ اپنا شکم برہنہ کر کے میرے سامنے کر دیا۔ (شفاء قاضی عیاض: ۳۱۱)

اعداء پر رحم

① ..... مکہ میں سخت قحط پڑا، یہاں تک کہ لوگوں نے مُردار اور ہڈیاں بھی کھانی شروع کر دیں۔ ابوسفیان بن حرب (اُن دنوں دشمن غالی تھا) نبی ﷺ کی خدمت میں آیا۔ اور کہا: اے محمد! آپ تو لوگوں کو صلہ رحمی (قرابتداروں کے ساتھ حسن سلوک) کی تعلیم دیا کرتے ہیں۔ دیکھیے! آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے، خدا سے دعا کیجیے۔ نبی ﷺ نے دعا فرمائی اور خوب ہی بارش ہوئی۔

② ..... ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ نے نجد سے مکہ کو جانے والا غلہ بند کر دیا۔ اس لیے کہ اہل مکہ آنحضرت ﷺ کے دشمن ہیں آنحضرت ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔

③ ..... حدیبیہ کے میدان میں آنحضرت ﷺ مسلمانوں کے ساتھ نماز صبح پڑھ رہے تھے۔ ستر اسی آدمی چپکے سے کوہ تنعیم سے اُترے۔ تاکہ مسلمانوں کو نماز پڑھتے ہوئے قتل کر دیں۔ یہ سب گرفتار ہو گئے اور نبی ﷺ نے ان کو بلا کسی فدیہ یا سزا کے آزاد فرما دیا۔ (صحیح بخاری عن ابن مسعود باب اذا استشفع المشرکون)

جود و کرم

① ..... سائل کو کبھی رد نہ فرماتے۔ زبانِ مبارک پر حرف انکار نہ لاتے۔ اگرچہ کچھ بھی دینے کو پاس نہ ہوتا سائل سے عذر کرتے، گویا کوئی شخص معافی چاہتا ہے۔

② ..... ایک شخص نے آ کر سوال کیا۔ فرمایا میرے پاس تو اس وقت کچھ نہیں ہے۔ تم میرے نام پر قرض لے لو۔ میں پھر اسے اتاروں گا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خدا نے آپ کو یہ تکلیف نہیں دی کہ قدرت سے بڑھ کر کام کریں۔ نبی ﷺ چپ سے رہ گئے۔ ایک انصاری نے پاس سے کہہ دیا: یارسول اللہ! جواب دیجیے۔ رب العرش مالک ہے۔ تنگ دستی کا کیا ڈر ہے۔ نبی ﷺ ہنس پڑے۔ چہرۂ مبارک پر خوشی کے آثار آشکار ہو گئے۔ فرمایا: ہاں مجھے یہی حکم ملا ہے۔ (شفاء قاضی عیاض: صفحہ ۵۰ بحوالہ شمائل ترمذی)

③ ..... ایک بار ایک سائل کو آدھا وسق غلہ قرض لے کر دلایا۔ قرض خواہ تقاضا کے لیے آیا، نبی ﷺ نے فرمایا: اسے ایک وسق غلہ دے دو۔ آدھا تو قرض کا ہے آدھا ہماری طرف سے جود و سخا کا ہے۔ (شفاء قاضی عیاض: ۵۱)

④ ..... فرمایا کرتے، اگر کوئی شخص مقروض مر جائے اور مال باقی نہ چھوڑے۔ تو ہم اسے ادا کریں گے اور اگر کوئی مال چھوڑ کر مرے تو وہ وارثوں کا حق ہے۔ (رواہ البخاری عن ابی ہریرۃؓ کتاب الفرائض)

شرم و حیا

① ..... ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پردہ نشین لڑکی سے بڑھ کر نبی ﷺ میں حیا تھی۔ جب کوئی ایسی بات حضور ﷺ کے سامنے کی جاتی۔ جس سے حضور کو کراہت ہوتی تو چہرہ مبارک سے فوراً معلوم ہو جاتا تھا۔

② ..... عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ اگر کسی شخص کی کوئی حرکت نبی ﷺ کو پسند نہ آتی تو اس کا نام لے کر منع نہ فرماتے بلکہ عام الفاظ میں اس حرکت و فعل کی نہی فرما دیتے۔ (شفاء قاضی عیاض: ۵۲، رواہ ابو داؤد)

③ ..... عادات معاملات میں اپنی جان پر تکلیف اُٹھا لیتے۔ مگر دوسرے شخص کو از راہِ شرم کام کرنے کو نہ فرماتے۔

④ ..... جب کوئی عذر خواہ سامنے آ کر معافی کا طلب ہوتا تو آنحضرت ﷺ شرم سے گردن مبارک جھکا لیتے۔

⑤ ..... عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو برہنہ کبھی نہیں دیکھا۔

صبر و حلم

① ..... زید بن سعنہ ایک یہودی تھا۔ نبی ﷺ کو اس کا قرض دینا تھا۔ وہ ایک روز آیا۔ آتے ہی چادر آپ کے شانہ سے اتار لی جسم کے کپڑے پکڑ لیے اور ٹرانے لگا کہ عبد المطلب والے بڑے نادہندہ ہوتے ہیں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے سختی سے جھڑک دیا۔ نبی ﷺ ہنس پڑے، فرمایا: اے عمر! تمہیں لازم تھا کہ میرے ساتھ اور اس کے ساتھ اور طرح برتاؤ کرتے، مجھے حسن ادائیگی کے لیے کہتے اور اسے حسنِ تقاضا سکھاتے، پھر زیدؓ کی جانب حضور ﷺ مخاطب ہوئے، فرمایا: ابھی تو وعدہ میں تین دن باقی ہیں۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اس کا قرض ادا کر دو بیس صاع زیادہ بھی دینا کہ تم نے اسے دھمکایا اور ڈرایا بھی تھا۔[1]

② ..... ایک اعرابی آیا، اس نے زور سے آنحضرت ﷺ کی چادر کو (جو موٹے کنارے کی تھی) جھٹکا دیا۔ وہ کنارہ آنحضرت ﷺ کی گردن میں گڑ گیا اور نشان پڑ گیا۔ اعرابی نے اب زبان سے یہ کہا: محمد! یہ مالِ خدا جو

---

[1] شفاء عیاض صفحہ ۴۶۔ رواہ البیہقی۔ اس کے بعد زیدؓ مسلمان ہو گیا۔

تمہارے پاس ہے، نہ تیرا ہے اور نہ تیرے باپ کا ہے۔ اس سے ایک بار شتر مجھے بھی دلاؤ۔ نبی ﷺ نے ذرا خاموشی کے بعد فرمایا: مال بے شک خدا کا ہے اور میں اس کا غلام ہوں۔ بالآخر حکم فرمایا کہ ایک بار شتر جو اور ایک بار شتر کھجوریں اسے دی جائیں۔ (صحیحین عن انس، وشفاء قاضی عیاض صفحہ ۴۸)

② ..... طائف میں آنحضرت ﷺ وعظ اور تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے تھے، وہاں کے باشندوں نے حضور پر کیچڑ پھینکی، آوازیں لگائیں، اتنے پتھر مارے کہ حضور ﷺ لہو سے تربتر اور بے ہوش ہو گئے۔ پھر بھی یہی فرمایا کہ میں ان لوگوں کی ہلاکت نہیں چاہتا۔ کیونکہ اگر یہ ایمان نہیں لاتے تو امید ہے کہ ان کی اولاد مسلمان ہو جائے گی۔

عفو و رحم

① ..... عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی ذات مبارک کی بابت کسی سے انتقام نہیں لیا۔ (بخاری)

② ..... جنگ اُحد میں کافروں نے نبی ﷺ کے دانت مبارک توڑے۔ سر مبارک پھوڑا۔ حضور ﷺ ایک غار میں بھی گر گئے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ان پر بددعا فرمایئے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: میں لعنت کرنے کے لیے نبی نہیں بنایا گیا، خدا نے مجھے لوگوں کو اپنی بارگاہ میں بلانے کے لیے بھیجا ہے۔ اس کے بعد یہ دعا فرمائی:

اے خدا میری قوم کو ہدایت فرما وہ مجھے نہیں جانتے ہیں۔ (شفاء قاضی عیاض: ۴۷)

② ..... ایک درخت کے نیچے آنحضرت ﷺ سو گئے، تلوار شاخ سے آویزاں کر دی غورث بن الحراث آیا، تلوار نکال کر نبی ﷺ کو گستاخانہ جگایا، بولا: اب تم کو کون بچائے گا؟ فرمایا: اللہ۔ وہ چکر کھا کر گر پڑا آنحضرت ﷺ نے تلوار اٹھالی، فرمایا: اب تجھے کون بچا سکتا ہے؟ وہ حیران ہو گیا۔ فرمایا: جاؤ میں بدلہ نہیں لیا کرتا۔[1]

② ..... ہبار نے آنحضرت ﷺ کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کو نیزہ مارا، وہ ہودج سے نیچے گر گئیں اور حمل ساقط ہو گیا اور بالآخر یہی صدمہ ان کی موت کا باعث ہوا۔ ہبار نے عفو کی التجا کی اور اسے معاف فرمایا۔ (دیکھو بیان فتح مکہ)

⑤ ..... فرمایا: زمانہ جاہلیت سے لے کر جن باتوں پر قبائل میں باہمی جنگ و جدل چلا آتا ہے۔ میں سب کو معدوم کرتا ہوں اور سب سے پہلے اپنے خاندان کے خون کا دعویٰ اور اپنے چچا کے رقوم قرض کو معاف کرتا ہوں۔[2]

صدق و امانت

① ..... جانی دشمن بھی نبی ﷺ کے ان اوصاف کے قائل تھے۔ صادق و امین بچپن ہی سے آنحضرت ﷺ کا خطاب پڑ گیا تھا۔ انہی اوصاف کی وجہ سے قبل از نبوت بھی لوگ اپنے مقدمات انفصال کے لیے آنحضرت ﷺ کے پاس لایا کرتے تھے۔ (شفاء قاضی عیاض: ۴۹)

② ..... ایک روز ابوجہل نے کہا: محمد! میں تجھے جھوٹا نہیں سمجھتا، لیکن تیری تعلیم پر میرا دل نہیں ٹھہرتا۔ (شفاء: ۴۹)

② ..... شب ہجرت کو کفار نے تو آنحضرت ﷺ کے قتل کا مشورہ اور نفاق کیا تھا اور حضور ﷺ نے پیارے بھائی علی رضی اللہ عنہ کو اس کے لیے پیچھے چھوڑا کہ اُن کی امانتوں کو ادا کر کے آنا۔

---

[1] صحیح بخاری باب غزوہ ذات الرقاع وشفاء قاضی عیاض صفحہ ۴۷۔

[2] صحیح بخاری خطبہ نبوی بروز فتح مکہ

عفت وعصمت:..... آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: ایام جاہلیت کی رسموں میں سے میں نے کبھی کسی میں بھی حصہ نہیں لیا۔ صرف دو دفعہ ارادہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی بچالیا۔ دس برس سے کم عمر تھی۔ میں نے اس چرواہے کو جن کے ساتھ میں بکریاں چراتا تھا کہا: اگر تم میری بکریاں سنبھالے رکھو تو میں مکہ (آبادی کے اندر) جاؤں۔ جیسے اور نوجوان کہانیاں کہتے سنتے ہیں میں بھی کہانیاں کہوں سنوں۔ اس ارادہ سے میں شہر کو آیا۔ پہلے ہی گھر پہنچا تھا کہ وہاں دف ومزامیر بج رہے تھے۔ اس گھر میں بیاہ تھا۔ میں انہیں دیکھنے لگا۔ نیند نے غلبہ کیا۔ میں سو گیا، جب سورج نکلا تب آنکھ کھلی۔ ایک دفعہ پھر ایسی ہی نیت سے آیا تھا۔ اسی طرح نیند آ گئی اور وقت گزر گیا۔ ان دو واقعات کے سوا میں نے کبھی مکروہات جاہلیت کا ارادہ بھی نہیں کیا۔ (شفاء قاضی عیاض: ۶۰) عہد نبوت سے پہلے کا ذکر ہے، زید بن عمرو بن نفیل نے نبی ﷺ کی دعوت کی، دسترخواں پر گوشت بھی آیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

انی لا اکل مما تذبحون علی انصابکم ولا اکل الا ما ذکر اسم اللّٰہ علیہ (رواہ البخاری کتاب الاطعمۃ)

ترجمہ:..... میں وہ گوشت نہیں کھاتا جو بتوں یا استھانوں کی قربانی کا ہو، میں تو صرف وہی گوشت کھایا کرتا ہوں۔ جس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

زہد:..... آنحضرت ﷺ کی دعا یہ تھی:

یا رب اجوع یوما واشبع یوما واما الذی اجوع فیہ فاتضرع الیک وادعوک واما الیوم الذی اشبع فیہ فاحمدک واثنی علیک (رواہ البخاری عن عن عبداللّٰہ. کتاب الصید والذبائح)

ترجمہ:..... الٰہی ایک دن بھوکا رہوں، ایک دن کھانے کو ملے، بھوک میں تیرے سامنے گڑگڑایا کروں، تجھ سے مانگا کروں اور کھا کر تیری حمد وثنا کیا کروں"۔ (بخاری)

* ..... صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ایک ایک مہینہ برابر ہمارے چولہے میں آگ روشن نہ ہوتی۔ حضور ﷺ کا کنبہ پانی اور کھجور پر گزران کرتا۔ (صحیح بخاری عن عائشہؓ)
* ..... حضرت عائشہ کہتی ہیں: نبی ﷺ نے مدینہ آ کر تین دن تک برابر گیہوں کی روٹی کبھی نہیں کھائی۔ (بخاری)
* ..... نبی ﷺ نے انتقال فرمایا تو اس وقت آپ علیہ السلام کی زرہ ایک یہودی کے پاس بعوض غلہ جو رہن تھی (بخاری)
* ..... آنحضرت ﷺ اس دنیا کی آخری شب میں تھے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پڑوس سے چراغ کے لیے تیل منگوایا تھا۔
* ..... دعا فرمایا کرتے: الٰہی آل محمد کو صرف اتنا دے جتنا پیٹ میں ڈال لیں۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ زہد کی یہ تمام صورتیں اختیاری تھیں۔ لاچاری کچھ نہ تھی اور اس زہد سے مقصود نبی ﷺ کا یہ تھا کہ کسی حلال شے کے استعمال یا انتفاع میں کوئی روک پیدا کریں۔ ایسے خیال سے صرف ایک بار نبی ﷺ نے شہد کا استعمال چھوڑ دیا تھا۔ اس کی وجہ بھی یہ تھی کہ ایک بیوی نے شہد کی بو کو اپنی طبع کے خلاف بتایا تھا۔ اللہ عزوجل نے نبی ﷺ سے فرمادیا کہ یہاں تک کھینچ نہیں کرنی چاہیے۔[1]

---

[1] یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ (التحریم: آیت ۱)

صنف ضعیف (عورتوں) کی امانت اور ان کی آسائش کا خیال

① ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا ایک سفر میں ساتھ تھیں وہ تمام جسم کو چادر سے ڈھانپ کر اونٹ کی پچھلی نشست پر نبی ﷺ کے ساتھ سوار ہوا کرتی تھیں۔ جب وہ اونٹ پر سوار ہونے لگتیں۔

یجلس عند بعیر فیضع رکبتہ فتضع صفیۃ رجلھا علی رکبتہ حتی ترکب (رواہ البخاری باب یسافر بالجاریۃ عن انس)

تب آنحضرت ﷺ اپنا گھٹنا آگے بڑھا دیتے صفیہؓ اپنا پاؤں آنحضرت ﷺ کے گھٹنے پر رکھ کر اونٹ پر چڑھ جایا کرتیں

② ایک دفعہ ناقہ کا پاؤں پھسلا، نبی ﷺ اور ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا دونوں گر پڑے۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ دوڑے دوڑے رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: علیك بالمرأۃ، تم پہلے عورت کی خبر لو[1]

② ایک سفر میں اونٹوں کے کجاووں میں عورتیں سوار تھیں، ساربان جو اونٹوں کی مہار پکڑے جاتا تھا "حدی خوانی" کرنے لگا۔ حدی ایسی آواز سے شعر پڑھنے کو کہتے ہیں جس سے اونٹ تیز چلنے لگتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: دیکھو! کانچ کے شیشوں کو توڑ پھوڑ نہ دینا۔ (مسلم شریف)

اس ارشاد میں عورتوں کو کانچ کے آلات سے نبی ﷺ نے تشبیہ دی ہے۔ نفاست ونزاکت کے علاوہ وجہ تشبیہ عورتوں کا ضعف خلقت ہے، جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ آرام اور آسائش کی مستحق ہیں۔

اسیران جنگ کی خبر گیری: اسیران جنگ کی خبر گیری مہمانوں کی طرح کی جاتی تھیں، جنگ بدر میں جو قیدی مدینہ منورہ میں چند روز تک مسلمانوں کے پاس اسیر رہے۔ ان میں سے ایک کا بیان ہے "خدا مسلمانوں پر رحم کرے۔ وہ اپنے اہل وعیال سے اچھا ہم کو کھلاتے تھے اور اپنے کنبے سے پہلے ہمارے آرام کی فکر کیا کرتے تھے"۔

جب قیدی اسیر ہو کر آتے تو نبی ﷺ پہلے ان کے لباس کی فکر کیا کرتے تھے۔[2]

مردانہ ورزشوں کا شوق دلایا کرتے، رکانہ عرب کا شاہ زور پہلوان تھا، وہ اپنے پچھڑ جانے کو اسلام لانے کی شرط ٹھہراتا تھا۔ نبی ﷺ نے اسے تین بار پچھاڑ دیا تھا۔ (شفا، قاضی عیاض: ۳۴)

تیر افگنی: نشانہ بازی کا لوگوں کو شوق دلایا کرتے، نشانہ بازی کی مشق کے لیے لوگوں کو دو حصوں میں بانٹ دیا کرتے تھے، ایک دفعہ فرمایا: تیر چلاؤ، میں اس پارٹی کی طرف ہوں گا۔ یہ سن کر دوسری پارٹی نے تیر چلانے سے ہاتھوں کو روک لیا، سبب پوچھا گیا، انہوں نے کہا: جب اس پارٹی میں رسول اللہ ﷺ شامل ہیں تو ہم اس کے مقابلہ میں کیونکر تیر افگنی کر سکتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تیر چلاؤ۔ میں تم سب کے ساتھ ہوں 'ارموا وانا معکم"[3]

گھوڑ دوڑ: گھوڑوں کی دوڑ آنحضرت ﷺ کے حکم سے کرائی جاتی تھی۔ لمبی دوڑ ۵ / یا ۶ / میل کی اور ہلکی دوڑ ایک میل کی ہوتی تھی۔ (رواہ البخاری عن حذیفۃ باب کتابۃ الامام الناس (کتاب الشہادۃ)۔

---

[1] صحیح بخاری باب استقبال الغزاۃ۔ عن انس رضی اللہ عنہ۔
[2] صحیح بخاری باب الکسوۃ للاساری۔ عن جابر رضی اللہ عنہ۔
[3] صحیح بخاری عن سلمہ بن الاکوع۔ باب التحریض علی الرمی۔ صحیح بخاری عن ابن عمر رضی اللہ عنہ باب السبق بین الخیل۔

مردم شماری:..... نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اکتبوالی من تلفظ بالاسلام من الناس۔ ''تمام کلمہ گو اشخاص کے نام میرے ملاحظہ کے لیے قلمبند کیے جائیں''۔ اس حکم کی تعمیل ہوئی۔ اس وقت مسلمانوں کا شمار ڈیڑھ ہزار ہوا۔ اس تعداد پر مسلمانوں نے اللہ کا شکر کیا۔ خوشی منائی۔ مسلمان کہتے تھے۔ اب ہم ڈیڑھ ہزار ہو گئے ہیں۔ اب ہمیں کیا ڈر ہے، ہم نے تو وہ زمانہ دیکھا ہے جب ہم میں سے کوئی اکیلا ہی نماز پڑھا کرتا تھا اور اسے ہر طرف سے دشمنوں کا خوف لگا رہتا تھا۔[1] افسوس ہے کہ اس روایت سے یہ پتہ نہیں لگتا کہ یہ شمار کس سنہ میں ہوا تھا۔ صحیح بخاری کی دیگر روایات سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیسری مردم (مسلم) شماری تھی۔ پہلے دفعہ کے شمار میں مسلمانوں کی تعداد ۵۰۰ سو دوسری میں ۶۰۰ اور ۷۰۰ کے درمیان تعداد تھی۔

تعلیمات رسالت:

آنحضرت ﷺ کی تعلیم پاک اعتقادات، عادات، معاملات، عبادات، مہلکات، منجیات، احسانیات کے متعلق ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔ نبی ﷺ کی افضلیت اور اسلام کی برتری کا مدار اسی تعلیم پر ہے۔ میرا مقصود اس جگہ صرف نمونہ دکھانا ہے۔ ان شاء اللہ اس کتاب کے حصہ سوم میں اس پر ذرا تفصیل سے تحریر کیا جائے گا۔

خدا کا حق بندوں پر بندوں کا حق خدا پر:

حق اللّٰہ علی عبادہ ان یعبدوہ ولا یشرکوا بہ شیئا وحق العباد علی اللّٰہ اذا فعلوہ ان لا یعذبھم[2]

[1] ..... اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ بندے اسی کی عبادت کریں اور کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ بنائیں۔

[2] ..... بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ جب وہ اللہ کا حق ادا کریں۔ تب وہ انہیں عذاب نہ دے۔

رحمت الٰہیہ کا بیان:..... نبی ﷺ نے فرمایا: خدا نے اس کتاب میں جو اس کے پاس عرش پر ہے یہ لکھ رکھا ہے۔ ان رحمتی غلبت غضبی ''میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے''۔ (رواہ البخاری عن ابی ہریرہ، کتاب الخلق)

خدمت والدین:..... ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ میں جہاد (دشمنان دین سے جنگ) کرنا چاہتا ہوں۔ نبی ﷺ نے پوچھا: تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟ وہ بولا: ہاں! فرمایا: انہی (کی خدمت) میں جہاد (حد درجہ کی کوشش) کرو۔ (رواہ البخاری عن عمرؓ، کتاب الادب)

نصرت باہمی:..... المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضا وشبک بین اصابعہ۔[3]

ترجمہ:..... ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے لیے ایسا ہے جیسے بنیاد کی اینٹیں۔ ایک سے دوسرے کو قوت ملتی ہے۔ پھر اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دکھایا۔ یعنی مؤمن اس طرح ملے جلے رہتے ہیں۔

مسلمان کون ہے؟..... المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ (رواہ البخاری عن عبداللہ بن عمر، کتاب الایمان) ۔یعنی مسلمان وہ ہے، جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں۔

---

[1] صحیح بخاری عن حذیفہ رضی اللہ عنہ، باب کتابۃ الامام الناس (کتاب الشہادۃ)۔

[2] (رواہ البخاری عن معاذ ابن جبل، کتاب الرقاق)

[3] صحیح بخاری عن موسیٰؓ، کتاب المظالم۔

ایمان کا کمال:..... لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ (رواہ البخاری عن انس کتاب الایمان)۔ یعنی تم میں سے کوئی شخص مؤمن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے جو کچھ خود اپنے لیے پسند کرتا ہے"۔

شیرینی ایمان:..... ثلاث من کن فیہ وجد حلاوۃ الایمان۔ ان یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما۔ وان یحب المرء لا یحبہ الا اللہ وان یکرہ ان یعود فی الکفر کما یکرہ ان یقذف فی النار۔ (رواہ البخاری عن انس کتاب الایمان)۔

تین باتیں ہیں جس میں یہ ہوں گی، وہ ایمان کی حلاوت چکھ لے گا

① .....خدا اور خدا کے رسول کی محبت اسے سب سے بڑھ کر ہو۔ ② .....کسی بھائی سے للہی محبت رکھتا ہو۔ کوئی غرض شامل نہ ہو۔ ③ .....کفر میں جا پڑنے کو ایسا برا جانتا ہو۔ جیسا آگ میں گر جانے کو سمجھتا ہے۔

پسندیدہ اعمال:..... لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل زیادہ پسند ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ادومہ وان قل"۔ جو عمل ہمیشہ کیا جائے اگرچہ مقدار میں کم ہی ہو۔

پھر فرمایا: "اکلفوا من العمل ماتطیقون" یعنی عمل (عبادت) اتنا ہی کیا کرو، جسے باسانی کر سکو۔[1]

اعمال شاقہ سے ممانعت:

① .....نبی ﷺ نے ایک گھر میں رسی لٹکتی دیکھی، پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: فلاں عورت نے لٹکا رکھی ہے رات کو (عبادت کرتی ہوئی) جب اونگھنے لگتی ہے تو اس سے لٹک پڑتی ہے۔ فرمایا: اسے کھول دو۔ عبادت (نافلہ) اس وقت تک کرو کہ نشاط طبع قائم رہے۔ (صحیح بخاری عن انس بن مالکؓ کتاب النوافل۔)

② .....بنی اسد کی عورت کی بابت نبی ﷺ سے عرض کیا گیا کہ وہ تمام شب عبادت کرتی ہے، فرمایا: ایسا نہ کرو، اعمال بقدر طاقت ادا کرو۔ (صحیح بخاری عن عائشہؓ کتاب النوافل)

③ .....عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ نے پوچھا: میں نے سنا ہے کہ تم راتوں کو برابر جاگتے اور دن کو برابر روزہ رکھا کرتے ہو، عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں! فرمایا:

فلا تفعل صم وافطر قم ونم فان لجسدك علیك حقا وان لعینك علیك حقا وان لزوجك علیك حقا۔ (رواہ البخاری عن عبداللہ کتاب النکاح)

ترجمہ:..... اب ایسا نہ کرو، روزہ بھی رکھو اور کچھ وقت کے لیے چھوڑ بھی دو۔ رات کو عبادت کے لیے جاگو بھی اور سوؤ بھی۔ دیکھ تیرے جسم کا بھی تجھ پر حق ہے، تیری آنکھ کا بھی تجھ پر حق ہے۔ تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے"

محنت کی تعریف اور مانگنے کی برائی:..... نبی ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی شخص لکڑیوں کا گٹھا پیٹھ پر لایا کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے۔ اس سے کہ وہ لوگوں سے مانگا کرے اور لوگ اسے دیا کریں۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الرقاق۔

کن لوگوں پر رشک کرنا چاہیے:..... فرمایا! قابل رشک دو شخص ہیں:

① ..... جسے خدا نے مال دیا اور اس مال کو جائز جگہ صرف کرنے کی توفیق بھی اسے ملی ہو۔

② ..... جسے خدا نے حکمت عطا کی ہو۔ وہ اس پر خود عمل کرتا ہو اور دوسرے کو اس کی تعلیم دیتا ہو۔[1]

بہترین اخلاق کی تعلیم:..... سددوا وقاربوا وبشروا فانه لا يدخل احد الجنة عمله۔

ترجمہ:..... راستبازی اختیار کرو، باہمی محبت کو بڑھاؤ، لوگوں کو خدا کی طرف سے بشارت پہنچاؤ اور عمل تو کسی کو بھی جنت میں نہیں لے جا سکتا۔ (بخاری عن عائشہؓ کتاب الرقاق)

اخلاق رذیلہ سے نہی اور اخوت کا حکم:..... اياكم والظن فان الظن اكذب الحديث ولا تحسسوا ولا تجسسوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وكونوا عباد الله اخوانا۔

ترجمہ: خبردار بدگمانی کو اپنا عادت نہ بنانا۔ بدگمانی میں تو جھوٹ ہی جھوٹ ہوتا ہے، بے بنیاد باتوں پر کان نہ لگاؤ۔ اوروں کے عیب نہ تلاش کرو۔ آپس میں بغض نہ رکھو، کسی سے روگردانی نہ کرو۔ اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو (جیسا کہ تم سب اللہ کے بندے ہو)۔ (بخاری عن ابی ہریرہؓ کتاب الفرائض)

ہمسایہ اور مہمان کا حق:..... من كان يؤمن بالله واليوم الاخر فلا يؤذ جاره ومن كان يومن بالله واليوم الاخر فليكرم ضيفه۔ (رواه البخاری عن ابي هريرة كتاب الرقاق)

ترجمہ: جو کوئی شخص خدا اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ہمسایہ کو ایذاء نہ دیا کرے۔ جو کوئی شخص خدا پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے۔ وہ مہمان کی عزت کیا کرے۔

کلام اور خاموشی:..... من كان يؤمن بالله واليوم الاخر فليقل خيرا وليصمت[2]

ترجمہ: جو کوئی شخص خدا اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے لازم ہے بات کہے تو اچھی کہے ورنہ خاموش رہے۔

نجات کے لیے رسول ﷺ کی ضمانت:

من يضمن لي ما بين لحييه وما بين رجليه اضمن له الجنة (البخاری عن سهل ابن سعد كتاب الرقاق)

ترجمہ: اگر کوئی شخص مجھے ضمانت دے، اس چیز کی جو اس کے جبڑوں کے درمیان ہے (یعنی زبان) اور اس چیز کی جو اس کی ٹانگوں کے درمیان ہے (یعنی پردہ کا جسم) تو میں اس کے لیے جنت کا ضامن بنتا ہوں۔

صبر و شکر کی تعلیم:..... اذا نظر احدكم الى من فضل عليه في المال والخلق فلينظر الى من هو اسفل منه[3]

ترجمہ: اگر ایسے شخص پر تمہاری نظر پڑے جو مال اور حسن میں تم سے بڑھ کر ہے تو ایسے شخص کو بھی دیکھو۔ جو ان چیزوں میں تم سے کمتر ہے۔

---

[1] صحیح بخاری عن ابن مسعودؓ کتاب الزکوٰۃ۔

[2] (رواہ البخاری عن ابی ہریرۃؓ کتاب الرقاق)

[3] (رواه البخاری عن ابي هريرة كتاب الرقاق)

پہلوان کون ہے:..... لیس الشدید بصرعة انما الشدید من یملك نفسه عند الغضب۔ [1]

ترجمہ: شہ زور وہ نہیں ہے جو دوسروں کو پچھاڑ دیتا ہے شہ زور تو وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو تھام لیتا ہے۔

منادیان اسلام کا فرض:..... یسّرا ولا تعسّرا وبشّرا ولا تنفّرا وتطاوعا۔

(حضرت معاذ بن جبل اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما کو نبی ﷺ نے ملک یمن میں تعلیم اسلام کی اشاعت کے لیے مامور فرمایا تھا، روانگی کے وقت انہیں ارشاد فرمایا:) لوگوں کے ساتھ آسانی پسند کرنا، انہیں سختی میں نہ ڈالنا۔ خوش خبری اور بشارت انہیں سنانا، دین سے نفرت نہ دلانا اور تم آپس میں مل جل کر رہنا۔ (رواہ البخاری، کتاب البر والصلۃ)

اثر محبت:..... المرء مع من احب (بخاری کتاب البر) جسے جس کے ساتھ محبت ہے وہ اس کے ساتھ ہوگا۔

قیدیوں، مسکینوں، بیماروں سے برتاؤ کا حکم

فکوا العانی واطعموا الجائع وعودوا المریض (رواہ البخاری عن انس کتاب الادب)

ترجمہ:..... اسیروں کو رہائی دلاؤ۔ بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ بیماروں کی خبر گیری کرو۔

درخت لگانے کا ثواب:..... اگر کسی مسلمان نے درخت لگایا جس کا پھل کسی انسان یا جانور نے کھایا تو لگانے والے کے لیے یہ صدقہ ہوگا۔ (رواہ البخاری عن انسؓ کتاب الادب)

حیوانات سے ہمدردی کا حکم

نبی ﷺ نے فرمایا: ایک شخص راہ چلتا تھا، اسے سخت پیاس لگی کنوں ملا، کنوئیں کے اندر اتر کر اس نے پانی پیا۔ جب باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا زبان باہر نکالے پیاس کے مارے نمناک زمین کو چاٹ رہا ہے۔ اس شخص نے کہا: کتے کو بھی پیاس لگی ہے جیسے مجھے لگی تھی۔ پھر وہ کنوئیں میں اترا۔ اپنا موزہ پانی سے بھر کر لایا اور کتے کو پلایا۔ خدا نے اس عمل کو قبول فرما کر اس شخص کو بخش دیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ سن کر دریافت کیا: یارسول اللہ! کیا حیوانات کے لیے بھی ہم کو اجر ملے گا؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر ایک جاندار جس کے کلیجہ میں نم ہے (جو زندہ ہے) کے متعلق تم کو اجر ملے گا۔ [2]

لونڈیوں کو تعلیم دینے کا ذکر:

من کانت له جاریة فعلمها واحسن الیها ثم اعتقها وتزوجها کان له اجران۔ [3]

ترجمہ:..... اگر کسی کے پاس لونڈی ہو تو وہ اسے علم سکھائے، اچھے سلوک سے رکھے پھر آزاد کر دے، پھر اسے بیوی بنا لے تب اس شخص کو دو چند اجر ملے گا۔

لڑکیوں کی تعلیم وادب کا ذکر

اصیب عبداللّٰہ وترك جواری صغارا فزوجت ثیبا تعلمهن وتؤدبهن البخاری عن جابر باب الشفاعة

---

[1] (رواہ البخاری عن ابی ہریرۃ کتاب البر والصلۃ)

[2] (رواہ البخاری عن ابی ہریرۃ کتاب آباء علی بطریق)

[3] (رواہ البخاری عن ابی موسی من ادب جاریہ و علمها کتاب العتق)

ترجمہ:..... عبداللہ مرگیا ہے۔ چھوٹی چھوٹی لڑکیاں چھوڑ گیا ہے۔ اس لیے میں نے ایک بیوہ سے نکاح کیا کہ وہ انہیں علم وادب سکھائے۔

منافق کون ہے؟..... ؟ چار خصلتیں جس شخص کے اندر ہوں وہ منافق ہے، اگر ان چار میں سے کوئی ایک خصلت اس میں ہے تو نفاق کی ایک علامت اس کے اندر ہے۔

① ..... بولے تو جھوٹ بولے۔ ② ..... وعدہ کرے تو خلاف کرے۔

③ ..... عہد کرے تو پورا نہ کرے۔ ④ ..... جھگڑنے لگے تو فحش بکنے لگے، (بخاری عن عبداللہ ابن عمرؓ)

مہاجر کون ہے؟..... والمهاجر من هجر ما نهى الله عز وجل منه ۔ (بخاری عن عبداللہ ابن عمرؓ)

ترجمہ:..... خدا کی راہ میں ہجرت کرنے والا وہ شخص ہے۔ جو خدا کی منع کی ہوئی چیزوں سے الگ ہو جاتا ہے۔

قیامت کے دن سایہ ربانی کن لوگوں پر ہوگا

① ..... بادشاہ عادل۔

② ..... وہ نوجوان جس نے جوانی میں عبادت الٰہی کی ہو۔

③ ..... وہ شخص جسے تنہائی میں خدا یاد آتا ہو اور اس کی آنکھیں ڈبڈبا آتی ہوں۔

④ ..... وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہو۔

⑤ ..... وہ دونوں شخص جن کی محبت للّٰہیت پر ہو۔

⑥ ..... وہ شخص جسے کوئی حسینہ اور اعلیٰ درجہ کی عورت اپنی جانب بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں۔

⑦ ..... وہ شخص جو مخفی طور پر خیرات دیتا ہو، اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں کہ دائیں نے کیا دیا۔

یہ ہیں وہ سات شخص جنہیں خدا قیامت کے دن اپنے سایہ میں لے لے گا۔ جس دن کہیں سایہ نہ ہوگا۔[1]

بادشاہ کی اطاعت کا حکم

من كره من اميره شيئا فليصبر عليه فانه من خرج من طاعة السلطان شبرا مات ميتة جاهلية[2]

ترجمہ:..... اگر کسی شخص کو اپنے فرمانروا کی کوئی بات ناگوار گزرے اسے لازم ہے کہ صبر کرے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص بالشت بھر بھی اپنے بادشاہ کی اطاعت سے باہر نکلے گا، اسے وہ موت نصیب ہوگی۔ جو زمانہ قبل از اسلام کی موت ہوتی تھی"۔

انكم سترون بعدى اثره و امورا تنكرونها قالوا فما تأمرنا يارسول الله! قال ادوا لهم حقهم وسئلوا الله حقكم۔ (رواه البخارى عن ابن مسعود. كتاب الفتنة)

ترجمہ: تم لوگ میرے بعد ناخوشگوار حالتیں اور ایسی باتیں دیکھو گے جنہیں تم ناپسند کرو گے۔ صحابہؓ نے پوچھا ایسی حالت کے لیے حضور ﷺ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: تم ان کے حقوق ادا کرتے رہنا اور اپنے حقوق کی بابت خدا سے دعا مانگنا"۔

---

[1] (رواه البخارى عن ابى هريرة. كتاب المحاربين)

[2] (رواه البخارى عن ابن عباس. كتاب الفتنة)

سربرآوردہ لوگوں کو معاملات میں حصہ دینا

فارجعوا حتی یرفع الینا عرفاؤکم [1]

ترجمہ: تم واپس جاؤ۔ اس معاملہ کو ہمارے سامنے تمہارے سربرآوردہ لوگ پیش کریں۔

سربرآوردہ لوگوں کا کام قوم کی نیابت کرنا ہے

فاخبروہ ان الناس قد طیبوا واذنوا (رواہ البخاری عن مسعود. جنگ ہوازن)

(سربرآوردہ لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے) آکر عرض کیا کہ سب لوگ اس پر خوش ہیں اور انہوں نے ہم کو اس بارے میں اجازت دے دی ہے۔ (بخاری جنگ ہوازن)

غیر مسلم زیر معاہدہ اقوام کی حفاظت

من قتل معاھد الم یرح رائحۃ الجنۃ وان ریحھا یوجد من مسیرۃ اربعین عاما۔ [2]

ترجمہ: اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم زیر معاہدہ (رعایا) شخص کو قتل کرے گا۔ تو وہ بہشت کی خوشبو بھی نہ سونگھنے پائے گا، حالانکہ بہشت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آنے لگتی ہے۔

زیست کا درجہ قدر زندگانی

لا یتمنن احدکم الموت اما محسنا فلعلہ ان یزداد خیرا واما مسیئا فلعلہ ان یستعتب [3]

ترجمہ: کسی شخص (مسلمان) کو موت کی آرزو نہیں کرنی چاہیے۔ اگر نیک ہے تو اس لیے کہ شاید وہ نیکیوں میں ترقی کر سکے اور اگر بد ہے تو اس لیے کہ شاید وہ خوشنودی حاصل کر سکے (توبہ سے)۔

صحت اور فراغ دستی کا درجہ

نعمتان مغبون منھما کثیر من الناس الصحۃ والفراغ (رواہ البخاری عن ابن عباس. کتاب الرقاق)

ترجمہ:..... دو نعمتیں ہیں جن کی قدر اکثر لوگ نہیں جانتے۔ وہ نعمتیں [۱].....تندرستی [۲].....فراغ دستی ہیں"۔

ادائے قرضہ کی فضیلت:..... ایک شخص کا نبی ﷺ کو اونٹ دینا تھا، وہ تقاضا کرنے آیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے اونٹ سے بہتر اونٹ خرید کر اسے دے دیا اور لوگوں سے فرمایا:

ان خیارکم احسنکم قضاء۔ "نیک و برتر شخص وہ ہے جو قرض کو خوش اسلوبی سے ادا کرتا ہے"۔

دولت مندی کی تعریف:..... لیس الغنی عن کثرۃ العرض ولکن الغنی غنی النفس۔ [4]

ترجمہ:..... دولت مندی زر و مال کی کثرت سے حاصل نہیں ہوتی ہے۔ غنی وہ ہے جس کا دل غنی ہے۔

مساوات عامہ:..... لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لابیض علی اسود ولا

---

[1] (بخاری عن مسور بن مخرمۃ۔ کتاب الاحکام) دو بارے طے شرائط صلح بموقع جنگ ہوازن۔

[2] بخاری عن عبداللہ ابن عمر۔ کتاب الجزیۃ۔

[3] (رواہ البخاری عن ابی ہریرۃ کتاب الطب)

[4] (رواہ البخاری عن ابی ہریرۃ. کتاب الرقاق)

لا سود علی ابیض الا بالتقوی۔ (زادالمعاد:۲/۱۸۵)

ترجمہ:..... عرب کے کسی باشندے کو عجم کے کسی باشندے پر اور عجم کے کسی شخص کو عرب کے کسی شخص پر، گورے رنگ والے کو کالے رنگ والے آدمی پر اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ فضیلت کا ذریعہ تو صرف "خدا ترسی" ہے۔

رحم عامہ:..... من لا یَرْحَم، لا یُرْحَمْ۔ (رواہ البخاری عن جریر بن عبداللہ)

ترجمہ:..... جو کوئی شخص دوسرے پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جائے گا۔

وارثوں کے لیے ورثہ چھوڑنے کی فضیلت

ان تدع انت ورثتك اغنياء خيرا من ان تدعهم عالة يتكففون الناس فی ايديهم۔[1]

ترجمہ:..... یہ بہتر ہے کہ تو اپنے وارث کو غنی چھوڑ مرے۔ بہ نسبت اس کے کہ وہ تہی دست ہو اور لوگوں کے سامنے سوال کے لیے ہاتھ پھیلاتا رہے۔

عورتوں کی مثال اور ان سے گزران کی ہدایت

المرأة كالضلع ان اقمتها كسرتها وان استمتعت بها استمتعت بها وفيها عوج (رواہ البخاری)

ترجمہ:..... عورت کو ایسا سمجھو جیسے پسلی کی ہڈی، اس ہڈی کو اگر سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ بیٹھو گے اور اگر اس سے کام لینا چاہو گے تو وہ ٹیڑھے پن ہی میں کام دے گی۔

عورت کا درجہ گھر میں:..... المرأة راعية على بيت زوجها وولده۔ (رواہ البخاری ابن عمر)

ترجمہ:..... عورت اپنے شوہر کے گھر میں اور اولاد پر حکمران ہے۔

ماہر قرآن کا درجہ:..... الماهر بالقران مع السفرة الكرام البررة (رواہ البخاری تعلیقا، کتاب التوحید)

ترجمہ:..... قرآن مجید کا جاننے والا بزرگ، نیکوکار سفیروں (فرشتوں) کے ساتھ ہوگا۔

اللہ کے نزدیک پسندیدہ کلام

كلمتان حبيبتان الى الرحمن، خفيفتان على اللسان، ثقيلتان فی الميزان

سبحان اللّٰه وبحمده سبحان اللّٰه العظيم (رواہ البخاری عن ابی ہریرۃ، خاتمہ کتاب)

ترجمہ:..... دو بول ہیں جو رحمان کو پیارے ہیں، زبان پر ہلکے ہیں، میزان اعمال میں بھاری ہیں وہ یہ ہیں:

"سبحان اللّٰه وبحمده، سبحان اللّٰه العظيم"

---

[1] (رواہ البخاری عن سعد بن ابی وقاصؓ، کتاب الوصایا)

قرآن مجید

ہمارے سید مولی نبی مصطفی ﷺ کے حالات اگر کوئی فاضل مبسوط ومشرح لکھے تو ضرور ہے کہ وہ علوم قرآن سے بھی بحث کرے۔ لیکن اگر کوئی شخص میری طرح مختصر، سادہ حالات لکھ رہا ہو تو اسے بھی لازم ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم کا نمونہ پیش کردے۔ گو اسرار وحکم اور خصوصیات قرآن پاک کے مباحث کو وہ چھوڑ ہی دے۔ کیوں کہ جس سیرۃ نبویہ کے ساتھ قرآن مجید کا نمونہ نہیں دکھایا جاتا۔ وہ کتاب بے حد نامکمل ہے۔

ام المؤمنین، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے دریافت کیا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے اخلاق کیسے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ قرآن مجید آنحضرت ﷺ کا خلق ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ قرآن مجید کا ہر لفظ رب العالمین کا کلام ہے۔ لیکن اہل عالم کو اس کلام ربانی سے روشناس ومتعارف نبی ﷺ ہی نے کرایا ہے۔ یہ پاک کلام تیئس سال کی مدت میں محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا۔ یہ انہی الفاظ میں دنیا میں مشتہر ومحفوظ، زبانوں پر جاری، دلوں پر قابض، دماغوں پر حاوی ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے پڑھ کر سنائے تھے۔ یہ کلام پاک دنیا کے ہر طبقہ پر موجود ہے۔ دنیا کے ہر حصہ پر کروڑوں اشخاص ہر روز پانچ دفعہ اس کے مختلف حصوں کو ضرور پڑھ لیتے ہیں۔ جب سے اس کا نزول ہوا، اس کا ظہور ترقی پذیر رہا ہے، اس وقت سے لے کر جب اسے اکیلی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا (ام المؤمنین) نے سنا لحظہ بہ لحظہ، روز بروز اس کے ماننے والوں کی تعداد ترقی پذیر رہی ہے، کوئی موسم، کوئی رسم ورواج کسی جگہ کے ماننے والوں یا انکار کرنے والوں کے موافق یا ناموافق حالات اس کی ترقی کے لیے روک نہیں بن سکتے۔

مختلف ملکوں اور مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے غلط کیے گئے۔ اس کی سچی صاف تعلیم پر غلط حاشیے چڑھائے گئے لیکن کوئی تدبیر بھی اس کی اشاعت کو نہ روک سکی اور اس کی وسعت پذیر ترقی کو محدود نہ کر سکی۔

یہ جس زبان میں پہلے پہل جلوہ گر ہوا، اسی میں اب تک نور گستر ہے اور ایک عالم اس کی روشنی سے منور ہے لیکن دنیا کی اور تمام مقدس کتابیں کیا توراۃ وزبور، کیا انجیل اور اس کے خطوط، کیا وید، کیا ژند وپاژند اس وصف سے عاری ہیں۔ جس زبان میں وہ اتری تھیں، آج دنیا پر اس زبان کا اور اس زبان کے بولنے والوں کا نام ونشان بھی باقی نہیں۔

قرآن مجید ان سب اعتراضات کو جو قرآن کے زمانہ نزول میں کیے گئے یا نبی ﷺ پر جو الزام لگائے گئے خود بیان کرتا ہے، اس لیے قرآن مجید اپنے لیے خود ایک سچی تاریخ بن گیا ہے۔ جس میں تصویر کے ہر دو رخ دکھا دیے ہیں۔ قرآن عظیم نے اس بارے میں اپنی صداقت اور استحکام کے اعتماد پر جس جرأت سے کام لیا ہے، دنیا کی کسی اور کتاب سے اس کا ظہور نہیں ہوا۔ قرآن حکیم کی تعلیم ایسی زبردست صداقت لیے ہوئے ہے کہ جن قوموں اور مذہبوں نے اسے علی الاعلان نہیں مانا، انہوں نے بھی اپنی کتابوں میں اسی تعلیم کے موجود ہونے کا دعوی کیا ہے جو سینکڑوں سال اس سے پہلے کی ہیں، یا سینکڑوں سال بعد کی۔ صدق اللہ تعالیٰ "لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ"

میرے فقرہ کا مطلب آپ پر واضح ہو جائے گا جب آپ یہودیت، عیسائیت، موبدیت، بدھ مت اور ہندو مت کے سناتن یا آریہ دھرم کے حالات قبل از نزول قرآن مجید کو پڑھیں گے اور پھر بعد از نزول قرآن پاک آپ ان مذاہب کی ترقیات تا زمانہ حال پر غور فرمائیں گے اور ان ترقیات کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھتے جائیں گے کہ اس ملک

میں اس انقلاب سے پیشتر قرآنی تعلیم کا رواج ہو چکا تھا یا نہیں۔ اب خواہ کوئی قرآن مجید کے فیوض کو مانے جیسا کہ مشہور بانیانِ برہمو سماج کا حال ہے یا جیسا کہ رومن کیتھولک نے لوتھر کو الزام دیتے ہوئے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ اس کے مسائل قرآن سے مستخرج ہیں خواہ کوئی نہ مانے جیسا کہ بہت سے فرقوں کا حال ہے۔ مگر عملاً انہوں نے قرآن مجید کی تعلیم کو لے لیا ہے، لے رہے ہیں اور ہر ایک ترقی کنندہ قوم (علی رغم انف) مجبور ہے کہ اس کی تعلیم کو لیتی رہے کہ جہاں تک مجھے علم ہے قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جو "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ" کی بشارت سناتا ہے۔ میں نے آیات کے ساتھ صرف سادہ ترجمہ لکھ دیا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ لکھنا اس کتاب کے موضوع سے باہر تھا۔ کیونکہ میں ایک سلیس اور آسان کتاب پیش کرنا چاہتا ہوں جس کے پڑھ لینے کے بعد پڑھنے والا نبی کریم ﷺ اور قرآن عظیم کی بابت کچھ تو معلوم کر سکے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔ مسلمان براہِ مہربانی دیکھیں کہ قرآن مجید کس نمونے کے مسلمان تیار کرتا ہے۔

الٰہیات

الف:..... ذاتِ خداوندی کا عرفان:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اللہ کے نام سے شروع ہے جو کمال رحمت والا اور دائمی رحم والا ہے

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ (۶:۱۰۳)

حواس اور عقول خدا کا ادراک نہیں کر سکتے لیکن خدا کو ان سب کا ادراک ہے

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (۴۲:۱۱)

کوئی چیز بھی خدا کی مثال نہیں اور وہ بندوں کی التجاؤں کو سنتا اور ان کے حالات کو دیکھتا ہے۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (۲:۲۵۷)

اللہ ایمان والوں سے محبت رکھتا ہے، انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے۔

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۚ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝ (۲:۲۵۵)

خدا ہے، اس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں اسے غفلت یا نیند کا اثر نہیں ہوتا۔ اسی کا ہے جو کچھ بھی آسمان و زمین میں ہے، ایسا کون ہے جو اس کی اذن کے بغیر اس کے پاس شفاعت کر سکے وہ جانتا ہے۔ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے، اسے آسمانوں اور زمین (دونوں) کا تھام رکھنا تھکا نہیں دیتا، وہ بڑی اعلیٰ شان اور عظمت والا ہے۔

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (الانعام: ۵۴)

تمہارے پروردگار نے اپنی ذات پر رحمت کو لکھ لیا ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ (۱۱۲:۱-۴)

وہ خدا ایک یکتا۔ سب کا سید و آقا ہے کوئی اس کا فرزند نہیں۔ وہ کسی کا فرزند نہیں اور کوئی بھی اس کے برابر کا نہیں۔

ب:..... سچے دین کی تعریف

فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (۳۰:۳۰)

یہ خدا کی بنائی ہوئی سرشت ہے جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ خدا کی بناوٹ میں ادل بدل نہیں ہوتا۔ یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ اسے نہیں جانتے۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً (۲:۱۳۸)

اللہ کا رنگ چڑھانا ہے۔ ہاں اللہ سے بڑھ کر اور کون رنگ چڑھا سکتا ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوحًا وَالَّذِيٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ إِبْرٰهِيمَ وَمُوسٰى وَعِيسٰٓى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ (۴۲:۱۳)

خدا نے تمہارے لیے دین کا وہ راستہ بنایا ہے جس کا حکم نوح کو دیا گیا اور پھر محمدؐ پر اس کی وحی بھیجی اور ابراہیم و موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو بھی اسی کا حکم دیا تھا کہ دین پر سیدھے چلو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

ج:..... بندہ کے اعمال سے اللہ تعالیٰ کو کیا مطلوب ہے؟

لَنْ يَنَالَ اللّٰهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (۲۲:۳۷)

خدا کے ہاں قربانیوں کا گوشت یا لہو ہرگز نہیں پہنچتا خدا کے پاس تو تمہاری فرماں برداری پہنچتی ہے۔

د:..... شریعت سے مقصود انسان کی تکمیل ہے:

مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (۵:۶)

اللہ کا یہ ارادہ نہیں کہ تم پر تنگی ڈالے اللہ کا ارادہ تو یہ ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمت پوری پوری بھیجے۔ تاکہ تم شکر کیا کرو۔

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ (۲۹:۴۵)

نماز فحش اور بے حیائی اور ممنوع کاموں سے روک دیتی ہے اور اللہ کا ذکر تو اس سے بھی (فوائد میں) بڑھ کر ہے۔

ہ:..... نبی کے فرائض: أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (۲:۱۵۱)

ہم نے تمہارے پاس رسول کو بھیجا جو تم ہی میں سے ہے وہ ہماری آیتیں تم کو سناتا (اخلاق رذیلہ سے) تم کو پاک کرتا، کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور وہ علوم سکھاتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے تھے۔

يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلٰلَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ (۷:۱۵۷)

نبی لوگوں کو نیک باتوں کا حکم دیتا ہے اور بری باتوں کے کرنے سے روکتا ہے اور پاکیزہ چیزوں کو لوگوں کے لیے حلال ٹھہراتا ہے اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتا ہے۔ بوجھ ان سے دور کر دیتا اور طوق ان کے نکال دیتا ہے۔

و:..... اعمال کی جزا و سزا دنیا میں بھی دی جاتی ہے اور موت کے بعد بھی: وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوا فَأَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (الاعراف:۹۶)

اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور تقوی اختیار کرتے تو ہم ان پر زمین اور آسمان کی برکتیں کھول دیتے لیکن وہ تو حکم الٰہی کو جھٹلانے لگے اس لیے ہم نے ان پر ان کے فعلوں کی وجہ سے مواخذہ کیا۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ (المائدہ:۶۶)

اگر وہ لوگ توراۃ اور انجیل پر اور اس کی تعلیم پر جو ان پر نازل کی گئی۔ قائم ہوتے تو اپنے اوپر اور نیچے سے خوراک کھایا کرتے (زمین اور آسمان کی برکتیں ان کے ساتھ ہوتیں۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝ (۴۲:۳۰)

جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی لائی ہوئی ہے اور خدا تو تمہاری بہت سی باتیں معاف کر دیتا ہے۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۳۲:۱۷)

کوئی شخص بھی نہیں جان سکتا کہ خدا نے اپنے بندوں کے لیے وہ کیا کیا چیزیں خفیہ مہیا کر رکھی ہیں جن سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ یہ بدلہ ان کے اعمال کا ہے۔

ز:..... سنن الٰہیہ میں تبدیلی نہیں

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (۳۵:۴۳) سنت الٰہی میں کچھ بھی تغیر و تبدیل نہیں ہوتا۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا (۳۵:۴۳) سنت الٰہی میں ہیر پھیر کی گنجائش نہیں۔

مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝ (۶۷:۳-۴)

خدا کی آفرینش میں تجھے کچھ بھی نقص نظر نہیں آئے گا۔ ذرا آنکھ اٹھا کر تو دیکھ۔ کیا تجھے کوئی شگاف بھی دکھائی دیتا ہے۔ پھر آنکھ اٹھا کر اور بار بار دیکھ تیری نظر تھک کر ناکام لوٹ آئے گی۔

انسان کی ذاتی کوشش ہی کامیابی کے لیے مثمر بنتی ہے:

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (۵۳:۳۹) انسان کو وہی ملتا ہے جو اس نے سعی کی ہے۔

وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا (۷۶:۲۲) اور تمہاری کوشش خوب کامیاب ہوئی۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ (۲:۱۳۱)

وہ امت گزر چکی ہے، جو کچھ اس نے کمایا تھا اسے ملے گا۔ جو تم کماؤ گے وہ تمہیں ملے گا۔

صبر اور پرہیز گاری کا درجہ:..... وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (۳:۱۸۶)

اور اگر تم صبر اور پرہیز گاری کرو تو یہ ایک عالی ہمتی کا کام ہے۔

حکمت اور دانش کا درجہ:..... وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا (۲:۲۶۹)

اور جسے حکمت (حقیقی فلسفہ) دیا گیا۔ اسے نہایت ہی سعادت مندی حاصل ہوئی۔

صبر کا ثمرہ:..... وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا (۳۲:۲۴)

جب بنی اسرائیل نے صبر اختیار کیا تو ہم نے ان میں ایسے مقتدائے قوم تیار کیے جو ہمارے حکم کے مطابق اور لوگوں کی راہ

نمائی کرتے تھے۔

قطع طمع: ..... وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ (۲۰:۱۳۱)

کافروں کی مختلف قوموں کو جو ہم نے دنیوی حظوظ سے بہرہ مند کیا ہے تو اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ۔

دنیوی عروج میں آخرت کو نہ بھولنا:

وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا (۲۸:۷۷) اے قارون تو دنیا کے گھمنڈ میں آ کر، اپنے بہرہ نجات کو فراموش نہ کر۔

تہلکہ سے بچنا:

وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ (۲:۱۹۵) اپنے آپ کو خود ہلاکت میں نہ ڈالو۔

افترا اور جھوٹ ایمان کی ضد ہیں: ..... إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ (۱۶:۱۰۵)

جھوٹ افترا وہی باندھتے ہیں جو خدا کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے۔

قطعی حرام چیزیں: ..... قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَن تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَن تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۳۳﴾ (۷:۳۳)

(اے محمد ﷺ)! سنا دیجیے کہ میرے پروردگار نے حرام کر دیا ہے۔

① ..... فحش کی سب قسموں کو جو کھلی ہیں یا چھپی ہیں، ② ..... اور گناہ کو، ③ ..... اور ناحق بغاوت کو، ④ ..... اور خدا کے ساتھ کسی کو شریک بنانے کو جس پر کوئی بھی دلیل موجود نہیں، ⑤ ..... اور خدا پر ایسی بات جوڑ لینے کو جسے تم نہیں جانتے۔

خدائی عبادت الٰہی بپتسمہ ہے: ..... صِبْغَةَ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ

ہم نے خدا ہی کا رنگ اختیار کیا ہے، کیا خدا سے بڑھ کر بھی کوئی اچھا رنگ دینے والا ہے اور ہم تو اسی کی عبادت کرتے ہیں۔

تحریر و انشا دانی کی تعریف: وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ (۶۸:۱) میں قلم اور اس کے لکھے ہوئے علوم کی قسم کھاتا ہوں۔

ارباب عقل و دانش کے لیے الٰہی نشانات: ..... إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِن مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿۱۶۴﴾ (۲:۱۶۴)

زمین و آسمان کے پیدا کرنے، رات دن کے آنے جانے، وہ کشتیاں اور جہاز جو لوگوں کی مفید اشیاء تجارت لے کر دریاؤں اور سمندروں میں چلتے ہیں۔ آسمانوں کی طرف سے خدا کے پانی اتارنے اور مردہ زمین کو اس کے ذریعے سے ازسرنو زندگی بخشنے، زمین میں ہر قسم کے جاندار پیدا کر کے پراگندہ کر دینے۔ مختلف قسم کی ہوائیں بدلنے اور ان بادلوں میں جو آسمان و زمین کے بیچ میں تابع حکم نظر آتے ہیں۔ میں بیشک عقلمندوں کے لیے خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

قسم کھانے کی ممانعت:

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ (۶۸:۱۰) تو کسی ایسے ذلیل کی بات مت مان۔ جو بہت قسمیں کھانے والا ہے۔

وَلَا تَجْعَلُوا اللَّهَ عُرْضَةً لِّأَيْمَانِكُمْ (۲:۲۲۴) خدا کے نام کو اپنی قسموں کا ہدف نہ بناؤ۔

وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ (۵:۸۹) قسموں کی نگہداشت کیا کرو۔

صلح کلی کی دعوت:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ (۲:۲۰۸)

ایمان والو! دین اسلام میں (جو مبنی بر امن ہے) بالکلیہ ہمہ تن داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو وہ تمہارا کھلا کھلا دشمن ہے

اصلاح باہمی کا حکم:

وَتُصْلِحُوا بَيْنَ النَّاسِ (۲:۲۲۴) لوگوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو۔

وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ (۸:۱) آپس کے تنازعات اور جھگڑوں کی اصلاح کر لیا کرو۔

عفو و درگزر کی تعلیم:

..... وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ (۲۴:۲۲)

لازم ہے کہ معافی دو اور درگزر کرو۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ خدا تم کو بخش دے۔

سچی تعلیم کی صداقت خود بخود آشکار ہو جاتی ہے:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ (۴۱:۵۳)

ہم اپنی قدرت کی نشانیاں جو اطراف عالم میں پھیلی ہوئی ہیں اور خود ان کی ذات و نفوس میں بھی موجود ہیں ضرور انہیں دکھائیں گے اور بالآخر ان کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ تعلیم بالکل سچی ہے۔

سلطنت کے اصول

① ۔حاکمان عدالت کے لیے علم کا ہونا ضروری ہے:

وَدَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ ﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ ۚ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا قصہ بیان کیجیے۔ جب وہ ایک کھیت کے بارے میں فیصلہ صادر کر رہے تھے جس میں رات کے وقت ان کی قوم کی بکریاں چر گئی تھیں اور ہم ان کے فیصلہ کرتے وقت حاضر و ناظر تھے۔ سو اس معاملہ میں ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک خاص سمجھ عنایت کی۔ دونوں کو ہم نے عام طور پر حکومت اور علم عطا کیا تھا۔

② ۔نقض امن کی ممانعت:..... وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا (اعراف:۵۶)

کسی سرزمین میں اصلاح ہو جانے کے بعد خرابی نہ کرو۔

③ ۔ظلم باعث زوال ہے:..... وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَأَنْشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا آخَرِينَ ﴿۱۱﴾ (۲۱:۱۱)

کتنے شہروں کو ہم نے ان کے ظلم کے باعث توڑ مروڑ ڈالا اور ان کی تباہی کے بعد ہم نے ایک دوسری قوم ان کی بجائے پیدا کر دی۔

④ ۔نیکو کاری باعث قیام ہے:..... وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ ﴿۱۱۷﴾ (۱۱:۱۱۷)

ایسا نہیں کہ تیرا پروردگار آباد شہروں کو ان کے باشندوں کے نیکو کار ہونے کے باوجود ظلم سے تباہ کر دے۔

⑤ ۔جنگ کے لیے تیار رہنا ہی جنگ سے بچنے کی تدبیر ہے:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ (۸:۶۰)

جہاں تک ممکن ہو اپنی طاقت بڑھاؤ اور گھوڑوں کو آمادہ پیکار رکھو جس سے تم ان لوگوں کے دلوں میں رعب ڈال سکو جو خدا کے دشمن اور تمہارے بھی دشمن ہیں۔

⑥ ۔ارکان دولت کے مشورہ پر کاروبار کرنا:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ (آلِ عمران:۱۵۹) حکومت کے کاموں میں لوگوں سے مشورہ کرلیا کرو۔

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (۴۲:۳۸) مسلمانوں کی حکومت باہمی مشورہ پر ہے۔

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾ (۲۷:۳۲)

اے سردارو! میری حکومت کے کام میں تم مجھے فتوی دو۔ تمہاری موجودگی کے بغیر مجھ کو کسی بڑے کام کا فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔

تعلیم و تعلم

① ۔علم وحکمت کی باتوں کا سننا، ان پر غور کرنا بہترین صورت کو اختیار کرنا:..... فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾ (۳۹:۱۰)

اے محمد! میرے ان بندوں کو بشارت سنا دیجیے (جو علم وحکمت کی) گفتار کو سنتے اور اس کی بہترین صورت کو اختیار کر کے اس کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی ہیں وہ لوگ جنہیں خدا نے ہدایت بخشی اور یہی لوگ کھرے عقل مند ہیں۔

② ۔غیر اقوام سے علم اخذ کرنا:.....هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا (۶:۱۴۸)

کیا تمہارے پاس کچھ علم ہے۔ پس اسے ہمارے لیے ظاہر کرو۔

نظام تبلیغ دین

① ۔دین کی دعوت دینے والی جماعت کا قیام ضروری ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ (۳:۱۰۴)

تم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے، اچھے کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے۔ ایسے ہی لوگ کامیاب ہوں گے۔

② ۔ہر ایک قوم کا شخص داعیان دین کی جماعت میں ہوسکتا ہے:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَاۗىِٕفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

ہر ایک فرقہ وقوم میں سے ایک گروہ اس غرض کے لیے کیوں نہیں کھڑا ہوتا کہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں اور جب فارغ التحصیل ہوں تو اپنی قوم کی ہمدردی کر کے انہیں خدا کی نارضامندی کی باتوں سے ڈرائیں جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قوم بری باتوں سے بچنے لگے گی۔

تہذیب اخلاق

① جنس اناث کی تعریف:..... أَوَمَن يُنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ ﴿۱۸:۴۳﴾

آرائش وزیور کے اندر پلتی ہے اور لڑائی پیکار سے علیحدہ رہتی ہے۔

② ۔میاں بیوی کی تعریف:..... هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ﴿۲:۱۸۷﴾

بیویاں اپنے شوہروں کے لیے اور شوہر اپنی بیویوں کے لیے لباس ہیں۔

لباس انسان کو گرمی سردی سے بچاتا ہے، لباس انسان کے حسن و جمال کو ترقی دیتا ہے، لباس سے پہننے والے کی تہذیب وتمیز کا اندازہ ہوسکتا ہے، لباس پہننے والے کے عیوب کو چھپاتا ہے۔ اسی طرح زن وشوہر کے باہمی تعلقات ہونے چاہئیں جو گرم وسرد زمانہ سے ایک دوسرے کا بچاؤ ہوں ایک دوسرے کا حسن و جمال باہمی الفت سے ترقی کرے۔ عورت کو دیکھ کر اس کے شوہر کی تہذیب اور شوہر کو دیکھ کر عورت کی تمیز کا اندازہ کیا جاسکے۔ ایک دوسرے کے رازدار ہوں۔

خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ﴿۳۰:۲۱﴾

خدا نے تمہاری جنس سے تمہارے لیے بیویاں بنائیں تاکہ تسکین پکڑو اور میاں بیوی کے درمیان خدا نے محبت اور پیار ڈال دیا ہے۔

③ ۔میاں بیوی کے حقوق:

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ ﴿۴:۳۴﴾ مرد عورتوں پر نگران ہیں۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ﴿۲:۲۲۸﴾

عورتوں کے شوہروں پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے شوہروں کے عورتوں پر ہیں اور مردوں کو ان پر درجہ ہے۔

④ ۔کمال درجہ کی محبت کو ایمان کہتے ہیں:

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ ﴿۲:۱۶۵﴾ مؤمن خدا کی محبت میں زیادہ ثابت قدم ہیں۔

⑤ ۔بلندی درجات کا سبب ایمان اور علم ہیں:

يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ﴿۵۸:۱۱﴾

خدا تعالیٰ مؤمنوں کے اور ان لوگوں کے جنہیں علم سے بہرہ مند کیا گیا ہے درجے اور رتبے بلند فرماتا ہے۔

⑥ ۔بر و بحر پر تسلط بہترین و پاکیزہ اصول پر چلنے کی وجہ سے انسان کو دیگر مخلوق پر فضیلت ہے

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ﴿۱۷:۷۰﴾

ضرور ہم نے انسان کو عزت دی ہے اور خشکی وتری میں ان کو سوار کر کے پھرایا، خشکی وتری میں سفر کرنے کے وسائل سمجھائے اور الوان نعمت سے ان کا رزق مقرر کیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر ان کو شرف بخشا۔

⑦ ۔انسان کا اشرف ہونا ہی رد شرک کی دلیل ہے

قَالَ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِيكُمْ إِلَٰهًا وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿۷:۱۴۰﴾

موسیٰ نے کہا: کیا میں تمہارے لیے اور معبود ڈھونڈ ھلاؤ حالانکہ اس نے تمہیں تمام عالم پر فضیلت عنایت فرمائی ہیں۔

⑧ ۔انسان کو ہر ادنیٰ ہستی سے سبق حاصل کرنا چاہیے:

يٰوَيْلَتٰى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

اے کاش! مجھ سے اتنا بھی تو نہ ہو سکا کہ اس کوے کی طرح اپنے بھائی کی مردہ لاش کو خاک سے چھپا دیتا یہ سمجھ کر اسے سخت ندامت ہوئی۔

⑨ ۔دیکھنے والے کے لیے ہر چیز میں ایک نشان ہے:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ (۱۲:۱۰۵)

زمین و آسمان میں قدرت کاملہ کی کس قدر نشانیاں موجود ہیں جن سے وہ یونہی منہ پھیر کر گزر جاتے ہیں۔

⑩ ۔سیاحت سے فہم بڑھتا ہے اور معلومات کا اضافہ ہوتا ہے:

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا (۲۲:۴۶)

انہوں نے اطراف عالم میں سیاحت کیوں نہ کی جس سے ان کو دل ہائے دانا اور گوش ہائے شنوا حاصل ہوتے ہیں۔

⑪ ۔اندھا وہ ہے جس کا دل اندھا ہے:

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾ (۲۲:۴۶)

حقیقت حال یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہو جاتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں پوشیدہ ہیں۔

⑫ ۔حرام چیزیں طیب نہیں طیب چیزیں حرام نہیں:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ (۲:۱۶۸)

اے سب لوگو! زمین میں جو پاکیزہ حلال اشیاء خدا نے پیدا کی ہیں، کھاؤ پیو اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔

⑬ ۔حلال طیب چیزوں کا ترک کرنا شیطانی کام ہے:

كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ (۲:۱۶۸)

زمین کی سب پاکیزہ حلال اشیاء کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔

⑭ ۔بصیرت و ہدایت اسی دنیا میں حاصل ہو سکتی ہے:

وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۷۲﴾ (۱۷:۷۲)

جو شخص اس دنیا میں اندھا ہوگا تو وہ آخرت میں زیادہ اندھا ہوگا اور زیادہ گمراہ ہوگا۔

⑮ ۔ایمان ہی کے ذریعے سے ہر ایک اعلیٰ منزل پا سکتے ہیں:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ (۳:۱۳۹)

آپ اپنے کو ذلیل نہ سمجھو اور رنجیدہ نہ ہو، تم ہی سب سے برتر ہو گے۔ اگر تم ایماندار ہو۔

تمدن

① ۔چرند و پرند میں ایک تمدن کا پایا جانا، لوازم حیات میں انسان کا بھی انہی جیسے اصول پر کاربند ہونا:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ۭ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ۝ (۶:۳۸)

روئے زمین پر کوئی ایسا جاندار یا اڑنے والا پرندہ نہیں جس کی تمہاری ہی طرح قومیں اور جتھے نہ ہوں۔ ہم نے اپنی کتاب میں کسی چیز کا بیان ترک نہیں کیا، پھر ان سب کو آخر خدا ہی کی طرف اکٹھا ہو کر جانا ہے۔

② ۔موجودات عالم انسان کے فائدے کے لیے ہیں:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا (۲:۲۹)

خدا وہ ذات کبریا ہے جس نے تمہارے فوائد و منافع کے لیے روئے زمین کی تمام اشیاء پیدا کی ہیں۔

③ ۔لوگ اپنی اپنی مختلف قابلیتوں سے مختلف کام انجام دیتے ہیں:

كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰي شَاكِلَتِهٖ (۱۷:۸۴) ہر ایک شخص اپنی جبلت کے موافق عمل کرتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ۭ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ (۲۲:۱۸)

کیا تم نہیں دیکھ رہے، کہ آسمان اور زمین کی سب مخلوق (مثلاً) سورج، چاند، تارے، پہاڑ، درخت، حیوان اور انسان کا بڑا حصہ خدا کا فرمانبردار ہے (پھر بھی) بہت ایسے لوگ رہ جاتے ہیں جن پر عذاب کا ہونا درست ٹھہرا۔

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝ (۹۲:۵-۱۰)

جس شخص نے (خدا کی راہ میں) کچھ دیا اور پرہیزگاری بھی کی اور خدا کے بہترین وعدوں کی تصدیق کی، اس کو ہم نہایت آسانی کے ساتھ آسان طریقہ پر (دین اسلام پر، فطرت کے راستے پر جو بمقتضائے "الدین یسر" نہایت آسان طریقہ ہے) چلائیں گے (لیکن بہ خلاف اسکے) جس نے بخل ورزی کی اور اپنے آپ کو (خدا کی اطاعت سے) بے نیاز خیال کیا اور خدا کے بہترین وعدوں کو جھٹلایا تو اس کے لیے (ترک معونت و توفیق کر کے اور اپنی عنایت سے اس کو محروم کر کے) وہی دشوار طریقہ (جو درحقیقت بہ سبب خلاف فطرت صحیح ہونے کے نہایت دشوار ہے۔ باعث ترک کرنے لطف و عنایت کے) آسان کر دیں گے۔

④ ۔سیاست مدن کے قیام اور انتظام کے لیے مختلف طبقات کی ضرورت اور ہر ایک طبقہ کا اس مناسبت کے بقاء و قیام اور دوام انتظام کے لیے ذمہ دار ہونا:

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۡ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (۶:۱۶۶)

خدا وہ ذات کبریا ہے جس نے تمہیں روئے زمین پر (موالید ثلاثہ کے مختلف اقسام میں انواع تصرف کرنے کے لیے) اپنا خلیفہ بنایا (یعنی ودائع قدرت ظاہر کرنے کے لیے تمہیں اپنا جارحہ تصرف بنایا اور حسن انتظام کے لیے) تمہارے مختلف درجے یا طبقے قرار دیے۔ جس سے یہ غرض ہے کہ تمہیں اپنے عطا کردہ کمالات میں آزمائے (کہ تم ان بالقوہ کمالات کو معرض ظہور میں لا کر اپنے آپ کو خلیفۃ اللہ ثابت کرتے ہو یا اپنی فطری استعداد کو منسوخ کر کے اسفل السافلین کا خطاب حاصل کرتے ہو)

ضرور تیرا پروردگار جلدی عذاب بھی دینے والا ہے اور وہ یقیناً بخشنے والا مہربان بھی ہے۔

⑤ ۔مساوات حقوق کا تاکیدی حکم عدل کی تاکید

وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝ (۵۵:۷۔۹)

اور خدا نے ایک میزان مقرر کی کہ تم اس میزان میں کسی طرح طغیانی (افراط وتفریط) نہ کرو اور انصاف کے ساتھ معیار کو درست رکھو اور میزان مقرر کردہ الٰہی میں کسی قسم کی تقصیر نہ کرو۔

⑥ ۔بہترین شخص وہ ہے جو نسل انسانی کا خیر خواہ ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۔ (۳:۱۱۰)

تم لوگ (اے امت محمدیہ) باقی لوگوں کے لیے ایک بہترین قوم صفحہ ہستی پر لائے گئے ہو۔ (تم سب لوگوں کو) مطابق شرع وفطرت کے حکم دیتے برائیوں سے منع کرتے اور خدا کی ذات وصفات پر یقین کامل رکھتے ہو۔

⑦ ۔اخوت کی بنیاد:..... اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (۴۹:۱۰) تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

⑧ ۔مال کی تعریف۔ دولت قیام قومی کا سبب ہے:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا (۴:۵)

اور تم اپنے اموال جو اللہ نے تمہارے لیے قوام زندگی بنائے ہیں بے وقوفوں کے ہاتھ میں مت دیا کرو۔

⑨ ۔فقر وتنگ دستی کی برائی:

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۔ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۔ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (۲:۲۶۸)

شیطان تمہیں تنگدستی کا خوف دلاتا ہے اور اس بناء پر تمہیں بخل وامساک کا حکم دیتا ہے (بہ خلاف اس کے) خدا تمہیں اپنے فضل وبخشش کی امید دلاتا ہے) اور خدا بہت فراخ رحمت والا (حقائق امور کو) جاننے والا ہے۔

⑩ ۔اسراف کی برائی بخل کا نہ ہونا بڑی بہبود ہے:

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (۵۹:۹)

جن کو جبلی بخل اور لالچ سے خدا نے محفوظ رکھا وہی (آخرت میں) کامیاب ہوں گے۔

⑪ ۔میانہ روی۔ رحمان کے بندے بخیل ومسرف نہیں ہوتے:

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝ (۲۵:۶۷)

خدائے مہربان کے خاص بندوں کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ جب وہ خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگ چشمی کرتے ہیں بلکہ (میانہ روی کر کے) بیچ کا مستقیم راستہ اختیار کرتے ہیں۔

⑫ ۔بحری تجارت خصوصاً نفع بخش ہے:

وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ (۲:۱۶۴)

اور وہ کشتیاں اور جہاز (بھی خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں) جو لوگوں کی مفید اشیائے تجارت لے کر دریا اور سمندر میں (برابر) چلی جاتی ہیں۔

⑬ ۔اللہ کے ہاں بہتر اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں کن لوگوں کے لیے ہیں:

وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۪ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۪ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ۝ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝

ترجمہ:..... بہتر اور باقی رہنے والا اجر ان لوگوں کے لیے ہے:

* .....جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں۔
* .....جو لوگ بڑے گناہوں بے حیائی اور فحش سے پرہیز کرتے ہیں۔
* .....اور جب انہیں غصہ آتا ہے تو درگزر کیا کرتے ہیں۔
* .....اور جو اپنے پروردگار کے حکموں کو قبول کر لیتے ہیں۔
* .....اور جو نماز کو قائم رکھتے ہیں اور جن کا کام باہمی شوری پر ہے۔
* .....اور جو اللہ کے دیے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔
* .....اور جو دوسرے کی طرف سے زیادتی (حملہ) ہونے پر (صرف) اپنا بدلہ لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے
* .....ہاں جو دوسرے کی زیادتی معاف کرے اور اس سے نیکی کرے تو اس کا ثواب اللہ کی قدرت میں ہے اللہ تو ظلم کرنے والوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔
* .....(تاہم) جو کوئی (دوسرے سے) ظلم کا بدلہ لیتا ہے، اس پر کچھ الزام نہیں۔
* .....الزام تو ان لوگوں پر ہے جو نسل انسانی پر ظلم کرتے اور ملک میں ناروا بغاوت پھیلاتے ہیں، ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔
* .....جو شخص (دوسرے کی زیادتی پر) صبر کرتا ہے۔ اسے معاف کر دیتا ہے تو یہ بات بڑی بلندی ہمت کی ہے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

اختتام حصہ اول

قصیدہ در نعت مصطفوی ﷺ

دلم زسینہ ربود آں جمالِ نورانی — کہ حسن را بہ تماشائی اوست حیرانی
جمال معنی و زیں کمال و حسن جلال — مطاع خلق و ضیائیٔ جہانِ ظلمانی
محمدؐ اسم و حبیب الٰہ و خواجۂ کل — نوید رحمت و پیمانِ عفوِ یزدانی!
گزید فقر کہ فرمانروائے ملک ابد — بہ مشت خاک ندارد ہوائے سلطانی
نبوت ست یکے قصہ آسمان پایہ — کہ ہم متمم او ،آمدی وہم بانی
عرب بچاہ جہالت فتادہ بود بسر — بسر گرفت ز تو افسر ہمہ دانی
نمیرد آں کہ زجام دلای تو نوشد — کجاست مائل ظلمات شاہ یونانی
بہ نزل عام تو مہماں نشستہ صد عالم — عجب ترآں کہ بعالم نزیل و مہمانی
در نجات کشودی بروئے احمر و اسود — گہے کہ بست برایشاں یہود و نصرانی
حدیث پاک تو آں جامع الکلم کہ ازو — رسد بفوز چہ یونانی و چہ سودانی
جہاں شنید زفم تو آں کلام خدا — کہ دادہ بود خبر ز و کلیمؑ عمرانی
بداں جناب کہ جبرئیلؑ را نہ پردپر — تراست رفتن و از شوق حلقہ جنبانی
دلت گواہ بصدق نظارۂ چشمت — نگاہ پاک تو بینائے صنع رحمانی
توئی کہ از تو تمدن روانِ تازہ گرفت — توئی کہ کندہ ز عالم بنائے رہبانی
توئی کہ نام نہی خمر را مخمر عقل — توئی کہ ام خبائث شراب راخوانی
توئی کہ صدق ہمہ داستاں پدید کنی — توئی کہ عظمت پیشینیاں درخشانی
زتو مبرہن و روشن تقوم مرداں — زتو معین و محکم حقوقِ نسوانی
فتوت تو امت را دہد فتات لقب — زشوکت تو موالی کنند سلطانی
تو عذر خواہ شوی بہر قوم از رحمن — زسنگ چوں شکند قوم در و ندانی
تو قاتلان عم و دخت را نمائی عفو — بپاس خاطر ایمانی و مسلمانی
پئے ہلاک جفا پیشگاں رضا ندہی — کہ نسل شان مگر آید بدین دیانی
ز عدل و رحم تو صد بہرہ یافتند اعدا — بحرب ہا کہ نمودند جمع غدلانی
دو شاہد اند مرا خیبر و حنین کہ تو — دہی بجود ہر آں چہ بفتح بستانی
بزور و کوشش افواج ہیچ حاجت نیست — ترا کہ فتح مبیں شد بلاغ قرآنی
خدا یکے و پیامش بسوئے خلق یکے — تو خلق را بسوئے آں پیام می خوانی
تو باب سلم کشائی بروئے دشمن و دوست — تو دوستی بدل دشمناں بپا لانی
یتیمیٔ تو تسلی ست مر یتامی را — کہ ز مہر پدر ہست عون ربانی

تو عبد خواندہ شدی و رموزداں دانست — کہ برترست عبودیت از سلیمانی!
تو آفتابی و از حمد سر بر آوردہ — تو ماہ و بر ملک مجد نور افشانی!
فزوں تر از تو کسے را نہ حمد گفت جہاں — نہ بر تر از تو کسے گفت حمد ربانی
ترا محمدؐ و احمدؐ زمین خواند و زمان — حمید باشد و محمود ذات سبحانی
بما رؤف و رحیمی ،خدا رؤف و رحیم — و گرچہ سود کہ گویم سخن بنادانی
تو رحمت و جہاں آفرین ما رحمن — ہزار شکر رسیدیم بہ گنج پنہانی
سخن ز واجب و ممکن نہ از ادب باشد — طفیل تست ہمہ کارگاہِ امکانی!
زاستعارہ و تشبیہ بس بلندستی — بہ بے مثالیٔ خود ہم بخویش میمانی!
چہ خوش بشان تو صدیق گفت و گوہر سفت — کہ کرد روئے تو بر دعویٔ تو برہانی!
مبلغان تو دادند ایں پیام بہ خلق — کہ نصح خلق بود لازم مسلمانی
مبشران تو دادند این نوید بما — کہ کارِ دیں ہمہ تبشیر ہست و آسانی
طفیل تست کہ بعد از ہزار قرن مدید — بگوش عالمیاں شد نوید ارزانی
کہ دیں یافت کمال و تمام شد نعمت — گزید نوع بشر را رضائے دیانی
صلوٰۃ بر تو خدائے و فرشتگاں خواند — کجا ثنائے تو آید ز انسی و جانی
گزار شے ست الٰہی مرا بدرگاہت — امید ہست کہ از لطف رُو نہ گردانی
دمے کہ روح مجرد شود ز پیکر خاک — دمے کہ مرگ نماید بدردِ درمانی
دراں مغاک کہ تنگ ست وتار چوں دل من — جمال او بنمائی چو صبح نورانی
بہار تازہ بچشم فرشتگاں بخشی — مرا ز تنگی گور و سوال برہانی

سمی فارس صدقم عطابہ فرمائی
یک از ہزار بمن نیز صدق سلمانی

احقر راجی شفاعت وغفران
قاضی محمد سلیمان سلمان
ولد حاجی مولوی قاضی احمد شاہ مرحوم ومغفور
منصور پوری ،علاقہ ریاست پٹیالہ

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا

صدق اللہ العظیم

رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

سِيْرَتُ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَسَلَّمَ

حصّہ دوم

تالیف لطیف

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ

۱۸۶۷ – ۳۰ مئی ۱۹۳۰

دار الاشاعت

اردو بازار، ایم اے جناح روڈ

کراچی پاکستان 021-32213768

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

حصہ دوم رحمۃ للعالمین ﷺ

تعداد ایام قیام نبوی بعالم دنیوی

۶ر گھنٹے.....۲۲۳۳۰ر دن[1]



ولادت مبارک:.....عیسائیوں کے ایسٹر سے ۲۳ ویں دن اور یہودیوں کی عید الفصح سے ۲۵ ویں دن ہوئی تھی اس میں یوم وفات بھی شامل ہے۔

تعداد ایام تبلیغ رسالت ونبوت:.....۸۱۵۶ر دن

۵۷۱ر عیسوی میں ایسٹر کا اتوار ۱۶ر صفر، مطابق ۲۹/۳۱ مارچ ۵۷۱ء کو تھا۔

۴۳۳۱ء مطابق ۵۷۱ھ میں یہود کی عید الفصح پنج شنبہ ۱۳ر صفر مطابق ۲۶/۱۸ مارچ کو تھی۔

[1] گھنٹے ۲۲۳۱ ویں دن کے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العلمین وسلام علی المرسلین والصلوۃ والسلام علی سیدنا و مولانا محمدِ النبی الامی الذی ارسلہ اللہ رحمۃ للعالمین وجعلہ خاتم النبیین وسید المرسلین اللھم انی اسئلک یااللہ یا رحمن یا رحیم یا جا رالمستجیرین یاامان الخائفین یاعماد من لا عمادلہ یاسند من لا سند لہ یاذخر من لا ذخرلہ یاحرز الضعفاء یاکنز الفقراء یا عظیم الرجاء یامنقذ الھلکی یا منجی الغرق یامحسن یامجمل یامنعم یامفضل یاجبار یامنیر انت الذی سجدلک سواد اللیل وضوء النھار وشعاء الشمس ونور القمر وخفیق الشجر و دوی الماء یااللہ انت اللہ لا شریک لک اسئلک ان تصلی علی محمد عبدک ورسولک فی الاولین و الاخرین وفی الملاء الاعلی الی یوم الدین وعلی جمیع اخوانہ من النبیین و علی الہ واصحابہ واتباعہ أجمعین امین۔ اما بعد!

یہ کتاب رحمۃ للعالمین کی جلد دوم ہے۔ جلد اول کا پہلا ایڈیشن ۱۹۱۲ء میں شائع ہوا تھا جلد دوم کے لیے جنگ عظیم (اگست ۱۴ء تا نومبر ۱۹۱۸ء کے شروع ہوجانے کی وجہ سے عمدہ کاغذ دستیاب نہ ہوا اور یہ مسودہ پڑا ہی رہا۔ ۱۹۱۶ء میں جلد اول کا دوسرا ایڈیشن ضرور نکلا تھا لیکن اس کا شائع کرنا اضطرار اتھا کیونکہ جلد اول کو کئی اسلامی مدارس اور اسلامیہ ہائی اسکولوں نے داخل نصاب کرلیا تھا اور طالبان علم کا حرج کسی طرح گوارا نہ ہوسکتا تھا۔ اسکے لیے بھی جو کاغذ لگایا گیا تھا۔ اگرچہ پچھلے کاغذ سے اس کی قیمت ڈیوڑھی تھی مگر پھر بھی وہ چکنائی اور سفیدی میں ویسا نہ تھا۔

جلد دوم کے لیے آج تک عمدہ کاغذ ہی کا انتظار ہوتا رہا اور اب بالآخر جیسا کاغذ مل سکا اسی پر کتاب کو شائع کیا جاتا ہے۔

اہل خبرت آگاہ ہیں کہ سیرت نبوی ﷺ کا لکھنا کس قدر مشکل ہے اگر ذرہ بے مقدار خورشید جہاں افروز کے نور گیتی آراء کا مکیال بن سکتا ہے تو مجھ سا بے بضاعت کثیر الاشغال بھی جس کا اس راہ میں کوئی یار و مددگار نہیں درست طور پر کچھ لکھ بھی سکتا ہے۔ لیکن ایک فرض کا احساس ہے جو سکوت پر غالب آ گیا ہے اور وہ درد محبت ہے جس نے بے حس قلب کو تڑپا دیا ہے۔ توفیق الٰہی ہے جو برابر اس کام پر مجھے لگائے رکھتی ہے۔ جذبہ ربانی ہے جس کی کشش اس طریق حق پر لیے جاتی ہے اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا کی صفیر کان میں گونج رہی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو نبی پاک ﷺ کا کلمہ خواں ہے ضرور ہے کہ اپنے علم اور فہم کے موافق حضور ﷺ کا ثنا گستر بھی ہو، تابش ذرہ اور ضوء قمر میں اگرچہ زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مگر دونوں ایک ہی نور کے آئینہ دار ہوئے ہیں۔ اگر ایک کی فلک گیر، ٹھنڈی، صاف روشنی ابصار کو محو دیدار کرتی ہے تو دوسرے کی

خاک نشین چمک بھی راہ گیروں کے قدم لیتی ہوئی ان کی نگاہ کرم کو کبھی کبھی اپنی جانب کھینچ ہی لیتی ہے۔

لا یکلف اللہ نفسا إلا وسعھا کا اعلان ہر بار ایمان کو حوصلہ افزا ہے اور

المرء مع من أحب کا ارشاد ہر ایک صحیح الوجدان کا خضر راہ اگر میرے لیے یہ سب اسناد عماد نہ ہوتے تو کچھ شک نہیں کہ ایک حرف لکھنے کی بھی جرأت نہ ہو سکتی۔

گل چین سیرتِ مصطفوی ﷺ کے سامنے ایک گلشن خلد بہار ہوتا ہے جس کے ہر ایک پھول کی رنگینی و شادابی دامانِ نگاہ کو بھر دینے والی ہے، یہ گل چین کا اپنا انتخاب اور مذاق ہے کہ کس پھول کو لیا اور کس پھول کو چھوڑا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ جسے چھوڑا وہ اس سے کم نہ تھا، جسے چن لیا۔

جلد دوم میں ایسے ضروری مضامین ہیں جن میں سے بعض کو علماء سیرت آغاز کتاب میں جگہ دیا کرتے ہیں۔ مگر میں نے حصہ اول کو صرف ایسے مالا بدمنہ حالات مبارکہ پر اختصار کے ساتھ محتوی رکھا تھا کہ اگر بقیہ جلدیں شائع بھی نہ ہو سکیں، تب بھی وہ نقش ناتمام کی صورت میں غیر مکمل نظر نہ آئے۔

الحمدللہ! آج جلد دوم کو روانہ مطبع کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ وہ دن بھی کرے کہ جلد سوم کو بھی اسی طرح روانہ کر سکوں اور اس وعدہ کے ایفا کے بعد پھر ایک مفصل و اجمل کتاب قلم بند کر سکوں۔

یارب ایں آرزوئے من چہ خوش ست تو بدیں آرزو مرا برساں!

وما ذلک علی اللہ بعزیز

خاکسار

(قاضی) محمد سلیمان سلمان منصور پوری (رحمۃ اللہ علیہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اوّل النسب

شجرہ طیبہ:..... شجرہ مبارکہ کو تین حصوں میں پیش کیا جاتا ہے:

حصہ اوّل:..... نبی کریم ﷺ سے عدنان تک ہے اور اس کی بابت حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ المعروف بابن عبدالبر العمری القرطبی (ولدسنة ثمان وستين وثلاث مائة [۳۶۸ھ]) نے کتاب الاستیعاب میں تحریر کیا ہے:
هذا مالم يختلف فيه احد من الناس (اس شجرے میں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں)

آباء الکرام کے ساتھ میں نے تلاش کی کہ امہات العظام کے مبارک نام بھی مل جائیں تو بہتر ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ حضرت عبداللہ سے لے کر عدنان تک برابر سب کے نام مل گئے اور مزید برآں یہ بھی ہوا کہ ان امہات کے آباء اور قبائل کا پتہ بھی لگ گیا۔ مثلاً نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ کا نام ملا تو سیدہ آمنہ کے والد کا نام بھی مع ان کے سلسلہ نسب کے اور ان کی والدہ کا نام مع ان کے سلسلہ نسب کے مل گیا۔ اس تمام سلسلے پر نظر ڈالو شاید دنیا میں کسی بڑے سے بڑے شہنشاہ کا بھی سلسلہ خاندانی اس وضاحت کے ساتھ اوراق تاریخ میں دستیاب نہ ہو سکے گا۔ پھر ہر ایک سلسلہ میں نسب کی رفعت شان پر نظر ڈالو کہ ددھیال اور ننھیال اور ننھیال در ننھیال میں بھی کسی ایک جگہ دہن یا خمود نہ ملے گا۔ یہ شرف صرف اسی کو حاصل ہو سکتا ہے جسے ازل الآزال میں قدرت ربانیہ نے عالمین پر ممتاز فرمایا اور آدمؑ سے لے کر ذات گرامی تک ہر ایک نسل کی حفاظت خود فرمائی ہو۔ امہات العظام اور ان کے ددھیال کے اسماء میں میرا ماخذ تاریخ کبیر طبری اور طبقات الکبریٰ ابن سعد اور کسی قدر تاریخ الکامل ابن اثیر ہیں۔

حصہ دوم:..... نسب نامہ گرامی کا حصہ دوم وہ ہے جو معد بن عدنان سے اوپر آتا ہے۔ محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ اس حصہ کا اندراج اس تفصیل کے ساتھ جیسا کہ ہم تحت میں تحریر کریں گے۔ اپنی کتابوں میں نہیں کرتے کیونکہ ان اصول کے مطابق جو صحیح روایات کے متعلق انہوں نے اختیار فرمائے ہیں۔ اس حصہ کا روایت کرنا دشوار ہے۔

ان بزرگواروں کا یہ نہایت ورع وتقویٰ ہے۔ بایں ہمہ جملہ محدثین اس سلسلہ کے خاص خاص مشاہیر کے آٹھ نو نام لے کر اس طرح بیان کرتے ہیں کہ نسب گرامی حضرات اسماعیل علیہ السلام تک منتہی ہو جاتا ہے۔

یہ طریق کہ سلسلہ نسب میں خاص خاص مشاہیر کا نام لے کر اختصار سے کام لیا جائے بنی اسرائیل میں بھی مروج تھا۔ انجیل متی کو دیکھو وہ لکھتے ہیں! یسوع مسیح ابن داؤد ابن ابراہامؑ کا نسب نامہ یہ ظاہر ہے کہ متی نے مسیح اور داؤد کے درمیان ۲۶ رپشتیں اور داؤد و ابراہیمؑ میں ۱۲ رپشتیں دانستہ اختصار کے لیے چھوڑ دی ہیں۔

حصہ دوم کے شامل کتاب کرنے کی جرات مجھے اس لیے ہوئی کہ كذب النسابون مافوق العدنان کا قطعی صحت تک پہنچ جانا مجھ پر مخفی رہا اور میں نے دیکھا کہ اکثر علمانے جو تاریخ اور حدیث میں امام تسلیم ہوئے ہیں اس حصہ کو بیان کیا ہے۔ سبائك الذهب للسويدى صفحہ ۱۹ میں ہے:

قداختلف فى كراهة رفع النسب من عدنان الى ادم فذهب ابن اسحاق و ابن جرير وغيره الى جوازه و عليه البخارى وغيره من العلماء۔

ترجمہ: ..... عدنان سے اوپر آدم علیہ السلام تک نسب بیان کرنے کی کراہت میں اختلاف ہے۔ ابن اسحاق اور ابن جریر کے نزدیک جائز ہے اور بخاری وغیرہ کا مذہب بھی یہی ہے۔

کتاب رحلۃ الشافعی مصنفہ جلال الدین السیوطی میں امام شافعیؒ اور ہارون الرشید کے مکالمہ کے ذکر میں ہے۔

فقال لی بین لی عن نفسك قال الشافعی فلقیت حتی الحقت ادم علیه السلام بالطین۔

ہارون الرشید نے کہا: تم اپنی بات بتاؤ۔ میں نے نسب بیان کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ آدم علیہ السلام کو مٹی سے جا ملایا۔

ان حوالہ جات کے بعد میں نے اس حصہ کا لکھنا ترک کر دینے سے بہتر سمجھا۔

میں نے اول اول یہ حصہ ڈاکٹر سر سید احمد خان کی کتاب خطبات احمدیہ میں دیکھا تھا۔ سر سید نے اس جگہ کسی کا پتہ نہیں لکھا انہوں نے ارمیا کا تب برخیا علیہ السلام اور الجیرا کے نسب نامہ کا ذکر فرمایا تھا، میں نہ سمجھ سکا کہ سر سید یہ سب باتیں کہاں سے لکھ رہے ہیں۔ اس کے بعد مجھے تاریخ ابوالفداء میں ارمیا اور الجیرا کا مذکور ملا اور پھر امام طبری کی کتاب میں ایک روایت کلبی کی ملی جس کی بابت امام طبری نے لکھا ہے کہ یہ روایت ارمیا کے نسب نامے سے متوافق ہے صرف کہیں کہیں اختلاف السنہ کی وجہ سے اختلاف لہجہ کا فرق پڑ گیا ہے۔ دوسری روایت خود امام طبری کی ہے جسے انہوں نے ایک عرب نسب دان سے لیا ہے۔ پھر مجھے امام ابن سعد کی کتاب طبقات الکبیر میں بھی یہی حصہ مل گیا ہے مجھے ان کتابوں سے مطابقت کرنے کے بعد سر سید کے نسب نامے میں لکھے ہوئے چند نام عدنان دوم، ادود دوم، الیسع، ہمیسع دوم سلامان دوم ثابت، حمل معد اول نہیں ملے۔ معلوم نہیں سر سید نے ان کا کس کتاب کے حوالہ سے اضافہ فرمایا ہے میں نے وہی نام لکھے ہیں جو بالاتفاق متعدد روایات میں بیان ہوئے تھے۔

حصہ سوم: ..... نسب نامہ گرامی کا حصہ سوم جو اسماعیل علیہ السلام سے شروع اور ابوالبشر آدم علیہ السلام تک منتہی ہوتا ہے تورات موجودہ سے لیا گیا ہے۔ اسماء کے اعراب عربی زبان کی توراۃ متشکل سے لیے گئے ہیں۔

ہر ایک نام کے سامنے سنین عمر درج ہیں۔ یہ بھی تورات سے لیے گئے ہیں جو غالباً صحیح ہیں لیکن تورات میں یہ بھی ہے کہ فلاں عمر میں فلاں شخص کے پسر پیدا ہوا۔ اس میں کئی اشکال ہیں مثلاً غور کرو مندرجہ ذیل بیانات تورات پر۔

① ..... آدم ۱۳۰ برس کا تھا جب اس کے شیث پیدا ہوا۔	۵/۳ پیدائش
② ..... شیث ۱۰۵ برس کا تھا کہ اس سے انوس پیدا ہوا۔	۵/۶ پیدائش
③ ..... انوس ۹۰ برس کا تھا کہ اس سے قینان پیدا ہوا	۵/۹ پیدائش
④ ..... قینان ۷۰ برس کا تھا کہ اس سے محلل ایل پیدا ہوا	۵/۱۲ پیدائش
⑤ ..... محلل ایل ۶۵ برس کا تھا کہ اس سے یارد پیدا ہوا	۵/۱۵ پیدائش
⑥ ..... یارد ۱۶۲ برس کا تھا کہ اس سے حنوک پیدا ہوا	۵/۱۸ پیدائش
⑦ ..... حنوک ۶۵ برس کا تھا کہ اس سے متوسلح پیدا ہوا	۵/۲۱ پیدائش
⑧ ..... متوسلح ۱۸۷ برس کا تھا کہ اس سے لمک پیدا ہوا	۵/۲۱ پیدائش
⑨ ..... لمک ۱۰۵ برس کا تھا کہ اس سے نوح پیدا ہوا	۵/۲۸ پیدائش

(۱۰) ..... نوح ۵۰۲ برس کا تھا کہ اس سے سم پیدا ہوا۔[1]

(۱۱) ..... سم ۱۰۰ برس کا تھا کہ اس سے طوفان کے ۲ برس بعد ارفکسد پیدا ہوا۔

(۱۲) ..... ارفکسد ۳۵ برس کا تھا کہ اس سے عیبر پیدا ہوا۔

(۱۳) ..... عیبر ۳۴ برس کا تھا کہ اس سے فلج پیدا ہوا۔

(۱۴) ..... فلج ۳۰ برس کا تھا کہ اس سے رعو پیدا ہوا۔

(۱۵) ..... رعو ۳۲ برس کا تھا کہ اس سے سروج پیدا ہوا۔

(۱۶) ..... سروج ۳۰ برس کا تھا اس سے نحور پیدا ہوا۔

(۱۷) ..... نحور ۲۹ برس کا تھا کہ اس سے تارہ پیدا ہوا۔

(۱۸) ..... تارہ ۷۰ برس کا تھا کہ اس سے ابرام پیدا ہوا۔

اگر ہم اس حساب کو صحیح قرار دیں تو لازم آتا ہے کہ

حضرت شیث علیہ السلام نے حضرت نوح علیہ السلام کو دیکھا ہو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر حضرت نوح علیہ السلام کی آنکھوں کے سامنے ۸۸ رسال کی ہوگئی ہو اور حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر دو سال کی ہو۔ حساب کرو کہ حضرت نوح علیہ السلام طوفان کے بعد ساڑھے تین سو برس تک زندہ رہے۔

۲۸ر۹ پیدائش اور طوفان سے ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش کا زمانہ ۲۶۲ + ۸۶ = ۳۴۸ برس کا ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے باپ کی ۸۶ رسال کی عمر میں پیدا ہوئے تھے۔

حالانکہ ان امور کا کوئی عالم اہل کتاب قائل نہیں۔ اس لیے مجھے اس حساب کی صحت میں شک رہا۔

بعد ازاں مجھے کتاب تاریخ ابوالفداء میں سے اسی مقام کے پڑھنے کا اتفاق ہوا مجھے تعجب آمیز مسرت ہوئی کہ یہ فاضل مؤرخ بھی اس خیال میں میرے ساتھ متفق ہے۔ مزید اطمینان کا موجب یہ ہوا کہ امام ابومحمد علی ابن احمد بن حزم الظاہری (المتوفی ۴۵۶ھ) نے بھی کتاب فصل میں اسی خیال کا اظہار کیا ہے۔

الغرض! حصہ سوم کے نام تو صحیح ہیں، البتہ دیگر معلومات بعض جگہ مشکوک ہیں چوں کہ نسب نامہ میں صحت اسماء ہی زیادہ تر درکار ہوتی ہے اس لیے میں کہہ سکتا ہوں کہ نسب نامہ گرامی کا حصہ بھی بالکل صحیح ہے۔ ان ضروری تمہیدات کے بعد شجرہ مبارکہ درج کیا جاتا ہے۔



[1] یہ عبارت کہ نوح ۵۰۲ سال کا تھا اس سے سم پیدا ہوا کتاب پیدائش میں نہیں ہے مگر کتاب پیدائش میں یہ ہے کہ نوح ۶۰۰ سال کا تھا جب طوفان آیا۔ نیز یہ فقرہ ہے کہ سم طوفان کے ۲ سال بعد ۱۰۰ر برس کا تھا جب ارفکسد پیدا ہوا۔ نتیجہ یہ ہے کہ نوح ۵۰۲ سال کا تھا جب سم پیدا ہوا۔

شَجَرَةٌ طَيِّبَةٌ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ

لِسَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللهِ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ صلى الله عليه وسلم

حصہ اول

نمبر شمار	آباء الکرام	امہات العظام	امہات کے ددھیال اور ننھیال
①	عبداللہ	آمنہ	أب: وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب (دیکھو سلسلہ نمبر ۶ آباء نبوی) أم: برہ بنت عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصی (سلسلہ نمبر ۵ آباء نبوی)
②	عبدالمطلب	فاطمہ	أب: عمر بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ (دیکھو سلسلہ نمبر ۷ آباء نبوی) أم: صخرہ[1] بن عبد بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ (دیکھو سلسلہ نمبر ۷ آباء نبوی)
③	ہاشم	سلمیٰ	أب: عمرو بن زید بن لبید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار (تیم اللہ ابن عجلہ ثعلبہ خزرجی) أم: عمیرہ[2] بنت صخر بن جعیب بن الحارث بن ثعلبہ بن مازن بن النجار (ساکن مدینہ)
④	عبدمناف	عاتکہ	أب: مرہ بن ہلال بن فالج بن زکوان بن ثعلبہ بن بہنہ بن سلیم بن منصور (از نسل سلسلہ نمبر ۱۷ آباء نبوی) أم: مادیہ (عرف صفیہ[3]) بنت حوزہ بن عمرو بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن (از نسل سلسلہ نمبر ۱۷ آباء نبوی)
⑤	قصیٰ	حُبّیٰ	أب: خلیل بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو بن ربیعہ (وھو الخزاعی) أم: ہند[4] بنت عامر بن النضر بن عمرو بن عامر (من الخزاعہ)
⑥	کلاب	فاطمہ	أب: سعد بن یسل (حیر) بن عوف بن عامر الحاؤ (کان اول من بنی جدار الکعبۃ فقیل ۴ عمامار) از دوشنوہ أم: ظریفیہ[5] بنت قیس بن امیہ ذی الرایتین بن جشیم بن کنانہ بن عمرو بن القیس بن فہم بن عمرو بن قیس بن عیلان بن الیاس (دیکھو سلسلہ نمبر ۱۷ آباء نبوی)
⑦	مرہ	ہند	أب: سریر بن ثعلبہ بن الحارث بن مالک (دیکھو سلسلہ ۱۳ آباء نبوی) أم: امامہ[6] بنت عبد مناۃ بن کنانہ (دیکھو سلسلہ نمبر ۱۴ آباء نبوی)

[1] صخرہ کی ماں کا نام تخمر بنت عبد بن قصی نانی کا نام سلمی بنت عامرہ بن عمیرہ بن ودیعہ بن الحارث بن فہر پر نانی کا نام عاتکہ بنت عبداللہ بن وامکہ بن ظرب تھا۔ [2] عمیرہ کی ماں کا نام سلمی بنت عبدالاشہل اور نانی کا اثیلہ بنت رعوا تھا۔ [3] مادیہ کی ماں کا نام رتاش بنت الاعجم اور نانی کا نام کبشہ بنت الرافقی تھا۔ [4] ہند کی ماں کا نام لیلی بنت مازن (من خزاعۃ) تھا۔ [5] ظریفیہ کی ماں کا نام صخرہ بنت عامر تھا۔
[6] امامہ کی ماں کا نام ہند بنت دودان بن اسد خزیمہ ہے۔

۸	کعب	محشیہ	اب: شیبان بن محارب بن فہر (دیکھو سلسلہ نمبر ۱۱/آباء نبوی) ام: وحشیہ بنت[1] وائل بن قاسط بن ہنب بن اقصیٰ بن صمعی بن جدیلہ
۹	لوی	ماویہ	اب: کعب بن القین (وہو النعمان) بن حیر بن شیع اللہ بن اسد بن وبرہ بن تغلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ ام: عاتکہ بنت کاہل بن عذرہ
۱۰	غالب	عاتکہ	اب: یخلد بن النضر بن کنانہ (دیکھو سلسلہ نمبر ۱۳ آباء نبوی) ام: انیسہ[2] بنت شیبان بن ثعلبہ بن عکابہ بن معصب بن علی بن بکر بن وائل
۱۱	فہر الملقب بہ قریش	لیلیٰ	اب: حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ (دیکھو سلسلہ نمبر ۱۲ آباء نبوی) ام: سلمیٰ[3] بنت طانجہ بن الیاس (دیکھو سلسلہ نمبر ۱۶/شجرہ ہذا)
۱۲	مالک	جندلہ	اب: عامر بن الحارث بن مضاض بن زید بن مالک جرہمی۔ ام: ہند بنت الطلیم بن مالک بن الحارث جرہمی۔
۱۳	نضر	عکرشہ	اب: عدنان (حارث) بن عمرو (دیکھو سلسلہ نمبر ۱۲/آباء نبوی)
۱۴	کنانہ	برہ	اب: مُر بن اد بن طانجہ (اخت تمیم بن مُر) طانجہ اور مدرکہ (دیکھو سلسلہ نمبر ۱۶ آباء) ام: سلمیٰ بنت طانجہ بن الیاس (دیکھو سلسلہ نمبر ۱۶ شجرہ ہذا)
۱۵	خزیمہ	عوانہ ہند	اب: سعد بن قیس بن عیلان بن الیاس (دیکھو سلسلہ نمبر ۱۷/آباء نبوی) ام: وعد بنت الیاس (دیکھو سلسلہ نمبر ۱۷ آباء)
۱۶	مدرکہ	سلمیٰ	اب: اسلم بن الحاف بن قضاعہ
۱۷	الیاس	لیلیٰ (خندف)	اب: حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ ام: ضریہ بنت ربیعہ بن نزار (دیکھو سلسلہ نمبر ۱۹ آباء)
۱۸	مضر	رباب	اب: حیدہ بن معد (سلسلہ نمبر ۲۰ آباء)
۱۹	نزار	سودہ	اب: عک بن الریث بن عدنان (سلسلہ نمبر ۲۱)
۲۰	معد	معانہ	اب: جوشم بن جلہمہ بن عمرو بن برہ بن جرہم ام: سلمیٰ بنت الحارث بن مالک بن غنم (من جرہم)
۲۱	عدنان	مہدد	اب: لہم بن جلجب بن جدیس بن جاتر بن ارم



[1] وحشیہ کی ماں کا نام ماویہ بنت صُبیعہ بن ربیعہ بن نزار ہے۔ [2] انیسہ کی ماں کا نام تماخر بنت الحارث اور نانی کا نام رہم بنت کاہل ہے۔
[3] سلمیٰ کی ماں کا نام عاتکہ بنت الاسد اور نانی کا نام زینب بنت ربیعہ ہے۔

حصہ دوم

نسب نامہ تا حضرت اسماعیل علیہ السلام

نمبر شمار	بروایت مندرجہ طبری [1]	بروایت ابن سعد مندرجہ طبقات الکبیر	توضیحات جو امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے راوی سے یہ الفاظ لکھ کر روایت کی ہیں۔
۲۲	ادو	اُدو	و اخبرنی بعض انساب انه وجد طائفة من العلماء العرب قد حفظت لمعد اربعین ابًا بالعربیة الی اسمعیل و احتجت لقولهم ذٰلك باشعار العرب و انه قابل بما قالوا من ذٰلك اهل الکتب فوجد العدد متفقا واللفظ مختلفًا و املی ذٰلك علی فکتبة عنه۔ جلد ثانی ص ۱۹۳
۲۳	ہمیسع	ہمَیسَع	
۲۴	سلامان	سلامان	ہمیدع اور شاحب بھی اسی کو کہتے ہیں۔
۲۵	عوص	عوص	منجر اور نبیت بھی اسی کو کہتے ہیں۔
۲۶	بوز	بوز	اس کو ثعلبہ کہتے ہیں اور قبیلہ ثعلبہ اسی کی جانب منسوب ہے۔
۲۷	قموال	قموال	اس کو یوز اور عشر الغناء بھی کہتے ہیں، رسم عشرہ عرب میں اسی نے نکالی
۲۸	ابی	اَبی	اس کو سعد رجب بھی کہتے ہیں، رسم رجبیہ اسی نے نکالی۔
۲۹	عوام	عَوّام	قموال اور بریح الناحب بھی اسے کہتے ہیں کان فی زمن سلیمان علیه السلام۔
۳۰	ناشد	ناشد	محل ذوالعین اسی کا لقب ہے۔
۳۱	حزا	حزا	ہوالعوام
۳۲	بلداس	بلداس	اسے محتمل بھی کہتے ہیں۔
۳۳	یدلاف	تدلاف	رائمہ اسی کا لقب ہے۔
۳۴	طابخ	طابخ	اسی کو طاہب بھی کہتے ہیں عیقان اسی کا لقب ہے۔
۳۵	جاحم	جاحم	اس کا لقب علتہ ہے۔
۳۶	ناحش	ناحش	اس کا لقب علتہ ہے۔

[1] حدثنی الحارث قال حدثنا محمد بن سعد قال حدثنا هشام بن محمد قال و کان رجل من اهل ثدمریکنی ابا یعقوب من مسلمة بنی اسرائیل قد قرأ من کتبهم و علم علماء فذکران بروخابن تاریا کاارمیاء اثبت نسب معد بن عدنان عنده ووصفه فی کتبه و انه معروف عند احبار اهل الکتب مثبت فی اسفارهم مقارب لهذه الاسماء ماروی عن الکلبی محمد بن السائب اذکره من بعده ولعل خلاف ما بینهم من قبل الالسنة لان هذا الاسماء مترجمة من العبرانیة۔ طبری جلد دوم ص ۱۹۳ مطبوعه حسینیه المصر۔

۴۷	ماخی	ماخی	اس کو اہل عرب الظریب خاطم النار کہا کرتے تھے۔
۴۸	عیفی	عیفی	اس کو عافی عبقر ابوالجن کہتے ہیں، جنت عبقر اسی کی جانب منسوب ہے
۴۹	عبقر	عبقر	اس کو ابراہیم جامع اشمل کہتے ہیں، جامع اشمل لقب اس لیے ہوا کہ اس کے عہد میں امن کامل تھا، راستے بے خطر جاری تھے۔
۵۰	عبید	عبید	اس کو اسماعیل ذوالمطابخ کہتے ہیں، ذوالمطابخ اس لیے کہتے ہیں کہ مسافروں کے لیے سارے ملک میں ضیافت خانے مقرر کیے گئے۔
۵۱	الدعا	الدعا	اس کو تیرن الطعان کہتے ہیں، پہلا شخص ہے جس نے نیزہ کا جنگ میں استعمال کیا۔
۵۲	حمدان	حمدان	اسی کو اسماعیل ذوالاعوج کہتے ہیں، اعوج اس کے گھوڑے کا نام تھا، اب اعوجید نسل اسپاں اس کی جانب منسوب ہے۔
۵۳	سنبر	سنبر	اسے بشمین اور مطعم فی المحل بھی کہتے ہیں اس کے محل میں ہر شخص کے لیے کھانا تیار رہتا تھا۔
۵۴	یثربی	یثربی	یثرم اور طمع بھی اسی کا لقب ہے۔
۵۵	یحزن	محزن	محزن نام اور تسور لقب ہے۔
۵۶	یلحن	یلحن	یلحن نام اور عنود لقب ہے۔
۵۷	ارعوے	ارعوے	رعوبی نام اور عدع لقب ہے۔
۵۸	عیفی	عیفی	عاقر لقب ہے۔
۵۹	دیشان	دیشان	لقب اس کا الزاعیہ ہے۔
۶۰	عیصر	عیصر	اسی کا عاصر اور نیدوان ذوالامذیہ اسی کے عہد میں نیست اور جاودان فرزندان قادرو میں جنگ ہوئی۔
۶۱	اقناد	اقناد	اقناد نام، ایاہمہ لقب ہے۔
۶۲	ایہام	ابہام	ایہامی نام دوس الفق اور اجمل الخلق لقب ہے۔
۶۳	مقصر	مقصی	مقاصری نام حصن اور نزل لقب ہے۔
۶۴	ناحث	ناحث	
۶۵	زارح	زارح	قمیر لقب ہے۔
۶۶	سمی	شمی	شما نام المحشر لقب ہے۔
۶۷	مزی	مزی	ہرمز بھی اس کو کہتے ہیں۔

۵۸	عوض	عوض	اس کا لقب ثمر اور صفی بھی ہے۔
۵۹	عرام	عزام	
۶۰	قیدار	قیدار [قیدار کی بیوی کا نام عاضرہ تھا جو قبیلہ جرہم سے تھیں۔]	

حصہ سوم

نمبر شمار	نام	عمر
۶۱	حضرت اسماعیل علیہ السلام	۱۳۷ سال کی عمر پائی [سیدنا اسماعیلؑ کی والدہ ہاجرہ کا بیان آگے ملے گا]
۶۲	حضرت ابراہیم علیہ السلام	۱۷۵ سال
۶۳	تارہ (آذر)	۲۰۵ سال
۶۴	ناحور	۱۵۹ سال
۶۵	سروج	۲۳۲ سال
۶۶	رعو	۲۳۹ سال
۶۷	فالج	۲۳۹ سال
۶۸	عابر	۴۶۰ سال
۶۹	ارفکشاد	۴۳۸ سال
۷۰	سام	۶۰۲ سال
۷۱	حضرت نوح علیہ السلام	۹۵۰ سال
۷۲	لامک	۷۷۷ سال
۷۳	متوشالح	۹۶۹ سال
۷۴	حضرت اخنون ادریس علیہ السلام	۳۶۵ سال
۷۵	یارد	۹۶۲ سال
۷۶	ملہیل ایل	۸۹۵ سال
۷۷	قینان	۹۱۰ سال
۷۸	آنوش	۹۰۵ سال
۷۹	حضرت شیث علیہ السلام	۹۱۲ سال
۸۰	حضرت آدم علیہ السلام	۹۳۰ سال

یسوع مسیح کا نسب نامہ

نبی کریم ﷺ کے نسب نامہ کے بعد ہم چاہتے ہیں کہ اناجیل متی ولوقا میں جو نسب نامہ حضرت مسیح کا درج کیا گیا ہے اسے بھی ناظرین کی وسعت معلومات کی غرض سے اس مقام پر تحریر کر دیں۔ آغاز نسب نامہ سے پیشتر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اگرچہ عیسائی علماء حضرت مسیح کے نسب کو حضرت داؤد علیہ السلام تک پہنچاتے ہیں مگر انجیل یوحنا (۸ باب (۴۸) درس سے ثابت ہے کہ یہود ان ہم عصر حضرت مسیح علیہ السلام کے اس مسلمہ شرف کا بھی انکار کیا کرتے اور آنجناب کو نسل سامری [1] سے بتایا کرتے تھے۔ اس نسب نامہ کو بھی ہم تین حصوں میں بیان کریں گے۔

حصہ اول:..... از یوسف (شوہر مریم [2]) تا زروبابل

انجیل لوقا	انجیل متی	انجیل لوقا	انجیل متی
یوسف	یوسف	ہیلی	یعقوب
متھات	متھان	لیوی	متھان
ملخی	متھان	نیا	متھان
یوسف	متھان	متھاتیاس	متھان
آموس	متھان	عاؤم	متھان
ایلی	متھان	نگمئی	متھان
ماتھ	العزر	متھاتیاس	ایبود
سمعی	اخیم	یوسف	صدوق
یورا	عازور	یوحنا	الیاقیم
ایصا	ابیود		
زروبابل	زروبابل	میزان: ۲۰	میزان: ۱۱

[1] .....لوقا نے یوسف سے زروبابل تک ۲۰ نسلیں اور متی نے ۱۱ نسلیں درج کی ہیں۔

[2] .....دونوں نسب نامے اتنے مختلف ہیں کہ لوقا اور متی کے بیان کردہ اسماء (یوسف اور زروبابل کے سوا) ذرہ بھر بھی مشابہت نہیں رکھتے۔

[3] .....ہم کو بعض عیسائی عالموں نے بتایا ہے کہ لوقا میں مریم کا نسب نامہ ہے اور متی میں یوسف کا یا متی میں مریم کا نسب نامہ ہے اور لوقا میں یوسف کا۔ ہم خوش ہوتے اگر ایسا بھی ہوتا لیکن زن وشوہر کے نسب ناموں میں امتداد زمانہ کا اس قدر تفاوت کہ ایک کے نسب نامہ میں ۹ نسلیں کم ہوں اور ایک میں زیادہ بالضرور حیرت زا ہے۔

---

[1] امری بھی بنی اسرائیل ہی ہیں فرق صرف یہ ہے کہ اس سلسلہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کا نام نہیں آسکتا۔

[2] یہ انجیل کا لفظ ہے۔

۴ ..... لوقا کا نسب نامہ ایسا بن زرو بابل پر اور متی کا نسب نامہ ابیود بن زرو بابل پر ختم ہوتا ہے اور از راہ قیاس ممکن ہے کہ یوسف و مریم زرو بابل کے دو فرزند ایسا اور ابیود کی نسل میں سے ہوں لیکن اب یہ ضرور تحقیق طلب ہوگا کہ زرد بابل کے فرزندوں میں سے ایسا اور ابیود نام کے فرزند تھے بھی۔ تواریخ باب [۳/ ۱۹، ۲۰] میں ہم کو زرو بابل کے فرزندوں اور دختر کے نام تو ملے مگر افسوس ہے کہ ان میں ایسا اور ابیود کسی کا بھی نام نہیں۔

۵ ..... لوقا اور متی نے بالاتفاق زرو بابل کو سیالتی ایل کا بیٹا لکھا ہے مگر تواریخ [۳/ ۱۸، ۱۹] سے ثابت ہوتا ہے کہ زرو بابل تو خدایاہ کا بیٹا اور سیالتی کا برادر زادہ تھا۔

حصہ دوم: ..... سیالتی ایل سے داؤد علیہ السلام تک ہے اور چونکہ سیالتی ایل کا نسب نامہ بائبل (تورات) میں بھی موجود ہے اس لیے حصہ دوم میں بائبل کا ایک خانہ اور بڑھا دیا گیا ہے اور اس اضافے سے یہ فائدہ ہوگا کہ لوقا و انجیل کے علاوہ ایک تیسری الہامی کتاب (توراۃ) سے مطابقت کا حال بھی واضح ہو جائے گا۔

لوقا	متی	بائبل	لوقا	متی	بائبل
سلاتی ایل	سلت ایل	سیالتی ایل	نیری	یکونیاہ	یکونیا (یکینا)
ملکی	یکونیاہ	یکونیا (یکینا)	اُدی	یکونیاہ	یہوی قیم
قوسام	یوسیاہ	یوسیاہ (یوشیا)	المودام	آمون	آمون
عیر	منسی	منسی	یوسس	خرقیاہ	خرقیاہ (خرقیاہ)
العزر	آخز	آخز	یوریم	یوتام	آخز
متتھات	عزیاہ	عزریاہ (عزیا)	لیوی	عزیاہ	امصیاہ
سمعون	عزیاہ	یوآس	یہوداہ	عزیاہ	خزیاہ (آخزیا)
یوسف	یُوراَم	یہورام	یونان	یہوسفط	یہوسفط (یہوشافاط)
اینیا قیم	آسا	اسا	ملیا	ابیاہ	ابیا (اَمیا)
مَینَان	ابیاہ	ابیا (اَمیا)	متتھا	رجعام	رجعام
ناتن	سلیمان	سلیمان	داؤد	داؤد	داؤد
			میزان: ۲۲	میزان: ۱۶	میزان: ۲۰

۱ ..... رسلاتی ایل تا داؤد لوقا نے بائیس نسلیں متی نے سولہ نسلیں اور بائبل نے انیس نسلیں شمار کی ہیں۔

۲ ..... لوقا تو سلاتی ایل کو ناتن بن داؤد کی نسل سے بتاتا ہے مگر متی اور بائبل سلاتی ایل کو سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی نسل سے بتاتے ہیں۔ مجھے ایک عیسائی نے بتایا تھا کہ سلیمان علیہ السلام ہی کو ناتن کہتے ہیں مگر تواریخ ۳ باب کے پانچویں درس نے مجھے یہ جواب صحیح سمجھنے سے روک دیا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ سیمعا اور سوباب اور ناتن اور سلیمان۔ یہ چار عمی ایل کی بیٹی بنت سوع سے پیدا ہوئے۔

۳ ..... لوقا اور متی نے اس حصہ دوم میں بھی سلاتی ایل اور داؤد علیہ السلام کے درمیان جتنے نام دیے ہیں وہ ایک دوسرے

سے بالکل ہی مختلف ہیں۔ حصہ اول میں بھی ایسا ہی اختلاف تھا اور اس وقت یہ توجیہ گھڑ لی گئی تھی کہ ایک نسب نامہ کو مریم کا اور ایک کو یوسف شوہر مریم کا نسب نامہ سمجھ لینا چاہیے لیکن وہ دونوں نسب نامے زرو بابل میں آ کر جمع ہو گئے۔ اب سلاتی ایل شخص واحد کے نسب نامے کسی طرح بھی دو نہیں ہو سکتے۔ یہ ناممکن ہے کہ سلاتی ایل کو ناتن بن داؤد کی نسل سے بھی ٹھہرایا جائے۔ اور سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی نسل سے بھی ہم اس فائدہ کو سمجھتے ہیں کہ اگر سلاتی ایل کا نسب نامہ ناتن بن داؤد سے درست ہو جائے تو مسیح علیہ السلام کے اجداد بیت المقدس کے امام سمجھے جا سکیں گے اور اگر سلاتی ایل کا نسب نامہ ابن داؤد سے درست ہو جائے تو مسیح کے اجداد شاہان تخت نشین ثابت ہو جائیں گے لیکن افسوس یہ ہے کہ دونوں نسب نامے تو کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتے۔

۴ ..... ہم اس جگہ متی کے نسب نامہ کو لوقا کے نسب نامہ پر ترجیح دیتے ہیں اور وجہ ترجیح یہ ہے کہ متی کے نسب نامہ کی تصدیق بائبل کی کتاب اول تواریخ ۳/ باب سے ہوتی ہے۔ مگر لوقا کے نسب نامہ کی ذرا بھی تائید نہیں ہوتی اگرچہ لوقا ہی نے تحریر کیا ہے کہ اس نے سب واقعات صحیح طور پر دریافت کر کے لکھے ہیں۔ لوقا: ۱/ ۳

۵ ..... یہ نہایت خوشی کی بات ہے کہ متی اور بائبل کا اتفاق بہت سے ناموں کے بارے میں پایا جاتا ہے مگر افسوس ہے کہ ان دونوں کی مطابقت بھی پوری نہیں ہوتی۔

ذرا نسب نامہ پر غور فرمایئے کہ متی نے یوسیاہ اور یکونیاہ کے درمیان کوئی نام نہیں لکھا لیکن بائبل کی دوم تواریخ میں ایک نام موجود ہے اور اس باب کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یوسیاہ کے بعد الیاقیم بن یوسیاہ تخت نشین ہوا تھا اور الیاقیم کا شاہی نام یہویقیم تھا۔ اس کے بعد آپ کو اول تواریخ سے پتہ لگ جائے گا کہ یکونیاہ یہویقیم کا فرزند تھا نہ کہ یوسیاہ کا جیسا کہ متی نے ظاہر کیا ہے۔

۶ ..... متی (۱) باب (۹) درس میں ہے: اور غریاء سے یونام پیدا ہوا۔ ان الفاظ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یونام غریاہ کا صلبی فرزند تھا جیسا کہ اس نسب نامے کے تمام نام اسی طرح بیان کیے گئے ہیں اور ان سب میں باپ بیٹے ہی کا رشتہ ہے لیکن بائبل کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ

یورام یا یہورام سے خزیاہ پیدا ہوا	خزیاہ سے یوآس پیدا ہوا
یوآس سے امصیاہ پیدا ہوا	امصیاہ سے عریاہ پیدا ہوا

بائبل کی اس صراحت نے یقین دلا دیا کہ یہاں بھی سینٹ متی کے قلم سے تین نسلوں کے نام رہ گئے ہیں۔

۷ ..... بعض عیسائی عالم بیان کرتے ہیں کہ سینٹ متی نے دیدہ دانستہ خزیاہ اور یوآس اور امصیاہ کے نام ترک کر دیے تھے۔ کیونکہ ہر سہ اشخاص کے افعال ایسے برے تھے کہ ان کو ایسے پاک نسب نامے میں جگہ نہ دینی چاہیے۔ یہ عذر صحیح ہو سکتا ہے اور ہم نے کئی اور نسب ناموں میں بھی ایسا طریق دیکھا ہے، لیکن غور طلب یہ ہے کہ کیا فی الواقع حضرت متی نے اسی اصول پر عمل کیا ہے۔ تواریخ میں ہر ایک بادشاہ کی زندگی پر مختصر نوٹ موجود ہیں۔ مثلاً: ان ہر سہ کے متعلق ذیل کی عبارات ہیں:

خزیاہ وہ بھی اخی اب کے گھرانوں کی راہوں (ناپسندیدہ) پر چلتا تھا۔ (۳۔ تواریخ ۲۲/ ۳۔)

یوآس خداوند اپنے خدا کا گھر چھوڑ کر بتوں کی پرستش کرنے لگا۔(۲۔تواریخ ۱۸/ ۲۴۔)
امصیاہ۔ جو خدا کی نظر میں درست ہے۔ سو اس نے کیا، پر تمام دل سے نہیں۔(۲۔تواریخ ۲/ ۲۵۔)
اگر ہم جرائم کے اعتبار سے ترتیب قائم کریں تو یوآس سخت مجرم ہے کہ بت پرستی کی۔ خزیاہ اس سے کم کہ اس کے اعمال اچھے نہ تھے۔ امصیاہ اس سے کم جس کے اعمال اچھے ہیں مگر خلوص نہیں تھا۔ اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ ان تینوں کے سوا کسی اور کی بابت بھی ایسے ریمارک یا اس سے سخت تر ریمارک موجود ہیں۔ آخز کا نام متی کے نسب نامہ میں موجود ہے اور بائبل اس کی بابت بتاتی ہے: اس نے یعلیم کے ڈھائے ہوئے بت بھی بنائے (۲۔تواریخ ۲۸/ ۲)
اموں کی بابت ہے "جو خداوند کی نظر میں برا ہے سو اس نے کیا"۔(۲۔تواریخ ۲۴۔ ۳۳)
منسی کی بابت ہے: جو خداوند کی نظر میں برا ہے سو اس نے کیا۔ ان قوموں کے نفرتی کام کیے (۲۔تواریخ ۲۰۔ ۳۳)
رجعام کی بابت ہے اس نے اور اس کے ساتھ سارے بنی اسرائیل نے خداوند کی شریعت کو ترک کیا"۔

یہ تمام سندات بتاتی ہیں کہ ان تین اشخاص جیسے جرائم اوروں کے بھی ہیں جن کے نام حضرت متی نے لکھے ہیں اور اس سے ثابت ہے کہ انہوں نے اس اصول پر عمل نہیں کیا جو ہم کو آج ہمارے دوست بتاتے ہیں اور اس لیے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ حصہ دوم میں متی کا نسب نامہ بھی بائبل سے مطابق نہیں۔

حصہ سوم..... حضرت داؤد علیہ السلام سے اوپر حضرت آدم علیہ السلام تک جو نسب نامہ ہے وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے نسب نامہ کا حصہ سوم ہو سکتا ہے لیکن یہ ظاہر ہے کہ ابن داؤد علیہ السلام کا نسب نامہ تو اسی قدر ہے جہاں تک داؤد علیہ السلام کے ساتھ آ کر سلسلہ مل جائے اور اس سے آگے جو سلسلہ ہوگا وہ داؤد علیہ السلام کا نسب نامہ ہوگا اور داؤد علیہ السلام کے نسب نامہ مندرجہ بائبل میں کوئی اختلاف نہیں ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کے نسب نامہ کے حصہ سوم میں قیدار بن اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام سے لے کر آدم علیہ السلام تک اہل کتاب میں بھی کوئی اختلاف نہیں تاہم حضرت داؤد علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک نسب نامہ مزید تیمن و تبرک کے طور پر درج کیا جاتا ہے۔

نام	کیفیت
حضرت داؤد علیہ السلام	۳۰ سال کی عمر میں سلطنت پائی۔ ۴۰ سال سلطنت کے بعد ۱۰۱۵ قبل مسیح علیہ السلام رہ گرائے عالم بقاء ہوئے۔ اس حساب سے ان کی ولادت ۹۴۵ سال قبل مسیح ہوئی۔
یسی	
عوبید	
بوعز	ان کی زوجہ کا نام روت ہے جس کے نام کی کتاب روت بائبل میں شامل ہے۔
سلمون	ہمراہیان موسیٰ علیہ السلام میں سے حضرت یوشع علیہ السلام کے ساتھ یہی داخل ارض مقدس ہوئے۔ ان کی زوجہ کا نام راحب تھا۔
محسون:	محسون بنی اسرائیل کے ان سرداروں میں سے ہے جو ہزاروں کے سردار تھے۔ اسی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے بیابان سینا میں بنی یہودہ کی مردم شماری مصر سے نکلنے کے

۱۴ر ماہ بعد کی تھی۔ اس وقت اس فرقہ کے جنگ جو اشخاص کی تعداد جو چوبیس سال سے اوپر تھے چوبیس ہزار چھ سو تھی۔ کتاب گنتی باب ادرس ۱ تا ۲۷ یہ واقعہ ۱۴۹۰ قبل مسیح تھا۔	
عمیداب	عربی تلفظ (عمنیا داب) ہے۔
آرام	عربی تلفظ ارام
حصروم	حصرومن
پھارس	عربی تلفظ فارض والد کا نام تمر ہے جس کا قصہ کتاب پیدائش میں موجود ہے۔
یہوداہ	عربی تلفظ یھودا
یعقوب علیہ السلام	
اسحاق علیہ السلام	
ابراہیم علیہ السلام	ان کا ذکر مبارک نبی ﷺ کے شجرہ میں ہے۔

فصل دوم

شجرۂ عالیہ نبویہ سے چند اشہر المشاہیر کے مختصر حالات

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ

حضرت آدم علیہ السلام:..... نوع بشر کے والد بزرگوار اور پہلے انسان ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے خلافت الارض کے لیے پیدا کیا انہوں نے ۹۳۰ سال کی عمر پائی۔ شیث (سیت) علیہ السلام جب ان کے گھر پیدا ہوئے تب حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ۱۳۰ سال کی تھی۔ (پیدائش: ۴، ۵/۶)

قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد جنت میں ٹھہرانے کا ذکر ہے۔ اس جنت کی تعین میں ہمارے علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، ابوالقاسم بلخی و ابن قتیبہ و ابومسلم اصفہانی کا قول ہے کہ یہ زمین ہی پر ایک مقام تھا۔ دیگر مفسرین نے اسے آسمان پر بتایا ہے ان میں سے بعض کا قول ہے کہ یہ جنت جنت خلد سے الگ تھی۔ بعض نے اسے جنت خلد ہی بتایا ہے۔[1] اسلام نے حضرت آدم علیہ السلام کی بابت جو حقائق عالیہ بیان کیے ہیں ان کا ذکر آپ کو اسی کتاب کے باب افضلیت سید المرسلین اور باب اساطیر الاولین میں ملے گا۔

حضرت نوح علیہ السلام:..... رب العالمین کے پہلے رسول ہیں۔ بائبل کا بیان ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ۶۰۰ر سال تھی جب طوفان آیا یعنی عمر نوح علیہ السلام سے ۶۰۰ کے دوسرے مہینے کی ۱۷ر تاریخ کو طوفان شروع ہوا۔ چالیس دن چالیس رات تک برابر آسمان سے پانی برستا اور سمندر کے چشموں سے پانی اچھلتا رہا جو کشتی حضرت نوح علیہ السلام نے بنائی تھی اس کا طول ۳۰۰ر ہاتھ عرض، ۵۰ر ہاتھ، بلندی ۳۰ر ہاتھ تھی اور اس کے اندر تین طبقے تھے۔ ۱۵۰

---

[1] ملخصاً از ہدایۃ السائل، نواب صدیق حسن مرحوم۔

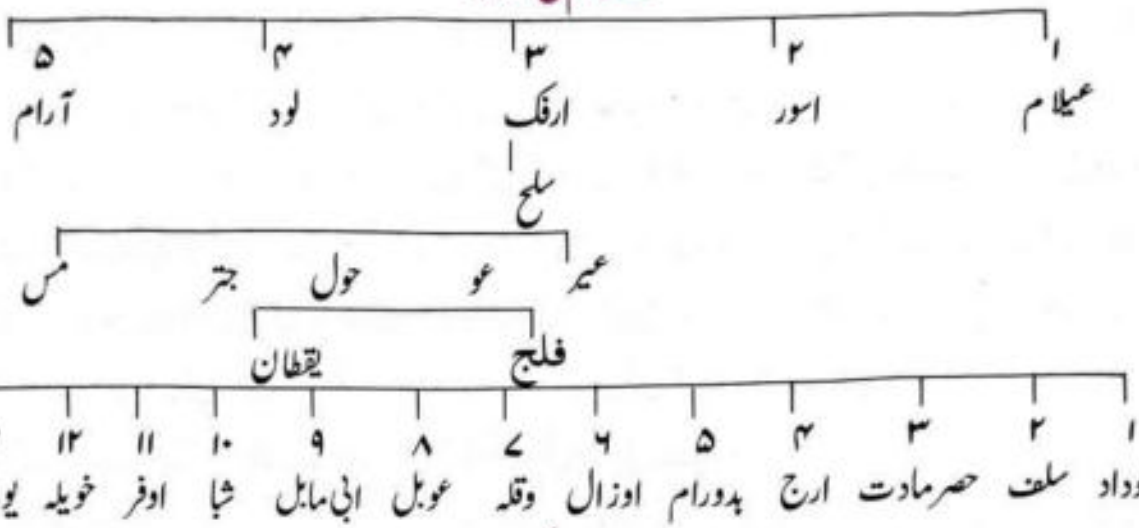
رون کے بعد پانی زمین سے کم ہونا شروع ہوا اور ۶۰۱ ویں عمر نوحی سے دوسرے مہینے کی ۲۷ رتاریخ کو حضرت نوح علیہ السلام نے زمین پر قدم رکھا اور بعد طوفان ۳۵۰ رسال تک زندہ رہے۔ (از کتاب پیدائش ملخصاً)

تاریخ اسلام میں حضرت نوح علیہ السلام کو آدم ثانی بھی کہتے ہیں دیکھو قرآن مجید میں ہے:

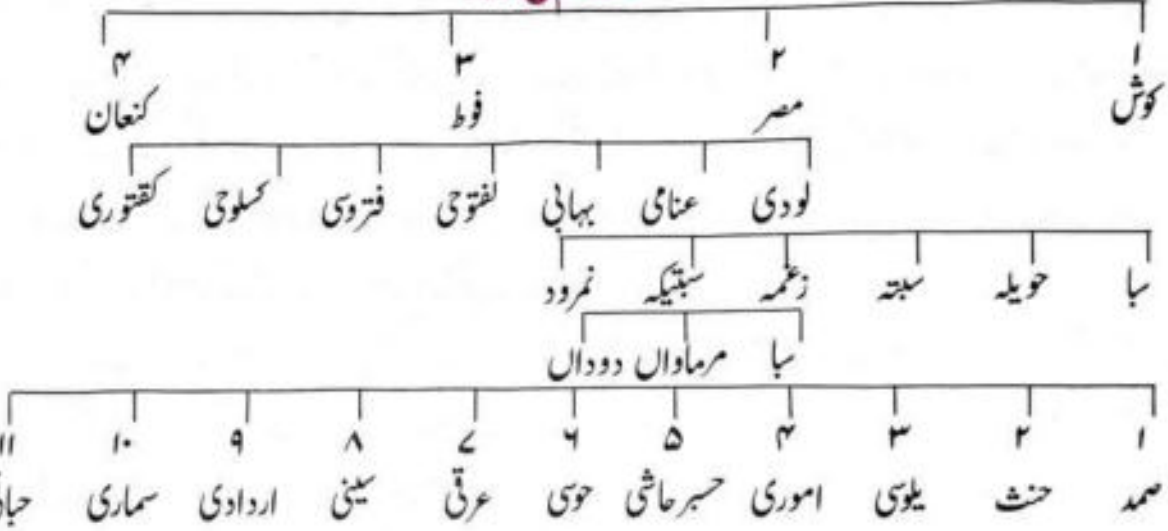
"وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ" (۳۷، ۷۷) ہم نے نوح ہی کی نسل کو باقی رہنے والا بنایا۔

حضرت نوح علیہ السلام کے تین فرزند تھے جن کی نسل تمام معمورہ دنیا کی آبادی و رونق بن رہی ہے۔

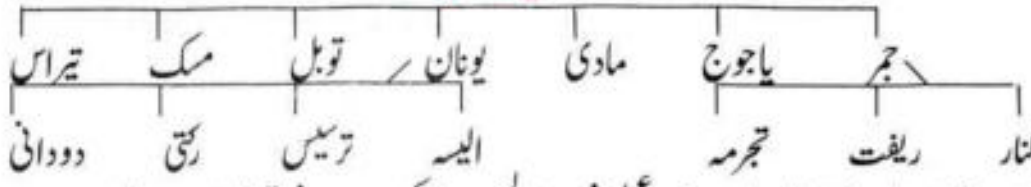
سام کی اولاد[1]



حام کی اولاد



یافث کی اولاد



حضرت نوح علیہ السلام کا چوتھا بیٹا یام تھا جو عمل غیر صالح ہونے کی وجہ سے غرق طوفان ہوا تھا۔

---

[1] سام و حام و یافث کی اولاد کے نام کتاب پیدائش سے لیے گئے ہیں۔

سام کا حال:..... سام (یاسم) حضرت نوح علیہ السلام کے بڑے فرزند کا نام ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی ۵۰۲ سال عمر تھی جب ان کے مشکوئے نبوت میں یہ اولین فرزند پیدا ہوئے۔ حضرت سام ان تمام اقوام کے پدر اور جملہ السنہ کے معلم نخستیں ہیں جن کا نام یورپین مؤرخین نے سیمی ٹیک رکھ دیا ہے۔ تفحص سے معلوم ہوتا ہے کہ سامی زبان کا وجود ایشیا اور افریقہ کے اندر برابر پایا جاتا ہے فونی شین ارمیک اسیرین، انتھی اوپک زبانیں سامی ہی سے نکلی ہیں اور یہ تو مسلمات میں سے ہے کہ عبرانی اور عربی زبانیں جملہ سامی السنہ کے اندر زیادہ شاندار اور خزائن علمی سے مالا مال ہیں۔

مشہور قدیم مؤرخین سپرنیچر اور سکریدر اپنے قدما کے اتباع میں اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ سام کی اولاد کا اصلی وطن عرب ہے قرآن مجید نے اس آیت :لِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ۔ (سورۃ الانعام: آیت ۹۲) میں مکہ کو اُمّ القریٰ یعنی بستیوں کی ماں بتایا ہے اور یہ ارشاد ان مؤرخین کی اس محققانہ جدوجہد کی تصدیق فرماتا ہے۔

یہ بات تاریخ سے ثابت ہوگئی ہے کہ قدیم تر زمانہ میں کچھ قومیں ریگستان عرب سے نکل کر اسکے گردونواح کی قابل کاشت اراضی پر آباد ہوئی تھیں۔ اسکا ثبوت اس طرح حاصل ہوا ہے کہ عرب ہی وہ لوگ ہیں جن میں سیمی ٹک کیریکٹر (سامی عادات واطوار) اصلی حالت میں پایا جاتا ہے کیونکہ ان کی سادہ زندگی ہمیشہ یکساں طریق پر چلی آئی ہے۔

اہل عرب کی زبان ہی ہمیشہ سے محفوظ رہی ہے۔ عبرانی زبان بھی کسی قدیم زمانہ میں محفوظ تھی۔ جس کی یادگار اس وقت اہل علم کے ہاتھ میں ملیشا کے کتبے یا سلوآم کا کتبہ باقی رہ گیا ہے۔

سلطنت یہود کا زوال اور اشددیوں کے ساتھ یہودیوں کی مناکحت، بنی اسرائیل کی اسیری، بیت المقدس کی بربادی، یہودیوں کا مختلف ممالک میں منتشر ہوجانا ایسے قدرتی اسباب تھے کہ عبرانی زبان اپنی اصلی حالت میں باقی نہ رہی اور ان اسباب سے اس قدر انقلاب عظیم ہوا کہ آخر یہود کی اصلی زبان بجائے عبرانی کے ارمیک بن گئی۔ جب عبرانی کا یہ حال ہے تو دیگر سامی السنہ کا ذکر فضول ہے۔ فونی شین زبان کی واقفیت اہل علم کو صرف ان کتبات سے ہوئی جو چار صدی قبل از مسیح کے دستیاب ہوئے ہیں۔ لیکن یہ زبان اس قدر حجاب نسیان میں آچکی ہے کہ ان کتبات کے پڑھنے والوں کو بھی خود وثوق نہیں کہ جو پڑھا وہی ٹھیک ہے۔

آرمیک زبان کبھی تمام کنعانیوں کی زبان تھی۔ جہاں جہاں کنعانی قومیں عمدہ عمدہ چراگاہوں کی تلاش میں کنعان سے چینی ترکستان تک پہنچتی رہیں۔ یہ زبان بھی وہاں گئی۔ خیال ہے کہ لفظ ارم جو قرآن میں بکسر اول وفتح ثانی اور تورات میں بفتحتین مستعمل ہوا ہے، اسی قوم کی یہ یادگار ہے، اب یہ زبان بھی نقاب نیسی کے پردہ میں پنہاں ہے۔

سامر کی زبان میں ایک کتاب پنڈلی لوک کا نشان دیا جاتا ہے اس کی زبان پر غور کرنے والوں نے اعتراف کیا ہے کہ وہ عربی وعبرانی اور ارمیک زبانوں سے بنائی گئی ہے۔ اسی لیے اول تو وہ پہلے ہی سے کوئی مستقل زبان نہ تھی، دوسرا اب اس زبان کا تلفظ یا لغت بتانے سے کل دنیا گونگی ہے۔ سریک، یا اڈلسین زبان ان عیسائی ارمینیا والوں کی زبان تھی۔ جن کا دارالسلطنت پانچویں چھٹی صدی مسیحی میں اڈیسہ تھا۔ مگر اس نوزائیدہ بچہ کو زیادہ عمر نصیب نہ ہوئی۔

المختصر! عربی ہی ایک ایسی واحد اور وحید زبان رہ جاتی ہے جو سام کی تعلیم کردہ زبانوں میں سے زندہ وتوانا موجود ہے اور شام اور عراق ومصر اور فلسطین اور مراکو اور ٹیونس اب تک اس کے زیرنگین ہیں اور اوکسفورڈ سے برازیل تک

اس کی سیر گاہیں ہیں۔

سامی زبانیں:..... جو مماثلت اور مشابہت اور تعلق باہمی اپنے اندر رکھتی ہیں وہ یہ ہیں:

الف..... سہ حرفی مصادر کا پایا جانا۔ ب..... اسم اور فعل کے قاعدوں میں مشابہت۔

ج..... اسما ضمائر اور فعل کے درمیان باہمی تعلقات۔ د..... تراکیب نحوی میں مشابہت۔

ھ..... فعل لازم و متعدی کے طریقے

اب جو کوئی شخص عربیت میں مہارت رکھتا صرف و نحو عربی کو بخوبی جانتا اور علم ادب کا دانا ہے اسے بخوبی معلوم ہے کہ ان جملہ امور میں زبان عربی کیسی مکمل مستقل اور ہمہ گیر ہے اور یہی اوصاف ظاہر کرتے ہیں کہ زبان عربی ہی ان تمام السنہ کی ماں ہے جو طوفان کے بعد کسی متمدن حصہ عالم پر کبھی پائی گئی تھیں جیسا کہ حضرت سام ان ممالک کے جملہ باشندہ اقوام کے پدر بزرگوار ہیں۔

سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ۷۵ رسال کے تھے جب خدا کے حکم سے اپنی زاد بوم اور باپ کے وطن سے نکلے اور کنعان بن حام کے علاقہ میں پہنچے۔ سارہ زوجہ اور لوط برادر زادہ ساتھ تھے۔ خدا نے وعدہ کیا کہ یہی ملک ان کی اولاد کو دیا جائے گا پھر وہ مصر گئے۔ فرعون نے سیدہ سارہ کو حسین سمجھ کر اپنے لیے لے لیا اور خدا کا قہر اس پر ظاہر ہوا فرعون نے سیدہ سارہ کو واپس کر دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر کنعان واپس آئے۔ تب لوط ان سے جدا ہو کر دریائے یردن کی ترائی کی طرف چلے گئے۔ وہ شہر صدوم میں آباد ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد کدرلاعمر شاہ عیلام نے اپنے تین اتحادی بادشاہوں کے ساتھ بادشاہ صدوم اور اس کے چار اتحادی بادشاہوں سے جنگ کی اور جنگ میں فتح یاب ہو کر حضرت لوط علیہ السلام کو بھی مع ان کے مال و متاع کے اسیر کر کے لے گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ اطلاع ہوئی تو انہوں نے حوبہ تک جو دمشق کے بائیں ہاتھ ہے ان کا تعاقب کیا اور لوط علیہ السلام کو مع سب اسیروں کے چھڑا لیا اور مال غنیمت حاصل کیا۔ ان کی واپسی پر صدوم کا بادشاہ اور سالم کا بادشاہ صدق [1] و خدا کا کاہن تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملے۔ حضرت ابراہیم نے غنیمت کا دسواں حصہ ملک صدق کو دیا اور باقی سب مال بادشاہ صدوم کو واپس کر دیا خود مال غنیمت سے کچھ نہ لیا۔ البتہ اقوام انیر واسکال اور ہمری کے جو جنگ جو لوگ ساتھ تھے ان کو حصہ عطا کیا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام جب پیدا ہوئے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۸۶ رسال کی تھی۔ [2]

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۹۹ سال کی ہوئی، تب خدا نے ان سے رؤیا میں فرمایا کہ وہ ہر ایک بچہ کا جب وہ ۸ روز کا ہو، ختنہ کیا کریں اور یہ ابدی نشان خدا کے عہد کا اس کی نسل میں ہوگا۔ [3]

حضرت ابراہیم علیہ السلام ۹۹ رسال کے تھے اور حضرت اسماعیل ۱۳ رسال کے جب ان کا ختنہ ہوا۔ یہاں سے حضرت

---

[1] ملک صدق کے متعلق عیسائیوں کا عجیب اعتقاد ہے۔ پولوس عبرانیوں کا خط باب ۷ میں لکھتا ہے کہ یہ بے باپ، بے ماں، بے نسب نامہ جس کے نہ دنوں کا شروع، نہ زندگی کا اخیر ہمیشہ کاہن ہی رہتا ہے۔ عیسائی اسے ازلی ابدی اور بے نسب نامہ ہونے میں خدا کے مشابہ بتاتے ہیں۔

[2] صحیح بخاری شریف میں ۸۰ سال مذکور ہے۔

[3] کتاب پیدائش ۹ تا ۱۵ ر ۱۷۔

ابراہیم علیہ السلام قادس اور سور میں ٹھہرے اور جرار میں قیام کیا۔ جرار کے بادشاہ ابی ملک نے حضرت سارہؓ کو اپنے قبضہ میں کیا، مگر خدائے عزوجل کی طرف سے آگاہ ہو کر اس نے سارہ کو پھیر دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عزت کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک سو سال کے تھے جب حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے پھر ابی ملک شاہ جرار نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے معاہدہ اتحاد کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام دیر تک فلسطینیوں کے ملک میں رہے۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسحاق علیہ السلام کی شادی ربقہ سے کی جو ان کے بھائی نحور کی پوتی تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ۱۷۵ سال کے بعد انتقال فرمایا۔[1]

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کنیت ابو محمد بھی ہے اور ابوالانبیاء بھی کیوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد انہی کی نسل پاک سے نبی ہوتے رہے۔ ان کی ذریت سے باہر پھر کوئی نبی نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ (۲۹۔۲۷) ہم نے نبوت اور کتاب کو ابراہیمؑ ہی کی ذریت میں کر دیا۔

اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب عمود عالم ثالث بھی ہے ان کے احوال مبارکہ آئندہ ابواب میں مذکور ہیں صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وبارک وسلم۔

اُم المسلمین سیدہ ہاجرہ علیہا السلام:[2] ..... سیدہ ہاجرہ علیہا السلام بڑے درجے کی خاتون ہیں:

① ..... کبیرہ مصر ② ..... زوج خلیل الرحمن ابراہیم صلوۃ اللہ علیہا والسلام ③ ..... محدثہ ملائک۔[3]

④ ..... والدہ اسماعیلؑ۔ ⑤ ..... ام العرب المستعربہ۔ ⑥ ..... بانیہ بلدۃ الامین مکہ معظمہ۔ ⑦ ..... جدۃ النبیؐ ہیں

ان کا نام عبرانی میں (باغار) ہے اور جب فرعون مصر نے سیدہ سارہ کی کرامت کو دیکھ کر ہاجرہ کو سارہ کے ساتھ کر دیا تھا۔ تب ان کا نام آجر ٹھہرا یعنی یہ اس مصیبت کا اجر ہیں جو سارہؓ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بادشاہ کے ظلم سے اٹھانی پڑی۔ پھر جب انہوں نے ہجرت الی اللہ کی اور آ کر مکہ میں اس لیے آباد ہوئیں کہ ان کی اولاد بیت اللہ الحرام کی آبادی اور توحید کی منادی کرے۔ تب ان کا نام ہاجرہ ٹھہرا۔[4]

سیدہ ہاجرہؓ کو سیدہ سارہؓ نے خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجیت میں دیا تھا۔ وہ نکاح سے پہلے ہی سال میں بارور ہوئیں۔ یہ مولود مسعود شکم مادر ہی میں تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے نے سامنے آ کر سیدہ ہاجرہؓ کو بشارت دی کہ وہ بیٹا جنے گی اور اس کا نام اسماعیل رکھنا۔ نیز بتا دیا کہ ان کی اولاد کثرت سے گنی نہ جائے گی۔ (پیدائش ۱۶۔۱۰۔۱۱)

رب العالمین کو منظور یہ تھا کہ بنو اسماعیل کو ایک مستقل شاندار قوم بنائے اس کی تقریب یہ ہوگی کہ ہاجرہ کے حاملہ

---

[1] ۳۱ س ۸ ر ۲۵ وہ مکفیر کے مغارہ میں جو ممرے کے آگے ہے، دفن کیے گئے۔

[2] سورہ حج میں ہے:- مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ - (۲۲۔۷۸) اس آیت سے ام المسلمین کا لقب حضرت ہاجرہؓ کے لیے استنباط کیا گیا ہے۔

[3] محدث (بفتح دال) اسے کہتے ہیں: جس سے فرشتے باتیں کریں۔ حضرت ہاجرہؓ کے پاس ملائک کا آنا، باتیں کرنا، توراۃ اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اس لیے ان کو محدثہ لکھا گیا ہے۔

[4] یسعیاہ نبی کی کتاب ۵۴ باب کے درس اول میں حضرت ہاجرہ کی بابت یہ الفاظ ہیں بے کس چھوڑی ہوئی کی اولاد خصم والی کی اولاد سے زیادہ ہے۔ الفاظ بے کس چھوڑی ہوئی۔ ترجمہ ہے ہاجرہ کا اور اس درس میں ہاجرہ وسارہ کا مذکور ہے۔

ہوتے ہی سارہ کی محبت اس سے جاتی رہی اور یہ سمجھ کر کہ اب ہاجرہ اسے حقیر سمجھتی ہے خود اس کی تحقیر کرنے لگی اور زور دیا کہ ہاجرہ کو علیحدہ کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کو بنو اسماعیل سے اپنے گھر کی خدمت کا لینا منظور تھا۔ یہ مصلحت ابراہیم کو وحی ربانی نے سمجھا دی اور انہوں نے خوشی خوشی پہلوٹے بیٹے اور پیاری بیوی کو اس سنسان بیابان میں آباد کیا جہاں اب مکہ معظمہ ہے قرآن مجید میں ہے۔

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (ابراھیم: آیت ۳۷)

ترجمہ:..... اے رب میں اپنے کنبہ کا ایک حصہ اس وادی میں جہاں کوئی روئیدگی نہیں آباد کرتا ہوں کہ یہ تیرے حرمت والے گھر کے پاس رہیں اور نماز کو قائم کریں۔

صحیح بخاری میں ہے: لیس یومئذ بمکۃ احد ولیس بھا ماء (رواہ البخاری عن ابن عباس کتاب الانبیاء)

ترجمہ:..... مکہ میں اس وقت نہ کوئی جاندار تھا اور نہ پانی تھا۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہؓ کو یہاں چھوڑ کر واپس جانے لگے تو بیوی اور شوہر میں باتیں ہوئیں:

''الی من تترکنا قال الی اللہ قال رضیت باللہ'' حضرت ہاجرہؓ: ہمیں کس کے پاس چھوڑ چلے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام: خدا کے پاس۔ حضرت ہاجرہؓ: میں خدا پر راضی ہوں۔

تورات کی کتاب پیدائش میں ہے کہ جب ہاجرہ کے پاس پانی ختم ہو گیا اور اسماعیل علیہ السلام پیاس سے مرنے کے قریب ہو گئے، تب خدا کا فرشتہ پھر ہاجرہؓ خاتون سے ہم کلام ہوا اور ان کو اسماعیل علیہ السلام کی نسل کی کثرت و عظمت کی بشارت سنائی اور ان کے لیے ایک کنواں بھی ظاہر ہو گیا۔ (باب ۲۱، درس تا ۱۹، کتاب پیدائش)

صحیح بخاری شریف میں ہے: ''فاذا ھی بصوت فقالت اغث ان کان عندك خیر فاذا جبریل وغمز عقبہ علی الارض فَانْبَثَقَ الماء''

ترجمہ:..... سیدہ ہاجرہ نے ایک آواز سنی تو انہوں نے کہا کہ اگر تجھ سے کچھ فائدہ ہو سکتا ہے تو سامنے آؤ جبریل آ گئے۔ انہوں نے زمین پر ایڑی کو مارا اور زمین سے پانی پھوٹ پڑا۔ صحیح بخاری اور توراۃ کی ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاجرہؓ کا درجہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کس قدر بلند تھا کہ کبھی فرشتہ سامنے آ کر ان سے بات کرتا اور کبھی آسمان سے پکار کر ان کو خطاب کرتا نیز ان کی کرامت کے لیے کنواں غیب سے ظاہر ہو گیا تھا۔

افسوس ہے کہ اہل کتاب ان فضائل سے آنکھیں بند کر لیتے اور سیدہ ہاجرہ کے درجہ کو گھٹانے کے لیے کہہ دیا کرتے ہیں کہ وہ لونڈی تھیں۔ مسلمان یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ اس امر میں متفق ہیں کہ فرعون مصر نے حضرت ہاجرہ کو حضرت سارہ کی خدمت کے لیے دیا تھا۔

صحیح بخاری کتاب الہبہ میں ہے:

''عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ھاجر ابراھیم بسارہ فاعطوھا ھاجرہ فرجعت فقالت اشعرت ان اللہ عزوجل کبت الکافر واخدم ولیدہ''

ترجمہ:..... ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابراہیمؑ و سارہؓ ہجرت کر کے گئے تھے۔ وہاں سارہ کو ہاجرہ ہبہ میں

ملی اور سارہ نے حضرت ابراہیمؑ سے آ کر کہا۔ آپ کو خبر ہے کہ خدا نے کافر کو ذلیل کیا اور ہم کو ایک لڑکی خدمت کے لیے دی۔

وقال ابن سیرین عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم فاخدمها هاجرة[1]

ابن سیرین نے ابوہریرہؓ سے انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ (شاہ مصر نے) ہاجرہ کو خدمت کے لیے دیا تھا[2]

مسلمانوں کی روایت یا بیان سے یہ سمجھنا کہ حضرت ہاجرہؓ لونڈی تھیں بالکل ہی بعید ہے۔ اہل کتاب کے مزید اطمینان کے لیے ہم کچھ اور زیادہ تحریر کرتے ہیں۔ یہودیوں کے زبردست مفسر توراۃ ربی شلوموا سحاق نے باب ۱۶ر کتاب پیدائش کی تفسیر میں حضرت ہاجرہؓ کی بابت مندرجہ ذیل الفاظ تحریر کیے ہیں:

ابث برعه هابث اکثر انسیم شغسو اساره اممو اطاب شتهایتی شفحه بیت زه ولوکبیره بیت اخیر[3]

وہ فرعون کی بیٹی تھی جب اس نے کرامات کو دیکھا جو بوجہ سارہ واقع ہوئی تھیں تو کہا کہ میری بیٹی کا اس کے گھر میں خادمہ ہو کر رہنا دوسرے گھر میں ملکہ ہو کر رہنے سے بہتر ہے۔

اس شہادت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ ہاجرہ شاہ مصر کی دختر تھیں اور شاہ مصر پر حضرت سارہ کی عظمت اس قدر طاری ہو گئی تھی کہ اس نے اپنی بیٹی کو بطور خادمہ ان کے ساتھ کر دینا اپنے اور اپنے خاندان کے لیے فخر و عزت کا باعث سمجھا۔

مبارک ہے سارہ خاتون جس کی خدمت کو بادشاہ کی بیٹی نے اپنی عزت جانا۔ مبارک ہے ہاجرہؓ خاتون جس کی تربیت ابتدائے عمر ہی سے خلیل الرحمن علیہ السلام کے گھر میں ہوئی۔

ربی شلوموفسر تورات کی مندرجہ بالا شہادت کے بعد کسی تفصیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ لیکن اس شہادت کی توثیق میں ہم اس قدر ظاہر کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ عبرانی زبان میں لونڈی غلام کی مختلف حالتوں کے لیے مختلف الفاظ موجود ہیں:

۱ ..... وہ لونڈی غلام جو جنگ میں بطور غنیمت حاصل ہوتے ہیں ان کو ''شیبوت حرب'' بولا جاتا ہے۔

۲ ..... وہ لونڈی غلام جو روپیہ سے خرید کیے جاتے ہیں ان کو ''مقنت کسف'' بولا جاتا ہے۔

۳ ..... ایسے بچے جو لونڈی یا غلام سے پیدا ہوئے ہوں ان کو ''یلید بایث'' بولا جاتا ہے۔

اب تمام تورات کو دیکھ جاؤ کہ ہر سہ الفاظ بالا میں سے کوئی لفظ بھی حضرت ہاجرہؓ کے متعلق ساری عبرانی کتاب میں مستعمل نہیں ہوا۔ ہم اقرار کرتے ہیں کہ توراۃ میں حضرت ہاجرہ کو حضرت سارہ نے (اُمّتی) کہا ہے اور یہ عبرانی لفظ عربی لفظ امة کا ہم معنیٰ ہے جس کا ترجمہ لونڈی بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ بالکل ہی کم فہمی ہوگی کہ ایک سوت نے اپنے سوت کو کچھ رنج اور غصہ میں کہہ دیا ہو اسے حقیقی معنیٰ میں صحیح ہی تصور کر لیا جائے۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ فرعون مصر نے حضرت ہاجرہؓ کو حضرت سارہؓ کی خدمت کے لیے دیا تھا۔ ممکن ہے کہ ہمارے دوست اسی اقرار کو حضرت ہاجرہ کے لونڈی ہونے کی قطعی دلیل بتائیں۔ لہٰذا مناسب ہے کہ وہ اول کتاب پیدائش

---

[1] حدیث شریف کا لفظ فاخدمها عبرانی لفظ شفحه کا مترادف ہے۔ یہ لفظ ہاجرہؓ خاتون کے والد نے استعمال کیا تھا۔ شفحہ کا ترجمہ خادمہ ہیں

[2] رواہ البخاری عن ابن عباس، کتاب الانبیاء

[3] براہین ہاجرہ فی حریۃ ہاجرہ مولوی غلام رسول چڑیا کوٹی۔

کے ۳۰ باب کو پڑھ جائیں۔

① ..... حضرت یعقوب کی بیوی مسماۃ لیاہ کی لونڈی کا نام زلفہ ہے اور مسماۃ زلفہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے فرزندان مسمی جدوآ شر کی والدہ ہے۔

② ..... حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیوی مسماۃ راحیل کی لونڈی کا نام بلہہ ہے اور مسماۃ بلہہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے فرزندان مسمی دان ونفتالی کی والدہ ہے۔

یہ چاروں فرزند یعنی جدوآ شر دان ونفتالی۔ اسرائیل کے ان بارہ فرزندوں میں سے ہیں جن کو یعقوب وموسیٰ اور داؤد وعیسیٰ علیہم السلام نے وقتاً فوقتاً برکتیں دی ہیں اور تورات کی کسی ایک جگہ میں بھی ان چاروں کو باقی آٹھ کے مقابلہ میں کمتر نہیں بتایا گیا یا لونڈی کا بچہ نہیں کہا گیا۔ زلفہ اور بلہہ کے ذکر کو جانے دو، خود لیاہ اور راخل کی بابت غور کرو جو حضرت یعقوب کے ماموں کی لڑکیاں اور بقول تورات حضرت یعقوب علیہ السلام کی جوروئیں [بیویاں] ہیں۔ یہ دونوں اپنے لونڈی ہونے کا اقرار اس طرح کرتی ہیں۔ ''راخل اور لیاہ نے جواب میں اسے کہا کہ ہنوز ہمارے باپ کے گھر میں کچھ ہمارا حصہ ہے یا میراث ہے کیا ہم اس کے آگے بیگانہ نہیں ٹھہریں کہ اس نے تو ہمیں بیچ ڈالا اور ہمارا مال بھی کھا بیٹھا'' (کتاب پیدائش ۳۱، باب ۱۴، درس ۱۵)۔ راخل اور لیاہ وہی خاتونیں ہیں، جن کے فرزند موسیٰ وداؤد علیہما السلام ہیں اور یہ دونوں خود اپنی زبان سے زرخرید ہونے کا اقرار کرتی ہیں کیا اس کے بعد بھی اہل کتاب کو کوئی حق حضرت ہاجرہ کی شان میں زبان کھولنے کا رہ جاتا ہے حالانکہ ان کے متعلق ایسا کوئی لفظ توراۃ میں موجود نہیں۔

اہل کتاب یہ بھی غور کریں کہ انہوں نے مصر کی شہزادی کو تو صرف اس لیے لونڈی بنایا کہ اس کے باپ نے اسے خاندان نبوت کی خدمت کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ لیکن یوسفؑ کی بابت کیا کہیں گے جن کو مصر میں مدیانیوں نے فوطیفار کے ہاتھ بیچا تھا۔ (کتاب پیدائش: ۳۶، ۳۷)۔

اس کے بعد ہی کتاب پیدائش کے ۳۹ باب کے ۷ درس کو پڑھو اس کے بعد یوں ہوا کہ اس کے آقا کی جورو کی آنکھ یوسف پر لگی، پھر باب بالا کے درس کو پڑھو، جب اس کے آقا نے ایسی باتیں جو اس کی جورو نے کہیں کہ تیرے غلام نے مجھ سے یوں کہا، سنیں تو اس کا غضب اس پر بھڑکا اور یوسف کے آقا نے اس کو پکڑا۔

ان ہر سہ حوالہ جات میں فوطیفا کو یوسف کا آقا بتایا گیا ہے اور درس ۱۹ میں ہے کہ فوطیفار کی عورت نے یوسف کو غلام کہا تھا۔'' کیا ان الفاظ کے استعمال سے فی الواقع یوسف علیہ السلام غلام ہی بن گئے تھے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ فوطیفار کے خرید لینے سے حضرت یوسف علیہ السلام فی الواقع غلام نہیں ٹھہرے تو یہ بھی صحیح ہے کہ سارہ کے ساتھ آنے سے ہاجرہ فی الواقع لونڈی نہیں بن گئی تھیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ سارہ کے کہہ دینے سے بھی ہاجرہ فی الواقع لونڈی نہیں ٹھہری تھیں۔

جو لوگ عربی روایات کو پڑھتے ہیں، انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ عربی زبان میں ولید، جاریہ، امۃ کے الفاظ دختر کے لیے بھی مستعمل ہوتے ہیں اور لونڈی کے لیے بھی اور اس کی اصلیت یہ ہے کہ اسلام لونڈیوں کو انہیں الفاظ سے مخاطب کرتا ہے جو لڑکیوں اور دخترون کے لیے اصل لغت میں وضع ہوئے ہیں، اس لیے کسی ایسے لفظ کو اگر ہاجرہ خاتون کے لیے مستعمل شدہ دیکھیں تو یہ نہیں خیال کر لینا چاہیے کہ اس سے حضرت ہاجرہ کا فی الواقع لونڈی ہونا

ثابت ہوتا ہے۔ بلکہ ان کو صحیح بخاری کے الفاظ جو نبی ﷺ کی زبان مبارک کے الفاظ ہیں، یاد رکھنے چاہئیں اور وہ الفاظ فاخدمها ہیں خدمت کرنے سے کوئی کسی کا غلام نہیں ہو جاتا۔ حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے دس سال تک نبی ﷺ کی خدمت کی تھی لیکن کوئی شخص بھی ان کو غلام نہیں جانتا۔ نبی ﷺ کے دادا کا اصلی نام شیبہ تھا لیکن وہ مدت العمر تک اپنے محسن چچا مطلب کی شکر گزاری میں اپنے آپ کو عبدالمطلب کہلاتے رہے حتی کہ یہی لقب ان کے اصلی نام پر غالب آ گیا تھا۔ لیکن کوئی مؤرخ بھی ان کو مطلب کا غلام نہیں جانتا۔ یعقوب علیہ السلام نے ننھیال سے واپس آ کر جب اپنے بھائی عیسو کے لیے کچھ تحفے بھیجے تھے تو اپنے ملازمین کو سکھا دیا تھا کہ عیسو سے ان الفاظ میں گفتگو کریں، تیرے غلام یعقوب نے یہ تحفے بھیجے ہیں۔ تیرا غلام یعقوب خود بھی پیچھے آ رہا ہے۔ غور کرو کہ ان الفاظ کے بعد بھی کوئی عیسائی یعقوب کو عیسو کا غلام و چاکر نہیں سمجھتا۔ (کتاب پیدائش باب ۳۲، درس ۱۸، ۲۰)

دہلی کے شریف گھرانوں میں بچی کو لونڈیا کہہ کر بلاتے ہیں لیکن اس سے کوئی بھی نہیں سمجھتا کہ وہ لڑکی بیٹی نہیں لونڈی ہے، ان اشارات کے بعد امید ہے کہ کوئی اشکال باقی نہیں رہے گا۔

سیدنا اسماعیل علیہ السلام:..... آپ خلیل الرحمن ابراہیم علیہ السلام کے پہلوٹے فرزند ہیں جو ہاجرہ خاتون کے بطن اطہر سے پیدا ہوئے باپ نے ان کا نام اسماعیل رکھا (کتاب پیدائش: ۱۵، ۱۶) جو سمیع اللہ کا ہم معنی ہے یہ معنی توراۃ کی کتاب پیدائش میں بھی اسی طرح بیان کیے گئے ہیں۔ اس لڑکے کی آواز جہاں وہ پڑا ہے خدا نے سنی۔ (پیدائش ۱۰، ۱۷)

ان کا ختنہ اسی روز کیا گیا جس روز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا ختنہ بھی کیا تھا کیونکہ اسی روز یہ حکم ہوا تھا کہ خدا نے ابراہام سے کہا کہ تو اور تیرے بعد تیری نسل پشت در پشت میرے عہد کو نگاہ رکھیں اور میرا عہد جو میرے اور تمہارے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے جسے تم یاد رکھو سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے۔ پس اسماعیل علیہ السلام وہ فرزند ہیں جو عہد کا حکم نازل ہونے کے بعد پہلے ہی روز خدائے برتر کے عہد میں داخل ہوئے اور فرزند عہد ٹھہرے۔ افسوس کہ عیسائی ایسے مبارک مولود کی اس فضیلت پر غور نہیں کرتے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس جگہ آباد کیا تھا، جہاں اب شہر مکہ بستا ہے، پھر حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام ہی نے خانہ کعبہ کی عمارت تیار کی تھی۔

قرآن مجید میں ہے کہ وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ (سورۃ البقرۃ: آیت ۱۲۷)

جب ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کر رہے تھے، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی قبیلہ بنو جرہم [1] کے سردار مسمی مضاض کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ بنو جرہم عرب کا قدیم حکمران قبیلہ تھا اور مضاض اپنے علاقے کا واحد فرماں روا تھا ایسے اعلیٰ خاندان کی بیٹی کا رشتہ مل جانے کی وجہ صرف سیدہ ہاجرہ کی ذاتی کرامت اور خاندانی فضیلت تھی۔ جو عرب جیسی تجارت پیشہ قوم سے جو ہر سال موسم سرما میں مصر جایا کرتے تھے مخفی نہ رہ سکتی تھی۔ [2]

توراۃ میں ہے کہ حضرت ہاجرہؓ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی مصر میں کی تھی۔ ممکن ہے کہ کوئی مصری عورت

---

[1] صحیح بخاری کے الفاظ ہیں: فمر ناس من جدهم فنكح فيهم امرأة كتاب الانبياء

[2] حضرت یوسف علیہ السلام کو عربی کا ایک قافلہ مصر لے گیا تھا۔

بھی ہو مگر یہ متحقق ہے کہ اولاد جرہمی عرب بیوی سے ہوئی۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی وہ بزرگ ہیں جن کو ذبیح اللہ کا لقب حاصل ہوا۔ اہل کتاب کا دعویٰ ہے کہ ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں اور جمہور مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں مسلمانوں کا حضرت اسحاق علیہ السلام کے ذبیح ہونے سے انکار معاذ اللہ اس بنیاد پر نہیں جس بنیاد پر اہل کتاب کا ہے اہل کتاب اسماعیل علیہ السلام کی ہر ایک فضیلت سے انکار کرنے کو لازمہ مذہب سمجھتے ہیں لیکن مسلمانوں کے لیے حضرت اسماعیل و حضرت اسحاق علیہما السلام دونوں برابر ہیں چچا کو "صنو اب" حدیث ہی میں فرمایا گیا ہے۔ اس سے بھی عام تر یہ بات ہے کہ ہم ہر ایک نبی پر ایمان لانا ایسا ہی ضروری سمجھتے ہیں جیسا کہ خود اپنے نبی ﷺ پر اس لیے یہ کسی مسلمان سے کیوں کر ہو سکتا ہے کہ کسی نبی اللہ کی فضیلت کا انکار محض حجد و عناد سے کرے۔ نعوذ باللہ من ذلک

چنانچہ جن معدودے چند مسلمان عالموں کے نزدیک حضرت اسحاق کا ذبیح ہونا ثابت ہوتا تھا۔ انہوں نے آزادی سے اپنے مذہب کا اظہار کیا ہے اور متاخرین نے ان کے اقوال نقل کیے ہیں اور بااین ہمہ ایسے علماء کی ذات پر کسی نے بھی کسی فرومایہ لفظ کا استعمال نہیں کیا۔ بات یہ ہے کہ جمہور مسلمانوں کے نزدیک یہی امر زیادہ صحیح اور زیادہ قوی ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ سب سے بڑی اور سب سے زیادہ سچی شہادت قرآن مجید کی ہے:

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۰۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ ﴿۱۰۹﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۱۲﴾ [سورہ صافات]

ترجمہ: ابراہیم علیہ السلام نے کہا: میں اپنے خدا کی طرف جاتا ہوں وہی میری رہنمائی کرے گا۔ اے خدا مجھے نیک بیٹا عطا کر تب ہم نے اسے ایک بردبار لڑکے کی بشارت دی پھر ایسا ہوا کہ ابراہیم اس لڑکے کو لے کر مقام سعی پر پہنچا اور اسے سنایا کہ بیٹا! میں نے خواب دیکھا کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں تو غور کر تیری اس میں کیا رائے ہے۔ بیٹا بولا اے باپ کر گزر جو تجھے حکم ملا ہے ان شاء اللہ تو مجھے صابر پائے گا۔ جب دونوں نے حکم کے سامنے گردن جھکا لی اور بیٹے کو پیشانی کے بل گرایا تو ہم نے کہہ دیا کہ اے ابراہیم! تو نے اپنا خواب پورا کر دیا۔ ہم اس طرح احسانات والوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں بے شک یہ ایک کھلا کھلا امتحان تھا پھر ہم نے بڑی قربانی کو اس کا فدیہ بنایا اور اس قربانی کو پچھلی نسلوں میں باقی رکھا۔ ابراہیم پر سلام ہم احسانات والوں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں اور ابراہیمؑ ہمارے ان بندوں میں سے ہے جو کامل الاعتقاد ہیں اور ہم نے ابراہیم کو اسحاقؑ کی بشارت دی جو صالح نبیوں میں سے ہے۔

ان آیات سے وجہ استدلال یہ ہے کہ ان میں دو فرزندوں کی بشارتوں کا دو دفعہ ذکر کیا گیا ہے۔ اول ایک بردبار لڑکے کی بشارت کا ذکر فرمایا اور اسی ذکر کے ساتھ قربانی کا تمام واقعہ بیان کر دیا۔ اس کے ختم ہو جانے کے بعد پھر اسحاق علیہ السلام کی بشارت کا ذکر فرمایا۔ اب اگر غلام حلیم وہی اسحاق علیہ السلام ہیں تو بشر ناہ باسحق فرمانا اس سارے قصے کے بعد کسی طرح بھی صحیح نہیں رہ سکتا اس کی تائید سورہ حجر اور سورہ ذاریات کی آیات سے بھی ہوتی ہے جن میں

حضرت اسحاق کی بشارت کی خبر ہے اور ان میں حضرت اسحاق علیہ السلام کی صفت بغلام علیم فرمائی گئی ہے۔ گویا اسماعیل علیہ السلام غلام حلیم تھے اور اسحاق علیہ السلام غلام علیم تھے، اس استدلال کے خاتمہ سے پہلے یہ بھی کہہ دینا ضروری ہے کہ کتاب پیدائش میں جہاں قربانی فرزند کا حکم ہے وہاں یہ بھی ہے کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کر یہ امر تورات سے بھی ثابت ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ۱۳ رسال بعد ہوئی تھی۔ اس لیے یہ ظاہر ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کو اکلوتا نہیں کہہ سکتے۔ جب ان سے بڑا بھائی موجود تھا۔ قرآن مجید میں واقعہ قربانی کے بعد الفاظ "وبشر ناہ باسحاق" وارد ہوئے ہیں اور ان سے مستنبط ہوتا ہے کہ یہ واقعہ قربانی قبل از ولادت حضرت اسحاق علیہ السلام وقوع میں آچکا تھا چونکہ اس وقت اسماعیل علیہ السلام ہی واحد پسر اپنے باپ کے تھے اس لیے اکلوتے کی صفت انہی پر صادق آتی ہے۔

دوسری وجہ استدلال یہ ہے کہ والصافات کی آیات بالا نے ایک اندرونی شہادت کو بھی پیش کیا ہے یعنی قربانی عظیم کو جسے پچھلی نسلوں میں ہمیشہ کے لیے جاری رکھا جانا ہے فدیہ ذبیح بنایا گیا تھا۔ اب بنو اسماعیل کی قوموں کے حالات اور بنو اسحاق کی قوموں کے حالات دنیا کے سامنے موجود ہیں ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے کہ کس قوم میں ذبح کی یادگار پانچ ہزار سال سے زائد عرصہ سے لگاتار چلی آتی ہے اور کس قوم میں اس یادگار کا کوئی نام ونشان بھی کبھی نہیں پایا گیا ہے۔ ہم اس کے ثبوت میں توراۃ ہی کا ایک مقام پیش کرتے ہیں۔ یسعیاہ نبی کی کتاب میں ہے:

۶.....اونٹنیاں کثرت سے تجھے آگے چھپالیں گی۔ مدیان اور عیفا کے اونٹ وہ سب جو سبا کے ہیں آئیں گے وہ سونا اور لوبان لائیں گے اور خداوند کی بشارت سنائیں گے۔

۷.....قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی بنیت کے مینڈے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے وہ میری منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جائیں گے اور میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا۔ ۶۰ باب ۶۔۷ درس۔

مدیان اور عیفا اور سبا بنی قطورہ ہیں: اسماعیل علیہ السلام کے برادر زادے جو یمن میں آباد ہوئے (یہ سب بنو اسرائیل نہیں ہیں) قیدار اور بنیت خاص اسماعیل کے فرزند ہیں۔ ان سب قوموں کا ایک مذبح پر قربانیاں لانا اس مذبح کو خدا کا اپنے کلام میں اپنا مذبح کہنا اور اس جگہ ایک شوکت کے گھر کا جو لفظ بیت الحرام کا ترجمہ ہے۔ موجود ہونا ایک روشن دلیل اس امر کی ہے کہ یہ قربانی کا مقام خاص مکہ میں تھا۔ جو اسماعیل علیہ السلام کی جائے سکونت ہے اور جس کے گرداگرد ان کی اولاد قیدار اور بنیت کی نسلیں آباد ہوئی ہیں اس روشن دلیل کا انکار بدیہیات کا انکار ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عرب، حجاز، یمن و حضرموت کے لیے نبی مبعوث فرمایا تھا اور ان کا وجود مسعود مختلف قوموں اور ملکوں کے اتحاد کا ذریعہ تھا۔ ذرا غور کرو وہ ابراہیم علیہ السلام کے پہلوٹے فرزند ہیں جو عراق میں پیدا ہوئے اور شام میں سکونت فرمائی۔ وہ سیدہ ہاجرہؓ کے اکلوتے بیٹے ہیں جو مصر میں پیدا ہوئیں اور شوہر کے ساتھ سالہا سال تک فلسطین اور شام میں رہ کر عرب میں آباد ہوئیں وہ بنو جرہم کے داماد ہیں جو عرب کا حکمران قبیلہ تھا۔ اسماعیل علیہ السلام کا مسکن ایسی جگہ ہے جس کے ایک طرف مصر ہے جہاں ان کے ننھیال ہیں۔ ایک طرف عراق

ہے۔ جہاں ان کے دو ھیال ہیں۔ ایک طرف شام ہے، جہاں ان کا بھائی اسحاق رونق افروز ہے۔ ایک طرف یمن ہے جہاں ان کے بھائی ابنائے قطورہ پھیلے ہوئے ہیں۔ عیسو بن اسحاق ان کا داماد ہے جو ائلی کے کنارے تک اپنی کثیر اولاد کے ساتھ قابض ہے۔ اب یہ بھی غور کرو کہ اسماعیلؑ کی مادری زبان قبطی ہے اور پدری زبان عبرانی ہے ان کے سسرال خالص عربی زبان کے مالک ہیں۔ انہی سے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عربی میں کمال پیدا کر لیا تھا۔[1] ان سب ملکوں میں ان سب زبانوں کے اندر تبلیغ دین اور اشاعت توحید کے جو مواقع قدرت ربانیہ نے ان کو عطا کیے تھے۔ یہ بتا رہے ہیں کہ یہی وہ بزرگ ہیں جن کا نام بردار فرزند کل عالم کی ہدایت کے لیے چنا جائے اور خدا کے کلام اور پھر انسان کی زبان سے اس کا لقب رحمۃ للعالمین مسلم ہوا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اہل کتاب عموماً حضرت اسماعیل علیہ السلام کو صرف جسمانی بیٹا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تسلیم کرتے ہیں اور ان کے روحانی مدارج کا انکار کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ تورات پر غور نہ کرنے سے یا توراۃ کا فیصلہ نہ ماننے سے وہ اس حد تک پہنچ گئے ہیں۔ اب ہم اہل کتاب اور اہل ایمان کی واقفیت کے لیے تورات سے اقتباس کرتے ہیں جس سے معلوم ہو سکے گا کہ اسماعیل علیہ السلام ہر اس فضیلت کے مالک ہیں جو اسحاق علیہ السلام میں پائی جاتی ہے۔

(الف)	خدا نے درد و غم کو سنا	حضرت ہاجرہؓ کے	۱۶_۱۱	کتاب پیدائش
		حضرت سارہؓ کے	۱۸_۱۴	کتاب پیدائش
(ب)	خدا نے نام رکھا	حضرت ہاجرہؓ کے فرزند اسمٰعیل علیہ السلام کا	۱۶_۱۱	کتاب پیدائش
		حضرت سارہؓ کے فرزند اسحٰق علیہ السلام کا	۱۷_۱۹	کتاب پیدائش
(ج)	خدا نے برکت دی	حضرت ہاجرہؓ کے فرزند اسمٰعیل علیہ السلام کو	۱۷_۲۰	کتاب پیدائش
		حضرت سارہؓ کے فرزند اسحٰق علیہ السلام کو	۱۷_۱۹	کتاب پیدائش
(د)	خدا ساتھ تھا	حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے	۲۱_۲۰	کتاب پیدائش
		حضرت اسحٰق علیہ السلام کے	۲۶_۲۴	کتاب پیدائش
(ہ)	قوموں اور بادشاہوں کا باپ ہوگا	حضرت اسمٰعیل علیہ السلام	۲۵_۱۶	کتاب پیدائش
		حضرت اسحٰق علیہ السلام	۱۷_۶	کتاب پیدائش

وکفی بما شھد کتاب اللہ التوراۃ

تورات اور حدیث میں ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تیر انداز تھے بخاری کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ بنانے کے ارادے سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس مکہ میں پہنچے تو اس وقت تیر کی نبل یعنی

---

[1] بخاری میں ہے: معلم العربیۃ منھم کتاب الانبیاء۔

لوہے کی کھیا بنا رہے تھے۔ جس سے ظاہر ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام صنعت حدادی کے بھی ماہر تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی بہو زوجہ اسماعیل علیہ السلام نے بتایا تھا: طعا منا اللحم وشرابنا الماء جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسماعیل علیہ السلام نے اپنی تمام زیست کو صرف گوشت اور پانی پر پورا کر دیا تھا۔

قرآن مجید پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تعریف اس طرح فرمائی گئی ہے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۚ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۚ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ۝ (سورۃ مریم: آیت ۵۴۔۵۵)

ترجمہ:..... ذکر کر کتاب میں اسماعیل علیہ السلام کا وہ وعدہ کا سچا تھا اور رسول و نبی تھا وہ اپنے لوگوں کو نماز اور زکوٰۃ (صدقہ یا پاکیزگی) کا حکم دیا کرتا تھا اور وہ اپنے رب کا پسندیدہ تھا۔ (سورۂ مریم)

آیت بالا میں اسماعیلؑ کو وعدہ کا سچا بتلایا گیا ہے، ہم کو دوسری آیت سے اس وعدہ کا پتہ لگتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ (البقرۃ)

ترجمہ:..... ہم نے ابراہیم و اسماعیل سے عہد کر لیا ہے کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک کرو۔

پس دونوں آیتوں سے یہ حاصل ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو عہد اسماعیل علیہ السلام سے لیا تھا، اسے انہوں نے پورا کیا اور عبادت الٰہی کرنے والوں کو اعتقاد صحیح اعمال صالح ارکان محکم شرع روشن ہدی واضح کی تعلیم فرمائی اور مثال و تفہیم و تبلیغ کے ایسے ایسے نمونے قائم کیے اور باقی چھوڑے جو انہی کی شان عالیہ کے شایان تھے۔

تورات کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گو حضرت اسحاق علیہ السلام کی سکونت شام میں تھی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سکونت عرب میں تھی۔ تاہم دونوں بھائی اکثر ایک ہی جگہ رہ کر شریک رنج و راحت یک دیگر ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کا جب انتقال ہوا تو ان کو ان ہی دونوں بھائیوں نے دفن کیا تھا۔ (پیدائش: ۹/۳۵)

حضرت اسماعیل و حضرت اسحاق علیہما السلام کی اولاد کے اندر ایک اور عجیب مماثلت پائی جاتی ہے یعنی حضرت اسماعیلؑ کے فرزند دوم قیدار کی نسل میں نور نبوت کا ظہور ہوا جیسا کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے بھی فرزند دوم یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل میں یہ سلسلہ پایا گیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فرزند اول نبیت اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے فرزند اول عیسو اس شرف سے معرا رہے۔ تورات میں ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ۱۳۷ سال کی عمر پائی (پیدائش: ۱۷/۲۵) اور تاریخ مکہ میں ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنی والدہ کے پہلو میں مطاف کعبہ کے اندر مدفون ہوئے۔

اللہ اکبر! حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا: رَبَّنَآ اِنِّىٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِىْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِىْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ

ترجمہ:..... (اے خدا میں نے اپنے کنبہ کو تیرے عزت والے گھر کے پاس بسایا ہے) کی تاثیر کہاں تک پہنچی ہے کہ مر کر بھی ان نفوس قدسیہ نے جوار بیت اللہ یعنی ہمسائگی خانہ خدا کو ترک نہیں کیا۔

تورات سے ثابت ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ فرزند ہوئے جن کے نام یہ ہیں: نبیت، قدار، اوبیل، بسام، دومہ، سمعا، مشا، حدر، تیمہ، وطور، نفیس قدمہ۔ (کتاب پیدائش ۲۵/ ۱۳)

تورات میں ہے کہ وہ اپنی اپنی امتوں کے بارہ رئیس تھے۔ یہ بھی ہے کہ ان کی بستیوں اور قلعوں کے نام بھی ان ہی کے نام پر ہیں۔ ہم یقین کرتے ہیں کہ جب تورات میں یہ الفاظ لکھے گئے تھے، اس وقت ابناء اسماعیل کی بستیاں اور قلعے ان ہی کے نام سے بہت زیادہ مشہور اور زبان زد تھے مگر آج ان سب کا نشان صحیح طور پر نہیں ملتا۔

البتہ جن جن کا نشان ملتا ہے وہ سب عرب ہی کے اندر واقع ہیں اور اس طرح تورات کے اس فقرہ سے کہ اسماعیل علیہ السلام فاران کے بیابان میں رہا۔ (پیدائش: ۱۲۔۲۶) ان کے مقامات کی بھی صحت ہو جاتی ہے اور یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ فاران عرب میں واقع ہے اور مکہ ہی کا نام فاران ہے۔

ینبوع کے متصل ایک آبادی ملتی ہے جس کا نام نبیت ہے یقین ہے کہ یہ نبیت ہی کی آبادی ہے اس آبادی سے تھوڑے ہی فاصلہ پر شہر الحضیر ہے جس کا تلفظ دال کے مشابہ ہے اس لیے باور کیا جا سکتا ہے کہ اس کا ابتدائی نام القید رہا تھا۔ بسام کے نشانات نجد میں ملتے ہیں۔ دومہ شام اور مدینہ کے درمیان موجود ہے اور عرب کے اندر واقع ہے۔ نبی ﷺ کے عہد میں یہاں عیسائیوں کی ریاست تھی اور دومۃ الجندل کے نام سے یہ شہر مشہور تھا۔ مسا غالباً یمن میں گیا۔ وہاں موسی نام کی بستیاں موجود ہیں۔ حدر کے نام پر شہر جدیدہ جنوبی عرب میں موجود ہے اور بنو حدر بڑا قبیلہ ہے۔ تیما اس نام کی بستی اب تک موجود ہے نبی ﷺ کے عہد میں انہوں نے اہل فدک کے ساتھ طاعت اسلام قبول کی تھی۔ یہ مقام فدک کے متصل ہے اور راہ خیبر کے قریب واقع ہے۔ قید ماہ غالباً یمن میں تھا۔ مسعودی نے قوم قدمان کا ذکر کر کے ان کو بنی اسماعیل بتایا ہے۔ باقی بستیوں کا صحیح پتہ معلوم نہیں ہوا۔ (ملخص از خطبات احمدیہ)

لیکن اس مضمون پر بحث کرنا ہمارے موضوع سے محض بعیدی تعلق رکھتا ہے اور جہاں تک اسماعیل علیہ السلام کی زندگی پاک کے مختصر حالات اندراج کے لیے ضروری تھے وہ درج ہو چکے ہیں۔ والحمدللہ

عدنان..... یہ نبی ﷺ کے اجداد میں ایکسویں پشت میں ہیں۔ ان کا منجانب اللہ محترم ہونا اس طرح ثابت ہے کہ بخت نصر نے جب عرب پر پہلا حملہ کیا تب آرمیا برخیا نے بخت نصر کو بتا دیا تھا کہ وہ عدنان پر حملہ نہ کرے دیگر قبائل پر حملہ کرنے کی اسے منجانب اللہ اجازت ہے۔ بخت نصر نے عدنان کو چھوڑ کر دیگر قبائل پر حملہ کیا نیز ان کو اسیر کر کے لے گیا اور وادی فرات میں لے جا کر آباد کیا۔ انہی لوگوں نے عرب کی سلطنت قدیم انبار کی بنیاد قائم کی تھی[1]

عدنان کے دو بیٹے تھے:

① ..... معد جن کا نام عمود نسب نبوی میں آتا ہے۔

② ..... عک، انہوں نے حجاز سے اٹھ کر یمن میں اپنی سلطنت قائم کر لی تھی۔

اس امر کا ثبوت ان کتبات سے ملا ہے جو ایسٹ انڈیا کمپنی کو ۱۸۳۴ء میں حصن الغرائب سے ملے تھے (خطبات احمدیہ)

معد:..... بخت نصر نے جب عرب پر حملہ دوم کیا تو بنو عدنان یمن چلے گئے تھے مگر حضرت معد کو حضرت یرمیاہ اپنے ساتھ شام کو لے گئے تھے۔ جب عرب سے بخت نصر کا دباؤ اٹھ گیا تب معد بھی عرب میں واپس آ گئے

---

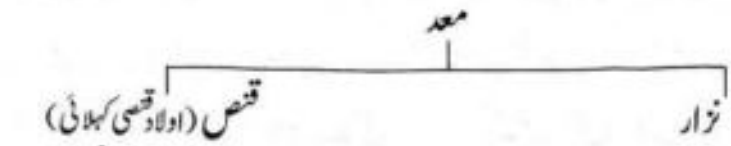
[1] تاریخ العرب از پروفیسر ہیڈیو صفحہ ۲۲۔

انہوں نے بنو جرہم کے خاندان کی تلاش کی تو معلوم ہوا کہ صرف جرہم بن جلہمہ باقی ہے تب انہوں نے اس کی دختر سے شادی کر لی۔ جس سے نزار پیدا ہوا۔ فاضل عیسائیوں کی تحقیقات میں حضرت یرمیاہ (ارمیاہ) علیہ السلام کا زمانہ ۵۸۸ رسال قبل مسیح ہے چونکہ معد بن عدنان حضرت یرمیاہؑ کے معاصر و دوست ہیں۔

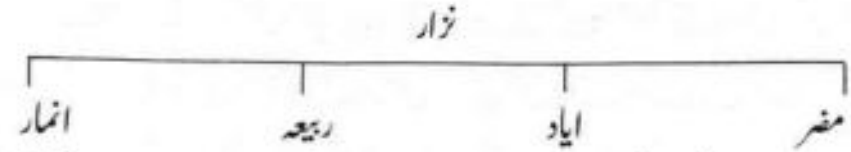
اس لیے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ اور عدنان کے درمیان ۱۱۵۸ رسال کا زمانہ ہے۔

نبی ﷺ سے عدنان تک ۲۱ رپشتیں ہیں پس ہر ایک پشت کا اوسط ۸۵ رسال نکلا چونکہ یہ شجرہ نہایت صحیح ہے اور حضرت ارمیاہؑ کے زمانہ کا تعین بھی صحیح ہے اس لیے اس اوسط کی صحت میں شک نہیں۔ سرسید نے ''خطبات احمدیہ'' میں ہر جگہ ہر پشت کے لیے ۳۳ رسال کا اوسط لیا ہے اور اسی لیے وہ شجرہ کے حصہ دوم میں چند اسماء کے مکرر تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے ہیں لیکن جو اوسط اس حصہ اول میں نکلتا ہے وہ اس شک کو مٹا دیتا ہے۔

معد کی اولاد کا شجرہ یہ ہے[1]



نزار:..... ان کی کنیت ابو ایاد ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا نسب ان سے ملتا ہے اولاد کا شجرہ یہ ہے:



نزار نے اپنی وفات سے پیشتر مضر کو اونٹ اور سرخ خیمہ اور ربیعہ کو اسپ و سلاح اور ایاد کو بھیڑ بکری اور انمار کو حمار تقسیم کر دیے تھے۔ مضر و ربیعہ کی نسل وسط عرب میں انمار کی اولاد نجد اور اطراف حجاز میں اور ایاد کی اولاد ثغور و اطراف میں پائی جاتی ہے۔[2]

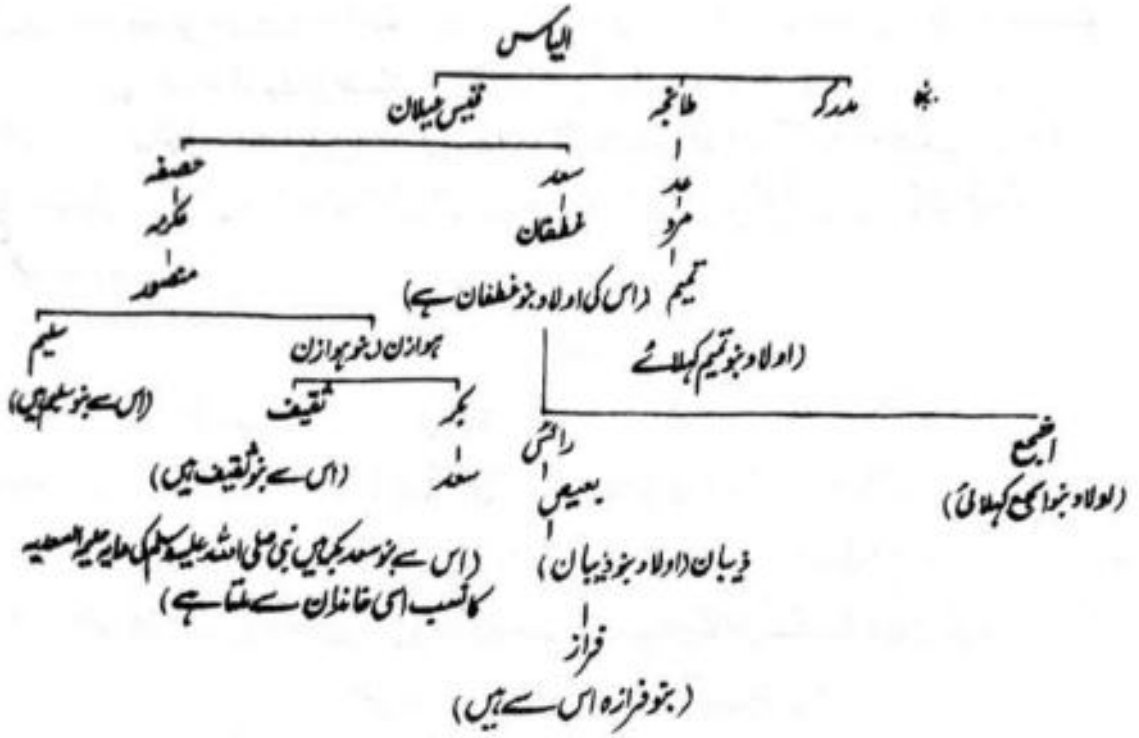
مضر:..... اونٹوں کے لیے حدی ان ہی کی ایجاد ہے۔ بنو عدنان میں سے حجاز میں یہی سب سے بڑھ کر صاحب دولت و ثروت تھے۔ چونکہ باپ نے تقسیم میں تمام سرخ رنگ کی چیزیں (سرخ خیمہ دینار وغیرہ) ان کی تقسیم میں دی تھیں۔ اس لیے تاریخ میں ان کا نام مضر الحمرا مشہور ہے مضر دین حنیف پر تھا۔

الیاس:..... ان کی کنیت ابو عمرو تھی۔ جب یہ مر گئے تو ان کی بیوی نے اتنا غم کیا کہ پھر مدت العمر سایے میں نہ بیٹھی۔ الیاس کو بہ کسر اول بھی پڑھا گیا ہے اور بہ فتح اول بھی، ان کا لقب کبیر قوم تھا، ان کی اولاد کا شجرہ یہ ہے:

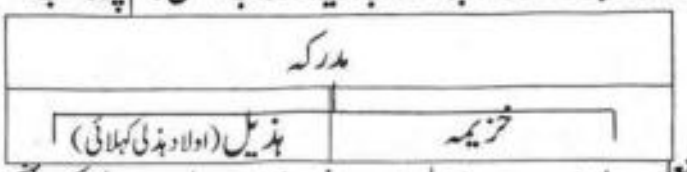
---

[1] ابن سعد نے معد کے فرزند یہ بھی بتائے ہیں۔ قناصہ، سنام عرف عوف، شک حیدان حیدہ، عبید الرماح، جنید، جنادہ۔

[2] مضر اور ایاد کی والدہ سودہ بنت ملک ہے اور ربیعہ و انمار کی والدہ خدالہ بنت وحلان جرہمی ہے کتاب بکر و تغلب محمد بن اسحاق مطبوعہ نخبۃ الاخبار مصر۔ سنہ ۱۳۰۵ھ

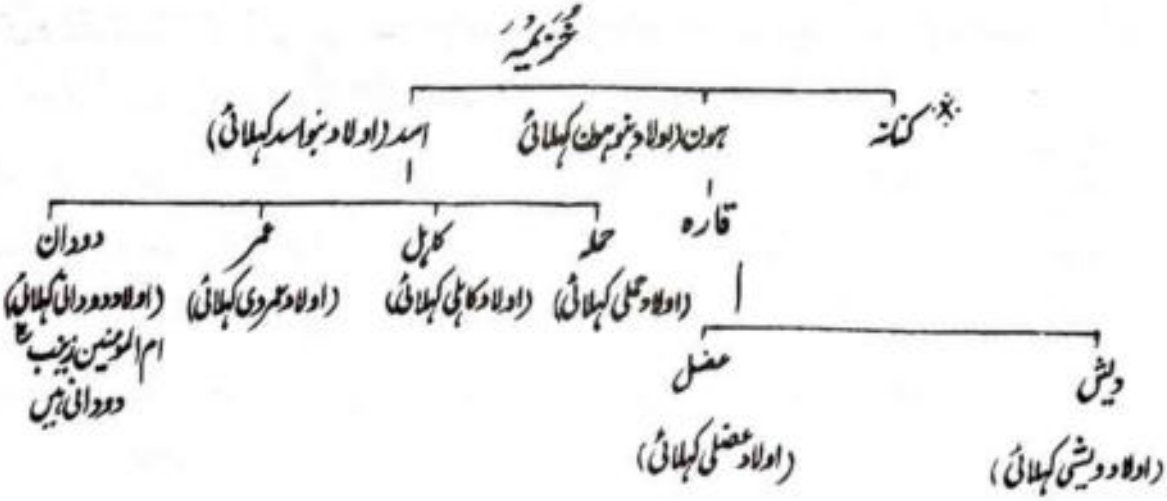


مدرکہ..... مدرکہ کا نام عمرو تھا اور کنیت ابو ہذیل یہ اور ان کے بھائی جنگل میں اونٹوں کی حفاظت پر تھے۔ اونٹ بھاگ گئے۔ عمرو تعاقب میں دور تک گئے اور اونٹوں کو جالیا۔ چھوٹے بھائی نے اس کی واپسی تک کھانا تیار کر رکھا۔ باپ نے ان کو مدرکہ اور چھوٹے کو طابخہ کا خطاب دیا۔ خطاب اصل نام پر غالب آ گیا۔ اولاد کا شجرہ یہ ہے:



عبداللہ بن مسعود (صاحب النعلین والوسادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہذلی ہیں ان کا نسب گیارہ واسطے سے ہذیل تک پہنچ جاتا ہے۔

خزیمہ:..... ان کی کنیت ابوالاسد تھی۔ اولاد کا شجرہ یہ ہے:



کنانہ:..... ان کی کنیت ابوالنضر تھی۔ صحیح مسلم کی روایت واثلہ بن الاسقع میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا:

ان الله اصطفى من ولد ابراهيم اسماعيل واصطفى من ولد اسماعيل بنى كنانة واصطفى من بنى كنانة قريشا واصطفى من قريش بنى هاشم واصطفانى من بنى هاشم۔

ترجمہ:..... اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کی اولاد میں سے اسماعیلؑ کو برگزیدہ کیا۔ اسماعیل کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو برگزیدہ کیا۔ بنو کنانہ میں سے قریش کو برگزیدہ کیا۔ قریش میں سے بنو ہاشم کو برگزیدہ کیا۔ بنو ہاشم میں سے مجھے ممتاز فرمایا۔

شجرہ اولاد یہ ہے:

کنانہ					
نضر	مالک	عبد مناۃ	عمر	احابیش	عامر
اولاد بنو نضر کہلائی	اولاد بنو کنانہ کہلائی	خزیمہ یا مصطلق (بنو مصطلق اس کی اولاد ہے)	اولاد عمریون کہلائی	الاحابیش اس کی اولاد ہے	اولاد عامریون کہلائی

نضر:..... نضر کا نام تو قیس تھا مگر خوبی حسن و جمال کی وجہ سے عرب ان کو نضر کہتے تھے ان کی کنیت ابو یخلد تھی۔

نضر..... مالک (ان کی اولاد بنو مالک کہلائی)

مالک بن نضر:..... ان کی کنیت ابوالحارث تھی، مالک کا سلسلہ نسب یہ ہے:

مالک	
فہر یا قریش	حرث (اولاد مطیبین کہلائی)

فہر:..... ان کے وقت میں حسان حاکم یمن ایک فوج لے کر مکہ معظمہ پر حملہ آور ہوا تھا، اس کا مقصد یہ تھا کہ خانہ کعبہ کو گرا کر اس کا ملبہ یمن لے جائے اور وہاں کعبہ تعمیر کرے، فہر نے مع برادران خود فوج سے مقابلہ کیا۔ حسان کو شکست ہوئی اور گرفتار کیا گیا۔ تین سال تک قید رہا۔ پھر فہر نے آزاد کر دیا۔ وہ یمن کو واپس جا رہا تھا کہ راستہ میں مر گیا۔ (تاریخ کامل لابن اثیر)

اس فتح سے فہر کی عظمت و شوکت کا سکہ عرب میں قائم ہو گیا تھا۔ فہر ہی کا لقب قریش ہے۔ قریش لغت حجاز میں ویل مچھلی کو کہتے ہیں جو سمندر میں سب سے بڑا جانور ہے۔ فہر اور اولاد فہر کو اس لیے قریش کہنے لگے کہ وہ بھی عرب بھر میں جملہ قبائل سے طاقت ور اور عظیم الشان تھے۔ اشعار ذیل ملاحظہ ہوں:

وقريش التى يسكن البحر بها سميت قريش قريشا
سلطت بالعلو فى لجة البحر على ساكنى البحور جيوشا
ياكل الغث والسمين لايترك فيها الذى الجنا حين ريشا
فيها الذى الجنا حين ريشا ياكلونا الانام كشيشا[تاریخ الاسلام]

سلسلہ اولاد یہ ہے:

فہر	
غالب	محارب (اس کی اولاد بنو محارب کہلائی)

غالب..... ان کی کنیت ابو تیم تھی سلسلہ نسب یہ ہے:

غالب	
لُوی	تیم (ان کی اولاد بنو اللادرم کہلائی)

لوی: ان کی کنیت ابوکعب تھی۔ ان کی اولاد کا شجرہ یہ ہے:

لوی			
کعب	عوف (اولاد بنو عوف کہلائی)	عامر (اولاد بنو عامر کہلائی)	حرث (اولاد بنو حرث کہلائی)

کعب: کعب اپنے اسم کے موافق علوشان اور بلندی جاہ میں مسلم تھا۔ عرب میں ان کا سن پیدائش جاری ہو گیا تھا یہ سنہ واقعہ فیل تک (تقریباً چار صدیوں تک) جاری رہا ان کی کنیت ابو ہصیص تھی۔ اولاد کا شجرہ یہ ہے:

کعب				
مرہ	ہصیص	سہم	جمح	عدی
☆	(اولاد بنو ہصیص کہلائی)	(اولاد بنو سہم کہلائی)	(اولاد بنو جمح کہلائی)	(اولاد بنو عدی کہلائی)
جراح امین الامت ابوعبیدہؓ کا سلسلہ نسب ان سے ملتا ہے		رزاح حضرت عمر فاروقؓ کا نسب ان سے ملتا ہے		

مُرہ: ان کی کنیت ابو یقظہ ہے یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے چھٹی پشت میں دادا لگتے ہیں۔ اولاد کا شجرہ یہ ہے:

مرہ		
کلاب	تیم	مخزوم
(اولاد بنو کلاب کہلائی)	(اولاد بنو تیم کہلائی)	اولاد بنو مخزوم کہلائی، خالد بن ولیدؓ اسی شاخ سے ملتے ہیں

کلاب: ان کا نام حکیم تھا اور کنیت ابوزہرہ شکاری کتے بہت پال رکھے تھے، اس لیے کلاب لقب ہو گیا تھا۔

ایک شاعر ان کی مدح میں کہتا ہے:۔

حکیم ابن مرہ ساد الوری ببذل النوال وکف الاذی
اباح العشیرۃ افضالہ وجنبہا طارقات الردیٰ

اولاد کا شجرہ یہ ہے:

کلاب		
قصی (اولاد بنو قصی کہلائی)		زہرہ (اولاد بنو زہرہ و زہری کہلائی)
	عبد مناف	حارث
اہیب	وہب	عبد
ابو وقاص مالک	سیدہ آمنہ (مادر رسول اللہ ﷺ)	عوف
سعدؓ (از عشرہ مبشرہ)		عبدالرحمن (از عشرہ مبشرہ)

قصی: ان کا اصلی نام زید ہے یہ ابھی ماں کی گود میں تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا اور ماں نے دوسرا نکاح ربیعہ بن حزام

الحذری سے کرلیا، اسکا قبیلہ شام کی سرحد پر سکونت پذیر تھا۔ قصی نے ماں کے پاس وہیں پرورش پائی جب جوان ہوئے تو واپس مکہ آ گئے۔ زہرہ انکے بڑے بھائی تھے ان کی آنکھیں جاتی رہی تھیں قصی کی آواز کو باپ کی آواز سے مشابہ پاکر انہوں نے قصی کو اپنا بھائی تسلیم کرلیا اور جائیداد تقسیم کردی، ان دنوں مکہ پر بنوخزاعہ کی حکومت تھی۔ حلیل سردار مکہ نے اپنی بیٹی المسماۃ حبی قصی سے بیاہ دی اور جہیز میں تولیت بیت اللہ کا حق بیٹی کو عطا کیا اور ابوغبشان کو بیٹی کا وکیل مقرر کردیا۔ حلیل کے مرجانے کے بعد ابوغبشان نے حق وکالت قصی کے پاس شراب کے ایک مشکیزے کے بدلے فروخت کردیا اور اس طرح قصی کا قبضہ بیت اللہ پر ہوا۔ بنوخزاعہ نے اس فروخت کو صحیح تسلیم نہ کیا اور قصی کے ساتھ جنگ چھڑ گئی، دونوں جانب سے لوگ ضائع ہوئے آخر یعمر بن عوف کو فریقین نے اپنا منصف مان لیا۔ یعمر نے فیصلہ کیا کہ

[۱] ..... بنوخزاعہ کے جتنے آدمی مارے گئے ہیں قصی ان سب کا خون بہا ادا کرے۔

[۲] ..... بنوخزاعہ شہر کی حکومت چھوڑ کر مکہ سے باہر چلے جائیں آئندہ حکومت قصی کرے۔ اس فیصلہ پر عمل ہوا[۱]

شہر پر حکومت ہوجانے کے بعد قصی نے اولاد فہر کو جابجا سے طلب کیا اور مکہ میں آباد ہونے کی ترغیب دی۔ اس وقت اولاد فہر کی بارہ شاخیں ہوگئی تھیں قصی کی کوشش سے وہ سب مکہ میں آبسے اور قریش (اولاد فہر) کی عزت سارے ملک میں مسلم ہوگئی۔

قصی کو قصی اس لیے کہتے ہیں کہ وہ طفولیت میں اپنے وطن سے دور جا پڑے تھے اس کو مجمع اس لیے کہتے ہیں کہ انہوں نے قبائل قریش کو پھر مکہ میں جمع اور فراہم کرلیا تھا شاعر قدیم حذافہ بن غانم کا شعر ہے۔[۲]

قصی لعمری کان یدی مجمعا به جمع الله القبائل من فهر

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ غیر مسلم مؤرخ قصی کی کامیابی کو بہت بڑھا چڑھا کر بیان کیا کرتے ہیں اور لکھا کرتے ہیں کہ اسی نے حکومت کو جمہوریت کے اصول پر قائم کیا تھا۔ ان کا مطلب در پردہ یہ ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کی تعلیمات کو انہی اصول کی شرح ٹھہرائیں۔ لیکن جو شخص غور کرے گا کہ قصی نے تقسیم ترکہ کے متعلق اپنی اولاد میں کیسے غیر منصفانہ طریق کو اختیار کیا تھا اور اپنے ایک فرزند عبدالدار کو بڑھاتے ہوئے دوسرے فرزندوں کو اس غلامی کے لیے چھوڑ دیا تھا اور اسی وجہ سے اس کی اولاد کے اندر وہ مشہور مخالفتیں ہوئی تھیں جو تاریخ میں مذکور ہیں تو معلوم ہوجائے گا کہ قصی ہنوز جمہوریت یا ایثار سے بہت دور تھا۔

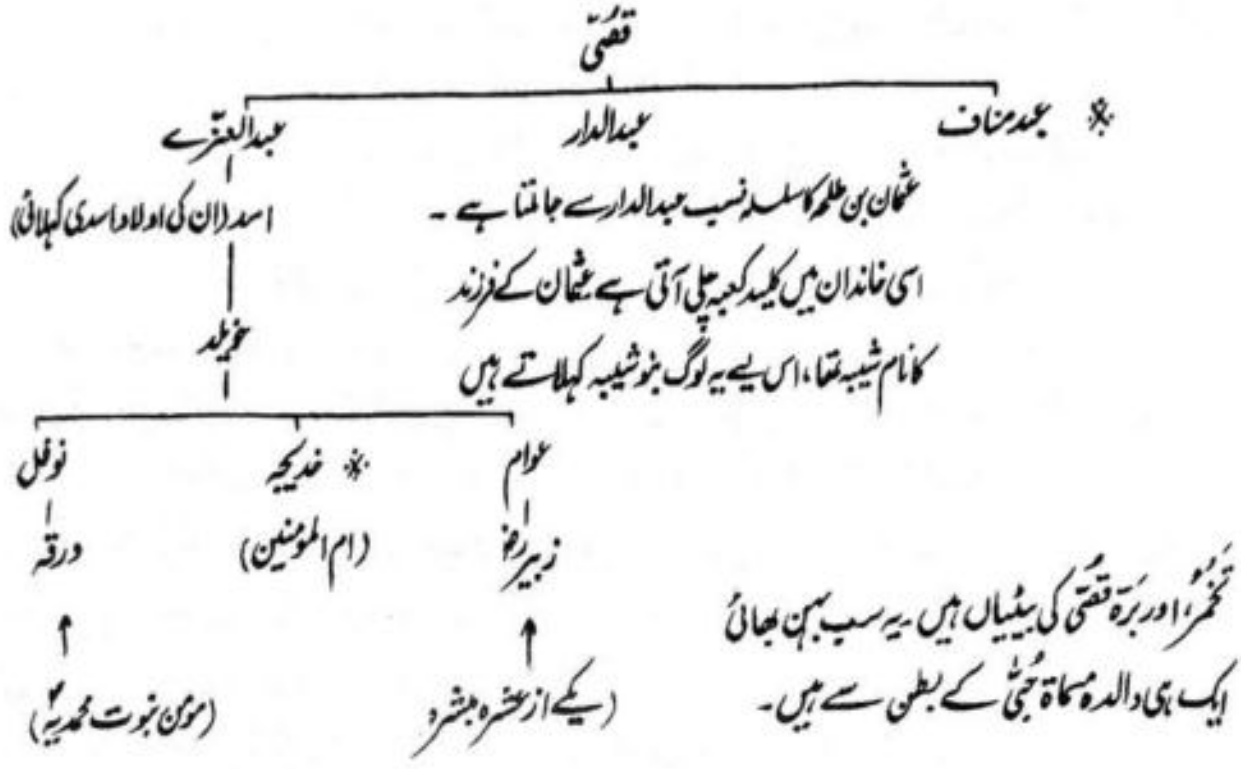
---

[۱] حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد بیت اللہ پر بنو جرہم کا قبضہ ہوگیا تھا۔ بنو جرہم حضرت اسماعیل کے سسرالی تھے صدیوں تک انہی کی حکومت مکہ پر اور قبضہ بیت اللہ پر رہا، پھر عمالقہ کا قبضہ ہوا۔ مکرر بنو جرہم نے قبضہ لے لیا جب وہ ظلم کرنے لگتے تو عمرو بن لحی خزاعی نے جو بنو جرہم کا ہمشیرہ زاد تھا۔ ان کو مکہ سے نکال دیا۔ جرامہ کا ظلم تو جاتا رہا مگر ابن لحی نے ۲۰۷ء میں بت پرستی کو رواج دیا، اس نے مصر و شام میں عمالقہ کو بت پرستی کرتے دیکھا تھا اور سنا تھا کہ ان بتوں کی طفیل سے ان کی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ اس لئے وہاں سے ایک بت بھی اٹھالایا تھا، اس کا نام ہبل تھا۔ اس بت کو خانہ کعبہ کے اوپر نصب کردیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل پر نظر التفات فرمائی تو قصی کے وقت میں خانہ کعبہ کی تولیت قریبا ۴۴۰ء میں ان کو عطا فرمائی اور محمد رسول اللہ ﷺ کے مبارک ترین عہد میں بیت اللہ کو قبلہ ہونے کا درجہ ملا اور سب بت توڑ پھوڑ کر پھینک دیے گئے (محمد سلیمان)

[۲] ابن غانم نے یہ قصیدہ عبدالمطلب کی مدح میں لکھا تھا قصیدہ کی ابتدا اس شعر سے ہوتی ہے:

بنو شيبة الحمد الذى كان وجهه يضئ ظلام الليل كالقمر البدر

قصی کی اولاد کا شجرہ حسب ذیل ہے:



تخمرؓ اور برہ قصی کی بیٹیاں ہیں۔ یہ سب بہن بھائی ایک ہی والدہ مسماۃ حبیؓ کے بطن سے ہیں۔

عبد مناف:..... اس کا اصلی نام مغیرہ تھا۔ ماں نے پہلے پہل مناہ بت پر (جسے مناف بھی کہتے ہیں) بھیجا تھا۔ اس لیے عرف عام میں عبد مناف مشہور ہو گئے۔ حسن و جمال میں ایسے فائق تھے کہ ان کا لقب قمر البطحا پڑ گیا تھا۔ اپنی سرداری کے عہد میں قریش کو خدا ترسی و حق شناسی کی نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ ایک بار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے حضور میں کسی شاعر کے اشعار ذیل پڑھ کر سنائے تھے۔ ان کو سن کر حضور متبسم و مسرور ہوئے تھے۔

یا ایھا الرجل المحول رحلہ — الا نزلت بآل عبد مناف
ھیاتك املك لونزلت برحلھم — منعوك من علام ومن اقراف
الخالطین غنیھم بفقیر ھم — حتی یعود فقیرھم کالکاف

ترجمہ:..... او گٹھڑی اٹھا کر جانے والے تو عبد مناف والوں کے ہاں کیوں نہ جا اترا۔ اگر وہاں چلا جاتا تو ناداری و تنگدستی کو دور کر دیتے وہ تو امیر و غریب سے یکساں سلوک کرتے ہیں اور فقیر کو مستغنی بنا دیتے ہیں۔

عبد مناف کی اولاد کا شجرہ

نام امہیہ	پسران	دختران
عاتکۃ الکبریٰ بنت مرہ بن ہلال	مطلب، ہاشم، عبد الشمس	غاضر، برہ، حنہ، ہالہ، قلابہ
واقد بنت عامر بن عبد	نوفل، ابو عمرو، ابو عبیدہ	
ثقیفہ		ریطہ

مطلب باپ کے پہلوٹے بیٹے تھے ان کی اولاد مطلبی کہلاتی ہے حارث بن مطلب کے تین بیٹے صحابی ہیں عبیدہ ابوالحارث جو جنگ بدر میں شہید ہوئے تھے۔ طفیل اور حصین ہر دو کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جو یکے از ائمہ اربعہ ہیں ان کا نسب نامہ مطلب سے ملتا ہے۔ ہاشم کا ذکر آگے آئے گا۔

عبدالشمس کا بیٹا امیہ ہے جس کی اولاد بنوامیہ کہلائی۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اسی خاندان سے ہیں۔

نوفل: ان کی اولاد نوفلیوں کہلائی۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا نسب ان سے ملتا ہے، نوفل کے قومی احسانات میں سے یہ ہے کہ اس نے ملک عراق میں کھلی تجارت کا فرمان قیصر ہرقل سے قوم کے لیے حاصل کیا تھا۔

ابوعمرو ابوعبیدہ کے حالات سے تاریخ ساکت ہے حتی کہ اکثر مؤرخین نے ان کے نام بھی بیان نہیں کیا۔ صحیح بخاری کی روایت عن جبیر بن مطعم میں ہے کہ نبی ﷺ نے خمس خیبر کی تقسیم فرماتے وقت سہم ذی القربی میں سے بنی ہاشم اور بنومطلب ہی کو حصہ دیا تھا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت بھی اس کے ہم معنی ہے۔[1]

ابوداؤد ونسائی کی روایت میں ہے کہ بنونوفل اور بنوامیہ نے بھی اس حصہ میں سے ملنے کی درخواست اس بنیاد پر کی کہ جب بنومطلب کو شامل کرلیا گیا ہے تو ہم کو بھی (کہ ویسا ہی استحقاق رکھتے ہیں) شامل کیا جائے اس وقت نبی ﷺ نے فرمایا تھا: انما بنو هاشم و بنو المطلب شئی واحد هكذا وشبك بين اصابعه

بنوہاشم اور بنومطلب تو ایک ہی چیز ہیں پھر ایک پنجہ کی انگلیوں کو دوسرے پنجہ میں ڈال کر فرمایا۔

اس طرح واضح ہوا کہ امرت اسلام میں تین قسم کی آمدنی تھی۔[2]

اول..... زکوٰۃ جن کی نسبت سورۂ توبہ آیت نمبر ۶۰ رمیں مدات ذیل کے آٹھ مصارف بتائے گئے ہیں۔

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ

دوم..... غنیمت، سورہ انفال آیت نمبر ۴۱ رمیں اس کے مصارف ذیل بتائے گئے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ

اس آیت میں چار حصے غانمین کو دے کر پانچویں حصہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ملکیت میں لے لیا۔ فرمایا: فَاَنَّ لِلّٰهِ خمسه پھر اپنی ملکیت میں ان پانچوں کو حق تصرف عطا فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ ذوی القربی، یتامیٰ، مساکین، مسافران پانچ میں ذی القربی بھی ایک ہیں اور اسی سے خمس الخمس (پانچویں حصہ کا پانچواں حصہ) کا لفظ نکلا ہے۔ ابوداؤد کی حدیث میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تقسیم خمس الخمس کا اہتمام نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمادیا تھا۔ صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہما کے عہد میں بھی یہ اہتمام حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کے سپرد رہا۔ کتاب الخراج امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ میں ہے:

---

[1] کتاب الام: ۴/۷۱ مطبوعہ مطبعۃ الکبری الامیریہ بولاق مصر واصول کافی مطبوعہ اول کشور ۱۳۰۲ھ میں بنوعبدالمطلب کو ذوی القربی تحریر کیا گیا

[2] چونکہ حقوق ذوی القربی کے مستحق وغیر مستحق کی بحث اور تفریح اولاد عبد مناف سے پائی جاتی ہے اس لئے اس کی بحث اسی مقام پر موزوں ہے ۱۲ محدثین نے شی کو سی پڑھا جس کے معنی مساوی ہونے کے ہیں۔ ۱۲ ہاشم اور عبدالشمس میں بھی جھگڑے ہوئے اور نوفل اور عبدالمطلب میں بھی جھگڑے ہوئے مگر ہاشم اور مطلب میں کبھی کوئی جھگڑا نہ ہوا۔ مطلب سب سے بڑا تھا۔ ہاشم ان سے چھوٹا۔ عبدالمطلب کی تربیت مطلب نے کی تھی جب شعب ابی طالب میں نبی ﷺ محصور ہوئے تب بھی مطلبی ساتھ تھے۔

حدثنی محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن ابیه قال سمعت علیا رضی اللّٰه عنه یقول قلت یارسول اللّٰه! ان رایت ان تولنی حقنامن الخمس فاقسم فی حیاتك کیلاینا زعنا احد بعدك فافعل ففعل قال فولانیه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقسمته حیاته ثم و لانیه ابوبکر الصدیق رضی اللّٰه عنه فقسمته حیاته ثم ولانیه عمر رضی اللّٰه عنه فقسمته حیاته۔

ابن ابی لیلی کہتے ہیں میں نے علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے خود سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اگر حضور کی رائے ہو تو خمس میں جو حصہ ہم ذی القربی کا ہے حضور اپنی زندگی میں مجھے اس کا متولی بنا دیجیے کہ میں تقسیم کرتا ہوں تاکہ کوئی شخص حضور کے بعد اس میں نزاع نہ کرے آپ نے مان لیا۔ چنانچہ نبی ﷺ نے مجھے اس کا متولی ٹھہرایا اور میں حضور کی زندگی میں تقسیم کرتا رہا۔ پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی مجھے ہی متولی ٹھہرایا اور میں ان کے عہد میں تقسیم کرتا رہا پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجھے اس کا متولی بنایا اور میں ان کی زندگی میں تقسیم کرتا رہا۔

نبی ﷺ اپنے حصہ منجملہ غنیمت میں سے ایک سال کا کنبہ کا خرچ بہ قدر گزران رکھ لیتے اور باقی مصالح المسلمین کے لیے عطا فرمایا کرتے تھے۔ ذی القربی کا حصہ بوجہ قرابت تھا[1] (نہ بوجہ غربت) اس لیے امیر اور غریب سب کو یکساں تقسیم کیا جاتا تھا۔ باقی تین حصص یتامی، مساکین، ابن السبیل کے تھے۔ یہ حصص جو اللہ تعالی نے مقرر فرمادیے تھے ان میں ایک کا حصہ دوسرے کو نہیں دیا تھا۔

سوم..... فَے، فے کی تعریف قرآن مجید کی سورہ حشر آیت نمبر ۶ ر میں ہے اور اسی سورہ کی آیت ۷ میں اس کی تقسیم بھی بیان فرمادی گئی ہے۔ فے کی تعریف میں فرمایا:

فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۔

وہ علاقہ جس پر کوئی فوجی سوار یا شتر سوار نہ گیا ہو بلکہ خدا تعالی نے اپنے رسولوں کو جس پر چاہا تسلط دے دیا ہو۔

تقسیم:..... سورہ حشر آیت نمبر ۷ ر میں فرمایا:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۔

جو کچھ اللہ تعالی نے اپنے رسول کو ان بستی والوں سے فے میں دیا۔ وہ اللہ کا اور رسول اللہ کا اور قرابت والوں کا اور یتیموں کا اور مسکینوں اور مسافروں کا ہے۔

پھر اس تقسیم کے متعلق یہ اصول بیان فرمایا ہے:

كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۔ کہ اغنیاء کے اندر متداول نہ ہوگا۔

میں چاہتا ہوں کہ ہر سہ آیات میں بیان شدہ حصص کو ایک نقشہ کی شکل میں ظاہر کر دیا جائے۔

یہ نقشہ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

---

[1] عام طور پر شریعت میں حق قرابت بعد وفات اس قریبی کے ملتا ہے اس حق کا نام وراثت ہوتا ہے یہ نبی ﷺ کا اختصاص خاص ہے کہ حضور کے قرابت والوں کو حضور کی حیات ہی سے ان کا حق دیا جاتا ہے۔

نقشہ احکام تقسیم صدقات وغنیمت وفے مع آیات قرآن مجید

حوالجات	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	ترجمہ آیات
آیت متعلق مکرر صدقات سورہ توبہ آیت ۶۰	انما الصدقات للفقرا	۰	۰	۰	۰	۰	والمساکین	والعاملین علیہا	والمؤلفۃ قلوبہم	وفی الرقاب	والغارمین	وفی سبیل اللہ	وابن السبیل	للفقرا الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض	والذین تبوؤا الدار والایمان	والذین جاؤا من بعدہم	صدقات فقیروں، مسکینوں، عاملوں، تالیف قلوب، آزادی غلاماں مقروضاں، براہ خدا اور مسافروں کے لیے۔
آیت متعلق غنیمت سورہ انفال آیت ۴۱		واعلموا انما غنمتم من شیٔ	فان للہ خمسہ	وللرسول	ولذی القربیٰ	والیتامیٰ	والمساکین	۰	۰	۰	۰	۰	وابن السبیل	۰	۰	۰	غنیمت اللہ کا ہے اور رسول اور قرابت والوں اور یتامیٰ اور مسکین مسافروں کا ہے۔
آیت متعلق فے سورہ حشر آیت ۷	ما افاء اللہ علی رسولہ	من اہل القریٰ	للہ	وللرسول	ولذی القربیٰ	والیتامیٰ	والمساکین	۰	۰	۰	۰	۰	وابن السبیل	للفقرا المہاجرین	والذین تبوؤا الدار والایمان	والذین جاؤا من بعدہم	فے اللہ اور رسول اور قرابت والوں، یتامیٰ مساکین مسافروں مہاجروں اور انصار کے فقراء اور ان سے بعد آنے والی نسلوں کے لیے ہے۔

اس نقشے کے ساتھ یہ حدیث بھی جو مشکوٰۃ المصابیح کی کتاب الفے میں ہے پڑھ لینی چاہیئے عن مالک ابن اوس بن الحدثان قال قرأ عمر بن الخطاب انما الصدقات للفقراء والمساکین حتیٰ بلغ علیم حکیم ہذہ لہؤلاء ثم قرأ واعلموا انما غنمتم من شیٔ حتیٰ بلغ وابن السبیل ثم قال لہؤلاء ثم قرأ ما افاء اللہ علیٰ رسولہ حتیٰ بلغ للفقراء ثم قرأ والذین جاؤا من بعدہم ثم قال ہذہ استوعبت المسلمین الخ یعنی حضرت عمر فاروق رضؓ نے انما الصدقات کی آیت علیم حکیم تک پڑھی اور فرمایا کہ یہ آیت انہی لوگوں کے لیے ہے جن کے نام آیت میں آگئے پھر انہوں نے آیت واعلموا انما غنمتم کو وابن السبیل تک پڑھا اور فرمایا کہ یہ غنیمت انہی لوگوں کے لیے ہے جن کے نام آیت میں آگئے ہیں پھر انہوں نے آیت ما افاء اللہ کو والذین جاؤا من بعدہم تک پڑھا اور فرمایا کہ اس کے اندر تو سب ہی مسلمان آگئے۔

نقشہ پر غور کرنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ صدقات کو آٹھ مساوی مدات پر تقسیم فرمایا گیا۔ ان آٹھ میں دو (مساکین وابن السبیل) تو ایسے ہیں جو غنیمت اور فے میں بھی حصہ دار ہیں۔ باقی چھ وہ ہیں جن کا حصہ صدقات ہی میں ہے غنیمت و فے میں نہیں۔ وہ چھ یہ ہیں: ① ..... فقراء۔ ② ..... تحصیل داران صدقات۔ ③ ..... تالیف قلوب کے مستحقین۔ ④ ..... آزادی۔ غلاماں ⑤ ..... ادائے قرض۔ ⑥ ..... مدیونان فی سبیل اللہ، دیگر امور

غنیمت کو پہلی دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے اول لشکر کو [۵/۴] کل غنیمت سے دیا دوسرا حصہ جو [۱/۵] تھا اسے اللہ تعالیٰ نے اول اپنی ملک بنایا اور پھر اس کو پانچ پر مساوی تقسیم فرمایا۔ ان پانچ میں مساکین وابن السبیل تو مشترک ہیں جو صدقات میں بھی تھے۔ باقی تین سہام یہ ہیں: ① ..... رسول اللہ ﷺ، ② ..... اقرباء رسولؐ، ③ ..... یتامیٰ۔

فے کو اول خدا تعالیٰ نے اپنی ملکیت بنایا اور پھر اس کی تقسیم مدات مساوی پر فرمائی۔ ان میں پانچ تو وہی ہیں جو آیت غنیمت میں ۱/۵ سہم کی تقسیم میں حصہ دار تھے۔ باقی تین جن کے سہام اس میں ہیں وہ یہ ہیں فقراء مہاجرین فقرائے انصار اور ان کے بعد آنے والی نسلیں۔

نیز فے میں بہ مقابلہ غنیمت یہ شرط بھی زیادہ ہے کہ وہ اغنیا کو نہ ملے گا۔

كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ ۔ (سورۃ الحشر: آیت ۷)

یاد رکھنا چاہیے کہ اسلامی فرقوں میں وراثت رسول ﷺ کی بابت جو اختلافات ہیں وہ فے ہی کے متعلق ہیں خدا کرے کہ قرآن مجید کا تدبر اس باہمی اختلاف کے رفع کا سبب بن جائے۔ صحیح بخاری کی حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ تقسیم فے کا اہتمام حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں حضرت علی و حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے سپرد فرمادیا تھا جیسا کہ خمس الخمس کی تقسیم کا اہتمام عہد نبوی، صدیقی و فاروقی میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی کے متعلق رہا تھا۔

ہاشم: ..... ان کا نام عمرو ہے اور عمرو العلا کے لقب سے مشہور تھے۔ مطلب اور نوفل اور عبد شمس ان کے بھائی تھے اپنے باپ عبد مناف کے بعد ہاشم قوم کے سردار ہوئے۔ ان کے برادر زادہ امیہ بن عبد شمس نے ان کی سرداری کے تسلیم کرنے سے انکار کیا عسقلان کا ایک کاہن منصف ٹھہرایا گیا۔ اس نے ہاشم کے حق میں فیصلہ دیا۔

ہاشم لقب پڑنے کی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے ایک بار سنا کہ مکہ میں آٹا کمیاب ہورہا ہے اس وقت یہ مال تجارت لے کر شام گئے ہوئے تھے شام سے لوٹتے ہوئے سب اونٹوں پر روٹیاں اور آٹا لادلائے اور مکہ پہنچ کر دعوت عام کردی۔ گوشت اور شوربے میں روٹیاں توڑ کر ڈال دی گئیں۔ ہشم ٹکڑے ٹکڑے کرنے کو کہتے ہیں اس سے ہاشم نام ہوا۔ اس وقت کے بعد ہر سال موسم حج میں وہ زوار کعبہ کو عام دعوت دیا کرتے اور یہی کھانا جسے لغت عرب میں ثرید بھی کہتے ہیں۔ کھلایا کرتے تھے سردار ہاشم کی زیرکی وحزم کا اس واقعہ سے پتہ لگتا ہے کہ انہوں نے قیصر سے یہ فرمان حاصل کرلیا تھا کہ قریش کا مال تجارت ملک شام میں بغیر کسی ٹیکس کے داخل ہوتا رہے۔ (طبقات ابن سعد: ۱/ ۴۵)

امیہ کو اپنے چچا ہاشم سے جو اختلاف شروع میں ہوگیا تھا وہ آئندہ نسلوں میں بھی منتقل ہوا۔ ہاشم اور مطلب کی اولاد ایک جانب اور نوفل اور عبدالشمس کی اولاد ایک جانب رہا کرتی۔ بیسیوں واقعات ان ہر دو کی منافرت اور عداوت کے مشہور ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے وجود باوجود کی یہ برکت تھی کہ نسلوں کی عداوتیں جاتی رہی تھیں اور کنتم

بنعمتہ اخوانا کا مصداق سب پر صحیح عائد ہوگیا تھا۔ حضور ﷺ کے بعد ۱۳۲ھ تک بنوامیہ اور بنوعباس میں محاربے ہوتے رہے۔ ہاشم کی اولاد کا نقشہ درج ذیل ہے۔

ہاشم کی اولاد کا نقشہ

نام اہلیہ	پسران	دختران
سلمیٰ بنت عمرو بن زید بخاری	شیبہ یعنی عبدالمطلب	رقیہ بچپن میں فوت ہوئی
ہند بنت عمرو بن ثعلبہ الخزرجی	ابا صیفی	☆
قیلہ اللقب بہ جزور بنت عامر بن مالک بن جزمہ	اسد	☆
امیمہ بنت عدی بن عبداللہ بن دینار (من قضاعہ)	نضلہ	شفاء
واقدہ بنت ابی عدی (از بنومازن)	☆	ضعیفہ۔ خالدہ
عدی بنت حبیب (از بنوثقیف)	☆	حنہ

تاریخ میں ابا صیفی اسد اور نضلہ کے حالات کم ملتے ہیں۔ بنوخزاعہ کے معاہدہ یا عبدالمطلب کے تذکرہ میں اس قدر پایا جاتا ہے کہ نضلہ کا فرزند ارقم اور ابی صیفی کے فرزندان ضحاک اور عمرو بھی چچا کے ساتھ اس معاہدہ میں شریک تھے۔ رقیہ بنت ابی صیفی بن ہاشم کے اشعار نبی ﷺ کی مدح میں ہیں۔

منا من اللہ بالمیمون طائرہ وخیر من بشرت بہ مضر

مبارک الامر یستسقی الغمام بہ ما فی الانام لہ عدل ولاخطر

عبدالمطلب:..... ان کا نام عامر اور لقب شیبہ ہے۔ شیبہ کا ترجمہ زال یا بوڑھا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ لقب سرف تفاول کے لیے تھا کہ عمر دراز پائی اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ جب پیدا ہوئے تو اس وقت ان کی چند یا میں چند بال سفید موجود تھے۔ جب ان کے والد ہاشم کا انتقال ہوا یہ اپنے ننھیال (یثرب) میں تھے۔ ان کا چچا مطلب ان کو یثرب سے جا کر لے آیا اور بیٹوں سے بڑھ کر ناز ونعم سے ان کی پرورش وتربیت کی۔ اس احسان مندی کی قبولیت واظہار میں یہ بھی تمام عمر عبدالمطلب مطلب کا غلام کہلاتے رہے۔ اصلی نام اور لقب پر یہ آخری لقب اس قدر غالب آ گیا تھا کہ عبدالمطلب ہی اصلی نام سمجھا جاتا ہے ان کو شیبہ الحمد اور فیاض اور معطم طیر السما بھی کہا کرتے تھے۔ نیز سید قریش اور شریف قریش کے نام سے عام طور پر ملک میں نامزد تھے قریش میں سے بھی کوئی شخص ان کے اس خطاب کا منکر نہ تھا۔ نبی ﷺ کا اسم مبارک محمد (ﷺ) ان ہی نے تجویز کیا تھا اور حضور کی تربیت تا ہشت سال کا شرف بھی ان ہی کو حاصل ہوا ان ہی کی سرداری کے عہد میں واقعہ فیل کا ظہور ہوا تھا۔ (رحمۃ للعالمین جلد اول)

عبدالمطلب کی عام نصیحت یہ ہوتی تھی ظلم وبغاوت نہ کرو اور مکارم الاخلاق حاصل کرو۔ عبدالمطلب کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ چاہ زم زم سے عمرو بن حرث جرہمی نے بند کر دیا تھا اور امتداد زمانہ سے کسی کو یاد بھی نہ رہا تھا کہ یہ کنواں کہاں تھا۔ عبدالمطلب ہی نے نکالا۔ کہتے ہیں کہ عبدالمطلب تین شب متواتر یہ خواب دیکھتے رہے۔ کہ کنواں نکالو، پھر خواب ہی میں ان کو چاہ زم زم کی جگہ بھی دکھائی گئی۔ عبدالمطلب اور ان کے فرزند اکبر "حارث"

نے اس کی جگہ کو کھودا۔ تین دن کی کھدائی کے بعد ان کو بنو جرہم کی مدفونہ اشیاء ملنے لگیں۔ تلواریں، زرہیں شاخہائے آہو وغیرہ۔ قریش کے لوگ اب تک تو عبدالمطلب کے فعل کو لغو ہی سمجھتے تھے لیکن مدفونہ اشیاء کی برآمدگی نے ان کو بھی یاد کرا دیا اور تب وہ درخواست کرنے لگے کہ اس شرف میں ان کو بھی شامل کر لیا جائے مگر عبدالمطلب نے کسی کو اپنے ساتھ شامل کرنا پسند نہ کیا۔ یہ چشمہ جس سے اب لاکھوں زوار اور صادر و وارد سیراب ہو رہے ہیں اور جسے اللہ تعالیٰ نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے لیے ظاہر فرمایا تھا عبدالمطلب کی بھی یادگار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عبدالمطلب کو کثیر الاولاد کیا تھا۔ ذیل میں ان کی اولاد کو ایک نقشے کے اندر تحریر کیا جاتا ہے:

نقشہ اولاد عبدالمطلب بن ہاشم

نام اہلیہ	بیٹے	بیٹیاں
۱۔ صفیہ بنت جندب بن حجیر بن رئاب بن سواۃ بن عامر بن صعصعہ از نسل نضر دیکھو ص ۱۳ شجرہ نسب نبوی	حارث	
۲۔ فاطمہ بنت عمرو بن عایذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرۃ دیکھو ص ۷ شجرہ نبوی	زبیر۔ ابوطالب۔ عبدالکعبہ ﷺ عبداللہ	ام حکیم، بیضاء، امیمہ، اروی برۃ، عاتکہ
۳۔ لبنیٰ بنت ہاجرہ (از بطن خزاعہ)	ابولہب (عبدالعزیٰ)	
۴۔ ہالہ بنت وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب دیکھو ص ۶ شجرہ نسب	مقوم۔ مجل مغیرہ۔ حمزہ	
۵۔ نتیلہ بنت خباب بن کلیب (از نسل ربیعہ بن نزار۔ دیکھو ص ۹ شجرہ نسب)	ضرار۔ قثم عباس	
۶۔ منعمہ بنت عمرو بن مالک (از بطن خزاعہ)	غیداق۔ مصعب	
میزان ازواج ۶	پسران ۱۵	دختران ۶

مندرجہ بالا نقشے سے معلوم ہوتا ہے کہ عبدالمطلب ۱۵ بیٹوں اور ۶ بیٹیوں کا والد تھا۔ مگر بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ غیداق وہی ہے جس کا نام مجل ہے اور عبدالکعبہ وہی ہے جس کا نام مقوم کا ہے اور قثم کوئی بھی نہ تھا اندریں صورت عبدالمطلب کے نرینہ فرزندوں کی تعداد بارہ ہوئی اور آنحضرت ﷺ کے چچا گیارہ ہوئے۔ زیادہ صحیح یہی ہے کہ ابنائے عبدالمطلب ۱۲ ر تھے۔ ان میں سے ہم کو دس کے حالات ملے ہیں اور سات کے حالات کا اسلامی تاریخ سے بھی تعلق ہے۔ آٹھویں ضرار، فتیان قریش میں سے تھے۔ اور جود و جمال میں مشہور آغاز بعثت ہی میں

انتقال کیا۔ اولاد نہ تھی۔

(۹) ..... مقوم اولاد صلبی تھی مگر نسل جاری نہ ہوئی۔ ہند بنت المقوم کے پسر عبدالرحمن بن ابی عمرو کا ذکر علامہ ذہبیؒ نے کیا ہے۔

(۱۰) ..... مجل کے فرزند قسرہ کے اشعار طبقات الکبیر میں موجود ہیں جس میں اس نے اپنے دوازدہ اعمام کے نام شمار کیے ہیں: غیداق، کثم عبدالکعبہ کے حالات سے کتب تواریخ خاموش ہیں، ممکن ہے کہ مقوم ہی کا نام عبدالکعبہ ہو عبدالمطلب نے ۸۲ سال کی عمر پائی ان کا سال ولادت ۴۹۷ء اور سال وفات ۵۷۹ء اندازہ کیا گیا ہے (تاریخ العرب)

چونکہ عبدالمطلب کی اولاد آنحضرت ﷺ کے اعمام وعمات ہیں اس لیے ان کے مختصر حالات مع ان کی اولاد کے (جہاں تک کہ عہد نبوی سے ان کا قریبی تعلق ہے) تحریر کیے جاتے ہیں تاکہ ناظرین اہل بیت نبوی کے احوال سے بے خبر نہ رہیں۔

حارث عم النبی ﷺ: ..... عبدالمطلب کے سب سے بڑے بیٹے ہیں ان ہی کے نام پر عبدالمطلب کی کنیت ابوالحارث تھی یہ اپنے والد کی حیات ہی میں مر گئے تھے۔ (طبقات ابن سعد) مگر ان کے چار فرزند نوفل وعبداللہ، ربیعہ وابوسفیان مغیرہ جو نبی ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں۔ مسلمان ہوئے ہر ایک کا مختصر حال درج کیا جاتا ہے:

(الف) نوفل بن حارث: ..... جنگ بدر میں کفار کی جانب تھے، پھر جنگ خندق یا فتح مکہ میں مسلمان ہوئے جنگ حنین میں تین ہزار نیزے نبی ﷺ کی خدمت میں اعانت لشکر اسلام کے لیے پیش کیے تھے۔ اس وقت یہ ہاشمی مسلمانوں میں سب سے زیادہ عمر کے تھے ۲۵ھ میں مدینہ میں وفات پائی۔ (الاستیعاب: ۲۳)

ان کے تینوں فرزند مغیرہ، عبداللہ، حارث بھی صحابی ہیں۔ مغیرہ بن نوفل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں قاضی مدینہ تھے۔ ابن ملجم شقی نے جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا تو خود بھاگ چلا تھا، مغیرہ ہی نے اسے گرفتار کیا تھا اور سیدہ امامہ بنت زینب بنت رسول ﷺ کا نکاح بھی بعد انتقال حضرت علی رضی اللہ عنہ ان ہی کے ساتھ حسب وصیت مرتضوی رضی اللہ عنہ ہوا تھا جن سے یحیی بن مغیرہ پیدا ہوئے تھے۔ عبداللہ بن نوفل کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاکم کوفہ کیا تھا، ان کا چہرہ کسی قدر نبی ﷺ سے مشابہت رکھتا تھا۔ حارث بن نوفل کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حاکم مکہ کر دیا تھا۔ آخر میں یہ بصرہ جا رہے تھے۔ یزید پلید کی وفات کے بعد اہل بصرہ ان کو امیر بنانا چاہتے تھے۔ ۶۳ھ میں انتقال ہوا۔ ان کا فرزند عبداللہ المعروف بببہ بھی صحابی ہے۔

(ب) عبداللہ بن حارث: ..... حیات نبوی میں انتقال فرمایا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو خطاب "سعید" سے مشرف فرمایا تھا۔

(ج) ربیعہ بن حارث ..... ابوارو ے کنیت تھی۔ ان ہی کا نام نبی ﷺ نے فتح مکہ کے خطبہ میں لیا تھا اور فرمایا تھا:

"وان اول دم اضعه دم ابن ربيعة بن الحارث"

پہلا مطالبہ خون کا جسے میں ملیامیٹ کرتا ہوں وہ ربیعہ بن الحارث کا مطالبہ ہے۔

اس کی شرح یہ ہے کہ ربیعہ کا ایک فرزند شیر خوار دشمنوں نے مار ڈالا تھا۔ نبی ﷺ نے پچھلے جھگڑوں کا خاتمہ کرنے کے لیے اس مطالبہ کو ملیا میٹ کر دیا اور اس کا خون بہا نہ دلایا ان کا انتقال ۲۳ھ میں ہوا۔ ان کے دو فرزند عبدالمطلب اور مطلب بھی صحابی ہیں۔ عبدالمطلب نے دمشق میں بعہد حکومت یزید وفات پائی۔ مطلب حیات نبوی ﷺ میں بالغ نہ ہوئے تھے۔

(د) ابوسفیان مغیرہ بن الحارث:..... یہ آنحضرت ﷺ کے برادر رضاعی بھی ہیں کیونکہ انہوں نے بھی حلیمہ السعدیہ کا دودھ پیا تھا عرب کے مشہور شعراء وصحابہ میں سے ہیں۔ ابتدائے اسلام میں نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کے مخالف بنے رہے، مگر فتح مکہ سے چند یوم پیشتر جذبہ توفیق ربانی سے خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔

جنگ حنین میں جو صحابہ ثابت قدم رہے تھے۔ ان میں ابوسفیان کو بھی امتیاز حاصل ہے یہ تو رکاب نبویؐ سے علیحدہ ہی نہیں ہوئے تھے۔ قبولیت اسلام کے بعد جو اشعار انہوں نے تصنیف کیے وہ رحمۃ للعالمینؐ کی جلد اول میں درج کیے جا چکے ہیں۔ وفات حسرت آیات نبوی ﷺ کے بعد اشعار میں اکثر درد دل کا اظہار کیا کرتے تھے:

ارقت فبات لیلی لایزول — ولیل اخی المصیبة فیه طول
میں جاگ رہا ہوں اور رات ختم ہی ہونے میں نہیں آتی — ہاں مصیبت زدہ کی رات لمبی ہی ہوا کرتی ہے

فاسعد فی البکاء و ذاك فی ما — اصیب المسلمون به قلیل
میں بے اختیار رو رہا ہوں اور یہ تو اس مصیبت کے مقابلہ میں جو مسلمانوں پر آئی بہت ہی کم ہے

لقد عظمت مصیبتنا وجلت — عشیّة قیل قد قبض الرسول
اس روز ہماری مصیبتوں کی کچھ انتہا نہ رہ گئی — جب لوگ یہ کہنے لگے کہ رسول اللہ بلائے گئے

وضعت ارضنا مما عراها — تکاد بنا جوانبها تمیل
معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر بھونچال آ گیا — اور زمین دھنس جائے گی

فقدنا الوحی والتنزیل فینا — یروح به و یغدو جبرئیل
جس وحی کو لے کر صبح و شام جبرئیل علیہ السلام ہم میں آیا کرتے تھے آج ہم اس سے محروم ہو بیٹھے

وذاك احق ماسالت علیه — نفوس الناس او کادت یسیل
یہ وہ مصیبت ہے کہ لوگوں کا مرجانا — یا قریب مرگ ہو جانا بالکل ٹھیک ہے

نبی کان یجلوا الشك عنا — بما اوحی علیه وما یقول
نبیؐ اس شان کے تھے کہ دل سے شک کو صاف کر دیتے — تھے کبھی بذریعہ کلام وحی اور کبھی بذریعہ ارشادات خود

ویهدینا فلا نخشی ضلالا — علینا والرسول لنا دلیل
وہ ہماری رہنمائی فرمایا کرتے اور ہم کو کبھی بھی بھٹک جانے کا ڈر نہ ہوتا کیونکہ ہم جانتے تھے کہ اللہ کا رسول ہمارا راہنما ہے

افاطمة ان جزعت فذاك عذر وان لم تجزعی ذاك السبيل
اے فاطمہ! اگر تو روئے گی تو ہم تجھے معذور سمجھیں گے اور اگر تو صبر کرے گی تو بہتر ہے کیونکہ یہی بہتر طریق ہے

فقبرا بيك سيد كل قبر وفيه سيد الناس رسول
تیرے باپ کی قبر ہر ایک قبر کی سید ہے اور اس قبر میں نوع انسان کا سردار خدا کا رسول ﷺ آسودہ ہے

نبی ﷺ کو بھی ان سے بہت محبت تھی۔ ایک حدیث میں ہے:

"ابوسفيان بن الحارث من شباب اهل الجنة يا سيد فتيان اهل الجنة"
ترجمہ: ابوسفیان بہشتی جوانوں میں سے ہے۔ یا بہادران بہشتی کا سردار ہے۔

ایک حدیث میں ہے: ابو سفيان خير اهلى يا من خيرا هلى.
"ابوسفیان میرے اہل میں اچھا ہے یا میرے اچھے اہل میں سے ہے"۔

علماء کا قول ہے: كُلُّ الصَّيْدِ فِيْ جَوْفِ الفراء کی مثل بھی نبی ﷺ نے ان کی شان میں فرمائی تھی۔[1]

۲۰ ہجری میں وفات پائی۔ ان کے فرزند عبداللہ اور جعفر دونوں صحابی ہیں۔ جعفر بن ابوسفیان غزوۂ حنین میں بھی شامل تھے اور عہد سلطنت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں وفات پائی۔

ابوطالب عم النبی ﷺ:..... ان کا اصلی نام عبد مناف ہے مگر کنیت نام پر غالب آ گئی تھی۔ ان کو نبی ﷺ کے ساتھ کمال محبت تھی اور تادم زیست (۱۰ھ) نبوت یہ آنحضرت ﷺ کے ناصر و فدائی رہے۔ ان کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں اور باستثناء طالب صحابی ہیں۔ طالب باپ کے بعد اور قبل از ایمان مر گیا تھا۔ اس کی جائے وفات کا بھی پتہ نہیں لگا۔[2]

(الف) عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:..... طالب سے دس برس چھوٹے اور جعفر سے دس برس بڑے تھے۔ جنگ بدر میں دشمنوں کی جانب تھے اور اسیر ہوئے تھے، صلح حدیبیہ سے پیشتر اسلام لائے اور غزوۂ موتہ میں شریک ہوئے۔ عقیل واقعات اور انساب عرب کے بڑے واقف تھے۔ اس علم میں ان کو امتیاز خاص حاصل تھا ابو یزید کنیت تھی۔ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا تھا:

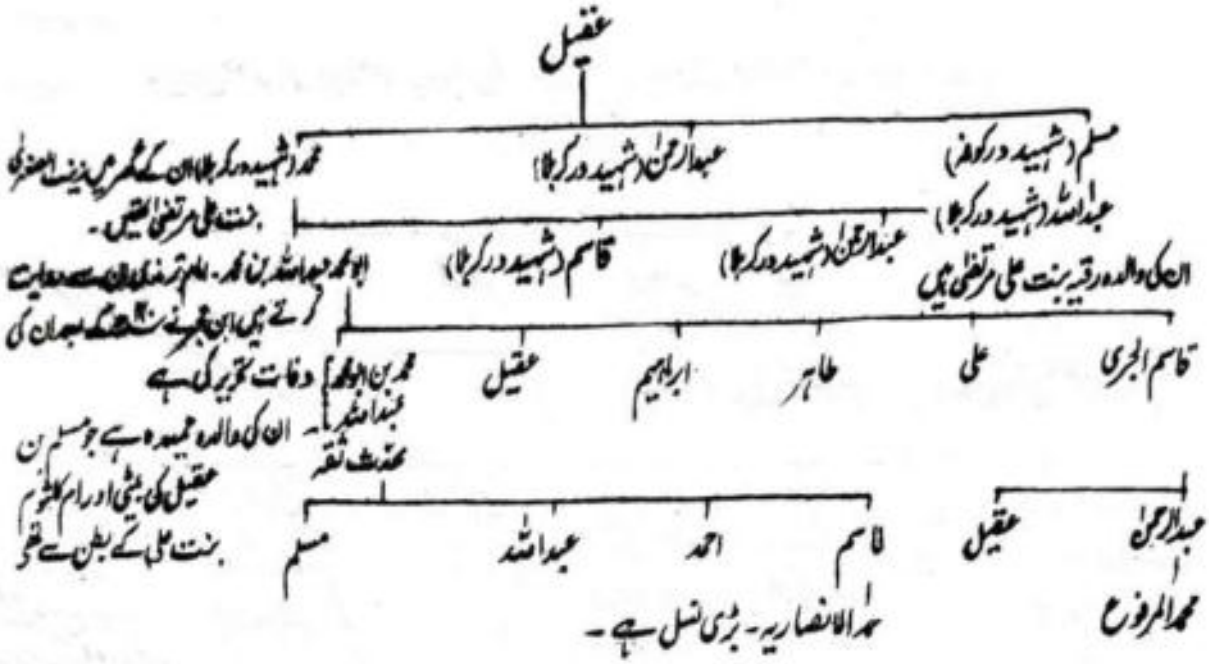
"يا ابا يزيد انى احبك حبين حبا لقرابتك وحبا لما كنت اعلم من حب عمى اياك"
اے ابو یزید! میں تم سے دوگونہ محبت رکھتا ہوں ایک تو محبت قرابت۔ دوم اس لیے کہ مجھے علم ہے کہ میرے چچا کو تم سے محبت تھی۔

ان کا انتقال سلطنت امیر معاویہ میں ہوا تھا۔ مسلم بن عقیل جو امام حسین رضی اللہ عنہ کے نائب ہو کر کوفہ گئے تھے اور بروز پنج شنبہ ۳ ذی الحجہ ۵۹ھ کو شہید ہوئے ان ہی کے فرزند ہیں عقیل کے دو فرزند محمد و عبدالرحمن ایک پوتا عبداللہ بن مسلم بھی کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

---

[1] فراء کے اندر سارے ہی شکار آ جاتے ہیں اردو میں مثل ہے ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں (الاستیعاب صفحہ ۷۰۱)
[2] صحیح بخاری میں بروایت ترمذی ہے کہ ابوطالب کا ورثہ طالب اور عقیل نے سنبھالا تھا۔ باب غزوۃ الفتح۔

اولاد عقیل ابن ابی طالب کا شجرہ نسب ملاحظہ فرمائیں:



ان کی اولاد طبرستان میں بنوالمرفوع مشہور ہے۔

(ب) جعفر (طیار) بن ابو طالب رضی اللہ عنہ: ..... علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی ان سے دس سال بڑے قدیم الاسلام تھے۔ اول ہجرت حبشہ کی اور وہاں جملہ مہاجرین حبشہ کے سردار رہے۔ اس ملک میں ان کے ہاتھ پر خوب اشاعت اسلام ہوئی۔ اسلام پر جو تقریر انہوں نے بادشاہ حبشہ کے دربار میں فرمائی تھی وہ رحمۃ للعالمین جلد اول صفحہ پر درج ہے ۷ھ میں حبش سے مدینہ تشریف لائے۔ نبی ﷺ غزوۂ خیبر کو تشریف لے گئے تھے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بھی خیبر ہی میں جا ملے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے خیبر کی خوشی زیادہ ہے یا قدوم جعفر کی''۔[1]

۸ھ میں جنگ موتہ میں شہید ہوئے۔ تلوار اور نیزے کے نوے سے زیادہ زخم ان کے سامنے کی جانب موجود تھے۔ دونوں بازو جڑ سے کٹ گئے تھے۔ نبی ﷺ نے ان کی منقبت میں فرمایا۔

'' اشبهت خلقي وخلقي '' جعفر تم صورت اور سیرت میں مجھ سے مشابہت رکھتے ہو۔

عمر مبارک بہ وقت شہادت ۴۱ سال کی تھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مسکین کے حق میں جعفر طیار رضی اللہ عنہ سب سے بہتر ہیں، وہ اہل صفہ کی خبر رکھا کرتے تھے اور انہیں کھلایا کرتے تھے جو کچھ بھی ان کے گھر میں ہوتا۔ کبھی کبھی وہ ہمارے پاس عکہ ہی لے آتے جس میں اور کچھ نہ ہوتا ہم اس میں سے علق کر جاتے۔ (بخاری مناقب جعفر)

ان کے چار فرزند تھے۔

الف ..... عبداللہ یہ پہلے مولود ہیں جو مسلمانوں کے گھر حبش میں پیدا ہوئے۔ کثرت سخاوکرم سے ان کا لقب بحر الجود تھا۔ عبادت گزار بھی حد درجہ کے تھے۔ ۸۰ھ میں بعمر ۹۰ رسال مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دختر

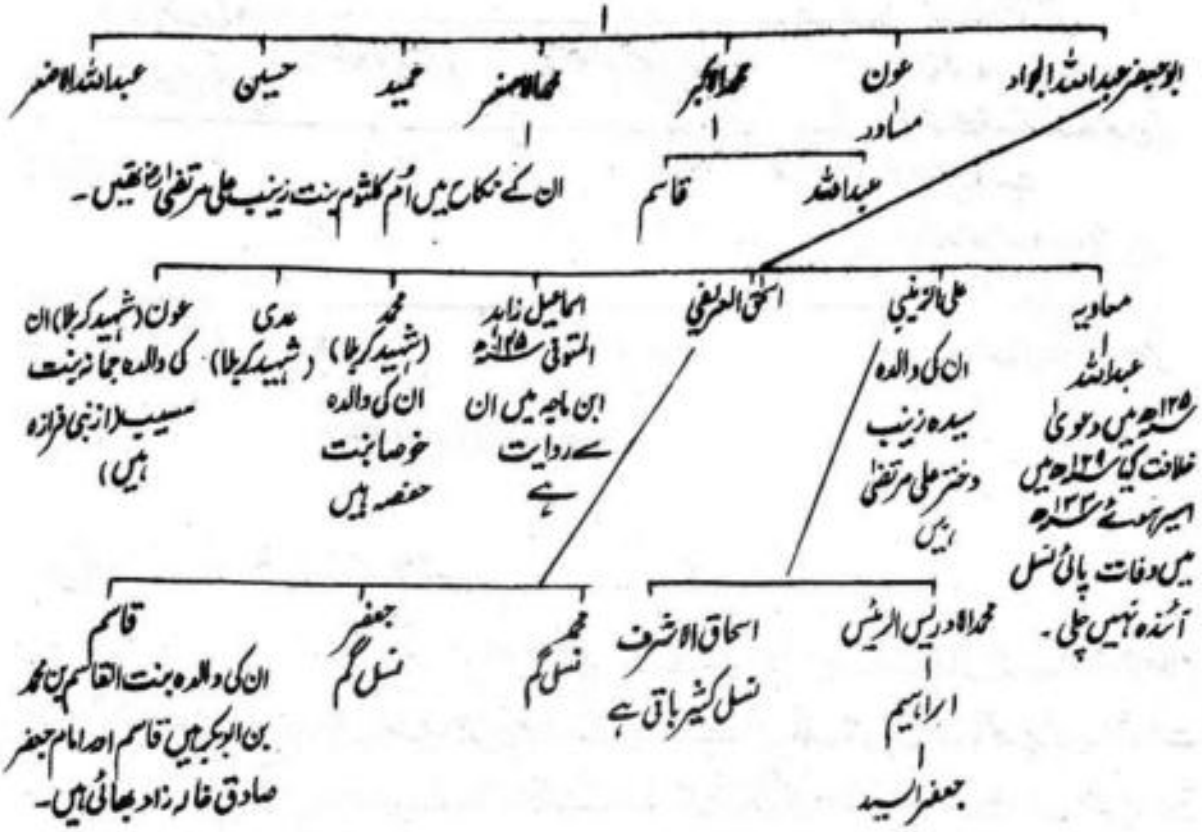
---

[1] صحیح بخاری باب غزوہ موتہ بروایت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

سیدہ زینب کبریٰ ان ہی کے گھر میں تھیں۔ عدی بن عبداللہ بن جعفر کربلا میں شہید ہوئے ابن نہشل تیمی نے ان کو شہید کیا تھا۔

ب..... عون بن جعفر، محمد بن جعفر، یہ دونوں لُستر میں شہید ہوئے۔ اولاد جعفر کا شجرۂ نسب یہ ہے:

اولاد جعفر بن ابی طالب



نسل کثیر باقی ہے اور بنو جعفر کہلاتے ہیں۔

(ج) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ:..... اس امام ہادی انام ابوالائمۃ العظام کے محاسن وفضائل کے لیے دفتر درکار ہیں۔ اگر حیات مستعار باقی ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ ان کی سیرت پر ایک علیحدہ جلد لکھوں گا۔

ابن عباس اور سلمان پارسی رضی اللہ عنہما کا مذہب ہے کہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایمان لائے تھے اس وقت عمر مبارک ۸ سال کی تھی۔ حضور کے شاندار کارنامے شب ہجرت بدر، احد، خندق، صلح حدیبیہ، خیبر وحنین کے واقعات میں نہایت مشہور ہیں۔ شجاعت اور فصل قضایا میں بین الاماثل ممتاز تھے، سیدہ النساء فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے شوہر اور حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے والد بزرگوار تھے۔ ابوالحسن کنیت فرماتے تھے اور ابوتراب کنیت پر (جو عطیہ نبی ﷺ ہے) نہایت شادماں ہوتے تھے۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد بہ ماہ ذی الحجہ ۳۵ھ خلیفہ ہوئے اور بامداد جمعہ ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ کو اشقی الناس ابن ملجم کے ہاتھ سے کوفہ میں زخمی ہوکر واصل بحق ہوئے۔ حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے علاوہ (دیگر ازواج سے) ان کے سولہ فرزند تھے۔ زخم کہ جس پر شہادت ہوئی کثیر بن عمرو السکونی نے جو شاہان ایران کا طبیب خاص رہ چکا تھا نے بتایا کہ زخم ام دماغ تک پہنچ گیا ہے اور اب

صحت محال ہے۔ بکر بن حماد القاہری نے ہائلہ شہادت پر اشعار کہے ہیں:

قل لابن ملجم والاقدار غالبة هدمت ويلك الاسلام اركانا
ابن ملجم سے کہنا (گو میں جانتا ہوں) کہ تقدیر سب پر غالب ہے کہ کم بخت تو نے اسلام کے ارکان کو ڈھادیا

قتلت افضل من يمشي على قدم و اول الناس اسلاما وايمانا
وہ شخص جو زمین پر چلنے والوں میں سب سے افضل تھا اور اسلام اور ایمان میں سب سے اول

واعلم الناس بالقران ثم بما سن رسولنا شرعا و تبيانا
اور قرآن اور سنت کے جاننے میں سب سے اعلم تھا تو نے اسے قتل کیا ہے

صهر النبي ومولاه وناصره اضحت مناقبه نورا وبرهانا
وہ داماد نبی اور ان کا دوست اور ناصر تھا جس کے مناقب کے نور اور برہاں روشن ہیں

وكان منه على زعم الحسودله ما كان هارون من موسى بن عمرانا
جو علی زعم حسود نبیؐ کے لیے ایسا تھا جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون علیہ السلام

وكان في الحرب سيفا صارما ذكرا ليثا اذا لقي اقران اقرانا
جو لڑائی میں شمشیر برندہ اور دلیر شیر تھا جب خوب گھمسان کا رن پڑجاتا ہو

ذكرت قاتله والدمع منحدرا فقلت سبحان رب الناس سبحانا
میں اس کے قاتل کا خیال کرتا ہوں اور روتا روتا کہتا ہوں اے خدا! تو پاک ہے تیری قدرت عجیب ہے

اني لاحسبه ما كان من بشر يخشى المعاد ولكن كان شيطانا
میں تو اس کے قاتل کی بابت کہوں گا کہ یہ وہ بشر نہیں جو قیامت سے ڈرتا ہو بلکہ وہ تو شیطان ہے

اشقى مرادا اذا عدت قبائلها واخسر الناس عند الله ميزانا
اپنے قبیلہ مراد میں سب سے زیادہ بدبخت اور میزان اعمال میں سب سے زیادہ زیاں کار

كما قرالناقة الا ولى التى جبلت على ثمود بارض الحجر خسرانا
(وہ تو) عاقر ناقہ جیسا تھا جس نے صالح کے ناقہ کو مارا اور قوم ثمود پر ملک حجر میں تباہی لانے کا سبب ٹھہرا

كانه لم يروقصدا بضربته الا ليصلى عذاب الخلد نيرانا
معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ پر وار کرنے سے پہلے اس کا مقصد یہی ہوگا کہ وہ خود جہنم کی آگ کا ایندھن بن سکے

حضرت علی و جعفر و عقیل رضی اللہ عنہم کی والدہ کا نام فاطمہؓ بنت اسد بن ہاشم ہے جو اسلام لاکر ہجرت سے مشرف ہوئیں۔ مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔ نبی ﷺ نے ان کے کفن میں اپنا کرتا عطا فرمایا اور جب ان کو لحد میں اتارا

گیا تو آنحضرت ﷺ بھی لحد میں ان کے ساتھ لیٹ گئے۔ فرمایا: میں نے قمیص اس لیے دیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو حلہ جنت پہنائے اور ساتھ اس لیے لیٹا کہ قبر کی وحشت جاتی رہے۔ نبی ﷺ ان کے حق میں فرمایا کرتے کہ ابو طالب کے بعد ان سے بڑھ کر میرے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا اور کوئی نہ تھا۔

حضرت علی مرتضیٰ کی اولاد کے متعلق مؤرخین نے چند اقوال نقل کیے ہیں:

① ..... ۱۸ر بیٹے اور ۱۸ر بیٹیاں تھیں۔ ② ..... ۱۹ر بیٹے تھے جن میں سے چھ والد کے سامنے گزر گئے تھے، باقی ۱۳ر میں سے چھ کربلا میں شہید ہوئے تھے، دنیا میں اس وقت صرف ۵ر بیٹوں امام حسن، امام حسین، محمد حنفیہ، عباس، عمر اطراف کی نسل موجود ہے۔[1] ③ ..... ذیل میں ایک نقشہ مع اسمائے زوجات درج کیا جاتا ہے۔

	نام اہلیہ	بیٹے	بیٹیاں
①	سیدۃ النساء العالمین فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا	حسن و حسین ☆	زینب، کلثوم
②	ام البنین بنت حرام بن خالد (از بنی ہوازن)	عمر، عباس، جعفر، عبید اللہ، عثمان	
③	لیلیٰ بنت مسعود (از بنی تمیم)	عبید اللہ، ابوبکر	
④	اسما بنت عمیس الخثعمیہ	عون، یحییٰ	
⑤	امامہ بنت ابو العاص (از بطن سیدہ زینب)	محمد، اوسط	
⑥	خولہ بنت جعفر بن قیس	محمد بن حنفیہ یا محمد (اکبر)	
⑦	ام سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفی		ام الحسن، رملۃ الکبریٰ
⑧	ام حبیبہ بنت ربیعۃ الشعلبہ	عمر	رقیہ
⑨	مما یاۃ بنت امراء القیس الکلبی		حارثہ

دختران جواری:

ام ہانی، میمونہ، زینب الصغریٰ، رملہ الصغریٰ، فاطمہ، امامہ، خدیجہ ام الکرام، ام سلمہ، جمانہ، نفیسہ، ام جعفر۔[2]

سیدہ فاطمہؓ کی اولاد کا ذکر اہل بیت نبوی ﷺ میں کیا گیا ہے۔ اولاد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ذکر اس جگہ کیا جاتا ہے۔

حضرت عباس بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما: ..... میدان کربلا میں علمبردار امام ہمام تھے۔ ان کا خطاب سقائے اہل بیت بھی ہے ۳۴ر سال کی عمر میں شہید ہوئے تھے۔[3]

---

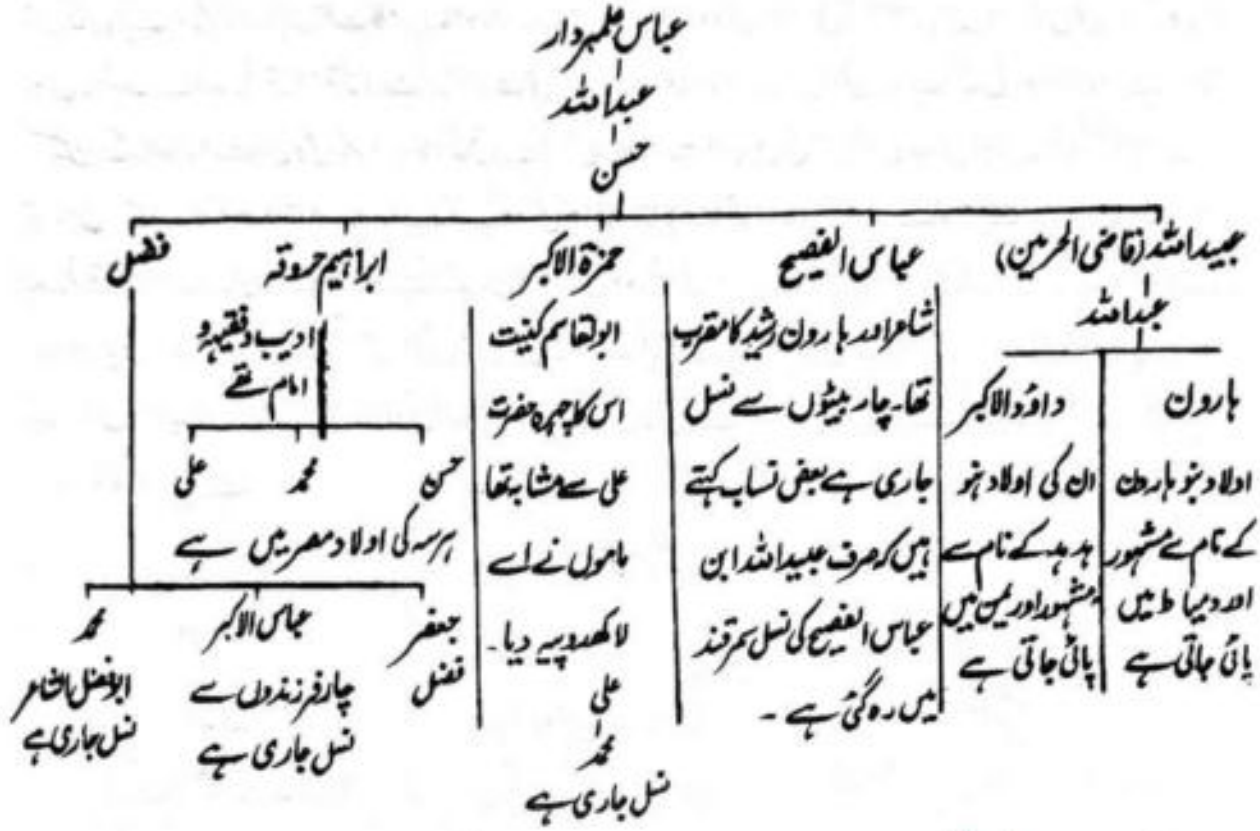
[1] عمدۃ المطالب فی نسل ابی طالب۔

☆ ایک تیسرے فرزند محسن کا نام کتب الاربعہ فی اسماء صحابہ میں سے صرف ابوموسیٰ نے لکھا ہے۔ علامہ ذہبیؒ کہتے ہیں:

تفرد بذکرہ ابو اسحاق عن ھانی عن علی۔

[2] (جزو السادس الکتاب الطبری: ۸۹)

[3] قاتلوں کے نام زید بن رقاد الجنبی اور حکیم بن الطفیل سنبسی ہیں۔ فقط۔



عمر (اطرف) بن علی مرتضی رضی اللہ عنہما:..... عباحضرت عباس کے برادر حقیقی ہیں، اختلاف یہ ہے کہ ان میں سے بڑا کون تھا۔ ۷۷ رسال کی عمر میں وفات پائی۔ بعض کا بیان ہے کہ مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے مختار ثقفی کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ ان کی نسل کا سلسلہ یہ ہے:

عمر اطرف محمد			
عبداللہ	عبیداللہ	عمر	جعفر
احمد.....محمد.....عیسی المبارک.....عیسی صالح	طیب	ہرسہ از بطن خدیجہ بنت امام زین العابدین	از بطن ام ولد
قاسم ملقب ملک طالقان سب کی نسل جاری اور قاسم بن محمد کی نسل ملتان میں پائی جاتی ہے جہاں انہوں نے حکومت بھی کی ہے	علی (بغداد اور نواحی میں نسل موجود ہے)	ابومحمد اسماعیل ان کی نسل کثیر بلخ و خراسان میں ہے	ابوالحسن ابراہیم

حضرت عباس کے باقی تین بھائی ''جعفر، عبیداللہ، عثمان'' کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

ابوالقاسم محمد بن علی مرتضی رضی اللہ عنہ:..... ان کی والدہ خولہ ملقب حنفیہ قبیلہ حنفیہ بن لجیم سے ہیں۔ اس قبیلہ نے عہد صدیقی میں ارتداد کیا تھا۔ یہ جنگ میں اسیر ہوکر آئیں اور علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو ملیں۔ محمد بن علی ۸۔۲۱ھ خلافت فاروقی میں پیدا ہوئے اور یکم محرم ۸۱ھ کو انتقال فرمایا۔ ان کے زہد و ریاضت اور زور و قوت کی حکایات بہت سی مشہور ہیں۔ لشکر مرتضی کے علمبردار یہی ہوا کرتے تھے کسی نے ان سے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ تمہارے والد حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو جنگ

میں نہیں بھیجتے اور تم کو ہر ایک سخت کام پر مامور کرتے ہیں۔ فرمایا: وہ علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ہیں اور میں علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہوں۔ شیعہ کے ایک فرقہ کا اعتقاد ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد امامت ان کو ملی۔ ایک شاخ کا اعتقاد ہے کہ امام حسین کے بعد امامت ان کو ملی پھر ہر دو کا اتفاق ہے کہ آئندہ امامت ان ہی کی نسل میں جاری ہوئی۔ مختار ثقفی جس نے قاتلان حسین سے سخت انتقام لیے۔ اپنے آپ کو انہی کا مختار بتایا کرتا تھا۔ ابن الحنفیہ کے غلام کا نام کیسان ہے، وہ بھی ایک فرقہ کا امام ہے۔ کیسانیہ کا اعتقاد ہے کہ محمد بن علی مرتضی کوہ رضوی[1] پر رہتے ہیں، شیر و پلنگ ان کے پہرہ دار ہیں۔ شہد اور پانی کے چشمے ان کے متصل جوش زن ہیں۔ قرب قیامت میں مہدی کے لقب سے وہی ظہور پذیر ہوں گے۔ ابن الحنفیہ بن علی مرتضی کی اولاد کی تعداد ۲۴ رہے جن میں سے ۱۴ نرینہ فرزند تھے تین سے نسل جاری ہے۔

اولاد کا شجرہ یہ ہے:

محمد بن علی مرتضی		
ابوہاشم	جعفر	علی (نسل کثیر موجود ہے)
عبداللہ (بزرگ تابعین سے ہیں)	یوم الحرہ کو شہید ہوئے تھے ان کی اولاد کثیر موجود ہے	ابومحمد حسن (ان کو کیسانیہ امام تسلیم کرتا ہے)

محمد بن علی مرتضی رضی اللہ عنہما:..... ان کی والدہ سیدہ امامہ بنت سیدہ زینب بنت النبی ﷺ ہیں۔ کربلا میں ایک شخص قبیلہ بنی ابان بن دارم کے تیر سے شہید ہوئے سلسلہ نسب گم ہے۔

ابوبکر بن علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:..... ان کی والدہ لیلی بنت مسعود ہیں۔ جنگ کربلا میں شہید ہوئے۔ بعض نے ان کی شہادت میں اختلاف بھی کیا ہے سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے دیگر فرزندوں عبداللہ وعون ویحییٰ وعمر (فرزند حبیبہ) کے حالات نہیں ملے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد کو علوی بھی کہتے ہیں۔

ام ہانی دختر ابی طالب رضی اللہ عنہا:..... یہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہیں۔ ابوطالب کی سب اولاد طالب عقیل ،جعفر، علی، ہند، جمانہ ایک ہی والدہ فاطمہ اسدیہ سے ہیں۔ ام ہانی کا نام ہند تھا۔ بعض نے فاختہ بھی لکھا ہے۔ ان کا نکاح ہبیرہ بن ابی وہب بن عمرو بن عایذ بن عمران بن مخزوم سے ہوا تھا۔ ام ہانی کے بطن سے ہانی، عمرو، یوسف اور جعدہ دختر پیدا ہوئے تھے۔ ام ہانی عام الفتح کو اسلام لائی تھیں۔ ہبیرہ نجران کو بھاگ گیا تھا اس کی واپسی زنجران اور قبولیت اسلام کی کوئی روایت نہیں ملی۔ ہبیرہ نے اپنے فرار کے متعلق مندرجہ ذیل اشعار مکہ میں لکھ کر بھیجے تھے:

لعمرك ماوليت ظهرى محمدا واصحابه جبنا ولاخيفة القتل

ولكننى قلبت ارى فلم اجد لسيفى عناء ان ضربت ولانبل

وقفت فلما ضيعة موقفى رجعت لعود كالهزبر الى الشبل

ترجمہ:..... سچ سمجھو تو میں نے محمدؐ اور اصحاب محمدؐ کے سامنے سے بوجہ نامردی یا خوف قتل پیٹھ نہیں دی بلکہ

---

[1] بندرگاہ ینبوع سے کوہ رضوی کی چوٹیاں نظر آتی ہیں۔

میں نے دیکھا کہ میرا کام الٹ گیا اور میری تلوار، میرا نیزہ اب کچھ کام نہیں بنا سکتے۔ پہلے تو میں ٹھہرا لیکن جب دیکھا کہ موقف بھی نکل رہا ہے تب لوٹ کر چلا آیا جیسا کہ شیر اپنے بچوں کی طرف واپس آیا کرتا ہے"۔

جمانہ دختر ابی طالب:..... اولاد ابی طالب میں جمانہ کا نام ملتا ہے مگر ان کے حالات سے کوئی آگاہی نہیں ملتی۔ ابن اسحاق امام اہل السیر نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے پیداوار خیبر میں سے تیس وسق خرما جمانہ دختر ابی طالب کے لیے مقرر فرمائے تھے۔ اس فقرہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ خلعت اسلام سے مشرف تھیں اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ فتح خیبر تک وہ حیات تھیں۔

حمزہ عم النبی ﷺ:..... امیر المؤمنین اور اسد اللہ و رسولہ ان کے خطاب ہیں ۶ نبوت میں اسلام لائے اور پھر ہمیشہ ناصر اسلام رہے یہ نبی ﷺ کے برادر رضاعی بھی تھے۔ یعنی ہر دو نے ثوبیہ کا دودھ پیا تھا۔ ابو عمارہ ابو یعلی کنیت فرمایا کرتے تھے جنگ بدر میں نہایت شجاعت اور مردانگی کے کرشمے دکھائے اور جنگ احد میں دشمنوں کے بڑے بڑے بہادروں کو خاک میں ملا کر وحشی کے ہاتھ سے جس نے پتھر کے پیچھے چھپ کر بزدلانہ حملہ کیا تھا شہید ہوئے نبی ﷺ نے سید الشہداء کا خطاب عطا فرمایا، ان کی لاش پر کھڑے ہو کر نبی ﷺ نے فرمایا تھا:

رحمك الله أی عم فلقد كنت وصولا للرحم فعولا للخيرات

ترجمہ:..... چچا! خدا تم پر رحم کرے تم قرابت کا حق خوب ادا کرنے والے اور بکثرت نیکی کرنے والے تھے۔

دشمنوں نے ان کا جگر نکالا، کان کاٹے، چہرہ بگاڑا، پیٹ چاک کر ڈالا تھا، نبی ﷺ لاش کی حالت دیکھ کر اس قدر غمزدہ اور اندوہگین ہوئے تھے کہ اتنا رنج آپ نے کبھی بھی نہ فرمایا تھا۔

کعب بن شرف (یا عبداللہ بن رواحہ) نے اس شہادت پر مندرجہ ذیل اشعار کہے تھے:

بكت عيني وحق بها بكاء	وما يغني البكاء ولا العويل
میری آنکھ روتی ہے یہ رونا ٹھیک بھی ہے	گو رونے اور چلانے کا نتیجہ کچھ بھی نہیں
على اسد الاله غداه قالوا	لحمزة ذاكم الرجل القتيل
رونا اس شیر خدا پر ہے جب یہ آواز نکلی	کہ حمزہ مرے پڑے ہیں
اصيب المسلمون به جميعا	هناك وقد اصيب به الرسول
سب ہی مسلمانوں نے ان کے واقع کو مصیبت سمجھا	حتی کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی
ابايعلى لك الاركان هدت	وانت الماجد البرا لوصول
حمزہ گو مر گئے مگر شک نہیں بڑی ہی عزت والے اور لوگوں سے بھلائی اور قرابتیوں سے احسان کرنے والے تھے	
عليك سلام ربك فى جنان	يخا لطها نعيم لا يزول
حمزہ پر خدا کی سلامتی ہو وہ ان بہشتوں میں	ہیں جہاں کی نعمتوں کو زوال نہیں
الايا هاشم الاخيار صبرا	فكل فعالكم حسن جميل
آل ہاشم کے سرداروں سے عرض ہے کہ صبر کریں	ان کے کام تو بھی اچھے ہوئے کرتے ہیں
رسول الله مصطبر كريم	بامر الله ينطق اذ يقول

برگزیدہ رسول خدا سراپا صبر ہیں — وہ جب بولتے ہیں تو حکم خدا سے بولتے ہیں

الامن مبلغ عنی لویا — فبعد الیوم دائمة تدول

کوئی ہے جو قریش سے جاکر کہہ دے — کہ آج کے بعد تمہارا زمانہ ہمیشہ کے لیے گیا

وقبل الیوم ماعر فوا اذا قو — وتایعنا بها یشفی الخلیل

ہاں آج سے پہلے ہم نے تم کو وہ مزے چکھائے ہیں — جن کو سن کر دوست کو اطمینان ہوجاتا ہے

نسیتم ضربنا بقلیب بدر — غداه اتاکم الموت العجیل

وہ بدر کا کنواں وہ مار — وہ ناگہانی موت تم آج بھول گئے

غداه ثوی ابوجهل صریعا — علیه الطیر حائمة تجول

جب ابوجہل چاروں شانے چت گرا پڑا تھا — گدھ اس کی بوٹیاں نوچ رہے تھے

وعتبة وابنه خیرا جمیعا — وشیبة عضه السیف الصیعل

اسی طرح عتبہ بھی اس کا بیٹا بھی — اسی طرح شیبہ بھی تلوار نے ان کی تکا بوٹی کردی تھی

ان کے دو فرزند تھے: عمارہ اور یعلی۔ عمارہ کا فرزند حمزہ ہوا اور یعلی کے پانچ فرزند ہوئے مگر پھر ان کی نسل آگے نہ چلی۔ دو لڑکیاں تھیں: ام الفضل اور امامہ۔ ام الفضل دختر حمزہ سے ایک حدیث عبداللہ بن شداد نے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں: ہمارا ایک آزاد کردہ غلام مرگیا تھا، اس کے ایک بیٹی ایک بہن تھی نبی ﷺ نے دونوں کو نصفا نصف ورثہ دلایا تھا۔ امامہ وہی ہے جن کے حق حضانت کی بابت حضرت زید، جعفر طیار اور علی مرتضی رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ کے حضور میں اپنے اپنے دلائل پیش کیے تھے۔ حضرت زیدؓ کہتے تھے: حمزہ مواخات میں میرے بھائی تھے، اس لیے لڑکی پرورش کے لیے مجھے ملنی چاہیے۔ حضرت علی کہتے تھے: لڑکی میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس نے مکہ سے مدینہ تک ہودج فاطمہؓ میں سفر کیا ہے۔ حضرت جعفر طیار کہتے تھے کہ لڑکی میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس کی خالہ میری بیوی ہے۔ نبی ﷺ نے حضرت جعفر کے حق میں فیصلہ فرمایا تھا۔ یہ واقعہ ۶ھ کا ہے اور صحاح میں تفصیل سے مذکور ہے۔ امامہ کا نکاح ام المؤمنین ام سلمہ کے فرزند سلمہ کے ساتھ ہوا تھا۔

ابولہب بن عبدالمطلب:..... نبی ﷺ سے توحید کی وجہ سے عداوت رکھتا تھا۔ جب نبی ﷺ بازاروں میں وعظ فرمایا کرتے تب ابولہب قریب ہی کھڑے ہوکر چلایا کرتا۔ لوگو! اس کی نہ سنو، دیوانہ ہے۔

ابولہب جنگ بدر سے ۸ دن بعد طاعون سے ہلاک ہوا۔ تین دن تک اس کا جثہ سڑتا رہا۔ لیکن جب سڑاند سے سارا محلہ تکلیف پانے لگا تب اس کے اقارب نے اس کی لاش کو لمبی لمبی بلیوں سے چارپائی سے نیچے گرادیا اور دیوار کے اوپر چڑھ کر اتنے پتھر اس ناپاک جثہ پر پھینکے کہ وہ پتھروں کے ڈھیر میں چھپ گیا۔ اَلنَّاسُ وَالْحِجَارَةُ دونوں کا لقمہ ایک ہی وقت میں نار کو مل گیا۔ اس کے چار بیٹے تھے۔ دو بہ حالت کفر بری طرح تباہ ہوئے اور دو عقبہ اور معتب عام الفتح کو مسلمان ہوکر جنگ حنین میں ہمرکاب نبوی ﷺ حاضر ہوئے۔ اس جنگ میں معتب کی ایک آنکھ بھی جاتی رہی تھی۔ دونوں بھائی مکہ ہی میں رہے۔

درہ بنت ابی لہب بھی مسلمان ہوئی، یہ حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کے نکاح میں آئی۔ عتبہ اور ولید

اور ابو مسلم درہؓ ہی کے بطن سے ہیں، درہؓ نے حدیث رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے۔

انه سئل ای الناس خیر فقال اتقاهم الله وامرهم بالمعروف و انها هم عن المنکر و اوصلهم لرحمه

لوگوں میں بہتر کون ہے؟ نبی ﷺ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا: وہ جسے خدا کا تقوی زیادہ ہو، جو لوگوں کو نیک کاموں کا حکم کرتا برے کاموں سے روکتا اور قرابت مندوں سے سلوک کرتا ہے۔

یہ حدیث بھی درہ بنت ابی لہبؓ سے مروی ہے: لا یوذی حی بمیت

کسی مردے کے افعال کے بدلے کسی زندہ کو اذیت نہیں دی جا سکتی۔

عباس بن عبد المطلب عم النبی ﷺ: ..... نبی ﷺ سے عمر میں دو سال آگے تھے۔ ان کی والدہ کا نام نتیلہ بنت خباب تھا۔ یہ پہلی عربی خاتون تھیں جنہوں نے بیت الحرام کو حریر اور دیباج کا لباس پہنایا۔

حضرت عباسؓ جاہلیت میں بھی رئیس قریش تھے۔ عمارۃ المسجد الحرام اور سقایہ ان ہی سے متعلق تھی۔ سقایہ کے معنی تو مشہور ہی ہیں (پیاؤ لگوانا) مگر عمارت سے مطلب یہ ہے کہ بیت الحرام کے اندر کسی شخص کا گالی گفتار نہ ہونے دیتے تھے اور کوئی شخص خانہ کعبہ کے اندر بے ہودہ بات زبان پر نہ لا سکتا تھا1۔

جنگ بدر میں یہ قریش کی جانب تھے اور پکڑے گئے تھے ان کی مشک بندی زور سے کر دی گئی تھی، جس کی تکلیف سے وہ ہائے ہائے کرتے تھے۔ یہ آواز نبی ﷺ کے سمع مبارک تک آتی تھی اور آپ ادھر سے ادھر کروٹیں بدلتے تھے۔ کسی نے عرض کیا کہ حضور آرام کیوں نہیں فرماتے۔ فرمایا: عباس کے کراہنے سے مجھے نیند نہیں آتی۔ تھوڑی دیر ہو چکی تو یہ آواز حضور نے نہ سنی، فرمایا: عباس کا کیا حال ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں نے ان کی مشک بندی کھول دی ہے۔ فرمایا: جاؤ سب اسیروں کے ساتھ یہی برتاؤ کرو۔

حجاج بن علاط کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عباسؓ قدیم الاسلام تھے لیکن انہوں نے اپنا اسلام چھپا رکھا تھا اور حکم نبوی ﷺ سے مکہ میں ٹھہرے ہوئے تھے، اخبار کفار حضور تک پہنچایا کرتے اور غریب مسلمانان مکہ کی امداد فرمایا کرتے۔ اظہار اسلام کے بعد حنین، طائف اور تبوک کے غزواۃ میں شامل ہوئے۔ اظہار اسلام سے پیشتر بیعت عقبہ ثانیہ میں نبی ﷺ کی معیت میں حاضر تھے، بدر میں عقیل اور نوفل برادر زادوں اور حارث برادر خود کا فدیہ انہوں نے خود ادا کیا تھا جنگ حنین میں حضرت عباس برابر ملتزم رکاب نبوی رہے۔ اسلام کے بعد نبی ﷺ ان کی نہایت حرمت و عزت فرمایا کرتے اور ارشاد فرماتے:

هذا عمی و صنو ابی (یہ میرے چچا ہیں اور میرے باپ کے برابر ہیں)

حضرت عباسؓ جواد و معظم، اہل قرابت سے سلوک کرنے والے صاحب رائے و تدبیر اور صاحب دعائے مستجاب تھے۔ انہوں نے ۱۲ رجب یا رمضان ۳۲ھ میں بعمر ۸۸ رسال وفات پائی۔ حضرت عثمان غنیؓ نے نماز جنازہ ادا کی اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئے۔

ان کے فرزند یہ ہیں: فضل، عبداللہ، عبید اللہ، معبد، قثم عبدالرحمن (ام حبیب دختر) یہ سب تو ام الفضل کے بطن سے ہیں اور عون بن عباس ایک دوسری ماں سے اور تمام و کثیر ایک اور ماں سے اور حارث ایک اور ماں سے ہیں۔

① ..... فضل بن عباس سب سے بڑے ہیں۔ باپ کی کنیت ابوالفضل اور ان کی ماں (لبابۃ الصغری) کی کنیت ام الفضل انہی کے نام پر ہے۔ یہ غزوۂ حنین میں شریک اور حجۃ الوداع میں حاضر ہوئے اور غسل نبویؐ میں شامل تھے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر پانی ڈالتے تھے۔ خلافت صدیقی ۱۳ھ یا فاروقی ۱۸ھ میں شہید ہوئے۔ ایک لڑکی ام کلثوم باقی چھوڑی۔ اس کا نکاح اول امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ پھر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا۔ عبداللہ بن عباس اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما نے ان سے روایت کی ہے۔

① ..... عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے فرزندوں میں سب سے زیادہ مشہور حبر امت اور ربی امت کے لقب سے ملقب ہیں۔ ۶۸ھ میں ستر سال کی عمر میں طائف میں وفات پائی۔

نبی ﷺ نے فرمایا تھا: اللھم علمه الحكمة وتاويل القرآن

ایک حدیث میں الفاظ دعائے نبویؐ یہ ہیں: اللھم بارك فيه و انشر منه و اجعله من عبادك الصالحين

مسروق کہتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر میں کہتا تھا کہ یہ سب سے زیادہ حسین ہیں، گفتگو سن کر یقین ہوتا تھا کہ یہ سب سے زیادہ فصیح ہیں اور ان کی روایت سن کر معلوم ہوتا تھا کہ یہ سب سے بڑھ کر عالم ہیں۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کو حاکم بصرہ مقرر کیا تھا، جنگ جمل و صفین و نہروان میں یہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مع اپنے فرزندان حسن و حسین اور محمد کے حاضر رہے تھے۔ آخر عمر میں ان کی آنکھیں جاتی رہی تھیں، اس پر ان کے اشعار ہیں:

أن يأخذ الله من عيني نورهما ففي لساني و قلبي منهما نور

قلبي زكي و عقلي غير ذي دخل وفي فمي صارم كالسيف ماتور

علوم شعر و انساب اور ایام عرب اور وقائع عرب اور علم حدیث و فقہ و تفسیر میں امام تھے۔ خلفاء عباسیہ انہی کی اولاد ہیں۔ ابن عباس نے ڈیڑھ ہزار سے کچھ زائد احادیث کی روایت کی ہے۔[1] خلفائے بغداد جن کی حکومت ۱۳۲ھ سے ۶۵۰ھ تک رہی انہی کی نسل سے تھے عالی جناب والا دودمان نواب صاحب بہاول پور اسی شاخ عالی سے ہیں۔

② ..... عبیداللہ بن عباس یہ اپنے بھائی عبداللہ سے ایک سال چھوٹے تھے۔ علی مرتضیٰ نے ان کو اپنے عہد خلافت میں حاکم یمن بنایا تھا اور ۳۶ھ و ۳۷ھ میں یعنی دو سال تک حضرت علی مرتضیٰ کے حکم سے امیر الحاج بھی بنے رہے۔ ۵۸ھ میں وفات پائی۔ اجود الناس مشہور تھے۔

③ ..... معبد عہد نبوی میں پیدا ہوئے اور ۳۵ھ میں بعہد خلافت عثمان غنیؓ ملک افریقہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے ان سے کوئی حدیث مروی نہیں۔

⑤ ..... قثم بن عباس عبیداللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ میں عبیداللہ اور قثم کھیل رہے تھے نبی ﷺ وہاں سے گزرے مجھے آگے اور قثم کو اپنے پیچھے سوار کر لیا اور ہمارے لیے دعا بھی فرمائی۔

حضرت علی مرتضیٰ ﷺ نے ان کو اپنے عہد خلافت میں حاکم مکہ کر دیا تھا اور شہادت مرتضوی تک یہ اسی جگہ مامور رہے۔ قثم، سعید بن عثمان غنی کے ساتھ سمرقند کے جہاد کو گئے تھے۔ وہیں شہید ہوئے۔

---

[1] کتاب الفضل، جلد ۴، لابن حزم، صفحہ ۱۳۸۔

ایک شاعر ان کی مدح میں لکھتا ہے:

کم صارخ بك مكروب وصارخة	يدعوك يا قثم الخيرات ياقثم
بہت سے مصیبت زدہ مرد اور عورتیں	قثم سخی قثم کو پکارا کرتے ہیں

سب سے آخر میں نبی ﷺ سے یہی الگ ہوئے تھے۔ یعنی لحد مبارک میں حضور ﷺ کو لٹانے کے بعد سب سے آخر میں یہی باہر نکلے تھے۔

⑥ ..... کثیر، وفات نبوی سے چند ماہ پیشتر ۱۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ فقیہ ذکی و فاضل تھے۔ ان کی ماں رومیہ (یورپین) تھیں۔

⑦ ..... تمام کثیر کے مادرزاد بھائی اولاد عباسؓ میں سب سے چھوٹے ہیں بڑے بہادر حملہ آور تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے حاکم مدینہ بھی رہے ان کی اولاد باقی ہے۔

⑧ ..... عبدالرحمن عہد نبوی میں پیدا ہوئے اور اپنے بھائی معید کے ساتھ افریقہ میں شہید ہوئے۔

⑨ ..... ام حبیب دختر عباس رضی اللہ عنہ کا نکاح اسود بن سفیان عبدالاسد مخزومی سے ہوا تھا۔ سفیان ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی برادر ہے۔

زبیر عم النبی ﷺ: ..... آنحضرت ﷺ ۳۴ رسال کے تھے، جب ان کا انتقال ہوا۔ (انسان العیون ۱/ ۱۳۵)

حلف الفضول[1] کے قیام میں انہوں نے بہت سعی کی تھی۔ اس سے ان کی نیکی اور رحم دلی کا حال معلوم ہوتا ہے، زبیر شاعر فصیح البیان تھے۔ اپنے والد کے وصی تھے۔ (طبقات کبیر ابن سعد جلد اول) ان کا ایک فرزند عبداللہ اور دو لڑکیاں صباعہ اور ام حکیم صحابی ہیں۔ (الاستیعاب)

حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ عم النبی ﷺ: ..... جنگ اجنادین میں (جو بعہد خلافت صدیق ہوئی) شہید ہوئے تھے ان کی لاش کے گرد دشمنوں کی لاشوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا جس سے واضح تھا کہ کیسی شجاعت کے بعد انہوں نے جان بحال آفریں دی تھی۔ نبی ﷺ ان کو (ابن عمی وحبی) میرے چچا کا بیٹا اور میرا پیارا فرمایا کرتے تھے۔

عمات النبی ﷺ

حضرت ام حکیم بیضا عمۃ النبی ﷺ: ..... حضرت عبداللہ و ابوطالب و زبیرؓ کی حقیقی بہن ہیں۔ ان کا نکاح کزیر بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن مناف سے ہوا تھا۔ ان کے فرزند کا نام عامر تھا۔ جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے۔ ان کا بیٹا عبداللہ بن عامر بھی صحابی ہے جسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے والی خراسان بنایا تھا۔

ام حکیم کی دختر اروی ہیں جو عثمان ذوالنورین کی والدہ ہیں۔ (زرقانی والاستیعاب)

امیمہ عمۃ النبی ﷺ: ..... ان کا نکاح جحش بن رباب سے ہوا تھا۔ ام المؤمنین زینب، ام حبیبہ، حمنہ دختران اور عبداللہ بن جحش ان کے پسر ہیں۔ ام حبیبہ اہلیہ عبدالرحمن بن عوف ہیں۔ حمنہ کا پہلا نکاح مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے

---

[1] حلف الفضول۔ دیکھیے کتاب رحمۃ للعالمین ﷺ: جلد اول

دوسرا نکاح حضرت طلحہ بن عبداللہ سے ہوا، اس نکاح سے محمد اور عمران دو فرزند ہوئے۔ جو اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں۔ عبداللہ بن جحش یوم احد کو شہید ہوئے اور اپنے ماموں حمزہ کے ساتھ مدفون ہوئے۔

حضرت عاتکہ عمۃ النبی ﷺ:..... انہوں نے جنگ بدر سے چند یوم پہلے ایک خواب دیکھا تھا۔ کافروں نے یہ خواب سنا تو خوب ہنسی اڑائی کہ اب تو ہاشم کی لڑکیاں بھی نبوت کرنے لگیں، لیکن نتیجہ وہی نکلا جیسا کہ خواب میں ان کو دکھایا گیا تھا۔ خواب یہ تھا کہ ایک سوار ہے اس نے کوہ بوقبیس سے ایک پتھر اٹھایا ہے اور رکن کعبہ پر کھینچ مارا ہے۔ اس پتھر کے ذرہ ذرہ ریزے ہو گئے۔ ہر ایک ریزہ قریش کے ہر ایک گھر میں جا پہنچا۔ البتہ بنو زہرہ بچے رہے۔[1] عاتکہ بمعنی طاہرہ ہے۔

حضرت صفیہ عمۃ النبی ﷺ:..... امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہیں، ان کا پہلا نکاح حارث بن حرب بن امیہ سے ہوا تھا وہ مر گیا تو نکاح ثانی عوام بن خویلد بن اسد سے ہوا عوام حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے برادر حقیقی تھے اس نکاح سے حضرت زبیر پیدا ہوئے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ یعنی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے اور نبی ﷺ کے پھپیرے بھائی ہیں۔ سائب بن العوام بھی ان کے فرزند ہیں جو غزوات بدر و خندق میں اور جنگ یمامہ میں نبرد آزما ہوئے تھے۔ صفیہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہیں، انہوں نے جنگ خندق میں ایک یہودی کو قتل بھی کیا تھا۔ نبی ﷺ نے ان کو مال غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا تھا۔ انہوں نے اپنی قوت ایمانیہ کے کمال کا ثبوت جنگ احد میں دیا تھا۔ حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے بھائی کو خاک و خون میں دیکھا۔ ان کی لاش کو بے حرمت شدہ پایا۔ پھر بھی نہ روئیں نہ چلائیں بلکہ دعا کر کے چلی آئیں۔

حضرت برہ عمۃ النبی ﷺ:..... ان کا نکاح عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم القرشی سے ہوا تھا، ابوسلمہ عبداللہ ان ہی کے فرزند ہیں، جو ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر اول ہیں۔ ابوسلمہ کا شمار اسلام میں داخل ہونے والوں میں گیارہواں ہے۔ ابوسلمہ کا حال ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے احوال میں ہے۔

حضرت اروی رضی اللہ عنہا عمۃ النبی ﷺ:..... نبی ﷺ کے والد کی حقیقی بہن ہیں۔ ابن سعدؒ اور ابن القیمؒ نے ان کے اسلام کی تصدیق کی ہے اور واقدیؒ نے روایت کیا ہے کہ جب ان کے فرزند طلیب نے ماں کو اپنے اسلام کی خبر سنائی تو اروی رضی اللہ عنہا خاتون نے کہا:

ان احق من وازرت و عضدت ابن خالك لوكنا نقدر على مايقدر عليه الرجال لمنعناه و ذببناه عنه

ترجمہ: تیرے لیے تیرے ماموں کا بیٹا سب سے بڑھ کر خدمت اور مدد کا حق دار ہے۔ بخدا اگر ہم عورتوں کو مردوں جیسی طاقت ہوتی تو ہم اس کا بچاؤ کیا کرتیں اور اس کے دشمنوں کا جواب دیا کرتیں۔

اروی رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کی وفات پر مندرجہ ذیل اشعار کہے تھے:

الا يا رسول الله كنت رجائنا ... وكنت بنا برا ولم تك جافيا

كان على قلبي لذكر محمد ... وماجمعت من النبي المحاديا

---

[1] بنو زہرہ جنگ بدر میں شامل نہ ہوئے تھے۔

اروی ؓ کا نکاح عمیر بن وہیب بن عبد بن قصی سے ہوا تھا۔ ان کے فرزند طلیب قدیم الاسلام تھے۔ ان کا شمار مہاجرین اول میں ہوتا ہے۔ انہوں نے اول ہجرت حبشہ کی اور پھر ہجرت مدینہ بعض کے نزدیک طلیب پہلے شخص تھے جنہوں نے راہ خدا میں خون بہایا (بعض کے نزدیک سعد بن ابی وقاص ؓ ہی) جنگ بدر میں حاضر ہوئے واقعہ اجنادین میں شہید ہوئے اولاد نہیں چھوڑی۔

عبداللہ والد النبی ﷺ: ..... باپ کے لاڈلے فرزند تھے۔ عبدالمطلب نے منت مانی تھی کہ اگر خدا تعالیٰ اسے دس فرزند عطا فرمائے گا تو وہ ایک کو تقرب الٰہی کے لیے ذبح کرے گا۔ جب عبدالمطلب کے گھر دس فرزند پیدا ہو چکے تب انہوں نے اپنی منت کو پورا کرنے کا ارادہ کیا قرعہ ڈالا گیا تو عبداللہ کے نام کا قرعہ نکلا۔ عبداللہ نے باپ کی خوشنودی اور مرضاۃ الٰہی کے لیے قربان ہونا منظور کر لیا لیکن ابوطالب نے اپنے برادر شقیق کے لیے مزاحمت کی اور اشعار ذیل میں اپنا مدعا باپ سے بیان کیا:

کلا و رب البیت ذی الانصاب ماذبح عبدالله بالتلعاب
یاشیب ان الربح ذوعقاب ان لناجره فی الخطاب
احوال صدق کاسود الغاب

حضرت عبداللہ کے ننھیال بھی اس مزاحمت میں شریک ہو گئے۔ مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم نے کہا:

یاعجبا من فعل عبدالمطلب وذبحه ابنا کتمثال الذهب
کلا وبیت الله مستور الحجب ماذبح عبدالله فینا باللعب

آخر فیصلہ ہوا کہ ایک مشہور کاہنہ جو کچھ کہہ دے اس کے مطابق عمل کیا جائے کاہنہ نے کہا کہ قرعہ اونٹوں پر ڈالنا چاہیے اور جب عبداللہ کو چھوڑ کر اونٹوں کا قرعہ نکلے اتنے اونٹ قربانی کر دینے چاہئیں۔ قرعہ کا آغاز دس اونٹوں سے کیا گیا۔ پھر بیس تیس چالیس پچاس ساٹھ ستر اسی نوے تک بڑھاتے گئے۔ ہر دفعہ عبداللہ کا نام نکلا۔ لیکن جب اونٹوں کی تعداد ایک سو کر دی گئی۔ تب قرعہ اونٹوں کا نکل آیا اور عبدالمطلب نے بیٹے کے فدیہ اور اپنی منت کے بدلے میں سو اونٹ قربان کر دیے۔ اس میں شک نہیں کہ انسانی قربانی ایک وحشیانہ رسم ہے، لیکن یہ رسم اس زمانہ تک ہر ایک ملک میں پائی جاتی تھی اور ہند، یونان، مصر و ایران، چین و افریقہ کے ممالک میں برابر جاری تھی۔

عبدالمطلب کے اس فعل میں اگر کوئی ندرت ہے تو یہ ہے کہ اس نے یہ منت خالص خدائے پاک کے لیے مانی تھی۔ کسی دیوتا یا بت کے لیے نہیں جیسا کہ اس رسم کے پابند لوگ کلیتاً غیر اللہ ہی کے لیے کیا کرتے ہیں ممکن ہے کہ سردار عبدالمطلب کے دل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اتباع کا شوق پیدا ہوا اور اس شوق میں مامور و غیر مامور کے فرق کو نہ سمجھ کر انہوں نے یہ باور کر لیا ہو کہ ہر ایک باپ کو قربانی فرزند کا حق حاصل ہے۔ اللہ عزوجل نے احسان فرمایا کہ عبدالمطلب کو بھی ایفائے نذر سے سرخرو کیا اور عبداللہ کو بھی بچایا۔

اس واقعہ سے پیشتر عرب میں انسانی دیت (خون بہا) کے لیے دس اونٹ مقرر تھے لیکن اس واقعہ کے بعد دیت کی مقدار عام طور پر سو اونٹ ہو گئی۔ گویا عبدالمطلب کے خلوص اور سردار عبداللہ کی اطاعت پدری کا یہ نتیجہ نکلا کہ

سارے ملک میں انسان کی قدر و قیمت بڑھ گئی اور یہ ظاہر ہے کہ دیت کی مقدار میں وہ چند ترقی ہوجانے سے واردات قتل کے شمار میں ضرور نمایاں کمی ہوگئی ہوگی اور اس طرح یہ واقعہ تمام ملک اور بنی نوع انسان کے لیے یمن و برکت کا موجب بن گیا۔ بے شک جس گرامی سردار کے فرزند کو رحمۃ للعالمین بننا تھا۔ اس کے آبائے کرام کا بھی بنی نوع انسان کے لیے ایسا ہی محسن ہونا ضروری تھا۔ سردار عبداللہ کی عفت نفس کا ایک واقعہ ابونعیم وخرایطی وابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ فاطمہ بنت مرالخشعمیہ نے ان سے اظہار محبت کیا اور اپنی جانب متوجہ کرنے کے لیے سو اونٹوں کا عطیہ بھی ان کو دینا چاہا لیکن انہوں نے اس درخواست کے جواب میں یہ قطعہ پڑھ کر سنایا:

اما الحرام فالممات دونه والحل لاحل فاستبينه

فكيف الى الا الذى تبغينه يحمى الكريم عرضه و دينه

ترجمہ: فصل حرام کے ارتکاب کرنے سے تو مرجانا ہی اچھا ہے۔ حلال کو بے شک میں پسند کرتا ہوں مگر اس کے لے اعلان ضروری ہے تم مجھے بہکاتی اور پھیلاتی ہو مگر شریف انسان کو لازم ہے کہ اپنی عزت اور دین کی حفاظت کرے (خصائص الکبری)

سردار عبداللہ کا نکاح سیدہ آمنہ سے ہوا تھا، اس نکاح کے بعد وہ ملک شام کو تجارت کے لیے چلے گئے تھے اور واپسی کے وقت مدینے میں اس لیے ٹھہرے تھے کہ اپنے باپ کے حکم کے موافق وہاں سے کھجوروں کا سودا کریں، وہیں بیمار ہوئے اور عالم آخرت کو سدھار گئے۔ نبی ﷺ کے والدین کے اسماء پر نظر کرو، اس زمانہ کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہوئے ہر ایک مؤرخ تعجب کرے گا کہ ایسے پاک نام کیوں کر رکھے گئے تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ بھی ارہاص نبوت تھا جس بچے کو باپ کے خون سے عبودیت الٰہی اور ماں کے دودھ سے امن عامہ کی گھٹی ملی ہو، کچھ تعجب نہ کرنا چاہیے کہ وہ محمود الافعال حمید الصفات ہو اور تمام دنیا کی زبان سے محمد کہلائے۔ صلی اللہ علیہ و آلہ و أصحابہ وسلم۔

سردار عبداللہ کا انتقال ۲۵ رسال کی عمر میں ہوا تھا۔ جب نبی ﷺ ہنوز شکم مادر ہی میں تھے۔

سیدہ آمنہ:..... نبی کریم ﷺ کی والدہ ہیں۔ ان کے والد بنو زہرہ کے سردار قریش میں نہایت محترم تھے، سیدہ آمنہ نے اپنے چچا وہیب کی حضانت میں پرورش پائی تھی۔ وہیب بھی اپنے بھائی کی طرح قوم کا سید اور مطاع تھا۔

سیدہ آمنہ کا سلسلہ نسب یہ ہے:

آباءها	أمهاتها			
وہب	برہ	بنت	أب	عبدالعزی بن عثمان بن عبدالدار بن قصی (سلسلہ ۵ رآباء نبوی)
			أم	ام حبیب بنت اسد بن عبدالعزی بن قصی (سلسلہ ۵ رآباء نبوی)
عبد مناف	قیلہ	بنت	أب	دخیر بن غالب بن حارث (من الخزاعہ)
			أم	سلمی بنت لوی بن غالب (سلسلہ ۱۰ رآباء نبوی)
زہرہ	جمل	بنت	أب	مالک بن قصیہ بن سعد بن مليح (من الخزاعہ)
کلاب	فاطمہ	بنت	أب	سعد بن سیل (من الازد)
			أم	ظریفہ بنت قیس

اس سلسلہ سے واضح ہوگا کہ زہرہ اور قصی بن کلاب دونوں برابر شفیق تھے۔

سیدہ آمنہ نکاح کے پہلے ہی ہفتہ میں امانت دار نور نبوی محمدی بن گئی تھیں، ان کا بیان ہے کہ مجھے بوڑھی عورتوں نے کہا کہ حمل کے دنوں میں کچھ لوہا گردن میں لٹکالو اور کچھ بازوؤں پر باندھ لو۔ میں نے ایسا ہی کرلیا مگر چند روز کے بعد دیکھا کہ وہ لوہے کی چیزیں کہیں گر پڑی تھیں پھر میں نے کچھ بھی نہ باندھا۔ (ابن سعد)

سیدہ آمنہ کو خواب میں بتایا گیا تھا کہ پیٹ کے بچے کا نام احمد رکھنا۔ چنانچہ ماں نے آنحضرت کا نام احمد رکھا اور دادا نے محمد تجویز کیا۔[1] پس محمد و احمد۔ دونوں مبارک نام حضور ﷺ کے ذاتی نام ہیں۔

اس خواب کے بعد ہی سیدہ آمنہ کو یقین ہوگیا تھا کہ ان کا مولود نہایت مبارک و مسعود ہوگا۔ چنانچہ جب حلیمہؓ نے آنحضرت ﷺ کو گود میں لینے سے اس لیے تامل کیا کہ حضور یتیم بچے ہیں تو سیدہ نے فرمایا تھا۔

"یاظئر سلی عن ابنك فانه سیکون له شان"

ترجمہ: اے دایہ! اس بچے سے مطمئن رہو اس کی بڑی شان ہونے والی ہے۔

حلیمہ بچے کو لے کر چلیں تو سیدہ آمنہ نے یہ اشعار کہے:

اعیذ باللّٰه ذی الجلال من شرما مر علی الجبال

حتی اراه حامل الحلال ویفعل العرف الی الموالی

وغیرهم من حشوه الرجال[2]

دو سال کے بعد جب آنحضرت ﷺ کا دودھ چھڑایا گیا تو مائی حلیمہ حضور ﷺ کو مکہ میں لائیں۔ اس وقت مکہ میں وبائی بیماری تھی دانش مند والدہ نے حضور کو پھر واپس بھیج دیا۔ پانچ سال کی عمر کے بعد مائی حلیمہ نبی کریم ﷺ کو پھر واپس لائیں۔ اس وقت ماں نے اس آنکھوں کے نور کو جس نے تمام دنیا کے سامنے نور حقہ روشن فرمایا اپنے پاس رکھ لیا اور پھر ان کو ساتھ لے کر یثرب گئیں۔ ننھیال کے ملنے کا بہانہ تھا اور غالباً بے وطن متوفی شوہر کی مٹی دیکھنے کا شوق دل میں پیدا ہوا تھا۔ وہاں ایک مہینہ تک دار النابغہ میں قیام کیا۔ اس سفر میں دو اونٹ سواری کے لیے اور ام ایمن[3] لونڈی بھی ساتھ تھی نبی ﷺ جب ۷ ۴ سال کے بعد مدینہ میں ہجرت

---

[1] ابن سعد نے بروایت محمد بن علی یعنی ابن الحنفیہ روایت کی ہے کہ انہوں نے اپنے والد علی مرتضیٰؓ سے سنا کہ انہوں نے نبی ﷺ کے حضور فرماتے تھے: "سمیت احمد" روایت مرفوع ہے۔

[2] میں اپنے بچے کو خداذوالجلال کی پناہ میں دیتی ہوں۔ اس شر سے جو پہاڑوں پر چلتا ہے یہاں تک کہ میں اسے شتر پر سوار دیکھوں اور دیکھوں کہ وہ غلاموں کے ساتھ اور درماندہ لوگوں کے ساتھ سلوک و احسان کرنے والا ہے۔

[3] ام ایمن برکہ بن ثعلبہ بن عمرو بن حصن بن مالک بن سلمہ بن عمر بن النعمان سردار عبداللہ کی لونڈی خادمہ تھیں نبی ﷺ کو ورثہ میں ملیں۔ نبی ﷺ ان کی بہت عزت کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے امی بعد امی اور ان کے مکان پر جایا کرتے تھے ان کا پہلا نکاح عبید الحبشی سے ہوا تھا جس سے ایمن پیدا ہوا۔ دوسرا نکاح زید بن حارثہ سے ہوا جس سے اسامہ پیدا ہوئے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اپنی خلافت کے ایام میں ام ایمن کی زیارت کو ان کے گھر جایا کرتے تھے۔ ایمن غزوہ حنین میں شہید ہوئے تھے۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب نے اپنے قصیدہ میں ان کی اس روز کی ثبات جرات کی تعریف کی ہے۔ اسامہ بن زید سے نبی ﷺ بہت محبت کیا کرتے تھے۔ انہوں نے ۵۲ھ میں وفات پائی۔

فرما کر تشریف لے گئے تو بچپن کی سب باتوں کو یاد کر کے ان کا ذکر فرمایا کرتے تھے کہ یہاں ایک لڑکی انیسہ ہوتی تھی جو ہمارے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔ اس قلعہ کے اوپر پرندہ آ بیٹھا کرتا تھا بچے اسے اڑایا کرتے تھے اس گھر میں میری ماں یہاں بیٹھا کرتی تھی اور اس گھر میں میرے والد کی قبر اس جگہ بنائی ہوئی تھی اور بنو عدی بن النجار کی باولی میں خوب تیرنا سیکھ گیا تھا۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا ایک ماہ قیام یثرب کے بعد مکہ کو واپس ہوئیں تو مقام ابواء پہنچ کر ان کا انتقال ہو گیا۔ غالباً پیارے شوہر کی مفارقت کا وہ اندوہ جو قبر کے دیکھنے سے بڑھ گیا اور قلب پر چھا گیا تھا۔ اپنا کام کر گیا اور یہ پیکر محبت پھر زیادہ دیر تک زندہ نہ رہ سکی اور اللہ تعالیٰ کی وہ حکمت کاملہ پوری ہوئی کہ نبی ﷺ اپنی تربیت میں پدر و مادر (ہر دو) کے بار منت سے سبکدوش رہے۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے اشعار اپنے شوہر کی وفات پر درج ذیل ہیں:

عفا جانب البطحاء من ابن هاشم — و جاور لحدا خارجا فی الغماغم

دعته المنايا دعوة فاجا بها — وما تركت فی الناس مثل ابن هاشم

عشيّة راحو ايحملون سريره — تعاويره اصحابه فی التراجم

فان يلث غالته المنايا وريبها — فقد كان معطاءً كثير التراحم

ترجمہ:..... ہاشم کا ایک فرزند بطحا کی جانب جا کر چھپ گیا وہ لحد میں بہادروں کی بانگ وخروش کے ساتھ جا سویا موت نے اسے پکارا اور وہ چلا گیا۔ افسوس کہ موت نے اس کا نظیر بھی دنیا میں کوئی نہ چھوڑا اس کے دوست شام کے وقت اس کی لاش اٹھالے چلے اور از راہ محبت وہ نوبت بہ نوبت کاندھا بدلتے اور اس کے اوصاف باری باری بیان کرتے تھے خواہ موت نے اسے ہم سے دور ہی کر دیا مگر اس میں تو شک نہیں کہ وہ بہت زیادہ سخی اور غریبوں کا بہت زیادہ ہمدرد تھا (طبقات ابن سعد)



فصل دوم:..... آل النبی ﷺ

نبی ﷺ کے فرزندان نرینہ تین اور دختران طاہرہ چار ہیں۔ ہر ایک کا جداگانہ مختصر حال تحریر کیا جاتا ہے۔

(الف) ابناء النبی ﷺ

حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ:..... پہلے مولود ہیں جو نبی ﷺ کے گھر میں خدیجہ طاہرہ کے بطن سے پیدا ہوئے پاؤں پر چلنا سیکھ گئے تھے کہ راہ گرائے عالم جاودانی ہوئے۔ نبی ﷺ کی کنیت ابوالقاسم ان ہی کے نام پر ہے۔ احادیث صحیحہ میں ہے کہ نبی ﷺ منع فرمایا کرتے کہ کوئی شخص حضور ﷺ کے نام اور کنیت کو اپنے لیے جمع کرے اور ابوالقاسم محمد کہلائے۔ بعض نے اس نہی کو زمانِ نبوی سے مختص قرار دیا ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:..... انہی کا لقب طیب وطاہر ہے[1] مکہ معظمہ میں بعثت نبوۃ کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ مکہ معظمہ ہی میں وفات پائی۔ انہی کی وفات پر سورۂ کوثر کا نزول ہوا تھا۔ کفار سمجھتے تھے کہ فرزند کے نہ بچنے سے اب کوئی محمد کا نام لیوا نہیں رہا۔ ان کو معلوم نہ تھا کہ زبور ۴۵، ۱۷ حضور ہی کی ثنا میں ہے۔ میں ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دلاؤں گا، پس سارے لوگ ابدالآباد تیری ستائش کریں گے۔ زبور ۷۲۔ ۱۷ ابھی حضور کی شان میں ہے: اس کا نام ابد تک باقی رہے گا، جب تک آفتاب رہے گا، اسکے نام کا رواج رہے گا۔ لوگ اس کے باعث اپنے تئیں مبارک کہیں گے ساری قومیں اسے مبارک باد دیں گی۔

زبور ۷۲۔ ۱۵ بھی حضور ہی کی شان میں ہے کہ اس کے حق میں سدا دعا ہوگی ہر روز اس کی مبارک باد کہی جائے گی۔ انہی بشارات صحف سابقہ اور اعلان قرآن مبین کا اثر ہے کہ ان کافروں کا نام بھی آج کوئی نہیں لیتا جن کو اپنی اولاد کا غرور تھا بلکہ ان کی نسل کا کوئی بچہ بھی اپنی نسبت وہاں تک نہیں پہنچا تا لیکن حضور ﷺ کا ذکر خیر اور اسم ہمایوں اذان وتکبیر تشہد وصلوٰۃ ودرود کلمہ طیب میں زبانوں پر جاری اور دلوں پر حاوی ہے۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ:..... مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ ولادت کی اطلاع ابورافع نے جو سلمیٰ[2] دایہ کا شوہر تھا نبی ﷺ کے حضور پہنچائی تھی۔ حضور نے اسے ایک غلام عطا فرمایا اور بچہ کا نام اپنے جد بزرگوار خلیل الرحمن کے نام پر ابراہیم رکھا۔ ام بردہ بنت المنذر بن زید الانصاری نے جو براء بن اوس انصاری کی زوجہ ہیں ان کو دودھ پلایا۔ نبی ﷺ نے ام بردہ کو ایک قطعہ نخلستان عطا فرمایا تھا۔ سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کے ابھی ایام رضاعت باقی تھے کہ حوریان فردوس کی چھاتیوں کا شیر پینے کو خلد بریں جا سدھارے۔ نبی ﷺ نے جب آخری وقت میں ان کو دیکھا تو وہ سانس چھوڑ رہے تھے حضور نے ان کو گود میں اٹھایا اور زبان سے فرمایا:

---

[1] میرا ذاتی خیال ہے کہ اس مولود مسعود کا لقب طیب نبی ﷺ کی جانب سے تھا اور لقب طاہر حضرت خدیجہؓ کی جانب سے۔ نبی ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔

[2] سلمیٰ سیدہ مادر زید بن حارثہؓ کی آزاد کردہ لونڈی ہیں۔ حضرت فاطمہؓ کے تمام بچوں کی قابلہ بھی یہی ہیں فاطمہؓ کے غسل میں بھی مع اسماء بنت عمیس یہی شامل تھیں۔ غزوہ خیبر میں بھی شریک ہوئیں۔

یا ابراھیم لا نغنی عنك من اللہ شیئا۔ ابراہیمؓ! حکم الٰہی کے سامنے ہم تیرے کس کام آسکتے ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا: لولا انه أمرٌ حق ووَعْدٌ صدق وانّ اٰخرنا سَیَلْحَق اَوَّلَنا لَحَزَنّا علیك حزنا هوا شد من هذا وانّا بك یا ابراهیم لمحزنون تبکی العین و یحزن والقلب ولانقول ما یسخط الربّ۔

ترجمہ:..... ہم جانتے ہیں کہ موت تو امر حق اور وعدہ صدق ہے ہم جانتے ہیں کہ پیچھے رہ جانے والے بھی پہلے جانے والوں کے ساتھ جاملیں گے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تب ہم ابراہیم کا الم اس سے بھی زیادہ کرتے۔ آنکھ میں نم ہے۔ دل میں غم ہے مگر ہم کوئی بات ایسی نہ کہیں گے جو رب کو ناپسند ہو۔

اتفاق یہ ہوا کہ جس روز سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، اسی روز سورج گرہن بھی ہوا۔ (بخاری، کتاب الکسوف)

قدیم عرب کا اعتقاد تھا کہ کسوف وخسوف کسی بڑے آدمی کی موت سے ہوا کرتا ہے۔ اب اس واقعہ پر کچھ کچھ مسلمان بھی کہنے لگے کہ سورج ابراہیم کی موت سے گہنایا گیا۔ نبی ﷺ نے یہ سنا تو یہ خطبہ دیا:

اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَایَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ وَلٰکِنَّهُمَا اٰیتانِ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰهِ فَاِذَا رَاَیْتُمُوْهَا فَصَلُّوْا (رواه البخاری عن ابن مسعود. کتاب الکسوف)

ترجمہ:..... سورج، چاند کسی بھی انسان کی موت سے نہیں گہناتے وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جب تم گہن دیکھو تو نماز پڑھا کرو۔

انس بن مالک کہ رضی اللہ عنہ تے ہیں: قَدْ کَانَ مَلَاءَ مَهْدَهٗ وَلَوْ بَقِیَ لَکَانَ نَبِیًّا وَّلٰکِنْ لَّمْ یَکُنْ یَبْقٰی لِاَنَّ نَبِیَّکُمْ اٰخِرُ الْاَنْبِیَآءِ صلی اللہ علیه وسلم۔

ترجمہ:..... ابراہیم سے پنگھوڑا بھرا بھرا نظر آتا تھا۔ اگر وہ زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔ مگر زندہ کیسے رہتا ہمارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ تو آخرین نبی ہیں۔

ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں: مَاتَ وَهُوَ صَغِیْرٌ وَلَوْقُدِّرَ اَنْ یَّکُوْنَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیه وسلم نَبِیٌّ لَعَاشَ وَلٰکِنَّهٗ لَانَبِیَّ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیه وسلم۔

ترجمہ:..... وہ بچپن ہی میں مرگیا اگر تقدیر الٰہی میں یہ ہوتا کہ محمدؐ کے بعد بھی کوئی نبی ہو تو وہ زندہ ضرور رہتا لیکن حضورؐ کے بعد تو کوئی بھی نبی نہیں۔

سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ ماریہؓ خاتون ہیں جو قبطی نسل سے ہیں۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہم عصر شاہِ مصر نے ہاجرہ خاتون کو پیش کیا تھا۔ اسی طرح نبی ﷺ کے ہم عصر شاہِ مصر نے ماریہ خاتون کو خدمت نبوی میں بھیجا۔ اس مثال میں فرق ہے تو اس قدر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہم عہد بت پرست وجبار تھا اور نبی ﷺ کا ہم عصر ایک پابند مذہب عیسائی، باشندگان مصر بھی ان دنوں میں عیسائیت کی تحقیقات میں بہت منہمک تھے۔

اس واقعہ سے وہ پیشین گوئی پوری ہوئی جو داؤد علیہ السلام کی معرفت دی گئی تھی۔ بادشاہوں کی بیٹیاں تیری عزت والیوں میں ہیں بلکہ اوفیر کی سونے سے آراستہ ہو کے تیرے داہنے ہاتھ [1] کھڑی ہے (زبور ۴۵/۹)

---

[1] داہنے ہاتھ کے الفاظ پر غور کرنا چاہیے یہ ملک یمن کا ترجمہ ہے۔ سب مؤرخین ماریہ خاتون کو ملک یمینی بتاتے ہیں پیش گوئی بالا میں پہلے سے بتایا گیا ہے کہ وہ شہزادی ہوں گی اور ان کا آنا ملک یمین کی شان میں ہوگا۔

نیز یہ بشارت پوری ہوئی: ترسیس[1] اور جزیروں کے سلاطین نذریں لائیں گے اور سبا اور سیبا کے بادشاہ ہدیے گزارنیں گے۔ (زبور ۷۲/۱۰)

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ واقدی اور ابن سعد نے ولادت ابراہیم ۸ھ اور وفات ۱۰ ربیع الاول ۱۰ھ تحریر کی ہے۔ اس پر ان کا بھی اتفاق ہے کہ یوم وفات کو سورج گرہن تھا۔ ان روایات میں ولادت کا ماہ و سال اور علی ہذا وفات کی تاریخ اور مہینہ سب غلط ہیں۔ صحیح صرف اس قدر ہے کہ ۱۰ھ میں وفات پائی اور اس روز کسوف شمس تھا۔

مواہب لدنیہ میں ۱۰ ہجری کے ساتھ تاریخ ۲۸ یا ۲۹ غالباً بتائی ہے مگر مہینہ کا تعین غلط کیا گیا۔ نبی ﷺ نے کسوف کو آیۃ من الایات فرمایا ہے۔ پس مورخ کے لیے بھی یہ واقعہ از برائے تصحیح تاریخ ایک آیت ہے۔

حساب لگایا گیا تو ۱۰ ہجری کا سورج گرہن ۲۹ شوال بروز شنبہ مطابق ۲۷۔۳۰ جنوری ۶۳۲ء ثابت ہوا۔ انڈین کرونالج اور انڈین آئے را لنگھم اور انڈین کلینڈر رابرٹ سیول نے بھی یہی تاریخ اس گرہن کی تسلیم کی ہے۔

ہندوستان میں اس روز ۲۸ شوال تھی، عرب کے حساب سے ۲۹ ہو سکتی ہے اور اسی کو محمود پاشا فلکی نے اپنے رسالہ نتائج الافہام مطبوعہ مصر ۱۳۰۵ھ کے صفحہ ۱۰ پر اختیار کیا ہے۔ اب کہ تاریخ وفات ۲۹ شوال ۱۰ ہجری محقق ہوگئی تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور مسند امام احمد کی روایت عن جابر رضی اللہ عنہ پر بھی غور کر لینا چاہیے۔ صحیح بخاری میں عمر ۱۷ یا ۱۸ ماہ اور مسند میں پورے ۱۸ ماہ بیان کی گئی ہے۔

پس ان روایات صحیحہ سے زمانہ ولادت متعین کر لینا چاہیے۔ ۱۸ ماہ پہلے کے شہور کو شمار کر جاؤ۔ جمادی الاولی ۹ ہجری آئے گا، یہی مہینہ ولادت سیدا براہیم رضی اللہ عنہ کا ہوا۔ اس تحقیقات سے دیگر سب مختلف روایتوں کا ضعف نمایاں ہو جاتا ہے جو سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی عمر اور تاریخ ولادت اور تاریخ وفات کے متعلق ہیں۔ صحیح مسلم کی حدیث عن انس رضی اللہ عنہ میں ہے کہ سورۂ کوثر کا نزول[2] ان کے سامنے ہوا تھا۔ اس حدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ سورۂ کوثر کا نزول مکرر مدینہ طیبہ میں بھی ہوا اور اس کا وقت غالباً وفات سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کا زمانہ ہی ہو سکتا ہے۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات پر منصب نبوت کی شان کو بھی دیکھو۔

سانس چھوڑتے بچہ کو گود میں اٹھایا تو لا نغنی عنك شیئا (ابراہیم! ہم تیرے کچھ بھی کام نہیں آسکتے) کی کیسی زبردست تعلیم توحید دی ہے۔ موت پر صبر کے لیے کیسے عجیب دلائل، امر صدق، وعدہ حق اور الحاق آخر باول کی فرماتے ہیں پھر دل رنج اور رضائے الٰہی کا ذکر فرما کر انسان کی کمزور اور ایمان کی طاقت وقوت کا بیان فرمایا ہے۔

ذرا غور کرو کہ اصلاح عقیدہ مرحوم کا فرض کس قدر جلد غم فرزند پر غالب آجاتا ہے اور نبی ﷺ کیسی سرعت و آمادگی سے وعظ و نصیحت میں مصروف ہو جاتے ہیں جب عام طور پر ایسی سوانح و مصائب میں لوگ اپنے آپ کو غمزدہ

---

[1] ترسیس صوبہ حلب کے قدیم شہر کا نام ہے سیبا سے ملک یمن کی آباد قومیں اور سیبا سے ملک مصر کی آباد قومیں مراد ہیں۔ غور کرو ان سب کا اجتماع نبی ﷺ ہی پر ہوتا ہے۔

[2] لفظ کوثر پر خیال کرو۔ وفات عبد اللہ اور وفات ابراہیم کے درمیانی زمانہ کو بھی دیکھو اور اندازہ کرو کہ اس زمانہ میں اسلام کو کس قدر وسعت ترقی۔ عروج اور اشاعت ہوئی۔ یہ بھی غور کرو کہ زمانہ مابعد میں بھی اس کا ظہور کیسا اتم و اکمل ہوا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ عالم آخرت میں اس کی تکمیل اور بھی زیادہ ہوگی۔

تصور کر کے بصورت ماتم بیٹھ جایا کرتے ہیں۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

اس بیان کے خاتمہ پر ہم ایک جدول بھی شامل کرتے ہیں جس سے ۲۳ سالہ کسوف شمس کی تاریخیں معلوم ہو سکیں گی اور ناظرین پر واضح ہو جائے گا کہ عہد نبوت میں کس کس تاریخ کو کسوف واقع ہوا۔ اس جدول سے علماء کو ان احادیث کے سمجھنے میں بھی مدد ملے گی جس میں صلوٰۃ کسوف کی مختلف و متعدد ہیئت بیان کی گئی ہیں۔

جدول کسوف شمس کست وسہ سالہ عہد نبوت محمدیہ ﷺ [1]

نمبر شمار	تاریخ	ماہ	سنہ عیسوی	تاریخ	ماہ	سنہ اسلامی
۱	۹	۴	۶۰۹	۲۸	۴	۴۰ رمیلاد النبیؐ
۲	۲۳	۷	۶۱۳	۲۹	۹	۴۴ رمیلاد النبیؐ
۳	۲۱	۵	۶۱۶	۲۸	۸	۴۷ رمیلاد النبیؐ
۴	۱۴	۱۱	۶۱۶	۲۸	۲	۴۸ رمیلاد النبیؐ
۵	۴	۱۱	۶۱۷	۲۸	۲	۴۹ رمیلاد النبیؐ
۶	۳۱	۳	۶۱۸	۲۸	۷	۴۹ رمیلاد النبیؐ
۷	۲۴	۱۰	۶۱۸	۲۸	۲	۵۰ رمیلاد النبیؐ
۸	۹	۳	۶۲۰	۲۸	۷	۵۱ رمیلاد النبیؐ
۹	۲	۹	۶۲۰	۲۸	۱	۵۲ رمیلاد النبیؐ
۱۰	۲۷	۱۲	۶۲۳	۲۸	۶	۲ رمیلاد النبیؐ
۱۱	۱۵	۱۲	۶۲۴	۲۸	۶	۳ رمیلاد النبیؐ
۱۲	۲۶	۱۰	۶۲۶	۲۹	۵	۵ رمیلاد النبیؐ
۱۳	۲۱	۴	۶۲۷	۲۸	۱۱	۵ رمیلاد النبیؐ
۱۴	۱۵	۱۰	۶۲۷	۲۸	۵	۶ رمیلاد النبیؐ
۱۵	۹	۴	۶۲۸	۲۸	۱۱	۶ رمیلاد النبیؐ
۱۶	۳	۱۰	۶۲۸	۲۸	۵	۷ رمیلاد النبیؐ
۱۷	۱۳	۸	۶۳۰	۲۸	۴	۹ رمیلاد النبیؐ
۱۸	۷	۲	۶۳۱	۲۹	۱۰	۹ رمیلاد النبیؐ
۱۹	۲۷	۱	۶۳۲	۲۸	۱۰	۱۰ھ یوم ابراہیم علیہ السلام

[1] یہ جدول برادر بجان برابر قاضی عبدالرحمن سلمہ المنان نے تیار کیا ہے۔ نقشہ جات واقعات عظیمہ وابتدائے سنین وشہور جو آخر کتاب میں ہیں کہ تصحیح بھی انہوں نے کی ہے جزاہ اللہ فی الدارین خیرا برادر موصوف قریبا ۲۵ سال سے ہر سال نقشہ وافطار صوم واختتام سحری مرتب کر کے چھپوا کر مفت تقسیم کیا کرتے ہیں اور ہندوستان کے مشہور بلاد کے اوقات اس میں درج کرتے ہیں یہ نقشہ سب سے زیادہ صحیح ہوتا ہے۔

بنات النبی ﷺ

نبی ﷺ کی چار بیٹیاں ہیں، چاروں خدیجۃ الکبریٰ ؓ کے بطن طاہرہ سے ہیں اور سب کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی۔

① ..... زینب رضی اللہ عنہا جو قاسم ؓ سے چھوٹی اور دیگر اولاد النبی ﷺ سے بڑی ہیں۔

② ..... رقیہ رضی اللہ عنہا جو زینب ؓ سے چھوٹی ہیں۔ ③ ..... ام کلثوم رضی اللہ عنہا رقیہ ؓ سے چھوٹی ہیں۔

یہ امر قرآن مجید ہی سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ کی بیٹیاں ۳ یا ۳ سے زیادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ (۳۳:۵۹)

آیت بالا نے عہد نبوی ﷺ کی مؤمنات کو تین اقسام پر منقسم فرمایا:

① ..... ازواج النبیؐ۔ ② ..... بنات النبیؐ۔ ③ ..... نساء المؤمنین۔

یہ مسلمہ ہے کہ لفظ بنات جمع بنت کی ہے اور عربی زبان میں صیغہ جمع دو سے اوپر کے لیے ہے۔

اب یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی سورہ احزاب میں پھر یہ بھی فرمایا ہے:

اُدْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ (۳۳:۵)

ان کو ان کے باپوں کی نسبت سے پکارا کرو یہی بات اللہ کے نزدیک سچ اور انصاف کی ہے۔

یہ حکم ایسے اشخاص کے متعلق ہے جن کو لوگ ان کے اصلی باپوں کے سوا کسی دیگر تربیت کنندہ کی ابنیت کی نسبت دے کر بلایا کرتے تھے۔ درحقیقت یہ امر سچ اور انصاف سے بعید ہوتا کہ اللہ عزوجل نے خود ہی تو احزاب آیت ۵ میں یہ حکم دیا کہ ہر ایک کو اس کے اصل باپ کے نام سے بلایا کرو اور پھر خود اللہ تعالیٰ ہی جو اصدق الصادقین ہے۔ اسی سورہ قرآنی کے آٹھویں رکوع میں ایسی لڑکیوں کو نبی ﷺ کی بیٹیاں بتانا جو دراصل حضور ﷺ کے خون سے نہ ہوتیں حالانکہ قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کی دلیل و برہان یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ اس میں اختلاف نہیں پایا جاتا۔

اس کلام محکم پر یہ قیاس نہیں چل سکتا کہ شاید بیویوں کی بیٹیوں کو مجازاً بنات کہہ دیا گیا ہو کیوں کہ حقیقت کے سامنے مجاز کی کیا وقعت ہے اور منطوق الٰہی کے سامنے قیاس انسانی کی کیا منزلت۔

مع ہذا عربی زبان ایسی وسیع ہے کہ بیویوں کی بیٹیوں کے لیے الگ لغت موجود ہے۔ خود قرآن پاک نے ایسی لڑکیوں کے لیے لفظ ربائب[1] استعمال کیا ہے، لفظ بنات نہیں۔ الغرض! کلام اللہ کے لفظ بَنَاتِكَ نے علمائے نسب کی تحقیقات کی تصدیق فرمادی ہے۔ اب ہم ہر ایک بنت النبی کا جداگانہ ذکر کرتے ہیں۔

---

[1] نبی ﷺ کے ربائب میں ام المومنین ام سلمہ ؓ کی لڑکیاں درہ، زینب، ام کلثوم اور ام المومنین ام حبیبہ ؓ کی دختر حبیبہ ہیں۔ دیگر ازواج النبیؐ میں سے کسی کے پہلے شوہر سے کوئی لڑکی نہ تھی۔ اب یہ بھی یاد رکھو کہ ام المومنین ام سلمہ کا نکاح نبی ﷺ سے ۴ ہجری میں ہوا ہے اور ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ۶ ہجری میں اس لیے مندرجہ بالا لڑکیوں کو ربائب ہونے کا درجہ ۴ ہجری سے پیشتر حاصل نہ تھا اور زینب بنت النبی کا مذکور جنگ بدر کے (جو ۲ ہجری میں ہوئی) فدیہ اسیران میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنی والدہ خدیجۃ الکبریٰ کا ہار اپنے شوہر کی رہائی کے لیے بھیجا تھا۔ اور ام کلثوم و رقیہ بنات النبیؐ کا ذکر واقعات قبل از ہجرت میں ابولہب کے خاسرانہ افعال میں آتا ہے پھر ان ہر سہ بنات النبی کا انتقال حیات نبوی میں ہوا مگر مذکور بالا ربائب ارحال نبوی کے بعد دیر تک اپنے اپنے گھروں میں آباد تھیں جس کی تفصیل ان کے حالات میں ملتی ہے۔ فقط

حضرت زینب رضی اللہ عنہا:..... جب زینبؓ پیدا ہوئیں تو اس وقت نبی ﷺ کی عمر مبارک ۳۰ رسال کی تھی۔ ان کا نکاح مکہ ہی میں ابوالعاص بن ربیع بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی سے ہوا تھا۔

ابوالعاص کی والدہ ہالہ بنت خویلد حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کی سگی بہن ہیں۔ یہ نکاح خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے سامنے ہوا تھا۔ زینب رضی اللہ عنہا اپنی والدہ کے ساتھ ہی داخل اسلام ہوگئی تھیں مگر ابوالعاص کا اسلام تاخیر میں رہا۔ جنگ بدر میں ابوالعاص قریش کی جانب تھے، ان کو عبداللہ بن جبیب بن نعمان انصاری نے اسیر کیا تھا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان کے فدیہ میں اپنا وہ ہار بھیجا تھا جو خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے بیٹی کو جہیز میں دیا تھا۔

ابتدائے ایام نبوت میں کافران مکہ نے ابوالعاص کو بہت اکسایا کہ وہ زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دے۔ مگر اس نے ہمیشہ انکار ہی کیا۔ ایک موقع پر نبی ﷺ نے ابوالعاص کے اس فعل کی توصیف شکر گزاری کے ساتھ فرمائی تھی۔ ابوالعاص نے اسیری بدر سے رہائی پاتے وقت نبی ﷺ سے وعدہ کرلیا تھا کہ زینب رضی اللہ عنہا کو ہجرت کی اجازت دے دے گا، چنانچہ زینبؓ اپنے والد مکرم کی خدمت اقدس میں پہنچ گئیں، سفر ہجرت میں زینب رضی اللہ عنہا کی مزاحمت ہبار بن الاسود[1] نے نیزہ تان کر کی تھی اس صدمہ سے ان کا حمل ساقط ہوگیا تھا۔

نبی ﷺ نے ان کی منقبت میں فرمایا ہے:

هِيَ اَفْضَلُ بَنَاتِيْ اُصِيْبَتْ فِيَّ (زرقانی ۳/۱۹۵ بروایت طحاوی وحاکم) یہ میری بیٹیوں میں افضل ہے میرے لیے اسے مصیبت پہنچی

ابوالعاص کو زینب رضی اللہ عنہا سے بہت محبت تھی ان کی مدح ابوالعاص کے یہ دو شعر ہیں:

ذكرت زينب لما ركبت ارما — فقلت سقيا لشخص يسكن الحرما

بنت الامين جزاها الله صالحة — و كل بعل سيثنى بالذى علما

ترجمہ:..... مجھے زینب یاد آئی تو میں نے کہا کہ حرم کا ہر ایک باشندہ سرسبز و شاداب رہے زینب تو امین کی بیٹی صالح ہے اور ایک شوہر اپنی ایسی بیوی کی تعریف ہی کرے گا جیسے اوصاف کہ مجھے اس کے معلوم ہیں۔

ابوالعاص ۶ رہجری میں تجارت کے لیے شام گئے تھے اس وقت قبیلہ قریش مسلمانوں کا فریق جنگ تھا اس لیے ابوبصیر و ابوجندل[2] کے ہمراہی مسلمانوں نے جو اسلام لانے کے جرم میں قریش کی قید میں رہ چکے تھے اور اب سرحد شام پر ایک پہاڑ پر جا گزیں تھے۔ اس قافلہ کا تمام سامان ضبط کرلیا۔ مگر ابوالعاص کو گرفتار نہ کیا۔ ابوالعاص وہاں سے سیدھا مدینہ طیبہ پہنچا۔ نماز صبح کے وقت مسجد میں زینب رضی اللہ عنہا کی یہ آواز مسلمانوں کے کان میں پڑی۔

''اِنِّیْ قَدْ اَجَرْتُ اَبَا الْعَاصِ بْنِ الرَّبِیْعِ'' میں ابوالعاص بن ربیع کو پناہ دیتی ہوں۔

یہ آواز اس وقت سنی گئی جب مسلمان نماز میں داخل ہو چکے تھے، نماز سے فارغ ہوئے تو نبی ﷺ نے فرمایا:

---

[1] ہبار بن الاسود فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوگئے تھے اور نبی ﷺ نے ان کا مندرجہ بالا جرم معاف فرمادیا تھا۔

[2] ابوبصیر قرشی تھے اسلام لائے قریش نے نبی ﷺ سے زیر معاہدہ حدیبیہ ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ نبی ﷺ نے ان کو حوالہ کردیا۔ یہ راہ میں سے بھاگ گئے اور ابوجندل کے پاس جا ٹھہرے۔ جب ابوجندل کے پاس نبی ﷺ کا فرمان بابت واپسی سامان ابوالعاص پہنچا۔ تب یہ (ابوبصیر) بستر مرگ پر تھے۔ نامہ نبوی ہاتھ میں لیا اسے دیکھتے دیکھتے آنکھیں بند کرگئے۔ اسی پہاڑی پر مدفون ہوئے ابوجندل کا حال رحمۃ للعالمین جلد اول میں ملاحظہ کیجیے۔ عہد فاروقی میں وہ غازیان شام میں شامل تھے۔

لوگو! تم نے بھی کچھ سنا جو میں نے سنا ہے؟ سب نے عرض کی: ہاں! فرمایا:

أَمَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا عَلِمْتُ بِشَيْءٍ كَانَ حَتّٰى سَمِعْتُ مِنْهُ مَا سَمِعْتُمْ إِلَّا لِيُجِيْرُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ أَدْنَاهُمْ

ترجمہ: بخدا! مجھے اس سے پہلے کچھ بھی علم نہ تھا میں نے یہ آواز تمہارے ساتھ ہی سنی ہے اور پناہ دینے کا حق تو ہر ادنیٰ مسلمان کو بھی حاصل ہے۔

پھر نبی ﷺ گھر میں بیٹی کے پاس گئے اور اسے فرمایا:

"إِيْ بُنَيَّةُ أَكْرِمِيْ مَثْوَاهُ وَلَا يَخْلِصَنَّ إِلَيْكِ فَإِنَّكِ لَا تَحِلِّيْنَ لَهُ"

ترجمہ: بیٹی! ابوالعاص کو عزت سے ٹھہراؤ خود اس سے الگ رہو تو اسے حلال نہیں۔

زینب رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ وہ تو مال قافلہ واپس لینے کو آیا ہے تب نبی ﷺ نے لوگوں میں یہ تقریر فرمائی:

إِنَّ هٰذَا الرَّجُلُ مِنَّا حَيْثُ عَلِمْتُمْ وَقَدْ أَصَبْتُمْ لَهُ مَالًا وَهُوَ مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْكُمْ وَأَنَا أُحِبُّ أَنْ تُحْسِنُوْا وَتَرُدُّوْا إِلَيْهِ مَالَكُمُ الَّذِيْ لَهُ وَإِنْ أَبَيْتُمْ فَأَنْتُمْ أَحَقُّ بِهٖ۔

ترجمہ: اس شخص کا جو تعلق ہم سے ہے وہ تم جانتے ہی ہو تم کو اس کا مال ہاتھ لگ گیا ہو تو یہ دادِ الٰہی ہے مگر میں پسند کرتا ہوں کہ تم اس پر احسان کرو اور مال واپس کر دو لیکن اگر تم اس سے انکار کرو گے تو میں سمجھتا ہوں کہ تم زیادہ حق دار ہو۔

لوگوں نے سارا مال حتی کہ اونٹ کی نکیل کی رسی بھی واپس کر دی۔ ابوالعاص سارا مال لے کر مکہ پہنچا اور ہر ایک شخص کی ذرا ذرا چیز ادا کر دی۔ پھر دریافت کیا کہ کسی شخص کا کچھ رہ گیا ہو تو بتا دے۔ سب نے کہا: خدا تجھے جزائے خیر دے تم تو وفی و کریم نکلے۔ تب ابوالعاص نے کلمہ شہادت پڑھا اور فرمایا کہ اب تک مجھے یہی خیال اسلام سے روکتا رہا کہ کوئی شخص مجھے مال مار لینے کا الزام نہ دے۔ اب میری ذمہ داری نہ رہی تو میں خلعت اسلام سے ملبس و مزین ہوتا ہوں اور مدینہ کو روانہ ہوتا ہوں وہ مدینہ پہنچے تو نبی ﷺ نے چھ سال کی مفارقت کے بعد نکاح اول ہی پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ابوالعاص کے گھر رخصت کر دیا۔

زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ۸ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا، ان کے غسل میت کی کیفیت مشہور شیر دل صحابیہ ام سلیط رضی اللہ عنہا نے بیان کی ہے، یہ روایت صحیحین میں موجود ہے۔ ابوالعاص نے بماہ ذی الحجہ ۱۲ ہجری وفات پائی۔ ان کا لقب جرو البطحاء تھا۔ زینب رضی اللہ عنہا کے بطن سے ایک فرزند علی ایک دختر امامہ نام پیدا ہوئی تھی۔ علی رضی اللہ عنہ سبط الرسول کو ابوالعاص نے رضاعت کے لیے ایک قبیلہ میں چھوڑ رکھا تھا۔ نبی ﷺ نے ان کو ایام رضاعت کے بعد مدینہ منگوالیا اور ان کی پرورش اپنی تربیت میں فرمائی۔ فتح مکہ کے دن یہی علی سبط الرسول نبی ﷺ کے ناقہ پر حضور کے ردیف تھے۔ ہنوز عنفوان بلوغ تھا کہ رفعت بخش علیین ہوئے۔ (الاستیعاب)

صحیح بخاری کی حدیث عن اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما میں ہے کہ ہم نبی ﷺ کی خدمت میں تھے کہ حضور کی ایک لڑکی کا خادم آیا کہ وہ حضور کو بلا رہی ہیں اور ان کا فرزند بستر موت پر ہے فرمایا جاؤ لڑکی سے کہہ دو۔

"إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطٰى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى"

ترجمہ: خدا ہی کا ہے جو کچھ وہ واپس لیتا ہے یا عطا کرتا ہے اور اس کے ہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے۔

لڑکی سے یہ بھی کہہ دینا کہ صبر و شکیب قائم رکھے۔ خادم پھر واپس آیا کہا: وہ حضور کو قسم دیتی ہیں کہ حضور ﷺ

ضرور تشریف لائیں، نبی ﷺ چل پڑے حضور کے ساتھ سعد بن عبادہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما بھی تھے حضور ﷺ کو بچہ دکھایا گیا وہ اس وقت سانس توڑ رہا تھا اور سسکیاں بھر رہا تھا۔ غالباً یہ حدیث علی سبط الرسول ہی کی وفات کے متعلق ہے۔ امامہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی وہ پیاری نواسی ہیں جن کو گود میں لے کر نبی ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ یہ حدیث صحیح مسلم ونسائی وابوداؤد میں ہے۔

نبی ﷺ نے ایک بار ان کو ''احب اھلی الی'' [اہل بیت میں میری سب سے زیادہ پیاری] فرمایا ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے علی رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ امامہ کو اپنے نکاح میں لے لیں، اس وصیت پر عمل کیا گیا، پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ مجروح ہوئے تو آپ نے امامہ رضی اللہ عنہا کو وصیت فرمائی کہ اگر وہ نکاح کرنا چاہیں تو مغیرہ بن نوفل سے (جو حارث عم النبی ﷺ کے پوتے تھے) کرلیں، وصیت پر عمل کیا گیا اور حسنؓ کی اجازت سے نکاح ثانی پڑھا گیا مغیرہ کے ہاں امامہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ایک فرزند یحییٰ نامی پیدا ہوا تھا، یہ نسل دنیا سے ناپید ہو چکی ہے۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا:..... نبی ﷺ کی دوسری بیٹی ہیں جو حضور ﷺ کی ۳۳ رسالہ عمر میں پیدا ہوئیں۔ ان کا نکاح مکہ ہی میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ[1] سے ہوا تھا، اس وقت یہ بات مکہ بھر میں مشہور تھی۔

''اَحْسَنَ زَوْجَیْنِ رَاٰھُمَا اِنْسَانٌ رُقَیَّۃُ وَ زَوْجُھَا عُثْمَانُ''

ترجمہ:..... سب سے اچھا جوڑا جو دیکھا گیا ہے وہ رقیہ وعثمان ہیں۔

اس نکاح پر سعدی بنت کرز العبشیہ صحابیہ کے یہ اشعار ہیں:

ھدی اللہ عثمان الصفی بقولہ فارشدہ واللہ یھدی الی الحق

---

[1] حضرت عثمان کا نسب نامہ یہ ہے عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی (دیکھو نسب نامہ نبوی سلسلہ) ان کی نانی ام حکیم بیضاء ہیں جو نبی ﷺ کی پھوپھی ہیں۔ یہ ان دس میں سے ہیں جن کو نبی ﷺ نے بشارت جنت نام بنام دی تھی۔ میزان چھ میں سے ہیں جن کو عمر فاروقؓ نے اپنی وصیت میں شایان خلافت بتایا تھا صلح حدیبیہ کے وقت بیعت رضوان جس کا مہتم بالشان ذکر قرآن مجید میں ہے کا وقوع اس لیے ہوا کہ نبی ﷺ کو اطلاع ملی کہ قریش نے حضور کے سفیر عثمان کے ساتھ بدسلوکی کی ہے اس بیعت میں نبی ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ بتا کر ان کی طرف سے بیعت قبول فرمائی تھی اس نظارہ کو دیکھ کر بے اختیار ایک صحابی بول اٹھا تھا عثمانؓ کے لیے نبی ﷺ کا ہاتھ اس کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ حضرت عثمانؓ نہایت فیاض تھے اور جہاد بالمال میں سب صحابہ سے پیش پیش رہتے تھے۔ مدینہ میں بیر رومہ کا نصف بارہ ہزار میں پھر باقی اٹھارہ ہزار درم میں لے کر مسلمانوں کے لیے آب شیریں کا چاہ وقف کیا تھا۔ غزوۂ تبوک میں ایک ہزار شتر اور ستر گھوڑے مع ساز وسامان دیے تھے۔ نقد چندہ اس کے علاوہ تھا۔ غزوہ خیبر میں وہ کیمپ افسر تھے لشکر غطفان کو یہود سے علیحدہ رکھنے اور شامل نہ ہونے دینے کی ذمہ داری ان پر تھی حضرت عثمانؓ شنبہ غرہ محرم ۲۴ھ کو خلیفہ اور امیر المومنین ہوئے اور ۱۶ ذی الحجہ جمعہ ۳۵ ہجری کو اپنے ہی گھر میں دار البجرہ مدینہ طیبہ کے اندر بھوکے پیاسے شہید ہوئے اس وقت ۸۷ سال کی عمر تھی۔ جب ان کی خبر شہادت علی کو مسجد نبوی میں پہنچی تو انہوں نے فرمایا: ثبالکم اخر الدھر (اب تم پر ہمیشہ تباہی ہی آئے گی)۔ علیؓ ہی کا ارشاد ہے: مَنْ تَبَرَّءَ مِنْ دِیْنِ عُثْمَانَ فَقَدْ تَبَرَّءَ مِنَ الْاِیْمَانِ (جو کوئی عثمان کے دین سے بیزار ہے۔ وہ ایمان ہی سے بیزار ہے۔ الاستیعاب)۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مصر وغیرہ کے نومسلم قبائل نے شہید کیا تھا اس قوم باغی نے حضرت علی کو مجبور کیا وہ باغیوں کے مطالبات حضرت عثمان ﷺ تک پہنچائیں اس وقت حضرت علیؓ نے جو تقریر فرمائی اس کے فقرات یہ ہیں:

وَاللّٰہِ مَا دَرَیْتُ مَا اَقُوْلُ لَکَ مَا اَعْرِفُ شَیْئًا تَجْھَلُہٗ وَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی اَمْرٍ لَا تَعْرِفُہٗ اِنَّکَ لَتَعْلَمُ مَا عَلِمْنَاہُ مَا سَبَقْنَاکَ اِلٰی شَیْءٍ فَنُخْبِرَکَ عَنْہُ وَلَا خَلَوْنَا بِشَیْءٍ فَنُبَلِّغَکَ مَا رَاٰہُ وَقَدْ رَاَیْتَ کَمَا رَاَیْنَا وَسَمِعْتَ کَمَا سَمِعْنَا وَصَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ کَمَا صَحِبْنَاہُ وَمَا ابْنُ اَبِیْ قُحَافَۃَ وَلَا ابْنُ الْخَطَّابِ اَوْلٰی بِعَمَلِ الْخَیْرِ مِنْکَ وَاَنْتَ اَقْرَبُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَشِیْجَۃً وَقَدْ نِلْتَ مِنْ صِھْرِہٖ مَا لَمْ یَنَالَا۔ (بقیہ صفحہ آئندہ پر)

فبائع بالرّای السدید محمدا وکان ابن اروی لایصدعن الحق
وانکحه المبعوث احدی بناته فکان کبدر مازح الشمس فی الافق
فد اوٴك یا ابن الها شمئین مهجتی فانت امین الله ارسلت فی الخلق

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا وہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے ہجرت فی سبیل اللہ کی سنت کو اپنے شوہر کا ساتھ دے کر قائم کیا اور ہر ایک ہجرت کرنے والے کے لیے شاہ راہ ہدایت کا افتتاح ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے فرمایا تھا، حاکم نے یہ حدیث ان کی منقبت میں روایت کی ہے: '' اِنَّهُمَا لَاَوَّلُ مَنْ هَاجَرَ بَعْدَ لُوْطٍ وَّ اِبْرَاهِيْمَ ''

ترجمہ:..... لوط و ابراہیم کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جنہوں نے راہ خدا میں ہجرت کی ہے

رقیہ رضی اللہ عنہا کے ۲ ر ہجری میں چیچک نکلی اور اسی مرض میں ان کا ارتحال ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگ بدر کو تشریف لے جا رہے تھے اس وقت رقیہ رضی اللہ عنہا صاحب فراش تھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تیمار داری کے لیے عثمان غنی اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو مدینہ طیبہ میں چھوڑا تھا۔ حضرت زید بن حارثہؓ جس روز فتح کی بشارت لے کر مدینہ منورہ

(بقیہ صفحہ گزشتہ) ترجمہ: بخدا میں نہیں جانتا کہ آپ سے کیا کہوں میں کوئی ایسی بات نہیں جانتا جس کی آپ کو خبر نہ ہو۔ میں کوئی امر ایسا نہیں بتا سکتا جس سے آپ واقف نہ ہوں۔ جتنا کہ علم ہم کو ہے اتنا آپ کو ہے ہم کو آپ پر کسی شے میں سبقت نہیں جس کی خبر آپ کو دے سکیں ہم نے آپ سے علیحدہ کچھ نہیں سیکھا جس کی اب تبلیغ کر سکیں جو کچھ ہم نے دیکھا وہ آپ نے دیکھا۔ جو ہم نے سنا وہ آپ نے سنا آپ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے جیسے ہم رہے اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی عمل حق میں آپ سے اولی نہ تھے آپ ان دونوں سے بڑھ کر نبی ﷺ سے قرابت داری رکھتے ہیں۔ آپ کو نبی ﷺ کے داماد ہونے کی عزت حاصل ہے جو ان دونوں کو نہ تھی۔

حضرت عبداللہ بن سلام صحابی نے جن کو قرآن مجید میں عالم الکتاب بتایا گیا ہے فرقہ باغیہ سے فرمادیا تھا کہ اگر تم نے عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم کو شہید کیا تو پھر ہمیشہ کے لیے اسلام میں تلوار چلتی رہے گی اس وقت اس ارشاد کی وقعت نہ کی گئی لیکن بعد میں جتنے بھی ہولناک واقعات اہل اسلام میں ہوئے وہ اسی گناہ عظیم کی شامت ہیں کہ خلافت عظمی اور حرم نبوی ﷺ اور شہر الحرام کی حرمات کو برباد کیا گیا اور اس لیے آئندہ کسی بڑی سے بڑی شے کی حرمت و عزت بھی بغاوت کرنے والوں کی نظر میں قائم نہ رہ گئی (انا للہ و انا الیہ راجعون)۔ امیر المومنین عثمانؓ کا قاتل شقی رومان ہے جو اسی قبیلہ مراد کا ہے جس قبیلہ سے ابن ملجم شقی قاتل امیر المومنین علیؓ تھا۔ جب عثمان شہیدؓ پر حملہ کیا گیا تو اس وقت وہ قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف تھے اور اسی طرح مصروف رہے ان کے نیزہ لگایا گیا خون جو جسم سے نکلا وہ قرآن مجید پر پڑا اور آیت: فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللهُ (سورۃ البقرۃ: آیت ۱۳۷) پر خون کے چھینٹے گرے (تاریخ شاہد ہے کہ یہ پیشین گوئی کیوں کر پوری ہوئی)۔ امیر المومنین عثمان شہیدؓ مظلوم بلحاظ خلافت بڑے کامیاب خلیفہ تھے۔ آج جو کوئی شخص قرآن مجید پڑھتا ہے اس پر اس جامع قرآن کا احسان ہے۔ بہ لحاظ فتوحات و ترقی دائرہ اسلام ان کے عہد میں بہت اضافہ ہوا۔ مشرق میں علاقہ جات: خراسان و ترقی دائرہ اسلام ان کے عہد میں بہت اضافہ ہوا۔

مشرق میں علاقہ جات: خراسان ماوراء النہر ترکستان سندھ اور کابل۔

مغرب میں: سوڈان، اسکندریہ، مراکو، تیونس، طرابلس، الغرب فتح ہوئے۔

سب سے پہلے انہوں نے بحری بیڑا بنایا جس سے ہرقل کے بیڑا کو تباہ کیا اور پھر بڑے آباد جزائر فتح کیے۔ قبرص کریٹ مالٹا وغیرہ انہی کے فتح کردہ جزیرے ہیں۔ نبی ﷺ کے شاعر خاص کعب بن مالکؓ کے اشعار ان کی شہادت پر یہ ہیں۔

یافاتل الله قوما کان امرهم قتل الامام الزکی الطیب الردن
ماقتلوه علی ذنب الم به الا الذی نطقوا زورا ولم یکن

ہندوستان میں عثمان شہیدؓ کی نسل کثیر پائی جاتی ہے اور دیگر جملہ اسلامی ممالک میں بھی۔ خواجہ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی بہتی وقت قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔ شمس العلماء مولوی رحمت اللہ مہاجر (مصنف از الۃ الاوہام وغیرہ) شیخ الہند مولانا محمود الحسن اسی دودمان عالی سے ہیں۔ محمد سلیمان۔

پہنچے تو اس وقت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تدفین ہو رہی تھی عمر بوقتِ وفات اکیس ۲۱ رسال تھی۔ رقیہؓ کے بطن سے ایک فرزند عبداللہ تھا۔ عبداللہ سبطِ رسولؐ اپنی والدہ کے بعد دو سال تک زندہ رہے، ان کی عمر چھ سال کی تھی کہ ایک مرغ نے ان کی آنکھ کے قریب ٹھونک ماری زخم پک گیا۔ آخر یہ والدہ کی یادگار بھی آغوش مادر میں جا سویا۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا:..... نبی ﷺ کی تیسری دختر ہیں، ۳ ہجری میں ان کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا، اسی لیے ان کو ذوالنورین کا خطاب ملا کیونکہ ختمیت پناہی کے دو جگر گوشے یکے بعد دیگرے ان کے سکینہ قلب بنائے گئے۔ ام کلثوم کے نکاح کے وقت نبی ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: یہ جبرئیلؑ ہیں جو کہ کہہ رہے ہیں کہ خدائے بزرگ کا حکم ہے کہ میں اپنی دوسری بیٹی تجھ سے بیاہ دوں۔ (اخرجہ الحاکم، ازالۃ الخفاء: ۲۲۲)

جن دنوں رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تھا انہی دنوں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دختر حفصہ بھی رانڈ ہو گئی تھیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی لڑکی کا ذکر کیا، انہوں نے انکار سا کر دیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے رنج کا اظہار نبی ﷺ سے کیا تو حضور نے فرمایا:

"الا ادل عثمان علی من هوخير له منها وادلها علی من هوخير لها من عثمان"

ترجمہ:..... عثمانؓ کو حفصہؓ سے بہتر زوجہ ملے گی اور حفصہؓ کو عثمانؓ سے بہتر شوہر ملے گا۔

اس ارشاد کے بعد حفصہ بنت فاروقؓ کو ام المؤمنین ہونے کا شرف عطا ہوا اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین بننے کی عزت حاصل ہوئی، ام کلثومؓ کے اولاد نہیں ہوئی۔ ۹ ہجری میں ان کا انتقال ہوا، علی و فضل بن عباس اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم نے مراسم تدفین پورے کیے۔ صحیح بخاری میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی قبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور حضور ﷺ کی ہر دو چشمان نورانی میں پانی تھا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا:..... حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے بطن سے نبی ﷺ کی سب سے چھوٹی بیٹی ہیں، ان کی ولادت غالباً نبی ﷺ کی عمر مبارک کے اکتالیسویں سال میں ہوئی۔[1] فاطمہؓ ابھی بچی ہی تھیں کہ نبی ﷺ کعبہ میں نماز پڑھنے گئے، وہاں بہت سے کفار قریش موجود تھے، جب حضور ﷺ سجدہ میں گئے تو عقبہ بن ابی معیط نے اونٹ کی اوجھ حضور کی پیٹھ پر لا رکھی۔ حضور ﷺ اسی طرح سجدہ میں تھے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں، انہوں نے باپ کی پشت سے اوجھ کو گرا دیا اور عقبہ کے لیے بددعا فرمائی۔ (بخاری باب ما لقی النبیؐ واصحابہ من المشرکین)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح واقعہ بدر کے بعد احد سے پہلے ہوا تھا۔ جنگ احد میں فاطمہؓ نے عملاً حصہ لیا۔ مدینہ میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ نبی ﷺ شہید ہو گئے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا میدان جنگ میں پہنچیں اس وقت حضور غار سے باہر نکل آئے تھے۔ فاطمہ نے باپ کے زخموں کو دھویا اور جب دیکھا کہ خون نہیں تھمتا تو کھجور کی صف کو جلا کر

---

[1] الاستیعاب واضح ہو کہ اصول الکافی میں شیخ محمد کلینی نے ولادت فاطمہ ۵ جمادی نبوت بتائی ہے اور فاطمہؓ کی عمر بوقت وفات ۱۸ رسال ۷۵ یوم جس میں سے ۷۵ یوم بعد از وفات نبوی ﷺ تھے ولادت حسنؓ ۲ھ بتائی ہے، اندریں صورت ولادت حسنؓ صرف دس سال ہوتی ہے اور اگر ولادت حسن ۳ھ مان لی جائے جیسا کہ اسی کتاب کی دوسری روایت ہے تب فاطمہؓ کی عمر ۱۱ رسال ہوگی، اسی لیے میں نے الاستیعاب کی روایت کو ترجیح دی۔ مدائنی نے فاطمہؓ کی ولادت ۵ رسال قبل از نبوت اور عمر بوقت ۲۹ رسال تحریر کی ہے۔ (محمد سلیمان)

اس کی راکھ زخموں پر رکھی جس کے بعد خون بند ہوگیا۔ (صحیح مسلم غزوۂ احد)۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں نبی ﷺ نے دریافت کیا کہ پیاری بیٹی کیا حال ہے۔ انہوں نے فرمایا مجھے تکلیف ہی ہے اور مزید برآں یہ کہ ہمارے ہاں کھانے کی شئے بھی نہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

یبُنیة اما ترضین انك سیدة نساء العلمین قالت یابت فاین مریم بنت عمران قال تلك سیدة نساء عالمها وانت سیدة نساء عالمك اما واللہ لقد زوجتك سیدا فی الدنیا والاخرة۔

ترجمہ:۔ بیٹی! تم اس پر خوش نہیں ہو کہ تم نساء عالمین کی سردار ہو۔ فاطمہؓ نے فرمایا: اباجان! مریم گدھر گئیں؟ فرمایا: وہ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہیں اور تم اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہو اور تمہارا شوہر دنیا اور آخرت میں سید ہے۔

ابوثعلبہ الخشنی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب کسی سفر سے لوٹ کر آتے تو اول مسجد میں تشریف لے جاتے دو رکعت نفل پڑھ کر پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے پھر اپنے گھر رونق افروز ہوتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے کہ جنت کی عورتوں کی سردار مریم، پھر فاطمہ، پھر خدیجہ، پھر آسیہؓ فرعون کی بیوی ہیں۔

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کوئی بھی رسول اللہ ﷺ کا مشابہ بات چیت میں نہ تھا وہ جب باپ کے پاس آیا کرتیں تو نبی ﷺ آگے بڑھتے، پیشانی پر بوسہ دیتے۔ مرحبا فرمایا کرتے تھے اور جب آنحضرت ﷺ بیٹی سے ملنے جاتے، وہ بھی اسی طرح ملا کرتی تھیں۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے:

مارایت احداکان اصدق لهجة من فاطمة الا ان یکون الذی ولدها رسول اللہ ﷺ

ترجمہ:۔ میں نے فاطمہ سے بڑھ کر کسی کو سچ بولنے والا نہ دیکھا۔ ہاں وہی ایسا ہوسکتا ہے جو نبیؐ کا جایا ہو۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جمیع بن عمیر صحابی نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کو سب سے پیارا کون تھا؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: فاطمہ۔ انہوں نے پوچھا کہ مردوں میں سے کون تھا؟ جواب دیا: فاطمہؓ کے شوہر اور یہ بھی بتایا کہ علی رضی اللہ عنہ تو بڑے صوام وقوام تھا۔[1] حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا کہ عورتوں کا جنازہ جس طرح اب لے جایا جاتا ہے مجھے تو یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ جنازے کے اوپر ایک چادر ڈال دیتے ہیں جس میں سے اس کا پیکر نظر آتا رہتا ہے۔ اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے حبشہ میں ایک دستور دیکھا ہے، تمہیں دکھاتی ہوں، پھر انہوں نے کھجور کی تازہ شاخیں منگوا کر چارپائی پر لگائیں اور ان پر کپڑا ڈال دیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ بہت ہی خوب اور بہت ہی اچھا ہے مرد وعورت کے جنازے کی پہچان بھی ہوجاتی ہے، جب میں مرجاؤں تب تو اور علیؓ مجھے غسل دینا اور کسی کو شامل نہ کرنا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات شب شنبہ ۳؍رمضان المبارک ۱۱ھ ہجری کو ہوئی۔ ان کی وصیت کے مطابق اسماء بنت عمیسؓ زوجہ ابوبکر صدیق اور علی رضی اللہ عنہ نے ان کو غسل دیا۔[2] حضرت عباس رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اہل بیت میں سے وہی سب سے پہلے نبی ﷺ سے جاملیں۔

---

[1] صحیح ترمذی میں ان کان علمته کے الفاظ سے واضح ہے کہ یہ سوال وجواب بعد از وفات علی مرتضی ہوئے تھے۔ ام المؤمنین کو دیکھو کہ وہ سائل کو کس طرح حضرت فاطمہ اور حضرت علیؓ کے فضائل بتاتی ہیں اور ان کو احب الناس الی رسول ظاہر کرتی ہیں۔

[2] الاستیعاب بیان سلمیٰ خادم رسول عمل میں سلمیٰ خادم رسول مولاہ صفیہ بنت عبدالمطلب بھی شامل تھیں۔

حضرت فاطمہؓ کی عمر کے متعلق معلوم ہوتا ہے کہ قدیم سے اختلاف چلا آتا ہے۔ زبیر بن بکار سے روایت ہے کہ ہشام بن عبدالملک کے پاس حضرت عبداللہ بن حسن بن حسنؓ آئے، وہاں کلبی پہلے سے موجود تھا۔ ہشام نے دریافت کیا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر کیا تھی؟ عبداللہ نے کہا: تیس سال۔ کلبی نے کہا: پینتیس سال۔ ہشام نے کہا: ابومحمد! سنتے ہو کہ کلبیؒ جو تاریخ میں سربرآوردہ ہے، کیا کہتا ہے انہوں نے کہا: میری ماں کا حال مجھ سے دریافت کیجیے اور کلبی کی ماں کا حال کلبی سے پوچھ لیجیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے مرض الموت میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا ان کے کان میں کچھ بات کی تو وہ رو پڑیں پھر ان کو بلایا اور سرگوشی کی تو وہ ہنسنے لگیں۔ میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ وہ کیا باتیں تھیں؟ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پہلے مجھے بتایا کہ میں اسی مرض میں انتقال کر جاؤں گا۔ یہ سن کر میں رو پڑی تھی، پھر بتایا کہ میں (فاطمہ) حضور کو خاندان کے سب اشخاص سے پہلے جا کر ملوں گی، اس پر میں خوش ہوگئی تھی۔ (بخاری مناقب فاطمہ)

وفات نبوی پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اشعار ہیں:

انا فقد ناك فقد الارض وابلها — وغاب مذعبت عنا الوحی و الکتب

فلیت قبلك کان الموت صادفنا — لما نعیت و حالت دونك الکتب

ترجمہ:..... ہماری محرومی حضور سے ایسی ہے جیسے زمین سے طراوت کا جاتے رہنا جب سے آپ غائب ہوئے ہمارے پاس سے وحی اور کلام الٰہی کا انقطاع ہوگیا کاش! حضور کے انتقال سے پیشتر اور اس وقت سے پیشتر جب مٹی نے حضور کو پوشیدہ کر دیا تھا۔ ہمیں موت آ جاتی اور ہم مر گئے ہوتے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی ہمشیروں پر بھی یہ خاص شرف حاصل ہے کہ دنیا میں ان ہی کی ذریت چلی اور ان ہی کی ذریت سے ائمۃ العظام ہوئے جن کی شان اسلام میں نہایت ارفع واعلی ہے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے حضرت حسن، حسن، ام کلثوم، زینب رضی اللہ عنہم پیدا ہوئیں۔ حضرت حسن اور حسنؓ کے حالات علیحدہ لکھ دیے گئے ہیں۔

ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ چالیس ہزار درہم ان کا مہر تھا۔ ان کے بطن سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں زید اور رقیہ پیدا ہوئے۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد ان کا نکاح ثانی عون بن جعفر طیار سے ہوا تھا۔ زید بن عمر رضی اللہ عنہ کی وفات اسی روز ہوئی جس روز ان کی والدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تھا۔ بنو عدی کسی بات پر جھگڑ رہے تھے۔ زید رضی اللہ عنہ ان میں صلح کرانے کے لیے نکلے۔ تاریکی شب میں ان کو شناخت نہ کیا گیا ایک شخص کی ضرب ان کے سر پر لگی چند روز مضروب رہ کر رہ گرائے عالم بقا ہوئے۔

زینب بنت فاطمہؓ کا نکاح عبداللہ بن جعفر طیارؓ سے ہوا تھا میدان کربلا میں اپنے برادر مکرم حسینؓ کے ہمراہ تھیں، گرفتاری کے بعد انہوں نے نہایت صبر واستقامت سے جملہ مصائب کو برداشت کیا اور اہل بیت حسینؓ کی حضانت فرمائی اور اعداء اشقیاء کو خوب جواب دیے ان کے فرزند عدی بن عبداللہ بن جعفر بھی میدان کربلا میں شہید ہوئے۔

سیدہ نساء العالمین کی اولاد میں بعض نے محسن اور رقیہ کے نام بھی بڑھا دیے ہیں اور اکثر نے یہ نام نہیں لکھے جنہوں نے لکھے ہیں وہ بھی مانتے ہیں کہ محسن اور رقیہ ہر دو کا انتقال نہایت صغرسنی میں ہوگیا تھا۔ اس لیے ان کے حالات

تاریخ میں نہیں ملے۔ حضرت فاطمہؓ کی قبر میں بھی اختلاف ہے۔[1] بعض نے لکھا ہے کہ وہ اپنے ہی گھر میں مدفون ہوئیں اور جب مسجد نبوی کو وسعت دی گئی تب یہ جگہ شامل مسجد نبویؐ ہوگئی تھی۔ اصول الکافی میں شیخ کلینی نے بھی یہی بیان کیا ہے۔ اکثر مؤرخین کا رجحان ہے کہ ان کی قبر مبارک بقیع میں ہے۔ حضرت حسن، زین العابدین اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم عم الرسولؐ کی قبور اسی جگہ پہلو بہ پہلو ہیں۔ مسعودی نے مروج الذہب میں تحریر کیا ہے کہ ۳۰۴ھ میں بقیع میں ایک پتھر ملا تھا، جس پر یہ تحریر تھا: هذا قبر فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم

مرویات..... نسائی نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بار نبی کریم ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے وہ سونے کا ہار اپنے گلے سے اتار کر ہند بنت ہبیرہ کو دکھا رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے لا کر دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے یہ ہار بیٹی کے ہاتھ میں دیکھا اور واپس چلے آئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سمجھ گئیں انہوں نے ہار کو فروخت کر دیا اور ایک غلام خریدا اور اسے راہ خدا میں آزاد کر دیا۔ نبی کریم ﷺ کو اطلاع ہوئی تو خوش ہوئے اور الحمدللہ فرمایا۔

فاطمہ بنت الحسین رضی اللہ عنہا نے اپنی جدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت درود شریف پڑھ کر رب اغفرلی ذنوبي وافتح لی ابواب رحمتك پڑھنا چاہیے اور خروج مسجد کے وقت درود شریف کے بعد یہی دعا پڑھنی چاہیے۔ رحمتك کی جگہ فضلك بدل لینا چاہیے، اسے ترمذی نے روایت کیا ہے، روایت میں ارسال ہے کیونکہ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی جدہ کو نہیں دیکھا۔

ایک نہایت صحیح حدیث جسے نسائی کے سوا باقی جملہ صحاح میں روایت کیا گیا ہے یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے ایک روز ابن عبدالواحد سے فرمایا: میں تجھ سے فاطمہ بنت رسول کی ایک بات کہوں جو سارے کنبہ میں بھی نبی ﷺ کو بہت پیاری تھیں۔ ابن الواحد نے کہا: ہاں! علیؓ نے کہا: فاطمہؓ نے اتنی چکی پیسی کہ ہاتھوں میں نشان پڑ گئے۔ پانی کے لیے مشک اٹھائی کہ گردن پر نشان پڑ گیا، گھر میں جھاڑو دی کہ سب کپڑے میلے ہو گئے۔ انہی ایام میں نبی کریم ﷺ کے پاس کچھ خادم آئے میں نے فاطمہؓ سے کہا: تم اپنے ابا کے پاس جاؤ اور ایک خادم مانگو فاطمہؓ گئیں مگر وہاں ہجوم تھا مل نہ سکیں، اگلے روز نبی کریم ﷺ خود آئے اور دریافت فرمایا کہ کیا ضرورت تھی۔ فاطمہؓ چپ ہو گئیں، میں نے کہا کہ میں حضور ﷺ کو بتاتا ہوں۔ چکی پیتے پیتے ان کے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے ہیں اور مشک اٹھاتے اٹھاتے گردن پر میں نے دیکھا تھا کہ حضور کے پاس کچھ خادم آئے ہیں اور میں نے ہی ان سے کہا تھا کہ حضور کے پاس جائیں خادم مانگیں کہ اس تکلیف سے رہائی ہو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اتقي الله يا فاطمة وادي فريضة ربك واعملي عمل اهلك واذا اخذت مضجعك فسبحي ثلاثا وثلاثين واحمدي ثلاثا وثلثين وكبري اربعا وثلاثين فذلك مائة هي خير لك من خادم۔[2]

ترجمہ:۔ اے فاطمہ! تقویٰ اختیار کرو فرائض الٰہی ادا کرو اپنے کنبہ کے اعمال کو اپنا دستور بناؤ اور جب بستر خواب میں لیٹو تب ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمدللہ ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھو، یہ پورا سو ہو گیا یہ عمل تیرے لیے خادم سے بہتر ہے۔

---

[1] اس پر مکمل بحث میرے سفرنامہ حجاز میں ملے گی۔ (سلیمان)

[2] عربی زبان میں لفظ خادم مذکر و مؤنث دونوں پر آتا ہے مراد یہاں خادمہ سے ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رضیت عن اللہ وعن رسولہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ:..... میں خدا سے اور رسول خدا سے اسی حال پر خوشنود ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ولم یخدمھا" فاطمہؓ کو خادمہ نہ دی۔

اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کنبہ کی معیشت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زہد و ریاضت اور رضا و تسلیم اور نبی ﷺ کی اپنے لیے اور اپنے اَحبّ اہل کے لیے دنیا و اموال دنیا سے علیحدگی و برأت بخوبی آشکارا ہوتی ہے۔

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَہٗ"

ایک اور روایت ہے جسے ابن عدی و بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے نبی ﷺ نے فرمایا:

"یَافَاطِمَۃُ مَنْ یَّمْنَعُکِ اَنْ تَسْمَعِیْ مَا اُوْصِیْکِ بِہٖ اَنْ تَقُوْلِیْ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ وَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ وَّاَصْلِحْ لِیْ شَانِیْ کُلَّہٗ"

مطلب یہ ہے کہ اس وظیفہ کو میری وصیت سمجھ کر پڑھا کرو۔

"یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ"

ابنائے فاطمہ رضی اللہ عنہما

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سبط النبیؐ:..... نصف رمضان ۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ان کی دایہ کا نام سودہ بنت مسرح الکندیہ ہے۔ نبی ﷺ نے ساتویں دن دو مینڈھے عقیقہ کے ذبح کیے اور سر کے بالوں کے برابر چاندی کا صدقہ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا نصف پیکر بالائی اور حسن رضی اللہ عنہ کا نصف پیکر زیریں نبی ﷺ سے مشابہ تر تھا۔ احادیث صحیحہ سے بہ تواتر ثابت ہوا ہے کہ نبی ﷺ نے ان کی شان میں فرمایا:

"ان ابنی ھذا سیّدٌ و عسی اللہ ان یبقیہ حتّٰی یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین"

ترجمہ:..... یہ میرا فرزند سید ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اس وقت تک باقی رکھے گا کہ اس کے وسیلے سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے اندر صلح ہو جائے۔

مسند امام احمد میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے دعائے قنوت روایت کی گئی ہے۔

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ کَلِمٰتٍ اَقُوْلُھُنَّ فِی الْوِتْرِ: اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْ مَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْ مَنْ عَافَیْتَ وَ تَوَلَّنِیْ فِیْ مَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِکْ لِیْ فِیْ مَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّمَا قَضَیْتَ فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ اِنَّہٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَ تَعَالَیْتَ وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ۔

حاکمؒ کی روایت میں الفاظ ہیں: عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ وِتْرِیْ"

امام ترمذیؒ نے لکھا ہے:

ولا نعرف عن النبی ﷺ فی القنوت فی الوتر شیئ احسن من ھذا (سفر السعادۃ: ۱۲)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نصرت میں مبارزت کرنے والوں اور ان کی حفاظت کرنے والوں میں تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد چالیس ہزار سے زیادہ بہادروں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ یہ

سب وہ تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کر چکے تھے۔ ان لوگوں کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اطاعت ومحبت کا ذوق پہلے سے بھی زیادہ تھا۔ چار ماہ تک امام ہمام نے عراق وعرب اور ماوراء خراسان تک کی خلافت فرمائی اور پھر معاویہ کی جانب کوچ کر دیا معاویہ بھی ان کی طرف چلے۔ جب دونوں فوجوں کا تقابل ہوا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا دل رحم منزل سمجھ گیا کہ جب تک ان دونوں میں ایک فوج فنا نہ ہو جائے گی تب تک لڑائی ختم نہ ہوگی۔ یہ تو سخت خونریزی ہے اس لیے معاویہ کو کہلا بھیجا کہ میں اس شرط پر کہ اس کے بعد حکومت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ہوگی۔ صلح کرنے پر تیار ہوں تھوڑی سی ردوکد کے بعد گفتگو ختم ہوگئی اور کوفے کی جامع مسجد میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بہ ماہ جمادی الاولی ۴۱ھ امیر معاویہ کو خلافت کی حکومت سپرد فرمائی۔

ابو عامر سفیان بن لیلی ایک شخص جو کوفے کا باشندہ اور بوڑھا تھا۔ اس نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آ کر کہا: السلام علیك یا مذل المؤمنین حضرت نے فرمایا: ابو عامر! ایسا نہ کہو۔ میں نے جو کچھ کیا مؤمنین کی ذلت کے لیے نہیں، بلکہ اس لیے کیا کہ محض سلطنت کے لیے مؤمنین کا قتل کرانا میں پسند نہیں کرتا۔ حکومت چھوڑ کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ جا رہے تھے۔ جب بیمار ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے کئی بار زہر پلایا گیا۔ اس دفعہ تو وہ ایسا سخت ہے کہ میرا کلیجہ کاٹ ڈالا۔ حسن رضی اللہ عنہ نے پوچھا: بھائی! زہر کس نے دیا؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پوچھنے سے آپ کا کیا مطلب ہے کیا اسے قتل کرو گے؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہاں!۔ اگر زہر دینے والا وہی شخص ہے جس کی نسبت میرا گمان ہے تب تو اللہ تعالی خود ہی انتقام لے گا اور اگر وہ نہیں تو میں پسند نہیں کرتا کہ کسی بے گناہ کو میری وجہ سے تکلیف پہنچے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے چند احادیث کی روایت فرمائی۔

ان میں سے (۱)..... دعاء قنوت ہے۔ (۲)..... انا ال محمد لاتحل لنا الصدقة۔ (۳)..... امام احمد ترمذی و دارمی ونسائی نے یہ حدیث بھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی روایت سے مرفوعا روایت کی ہے: دع مایریبك الی مالا یریبك فان الصدق طمانیة وان الکذب ریبة۔ آخری وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک بار ذکر کیا تھا کہ مجھے اپنے گھر میں دفن ہونے کی اجازت دیں۔ انہوں نے مان لیا تھا، مجھے وہم ہوتا ہے مبادا انہوں نے میری شرم سے کہہ دیا ہو، اب تم میری وفات کے بعد جانا اور یہی درخواست کرنا اگر وہ خوشی سے اجازت دے دیں تو مجھے وہیں دفن کرنا۔ ہاں! میرا یہ بھی خیال ہے کہ اہل حکومت مجھے وہاں دفن نہ ہونے دیں گے اگر وہ ایسا کریں تو مت جھگڑنا اور پھر مجھے بقیع الغرقد ہی میں دفن کر دینا۔

جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے جسم اطہر سے روح انور نے پرواز کیا تو حسن رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان سے اجازت مانگی تو انہوں نے کہا: نعم وکرامة ہاں! اور میں اسے عزت سمجھتی ہوں۔

مروان حاکم مدینہ نے یہ واقعہ سنا تو بولا کہ وہ بھی جھوٹا ہے اور وہ بھی جھوٹی ہے حسنؓ یہاں کبھی بھی دفن نہ ہوگا۔ عثمانؓ کو تو انہوں نے قبرستان میں بھی دبانے نہ دیا اور آج حسنؓ کو عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں دفن کرنا چاہتے ہیں[1]

---

[1] مروان کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان غنیؓ پر منجانب بانیان قوم جو ظلم وستم ہوئے اس میں اہل بیت نے بھی کوئی حصہ لیا تھا۔ مگر یہ بہتان عظیم ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان ظالموں نے اپنے افعال کو چھپانے کیلئے حضرت عثمان کے بزرگ نام کو سپر بنالیا تھا ورنہ ان کو عثمان غنیؓ سے کوئی مناسبت نہ تھی۔

حضرت امام ممدوح نے ۴۶ سال کی عمر میں بہ ماہ ربیع الاول ۵۹ھ میں وفات پائی (الاستیعاب: ۱۴۲) اور والدہ مکرمہ کے پہلو میں دفن ہوئے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شان میں روایت ابی بکرہ میں یہ الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں:

"وَاِنَّہٗ رَیْحَانَتِیْ مِنَ الدُّنْیَا" دنیا میں سے وہ تو میرا پھول ہے۔

اور حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی منقبت میں یہ حدیث ہے:

"اِنَّھُمَا سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ" یہ دونوں نوجوان بہشت کے سردار ہیں۔ (الاستیعاب)

دوسری حدیث ہے:..... اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّھُمَا فَاَحِبَّھُمَا وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّھُمَا۔

ترجمہ: اے خدا میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں پس تو بھی ان سے محبت فرما اور جو کوئی ان دونوں سے محبت رکھے ان سے تو بھی محبت فرما۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ایک قانونی مشورہ کا ذکر علامہ ابن القیمؒ نے لکھا ہے جو دلچسپ ہے۔

ایک شخص کو گرفتار کر کے علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے سامنے لایا گیا، گرفتاری ایک ویران غیر آباد مقام سے ہوئی تھی گرفتاری کے وقت اس کے ہاتھ میں ایک خون آلود چھری تھی، یہ کھڑا ہوا تھا اور ایک لاش خاک وخون میں تڑپ رہی تھی، اس شخص نے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے سامنے اقبال کر لیا اور انہوں نے قصاص کا حکم دے دیا اتنے میں ایک اور شخص دوڑا دوڑا آیا اور اس نے خلیفہ کے سامنے اقبال جرم کیا۔ علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے ملزم اول سے دریافت کیا کہ تو نے کیوں اقبال کیا تھا۔ اس نے کہا کہ جن حالات میں میری گرفتاری کی گئی تھی میں نے سمجھا کہ ان حالات کی موجودگی میں انکار کچھ بھی مفید نہ ہوگا۔ پوچھا گیا کہ واقعہ کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں قصاب ہوں میں نے جائے وقوع کے قریب ہی بقرہ کو ذبح کیا تھا گوشت کاٹ رہا تھا کہ مجھے پیشاب کا زور پڑا۔ میں جائے وقوع کے قریب پیشاب سے فارغ ہوا کہ میری نظر لاش پر پڑ گئی۔ میں اسے دیکھنے کے لیے اس کے قریب پہنچا، دیکھ رہا تھا کہ پولیس نے گرفتار کر لیا سب لوگ کہنے لگے کہ یہی شخص اس کا قاتل ہے مجھے بھی یقین ہو گیا کہ ان لوگوں کے بیانات کے سامنے میرے بیان کا کچھ اعتبار نہ کیا جائے گا اس لیے میں نے اقبال کر لینا ہی بہتر سمجھا۔ اب دوسرے اقبالی مجرم سے دریافت فرمایا۔ اس نے کہا میں ایک اعرابی ہوں مفلس ہوں مقتول کو میں نے بہ طمع مال قتل کیا تھا۔ اتنے میں مجھے کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی میں ایک گوشہ میں جا چھپا اتنے میں پولیس آ گئی اس نے پہلے ملزم کو پکڑ لیا۔ اب جب کہ اس کے خلاف فیصلہ سنایا گیا تو میرے دل نے مجھے آمادہ کیا کہ میں خود اپنے جرم کا اقبال کروں۔ یہ سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا کہ امیر المؤمنین! اگر اس شخص نے ایک کو ہلاک کیا ہے تو ایک شخص کی جان بچائی بھی ہے اور اللہ نے فرمایا ہے:

"وَمَنْ اَحْیَاھَا فَکَاَنَّمَآ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ کو قبول فرمایا۔ دوسرے ملزم کو بھی چھوڑ دیا اور مقتول کا خون بہا بیت المال سے دلایا۔[1]

---

[1] الطرق الحکمیہ فی السیاسۃ الشرعیہ لابن قیم صفحہ ۵۶ مطبع مطبعۃ الادب مصر۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارہ بیٹے تھے: زید، حسن مثنیٰ، حسین، طلحہ، اسماعیل، عبداللہ، حمزہ، یعقوب، عبدالرحمن، ابوبکر قاسم، عمر۔ اور پانچ بیٹیاں: فاطمہ، ام سلمہ، ام عبداللہ، ام الحسین رملہ، ام الحسن۔ حسن رضی اللہ عنہ کی نسل ان کے چار فرزندوں یعنی زید، حسن مثنیٰ، حسین الاثرم اور عمر سے جاری ہوئی تھی مگر حسین اور عمر کا سلسلہ ختم ہوگیا اور اب دنیا میں زید اور حسن مثنیٰ کی اولاد باقی ہے۔ اولاد حسن رضی اللہ عنہ میں سے عمر اور قاسم اور عبداللہ میدان کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

(الف) زید بن حسن رضی اللہ عنہ (المتوفی ۱۲۰ ہجری):..... ان کی ماں کا نام فاطمہ بنت ابومسعود عقبہ بن عمر بن ثعلبہ الخزرجی الانصاری ہے۔ حضرت زید کے فرزند ابومحمد حسن سلطنت منصور میں امیر مدینہ ہوگئے تھے۔

(ب) حسن مثنیٰ بن حسن رضی اللہ عنہ (المتوفی ۹۷ ہجری):..... ان کی والدہ خولہ بنت منظور بن ریان بن عمرو بن جابر بن عقیل بن سمی بن مازن بن فزارہ ہیں۔ صدقات علی مرتضیٰ کا اہتمام حضرت حسن مثنیٰ ہی کے متعلق تھا۔ یہ میدان کربلا میں شریک ہوئے اور سخت زخمی ہوگئے تھے۔ اختتام جنگ کے بعد ان کو سسکتے ہوئے دیکھا گیا۔ اسماء بنت خارجہ فزاری نے ابن سعد سے علاج کرانے کی اجازت حاصل کرلی اور یہ اچھے ہوگئے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی دختر فاطمہ ان کے نکاح میں تھی۔ جس سے ابراہیم الغمر حسن مثلث اور عبداللہ محض پیدا ہوئے تھے۔ یہ تینوں وہ پہلے شخص ہیں جو طرفین سے فاطمی ہیں۔ یہ شرف اور میں نہیں پایا جاتا۔ ایک رومیہ عورت سے داؤد جعفر دو اور فرزند بھی تھے۔

① .....عبداللہ محض شیخ بنو ہاشم کے لقب سے ملقب تھے، ان کے پانچ فرزند تھے: محمد ذی النفس الزکیہ، ابراہیم، موسیٰ الجون، سلیمان و ادریس۔ محمد ذی النفس الزکیہ نے دعوی خلافت کیا تھا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی رفاقت کا فتوی دیا تھا۔ ابراہیم بن عبداللہ محض نے بھی دعوی خلافت کیا تھا اور امام ابوحنیفہ نے ان کو چار ہزار درہم بطور امداد بھیجے تھے ان کے بیٹے حسن اور ان کے فرزند عبداللہ مشہور ہیں۔ دنیا میں ان کی نسل باقی ہے۔ عبداللہ محض کے فرزند موسیٰ الجون کی نسل بھی بہت پھیلی ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ [1] حضرت موسیٰ الجون ہی کی نسل سے ہیں۔

② .....ابراہیم الغمر بن حسن مثنیٰ کا لقب غمر کثرت جود کی وجہ سے پڑ گیا تھا۔ ابواسماعیل کنیت ہے۔ ۱۴۵ ہجری میں ۶۹ سال کی عمر میں وفات پائی تھی۔ ان کی نسل اسماعیل دیباج سے جاری ہے۔ اسماعیل دیباج کی کنیت ابوابراہیم اور لقب شریف الخاص تھا۔ ان کے فرزند حسن کی نسل دو فرزندان الاشتج اور ابراہیم طباطبا سے جاری ہے اور بہ کثرت پائی

---

[1] سنہ ولادت ۴۷۱ لفظ عاشق سے سنین عمر ۹۱ لفظ کامل سے سنہ وفات ۵۶۲ لفظ معشوق الٰہی سے برآمد ہوتا ہے۔ حنبلی المذہب تھے کرامات کثیرہ کی روایات تواتر کے ساتھ مشہور ہیں۔ سلسلہ قادریہ ذات گرامی پر منتہی ہوتا ہے۔ تصنیفات سے چند کتابیں ملتی ہیں سید عبدالوہاب شعرانی نے تحریر کیا ہے کہ سید الشیخ جیلانی " نے فرمایا ایک روز مجھے نور عظیم نظر آیا جس نے افق کو چھپالیا تھا۔ پھر اس میں سے ایک صورت نمودار ہوئی اس نے کہا عبدالقادر میں تیرا رب ہوں اور تیرے لئے جملہ محرمات کو حلال کرتا ہوں میں نے کہا اے لعین دور دور۔ اسی وقت وہ نور ظلمت بن گیا اور وہ صورت بن گئی۔ پھر آواز آئی عبدالقادر تیرے خدا نے تجھے علم دیا اور منازل احوال کا تفقہ عطا کیا۔ اس لئے تو بچ گیا ورنہ ستر اہل طریق کو میں اسی طرح گمراہ کر چکا ہوں میں نے کہا یہ سب کچھ بہ فضل ربانی ہے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ حضور نے کیونکہ سمجھ لیا کہ وہ شیطان ہے۔ فرمایا اس فقرہ سے کہ جملہ محرمات کو حلال کرتا ہوں ازلواقح الانوار فی طبقات الاخیار للشعرانی شعرانی نے نسب عالی اس طرح بیان کیا ہے شیخ عبدالقادر بن موسیٰ بن عبداللہ بن یحییٰ الزاہد بن محمد بن داؤد بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ الجون بن عبداللہ المحض بن حسن المثنیٰ بن امام حسن بن علی مرتضیٰ فقط۔ (محمد سلیمان)

جاتی ہے۔ سادات بنومعیہ کا سلسلہ نسب انہی میں آ کر شامل ہوتا ہے۔ نیومعیہ میں سے سید عمادالدین محمد بن حسین بن قریش کی اولاد دہلی میں موجود ہے۔

(۳) ..... حسن المثلث بن حسن مثنیٰ کی کنیت ابوعلی ہے۔ ۱۴۵ ہجری میں وفات پائی۔ ان کی نسل دنیا میں موجود ہے۔

(۴) ..... داؤد بن حسن مثنیٰ کی والدہ رومیہ ہیں، یہ اور امام جعفر صادق باہم رضیع تھے اور یہی صدقات علی مرتضیٰ کے متولی تھے۔ ان کی نسل سلیمان بن داؤد سے جاری ہے سلیمان کی والدہ ام کلثوم بنت امام زین العابدین ہیں۔ سلیمان کی نسل چار فرزندوں موسیٰ، داؤد، اسحاق و حسن سے دنیا میں موجود ہے۔

(۵) ..... جعفر بن مثنیٰ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ ۱۷۰ھ میں وفات پائی۔ ان کا بیٹا حسن تھا۔ جس کی نسل عبداللہ اور جعفر ملقب بہ غدار اور محمد الشبیق سے جاری ہے۔ قزوین راونڈ مراغہ میں یہ نسل پائی جاتی ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ: ..... حسن رضی اللہ عنہ کے برادر خورد ہیں۔ ۵ شعبان ۴ ہجری کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔

واقدی وغیرہ کا قول ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت سے ۵۰ ریوم بعد حسین رضی اللہ عنہ نے بطن مادر مطہر میں استقرار پایا تھا۔ امام جعفر صادق عن ابیہ کی روایت میں ہے: ''لَمْ یَکُنْ بَیْنَ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ اِلَّا طُهْرًا وَّاحِدًا۔[1]

مصعب الزبیری سے روایت ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ نے پچیس حج پیادہ پا کیے تھے۔ یہ روایت الاستیعاب کی ہے، الکافی میں ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ نے بیس حج کیے تھے۔ میرے نزدیک یہ دونوں روایات شہیدین سعیدین کے متعلق صحیح معلوم ہوتی ہیں صورت تطبیق یہ ہے کہ دونوں بھائیوں نے بیس حج شامل کیے ہوں گے امام حسین کے پانچ حج زائد ہیں یہ غالباً بعد از وفات حسن رضی اللہ عنہ ادا کیے ہوں گے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے کانوں نے سنا کہ حسین رضی اللہ عنہ بچے ہی تھے کہ نبی ﷺ نے ان کی دونوں کلائیوں کو پکڑا۔ اس وقت حسین کے قدم نبی ﷺ کی پشت پر تھے پھر فرمایا چڑھو۔ حسین اوپر کو چڑھتے جاتے تھے حتیٰ کہ ان کے پاؤں نبی ﷺ کے سینہ پر تھے اور منہ کے برابر منہ تھا۔ پھر فرمایا منہ کھولو انہوں نے منہ کھولا تو نبی ﷺ نے ان کا منہ چوم لیا اور زبان سے فرمایا:

''اَللّٰهُمَّ اَحِبَّهٗ فَاِنِّیْ اُحِبُّهٗ'' ''الٰہی میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما''۔

امام زہریؒ نے (باسناد عن علی بن الحسین عن ابیہ) حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نبوی کی روایت کی ہے:

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهٗ مَالَا یَعْنِیْهِ انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ ناکارآمد چیز کو ترک کر دے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہار سے جو نبی ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کرنے میں ممتاز تھے نبی ﷺ کا حلیہ سنا اور کچھ عرصہ تک اس کا ذکر حسین رضی اللہ عنہ سے نہ کیا۔ پھر جب میں نے ذکر کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے پیشتر ہی دریافت کر چکے اور سن چکے تھے بلکہ انہوں نے حضور کی آمد و رفت کے متعلق کچھ زائد معلومات بھی حاصل کر رکھی تھیں۔ (شمائل ترمذی)

---

[1] حضرت حسن اور حسینؓ میں صرف ایک طہر کا فاصلہ تھا۔ ان روایات سے یہ معلوم ہو گیا کہ یہ غلط بات مشہور ہے کہ امام حسینؓ بطن والدہ مطہر میں صرف چھ ماہ ٹھہرے تھے کیوں کہ ابتدا و انتہا سے حمل کی تاریخوں کا تعین ہو چکا ہے۔

مسند احمد وسنن ابوداؤد میں ایک اور حدیث مرفوعا حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''اِنَّ لِلسَّائِلِ حَقًّا وَاِنْ جَآءَ عَلٰی فَرَسٍ'' سائل کا حق قائم ہوجاتا ہے خواہ وہ گھوڑے پر ہی سوار آئے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ شاعر بھی تھے، مندرجہ ذیل اشعار اپنی بیوی رباب بنت امراؤالقیس الکلبی[1] اور اپنی بیٹی سکینہ[2] کے لیے جو رباب کے بطن سے ہیں انشاء فرمائے تھے:[3]

لَعَمْرُكَ اِنَّنِیْ لَاَحُبُّ اَرْضًا ... تَحُلُّ بِهَا سُكَيْنَةُ وَالرَّبَابُ

اُحِبُّهُمَا وَاَبْذُلُ جُلَّ مَالِیْ ... وَلَيْسَ لِعَاتِبٍ عِنْدِیْ عِتَابُ

فَلَسْتُ لَهُمْ وَاِنْ غَابُوْا مُضِيْعًا ... حَيَاتِیْ اَوْ يُغَيِّبَنِی التُّرَابُ

كَاَنَّ اللَّيْلَ مَوْصُوْلٌ بِلَيْلٍ ... اِذَا زَرَتْ سُكَيْنَةُ وَالرَّبَابُ

بی بی رباب جس کی محبت میں یہ اشعار ارشاد فرمائے گئے وہ بھی مہر ووفا کی پتلی تھی۔ امام ہمام کی شہادت کے بعد بہت لوگوں نے ان کے پاس پیغام نکاح بھجوائے مگر انہوں نے انکار ہی کردیا۔ صاحب الاغانی نے سند متصل کے ساتھ ان کے مندرجہ ذیل اشعار جو شہادت کے بعد کہے گئے تھے روایت کیے ہیں:

ان الذی کان نور ایستضاء به ... بکر بلاء قتیل غیر مدفون

سبط النبی جزاك الله صالحة ... عنا وجنبت خسران الموازین

قد کنت لی جبلا صعبا الوز به ... وکنت تصحبنا بالرحم والدین

من لليتامی ومن للسائلین ومن ... یعنی ویاوی الیه کل مسکین

والله لاابتغی صهرا بعد کم ... حتی اغیب بین الرمل والطین

[ان اشعار کا مصرعہ اول حضرت حسان کے نعتیہ اشعار سے لیا گیا ہے ترجمہ اشعار یہ ہے:] وہ نور جو روشنی پھیلاتا تھا کربلا میں مقتول پڑا ہے اسے کسی نے دفن بھی نہ کیا۔ اے سبط نبی اللہ تجھے ہماری جانب سے بہترین جزا عطا فرمائے۔ آپ میزان عمل کے خسران سے بچائے گئے تم میرے لئے بلند پہاڑ کی چوٹی تھے جس کی پناہ لیا کرتی تھی (یہ محاورہ حضرت داؤد کی زبور میں بکثرت ہے) آپ کا

---

[1] صاحب الاغانی نے عوف بن خارجۃ المری سے روایت کی ہے کہ میں عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اتنے میں ایک اجلح اجلی۔ امعر شخص لوگوں کو چیرتا ہوا آیا۔ اس نے بتایا کہ وہ امراؤالقیس الکلبی ہے جس نے بکر بن وائل پر خلج کا حملہ کیا تھا۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا اب کیا چاہتے ہو۔ وہ بولا: ''اسلام'' فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے مسلمان بنایا اور اسے شام کے رہنے والے بنو قزاعہ کا سردار بنادیا اور رایت سرداری عطا کردیا۔ امرؤالقیس اس مجلس سے اٹھا تو اس کے سر پر رایت سرداری لہرا رہا تھا وہ اسی وقت واپس چل دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حسین کو لئے ہوئے اس کو راہ میں مل گئے امراؤالقیس سے فرمایا: میں علی عم زاد نبی ہوں، میرے یہ دونوں فرزند رسول اللہ کے نواسے ہیں میں چاہتا ہوں کہ ہماری قرابت ہوجائے۔ امرؤالقیس بولا: میری تین بیٹیاں ہیں: محیاۃ علی کو، سلمیٰ حسن کو، رباب حسین کو دیتا ہوں، اس طرح رباب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئی تھیں۔

[2] سکینہ تصغیر کا صیغہ ہے۔ ان کا نام امیمہ یا آمنہ جو بیان کیا گیا ہے ان کے بھی نکاح ہوئے اول عبداللہ بن حسن بن علی سے ہوا تھا ایک نکاح مصعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا تھا۔ ایک لاکھ کا مہر ادا کیا گیا۔ یہ غلط ہے کہ سکینہ کا انتقال زندان شام اور بچپنے میں ہوگیا تھا۔

[3] پہلے تین شعر اغانی سے اور چوتھا روض الانف سہیلی سے نقل کیا گیا ہے ان کا ترجمہ یہ ہے سچ تو یہ ہے کہ میں اس جگہ سے الفت رکھتا ہوں جہاں سکینہ اور رباب ٹھہری ہوئی ہیں۔ مجھے ان دونوں سے محبت ہے میں ان پر دولت کثیر خرچ کرتا ہوں اور عاتب کے عتاب کی پروا نہیں کرتا گو وہ یہاں موجود نہیں ہیں مگر میں ان کی غور پرداشت سے بے خبر نہ ہوں گا جب تک زندہ ہوں اور جب تک مٹی مجھے چھپا نہ دے گی۔ جب سکینہ اور رباب اپنے اقارب سے ملنے گئی ہوئی ہوں تو رات ایسی لمبی نظر آتی ہے گویا رات کے ساتھ دوسری رات مل گئی ہے۔

برتاؤ ہمارے ساتھ رحم اور دین کا تھا۔ اب یتیموں کا کون ہے۔ اب فقیروں کا کون ہے۔ اب کون رہ گیا ہے جس کے پاس ہر ایک مسکین کو پناہ مل سکے اب میں اس قرابت کے بعد اور کوئی خویشی پسند نہ کروں گی حتی کہ ریت اور مٹی کے تودہ میں جا چھپوں۔ فقط

حضرت حسنؓ کی شہادت بروز جمعہ عشرہ محرم ۶۰ ہجری کو میدان کربلا میں (جسے "طف" بھی کہتے ہیں) آغاز وقت زوال میں ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۚ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ (سورۃ آل عمران)

واقعہ ہائلہ کربلا کا مکمل بیان میں نے لکھا تھا اور ارادہ تھا کہ اسی کتاب میں شائع کیا جائے مگر احباب کے مشورہ سے قرار پایا کہ اسے علیحدہ شائع کیا جائے تاکہ تھوڑی قیمت پر بہت ہاتھوں تک پہنچ سکے۔ اس مضمون میں واقعات کو تنقید صحت کے بعد لکھا گیا ہے۔ اصل خطوط کی عبارتیں نقل کی گئی ہیں اور شہداء کے اسماء اور قبائل کی تحقیقات کی گئی ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد

حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ:..... اسم مبارک علی ہے کثرت عبادت کی وجہ سے زین العابدین سجاد ذوالثفنات لقب پڑ گئے تھے، واقعہ کربلا میں عمر مبارک ۲۳ سال کی تھی۔ ۳۸ھ میں پیدا ہوئے ۹۵ھ میں وفات پائی، انکی والدہ بنت یزدجرد ہیں جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں اسیر ہو کر آئی تھیں۔ امام زین العابدین کی نسل دنیا میں چھ فرزندوں محمد باقر، عبداللہ الباہر، زید الشہید، عمر الاشرف، حسین الاصغر علی الاصغر سے باقی ہے۔ دو بیٹیاں ام کلثوم وخدیجہ تھیں۔ ام کلثوم کا نکاح داؤد بن حسین مثنی سے ہوا تھا، ان کے بطن سے سلیمان پیدا ہوا۔ سلیمان کی نسل داؤد اسحاق اور حسن سے جاری ہے۔ خدیجہ کا نکاح محمد بن عمر بن علی مرتضی سے ہوا۔ ان کے بطن سے عبداللہ، عبیداللہ، عمر پیدا ہوئے نسل باقی ہے۔

عبداللہ الباہر بن زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ:..... باقر کے برادر شفیق ہیں ان کی نسل محمد الارقط سے جاری ہے۔ اس کا ایک ہی بیٹا تھا، اسماعیل، ان کے دو بیٹے تھے حسین اور محمد یہ نسل رے قم جرجان میں پائی جاتی ہے۔

زید بن زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ:..... ان کی والدہ ام ولد تھیں، انہوں نے عہد سلطنت ہشام میں دعویٰ خلافت کیا تھا۔ بہت لوگوں نے بیعت کر لی تھی۔ مدائن، بصرہ، واسط، موصل، خراسان، رے، جرجان کے علاوہ صرف کوفہ ہی کے پانچ ہزار شخص تھے۔ جب یوسف ثقفی ان کے مقابلہ میں لشکر لایا تو یہ سب لوگ امام کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ زید شہید نے فرمایا کہ رفضونا الیوم اس دن سے رافضی کا لفظ نکلا۔ آپ ۱۵ صفر ۱۲۱ھ کو اس جنگ میں زخم تیر سے شہید ہوئے تھے۔ ان کے چار فرزند تھے یحیی جو ۱۸ سال کی عمر میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کی ایک دختر تھی باقی تین فرزندوں حسین ذی الدمعہ، عیسیٰ موتم الاشبال، محمد سے نسل جاری ہے۔[1] حسین ذی الدمعہ نے ۱۳۵ھ میں وفات

---

[1] دست بدست لڑائی میں شیر کو ہلاک کیا تھا۔ موتم الاشبال بچگان شیر کو یتیم بنانے والا لقب پڑ گیا۔

پائی۔ نسل کثیر باقی ہے اور کیتھل، سنبھل وغیرہ میں پائی جاتی ہے یہ لوگ ترمذی کہلاتے ہیں۔ عیسیٰ موتم الاشبال کی نسل چار فرزندوں احمد، زید، محمد حسین عصارہ سے جاری ہے سادات بارہ بلگرام کا نسب محمد بن عیسی تک منتہی ہوتا ہے۔ حسان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہ المتوفی ۱۲۰۰ھ اسی نژاد عالی سے ہیں۔

عمر الاشرف بن زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ:..... زید شہید کے برادر شفیق ہیں ان کی نسل علی الاصغر سے جاری ہوئی، ان کے تین فرزند قاسم، عمر الشجری ابو محمد الحسن تھے نسل کثیر باقی ہے۔

حسین الاصغر بن زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ:

ان کی والدہ کا نام ساعدہ ہے جو ام ولد ہیں حسین الاصغر نے ۱۵۷ھ میں وفات پائی۔ بقیع میں دفن ہوئے عبداللہ، عبیداللہ الاعرج، علی ابو محمد الحسن سلیمان سے نسل باقی ہے اور حجاز و عراق شام و مغرب میں پائی جاتی ہے۔

علی الاصغر بن زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ:

ان کی نسل افطس سے جاری ہے افطس کی نسل علی الحوری، عمر، حسین، حسن مکفوف عبداللہ الشہید سے جاری ہے۔

حضرت باقر رحمۃ اللہ علیہ:..... محمد نام، باقر لقب، ابو جعفر کنیت ہے۔ باقر العلوم وافر الحلم جلیل القدر تھے۔ صحیح مسلم میں ان کی حدیث عن جابر رضی اللہ عنہ درباره حج موجود ہے۔ جس سے دوسو کے قریب قریب مسائل مستخرج ہوتے ہیں صحاح و سنن میں ان کی مرویات خوب ملتی ہیں۔ ولادت مدینہ میں ۵۷ھ میں وفات ۱۱۴ھ میں ہوئی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ واقعہ کربلا میں تقریباً تین سال کے تھے۔ ان کی نسل صرف جعفر صادقؒ سے جاری ہے ان کی والدہ ام عبداللہ بنت حسن رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ:

جعفر نام صادق لقب ابو عبداللہ کنیت ہے۔ ان کی والدہ ماجدہ ام فروہ ہیں جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے۔ قاسم الفقیہ کی بیٹی ہیں ام فروہ کی والدہ اسماء بنت عبدالرحمن بن ابو بکر صدیق ہیں۔ اسی لیے امام جعفر صادق فخراً فرمایا کرتے تھے۔ ولدنی ابو بکر مرتین مجھے ولادت میں ابو بکر سے دہرے واسطے ہیں۔ وافر العلوم کثیر الفیوض تھے۔ دواوین احادیث و سنین میں ان کی مرویات اور فتاوی موجود ہیں۔ ولادت ۸۳ھ وفات ۱۴۸ھ میں بقیع میں مدفون ہوئے۔ ان کی نسل پانچ فرزندوں موسی کاظم، اسماعیل، علی العریضی، محمد المامون، اسحاق سے جاری ہے۔

① ..... اسماعیل اپنے والد کے فرزند اکبر ہیں۔ اسماعیلیہ ہی ان کو جعفر صادق کے بعد امام مانتے ہیں۔ ہز ہائینس سر آغا خان بالقابہ کا سلسلہ نسب انہی سے ہے۔ ان کی نسل دو فرزندوں محمد اور علی سے جاری ہے۔ علی ملقب ضیاء الدین کے سلسلہ نسب میں مخدوم سید علاؤ الدین علی احمد صابر کلیریؒ ہیں۔ ② ..... علی العریضی بن امام جعفر صادق کی نسل چار فرزندوں محمد، احمد الشعرانی، حسن، جعفر الاصغر سے جاری ہے اور خلق کثیر موجود ہے۔

③ ..... محمد المامون یا محمد وساج انہوں نے دعوی خلافت بھی کیا تھا۔ ماموں الرشید نے ان کو گرفتاری کے بعد معاف کر دیا تھا۔ ان کی نسل علی الخارجی قاسم حسین سے جاری ہے۔ اکثر مصر میں پائے جاتے ہیں۔

④ ..... اسحاق بن جعفر صادق: موتمن لقب ابو محمد کنیت امام موسی کاظم کے برادر شفیق ہیں شیعہ کا ایک فرقہ ان کو

امام مانتا ہے۔ان کی نسل محمد، حسن، حسین تین فرزندوں سے جاری ہے۔

حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ:..... موسیٰ نام کاظم لقب ابوالحسن اور ابوابراہیم کنیت تھی۔ان کی والدہ کا نام حمیدہ ہے جو ام ولد تھیں ولادت ۱۲۸ھ مقام ابواء۔وفات ۶ رجب ۱۸۳ھ کو بمقام بغداد ہوئی۔یہ ۲۳ رلڑکوں اور ۳۷ رلڑکیوں کے والد ہیں، فرزندان نرینہ میں سے، عبدالرحمن، عقیل، قاسم، یحییٰ، داؤد، لاولد تھے۔سلیمان، فضل، احمد کے صرف اولاد دختری تھی۔حسین، ابراہیم الاکبر، ہارون زید، حسن کی اولاد کے متعلق علماء نسب میں اختلاف ہے۔علی، ابراہیم الاصغر، عباس، اسماعیل محمد اسحاق، حمزہ، عبداللہ، عبیداللہ، جعفر کی نسل جاری ہیں۔سلطان الہند خواجہ بزرگ سید معین الدین حسن سنجری اجمیری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶ رجب ۶۳۲ھ) موسیٰ کاظم ان کی اولاد ہیں۔

حضرت علی الرضا رحمۃ اللہ علیہ:..... علی نام رضا لقب، ابوالحسن کنیت ہے۔ولادت ۱۴۸ھ وفات بہ ماہ صفر ۲۰۳ھ بہ عمر پنجاہ وپنج سال مزار مشہد مقدس میں ہے۔ان کی نسل صرف محمد الجواد سے جاری ہے۔

محمد الجواد رحمۃ اللہ علیہ:..... محمد نام، جواد لقب، ابوجعفر کنیت، ولادت رمضان ۱۹۵ رہجری وفات آخری ذی قعدہ ۲۲۰ رہجری بعمر ۲۵ سال سُرَّمَنْ رَای میں انتقال فرمایا۔علی الہادی اور موسیٰ المبرقع سے نسل جاری ہے۔موسیٰ المبرقع کی نسل ان کے فرزند احمد سے جاری ہے۔مضافات لکھنو خیرآباد، سفیدوں، پانی پت، سامانہ میں یہ نسل پائی جاتی ہے۔

علی النقی رحمۃ اللہ علیہ:..... علی نام، عسکری لقب، ہادی ونقی علم، ابوالحسن کنیت ہے۔سُرَّمَنْ رَای میں بعمر ۴۱ رسال ۶ / ماہ وفات پائی۔ولادت نصف ذی الحجہ ۲۱۲ھ وفات ۲۶ رجمادی الآخر ۲۵۴ھ دو فرزندوں اور ابوعبداللہ جعفر کذاب اور حسن عسکری سے نسل جاری ہے۔ابوعبداللہ جعفر کے نام کے ساتھ لقب کذاب بعض لوگ اس لیے شامل کیا کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے بھائی حسن عسکری کی وفات کے بعد خود امام ہونے کا دعوی کیا تھا۔ان کی اولاد ان کو جعفر تواب کہتی ہے اور اپنے آپ کو رضوی کہلاتے ہیں۔ابوعبداللہ کی کنیت ابوکرین بھی ہے۔کرساٹھ قفیز کو کہتے ہیں چونکہ یہ ۱۲۰ ربچوں کے والد تھے اس لیے اس کنیت سے پکارے گئے۔ان کی وفات ۲۷۱ھ میں ہوئی۔ان کی نسل کا صرف چھ فرزندوں سے جاری ہونا پایا جاتا ہے۔اسماعیل حریف، یحییٰ، الصوفی، ہارون، علی المختار، ادریس، طاہر۔اسماعیل حریف اور یحییٰ الصوفی کی اولاد مصر میں پائی جاتی ہے۔ہارون بن جعفر کی اولاد میں سے سادات امروہہ مشہور ہیں۔علی المختار کی اولاد میں سے سادات بھکر میں۔قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۴ ربیع الاول ۶۳۵) اسی شاخ سے ہیں۔محمد نازک اور سید جلال الدین بخاری نزیل ہند انہی علی المختار کی اولاد ہیں۔ادریس بن جعفر کی نسل قاسم سے جاری ہے اولاد قواسم کہلاتی ہے۔

حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ:..... حسن نام، عسکری لقب، ابومحمد کنیت، ولادت بماہ رمضان ۲۳۲ھ والدہ کا نام حدیث ہے جو ام ولد تھیں وفات ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ کو سُرَّمَنْ رَای میں ہوئی۔ایک فرزند محمد المہدی نصف شعبان ۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے تھے جو سرمن رای کے غار میں بہ عمر چار سالہ غائب ہو گئے تھے۔فرقہ اثناعشریہ ان کو زندہ تسلیم کر کے امام منتظر۔امام زمان مہدی دوران کے القاب سے ملقب کرتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَہٗ۔

باب دوم

امہات المؤمنین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ [1]

ازواج النبی ﷺ کے حالات قلمبند کرنے سے پہلے اس شبہ کا ازالہ ضروری ہے جو عیسائی لوگ ایک سے زیادہ بیوی کے متعلق ظاہر کیا کرتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ مسئلہ مذکورہ کے جواز وعدم جواز کی بحث صرف دو ہی پہلو سے کی جاسکتی ہے۔

[الف].....قانون [ب].....مذہب۔

[الف].....قانون:۔ اس مسئلہ کا فیصلہ یورپ کے لیے اور طرح کرتا ہے اور ایشیا کے لیے اور طرح۔ ہندوستان کی تمام ہائی کورٹیں ایک سے زیادہ بیوی کی شخصیت کو قوانین دیوانی اور فوجداری میں صحیح تسلیم کرتی ہیں۔ یہ اعلیٰ عدالتیں ان مقدمات میں جو جائیداد کے متعلق ہوں۔ دو یا دو سے زیادہ بیویوں کے حقوق کو بمقابلہ ان کے شوہر کے ورثاء قانونی کے تسلیم کرتی اور ڈگریاں جاری کرتی ہیں۔ یہ اعلیٰ عدالتیں ہمیشہ مقدمات زیر دفعہ ۴۹۴ تعزیرات ہند میں ایسی عورت کو جو اپنے شوہر کی دوسری یا تیسری یا چوتھی بیوی تھی۔ کسی دوسری جگہ شادی کر لینے سے مجرم قرار دیتی ہیں اور اس شخص کو بھی مجرم ٹھہراتی ہیں۔ جو ایسی عورت کے ساتھ شادی کر لیتا ہے۔ ہندوستان کی ہائی کورٹوں کا یہ متفقہ اور مسلمہ رویہ انگلستان کے قانون بائی گیمی کے بالکل خلاف ہے۔ پس نتیجہ یہ ہے کہ ہندوستان کی انصاف رساں عدالتوں کا یہ قانونی دستور ایشیا کو یورپ سے متمیز کرتا ہے۔ اس لیے ثابت ہو گیا کہ محض قانونی پہلو سے اس مسئلہ پر کوئی مسلمہ اعتراض موجود نہیں ہے۔ [2]

[ب].....مذہب:۔ اب اس مسئلہ پر مذہب کی رو سے غور کرنا ہے، مذہب کا سرچشمہ ملک ایشیا ہے، حضرت مسیح بھی شام میں پیدا ہوئے اور ایشیائی ہیں۔

ایشیا کے مشہور مذہب:.....ایک سے زیادہ بیوی کی تائید میں ہیں۔ قدیم ہندوستان کو لیجیے!

① .....سری رام چندر جی کے والد مہاراجہ دسرت کی تین بیویاں تھیں۔

① .....پٹ رانی کوشلیا والدہ رام چندر جی ② .....رانی سمترا والدہ لچھمن جی ③ .....رانی کیکئی والدہ بھرت جی

---

[1] صلوات کے یہ الفاظ بروایت ابوحمیدہ ساعدی رضی اللہ عنہ امام بخاری و مسلم و ابوداؤد نسائی و ابن ماجہ نے روایت کیے ہیں۔

[2] دفعات ۳۶۳، ۳۶۶ کو بھی جب شادی شدہ عورت کے متعلق ہوں۔ نیز دفعہ ۴۹۸ کو اس نظیر میں شامل کر لینا چاہیے۔ ہماری اس دلیل کے خلاف یہ جواب درست نہیں ہوگا کہ ہندوستان کی عدالتوں نے اس بارہ میں ہندوستان رواج کی خالصتہ پیروی کی ہے کیونکہ اگر ہمارے واضعان قانون اس مسئلہ کو قطعاً مخرب اخلاق سمجھتے تو اس کا ضرور کلی انسداد کر دیتے۔ خواہ رسم اور رواج اس کی تائید میں پائے ہی جاتے۔ انسداد رسم ستی کے متعلق گورنمنٹ نے ایسا ہی کیا۔ اگرچہ بعض لوگ اس کی بنیاد مذہب پر بھی بتاتے تھے تعدد شوہران کے بارہ میں ان عدالتوں کا یہی رویہ ہے اگرچہ ان علاقہ جات کے لوگوں نے رسم و رواج کو تائید میں بار بار پیش کیا ہے۔ ان نظائر پر غور کرنے سے ثابت ہو جاتا ہے کہ دلیل صحیح ہے (محمد سلیمان عفی عنہ)

② .....سری کرشن جی کی جو اوتاروں میں سولہ کلاں سپورن تھے، سینکڑوں بیویاں تھیں۔[1]

③ .....راجا پانڈو کے جو مشہور پانڈوں کا جد اعلیٰ ہے۔ دو بیویاں تھیں

① .....کنتی والدہ یدھشتر و بھیم سین وارجن۔ ② .....مادری والدہ نکل وسہدیو

④ .....راجا شنتن کی دو بیویاں تھیں:

① .....گنگا والدہ بھیشم۔ ② .....ستیہ وتی والدہ چترانگد و بچھترایرج پسران شنتن، نیز والدہ پیاس جی پسر پراشر کھیشر

⑤ .....بچھترایرج کی دو بیویاں اور ایک لونڈی تھی:

① .....امبیکا والدہ دھرتراشٹ، پسر بیاس جی۔ ② .....امبالکا والدہ پانڈو، پسر بیاس جی۔ ③ .....لونڈی والدہ بدر، بن بیاس جی

منہاج نبوت اور تعدد زوجات:..... اب مسئلہ کو منہاج نبوت پر دیکھ لینا چاہیے۔ عیسائی حضرات حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظمت کے قائل ہیں اور ان کو خلیل الرحمن تسلیم کرتے ہیں۔ (یعقوب کا خط مشمول انجیل: ۲/۲۳)

حضرت یعقوب علیہ السلام کو خدا کا اسرائیل اور نہایت برگزیدہ تسلیم کرتے ہیں (التواریخ: ۱۰/ ۲۲ خراج باب ۴ فقرہ ۱۱)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بابت اعتقاد رکھتے ہیں کہ اب تک بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام کی مانند کوئی نہیں اٹھا۔ جس سے خدا آمنے سامنے آشنائی کرتا۔ (استثناء: ۱۰/ ۳۴) ہم حضرت داؤد علیہ السلام کی بابت بائبل میں یہ فقرہ پڑھا کرتے ہیں۔ خدا نے اس سے کہا کہ "تو میرا بیٹا ہے میں آج کے دن تیرا باپ ہوا" (زبور: ۷/ ۲)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی بابت عیسائی مانتے ہیں کہ خدا نے اسے فرمایا تھا میں نے ایک عاقل اور سمجھ دار دل تجھ کو بخشا۔ ایسا کہ تیری مانند تجھ سے آگے نہ ہوا اور نہ تیرے بعد تجھ سا برپا ہوگا۔ (اسلاطین: ۱۲/ ۳) تسلیم کرتے ہیں کہ خدا نے سلیمان کی بابت یہ بھی کہا تھا۔ وہ میرا بیٹا ہوگا میں اس کا باپ ہوں گا۔ (التواریخ: ۱۰/ ۲۲) حوالہ جات بالا کے بعد ہم بہ وثوق اپنی رائے قائم کر سکتے ہیں کہ انبیاء صدر کے افعال منہاج نبوت کے ثابت کرنے میں محکم ترین دلائل اور بہترین نظائر ہیں۔ اب انبیاء صدر کے متعلق ملاحظہ ہو!

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی تین بیویاں تھیں:

① .....ہاجرہؓ کتاب پیدائش ۴/ ۱۶۔ والدہ حضرت اسماعیل علیہ السلام

② .....حضرت سارہؓ، کتاب پیدائش ۱۵/ ۱۸۔ والدہ اسحاق علیہ السلام

③ .....قتورہ خاتون کتاب پیدائش ۱/ ۲۵۔ والدہ زمران، یقعان، مدان، مدیان، اسباق، سوخ

حضرت یعقوب علیہ السلام اسرائیل کی چار بیویاں:

① .....لیاہ، کتاب پیدائش ۲۳/ ۲۹ والدہ روبن، سمعون، لاوی، یہودہ آشکار، زبلون

② .....زلفہ۔ کتاب پیدائش ۲۴/ ۲۹ والدہ جد۔ آشر

③ .....راخل کتاب پیدائش ۲۸/ ۲۹ والدہ یوسفؑ و بن یامین

---

[1] لالہ لاجپت رائے آنجہانی نے اپنی کتاب کرشن چرتر صرف ۱۸ رانیاں تسلیم کی ہیں۔ ہماری مدعا کیلئے یہ تعداد بھی کافی ہے۔

④.....بلہہ کتاب پیدائش ۲۹/۲۹۔ والدہ دان ونفتالی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چار بیویاں:

①.....سفورہ خاتون، کتاب خروج، ۲/۳۱۔ والدہ جیرسوم۔ العیزر ②.....جیشیہ

③.....ایک اور بیوی جس کے باپ کا نام قینی تھا۔ قاضیون ۱/۱۶

④.....ایک اور بیوی جس کے باپ کا نام حباب تھا۔ قاضیون ۴/۱۶

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بے تعداد بیویوں کا جواز:

⑩ .....جب تو لڑائی کے لیے اپنے دشمنوں پر خروج کرے اور خداوند تیرا خدا ان کو تیرے ہاتھوں سے گرفتار کرے اور تو انہیں اسیر کر لائے۔

⑪ .....اور ان اسیروں میں خوبصورت عورت دیکھے اور تیرا جی اسے چاہے کہ تو اسے اپنی جورو بنائے۔

⑫ .....تو تو اسے اپنے گھر میں لا۔ اس کا سر منڈا اور ناخن کٹوا۔

⑬ .....تو وہ اپنا اسیری کا لباس اتارے اور تیرے گھر میں رہے اور ایک مہینہ بھر اپنے باپ اور اپنی ماں کے سوگ میں بیٹھے، بعد اس کے تو اس کے ساتھ خلوت کر اور اس کا خصم بن کر اور وہ تیری جورو بنے۔ (کتاب استثنا: ۱۰ تا ۱۳)

حضرت داؤد علیہ السلام کی [الف] بیویوں کے نام اور ان کے علاوہ [ب] دس حرموں کا ذکر [ج] اور پھر ان کے علاوہ اور [د] جوروؤں [بیویوں] کا ذکر بائبل سے حسب صراحت ذیل ملتا ہے۔

نام زوجہ	حوالہ	کیفیت اور ان کے بطن سے پیدا شدہ فرزندان کے نام
①.....اختوعم	۱: سموئیل ۲۳/۲۶	امنون پہلونٹھا اس سے پیدا ہوا۔
②.....ابی جیلی	=	کلیاب اس سے پیدا ہوا۔
③ میکل بنت ساول بادشاہ اسرائیل	۱: سموئیل ۲۷/۱۸	بے اولاد۔
④.....معکہ بنت تلمی بادشاہ جسور	۲: سموئیل ۳ باب	ابسلوم اس سے پیدا ہوا۔
⑤.....حجیت	=	ابی سلوم۔ و۔ ادونیاہ پیدا ہوئے
⑥.....ابیطال	=	سقطیاہ پیدا ہوا۔
⑦.....عجلاہ	=	تیرعام اس کے بطن سے پیدا ہوا۔ داؤد کے مندرجہ بالا فرزندان بمقام حبرون پیدا ہوئے تھے۔
⑧.....بنت سبع دختر ابیعام	۲: سموئیل ۳،	حضرت سلیمان اس سے پیدا ہوئے
⑨.....ابی شاگ	۲: سموئیل	
۱۰.....دس حرمین داؤد علیہ السلام کی	۲: سموئیل ۲۰/۳۰	

دیگر.....داؤد نے حبرون سے آ کر یروشلم میں اور حرمیں دیگر اور جوروئیں کیں۔ (۲ سموئیل ۵/۱۳)۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہزار عورتیں:.....اس کی سات سو جورئیں بیگمات اور ۳۰۰ حرمیں تھیں (سلاطین ۳/۱۱)

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ خدا کے برگزیدہ نبیوں اور رسولوں کے گھروں میں ایک سے زیادہ بیویاں ہوتی تھیں اور ان کی کثرت زوجات کی بنیاد پر عیسائیوں نے ان انبیاء کی تقدیس میں کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔

ہم ابھی اور مثالیں پیش کریں گے۔ حزقیل نبی کی کتاب کا ۲۳ باب نکالو اور ایک تا ۴ درس پڑھ جاؤ۔ ۱/ ۲۳ خداوند کا کلام مجھے پہنچا اور اس نے کہا: ۲/ ۲۳ اے آدم زاد، دو عورتیں تھیں جو ایک ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئیں۔ ۴/ ۲۳ ان میں بڑی کا نام اہولہ اور اس کی بہن کا اہولیبہ اور وہ میری جورو ئیں بنیں اور بیٹے بیٹیاں جنیں اس کلام میں خدا نے ایک سے زیادہ عورتوں کو جورئیں بنانے کا ذکر کیا ہے۔ عیسائی کہیں گے کہ یہ کلام تمثیلی ہے لیکن پھر بھی یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ اگر ایک سے زیادہ عورتوں کا جورو بنانا خدا کے نزدیک پسند نہ ہوتا تو وہ تمثیلاً بھی اس فعل کو اپنی جانب منسوب نہ کرتا۔ اس کے بعد انجیل متی کا ۲۵ باب پڑھو۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی آمد کی خبر میں دس کنواریوں کا ذکر کیا ہے کہ پانچ نے دولہا کیساتھ شادی کی۔ گھر میں گئیں اور پانچ جو پیچھے رہ گئی تھیں انکے لیے دروازہ نہ کھولا گیا۔ یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کبھی اس تمثیلی بیان کو زبان پر نہ لاتے اگر ان کے نزدیک ایک سے زیادہ بیوی کا ہونا پسندیدہ نہ ہوتا۔ انگلستان کا مشہور شاعر ملٹن تو اسی تمثیل سے ایک سے زیادہ بیوی کے جواز کا قائل تھا۔

ان تمام حوالہ جات سے ثابت ہوتا ہے کہ جو منہاج نبوت ہزاروں سال سے سینکڑوں انبیاء نے اپنے پاک اور محکم چال چلن سے قائم کیا تھا۔ وہ یہ تھا کہ نبی کے گھر میں ایک سے زیادہ بیویاں ہوتی ہیں۔ اگر کوئی شخص اب بھی ہمارے ساتھ نتیجہ بالا میں متفق نہیں ہے تو اسے عبرانیوں ۴/ ۱۳ پڑھنا چاہیے۔ بیاہ کرنا سب میں بھلا ہے اور بستر ناپاک نہیں۔ یہ خدا حرام کاروں اور زانیوں کی عدالت کرے گا۔ یہ درس صرف دو ہی صورتوں کا ذکر کرتا ہے۔

[۱].....بیاہ [۲].....زنا۔

اب اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ ایک سے زیادہ بیویاں کرنا ناپاک بستر ہے تو کیا وہ یہ بھی اقرار کرنے کو آمادہ ہے کہ وہ سب لوگ مقدس ہیں جن کی نبوت پر اسے ایمان ہے۔ عبرانیوں کے فقرہ ۴/ ۱۳ کے مصداق تھے۔ ہم جانتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کوئی بھی ایماندار عیسائی ایسا نہیں پایا جائے گا۔ اس لیے ہم ہر ایک عیسائی کے ایمان ہی سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ جناب ختمیت مآب محمد رسول اللہ ﷺ کی شان مبارک میں بھی گستاخانہ لفظ کہنے سے اسی طرح رک جائے جس طرح وہ حضرت ابراہیم، یعقوب، موسیٰ اور داؤد علیہم السلام کے سامنے مہر برلب ہو گیا ہے۔

○○○

فصل اول

نبی ﷺ اور کثرت زوجات

نبی کریم ﷺ کی مبارک زندگی پر نظر ڈالو کہ ۶۳ سال میں سے ابتدائی ۲۵ سال حضور ﷺ کے کمال تجرد سے گزرتے ہیں۔ جس بزرگ نے ۲۵ سال تک عنفوان شباب اور جوش جوانی کا زمانہ کمال تقوی اور نہایت ورع کے ساتھ پورا کیا ہو اور جس کے حسن مردانہ کے کمال نے اعلی سے اعلی خواتین کو اس سے تزویج کا آرزومند کر دیا ہو پھر بھی ربع صدی تک اس کے تجرد و تفرد پر کوئی شے غالب نہ آئی ہو کیا ایسے شخص کی نسبت اعلی رائے قائم نہیں ہوتی۔ جس مقدس ہستی نے ۲۵ سے ۵۰ سال تک کی عمر کا زمانہ ایک ایسی خاتون کے ساتھ بسر کیا ہو جو عمر میں ان سے ۱۵ سال بڑی اور ان سے پیشتر دو شوہروں کی بیوی رہ کر کئی بچوں کی ماں بن کر معمر ہو چکی ہو اور پھر اس ربع صدی کے زمانہ میں حضور ﷺ کی دل بستگی و محبت میں ذرا کمی نہ آئی ہو۔ بلکہ اس کے مرجانے کے بعد بھی ہمیشہ اس کی یاد کو تازہ رکھا ہو۔ کیا ان کی نسبت کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اس تزویج کی وجہ وہی تھی جو عام طور پر پرستاران حسن کی شادیوں میں پائی جایا کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی ۵۵ھ سے لے کر ۵۹ھ تک کی درمیانی مدت) کا پنج سالہ زمانہ ایسا ہے جب ازواج مطہرات سے حجرات آباد ہوئے تھے، اس لیے ہر ایک شخص کو غور کرنا چاہیے کہ زندگی مبارک کے ۵۵ سالہ رویہ سے بڑھ کر جو عمل ہوا اس کے خاص خاص اسباب کیا تھے خصوصا جب نبی ﷺ کی یہ حدیث بھی موجود ہے:

مالی فی النساء من حاجة (رواہ داری بروایت سہل بن سعد) مجھے عورتوں کی کوئی حاجت نہیں۔

غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ نبی ﷺ نے جس قدر نکاح کیے ان کی بنیاد فوائد کثیرہ دین اور مصالح جمیلہ ملک اور مقاصد حسنہ قوم پر قائم تھی۔ اور ان فوائد و مصالح و مقاصد کا اس قدیم ترین زمانہ اور عرب جیسے جمود پسند ملک میں حاصل ہونا تزویج کے بغیر ممکن ہی تھا۔[1] مثلاً المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پر غور کرو کہ اس سے پیشتر جس قدر لڑائیاں مسلمانوں کے ساتھ کفار نے کیں، ان میں سے ہر ایک میں یہود کا تعلق سرّ ایا علانیۃً ضرور ہوتا تھا۔ مگر تزویج صفیہ رضی اللہ عنہا کے بعد یہود مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شامل نہ ہوئے۔ دیکھو یہ نکاح کس قدر ضروری تھا۔ مثلاً ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پر غور کرو۔ ان کا باپ ابوسفیان عمائد قریش میں سے تھا اور قوم کا نشان جنگ ام المؤمنین اس کے گھر میں رکھا رہتا تھا۔ جب یہ نشان باہر کھڑا کیا جاتا تو تمام قوم پر آبائی ہدایات اور قومی روایات کے اتباع میں لازم ہو جاتا تھا کہ سب کے سب اس جھنڈے کے نیچے فوراً جمع ہو جائیں۔ احد، اور حمراء الاسد بدر الاخری، احزاب وغیرہ لڑائیوں میں ابوسفیان ہی اس نشان کو لیے ہوئے قائد قریش نظر آتا ہے اس تزویج مبارکہ کے بعد دیکھو کہ وہ کسی جنگ میں مسلمانوں کے خلاف فوج کشی کرتا نظر نہیں آتا۔ بلکہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد خود بھی اسلام کے جھنڈے کے نیچے آ کر پناہ لیتا ہے۔ کیا اب بھی کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ نکاح نہایت ضروری نہ تھا۔

---

[1] پولین بوناپارٹ کی دوسری شادی پر غور کرو جو خاص پوپ کی موجودگی میں کی گئی۔ اور جسے سارے یورپ نے تسلیم کیا ان میں صرف عار رہا کہ بوناپارٹ کی نسل باقی رہے۔ حالانکہ یہ ضرورت ان مصالح کے مقابلہ میں جو انبیائے خدا کی تزویج میں ہوتے ہیں کوئی بھی درجہ نہیں رکھتی۔

ام المؤمنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اور امن عام:..... مثلاً: ام المؤمنین جویریہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پر غور کرو۔ ان کا باپ مشہور رہزن ڈکیتی پیشہ تھا اور مسلمانوں سے خاص دلی عداوت رکھتا تھا۔ بنو مصطلق کا مشہور طاقتور اور جنگ جو قبیلہ جو چند در چند شعوب پر محتوی تھا اس کے اشارہ پر کام کرتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ اس ترویج سے پیشتر ہر ایک جنگ میں جو مسلمانوں کے خلاف ہوئی۔ اس قبیلہ کی شرکت ضرور ہی پائی جاتی ہے لیکن اس نکاح کے بعد یہ سب مخاصمتیں نابود ہو جاتی ہیں۔ تمام قبیلہ قزاقی چھوڑ کر متمدن زندگی اختیار کر لیتا ہے اور پھر مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شامل نہیں ہوتا۔ انصاف سے کہو کہ یہ نکاح کس قدر ضروری تھا۔

ام المؤمنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے فوائد:..... علی ہذا ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پر غور کرو۔ ان کی ایک بہن سردار نجد کے گھر میں تھی۔ اس نکاح نے ملک نجد میں صلح اور اسلام کے پھیلانے میں بہترین نتائج پیدا کیے حالانکہ قبل ازیں اہل نجد وہ تھے جنہوں نے ستر واعظان دین کو اپنے ملک میں لے جا کر غدر سے قتل کیا تھا۔ اہل نجد ہی وہ تھے جن سے چند بار نقض امن اور فساد انگیزی کے واقعات ظہور میں آ چکے تھے۔ ہر ایک شخص کو جو امن عامہ اور اصلاح ملک کے فوائد کا منکر نہیں۔ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ نکاح کس قدر بابرکت تھا۔

ام المؤمنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح اور دینی فوائد

ام المؤمنین زینب بنت جحش اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حفصہ کے نکاح خالص اسلامی اغراض اور مصالح دینی پر مبنی تھے۔ بنت جحش کے نکاح نے تبنیت کے بت کو توڑا اور تثلیث کے درخت کو کھوکھلا کر دیا اور یہ اتنی بڑی اصلاح ہے کہ مشرکین و اہل کتاب کی درستی اس کے بغیر ممکن ہی نہ تھی۔

ام المؤمنین سیّدہ عائشہ و سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہما اور ترویج دین کے فوائد

عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما کے نکاح نے اتفاق قرآن و حفاظت کتاب اللہ و نشر احادیث و تعلیم نساء کے بارہ میں فوق العادت کام کیے اور پھر صدیق رضی اللہ عنہ و فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافتوں کو زیادہ بابرکت اور زیادہ پر منفعت بنانے میں بہت بڑا کام کیا اور یہ ایسے فوائد ہیں جن کے لیے نبی ﷺ کسی عمدہ تدبیر کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔

ہم نے جن فوائد کا ذکر کیا ہے یہ نمونے ہیں ان اغراض و مقاصد دینیہ کے جو نبی ﷺ کو ہر ایک نکاح سے مدنظر ہوتے تھے اور جن کا احصاء کرنا ہمارے لیے قریباً ناممکن ہے۔ لیکن جب اس مختصر بحث سے واضح ہو گیا کہ تعدد زوجات سے نبی ﷺ کا مدعائے اعلیٰ انبیائے سابقین کی سنت پر عمل کرنے کے علاوہ اور ضروریات ملکی اور مصالح دینی پر بھی مشتمل تھا تو ہر ایک شخص کو جو سر میں دماغ اور دماغ میں فہم صحیح کا مادہ رکھتا ہے اقرار کرنا پڑے گا کہ نبی ﷺ کے لیے ایسا ہی کرنا۔ شایان و ضروری تھا اور اگر ایسا نہ کرتے تو بہت سی مصلحتوں سے ملک اور نوع اور قوم اور اسلام کو محروم ہونا پڑتا اور ایسا کرنا اس مصلح اعظم کی شان کے منافی تھا جسے خدا نے رحمۃ للعالمین بنایا ہے۔

○○○

فصل دوم

ازواج النبی ﷺ کے فضائل

ازواج النبی ﷺ کی فضیلت خود نبی ﷺ کی شرف وفضیلت کا ایک شعبہ ہے اس لیے سیرت نبوی میں ان کے فضائل کا ذکر ضروری ہے۔ ہم ان فضیلتوں کا ذکر اس وقت قرآن مجید سے نمبروار کریں گے۔ فضائل واردہ احادیث کا ذکر کسی اور مقام پر ہوگا۔

فضیلت اول:۔ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ازواج النبیؐ کے خطاب عالی سے یاد فرمایا ہے۔ زبان عرب میں لفظ زوج کا استعمال، متشاکل اور متساوی اشیا پر کیا جاتا ہے، مثلاً: زوج خف جراب کے دونوں پاؤں۔ قرآن مجید میں ہے:

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ (۳۷:۲۲) یعنی ظالموں کو اور جوان جیسے تھے جمع کرو۔

دوسرے مقام پر ہے: وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ (۸۱:۷)

یعنی جب ہر ایک گروہ کو قسم وار کیا جائے گا صالح کو صالح کے ساتھ فاجر کو فاجر کے ساتھ ملایا جائے گا۔

پس جب ازواج نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام صدق التیام میں ازواج النبیؐ فرمایا تو یہ خطاب فی الواقع ان کے لیے نبی ﷺ کے ساتھ اتصال دوام اور تشاکل تام کا مظہر ہوگیا۔ اس نکتہ کے مزید انشراح کے لیے آپ تمام قرآن مجید پر تدبر فرمائیں کہ ایک بھی مثال ایسی نہیں ملے گی کہ کسی عورت کو کسی مرد کا یا کسی مرد کو کسی عورت کا زوج بتایا گیا ہو اور دونوں میں اتحاد وظاہری وباطنی اور وحدت ازدواجی وایمانی پائی نہ جاتی ہو۔

اس نکتہ کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن پاک نے لفظ امرأۃ کے استعمال میں یہ تقید نہیں کیا بلکہ اس کا استعمال ہر چہار صورت ہائے ذیل میں ہوا ہے۔

① ..... جب زن وشوہر ہر دو کافر ہوں۔ ابولہب اور اس کی عورت کے لیے فرمایا:

وَامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (۱۱۱:۴) یعنی اس کی عورت لڑکیوں کے جننے والی۔

② ..... جب شوہر مؤمن اور عورت کافر ہو۔ فرمایا:

اِمْرَاَةَ نُوْحٍ وَاِمْرَاَةَ لُوْطٍ (۶۶:۱۰) یعنی نوح اور لوط کی عورتیں۔

③ ..... جب عورت مؤمنہ اور شوہر کافر ہو، فرمایا: اِمْرَاَةَ فِرْعَوْنَ (۶۶:۱۱) یعنی فرعون کی عورت۔

④ ..... جب زوجین مؤمن ہیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام اپنی بیوی کی بابت فرماتے ہیں: وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا (۱۹:۵) یعنی میری عورت بانجھ ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں ہے: فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ (۵۱:۲۹) یعنی اس کی عورت جماعت میں آئی۔

صورت اول کی وجہ یہ ہے کہ لفظ زوج عزت کا خطاب ہے۔ ابولہب اور اس کی عورت کو یہ خطاب نہیں مل سکتا تھا۔

صورت دوم وسوم کی وجہ یہ ہے کہ لفظ زوج میں تشاکل وتساوی ہوتا ہے۔ نہ کافر عورت مسلمان شوہر سے مشاکلت رکھتی ہے اور نہ مسلمان عورت کافر شوہر سے۔ اس لیے لفظ امراۃ پر اکتفا ہوئی۔

صورت چہارم کی وجہ یہ ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیویوں کے حمل اور ولادت کا ذکر تھا

اور یہ ذکر "امرأۃ" کے ساتھ کیا جانا زیادہ بلیغ تھا کیونکہ لفظ زوج کا اطلاق مرد اور عورت ہر دو پر نافذ ہوتا ہے۔ البتہ کوتاہ فہم اشخاص کے ازالہ شبہ کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی کیا کہ حضرت ذکریا کی بیوی کا ذکر دوسری آیت میں لفظ زوج سے بھی فرمایا: وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ (۲۱:۹۰) یعنی ہم نے اس کی بیوی کے مرض کی اصلاح کر دی۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کی بابت زبان ملائک سے یہ بیان فرمایا:

رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ. (۱۱:۷۳) یعنی اے گھر والی تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں۔

غرض لفظ زوج کے استعمال کی بابت اللہ تعالیٰ کا یہ التزام اور لفظ امراہ کے استعمال میں یہ عدم التزام ہماری دلیل کو خوب مستحکم کرتا ہے۔ اب یاد رکھنا چاہیے کہ ازواج نبی ﷺ کو سورہ مریم میں دو دفعہ اور سورہ احزاب میں چار دفعہ ازواج النبی ﷺ فرمایا گیا ہے اسی سے ان کا شرف اور فضیلت آشکار ہے۔

فضیلت دوم:۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ (۳۳:۳۲) یعنی تم اور عورتوں جیسی نہیں ہو۔

النساء میں جنس انوثیت کا ہر ایک فرد شامل ہے اور کوئی عورت ذات بھی اس سے باہر نہیں جاتی پھر لفظ احد بھی موجود ہے اور جب نفی کے لیے لفظ احد کا استعمال کیا جاتا ہے تو اس وقت نفی بدرجہ اتم ہوتی ہے غور کرو۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ (خدا کا کوئی بھی کفو نہیں) غرض! نفی میں احد کا استعمال کسی استثنا کا موقع نہیں رہنے دیتا۔

اس لیے ثابت ہو گیا کہ ازواج النبی کا درجہ ہر ایک عورت سے بالاتر و متمیز اور شان خاص کا ہے۔

فضیلت سوم:۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ (۳۳:۵۰) یعنی ہم نے تیری ازواج کو تیرے لیے حلال رکھا۔

عورت و مرد تزویج کے بعد زن و شوہر بن جاتے ہیں خواہ یہ تزویج اسلام کے مطابق ہو یا مذہب غیر اسلام کے مطابق ہو جس کے پابند یہ زن و مرد اس وقت تھے لیکن کوئی زن و شوہر دعویٰ سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس عقد کا درگاہ رب العزت میں کیا درجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ازواج النبی کے متعلق إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ کا حکم فرقانی دے کر اعلان فرما دیا کہ نبی ﷺ کی بیویوں کا ازواج النبی ہونا بمنظوری رب العالمین ہے اور ظاہر ہے کہ یہ منظوری فی الواقع ان کے لیے فضیلت عظیمہ ہے۔

فضیلت چہارم:۔ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے حسن معاشرت یا ازواج کی اطلاع ان الفاظ میں دی ہے:

تَبْتَغِي مَرْضَاةَ أَزْوَاجِكَ (۶۶:۱) نبی اپنی ازواج کے مرضاہ کی ابتغا کرتا یعنی بیویوں کی خوشنودی کا اہتمام کیا کرتا ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کے افعال غلطی کے شائبہ سے بالاتر ہیں۔ پس جب حضور ﷺ ان پاک بیویوں کی خوشنودی کے جویا رہتے تھے تو یہ امر ان کی فضیلت پر مثبت ہوا۔ کسی شخص کو یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ اس سے پہلے یہ الفاظ موجود ہیں "يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ: تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ" کیونکہ ان الفاظ میں لِمَ کا اثر تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ: پر ہے مگر تَبْتَغِي مَرْضَاةَ أَزْوَاجِكَ پر اس کا ذرا بھی اثر نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں فرمایا گیا۔ پس آیت کی تفسیر یہ ہوئی کہ آپ ازواج کی خوشی کے لیے ہر ایک بات کرنے پر آمادہ رہتے ہیں۔ ہاں! اس کے لیے ایک حد ہونی چاہیے، حد یہ ہوگی کہ آپ ان کی خوشیوں کے لیے سب کچھ کر سکتے ہیں بشرطیکہ کسی حلال چیز کو حرام ٹھہرانے کی نوبت نہ آئے جیسا کہ حضور ﷺ نے شہد کے استعمال کو ترک کرنے کا ارادہ صرف اس گمان سے فرما لیا تھا کہ ایک بیوی کو شہد کی بو گوارا نہیں۔

اس تفسیر سے صاف طور پر واضح ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی نبی ﷺ کو مرضاۃ ازواج کی اجازت فرمادی ہے اور فی الواقع یہ اجازت تدبیر منزل اور حسن معاشرت زوجین کی جان ہے اور جو حد قائم فرمادی گئی ہے وہ بھی اسی قدر ضروری ہے تاکہ کوئی شخص صرف خوشنودی زوج کے لیے تحریم حلال میں نہ پڑ جائے اور یہ ظاہر ہے کہ جب تحریم حلال کی اجازت نہیں دی گئی تو تحلیل حرام کی اجازت تو قطعاً نہیں ہوسکتی۔ اس لیے ایک عظیم الشان مسئلہ بھی طے ہوگیا اور دنیا کو یہ بھی معلوم ہوگیا کہ نبی ﷺ کا بہترین سلوک اپنی بیویوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے علم اور حکم کے ساتھ کے ساتھ کیسا اعلیٰ تھا کہ ہر ایک شوہر کو اس نمونہ پر چلنا چاہیے پس یہ آیت فی الواقع ازواج النبی ﷺ کی فضیلت میں ہے۔

فضیلت پنجم :۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ (سورۂ روم)

یہ بھی خدا تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارا جوڑا بنایا تاکہ اس سے تسکین پاؤ اور تم دونوں کے درمیان محبت اور پیار پیدا کر دیا۔ اس نشانی میں فکر کرنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔

اس آیت میں جب عام طور پر زوجین کی یہ صفت بیان کی گئی ہے تو بالضرور نبی ﷺ اور ازواج النبیؐ بھی اس صفت کے مظہر تھے اور حسب الحکم علام الغیوب یہ ثابت ہوگیا کہ ازواج النبی حضور ﷺ کے لیے سکینہ قلب تھیں اور ان کے دلوں میں حضور ﷺ کی محبت و مودت بھری ہوئی تھی جیسا کہ حضور ﷺ کے قلب پاک میں ان کے لیے وداور رحمت موجود تھی۔ اس سے صاف طور پر ازواج النبی ﷺ کی فضیلت آشکارا ہوگئی۔

فضیلت ششم :۔ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازواج النبی ﷺ کا امتحان لیا اور ان کے سامنے دو چیزوں کو رکھ دیا اور اختیار دیا کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو پسند کرلیں۔ فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾
وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ (سورۂ احزاب)

ترجمہ:..... اے نبی! اپنی ازواج سے کہہ دیجیے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور زینت چاہتی ہو تو آؤ کہ میں تمہیں بہت کچھ دے دلا کر اچھی طرح رخصت کر دوں اور اگر تم خدا اور رسول اور دار آخرت کو پسند کرتی ہو۔ تب تم کو بتایا جاتا ہے کہ خدا نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

ازواج محمدؐ کے لیے ① ..... ایک جانب دنیا اور زینتِ دنیا۔ ② ..... دوسری جانب خدا، رسول اور دارِ آخرت۔

① ..... شق اول کی صورت میں رسول اللہ کا کام ایسی ازواج کو اپنے سے علیحدہ کر دینا تھا۔

② ..... شق دوم کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا کام ازواج کو اجر عظیم کا عطا کرنا ہے۔

یہ حکم تبلیغی تھا اور کچھ شک نہیں کہ نبی ﷺ نے اس حکم کو ضرور ازواج پاک تک پہنچایا، اب نتیجہ کی تلاش کرنا چاہیے کہ کیا ازواج نے حیاۃ دنیا اور زینت دنیا کو پسند کیا تھا۔ اگر ایسا ہوا ہوتا تو ضرور تھا کہ نبی ﷺ اس فرض کو جو خدا نے حضور ﷺ پر عائد کیا تھا۔ پورا کرتے اور ایسی بیویوں کو یا ایسی بیوی کو اپنے سے الگ کر دیتے اس بارہ میں شہادت اور اسلامی فرقوں کی متفقہ کتب تاریخ سب کی سب متفق ہیں کہ نبی ﷺ نے کسی ایک بیوی کو بھی

ترک نہیں کیا۔ اس لیے ثابت ہوگیا کہ وہ شق دوم کی بشارت میں داخل ہیں اس کا ثبوت ایک اور آیت سے بھی ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ (۳۳:۵۲)

ترجمہ:..... تجھے ان ازواج کے بعد اور عورتیں حلال نہیں تجھے یہ بھی حلال نہیں کہ ان ازواج میں سے کسی کے بدلے کسی کو اپنا زواج بنائے گو اس کا حسن تجھے پسند بھی ہو۔

پہلی آیت میں نبی ﷺ کو ازواج کے چھوڑ دینے کا اختیار دیا گیا تھا اور اس پچھلی آیت میں وہ اختیار واپس لیا گیا کہ ازواج موجود کا تبدیل کرنا بھی نبی ﷺ کو حلال نہ ہوگا۔ مطلب صاف ظاہر ہے کہ ازواج النبیؐ کی بابت جب امتحان میں ثابت ہوگیا کہ وہ خدا اور رسول ﷺ اور دار آخرت ہی کی خواستگار ہیں تو اب ان کو دوام کے لیے خدا نے اپنے رسول ﷺ کے واسطے پسند کرلیا اور پھر ان کی تبدیلی کا اختیار بھی رسول ﷺ کو نہیں رہا۔

دونوں آیتوں سے ازواج النبی ﷺ کے معاملات متعلق عقائد و کیفایات قلبی و قبولیت ربانی بخوبی ظاہر ہوگئے ہیں۔ اس دلیل کے زیادہ روشن کرنے کے لیے آیت ذیل کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے۔

وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا ﴿۵۳﴾

ترجمہ:..... اے ایمان والو! تمہیں یہ شایان نہیں کہ رسول اللہ کو ایذاء دو اور تمہیں یہ بھی کبھی شایان نہیں کہ رسول اللہ کے بعد ان کی ازواج سے نکاح کرو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو یہ گناہ عظیم ہے۔

پہلی آیت میں چونکہ ازواج النبی کا اتصال نبی ﷺ سے دوام کے لیے ظاہر کیا گیا تھا اور اسی لیے نبی ﷺ سے بھی اختیار تبادلہ لے لیا گیا تھا۔ اس لیے اس آیت میں امت پر ان کی حرمت دوم کا اعلان کیا گیا۔ آخری آیت میں قابل غور بات یہ ہے کہ مؤمنین کو پہلے تو ایذائے رسول ﷺ سے روکا گیا ہے اور پھر خصوصیت کے ساتھ حقوق ازواج النبی ﷺ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہوگیا کہ ایذائے رسول کی جس قدر اقسام ہوسکتی ہیں۔ ان سب میں سے زیادہ سخت وہ صورت ہوگی جس میں ازواج النبیؐ کی شان کے خلاف کوئی رویہ اختیار کیا گیا ہو کیونکہ قرآن پاک نے ایذائے رسول اللہ کے تحت میں خصوصیت سے اسی جزئیہ کا ذکر فرمایا ہے۔

فضیلت ہفتم:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ (۳۳:۳۴)

اے بیبیو! تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور حکمت الٰہیہ کی جو تلاوت کی جاتی ہے تم اس کا ذکر کرتی رہو۔

اس آیت میں بیوت کو ضمیر جمع مؤنث کن سے مضاف کیا گیا ہے اور اسی سورت کے رکوع ہیں: لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ فرما کر ان بیوت کو نبی ﷺ کی جانب مضاف فرمایا گیا ہے اور یہ امر اتحاد زوجین طیبین پر دلیل صریح ہے کہ ایک دفعہ ان گھروں کو نبی کے گھر بتایا اور ایک دفعہ انہی گھروں کو ازواج کے گھر فرمایا۔ اب آیت بالا پر غور کرو کہ ازواج نبیؐ کے بیوت (گھروں) کی اللہ پاک نے کس قدر صفت و ثنا فرمائی ہے۔ ان گھروں کو مہبط وحی الٰہی بتایا۔ ان گھروں کو حکمت ربانی کا گہوارہ ٹھہرایا۔ سب جانتے ہیں کہ مکان کی عزت مکین سے ہوتی ہے۔ اب ازواج النبیؐ کی عزت ربانیہ اور حرمت الٰہیہ کا قیاس خود ہی کرلیجیے بے شک یہ ایک بڑی فضیلت ہے۔

فضیلت ہشتم:۔ اللہ تعالیٰ نے ازواج النبیؐ کی شان بلند میں آیت تطہیر کو نازل کیا اور وحی متلو میں فرمایا:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۝ (سورۃ احزاب)

ترجمہ:..... اے ازواج نبی! تم اپنے گھروں میں ٹھہرو اور جاہلیت اول کی طرح باہر مت پھرو نماز کو قائم کرو۔ زکوۃ کو ادا کرو اور خدا اور رسول کی اطاعت کرو۔ اے گھر والو! خدا یہ چاہتا ہے کہ جس کو تم سے دور کرے اور تم کو بالکل پاک بنادے اور تمہارے گھروں میں جو آیات اللہ کی اور حکمت کی باتیں پڑھی جاتی ہیں انہیں یاد رکھو۔ خدا لطیف وخبیر ہے۔

اول سے اخیر تک تمام کلام کی مخاطب ازواج النبیؐ ہیں اور اس لیے اہل البیت کے لفظ کا خطاب بھی انہی کے لیے ہے جیسا کہ بُيُوْتِكُنَّ کا خطاب بھی ان کے لیے ہے۔ اس کی مزید تائید قرآن پاک کے کلام معجز نظام کے سیاق سے بھی ہوتی ہے اور عرف عام سے بھی کیونکہ صاحب خانہ یا گھر والی ہمیشہ بیوی کو کہا جاتا ہے اور اہل البیت گھر والی کا لفظی ترجمہ ہے مگر احقاق حق کے لیے ہم پھر قرآن مجید کی جانب رجوع کرتے ہیں کیا اس لفظ کا استعمال کسی دوسرے مقام پر بھی کسی نبی کی زوجہ کے لیے ہوا ہے قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں ہے اور چونکہ نبی کریم ﷺ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بحکم اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ مشابہت تامہ ہے اس لیے ان کے قصہ کا حوالہ زیادہ خصوصیت بخش ہے۔

وَامْرَاَتُهٗ قَاۗىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَاۗءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ۝ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ۭ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ۭ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۭ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝

ترجمہ:..... ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کھڑی تھی، وہ ہنس پڑی ہم نے اسے اسحاق کی اور اسحاق علیہ السلام کے بعد یعقوب کی بشارت دی۔ وہ بولی ہائے! اب میں جنوں گی۔ جب میں بوڑھی ہوگئی اور میرا شوہر بوڑھا ہوگیا یہ تو عجیب بات ہے۔ فرشتوں نے کہا تو خدا کے حکم سے تعجب کرتی ہے گھر والو تم پر خدا کی رحمت اور برکتیں ہیں اور خدا حمد ومجد والا ہے۔

اس جگہ نبی کی بیوی حضرت سارہؓ کو اہل البیت کے لفظ سے مخاطب کیا گیا، پس آیت سے معلوم ہوا کہ ازواج النبیؐ کو یہ فضیلت بزرگ حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ تطہیر فرمایا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ آل اور اہل دونوں لفظ ایک ہی ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ لفظ آل کی تصغیر اھیل آتی ہے قرآن مجید کی آیت مذکورہ بالا میں اگرچہ اہل البیت سے مراد بالخصوص ازواج النبیؐ ہیں لیکن احادیث صحیحہ میں لفظ اہل یا آل زیادہ وسیع معنی میں آیا ہے۔

الف:..... یہ لفظ ازواج کے لیے بھی آیا ہے۔ دیکھو! ابونعیم محمد کی حدیث میں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ ہے اور ابوسعید ساعدی کی حدیث میں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ اَزْوَاجِهٖ ہے یعنی حدیث دوم حدیث اول کی تفسیر کرتی ہے۔

ب:..... یہ لفظ جملہ بنو ہاشم و بنو مطلب کے لیے آیا ہے جن پر صدقہ کا لینا حرام ہے حدیث میں ہے۔

''اِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَّلَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ'' صدقہ تو محمد اور آل محمد کو حلال نہیں۔

ج:..... یہ لفظ حضور ﷺ کی ذریت کے لیے ہے بیہقی نے سند جید کے واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حسنین علیہما السلام کو بلایا اور ان کو اپنی رانوں پر بٹھایا، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر علی

مرتضی رضی اللہ عنہ کو اپنی گود سے قریب کیا اور ان پر چادر ڈال کر فرمایا: اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلِیْ الٰہی! یہ میرے اہل ہیں۔ پس تتبع آثار واحادیث نبویہؐ سے واضح ہوتا ہے کہ بنو ہاشم و بنو مطلب بھی زیادہ وسیع معنی میں اور آل عباس بھی خاص معنی میں بروئے ارشادات نبوی ﷺ داخل اہل بیت ہیں جیسا کہ ازواج النبیؐ بروئے قرآن پاک مخاطب بہ اہل بیت ہیں ان میں سے کسی ایک امر کا انکار احادیث سے ناواقفیت یا منطوق قرآن سے عدم مہارت پر دال ہے۔

فضیلت نہم:..... اللہ تعالی نے فرمایا: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھٰتُھُمْ (۳۳:۶)

مؤمنین پر نبیؐ ان کی جانوں سے بڑھ کر ہے اور نبی کی ازواج مؤمنوں کی مائیں ہیں۔

یہ روشن ہے کہ اَنْفُسِھِمْ اور اُمَّھٰتُھُمْ کی ضمیروں کا مرجع مؤمنین ہیں اور اسی لیے ازواج النبی ﷺ کا لقب امہات المؤمنین ہے نہ کہ امہات الامت[1] وغیرہ۔ لفظ مؤمنین کے استعمال کا راز یہ ہے کہ مؤمن کے متمیز و مشخص کرنے کی علامات کو واضح کر دیا جائے۔ چنانچہ اس آیت میں دو علامتیں بتائیں۔

اول:۔ مؤمن وہ ہے جو نبی کریم ﷺ کو اپنی جان شیریں سے زیادہ محبوب رکھتا ہو اور حضور ﷺ کو جان سے بڑھ کر اولی سمجھتا ہو۔

دوم:۔ مؤمن وہ ہے جو ازواج نبی ﷺ کو اپنی ماں جانتا ہو۔ وہ ماں نہیں جس سے جسم عنصری کا ظہور ہوا بلکہ وہ ماں جس کی فرزندی کا شرف اس وقت نصیب ہوتا ہے۔ جب ولاء نبوی اور ایمان میں کمال حاصل ہوتا ہے۔

الغرض! اس آیت میں ازواج مطہرات نبویؐ کی بہت بڑی فضیلت کا بیان ہے۔

ذرا غور کرو کہ کس طرح نبی کریم ﷺ کے شرف و تعظیم کے ساتھ ساتھ ازواج النبیؐ کی تجلیل و تکریم کو بیان فرمایا اور تکمیل ایمان کے لیے محض اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ پر اختصار نہ کر کے وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھٰتُھُمْ کے اخبار و اعلان کو حقوق نبی ﷺ اور شرائط ایمان کے ساتھ منضم کیا ہے۔ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ماں کی فضیلت کے متعلق صحیح نسائی میں حدیث ہے: اَنَّ جَابِرًا اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَدْتُ الْغَزْوَ۔ وَقَدْ جِئْتُ اَسْتَشِیْرُکَ فَقَالَ ھَلْ لَکَ مِنْ اُمٍّ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَالْزَمْھَا فَاِنَّ الْجَنَّۃَ عِنْدَ رِجْلِھَا۔

ترجمہ:..... حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا ارادہ جہاد کرنے کا ہے۔ میں اس بارے میں حضور سے مشورہ لینے آیا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تیری کوئی ماں ہے؟ وہ بولا: ہاں!۔ فرمایا: جا اس کی خدمت میں لگا رہ، اس کے پاؤں کے ساتھ جنت ہے"۔

"فَاِنَّ الْجَنَّۃَ عِنْدَ رِجْلِھَا" اس کا ترجمہ میر انیس نے کیا ہے: "ماں کے پاؤں کے نیچے بہشت ہے"

میرزا دبیر نے ترجمہ کیا: "تحت قدم والدہ فردوس بریں ہے"

حدیث شریف کے درج کرنے کا مدعا یہ ہے کہ جب جسمانی ماں کی خدمت کا اس قدر اجر جمیل ہے تو ایمانی ماں کی خدمت کا اجر عظیم ہونا بخوبی ذہن نشین ہو سکتا ہے۔ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ بَلْ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ سچ ہے کہ ماں کا درجہ جاننے والے اور ماں کی خدمت کرنے والے تھوڑے ہیں۔ اس فصل کو اس وقت فضائل تسعہ ہی پر ختم کیا جاتا ہے تکمیل پھر کی جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالی

---

[1] الامت: میں اشرار و اخیار سب ہی شامل ہیں ازواج مطہرات کے اس لئے امہات مومناں کہا کہ اشرار کو ان کی فرزندی کی شرف نہیں مل سکتا۔

فصل سوم

ازواج مطہرات کے ساتھ نبی ﷺ کا حسن سلوک

حدیث میں ہے: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ بِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ بِأَهْلِي

سب لوگوں میں اچھا وہ ہے جو اپنی بیوی (کنبہ) کے ساتھ اچھا ہے اور میں تم سب سے بڑھ کر اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا ہوں۔

نبی ﷺ ہر ایک شوہر کے لیے ضروری بتایا کرتے تھے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ خوش مذاق ہو۔ حضور ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب گھر میں داخل ہوتے تو السلام علیکم خود فرمایا کرتے، رات کے وقت سلام ایسی آہستگی سے فرماتے کہ بیوی جاگتی ہو تو سن لے اور سوگئی ہو تو جاگ نہ پڑے۔ کھانے، پہننے، مکان اور گزارہ اور ملاقات میں ہر ایک بیوی کے ساتھ مساوی سلوک فرمایا کرتے عموماً بعد عصر ہر ایک کے مکان پر تشریف لے جا کر ان کی ضروریات کو معلوم فرماتے اور بعد نماز مغرب سب بیویوں سے ایک مکان میں مختصر ملاقات فرماتے۔ شب کو نوبت بہ نوبت ہر ایک کے گھر میں استراحت فرمایا کرتے، بیویوں کی سہیلیوں کی عزت فرمایا کرتے اور انکے عزیز و اقارب کو حسن سلوک سے شادکام رکھتے۔ سفر میں روانہ ہونے کے وقت قرعہ اندازی کی جاتی، جس بیوی کا نام نکلتا اسی کو ساتھ لیتے۔

ہر ایک بیوی کے رہنے کا مکان الگ تھا اور یہ سب مکان جن کو اللہ پاک نے حجرات اور بیوت النبی اور بُيُوتِكُنَّ فرمایا ہے۔ باہم پیوستہ تھے مکان نہایت مختصر تھے، مثلاً: عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ جس کا دریچہ مسجد نبوی کے اس حصہ پر کھلتا ہے جسے رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ خیابانِ جنت میں سے ایک چمن فرمایا گیا ہے، اس قدر تھا کہ جب نماز جنازہ مطہر کے لیے لوگ اندر داخل ہونے لگے تو دس آدمیوں سے زیادہ کی اس میں گنجائش نہ تھی، حجرات کے اندر سامان برائے نام ہوتا تھا۔ مثلاً: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضور ﷺ کے آرام فرمانے کے لیے ایک ٹاٹ کا ٹکڑا تھا جسے دوتہہ کر کے بچھا دیا گیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضور ﷺ کا بستر چمڑے کا تھا جس کے اندر کھجور کے پٹھے بھرے ہوئے تھے۔ ام سلمہ کو ام المؤمنین ہونے کے بعد ام المساکین زینب رضی اللہ عنہا کا گھر ملا تھا۔ ان کو اس گھر میں جو اثاث البیت نظر آیا وہ ایک چکی اور چند سیر جو تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا ہے کہ ان کی خالہ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پانی ایک مشک میں ہوتا تھا۔

انس رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے ایک پیالہ چوبی کا ذکر کیا ہے جسے مختلف اشربہ میں برتا جاتا تھا۔ فتح خیبر کے بعد نبی ﷺ نے ہر ایک بیوی کے لیے ۸۰ وسق کھجور کے اور ۲۰ وسق جو کے سالانہ مقرر کر دیے تھے۔ دودھ کے واسطے عموماً ہر ایک بیوی کو ایک ایک ناقہ شیر دار ملا کرتی تھی، ازواج مطہرات بھی ہر ایک شئے میں ما یحتاج رکھ کر باقی سب چیزوں کو رانڈوں یتیموں پر خیرات کر دیا کرتی تھیں۔ باوجود اس قدر دلداری اور عطوفت کے نبی ﷺ کو یہ گوارا نہ تھا کہ کسی بیوی کے منہ سے اپنی سوت کی نسبت کوئی ایسا لفظ بھی نکلے جو ان کی شان بلند سے گرا ہوا ہو۔

ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے ایک بار ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا کو یہودن کہہ دیا۔ کچھ شک نہیں کہ ان کا نسب یہود ابن یعقوب تک منتہی ہوتا تھا۔ مگر کہنے کا انداز اور لہجہ حقارت آمیز تھا۔ اتنی بات پر حضور ﷺ کچھ عرصہ تک زینب رضی اللہ عنہا کے گھر نہ گئے۔ جب انہوں نے توبہ کی تو خطا بخشی ہوئی۔

جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ چھوٹی سی بات یہودن کہنا بھی مرویات میں نقل کی گئی ہے تو ہم کو ازواج النبی ﷺ کی پاک زندگی کا صحیح تصور بندھ جاتا ہے کیونکہ اس سے زیادہ کوئی بات تلخ بھی کہی گئی ہوتی تو وہ بھی ضرور روایت میں آ جاتی۔ اللہ اکبر یہ نتیجہ نبی ﷺ کے فیضان عالیہ کا تھا کہ زوجات کو تاثرات طبعی وجنسی سے ارفع واعلی بنا کر محبت صادقہ ایمانیہ میں متفق ومتحد بنا دیا تھا۔ اس راز کے سمجھنے سے وہ افراد قاصر ہیں جو تعلقات زوجین کی حقیقت صرف خواہشات طبعی کے نفاذ کو سمجھا کرتے ہیں۔ غالبا یہی وجہ ہے کہ عیسائیوں نے بہشت میں زن وشوہر کے زن وشوہر ہو کر رہنے سے انکار کیا ہے۔

امہات المؤمنین کے کام:..... زنان امت کو تعلیم دینا، ان کے معروضات کو حضور نبوی ﷺ میں پہنچانا، پھر جواب سمجھنا، نبی ﷺ کے افعال واقوال وعبادات کو حجرات کے اندر کیا کرتے تھے حفظ واتقان کے ساتھ امت تک پہنچانا، مشکلات علمیہ میں فرزندان امت کی رہبری کرنا تھا۔

امہات المؤمنین کے مہور:..... نبی ﷺ کی بیویوں کے مہر سوا بارہ اوقیہ نقرہ سے زیادہ نہ تھے (دارمی وصحیحین)

فصل چہارم

ازواج النبی ﷺ کے نسب ناموں کا نسب نامہ نبوی ﷺ سے قریب تر ہونا

چونکہ اکثر ازواج مطہرات کو نبی ﷺ کے ساتھ بہ اعتبار نسب بھی قرابت حاصل ہے اس لیے ایک نقشہ بنا دیا گیا ہے تا کہ ہر ایک ام المؤمنین کی قرابت نسب کا حال بخوبی واضح ہو سکے۔

نقشہ عمود نسب نبی ﷺ اور اس کے ساتھ انساب امہات المؤمنین کا اتصال

				(۲۰) معد بن عدنان				
				(۱۹) نزار				
				(۱۸) مضر				
عیلان				(۱۷) الیاس				
قیس				(۱۶) مدرکہ				
حفصہ				(۱۵) خزیمہ				
عکرمہ				(۱۴) کنانہ				
منصور				(۱۳) نضر				
ہوازن				(۱۲) مالک				
بکر				(۱۱) فہر				
معاویہ				(۱۰) غالب				
صعصعہ	اسد			(۹) لوی				عدی
عامر	دودان	عامر		(۸) کعب				زراح
ہلال	صنم	حسل		(۷) مرہ			تیم	قرط
عبداللہ	کثیر	مالک	یقظہ	(۶) کلاب			سعد	عبداللہ
روبیہ	مرہ	نصر	مخزوم	(۵) قصی			کعب	رباح
ہرم	صبیرہ	عبدود	عمرو	(۴) عبدمناف	عبدشمس		عمرو	عبدالعزی
یکیر	یعمر	عبدشمس	عبداللہ	(۳) ہاشم	امیہ	عبدالعزی	عامر	نفیل
حزن	رکاب	قیس	مغیرہ	(۲) عبدالمطلب	حرب	اسد	ابوقحافہ عثمان	خطاب
حارث	جحش	زمعہ	ابوامیہ	(۱) عبداللہ	ابوسفیان صخر	خویلد	ابوبکر عبداللہ	عمرؓ
میمونہؓ	زینبؓ	سودہؓ	ام سلمہؓ	محمد رسول اللہ ﷺ	ام حبیبہ	خدیجۃ الکبریٰ	عائشہؓ	حفصہؓ

فصل پنجم

امہات المؤمنین ازواج النبی ﷺ کے جداگانہ حالات

اُم المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی قریشیہ الاسدیہ۔

ان کے والد خویلد عرب کے مشہور تاجر اور قریش میں معزز و نامور تھے۔ ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ تھا، ان کا سلسلہ نسب بھی نبی ﷺ کے ساتھ لوی میں شامل ہو جاتا ہے (دیکھو نمبر ۹ شجرہ نبویؐ)۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا عمرو بن اسد نے ان کا نکاح نبی ﷺ سے کیا۔ مہر کے چھ اونٹ مقرر ہوئے تھے۔ اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۴۰ سال[1] اور نبی ﷺ کی عمر ۲۵ سال کی تھی۔ ان کا پہلا نکاح عتیق بن عائذ مخزومی[2] سے ہوا تھا۔ اس سے کچھ اولاد نہیں ہوئی۔ اس کے فوت ہو جانے کے بعد دوسرا نکاح ابوہالہ ہند بن نیاش تمیمی سے ہوا تھا۔

نبی ﷺ کا یہ پہلا نکاح تھا۔ اس نکاح کی درخواست حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے کی گئی تھی۔ نکاح کے بعد نبی ﷺ فکر معیشت سے آزاد ہو کر ذکر ربانی میں ہمہ تن مصروف ہو گئے تھے۔ پانی کی مشک اور ستوؤں کی تھیلی لے کر غار حرا میں عبادت کیا کرتے۔ حضور ﷺ کی واپسی تک طاہرہ خدیجۃ الکبری اور ستو تیار کر چھوڑتیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا لقب جاہلیت میں بھی طاہرہ تھا۔ یہ اسلام میں سب سے پہلے داخل ہوئیں۔ ان پر کسی مرد یا عورت کو تقدم فی الاسلام حاصل نہیں۔ جب نبی ﷺ نے ان سے نزول وحی کا ذکر کیا تو مشکلات نبوت پر غور کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا: ''لقد خشیت علی نفسی'' مجھے اپنی جان کا اندیشہ ہے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں عرض کیا: ''کلا واللہ مایخزیك اللہ ابدًا انك تصل الرحم و تحمل الکل و تکسب المعدوم وتقری الضیف و تعین علی نوائب الحق''۔[3]

اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے مزید انشراح صدر اور طمانیت قلب خود کے لیے یہ کیا کہ نبی ﷺ کو اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد کے پاس لے گئیں۔ ورقہ عیسائی تھا اور الہیات کا بڑا عالم تھا۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ حضور ان کو واقعہ سنائیں۔ نبی ﷺ نے جبرئیل کے آنے اور وحی پہنچانے کا حال

---

[1] زرقانی نے مغلطائی سے ایک روایت بیان کی ہے کہ اس وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر ۲۸ سال کی تھی۔ یہ روایت شاذہ ہے واللہ اعلم۔

[2] مورخین میں اختلاف ہے کہ عتیق سے پہلا نکاح ہوا یا ابوہالہ سے قتادہ نے عتیق کو پہلا بتایا ہے اور جرجانی نے ابوہالہ کو۔ صاحب الاستیعاب نے بھی قول جرجانی کو صحیح کہا ہے۔ میں نے قول قتادہ کو اس لئے پسند کیا کہ صاحب الاستیعاب نے ہند کو ربیب رسول اللہ ﷺ لکھا ہے اور یہ تب ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ ابوہالہ کے بعد ہی نبی ﷺ کا نکاح ہوا ہو۔

[3] (بخاری باب بداء الوحی۔ ترجمہ یہ ہے:) نہیں نہیں آپ کو ڈر کا ہے کا ہے۔ بخدا اللہ آپ کو ہر ایک مشقت سے بچائے گا۔ میں دیکھتی ہوں کہ آپ اہل قرابت سے عمدہ سلوک فرماتے۔ درماندوں کی دستگیری کرتے تہی دستوں کی امداد فرماتے۔ مہمانوں کی دعوت کرتے اصلی مصیبت زدوں کی امداد کیا کرتے ہیں۔ ناظرین غور کریں کہ قبل از نبوت بھی نبی ﷺ کیسے اخلاق فاضلہ سے متصف تھے نیز طاہرہ خدیجہؓ کی زیرکی و لطافت کو ملاحظہ فرمائیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کے فضائل کا کیسے گہرے تدبر سے مطالعہ کیا تھا۔

اسے بھی سنا دیا۔ اس نے اقرار کیا کہ یہ وہی ناموس اکبر ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا کرتا تھا۔[1]

نبی کریم ﷺ نے تمام دنیا و آخرت کی چار برگزیدہ عورتوں میں سے ایک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو شمار کیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ایک دفعہ نبی ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی:

امنت بی حین کفرنی الناس صدقنی حین کذبنی الناس واشرکتنی فی مالها حین حرمنی الناس ورزقنی الله ولدها وحرم ولد غیرها۔

① ..... وہ مجھ پر ایمان لائی جب اوروں نے کفر اختیار کیا۔ ② ..... اس نے میری تصدیق کی جب اوروں نے مجھے جھٹلایا۔ ③ ..... اس نے اپنے مال میں مجھے شریک کیا جب اوروں نے مجھے کسب مال سے روکا۔ ④ ..... خدا نے مجھے اس کے بطن سے اولاد دی جب کسی دوسری بیوی سے نہیں ہوئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک بار حسانہ مزنیہ نبی ﷺ سے ملنے آئی۔ نبی ﷺ نے نہایت مہربانی سے اس کا حال دریافت فرماتے ہوئے کہا کہ ہمارے بعد تمہارا کیا حال رہا۔ وہ چلی گئی تو میں نے پوچھا کہ یہ بڑھیا کون تھی جس سے ایسی عنایت سے حضور باتیں فرماتے رہے؟ فرمایا: خدیجہؓ کی سہیلی ہے، اسے خدیجہؓ کے ساتھ بہت محبت تھی (الاستیعاب: جلد ۲)۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ[2] نے اپنی صحیح [بخاری] کے ''باب تزویج النبی ﷺ خدیجة و فضلها'' میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے:

اتی جبرئیل النبی ﷺ فقال یارسول الله هذه خدیجة قد اتت معها اناء فیه ادام و اطعام اوشراب فاذا هی اتتك فاقرا علیها السلام من ربها ومنی و بشرها ببیت فی الجنة من قصب لاصخب فیه ولانصب۔

ترجمہ: ..... جبرئیل نبی ﷺ کی خدمت میں آئے کہا: ابھی خدیجہؓ حضور کے پاس ایک برتن (جس میں کچھ کھانے پینے کی چیز ہے) لے کر حاضر ہوتی ہیں آپ ان سے رب العالمین کا سلام۔[3] نیز میرا اسلام کہہ دیجیے اور ان کو ایک ایوان جنت کی بشارت دے دیجیے جو خالص مروارید سے ہوگا جس کے اندر کوئی رنج والم نہیں''۔

فرزندان خدیجۃ الکبری: ..... ہالہ، طاہر اور ہند حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فرزند ابوہالہ سے ہیں، یہ تینوں بھائی صحابی ہیں۔

① ..... ہالہ بن خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کا ذکر صحیح بخاری میں آیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اندر حاضر ہونے کے لیے اذن چاہا تو حضور ﷺ نے نام سن کر فرمایا: ''اللهم هاله''۔ ہالہ کے فرزند کا نام ہند تھا اور وہ اپنے باپ سے روایت بھی کرتے ہیں۔

② ..... طاہر بن خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کو نبی ﷺ نے ایک ربع یمن کا حاکم مقرر فرما دیا تھا اور انتقال نبوی تک یہ بدستور برسر حکومت رہے تھے۔ ان کی حکومت میں قبائل عک اور اشعریین تھے۔ وفات نبوی ﷺ کے بعد یمن

---

[1] صحیح بخاری عن عائشہ صدیقہؓ۔ اس حدیث کے اخیر میں ہے کہ ورقہ نے کہا: کاش! آج میں جوان ہوتا کہ حضور کی خدمت کرتا۔ کاش! میں زندہ رہتا کہ آثار نبوت سے فیضان پاتا۔ نیک مرد ورقہ اس واقعہ سے تھوڑے دنوں کے بعد ہی واصل بحق ہوا۔ نبی ﷺ نے خواب میں اسے اچھی حالت میں معائنہ فرمایا۔

[2] بخاری جمعہ ۱۳ شوال ۱۹۴ھ کو پیدا ہوئے۔ شب عید الفطر ۲۵۶ھ میں وفات پائی لفظ صدق سے سال ولادت۔ لفظ نور سے سال وفات نکلتا ہے۔

[3] رب العالمین کا سلام یہ ایسا شرف ہے جو حضرت خدیجہ کے سوا دنیا کی کسی عورت کو حاصل نہیں۔

میں یہی قبائل سب سے پہلے مرتد ہوئے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے طاہر کو ان سے قتال کرنے کا حکم دیا۔ طاہر نے بہ معیت مسروق بن الاجدع لشکر کشی کی اور فتح عظیم حاصل ہوئی۔ جس سے یہ فتنہ فوراً دب گیا۔

اس واقعہ کے متعلق طاہر کے مندرجہ ذیل اشعار ہیں[1]:۔

فَوَاللّٰهُ لَوْلَا اللّٰهُ لَاشَیْءَ غَیْرُهٗ ۔۔۔ اَمَا فُضَّ بِالْاَجْرَاءِ جَمْعُ الْعَشَاعِثِ

فَلَمْ تَرَعِیْنِیْ مِثْلُ جَمْعٍ رَاَیْتُهٗ ۔۔۔ بِجَنْبِ مَجَازٍ فِیْ جُمُوْءِ الْاَخَابِثِ

قَتَلْنَاهُمْ مَا بَیْنَ قُنَّةِ خَاصِرٍ ۔۔۔ اِلَی الْقَیْعَةِ الْبَیْضَاءِ ذَاتِ الْبَنَائِثِ

وَ فِئْنَا بِاَمْوَالِ الْاَخَابِثِ عَنْوَةً ۔۔۔ جِهَارًا وَ لَمْ نَخْفِلْ بِتِلْكَ الْهَشَاهِثِ

(۳)..... ہند بن خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا یہ آنحضرت ﷺ کے ربیب (پروردہ) ہیں۔ جنگ جمل میں حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی جانب تھے اور وہیں شہید ہوئے۔ ہند فصاحت و بلاغت میں مسلمہ تھے اور وصاف النبیؐ مشہور تھے۔ نبی ﷺ کا حلیہ نہایت خوبی اور صحت سے بیان کیا کرتے تھے۔

(۴)..... ہند بن ہند کا انتقال بصرہ میں ہوا۔ ان دنوں طاعون کا زور تھا اور لوگ اپنے اپنے مردوں کی تجہیز و تکفین میں مصروف تھے۔ ان کی چارپائی اٹھانے والے صرف چار آدمی تھے۔ ایک عورت نے یہ دیکھا اور وا ہند بن ہنداہ وا ابن ربیب رسول اللہ کا نعرہ لگایا جسے سن کر تمام لوگ اپنے اپنے مردوں کو چھوڑ کر ان کے جنازہ پر جمع ہو گئے اور دن بھر تمام بازار بند رہے۔ (الاستیعاب)

اقارب:..... حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کی ایک بہن ہالہ بنت خویلد تھیں۔ جو صحابیہ ہیں ان کے فرزند ابوالعاص بن ربیع ہیں جو حضرت زینب کے شوہر اور نبی ﷺ کے اولین داماد ہیں۔ ایک بہن کا نام رقیہ ہے جن کی بیٹی امیمہ بنت عبد صحابیہ ہیں۔ امیمہ سے روایت حدیث ان کی بیٹی حکیمہ اور محمد بن المنکدر نے کی ہے۔ عوام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے برادر حقیقی ہیں۔ ان کے فرزند زبیر بن العوام (جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) اور سائب بن العوام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھتیجے ہیں۔

اولاد النبیؐ:..... طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے جو اولاد نبی ﷺ کی ہوئی، اس کا ذکر اولاد نبوی کی ذیل میں درج ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال رمضان ۱۰ رنبوت میں مکہ معظمہ میں ہوا۔ بیت النبی ﷺ میں ان کی مدت قیام ۲۴ رسال ۶ ماہ یا ۲۵ رسال ہے۔

ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا:..... سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی انکی والدہ کا نام شموس بنت قیس تھا۔ قیس برادر سلمی زوجہ ہاشم ہیں گویا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ننھیال نبی ﷺ کے دادا

---

[1] الاستیعاب حسن الصحابہ جزو اول صفحہ ۱۹۸ مطبوعہ قسطنطنیہ و معجم البلدان ترجمہ اشعار یہ ہے:

بخدا اگر خدا ہی کی مدد نہ ہوتی تو ان فسادی گروہوں کو ریگستان میں شکست نہ دی جا سکتی۔ میری آنکھوں نے ایسا کوئی گروہ نہیں دیکھا جیسا کہ میں نے سر راہ خبیث گروہوں کو دیکھا ہے۔ ہم نے ان پہاڑوں کی بلندی اور ڈھانپ لینے والی چوٹیوں اور صاف زمین پر قتل کیا۔ ہم نے ان کے مال و زر پر جنگ میں قوت سے قبضہ حاصل کیا اور شور و شغب کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔

عبدالمطلب کے ننھیال تھے۔ یہ سکران بن عمرو بن عبدود کے نکاح میں تھیں یہ پہلے ایمان لائیں اور پھر ان کی ہدایت اور ترغیب سے سکران بھی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ پھر انہوں نے خاوند کے ساتھ مع اپنی والدہ کے ہجرت حبش کی تھی۔ سکران نے حبش میں انتقال کیا۔ تب نبی ﷺ نے ان کے مصائب کو جلد ختم کرنے کی غرض سے ۱۰ر نبوت میں بعداز وفات خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا ان سے نکاح کرلیا تھا۔ انہوں نے چند سال بعد اپنا وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا تھا۔ یعنی اپنی ذات پر محبوب کی محبوبہ کو تقدیم دی تھی عشق میں ایثار ان ہی کی خصوصیات میں سے ہے۔

اقارب:..... عبدالرحمن اور عبدابنائے زمعہ باپ کی طرف سے ان کے بھائی ہیں اور قرظہ بن عبد بن عمروان کا بھائی ماں کی جانب سے ہے۔ مالک بن زمعہ ان کا برادر شقیق ہے۔ وہ قدیم الاسلام ہیں انہوں نے بھی مع زوجہ خود عمرہ بن السعدی العامریہ ہجرت حبشہ کی تھی۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا ام المؤمنین کے درجہ پر فائز ہونے کا سبب اصلی ان کا اور ان کے خاندان کا قدیم الاسلام ہونا اور اسلام کے لیے ہجرت حبش کرنا تھا۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا محاسن اخلاق اور مکارم افعال میں ابتدا ہی سے معروف تھیں انہوں نے آخر خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں وفات پائی۔ کتب احادیث میں ان سے پانچ احادیث مروی ہیں۔ صحیح بخاری میں ایک، سنن اربعہ میں چار۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا:..... صدیقہ بنت صدیق، طیبہ زوج طیب حبیبہ حبیب الٰہی ابوبکر صدیق[1] کی بیٹی

---

[1] عبداللہ بن عثمان نام۔ ابوبکر کنیت۔ صدیق خطاب عتیق علم صاحب الغار لقب ہے اشہر روایات یہ ہے کہ رجال میں سب سے پہلے یہی اسلام لائے تھے۔ (۱) ان کے ذریعہ سے جو لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے ان میں سے کئی بزرگ عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں۔ (۲) یہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے مکہ میں سب سے پہلے مسجد تعمیر کی جب کفار مسلمانوں کو کعبہ میں داخل نہ ہونے دیتے تھے۔ (۳) انہوں نے اپنے مال سے حضرت بلال و حضرت عامر بن فہیرہ جیسے سات قدیم الاسلام بزرگوں کو کفار کی غلامی سے آزاد کرایا تھا۔ (۴) یہی شب ہجرت کو نبی ﷺ کے ساتھ غار ثور میں تھے۔ (۵) انہی کا ذکر صراحت کے ساتھ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ (۶) انہی کو نبی ﷺ نے جنگ بدر میں اپنے ساتھ عریش میں ٹھہرایا تھا۔ (۷) انہی کو نبی ﷺ نے غزوۂ تبوک میں جب سب سے زیادہ فوج کا اجتماع ہوا۔ نشان اعلیٰ عطا فرمایا تھا۔ (۸) انہی کو نبی ﷺ نے فرضیت حج کے بعد پہلے ہی سال امیر الحجاج مقرر فرمایا تھا (۹) انہی کو نبی ﷺ نے اپنے سامنے (مرض الموت میں) اپنی جگہ امام نماز فرمایا تھا۔ (۱۰) یہی سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ہوئے اور صرف انہی کو خلیفہ رسول اللہ کے لقب سے مخاطب کیا گیا۔ باقی ہر سہ خلفائے راشدین صرف امیر المومنین کہلائے۔ (۱۱) انہی کے انتظام سے اسود عنسی مسیلمہ کذاب اور طلحہ اسدی کے جھوٹے نبوت کے دعاوی برباد ہوئے طلحہ بعد توبہ اسلام میں داخل ہوئے۔ (۱۲) انہی کے وقت میں عراق نیز شام کا کچھ حصہ فتح ہوا۔ (۱۳) انہی کی کوششوں سے مانعین زکوٰۃ فریضہ زکوٰۃ پر قائم ہوئے۔ (۱۴) انہی کے حکم سے قرآن پاک صحیفہ واحد میں لکھا گیا اور مصحف کے نام سے موسوم ہوا۔ ان کے فضائل میں احادیث صحیحہ بکثرت وارد ہیں۔ ان کی تعریف میں صحابہ کرام کے اشعار بھی بکثرت پائے جاتے ہیں:

اذا تذکرت شجو امن اخی ثقة فاذکر اخاك ابابکر بما فعلا
جب تم رنج و غم کے ساتھ کسی معزز بھائی کو یاد کرو تو ابوبکر کو بھی یاد کرو جو ہم سے جدا ہوگئے (انتقال کرگئے)

خیر البریة اتقاها واعدلها بعد النبی واوفاها حملا
وہ نبی کے بعد تمام خلقت میں بہتر سب سے زیادہ متقی سب سے زیادہ عادل اپنے فرائض کو سب سے زیادہ پورا کرنے والے تھے

والثانی التالی المحمود مشهده واول الناس من صدق الرسلا
وہی ہیں جن کو ثانی رسول ﷺ قرآن میں کہا گیا اور ان کی حاضری غار کی تعریف کی گئی وہی ہیں جنہوں نے سب لوگوں سے پیشتر تصدیق رسالت کی

و کان حب رسول الله قد علموا خیر البریة لم یعدل به رجلا
سب جانتے ہیں کہ ابوبکر نبی کے پیارے تھے خیر البریہ تھے نبی ان کے برابر کسی کا درجہ نہ سمجھتے تھے

(بقیہ صفحہ آیندہ پر)

ہیں (دیکھو نمبر ۱۴ نسب نبویؐ) ان کی ماں کا نام ام رومان زینب ہے جس کا سلسلہ نسب نبوی میں کنانہ سے جاملتا ہے۔
ان کا نکاح شوال ۱۰ رنبوت میں مکہ معظمہ میں ہوا اور رخصتی شوال ۱۱ رہجرت میں مدینہ میں ہوئی۔ ازواج النبی میں یہی وہ خاتون ہیں جن کی اسلامی خون سے ولادت اور اسلامی شیر سے پرورش ہوئی۔ امہات المؤمنین میں یہی وہ طیبہ ہیں جن کا پہلا نکاح نبی ﷺ سے ہوا۔ حدیث میں ہے:

قال رسول الله ﷺ أرايتك فى المنام ثلث ليال جاءنى بك الملك فى سرقة من حرير فيقول هذه إمراتك فاكشف عن وجهك فاذا انت هى فاقول إن يكن هذا من عندالله يمضه۔

ترجمہ:..... رسول اللہ ﷺ نے عائشہؓ سے فرمایا: میں تین شب تجھے خواب میں اس طرح دیکھتا رہا کہ ایک فرشتہ حریر سفید کے پارچے میں تیری تصویر کو میرے سامنے لاتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ حضور کی بیوی ہے اور میں تصویر کا پردہ اٹھا کر چہرہ دیکھتا تھا اور کہتا تھا جو بالکل تیرا ہی چہرہ ہوتا تھا میں یہ دیکھ کر کہہ دیا کرتا تھا کہ اگر یہ اطلاع خدا کی جانب سے ہے تو وہ خود ہی اسے پورا بھی کر دے گا۔ (صحیح مسلم کتاب الفضائل وصحیح بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شادی کا اہتمام خطیرۃ القدس میں کیا گیا تھا اور نبی ﷺ سے اس شادی کو منجانب اللہ قرار دیا تھا۔

محبت کا امتحان:..... حضرت صدیقہ کو رسول ﷺ کی محبت میں سخت امتحان بھی دینا پڑا۔ غزوۂ انمار میں ان کی سواری کیمپ میں دیر سے پہنچی اور اس پر منافقین نے ان کی شان پاک میں گستاخانہ الفاظ کہے۔ جنس لطیف کے لیے ایسا موقع سخت مصیبت کا ہوتا ہے لیکن اس وقت بھی انکی قوت ایمانیہ اور پاکی فطرت کی عجیب شان نظر آئی جب نبی ﷺ نے ان سے اس بارہ میں دریافت کیا تو حضرت صدیقہ نے اپنے میکے والوں سے مخاطب ہو کے فرمایا:

فلئن قلت لكم انى برية لاتصد قونى ولئن اعترفت لكم بامر والله يعلم انى برية منه لتصدقنى فو

(بقیہ صفحہ گزشتہ) خفاف بن ندبۃ السلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار ہیں نہ

ان ابا بكر هو الغيث اذا لم يشمل الارض سحاب بماء	جب بادل زمین پر پانی نہ برسائے۔ تو اس وقت ابابکر لوگوں کی فریاد رسی کرنے والا ہے
تالله لايد رك ايامه ذوطرة حاف ولا ذوحذاء	مجھے خدا کی قسم ہے کہ کوئی انسان (پابرہنہ ہو یا نعل پوش ہو) ابوبکرؓ کے فضائل کو حاصل نہیں کر سکتا
من يسع كى يدرك ايامه يجتهد الشد بارض فضاء	اگر کوئی شخص ابوبکر کے فضائل حاصل کرنے کی سعی بھی کرے تو اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے صحرائے عظیم کو دوڑ دوڑ کر طے کرنے کی سعی کرتا ہے

حدیث تخیر میں حضرت علی مرتضیٰ کا قول ہے وكان ابوبكر اعلمنابه ابوبکر ہم سے زیادہ علم والے تھے۔ بیعت خلافت کی بابت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے: ان رسول الله ﷺ مرض ليالى وايامايناد ى بالصلوة فيقول مروا ابابكر يصلى بالناس فلما قبض رسول الله ﷺ نظرت فاذا الصلوة علم الاسلام وقوام الدين فرضينا الدنيا لدنيانا من رضى رسول الله صلى الله عليه وسلم لديننا فبايعنا ابوبكر (ف) ترجمہ: رسول اللہ ﷺ چند شب و روز بیمار رہے حضور ﷺ سے نماز کیلئے عرض کیا جاتا تو فرمادیتے کہ ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھائے۔ پھر جب نبیؐ کا انتقال ہوگیا تو میں نے غور کیا کہ نماز تو اسلام کا رکن ہے اور اسی پر دین کا قیام ہے اس لئے ہم نے دنیائی حکومت کیلئے بھی اسی پر رضامندی ظاہر کر دی جسے رسول اللہ ﷺ نے ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا تھا اور اسی لئے ہم نے ابوبکر کی بیعت کر لی۔ حضرت ابوبکر صدیق کی اولاد ہندوستان میں محمد بن ابوبکر کی نسل سے بکثرت پائی جاتی ہے۔ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ اسی خاندان عالی سے ہیں۔ اعلیٰ حضرت میر محمد عثمان علی خان سابق خسرو دکن کا سلسلہ نسب حضرت شیخ الشیوخ ہی سے ملتا ہے (محمد سلیمان) ف۔ اقوال علی مرتضیٰؓ الاستیعاب سے منقول ہوئے ہیں۔

الله لا اجد لی و لکم مثلا الا ابا یوسف حین قال فصبر جمیل والله المستعان علی ماتصفون (بخاری)

ترجمہ:..... اگر میں اب کہوں گی کہ میں پاک ہوں تو میری بات باور نہ ہوگی اگر میں کسی بات کا اقرار کرلوں حالانکہ خدا جانتا ہے کہ میں اس سے بالکل پاک ہوں تو وہ باور کرلی جائے گی پس اندریں حالت میں اپنے لیے صرف حضرت یعقوب علیہ السلام کی مثال پاتی ہوں جنہوں نے کہا تھا (کہ آزمائش میں) صبر کرنا ہی خوب ہوتا ہے۔ اس بارے میں خدا ہی مدد رساں اور کارساز ہے۔ (بخاری غزوۂ انمار)

صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھے اپنی پاکی اور صفائی کی وجہ سے وثوق تھا کہ میری بابت رؤیا میں نبی ﷺ کو بتادیا جائے گا مگر اس کا مجھے سان گمان بھی نہ تھا کہ میرے حق میں وحی الٰہی کا نزول ہوگا۔ لیکن نبی ﷺ بھی اسی جگہ تشریف رکھتے تھے کہ قرآن پاک اترا۔ اللہ پاک نے صدیقہ کی نصرت فرمائی۔ بے قصوری ظاہر کی ان کو طیبہ ٹھہرایا اور خبر دی کہ مغفرت اور رزق کریم ان ہی کے لیے ہے۔ نیز یہ بھی بتایا کہ اس بہتان سے ان کی شان میں ذرا بھی فرق نہ آیا۔ بلکہ رتبہ بڑھ گیا۔ ان کی پاکی اور طہارت کی آواز سے زمین و آسمان گونج اٹھے۔ وہ وحی اتری جس کی قیامت تک نمازوں میں اور محرابوں میں تلاوت کی جائے گی۔ جب: وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ

ترجمہ:..... "پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے"۔ (سورہ نور: آیت ۲۶)

کوکوئی ایمان والا شخص پڑھے گا تو اسے عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکی وطہارت کا اندازہ نبی ﷺ کی پاکی وطہارت سے کرنا ہوگا۔ اللہ اکبر! یہ نتیجہ اس تواضع وانکسار کا ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ میں تھا کہ اپنے آپ کو ناچیز سمجھے باوجود بے قصوری ومظلومی کے اور باوجود افترا پردازوں کو جھوٹا جاننے کے آپ اپنا یہ درجہ نہ سمجھا کہ ان کے لیے قرآن اترے۔ ہر چند ان کو علم تھا کہ ان کے رنج واندوہ سے ان کے والدین کو بھی صدمہ پہنچا ہے اور جمیع اہل ایمان کے دل بھی دردمند ہوئے ہیں اور نبی ﷺ کے قلب مبارک کو بھی ایذا پہنچی ہے پھر بھی وہ تواضع و انکساری سے یہی سمجھتی ہیں کہ ان کی پاکی عالم رؤیا میں ظاہر فرمائی جائے گی۔ لیکن رب العالمین ان ہی کے رتبے بلند فرماتا ہے جو اس کی بارگاہ میں تواضع وانکساری اختیار کرتے ہیں۔

فضائل:..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں بہت سی احادیث صحیحہ ہیں۔ صحیح بخاری میں موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کمل من الرجال کثیرا ولم یکمل من النساء الا مریم بنت عمران وآسیة إمراة فرعون و فضل عائشة علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام۔

ترجمہ:..... مردوں میں تو بہت لوگ تکمیل کے درجے کو پہنچے مگر عورتوں کے اندر صرف مریم دختر عمران اور آسیہ زن فرعون ہی تکمیل کو پہنچیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا کو تو سب عورتوں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسے ثرید کو سب کھانوں پر ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح بخاری میں یہ روایت موجود ہے۔ اس فضیلت کی وجہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے وہ کمالات روحانیہ ہیں جن کی وجہ سے ان کا منصب بارگاہ الٰہی میں نہایت بلند تھا اور جن کے وجود سے ان کو انوار نبوت سے بدرجہ اتم منور ہونے کی قابلیت حاصل ہوگئی تھی۔ اس کا ذکر صحیح بخاری کی اس حدیث میں ہے جسے ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

"واللہ ما نزل علی الوحی وانا فی لحاف إمراۃ منکن غیرھا" ۔[1]

ترجمہ:..... یہ عائشہؓ ہی ہے کہ میں اس کے لحاف میں ہوتا ہوں تو اس وقت بھی وحی کا نزول ہوتا ہے مگر دیگر ازواج کے بستروں پر کبھی ایسا نہیں ہوا"۔

یہی وجہ تھی کہ نبی ﷺ نے حضرت سیدۃ العالمین فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو محبت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حکم دیا تھا۔

صحیح مسلم میں ہے نبی ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

أیْ بُنَیَّۃُ الست تحبین ما احب فقالت بلی فقال فاحبی ھذہ۔[2]

ترجمہ: پیاری بیٹی جس سے میں محبت کرتا ہوں کیا تو اس سے محبت نہیں رکھتی۔ حضرت فاطمہ نے عرض کیا بالکل یہی درست ہے فرمایا تب تو بھی عائشہ سے محبت رکھا کر۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمالات علمیہ پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جسے صحیحین میں روایت کیا گیا ہے۔

ان النبی ﷺ قال لھا ان جبریل یقرا علیك السلام قالت قلت وعلیه السلام و رحمة اللہ۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: یہ جبریل ہیں اور تم کو سلام کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا کہ ان پر اللہ کا سلام اور رحمت ہو"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے احسانات بر اُمت میں سے ہے کہ آیت تیمم کے نزول کا سبب ظاہری بھی وہی ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک بار حضرت اسماء (اپنی بہن) کا مانگا ہوا تھا جو راستہ میں کہیں گر پڑا۔ نبی کریم ﷺ نے چند صحابہ کو اس کی تلاش کے لیے بھیجا۔ انہیں راستہ میں نماز کا وقت ہو گیا اور انہوں نے (پانی نہ ہونے کی وجہ سے) بلا وضو کے نماز پڑھی اور جب حاضر ہوئے تو انہوں نے بے وضو نماز پڑھنے کا ذکر بھی رنج کے ساتھ کیا۔ اسی وقت آیت تیمم کا بھی نزول ہوا۔ اُسید بن حضیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کر کے کہا: جزاك اللہ خیرا ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزا عطا فرمائے۔

ما نزل بك امر قط الا جعل اللہ لك منه فرجا و مخرجا وجعل للمسلمین برکة۔

ترجمہ: جب کوئی آپ کا کام اٹکا تو خدا نے خود اس میں کشود کار فرمائی اور مسلمانوں کے لیے بھی اس میں برکت ہوئی۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی محبت رسول ﷺ کے دو تین واقعات درج کرتا ہوں۔

① ..... صحیح مسلم میں ایک سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے ہم سفر تھیں۔ اس روز حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنی سواری کا اونٹ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ سے تبدیل کر لیا۔ راستے میں نبی ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی طرف گئے جس پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سوار تھیں اور ان ہی کے ساتھ چل پڑے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس مفارقت کی برداشت نہ ہوئی۔ جب وہ منزل پر پہنچ کر سواری سے اتریں۔ تو انہوں نے اپنا پاؤں گھاس کے اندر ڈال دیا اور زبان سے کہا:

---

[1] امام مسلم نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ امام مسلم بن حجاج رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۲۰۴ھ سنہ وفات ۲۴ رجب ۲۶۱ھ ہے۔

[2] اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا۔ یہ الفاظ صحیح بخاری کے ہیں۔

یارب سلط علی عقربا اوحیۃ تلدغنی رسولک ولا استطیع ان اقول لہ شیئا۔
اے رب کسی سانپ یا بچھو کو بھیج کہ مجھے کاٹ کھائے اور وہ تیرے رسول ہیں۔ان کی شان میں تو میں کچھ کہہ ہی نہیں سکتی۔

(۲)..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنی نعل کو پیوند لگا رہے تھے اور میں چرخہ کات رہی تھی۔میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ کی پیشانی مبارک پر پسینہ آ رہا ہے اور اس پسینہ کے اندر ایک نور ہے جو ابھر رہا ہے اور بڑھ رہا ہے یہ ایسا نظارہ تھا کہ میں سراپا حیرت بن گئی نبی ﷺ کی نظر مبارک مجھ پر پڑی۔فرمایا: عائشہ! تو حیران سی کیوں ہو رہی ہے میں نے کہا: یارسول اللہ! میں نے دیکھا کہ حضور کی پیشانی پر پسینہ ہے اور پسینے کے اندر چمکتا دمکتا نور ہے۔(اس پاک نظارہ نے مجھے سراپا چشم کر دیا ہے)

اے خنک چشمے کہ او حیران اوست وے ہمایوں دل کہ آں قربان اوست

بخدا! اگر ابوکبیر ہذلی حضور ﷺ کو دیکھ پاتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ اس کے اشعار کے صحیح مصداق حضور ہی ہو سکتے ہیں۔نبی ﷺ نے فرمایا: اس کے شعر کیا، ہیں میں نے یہ شعر پڑھ کر سنا دیے۔[1]

و مبری من کل غیر حیضہ و فساد مرضعۃ و داء معضل
و اذا نظرت الی اسرۃ وجہہ برقت کبرق العارض المتھلل

نبی کریم ﷺ کے ہاتھ میں جو کچھ تھا اسے رکھ دیا، پھر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پیشانی کو چوما اور زبان مبارک سے فرمایا: ماسررت منی کسروری منک۔ جو سرور مجھے تیرے کلام سے حاصل ہوا اس قدر سرور تجھے میرے نظارہ سے نہ ہوا ہوگا

(۳)..... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ ﷺ سے محبت کی ایک مثال وہ ہے جو قرآن مجید کی آیت تخییر کے نزول پر ظاہر ہوئی اللہ تعالی نے فرمایا تھا:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ﴿۲۸﴾
وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۲۹﴾ (سورۃ احزاب)

ترجمہ:..... اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور زینت چاہتی ہو تو آؤ تمہیں رخصتانہ دے دلا کر اپنے سے خوبی کے ساتھ علیحدہ کر دوں۔لیکن اگر تم اللہ تعالی اور رسول اور آخرت کی خواہاں ہو۔تب تم میں سے جو نیکی کرنے والیاں ہیں ان کے لیے خدا تعالی نے اجر عظیم مہیا کر رکھا ہے۔

نبی ﷺ نے سب سے پہلے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی کو یہ آیت سنائی اور تلاوت آیت سے پیشتر یہ بھی فرمایا کہ میں ایک بات کا تم سے ذکر کرتا ہوں تم جواب دینے میں جلدی نہ کرنا اور اپنے والدین سے مشورہ کر لینا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آیت سنتے ہی جھٹ سے کہا کیا میں اس معاملہ میں بھی والدین سے مشورہ کروں گی۔میں تو اللہ اور رسول ﷺ اور آخرت ہی کو اختیار کرتی ہوں۔(صحیح بخاری کتاب التفسیر)

اس جواب میں انہوں نے اپنی محبت باخدا اور محبت رسول ﷺ کا ثبوت بھی دیا۔نیز دیگر ازواج کے لیے ایک

---

[1] ابوکبیر ہذلی ایام جاہلیت کا ایک مشہور شاعر ہے۔ (اشعار کا ترجمہ یہ ہے)
وہ ولادت اور رضاعت کی آلودگیوں سے مبرا ہیں۔ان کے درخشاں چہرہ پر نظر کرو تو معلوم ہوگا کہ نورانی اور روشن برق جلوہ دے رہی ہے۔

سنت بھی قائم فرمائی جس کا اتباع سب ازواج النبی ﷺ نے فرمایا۔ فی الحقیقت یہ ایک بہت بڑا شرف ہے۔

حضرت عروہ بن زبیر جو فقہائے سبعہ کے اندر ایک درخشاں کوکب تھے فرماتے ہیں کہ میں نے کسی ایک کو بھی معانی قرآن اور احکام حلال وحرام اور اشعار عرب اور علم الانساب میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر نہیں پایا۔ (مدارج النبوۃ)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت تھی کہ جب کوئی نہایت مشکل اور پیچیدہ مسئلہ صحابہ میں آ پڑتا تھا۔ تو وہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جانب رجوع کرتے تھے اور ان کے پاس اس کے متعلق ضرور علم پایا جاتا تھا۔

سخاوت وزہد صدیقہ

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا جس طرح اپنے فرزندان شریعت کی شیر علم سے پرورش فرمایا کرتی تھیں اسی طرح اپنی جود وسخاوت سے فقراء ومساکین کی تربیت بھی فرماتی تھیں۔ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا، انہوں نے ایک روز میں ستر ہزار درہم راہ خدا میں صرف کیے۔ خود ان کے جسم پر پیوند لگا ہوا کرتا تھا۔ ایک روز عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ان کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے۔ انہوں نے سب کے سب اسی روز راہ خدا میں صدقہ کر دیے۔ اس روز حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا روزہ بھی تھا۔ شام کو لونڈی نے سوکھی روٹی سامنے رکھ دی اور یہ بھی کہا کہ اگر سالن کے لیے کچھ بچا لیا جاتا تو میں سالن بھی تیار کر لیتی۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مجھے تو خیال نہ آیا، تو نے یاد دلا دینا تھا۔ (مدارج النبوۃ: ۵۰۶/۲)

حضرت خدیجہ وعائشہ رضی اللہ عنہما کے فضائل

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ [1] نے ایک بحث لکھی ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں سے افضل کون ہے؟ وہ لکھتے ہیں کہ اس بارے میں تین مذہب ہیں:

[۱] ..... حضرت خدیجہؓ افضل ہیں۔ [۲] ..... حضرت عائشہؓ افضل ہیں۔ [۳] ..... سکوت کرنا چاہیے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ہر دو میں جداگانہ خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ حضرت طاہرہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کا اثر ابتدائے اسلام پر ہے۔

① ..... یہ نبی ﷺ کے لیے باعث تسکین وتسلی وثبات تھیں۔

② ..... انہوں نے اپنا مال محبت رسول ﷺ میں نثار کیا۔ ان کو آغاز اسلام کا زمانہ ملا اور اس وقت میں انہوں نے اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول محترم کے لیے ہر ایک رنج وتکلیف کو بخوشی برداشت کیا۔

③ ..... انہوں نے جو کم وقت میں نصرت رسولِ خدا کی پس اس بارے میں جو درجہ ان کا ہے وہ کسی دوسری بیوی کا نہیں

حضرت طیبہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اثر ترقی اسلام کے ایام پر ہے۔

الف ..... جو تفقہ انہوں نے دین میں حاصل کیا۔ ب ..... اور جو تبلیغ انہوں نے امت کو فرمائی۔

ج ..... اور علم نبوت کی اشاعت میں جو مساعی انہوں نے کیے اور جو علمی فوائد انہوں نے فرزندان امت کو

---

[1] امام ابو محمد علی بن حزم الظاہری متوفی ۴۵۶ھ نے دیگر مکثرین فی الروایت کی حدیثوں کا بھی شمار کیا ہے۔ عمر فاروقؓ ۵۳۷، علی مرتضیٰؓ ۵۸۶، ابن مسعودؓ ۸۰۰ و چند، جابر بن عبداللہ وعبداللہ بن عباس ۱۵۰۰ سے زائد ابن عمر وانسؓ حضرت عائشہؓ کے برابر کتاب الفصل فی الملل، الجزء الرابع۔

پہنچائے وہ ایسا درجہ ہے جو کسی دوسری بیوی کو حاصل نہیں۔

کتب احادیث میں مرویات صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تعداد دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) ہے۔[1]

صحیحین میں متفق علیہ:	۱۷۴ احدیثیں	صرف صحیح بخاری میں:	۵۴ حدیثیں
صرف صحیح مسلم میں:	۶۷ حدیثیں	دیگر کتب معتبرہ میں:	۲۰۱۷ حدیثیں

فتاوی شرعیہ اور حل مشکلات علمیہ اور بیان روایات عربیہ اور متعدد واقعات تاریخیہ کا شمار ان کے علاوہ ہے۔

جہاد فی سبیل اللہ:..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ولقد رایت عائشة بنت ابي بكر و ام سليم و انهما لمشمرتان ارىٰ خدم سوقهما تنقزان القرب على متونهما تفرغانه في افواه القوم ثم ترجعان فتملا نها ثم تجيئان فتفرغانه في افواه القوم

صحیح بخاری کے باب غزوۂ احد میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلیم رضی اللہ عنہا کو دیکھا کندھوں پر مشکیں اٹھائے ہوئے زخمیوں اور مؤمنین کے منہ میں پانی ڈالتی تھیں پانی ختم ہو جاتا تو پھر مشک بھر لاتی تھیں اور زخمیوں کے منہ میں پانی ٹپکاتی جاتی تھیں۔ جنگ بدر میں رأیتِ نبوی کا پرچم مرطِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھا۔ یعنی جس نشان کے تحت ملائکہ نے خدمت اسلام ادا کی اور جس نشان پر اللہ کی اولین نصرت و فتح نازل ہوئی وہ نشان عائشہ رضی اللہ عنہا کی اوڑھنی کا بنایا گیا تھا۔ یہ امر صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بڑی فضیلت کو ظاہر کرتا ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ (المؤید بروح القدس) ان کی شان میں فرماتے ہیں:

حصان رزان ماتزون بريبة — وتصبح غرثى من لحوم الغوافل
عقيلة اصل من لؤى بن غالب — كرام المساعي مجدهم غير زائل
مهذبة قد طيب الله خيمها — و طهر ها من كل بغى و باطل
فان كان ما قد قيل عنى قلته — فلا رفعت صوتى إلىَّ انامل
و ان الذى قد قيل ليس بلائط — بها الدهر بل قول امرئ متماحل
فكيف وُدى ما حييت و نصرتى — لِآلِ رسول الله زين المحافل
رأيتك و ليغفرلك الله حرة — من المحصنات غير ذات الغوائل

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے انصاف اور صداقت کے لمعان اس وقت زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں جب وہ اپنی کسی سوت کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا کرتی ہیں۔

الف..... ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی تعریف میں کہتی ہیں:

عن عائشة رضى الله عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يوما لنسائه اسرعكن لحوقًا بي اطولكن يدًا قالت فكانت اطولنا يدا زينب لانها كانت تعمل بيدها و تتصدق۔

---

[1] ابن القیم کتاب جلاء الافہام۔ اس کتاب کا اردو میں ترجمہ (مصنف رحمۃ للعالمین) کر چکا ہے، ترجمہ کا نام الصلوۃ والسلام ہے۔

ترجمہ: ''ایک روز نبی ﷺ نے اپنی ازواج سے فرمایا: تم میں سے وہ عورت مجھے جلد آ کر ملے گی جو زیادہ سخی ہوگی۔ یہ سن کر سب ازواج بڑھ کر کام کرنے لگیں لیکن ہم میں سب سے زیادہ سخی زینبؓ ثابت ہوئیں کیوں کہ وہ اپنے ہاتھوں کی محنت سے کماتیں اور پھر اس کو راہِ خدا میں صدقہ دیا کرتی تھیں''۔

ومارأیت امراۃ قط خیرا فی الدین من زینب و اتقی اللّٰہ و اصدق حدیثا و اوصل للرحم و اعظم صدقۃ

ترجمہ: میں نے کوئی عورت زینب سے دین میں بہتر نہیں دیکھی۔ وہ اللہ کا زیادہ تقوی رکھنے والی بہت زیادہ سچ بولنے والی اقارب سے بہت بڑھ کر سلوک کرنے والی اور بہت زیادہ دینے والی تھی۔

الف: ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی تعریف میں فرماتی ہیں:

ومارایت صانعۃ طعام مثل صفیۃ (صحیح نسائی)

ترجمہ: میں نے صفیہؓ جیسی کوئی عورت عمدہ کھانا بنانے والی نہیں دیکھی۔

ب: ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی تعریف میں فرماتی ہیں:

مامن الناس احد احب الی من ان اکون فی سلاخہ من سودۃ بنت زمعۃ الا ان بھا حدۃ۔

ترجمہ: سودہؓ میں ذرا تیزی تو تھی، ورنہ اور کوئی بھی ایسا نہیں جس کے درجہ میں ہونا مجھے سب سے زیادہ پیارا ہو۔

د: ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی صفت جمال بیان کرتی ہیں

کانت جویریۃ علیھا حلاوۃ وملاحۃ لایکاد یریھا احدٌ الا وقعت فی نفسہ۔

ترجمہ: جویریہؓ میں شیرینی و دل کشی پائی جاتی تھی کہ دیکھنے والے کے دل میں ان کی جگہ ہو جاتی تھی۔

امومت امت: حضرت بشر بن عقربہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ احد کے دن میرے والد شہید ہو گئے تھے۔ میں وہاں بیٹھا رو رہا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

اما ترضی ان تکون عائشۃ امک و اکون انا اباک۔

ترجمہ: کیا تو اس سے خوش نہیں کہ عائشہؓ تو تیری ماں ہو اور میں تیرا باپ ہوں۔

اس حدیث میں بمقابلہ دیگر ازواج کے نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تخصیص امومت فرمائی ہے۔

لغزش: حضرت عائشہؓ کی زلات بشری میں سے یہ ہے کہ وہ جنگ جمل میں شریک ہوئیں اس جنگ کا نام جنگ جمل[1] اسی لیے مشہور ہوا تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہودج ایک اونٹ پر تھا، اونٹ کا نام عسکر تھا اس

---

[1] یہ واقعہ ۱۵ جمادی الآخر ۳۶ھ کو ہوا۔ لڑائی صبح سے تیسرے پہر تک رہی۔ زبیرؓ آغاز جنگ سے پہلے ہی صف سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ طلحہؓ زخمی ہوئے اور جاں بحق ہونے سے پیشتر انہوں نے بیعت مرتضوی کی تجدید حضرت علیؓ کے ایک افسر کے ہاتھ پر کی ابن حزم و ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ فریقین میں سے کوئی بھی آغاز جنگ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ چند شریروں نے جو قتل عثمانؓ سے ملوث تھے جنگ اس طرح کرادی کہ رات کو اصحاب جمل کے لشکر پر چھاپہ مارا وہ سمجھے کہ یہ فعل بحکم اور بعلم حضرت علی ہوا ہے انہوں نے بھی مدافعت میں حملہ کیا اور جنگ شروع ہو گئی۔ ہر ایک طرف گمان یہ تھا کہ ابتداء دوسرے کی جانب سے ہے۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ اس پر برہان یہ ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا اور زبیر و طلحہؓ اور ان کے رفقاء نے امامت علیؓ کے بطلان یا طعن یا جرح میں ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔ انہوں نے نقض بیعت کیا۔ نہ کسی دوسرے کی بیعت کی اور نہ اپنے لئے کوئی دعوی کیا یہ جملہ وجوہ یقین دلاتے ہیں کہ جنگ صرف حادثہ اتفاقیہ تھی جس کا ہر دو جانب کسی کو خیال نہ تھا کتاب الفصل فی الملل جزو چہارم صفحہ ۱۵۸ مطبوعہ مطبعۃ الادبیہ بمصر ۱۳۱۷ھ۔

جنگ میں سامنے کی طرف خلیفہ راشد حضرت علی مرتضی امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ تھے۔ جنگ کے خاتمے پر حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ میری اور علیؓ کی شکر رنجی ایسی ہی ہے جیسے عموماً بھاوج اور دیور میں ہوجایا کرتی ہے۔ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا! یہی سچی بات ہے۔

قرآن مجید میں ہے: وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا (۴۹:۹)

ترجمہ: اگر مؤمنوں کے دو گروہ آپس میں جنگ کر بیٹھیں تو ان میں صلح کرادو۔

میرے نزدیک یہی وہ پہلی جنگ ہے جس کے دونوں فریق مؤمن تھے اس مصداق کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس آیت سے آگے چند آیات کو إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ تک پڑھ لینا چاہیے کہ بہت سے شبہات کا ازالہ ہوجائے گا۔

حضرت عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا کی صداقت اور مودت علی وفاطمہؓ کی توثیق ترمذی کی حدیث عن جامع بن عمیر سے ہوتی ہے

قال دخلت مع عمتی علی عائشة رضی اللہ عنہا فسئلت ای النساء کان احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت فاطمة قیل من الرجال قالت زوجها (تیسر الاصول فی جامع الاصول جلد ثانی ذکر فاطمة)

راوی نے کہا: میں اپنی پھوپھی کے ساتھ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا ان سے سوال ہوا کہ عورتوں میں سے سب سے پیاری نبی ﷺ کو کون تھی؟ انہوں نے کہا: فاطمہؓ۔ پھر سوال ہوا کہ مردوں میں سے کون تھا؟ فرمایا: شوہر فاطمہؓ کے شوہر۔ دوسری حدیث صحیح مسلم کی ہے کہ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ میں حسنین، علی وفاطمہ رضی اللہ عنہم داخل ہیں اس حدیث کو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی نے بیان کیا ہے۔ جن دنوں جنگ جمل کی ابتدا تھی۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے مسجد کوفہ میں رفقائے مرتضوی رضی اللہ عنہم کے سامنے خطبہ فرمایا تھا۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

انی لاعلم انها زوجة فی الدنیا و الاخرة ولکن اللہ ابتلاکم لتتبعوه أو إیاها

ترجمہ: میں جانتا ہوں کہ حضرت عائشہ نبی ﷺ کی دنیا اور آخرت میں بیوی ہیں لیکن خدا نے تم سب پر آزمائش ڈالی ہے کہ ایسی حالت میں تم اس کا اتباع کرتے ہو یا حضرت علی مرتضیٰؓ کا۔ (صحیح بخاری باب فضل عائشہؓ)

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جن خصوصیات کا ذکر بطور فخر فرمایا کرتی تھیں ان میں سے ایک یہ فقرہ بھی ہے۔

توفی النبی صلی اللہ علیه وسلم فی بیتی ونوبتی وبین سحری و نحری وجمع اللہ بین ریقی وریقه قالت دخل عبدالرحمن بسواك فضعف النبی صلی اللہ علیه وسلم فاخذته فمضغته ثم سنته۔

ترجمہ: نبی ﷺ نے میرے گھر میں میری نوبت میں میرے سینے اور گلو کے درمیان وفات پائی اور آخر میں اللہ نے میرے لعاب کو آنحضرت ﷺ کے ساتھ ملا دیا وہ اس طرح کہ میرے بھائی عبدالرحمن مسواک لے کر آئے رسول اللہ ﷺ کو ضعف تھا (یہ دیکھ کر کہ) آنحضرت ﷺ مسواک فرمانا چاہتے ہیں میں نے مسواک لے کر پہلے اپنے دانتوں سے نرم کی اور پھر آنحضرت ﷺ کو مسواک کرادی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے: درِ جنت کو کھٹکھٹاؤ کھولا جائے گا۔ لوگوں نے کہا: کیوں کر کھٹکھٹائیں؟ فرمایا: بھوک اور پیاس کی برداشت سے جنت کے دروازے کو کھٹکھٹا سکتے ہیں۔ ایک بار ایک شخص نے سوال کیا میں اپنے آپ کو نیک کب سمجھوں۔ فرمایا: جب تجھے اپنے برے ہونے کا گمان ہوجائے اس نے کہا کہ اپنے کو برا کب

سمجھوں! فرمایا: جب تو اپنے آپ کو نیک سمجھنے لگے۔ انتقال نبویؐ کے وقت ان کی عمر ۱۸ رسال کی تھی ۹ رسال کی مصاحبتِ قدسیہ میں جو علوم عالیہ سیکھے تھے قریبا نصف صدی تک فرزندان روحانی کو ان کی تعلیم دیتی رہیں۔

اقارب:..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ام رومان کنانیہ ہیں، جن کا انتقال رمضان ۶ ر ہجرت میں ہوا تھا۔ نبی کریم ﷺ ان کی قبر میں خود اترے تھے اور یہ فرمایا تھا۔

اللھم لاتخف علیك مالقیت ام رومان فیك وفی رسولك۔

ترجمہ:..... الٰہی تجھ سے پوشیدہ نہیں کہ ام رومان نے تیرے لیے تیرے رسول کے لیے کیا کچھ برداشت کیا ہے۔

نیز فرمایا: من سرہ ان ینظر الی امراۃ من الحور العین فینظر الی ام رومان۔[1]

ترجمہ:..... اگر کوئی شخص حوران جنت میں سے کسی عورت کا دیکھنا پسند کرتا ہو تو وہ ام رومان کو دیکھ لے۔

اقارب:..... عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے حقیقی بھائی ہیں بہادران عرب میں سے تھے جنگ یمن میں فتح گویا ان ہی کی شجاعت سے ہوئی۔ امیر معاویہ نے صحابہ کے سامنے جن میں حسین اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی تھے جب ولی عہدی یزید کا ذکر کیا تو انہی نے جواب میں لکھا تھا۔

اَھِرَقْلِیَّۃٌ اذامات کسری قام کسری مکانہ لانفعل واللّٰہ ابدا۔

ترجمہ:..... کیا یہ بھی دنیا کی سلطنت ہے کہ جب کسری مرگیا تو دوسرا اس کی جگہ کسری بن بیٹھا۔ بخدا ہم ایسا کبھی نہ کریں گے حضرت عبدالرحمن کا بیٹا بھی صحابی ہے۔ اس طرح ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خاندان میں چار نسلیں صحابی ہیں اور یہ وہ شرف ہے جو کسی دوسرے صحابی کو حاصل نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی وفات پر یہ دو شعر بطور تمثیل پڑھے تھے:

كنّا كَنُدمَانی جذیمۃ حُقْبۃً ۔۔۔ مِنَ الدَّھرِ حَتّٰی قِیْلَ لَنْ یَتَصَدَّعَ

فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا كَاَنِّیْ وَ مَالِكًا ۔۔۔ لِطُوْلِ اجتماع لم نَبِت لَیْلَۃً مَّعَا

ترجمہ:..... ہم دونوں نعمان کے مصاحبوں کی طرح ایسے اکٹھے رہتے تھے کہ لوگ سمجھنے لگے کہ یہ کبھی جدا ہی نہ ہوں گے لیکن جدائی ہو تو فراق میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کبھی ایک شب بھی اکٹھے نہ رہے تھے۔[2]

(۱)..... طفیل بن سنجرہ ان کا اخیافی بھائی ہے۔ (۲)..... عبداللہ بن فضالہ لیثی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پدر رضاعی تھا۔ ابا عائشہ رضی اللہ عنہا کنیت کرتا تھا۔ قاضی بصرہ ہو گیا تھا عبداللہ اور فضالہ دونوں صحابی تھے۔

(۳)..... ان کی علاتی بہن اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ ذات النطاقین ہیں۔ ان کا اسلام ۱۷ ر شخصوں کے بعد تھا۔ قریبا سو سال کی عمر میں (بماہ جمادی الاول ۷۳ھ) وفات پائی۔ زبیر بن العوام کی بیوی اور عبداللہ بن زبیر کی والدہ ہیں۔

(۴)..... ان کے علاتی بھائی عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں جو غزوۂ حنین میں زخمی ہو کر اور کچھ عرصہ بیمار رہ کر فوت ہوئے

---

[1] (لاستیعاب صفحہ ۹) صحیح بخاری میں مسروق تابعی نے ایک حدیث ام رومان سے روایت کی ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک ام رومان کی وفات بعد از وفات نبی ﷺ ہوئی تھی۔

[2] نعمان شاہ عرب کے مصاحبوں کا مختصر قصہ یہ ہے کہ نعمان نے ایک شخص کے قتل کا حکم دیا ایک امیر نے اسے اپنی ضمانت پر چند یوم کی رہائی دلادی۔ جب وہ مقررہ دن پر نہ پہنچا تب حکم دیا کہ اس ضامن کو قتل کر دیا جائے جلاد نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی کہ اتنے میں ایک شخص ہانپتا ہوا آ گیا بادشاہ نے دونوں کو اپنا مصاحب بنالیا۔ اب ہر ایک شخص دوسرے کو اپنا نجات دہندہ سمجھتا تھا وہ مدت العمر جدا نہ ہوئے۔

تھے نبی ﷺ نے جو فرمان عیسائیان نجران کو ان کے حقوق کے متعلق دیا تھا اسکے کاتب یہی عبداللہ بن ابی بکر تھے۔ ان کی ایک بہن اور ہیں جو اسماء بنت عمیس کے بطن سے تھیں، یہ وفات صدیقؓ سے چند ماہ بعد پیدا ہوئی تھیں۔

⑤ ..... ان ہی کے علاتی بھائی محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں جو ربیب علی مرتضیٰؓ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں ان کو حاکم مصر بنایا تھا۔

⑥ ..... حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک لونڈی بریرہ تھیں عبدالملک کا بیان ہے کہ سلطنت ملنے سے پیشتر وہ مدینہ میں بریرہ کے پاس بیٹھا کرتا تھا اور بریرہؓ مجھ سے کہا کرتی تھی کہ عبدالملک! تجھ میں کچھ خصلتیں اچھی ہیں اور میں سمجھتی ہوں کہ تو سلطنت کے شایاں ہے پس اگر تو صاحب سلطنت ہو گیا تو خون ریزی سے بچنا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: ان الرجل لید فع عن باب الجنة یعد ان ینظر الیها بملاء محجمة من دم یریقه من مسلم بغیر حق۔ (الاستیعاب صفحہ ۷۹۲)

ترجمہ: ..... کوئی شخص جنت کے قریب پہنچ جائے گا حتی کہ اسے دیکھنے لگے پھر اسے داخل ہونے سے روک دیا جائے گا۔ کیونکہ اس نے مسلمانوں کا بہت سا خون بے وجہ کیا ہوگا۔

ذاتی رنج پر اسلامی خدمات کو ترجیح: ..... معاویہ بن خدیجؓ نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھائی محمد بن ابوبکر کو قتل کیا تھا۔ اس لیے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو معاویہؓ کی طرف سے سخت رنج تھا لیکن معاویہ مذکور نے افریقہ میں فتوحات اسلامی اور غزوات دینی میں بڑی شہرت حاصل کی تھی۔ عبدالرحمن بن شماسۃ المہری کا بیان ہے کہ معاویہ کی ماتحتی میں میں نے افریقہ میں کام کیا تھا میں ایک روز ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملنے گیا۔ انہوں نے پوچھا کہ افریقہ میں تمہارے سر لشکر کا حال کیسا تھا۔ پھر فرمایا: میری طبیعت کا خیال نہ کرو بلکہ اس کی خوبیاں بتاؤ۔ عبدالرحمنؓ نے عرض کیا کہ میدان جنگ میں اگر اونٹ مرجاتا تو سپہ سالار اسی وقت دوسرا اونٹ مہیا کر دیتا تھا، گھوڑا مرجاتا تو فوراً گھوڑا بہم پہنچا دیتا تھا۔ کوئی غلام فرار ہو جاتا تو دوسرا آدمی جھٹ بھیج دیتا تھا۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

أستغفر الله اللهم اغفر لی ان کنت لابغضه من اجل انه قتل اخی وقد سمعت رسول الله ﷺ یقول اللهم من رفق بامتی فارق به ومن شق علیهم فاشق علیه (الاستیعاب: ۷۹۲)

ترجمہ: ..... میں خدا سے بخشش چاہتی ہوں خدایا مجھے معاف فرمانا میں تو اس سے بغض رکھتی تھی اس لیے کہ اس نے میرے بھائی کو قتل کیا تھا اور میں نے تو رسول اللہ سے یہ سنا ہے کہ فرمایا کرتے تھے الٰہی جو کوئی میری امت کے ساتھ مہربانی کرے اس پر مہربانی فرمانا اور جو کوئی امت پر سختی کرے تو بھی اس پر سختی کرنا۔ (الاستیعاب: ۷۹۲)

ام حکیم بنت خالد اور ام حکیم بنت عبداللہ کا بیان ہے کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ طواف کعبہ میں شامل تھیں، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ذکر چل پڑا۔ دونوں نے انہیں گالی کے ساتھ یاد کیا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم اسے گالی دیتی ہو اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے داخل جنت فرمائے گا۔ دیکھو تو سہی کہ حسانؓ نبی کریم ﷺ کی شان میں کس طرح کہتا ہے:

هجرتَ محمدًا فاحیت عنه ... و عند الله فی ذاك الجزاء

فان ابی و والدتی و عِرضی ... لعرض محمدٍ منکم وقاء

یہ سن کر دونوں نے کہا کہ ہم تو اس لیے کہتی تھیں کہ اس نے آپ کی شان میں کچھ کچھ کہا تھا۔
صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ تو کچھ بھی نہیں۔[1] عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ۶۳ رسال کی عمر میں ۱۷ رمضان ۵۷ھ کو مدینہ منورہ میں اجل طبعی سے وفات پائی اور جنت البقیع میں استراحت فرمائی۔

ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا:..... عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔ نبی ﷺ کے نکاح میں آنے سے پیشتر خنیس بن خذافہ بن قیس بن عدی السلمی کے گھر میں تھیں۔ خنیس رضی اللہ عنہ سابقین میں سے تھے۔ انہوں نے ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ کی تھی۔ بدر واحد میں حاضر ہوئے اور جنگ احد میں زخمی ہو کر مدینہ میں وفات پائی۔ ان کے بھائی عبداللہ بن حذافہ اسلمی بھی صحابہ میں نہایت مشہور بہادر شاعر ہیں۔ حضرت خنیس رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا، انہوں نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کیا کیونکہ ان کی بیوی حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کا انتقال بھی انہی دنوں میں ہوا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: آج کل تو میں شادی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا، اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول ﷺ اللہ کی خدمت میں سارا واقعہ سنایا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

یتزوج حفصة من هو خير من عثمان و يتزوج عثمان من هي خير من حفصة۔

ترجمہ:..... حفصہ کی شادی اس شخص سے ہوگی جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان کا نکاح اس سے ہوگا جو حفصہ سے بہتر ہے

بعد ازیں نبی کریم ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی دوسری بیٹی ام کلثوم بیاہ دی تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مل کر فرمایا تم اس بات کا میری طرف سے رنج نہ کرنا رسول اللہ ﷺ حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر مجھ سے فرما چکے تھے اور میں اس وقت نبی ﷺ کا یہ راز ظاہر نہ کر سکتا تھا۔ ہاں! اگر آنحضرت ﷺ یہ نکاح نہ کرتے تو میں ضرور کر لیتا۔ ان کا انتقال بہ عمر شصت سالہ جمادی الاولی ۴۱ھ میں ہوا۔ ایک حدیث میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے ان کی تعریف ان الفاظ میں کی تھی۔

فانها قوامة صوامة وانها زوجتك في الجنة۔ (الاستیعاب)

ترجمہ:..... وہ بہت عبادت کرنے والی، روزے رکھنے والی ہے، اور وہ بہشت میں بھی آپ کی زوجہ ہے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی ولادت، پانچ سال قبل از بعثت ہے۔ (مدارج النبوۃ)

مرویات ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

متفق علیہ: ۴۔	صحیح مسلم میں: ۶	دیگر کتب احادیث میں: ۵۰	[کل ۶۰]

بعض لوگ آیت: وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا ۔[2] کی تفسیر میں ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر

---

[1] اس بارے میں اختلاف روایات ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے قصہ افک میں حصہ لیا یا نہیں۔ میرے نزدیک حضرت حسان کا مندرجہ ذیل شعر اس بارہ میں عمدہ دلیل بن سکتا ہے۔ وہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تعریف کرتے ہوئے اس تہمت سے اپنی برأت بھی ظاہر کرتے ہیں۔

فان كان ما قد قيل عني قلته فلا رفعت سوطي الي انامليا

کہا جاتا ہے کہ میں نے ان کی شان میں کوئی گستاخانہ لفظ کہا ہے اگر یہ سچ ہے تو خدا کرے کہ میرا ایک ہاتھ ہی بالکل نکما ہو جائے

[2] جب نبی ﷺ نے اپنی ایک بیوی سے راز کی بات کی۔

کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ جب رب العزت کو اپنے حبیب کے گھرانے کی عزت وحرمت کا اتنا پاس ہے کہ کسی کا نام نہیں لیا تو ہم کو بھی اس بارہ میں جرأت نہیں کرنی چاہیے۔ بعض لوگ یہ بھی بحث کیا کرتے ہیں کہ وہ راز کیا تھا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ہم کو کوئی حق نبی ﷺ کے راز میں دخل دینے یا اس کے افشا کرنے کا نہیں۔

اقارب:..... عمر فاروق رضی اللہ عنہ (جو اشہر المشاہیر فی الاسلام ہیں) ان کے والد بزرگوار ہیں۔ وہ ۱۳ ر ہجری میں ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے بعد خلیفہ ہوئے تھے اور کسی ایک شخص نے بھی ان سے بیعت کرنے میں تامل یا انکار نہیں کیا تھا۔ دس سال چھ ماہ خلافت کی ۲۴ ر ذی الحجہ ۲۳ ھ کو شہید ہوئے، زخمی ہونے کے بعد انہوں نے اپنے قاتل کی بابت تفتیش کرائی، جب ان کو پتہ لگا کہ وہ ابولؤلؤ نصرانی ہے۔ تب فرمایا:

الحمد للہ الذی لم یجعل قتلی بید رجل یحاجنی بلا الہ الا اللہ۔

ترجمہ:..... خدا کا شکر ہے کہ میرا قتل ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں ہوا جو لا الہ الا اللہ کا سہارا لے سکتا ہو۔

یکم محرم ۲۴ ر ہجری کو انتقال ہوا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کے برادر شقیق ہیں۔ ان کا انتقال ۷۳ ھ میں مکہ میں ہوا تھا حضرت عبداللہ سے ۲۲۱۰ ر حدیثیں مروی ہیں۔[1]

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی والدہ زینب بنت مظعونؓ ہیں جو نہایت قدیم الاسلام تھیں۔ انہوں نے قبل از ہجرت مکہ میں وفات پائی تھی۔ ان کا سلسلہ نسب نبی ﷺ سے کعب میں شامل ہوجاتا ہے اور ان کی نانی کا سلسلہ نسب بھی کعب میں شامل ہوتا ہے۔ ان کے ماموں عثمان بن مظعون ہیں۔ ۱۳ ر افراد کے بعد اسلام میں داخل ہوئے، ذوالہجرتین ہیں۔ مہاجرین میں سے مدینہ میں سب سے پہلے ان کا انتقال ہوا تھا۔ نبی ﷺ نے کفنانے کے بعد ان کی پیشانی پر بوسہ دیا تھا اور اپنے فرزند ابراہیم علیہ السلام کی قبر ان کے پاس بنا کر فرمایا تھا: الحق بالسلف الصالح منا

ام المساکین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا:..... جاہلیت میں ان کا لقب ام المساکین تھا، ان کا پہلا نکاح طفیل سے ہوا دوسرا عبیدہ سے ہوا یہ دونوں نبی ﷺ کے عم زاد بھائی یعنی حارث بن عبدالمطلب کے فرزند تھے۔ ان کا تیسرا نکاح عبداللہ بن جحش سے ہوا۔ جو نبی ﷺ کے عمہ زاد ہیں اور ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں، جنگ احد میں وہ شہید ہوگئے تو نبی ﷺ نے ان سے نکاح کرلیا۔ نکاح کے بعد صرف دو مہینے یا تین مہینے زندہ رہیں، ماں کی جانب سے یہ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں۔

ام المؤمنین ام سلمہ (ہند) رضی اللہ عنہا:..... ہند بنت ابی امیہ لمعروف بزاد الراکب بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم نبی ﷺ سے پیشتر ام سلمہؓ حضرت ابوسلمہ (عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم) کے نکاح میں تھیں، ان ہر دو کا نسب عبداللہ بن عمر و مخزومی میں شامل ہوجاتا ہے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نہایت قدیم الاسلام ہیں اور ابوسلمہ غالباً گیارہویں شخص اسلام لانے والوں میں تھے۔ ابوسلمہؓ کی والدہ برہ بنت عبدالمطلب نبی ﷺ کی

---

[1] عمر فاروقؓ کی نسل ہندوستان میں بکثرت پائی جاتی ہے قطب الاقطاب خواجہ فرید شکر گنج حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی امام ربانی اور حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہم اللہ سب فاروقی ہیں۔ شاہ ابوالخیر عبداللہ دہلوی المسکین مجددی و فاروقی ہیں۔ حضرت خواجہ ضیاء معصوم صاحب ترین چار باغ کابل کا خاندان بھی اسی نژاد عالی سے ہے۔

حقیقی پھوپھی تھیں۔ علاوہ ازیں نبی ﷺ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ابوسلمہ رضی اللہ عنہ تینوں برادران رضاعی بھی ہیں۔

ام سلمہؓ نے اپنے شوہر کے ساتھ اول ہجرت حبش کی تھی اور پھر مکے میں واپس آ گئے تھے مگر رجب ابوسلمہ رضی اللہ عنہ وام سلمہ مع اپنے بچے سلمہ کے ہجرت مدینہ کے لیے نکلے تو ابوسلمہ کے گھر والوں نے ان کے بچے سلمہ کو چھین لیا اور کہا کہ تم جہاں چاہو جا سکتے ہو۔ مگر بچے کو جو ہمارے خاندان کا فرد ہے نہیں لے جا سکتے۔ علی ہذا ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھرانے والوں نے ام سلمہ کو چھین لیا کہ ام سلمہ کو جو ہمارے خاندان کی لڑکی ہے تم نہیں لے جا سکتے۔

ابوسلمہ نہایت قوی الاسلام اور راسخ العزم تھے۔ بیوی اور بچے کے چھن جانے پر بھی انہوں نے سفر ہجرت ترک نہ کیا اور خدا اور رسول خدا کی راہ میں چل پڑے۔ ام سلمہ مکے ہی میں رہیں۔ وہ ہر روز شام کو اس مقام پر آ بیٹھا کرتی تھیں۔ جہاں شوہر سے علیحدہ ہوئی تھی۔ ایک سال تک برابر روتی رہیں حتی کہ سنگ دل عزیزوں کا دل بھی ان کے گریہ وآہ وبکا پر نرما گیا۔ انہوں نے بچہ بھی دیدیا اور ان کو سفر کی اجازت بھی دے دی۔ یہ اللہ کی بندی یکہ وتنہا مدینے کو چل پڑیں۔ عثمان بن طلحہ جو کلید بردار بیت الحرام تھے گو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے لیکن ان کو ام سلمہ کی بے کسی و تنہائی پر رحم آیا وہ ساتھ ہو لیے۔ حضرت ام سلمہؓ کو اونٹ پر سوار کراتے خود پیدل چلتے منزل پر پہنچ کر ان سے دور جا کر ٹھہرتے، جب منزل بہ منزل مدینہ طیبہ کے قریب پہنچ گئے اور نخلستان مدینہ کے درخت نظر آنے لگے تو کہا: دیکھو! جس شہر میں تجھے جانا ہے وہ سامنے ہے، تم آگے بڑھو میں واپس جاتا ہوں یہ کہہ کر واپس چلے آئے۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں شریک ہوئے اور پھر جنگ احد میں زخمی ہوئے، زخموں میں جانبر نہ ہو سکے اور جمادی الآخر ۳ھ ہجرت میں انہوں نے شہادت کو موت پائی۔ مرتے وقت ان کی زبان پر تھا:

اللّٰھم اخلفنی فی اھلی بخیر (الٰہی! میرے کنبہ کی اچھی طرح نگہداشت فرمانا)

چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے نبی ﷺ کو جو محبت اور قرابت ابوسلمہ سے تھی اور مدت العمر انہوں نے اسلام میں جو صداقت اور استقامت دکھائی تھی۔ نیز ام سلمہؓ نے اسلام کے لیے ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ کرتے ہوئے جن سخت آزمائشوں کو پورا کیا تھا ان سب امور پر خیال کرتے ہوئے نبی ﷺ نے ام سلمہؓ سے نکاح کر لیا اور ان کے بچے عمر سلمہ اور لڑکیاں زینب و درہ حضور ﷺ کے ربیب تھے اور انہوں نے زیر تربیت نبی ﷺ پرورش پائی۔

اقارب:۔ ① ..... عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ ۲ ہجرت میں پیدا ہوئے تھے۔ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی جانب سے فارس اور بحرین کے حاکم رہے۔ ۸۳ھ میں وفات پائی۔ سعید بن مسیب اور ابوامامہ بن سہل اور عروہ بن زبیر نے ان سے احادیث کی روایت کی ہے۔ ② ..... سلمہ بن ابوسلمہ کے ساتھ نبی ﷺ نے امامہ بنت امیر حمزہ کا نکاح کر دیا تھا۔ انہوں نے عبدالملک کے عہد میں وفات پائی۔ ان سے روایت حدیث جاری نہیں ہوئی۔

③ ..... زینب بنت ابوسلمہ کا نکاح عبداللہ بن زمعہ الاسود الاسدی کے ساتھ ہوا تھا۔ یہ اپنے زمانہ میں سب عورتوں سے زیادہ فقیہ تھیں اور ان کی ولادت حبش میں ہوئی تھی جب ان کے والدین ہجرت حبش کر کے مکے سے گئے تھے۔

ان کا بیان ہے کہ یہ ابھی بچی ہی تھیں کہ نبی ﷺ غسل فرما رہے تھے، یہ حضور ﷺ کے قریب پہنچ گئیں۔ نبی ﷺ نے پیار سے ان کے منہ پر پانی کے چھینٹے پھینکے جس کی یہ برکت ہوئی کہ ان کے چہرے کی رونق اور

تازگی تازندگی شباب جیسی ہی قائم رہی۔ یوم الحرہ میں ان کے دونوں بیٹے مارے گئے تھے۔ دونوں کی لاشیں ان کے سامنے رکھی ہوئی تھیں، زینب نے کہا: ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' واللہ! ان دونوں کا مرنا میرے لیے بڑی مصیبت ہے لیکن ایک کی مصیبت دوسرے کی مصیبت سے بڑھ کر ہے۔ پہلا تو گھر میں رہا اور اس نے جنگ سے اپنے ہاتھ کو روکا اور مظلوم مارا گیا مجھے امید ہے کہ اسے جنت ملے گی۔ دوسرے لڑکے نے ہاتھ نکالا اور مارا گیا۔ اب میں یہ نہیں کہہ سکتی کہ اس کا انجام کیا ہوگا اور یہی وہ امر ہے جسے میں مصیبت عظمیٰ سمجھتی ہوں۔

④ ..... ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت ام سلمہؓ سے ایک حدیث موسیٰ بن عقبہ نے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے نجاشی کی موت اور اپنی مرسلہ ہدایا کی واپسی کی پیشین گوئی فرمادی تھی۔ ⑤ ..... درہ بنت ام سلمہ کا ذکر صحیح بخاری میں ہے کہ ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا تھا کہ کیا حضور درہ سے نکاح کرنے والے ہیں؟ فرمایا: اگر وہ میری ربیبہ بھی نہ ہوتی تب بھی وہ حلال نہ تھی، اس کا باپ ابوسلمہ تو میرا دودھ کا بھائی تھا۔ ⑥ ..... زہیر، عامر، عبداللہ، مہاجر ام المؤمنین کے بھائی اور عبداللہ و معید برادر زادے اور عبداللہ بن زمعہ بھانجے ہیں۔ ⑦ ..... عبداللہ کی ماں عاتکہ آنحضرت ﷺ کی پھوپھی ہیں۔ یہ ابتدائے اسلام میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شدید العداوت تھا لیکن عام الفتح کو توفیق ازلی سے قبل از فتح مکہ مدینے کو روانہ ہوئے اور راہ ہی میں آنحضرت ﷺ سے ملاقی ہوکر اسلام لائے اور عفو تقصیرات سے شاد کام ہوئے فتح مکہ اور حنین اور غزوۂ طائف میں شامل اور طائف ہی میں تیر کھا کر شہید ہوئے۔ ⑧ ..... عامر مؤلفۃ القلوب میں سے ہیں۔ ⑨ ..... مہاجر، حضرت ام سلمہؓ کے برادر شفیق ہیں، نبی ﷺ نے ان کو حارث بن عبد کلال حمیری شاہ یمن کے پاس بطور سفارت بھیجا تھا اور پھر صدقات کندہ اور صدف کا عامل بھی بنادیا تھا اور پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انکو یمن کی حکومت پر بھیجا تھا اور حضرموت میں قلعہ نجیر انہی نے فتح کیا تھا۔ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال مدینہ منورہ میں ۵۹ھ کو بعمر ۸۴ رسال ہوا۔ بعض نے ۶۰ھ میں روایت کیا ہے۔

مرویات: ..... ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کتب احادیث میں حسب ذیل ہیں:

صحیحین میں: ۱۳	صرف صحیح بخاری میں: ۳	صرف صحیح مسلم میں: ۱۳
دیگر کتب حدیث میں: ۳۴۹	کل: ۳۷۸	

ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے چچازاد بھائی ولید[1] کی وفات پر یہ اشعار فرمائے تھے:

یا عین فابکی الولید ابن الولید بن المغیرة
قد کان غیثا فی السنین و رحمة فینا و میرة
ضخم الہ سیعہ ماجدًا یسموا الی طلب الوتیرة
مثل الولید بن الولید الی الولید کفی العشیرة

ولید بن ولید اور خالد بن ولید اور حشام بن ولید اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا دادا ایک ہے۔ یعنی مغیرہ)

ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا: ..... زینبؓ بنت جحش بن ایاب بن یعمر بن صبیرہ بن مرہ بن کثیر بن غنم بن

---

[1] ولید بن ولید حضرت خالد بن ولید سیف اللہ کے بڑے بھائی اور ان سے مقدم الاسلام ہیں حضرت خالد کو رغبت اسلام انہی نے دلائی تھی۔ الاستیعاب

دودان بن اسد بن خزیمۃ الاسدی۔ ان کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب نبی ﷺ کی پھوپھی ہیں۔

حضرت زید بن حارثہؓ کا نسب عالی:..... ان کا پہلا نکاح زید بن حارثہ کے ساتھ ہوا تھا۔ زید بن حارثہ کا نسب آبائی قضاعہ تک منتہی ہوتا ہے اور ان کی ماں کا نسب بنی معن بن طی سے ملتا ہے گویا حضرت زید نجیب الطرفین تھے مگر لڑکپن میں ایک گروہ نے ان کو اٹھالیا اور سوق حباشہ میں (جو مکہ کے قریب سالانہ منڈی لگا کرتی تھی) فروخت کیا حکیم بن حزام ان کو خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے لیے خرید لائے۔ جب خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی ﷺ کے ساتھ ہوا تب انہوں نے نبی ﷺ کو زید ہبہ کر دیے۔ زید کے والدین ان کی تلاش میں تھے وہ پتہ لگاتے لگاتے مکہ معظمہ پہنچ گئے اور نبی ﷺ سے درخواست کی کہ زید کو واپس دیا جائے نبی ﷺ نے منظور فرمالیا۔ مگر زید پر نبی ﷺ کے الطاف واشفاق کا اس قدر گہرا اثر تھا کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو چھوڑنا پسند نہ کیا اور ماں باپ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ ان کے والدین نے بھی جب دیکھا کہ ان کا بیٹا اس گھر میں بحالت غلامی نہیں بلکہ فرزندانہ تربیت پا رہا ہے تو وہ بھی مطمئن ہو کر واپس چلے گئے نبی ﷺ کی الفت ومحبت دیکھ کر زید کو زید بن محمد ﷺ کا خطاب مل گیا تھا یہ سب واقعات بعثت نبوت سے پیشتر کے ہیں۔

اصلاح غلامی:..... نبوت کے بعد جن امور کی اصلاح نبی ﷺ نے فرمائی۔ ان میں غلاموں کی حالت کی درستی بھی تھی۔ نبی ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ لوگو تم نے ان کو غلام کیونکر بنالیا ماں کے پیٹ سے تو یہ آزاد پیدا ہوئے تھے۔ عملی طور پر یہ ثابت کرنے کے لیے کہ غلامی کا جھوٹا خطاب کوئی وقعت نہیں رکھتا اور کوئی شخص صرف اس وجہ سے کسی کا غلام نہیں ہوسکتا کہ اسے ایک نے زبردستی پکڑ کر بیچ ڈالا ہو اور دوسرے نے چند درہم دے کر خرید لیا ہو۔ نبی ﷺ نے ایک بہترین مثال قائم فرمانے کا ارادہ کیا چنانچہ یہ تجویز فرمائی کہ اپنی پھوپھی زاد زینب بنت جحشؓ کا نکاح زید سے کر دیں، یہ تجویز فی الواقع اسی غرض کے لیے تھی کہ غلامی کے عارضی خطاب کی حقارت ہمیشہ کے لیے دفن کر دی جائے اور کوئی شخص کسی شخص کو اس کے جائز حقوق انسانیت سے اس لیے محروم نہ ٹھہرائے کہ وہ کبھی خریدا یا بیچا گیا تھا۔ جو لوگ خاندانی غرور وتکبر پر مٹنے والے تھے وہ سید ولد آدم اور مصلح اعظم ﷺ کی اس تجویز پر آسانی سے متفق نہ ہوسکتے تھے اس لیے زینب اور ان کے اقرباء نے بھی اس رشتہ سے انکار کیا۔ (دار قطنی) مگر نبی کریم ﷺ نے جس اصلاح کا عزم فرمالیا اور جس بہترین مثال کے قائم کرنے کا قصد کر لیا تھا اس پر برابر قائم رہے حتی کہ قرآن مجید میں بھی اس آیت کا نزول ہو گیا۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۔ (سورۃ احزاب: ۳۶)

جب خدا اور اس کا رسول کسی امر کا فیصلہ فرمادے تب کسی مؤمن مرد یا عورت کے لیے اس کام میں اپنا کوئی اختیار نہیں رہتا۔

اس حکم کے بعد اقربائے زینب اور زینب رضی اللہ عنہا نے بھی رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے سامنے اپنے ذاتی اور قومی خیالات کو چھوڑ دیا اور اس نکاح کا ہونا انسانیت پر احسان عظیم ہوا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی خاص تعریف کی مستحق ٹھہریں۔ اب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہی کی شاندار زندگی سے ایک دوسری اصلاح کو مشتمل فرمائے۔ عام طور پر مختلف ممالک میں یہ رواج چلا آتا تھا کہ جب کسی شخص کے اولاد نہ ہوتی تو وہ کسی

دوسرے کے فرزند کو لے کر اپنا فرزند بنالیا کرتا۔ جسے متبنیٰ کہا جاتا۔ اس کے بعد شخص متبنیٰ اپنے باپ کی جانب اپنے آپ کو منسوب نہ کیا کرتا اور فرزندی میں لینے والا شخص اسے اپنا بیٹا کہہ کر پکارا کرتا۔ یہ رسم فی الحقیقت قدرت خداوندی کا گستاخانہ جواب تھی۔ متبنی کرنے والا شخص گویا خدا سے یہ کہا کرتا تھا کہ اگر تو نے مجھے فرزند نہیں دیا تو کیا ہوا۔ یہ دیکھا میں نے بیٹا حاصل کر ہی لیا۔ اس کے علاوہ۔

تبنیت کے کڑوے پھل:..... اس رسم کا خاندانی وارثان بازگشت کے حقوق پر زہریلا اثر پڑتا تھا کیونکہ ورثاء تو حقیقی طور پر وارث ہوتے تھے اور یہ محروم کنندہ مصنوعی طریقہ سے وارث بنایا جاتا تھا۔ خصوصاً جب املاک و جائیداد جدی پیدا کردہ ہوتی تھیں تب رسم تبنیت سے تمام خاندان میں خصومتوں اور عداوتوں کو بنیاد قائم ہو جاتی تھی اور کبھی ختم نہ ہونے والے جھگڑے برپا ہو جاتے تھے۔

ب:..... بننے والا فرزند جو شجرہ خاندان سے شاخ بریدہ کی مانند ہوتا تھا، اس کے دل اور روح میں یہ حقیقت ہمیشہ خار کی طرح کھٹکتی رہتی تھی کہ اس نئے خاندان سے سچ مچ اس کا کوئی تعلق خون کا نہیں بلکہ اس دکھاوے کی ساری بنیاد ظاہری اور اوپری رسوم پر ہے، وہ اگر اپنے برادران حقیقی کو اچھی حالت میں دیکھتا تو ان پر حسد رکھتا تھا اور اگر اس کے برادران حقیقی اسے اچھی حالت میں دیکھتے تو اس سے حسد کیا کرتے تھے۔

ج:..... تبنی کرنے والا اگرچہ متبنیٰ کو اس کے لڑکپن میں بڑے لاڈ چاؤ سے پرورش کیا کرتا لیکن اس کے بلوغ کے بعد جب دیکھتا کہ اس شخص کے خاندانی اوصاف سے وہ متبنیٰ کس قدر معرا ہے اور اس کے اقارب کے ساتھ اس کو کس قدر بے گانگی ہے اس کا دل بھی بجھ جاتا۔

د:..... اِدھر اس کا اصلی باپ جس نے اپنے ثمرۃ الفواد سے خود محرومی گوارا کی تھی اور جس کے قلبی تعلق کو ظاہری رسوم قطع نہیں کر سکتے ہیں۔ جب دوسرے گھر میں اپنے فرزند کو کسی مصیبت میں دیکھتا تو وہ جھٹ اس مصیبت کو اپنے ہی فعل کا نتیجہ قرار دیتا اور اس پر وہ خود اپنے کو ملامت کرتا اور اپنے کیے پر پچھتاتا۔

تبنیت کی تشبیہ خضاب سے:..... ان تمام احوال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تبنیت کا مصنوعی اثر ہر جگہ کڑوا پھل ہی ثابت ہوتا تھا۔ ہاں اس بناوٹی حالت کو خضاب کے ساتھ تشبیہ دی جاسکتی ہے جس کی بابت کوئی شاعر کہہ گیا ہے:۔

"آخر تو کھل ہی جاتی ہے رنگت خضاب کی"

اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اسلام اس رسم زبوں کی بھی اصلاح کرے اور خدا کا رسول ﷺ جو عالم کے لیے رحمت اور دنیا کے لیے مصلح اعظم ہے خود اپنی نورانی شخصیت اور وجود پاک سے ایک زبردست برہان اس کے بطلان پر قائم فرمائے۔ قرآن مجید میں بہت پہلے سے یہ نازل ہو چکا تھا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ (۳۳:۴۰) محمد تم مردوں میں سے کسی کا بھی باپ نہیں ہے۔

نیز قرآن مجید میں بہت پہلے یہ نازل ہو چکا تھا: وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ (سورۃ احزاب)

ترجمہ: خدا نے تمہارے منہ بولے شخصوں کو تمہارا بیٹا نہیں بنایا، یہ تمہاری باتیں اپنے ہی منہ کی ہیں اور اللہ سچ سچ

فرماتا ہے اور سیدھے رستے پر چلاتا ہے۔ ایسے شخصوں کو ان ہی کے باپوں کے نام سے پکارا کرو۔ خدا کے ہاں یہی بات ٹھیک انصاف کی ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی دنیا بھر کے لیے نمونہ ہے:..... ہر دو آیات بالا میں نہایت وضاحت اور زور قوت سے اس جھوٹی رسم کا بطلان کر دیا گیا تھا۔ جس کے اندر نہ صرف اکیلا عرب بلکہ سارا جہاں گرفتار تھا۔ لیکن رسم اتنی قدیم تھی اور اس قدر مستحکم تھی کہ اس کے ساتھ ایک زبردست نمونہ کی ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ فرما چکا تھا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورۃ الاحزاب: ۲۱)

کہ ساری دنیا کے لیے زندگی کا بہترین نمونہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

اس لیے اس جہالت کا پہاڑ اکھاڑ پھینکنے اور بطلان کا سمندر پاٹ دینے کے لیے نبی ﷺ ہی کو نمونہ بنایا گیا اور اس کی تقریب یہ ہوئی کہ زینب کی اپنے شوہر کے ساتھ نہ بنی۔ وہ زید بن حارثہ جو اپنے حلم و تقوی سے ام ایمن جیسی بیوی کے ساتھ جو عمر میں زید سے قریباً دو چند بڑی بیوہ اور حبشی الاصل تھی خوش خوش بسر کر رہا تھا۔ زینب کے ساتھ بسر نہ کر سکا اور نوبت بجائے رسید کہ نبی ﷺ کے گوش مبارک تک انہوں نے شکایت پہنچائی۔ نبی ﷺ نے زید کو اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ کی نصیحت فرمائی اور وَاتَّقِ اللّٰهَ کہہ کر اسے زیادہ برداشت کے لیے آمادہ بھی بنایا۔

خاوند بیوی کا رشتہ:..... لیکن خاوند بیوی کا عجب رشتہ ہے کہ جب دل پھٹ جاتا ہے تو کوئی نصیحت بھی کارگر نہیں ہوتی۔

زیدؓ نے زینبؓ کو طلاق دے ہی دی، اس طلاق کا اثر زینب اور اس کے خاندان پر کیا ہوگا۔ اندازہ لگایا جا سکتا ہے وہ تو زیدؓ کو پہلے ہی سے اس شادی کا اہل نہ سمجھتے تھے، انہوں نے جو کچھ کیا تھا اپنے پسند و اختیار کو چھوڑ کر صرف حکم خدا اور رسول پر عمل کیا تھا اور یہ بات ان کے سان گمان سے بھی باہر تھی کہ حکم خدا اور رسول ﷺ پر عمل کرتے ہوئے زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق کی ذلت بھی اٹھانی پڑے گی اور اسے دنیا کے منہ سے یہ بھی سننا پڑے گا کہ اس میں شوہر کی اطاعت کی قابلیت ہی نہیں۔ اس طلاق کا نبی کریم ﷺ پر کیا اثر ہوا ہوگا۔ اول تو حضور ﷺ کی اس مصلحت دینیہ کو صدمہ پہنچا جس کے استحکام کے لیے اس نکاح پر حضور ﷺ نے زور دیا اور اپنے خاندان کی ممتاز عورت کو ایک ایسے شخص سے تزویج پر رضامند کیا جو غلام ہو کر بکا تھا اور مولیٰ [1] کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ دوم زینب رضی اللہ عنہا اور اس کے خاندان والوں کی اطاعت اور اس اطاعت کے ضمن میں ان کی آماج مصیبت ہونے کا واقعہ بھی حضور ﷺ کے رحم پرور قلب کے لیے کچھ کم صدمہ رساں نہ تھا۔ اس پیچیدہ حالت میں اللہ تعالیٰ کی وحی قرآنی حضور ﷺ کو مطلع کرتی ہے کہ زینب رضی اللہ عنہا کو ام المؤمنین کا درجہ عطا کیا گیا اب خدا کا نبی بذات خود اس کی دل شکنی کا معاوضہ ہو گیا۔

جواز تبنیت میں کوئی تاویل نہیں چل سکتی

اللہ اکبر! ایک وقت تھا جب ایک رسم کی پابندی نے زینب رضی اللہ عنہا کو زید سے شادی کرنے میں روک دیا تھا اور ایک وقت وہ ہے جب رسم کے اندر پھنسے ہوئے عوام کے خیال سے نبی ﷺ نے حضرت زینب سے شادی کرنے میں تامل فرمایا۔ لیکن خدا کا حکم پورا ہوا اور نبی ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو بطور زوجہ قبول فرمایا، اب

---

[1] آزاد کردہ غلام کو مولیٰ کہا کرتے تھے۔

متبنیٰ گری کی اس رسم کی جڑیں کٹ گئیں جس نے دنیا بھر کو مغالطہ میں ڈال رکھا تھا۔ اس بطلان کے بت کو چکنا چور کر کے سمندر میں پھینک دیا گیا۔ کیونکہ اسلام قرار دے چکا تھا کہ فرزند کی بیوی ہمیشہ کے لیے اس کے باپ پر حرام ہوتی ہے اب کہ زید کی بیوی کو حکم قرآنی سے نبی ﷺ کی بیوی بنا دیا گیا تو تبنیت کی تائید میں کسی بھی چھوٹی بڑی تاویل کی گنجائش نہ رہی۔ کچھ تعجب نہیں کہ اس زمانہ کے کافر اپنی پرانی رسم کو برپا ہوتے دیکھ کر روئے چلائے ہوں اور انہوں نے اس جھوٹی رسم کا رونا روتے ہوئے نبی ﷺ یا قرآن پاک کی شان میں اس رسم کے قاتل ہونے کی وجہ سے کچھ کچھ الفاظ کہے ہوں لیکن آپ تعجب کریں گے کہ اب ہمارے زمانہ میں سب سے زیادہ عیسائی لوگ اور مسیحی منا داس قصہ سے اپنی ناراضگی ظاہر کیا کرتے ہیں۔

عیسائی اس قصہ پر کیوں معترض ہیں:..... ہمارے لیے قابل غور یہ امر ہے کہ عیسائیوں کو اس واقعہ سے رنجیدہ و ملول ہونے کی خاص وجہ کیا ہے۔ کیا تورات نے تبنیت کو حق ٹھہرایا ہے۔ کیا مسیح نے تبنیت کو جائز تسلیم کیا ہے اور ایک حرف بھی اس کے جواز میں کہا ہے۔ اگر نہیں تو عیسائیوں کو کیوں رنج ہے؟

ہاں! رنج کی وجہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کے اس مبارک نکاح سے نہ صرف کافروں کی رسم تبنیت ہی کا بطلان ہوا بلکہ تثلیث کا بطلان بھی ساتھ ساتھ ہو گیا۔ کیونکہ جب اسلام نے ثابت کر دیا کہ ایک انسان کو دوسرے انسان کا بیٹا کہنا ایسی حالت میں کہ دونوں کے درمیان خون کا رشتہ نہ ہو بالکل جھوٹ، کامل افترا اور صریح بہتان ہے، تب یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ایک انسان کو خدا کا بیٹا کہنا قطعاً و حتماً باطل ہے پورا پورا افترا ہے اور صریح بہتان ہے اور کھلم کھلا دروغ کیوں کہ انسان کو خدا کے ساتھ کوئی مشابہت ہے ہی نہیں یہ جسم اور روح سے مرکب انسان جو سینکڑوں حوائج انسانی کا محتاج ہے جو ایک دن پیدا ہوا ہے اور اس سے پہلے نہ تھا جو ایک دن مر جائے گا وہ لقمہ فنا ہوگا۔ کیونکر اس حی القیوم زندہ خدا کا فرزند ہو سکتا ہے جس کی ذات سرمدی ازل سے بھی اول اور ابد سے بھی آخر ہے۔

پس یہی ہے وہ راز جس کی وجہ سے عیسائی واعظین اس قصے سے زیادہ ناراض رہا کرتے ہیں۔

ہمارا مقصود اس جگہ صرف زینب رضی اللہ عنہا کی سیرت لکھنے کا تھا اور ہم کو اپنی تحریر صرف مقصود کے اندر محصور رکھنی چاہیے۔ تمام واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا وجود تعلیم اسلام کے اظہار رسوم ضالہ کے ابطال میں بہت بڑی برکت ثابت ہوا ہے اور اسی لیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کی شان میں فرمایا کرتی تھیں۔

هی التی تساوینی فی المنزلة عند رسول الله صلی الله علیه وسلم۔

ترجمہ:..... زینبؓ ہی ہے جو بارگاہ رسول اللہ ﷺ میں میری منزلت میں برابر برابر تھی۔

جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی ﷺ سے ہوا اس وقت ان کی عمر ۳۶ سال[1] کی تھی اور اسلام میں حجاب کا حکم اس وقت تک نازل نہ ہوا تھا۔ ان دونوں فقروں کو یاد رکھنے کے بعد کوئی شخص اس لغو داستان کو باور نہ کر سکے گا کہ آنحضرت ﷺ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے حسن کو یکا یک دیکھ کر ان پر مائل ہو گئے تھے زینب رضی اللہ عنہا تو نبی کریم ﷺ کی حقیقی پھوپھی کی بیٹی ہیں۔ آنکھوں کے سامنے پلیں بڑھیں ان کی شکل وصورت کیونکر

---

[1] انسان العیون نے ۳۵ سال کی بتائی ہے مگر حساب سے ۳۶ سال نکلتی ہے۔

آنحضرت ﷺ سے پوشیدہ رہ سکتی تھی۔ خصوصاً جب پردے کا حکم بھی ابھی جاری نہ ہوا تھا۔ پھر ۳۶ رسالہ عورت کا حسن اور وہ بھی عرب جیسے گرم ملک کی عورت جہاں عورتوں کا شباب جلد ڈھل جاتا ہے ایسا کیونکر مانا جا سکتا ہے کہ زید رضی اللہ عنہ ایک آزاد کردہ غلام تو اس سے بیزار ہو جائے اور سید الانبیاء امام الاتقیاء اس پر شیفتگی کا اظہار کریں عقل اور عادت تجربہ اور مشاہدہ ایسی واہی باتوں کی تکذیب کے لیے کافی ہیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ۲۰ھ میں وفات پائی۔ (کتاب الاستیعاب) اس وقت ان کی عمر ۵۲ رسال کی تھی ان کی کنیت ام الحکم لکھی ہوئی ہے۔[1]

اقارب:..... ان کے تین بھائی، عبداللہ (المجدع فی اللہ) ابواحمد عبداللہ اور عبیداللہ اور تین بہنیں زینب حمنہ اور ام حبیبہ ہیں۔

عبداللہ بن جحش نہایت قدیم الاسلام ہیں ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ سے مشرف ہوئے ان کو ۲ھ میں نبی ﷺ نے بطن نخلہ کی جانب ۱۲ مہاجرین پر افسر کر کے روانہ کیا اور امیر المؤمنین کے خطاب سے معزز فرمایا۔ بدر اور احد میں شریک ہوئے اور احد ہی میں شہید ہو کر حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی قبر میں مدفون ہوئے۔

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ احد سے پہلے مجھ سے عبداللہ نے کہا۔ آؤ! ہم خدا سے اپنی اپنی آرزوؤں کی دعا کریں۔ میں نے کہا: اچھا! ہم ایک کنارہ ہو گئے، پہلے میں نے دعا کی الٰہی! جب کل دشمن سے مقابلہ ہو تو میرا مقابلہ ایسے شخص سے ہو جو حملہ میں بھی سخت ہو اور مدافعت میں بھی پورا ہو۔ میں اور وہ لڑیں میرا لڑنا تیرے لیے ہو پھر مجھے فتح ہو میں اسے قتل کروں اور اس کا سامان لے لوں۔ میری اس دعا پر عبداللہ نے کہا آمین پھر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے دعا کی۔

ایک شہید کی تمنا اور دعا

اللھم ارزقنی غدار جلاشدیدا باسہ شدیدا حروہ اقاتلہ فیک ویقاتلنی فیقتلنی ثم یاخذنی فیجدع انفی واذنی فاذا لقیتک قلت یا عبداللہ فیھم جدع انفک واذنک فاقول فیک وفی رسولک فیقول صدقت۔

ترجمہ:..... الٰہی کل ایسے مرد سے جوڑ ہو جو حملہ اور مدافعت میں کامل ہو ہم دونوں لڑیں میرا لڑنا تیری راہ میں ہو پھر وہ مجھے قتل کر ڈالے پھر جب میں تیرے سامنے حاضر ہوں تو دریافت فرمائے کہ عبداللہ تیری ناک اور کان کیوں کاٹے گئے؟ تب میں عرض کروں تیری راہ میں تیرے رسول کی راہ میں۔ تب تو فرمائے کہ ہاں سچ کہتا ہے۔

ایک قوم کی آزادیٔ مذہب کا سلب کر لینا قتل واحد سے زیادہ سخت ہے:..... حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ عبداللہ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی، چنانچہ یہ بزرگوار اسی کیفیت سے شہید ہوئے۔ بطن نخلہ کے متعلق ان کے اشعار ہیں:

تعدون قتلاً فی الحرام عظیمۃ واعظم منہ لویری الرشد ارشد

حرمت کے دنوں میں قتل کو بہت بڑا سمجھے ہو لیکن اگر وہ عقل والا غور کرے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ قتل سے بڑھ کر یہ ہے

صدو کمو عما یقول محمد وکفر بہ و اللہ راء و شاھد

کہ تم لوگوں کو محمدؐ کی تعلیم سے روکتے اور خود کفر پر اڑے ہوئے ہو خدا تمہاری حالتوں کو دیکھ رہا ہے (وہاں قتل سے بھی بڑھ کر تمہارا یہ فعل ہے)

---

[1] مدارج النبوت شاہ عبدالحق مگر اس کنیت کی وجہ معلوم نہ ہوئی ممکن ہے کہ صرف توصیفی کنیت ہو۔

و اخراجکم من مسجد الله أهله لئلا یری لله فی البیت ساجد

کہ تم نے مسلمانوں کو بیت اللہ سے اس لیے نکال دیا ہے کہ خدا کو سجدہ کرنے والا ایک شخص بھی نظر نہ آئے (مطلب ہے کہ ایک قوم کی آزادی مذہب کا سلب کر لینا قتل واحد سے زیادہ سخت ہے

فانا وان عیرتمونا بقتله و ارجف بالاسلام باغ و حاسد

اگر چہ تم اس قتل پر ہم کو الزام لگاتے ہو اور اسلام کی بابت ہر ایک باغی و حاسد نے بہت کچھ بکواس بھی کی ہے

سقینا من ابن الحضرمی رماحنا بنخلة لما اوقد الحرب واقد

لیکن بات یہ ہے کہ جب خواہ مخواہ جنگ کرنے والے نے جنگ کی آگ کو سلگایا تب ہم نے نخلہ میں اپنے نیزے کو ابن الحضرمی کے خون سے سیراب کیا

ابواحمد عبداللہ شاعر تھے انہوں نے بھی ہجرت حبش و مدینہ کی تھی ان کی ظاہری آنکھیں نہ تھیں۔ فارعہ بنت ابوسفیان اموی ان کے گھر میں تھیں۔ ۲ھ میں اپنی بہن ام المؤمنین زینب کے بعد وفات پائی۔ ہجرت کے متعلق ان کے اشعار ہیں:

لنا راتنی ام احمد غادیا بذمة من اخشی بغیب وارهب

جب میری بیوی ام احمد نے بھی مجھے دیکھا کہ میں خدا کے بھروسے پر سفر کو تیار ہوں وہ خدا جس سے میں بن دیکھے ڈرتا ہوں

تقول فاماکنت لابد فاعلا فیمم بنا البلد ان ولتناء یثرب

تب اس نے کہا اگر یہاں سے جانا ہی ہے تب ہمیں کسی اور شہر میں لے چل اور یثرب کا خیال چھوڑ دے

فقلت لها بل یثرب الیوم وجهنا وما یشا الرحمن فالعبد یرکب

میں نے کہا اب تو یثرب ہی ہمارا مقصود ہے اور عبداللہ تو ادھر ہی جائے گا جدھر رحمن چاہتا ہے

الی الله وجهی والرسول ومن یقم الی الله یوما وجهه لا یخیب

میرا رخ خدا اور رسول کی جانب ہے اور جس نے آج اپنا رخ خدا کی جانب کر لیا وہ خسارے میں نہ رہے گا

فکم قدتر کنا من حمیم منا صح وناصحة تبکی بدمع وتندب

ہم نے بہت سے گرم جوش خیر خواہ دوستوں کو چھوڑا اور خیر خواہ بیوی روتی اور چلاتی سے منہ موڑا ہے

تری ان وترا فائتا عن بلادنا ونحن نری ان الرغائب نطلب

جو سمجھتی تھی کہ ہمارا شہر سے جانا تباہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہم اپنے مقصد کی تلاش میں جا رہے ہیں

دعوت بنی غنم لحقن دمائهم وللحق لما لاح للناس ملحب

میں نے بنی غنم سے کہا کہ خون ریزی سے بچو یہ سچی بات تھی جو سیدھی سڑک جیسی ہے

اجابوا بحمد الله لما دعا هموا الی الحق داع والنجاح فاذهبوا

الحمدللہ کہ جب حق اور نجات کے لیے داعی نے ان کو بلایا تو انہوں نے کہنا مان لیا اور وہ سب ہجرت کر کے مدینے چلے آئے

وکنا و اصحابا لنا فارقوا الهدی اعانوا علینا بالسلاح واجلبوا

اب ہم اور ہمارے وہ پرانے ساتھی جو ہدایت سے دور پڑ کر ہمارے خلاف ہتھیار اور جماعت فراہم کر رہے ہیں

کفوجین اما منهما فموفق علی الحق مهدی و فوج معذب
دو جماعتیں بن گئی ہیں جن میں سے ایک تو حق پر ہدایت یافتہ اور توفیق یافتہ ہے دوسری گمراہ مخذول اور معذب ہے

طغواو تمنو کذبة وازلهم عن الحق ابلیس وخابوا وخیبوا
انہوں نے سرکشی کی اور خوب جھوٹ کے طوفان باندھے اور شیطان نے ان کو حق سے پھسلایا یہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

ورعنا الی قول النبی محمد فطاب ولاة الحق منا وطیبوا
ہم تو محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمودے پر جھک پڑے ہیں اور ان کے فدائیوں کے حالات اور افعال پاک بن گئے ہیں

تمت بارحام الینا قریبة ولا قرب بالا رحام اذلا تقرب
ہم نے قریب کی رشتہ داریوں سے توسل ڈھونڈا مگر رشتہ داری کب کام آتی ہے جب رشتہ دار ہی قریب نہ آئیں

فای بن اخت بعدنا یامننکم وایة صهر بعد صهری مرقب
بتاؤ کہ ہمارے بعد اب کون سا بھانجا ہوگا جو تم پر بھروسہ کرے گا اور کون سا داماد ہوگا جو تم سے فلاح کی امید کرے گا کیونکہ میں تو بھانجا بھی تھا اور داماد بھی اور تم نے میرا لحاظ نہ کیا

ستعلم یوما اینا اذا تزا یلوا وزیل امر الناس للحق اصوب
عنقریب اس روز جب مؤمن ومشرک کی الگ الگ جماعت بندی کی جائے گی اور ہر ایک حالت نمایاں کی جائے گی یہ دشمن جان لیں گے کہ ہم میں سے حق پر کون تھا۔

عبیداللہ بن جحش جو بھائیوں کے ساتھ حبش چلا گیا تھا بڑا شرابی تھا۔ عیسائی ہو گیا اور وہیں مر گیا۔

خواہران ام المؤمنین ..... ام حبیبہ بنت جحش ؓ جس کا نام حبیبہ ہے، زید بن حارثہ ؓ کے گھر میں تھیں۔ حمنہ، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ المقری الانصار کے گھر میں تھیں، وہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تو طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا۔ محمد اور عمران ان کے فرزند ہیں۔

ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا:

جویریہ بنت الحارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن خزیمہ (وہو المصطلق) من خزاعہ۔ ۵ ہجری میں غزوۂ مریسیع میں اسیر ہو کر آئیں۔ ثابت [1] بن قیس بن شماس القاری نے ان کو اسیر کیا اور پھر مکاتب کر دیا تھا۔ یہ نبی ﷺ کی خدمت میں زر کتابت مانگنے کے واسطے آئیں۔ انہوں نے پہلے تو یہ کہا کہ میں مسلمان ہوں۔ (مدارج النبوۃ) اور پھر بتایا کہ وہ حارث بن ابی ضرار سید قوم کی بیٹی ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ کیا یہ ٹھیک نہیں ہے کہ تیرے لیے اس سے بھی بہتر سلوک کیا جائے؟ جویریہ ؓ نے پوچھا وہ کیا؟ فرمایا: زر کتابت بھی ادا کروں

---

[1] ثابت رضی اللہ عنہ کو خطیب رسول اللہ کہا کرتے۔ نبی ﷺ نے ان کو تعیش حمیدا و تقتل شهیدا فرمایا تھا یہ جنگ یمامہ میں بعہد خلافت صدیقی شہید ہوئے اس جنگ میں مسلمانوں کی صف میں رخنہ پڑ گیا تو انہوں نے نہایت حسرت سے کہا کہ ہم عہد نبوی ﷺ میں یوں نہیں لڑا کرتے تھے پھر عطر حنوط لگایا حملہ کیا اور شہادت پر فائز ہوئے جویریہ کو مکاتب کرنے کے وقت ان کی عمر ۳۰ سال کی تھی۔

اور تجھ سے خود شادی بھی کرلوں۔ جویریہ نے خوشی سے مان لیا۔ لوگوں کو خبر ہوئی تو انہوں نے بنو المصطلق کے سب قیدیوں کو جو سو سے زیادہ تھے چھوڑ دیا کہ یہ آنحضرت ﷺ کے رشتہ دار ہو گئے ہیں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: فما رایتا امراۃ کانت اعظم برکۃ علی قومھا منھا۔ (ابوداؤد عن عائشۃ)

ترجمہ: میں کسی عورت کو نہیں جانتی جو اپنی قوم کے لیے جویریہ سے بڑھ کر برکت والی ہو۔

ان کی پہلی شادی مسافح بن صفوان مصطلقی سے ہوئی تھی۔ ربیع الاول ۵۶ھ میں وفات پائی۔ (الاستیعاب)

عمر بوقت انتقال ۶۵/۷۰ سال کی تھی۔ (مدارج النبوۃ)

ایک روز نبی ﷺ ان کے گھر سے نماز صبح کے لیے تشریف لے گئے اس وقت یہ مصلے پر تھیں بوقت چاشت نبی کریم ﷺ واپس تشریف لائے تو یہ مصلے ہی پر بیٹھی تھیں نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا تم اسی وقت سے یہاں بیٹھی ہوئی ہو۔ انہوں نے کہا ہاں فرمایا میں نے یہاں سے جانے کے بعد ایسے چار کلمات کہے ہیں کہ اگر ان کو تیرے ورد کے ساتھ وزن کیا جائے تو بھاری اترے وہ کلمات یہ ہیں:

سبحان اللہ و بحمدہ عدد خلقہ ورضی نفسہ وزنۃ عرشہ ومداد کلماتہ۔ (أخرجہ الخمسۃ الا البخاری)

ایک دفعہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا جمعے کے دن روزے سے تھیں نبی ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تمہیں کل بھی روزہ تھا۔ کہا: نہیں، فرمایا: کل کو بھی روزہ رکھنے کی نیت ہے۔ کہا نہیں۔ فرمایا تو افطار کر دو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صرف جمعے کے دن روزہ رکھنے کو پسند نہیں فرمایا۔ صحیحین میں بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے۔

لایصوم احدکم یوم الجمعۃ الا ان یصوم قبلہ اوبعدہ۔ (صحیحین عن ابی ھریرۃ)

کوئی شخص جمعہ ہی کا روزہ نہ رکھے۔ رکھے تو ایک دن آگے یا پیچھے بھی روزہ رکھے۔

ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا عابدہ وزاہدہ تھیں۔

مرویات حدیث:	صحیح بخاری میں ۲۔	صحیح مسلم میں: ۲۔	دیگر کتب میں: ۳	کل ۷ ہیں۔ (مدارج النبوۃ)

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبداللہ بن حارث ہیں۔ یہ اپنی قوم کے قیدیوں کی رہائی کے متعلق آنحضرت ﷺ سے گفتگو کرنے آئے تھے ان کے ساتھ چند مادہ شتر اور ایک حبش لونڈی تھی۔ یہ ان سب کو پہاڑ کی ایک گھاٹی میں چھپا کر چھوڑ گئے تھے۔ جب انہوں نے نبی ﷺ سے رہائی اسیراں کی بابت گفتگو کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم فدیے کے لیے کیا لائے ہو؟ عبداللہ نے کہا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ اونٹنیاں کیا ہوئیں، لونڈی کدھر گئی۔ جسے تم فلاں جگہ چھپا کر آئے ہو؟ اب تو عبداللہ حیران ہوا، اس نے عرض کیا کہ میرے ساتھ اور کوئی بھی شخص نہ تھا اور مجھ سے پہلے حضور ﷺ کے پاس ادھر سے اور کوئی آیا بھی نہیں۔ میں اسلام لاتا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں نبی ﷺ نے فرمایا:

لك الھجرۃ حتی تبلغ برك الغماد۔ (کتاب الاستیعاب) [1]

ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے دوسرے بھائی عمرو بن الحارث ہیں ان سے یہ حدیث روایت کی گئی۔

---

[1] برک الغماد: ایک مقام کا نام ہے جو مکے سے پانچ منزل ہے (منتہی الارب)۔

تَاللّٰہِ مَاتَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهٖ دِيْنَارًا اَوْ دِرْهَمًا وَلَا عَبْدًا وَّلَا اَمَةً وَّلَا شَيْئًا اِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَسِلَاحَهٗ وَاَرْضًا تَرَكَهَا صَدَقَةً۔

ترجمہ:..... خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے موت کے وقت نہ اشرفی چھوڑی نہ روپیہ نہ غلام نہ لونڈی نہ کوئی اور چیز صرف ایک سفید رنگ کا خچر تھا یا ہتھیار تھے یا کچھ زمین تھی جسے آپ نے صدقہ فرما دیا ہے۔

ان کی بہن کا نام عمرہ بنت الحارث ہے جو اس حدیث کی راویہ ہیں: اَلدُّنْيَا خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ[1] (کتاب الاستیعاب)

ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا:..... ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، رملہ بنت ابوسفیان بن امیہ بن عبدالشمس بن عبدمناف بن قصی۔

ان کی ماں صفیہ بنت ابوالعاص بن امیہ ہے۔ نہایت قدیم الاسلام ہیں ان کا پہلا شوہر عبیداللہ بن جحش تھا جو حبش کو ہجرت کر گیا۔ دائم الخمر تھا اس لیے عیسائیوں میں بیٹھ کر عیسائی ہو گیا، مگر ام حبیبہ اسلام پر قائم رہیں۔ اسلام کے لیے انہوں نے باپ، بھائی خویش وقبیلہ اور وطن کو چھوڑا تھا۔ پردیس میں خاوند کا سہارا تھا۔ ارتداد سے وہ بھی جاتا رہا۔ نبی ﷺ کو ان کا حال معلوم ہوا تو عمرو بن امیہ الضمری کو ملک حبشہ کے پاس بھیجا اسے تحریر فرمایا تھا کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو آنحضرت ﷺ کا پیام شادی پہنچائے۔

بادشاہ نے اپنی ایک لونڈی جو بادشاہ کی ملبوسات وعطریات کی تحویل دار تھی۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اس سے پیشتر خواب میں دیکھ چکی تھیں کہ ان کو کوئی شخص ام المؤمنین کہہ کر پکار رہا ہے، اب لونڈی سے یہ پیغام سن کر انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور شکرانہ میں لونڈی کو اپنا تمام زیور جو جسم پر تھا، عطا فرمایا۔ نجاشی نے مجلس نکاح خود منعقد کی جس میں حضرت جعفر اور دیگر جملہ مسلمان مدعو تھے نجاشی نے خطبہ پڑھا:

أالحمدللّٰه الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن العزيز الجبار المتكبر أشهد أن لا اله الا اللّٰه وأشهد أن محمدا رسول اللّٰه وانه الذى بشربه عيسى بن مريم صلى اللّٰه عليهم وسلم أما بعد فان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كتب الى أن ازوجه أم حبيبة بنت أبي سفيان فاجبت الى ما دعا اليه رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وقد اصدقتها اربع مائة دينارا۔

اس کے بعد اس نے قوم کے سامنے دینار رکھ دیے۔

پھر حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے جو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے وکیل تھے۔ خطبہ پڑھا:

الحمدللّٰه احمده واستعينه واشهدان لا اله الا اللّٰه وان محمدا عبده و رسوله ارسله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولوكره المشركون اما بعد! فقد اجبت الى مادعا اليه رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وزوّجته ام حبيبة بنت ابي سفيان فبارك اللّٰه رسوله عليه السلام۔

اس کے بعد نجاشی کی جانب سے جملہ حاضرین کو کھانا کھلایا گیا۔ نجاشی نے بیان کیا کہ انبیاء کی سنت یہ ہے کی تزویج کے بعد کھانا ہوتا ہے۔ (الاستیعاب)

ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ۴۴ھ میں مدینے میں وفات پائی۔ وفات کے وقت حضرت عائشہ وام سلمہ رضی اللہ عنہما سے

---

[1] ترجمہ یہ ہے: دنیا شاداب وشیریں لگتی ہے۔

کہا کہ سوت عورتوں کے درمیان کبھی کچھ نوک جھونک ہوجایا کرتی ہے جو کچھ میں نے کہا سنا ہو مجھے معاف کردو۔ دونوں نے کہا کہ ہم خوشی سے معاف کرتی ہیں ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم نے مجھے شادماں کیا، خدا تم کو شادماں کرے۔ ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا پاکیزہ ذات حمیدہ صفات جَوّاد و عالی ہمت تھیں ان کی مرویات حسب ذیل ہیں:

متفق علیہ: ۲۔	صحیح مسلم: ۱۔	دیگر کتب احادیث: ۶۲۔	کل ۶۵

ان کی بیٹی حبیبہ، ربیبۃ النبی ﷺ ہیں، یہ مکہ میں پیدا ہوئی تھیں اور والدین کے ساتھ ہجرت حبشہ کی تھی۔

ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں سے وہ قصہ ہے جسے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ امام اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ ان کا باپ ابوسفیان تجدید صلح کے لیے مدینہ منورہ میں آیا۔ اپنی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ملنے گیا، ابوسفیان بستر پر بیٹھنے لگا تو انہوں نے بستر لپیٹ دیا۔ ابوسفیان نے پوچھا: بیٹی! میں نہیں سمجھا کہ تو بستر کو مجھ سے دور رکھنا چاہتی ہے یا مجھے بستر سے۔ ام المؤمنین نے فرمایا: اے باپ! یہ بستر رسول خدا ﷺ کا ہے تو مشرک ہے اس پر نہیں بیٹھ سکتا۔ ابوسفیان نے کھسیانا ہوکر کہا کہ بیٹی تو ہم سے جدا ہوکر بگڑ گئی۔ (جلاء الافہام لابن قیمؒ، المتوفی: ۷۵۱ھ)

اللہ اکبر! یہ نمونہ ہے اس ایمان کامل کا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ام المؤمنین کے درجے پر ممتاز فرمایا اور یہی ہے وہ محبت رسول ﷺ جس کے بغیر کبھی کوئی شخص کامل ایمان نہیں ہوسکتا۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں:

لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ ووالدہ والناس اجمعین۔

ترجمہ:..... تم میں سے کوئی شخص مؤمن نہ ہوگا جب تک میری محبت اس کو اس کی اولاد اور مادر پدر اور دیگر جملہ اشخاص سے بہت زیادہ نہ ہوگی۔

اقارب:..... ابوسفیان صخر بن حرب ان کا باپ ہے جو ابتدا میں مشہور دشمن اسلام اور جاہلیت میں مشہور سرداران قریش میں سے تھا۔ غزوہ احد میں بھی کافروں کی فوج کا سردار تھا اور غزوہ خندق میں بھی قریش اور خلفائے قریش اس کے ماتحت تھے۔ قریش کا سب سے بڑا نشان جس کا نام عقاب تھا وہ اس کے خاندان اور اسی کے پاس ہوا کرتا تھا فتح مکہ سے ایک دو روز پہلے مسلمان ہوئے پھر جنگ حنین اور طائف میں ہمرکاب نبوی ﷺ حاضر ہوئے جنگ یرموک میں نہایت استقامت دکھائی اور رومیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کو کمال دلیری اور جرأت سے بڑھاتے رہے۔ ۳۳ھ میں بعمر ۹۶ سال وفات پائی۔ ولادت عام الفیل سے دس سال پہلے کی تھی۔

ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے سگے بھائی یزید بن ابوسفیان ہیں جو یزید الخیر کے نام سے مشہور ہیں۔ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے اور عمدہ اسلام سے مشرف تھے۔ فتح شام کے لیے جن سرداروں کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مامور کیا تھا۔ ان میں سے یہ بھی تھے انہوں نے ۱۹ھ میں دمشق میں وفات پائی۔ اس وقت کل شام کے حاکم یہی تھے۔ ام المؤمنین کے بھائی دوسری ماں سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ جنہوں نے ۲۰ر سال تک شام کی امارت ماتحت خلافت اور پھر ۲ر ۱ر ۱۹ سال تک شام کی سلطنت کی یہ سلطنت بنی امیہ کے بانی تھے۔ ۲۲ر رجب ۶۰ھ کو ۸۲ر سال کی عمر میں وفات پائی۔ حبیبہ بنت ام حبیبہ نبی ﷺ کی ربیبہ ہیں حبش سے والدہ کے ساتھ آئی تھیں ان کی زندگی کا کوئی خاص واقعہ نہیں ملا۔

ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا:..... صفیہ بنت حی بن اخطب بن شعبہ سبط ہارون علیہ السلام سے ہیں۔ ان کی ماں کا نام برہ بنت سمسال تھا۔ ان کا پہلا نکاح اسلام بن مشکم سے دوسرا نکاح کنانہ بن ابی الحقیق سے ہوا۔ وہ جنگ خیبر میں مارا گیا تھا اور حضرت صفیہ اس جنگ کے سبایا میں تھیں۔ دحیہ کلبیؓ [1] نے عرض کی کہ مجھے ایک لونڈی مل جائے حضور ﷺ نے فرمایا لے لو۔ انہوں نے صفیہ کو لینا چاہا اس میں اختلاف ہو گیا۔ لوگوں نے کہا کہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کی سردار ہے اور ایسی عورت دحیہ کو مل جانے کی کوئی وجہ نہیں۔ لوگوں نے یہ بھی کہا بہتر ہے کہ اسے نبی ﷺ اپنے لیے خاص فرمائیں آنحضرت ﷺ نے اسے آزاد فرما دیا اور نکاح کر لیا۔ ایک روز نبی ﷺ نے دیکھا کہ صفیہ رو رہی ہیں۔ پوچھا کیوں روتی ہو۔ انہوں نے کہا میں نے سنا ہے کہ حفصہ رضی اللہ عنہا مجھے حقیر سمجھتی ہے اور اپنے لیے بطور فخر کہتی ہیں کہ ہمارا نسب آنحضرت ﷺ سے ملتا ہے نبی ﷺ نے فرمایا تم نے کیوں نہ کہہ دیا کہ تم مجھ سے بہتر کیوں کر ہو سکتی ہو میرا باپ ہارونؑ ہے اور میرا چچا موسیٰؑ ہے اور میرا شوہر محمد ﷺ ہے۔ (ترمذی بروایت انسؓ)

صلی اللہ علیہ سیدنا محمد النبی وعلی ہارون وعلی موسی وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین۔

ایک بار حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی ایک لونڈی نے حضرت فاروقؓ سے آ کر شکایت کی کہ صفیہ سبت کی عزت کیا کرتی اور یہود کو عطیات دیا کرتی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کر بھیجا۔ انہوں نے کہا جب سے خدا نے مجھے جمعہ عطا فرمایا ہے سبت کو میں نے کبھی پسند نہیں کیا رہے یہودی، ان سے میری قرابت کے تعلقات ہیں اور میں ان کو ضرور دیتی رہتی ہوں۔ پھر ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے اس لونڈی سے پوچھا کہ اس شکایت کرنے کا کیا سبب ہے لونڈی نے کہا کہ مجھے شیطان نے بہکایا۔ ام المؤمنین نے کہا جاؤ تم راہ خدا میں آزاد ہو۔ ان کا انتقال رمضان ۵۰ھ میں ہوا۔ (الاستیعاب)

مرویات دس ہیں:	متفق علیہ: ۱۔	دیگر کتب احادیث میں: ۹	کل ۱۰۔ (مدارج النبوۃ)

ان کے ماموں رفاعہ بن سموال صحابی تھے۔ ان کی حدیث موطا امام مالکؒ میں موجود ہے۔ [2]

ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا..... میمونہ بنت الحارث بن بجیر بن محرم بن رویبہ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن حفصہ بن قیس بن عیلان بن مضر۔ (دیکھو سلسلۂ نبویؐ)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا پہلے ابی رہم بن عبدالعزی کے نکاح میں تھیں اور اس سے پیشتر حویطب بن عبدالعزی کے نکاح میں جب نبی کریم ﷺ نے ۷ھ میں عمرہ فرمایا تو اس وقت یہ رانڈ بن چکی تھیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ عم النبیؐ نے ان کے بارے میں آنحضرت ﷺ سے ذکر فرمایا اور نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا۔

---

[1] دحیہ بن خلیفہ بن فروہ بنو کلب سے ہیں کبار صحابہ میں سے ہیں بدر کے سوا جملہ مشاہد میں ملتزم رکاب نبوی ﷺ تھے۔ ۶ھ میں نبی ﷺ نے ان ہی کو قیصر کے پاس سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ بعہد سلطنت امیر معاویہ وفات پائی۔

[2] امام مالک بن انس بن مالک الاصبحی امام دار الہجرت کے لقب سے مشہور ہیں ۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور بعمر ۸۴ سال ۱۷۹ھ میں رہ گرائے عالم بقا ہوئے شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے شرح موطا میں تحریر کیا ہے کہ جب کسی حدیث کی سند مالک تک پہنچ جاتی ہے تو سمجھا جاتا کہ وہ حدیث ذروہ اعلیٰ صحت تک پہنچ گئی۔ امام شافعیؒ ان کے شاگرد ہیں محمد بن حسن ابن وہب ان القاسم یحیی ابن قطان عبدالرحمن بن مہدی عبدالرزاق ہارون الرشید مامون وغیرہ محدثین وملوک ان کے شاگرد ہیں۔ ان کے مشہور شاگردوں کی تعداد ایک ہزار تک شمار ہوتی ہے جو من بعد استاد تسلیم ہوئے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہنیں چار ہیں:

① .....ام الفضل لبابۃ الکبری جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ مفسر قرآن کی والدہ ہیں۔

② .....لباۃ الصغری جو حضرت خالد سیف اللہ کی والدہ ہیں۔[1]

③ .....عصماء جو ابی بن خلف کے گھر میں تھیں۔

④ .....عزہ جو زیاد بن مالک الہلال کے گھر میں تھی۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہنیں جو صرف ماں کی جانب سے ہیں، یہ ہیں:

⑤ .....اسماء بنت عمیس جو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں۔ ان سے عبداللہ، عون اور محمد پیدا ہوئے پھر ان کا نکاح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ ان سے محمد بن ابوبکر پیدا ہوئے۔ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح ہوا۔ ان سے یحییٰ پیدا ہوئے۔[2]

⑥ .....سلمیٰ بنت عمیس حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں۔ ان سے امۃ اللہ پیدا ہوئی۔ پھر سلمیٰ کا نکاح شداد بن اسامہ الہادی سے ہوا۔ ان سے عبداللہ و عبدالرحمن پیدا ہوئے۔

⑦ .....سلامہ بنت عمیس، ان کا نکاح عبداللہ بن کعب بن ابن منبہ الخثعمی سے ہوا تھا۔

⑧ .....ام المؤمنین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا جو طفیل اور عبدہ فرزندان حارث بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے گھر میں رہیں اور آخری نکاح ان کا نبی کریم ﷺ سے ہوا۔

ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی مرویات حدیث مندرجہ ذیل ہیں:

متفق علیہ: ۷	صرف صحیح مسلم میں: ۱	صرف صحیح بخاری میں: ۱	دیگر کتب احادیث میں: ۶۷	کل ۷۶



[1] خالد ولید اشہر المشاہیر سے ہیں قریش میں صاحب القبہ والاعنہ تھے قبہ سے مراد وہ خیمہ ہے جس میں شست کرنے کے بعد کسی جنگ کا اعلان کیا جاتا تھا اعنہ سے مراد رسالہ اسپ سواروں کا ہے۔ نبی ﷺ نے بھی ہمیشہ ان کو سوار فوج کا افسر رکھا تھا۔

[2] الاستیعاب، مدارج النبوہ میں عون بن علی لکھا ہے مگر یحییٰ زیادہ صحیح ہے۔

نقشہ

متعلق حالات تاریخی امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن

تتمہ باب امہات المؤمنین مشمولہ حصہ دوم کتاب ''رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْن''

نمبر شمار	نام ازواج مطہرات	سنہ نکاح	ام المؤمنین کی عمر بوقت نکاح	عمر	سنہ وفات	مقبرہ	نبی ﷺ کی خدمت میں رہنے کی مدت	نبی ﷺ کی عمر بوقت نکاح
①	خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا	۲۵ میلاد النبی	۴۰ سال	۶۵ سال	۱۰ نبوت	مکہ معظمہ	تقریباً ۲۵ سال	۲۵ سال
②	سودہ رضی اللہ عنہا	سنہ ۱۰ نبوت	۵۰ سال	۷۲ سال	۱۹ ہجرت	مدینہ منورہ	۱۴ سال	۵۰ سال
③	عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	نکاح ۱۱ نبوت، رخصتی شوال ۱ھ	۹ سال	۶۳ سال	۵۷ھ ۱۷ رمضان	مدینہ منورہ	۹ سال	۵۴ سال
④	حفصہ رضی اللہ عنہا	شعبان ۳ھ	۲۲ سال	۵۹ سال	۴۱ھ جمادی الاول	مدینہ منورہ	۸ سال	۵۵ سال
⑤	زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا	سنہ ۳ھ	تقریباً ۳۰	سال	۳۰ سال	سنہ ۳۰ھ	مدینہ منورہ	۳ ماہ
⑥	ام سلمہ رضی اللہ عنہا	سنہ ۴ھ	۲۴ سال	۸۰ سال	سنہ ۶۰ھ	مدینہ منورہ	۷ سال	۵۶ سال
⑦	زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	سنہ ۵ھ	۳۶ سال	۵۱ سال	سنہ ۲۰ھ	مدینہ منورہ	۶ سال	۵۷ سال
⑧	جویریہ رضی اللہ عنہا	شعبان ۵ھ	۲۰ سال	۷۱ سال	سنہ ۵۶ھ ربیع الاول	مدینہ منورہ	۶ سال	۵۷ سال
⑨	ام حبیبہ رضی اللہ عنہا	سنہ ۶ھ	۳۶ سال	۷۲ سال	سنہ ۴۴ھ	مدینہ منورہ	۶ سال	۵۸ سال
⑩	صفیہ رضی اللہ عنہا	۷ھ جمادی الآخر	۱۷ سال	۵۰ سال	سنہ ۵۰ھ رمضان	مدینہ منورہ	سوا تین سال	۵۹ سال
⑪	میمونہ رضی اللہ عنہا	سنہ ۷ھ ذیقعدہ	۳۶ سال	۸۰ سال	سنہ ۵۱ھ	سرف قریب مکہ معظمہ	پونے چار سال	۵۹ سال

باب سوم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝
وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (سورۃ الروم)

غزوات و سرایا

دشمنان اسلام کی لڑائیاں نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ اس وقت شروع ہوئیں جب نبی کریم ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچ گئے تھے نبی ﷺ نے مکہ میں ۱۳ سال تک تبلیغ فرمائی اور اس عرصہ میں جھوٹے معبودوں کے ماننے اور گندے عقیدے رکھنے والوں کو خدائے یکتا کی وحدانیت کا وعظ فرماتے رہے۔

توحید کے مواعظ ہی دشمنوں کی عداوت کا سبب بنے اور سلسلہ وعظ و نصیحت کے روکنے کی غرض سے دشمنوں نے مختلف و متعدد تدابیر پر عمل کیا۔ مستہزئین کی ایک جماعت مقرر کی گئی تھی، ان کا کام یہ تھا کہ نبی ﷺ کے ہر ایک فعل کی ہنسی اڑائیں منہ چڑائیں، باہر سے آنے والے نو واردوں میں مسلمانوں کے خلاف بدظنی پھیلائیں تا کہ نو وارد شخص نہ کسی مسلمان سے بات چیت کرے اور نہ آنحضرت ﷺ ہی سے ملاقات کرے، اس جماعت کے تحت میں کئی کمیٹیاں تھیں اور ہر ایک کمیٹی اپنے اپنے کام کو پوری مصروفیت سے انجام دیتی تھی۔

ایک کمیٹی کا کام یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ جہاں کہیں وعظ کے لیے کھڑے ہوں اور تعلیم اسلام پر تقریر فرمائیں۔ وہاں یہ لوگ شور و شغب کرتے اور مجمع میں بدامنی و پریشانی پھیلاتے رہیں۔

ایک کمیٹی کا کام یہ تھا کہ نبی ﷺ پر گلی کوچہ میں آتے جاتے وقت گارا، کیچڑ، مٹی ڈالا کریں۔ پتھر ماریں، عبادت میں حضور ﷺ کو دیکھیں تو گردن بھینچیں، اندھیری راتوں میں حضور ﷺ کے راستہ پر گڑھے کھودیں، خار بچھائیں، دروازہ پر سنڈاس پھینکیں۔

چند ٹولیاں شریر لوگوں کی الگ تھیں جن کا کام تھا کہ اسلام قبول کرنے والوں کے ساتھ ہر طرح ظلم و ستم اور فریب و دغا کرنا مستحسن سمجھتے تھے اور موقع مل جانے پر قتل کر کے ان کی لاش کو پہاڑ کے غاروں میں پھینک دیا کرتے تھے۔

اس جور و ستم کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ اکثر مسلمان وطن چھوڑ چھوڑ کر ملک حبش میں چلے گئے تھے۔

نبی کریم ﷺ ہنوز ان سنگ دلوں کے راہ راست پر آجانے سے مایوس نہ ہوئے تھے۔ اس لیے مکہ ہی میں قیام پذیر رہے مگر دشمنان دین نے اب معاہدہ کیا کہ کھانے کی کوئی چیز مسلمانوں اور ان کے خیر اندیش لوگوں کے ہاتھ نہ فروخت کی جائے تین سال تک نبی ﷺ نے اس سختی کو بھی برداشت کیا اور اس کے بعد انہوں نے مکہ کے قرب و جوانب میں دورے لگانے اور وعظ فرمانے شروع کیے لیکن اطراف مکہ کے سب قبائل اہل مکہ ہی کے حلیف تھے اس لیے وہ حضور ﷺ کی نصیحت پر ذرا کان نہیں دھرتے تھے۔

حضور ﷺ کی ناکامیابی کی داستان سن کر اہل مکہ خوش ہوا کرتے تھے لیکن ان کے تعجب و حسرت اور غصہ کی کوئی حد نہ رہ گئی۔ جب انہوں نے یکا یک یہ سن لیا کہ نبی ﷺ کی پاک تعلیم اہل یثرب (مدینہ) کے قلوب کو

مسخر کر رہی ہے۔ اہل مکہ کو اب یقین آنے لگا کہ تعلیم محمدی میں دور دور تک اثر پہنچانے کی طاقت مخفی ہے۔ اس لیے سب نے یہ ارادہ کیا کہ نبی ﷺ کی حیات کا چراغ گل کر دیا جائے۔

ایک ایسے ملک میں جہاں نہ کوئی حکومت ہو نہ آئین جو اور جہاں جان و مال کے تحفظ کا کوئی بھی ذریعہ موجود نہ ہو، جہاں کے وحشی اور جاہل اقوام کی جنگ جوئی و خونریزی صدیوں سے ضرب المثل ہو۔ جب تمام باشندے ایک نہتے شخص کے قتل پر متفق ہو جائیں اور اس کے لیے تدبیر بھی یہ کی جائے کہ ہر ایک قبیلہ سے ایک ایک بہادر شمشیر زن کا انتخاب کیا جائے اور وہ سب انتقام کے کمینہ جوش سے فراہم کیے جائیں تو بدیہی ہے کہ تطر بہ اسباب ظاہری اس کا بچ جانا امکان سے بالاتر ہے لیکن نبی ﷺ ان محاصرین کے محاصرہ سے صاف نکل کر چلے گئے۔

اس واقعہ پر ہر ایک منکر غور کرے تا کہ اسے قدرت ربانی کا اعتراف سہل ہو جائے۔ ہر ایک مسلم شکر کرے کہ اسے حفاظت الٰہی کا جو خاص خاص بندوں کے لیے بارگاہ رب العزت سے کی جاتی ہے وجود مجسم نظر آ جائے۔

نبی ﷺ کا بچ کر مدینہ پہنچ جانا دشمنوں نے اپنی ذلت کا موجب سمجھا اس لیے کینہ کی آگ حسد کی بھٹی میں اور زیادہ تیز ہو گئی اور سب نے سوگندیں کھالیں کہ ہادی اسلام ﷺ اور ناچیز مسلمانوں کو ضرور بہ ضرور روئے زمین سے محو کر کے رہیں گے۔ نبی ﷺ ان خونخوار وحشیوں کی غارت گرانہ عادات سے بخوبی آگاہ تھے حزم و احتیاط کا تقاضا تھا کہ ایسے دشمن کی حرکات و سکنات کی خبر رکھی جائے بیدار مغزی و دور بینی سے دشمن کی تدابیر متعلق فراہمی افواج اور تیاری جنگ کو سرسبز نہ ہونے دیا جائے اس لیے آنحضرت ﷺ نے اسی پر عمل کیا۔

افسوس ہے کہ مسلمانوں کی ہر ایک کوشش کا نام (جو انہوں نے جنگ سے بچنے کے لیے کی) لوگوں نے جنگ رکھ لیا ہے یہ لوگ نہ واقعہ کی علت دریافت کرتے ہیں نہ مسلمانوں کے مدعا کی تلاش نہ مسلمانوں کے افعال کا تفحص اور پھر جلدی سے اپنی رائے بھی قائم کر لیتے ہیں۔ اسی غلطی کا نتیجہ یہ بھی ہوا کہ بے خبر مسلمان بھی سمجھنے لگے کہ مسلمانوں کی ہر ایک نقل و حرکت جنگ ہی کے لیے تھی۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قدیم سے قدیم مسلمان مؤرخین نے اس نقل و حرکت کا نام غزوات و سرایا ہی رکھا ہے لیکن یہ زمانہ حال کی خوش فہمی ہوگی کہ غزوات و سرایا کے الفاظ کو لفظ جنگ کا مترادف سمجھا جائے حالانکہ ان کے لغوی معنی قصد اور سیر کے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ متقدمین رحمہم اللہ نے ہر ایک قسم کی نقل و حرکت کو دو قسموں پر منقسم کیا تھا۔

الف:..... وہ نقل و حرکت جو نبی ﷺ نے فرمائی ہو اس کا نام غزوہ ہے۔ غزوہ کی تعداد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ۱۹ ربیان کی ہے۔

ب:..... وہ نقل و حرکت جو کسی مسلمان نے ایک ہو یا ایک سے زائد کی ہو اس کا نام سریہ ہے۔

اب ہم ذیل میں ایک نقشہ جملہ غزوات و سرایا کا درج کرتے ہیں جس طرح قدیم تاریخوں میں ان کو اسی عنوان سے درج کیا گیا ہے۔ اندراج میں ترتیب زمانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ نقشہ کا نمبر شمار بہت ضروری نمبر ہے نقشہ کے اختتام پر جو بحثیں لکھی گئی ہیں ان میں ہر ایک جگہ اسی نمبر شمار کا حوالہ دیا گیا ہے۔

(نقشہ جات اگلے صفحات پر ملاحظہ ہوں)

نقشہ غزوات و سرایا جو عہد نبوی ﷺ میں

۲ھ سے ۹ھ تک (۸ سال کے اندر) ہوئے تھے:

نمبر شمار	غزوہ یا سریہ کا نام معہ تاریخ	لشکر اسلام کی تعداد مع سردار کا نام	لشکر کفار کی تعداد مع سردار کا نام	مسلم زخمی یا اسیر	مسلم شہید	دشمن کے زخمی یا اسیر	دشمن کے مقتول	نتیجہ	کیفیت
۱	سریہ سیف البحر رمضان ۲ھ	۳۰ امیر حمزہ بن عبدالمطلب	۳۰۰ ابوجہل					گشت لگا کر مسلمان واپس آئے	یہ سریہ احوال مکہ کے تجسس کے لیے بھیجا گیا تھا دشمن نے مسلمانوں کو باخبر پایا اور لوٹ گیا
۲	سریہ رابغ شوال ۲ھ	۶۰ عبیدہ بن الحارث	۲۰۰ مکرمہ یا ابوسفیان					گشت لگا کر مسلمان واپس آئے	یہ سریہ احوال اہل مکہ کے تجسس کے لیے بھیجا گیا تھا ثنیۃ المرہ پر موجود دیکھا گیا
۳	سریہ خرار ذی قعدہ ۲ھ	۸۰ حضرت سعد بن ابی وقاص[1]						جحفہ تک گشت لگا کر واپس چلے آئے	
۴	غزوہ ودان یا غزوہ ابواء صفر ۲ھ	۷۰ نبی کریم ﷺ						عمرو بن مخشی الضمری سے معاہدہ کیا کہ نہ قریش کو مدد دیں، نہ مسلمانوں کو	
۵	غزوہ بواط ربیع الاول ۲ھ	۲۰۰ نبی کریم ﷺ	۱۰۰ امیہ بن خلف					رضوی اور بواط، ہو کر واپس مدینہ تشریف لائے راہ میں قافلہ قریش مع امیہ ملا تھا	رضوی پہاڑ کا نام ہے جو ینبوع کے قریب ہے۔
۶	غزوہ سفوان یا بدر اول ربیع الاول ۲ھ	۷۰ نبی کریم ﷺ	کرز بن جابر الفہری					سفوان تک دشمن کا تعاقب کیا گیا۔ مگر ہاتھ نہ لگا	کرز بن جابر اہل مدینہ کے مویشی لوٹ کر لے گیا تھا جس کا تعاقب کیا گیا
۷	غزوہ ذوالعشیرہ جمادی الاخر ۲ھ	۱۵۰ نبی کریم ﷺ						بنی مدلج اور بنی ضمرہ سے معاہدہ ہوا	ذوالعشیرہ مکہ اور مدینہ کے درمیان بندر ینبوع کی جانب ہے۔
۸	سریہ نخلہ رجب ۲ھ	۱۲ عبداللہ بن جحش	ایک قافلہ زیر سرداری ابنائے امیہ			۲ قیدی	۱	قیدیوں کو چھوڑا گیا۔ مقتول کا خون بہا دیا گیا۔	قریش کی خبر کو بھیجے گئے تھے مگر مٹھ بھیڑ ہوگئی تھی
۹	غزوہ بدر الکبریٰ رمضان ۲ ھ	۳۱۳ نبی کریم ﷺ	۱۰۰۰ ابوجہل		۲۲	۷۰	۷۰	مسلمانوں کو فتح ہوئی	بدر مکہ سے سات منزل اور مدینہ سے تین منزل ہے دشمن دو تہائی سفر طے کر چکا تب ثابت ہوگیا کہ وہ مدینہ پر آرہا ہے تب سرور کائنات نبی کریم ﷺ مدافعت کے لیے نکلے۔

[1] ف یہ کے از عشرہ مبشرہ یہ کے از شش (۶) جن کو فاروقؓ نے خلافت کا اہل بتایا۔ فاتح فارس، بانی کوفہ، حال الٰہی اسلام لانے میں ساتویں شخص۔ ۵۴ھ میں وفات پائی۔

۱۰	سریہ عمیر بن العدی الخطمی رمضان ۲ھ	ایک عمیر[1]	ایک مسماۃ عصماء بنت مروان خطمیہ				عصماء قتل ہوئی		عمیر نے اپنی رشتہ کی بہن کو جو نبی ﷺ کے خلاف قوم کو جنگ پر اُکسایا کرتی تھی چھری سے قتل کیا۔
۱۱	سریہ عالم بن عمیر انصاری شوال ۲ھ	ایک سالم[2]	ایک یہودی ابوعفکہ				یہودی قتل ہوا		ابو عفکہ یہودی لوگوں کو مسلمان کے خلاف ابھارا کرتا تھا۔ سالم نے مار ڈالا
۱۲	غزوہ بنو قینقاع شوال ۲ھ	نبی کریم ﷺ	قبیلہ بنو قینقاع				شہر بدر کیا گیا		جب مسلمان بدر پر گئے ہوئے تھے اس وقت انہوں نے مدینہ کے اندر بلوہ اور بغاوت کی اس لیے جلاوطن کیے گئے۔
۱۳	غزوۃ السویق ذی الحجہ ۲ھ	۲۰۰ر نبی کریم ﷺ	۲۰۰ سوار ابو سفیان اُموی				نبی کریمؐ نے تعاقب کیا دشمن ہاتھ نہ آیا		ابوسفیان مدینہ تک آیا، دو مسلمانوں کو قتل اور پھل دار درختوں کو کاٹ کر چلا گیا
۱۴	غزوہ قرقرۃ الکدر یا بنو سلیم محرم ۳ھ	۲۰۰ نبی کریم ﷺ	قبیلہ بنو غطفان و بنو سلیم		۱		دشمن مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے فراہم ہوا تھا اسلامی فوج کے مظاہرہ سے بھاگ گیا		ایک غلام یسار نامی گرفتار ہوا تھا چھوڑ دیا گیا۔
۱۵	سریہ ایضاً	غالب بن عبداللہ لیثی	ایضاً		۳		دشمن کے کچھ آدمی مارے گئے۔ باقی بھاگ گئے		غزوہ ۱۴ر کی تکمیل میں یہ سریہ کیا گیا تھا۔ کیونکہ دشمن نے دوبارہ اجتماع کر لیا تھا۔
۱۶	سریہ محمد مسلمہ ربیع الاول ۳ھ	۵ محمد بن مسلمہ لانصاری الخزرجی[3]	ایک یہودی کعب بن اشرف ﷺ	۱		۱			کعب یہودی قبائل کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا کرتا تھا کہ جا کر قریش کو جنگ کے لیے آمادہ کیا جس کا نتیجہ جنگ اُحد ہوا ابن مسلمہ اس کا دودھ شریک بھائی تھا اس نے قتل کر ڈالا۔
۱۷	غزوہ ذی امر یا غزوہ غطفان یا غزوہ انمار ربیع الاول ۳ر ہجری	۴۵۰ سوار نبی کریم ﷺ	بنو ثعلبہ و بنو محارب				بنو ثعلبہ و بنو محارب جمع ہوئے تھے کہ مدینہ پر حملہ آور ہوں اس مظاہرہ سے منتشر ہو گئے		آنحضرتؐ نے نجد تک سفر فرمایا دعثور نامی جو تلوار لے کر نبی کریم ﷺ پر حملہ آور ہوا تھا مسلمان ہوا۔
۱۸	سریہ قردہ جمادی الاخری ۳ھ	۱۰ زیدؓ بن حارثہ	ابوسفیان اُموی	۱			قریش کے تجارتی رستہ پر مظاہرہ کیا گیا۔		فراۃ بن سفیان جو قافلہ کا رہنما تھا گرفتار ہوا پھر مسلمان ہو گیا۔

[1] بنو خطمہ میں سب سے پہلے ایمان لائے تھے۔ امام قوم تھے۔ آنکھیں کمزور تھیں۔ ان کے والد عدی بن نوفلہ مشہور شاعر تھے۔ [2] بدر، احد، خندق اور جملہ مشاہد نبوی میں حاضر رکاب رہتے، خوف خدا سے رویا کرتے۔ بعہد امیر معاویہ وفات پائی۔ [3] فضلاء صحابہ میں سے ہیں نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ ان کو اپنی غیبت میں امیر مدینہ بنایا تھا، ایام فتنہ میں سب سے الگ رہے۔ ۴۱ھ میں بعمر ۷۷ر سال مدینہ میں وفات پائی۔ ۱۰ر پسر چھ دختر اولاد تھی۔

۱۹	غزوہ اُحد ۶ شوال ۳ھ	۶۵۰ پیادہ	۲۸۰۰ پیادہ ۲۰۰، ۳۰۰ سوار ابوسفیان اُموی	زخمی ۴۰	۷۰		۳۰	مسلمانوں کا سخت نقصان ہوا مگر کفار مرعوب ہو کر نتیجہ میں ناکامیاب ہوئے	اُحد مدینہ سے تین میل ہے دشمنوں نے مکہ سے اُحد تک چڑھائی کی تھی
۲۰	غزوہ الحمراء الاسد ۷ رشوال ۳ھ	۵۴۰ نبی کریم ﷺ	۲۹۷۰ ابوسفیان			۲ بوعزہ و معاویہ بن مغیرہ		دشمن کو مرعوب کیا گیا	جنگ اُحد سے اگلے دن دشمن کے کیمپ تک صرف اس لیے مظاہرہ کیا گیا تھا کہ دشمن مسلمانوں کو کمزور سمجھ کر پھر حملہ نہ کر دے دو اسیر ہوئے اور شاعر بوعزہ قتل ہوا کیونکہ بدر میں اس نے عہد دیا تھا کہ آیندہ شریک جنگ نہ ہوگا بر خلاف اس کے اس نے اس دفعہ دیگر قبائل کو بھی مسلمانوں کے خلاف ابھارا
۲۱	سریہ قطن یا سریہ ابوسلمہ مخزومی یکم محرم ۴ ہجری	۱۵۰ ابوسلمہ مخزومی	طلحہ و سلمہ				۱	مسلمانوں کے مظاہرہ سے مدینہ پر ڈکیتی نہ کر سکے۔	یہ مشہور ڈکیت اور ڈاکوؤں کے سردار تھے مدینہ پر ڈکیتی ڈالنا چاہتے تھے جب مسلمان مظاہرہ کرتے ہوئے قطن تک جو انکا ماوٰی تھا پہنچ گئے تو گروہ منتشر ہوگیا۔
۲۲	سریہ عبداللہ بن انیس ۵ محرم ۴ھ	ایک عبداللہ بن انیس الجہنی الانصاری[1]	ایک سفیان ہذلی					عبداللہ نے سنا تھا کہ سفیان نے عرنہ پر مسلمانوں کے خلاف جمعیت فراہم کی ہے عبداللہ وہاں پہنچا اور سفیان کو مار ڈالا	
۲۳	سریہ رجیع صفر ۴ھ	۱۰ عاصم بن ثابت یا مرثد بن ابی مرثد الغنوی	۱۰۰ قبیلہ عضل و قارہ		۱۰			دس واعظین اسلام کو شہید کیا گیا۔	مسماۃ سلامہ زن طلحہ نے اشتہار دیا تھا کہ جو عاصم کو مارے اسے ۱۱۰ رشتر انعام دے گی۔ اس قبیلہ کے لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے۔ دس واعظین اسلام کو ساتھ لے گئے آٹھ کو راہ میں تیروں کا نشانہ بنایا دو کو اہل مکہ نے خرید کر سولی پر چڑھایا چالیس دن نعشیں سولی پر رہیں کتب سیر میں ان کی تعداد چھ ہے۔ صحیح بخاری میں دس ہے
۲۴	سریہ بئر معونہ یا سریہ طرز صفر ۴ھ	۷۰ منذر بن عمرو	ایک بڑی جماعت عامر بن مالک	۱	۶۹			۶۹ رعالمان دین شہید اور شکار ظلم ہوئے	عامر خدمت نبی ﷺ میں آیا کہا میرا ملک اسلام کے لیے آمادہ ہے کچھ واعظ ساتھ بھیج دیے جائیں نبی کریم نے ۷۰ عالم ساتھ کر دیے۔ وہ جب ان کے علاقہ میں پہنچے تو قبائل علی و ذکوان و بنوسلمہ وغیرہ نے حملہ کیا صرف عمرو بن اُمیہ الضمری بچ کر آئے۔

۲۵	سریہ عمرو بن امیہ الضمری ربیع الاول ۴ھ	ایک عمرو بن امیہ	۲ از قبیلہ بنو کلاب				۲	چونکہ عمرو نے غلط فہمی سے یہ دو شخص دوسرے قبیلہ کے قتل کر دیے تھے اس لیے آنحضرت ﷺ نے دونوں کا خوں بہا ادا کیا	عمرو بن امیہ جو ستر علماء سے بچ کر مدینہ آرہے تھے دیکھو ۲۴ انہوں نے دو شخصوں کو سوئے پڑے پایا اور غلطی سے انہیں قاتلوں کی جماعت سے سمجھ کر قتل کر دیا
۲۶	غزوہ بنو نضیر ربیع الاول ۴ھ	نبی کریم ﷺ	قبیلہ بنو نضیر					یہ جرم بغاوت و اقدام قتل آنحضرت ﷺ شہر سے نکال دیے گئے	بنو نضیر یہودی مدینہ کے اندر آباد تھے اور مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی کے جرم کی سزا میں جلا وطن ہو کر خیبر میں آباد ہوئے تھے۔ غزوہ خیبر بھی ان ہی کی شرارتوں کی وجہ سے ہوا تھا۔
۲۷	غزوہ بدر الاخریٰ ذی قعدہ ۴ھ	۱۵۰۰ پیادہ ۱۰ سوار کل ۱۵۱۰ نبی کریم ﷺ	۲۰۰۰ پیادہ ۵۰ سوار کل ۲۰۵۰ ابو سفیان اموی					مقابلہ نہیں ہوا تھا	ابو سفیان مکہ سے لشکر لے کر طیران یا عسفان تک آیا نبی ﷺ بھی خبر پا کر مقابلہ کے لیے نکلے وہ راستہ سے لوٹ گیا تو نبی ﷺ بھی واپس تشریف لے آئے
۲۸	غزوہ دومۃ الجندل ربیع الاول ۵ھ	۱۰۰۰ نبی کریم ﷺ	باشندگان دومہ					مقابلہ نہیں ہوا راہ ہی سے لوٹ آئے	معلوم ہوا تھا کہ دومۃ الجندل میں جمع کثیر فراہم ہے اور مدینہ پر حملہ کرنے کو تیار ہے آنحضرت ﷺ روانہ ہوئے تو معلوم ہو گیا کہ خبر غلط تھی واپس تشریف لے آئے راہ میں عیینہ بن حصین سے معاہدہ ہوا
۲۹	غزوہ بنو مصطلق یا مریسیع ۳ شعبان ۵ھ	نبی کریم ﷺ	حارث بن ضرار سید بنو مصطلق	۱		۱۹	۱۰	دشمن کو شکست ہوئی قیدی سب چھوڑ دیے گئے	نبی کریم ﷺ نے سنا تھا کہ حارث نے مسلمانوں سے جنگ کے لیے جمعیت فراہم کی ہے بریدہ اسلمی کو بھیج کر صحت کی گئی تب آنحضرت ﷺ ادھر متوجہ ہوئے صرف بنو مصطلق جنگ پر کھڑے ہوئے باقی منتشر ہو گئے تھے
۳۰	غزوہ احزاب یا خندق شوال یا ذی قعدہ ۵ھ	۳۰۰۰ نبی کریم ﷺ	۱۰۰۰۰ ابو سفیان اموی وغیرہ		۶		۱۰	دشمن ناکام واپس ہوا	سرداران یہود نے مختلف قبائل اور قریش کو لڑائی کے لیے فراہم کیا۔ مسلمانوں نے مدینہ کے اندر رہ کر خندق کی پناہ میں مدافعت کی ایک ماہ تک دشمنوں نے محاصرہ رکھا پھر چپکے سے واپس ناکام چلے گئے
۳۱	سریہ عبداللہ بن عتیک ذی قعدہ ۵ھ	۵ عبداللہ بن عتیک الانصاری الخزرجی [1]	ایک سلام بن ابوالحقیق یہودی خیبر				۱	دشمن قتل ہوا	جنگ احزاب میں اسی نے قبائل کو مسلمانوں کے خلاف ابھارنے میں جدوجہد کی تھی اب مکرر جمعیت کا انتظام کر رہا تھا عبداللہ نے اسکو خوابگاہ میں رات کو پہنچ کر قتل کر دیا۔

[1] احد میں حاضر ہوئے۔ یمامہ میں شہید۔ سریہ مذکور میں ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی۔ نبی ﷺ نے اپنا دست مبارک ساق پر پھیر دیا فوراً اچھے ہو گئے۔

۳۲	غزوہ بنو قریظہ ذی الحجہ ۵ھ	نبی کریم ﷺ	بنو قریظہ		۴	۲۰۰	۴۰۰	دشمن قید اور قتل ہوا	بنو قریظہ یہودی تھے اور مسلمانوں کے ساتھ ہم عہد تھے بغاوت کے جرم =
= میں یہ اسیر کیے گئے انہوں نے چاہا کہ ایک منصف جو مقبول فریقین ہو انکا فیصلہ کرے منصف نے ان کا فیصلہ بموجب احکام توراۃ شریف جس کے وہ قائل تھے کر دیا اس لیے ۴۰۰ قتل ہوئے یہ تعداد بروایت جابر عند الترمذی والنسائی وابن حبان ہے۔										
۳۳	سریہ قریظہ محرم ۶ھ	۳۰ سوار محمد بن مسلمہ انصاری	۲۰ ثمامہ بن اثال			۱		ثمامہ پکڑا گیا نبیؐ نے اسے رہا کر دیا وہ بعد رہائی مسلمان ہو گیا	محمد بن مسلمہ نے ثمامہ کو جانب مدینہ آتے دیکھا اور راستہ گھیر کے گرفتار کر لیا۔ نبی کریم ﷺ نے اسے رہا فرما دیا اخلاق محمدی اور تعلیم نبوی ﷺ دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ ثمامہ مجد کا سردار تھا۔
۳۴	غزوۂ بنی لحیان، ربیع الاول ۶ھ	۲۰۰ سوار نبی کریم ﷺ	بنو لحیان شاخ ہذیل					دشمن خبر پا کر منتشر ہو گیا مقابلہ نہیں ہوا	اہل رجیع جنہوں نے دس علماء اسلام کو بے وجہ قتل کیا تھا دیکھو ۱۲۲ ان کی سزا کے لیے یہ حملہ کیا گیا تھا۔
۳۵	غزوہ ذی قرد یا غابہ ربیع الآخر ۶ھ	۵۰۰ نبی کریمؐ مع سلمہ بن اکوع	سوران بنو غطفان زیر سرداری عیینہ فزاری	ایک عورت	۳		۱	ڈکیتوں نے اونٹوں کو لوٹا تھا مسلمانوں نے تعاقب کر کے اپنے سب مویشی چھڑا لیے	یہ ڈکیتوں کا گروہ نبی کریم ﷺ کے اونٹوں کو لوٹ کر لے گیا تھا۔ ذرین ابوذر کو اٹھا کر لے گئے تھے۔
۳۶	سریہ عکاشہ بن محصن یا سریہ عمر مرزوق ربیع الآخر ۶ھ	۴۰ عکاشہ بن محصن الاسدی [1]	بنو اسد					دشمن منتشر ہو گیا مقابلہ نہیں ہوا ان کے دو سو شتر گرفتار ہوئے۔	بنو اسد نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے جمعیت فراہم کی تھی چالیس شخص کا یہ طلایہ گیا تھا۔
۳۷	سریہ ذی القصہ ربیع الآخر ۶ھ	۱۰ محمد بن مسلمہ	۱۰۰ بنو ثعلبہ	۱ زخمی	۹			تو عالمان شہید اور محمد بن مسلمہ زخمی ہوئے۔	دس عالمان دین ہدایت کے لیے گئے تھے وہ سوئے پڑے تھے کہ بنو ثعلبہ دشمن قبیلہ نے حملہ کر دیا ذی القصہ مقام کا نام ہے۔
۳۸	سریہ بنو ثعلبہ ربیع الآخر ۶ھ	۴۰ ابوعبیدہ بن جراح	بنو ثعلبہ			۱		دشمن بھاگ گیا جس کے گلے سڑے اسباب پر مسلمانوں نے قبضہ کیا	شہدائے مقام ذی القصہ کا انتقام لینے گئے تھے۔
۳۹	سریہ جموم ربیع الآخر ۶ھ	زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ	بنو سلیم			۱۰	۱	چند اشخاص گرفتار کیے گئے تھے آنحضرت نے سب کو چھوڑ دیا جن میں مخبر عورت کا شوہر بھی تھا	ایک عورت حلیمہ نامی نے جھوٹی مخبری بنو سلیم کے خلاف کر دی جب زید اس کی طرف گزر رہے تھے تعداد اسیران اندازاً لکھی گئی ہے
۴۰	سریہ طرف یا طرق جمادی الاخر ۶ھ	۱۵ زید بن حارثہ	بنو ثعلبہ					دشمن بھاگ گیا۔ بیس شتر گرفتار کرلائے	مجرمان ذی القصہ (دیکھو ۳۷) کی سزا دہی کو گئے تھے

[1] فضلاء صحابہ میں سے ہیں۔ ۴۲ سال کی عمر میں بعہد خلافت صدیق مرتدین کے ہاتھ سے شہید ہوئے بدر و احد جملہ مشاہد میں ملتزم رکاب نبویؐ تھے۔ نبی ﷺ نے بشارت دی تھی کہ بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے۔

۴۱	سریہ وادی القریٰ رجب ۶ھ	۱۲ زید بن حارثہ	سکنہائے وادی القریٰ	۱ زخمی	۹			۹ مسلمان شہید ہوئے ایک زخمی ہوا		حضرت زید بطور گشت گئے تھے۔ لوگوں نے حملہ کر دیا۔
۴۲	سریہ دومۃ الجندل شعبان ۶ھ	عبدالرحمن بن عوف القرشی الزہری[1]	قبیلہ بنو کعب اصبح بن عمرو کلبی					وعظ میں نمایاں کامیابی ہوئی		اصبح بن عمرو کلبی سردار قبیلہ مسلمان ہوا اور علاقہ میں بھی اسلام پھیلا۔ یہ پہلے عیسائی تھے۔
۴۳	سریہ فدک شعبان ۶ھ	۲۰۰ سیدنا علی مرتضیٰ	بنو سعد بن بکر					دشمن بھاگ گیا سو شتر دو ہزار بکریاں مالِ غنیمت ملا۔		معلوم ہوا کہ یہ قبیلہ ان یہودیوں کو جو مدینہ سے خارج ہو کر خیبر جاتے تھے لڑائی کے لیے آمادہ کرتا ہے اور خود امداد دینے کا وعدہ کر چکا ہے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مظاہرہ کیا
۴۴	سریہ ام قرفہ رمضان ۶ھ	سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	قوم فزارہ زیر سرداری ام قرفہ		۲			دشمن کو شکست ہوئی		بنو فزارہ نے ام قرفہ کی تحریک سے زید بن حارثہ کے تاجرانہ قافلہ کو لوٹا تھا۔ اس ڈکیتی کی وجہ سے انکی گرفتاری کی گئی۔ ام قرفہ اور اس کی دختر بھی گرفتار ہوئی تھی باقی سب بھاگ گئے تھے (صحیح مسلم)
۴۵	سریہ عبداللہ بن رواحہ شوال ۶ھ	۳۰ عبداللہ بن رواحہ	۳۰ اُسید بن رزام	۱			۳۰	فریقین کی غلط فہمی سے لڑائی ہوئی سب یہودی مارے گئے		عبداللہ مع ۳۰ مسلمانوں کے امیر کو لینے گئے تھے جس کو بطور سردار یہود آنحضرتؐ نے منظور فرما لیا تھا وہ ۳۰ یہودیوں کے ساتھ چل پڑا۔ رات میں ایک دوسرے سے بدگمانی ہو کر حملہ کر دیا گیا
۴۶	غزوۂ عرنیین شوال ۶ھ	۲۰ سوار کرز بن جابر الفہری[2]	چند کس از عکل و عُرَینہ		۱		۸	یہ لوگ مسلمان چرواہے کو قتل کر کے اونٹ لوٹ کر لے گئے تھے پھر پکڑے گئے اور قتل ہوئے۔		یہ لوگ بیمار تھے علاج کے لیے آئے تھے، جب تندرست ہو گئے تب موقع پا کر یسار نوبی مولی نبی کریم کو قتل کر گئے اور اونٹ لے گئے تھے۔
۴۷	سریہ عمرو بن امیہ شوال ۶ھ	ایک کس عمرو بن امیہ						کیفیت:۔ عمرو بن امیہ مکہ سے اس لیے آیا تھا کہ نبی کو قتل کرے لیکن تعلیم اور خلق محمدی دیکھ کر مسلمان ہو گیا اور پھر مکہ جا کر تبلیغ اسلام کرتا رہا مخالفین اسلام کہتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے اُسے فرمایا تھا کہ ابوسفیان کو ہلاک کر دے مگر کتب اسلامیہ میں کوئی روایت ایسی نہیں پائی جاتی		

---

[1] یکے از عشرہ مبشرہ یکے از ستہ، جن کو فاروقؓ نے خلافت کا اہل بتایا۔ بڑے تاجر اور زمیندار، بڑے مالدار، زاہد، امین فی الارض و امین فی السماء۔ امہات المؤمنین کی خدمت مالی سب سے زیادہ کرنے والے۔ جنگ احد میں ۲۱ زخم کھائے۔ نبیؐ نے ایک سفر میں ایک نماز ان کے پیچھے پڑھی تھی ان کے ترکہ کا بیوی کو ۸۲ ہزار نقد ملا تھا۔ ۳۱ھ میں بعمر ۷۲ سال وفات پائی۔ [2] ان کا نسب نبی ﷺ کے ساتھ فہر (دیکھو سلسلہ نمبر ۱۱ نسب نبوی) میں شامل ہو جاتا ہے۔ غزوہ سفوان نمبر ۶ کے وقت سردار کفار تھے پھر اخیار و ابرار میں شامل ہوئے فتح مکہ کے دن شہید ہوئے۔

۴۸	غزوہ حدیبیہ ذی قعدہ ۶ھ	۱۴۰۰ نبی کریم ﷺ	اہل مکہ سہیل بن عمرو قرشی					دس سال کے لیے قریش کے ساتھ صلح کا معاہدہ ہو گیا نبی کریم واپس تشریف لائے	نبی کریمؐ بہ نیت عمرہ تشریف لے گئے تھے، مگر قریش نے حضور کریم ﷺ کو حدیبیہ سے جو مکہ سے سات کوس ہے آگے نہ بڑھنے دیا۔ صلح کا معاہدہ ہو گیا۔
۴۹	غزوہ خیبر محرم ۷ھ	۱۴۰۰ اجال ۲۰ زنان تیماردار کل ۱۴۲۰ نبی کریم ﷺ	۱۰۰۰۰ یہود خیبر کنانہ بن ابوالحقیق	۱۸	زخمی ۵۰		۹۳	فتح مبین حاصل ہوئی تھی	اُحد احزاب میں یہودی حملہ کر چکے تھے علاوہ ازیں اکثر قبائل کو مسلمانوں کے خلاف کھڑا کیا کرتے اب پھر مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری میں تھے کہ نبی کریم ﷺ نے خیبر پہنچ کر ان کے مفسدانہ ارادوں کا سدباب کر دیا
۵۰	غزوہ وادی القریٰ محرم ۷ھ	۱۳۸۲ نبی کریم ﷺ	یہود ان سکھنائے وادی القریٰ				۱۱	خفیف مقابلہ کے بعد دشمن کو شکست ہوئی یہودیوں کو ان کی ارضیات وغیرہ پر قابض رکھا گیا۔	وادی القریٰ میں یہودی آباد تھے خیبر کی واپسی کے وقت جب یہاں قیام ہوا تو یہاں کے یہودیوں نے جنگ میں ابتداء کی تیماء کے باشندوں نے یہاں آ کر خود صلح کر لی
۵۱	غزوہ ذات الرقاع محرم ۷ھ	۴۰۰ نبی کریم ﷺ	بنو غطفان بنو محارب بنو ثعلبہ بنو انمار					دشمن منتشر ہو گیا	بنو غطفان نے بنو محارب بنو ثعلبہ بنو انمار کو اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا اور مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتے تھے مسلمانوں نے ان کی سرحد پر جا کر مظاہرہ کیا تو سب منتشر ہو گئے
۵۲	سریہ عیص صفر ۷ھ	۷۲ ابو جندل و ابو بصیر[1]	قافلہ قریش			۹		اول دشمن کا اسباب لوٹ لیا پھر حکم نبی کریمؐ کے صادر ہونے پر سب کچھ واپس کر دیا۔	ابو جندل مکہ میں مسلمان ہو گیا تھا اسے قریش نے قید کر دیا اس نے جیل خانہ ہی میں تبلیغ اسلام کر کے کافی تعداد کو مسلمان کر لیا پھر بھاگ گیا مکہ اور شام کی راہ پر ایک پہاڑ پر جا ٹھہرا اور اب قریش کا جو فریق جنگ تھا قافلہ لوٹ لیا آنحضرت ﷺ نے اسباب واپس دلا دیا ابو جندل کو مدینہ بلا لیا
۵۳	سریہ کدید صفر ۷ھ	۶۰ غالب بن عبداللہ لیثی	بنو ملوح		۱			خفیف لڑائی ہوئی	بنو ملوح نے اصحاب بشیر بن سوید کو قتل کر دیا تھا ان کو تنبیہ کے لیے یہ سریہ بھیجا گیا
۵۴	سریہ فدک صفر ۷ھ	غالب بن عبداللہ لیثی	اہل فدک						کچھ لوگ دشمن کے مارے گئے
۵۵	سریہ حسمی جمادی الاخر ۷ھ	۵۰۰ زید بن حارثہؓ	۱۰۲ ہنید بن عوص جزری			۱۰۰	۲	مسلمانوں کی فتح ہوئی ہنید اور اس کا فرزند مارا گیا باقی کو بعد توبہ چھوڑ دیا گیا۔	دحیہ کلبی آنحضرت ﷺ کی جانب سے سفیر بن کر ہرقل قیصر کے پاس گئے تھے اب واپس آ رہے تھے قیصر کے تحائف بھی ان کے پاس تھے، ہنید نے ان کو لوٹ لیا ان ڈکیتوں کی گرفتاری کے لیے حضرت زید بھیجے گئے

[1] ابو جندل کا نسب نبی ﷺ کے ساتھ لوی بن غالب (دیکھو نسب نبوی نمبر ۹) میں شامل ہوتا ہے۔ خلافت فاروقؓ میں شام میں غزا کرتے ہوئے انتقال کیا ان کے بھائی عبداللہ بن سہیل بدری ہیں۔

۵۶	سریہ تربہ	۳۰ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ	اہل تربہ					دشمن منتشر ہوگیا	ترید مکہ سے دو منزل ہے یہاں کے لوگ بنو غطفان ۵۱ کے ساتھ شامل تھے ان کی سرحد پر مظاہرہ کیا گیا۔
۵۷	سریہ بنو کلاب	سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	بنوکلاب					فتح ہوئی دشمن بھاگ گیا دشمن کچھ مرے کچھ قید ہوئے۔	یہ لوگ بنو محارب بنو انمار وغیرہ کے ساتھی تھے اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاریاں کرتے تھے
۵۸	سریہ منقعہ رمضان ۷ھ	غالب بن عبداللہ لیثی	اہل مُنقعہ					خفیف لڑائی ہوئی	یہ لوگ اہل خیبر کے اتحادی تھے
۵۹	سریہ حزبہ رمضان ۷ھ	اسامہ بن زید[1]	اہل حزبہ						حضرت اسامہؓ مع ہمراہیاں چلے آتے تھے راہ میں ایک شخص پہاڑ سے نیچے اُترتا ہوا سیدھا ان کی طرف آیا اسامہ نے باوجود اس کے کلمہ شہادت پڑھنے کے تلوار سے مار دیا۔ پس ایک مسلمان مارا گیا۔
۶۰	سریہ بنی مرہ شوال ۷ھ	۳۰ر بشیر بن سعد بن	بنی مرہ قریب فدک					خفیف لڑائی ہوئی	یہ لوگ اہل خیبر کے اتحادی تھے
۶۱	سریہ بشیر بن سعد انصاری شوال ۷ھ	۳۰ بشیر بن سعد بن ثعلبہ الانصاری الخزرجی[2]	اہل فزارہ وغذرہ	۳۰		۲		سب مسلمان تیروں سے زخمی ہوئے دشمن کے دو کس گرفتار ہوئے	فزارہ وغزرہ نے جنگ خیبر میں یہودیوں کو مدد دی تھی ان کی تنبیہ کے لیے یہ سریہ بھیجا گیا تھا صرف مظاہرہ مقصود تھا
۶۲	سریہ ابن ابوالعوجا ذی الحجہ ۷ھ	۵۰ پیادہ ابن ابی العوجا	بنوسلیم	۱	۴۹			ابن ابی العوجاء زخمی ہوئے باقی سب شہید ہوئے	دشمن کی سرحد پر مظاہرہ کیا کیونکہ یہ مدینہ پر حملہ کی تیاری کرتے تھے
۶۳	سریہ ذات اطلح ربیع الاول ۸ھ	۱۵ر کعب بن عمیر انصاری الغفاری[3]	سکنہائے ذات اطلح بنو قضاعہ		۱۴			سب مسلمان شہید ہوئے یا ایک صحابی جانبر ہوئے	یہاں کے لوگ تعداد کثیر میں فراہم ہو کر مسلمانوں پر حملہ آور ہونا چاہتے تھے ان کو مرعوب کرنے کے لیے ایک دستہ بھیجا گیا دشمن بہت بڑی تعداد میں تھا سب مسلمان شہید ہوئے۔
۶۴	سریہ ذات عرق ربیع الاول ۸ھ	۲۵ شجاع بن وہب اسدی[4]	بنوہوازن مقیم ذات عرق					لڑائی نہ ہوئی دشمن کے کچھ اونٹ ملے	بنی ہوازن چند بار دشمنوں کو مدد دے چکے تھے اب انہوں نے مدینہ سے ۵ منزل پر پھر فراہم لشکر کا کام شروع کر دیا تھا اور بہت لوگ جمع ہو گئے تھے اس لیے انکو مرعوب کرنے کے لیے مظاہرہ کیا

[1] اسامہ نبی ﷺ کو بہت پیارے تھے ان کی والدہ ام ایمن ہیں جن کو حضور امی بعد امی فرماتے والد زید بن حارثہ ہیں جن پر نبی ﷺ کی شفقت دیکھ کر لوگ زید بن محمد کہنے لگے تھے۔ ۵۴ھ میں وفات پائی نبی ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر ۱۸ تا ۲۰ سال تھی۔

[2] عقبی بدری سب سے اول بیعت صدیقی میں داخل ہوئے عین التمر پر شہید ہوئے۔ [3] اصحاب بزرگ میں سے ہیں۔

[4] حبشہ و مدینہ کی ہجرت کی اور جملہ مشاہد میں حاضر ہوئے حارث غسانی اور حیلہ غسانی کے پاس سفیر نبوی ﷺ بن کر گئے تھے۔ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

۶۵	سریہ مؤتہ جمادی الاول ۸ھ	۳۰۰۰ زید بن حارثہ	ایک لاکھ ۱۰۰۰۰۰ شرحبیل غسانی	۱۲			تعداد معلوم نہیں ہوئی	مسلمانوں کو فتح ہوئی	آنحضرت ﷺ کے سفیر حارث بن عمر ازدی کو شرحبیل نے قتل کرا دیا تھا اس لیے جنگ ہوئی۔ اگرچہ مسلمانوں کی فوج میں بھی نقصان ہوئے مگر تین ہزار نے ایک لاکھ کو شکست دی
۶۶	سریہ ذات السلاسل جمادی الاخر ۸ھ	۵۰۰ عمرو بن العاص قرشی السہمی [1]	بنو قضاعہ مقیم ذات السلاسل					مسلمانوں کے مظاہرہ سے دشمن منتشر ہو گیا	بنو قضاعہ بلی بنو الحین مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے جمع ہوئے تھے۔ عمرو بن العاص کی سرداری میں اس مہم کی یہ وجہ خاص بھی تھی کہ انکی دادی اس قوم کی تھی اور یہ اس علاقہ سے خوب واقف تھے
۶۷	سریہ سیف البحر رجب ۸ھ	۳۰۰ ابوعبیدہ بن الجراح	قریش					سمندر کے کنارے چند روز ٹھہر کر واپس آ گئے	اس سریہ کا مقصد صرف یہ تھا کہ قریش کی توجہ منتشر ہو جائے
۶۸	سریہ محارب شعبان ۸ھ	۱۵ ابوقتادہ الانصاری [2]	بنو غطفان مقیم خضرہ واقع نجد					دشمن خوفزدہ ہو کر بھاگ گیا، کچھ مویشی ہاتھ آئے۔	بنو غطفان جو چند بار پیشتر حملہ آور ہو چکے تھے اب پھر مقام خضرہ پر جمع ہو رہے تھے پندرہ کس کا ایک دستہ خبر کے لیے بھیجا گیا تھا۔
۶۹	غزوہ فتح مکہ رمضان المبارک ۸ھ	۱۰۰۰۰ نبی کریم	قریش مکہ	۲			۱۲	فتح ہوئی	علماء میں اختلاف ہے کہ مکہ فتح ہوا ہے یا داخلہ صلح سے تھا حقیقت یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حکم دیا تھا کہ لشکر مکہ کو جائے اور جب تک کوئی مسلح دستہ مزاحم نہ ہو ہتھیار کا استعمال نہ کیا جائے لشکر شہر میں مختلف راستوں سے داخل ہو صرف ایک دستہ فوج کی مزاحمت ہوئی نبی ﷺ نے قبضہ شہر کے بعد سب کو عام معافی دی
۷۰	سریہ خالد رمضان ۸ھ	خالد بن ولید	بت خانہ عزیٰ						عزیٰ قبیلہ بنو کنانہ کا بت تھا اسے خالد بن ولید نے جا کر توڑ دیا تھا۔
۷۱	سریہ عمرو بن العاص رمضان ۸ھ	عمرو بن العاص	بت خانہ سواع						سواع قبیلہ بنو ہزیل کا بت تھا عمرو بن العاص نے توڑا تھا
۷۲	سریہ سعد اشہلی رمضان ۸ھ	سعد بن زید الاشہلی الانصاری [3]	بت خانہ منات						منات قبیلہ اوس اور خزرج کا بت تھا سعد اشہلی نے توڑا تھا

[1] صفر ۸ ہجری میں مسلمان ہوئے۔ نبیؐ نے انکو والی عمان بنا دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے والی فلسطین بنایا پھر مصر فتح کیا۔ واقع تحکیم اور صفین کے متعلق ان کے بڑے بڑے واقعات ہیں۔ [2] فارس رسول خطاب ہے۔ مشاہد نبوی ﷺ اور مشاہد مرتضویؓ میں شامل رہے ۲۰ھ کو کوفہ میں وفات پائی۔ حضرت علیؓ نے ان کی نماز جنازہ سات تکبیروں سے پڑھائی۔ [3] بنو عقبی بدری ہیں۔ جملہ مشاہد نبوی میں ملتزم رکاب رہے۔

۷۳	سریہ خالد بن ولید شوال ۸ھ	۳۵۰ خالد بن ولید	بنوخزیمہ				۹۵	بنوخزیمہ کے جو پہلے ہی سے اسلام لا چکے تھے ۹۵ کس قتل کیے گئے نبیؐ اس قتل سے ناخوش ہوئے اور مقتولین کا خون بہا ادا کیا۔	حضرت خالد تبلیغ اسلام کے لیے بھیجے گئے تھے۔ بنوخزیمہ پہلے ہی سے اسلام لا چکے تھے حضرت خالدؓ کو ان کی بابت شک ہوا۔ ان کے آدمی قتل کیے گئے۔
۷۴	غزوۂ حنین یا اوطاس یا ہوازن شوال ۸ھ	۱۲۰۰۰ نبی کریم ﷺ	بنوہوازن بنو ثقیف بنومضر بنواحسم وغیرہ		۶	۶۰۰۰	۷۱	فتح ہوئی	سب قیدی آنحضرت ﷺ نے بلا معاوضہ چھوڑ دیے تھے، قیدیوں کو کپڑا بھی عطا فرمائے۔
۷۵	غزوہ طائف شوال ۸ھ	۱۲۰۰۰ نبی کریمؐ		جمع کثیر	۱۳	جمع کثیر		ایک ماہ کے محاصرہ کے بعد نبیؐ چلے آئے تھے	محاصرہ اٹھا لینے کے بعد یہ لوگ ازخود حاضر ہو کر اسلام لائے۔
۷۶	سریہ عیینہ بن حصین محرم ۹ھ	۱۵۰ سوار عیینہ بن حصین بن حذیفہ بن بدر الفزاری [1]	قبیلہ بنوتمیم			۶۲		عام بغاوت کا انسداد ہو گیا	اس قبیلہ نے ماتحت قبائل کو بہکایا اور ادائے خارج سے منع کیا پھر عیینہ کے جانے سے بھاگ گئے وہ ۱۱ر د ۲۱ر عورتیں ۳۰ بچے قید کرلائے جب ان کے سردار مدینہ میں حاضر ہوئے نبیؐ نے سب قیدیوں کو چھوڑ دیا۔
۷۷	سریہ قطبہ بن عامر صفر ۹ھ	۲۰ قطبہ بن عامر	قبیلہ خثعم	نصف سے زیادہ		اکثر		منتشر ہو گئے	مسلمانوں کے خلاف سازش کرنے کی تیاری کر رہے تھے کچھ لوگوں کو حضرت قطبہؓ اسیر کرلائے تھے نبی ﷺ نے ان کو چھوڑ دیا۔
۷۸	سریہ ضحاک بن سفیان کلابی، ربیع الآخر ۹ھ	ضحاک رضی اللہ عنہ	قبیلہ بنوکلاب						مسلمان بنوکلاب کی تعلیم کے لیے بھیجے گئے کفار نے مزاحمت کی مقابلہ ہوا اہل سریہ کی تعداد کسی کتاب میں نہیں ملی معدودے چند ہوں گے۔
۷۹	سریہ عبداللہ بن حذافہ ربیع الاخر ۹ھ	۳۰۰ر عبداللہ بن حذافہ القرشی السہمی [2]	حشمی لوگ بحری ڈکیت					دشمن منتشر ہو گیا	بحری ڈکیت تھے ساحل جدہ پر جمع ہو گئے تھے اور مکہ پر حملہ کرنے کی تیاری کرتے تھے۔ اس سریہ کے جانے سے منتشر ہو گئے۔
۸۰	سریہ بنوطے ۹ھ	۱۵۰ سیدنا علی مرتضیٰؓ	بنوطے			مسماۃ سفانہ دختر حاتم مع دیگر		نبی کریمؐ نے سب کو چھوڑ دیا دختر حاتم کو باکرام رخصت فرمایا۔	

[1] فزارہ کا سردار نبی ﷺ نے اسے احمق و مطاع بنایا تھا۔ جفاکش، جنگ جو نبیؐ سے عرض کیا کہ اس کی بیوی بہت خوبصورت ہے منشاء ہو تو اس سے نکاح فرمائیں۔ آنحضرت ﷺ نے ہنس کر ٹال دیا۔ [2] نبی ﷺ کے سفیر بجانب کسریٰ، مہاجرین اولین سے ہیں۔ ہجرت حبشہ کی طبیعت میں مذاق بہت تھا۔ بعد خلافت فاروق رضی اللہ عنہ عیسائیوں کے ہاتھ قید ہو گئے تھے۔ ہرقل نے عیسائی بنانے کی بہت کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو محفوظ رکھا۔ مصر میں وفات پائی۔

۸۱	غزوۂ تبوک رجب ۹ھ	۳۰۰۰۰ نبی کریم ﷺ	قیصر ہرقل					سرحد پر مظاہرہ کرنے اور دشمن کو مرعوب بنانے کے بعد واپس تشریف لائے۔	پتہ لگا تھا کہ قیصر ہرقل مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے تاکہ جنگ موتہ ۶۵ کا داغ دھویا جائے آنحضرتؐ سرحد پر تشریف لے گئے۔ اس سے دشمن پر رُعب چھا گیا اور جنگ کا عزم ترک کر دیا۔
۸۲	سریہ دومۃ الجندل	۴۲۰ خالد بن ولید	اکیدر والیٔ دومۃ الجندل					اکیدر والیٔ دومۃ الجندل قید اور اس کا بھائی قتل ہوا تھا۔	اکیدر کو نبی ﷺ نے پھر بحال کر دیا، دیگر عیسائی حکومتوں کے ساتھ معاہدات کر لیے گئے۔

ناظرین چشم بصیرت سے ملاحظہ فرمائیں کہ اس نقشہ میں

اول:۔ سیف البحار ابغ ضرار نخلہ بھی درج ہیں حالانکہ یہ دستے محض گرداوری کے تھے جوان راستوں پر بھیجے گئے تھے جو مکہ سے مدینہ کو آتے ہیں اس لیے کہ قریش جیسا خونخوار کینہ توز دشمن مسلمانوں کو بے خبری ہی میں آ کر نہ دبا لے۔

دوم:۔ اسی نقشہ میں غزوۂ ودان ۴، غزوۂ بواط ۵، غزوۂ ذوالعشیر ہ ۷، درج ہیں حالانکہ یہ محض سفر تھے اور ان کا مقصود وعظ و ہدایت فرمانا بھی تھا اور قبائل سے معاہدات کر لینا بھی تاکہ وہ مسلمانوں کے خلاف ان کے دشمن قریش سے اتحاد نہ کر لیں۔ اسی فہرست میں سریہ دومۃ الجندل ۴۲ بھی ہے حالانکہ یہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کا ایک سفر تھا جو عیسائی آبادی کی تبلیغ کے لیے بھیجا گیا تھا حضرت ابن عوف رضی اللہ عنہ خاص دومۃ الجندل ہی میں جا کر اترے تھے اور تین روز برابر وعظ و پند ہی فرماتے رہے تھے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کا سردار مسلمان ہو گیا تھا۔

اس نقشہ میں سریہ قریظہ ۳۳ بھی شامل ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ محمد بن مسلمہ کو چند شخص ملے، انہوں نے دشمن سمجھ کر ان کے سردار کو پکڑ لیا۔ نبی ﷺ نے تفحص کے بعد اسے (ثمامہ بن اثالؓ کو) چھوڑ دیا اور وہ خلق محمدی پر فریفتہ ہو کر مسلمان ہو گیا۔

اس فہرست میں ایسے واقعات بھی درج ہیں جنہیں قانونی اصطلاح میں صرف قتل ۳۰۲ تعزیرات ہند یا ڈکیتی ۳۹۵ یا قتل مع ڈکیتی ۳۹۶ کہا جاتا ہے۔ اس ضمن میں وہ واقعات بھی ہیں کہ

الف:..... مسلمانوں کے خلاف کسی حرکت کا ارتکاب ہوا، مثلاً: کرز بن جابر مدینہ سے مسلمانوں کے مویشی لوٹ کر لے گیا۔ مسلمانوں کو خبر ہوئی تو انہوں نے تعاقب کیا نبی ﷺ بھی شامل ہو گئے نقشہ میں اس کا نام غزوہ سفوان ہے ذرا غور کرنا چاہیے کہ ایسے واقعہ کی نسبت کوئی کہہ سکتا ہے کہ غزوۂ نبوی ﷺ کفار کے خلاف صرف اسلام قبول کرانے کے لیے تھا۔

مثلاً: عمرو بن امیہ یکہ و تنہا مکہ سے مدینہ اس لیے آیا تھا کہ داؤ پا کر نبی ﷺ کو قتل کر ڈالے وہ آیا اور چہرہ انور کی زیارت کرتے اور کلام مبارک کے سنتے ہی مسلمان ہو گیا اور پھر گھر کو چلا گیا۔ اس نقشہ میں اسے سریہ عمرو بن امیہ ۴۷ درج کیا گیا ہے۔ مثلاً: مرض استسقاء کے چند مریض نبی ﷺ کی خدمت میں آئے نبی ﷺ نے ان کو بہ مقام عرینہ اپنے چرواہوں کے پاس رکھا وہ اونٹ کا دودھ اور پیشاب پی کر اچھے ہو گئے۔ پھر چرواہوں کو قتل کر کے اونٹ بھی لوٹ کر لے گئے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور پکڑ لیا قتل مع ڈکیتی کے جرم میں وہ بھی

کیفر کردار کو پہنچائے گئے اس نقشہ میں اسے سریہ کرز بن جابر ۴۶ درج کیا گیا ہے۔

مثلاً: بنوغطفان نے غابہ میں ڈکیتی کی نبی ﷺ کے چرواہے کو قتل کر کے اس کی جورو اور اونٹوں کو لے گئے۔ خبر ہونے پر نبی ﷺ نے ان کا تعاقب کیا نقشہ میں اس کا نام غزوۂ ذی قردہ یا غزوۂ غابہ ۳۵ درج ہے۔

مثلاً: ہنید بن عوص کے ڈکیتوں کے گروہ نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو لوٹ لیا تھا، یہ نبی ﷺ کے سفیر تھے اور ہرقل کے پاس سفارت پہنچا کر واپس آ رہے تھے، ڈکیتوں نے وہ تمام تحائف بھی لوٹ لیے تھے جو ہرقل نے نبی کریم ﷺ کے لیے ارسال کیے تھے، ان ڈکیتوں کی سزا دہی کے لیے ایک افسر مقرر کیا گیا اس نقشہ میں اسے سریہ حسمی ۵۵ درج کیا گیا ہے۔

مثلاً: زید بن حارثہ کے قافلہ تجارت کو قوم فزارہ نے جو زیر سرداری ام قرفہ تھے لوٹ لیا تھا۔ ان کی گرفتاری کے لیے ایک افسر مامور ہوا۔ اس نقشہ میں سریہ ام قرفہ ۴۴ کے نام سے درج ہے۔

مثلاً: سریہ قطن کی بھی یہی حالت ہے کہ ڈکیتی پیشہ گروہ کے منتشر اور مرعوب کرنے کے لیے ایک جمعیت بھیجی گئی تھی اور وہ نقشہ میں سریہ نمبر ۲۱ درج ہے۔

ب..... ایسے واقعات بھی ہیں جو مسلمانوں سے غیر مسلموں کے مقابلہ میں ہوئے۔ مثلاً: عمیر بن عدی نے اپنے قبیلہ کی ایک عورت عصماء نامی کو جو غالباً ان کی بیوی بھی رہ چکی یا رشتہ کی بہن تھی۔ قتل کر ڈالا تھا۔ سریہ نمبر ۱۰

مثلاً: سالم بن عمیر نے ایک یہودی کو قتل کر ڈالا تھا۔ سریہ ۱۱

مثلاً: محمد بن مسلمہ نے اپنے برادر رضاعی کعب بن اشرف یہودی کو قتل کر ڈالا تھا۔ سریہ ۱۶

مثلاً: عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے سفیان بن خالد ہذلی کو مار ڈالا تھا۔ سریہ ۲۲

مثلاً: عبداللہ بن عتیک نے سلام بن ابی الحقیق یہودی کو مار ڈالا تھا۔ سریہ ۳۱

یہ سب ایسے واقعات ہیں جن کا شمار جنگ کے نام سے ہرگز نہیں کیا جا سکتا گو ہم یہ بھی تسلیم کر لیں کہ مقتولوں کے کشتنی و گردن زدنی ہونے کی وجہ سے یا قاتلوں کے صرف جوش مذہبی کی وجہ سے ان کا ارتکاب ہوا تھا۔

واعظین اسلام کا قتل

اسی نقشہ کے اندر واقعہ رجیع بھی درج ہے چند لوگ دس واعظوں کو نبی ﷺ کی اجازت سے اپنے ساتھ لے گئے اپنے علاقہ میں لے جا کر آٹھ کو قتل دو کو فروخت کر ڈالا۔ نقشہ میں اس کا نام سریہ رجیع ۲۳ ہے۔ اس واقعہ کے بعد نبی کریم ﷺ ان کے علاقہ تک دو سو سواروں کو لے کر گرد اوری کر کے واپس تشریف لے آئے تھے۔ جس سے مقصود ان سرکشوں کا صرف مرعوب کر دینا تھا۔ وہ اس نقشہ میں غزوۂ لحیان نمبر ۳۴ کے نام سے درج ہے۔

مقام ذی القصہ پر بھی ایسا ہی ہوا دس عالمان دین تبلیغ کے لیے نکلے تھے رات کو ایک جگہ سوئے بنوثعلبہ نے حملہ کر کے ان میں سے ۹ کو شہید کر ڈالا، ایک سخت زخمی ہوئے۔ اس نقشہ میں وہ سریہ ذی القصہ نمبر ۳۷ درج ہے، ان بنوثعلبہ کے مرعوب کرنے کو دو سردار بھیجے گئے وہ سریہ ۳۸ سریہ نمبر ۴۰ کے نام سے درج ہے۔

علی ہذا ملک نجد کے لیے ستر واعظ بھیجے گئے تھے والئی نجد کا چچا ان کی حفاظت کا خود ذمہ دار بنا تھا۔ جب وہ اس

کے علاقہ میں پہنچے تو حملہ کر کے سب کو شہید کر ڈالا، ایک مسلمان سخت زخمی ہو کر جانبر ہو گیا، نقشہ میں اس کا نام سریہ بیر معونہ ۲۴ ہے۔ بعض واقعات صرف غلط فہمی سے وقوع میں آئے تھے۔ مثلاً: اُسیر بن رزام یہودی اپنے تیس آدمیوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن رواحہ کی معیت میں مدینہ کو آ رہا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اسیر کو اس لیے طلب فرمایا تھا کہ اسے اس کے قبیلہ کا سردار بنایا جائے۔ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی تیس ہی مسلمان تھے، ایک ایک اونٹ پر ایک مسلمان ایک یہودی سوار تھا۔ اسیر نے چپکے سے عبداللہ کی تلوار پر ہاتھ ڈالا۔ انہوں نے اونٹ سے نیچے کود کر اسیر کے ضرب لگائی اس نے عبداللہ کو ضرب لگائی سرداروں کو آپس میں لڑتے دیکھ کر ہمراہی بھی لڑ پڑے تیس مسلمانوں نے تیس یہودیوں کا خاتمہ کر دیا۔ اس نقشہ میں یہ سریہ عبداللہ بن رواحہ نمبر ۴۵ کے نام سے درج ہے۔ اس واقعہ میں شاید کوئی شخص یہودیوں کو مقتول اور مسلمانوں کو قاتل سمجھ کر اس کو غلط فہمی پر محمول نہ کرے لیکن خود مسلمانوں کے اندر باہمی بھی ایسی غلط فہمیاں ہوئی ہیں۔

مثلاً: خالد بن ولید بنوخزیمہ میں تبلیغ اسلام کرنے گئے تھے وہ پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے انہوں نے لشکر اسلام کی آمد سنی تو مسلح ہو کر آگے بڑھے۔ خالد ان کے مسلح ہونے کی وجہ سے غلطی میں پڑ گئے۔ بنوخذیمہ سے یہ غلطی ہوئی کہ انہوں نے اسلمنا اسلمنا کہنے کی بجائے اصبانا اصبانا کا لفظ استعمال کیا۔ ان غلطیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت خالد کے کچھ سواروں نے قبیلہ کے کچھ آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ اس نقشہ میں اس کا نام سریہ خالد نمبر ۷۳ ہے۔

ایسا ہی واقعہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا ہے ان کو ایک مسلمان دشمن کے ملک میں ملا اس نے مسلمان ہونے کا اظہار بھی کیا مگر ان کا شبہ رفع نہ ہوا اور قتل کر دیا۔ وہ اس نقشہ میں سریہ خربہ نمبر ۵۹ کے نام سے درج ہے۔

ایسا ہی واقعہ عمرو بن امیہ ضمری کا ہے انہوں نے دو شخصوں کو بیر معونہ کے قریب دیکھا اور ان کے ۲۹ مسلمانوں کے قاتلوں میں سے سمجھا اور مار ڈالا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کا دیت ادا کیا۔ اس نقشہ میں وہ سریہ بیر معونہ نمبر ۲۵ کے نام سے درج ہے۔

اس سے بھی عجیب تر سریہ نمبر ۷۰ و سریہ ۷۱ و سریہ ۷۲ ہیں۔ ان کا خلاصہ تو یہ ہے کہ یہ قبائل مسلمان ہو گئے تھے اور انہیں کی مرضی کے موافق ان بت خانوں کو گرایا گیا۔ مگر اس نقشہ میں ان کا اندراج سرایا کے نام سے ہے۔

تفصیلات بالا سے ایک تحقیق پسند دوست شخص سمجھ سکے گا کہ عنوان غزوات و سرایا کے تحت میں صرف لڑائیاں درج نہیں کی گئیں بلکہ نبی ﷺ یا مسلمانوں کا سفر درج ہے، ہم اس نقشہ کے اندر اگر اصلی لڑائیوں کا انتخاب کرنے لگیں گے تو ان کا شمار بہت کم نکلے گا۔

بدر نمبر ۹ / احد، ۱۹ غزوۂ احزاب نمبر ۳۰ خیبر ۴۹ فتح مکہ ۶۹ غزوۂ حنین ۷۴ بے شک لڑائیاں ہیں، مگر نقشہ میں ان کی تعداد کو بھی بڑھانے کی سعی کی گئی ہے۔ مثلاً: غزوہ حمراء الاسد نمبر ۲۰ کو غزوہ احد ۱۹ / سے علیحدہ شمار کیا گیا ہے حالانکہ احد پہلے دن کی لڑائی کا نام ہے اور حمراء الاسد نمبر ۳۰ دوسرے دن کے تعاقب یا تجسس دشمن کا پھر اس کا شمار علیحدہ کیونکر ہو سکتا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ جملہ غزوہ و سرایا کو ان کے مناسب عنوانات کے تحت میں درج کر دوں تا کہ ناظرین کتاب میرے مدعا کو بخوبی ذہن نشین فرمالیں۔

اول..... تکمیل معابدات وتبلیغ اسلام ومواعظ کے لیے سفر۔

غزوۂ ودان نمبر ۴،غزوۂ بواط نمبر ۵،غزوۂ ذوالعشیرہ نمبر ۷،سریہ دومۃ الجندل نمبر ۴۲ غزوۂ حدیبیہ نمبر ۸۔

دوم..... حملہ آور دشمن کے احوال کی دریافت۔

سیف البحر نمبر ۱،رابغ نمبر ۲،خرار نمبر ۳،سریہ نخلہ نمبر ۸،سریہ قردہ نمبر ۱۸ سریہ ابوقتادہ نمبر ۶۸

سوم..... گرداوری تاسرحد حملہ آوران جس کا مقصود دشمن کو مرعوب کر کے اس کو حملہ آوری سے روکنا تھا۔

غزوۂ قرقرہ الکدر نمبر ۱۴،سریہ قرقرہ الکدر نمبر ۱۵،غزوۂ ذی امر نمبر ۱۷،بدر اخری نمبر ۲۷،غزوۂ دومۃ الجندل نمبر ۲۸،سریہ قریظہ نمبر ۳۳ بنولحیان نمبر ۳۴،سریہ عمر نمبر ۳۶،سریہ بنوثعلبہ نمبر ۳۸،سریہ جموم نمبر ۳۹،سریہ طرف نمبر ۴۰،سریہ وادی القری نمبر ۴۱،سریہ فدک نمبر ۴۳،غزوۂ وادی القری نمبر ۵۰،غزوۂ ذات الرقاع نمبر ۵۱،سریہ عیص نمبر ۵۲،سریہ کدید یا سریہ غالب نمبر ۵۳،سریہ غالب نمبر ۵۴،سریہ تربہ نمبر ۵۶،سریہ بنوکلاب نمبر ۵۷،سریہ منقعہ نمبر ۵۸ سریہ بنومرہ نمبر ۶۰، سریہ بشیر نمبر ۶۱،سریہ ابن ابی العوجا نمبر ۶۲،سریہ کعب بن عمیر نمبر ۶۳،سریہ شجاع بن وہب نمبر ۶۴،سریہ عمرو بن العاص نمبر ۶۶،سریہ ابوعبیدہ نمبر ۶۷،سریہ ابوقتادہ نمبر ۶۸،سریہ عیینہ نمبر ۷۶،سریہ قطبہ نمبر ۷۷،غزوۂ تبوک نمبر ۸۱،سریہ دومۃ الجندل نمبر ۸۲

چہارم..... سزادہی گروہ ڈکیتی پیشگاں۔سریہ حسمی نمبر ۵۵ سریہ ام قرفہ نمبر ۴۴ سریہ عرنیین نمبر ۴۶

پنجم..... تعاقب ڈکیتیاں۔غزوۂ سفوان نمبر ۶،سریہ قطن نمبر ۲۱،غزوۂ ذی قردہ یا غزوۂ غابہ نمبر ۳۵،سریہ عبداللہ بن حذافہ نمبر ۷۹۔

ششم..... معابد اقوام کی جانب سے بغاوت اور غدر اور بلوے اور ان کے انجام

غزوۂ بنوقینقاع نمبر ۱۲ سریہ رجیع نمبر ۲۳۔سریہ بیر معونہ نمبر ۲۴،غزوۂ بنونضیر نمبر ۲۶،سریہ بنومصطلق نمبر ۲۹ غزوۂ بنوقریظہ نمبر ۳۲،سریہ ذی القصہ نمبر ۷۳،سریہ بنی طے نمبر ۸۰

ہفتم..... غلط فہمیاں۔سریہ عمرو بن امیہ نمبر ۲۵،سریہ عبداللہ بن رواحہ نمبر ۴۵،سفر عمرو بن امیہ نمبر ۴۷،سریہ خربہ نمبر ۵۹ سریہ خالد نمبر ۷۳ سریہ ضحاک بن سفیان نمبر ۴۷

ہشتم..... بت شکنی۔سریہ خالد نمبر ۷۰ سریہ عمرو بن العاص نمبر ۷۱ سریہ سعد اشہلی نمبر ۷۲

نہم..... بدر الکبری نمبر ۹۔غزوۂ احد نمبر ۱۹۔غزوۂ احزاب نمبر ۳۰،غزوۂ خیبر نمبر ۴۹،سریہ موتہ نمبر ۶۵،فتح مکہ نمبر ۶۹ غزوۂ حنین نمبر ۷۴

دہم..... تعاقب دشمناں۔غزوۂ السویق نمبر ۱۳،حمراء الاسد نمبر ۲۰ غزوۂ طائف نمبر ۷۵

یازدہم..... لوکل یا پرسنل واقعات مقامی یا شخصی۔سریہ عمیر نمبر ۱۰،سریہ عالم نمبر ۱۱،سریہ محمد بن مسلمہ نمبر ۱۶،سریہ ابن انیس نمبر ۲۲،سریہ ابن عتیک نمبر ۳۱۔

امید ہے کہ صراحت بالا کا علم اور اس پر غور کے بعد اس نقشہ کا طول جو ہم غزوات وسرایا کی بابت دے آئے ہیں بہت مختصر نظر آنے لگے گا لیکن ہم ناظرین کتاب کو اس مسئلہ کے ہر پہلو سے واقف کرنا چاہتے ہیں کہ بصیرت کامل ہو جائے۔غزوات وسرایا کی تقسیم ہم فرقہ بندی پر کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ کن کن قبائل کے ساتھ یہ جھگڑے ہوئے شخصی واقعات کو جن کا شمار (۵) ہے چھوڑ دیا گیا۔

۱..... قریش مکہ:۔سیف البحر نمبر ۱ رابغ نمبر ۲ ضرار نمبر ۳، بواط نمبر ۵، سفوان نمبر ۶، ذوالعشیرہ نمبر ۷، غزوۃ السویق نمبر ۱۳، ذی قرد نمبر ۱۸، احد نمبر ۱۹، حمراء الاسد نمبر ۲۰، بدر الاخری نمبر ۲۷، احزاب نمبر ۳۰، سریہ عیص نمبر ۵۲، سریہ عمرو بن امیہ نمبر ۷۴ حدیبیہ نمبر ۴۸ سیف البحر نمبر ۶۷ مکہ نمبر ۶۹

۲..... بنوغطفان و انمار:۔قرقرۃ الکدر نمبر ۱۴، نمبر ۱۵، ذی امر نمبر ۱۷ دومۃ الجندل نمبر ۲۸ بنومصطلق نمبر ۲۹، غابہ نمبر ۳۵، وادی نصری نمبر ۴۱، سریہ کرز بن جابر نمبر ۴۶، ذات الرقاع نمبر ۵۱، سریہ تربہ نمبر ۵۶، سریہ منقعہ نمبر ۵۸، سریہ خربہ نمبر ۵۹، سریہ ابوقتادہ نمبر ۶۸، سریہ عبداللہ بن حذافہ نمبر ۷۷

۳..... بنوسلیم:۔بیر معونہ نمبر ۲۴، جموم نمبر ۳۹، ابن ابی العوجاء نمبر ۶۲، بنوملوح بنوسلیم نمبر ۵۳

۴..... بنوثعلبہ: ذی القصہ نمبر ۳۷، بنوثعلبہ نمبر ۳۸، طرف نمبر ۴۰، سریہ حسمی نمبر ۵۵

۵..... بنوفزارہ وغدرہ:۔سریہ ابوبکر صدیق نمبر ۴۴، سریہ فدک نمبر ۵۴، سریہ بشیر بن سعد نمبر ۶۱، ذات اطلح نمبر ۶۳

۶..... بنوکلاب و بنومرہ:۔قریظہ نمبر ۳۳، بنوکلاب نمبر ۵۷، بنومرہ نمبر ۶۰ سریہ ضحاک نمبر ۷۸

۷..... بنوعضل وقارہ:۔رجیع نمبر ۲۳

۸..... بنواسد و بنوقضاعہ: قطن نمبر ۲۱، غمر نمبر ۳۶، ذات السلاسل نمبر ۶۶

۹..... بنوذکوان:۔بیر معونہ نمبر ۲۴، اسی کو ہم نے بنوسلیم کے تحت میں درج کیا ہے واقعہ ایک ہے دو قبائل کا تعلق تھا۔

۱۰..... بنولحیان:۔غزوہ نمبر ۳۴

۱۱..... بنوسعد بن بکر:۔فدک نمبر ۴۳

۱۲..... بنوہوازن:۔ذات عرق نمبر ۶۴

۱۳..... بنوتمیم: سریہ عیینہ نمبر ۷۶

۱۴..... بنوثقیف: حنین نمبر ۷۴۔طائف نمبر ۷۵

۱۵..... یہود: بنوقینقاع نمبر ۱۲، بنونضیر نمبر ۲۶۔بنوقریظہ نمبر ۳۲، سریہ ابن رواحہ نمبر ۴۵، خیبر نمبر ۴۹، وادی القری نمبر ۵۰

۱۶..... عیسائیان:۔موتہ نمبر ۶۵، بنوطے نمبر ۷۹، تبوک نمبر ۸۰ دومۃ الجندل نمبر ۲۸، نمبر ۴۲، نمبر ۸۲

متعدد قبائل کے نام دیکھ کر ناظرین کو خیال ہوگا کہ اتنے قبائل سے جنگ کے وجوہ کیا ہیں:

ہم اول تو ان قبائل کے باہمی تعلقات قرابت کو بیان کریں گے جس سے معلوم ہو سکے گا کہ فی الواقع یہ قبائل اتنے ہی ہیں جس قدر بادی النظر میں معلوم ہوتے ہیں یا یہ سلسلہ جدیت کی وحدت میں منسلک ہیں اور حیات و بقا اور جنگ و صلح میں وہ اس قدر متوافق و متحد چلے آئے تھے کہ ایک ہی سمجھے جاتے اور ایک ہی شمار ہوتے تھے۔

واضح ہو کہ الیاس بن مضر کے تین فرزند تھے۔

اول..... قیس عیلان اور بنوغطفان بنوثعلبہ، بنومحارب، بنواشجع، بنوبیسان، بنوفزارہ اسی قیس عیلان کے فرزند سعد کی اولاد ہیں

دوم..... طانجہ، بنوتمیم اسی فرزند عدی کی اولاد ہیں۔

سوم..... مدرکہ اور بنواسد بنوہون، بنوقارہ، بنوعضل اور بنوکنانہ (جس کے اندر الاحابیش و بنوخزیمہ یعنی بنومصطلق اور قریش داخل

ہیں)اسی مدرکہ کے فرزند خزیمہ کی اولاد ہیں۔

اس شجرہ سے ایک محقق معلوم کرسکتا ہے کہ یہ تمام قبائل قریش ہی کے جدی اور شخص واحد الیاس بن مضر کی اولاد تھے اور نبی ﷺ کے ساتھ جو کچھ لڑائی وغیرہ ہوئی وہ حضور کے جدی بھائیوں ہی کے غیظ وغضب کا نتیجہ تھا۔

یہودی قریش کے ساتھ معاہدات کی رو سے متفق تھے جیسا کہ ۱۹۱۴ء میں ترکی اور جرمنی تھے اس اصلیت کے منکشف ہوجانے کے بعد نبی ﷺ کے غزوات وسرایا یعنی لڑائیاں صرف ایک ہی نسل کے شخصوں یعنی بنوالیاس بن مضر سے ہوئیں جس نسل سے خود آں حضرت ﷺ بھی ہیں۔ کوئی بھی معترض یہ نہیں کہہ سکتا کہ نبی ﷺ نے عرب بھر میں لڑائی پھیلادی تھی یا یہ کہ اسلام کو بہ جبر قبول کروانے کے لیے لڑائی کی جاتی ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو عرب کے سینکڑوں قبائل میں سے کسی اور کے ساتھ بھی جارحانہ مخاصمانہ یا مدافعانہ طاقت آزمائی ہوئی ہوتی۔ دلیل ایسی صاف اور مستحکم اور سراپا حقیقت ہے کہ غزوات نبوی ﷺ کے متعلق جن دلائل کو ہمارے علمائے کرام آج تک پیش کرتے رہے ہیں اور جو بجائے خود بہت کچھ قابل وقعت اور قابل قبولیت ہیں ان کی حاجت نہیں رہ جاتی، البتہ فلسفہ تاریخ ہنوز اس امر کا ہم سے خواست گار ضرور ہے کہ مندرجہ بالا قبائل کیونکہ جنگ میں شامل ہوتے رہے اور کیونکر اور کب مسلمانوں کے خلاف وہ فریق مخالف ٹھہرے، اس انکشاف کے بعد ہماری پیش کردہ دلیل کو درجہ برہان حاصل ہوجائے گا۔ ہم لکھ چکے ہیں کہ غزوات وسرایا کا آغاز ہجرت کے بعد ہوا ہے۔ پہلا غزوہ یا جنگ واقعہ بدر ہے جو ہجرت سے دوسرے ہی سال میں ہوا تھا۔ ہم کو تفحص کرنا ضروری ہے کہ قریش کے حملہ آور لشکر میں کن کن قبائل کے لوگ شامل ہوئے تھے۔

۱..... قریش مدینہ پر حملہ آور ہونا چاہتے تھے مگر ان کے درمیان بنوکنانہ کا علاقہ پڑتا تھا جن سے قریش کی جانی عداوت، مخاصمت کی پشتوں سے چلی آتی تھی۔ قریش کو مدینہ پر حملہ آور ہونے میں دو مشکلات کا سامنا تھا۔

الف..... بنوکنانہ ان کو اپنے علاقہ سے فوج لے جانے نہ دیں گے۔

ب..... اگر فوج کو راہ مل بھی گئی تب بھی اندیشہ ہے کہ بنوکنانہ ادھر تو حملہ آور فوج کا سلسلہ عقب سے منقطع کردیں اور ادھر خود مکہ پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کرلیں کیونکہ وہاں کوئی بھی ہتھیار اٹھانے والا باقی نہ رہ گیا ہوگا۔

یہ خیالات ایسے قوی تھے کہ قریش کو مجبوراً حملہ آوری کے ارادوں کو چھوڑ دینا ضروری تھا۔

۲..... سراقہ[1] بن مالک المدلجی الکنانی جو اس درمیانی علاقہ کا سردار تھا اسے بھی معلوم ہوگیا کہ قریش صرف اس کی وجہ سے مسلمانوں پر حملہ کرنے سے رکے ہوئے ہیں اس لیے سراقہ مذکور خود مکہ گیا۔ اس نے تمام پچھلی عداوتوں کو چھوڑ کر قریش کے ساتھ معاہدہ اتحاد کرلیا اور صاف صاف طور پر یہ طے ہوگیا کہ جب قریش مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے اپنی فوج لائیں گے تو سراقہ ان کو اپنے علاقہ سے راستہ دے دے گا اور خود ان کے وطن کو کوئی گزند نہ پہنچائے گا بلکہ جہاں تک ممکن ہوا وہ قریش کو مسلمانوں کے خلاف امداد بھی دے گا۔

یہی تھا وہ معاہدہ شیطانی جس کے ذریعہ سے یہ شخص مسلمانوں پر قریش کے حملہ کرسکنے کا سبب قوی بنا تھا۔

---

[1] راہ ہجرت میں سراقہ ہی نے بامید انعام مشتہرہ قریش نبی ﷺ کا تعاقب کیا تھا۔ سراقہ ۸ھ میں داخل اسلام ہوئے اور ۲۴ھ میں وفات پائی

۳..... الاحابیش اور بنو مصطلق بھی سراقہ کے ساتھ اس معاہدہ میں شامل تھے لہذا بدر کی اولین جنگ ہی پہلا موقع ہے کہ الاحابیش اور بنو مصطلق بھی مسلمانوں کے دشمن یعنی قریش کے ساتھ عملی طریق پر شامل ہوئے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ الاحابیش اور بنو مصطلق بنو کنانہ ہیں اور ان کے تحت مندرجہ ذیل قبائل شامل ہیں:

① ..... احابیش[1] بنو نضر یعنی اولاد نضر بن کنانہ۔ ② ..... بنو مالک یعنی اولاد مالک بن کنانہ

③ ..... مطیبین[2] یعنی اولاد حرث بن مالک۔

بنو مصطلق کے تحت میں مندرجہ ذیل قبائل ہیں

بنو الحرث	حرث بن لوی سے	بنو العوف	عوف بن لوی سے
بنو کعب	کعب بن لوی سے	بنو عدی	عدی بن کعب سے
بنو ہصیص	ہصیص بن کعب سے	بنو جمع	جمع بن کعب سے
بنو مرہ	مرہ بن کعب سے	بنو سہم	سہم بن کعب سے
بنو تیم	تیم بن مرہ سے	بنو کلاب	کلاب بن مرہ سے
بنو زہرہ	یعنی زہرہ بن کلاب سے	بنو قصی	قصی بن کلاب سے

جنگ بدر کا نتیجہ جب قریش کے خلاف نکلا تب سراقہ کو افسوس رہا کہ اس نے کیوں قریش کو مسلمانوں کے خلاف پوری پوری مدد نہ دی۔ چنانچہ احد میں اس نے تلافی مافات کر دی اور عملاً شامل جنگ ہوا۔

۴..... واقعہ احد کو دیکھیے کہ قریش کا لشکر تین ہزار کی تعداد میں ہے جس میں قریش صرف ایک ہزار ہیں اور باقی دو ہزار ان ہی قبائل کے ہیں جو فرزندان الیاس بن مضر ہیں۔ امام علی بن برہان الدین حلبیؒ نے جنگ احد میں بنو المصطلق اور بنو ہون بن خزیمہ کی شمولیت اور واقدی نے بنو ثقیف کی شمولیت بیان کی ہے اور سیرۃ النبویہ میں احابیش کی شمولیت کی صراحت کی گئی ہے۔[3] پس احد میں ان قبائل کا پہل کر کے کھلم کھلا میدان میں آ جانا ہر محقق کو مطمئن کر سکے گا کہ ان قبائل سے مسلمانوں کا بہ طور فریق جنگ برتاؤ کرنا بالکل دنیا کے مسلمہ قانون جنگ کے اتباع میں تھا۔

۵..... احد کے بعد دشمنوں کا بہت بڑا حملہ مسلمانوں پر جنگ خندق ہے۔ جسے قرآن مجید میں جنگ احزاب فرمایا گیا ہے۔ لشکروں کا اجتماع اور مسلمانوں کی پریشانی و کمزوری قرآن مجید کے مندرجہ ذیل کلام صدق التیام سے بخوبی واضح ہوتی ہے۔

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝ (سورۃ الاحزاب)

ترجمہ:..... جب دشمن شہر کے اوپر اور نیچے کی جانب سے آ گئے جب (مسلمانوں) کی آنکھیں پتھرا گئیں اور دل حلق تک اچھل آئے اور جب تم اللہ پر کچھ کچھ گمان کرنے لگے ایسے وقت میں مسلمانوں کی سخت آزمائش کی گئی اور

---

[1] احابیش حبشی سے بنا ہے یہ مکہ کے قریب ایک پہاڑی کا نام ہے جس کے پاس انہوں نے ایک معاہدہ کیا تھا اس لئے احابیش کہلائے۔

[2] انہوں نے ایک معاہدہ کرتے وقت عطر کا استعمال کیا تھا اس لئے مطیبین کہلائے۔

[3] انسان العیون، جلد ۲ ص ۲۱۸۔ واقدی، صفحہ ۱۴۷۔

ان کو بہت زور سے جھنجھوڑا گیا۔

اب ان چند در چند لشکروں کا تفحص کرنا چاہیے کہ کن کن قبائل سے مرکب ہیں:

الف.....	قریش اوران کے اتباع	زیر کمان ابوسفیان اموی
ب.....	بنوسلیم	زیر کمان سفیان بن عبد شمس (ابوالاعور اسلمی)
ج.....	بنواسد	زیر کمان طلحہ بن خویلد الاسدی
د.....	بنواشجع	زیر کمان ابومسعود بن اخیلہ
ہ.....	بنومرہ	زیر کمان حرث بن عوفہ مری
و.....	بنوغطفان واتباع بنوغطفان یعنی بنوعیس، بنوذبیان، بنوالعشراء، بنوسعد، بنواحشراء، بنوشبیع، بنوحجاش بنوفزارہ.....زیر کمان عیینہ بن حصین	
ز.....	وتیماء ۷۰۰ کس یہودان خیبر ونواحی فدک وام القری.....زیر کمان حیی بن اخطب	
ح.....	قبیلہ ہوازن	زیر کمان عامر بن طفیل۔ جملہ قبائل بالا اس لشکر میں موجود تھے۔
ط.....	یہودان بنوقریظہ مقیم مدینہ نے دشمنوں کو آلات کثیرہ مساعی، کرادین اور مقاتل سے امداد دی تھی (انسان العیون)	

ان قبائل کے فریق جنگ بن جانے کے بعد ایک محقق کے لیے پوری پوری وجہ منکشف ہوجاتی ہے کہ کیوں فلاں فلاں قبائل کی سرحد پر مسلمانوں نے مظاہرہ کیا یا کیوں فلاں قبیلہ کے شخص کی گرفتاری عمل میں آئی جنگ خیبر ومکہ و حنین وطائف کے بواعث بھی اسے معلوم ہوجائیں گے کیونکہ یہ وہی قبائل ہیں جو احد اور خندق میں مسلمانوں پر حملہ آور ہو چکے تھے۔ غرض کوئی ایسا قبیلہ یا گروہ نہیں کہ مسلمانوں نے اس پر حملہ کرنے پر ابتداء کی ہو بلکہ جب متعدد بار اس نے حملے کیے تب اس کا انہوں نے جواب دیا ہے۔ ان سب انکشافات کے بعد ممکن ہے کہ معترض اپنے اعتراض کو ختم کر چکا ہو مگر ہنوز اس کے سینہ میں شکوک موجود ہوں تو میں اس سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نقشہ کے تمام نمبروں کو جو ۸۲ ہیں لڑائیاں ہی سمجھ لو اور ہر لڑائی کو جارحانہ ہی تسلیم کرلو اور مان لو کہ سب لڑائیوں کا آغاز اور اقدام مسلمانوں ہی کی جانب سے ہوا تھا، پھر بھی لڑائیوں کے نتائج پر غور کرنا ضروری ہوگا۔ ہمارے پیش کردہ نقشہ سے ظاہر ہے کہ ان سب لڑائیوں میں مسلمانوں اور فریق مخالف کا نقصان حسب ذیل تھا۔

نام فریق	اسیر	زخمی	مقتول	کل	کیفیت
مسلمان	۱	۱۲۷	۲۵۹	۳۸۷	ہر دو جانب کے زخمیوں کی تعداد صحیح نہیں
مخالف	۶۵۶۴	۰	۷۵۹	۷۳۲۳	
میزان	۶۵۶۵	۱۲۷	۱۰۱۸	۷۷۱۰	اسیروں اور مقتولوں کی تعداد انشاء اللہ صحیح ہے

مقتولین ہر دو جانب کی تعداد (۱۰۱۸) ہے اور (۸۲) پر تقسیم کرنے سے فی جنگ اوسط نکلتا ہے کیا ایسی لڑائیوں کی نسبت کوئی ذی عقل یہ قرار دے سکتا ہے کہ صدہا سالہ مذاہب کے ترک کرانے اور نئے مذہب کے یہ جبر قبلوانے کے

لیے اور وہ بھی عرب جیسے خونخوار ملک میں یہ کافی مؤثر تھیں۔

دشمنوں کی تعداد اسیران کافی معلوم ہوتی ہے۔ یعنی ۶۵۶۴ مگر یہ تعداد بھی جزیرہ نما عرب کی وسعت کے مقابلہ میں ہیچ ہے اور چونکہ اس تعداد کے اندر بڑی تعداد (۶۰۰۰) ایک ہی غزوۂ حنین کی ہے اس لیے باقی جنگوں میں اوسط اسیران جنگ (۷) رہتا ہے۔ یہ تعداد بھی ایسی نہیں ہے جو تمام ملک کو تبدیلی مذہب پر مجبور کر سکے۔

ہم کو ۶۵۶۴ قیدیوں کی تعداد کے متعلق یہ تحقیق ہو گیا ہے کہ ۶۳۴۷ کو نبی کریم ﷺ نے ازراہ لطف و احسان بلا کسی شرط کے آزاد فرما دیا تھا۔ صرف دو قیدی ایسے تھے جو سابقہ جرائم کی پاداش میں قتل کیے گئے تھے۔ ۲۱۵ قیدی ایسے رہ جاتے ہیں جن کی بابت مجھ کو پتہ نہیں چلا۔ امید ہے کہ میرے بعد کوئی وسیع النظر عالم اس کی تکمیل فرما سکیں گے مگر میں متیقن ہوں کہ جس ذات قدسی نے ۶۳۴۷ کے ساتھ لطف و احسان فرمایا تھا اس کے الطاف سے ۲۱۵ کس بھی ضرور بہرہ ور ہوئے ہوں گے اور اغلب یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمان ہو کر مسلمانوں کے اندر رہ گئے ہوں گے اس لیے ان کا شمار رہائی پانے والوں میں نہیں ہوا۔

اعداد بالا سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وحشی عرب کو متدین عرب اور ملحد و بت پرست عرب کو موحد و مسلم عرب بنانے ڈکیتی خونخواری کی وارداتوں کے روکنے فرانس سے دو چند بڑے ملک میں امن عامہ کو قائم اور مستحکم بنانے صدیوں اور نسلوں کی عداوت و مخاصمت کو مٹا کر اخوت و روحانیت کے قائم کرنے استبدادیت کو فنا کر کے جمہوریت کے استوار کرنے میں ۱۰۱۸ نفوس کی قربانیاں کی گئیں۔ اس کے مقابلہ میں فرانس اور امریکہ کو جمہوریت کے قائم کرنے میں جس قدر قربانیاں کرنی پڑیں۔ انگلستان کو پارلیمنٹ کے لینے میں جتنے خون بہانے پڑے ان کا شمار کرو۔

زمانہ حال کے ملحمۃ العظمیٰ (عظیم ترین جنگ جو ۱۴ اگست ۱۹۱۴ء سے شروع ہو کر تاریخ ۳ مارچ ۱۹۱۷ء تک متمدن دنیا کے حصہ کثیر پر جاری رہی) ہے کے نقصانات کو دیکھو۔ انگلستان کا مقصد اس جنگ میں صرف اتنا ہی بتایا گیا ہے کہ چھوٹی سلطنتوں کی آزادی اور حفاظت کو برقرار رکھا جائے صرف اتنے سے مقصد کے لیے لاکھوں نفوس اور اربوں اشرفیوں کو خاک و خون میں ملا دیا گیا ہے۔ سینکڑوں جہاز سمندر میں غرق ہو چکے ہیں۔ تجارت عالم مخدوش ہو گئی ہے عیش و آرام کے سب سامان تباہ ہو چکے ہیں۔ باایں ہمہ امید حصول مقصد آئندہ قربانیوں کے واسطے انگلش قوم پوری مستعدی سے آمادہ ہے۔[1]

خیال کرو سیدنا محمد ﷺ کی کامیابی کا جنہوں نے فریقین کی صرف ۱۰۱۸ قربانیوں کے بعد اس قدر روحانی و اخلاقی و مادی و ملی فوائد حاصل کیے تھے جن کو بہ حیثیت مجموعی آج تک دنیا کی کوئی قوم اور ملک حاصل نہیں کر سکا۔

اہل دنیا کی لڑائیوں کا ذکر چھوڑو۔ مقدسین کی لڑائیاں لو مہابھارت کے مقتولین کی تعداد کروڑوں سے کم نہیں

---

[1] اخبار ہمدم ۱۷ اپریل ۱۹۱۹ء نے جنگ عظیم از ۱۸۔ ۱۹۱۴ء کے مقتولین کی تعداد مندرجہ ذیل طبع کی ہے روس ۱۷ لاکھ جرمنی ۱۶ لاکھ فرانس ۱۳ لاکھ ستر ہزار اٹلی ۴ لاکھ ساٹھ ہزار۔ آسٹریا ۸ لاکھ، برطانیہ ۷ لاکھ ترکی ۲ لاکھ ۵۰ ہزار، یہودیم ایک لاکھ ۲ ہزار، بلغاریہ ایک لاکھ رومانیہ ایک لاکھ سرویا مانٹی نیگرو ایک لاکھ۔ امریکہ پچاس ہزار میزان ۷۳ لاکھ ۳۸ ہزار۔
مضمون نگار کو شک ہے کہ انگلستان و فرانس کی تعداد میں ہندوستان اور فرانس کی نو آبادیوں کے مقتولین کی تعداد بھی شامل ہے یا نہیں مگر یہ اقرار ہے کہ زخمیوں اسیروں اور گم شدوں کی تعداد مذکورہ بالا اعداد میں شامل نہیں۔

یورپ کی مقدس مذہبی انجمنوں نے جس قدر نفوس کو ہلاک کیا۔ ان کی تعداد لاکھوں سے زائد ہے۔

جان ڈیون یورٹ نے اپنی کتاب اپالوجی آف محمد اینڈ قرآن میں مذہبی عدالت کے احکام سے ہلاکت نفوس کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ بتائی ہے۔ جو عیسائیوں کے ہاتھوں سے عیسائیوں کی ہوئی تھی۔ اکیلی سلطنت اسپین نے تین لاکھ چالیس ہزار عیسائیوں کو قتل کیا تھا جن میں سے بتیس ہزار آدمی زندہ آگ میں جلائے گئے تھے۔[1]

فصل:..... ۱

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ (سورۃ النساء: ۱۳۵)

ملک یورپ کی جنگ عظیم میں جو اگست ۱۹۱۴ء سے جاری ہوئی میں نے انگریزی اخباروں کو دیکھا کہ رول آف آنرز کے نام سے ان بہادران جنگ کے نام شائع کرتے ہیں جنہوں نے ملک اور بادشاہ کے لیے اپنے سر کٹوائے تھے میرے دل میں زور سے یہ تحریک ہوئی کہ اس کتاب میں ان مقدسین کے مبارک ناموں کی فہرست ضرور شامل کی جائے۔ جنہوں نے سرور کائنات ﷺ کے سامنے خاک وخون میں مل کر صداقت اور حقانیت پر اپنی زندگی کو نثار کیا۔ وہ جن کی شان میں اللہ تعالیٰ کا کلام ہم کو بتا رہا ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ ۙ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِیْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَیَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۘ﴿۱۷۰﴾ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ﴿۱۷۱﴾ (سورۃ آل عمران)

ترجمہ:..... اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں ان کو مردہ نہ سمجھو وہ تو اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں رزق دیے جاتے ہیں اور خدا کے فضل سے جو کچھ ان کو ملا اس پر خوش ہیں اور ان لوگوں کو جو ان سے نہیں ملے بشارت دیتے ہیں۔ کہ اب انہیں کوئی خوف اور غم نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل پر خرم وشاداں ہیں اور اللہ تعالیٰ تو مؤمنوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

وہ جن کی شان بلند میں رب العظیم کا فرمان ہے:

رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ ۚ (سورۃ الاحزاب: ۲۳) وہ جوانمرد کہ خدا کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا اسے پورا کر دیا۔

مجھے کسی کتاب میں ایسی فہرستیں مرتب شدہ نہ ملیں اس لیے ان کتابوں کو پڑھا جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات پر لکھی گئی ہیں۔ ان جواہر ریزوں کو چن چن کر اپنی کتاب کی آرائش کر لی ہے اللہ تعالیٰ اس عمل کو قبول فرمائے۔ بیر معونہ اور موتہ کی فہرستیں ہنوز تکمیل طلب ہیں اگر حیات مستعار باقی رہی تو ان شاء اللہ تعالیٰ پوری کروں گا ورنہ اس کمی کو کوئی اور صاحب پورا کریں۔

* ..... * ..... *

---

[1] اعجاز التنزیل، صفحہ ۴۶۱۔ وصفحہ ۴۷۴۔

شہدائے بدر رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

۱	مہجع بن صالحؓ	قوم ملک سے تھے، عمر فاروقؓ کے آزاد کردہ غلام سب سے پہلے یہی شہید ہوئے تھے نبی ﷺ نے فرمایا: مهجع سيّد الشهدآء [1] (اعجاز التنزیل: ۴۷۴)
۲	عبیدہ بن حارث بن مطلب بن عبد مناف بن قصیؓ	قریشی المطلبی ابوالحارث یا ابومعاویہ کنیت ۶۳ سال کی عمر میں شہید ہوئے، سب سے پہلے اسلامی سریہ کے سردار یہی بنائے گئے تھے۔
۳	عمیر بن ابو وقاص (مالک) بن اہیب بن عبد منافؓ	قرشی الزہری حضرت سعد بن ابی وقاص احد العشرۃ المبشرۃ کے برادر خورد ہیں ۱۶ رسال کی عمر تھی۔ نبی ﷺ نے ان کو بہ وجہ صغر سنی واپس کرنا چاہا، تو یہ رو پڑے، اس لیے اجازت دی گئی لڑے اور خنداں خنداں روضہ رضوان کو سدھارے۔
۴	عاقل بن بکیر بن عبد یالیلؓ	لیثی، ان کے بھائی خالد کا نام شہداء رجیع میں ہے۔
۵	عمیر بن عبد عمیر بن نضلہؓ	ذوالشمالین لقب۔ ابومحمد کنیت، حلیف بنوزہرہ
۶	عوف یا عوذ بن عضراءؓ	انصار بخاری، عفراء ان کی والدہ کا نام ہے والد کا نام حارث ہے۔
۷	معوذ بن عضراءؓ	نمبر ۶ کے برادر شقیق
۸	حارث یا حارثہ بن سراقہ بن حارثؓ	ان کی والدہ انس بن مالک کی پھوپھی ہیں۔ حلق پر تیر لگا تھا۔
۹	یزید بن حارث یا حرث بن قیس بن مالکؓ	انصاری بخاری، مواخات میں ذی الشمالین کا بھائی تھا۔
۱۰	رافع بن معلی بن لوذانؓ	انصاری
۱۱	عمیر بن حمام بن جموح بن زید بن حرامؓ	انصاری السلمی حضرت عبیدہ نمبر ۲ کے ساتھ مواخات تھی دونوں ایک ہی میدان میں سرخرو ہو کر رونق افروز جنت ہوئے۔ میدان جنگ میں ان کا رجز یہ تھا: ركضاء الى الله بغير زاد... الا التقى وعمل المعاد... والصبر فى الله على العباد... وكل زادعرضة النفاد... غير التقى والبروالرشاد۔
۱۲	عمار بن زیاد بن سکن بن رافعؓ	انصاری الاشہلی
۱۳	سعد بن خیثمہ الا نصاری الدوسیؓ۔ ابوعبداللہ کنیت۔ سعد الخیر لقب۔	نقیب محمدی تھے۔ باپ نے کہا تم ٹھہرو میں جاتا ہوں انہوں نے کہا باپ مجھے بہشت میں جانے سے نہ روکو۔ ان کے والد خثیمہ غزوۂ احد میں شہید ہوئے پس یہ شہید بن شہید، صحابی ابن صحابی ہیں۔

[1] زرقانی جلد ۱ ص ۴۴۴ یہ اسلام ہی کی فیاضی ومساوات ہے کہ غلام بھی ہادی اسلام کی مبارک زبان سے سید الشہداء کا خطاب حاصل کر لیتا ہے کیا کسی قوم یا مذہب میں ایسی نظیر موجود ہے۔

۱۴	مبشر بن عبدالمنذر بن زبیر بن زید رضی اللہ عنہ	الانصاری الاوسی ۔[1]

شہدائے غزوۂ سویق

① ..... حضرت معبد بن عمرو الانصاری رضی اللہ عنہ	② ..... ایک حلیف معبد مذکورہ بالا کا

شہدائے اُحد، مہاجرین رضی اللہ عنہم

① ..... حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمی رضی اللہ عنہ	عم النبی ﷺ اسد اللہ ورسولہ لقب۔ سید الشہداء خطاب۔
② ..... عبداللہ بن جحش الاسدی القرشی رضی اللہ عنہ	المجدع فی سبیل اللہ لقب۔ نبی ﷺ کے پھوپھیرے بھائی۔
③ ..... حضرت شماس بن عثمان بن شرید قرشی المخزومی رضی اللہ عنہ	بدری۔ دو ہجرتیں کیں۔ عمر بہ وقت شہادت ۲۴ سال۔
④ ..... حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی، قرشی العبدری رضی اللہ عنہ	دو ہجرتیں کیں۔ اولیں مہاجر مدینہ انصار کے دو قبیلے ان کی تعلیم سے داخل اسلام ہوئے۔ بدر اور اُحد میں رایت نبوی [جھنڈا] انہی کے ہاتھ میں تھا، ان کی شہادت کے بعد حضرت علی مرتضی کو ملا۔ بزرگ ترین صحابہ میں سے ہیں۔ المقری القاری لقب۔ عمر بہ وقت شہادت ۴۰ سال۔

شہدائے اُحد، الانصار رضی اللہ عنہم

⑤ ..... حضرت انس بن نضر بخاری رضی اللہ عنہ	انس بن مالک کے چچا ان کے جسم پر ۸۰ / سے زیادہ زخم تیر و تلوار اور نیزہ =
= کے تھے۔ یہ ان بزرگوں میں ہیں جن کی شان میں آیت مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ نازل ہوئی۔ جب لشکر اسلام میں بھاگڑ پڑ گئی تو انہوں نے کہا: الٰہی میں مسلمانوں کے افعال کی تجھ سے معذرت چاہتا ہوں اور مشرکین کے کرتوت سے جرأت ظاہر کرتا ہوں پھر تلوار لے کر آگے بڑھے راہ میں سعد بن معاذ سے بولے: سعد! دیکھو یہ ہے بہشت بخدا! مجھے اس کی خوشبو آرہی ہے۔ حملہ کیا، لاشوں پر لاشیں گراتے ہوئے شہید ہو گئے۔	
⑥ ..... انیس بن قتادہ بن ربیعہ بن خالد بن حارث رضی اللہ عنہ	بدری ہیں۔
⑦ ..... ابوسُبَیرہ بن حارث بن علقمہ بخاری رضی اللہ عنہ	ان کا نام ہی ابوسُبَیرہ ہے۔ ابو اسیرہ ان کے بھائی ہیں۔ ابو اسیرہ کا نام شہدائے اُحد میں صرف واقدی نے لکھا ہے علماء کا خیال ہے کہ یہ غلطی ہے۔
⑧ ..... اوس بن ارقم بن زید بن قیس خزرجی	اکابر صحابہ میں سے ہیں۔
⑨ ..... ایاس بن اوس بن عتیک اشہلی رضی اللہ عنہ	ان کے بھائی انس غزوۂ خندق میں شہید ہوئے۔
⑩ ..... حضرت اوس بن ثابت، مزنی رضی اللہ عنہ	برادر حضرت حسان شاعر رسول اللہ ﷺ۔
⑪ ..... رفاعہ بن وقش بن زغبہ بن زعورہ، بن عبدالاشہل رضی اللہ عنہ	بہ وقت شہادت بہت بوڑھے تھے۔
⑫ ..... حضرت ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ	رفاعہ کے برادر حقیقی۔

[1] زرقانی میں ہے: استشهد يوم بدر من المسلمين اربعة عشر رجلا جلد اول صفحہ ۴۴۴ فہرست کے نام زرقانی اور الاستیعاب کے متفق علیہ ہیں۔ بعض نے ۲۲ تعداد بتائی ہے، مجھے ان کے علاوہ سعد بن خول اور صفوان بن بیضاء فہری اور عبداللہ بن سعید بن عاص اموی کے نام بھی ملے ہیں۔ اس طرح فہرست کے اسماء کی تعداد ۱۷ ہے۔

(۱۳)..... عمرو بن ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ	حذیفہ بن یمان صحابی کے بھانجے۔
(۱۴)..... مسلمہ بن ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ	بشرح صدر۔
(۱۵)..... ثابت بن عمرو بن زید بخاری رضی اللہ عنہ	بدری ہیں۔
(۱۶)..... حضرت ثابت بن دحداح رضی اللہ عنہ	بنو عجلان سے ہیں، ان ہی نے کہا تھا: ان کان محمد قتل فان اللہ حی لا یموت انہوں نے انصار کی مختصر جماعت کو فراہم کر کے حملہ کیا تھا۔ اس غزوہ کے سب سے آخری شہید ہیں۔
(۱۷)..... ثعلبہ بن سعد بن مالک ساعدی رضی اللہ عنہ	مشہور صحابی ابوحمید ساعدی کے چچا ہیں۔
(۱۸)..... ثقب (یا ثقیب) بن فروہ بن بدن ساعدی رضی اللہ عنہ..... انساب انصار کے بڑے عالم تھے۔	
(۱۹)..... حارث بن اوس بن معاذ اشہلی رضی اللہ عنہ	بدری، حضرت سعد بن معاذ کے برادر زادے، عمر بوقت شہادت ۲۸ سال۔
(۲۰)..... حضرت عمرو بن معاذ اشہلی رضی اللہ عنہ	بدری، حضرت سعد بن معاذ کے برادر۔ عمر ۳۲ سال
(۲۱)..... حارث بن انس بن رافع اشہلی رضی اللہ عنہ	بدری۔
(۲۲)..... حارث بن عبداللہ بن سعد بن عمرو خزرجی رضی اللہ عنہ	
(۲۳)..... حارث بن ثابت بن سفیان بن عدی خزرجی رضی اللہ عنہ	
(۲۴)..... حضرت حارثہ بن عمرو رضی اللہ عنہ	از بنو ساعدہ۔
(۲۵)..... حبیب بن زید بن تمیم، بیاضی رضی اللہ عنہ	
(۲۶)..... حضرت حنظلہ بن ابی عامر، اوسی رضی اللہ عنہ	خدا کی شان ان کا لقب غسیل الملائکۃ ہے اور ان کے باپ کا لقب فاسق۔ حضرت حنظلہ کے فرزند عبداللہ بھی صحابی اور شہید ہیں۔ وہ یوم الحرہ کو ۶۳ھ میں شہید ہوئے۔
(۲۷)..... خارجہ بن زید بن ابوزہیر خزرج رضی اللہ عنہ	عقبی، بدری۔ ان کا خاندان بنو اعوز کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی دختر حبیبہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں تھیں، ان کے فرزند زید بن خارجہ کا بعد الموت تکلم کرنا روایات میں ہے۔ حضرت خارجہ کے جسم پر دس سے زیادہ زخم تھے۔ مواخات میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔
(۲۸)..... حضرت سعد بن ربیع خزرجی رضی اللہ عنہ	عقبی، بدری، نقیب محمدی۔ حضرت خارجہ نمبر ۲۷ کے ابن عم دونوں ایک قبر میں دفن کیے گئے۔ بقیہ ذکر جلد اول میں ہے
(۲۹)..... خباب بن قیظی بن عمرو بن سہل اشہلی رضی اللہ عنہ	
(۳۰)..... صیفی بن قیظی بن عمرو بن اسہل اشہلی رضی اللہ عنہ	نمبر ۲۹، ۳۰ حقیقی بھائی ہیں اور ابوہشیح بن تیہان نمبر ۴۸ کے بھانجے ہیں۔
(۳۱)..... خثیمہ بن حارث بن مالک اوسی رضی اللہ عنہ	ان کے فرزند سعد کا نام شہدائے بدر نمبر ۱۳ پر ہے۔

(۳۲)..... حضرت ذکوان بن عبد قیس بن خلدہ زرقی رضی اللہ عنہ	عقبی۔ بدری۔ مہاجر بھی ہیں اور انصاری بھی مدینہ میں اسلام سب سے پہلے یہ اور سعد بن زرارہ لے کر گئے تھے۔
(۳۳)..... حضرت رافع بن مالک بن عجلان زرقی خزرجی رضی اللہ عنہ	ابو مالک کنیت۔ نقیب محمدی۔ عقبہ کی ہر سہ بیعت ۶ میں ۱۲ میں ۷۰ میں شامل ہیں۔
(۳۴)..... رافع مولیٰ غزیہ بن عمرو رضی اللہ عنہ	
(۳۵)..... رافعہ بن عمرو بن زید خزرجی رضی اللہ عنہ	عقبی، بدری۔ ابوالولید کنیت۔
(۳۶)..... سعد یا سعید بن سوید بن قیس بن بجر رضی اللہ عنہ..... خدری ہیں۔	
(۳۷)..... سہل بن عدی بن زید بن عامر اشہلی	
(۳۸)..... سہل بن قیس بن ابی کعب بن قیس	بدری۔ اسلمی۔
(۳۹)..... سُبَیع بن حاطب بن قیس بن ہُبَیشہ رضی اللہ عنہ	اوسی
(۴۰)..... سُوَیبِق بن حاطب بن حارث بن حاطب رضی اللہ عنہ	
(۴۱)..... حضرت صخرہ بن عمرو (بشر) رضی اللہ عنہ	بنو حلیف من الخزرج کے حلیف تھے۔
(۴۲)..... عبداللہ بن جبیر بن وہب بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ	عقبی۔ بدری۔ اس غزوہ میں سردار تیر انداز ان تھے۔
(۴۳)..... عبداللہ بن عمرو بن وہب بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ	ساعدی۔
(۴۴)..... عبداللہ مجذر بن زیاد بلوی رضی اللہ عنہ	بدری ہیں۔ انصار کے حلیف تھے۔
(۴۵)..... عبادہ بن خشخاش بن عمرو بن زمزہ رضی اللہ عنہ	
(۴۶)..... نعمان بن عبد عمرو بن مسعود رضی اللہ عنہ	بدری ہیں نمبر ۴۴، نمبر ۴۵ نمبر ۴۶ ایک قبر میں مدفون ہوئے۔
(۴۷)..... عامر بن امیہ بن زید بن خشخاش بخاری رضی اللہ عنہ..... بدری۔ ان کے فرزند ہشام بھی صحابی ہیں۔	
(۴۸)..... عبید (عتیک) بن تیہان بن مالک رضی اللہ عنہ	ابوہیثم کنیت۔ بدری عقبی ہیں۔
(۴۹)..... حضرت یسار رضی اللہ عنہ	نمبر ۴۸ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔
(۵۰)..... عبید بن معلی بن نوداں بن حارث رضی اللہ عنہ	ان کے بھائی رافع کا نام شہدائے بدر میں ۱۲ نمبر پر ہے۔
(۵۱)..... حضرت عباس بن عبادہ خزرجی رضی اللہ عنہ	مہاجر و انصار ہیں، عقبتین میں حاضر تھے، عثمان بن مظعون سے مواخات تھی۔
(۵۲)..... عامر بن مخلد بن حارث بخاری رضی اللہ عنہ	بدری ہیں، ان کی نسل باقی نہیں رہی۔
(۵۳)..... حضرت عمرو بن ایاس رضی اللہ عنہ	یکے از بنو عوف۔
(۵۴)..... عمرو بن مطروف یا مطرف بن علقمہ بن عمرو بن ثقف رضی اللہ عنہ..... ابوحمام۔	
(۵۵)..... حضرت عتبہ بن ربیع بن رافع رضی اللہ عنہ	خدری، خزرجی۔
(۵۶)..... حضرت عبد بن سہل بن مخرمہ رضی اللہ عنہ	اشہلی۔ اوسی۔

(۵۷) .....حضرت عبد اللہ بن عمرو بن حرام السلمی خزرجی حضرت	بدری۔نقیب محمدی۔ابو جابر کنیت مشہور صحابی جابر کے والد حدیث میں ہے کہ فرشتوں نے ان کے جنازہ پر اپنے پروں سے سایہ کیا تھا اور رب العالمین نے ان سے حضوری میں بعد شہادت کلام فرمایا تھا۔
(۵۸) .....خلاد بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ	بدری نمبر ۶۰ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔
(۵۹) .....حضرت ابو ایمن رضی اللہ عنہ	نمبر ۶۰ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔
(۶۰) .....حضرت عمرو بن جموح بن زید بن حرام رضی اللہ عنہ	سید الانصار تھے، پاؤں میں لنگ تھا۔فرمایا: یوں ہی لنگڑاتا ہوا بہشت میں جا پہنچوں گا۔گھر سے چلے تو یہ دعا کی تھی: اللھم ارزقنی الشھادۃ ولا ترونی الی اھلی خائبا۔یہ نہایت سخی تھے۔یہ شعر ان کی صف میں کہا گیا ہے: اذ جاءہ السوال اذھب مالہ...وقال خذوہ انہ عائد غدا ۵۷ نمبر اور ۶۰ نمبر ایک ہی قبر میں دفن کیے گئے، ۵۷ نمبر کی بہن ہند[1] نمبر ۵۸ کی اہلیہ ہیں۔
(۶۱) .....عمارہ بن زیاد ہ سکن بن رافع[2]	اشہلی ہیں۔ان کے جسم پر ۱۲ زخم تھے۔نبی کریم ﷺ نے اپنے پاؤں مبارک کو ان کے سرہانے بنا دیا تھا، جب روح نکلی ان کے رخسار حضور ﷺ کے قدم مبارک پر تھے۔
(۶۲) .....حضرت یزید بن سکن رضی اللہ عنہ	ابو اسماء کنیت۔عمارہ ۶۱ نمبر کے چچا ہیں۔عامر بن یزید ان کے فرزند بھی اسی روز شہید ہوئے تھے۔
(۶۳) .....عمرو ولد قیس بن زید بن قیس رضی اللہ عنہ	بنو نجار سے ہیں۔
(۶۴) .....قیس بن عمرو بن سواد بن مالک رضی اللہ عنہ	نمبر ۶۳ عمرو کے فرزند ہیں۔

---

[1] سیرت کی تمام کتابوں میں ایک صحابیہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ جنگ احد میں ان کے شوہر اور بھائی اور بیٹے نے شربت شہادت پیا تھا قد اصیب زوجھا واخوھا وابنھا اور انہوں نے ان سب کی خبر شہادت سن سن کر بھی نبی ﷺ کی زیارت اور خیر و عافیت معلوم کرنے کا شوق ظاہر کیا۔حضور ﷺ کو دیکھا تو کہا: مصیبۃ بعدک جلل آپ سلامت ہیں تو ہر ایک مصیبت کی برداشت آسان ہے مجھے کسی کتاب میں ان خاتون بلند پایہ کا نام نہ ملا۔آخر شہداء احد کی قرابت مندی کے سلسلہ پر نظر ڈالی اور پھر صحابیات میں ایسی خاتون کا نام تلاش کیا جن کے تینوں ایسے قرابتی شہداء میں ہوں، مجھے اس تلاش میں کئی مہینے گزر گئے الحمد للہ کہ مجھے کامیابی ہوئی۔یہ خاتون ہند ہیں خلاء بدری ان کا فرزند ہے۔عبد اللہ بدری ونقیب محمدی ان کا بھائی ہے۔عمرو بن جموح سید انصار ان کے شوہر یہ سب جنگ احد ہی میں شہید ہوئے تھے۔یہ خاتون ہر سہ لاشوں کو اونٹ پر لاد کر احد سے مدینہ لے گئیں۔اور پھر گنج شہیداں میں شامل کرنے کیلئے احد میں لائی تھیں بے شک ایسی قوی ایمان کی خاتون ایسے ہی اعلیٰ گھرانے کی ہو سکتی ہیں جن کا ہر فرد ایمان اور عمل میں نہایت ممتاز تھا۔ایک روایت میں اصیب زوجھا واخوھا وابوھا یعنی شوہر برادر و پدر شہید ہوئے تھے۔ایسی خاتون کا نام میں متعین نہیں کر سکا۔اسماء بنت یزید بن سکن بڑے درجہ کی خاتون ہیں۔یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رسولۃ النساء ہو کر آئی تھیں ان کے والد یزید بن سکن اور بھائی عامر بن یزید شہداء احد میں ہیں لیکن مجھے کسی کتاب میں ان کے شوہر کا نام معلوم نہ ہو سکا۔اگر کسی روایت میں ان کے شوہر کا نام مل جاتا اور وہ نام اس فہرست میں پایا جاتا تو اس روایت کی مصداق حضرت اسماء ہوتیں یہ بھی بڑے درجے کی خاتون ہیں اور خود بھی جنگ یرموک میں کفار سے جنگ کرتی ہوئی شہید ہوئی تھیں۔

[2] الاستیعاب نے شہداء بدر میں ایک نام عمار بن زیاد بھی بروایت ابن کلبی لکھتا ہے وہ شاید ان کے بھائی ہیں۔

(۶۵)..... قیس بن مخلد بن ثعلبہ بن صخر رضی اللہ عنہ	مازنی، بدری ہیں۔
(۶۶)..... حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ	ابوسعید خدری کے باپ ہیں۔
(۶۷)..... حضرت نوفل بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ	سالمی الخزرجی بدری ہیں۔
(۶۸)..... یزید بن حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ	اشہلی۔
(۶۹)..... حضرت وہب بن قابوس رضی اللہ عنہ	
(۷۰)..... حارث بن عقبہ بن قابوس[1]	نمبر ۶۹، نمبر ۷۰ دونوں چچا بھتیجا ہیں۔ جبل مزینہ سے شہر مدینہ میں بکریاں فروخت کرنے آئے تھے۔ شہر کو لوگوں سے خالی دیکھا معلوم ہوا کہ سب میدانِ اُحد میں مصروف کارزار ہیں۔ فوراً نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسلام لائے اور شہید ہو کر فردوس کو سدھارے۔

تتمہ:..... حضرت حسیل یمان بن جابر العبسی القطعی رضی اللہ عنہ مشہور صحابی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد ہیں، مسلمانوں کے ہاتھ سے بہ وجہ اشتباہ مارے گئے۔

تنبیہ:..... چند نام مالک بن ایاس اور حارث سمن عدی بن خرشہ اور ایاس بن عدی چھوڑ دیے ہیں کیونکہ امام اہل سیر ابن اسحاق نے ان کی روایت نہیں کی جو اسماء لکھے گئے ہیں۔ وہ علمائے سیر کے نزدیک متفقہ ہیں اور صحیح ہیں ان شاء اللہ۔

شہدائے یوم الرجیع رضی اللہ عنہم

(۱)..... مرثد بن کنعان بن حصین غنوی رضی اللہ عنہ ان کا سلسلہ نسب سعد بن قیص بن عیلان تک منتہی ہوتا ہے، باپ بیٹا دونوں صحابی اور دونوں بدری ہیں، جن مسلمانوں کو مکہ میں قریش نے اسلام لانے کی بنا پر قید کر رکھا تھا۔ مرثد مدینہ سے آتے جیل کی دیوار پھاند کر اندر جاتا۔ ان میں سے ایک مسلمان کو اٹھاتے دیوار کود کر اسے نکال لے جاتے۔ اسی طرح کئی مسلمانوں کی رہائی ہوئی۔	
(۲)..... حضر تخبیب بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ	ان کا ذکر رحمۃ للعالمین جلد اول میں ہے۔
(۳)..... عاصم بن ثابت ابن ابوافلح قیس انصاری رضی اللہ عنہ..... ابوسلمان کنیت ہے۔ بدری ہیں اور اوسی۔	
(۴)..... حضرت زید بن وشحہ انصاری بیاضی رضی اللہ عنہ..... بدری و احدی ہیں۔ کفار نے ان کو پھانسی دی تھی۔ پھانسی کے نیچے جا کر کہنے لگے: مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو، نبی کریم ﷺ نے آئندہ ہر مقتول کے لیے اس نماز کو مسنون فرما دیا۔	
(۵)..... زید بن مزین انصاری بیاضی رضی اللہ عنہ	
(۶)..... عبداللہ بن طارق بن عمرو بن مالک بلوی رضی اللہ عنہ	
(۷)..... مغیث بن عبید بن ابی ایاس بلوی	نمبر ۷، نمبر ۶ مات بھائی ہیں۔
(۸)..... خالد بن بکیر بن عبد یالیل رضی اللہ عنہ[2]	

[1] صحیح بخاری میں بروایت انس بن مالک ہے کہ یوم احد ستر مسلمان شہید ہوئے۔ [2] علمائے سیر نے اصحاب رجیع کی تعداد چھ لکھی ہے۔ حسان بن ثابت کے اشعار میں بھی چھ کے نام ملتے ہیں صحیح بخاری میں ان کے تعداد ۱۰ بتائی گئی ہے۔ ان میں سے آٹھ نام مل گئے ہیں۔

شہدائے بئر معونہ (۲۶) رضی اللہ عنہم

(۱) .....حضرت منذر بن عمرو بن خنیس انصاری ساعدی رضی اللہ عنہ	عقبی۔ بدری۔ نقیب محمدی العنق للموت لقب سید الشہداء خطاب ہے مواخات میں طلب بن عمرو کے بھائی۔
(۲) .....حکم بن کیسان۔ مولیٰ ہشام مخزومیؓ	مخلہ میں اسیر ہو کر آئے تھے۔ مشرف باسلام ہو کر پھر فائز بشہادت ہوئے۔
(۳) .....حرام بن ملحان (مالک) بن خالد انصاری رضی اللہ عنہ	بدری، احدی، ان کی بہن ام سلیم۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ اور مشہور صحابیہ ہیں۔ دوسری بہن ام ملحان بھی صحابیہ ہیں۔ یہ جب زخمی ہوئے تو اپنے خون کو ہاتھ میں لے کر منہ پر ملتے تھے اور کہتے تھے: رب کعبہ میرا مقصود مجھے مل گیا۔
(۴) .....سلیم بن ملحان (مالک) بن خالد انصاری رضی اللہ عنہ .....نمبر ۳ کے برادر شقیق ہیں۔	
(۵) .....حضرت حارث بن صمہ انصاری بخاری رضی اللہ عنہ	..... جنگ بدر میں شامل ہونے کو آرہے تھے کہ راہ میں زخمی ہو گئے احد کے بہادران ثابت قدم سے ہیں بوقت شہادت ان کو دشمنوں نے تیروں سے پرو پرو کر شہید کیا تھا۔
(۶) .....حضرت ثابت بن خالد، بخاری رضی اللہ عنہ	جنگ بدر و احد میں حاضر تھے۔
(۷) .....حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ مولیٰ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	قوم ازد سے تھے۔ سیاہ چرہ، روشن دل، قدیم الاسلام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ سفر ہجرت میں ہمرکاب نبی ﷺ تھے۔ عمر بوقت شہادت ۴۰ سال۔ عامر بن طفیل ان کے قاتل کا بیان ہے کہ جب ان کے نیزہ مارا تو ان کے جسم سے ایک نور ساطع ہوا، قاتل یہ کرامت دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ ان کی لاش مقتل میں نہیں ملی تھی۔
(۸) .....حضرت عروہ بن سماء بن صلت رضی اللہ عنہ	یہ بنو سلیم سے تھے۔ قاتل بھی اسی قبیلہ کا تھا۔ اس نے ہم قوم کی وجہ سے ان کو امان دینی چاہی۔ انہوں نے مسلمانوں سے الگ ہونے سے انکار کر دیا۔
(۹) .....عائذ بن ماعص بن قیس بن خلدہ	انصاری الزرقی اور بدری ہیں۔
(۱۰) .....حضرت معاذ بن ماعص ایضاً رضی اللہ عنہ	نمبر ۹ نمبر ۱۰ ر برادران شقیق ہیں۔ بدری و احدی۔
(۱۱) .....مسعود بن قیس بن خالد رضی اللہ عنہ	نمبر ۱۰ ر کے برادر عم زاد۔
(۱۲) .....سفیان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ	بنو بنیت سے ہیں۔
(۱۳) .....مالک بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ	نمبر ۱۲ ر کے برادر شقیق
(۱۴) .....سفیان بن حاطب بن اُمیہ رضی اللہ عنہ	انصاری۔ ظفری۔ اُحد میں حاضر تھے۔
(۱۵) .....حضرت سہیل بن عامر بن ثقف رضی اللہ عنہ	انصاری۔
(۱۶) .....حضرت سعد بن عمرو بن ثقف رضی اللہ عنہ	نمبر ۱۵ ر کے برادر عم زاد ہیں۔

(۱۷) .....طفیل بن سعد بن عمرو بن مسعود بن عبدالاشہل رضی اللہ عنہ..... جنگ اُحد میں حاضر تھے نمبر ۱۶ر کے فرزند ہیں۔	
(۱۸) .....حضرت سہل بن عمرو بن ثقف رضی اللہ عنہ	نمبر ۱۶ر کے برادر حقیقی۔
(۱۹) .....قطبہ بن عبد عمرو بن مسعود عبدالاشہل رضی اللہ عنہ..... انصاری۔خزرجی۔	
(۲۰) .....حضرت منذر بن محمد عقبہ رضی اللہ عنہ	انصاری۔اوسی۔بدری۔اُحدی۔
(۲۱) .....حضرت نافع بن بدیل بن ورقہ رضی اللہ عنہ	از بنوسہم۔
(۲۲) ..... حضرت انس بن معاویہ رضی اللہ عنہ	از بنوعمرو بن مالک۔
(۲۳) .....حضرت اُبی بن ثابت بن منذر رضی اللہ عنہ	ابوالفتح کنیت۔
(۲۴)	
(۲۴) .....حضرت اُبی معاذ بن انس رضی اللہ عنہ	انصاری۔بخاری۔بدری۔واقدی نے ان کو اور ان کے بھائی کو اس سریہ کے شہداء میں شمار کیا ہے۔
(۲۵) .....حضرت مسعود بن خلدہ بن عامر بن زریق رضی اللہ عنہ [1]	بدری اُحدی۔بعض نے ان کو شہدائے خیبر میں شمار کیا ہے۔

شہید مریسیع (۱)

(۱) .....حضرت ہشام بن صبابہ لیثی رضی اللہ عنہ	مقبس بن صبابہ کے بھائی ہیں اور ایک مسلمان کے ہاتھ سے غلطی سے قتل ہوئے

شہدائے خندق (۶) رضی اللہ عنہم

(۱) .....انس بن اوس بن عتیک بن عمرو	انصاری۔اشہلی۔احد میں حاضر تھے تیر سے شہید ہوئے ان کے بھائی ایاس جنگ احد میں شہید ہوئے۔
(۲) .....حضرت عبداللہ بن سہل بن زید رضی اللہ عنہ	انصاری۔حارثی۔بدری۔
(۳) .....ثعلبہ بن عنمہ بن عدی رضی اللہ عنہ	سلمی۔خزرجی۔عقبی واحدی ہیں۔
(۴) .....طفیل بن مالک بن نعمان رضی اللہ عنہ	انصاری سلمی۔بدری۔غزوۂ اُحد میں ۳۱ زخم کھائے تھے۔شفایاب ہو کر جنگ خندق میں شہید ہوئے۔
(۵) .....کعب بن زید بن قیس بن مالک	انصاری۔بدری۔بیر معونہ کے ستر اصحاب میں سے یہی زندہ بچے تھے۔
(۶) .....حضرت سعد بن معاذ بن نعمان رضی اللہ عنہ	اشہل۔خزرجی۔سید الاوس۔یوم خندق میں تیر لگا۔ایک ماہ زخمی رہے۔نبی کریم ﷺ نے بدست خاص دو بار جراحی فرمائی اِ ھتزلہ عرش الرحمٰن ترجمہ:"خدا کا عرش جھوم گیا"۔انہی کی شان میں ہے۔

شہدائے بنوقریظہ (۲) رضی اللہ عنہم

(۱) .....حضرت خلاد بن سوید بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ	انصاری الخزرجی عقبہ و بدر و احد و خندق میں شامل تھے۔

[1] بیر معونہ کے شہداء کی تعداد انس بن مالک نے ۷۰ بیان کی ہے (صحیح بخاری) (مجھے صرف ۲۶ نام ملے)۔

(۲) .....سنان بن محصن [1] ..... یہ نام سیرت ابن دحلان سے لیا ہے الاستیعاب میں سنان بن وہب بن محصن ہے اور غالباً یہی صحیح ہے واقدی نے ان کا انتقال ۳۳ھ میں ہونا تحریر کیا ہے جو غالباً صحیح نہیں۔

شہدائے غزوۂ غابہ (۳) رضی اللہ عنہم

(۱) .....حضرت ذر بن ابو ذر رضی اللہ عنہ	نبی ﷺ نے ان کے قتل کیے جانے کی خبر پہلے سے بتادی تھی۔
(۲) .....حضرت محرز بن نضلہ رضی اللہ عنہ	بنی اسد میں سے تھے۔ غزوات بدر و اُحد اور خندق میں شامل تھے۔
(۳) .....حضرت وقاص بن محرز رضی اللہ عنہ	بنو مدلج سے ہیں۔

شہدائے ذی القصہ رضی اللہ عنہم

(۱) .....سلکان بن سلامت بن وقش بن رغبہؓ	انصاری۔ اشہلی۔ ابو نائلہ کنیت۔
(۲) .....حضرت حارث بن اوس بن معلی بن لوذان رضی اللہ عنہ	ان کے چچا رافع جنگ بدر میں اور دوسرے چچا عبید جنگ احد میں شہید ہوئے تھے۔
(۳) (۴) .....نمبر ۲ دو کس از قبیلہ مزینہ	
(۵) ..... یک کس از بنو غطفان	

شہید سریہ وادی القریٰؓ

(۱) .....حضرت درد بن مرداس رضی اللہ عنہ	

شہید عرنیینؓ

(۱) .....حضرت ایسار نوبی رضی اللہ عنہ	نبی ﷺ کے غلام تھے۔

شہید غزوۂ وادی القریٰؓ

(۱) .....حضرت مدعم رضی اللہ عنہ	حبشی غلام۔ نبی ﷺ نے آزاد کر دیا تھا

شہدائے خیبر رضی اللہ عنہم

(۱) .....حضرت اوس بن جیب رضی اللہ عنہ	انصاری۔ حصن ناعم پر شہید ہوئے۔
(۲) .....حضرت اوس بن فاکہ (یا فاتک) رضی اللہ عنہ	انصاری۔ اوسی
(۳) .....حضرت اوس بن عائذ رضی اللہ عنہ	
(۴) .....حضرت اسلم رضی اللہ عنہ ..... خیبر کے کسی یہودی کے غلام حبشی۔ میدان خیبر ہی میں اسلام لائے اسی روز خلعت شہادت سے مشرف ہوئے۔ ان کی لاش خیمہ میں رکھی گئی۔ نبی ﷺ دیکھنے کو تشریف لے گئے تو جھٹ لوٹ آئے۔ فرمایا: اس کے پاس تو اس کی بہشتی بیوی از قسم حور بیٹھی ہوئی ہے۔	

---

[1] شہداء بنو قریظہ چار میں سے دو کے نام ملے ہیں اور تین کے نامکمل پتے ملے ہیں۔ واقدی نے ابو حسیں، نعمان، مجیصہ، حویصہ ابو بردہ کے نام لکھے ہیں لیکن زرقانی نے ان کی صحت سے انکار کیا ہے۔

⑤ .....حضرت ثابت بن واثلہ رضی اللہ عنہ	
⑥ .....حضرت حارث بن حاطب رضی اللہ عنہ	انصاری، اوس، حدیبیہ، احد، خندق میں شامل تھے غزوۂ بدر کے وقت نبی ﷺ نے ان کو کسی اور خدمت پر مامور فرمایا تھا۔ قلعہ سے تیر آیا۔ دماغ کی ہڈی ٹوٹ جانے سے شہید ہوئے۔
⑦ .....حضرت رفاع بن مسرح رضی اللہ عنہ	بنو اسد سے ہیں۔ بنو عبد شمس کے حلیف تھے۔
⑧ .....حضرت ربیعہ بن اکثم بن سنجرہ رضی اللہ عنہ	اسدی مہاجر۔ ابو یزید کنیت۔ بدر، اُحد، خندق، حدیبیہ میں حاضر تھے قد بہت چھوٹا تھا۔ مگر ہمت نہایت بلند۔ عمر بہ وقت شہادت ۳۴ سال تھی۔
⑨ .....سلیم ولد ثابت بن وقش بن زغبہ رضی اللہ عنہ	احد۔ خندق، حدیبیہ میں حاضر تھے۔ مرحب یہودی کے ہاتھ سے زخمی ہو کر شہید ہوئے تھے۔ انکے والد اور دو بھائی غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے تھے۔
⑩ .....حضرت عامر بن اکوع (سنان) رضی اللہ عنہ	مشہور پہلوان۔ صحابی سلمہ بن عمرو بن اکوعؓ کے چچا ہیں۔
⑪ .....عبداللہ بن ابو اُمیہ بن وہب رضی اللہ عنہ	بنو اسد بنو عبدالعزیٰ کے حلیف اور بھانجے انکا نام صرف واقدی نے لیا ہے
⑫ .....عبداللہ بن ہبیب بن اُسب رضی اللہ عنہ	اسعدی۔ لیثی
⑬ .....عدی بن مرہ بن سراقہ بن خباب رضی اللہ عنہ	بلوی (القضاعہ) چھاتی میں نیزہ لگنے سے شہید ہوئے تھے
⑭ .....حضرت عرہ بن مرہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ	انصاری۔
⑮ .....حضرت عمارہ بن عقبہ رضی اللہ عنہ	از بنو عصار بن بلیل تیر سے شہید ہوئے
⑯ .....ابوسفیان بن حارث بن قیس رضی اللہ عنہ	انصاری
⑰ .....حضرت عمیر بن ثابت رضی اللہ عنہ	انصاری اوسی۔ ابوضیاح کنیت بدر، اُحد۔ خندق، حدیبیہ میں شامل تھے۔
⑱ .....مسعود بن سعد بن عامر بن عدی رضی اللہ عنہ	انصاری۔ اوسی۔ بدری ہیں
⑲ .....حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ [1]	انصاری۔ حارثی۔ اُحد و خندق میں حاضر تھے دیوار قلعہ کے نیچے تھے کہ چکی کا پاٹ ان کے سر پر گرا تین یوم زخمی رہ کر شہید ہوئے۔

سریہ خربہ

① ..... حضرت مرداس بن نہلیک رضی اللہ عنہ	بنو قہر اردو سے تھے۔

سریہ ابن ابی العرجاء

① .....حضرت حرم بن ابی العرجاء رضی اللہ عنہ	

[1] اہل سیر نے شہدائے خیبر کی تعداد ۱۵ لکھی ہے۔ مجھے تلاش کرتے ہوئے ۲۳ نام ملے ۱۹ فہرست بالا میں درج ہیں۔ باقی چار میں سے زنیف بن وائلہ کا نام صرف واقدی نے اور انیف بن ہبیب کا نام صرف طبری نے لیا ہے۔ بشر بن براء بن معرور کا انتقال خاتمہ جنگ کے بعد زہر آلود گوشت کھانے سے ہوا تھا۔ جو نبی ﷺ کیلئے زینب یہودیہ نے بھیجا تھا۔ بشیر بن عبدالمنذر کی بابت دو روایات ہیں (۱) بدر میں شہید ہوئے۔ (۲) جنگ خیبر میں شہید ہوئے۔ میرے نزدیک روایت اول قوی ہے۔

شہید اطلح

① ..... کعب بن عمیر رضی اللہ عنہ	غفاری، انصاری، کبار صحابہ میں سے ہیں۔ نبی ﷺ ان کو اکثر سرایا میں سردار ہی بنایا کرتے تھے۔ دولابی وغیرہ کا قول ہے کہ دس میں سے صرف یہی بچے تھے۔ ابن اسحاق کا قول ہے کہ سب ہی شہید ہوئے تھے دس میں سے صرف ان کا نام ملا ہے۔

شہدائے موتہ

نبی ﷺ نے حضرت حارث بن عمیر الازدی رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا تھا شرحبیل بن عمرو الغسانی گورنر شام نے ان کو باندھ کر قتل کر دیا۔ اس مظلومانہ قتل کی وجہ سے یہ لشکر کشی کی گئی تھی نبی ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر کو رخصت کرتے وقت ارشاد فرمایا تھا کہ اگر زید مارے جائیں تو جعفر طیار امارت کریں۔ اگر وہ بھی مارے جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں وہ بھی مارے جائیں تو مسلمان کسی کو اپنے میں سے سردار بنالیں۔ (بخاری عن ابن عمرؓ)

واقدی کی روایت میں ہے کہ نعمان نامی ایک یہودی بھی حاضر تھا۔ وہ بولا کہ اگر محمد سچا نبی ہے تو یہ سب مارے جائیں گے پھر وہ یہودی ازراہ شرارت حضرت زید کے پاس گیا اور کہا کہ وصیت کر جاؤ کیونکہ اگر محمد (ﷺ) سچا نبی ہے تو تم واپس نہ آؤ گے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اَشْهَدُ اَنَّهٗ رَسُوْلٌ صَادِقٌ نبی ﷺ نے رخصت کے وقت ان الفاظ سے لشکر کو مخاطب فرمایا تھا۔

اغزوا بسم اللّٰہ فی سبیل اللّٰہ من کفر باللّٰہ لاتغدروا ولا تغلوا ولا تقتلوا ولید اولا امراۃ ولا کبیرا فانیا ولامنعزلا بصومعۃ ولا تقربوا نخلا ولا شجرۃ ولا تھدموا بناء۔

ترجمہ:..... خدا کے نام اور خدا کی راہ میں منکرین خدا سے غزا کرو دیکھو عذر نہ کرنا غل سے بچنا، بچے کو اور عورت کو اور بوڑھے کو اور ہندوؤں میں رہنے والوں کو قتل نہ کرنا۔ پھل دار درخت یا سایہ دار درخت کو نہ کاٹنا کسی عمارت کو نہ گرانا۔

شہداء کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ (زرقانی جلد دوم ص ۲۷۳ پر ہے کہ ان کی تعداد بارہ تھی)

① ..... زید بن حارثہ بن شرحبیل الکلبیؓ	باپ کی طرف سے ان کا سلسلۂ نسب قضاء تک اور والدہ سعدی بنت ثعلبہ کی

جانب سے بنو طے تک پہنچتا ہے۔ ان کو رہزنوں نے ان کی والدہ سے چھین لیا اور فروخت کر دیا تھا۔ بازار عکاظ میں سکیم بن حزام نے چار سو درہم میں ان کو اپنی پھوپھی خدیجۃ الکبریٰ کے لیے خرید لیا۔ ام المؤمنین نے ان کو نبی ﷺ کے لیے ہبہ کر دیا حضور ﷺ نے ان کو کمال شفقت و راحت سے پرورش کیا۔ ان کے والد اور چچا ان کو لینے آئے تو انہوں نے نبی ﷺ کو چھوڑ کر جانا پسند نہ کیا۔ بدر میں حاضر ہوئے اور سات سرایا میں امیر لشکر بنائے گئے۔ امام زہری کا مذہب ہے کہ سب سے اول یہی اسلام لائے تھے مسلمانوں میں صرف انہی کا نام قرآنِ مجید میں آیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف میں فرمایا ہے: انعم اللّٰہ علیہ وانعمت علیہ۔ انعام یافتہ خدا و انعام یافتہ رسول ان کے فرزند اسامہ تھے جو ام ایمن کے بطن سے تھے اور وہ حِبِّ رسول اللہ ﷺ کے لقب سے ملقب تھے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے مواخات میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا تھا اور مقدمہ حضانت دختر حمزہ میں ان کو اخونا و مولانا کے خطاب سے ممتاز کیا تھا۔ الاستیعاب میں ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے مکہ سے طائف تک کے لیے خچر کرایہ پر لیا۔ خچر والا ڈکیتی پیشہ تھا وہ

ان کو ایک سنسان ویران جنگل میں لے گیا جہاں لاشیں ہی لاشیں پڑی تھیں، وہ ان کو قتل کرنے لگا۔ حضرت زید نے کہا کہ دو رکعت نماز پڑھ لینے دو، وہ بولا پڑھ لو جن لاشوں کو تو دیکھ رہا ہے یہ بھی نمازیں پڑھنے والے ہی تھے۔ میرے ہاتھ سے تو کوئی بھی نہ بچا حضرت نماز پڑھی اور تین بار یا ارحم الراحمین کہا۔ جبرئیل آئے اور انہوں نے ڈکیت کو قتل کر دیا۔

② ..... حضرت جعفر (طیار) رضی اللہ عنہ بن ابی طالب بن عبد المطلب	ان کا مفصل حال اسی کتاب کے باب اول میں ہے اور ان کی تقریر بہ دربار حبش جلد اول میں درج ہے۔
③ ..... عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ الخزرجیؓ	یکے از دوازدہ نقبائے محمدی ہیں۔ بیعت عقبہ اور غزوات بدر واحد

وخندق وحدیبیہ وعمرۃ القضا میں شامل تھے۔ نبی ﷺ کے شعراء خاص میں سے تھے سخت ریاضت کش تھے۔ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں موسم سخت گرم تھا لوگ اپنے سروں کو اپنے ہاتھوں کے سایہ سے بچاتے تھے اس روز تمام لشکر میں نبی ﷺ اور ابن رواحہ ہی روزہ سے تھے۔ جنگِ موتہ کے لیے جب فوج روانہ ہونے لگی تو لوگوں نے ان کو بہ خیر و عافیت واپسی کی دعا دی انہوں نے فی البدیہہ یہ اشعار پڑھے:

لکنی اسال الرحمٰن مغفرۃ...وضربۃ ذات فزع تقذف الزبدا
وطعنۃ بیدی حران مجھرۃ...بحربۃ تنفذ الاحشاء والکبدا
حتیٰ یقو لوا ذامرو علیٰ جدق...یاارشد اللہ من غاز وقد رشدا[1]

ان کو فوج کی کمانڈ حضرت زید و جعفر رضی اللہ عنہما کے بعد ملی تھی۔ اس وقت میدان جنگ میں انہوں نے اشعار ذی پڑھے اور پھر حملہ کر کے اپنا فرض ادا کرتے ہوئے جنت کے سدھار گئے نبی ﷺ نے ان ہر سہ امراء کی ارائک جنت پر رونق امروزی کو مشاہدہ کیا تھا۔

یا نفس ان لم تقتلی تموت...ھذا حمام الموت قد صلیت
وما تنلیت فقد اعطبت...ان تفعلی فعلھما ھدیت[2]

④ ..... جابر بن ابی صعصعہ بن المازنی الانصاری	
⑤ ..... ابو کلاب بن ربی صعصعہ بن زید المازنی الانصاری رضی اللہ عنہ۔ نمبر ۴، نمبر ۵ حقیقی بھائی ہیں۔ ان کے ایک بھائی قیس تھے ان کو نبی ﷺ نے جنگ بدر میں فوج ساقہ کا سردار بنایا تھا۔ ایک بھائی حارث تھے دو جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تھے۔	
⑥ ..... سراقہ بن عمرو بن عطیۃ الانصاری البخاری۔ بدر، اُحد خندق، حدیبیہ، خیبر، عمرۃ القضاء میں ہمرکاب مصطفوی تھے	
⑦ ..... عبادہ بن قیس بن عبسہ الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہ۔ جنگ بدر میں مع برادر خود وسبیع بن قیس شامل تھے۔	
⑧ ..... وہب بن سعد بن ابی سرح القرشی العامری رضی اللہ عنہ۔ احد، خندق، حدیبیہ، خیبر میں شامل تھے۔	
⑨ ..... مسعود بن سوید بن حارثہ القرشی العدوی رضی اللہ عنہ۔ بنو عدی کے ان ستر اشخاص میں سے ہیں جنہوں نے ہجرت کی تھی	

[1] اشعار کا ترجمہ یہ ہے: میرا سوال تو رحمٰن سے ہی ہے کہ سر پر ایسی چوٹ لگے جو کھوپڑی کو توڑ ڈالے نیزہ اور تلوا میرے جگر و دل کو چھید ڈالیں۔ خدا میری مغفرت کرے اور میری لاش کو دیکھ کر لوگ کہیں شاباش غازی خوب کرے گا۔ [2] اے جان! موت کا بازار گرم ہو رہا ہے قتل سے بچے تو موت سامنے ہے جو تو نے چاہا خدا نے دیا۔ اب اگر ابو بکرؓ اور عمرؓ کی راہ پر چلنا ہو تو ہدایت مل گئی۔

(۱۰)..... مسعود بن الاسود بن حارثہ ایضاً رضی اللہ عنہ	نمبر ۹ کے چچازاد بھائی بیعتِ رضوان میں شامل تھے۔
(۱۱)..... عبادہ بن قیس بن زید بن امیہ الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہ	بدر، احد، خندق، خیبر حدیبیہ میں شامل تھے۔
(۱۲)..... حضرت سوید بن عمرو رضی اللہ عنہ	مواخات میں نمبر ۸ کے بھائی تھے۔
(۱۳)..... ہویجہ بن بحیر بن عامر الضبی [1] رضی اللہ عنہ	

شہدائے مکہ

(۱)..... جیش بن اشعر بن منقذ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ	قوم خزاعہ سے ہیں۔
(۲)..... کرز بن جابر بن حسیل فہری قرشی رضی اللہ عنہ:..... ہجرت نبوی کے بعد انہی نے قریش کی طرف سے مسلمانوں پر سب سے پہلے حملہ کیا تھا۔ بعد ازاں مسلمان ہوئے پھر یہ عرنیین میں سردار بنائے گئے۔ فتح مکہ کے دن جیش پہلے شہید ہوئے کرز نے ان کی لاش اپنی ٹانگوں کے درمیان کرلی اور لاش کی حفاظت کرتے اور لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔	

شہدائے حنین

(۱)..... حضرت ایمن بن عبد حبشی رضی اللہ عنہ	حضرت اسامہ بن زید کے مات بھائی ہیں۔ یہ ان جوانمردوں میں سے ہیں جو یوم حنین کو ثابت قدم رہے تھے۔
(۲)..... حویرث بن عبداللہ بن حلف رضی اللہ عنہ	غفاری۔ انصاری، ابی اللحم لقب۔ یہ بتوں پر جھٹکے کا گوشت پہلے سے نہیں کھایا کرتے تھے۔
(۳)..... حضرت مرۃ بن سُراقہ رضی اللہ عنہ	
(۴)..... حضرت سراقہ بن حباب رضی اللہ عنہ	انصاری۔
(۵)..... سراقہ بن حارث بن عدی رضی اللہ عنہ	بنو عجلان سے ہیں۔
(۶)..... یزید بن زمعہ بن اسود بن مطلب رضی اللہ عنہ	ام المؤمنین ام سلمہ کے بھانجے ہیں۔ سرداران قریش میں سے تھے۔ مہمات قومی میں ان کا مشورہ قریش ضرور سمجھتے تھے۔ [2]

شہدائے طائف

(۱)..... حارث بن سہل بن ابوصعصعہ رضی اللہ عنہ	انصاری۔ بخاری از بنو مازن۔ ان کے دو چچا جنگ موتہ میں ایک جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تھے۔
(۲)..... حضرت حباب بن جبیر رضی اللہ عنہ	
(۳)..... عرفطہ بن حباب بن جبیر رضی اللہ عنہ	نمبر ۲ نمبر ۳ باپ بیٹا ہیں۔ بنو امیہ کے حلیف ہیں۔

---

[1] یہ فہرست انشاء اللہ تعالیٰ مکمل ہے۔ ابن دحلان نے ۱۳ نام لکھے ہیں، حارث سفیر نبوی سمیت یہ تعداد ۱۴ ہوگئی۔

[2] صحیح بخاری میں ہے: قتل من خیل خالد بن الولید یو مندر جلان۔ یہ فہرست انشاء اللہ مکمل ہے۔

④ ..... جلیحہ بن عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ	لیثی ہیں۔
⑤ ..... حضرت رقیم بن ثابت رضی اللہ عنہ	انصاری۔اوسی۔
⑥ ..... حضرت ثابت بن جذع رضی اللہ عنہ	انصاری۔عقبی وبدری۔
⑦ ..... سعید بن سعید بن عاص بن اُمیہ رضی اللہ عنہ	قرشی الاموی۔
⑧ ..... عبداللہ بن ابوامیہ بن مغیرہ رضی اللہ عنہ	قرشی المخزومی ام المؤمنین ام سلمہ کے برادر از جانب پدر۔
⑨ ..... عبداللہ بن حارث بن عبدالمطلب	قرشی الہاشمی نبی ﷺ کے چچیر بھائی۔
⑩ ..... سائب بن حارث بن قیس بن عدی	قرشی۔سہمی۔بعض کا قول ہے کہ یہ طائف میں زخمی اور یوم فحل ۱۳ھ ہجری میں شہید ہوئے۔
⑪ ..... عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ	عدوی ہیں۔
⑫ ..... عبد بن قوال بن قیس بن وقش بن ثعلبہ	عدوی۔اُحد اور جملہ مشاہد مابعد میں شریک ہوئے۔
⑬ ..... حضرت منذر بن عبد بن قوال رضی اللہ عنہ	نمبر ۱۲ کے فرزند ہیں۔ (یہ فہرست ان شاء اللہ مکمل ہوگی)

شہدائے مشاہد مختلف:..... اس فہرست میں ان شہیدانِ پاک کے نام لکھے جاتے ہیں، جن کی بابت علمائے سیر میں یہ تو اتفاق ہے کہ وہ عہد پرنور مصطفوی ﷺ میں شہید ہوئے تھے، مگر انکے مشاہد کے تعین میں اختلاف ہے۔

① ..... قزمہ بن عتبہ (عقبہ) الانصاری الاشہلی	
② ..... مالک بن خلف بن عمرو الخزاعی رضی اللہ عنہ	طلیعہ اُحد پر مع اپنے بھائی نعمان کے مامور تھے۔
③ ..... حضرت مخیریق رضی اللہ عنہ :..... یہودی عالم از بنونضیر تھے۔ بروز جنگ اُحد ایمان لائے اور سیدھے میدانِ جنگ میں پہنچ گئے تھے اپنے مال کی وصیت نبی ﷺ کے لیے کر گئے تھے۔	
④ ..... ثابت بن النعمان بن اُمیہ ابوحنہ	بدری ہیں
⑤ ..... سہل بن رومی بن وقش بن زغبہ رضی اللہ عنہ	واقدی نے شہدائے اُحد میں ان کا نام لیا ہے۔
⑥ ..... یزید بن سعید الکندی۔والد سائب	
⑦ ..... بشر بن براء بن معرور۔ انصاری رضی اللہ عنہ	خیبری زہر آلود گوشت کے کھانے سے شہادت واقعی ہوئی۔
⑧ ..... طفیل بن النعمان بن خنساء الانصاری رضی اللہ عنہ	
⑨ ..... حضرت مسعود بن خلدہ رضی اللہ عنہ	الانصاری، الزرقی
⑩ ..... عبداللہ (حکم) بن سعید بن العاص بن اُمیہ رضی اللہ عنہ :..... قرشی۔بدری	
⑪ ..... مسعود بن الاسود بن حارثہ رضی اللہ عنہ	قرشی العدوی
⑫ ..... ہبار بن سفیان بن عبد الاسد رضی اللہ عنہ	المخزومی

باب چہارم:..... اساطیر کے معنی

يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اسورۃ الانعام : آیت ۲۵

کفار عرب قرآن مجید میں پہلی قوموں اور پچھلے نبیوں کے حالات سنتے تو قرآن مجید پر یہ پھبتی کستے کہ اس میں سے ہے ہی کیا زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ محمد ﷺ ہمیں اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْن سنایا کرتا ہے۔

لغت میں اساطیر فسانہ نما قصوں کو کہتے ہیں جن میں حقیقت کم ہو مگر دلچسپی زیادہ ہو کفار عرب جو علوم سے بے بہرہ خط و کتابت سے عاری احوال عالم سے بے خبر تھے وہ تو اپنی جہالت اور ناواقفیت کی وجہ سے بہت کچھ قابل ترحم تھے۔ لیکن تعجب تو یہ ہے کہ ان جاہل وحشی بت پرستوں کے اس لفظ کو اہل کتاب نے نہایت پسندیدگی سے دیکھا اور خود بھی اپنی کتابوں میں بار بار مختلف پیرایوں کے ساتھ دہرایا ہے۔ بعض پادریوں نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ محمد (ﷺ) نے یہ سب قصے ایک عیسائی عالم ہی سے سن کر اپنی زبان میں ڈھال لیے تھے۔

ہم اس مضمون میں دکھائیں گے کہ ایک ہی قصہ کے متعلق موجودہ بائبل کیا بیان کرتی ہے اور قرآن مجید کیا اس کے ملاحظہ سے ناظرین خود ہی دیکھ سکیں گے کہ قرآن مجید اپنی تعلیم میں دیگر آسمانی کتابوں سے کس قدر اعلیٰ ہے ایسی پاک کتاب کے سنانے والے کی نسبت یہ خیال کرنا کس قدر غلط ہے کہ وہ اپنے سے پہلی کتابوں کے مضامین کو چرا چرا کر بیان کیا کرتا تھا۔ چونکہ عیسائی لوگوں کا یہ اعتراض ذات ستودہ صفات نبی ﷺ پر ہے اس لیے ضروری ہے کہ اس باب کو سیرت النبی ﷺ کے اندر شامل کیا جائے۔

حضرت آدم علیہ السلام:..... بائبل کی کتاب پیدائش کے باب ۲۔ ۳ میں آدم علیہ السلام کی پیدائش، باغ عدن کا قیام، درخت تمیز سے پھل کھانے اور باغ سے نکالے جانے کا ذکر ہے۔ درس ۱۷ باب ۳ میں یہ بھی ہے کہ زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی۔ تمام بائبل میں کہیں مذکور نہیں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے اس گناہ کی معافی بھی ہو گئی تھی لیکن قرآن مجید نے آدم علیہ السلام کے جن فضائل کا ذکر کیا ہے اور جن سے بائبل خاموش ہے وہ یہ ہیں:

① ..... کہ پھل کھاتے وقت آدم علیہ السلام اللہ پاک کے حکم کو بھول گئے تھے۔

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ (۲۰:۱۱۵)

② ..... آدم علیہ السلام کی نیت میں خلاف حکم کرنے کا ارادہ شامل نہ تھا۔ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (۲۰:۱۱۵)

③ ..... رب کریم نے ان کی اس حرکت کو بخش دیا تھا اور آئندہ انہیں بہترین راہ کی ہدایت بھی کر دی تھی اور حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی درگاہ کا برگزیدہ بھی بنا لیا تھا۔ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى (۲۰:۳۲)

④ ..... حضرت آدم علیہ السلام پر کلام الٰہی بھی نازل ہوا تھا: فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ (۲:۳۷)

یہ ظاہر ہے کہ اگر نسل انسانی کے پدر اعظم کو اس فضیلت سے عاری کر دیا جائے تو اس میں کوئی بھی فضیلت نہیں رہ جاتی۔

الف ..... قرآن مجید حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق جس بات میں چپ ہے اور بائبل اسے بیان کرتی ہے وہ یہ فقرہ ہے۔ خدا نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ خدا کی صورت پر اسے بنایا، ورس باب ۵ کتاب پیدائش یہی مطلب اس کتاب

کے ورس ۲۶ باب ۱ میں ان الفاظ میں ہے: "تب خدا نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت اور اپنی مانند بنادیں" میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس فقرہ کے بعد کیوں کر کوئی اہل کتاب خدا کے جسم اور جسمانیت سے انکار کر سکتا ہے اور کیوں کر خدا کو محدود ہونے سے بری ٹھہرا سکتا ہے اور کیونکر خدا کا تصور انسان سے بالاتر ہونے کا دوسرے کو دلا سکتا ہے۔ بے شک قرآن مجید نے اس فقرہ کو چھوڑ دینے سے ثابت کر دیا کہ تقدیس وتنزیہہ ربانی کی جو تعلیم قرآن مجید میں ہے وہ سب سے اعلیٰ ہے۔

قائن [قابیل] وہابیل فرزندان آدم علیہ السلام:..... بائبل نے بیان کیا ہے کہ

① .....قائن [قابیل] نے اپنے بھائی ہابیل کو مار ڈالا۔ (ورس ۸ باب ۴ پیدائش)

② .....خداوند نے قائن [قابیل] پر ایک نشان لگایا کہ جو کوئی اسے پاوے مار نہ ڈالے۔

③ .....خدا نے کہا کہ جو کوئی قائن [قابیل] کو مار ڈالے گا سات گنا بدلہ اس سے لیا جاوے گا۔

ایک قاتل کے متعلق یہ اصول دنیا کے امن وامان کے لیے جس قدر مضر اور خطرناک ہے وہ ظاہر ہے قرآن مجید نے اس قصہ کو بیان فرماتے ہوئے بتایا ہے۔

④ .....کہ قائن [قابیل] اپنے بھائی کو قتل کرنے سے خود زیاں کار اور منجملہ اصحاب نار بنا۔

فَتَكُونَ مِنْ أَصْحٰبِ النَّارِ (۵:۲۹) تو دوزخ والوں میں سے ہوگا۔

فَقَتَلَهٗ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (۵:۳۰) اس نے بھائی کو قتل کر دیا اور خسارہ والوں سے ہوگیا۔

⑤ .....پھر انسان کی زندگی کی قدر و قیمت اور انسان کے ہلاک کرنے کے وبال سخت اور گناہ عظیم کا بیان فرمایا: کہ "ایک انسان کا قتل کر دینا تمام بنی آدم کے قتل کے برابر ہے"۔ اور "ایک انسان کو ہلاکت سے بچالینا تمام نسل کو ہلاکت سے بچانے کے برابر ہے۔"

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ (سورۃ المائدۃ ۵:۳۲)

ترجمہ:..... جس نے کسی انسان کو قصاص یا ملکی فساد کے بغیر قتل کیا اس نے گویا سب ہی انسانوں کو قتل کیا اور جس نے ایک انسان کی زندگی کو بچایا اس نے گویا سب ہی انسانوں کو بچایا۔

اب ناظرین بائبل اور قرآن مجید دونوں کے فرق کو اور قرآن مجید کے تفوق کو بخوبی معلوم کر سکتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام:..... بائبل میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کتاب پیدائش کے ۶ باب سے شروع ہوتا ہے۔ باب ۷ و ۸ میں طوفان کا ذکر ہے۔ باب ۹ میں بعد طوفان کا ذکر ہے اور باب ۱۰ میں اولاد نوحؑ کا ذکر ہے۔ جو کوئی شخص بائبل کو پڑھ اور سمجھ سکتا ہے وہ بائبل کو پڑھے اور دیکھے:

① .....اس میں ایک فقرہ بھی نوح علیہ السلام کے پند و نصیحت فرمانے کی بابت درج نہیں۔

② .....اس میں ایک جگہ بھی نہیں بتایا کہ جو لوگ طوفان میں ڈبو دیئے گئے تھے ان کا خاص گناہ کیا تھا۔

③ .....اس میں نہیں بتایا گیا کہ کیوں ہلاکت ہی بطور آخری علاج کے اختیار کی گئی تھی۔

④.....اس میں نہیں بتایا گیا کہ نوح علیہ السلام کن لوگوں میں مبعوث کیے گئے تھے۔

⑤.....اور کون لوگ غرق طوفان ہوئے۔

لیکن قرآن مجید ان جملہ امور پر روشنی ڈالتا ہے۔

①.....قرآن مجید نے بتایا: اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ کہ نوح علیہ السلام اپنی ہی قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔

②.....قرآن مجید نے بتایا کہ نوح علیہ السلام ۹۵۰ سال تک برابر نصیحت کرتے رہے۔

فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا (۲۹:۱۴)

③.....بتایا ہے کہ اسرار و اعلان کے تمام طریقوں سے حضرت نوح علیہ السلام قوم کو نصیحت کر چکے تھے۔

④.....بتایا ہے کہ قوم شرک کے گندے گناہ میں آلودہ ہو گئی تھی۔

⑤.....بتایا ہے کہ وہ شرک میں اتنے منہمک ہو گئے تھے کہ اولاد و احفاد دوست و احباب کو اسی شرک کے لزوم کی نصیحتیں کیا کرتے تھے۔

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا (۷۱:۲۳)

⑥.....بتایا ہے کہ ان کی آئندہ نسلوں کی صلاحیت پذیر ہونے کی امید بھی منقطع ہو گئی تھی۔

وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا (۷۱:۲۷)

⑦.....بتایا گیا ہے کہ وہی قوم غرق کی گئی تھی جس نے شرک و طغیان و سرکشی اختیار کی تھی۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۝ وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الْاَحْزَابُ ۝ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ۝ (سورۂ ص ۳۸: ۱۲:۱۴)

ترجمہ:.....نوح، عاد اور فرعون ذوالاوتاد اور ثمود اور قوم لوط اور اصحاب ایکہ کی جماعتوں نے ان سے پہلے تکذیب کی ان سب نے رسولوں کو جھٹلا دیا اور اس لیے ان پر عذاب کا آنا ٹھیک ہے۔

①.....قرآن مجید نے جو کچھ حضرت نوح علیہ السلام کی بابت بتایا ہے اور جس سے بائبل خاموش ہے۔ وہ بہت سے امور ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کے ایک نافرمان بیٹے کا قصہ جس میں بتایا گیا ہے:

①.....کہ خدا کے حکم کے سامنے اولاد کی محبت کو چھوڑ دینا چاہیے۔

②.....نیز یہ کہ عالی نسب ہونا اس شخص کے لیے ذرا بھی مفید نہیں جس کے اپنے اعمال اچھے نہ ہوں۔

اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ (۱۱:۴۶)

③.....اور یہ کہ نیک باپ بری اولاد سے کیوں کر علیحدہ ہو جاتے ہیں۔

رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ (سورۂ ھود ۱۱:۴۷)

ترجمہ:.....اے رب! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تجھ سے اس بات کا سوال کروں جس کا علم مجھے نہیں۔

⑨.....قرآن مجید بتاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ اور بھی چند نفوس بچے تھے جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور خدا نے ان کو بھی سلامتی کے خلعت سے مشرف فرمایا تھا۔

وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ (۱۱:۴۰) نوح علیہ السلام کے ساتھ تھوڑے ہی ایمان لائے تھے۔

يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ۔ (سورۃ ھود ۱۱:۴۸)

ترجمہ:..... اے نوح! کشتی سے اتر ہماری سلامتی اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر ہیں اور ان سب پر جو تیرے ساتھ ہیں۔

⑩ ..... قرآن مجید بتاتا ہے کہ حضرت نوح کی اولاد کبھی منقطع نہ ہوگی۔

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبَاقِيْنَ (۳۷:۷۷) ہم نے نوح علیہ السلام کی اولاد کو باقی رہنے والے بنایا۔

بائبل ان جملہ افادات سے خالی ہے۔ اب بائبل جو بات قرآن مجید سے زائد بیان کرتی ہے، وہ یہ ہے:

''نوح مے پی کر نشہ میں آیا اور اپنے ڈیرہ کے اندر خود کو ننگا کیا، حام نے اپنے باپ کو ننگا دیکھا''۔ (پ) قرآن مجید بے شک اس سے خاموش ہے۔

فصل:..... ۱

حضرت ابراہیم علیہ السلام:..... بائبل کی کتاب پیدائش میں ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ۱۲ / باب سے ۲۵ باب تک ہے۔ باایں ہمہ بائبل ان فضائل کے بیان سے ساکت ہے جو قرآن مجید نے حضرت خلیل الرحمنؑ کے بیان کیے ہیں۔

① ..... قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ملکوت السموات والارض (۶:۷۵) پر نظر ڈالیے تاروں۔ چاند، سورج وغیرہ میں الٰہیت نہ ہونے پر استدلال کرنے کا مفصل بیان ہے اور اس سے سبق ملتا ہے کہ کیونکر سعادت مندان ازلی اس صحیفۂ قدرت کو دیکھ کر منازل خداشناسی کو طے کر جاتے ہیں۔ بائبل میں مذکور نہیں۔

② ..... قرآن مجید نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بت شکنی کا بیان کیا ہے اور فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا (۲۱:۵۸) کہہ کر بتایا جاتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنی ابتدائی عمر ہی سے شرک کے دشمن اور توحید کے فدائی تھے۔

③ ..... قرآن مجید میں اس مناظرہ کا ذکر ہے جو ابراہیم نے توحید کے بارے میں اپنی قوم کے ساتھ کیا اور عقیدے کی پختگی میں قوم کی مخالفت کی ذرا پروانہ کی تھی۔

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ۔ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ۔ (سورۃ الانعام ۶:۸۰)

ترجمہ:۔ اس قوم نے اس سے جھگڑا کیا ابراہیم نے کہا کہ کیا تم اللہ کی بابت مجھ سے جھگڑتے ہو اسی نے تو مجھے ہدایت فرمائی ہے

④ ..... قرآن مجید میں اس نصیحت کا ذکر ہے جو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر کو فرمائی تھی۔

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ۔ (سورۃ مریم ۱۹:۴۲)

ترجمہ:..... اے باپ! تو کیوں ایسی چیزوں کو پوجا کرتا ہے جو نہ سن سکیں نہ دیکھ سکیں نہ تیرا کوئی کام بنا سکیں۔

قرآن پاک نے ان کے باپ کی سختی اور ابراہیم علیہ السلام کا باپ سے علیحدہ ہو جانا بھی بتایا ہے۔

يٰٓاِبْرٰهِيْمُ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ (۱۹:۴۶) اے ابراہیم! اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا۔

⑤ ..... قرآن پاک میں اس مناظرہ کا ذکر بھی ہے جو بادشاہ وقت سے انہوں نے کیا وہ بادشاہ سرگروہ مبطلین تھا۔ خدا تعالیٰ کا منکر، انانیت کا قائل۔ اللہ پاک نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ان دلائل کو بھی بیان فرمایا ہے، جنہیں سن

کرایسا محسن کش ومغرور بادشاہ بھی حیران رہ گیا تھا۔

فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ (۲:۲۵۸) "تب کافر حیران رہ گیا"۔

⑥ ..... قرآن پاک نے ابراہیم علیہ السلام کے خلاف قوم اور سلطنت کا اتفاق ان کا آگ میں ڈالا جانا، خداوند کریم کا اپنے خلیل کو بچالینا بیان فرمایا ہے:

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝ (۲۱:۶۹) ہم نے کہا: اے آگ! ابراہیم پر تو ٹھنڈی اور سلامتی بن جا۔

⑦ ..... قرآن مجید نے اس طریقہ استدلال کا بھی ذکر کیا ہے جس سے احیائے موتی کے مسئلہ میں غور کرنے والے کے لیے ابراہیم علیہ السلام ایک روشن مثال چھوڑ گئے ہیں

رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى (۲:۲۶۰) اے رب! مجھے دکھا تو مردوں کو کیوں کر زندہ کرے گا۔

الف: ..... بائبل نے اگر کوئی ایسا ذکر بھی کیا جو قرآن مجید میں نہیں تو وہ یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی کو سکھایا تھا کہ تو کہنا کہ میں اس کی بہن ہوں"۔ (ورس ۱۲۔۱۱ باب پیدائش)

ب: ..... بائبل نے لکھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی سارہ کے کہنے سے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام اور بیوی ہاجرہ کو گھر سے نکال دیا تھا۔ (۱۰ر ۱۴ ورس ۲۱ باب کتاب پیدائش) وہ بے چارے بیابان میں بھٹکتے پھرتے تھے۔

اس بیان سے ابراہیم علیہ السلام کے رحم اور انصاف پر بہت سے اعتراض وارد ہوتے ہیں۔ لیکن قرآن مجید نے جب اس واقعہ کا ذکر کیا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے بیوی اور بچے کو نکالا نہ تھا بلکہ توحید کی منادی پھیلانے کے لیے ایک مرکز قائم فرمایا تھا اور توحید کی تعلیم کو تمام دنیا تک پہنچانے کے لیے اپنے کنبے کو دور دراز ممالک تک پھیلا دیا تھا۔

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ ... (سورۃ ابراھیم ۱۴:۳۷)

ترجمہ: ..... اے رب! میں نے اپنے کنبہ میں سے چند کو اس وادی میں جہاں زراعت نہیں ہوتی ہے تیرے عزت کے گھر کے پاس بسایا ہے۔ اے رب! میری غرض یہ ہے کہ وہ نماز کو قائم کریں اس لیے اے خدا! تو لوگوں کے دلوں کو ان کی جانب مائل کر دے۔

یہ ایسی پاک غرض ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رفعت شان کو نہایت اعلیٰ بنا دیتی ہے جملہ وجوہات کو دیکھ کر بھی کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجید کے مضامین بائبل سے لیے گئے ہیں۔ غرض یہ کہ بائبل ان تمام باتوں سے بالکل خاموش ہے جن کا ذکر قرآن مجید نے بتصریح کر دیا ہے۔ بائبل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کسی دینی خدمت کا ذکر تک نہیں کرتی۔

حضرت لوط علیہ السلام: ..... لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا انجام کتاب پیدائش باب ۱۹ میں ہے۔ بائبل نے حضرت لوط علیہ السلام کی مساعی تبلیغ کا ذرا بھی ذکر نہیں کیا لیکن قرآن مجید ان کے زبردست دلائل وعظ کا ذکر فرماتا ہے:

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (سورۃ اعراف ۷:۸۰)

ترجمہ: ..... لوطؑ نے اپنی قوم سے کہا تم بے حیائی کا وہ کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے بھی نہیں کیا۔

بائبل نے حضرت لوط علیہ السلام کی عورت کے نمک کا کھمبا بن جانے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس نے پیچھے کو پھر کر دیکھ لیا تھا۔ (۲۶ ورس ۱۹ باب) لیکن قرآن مجید نے ظاہر کیا ہے کہ وہ اپنے شوہر کی خیانت کرتی تھی:

كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا (سورۃ آل عمران ۱۰:۶۶)

ترجمہ:..... نوح اور لوطؑ کی جوروئیں ہمارے دو صالح بندوں کے تحت میں تھیں مگر انہوں نے ان دونوں کی خیانت کی۔

اب بائبل جس مضمون کو خاص طور پر بیان کرتی ہے وہ حضرت لوط علیہ السلام کی دونوں بیٹیوں کا قصہ ہے دیکھو باب ۱۹ مگر قرآن مجید ایسے قصوں سے بالکل پاک ہے۔ اس ناپاک قصہ کا بطلان خود بائبل سے بھی ثابت کیا جاسکتا ہے۔ (دیکھو پیدائش ۱۹/ ۳۲-۳۱) پلوٹھی نے اس فعل قبیحہ کے جواز میں یہ دلیل پیش کی ہے کہ زمین پر کوئی مرد نہیں جو تمام جہاں کے دستور کے موافق ہمارے پاس اندر آوے، یہ دلیل بالکل غلط ہے کیونکہ (۱۰/ ۲۳-۲۰) میں شہر ضغر کی موجودگی اور سلامتی کا ذکر ہے پھر وہ لڑکیاں کیونکر کہہ سکتی تھیں کہ زمین پر کوئی مرد نہیں۔ ہم باور کرا سکتے ہیں کہ یہ داستان ہی بے اصل ہے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام:..... کتاب پیدائش کے ۲۶ باب میں حضرت اسحاق علیہ السلام کا ذکر ہے اور جو بیان اس میں قرآن مجید سے زائد ہے وہ یہ ہے۔ "اسحاق جرار میں رہا اور وہاں کے باشندوں نے اس سے اس کی جورو [بیوی] کی بابت پوچھا وہ بولا کہ وہ میری بہن ہے۔" (ورس ۶)

قارئین خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ کیا اس فقرہ کا قرآن مجید میں نہ ہونا اس کی شان کو گھٹا سکتا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام:..... باب ۲۵ کتاب پیدائش سے معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام اور عیسو دو توم بھائی تھے اور پیدائش کے اعتبار سے عیسو بڑا تھا۔ اب مندرجہ ذیل امور کو غور کیجیے

اول: ۲۹..... ورس میں ہے کہ یعقوب نے لپسی پکائی اور عیسو جنگل سے آیا اور وہ ماندہ ہو گیا تھا۔

(۳۰)..... اور عیسو نے یعقوبؑ سے کہا کہ اس لال لال میں سے کچھ مجھے کھانے کو دے کیونکہ میں ماندہ ہو گیا ہوں۔

(۳۱)..... تب یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ آج ہی اپنے پلوٹھے ہونے کا حق میرے ہاتھ بیچ۔

(۳۲)..... عیسو نے کہا کہ دیکھ میں تو مرے جاتا ہوں سو پلوٹھا ہونا میرے کس کام آوے گا۔

(۳۳)..... تب یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ آج ہی میرے سامنے قسم کھا اس نے اس کے سامنے قسم کھائی اور اس نے اپنے پلوٹھے ہونے کا حق یعقوب علیہ السلام کے ہاتھ بیچا۔

(۳۴)..... تب یعقوب علیہ السلام نے عیسو کو روٹی اور مسور کی دال دی۔ اس نے کھایا اور پیا اور اٹھ کر چلا گیا۔ سو عیسو نے اپنے پلوٹھے ہونے کا حق ناچیز جانا۔"

قارئین! ذرا غور کریں کہ اوپر کے قصے سے کیا حضرت یعقوب علیہ السلام کی کوئی تعریف نکلتی ہے جنہوں نے حقیقی بھائی کو مسور کی دال اور روٹی اس وقت تک نہ دی جب تک اس سے وہ حق نہ لے لیا جو قدرت نے اسے عطا کیا تھا۔ شکر ہے کہ قرآن مجید میں یہ داستان موجود نہیں۔

دوم..... کتاب پیدائش کا ۲۷ باب پڑھیے جس میں یہ مذکور ہے کہ اسحاق علیہ السلام نے اپنے بڑے بیٹے عیسو کو کہا کہ وہ شکار کا گوشت باپ کے لیے لائے اور باپ اسے برکت دے گا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی ماں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو عیسو جیسا لباس پہنایا۔ ان کا حلیہ عیسو جیسا بنایا اور ان کے ہاتھ بکری کا گوشت پکا کر اسحاق کے پاس بھیجا اور یعقوب علیہ السلام نے باپ سے کہا کہ میں عیسو ہوں شکار کھائیے اور برکت دیجیے اور حضرت اسحاق علیہ السلام اس دھوکے میں آ گئے اور یعقوب کو وہ برکت دی جو عیسو کو دینا چاہتے تھے شکر ہے کہ قرآن میں یہ قصہ بھی نہیں ہے۔

سوم: ۳۴..... باپ پیدائش میں دینہ دختر یعقوب کا قصہ ہے پھر اسی باب میں مذکور ہے کہ فرزندان یعقوب علیہ السلام نے امیر حوی حمور سے یہ معاہدہ کرلیا کہ آئندہ کے لیے بیٹیوں کی لیت دیت جاری ہوجائے گی۔ مگر پھر لاوی و شمعون تلواریں لے کر اس شہر پر گئے سب مردوں کو اور سکم وحمور کو قتل کر ڈالا۔ ان کی بھیڑ، بکریاں، گائے، بیل، گدھے اور جو کچھ شہر یا کھیت میں تھا سب دولت سب بچے اور ان کی جورویں لوٹ کر لے گئے۔'' شکر ہے کہ قرآن مجید میں اس کی بابت ایک حرف بھی نہیں۔

چہارم: ۳۵..... باب ۲۲ ورس میں ''روبن جو حضرت یعقوب علیہ السلام کا پلوٹھا بیٹا تھا اور اس کی سوتیلی ماں کا قصہ ہے'' شکر ہے یہ قصہ بھی قرآن مجید میں نہیں۔

پنجم: ۲۸..... باب کتاب پیدائش میں یہوداہ (جو حضرت یعقوب علیہ السلام کا تیسرا بیٹا ہے) اور اس کی بہو تمر کا قصہ ہے بائبل نے یہوداہ کو الزام سے بچانے کے لیے کہا ہے اس نے نہ جانا کہ یہ میری بہو ہے۔ (۱۶ ورس)

لیکن عذر کے بعد پھر بھی یہوداہ پر کسی ایک عورت کے ساتھ آلودہ ہونے کا جرم وگناہ قائم رہتا ہے اور یہ جرم ایسے شخص کے متعلق جو نبی کا بیٹا اور نبی کا پوتا اور بنی اسرائیل کے چند انبیاء مابعد کا باپ ہو بہت سخت ہے۔ شکر ہے کہ قرآن مجید اس پاک گھرانے کے کسی شخص پر ایسے الزام نہیں لگاتا بلکہ یوں تعریف کرتا ہے۔

فِيهَا ۖ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ (۷:۱۳۷) خدا تعالیٰ کا پاک فرمودہ بنی اسرائیل پر پورا ہوا

ان سب باتوں کو چھوڑ کر قرآن مجید نے جو کچھ خود بیان کیا ہے اس سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی عظمت نمایاں ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ فی الواقع اسرائیل (مردخدا) کا خطاب پانے کے اہل تھے۔

① ..... قرآن مجید بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلے ہی سے ایک برگزیدہ بیٹے اور ایک برگزیدہ پوتے کی بشارت عطا فرما دی تھی۔

فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾ (سورۃ ھود ۱۱:۷۱)

ترجمہ:..... ہم نے سارہؓ کو اسحاق علیہ السلام کی اور اسحاق علیہ السلام کے بعد یعقوب علیہ السلام کی بشارت دی۔

② ..... قرآن مجید بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام اور ان کے والد پر خاص خاص الطاف فرمائے اور دنیا میں ان کے لیے ثنائے جمیل اور ذکر خیر باقی رکھا۔

وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۖ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾ (سورہ مریم)

ترجمہ: ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاقؑ و یعقوبؑ دیے اور ان کو نبی بنایا اور ان سب کے لیے سچی اور بلند ترین تعریف عطا کی

ان بیانات کو پڑھ کر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ بیانات بائبل سے ماخوذ ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام:..... حضرت یوسف علیہ السلام کا احوال کتاب پیدائش کے باب ۳۷ اور پھر باب ۳۹ سے ۵۰ تک ہے اگرچہ یہ بارہ باب حضرت یوسف علیہ السلام کی توصیف سے بھرے ہوئے ہیں لیکن ایک فقرہ حضرت یوسف علیہ السلام پر بھی جڑ دیا گیا ہے۔ ''یوسف ان کے باپ کے پاس ان کے برے کاموں کی خبر لاتا تھا''۔ ورس ۲ باب ۳۷ اس فقرہ سے یہ ظاہر ہے کہ یوسف علیہ السلام (نعوذ باللہ) ایک چغل خور تھے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان کے بھائی بڑے کام کرنے والے تھے۔

① .....قرآن کریم نے بھی یوسف علیہ السلام کا قصہ ۱۲ رکوع میں بیان کیا ہے لیکن وہ بہت سی باتوں میں بائبل کے بیان سے زیادہ بلیغ اور ممتاز ہے۔

② .....قرآن پاک میں ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب سن کر یہ تعبیر بتائی تھی۔

يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ (۱۲:۶)

ترجمہ: خدا تعالیٰ تجھے برگزیدہ کرے گا اور تجھے علم تعبیر سکھائے گا اور تجھ پر اپنی نعمت کو پورا کرے گا۔

③ ..... بائبل میں خواب کا تو ذکر ہے مگر اس تعبیر کا ذکر نہیں گو وہ مضامین موجود ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بتائی ہوئی تعبیر ان ہی لفظوں میں پوری ہوگئی تھی۔

④ .....قرآن مجید میں ہے کہ جب بھائیوں نے یوسف کو چاہ میں گرا دینے پر اجماع کر لیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت یوسف علیہ السلام کو ان کے اطمینان خاطر کے لیے بتا دیا تھا۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِأَمْرِهِمْ هَٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ (۱۲:۱۵)

ترجمہ: ہم نے یوسف علیہ السلام کو وحی کی کہ تو ان کو ان کے کام کی خبر دے گا اور وہ تجھے نہ پہنچانتے ہوں گے یعنی ایک وقت تجھ کو وہ مقدرت ہوگی کہ تو ان کے افعال پر تنبیہ کرے گا۔ (لیکن بائبل میں اس کا ذکر نہیں۔)

⑤ .....قرآن پاک میں ہے کہ امرأۃ العزیز کے ہاتھ سے حضرت یوسف علیہ السلام کے پیراہن کا پچھلا حصہ پھٹ گیا تھا اور عورت ہی کے خاندان میں سے ایک نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ پیراہن کے سامنے کا حصہ پھٹ گیا ہو تو یوسف ملزم ہے ورنہ عورت ملزمہ ہے اور اس زبردست دلیل سے حضرت یوسف علیہ السلام کی بے گناہی و بے لوثی عزیز پر ثابت ہوگئی تھی تب اس نے یوسف علیہ السلام سے درگزر کرنے کی التجا کی تھی اور عورت کو الزام دے کر کہا تھا کہ وہ اپنے گناہ سے استغفار کرے۔

يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا ۖ وَاسْتَغْفِرِي لِذَنبِكِ ۖ إِنَّكِ كُنتِ مِنَ الْخَاطِئِينَ ﴿۲۹﴾ (سورۂ یوسف:۲۹:۱۲)

ترجمہ: یوسف تو اس تہمت کا خیال نہ کرنا اے عورت تو اپنے گناہ کی معافی خدا تعالیٰ سے مانگ کیونکہ خطا تیری ہے۔

لیکن بائبل سے ثابت ہوتا ہے کہ عزیز پر حضرت یوسف علیہ السلام کی بے گناہی ثابت ہی نہ ہوئی تھی۔

⑥ .....لیکن بائبل میں اس کا ذکر نہیں۔ قرآن پاک سے مستنبط ہوتا ہے کہ مصر کی اور بہت سی عورتوں نے بھی مل کر یوسف علیہ السلام کو زنِ عزیز کی بات مان لینے اور بہکانے میں کوشش کی تھی اور وہ سب ناکام رہی تھیں مگر بائبل اس سے بھی خاموش ہے۔

⑦ .....لیکن بائبل میں اس کا ذکر نہیں۔ قرآن پاک نے بتایا ہے کہ جب زندان میں قیدیوں نے یوسف علیہ السلام سے اپنے اپنے خواب کی تعبیریں پوچھیں تو یوسف علیہ السلام نے اول ان کو توحید کی تعلیم دی اور اپنے فرض تبلیغ کو ادا کیا تھا۔

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (سورۂ یوسف:۳۹:۱۲۔۴۰)

ترجمہ:..... اے زندان کے ساتھیو! ذرا غور کرو کہ بہت سے رب اچھے یا ایک زبردست خدا حقیقت تو یہ ہے کہ خدا کے سوا تم جس جس چیز کی پوجا کرتے ہو وہ خالی نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے گھڑ لیے ہیں خدا نے ان کی بابت کوئی بھی دلیل نہیں اتاری۔ یاد رکھو کہ حکم دینے کا حق اللہ ہی کو ہے اور اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرو اسی کا نام دین محکم ہے لیکن بہت لوگ ہیں جو اتنی بات بھی نہیں جانتے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کیسے عالی پایہ نبی تھے جو زندان میں پہنچ کر بھی اپنے فرض تبلیغ سے قاصر نہیں رہے۔ دعوت الی اللہ زندان میں بھی جاری رکھی اور ہدایت خلق کا جو وقت اور جو موقع مل گیا اسے ضائع نہ کیا۔ یہ پاک نظیر ان سب لوگوں کے لیے جو وعظ و ہدایت کا کام اپنے لیے پسند کرتے ہیں، بہترین ہدایت ہے لیکن بائبل میں یہ مذکور ہی نہیں۔

⑧ .....لیکن بائبل میں اس کا ذکر نہیں۔ بائبل میں ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کو فرعون نے تعبیر خواب کے لیے طلب کیا تو وہ جھٹ اس کے پاس چلے گئے مگر قرآن مجید میں ہے کہ انہوں نے جیل سے باہر نکلنے سے انکار کر دیا اور پہلے اپنے الزام کے متعلق تحقیقات کیے جانے پر زور دیا۔

ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ (سورۂ یوسف-۱۲:۱۵۰)

اس بیان سے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی پرہیز گاری نیز مستقل مزاجی اور عزت نفس کی نگہداشت پر بہترین شہادت ملتی ہے۔

⑨ .....لیکن بائبل میں اس کا ذکر نہیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ زنان مصر نے بھی یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کی شہادت دی تھی۔

حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْۗءٍ (۱۲:۵۱) پناہ بخدا! ہم نے تو یوسف علیہ السلام پر کوئی برائی محسوس نہیں کی۔

اور زن عزیز نے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی صداقت بیان اور طہارت نفس کی شہادت دیتے ہوئے سارا الزام اپنے اوپر لے لیا تھا۔

قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۡ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّىْ لَمْ اَخُنْهُ

بِالْغَيْبِ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ ﴿٥٢﴾ وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي ۚ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي (۱۲:۵۱۔۵۳)

ترجمہ:..... زن عزیز نے کہا: اب تو سچ ثابت ہوگیا خود میں نے یوسف کو پھسلانا چاہا اور وہ سچا ہے میں چاہتی ہوں کہ یوسف جان لے کہ میں اسے پس پشت بھی کوئی الزام نہیں دیتی ہاں خدا بھی خیانت والوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتا اور میں اپنے نفس کو بری نہیں ٹھہراتی ہوں کیونکہ نفس تو برائی ہی کے لیے کہا کرتا ہے بجز اس شخص کے جس پر میرے رب کی عنایت ہو۔

لیکن بائبل ان اوصاف کے بیان میں ساکت ہے ایسے ہی دیگر مضامین اس سورۂ مبارکہ میں ہیں جو بائبل میں نہیں۔ جن سے بیسیوں مسائل اور نکات آئندہ کے لیے بھی مستخرج ہوتے ہیں میری کتاب الجمال والکمال (تفسیر سورۂ یوسف) کو دیکھنا چاہیے۔ ناظرین رحمۃ للعالمین جلد اول کے ملاحظہ سے دیکھ سکتے ہیں کہ تمام سورۂ مبارکہ کیوں کر نبی کریم ﷺ کے احوال مبارک کے لیے بطور پیشین گوئی بھی ہے۔ ان جملہ افادات کے بعد کیا اب بھی یہ کہنا صحیح ہوسکتا ہے کہ نبی ﷺ نے بائبل کے مضامین سن کر ان کو اپنی زبان میں ڈھال لیا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام:..... موسیٰ علیہ السلام کا جس تفصیل اور تطویل کے ساتھ بائبل میں ذکر ہے اتنا اور کسی کا نہیں موسیٰ علیہ السلام کی دوسری کتاب خروج اور تیسری کتاب احبار اور چوتھی کتاب گنتی اور پانچویں کتاب استثناء اسے اولی العزم نبی کے حالات میں ہیں قرآن مجید میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کا تذکرہ بہت ہے۔ اس قدر اور کسی نبی کا نہیں۔ تاہم مجموعۃً اس کا حجم بائبل کی مندرجہ بالا چار کتابوں میں سے ایک کتاب کے برابر بھی نہیں۔

مضامین کے لحاظ سے ہم اکثر مقامات کا اقتباس کریں گے۔

① ..... ۱۴ رورس ۴ رباب خروج میں ہے کہ تب خداوند کا غصہ موسیٰ پر بھڑکا یہ اس موقع پر ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رسالت کو قبول کرنے سے عذر کیا ہے مگر قرآن مجید اسی موقع پر بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو نہایت الفت وشفقت سے سمجھایا تھا۔

يَا مُوسَىٰ لَا تَخَفْ ۖ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ ﴿١٠﴾ (۲۷:۱۰) ترا اے موسیٰ! ڈرو نہیں ہمارے ہاں رسول ڈرا نہیں کرتے۔

② ..... ورس ۲۰ رباب خروج میں ہے عمرام نے اپنے باپ کی بہن یوکد سے بیاہ کیا۔ وہ اس سے دو بیٹے جنے ایک ہارون علیہ السلام، دوسرا موسیٰ علیہ السلام۔ معلوم نہیں کہ بائبل کا مقصود اس بیان سے کیا ہے، قرآن مجید سے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی بڑی تعریف نکلتی ہے۔

الف:..... اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ (۲۸:۷) ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی بھیجی۔

واضح ہو کہ دنیا میں ایسی عورتیں بہت ہی کم ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی وحی براہ راست آئی۔ قرآن مجید سے ایسی شرف والی عورتیں مادر موسیٰ اور مادر عیسیٰ علیہما السلام ہی معلوم ہوتی ہیں اور بائبل سے مادر اسماعیل کی بھی یہی منزلت معلوم ہوتی ہے اور اسماعیل کے سامنے تو دو بار فرشتہ خود آیا اور اس نے خدام کا پیغام اور زمان مستقبل کی بشارت ان کو پہنچائی تھی۔ (دیکھو، کتاب پیدائش)

ب:..... اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر مادر موسیٰ کی تعریف میں فرمایا ہے

لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا (۲۸:۱۰) اگر ہم اس کے قلب پر اپنا رابطہ نہ رکھتے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مادر موسیٰ کے قلب پاک کو اللہ تعالیٰ سے رابطہ حاصل تھا۔

(۲)..... کتاب خروج ۱/۷ میں ہے۔ ''پھر خدا نے موسیٰ سے کہا دیکھ میں نے تجھے فرعون کے لیے خدا سا بنایا''۔ ناظرین فقرہ ''خدا سا'' پر غور کریں اور دیکھیں کہ کیا توحید کی تعلیم اسی طرح دی جایا کرتی ہے۔ اگر کوئی شخص خدا کا مشبہ بن سکتا ہے تو خدا کی وحدانیت ذات اور وحدانیت صفات کیوں کر قائم رہ سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (۴۲:۱۱)	کوئی بھی چیز خدا کی مثال کی مثال جیسی نہیں۔
فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ (۱۶:۷۴)	ترجمہ: خدا کے لیے مثالیں بیان نہ کرو۔

(۳)..... الف:۔ ۱۱، ۲۱/۷ خروج میں ہے ''کہ مصر کے جادوگروں نے بھی اپنا اپنا عصا پھینکا اور وہ سانپ ہو گیا''۔

ب:..... ۸/۷ خروج میں ہے کہ جادوگروں نے بھی مصر کی زمین پر مینڈک چڑھائے۔

ج:..... ۱۶، ۱۷/۸ میں ہے کہ موسیٰ نے گرد پر عصا مارا اور اس سے تمام ملک میں جوئیں پیدا ہو گئیں۔

۱۸/ورس میں ہے ''جادوگروں نے بھی چاہا کہ اپنے جادوؤں سے جوئیں نکالیں پر نہ نکال سکے۔''

۱۹/ورس میں ہے تب جادوگروں نے فرعون سے کہا کہ یہ خدا کی قدرت ہے جادوگروں کا ذکر بائبل میں صرف اسی قدر ہے اور ان کے انجام کی بابت خاموش ہے لیکن قرآن مجید فرماتا ہے:

فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ۝ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۭ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۡ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ۝ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰي مَا جَاۗءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۭ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝ (۲۰:۷۰-۷۳)

ترجمہ:..... ساحروں نے خدا کو سجدہ کیا اور زبان سے کہا کہ ہم ہارون اور موسیٰ کے خدا پر ایمان لے آئے فرعون نے کہا تم میری اجازت کے بغیر ایمان لے آئے ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ تمہارا بڑا ہے اسی نے تم کو جادو سکھایا ہے اب تمہارے ہاتھ پاؤں ادھر ادھر سے میں کاٹوں گا اور اونچے درخت کی شاخ سے تم کو پھانسی دوں گا تم کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم سے عذاب میں اشد کون ہے اور کون باقی رہنے والا ہے انہوں نے کہا ان روشن دلیلوں پر اور اپنے پیدا کرنے والے پر ہم تجھے اختیار نہیں کریں گے تجھ کو جو کرنا ہے وہی کر لے تو اس دنیوی زندگی ہی میں کچھ کر سکتا ہے ہم تو اپنے رب پر ایمان لا چکے ہیں تا کہ وہ ہماری خطاؤں کو اور اس قصور کو تیرے مجبور کرنے سے ہم نے جادو کا کام کیا، معاف فرمائے اور اللہ بہت بہتر ہے اور بہت باقی رہنے والا ہے۔

اس بیان قرآنی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ معجزات موسوی سحر کی قسم میں سے نہ تھے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی ہدایت نے کیونکر ساحروں کے سینہ کو اسلام کے لیے کھول دیا تھا اور یہ بھی نصیحت ملتی ہے کہ انسان کو دنیا کے کسی دباؤ یا مصیبت کے اندیشہ سے اظہار اسلام میں تامل نہیں کرنا چاہیے اور یہ بھی حکم ملتا ہے کہ ترک اسلام کے لیے خواہ کیسے بھی عذاب اور دکھ درد دیئے جائیں مگر مؤمن کو لازم ہے کہ جان پر کھیل جائے لیکن اسلام سے منہ نہ پھرائے اور دنیائے فانی کو آخرت باقی پر ترجیح نہ دے۔ ان بہترین سباق کا بائبل میں کہیں ذکر تک نہیں۔

(۵)..... کتاب خروج ۲۴/۹ تا ۱۱ پڑھو۔ ۹۔ تب موسیٰ اور ہارون اور ندب اور ابیہو اور ستر بزرگ، اسرائیلی اوپر گئے اور انہوں نے اسرائیل کے خدا کو دیکھا۔ ۱۰ اور اس کے پاؤں کے تلے جیسے نیلم کے پتھر کی گچکاری اور اس کی شفافی جرم آسمان کی مانند تھی۔ ۱۱ اور بنی اسرائیل کے امیروں پر اس نے اپنا ہاتھ نہ رکھا۔ انہوں نے خدا کو دیکھا اور کھایا اور پیا"

ناظرین! انہوں نے خدا کے پاؤں بھی دیکھ لیے اور نیلم جیسی رنگت بھی دیکھ لی۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خدا کے سارے جسم کی رنگت بھی نیلم جیسی ہوگی۔ ہندوؤں نے غالباً اسی مقام کو پڑھ کر گھنسیا جی کی نیلی رنگت ظاہر کرنا سیکھا ہے بھلا جس خدا کے جسم کی شفافی اور رنگت کو دیکھ لیا گیا ہو اس کے مجسم ہونے میں کیا شبہ رہ گیا۔ اللہ اکبر! ایسے ہی مقام ہیں جو بندوں کو شرک جلی میں ڈال دیتے ہیں قرآن پاک تو اللہ سبحانہ کی تقدیس کرتا اور اسے جسم و جسمانیت سے بالاتر بتاتا ہوا فرماتا ہے

تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ (۶:۱۰۳) ابصار اس کا ادراک نہیں کر سکتے وہ ابصار کا ادراک رکھتا ہے۔

ناظرین اندازہ کریں کہ کیا تعلیم قرآنی بائبل سے ماخوذ ہو سکتی ہے۔

(۶)..... باب ۳۲ کتاب خروج کو ایک سے ۶ ورس تک پڑھ جاؤ اس میں درج ہے کہ "ہارون نے سونے کا بچھڑا ڈھال کر بنایا اور کہا اے بنی اسرائیل یہ تمہارا معبود ہے جو تمہیں مصر سے نکال لایا پھر ہارون علیہ السلام نے اس کے لیے قربانیاں بھی کیں۔" ایک ایسے نبی پر جو موسیٰ کا بھائی اور اللہ کا برگزیدہ اور خیمۂ عبادت کا امام ہو یہ الزام کہ اس نے اپنے ہاتھ سے بت بنایا اور خود اس کے سامنے قربانیاں پیش کیں اور اسے اسرائیل کا خدا بتایا نہایت سخت الزام ہے اور مسلمانوں کی نگاہ میں تو ایسے افعال کا مرتکب ادنیٰ درجے کا مسلمان کہلانے کا بھی استحقاق نہیں رکھتا چہ جائیکہ وہ نبی ہو اور امام بنی اسرائیل بھی۔ شکر ہے کہ رب کریم نے اپنے پاک کلام قرآن مجید کے ذریعے سے اس غلطی کی اصلاح فرمائی کہ یہ فعل سامری کا تھا۔

فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿۸۷﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى

ترجمہ:..... اسی طرح سامری نے ڈالا، پھر سامری نے ان کے لیے ایک بچھڑے کی صورت نکالی، جس کی آواز بھی بچھڑے جیسی تھی تب لوگوں سے کہا کہ یہی تمہارا اور موسیٰ کا خدا ہے۔

قرآن مجید میں یہ بھی ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف یہ دریافت کیا تھا کہ ان گمراہوں کو انہوں نے کیوں نہ روکا:

قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْا ﴿۹۲﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ (سورۃ طٰہٰ: ۲۰:۹۲۔۹۳)

موسیٰ نے کہا اے ہارون جب تو نے ان کو گمراہ دیکھا تھا تب تجھے کس چیز نے روکا کہ میری پیروی نہ کرے (یعنی تبلیغ نہ کرے)

اس کے جواب میں حضرت ہارون علیہ السلام کا یہ جواب بھی بیان فرمادیا:

اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَیْنَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِیْ ﴿سورۃ طٰہٰ:۹۴:۲۰﴾

ترجمہ:..... مجھے یہ ڈر ہوا کہ تو کہے گا تو نے بنی اسرائیل میں تفریق کردی اور میری بات کا انتظار نہ کیا۔

الحمدللہ کہ قرآن مجید نے اس بزرگوار کی شان کو صاف کردیا، ورنہ اہل کتاب تو اپنے امام کو بت ساز اور بت پرستی کی ترغیب دینے والا بتا رہے تھے۔ کیا اب بھی کوئی دانش مند کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجید قصص میں بائبل کے مضامین کو دہراتا ہے۔

داؤد علیہ السلام..... کتاب دوم سموئیل کے ۱۱ ر باب کو پڑھو جس میں مسماۃ بنت سبع زوجہ حتی اوریاہ اور داؤد کا ذکر ہے اس کے آخر میں ہے کہ پھر داؤد علیہ السلام نے عورت کو اپنے گھر میں ڈال لیا وہ اس کی جوروبنی۔ یہ کام خداوند کی نظر میں برا ہوا۔

شکر ہے کہ قرآن مجید میں حضرت داؤد علیہ السلام کی نسبت کوئی ایسا قصہ نہیں قرآن پاک تو ان کی تعریف پھیلاتا ہے اور فرماتا ہے: یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ (سورۃ ص:۲۶:۳۸)

ترجمہ:..... اے داؤد! میں نے تجھے الارض (وعدہ کی زمین) کا خلیفہ کیا ہے، لوگوں میں راست بازی سے حکومت کیا کر۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی سورۂ ص رکوع ایک میں جو بیان بدیں الفاظ ہے:

وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اس میں یہی اوریاہ والا قصہ بیان کیا گیا ہے، لیکن ایسی بات خوش فہمی کی وہی لوگ کہہ سکتے ہیں جن کے دماغ میں پہلے سے بائبل کے قصہ نے قبضہ کر رکھا ہے۔ ورنہ قرآن مجید کے پاک کلام میں تو اس قصہ کی طرف اشارہ تک نہیں پایا جاتا اور لطف یہ ہے کہ بائبل میں اس قصہ کا جو قرآن پاک میں ان جھگڑنے والوں کے آنے اور دیوار کو پھاند کر اندر جانے کی بابت ہے کچھ ذکر نہیں ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں جداگانہ قصے ہیں۔ قرآن مجید نے جس قصہ کا بیان کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ والیان سلطنت اور حاکمان ملک کو نفلی عبادت کے مقابلہ میں معدلت گستری اور انصاف رسانی کی جانب توجہ زیادہ تر مبذول رکھنی چاہیے نیز صاحبان حکومت کو اپنے قیام کے لیے ایسی جگہ پسند کرنی چاہیے جہاں فریادیوں کی رسائی باآسانی ہوسکے اور غریب رعایا کو دادرسی کے لیے زیادہ تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔[1]

(۲)..... کتاب ۲ سموئیل کے باب ۱۳ تا ۱۹ ر ۱۹ کو پڑھو، جس میں امنون بن داؤد اور اس کی بہن تمر کا قصہ یہ پھر ابی سلوم بن داؤد کا جو تمر کا حقیقی بھائی ایک ماں سے تھا کہ اس نے امنون کو دعوت کے بہانے سے بلایا اور اپنے نوکروں کو حکم دے کر قتل کرادیا۔

---

[1] مضمون بالا کی تحریر سے چند ماہ بعد مجھے کتاب الفصل لابن حزم کے مطالعہ کا اتفاق ہوا اس امام نے دلائل سے ان لوگوں کے فہم کا بطلان کیا ہے جو ان جھگڑنے والوں کو فرشتے بتاتے ہیں جو بکریوں سے مراد عورتیں لیتے ہیں (جو انما فتناہ سے مراد کسی گناہ کا ہونا لیتے ہیں دیکھو جلد چہارم صفحہ ۱۸ ر کتاب مذکور۔)

(۳) ..... سموئیل ۲۰ تا ۲۲ / ۱۶ میں ابی سلوم بن داؤد اور اس کی سوتیلی ماں کا قصہ ہے۔ شکر ہے کہ قرآن مجید میں ایسے قصے نہیں جن کو تفصیلاً ذکر کرنا بھی ہم نے نامناسب سمجھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام: ..... بائبل کے اول سلاطین باب ۳ کے ورس ۵ میں ہے:

''خداوند رات کے وقت سلیمانؑ کو خواب میں دکھائی دیا اور خدا نے کہا جو تو چاہے کہ میں تجھے دوں سو مانگ۔''

۹ ورس میں ہے: ''سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا تو اپنے بندے کو ایسا سمجھنے والا دل عنایت کر کہ وہ تیرے لوگوں کی عدالت کرے تا کہ میں نیک اور بد میں امتیاز کروں۔''

۱۲ ورس میں خدا کا ارشاد ہے: میں نے ایک عاقل اور سمجھ دار دل تجھ کو بخشا ایسا کہ تیری مانند تجھ سے آگے نہ ہوا اور نہ تیرے بعد تجھ سا برپا ہوگا۔ اول سلاطین کے ۶ باب ۱۱ ورس میں سلیمان پر خدا کا کلام اترنا درج ہے اس قدر توصیف و محامد کے بعد سلاطین اول کے ۴ / ۱۱ میں یہ بھی ہے جب سلیمانؑ بوڑھا ہوا تو اس کی جوروؤں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کر دیا اور اس کا دل خداوند اپنے خدا کی طرف مائل نہ تھا۔ ۵ سلیمان علیہ السلام نے صیدائیوں کی دیوی عستاراۃ اور بنی عمون کی نفرتی ملکوم کی پیروی کی اور یوں ہی اس نے اپنی ساری جوروؤں [بیویوں] کی خاطر کیا جو اپنے معبودوں کے حضور بخور جلایا کرتی تھیں۔

ناظرین ذرا انصاف کریں کہ جس برگزیدہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار سے مشرف کیا جس سے خدا ہم کلام رہا ہو جس کو ایسا عاقل دل دیا گیا ہو کہ اس سے پہلے اور پیچھے کسی کو نہ ملا ہو جس نے رب قدوس کی عبادت کے لیے بیت المقدس بنایا ہو کیا اس کا بت پرست ہو جانا ممکن ہے کیا ایسے شخص کو اس کی بیویاں بت پرستی پر (جس کی شان مَانَزَّلَ اللّٰہُ بِھَا مِنْ سُلْطَانٍ ہے) مائل کر سکتی ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں یقیناً نہیں قربان جایئے قرآن پاک کی تعلیم کے جس نے قطعی الفاظ میں فرمایا: وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ کہ سلیمان علیہ السلام کبھی کفر نہیں کیا۔

اور فرمایا: وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ کہ سلیمان علیہ السلام اپنے (باپ) داؤد علیہ السلام کا وارث ہوا''۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کا وارث صرف سلیمان علیہ السلام کو بتایا ہے۔ حالانکہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ستر فرزندان ذکور[1] تھے اس سے ظاہر ہو گیا کہ یہاں وراثت سے مراد مال و اسباب کی وراثت نہیں بلکہ کلام الٰہی ہے اس آیت کی ضرورت اس لیے ہوئی کہ کتاب اول سلاطین ۴ / ۱۱ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی بابت یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے اور اس کا دل خداوند اپنے خدا کی طرف مائل نہ تھا جیسا اس کے باپ داؤد کا دل تھا۔ اس فقرہ کے بعد جب وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ پڑھا جائے گا تو ثابت ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و رضوان اور نبوت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا وہی درجہ ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام کا ہے اور ورثہ نبوت میں وہی داؤد کے وارث تھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام: ..... بائبل میں کتاب ایوب الگ ہی ہے جو ۴۲ صفحے پر بخط باریک رقم ہوئی ہے، قرآن

---

[1] حضرت داؤد کے چودہ لڑکوں کے نام جو بمقام حبرون پیدا ہوئے ۲ سموئیل ۲ تا ۵ / ۳ میں اور گیارہ لڑکوں کے نام جو یروشلم میں پیدا ہوئے۔ ۲ سموئیل ۳ تا ۱۶ / ۱۳ میں ہیں۔

مجید میں ان کا نام دو جگہ (سورۂ نساء و انعام میں) انبیاء کی ذیل میں آیا ہے اور دو جگہ ان کا قصہ ہے دونوں جگہ دو دو سطروں میں اسے ختم کیا گیا ہے۔ سورہ انبیاء میں ہے:

وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰی لِلْعٰبِدِیْنَ۝ (سورۃ الانبیاء: ۲۱: ۸۳، ۸۴)

ترجمہ:..... ایوبؑ کا ذکر کرو جب اس نے اپنے خدا سے یہ عرض کیا کہ مجھے تکلیفیں پہنچی ہیں اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے ہم نے اس دعا کو قبول کر لیا اس کی تکلیفیں دور کر دیں اسے کنبہ دو چند عطا کیا یہ ہماری رحمت تھی اور عبادت کرنے والے اسے یاد داشت رکھ سکتے ہیں۔ (سورۂ انبیاء)

بائبل نے بھی ۴۲ صفحے کے بعد نتیجہ یہی نکالا ہے جیسا کہ ابواب ۱۰ تا ۱۵/ ۴۲ سے ظاہر ہے، عجیب بات جسے بائبل نے بیان کیا ہے اور قرآن مجید میں اس پر اشارہ تک نہیں یہ ہے ایوب ۱/۶ ایک دن ایسا ہوا کہ نبی ﷺ آئے کہ خداوند کے حضور میں حاضر ہوں اور شیطان بھی ان کے درمیان آیا ہے، اب خداوند نے شیطان سے پوچھا کہ تو کہاں سے آتا ہے۔ ۲ باب کے ۱/ ۲ اور درس میں پھر یہی الفاظ ہیں غور کرو کہ شیطان کا نبیوں کے ساتھ شامل ہو کر خدا کے حضور میں پہنچ جانا کس قدر ناممکنات سے ہے اس میں خدا کے نبیوں کی کس قدر ہتک ہے۔ خدا کے دربار کی کس قدر توہین ہے میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس بیان سے کون سی خوبی مقصود تھی، الحمدللہ کہ قرآن مجید میں یہ فقرہ نہیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام:..... حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر لوقا نے اپنی انجیل میں کیا ہے اور قرآن مجید کی سورۂ مریم کے رکوع اول میں اس کا بیان ہے لوقا نے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا مضمون نہیں لکھا جو قرآن مجید میں ہے حالانکہ اس دعا ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے نبی کو فرزند کی خواہش کیوں تھی۔ آیا انہی اغراض پر جس کی وجہ سے سب لوگ فرزند کی تمنا کیا کرتے ہیں یا دینی مقصد کے لیے قرآن مجید میں ہے کہ زکریا نے کہا تھا کہ بیٹا ایسا ملے جو،

یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ۔ میرا وارث اور آل یعقوب (بنی اسرائیل) کا وارث ہو۔

ان الفاظ سے واضح ہے کہ قوم کی بہبود و فلاح اور دین الٰہی کی اشاعت و قیام کے لیے وہ ایک نبی فرزند کے متمنی تھے اور یہی وہ وجہ ہے جو حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کو استجابت حق کا مستحق بناتی ہے۔ لفظ ارث سے دھوکا نہ کھانا چاہیے کہ زکریا علیہ السلام جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ کے وارث کا سوال کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر یہی معنی ہوں تو حضرت زکریا علیہ السلام کا واحد بیٹا آل یعقوب علیہ السلام کا جو کروڑوں کے شمار میں تھے کیوں کر وارث بن سکتا تھا۔

آل یعقوب کے لفظ پر مزید غور مطلوب ہے کہ یہاں بنی اسرائیل نہیں کہا گیا۔ یہ دونوں دلائل باور کرا دیں گے کہ نبی فرزند کی بابت استدعا کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا فوراً بشارت حق کا مژدہ لائی تھی۔ لوقا نے ۱ □ ۲۵ میں صرف یہ الفاظ لکھے ہیں خداوند نے مجھ پر نظر کی میرے ساتھ ایسا کیا تا کہ لوگوں میں سے میری شرمندگی دور کرے۔" یہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ زکریا علیہ السلام نے فرزند کی تمنا صرف انہی اغراض سے کی تھی جو عموماً دنیاداروں کی اپنی اولاد سے وابستہ ہوتی ہیں۔

لوقا ۱/۲۰ میں لکھا ہے کہ جبرائیل نے زکریا کو یہ کہا تھا ''تو گونگا ہو جائے گا اور جس دن تک یہ چیزیں واقع نہ ہوں بول نہ سکے گا اس لیے کہ تو نے میری باتوں کا جو اپنے وقت پر پوری ہوں گی یقین نہ کیا۔''

اس سے دو باتیں نکلیں: [۱] حضرت زکریا علیہ السلام کا گونگا بنایا جانا بطور سزا کے تھا کہ انہوں نے جبرائیل کی بات کا یقین نہ کیا۔ [۲] گونگے پن کی مدت موعود بچہ کی ولادت تک تھی۔ قرآن پاک میں ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اس بشارت کی بابت علامت کا سوال کیا تھا اور رب العالمین نے تین دن تک بول نہ سکنے کو علامت قرار دیا تھا۔

قارئین دیکھ سکتے ہیں کہ کیا یہ مضامین قرآن پاک اپنے سے پہلی کتاب سے لیتا ہے یا اس کی کمی کی اصلاح کرتا اور زکریا علیہ السلام کو ایک عیب (سزایابی) سے بچاتا ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام:..... انجیل میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کو یوحنا، بپتسمہ دینے والا لکھا گیا ہے۔ ان کا ذکر لوقا ۱/۵۷ تا ۱/۸۰ میں اور پھر ۱ تا ۲۰/۳ میں نیز ۱۹ تا ۲۹/۷ میں ہے۔ قرآن مجید میں ان کا ذکر سورۂ مریم و آل عمران میں ہے، اور بہت اختصار کے ساتھ ہے۔ سورۂ مریم میں ہے:

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۭ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۝ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ۭ وَكَانَ تَقِيًّا ۝ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ۝ (سورۂ مریم: ۱۲:۱۹-۱۴)

ترجمہ:..... اے یحییٰ! کتاب (شریعت) کو خوب تھام ہم نے اسے لڑکپن ہی میں نبوت اور نرم دلی اور پاکیزگی دی تھی وہ خداترس اور ماں باپ سے عمدہ سلوک کرنے والا تھا وہ نہ ظلم پسند تھا اور نہ نافرمان تھا۔

اور سورۂ آل عمران میں ان کی صفت ان الفاظ میں ہے:

مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (۳:۳۹)

ترجمہ:..... وہ کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والا اور سید اور عورتوں سے الگ رہنے والا اور نبی صالحین میں سے تھا۔

یہ بارہ صفات ایسی ہیں جو مجموعہ لوقا میں نہیں ملتیں ہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید باوجود اختصار انجیل سے بہت زیادہ بیان کرتا ہے اور یہ غلط ہے اور وہاں سے لیتا ہے۔

حضرت مسیح عیسیٰ بن مریمؑ:..... قرآن مجید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک انسان بتاتا ہے اور عیسائی ان کو خداوند کہتے ہیں۔ قرآن مجید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رسول اللہ بتاتا ہے اور عیسائی ان کو ''ابن اللہ'' کہتے ہیں۔

اس لیے واقعات عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق عیسائی کچھ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ اناجیل سے ماخوذ ہیں۔ اس لیے ان کے متعلق زیادہ طول کی حاجت نہیں۔ البتہ قرآن مجید کا یہ احسان عیسائیت پر ہمیشہ رہے گا کہ اس نے یہود کو کاذب ٹھہرایا اور مریمؑ کو صدیقہ بتا کر ابن مریم علیہما السلام کی شان کو بلند فرمایا اور اس طرح انجیل یوحنا ۱۶/ باب کا وہ فقرہ نبی ﷺ ہی پر صادق ہوا کہ وہ میری بزرگی کرے گا۔

باب پنجم

افضلیتِ سیدُ المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بَعَثَ فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیْدًا وَّجَآءَ بِمُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰی هٰؤُلَآءِ شَهِیْدًا۔

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ صَلٰوةً كَثِیْرًا كَثِیْرًا۔ اَمَّا بعد!

نبی کریم ﷺ کی افضلیت کا مسئلہ ہر مسلمان کا ایمان ہے بلکہ ایمان کی جان ہے اس مسئلہ کا بیان، بیان کرنے والے کے لیے آسان نہیں۔ بعض اوقات اس مسئلہ میں ایسا اسلوب کلام اختیار کیا جاتا ہے جس سے ذات سبحانہ تعالیٰ پر نقص لازم آتا ہے یا ایسے پیرایہ میں ذکر ہوتا ہے کہ دیگر انبیا علیہم السلام کی تنقیص شان نمایاں ہوتی ہے اور اس سے وہی صورت منہیہ پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کو حدیث میں تخییر بین الانبیاء بتایا گیا اور اہل اسلام کو اس سے منع فرمایا گیا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ حدیث شریف لاتخیروا بین الانبیاء[1] کو علمائے سلف نے بیان افضلیت نبی ﷺ کا مانع نہیں ٹھہرایا۔ متقدمین میں سے امام ابونعیم اصفہانیؒ[2] اور قاضی عیاض مالکیؒ[3] نے اس مسئلہ پر خوب بیان فرمایا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (۲:۲۵۳) یہ رسول ہیں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

اس ارشاد سے فضیلت بین الرسل کا وجود متحقق ہو گیا۔ اب اگر قرآن مجید سے نبی ﷺ کی فضیلت کا ثبوت ہو جائے تو ظاہر ہے کہ وہ کسی بندہ کی طرف سے تخییر بین الانبیاء کا فعل نہ ہوگا بلکہ مراد ربانی کا بیان اور تفسیر ہوگی جو باتفاق علماء جائز اور ضروری ہے۔ انہی وجوہات سے میں نے ارادہ کیا ہے کہ اس باب میں صرف آیات قرآنیہ سے تمسک کیا جائے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے صورت منہیہ (تخییر) سے بچائے اور علمائے کرام سے التماس ہے کہ جس طرز کی ابتدا اس احقر نے باہمہ بے بضاعتی کی ہے اسے درجہ کمال و اتمام تک پہنچایا جائے۔

یہ مضمون اپنی موجودہ صورت میں خود راقم کے نزدیک بھی ہنوز نامکمل ہے اور اس کی تکمیل کے لیے چند دقیق مضامین بہ شرح و بسط لکھنے کی ضرورت تھی۔ جن کو میں نے جلد سوم میں شامل کرنے کا ارادہ کیا ہے۔

اس مضمون میں صرف انہی انبیائے کرام سلام اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے مبارکہ کا ذکر کیا گیا ہے، جو قرآن حکیم میں مذکور ہیں۔ ممکن ہے کہ بعض معزز ناظرین کسی مقام کو پڑھ کر تصور فرمائیں کہ اس سے افضلیت کا ثبوت کیوں کر نکالا لیکن جب وہ دیکھیں گے کہ فضائل کثیرہ ایسے ہیں جن سے خاص خاص نبی یا رسول مخصوص پائے جاتے ہیں اور

---

[1] صحیحین میں ہے عن ابی سعید الخدری

[2] ابونعیم مصنف کتاب حلیۃ الاولیا اعلام محدثین سے ہیں، ولادت ۳۳۶ھ، وفات ۴۳۰ھ، نام احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق ہے۔

[3] عیاض موسیٰ: صوبہ غرناطہ کے شہر سبتہ کے قاضی، فقہ، تفسیر، حدیث اور سائر علوم کے امام تھے۔ مشارق الانوار اور کتاب شفاء کے مصنف ہے۔ ولادت ۴۷۶ھ ..... وفات ۵۴۴ھ۔

ان فضائل کا بروز وظہور وجود باجود نبی ﷺ کرم ﷺ میں بھی پایا جاتا ہے تو اس وقت آشکارا ہو جائے گا کہ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ ۶/۹۰ کا مفہوم یہ ہے۔ ع آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرت آدم علیہ السلام:..... آدم علیہ السلام کے فضائل بہت ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی ذات مبارک میں بھی وہ فضائل موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (۲:۳۱) خدا نے آدم علیہ السلام کو سب اسماء سکھائے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کا ذکر بہ طور شاگرد ربانی فرمایا ہے اور کچھ شک نہیں کہ جس نفس قدسی کی تعلیم خود خدائے عالم نے فرمائی ہو اس کا علم و فضل تام و اکمل ہوگا۔ نبی کریم ﷺ کے حق میں فرمایا گیا ہے:

وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝ (۲:۱۵۱)

ترجمہ:..... یہ رسول تم کو کتاب و حکمت سکھاتا اور ایسے (علوم) سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کا ذکر بطور استاذ عالم فرمایا ہے۔ لفظ کتاب کے تحت میں جملہ شرائع الٰہیہ آجاتے ہیں اور لفظ حکمت کے تحت میں جملہ علوم فاضلہ و نافعہ داخل ہیں اور فقرہ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝ کے تحت میں عالم ملکوت اور جہان قلب کے وہ سب اسرار و غوامض آجاتے ہیں جن سے تا زمان بعثت نبوی ﷺ عالم مادی کے کان نا آشنا اور متمدن دنیا کے قلوب بے بہرہ تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے:

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ (۲۰:۱۱۵) ہم نے آدم علیہ السلام سے پہلے عہد لیا تھا مگر وہ بھول گیا۔

اس آیت میں حضرت آدم علیہ السلام کی صفت بشریت کا اظہار فرمایا گیا اور بتایا گیا ہے کہ نسیان لازم بشریت ہے، اس لیے کسی شخص کو شایاں نہیں کہ آدم کے ایک فعل یا ترک فعل پر جس کا صدور بوجہ نسیان ہوا خوردہ گیری کرے۔ نبی کریم ﷺ کے حق میں علیم الحکیم فرماتا ہے:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى (۸۷:۶) ترجمہ: تجھے پڑھاتے رہیں گے اور تجھ سے نسیان نہ ہوگا۔[1]

اس آیت میں لفظ سَنُقْرِئُكَ پہلی آیت کے لفظ عَلَّمَ اٰدَمَ کے معنی کو ظاہر کر رہا ہے اور بتاتا ہے کہ نبی ﷺ کے لیے خود باری تعالیٰ اَلْمُقْرِئ (حرفاً حرفاً سکھانے والا ہے)۔

اس آیت میں نبی کریم ﷺ سے نسیان کی نفی کر دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ غوائل بشریت کو رسالت محمدیہ سے کوئی لگاؤ نہیں۔

(۳)..... حضرت آدم علیہ السلام کی بابت فرمایا گیا ہے: فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ (۲:۳۷)

"آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات پائے اور رب نے آدم پر توجہ کی"۔

---

[1] واضح ہو کہ تین احادیث صحیحہ میں نبی کریم ﷺ کے سہو کا ذکر ہے۔ حدیث ذی الیدین میں دو رکعت پر سلام اور حدیث ابن بحینہ میں دو رکعت سے قیام اور حدیث ابن مسعود میں ظہر کی پانچ رکعتوں کا پڑھا جانا بیان کیا گیا ہے ہمارے نزدیک یہ احادیث بھی آیات قرآنی کی معارض نہیں اول تو یہ کہ نسیان اور شے ہے سہو اور شے۔ نسیان میں ذہول و غفلت و آفت ذہن شامل ہیں اور سہو صرف ایک شغل کے لیے آتا ہے۔ قرآن مجید کے ہر دو آیات مذکورہ بالا میں لفظ نسیان ہے سہو نہیں۔ دوم: نسیان کا تعلق علم سے ہے اور سہو کا فعل سے۔ فقط

اس آیت سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو وحی سے مشرف فرمایا نیز اس فعل ناخوش آئند کے اثر سے حضرت آدم علیہ السلام کو پاک ٹھہرایا۔ نبی کریم ﷺ کے یمن و برکت کی بابت فرمایا گیا ہے۔

وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ (۴۲:۲۴-۲۵)

ترجمہ:..... خدا تعالیٰ اپنے کلمات سے باطل کو محو کرتا اور حق کو حق ٹھہراتا ہے وہ دلوں کی بات کا جاننے والا ہے، وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

اس آیت میں ان کلمات کا جو نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ذکر ہے نیز ان کلمات کی تاثیر و فیوض کا بھی جو امت محمدیہ ﷺ کو ان سے حاصل ہونے والے ہیں۔

② ..... آدم علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۪ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ (سورۃ البقرۃ:۳۵:۲-۳۶)

ترجمہ:..... تم دونوں اس درخت کے نزدیک نہ جانا۔ تب تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے مگر شیطان نے ان دونوں کو پھسلایا اور جہاں تھے وہاں سے نکلوایا اور ہم نے کہا اترو تم سے بعض بعض کا دشمن ہوگا۔

اس آیت میں ایک شجرۃ کا ذکر بطور آزمائش گاہ کے ہے اور صورت خلاف پائے جانے پر ظلم برخود، اخراج ہبوط، عداوت یک دیگر کا ذکر بطور نتیجہ فرمایا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے احوال میں بھی ایک شجرہ کا ذکر اللہ تعالیٰ کے کلام میں ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ (سورۃ فتح:۴۸:۱۸-۱۹)

ترجمہ:۔ ان سب مؤمنوں سے جب وہ درخت کے نیچے نبیؐ کی بیعت کر رہے تھے۔ خدا راضی ہوا خدا نے ان کے دلوں کی حالت کو جان لیا پھر اس پر سکینہ نازل فرمایا نیز ان کو فتح قریب دی اور مغانم کثیرہ بھی دیئے جن کو وہ حاصل کریں گے۔

یہاں بھی ایک شجرہ آزمائش گاہ ہے اور اس آزمائش کا نتیجہ رضوان الٰہی خلوص قلب، نزول سکینہ حال و استقبال کی فتوحات و مغانم کا حصول ہے۔

⑤ ..... حضرت آدم علیہ السلام کی بابت اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے:

قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا (۲:۳۴) ہم نے ملائکہ سے کہا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو، انہوں نے سجدہ کیا۔

اس آیت سے آدم علیہ السلام کی رفعت شان بخوبی نمایاں ہے۔ نبی ﷺ کی شان سے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ (۳۳:۵۶) خدا اور خدا کے فرشتے نبیؐ پر صلوٰۃ بھیجا کرتے ہیں۔

يُصَلُّوْنَ میں استمرار پایا جاتا ہے اور اس سے ظاہر ہے کہ صلوۃ بر نبی ملائکہ کے اشغال دائمی میں سے ہے اور چونکہ رب العالمین نے بھی صلوۃ کو ذات قدسی سے نسبت دی ہے، اس لیے نبی ﷺ کی شان بلند کی رفعت بہت برتر ہو جاتی ہے۔

حضرت ادریس علیہ السلام:..... حضرت ادریس علیہ السلام کا زمانہ حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان ہے۔

① ..... اللہ تعالیٰ ان کی صفت میں فرماتا ہے: اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا (۱۹:۵۶) وہ بہت راست گو نبی تھا۔

نبی ﷺ کی صفت میں فرمایا گیا ہے: وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ (۳۹:۳۳) کہ وہ جو صدق کو لے کر آیا۔

(۲)..... حضرت ادریس علیہ السلام کے حق میں ہے: وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا (۱۹:۵۷) ہم نے ادریس کو درجہ عالی پر بلند کیا۔

(۳)..... اس آیت سے حضرت ادریس علیہ السلام کی بلندیٔ شان بخوبی نمایاں ہے:

نبی کریم ﷺ کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ہم نے تیرے ذکر کو رفعت عطائی۔

اس کی تفسیر حدیث قدسی میں یوں ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کا مبارک نام آتا ہے۔ نبی ﷺ کا اسم گرامی بھی ضرور آتا ہے اذان، تکبیر، تشہد، خطبہ، نماز، کوئی ایسا مقام نہیں جہاں اسم ہمایوں کا مذکور نہ ہوتا ہو۔ مقام دعا میں حضور ﷺ کا مبارک نام درود شریف میں آجاتا ہے یہ جملہ اقسام مناسک اسلام میں انبیائے پیشین نے حضور ﷺ کے مقام ولادت، دارالہجرت حلیہ، مکارم اخلاق، محاسن فضائل کا ذکر بکثرت کیا ہے۔ مجموعہ بائبل میں حضرت ابراہیم، حضرت یعقوب، حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت یسعیاہ، حضرت یرمیاہ، حضرت دانیال، حضرت خرقی ایل، حضرت حبقوق، حضرت ملاکی، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے محامد محمدی اور نعوت احمدی کو عجیب عجیب اسلوب سے بیان فرمایا ہے اور یہ امر رفعت ذکر کی روشن ترین دلیل ہے۔

مندرجہ بالا پیش گوئیوں کا مفصل ذکر اور شرح ان شاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کی جلد سوم میں ہوگی۔

حضرت الیاس علیہ السلام:..... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت سے ثابت ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام نبی کا نام ہی الیاس علیہ السلام ہے، اس لیے ان کا ذکر حضرت ادریس علیہ السلام کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام سے ثابت ہے کہ الیاس علیہ السلام نے بعل بت کے خلاف وعظ فرمایا اور لوگوں کو توحید کی دعوت دی تھی۔

إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُونَ ۝ أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ۝ (۳۷:۱۲۴-۱۲۵)

"الیاس علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کیا تم نہیں ڈرتے کہ بعل کو تو پکارتے ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑتے ہو"

کسی بت کا نام لے کر تردید کرنا بڑی جرأت کا کام ہے کیونکہ اس سے سخت خصومت پیدا ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی عرب کی مشہور دیویوں کے نام لے لے کر بت پرستوں پر حجت الٰہی ختم فرمائی اور ان کو توحید کی جانب دعوت فرمائی تھی قرآن مجید میں ہے:

أَفَرَءَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ ۝ وَمَنَوٰةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ ۝ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ ۝ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ ۝ إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ ۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنفُسُ ۖ وَلَقَدْ جَاءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ الْهُدَىٰ ۝ (۵۳:۱۹-۲۳)

ترجمہ:..... کیا تم نے لات اور عزیٰ اور پھر تیسری منات کو دیکھا کیا تمہارے لیے تو بیٹے ہوں اور خدا کے لیے بیٹیاں یہ تو بھونڈی بانٹ ہے لوگو یہ تو نام ہی نام ہیں جو تم نے رکھ لیے ہیں اور تمہارے باپ دادوں نے گھڑ لیے ہیں خدا نے اس بات کی کوئی دلیل نہیں اتاری تم تو اپنے ہی گمان اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کر رہے ہو حالانکہ تمہارے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے چونکہ بہت سے بتوں کے خلاف اپنی آواز کو بلند فرمایا تھا اس لیے حضور ﷺ کو بہت سخت ابتلاؤں کا تحمل فرمانا پڑا۔

نوح علیہ السلام:..... نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پہلے رسول ہیں۔ انہوں نے توحید کی تبلیغ میں مساعی جمیلہ فرمائیں اور جملہ مصائب کو طیب قلب اور انشراح صدر سے برداشت کیا۔ کتاب حمید میں ان کا ذکر متعدد مقامات پر ہے۔

① ..... دو جگہ نبی کریم ﷺ اور حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ایک ہی آیت میں جمع فرمایا گیا ہے اور ہر دو جگہ نبی کریم ﷺ کے نام کو تقدم دیا گیا ہے: اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ (۴:۱۶۳)

ترجمہ:..... ہم نے تجھ پر وحی بھیجی جیسا کہ نوح علیہ السلام اور ان کے بعد انبیاء علیہم السلام پر وحی بھیجی تھی۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ (۳۳:۷)

جب ہم نے انبیاؑ سے ان کا میثاق لیا اور تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم و موسیٰ اور عیسیٰ بن مریمؑ سے میثاق لیا"

آیت اول میں بتایا گیا ہے کہ جملہ انبیاء کی وحی کی حقیقت ایک ہی ہے۔ دوسری آیت میں اولوالعزم رسولوں کے نام بتائے ہیں۔ ذرا غور کرو کہ حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جو نام بیان ہوئے ہیں ان میں ترتیب زمانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اقتضائے ترتیب یہ تھا کہ حضور کا نام عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بعد ہوتا مگر نہیں وہ تو سب سے پہلے بیان فرمایا گیا ہے۔

② ..... نوح علیہ السلام کی شان میں فرمایا گیا ہے: اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ (۷۱:۱) ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا سورۂ توبہ و شعراء و سورۂ ص و ہود وغیرہ میں بھی حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی ہی قوم کے لیے رسول ہونا بیان ہوا ہے نبی کریم ﷺ کے بارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (۷:۱۵۸)

ترجمہ:..... اے محمد! ان سب کو جو نسل انسانی کے اندر داخل ہیں بتا دے کہ میں تم سب کی طرف اس خدا کا رسول ہوں جو آسمان اور زمین کا مالک ہے اس کے سوا اور کوئی بھی معبود نہیں۔

آیت سے ظاہر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام خدائی میں محمد ﷺ کی رسالت کو وسیع فرمایا ہے:

③ ..... حضرت نوح علیہ السلام کا قول اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے:

وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ (۲۶:۱۱۴) میں ایمان والوں کو اپنے سے جدا نہ کروں گا۔

اس آیت سے نوح علیہ السلام کا خلق اور امت مؤمنہ پر شفقت و الطاف کا حال اصل معلوم ہوتا ہے۔

الف:..... نبی ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (۶:۵۲)

جو لوگ صبح و شام اپنے رب کو پکارتے اور اسی کی رضا چاہتے ہیں تو ان کو اپنے سے الگ نہ کر۔

④ ..... اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو فرمایا:

قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ (۱۱:۴۸)

اے نوح! کشتی سے ہماری سلامتی اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر اور تیرے ساتھ کے گروہوں پر ہیں اتر۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو گروہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ تھے ان پر اللہ تعالیٰ نے میت رسول کی وجہ سے

برکتوں کو نازل فرمایا تھا۔

نبی کریم ﷺ کی امت کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلٰٓىِٕكَتُهٗ (۳۳:۴۳) اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے تم پر رحمت بھیجتے ہیں۔

یُرِیْدُ لِیُطَهِّرَكُمْ وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (۵:۶)

اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ تم کو پاک کرے اور اپنی نعمت کا اتمام کرے تاکہ تم شکر کیا کرو۔

لِّیُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَیُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ وَلِیَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَیُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ (۸:۱۱)

تاکہ تم کو اس سے پاک کرے اور شیطانی میل کچیل کو تم سے دور کرے۔ تمہارے دلوں کو ملائے اور تمہارے پاؤں جمائے۔

ہر سہ آیات پر غور کرو صلوٰۃ، تطہیر، اتمام نعمت، دوری رجز شیطان، ارتباطِ قلوب، ثبات اقدام کے وعدے اصحاب النبی ﷺ کے ساتھ فرمائے گئے ہیں اور جو لوگ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ کے مصداق ہیں وہ بھی ان سب وعدوں میں ان ہی کے تحت میں داخل ہیں۔ یہ جملہ برکات امت محمدیہ کو نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اتباع و محبت کی وجہ سے عطا ہوئی ہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام[1]:..... حضرت ہود علیہ السلام کی نبوت پر قوم کی جرح یہ تھی کہ وہ بشر ہیں۔

قرآن مجید میں ان کے الفاظ یہ ہیں:

مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا (۱۱:۲۷) ہم تو تجھے اپنے ہی جیسا بشر دیکھتے ہیں۔

نبی ﷺ پر بھی کفار کا بڑا اعتراض یہ تھا:

اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا (۱۷:۹۴) کیا خدا نے بشر کو رسول بنایا۔

حضرت ہود علیہ السلام کے سامنے قوم کے مالدار لوگ کہا کرتے تھے:

وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ (۱۱:۲۷)

یعنی ہم دیکھتے ہیں کہ وہی لوگ تمہارے پیچھے ہو گئے ہیں جو ہم میں سے رذیل اور موٹی عقل کے ہیں۔

امتیان نبی ﷺ کو بھی متکبران مکہ یوں ہی کہا کرتے تھے۔

اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ (۲:۱۳) کیا ہم بھی وہی مان لیں جو بے سمجھ لوگ مان گئے ہیں۔

یہ جھوٹے مغرور جن لوگوں کو سفہاء بتاتے تھے زمانہ نے دیکھ لیا کہ وہی لوگ امن بسیط کے پھیلانے والے مساوات کا سبق دینے والے عرب، مصر، ایران، شام، عراق و فلسطین کو علم اور تہذیب و تمدن اور شائستگی دینے والے تھے اور اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا منصب رفیع کس قدر اعلیٰ ہے جب حضور کے اتباع والوں کی شان یہ ہے:

حضرت ہود علیہ السلام کافروں کے سامنے فرماتے ہیں:

لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ (۱۱:۳۱)

---

[1] حضرت ہود علیہ السلام کا زمانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پیشتر کا ہے۔

میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے قبضہ میں خدا کے خزانے ہیں نہ یہ کہتا ہوں کہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں

یہی الفاظ سورۂ انعام کے پانچویں رکوع آیت ۵۰ میں ہیں اور ان کے شروع میں لفظ قُلْ ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو ان الفاظ کے سنا دینے کا حکم دیا تھا۔ ان الفاظ کے سنانے سے مدعا یہ ہے کہ خدا کا نبی اپنی نسبت کسی خوش اعتقادی کے ظنون کو پسند نہیں کرتا انکے لیے وہی سچی تعریف کافی ہے جس کا مستحق اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام[1]:..... اللہ پاک نے بتایا ہے کہ صالح علیہ السلام کے وعظ خالص توحید کے استحکام اور بطلان شرک کی بابت ہوا کرتے تھے۔ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿۶۱﴾ (سورۃ ھود:۱۱:۶۱)

"اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا اور کوئی تمہارا معبود نہیں اسی نے تم کو خاک سے بنایا اور اس میں آباد کیا پس اسی سے بخشش مانگو اور اسی کی جانب توبہ کرو میرا پروردگار قریب ہے اور قبول کنندہ بھی ہے"۔

نبی کریم ﷺ کا وعظ بہ حکم ربانی یہ ہوتا تھا:

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴿۱۱﴾ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲﴾ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۳﴾ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ﴿۱۴﴾ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۵﴾ (۳۹:۱۰-۱۵)

یعنی کہہ دے (اے پیغمبر!) کہ اے ایمان لانے والو رب کا تقویٰ اختیار کرو (سمجھا دے) جو دنیا میں نیکی کرتا ہے اس کے لیے نیکی ہی نیکی ہے (سمجھا دے) کہ خدا کی زمین فراخ ہے کوئی عبادت کرنے میں روک ٹوک کرے تو تم وہ جگہ چھوڑ دو سمجھا دے کہ صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے اندازہ دے گا بتا دے مجھے یہ حکم ملا ہے کہ عبادت کروں اللہ کی خالص کر کے واسطے اس کے عبادت اور یہ بھی حکم ملا ہے کہ میں سب سے پہلے فرمانبرداری کروں بتا دے مجھے تو ڈر ہے کہ اگر نافرمانی کروں گا تو اس بڑے دن کا عذاب بھی سامنے ہے بتا دے کہ وہی خدا ہے اسی کی عبادت خلوص سے کرتا ہوں یہی میرا دین ہے۔ اب لوگوں کی مرضی جس کی پوجا چاہیں کریں بتا دے خسارے والے وہ ہیں جو قیامت کے دن وہ خود اور ان کا کنبہ خسارہ میں رہیں گے (یاد رکھو) یہی کھلم کھلا ٹوٹا ہے"۔

مندرجہ بالا آیات پر جو نبی کریم ﷺ کی تبلیغ کے مضامین پر جامع ہے غور کرو کہ حضور کیسے کیسے اسلوب بدیعہ کے ساتھ توحید کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

خلیل الرحمن ابراہیم علیہ السلام:..... سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نبی کریم ﷺ کو نہایت قرب و مشاکلت کلی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی نے دعا مانگی تھی کہ حضور مکہ میں ہوں اللہ تعالیٰ نے حضور کو فرمایا: وَاتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا اس لیے واقعات ذیل خاص غور کے لائق ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر اس طرح فرمایا ہے:

---

[1] حضرت صالح علیہ السلام کا زمانہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پیشتر کا ہے۔

يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ (۲۱:۶۹) اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈک اور سلامتی بن جا۔

نبی ﷺ کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ (۵:۶۴) وہ جب جنگ کے لیے آگ بھڑکاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے بجھا دیتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کو بنایا: وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ (۲:۱۲۷)

یعنی جب ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کرتے تھے۔

نبی کریم ﷺ نے اس کعبہ کو قبلہ بنانے کے لیے منتخب کرلیا اور رب العالمین نے حضور کے میلان قلب کو دیکھ کر اسی کے موافق حکم نازل فرمایا: قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا (۲:۱۴۴)

ترجمہ: ہم نے تیرے رخ کا آسمان کی طرف پھرنا دیکھا ہم تجھے اس قبلہ کی طرف جسے تو پسند کرتا ہے پھیر دیں گے۔

ابراہیم علیہ السلام نے بت خانہ کے بتوں کو توڑا: فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا۔ پس انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

نبی ﷺ نے کعبہ کے ۳۶۰ بتوں کو باہر نکلوا کر دائمی حکم بطلان صنم پرستی کا صادر فرمایا:

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (۱۷:۸۱) حق آ گیا، باطل چلا گیا۔ باطل تو جاتے رہنے والا ہی ہے

ابراہیم علیہ السلام نے ابتدائی عمر میں ایک بیوی پر اکتفاء کر کے پھر آخر عمر میں متعدد نکاح کیے۔ نبی ﷺ نے بھی اسی سنت ابراہیم پر عمل فرمایا۔ ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں میں حج کا اعلان کیا۔

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ (۲۲:۲۷) ترجمہ: لوگوں میں حج کا اعلان کر دے۔

نبی ﷺ نے فرضیت حج کا حکم مع شرائط استطاعت سنایا۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (۳:۹۷)

یعنی "اور واسطے اللہ کے اوپر لوگوں کے حج کرنا اس گھر کا یعنی کعبہ کا جو کوئی پا سکے طرف اس کے راہ"۔

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو البغض للہ کی صفت جلیلہ میں دنیا کے سامنے نمونہ بنایا۔

اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو تمام دنیا کے لیے "الحب فی اللہ" کی صفت جمیلہ میں بہترین نمونہ ٹھہرایا اور فرمایا:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

یعنی تمہارے لیے عمدہ نمونہ ہے ابراہیم علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں کا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے بھی بیزار ہیں اور جن کی عبادت تم خدا کے سوا کرتے ہو ان سے بھی بیزار ہیں۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝

یعنی اللہ کا رسول بہترین نمونہ ہے ان سب کے لیے جو خدا اور قیامت پر ایمان رکھتے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کثیر کیا کرتے ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ یہی ہر دو صفات ہیں جن سے ایمان باللہ کی تکمیل ہوتی ہے ان صفات میں یہی پدر اعظم اور سید ولد آدم علیہ السلام تمام عالم کے اسوہ قرار دیے گئے ہیں۔ دنیا کو ضرورت ہے کہ ان بہترین و اکمل ترین کی سیرت اور افعال و اقوال سے بخوبی واقف ہو، تاکہ ہر قول، ہر فعل، ہر عمل اسی نمونہ کے مطابق کیا جائے جو منظور شدہ بارگاہِ سرمدی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے خلق کی تعریف فرمائی ہے اور ارشاد کیا:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ (۹:۱۱۴) ابراہیم بہت نرم دل اور بردبار تھا۔

نبی کریم ﷺ کے خلق کی بھی کلام مبین میں صفت فرمائی گئی فرمایا:

إِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ (۶۸:۴) تو بزرگ ترین اخلاق پر متصرف ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ (۳:۱۵۹)

یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ تجھے نرم خو بنایا اگر تو درشت طبع سخت دل ہوتا تو لوگ تیرے پاس سے بھاگ جاتے۔

ابراہیم علیہ السلام نے منکر وجود باری تعالیٰ کے ساتھ جو مناظرہ کیا تھا وہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

فَإِنَّ اللّٰهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ (۲:۲۵۸)

کہ اللہ تعالیٰ تو آفتاب کو مشرق سے نکالتا ہے تو اسے مغرب سے نکال۔

نبی ﷺ نے بھی منکر حشر اجساد پر جو دلائل قائم کیے ہیں وہ کتاب حکیم میں درج ہیں:

قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ۝ الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم مِّنْهُ تُوقِدُونَ ۝ (۳۶:۷۹۔۸۰)

یعنی کہہ دے مردہ کو وہی زندہ کرے گا جس نے اسے بار اول پیدا کیا تھا وہ ہر پیدائش کی حالت کا خوب علم رکھتا ہے وہ جس نے سبز درخت سے آگ کو نکالا جس سے تم روشنی لیا کرتے ہو۔

ہر دو واقعات میں مشابہت کلی اس طرح بھی قائم ہو جاتی ہے کہ دلائل ابراہیمی بھی تعلیم من اللہ کا نتیجہ تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا تِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ اور براہین محمدی بھی وحی من اللہ ہیں اسی آیت کے آغاز میں لفظ قُلْ اس راز کا انکشاف کر رہا ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام :[1] ..... حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے برادر زادہ ہیں۔ بی بی سارہ کے بعد سب سے پہلے یہی حضرت ابراہیم پر ایمان لائے تھے اور خلیل الرحمن علیہ السلام کی محبت میں انہوں نے ہجرت الی اللہ کی تھی۔

① ..... قوم نے ان کو اخراج کی دھمکی دی تھی:

قَالُوا لَئِن لَّمْ تَنتَهِ يٰلُوطُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِينَ ۝ (۲۶:۱۶۸)

کہ اے لوط! اگر تو ہم کو نصیحت کرنا نہیں چھوڑے گا تو یہاں سے نکال دیا جائے گا۔

نبی کریم ﷺ کے اخراج کی بھی تجاویز کی گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے

نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ (۹:۱۳) "کہ اپنی سوگندوں کو توڑ دیا اور رسول کو باہر نکال دینے کا قصد کر لیا۔

② ..... لوط علیہ السلام کی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ نے ان جامع الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

كَانَت تَّعْمَلُ الْخَبَائِثَ (۲۱:۷۴) یعنی وہ خبائث والے کام کیا کرتے تھے۔

نبی کریم ﷺ کی ثناء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلٰلَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ (۷:۱۵۷)

ہمارا نبی لوگوں پر خبیث عادتوں ناپاک چیزوں کو حرام ٹھہراتا ہے۔ ان کے بوجھ اتارتا اور ان کی گردنوں سے طوق نکالتا ہے

---

[1] حضرت لوط علیہ السلام کا زمانہ ۱۸۹۸ قبل مسیح پایا جاتا ہے ان کی وفات کا زمانہ معلوم نہیں ہوا۔ فقط۔

(۳)..... لوط علیہ السلام کی مدد اور ان کے اعداء کی تباہی کے لیے فرشتوں کا اترنا قرآن پاک میں مذکور ہے۔

یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْۤا اِلَیْكَ (۱۱:۸۱)

کہ اے لوط! ہم تیرے خدا کے فرستادے ہیں۔ تیرے دشمن تیرے قریب نہ آئیں گے۔

نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ مدد فرشتاں کی بابت فرماتا ہے:

یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِیْنَ (۳:۱۲۵)

یعنی خدا تمہاری مدد پانچ ہزار فرشتوں سے جن کی مدد پر اور فرشتے بھی ہوں گے فرمائے گا۔

مولف کتاب کے ایک نعتیہ قصیدہ کا مطلع ہے:

اے از جہاں و ہر چہ در و برتر آمدہ بہر تو قدسیاں مدد لشکر آمدہ

حضرت اسماعیل علیہ السلام:..... قرآن مجید حضرت اسماعیل علیہ السلام کی صفت میں فرماتا ہے:

كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ (۱۹:۵۴) کہ وہ وعدہ کا سچا تھا۔

نبی کریم ﷺ کے وعدوں کے پورا ہونے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی زبان سے فرمایا ہے:

قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (۳۳:۲۲)

کہ "یہ تو وہی ہے جس کا وعدہ خدا اور رسول نے ہم سے کیا تھا اور خدا اور رسول نے سچ فرمایا تھا"۔

(۲)..... حضرت اسماعیل علیہ السلام کی صفت میں فرمایا گیا ہے:

وَكَانَ یَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ (۱۹:۵۵) کہ اپنے کنبہ کو صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا حکم دیا کرتا تھا۔

اس آیت میں سکھایا گیا ہے کہ اصلاح اول کنبہ سے شروع ہونی چاہیے۔ نبی کریم ﷺ کو فرمایا گیا ہے:

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَا (۲۰:۱۳۲) کہ اپنے کنبہ کو نماز کا حکم دے اور اسی پر قائم رہ۔

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ (۲۶:۲۱۴) کہ اپنے کنبہ کے زیادہ تر نزدیکیوں کو (خصوصیت سے) ڈرا دے۔

ہر دو آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے اہل کے علاوہ اقارب کو بھی خاص اہتمام سے تبلیغ رسالت فرمائی تھی۔

(۳)..... اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَعَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰكِفِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (۲:۱۲۵)

ہم نے ابراہیم و اسماعیل سے عہد لیا کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف والوں اعتکاف والوں اور رکوع و سجود والوں کے لیے پاک کرو

یہ ظاہر ہے کہ اس عہد میں حضرت اسحاق علیہ السلام اور ان کی شاخ داخل نہیں۔ اسماعیل علیہ السلام کے فخر دوزمان فرزند یعنی نبی ﷺ نے دنیا کو یہ حکم سنایا۔ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ کہ تم اپنے منہ مسجد الحرام کے سامنے کے رخ پھیر دو۔

اس حکم سے ظاہر ہے کہ نبی ﷺ ہی نے بتایا کہ کعبہ ہی تمام مساجد دنیا کا قبلہ ہے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام:..... حضرت اسحاق علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید میں مفرد اکم آیا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام [1] کے

---

[1] حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر پوری سو سال کی تھی جب حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔ یہ ۴۰ سال کے تھے جب ان کی شادی ربقہ خاتون سے ہوئی وہ نحور بردار ابراہیم علیہ السلام کی پوتی ہیں۔ ۶۰ سال کے تھے جب ان کے ہاں دو توام بچے عیسو اور یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے۔ زیادہ تر فلسطین میں رہے ۱۸۰ سال کی عمر پا کر والد کی قبر کے برابر مدفون ہوئے۔

ساتھ یا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ یا حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ ان کا اسم گرامی آتا ہے:

① .....اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ (۳۷:۱۱۲) کہ ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاق کی بشارت دی۔

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت ان کی پیدائش سے پیشتر دی گئی تھی اور یہ بڑا منصب اور فضیلت ہے:

② .....نبی ﷺ کی بابت اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے کہا تھا:

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (۶۱:۶)

کہ "میں احمد رسولؐ کی جو میرے بعد آئیں گے بشارت دیتا ہوں"۔

حضرت یعقوب علیہ السلام: .....حضرت یعقوب علیہ السلام[1] کا ایک وعظ جو انہوں نے بیٹوں کو مخاطب کر کے فرمایا قرآن مجید میں مذکور ہے: إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي ۖ قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿۱۳۳﴾ (۲:۱۳۳)

کہ یعقوبؑ نے بیٹوں سے پوچھا تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے وہ بولے تیرے خدا کی اور تیرے باپ دادوں ابراہیم و اسماعیل و اسحاق کے خدا کی جو اکیلا معبود ہے ہم عبادت کریں گے اور ہم اسی کے فرمانبردار رہیں گے۔

نبی ﷺ کا پیغام بھی کل دنیا کے لیے یہی ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۲۱﴾ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ ۖ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۲۲﴾

کہ اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلوں کو پیدا کیا تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو وہ خدا جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور اوپر سے پانی اتارا۔ پھر پانی سے میوے بنائے کہ تم کھاؤ بس اللہ کے ساتھ اوروں کو شریک نہ بناؤ جب تم جانتے ہو کہ خدا تعالیٰ کے برابر کا کوئی بھی نہیں۔ (سورۃ البقرہ)

② .....یعقوب علیہ السلام کی تعلیم یہ تھی:

وَلَا تَايْئَسُوا مِنْ رَوْحِ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ ﴿۸۷﴾ (۱۲:۸۷)

کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی ناامید مت بنو، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید تو کافر ہی ہوا کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی تعلیم بھی امت کو یہ ہے:

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۳۹﴾ (۳:۱۳۹)

کہ ہمت نہ ہارو، غم زدہ نہ بنو تم ہی غالب رہو گے جب تم مؤمن ہو۔

---

[1] جوان ہو کر ماموں کے گھر گئے اس کی دو لڑکیوں سے نکاح کیا بیس سال وہاں رہ کر واپس شام کو آئے واپسی کے وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو اسرائیل کا خطاب دیا۔ ان کی واپسی کے بعد حضرت اسحاق کا انتقال ہوا۔ یہاں اگر برادران یوسف نے حضرت یوسف علیہ السلام کو چاہ میں گرایا جب حضرت یوسف علیہ السلام کا پتہ لگ گیا تب حضرت یعقوب علیہ السلام بیٹوں، پوتوں اور ان کی ازواج سمیت کنبہ کے ۶۸ لوگوں کے ساتھ مصر گئے وہاں ۱۱ سال رہے وہیں ۱۴۷ سال کی عمر میں انتقال ہوا ۴۰ دن تک ان کے جسم میں خوشبو بھری گئی۔ پھر لاش کو کنعان لائے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبرستان میں دفن کیے گئے فقط۔

(۳)..... زیاں کار گناہ گار فرزند حضرت یعقوب علیہ السلام سے درخواست کرتے ہیں:

قَالُوْا یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕیْنَ۝ (۱۲:۹۷)

کہ اے باپ! ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی مغفرت چاہو ہم تو جان بوجھ کر خطا کرنے والے ہیں۔

اور حضرت یعقوب علیہ السلام ان کو فرماتے ہیں: سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۝ (۱۲:۹۸)

کہ میں اپنے رب سے تمہارے لیے مغفرت کا سوال کروں گا اور وہ تو خطاؤں کو ڈھانپنے والا عاجزوں پر رحم کرنے والا ہے رب العالمین کل اہل عالم سے فرماتا ہے اور ان کو رحمت عالم کی شان بتاتا ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۝ (۴:۶۴)

ترجمہ:۔ جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اگر یہ تیرے پاس آئیں اور خدا سے بخشش چاہیں اور رسول بھی ان کے لیے بخشش چاہے تب وہ دیکھیں گے کہ خدا تعالیٰ تو بہت التفات اور رحم فرمانے والا ہے۔

نبی ﷺ کی شان بلند کو معلوم کرنے کے لیے وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ پر غور کرنا چاہیے یہی راز ہے کہ ہر دعا کے اول و آخر درود شریف پڑھنے کی تاکید کی جاتی ہے کیونکہ عہد نبویؐ کے لوگوں کو یہ مبارک موقع حاصل تھا کہ حضور ﷺ پرنور کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے لیے دعا کرائیں۔ اس عہد ہمایوں کے انقراض کے بعد اہل عالم کے واسطے صرف یہی طریق رہ گیا ہے کہ حضور پر درود بھیج کر اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت کا مستحق خود کو ٹھہرائیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَفِی مَلَاءِ الْاَعْلٰی اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ

یوسف علیہ السلام:..... حدیث پاک میں حضرت یوسف علیہ السلام کو الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم فرمایا گیا ہے۔

(۱)..... قرآن مجید میں ان کے رؤیا کا ذکر ہے:

اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ۝ (۱۲:۴)

کہ میں نے گیارہ تارے اور سورج چاند کو دیکھا میں نے دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ خواب چند سال کے بعد اس طرح پورا ہوا کہ یوسف علیہ السلام کے والدین اور گیارہ کے گیارہ بھائی ان کے مل جانے پر سجدہ گزار ہوئے تھے۔ خواب پورا ہوا مگر لمبی مدت کے بعد پورا ہوا اور درمیانی زمانہ میں بھائیوں کی عداوت کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کو بہت سی تکالیف اٹھانی پڑیں اور بھائیوں کو بھی ان کی علیحدگی کے بعد مصائب جھیلنے پڑے۔ بھائی یہ نہ سمجھتے تھے کہ یوسف علیہ السلام کا ان کے اندر رہنا باعث یمن و برکت ہے۔

نبی کریم ﷺ کے خواب کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْیَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ ۙ مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِیْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ

کہ خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کا خواب بالکل سچا کر دکھایا تم ان شاء اللہ مسجد الحرام میں پُر امن، سر منڈوائے ہوئے اور بال کترائے ہوئے داخل ہو گے اور تمہیں کسی کا ڈر و خوف نہ ہو گا۔ (سورۂ فتح: ۲۷)

(۱)..... یہ خواب ایک سال ہی کے بعد پورا ہو گیا تھا کہ مکہ سے نبی کریم ﷺ کے علیحدہ رہنے کی مدت آٹھ سال تھی اور اہل مکہ اس عرصہ میں قحط و با کی مصائب کے شکار رہے تھے، یوسف کا خواب تھوڑا سا استعارہ لیے ہوئے

تھا۔ مگر نبی کریم ﷺ کا خواب استعارہ وتعبیر سے بالاتر اور بالکل صورت ظاہری کا مظہر تھا۔ چنانچہ آیت بالا میں لفظ بالحق کا لطیف اشارہ اسی جانب ہے:

(۲)..... حضرت یوسف علیہ السلام پر امراۃ العزیز کے نام سے بہتان لگایا گیا اور نبی کریم ﷺ پر امراۃ زید کے نام سے افتراء پردازی کی گئی۔ ہر دو واقعات میں اگر اندرونی امتیاز ہے تو یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر فعل سو (کاربد) کا بہتان باندھا گیا اور نبی ﷺ پر نکاح کر لینے میں الزام تراشی کی گئی۔

(۳)..... حضرت یوسف علیہ السلام کے خلاف ان کے بھائیوں نے جو مشورہ کیا وہ یہ تھا:

اُقْتُلُوْا یُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا (۹:۱۲) کہ یوسف کو قتل کر دو یا کسی جگہ پھینک دو۔

نبی کریم ﷺ کے خلاف بھی قریش نے جو مشورہ کیا تھا وہ یہ تھا:

وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ (۸:۳۰)

کہ جب کافر تیرے لیے خفیہ خفیہ تدبیریں کر رہے تھے کہ تجھے قید کریں یا وطن سے خارج کریں یا قتل کر دیں۔

یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے چاہ سیاہ میں گرا بھی دیا تھا۔ مگر نبی ﷺ کو دشمنوں کے ہر شر سے محفوظ رکھا۔

(۴)..... حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں ان کے بھائی عرض کر رہے ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَیْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَیْنَا ؕ (۸۸:۱۲)

کہ اے حاکم ہم پر اور ہمارے کنبہ پر قحط کی تکلیف ہے اور ہم سرمایہ بھی تھوڑا لائے ہیں مگر تو ہم کو پورا ناپ دلا دے اور ہم پر اپنی مہربانی فرما۔

نبی ﷺ کے بعد حضور کی قوم بھی قحط شدید کی جس زبوں حالت تک پہنچ گئی تھی اس کا مذکور آیت ذیل میں ہے (جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تفسیر کی ہے جو صحیح بخاری میں ہے)

فَارْتَقِبْ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ ۙ۝ یَّغْشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ (۱۰:۴۴-۱۱)

کہ اس روز کا انتظار کر جس روز آسمان پر دھواں ہی دھواں نظر آئے گا جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا اور لوگ پکار اٹھیں گے کہ یہ تو بہت دردناک عذاب ہے۔

(۵)..... حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر سے بھائیوں کو غلہ دلایا تھا۔ اور نبی ﷺ نے ثمامہ بن اثال کو حکم دے کر نجد سے اہل مکہ کے لیے غلہ بھجوایا تھا۔

حضرت شعیب علیہ السلام:..... حضرت شعیب علیہ السلام ایک مشرک مال دار، ترازو کش قوم میں مبعوث ہوئے تھے اس لیے ان کے مواعظ توحید کے بعد زیادہ تر اموال کے متعلق ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا وعظ اس طرح بیان فرمایا ہے:

وَیٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ (۸۵:۱۱)

کہ اے قوم! ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو اور لوگوں کی چیزوں میں گھاٹا نہ ڈالا کرو۔

نبی کریم ﷺ نے بھی امت کو اس بارے میں جو تعلیم دی ہے وہ آیات ذیل سے ظاہر ہے

وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ (۹:۵۵)

ترجمہ: تول کو انصاف کے ساتھ قائم کرو اور تول میں گھاٹا نہ ڈالا کرو (ڈنڈی نہ مارا کرو)۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ (۸۳:۱-۳)

یعنی تطفیف والوں پر عذاب دوزخ ہے یہ وہ ہیں کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو (اپنا گھر) پورا کر لیتے ہیں اور جب لوگوں کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تب ان کو گھاٹا پہنچاتے ہیں۔

(۲) ..... اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کی بابت بتایا ہے۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ (۷:۸۸)

قوم کے متکبر سرداروں نے کہا: اے شعیب! ہم تجھے اور تجھ پر ایمان لانے والوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے۔

نبی ﷺ پر ایمان لانے والوں کے اخراج اور ان کی نصرت رسول اللہ ﷺ کا ذکر اس طرح فرمایا گیا ہے۔

اَلْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (۵۹:۸)

کہ مہاجر لوگ جو اپنے گھروں اور ملکیتوں سے نکالے گئے وہ اللہ کے فضل اور خوشنودی کے جویا اور خدا تعالیٰ اور رسول خدا کی نصرت کرنے والے ہیں۔

(۳) ..... کفار نے حضرت شعیب علیہ السلام کے دلائل سے عاجز ہو کر یوں کہا تھا۔

يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ (۱۱:۹۱) اے شعیب! تیری بہت سی باتیں تو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔

نبی کریم ﷺ کو بھی ایسے ہی کفار کے ساتھ سابقہ پڑا تھا جس کا ذکر آیت ذیل میں ہے۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ (۴۱:۵)

کافروں نے کہا کہ ہمارے دل تیری دعوت سے دور ہیں اور ہمارے کانوں میں تیری بات سننے کے لیے گرانی ہے اور ہمارے تیرے درمیان پردے پڑے ہوئے ہیں۔

یہودیوں نے بھی آنحضرت ﷺ کو یہی جواب بت پرستوں کا سا دیا۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ (۲:۸۸) یعنی ہمارے دلوں پر تہہ در تہہ غلاف چڑھے ہوئے ہیں تیری تعلیم وہاں تک نہیں جا سکتی۔

(۴) ..... حضرت شعیب علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا تھا:

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا (۱۱:۸۷)

کہ اے شعیب! کیا تیری نماز یہ بھی ضروری ٹھہراتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے بتوں کو چھوڑ دیں کیا تیری نماز اس سے بھی روکتی ہے کہ ہم اپنے روپیہ پیسہ سے جس طرح چاہیں ویسا بیوپار کیا کریں۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ سود خوار قوم چاہتی ہے کہ نماز پڑھ کر نبی کو بھی خوش کر دیں اور اپنے آبائی شرک پر رہ کر سود خواری پر بھی قائم رہیں لیکن اگر نماز اور سود دونوں ساتھ ساتھ نہ نبھ سکیں تو ایسی نماز کو دور ہی سے سلام کر دیں اور اگر ایسی نماز بت پرستی کے ساتھ جمع نہ ہو سکے تو نبی کی کوئی بات بھی نہ مانیں۔ ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں بھی کسی مال دار شخص کے دل میں اسلام لانے سے پیشتر ایسی آرزو ہو اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی امید خام کو منقطع کرنے کے لیے اور مسلمانوں کو کامل الایمان بنانے کے لیے ہی یہ حکم دیا ہو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ۝ (۲:۲۷۸۔۲۷۹)

کہ اے ایمان لانے والو! اگر تم مؤمن بن گئے ہو تو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور سود کی جو رقم وصول کرنی ہے، اسے چھوڑ دو، اگر ایسا نہ کرو گے تو خدا تعالیٰ اور رسول کے ساتھ جنگ کا اعلان سمجھ لو اور اگر پھر باز آ جاؤ تب تمہارا راس المال تم کو ملے گا۔ نہ تم دوسرے پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم ہوگا۔

راقم مضمون کے نزدیک اس حکم سے یہ متبادر ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی رقم قرضہ مع سود کی نالش کرے تو قاضی اسلام اس کے تمام دعوی کو خارج کر دے کیونکہ رأس المال ملنے کی صورت اِنْ تُبْتُمْ کی شرط پر منحصر ہے۔

کلیم اللہ موسیٰ علیہ السلام:..... انبیاء بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام ایک شان خاص کے نبی ہیں تورات میں درج ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جیسا کوئی نبی بنی اسرائیل میں نہیں ہوا۔ (استثناء صفحہ ۳۳:۱۲۰)

① ..... موسیٰ علیہ السلام کے حالات پڑھتے وقت مجھے گمان ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام یتیمی ہی میں پیدا ہوئے تھے۔ دریا میں ڈالنے کے لیے والدۂ موسیٰؑ کو وحی کا ہونا پھر ان کا خبر تابوت لانے کے لیے اپنی بیٹی ہی کو بھیجنا ان کے والد بزرگوار کا مذکور نہ پایا جانا، اس گمان کو قوی کرتے ہیں۔ واللہ اعلم

نبی کریم ﷺ بھی دنیا میں سانس لینے سے پیشتر یتیم بن چکے تھے۔

② ..... موسیٰ علیہ السلام کی تربیت آسیہ مکرمہ نے کی تھی اور وہ فضیلت کی مستحق ٹھہریں۔ اسی طرح حلیمہ سعدیہؓ بھی نبی کریم ﷺ کے ساتھ شفقت مادرانہ کا برتاؤ کرتی تھیں اور وہ ''رضی اللہ عنہا'' کے منصب پر فائز ہوئیں۔

③ ..... موسیٰ اپنے مخالفین سے بچ کر نکل گئے تھے اور نبی ﷺ بھی اپنے محاصرین کی آنکھوں میں خاک ڈالتے ہوئے گھر سے غار ثور کو تشریف لے گئے تھے۔

④ ..... موسیٰ علیہ السلام کو دختر شعیب علیہ السلام نے ان کی قوت و امانت کے اوصاف سے پہچانا تھا اور خدیجۃ الکبریٰ نے بھی نبی کریم ﷺ کے اوصاف صدق و امانت کو دیکھ کر اپنا دل حضور کی نذر کیا تھا۔

⑤ ..... اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمانے کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (۲۸:۲۹۔۳۰)

جب موسیٰؑ (دس برس حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس رہ کر) مدت پوری کر کے اپنی بیوی کو لے کر رات کو روانہ ہوا تب اس نے طور کی جانب آگ دیکھی اس نے اپنے اہل سے کہا یہیں ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے (میں جاتا ہوں) شاید وہاں سے کچھ خبر راہ کی ملے یا آگ میں سے کوئی انگارہ لے آؤں کہ تاپ سکو۔ جب موسیٰ وہاں پہنچا تب اس مبارک جگہ میں میدان کے داہنے کنارے کے ایک درخت سے یہ آواز دی گئی اے موسیٰ! میں اللہ ہوں سب عالموں کا پالنے والا۔

اس نظارہ کا تعلق جہاں تک حیات سے ہے اس کا ذکر آگ، وادیٔ شجرہ اور ندا کے الفاظ میں فرمایا گیا ہے۔ نبی

کریم ﷺ کے پاک نظارہ کا بھی قرآن مجید میں ذکر ہے اور ہم ان آیات کو جو اس نظارہ پاک کے متعلق ہیں درج کرتے ہیں۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ۔ (۱۷:۱)

کہ پاک ہے وہ خدا جو اپنے بندہ کو شب اسرا مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا اور واپس لایا وہ مسجد جس کے گرد و نواح کو ہم نے برکت دی ہے۔ یہ سیر اس لیے تھی کہ اپنے بندہ کو ہم اپنی آیات دکھائیں۔

فرمایا:۔ وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی ﴿۱۳﴾ عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَہٰی ﴿۱۴﴾ عِنْدَھَا جَنَّۃُ الْمَاْوٰی ﴿۱۵﴾ اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی ﴿۱۶﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی ﴿۱۸﴾ (۵۳:۱۳-۱۸)

یعنی اس کا دوبارہ نزول بھی دیکھا سدرہ المنتہیٰ کے قریب جس کے پاس جنت الماوی ہے اس وقت سدرہ کو ڈھانپ رکھا تھا۔ جس شے نے ڈھانپ رکھا تھا نبی کی آنکھ نے جو کچھ وہاں دیکھا اس کی دید میں کچھ شبہ نہیں ہوا اور نہ آنکھ اس نظارہ کے وقت ادھر ادھر ہوئی نبی نے خدا کی بڑی بڑی آیتوں کو دیکھا۔

فرمایا: مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی (۵۳:۱۱)

کہ آنکھ نے جو کچھ دیکھا دل نے اسے نہیں جھٹلایا یعنی نظارہ کی حقیقت پر دل تصدیق کرتا تھا۔

فرمایا: فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی (۵۳:۱۰) پھر خدا نے اپنے بندہ پر وحی [1] کی جو کی۔

یہ نظارہ جس قدر روحانیت اور رؤیت عینی و یقین قلبی پر حاوی ہے اس کا صحیح علم تو اللہ تعالیٰ اور پھر رسول اللہ ﷺ کے سوا کس کو ہو سکتا ہے مگر الفاظ کی شوکت اور معانی کی برتری مفہوم کی رفعت اس بے چون و چگوں کیفیت کو تعقل انسانی کے سامنے اس طرح مصور و متشکل بنا رہی ہیں اور قلب و دماغ اس سے متلذذ و متکیف بھی ہو رہے ہیں اور مع ہذا گہری حیرت اور عمیق در ربودگی کو بھی ساتھ ساتھ لیے ہوئے ہیں۔

⑥ ..... موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا فرعون نے تعاقب کیا تھا وہ بالکل قریب پہنچ جاتا ہے تو بنی اسرائیل پکار اٹھتے ہیں

اِنَّا لَمُدْرَکُوْنَ (۲۶:۶۱) کہ ہم تو پکڑے گئے۔

موسیٰ فرماتے ہیں: کَلَّآ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ (۲۶:۶۲) نہیں ایسا نہیں میرا خدا میرے ساتھ ہے وہ میری رہبری فرمائے گا۔

ذرا غور کرو کہ موسیٰ اس معیت ربانی میں اپنی قوم کو اپنے ساتھ شامل نہیں فرماتے۔ جس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ قوم ہنوز ایسے پست درجہ پر تھی کہ اس معیت کی اہلیت ان میں نہ تھی۔ نبی ﷺ کو بھی ایسا ہی موقع پیش آیا۔ حضور اقدس ﷺ اور حضور کے یار غار ابوبکر صدیقؓ کھوہ کے اندر ہیں اور کفار نا ہنجار یلغار کرتے ہوئے اس کے کنارے پر آ گئے ہیں ابوبکر کی زبان خاموش ہے مگر اندرون قلب میں ضرور اندوہ کا ایک جوش ہے نبی ﷺ فرماتے ہیں:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (۹:۴۰) ابوبکر دل کا فکر دور کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کے لفظ معی اور نبی ﷺ کے لفظ معنا پر تدبر کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ نبی ﷺ کا جذب کس قدر قوی ہے کہ اپنے ساتھی کو بھی اس معیت الٰہیہ میں شامل فرما لیتے ہیں جو حضور فداہ ابی و امی کو خود حاصل تھی۔

---

[1] جملہ آیات پر ذرا تدبر سے غور کرنا چاہیے کہ نبی ﷺ کی نظر و بصیرت اور وحی و رؤیت اور لسان و جوارح کا تزکیہ کیسے اسلوب بدیع میں فرمایا گیا ہے

(۶) ..... بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کے حکم جہاد کی تعمیل کرنے سے انکار کیا اور یوں گستاخانہ ان کی جناب میں کہا تھا فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُونَ (۵:۲۴) تو اور تیرا خدا جاؤ اور دونوں جنگ کرو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔

فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً ۚ يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ ۗ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿۲۶﴾ (۵:۲۶)

کہ ان لوگوں پر وعدہ کی زمین کا داخلہ حرام ہے، چالیس سال تک یہ اسی زمین میں چکر لگاتے رہیں گے تو ان فاسقوں کا (اس فیصلہ کی وجہ سے) افسوس نہ کر۔

یہ حکم رب العالمین نے ان کی سزا میں دیا تھا۔ بنی اسرائیل کا یہ قصور چالیس سال کے بعد معاف ہوا اور پھر انہوں نے حضرت موسیٰ کے خلیفہ حضرت یوشع بن نون کے ساتھ جہاد کیا اور ظفریاب ہوئے۔ نبی ﷺ کے عہد ہمایوں میں بھی ایسا ہی واقعہ کچھ گنوار لوگوں کے ساتھ ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۖ فَإِنْ تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۖ (۴۸:۱۶)

کہ اے نبی! اعراب (بادیہ نشینوں) کو جو تیرے ساتھ پچھڑ گئے تھے۔ کہہ دیجیے کہ عنقریب تم کو ایک سخت جنگ جو قوم کے ساتھ لڑنے کے لیے دعوت دی جائے گی یا تو ان سے تمہاری لڑائی ہوگی یا مسلمان ہو جائیں گے۔ اگر تم نے اس وقت حکم مانا تب اللہ تعالیٰ تم کو بہترین اجر عطا فرمائے گا۔

سورہ فتح کا نزول ۶ھ میں ہوا تھا۔ نبی ﷺ کی حیات میں ان مخلفین کو کبھی دعوت نہ دی گئی تھی کیونکہ قرآن مجید ہی نے ان مخلفین کو جب انہوں نے نبی ﷺ کے ہمرکاب چلنے کی ایک دفعہ اجازت بھی چاہی تو یہ بھی بتا دیا تھا۔ فَقُلْ لَنْ تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا وَلَنْ تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا (۹:۸۳) کہ اے نبی! کہہ دے کہ اب تم کو میری معیت میں خروج کا کبھی بھی موقع نہ ملے گا اور میری معیت میں تم کسی دشمن سے جنگ نہ کرو گے۔

البتہ ۱۱ھ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جملہ اشخاص و اقوام کو دعوت الی الجہاد دی تھی اور جند در جند عساکر ان کی دعوت پر جمع ہوئے تھے۔ اس واقعہ سے نبی ﷺ کی فضیلت آشکارا ہے کہ بنی اسرائیل اور مسلمانوں دونوں کا قصور ایک ہی تھا۔ ان کا گناہ چالیس سال کی آوارہ گردی و حیرانی کے بعد معاف ہوا تھا اور مسلمانوں کا قصور چار سال کے اندر ہی اندر ضمناً یہ بھی ثابت ہوا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دعوت فی الواقع الٰہی حکم تھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت بالکل یوشع بن نون کی خلافت کی سی تھی۔ یہ تشبیہ کامل ہو جاتی ہے جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ ارض موعودہ کی بشارت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو دی تھی اور بشارت یوشع بن نون کے ہاتھ پر پوری ہوئی تھی اور نبی ﷺ نے بھی ارض موعود کی فتح کی نوید مسلمانوں کو دی تھی اور اس کا ایفاء ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ ہی کے مبارک عہد میں ہوا تھا۔

(۷) ..... فرعون کی عداوت اور بنی اسرائیل پر لشکر کشی کا نتیجہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

فَأَخْرَجْنَاهُمْ مِنْ جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿۵۷﴾ وَكُنُوزٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ﴿۵۸﴾ كَذَٰلِكَ ۖ وَأَوْرَثْنَاهَا بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿۵۹﴾ (۲۶:۵۷-۵۹)

کہ پھر ہم نے ان کو باغوں اور چشموں اور خزانوں اور ستھرے مکانوں سے نکال دیا۔ ایسا ہی ہوا اور ہم نے ان سب چیزوں کا وارث بنی اسرائیل کو بنایا۔

نبی ﷺ پر بھی کفار نے احزاب و عساکر کے ساتھ حملہ کیا تھا جس کا نتیجہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح ظاہر فرمایا:

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۝ وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۝ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۝ (۲۵:۳۳۔۲۷)

کہ خدا نے کافروں کو دلی رنج کے ساتھ واپس کر دیا وہ کچھ بھی بہتری حاصل نہ کر سکے اور مؤمنین کی جنگ کا اللہ تعالیٰ خود کافی ہوا ہاں اللہ تعالیٰ تو قوی و غالب ہے خدا نے ان اہل کتاب کو جو حملہ آوروں کے مددگار ہوئے تھے۔ قلعوں سے اتارا اور ان کے دلوں کو رعب سے بھر دیا تم نے ان میں سے ایک حصہ کو قتل کیا ایک حصہ کو اسیر کیا خدا نے تم کو ان کی زمین اور گھروں اور مالوں کا اور اس زمین کا جس پر تمہارا لشکر بھی نہ گیا تھا وارث کر دیا۔ ہاں خدا ہر شئ پر قدرت رکھنے والا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے عطیہ نبوت کا مژدہ پا کر عرض کیا تھا: رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ (۲۰:۲۵) کہ اے خدا! میرا سینہ کھول دے۔

نبی ﷺ کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (۹۴:۱) ترجمہ: کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا۔

(۱۰)..... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرائض نبوت کی گراں باری کا اندازہ کر کے عرض کیا تھا:

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ۝ هٰرُوْنَ اَخِي ۝ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ۝ (۲۰:۲۹۔۳۰)

کہ میرے کنبہ میں سے ہارون کو میرا وزیر (وزر اٹھانے والا) (بوجھ بٹانے والا) بنا دے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے حق میں ارشاد فرمایا:

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝ اس بوجھ کو جس نے تیری پشت کو جھکا دیا تھا ہم نے تجھ سے اتار دیا۔

(۱۱)..... موسیٰ علیہ السلام جناب باری تعالیٰ میں عرض کرتے ہیں:

وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى (۲۰:۸۴) تیری جانب آنے میں اے رب میں نے اس لیے جلدی کی کہ تو راضی ہو جائے۔

نبی کریم ﷺ کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (۹۳:۵) "کہ تیرا رب تجھے اتنا کچھ عطا فرمائے گا کہ تو راضی ہو جائے گا"۔

پہلی آیت میں رضوان ربانی مطلوب ہے اور دوسری آیت میں رضائے محمدی منطوق۔

وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (صافات)

حضرت ہارون علیہ السلام[1]..... حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بڑے بھائی تھے ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا و التجا پر نبوت عطا ہوئی تھی۔

(۱)..... بائبل میں ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کے متعلق عبادت خانہ کا اہتمام تھا اور وہی امام جماعت تھے۔ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ خود امامت فرماتے اور مؤمنین ان کے ساتھ ہو کر عبادت کیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَاۗىِٕفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ۭ (۷۳:۲۰)

---

[1] حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دو سال پیشتر ۱۴۵۳ ق۔م کوہ طور پر جو روم کی سرحد سے ملا ہوا تھا۔ وفات پائی بائبل کتاب گنتی ۲۰۔۲۸ فقط۔

کہ خدا جانتا ہے کہ تو دو تہائی شب سے کم اور نصف شب از ور ایک ثلث شب کے وقت عبادت کے لیے قیام کرتا ہے اور تیرے ساتھ والوں میں سے ایک گروہ ایسا ہی کیا کرتا ہے۔

الَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ۙ وَ تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ (۲۱۸:۲۶-۲۱۹)

کہ "خدا تجھے دیکھتا ہے جب تو سجدہ کرنے والوں کے اندر رکوع و سجود کرتا اور قیام کیا کرتا ہے"۔

(۲)..... قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے فرمایا گیا ہے:

وَ اَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا (۲۸:۳۴)

ہارون (علیہ السلام) میرا بھائی وہ تو مجھ سے بہت زیادہ فصیح البیان ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہارون سلام اللہ علیہ کمال فصیح تھے۔ فصاحت و بلاغت ایک وجدانی شئے ہے اور الفاظ میں اس کی تصویر دکھانا مشکل ہے۔ ایک فاضل کا قول ہے:

فصاحت آنست کہ درگزارش زبان کج مج نشود و بلاغت آنست کہ معنی کثیر در الفاظ اندک گفتہ شود

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ فصاحت و بلاغت کا تعلق الفاظ سے بھی ہے اور معانی سے بھی۔ اسلوب کلام سے بھی اور مناسب موقع سے بھی۔ قائل کی شان اور مستمع کی حیثیت سے بھی اور ملکی و قومی و شخصی خصوصیت سے بھی جب کلام ان جملہ اوصاف پر حاوی ہو تو کچھ شک نہیں کہ وہ فصاحت و بلاغت کے ذروۂ اعلیٰ پر پہنچ جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی حدیث پاک میں یہ جملہ اوصاف اس فراوانی سے موجود ہیں کہ جو ہر شناس کو اندازہ فصاحت لگانے میں اعتراف قصور کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ جاتا۔ نمونہ کے لیے چند اقوال مبارکہ درج کرتا ہوں وضاحت بیان ایجاز کلام جزل الفاظ صحت معانی کا اندازہ ماہرین فن پر منحصر ہے۔

مَا هَلَكَ امْرُئٌ عَرَفَ قَدْرَهٗ	(۱)..... جو کوئی اپنی قدر جان لیتا ہے وہ ہلاک نہیں ہوتا۔
حُبُّكَ الشَّیْءِ یُعْمِیْ وَ یُصِمُّ	(۲)..... کسی شئے کی محبت انسان کو اندھا بہرہ کر دیتی ہے۔
یَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی	(۳)..... اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے دینے والے کا درجہ لینے والے سے برتر ہے۔
اَلْخَیْرُ كَثِیْرٌ وَ قَلِیْلٌ فَاعِلُهٗ	(۴)..... نیکی کے اقسام تو بہت ہیں مگر کرنے والے کم ہیں۔
رَحِمَ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ خَیْرًا فَغَنِمَ اَوْ سَكَتَ فَسَلِمَ	(۵)..... خدا اس بندہ پر رحم کرے کہ بولتا ہے تو اچھی بات ہی کہتا ہے یہ تو وہ ہے جو بہت کچھ حاصل کر لیتا ہے یا چپ رہتا ہے تو اپنے آپ کو بچا لیتا ہے
ثَلَاثٌ مُنْجِیَاتٌ وَّ ثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ	(۶)..... نجات دہندہ تین باتیں ہیں اور ہلاک کنندہ بھی تین باتیں ہیں۔

فَاَمَّا مُنْجِیَاتٌ : نجات دہندہ یہ ہیں:

فَخَشْیَةُ اللّٰهِ فِی السِّرِّ وَ الْعَلَانِیَةِ	الف..... ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی کرنا۔
وَ الْاِقْتِصَادُ فِی الْغِنٰی وَ الْفَقْرِ	ب..... فراخ دستی و تنگدستی میں میانہ روی کرنا۔
وَ الْحُكْمُ بِالْعَدْلِ فِی الرِّضَا وَ الْغَضَبِ	ج..... عدل کرنا خواہ وہ فریق مقدمہ سے خوش ہو۔ یا ناخوش ہو۔

وَاَمَّا الْمُهْلِكَاتُ: ہلاک کنندہ یہ ہیں:

فَشُحٌّ مُطَاعٌ	① ..... بخل جو تم پر حکم کرنے لگے۔
وَهَوًى مُتَّبَعٌ	② ..... خواہش بے جا جس کے پیچھے تم لگ چلو۔
وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ	③ ..... خود پسندی

لَاتَزَالُ اُمَّتِیْ بِخَیْرٍ مَالَمْ تَرَی الْاَمَانَۃَ مَغْنَمًا وَالصَّدَقَۃَ مَغْرَمًا

④ ..... میری امت ہمیشہ بہبود میں رہے گی جب تک امانت کو لوٹ نہیں سمجھے گی اور صدقہ کو جرمانہ نہیں خیال کرے گی۔

اب میں اصل مطلب کی جانب عود کرتا ہوں نبی ﷺ کی فصاحت و بلاغت کے متعلق قرآن مجید میں معاندین کی زبان سے کہا گیا ہے: سِحْرٌ یُّؤْثَرُ (۷۴:۲۴) وہ کلام تو جادو ہے جو اثر کر جاتا ہے۔

مخالفین نے اسے جادو کہا، یا کچھ اور مگر شہادت موجود ہے کہ حضور کا کلام زبان سے نکلتے ہی دلوں میں جاگزین ہوتا اور دلوں پر قبضہ کر لیتا تھا۔ سخن کز دل آید بود دل پذیر

غرض نبی کریم ﷺ کی فصاحت و بلاغت ملک میں اس درجہ مسلمہ تھی کہ مخالفین کے زمرہ میں نبوت سے انکار کرنے والے تو پائے جاتے تھے مگر آنحضرت ﷺ کی فصاحت و بلاغت سے انکار کرنے والا جزیرہ نمائے عرب میں کوئی موجود نہ تھا اور نہ آج تک کسی شخص نے خواہ وہ کسی مذہب وملت کا ہو۔ عربیت میں مہارت حاصل کرنے کے بعد اس کا انکار کیا ہے۔ فقرہ بالا میں میں نے جزیرہ عرب کا لفظ استعمال کیا ہے وجہ یہ ہے کہ عرب کے مختلف اقطاع میں مختلف لغت اور لہجے پائے جاتے تھے نبی ﷺ کے اس کلام کو دیکھو جو حجازیوں کے ساتھ تھا۔ پھر اسے جو اہل مدینہ کے ساتھ علی ہذا حضور ﷺ کے ان کلمات پر جو وائل کندی اور قطن علیمی اور طہفہ نہدی اور ابوثور بن نمط ہمدانی و دیگر ملوک یمن و فرماں روایان حضرموت کو ارشاد فرمائے غور کرو ہر لغت ہر لسان میں فصاحت کا بحر ذخار موجزن ہے کہ مکی و مدنی بھی منہ تکتے رہ جاتے۔

حضرت الیسع علیہ السلام: ..... الیسع یا یسع وہی ہیں جن کو بائبل نے یوشع بن نون علیہ السلام [1] کہا ہے:

① ..... سورۂ کہف میں ان کو فتی موسیٰ کہا گیا ہے۔ قرآن مجید میں نبی ﷺ کے فتی یعنی زید رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر ہے۔

② ..... الیسع علیہ السلام ہی کا ذکر اس آیت میں ہے: قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمَا ادْخُلُوْا (۵:۲۳)

کہ ان لوگوں میں سے جو خدا سے ڈرنے والے تھے وہ شخصوں نے جن پر خدا نے انعام کیا تھا کہا۔

اس آیت میں ان کا وصف "اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمَا" کے الفاظ میں فرمایا گیا ہے

قرآن مجید نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی ان الفاظ میں فرمایا ہے:

اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ (۳۳:۳۷) کہ خدا نے اس پر انعام کیا اور رسول نے بھی اس پر انعام کیا۔

③ ..... حضرت الیسع کا نام سورۂ ص میں آیا ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ نے "مِنَ الْاَخْیَارِ" بتایا ہے۔

---

[1] یوشع بن نون نے ۱۴۲۶ ق م بہ عمر ۱۱۰ سال وفات پائی۔ ۲۵ سال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد خلافت و نبوت کی وعدہ کی زمین کو ان ہی نے فتح کیا۔ کتاب یشوع ۲۹/۲۴ کے۔

نبی کریم ﷺ کو اور حضور کی تبعیت میں امت کو خیر کلی کے عطا ہونے کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۔ (۲:۱۰۵)

کہ اہل کتاب میں سے کفر والے اور مشرک یہ پسند نہیں کرتے کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر خیر نازل ہو۔

داؤد علیہ السلام:..... داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی۔ عزت کو بحال کرنے والے اسباط دوازدہ کے تفرقہ کو جمعیت سے بدل دینے والے منکرین خدا سے جہاد کرنے والے ملک اور قوم کو عزت و رفعت دینے والے حکومت اور نبوت کے جامع تھے اور صفات بالا میں نبی کریم ﷺ سے مشابہت رکھنے والے ہیں مزید برآں حضرت داؤد علیہ السلام نے قدوم میمنت لزوم نبوی ﷺ کے متعلق بنی اسرائیل کو بہت سی امارت و علامات بتائی ہیں اور بشارت دی ہیں۔

① .....اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی مدح میں فرمایا ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۔ (۲۷:۱۵) کہ ہم نے داؤد اور سلیمان (علیہما السلام) کو علم عطا کیا۔

بے شک نعمت علم سب سے برتر نعمت ہے۔ خصوصاً انبیاء کا علم جو براہ راست رب العالمین سے ان کو ملا کرتا ہے اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے صراحت فرمادی ہے۔ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا (۲۱:۷۹) "ہم نے سب نبیوں کو حکم اور علم عطا فرمایا" نبی ﷺ کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (۴:۱۱۳) "اور جو کچھ تو نہ جانتا تھا اس کی تجھے تعلیم دی" نیز فرمایا ہے: وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (۲۰:۱۱۴) اے رب! مجھے علم میں بڑھاتا رہ"۔

پہلی آیت سے واضح تھا کہ حضور کو جملہ علوم کی تعلیم ابتدا ہی میں دی گئی تھی اب دوسری آیت سے آشکارا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا علم ساعت بہ ساعت لحظہ بہ لحظہ ترقی پذیر زیادت میں تھا۔

② .....حضرت داؤد علیہ السلام کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا (۳۴:۱۰) یعنی "اور ہم نے اپنی طرف سے داؤد کو فضل عطا فرمایا"

نبی کریم ﷺ کی شان میں فرمایا گیا ہے:

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (۴:۱۱۳) یعنی "تجھ پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا فضل عظیم ہے"۔

③ .....اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے ارشاد فرمایا:

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى (۳۸:۲۶)

کہ اے داؤد! ہم نے تجھے الارض کا خلیفہ بنادیا اب تو لوگوں کا فیصلہ راست بازی سے کیا کر اور خواہش کے پیچھے نہ چلنا۔

الارض وعدہ کی زمین کو کہتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام اسی زمین کے خلیفہ ہوئے تھے۔ وعدہ کی زمین کو اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم علیہ السلام کے لیے تا محشر لکھ دیا ہے بشارت مندرجہ آیت سے پیشتر حضرت داؤد علیہ السلام بکریاں چرایا کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بڑھایا اور ان کو الارض کا خلیفہ بنایا۔

قرآن مجید میں نبی ﷺ کو خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور پر ایمان لانے والوں کو اس الارض کا خلیفہ بنائے گا۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۔ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تم میں سے ان کے ساتھ جو ایمان لا چکے ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں کہ خدا ان کو الارض کا خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور ان کے لیے دین کو جسے خدا ان کے واسطے پسند کر چکا ہے تمکین بخشے گا اور ان کے خوف کو امن کے ساتھ بدل دے گا وہ میری ہی عبادت کیا کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو بھی شریک یا ذرا بھی شریک نہ کریں گے۔ (سورۂ نور: ۵۵)

آیت پر تدبر کرنے سے امور ذیل بہ صراحت واضح ہوتے ہیں:

الف.....	آیت کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو نزول آیت سے پیشتر ایمان اور عمل صالح کے اوصاف سے موصوف تھے۔
ب.....	آیت میں خلافت کا وعدہ کیا گیا ہے۔
ج.....	اس خلافت کا عطیہ منجانب خدا تعالیٰ ہوگا۔
د.....	یہ خلافت اس الارض کی ہوگی جس کی خلافت قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کو دی تھی۔
ہ.....	اس خلافت کا نشان ایک یہ ہوگا کہ اللہ تعال کے پسند کردہ دین کو عزت و تمکنت ملے گی۔
و.....	اس خلافت کا نشان ایک یہ ہوگا کہ امن بسیط قائم ہو جائے گا اور خوف و ہراس اٹھ جائے گا۔
ز.....	اس خلافت والے اللہ کے بڑے عبادت گزار مخلص بندے ہوں گے۔
ح.....	اس وعدہ کے اندر دو سے زائد مسلمان داخل ہیں کیونکہ یَسْتَخْلِفَنَّهُمْ میں ضمیر جمع موعود ہے اور عربی میں دو سے زائد کے لیے صیغہ جمع آتا ہے۔

ضروری ہے کہ آیت کا زمانہ نزول معین کیا جائے واضح ہو کہ یہ آیت سورۂ نور کی ہے اور سورۂ نور میں قصہ افک بھی مذکور ہے یہ قصہ غزوۂ مریسیع میں ہوا اور یہ غزوہ ۵ھ کا ہے۔ ہاں واقعہ افک کے بعد وعدہ خلافت کا الحاق اس حکمت سے پر مبنی ہے کہ جھوٹی دنیا کے کذاب لوگوں نے صدیق رضی اللہ عنہ کے دل کو صدمہ پہنچایا رب العالمین نے اس وعدہ سے ان کی دل دہی فرمائی۔ (وَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ)

نتیجہ یہ ہے کہ آیت کا نزول ۵ھ کا ہے اور اس سے فائدہ یہ حاصل ہوا کہ خلافت کے واسطے چن لیے جانے کا اعزاز صرف انہی سابقین کو تھا۔ جو ۵ھ سے پیشتر ایمان اور عمل صالح کے اوصاف سے موصوف تھے۔

خلفائے اربعہ کو دیکھو وہ سب ۵ھ سے بہت پہلے کے مشرف بہ ایمان ہیں حسن رضی اللہ عنہم کو بھی انہی میں شامل کرو جنہوں نے ۹ ماہ خلافت کی تھی کیونکہ ان کا وجود بھی ۳ھ سے رونق افروز عالم تھا۔ اب تاریخ کو دیکھئے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہی وہ ہیں جنہوں نے اسلام میں سب سے پیشتر اس الارض پر خلافت پائی تھی۔ چونکہ خلفائے اربعہ کو جو عطیات ملے وہ سب نبی ﷺ ہی پر ایمان لانے کے طفیل تھے۔ اس لیے آیت استخلاف سے نبی ﷺ کی فضیلت آشکارا ہوتی ہے

(۴)..... حضرت داؤد علیہ السلام کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ (۳۴:۱۰) کہ ہم نے لوہے کو اس کے لیے نرم بنا دیا۔

نبی کریم ﷺ کے لائے ہوئے کلام پر ایمان لانے والوں کے احوال میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۔ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۔ (۳۹:۲۳)

یعنی ان کے جسم ان کے قلب اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے نرم ہو جاتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے جسے چاہتا ہے اسے عطا فرماتا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام: ..... حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے نامور فرزند ہیں۔ باپ کے سترہ بیٹوں اور اٹھارہ بیٹیوں میں سے یہی صحیح طور پر اپنے نامور باپ کے قائم مقام تھے اور اس لیے قرآن مجید میں: وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوٗدَ کی تخصیص فرمائی گئی۔

① ..... حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو گفتگو سفیران سبا سے فرمائی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو زر و مال دنیوی کی پرواہ نہ تھی۔ أَتُمِدُّونَنِ بِمَالٍ فَمَا آتَانِيَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّا آتَاكُمْ (۲۷:۳۶)

کہ کیا تم مال سے میری مدد کرتے ہو مجھے تو جو کچھ اللہ نے دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تم کو دیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنٰى (۹۳:۸) کہ خدا نے دیکھا کہ آپ بڑے کنبے والے ہیں پس خدا نے آپ کو غنی عطا فرمائی۔

② ..... اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی بابت فرمایا ہے: وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ ہم نے ہوا کو سلیمان کا مسخر بنا دیا تھا۔

نبی کریم ﷺ کے حالات کے بیان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (۳۳:۹)

کہ جب لشکر تم پر چڑھ آئے تو ہم نے ان پر ہوا کو اور ان لشکروں کو جو تم نے دیکھے تھے بھیجا۔

اس آیت میں ہوا کی اس خدمت کا ذکر ہے جو اس نے دشمنان اسلام کے تباہ و برباد کرنے میں ادا کی تھی صحیح بخاری کی حدیث میں ہے ، نصرت بالصباء بادصبا میری نصرت کا آلہ بنادی گئی ہے۔ قرآن مجید میں امت محمدیہ کے متعلق بھی لفظ ریح کا استعمال ہوا ہے۔ گو اس کے معنی اس جگہ دوسرے ہیں فرمایا:

وَأَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ (۸:۴۶)

کہ خدا اور رسول کی اطاعت کرو آپس میں نزاع نہ کرو پھر تم گر جاؤ گے اور تمہاری ہوا نکل جائے گا۔

غرض حضرت سلیمان علیہ السلام کے زیر حکومت ایک ریح تھی اور اولین مسلمانوں کے قبضہ میں بھی ایک ریح ہمارے باہمی نزاعوں نے اس ریح کو کھو دیا اور مسلمانوں کی ہوا بگڑ گئی۔

③ ..... اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی شوکت کا ذکر فرمایا۔

وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالطَّيْرِ (۲۷:۱۷) سلیمانؑ کے لیے جن اور آدمی اور پرند کے لشکر جمع کیے گئے۔

نبی کریم ﷺ کے احوال مبارکہ میں بھی ان تینوں کا ذکر آیا ہے۔

① ..... جنوں کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝ يَّهْدِيْ إِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ (۷۲:۱-۲)

ترجمہ: کچھ جنوں نے قرآن کو سنا تو وہ بولے کہ ہم نے عجیب کتاب کو جو نہایت پڑھی جانے والی ہے سنا ہے وہ ہدایت کی راہ دکھاتی ہے اس لیے ہم اس پر ایمان لائے۔

(۲).....بنی آدم کے لشکروں کا ذکر اس آیت میں ہے:

إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا ۝

اللہ کی نصرت اور فتح آ گئی اور تو نے لوگوں کو دیکھ لیا کہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔

(۳).....طیر کی خدمات کا ذکر اس سورۂ مبارکہ میں ہے:

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ۝ أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ۝ وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ۝ تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ ۝ [سورۂ فیل]

یعنی کیا تو نے نہ دیکھا کہ تیرے رب نے اصحاب فیل کے ساتھ کیسی کی، کیا ان کے مفسدانہ ارادوں کو ملیا میٹ نہیں کر دیا اور ان پر ابابیل پرندے بھیجے جو ان کے اوپر سنگریزے پھینکتے تھے اور پھر ان کو کھائے ہوئے بھس جیسا بنا دیا تھا۔

جملہ مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ واقعہ ارہاص نبوت تھا اور اس لیے یہ بھی نبی کریم ﷺ کے فضائل میں سے ہے۔ الفاظ قرآنی میں أَلَمْ تَرَ اور رَبُّكَ میں دو دفعہ خطاب کے صیغے مستعمل ہوئے ہیں اور یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ مفسرین رحمہم اللہ کا بیان بالکل مراد ربانی کی وضاحت ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام:..... یہ شہر نینوا [1] کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے وہاں ایک لاکھ سے زائد آبادی تھی۔ لوگوں نے نبی کی اطاعت سے انکار کیا۔ حضرت یونس علیہ السلام ان سے خفا ہو کر وہاں سے چلے آئے تب لوگ پچھتائے۔ حضرت یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے دوبارہ گئے اور سب لوگ مسلمان ہو گئے۔

(۱).....اللہ تعالیٰ حضرت یونس علیہ السلام کے حال میں فرماتا ہے:

فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ (۳۷:۱۴۲) کہ مچھلی نے ان کو لقمہ بنا لیا۔

حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے شکم میں تین دن تک رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ بھی تین دن تک غار کے شکم میں رہے تھے قرآن پاک میں ہے: إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ (۹:۴۰)

جب کافروں نے نبی کو نکال دیا تھا اور اس وقت نبی دو میں دوسرا تھا اور وہ دونوں اس وقت غار کے اندر تھے۔

حضرت یونس علیہ السلام کا شکم ماہی میں جانا بھی سرکش قوم سے علیحدہ ہونے کے بعد تھا اور نبی کریم ﷺ کا غار میں رہنا بھی ہجرت از مکہ کے وقت تھا۔

(۲).....اللہ تعالیٰ حضرت یونس علیہ السلام کی بابت فرماتا ہے:

فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ۝ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ (صافات) اگر وہ تسبیح نہ کرتا تو مچھلی کے پیٹ ہی میں رہتا۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ شکم ماہی میں جانے کے بعد بھی یونس علیہ السلام ذکر الٰہی سے غافل نہ ہوئے تھے۔ نبی ﷺ کا غار کے اندر یاد الٰہی میں تر زبان ہونا اور معیت ربانی سے شاد کام ہونا قرآن مجید کی آیت ذیل میں ہے:

لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (۹:۴۰) غم نہ کر اللہ تعالیٰ تو ہمارے ساتھ ہے"۔

(۳).....یونس علیہ السلام کی تسبیح کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

---

[1] حضرت یونس علیہ السلام (یونہ) بن متی کا زمانہ قریباً ۸۶۲ ق م ہے۔ یونہ [یوحنا] نبی کی کتاب مجموعہ بائبل میں شامل ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (سورۂ انبیاء)

یعنی کوئی بھی معبود نہیں مگر تو۔ تو پاک ہے اور میں اپنے اوپر ظلم کرنے والوں میں سے ہوں۔

اس آیت پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیس اور بندہ کی تقصیر کو جمع کر دیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی ایک جواب میں ہر دو امور کو جمع فرمایا ہے:

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ (سورۃ الاسراء) کہہ دے میرا رب پاک ہے میں تو ایک بشر و رسول ہوں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی تنزیہ بھی فرمائی اور اپنے آپ کو بھی تزکی نفس سے محفوظ رکھا اس قسم کی دیگر آیات بھی ہیں جہاں ہر دو اصول کو جمع کیا گیا ہے:

فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (سورۂ یٰسٓ)

ترجمہ: پاک ہے وہ مالک جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی جان ہے اور تم سب اسی کی طرف جانے والے ہو۔

سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (۳:۱۹۱) تو پاک ہے ہم کو آگ کے عذاب سے بچا۔

(۳) ..... یونسؑ کی دعا کی بابت اللہ تعالیٰ نے مؤمنین بر خدا اور رسولؑ سے وعدہ فرمایا: فرماتا ہے: وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی ایمان والوں کو اس تسبیح کے ورد سے اسی طرح اللہ تعالیٰ غم سے نجات دے گا جیسی یونس علیہ السلام کو دی تھی۔

حضرت ایوب علیہ السلام[1] ..... ایوب علیہ السلام بڑے درجے کے نبی ہیں سورۂ نساء کے آخری رکوع میں ان کا نام ہے اور اس مقام سے ظاہر ہے کہ ان پر وحی ربانی کا نزول ہوا۔

(۱) ..... اللہ تعالیٰ حضرت ایوب علیہ السلام کی صفت میں فرماتا ہے: اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا (۳۸:۴۴) ہم نے اسے صابر پایا۔

صبر فضائل محمودہ میں سے اعلیٰ فضیلت ہے اور دین و دنیا کا کوئی منصب عالی نہیں ہو سکتا جب تک کہ صفت صبر حاصل نہ ہو پختگی ارادہ ثبات و استقلال اور توکل علی اللہ در حقیقت صبر ہی کی شاخیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کی صفت میں فرماتا ہے:

وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ (۱۶:۱۲۷) تیرا صبر تو خاص اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور تیرا صبر تو خاص اللہ تعالیٰ کی اعانت سے ہے)

اس آیت میں نبی ﷺ کے لیے دو صفات کا اظہار فرمایا گیا ہے: اول صبر، دوم خلوص۔

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا (۵۲:۴۸)

اپنے رب کے حکم سے صبر کو تو تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ عالم محبت میں یہ فقرہ عجیب دل آویز اور مسرت خیز ہے۔

(۲) ..... اللہ تعالیٰ حضرت ایوب علیہ السلام کی صفت میں فرماتا ہے: نِعْمَ الْعَبْدُ، اچھا بندہ"۔

نبی کریم ﷺ کا عبودیت میں کامل ہونا مقامات متعددہ میں ہے، یہ مسلمہ امر ہے کہ معراج نبویہ حضور ﷺ کے مراتب میں سے مرتبہ اقصیٰ ہے اس جگہ اللہ تعالیٰ نے حضور کا ذکر لفظ عبد ہی سے فرمایا۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ (۱۷:۱) یعنی پاک ہے وہ خدائے تعالیٰ جس نے شب اسپنے بندہ کو سیر کرائی۔

---

[1] حضرت ایوب علیہ السلام کا زمانہ اہل کتاب نے ۱۵۲۰ ق م تجویز کیا ہے۔ ابتلاء کے بعد وہ ۱۴ ہزار بھیڑوں ۶۰ ہزار اونٹوں ایک ہزار جوڑے بیل ایک ہزار گدھے کے مالک، سات بیٹوں تین بیٹیوں کے باپ تھے۔ ۱۴۰ سال عمر پائی۔

نبی کریم ﷺ کی صفت نماز میں حضور کا ذکر لفظ عبد سے کیا گیا:

أَرَءَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ ۝ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ ۝ یعنی کیا اس سرکش کو دیکھا کہ جب میرا عبد نماز پڑھتا ہے تو وہ روکتا ہے۔

وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ (۷۲:۱۹) یعنی جب اللہ کا عبد کھڑا ہو کر اسے پکارتا ہے۔

غالباً یہی راز ہے کہ نماز کو معراج المؤمنین کہا گیا ہے۔

(۳) ..... اللہ تعالیٰ حضرت ایوب علیہ السلام کی صفت میں فرماتا ہے: إِنَّهُ أَوَّابٌ ۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا تھا۔

ان کے رجوع الی اللہ کا واقعہ قرآن مجید میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے:

نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ ۝ (سورۂ ص)

یعنی اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا کہ مجھے شیطان دکھ اور تکلیف سے چھو گیا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ وہ دکھ اور تکلیف میں اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے اور یہ بھی ثابت ہے کہ وہ دعا میں حسن ادب کی پوری مراعات فرماتے تھے۔ دکھ درد وغیرہ کو ذات سبحانی کی طرف نسبت دینے سے اجتناب کرتے تھے۔

نبی کریم ﷺ کا زندگی کے ہر لمحہ میں رجوع الی اللہ فرمانا اس آیت سے واضح ہے۔

إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ۝

کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی، میری موت، اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام عالم کا پالنے والا ہے اس کا کوئی بھی شریک نہیں (لوگو!) مجھے ایسا ہی بتانے کا حکم ملا ہے اور میں سب سے پہلے اس حکم کے فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

حضرت زکریا علیہ السلام: ..... اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا:

ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا ۔ یہ تیرے پروردگار کی رحمت کا ذکر ہے جو اس نے اپنے بندے زکریا پر فرمائی۔

نبی کریم ﷺ کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا ۔ تیرے رب کی رحمت ہے اور اس کا فضل تجھ پر بڑا ہے۔

نیز فرمایا: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ ۔ ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنایا ہے۔

اس مقام میں نبی کریم ﷺ کا اسم مبارک "رحمت" رکھ دیا ہے۔ یعنی پیکر نورانی کو رحمت مشکل فرمایا ہے اور یہ غایت درجہ کا شرف ہے:

(۴) ..... اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا ذکر فرمایا ہے:

إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا ۔ اس نے نہایت پست آواز سے اپنے رب کو پکارا۔

یہ دعا قبول کی گئی تھی اور ان کو یحییٰ نامی فرزند کی بشارت دی گئی تھی اس سے زکریا علیہ السلام کی بڑی تعریف نکلتی ہے کہ باوجود فقدان اسباب ظاہریہ ان کی دعا کو قبول فرمایا گیا۔ نبی کریم ﷺ کے متعلق اللہ عزوجل فرماتا ہے

قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ۖ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا ۔ (۲:۱۴۴)

ہم نے تیرے چہرے کا آسمان کی طرف اٹھنا دیکھا ہم تجھے اس قبلہ کی طرف پھرا دیں گے جسے تو پسند کرتا ہے۔

اس آیت سے نبی کریم ﷺ کا نہایت شرف اور احترام ظاہر ہوتا ہے کہ جس امر کی جانب قلب اطہر میں میلان

اور وجہ انور میں تقلب ہی پیدا ہوتا ہے جسے ہنوز دل سے زبان پر نہیں لایا گیا۔ اسے اللہ تعالیٰ شرف قبولیت عطا فرماتا ہے۔ معاملہ اہم تھا، ہزاروں انبیاء کے تسلیم کردہ قبلہ کا تبدیل کرنا تھا۔ مگر باری تعالیٰ کو اپنے حبیب کی پسند اور میلان طبع کا پورا کرنا اس سے بھی زیادہ مقدم تھا۔ قبلہ بدل دیا گیا اور صاف طور پر فرمایا دیا گیا:

شَهِيدًا ۗ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّن يَنقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ۚ (البقرۃ:۱۴۳)

یعنی قبلہ کو جس پر تو ہے قبلہ اس لیے کیا گیا یہ کہ رسول کی پیروی کرنے والوں اور الٹے پھر جانے والوں کی ہم الگ الگ شناخت فرمائی کر دیں۔

یحییٰ علیہ السلام:..... یحییٰ علیہ السلام اپنے والد پیر ہرم زکریا علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہیں جو انہوں نے محراب مسجد میں مانگی تھی۔

نبی کریم ﷺ بھی اپنے بوڑھے باپ ابراہیم علیہ السلام (جو قوموں کے باپ ہیں) کی دعا کا نتیجہ ہیں جو انہوں نے تعمیر بیت اللہ کے وقت بہ شمولیت حضرت اسماعیل مانگی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَٰهِـۧمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَٰعِيلُ ۖ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿١٢٧﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۖ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٢٨﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ ... (البقرۃ:۱۲۹)

کہ جب ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کر رہے تھے تب وہ دعا کر رہے تھے ایک دعا کرتا اور دوسرا آمین کہتا تھا) کہ اے سمیع وعلیم اس عمارت کو قبول فرما اور اے ہمارے رب ہم دونوں کو اپنا فرماں بردار رکھ اور ہماری ذریت کو بھی فرماں بردار بنا اور اے تواب الرحیم ہم کو جملہ آداب عبادت سکھا اور ہماری فرمانبردار ذریت ہی میں سے ایک عظیم الشان رسول مبعوث فرما۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بابت فرماتا ہے:

مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ (۳:۳۹) ایک کلمہ کی جو اللہ کی جانب سے ہوگا تصدیق کرنے والا۔

قرآن پاک نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ من اللہ کہا ہے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ان کا مصدق بتایا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ یحییٰ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قدوم میمنت لزوم کی خبر لوگوں کو دی تھی اور اس کے فضائل سے لوگوں کو باخبر بنایا تھا۔ نبی ﷺ کا نام عزوجل نے مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ اپنے سے پہلوں کی تصدیق کرنے والا رکھا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تصدیق انبیاء کے کام کو زیادہ وسعت کے ساتھ سرانجام فرمایا ہے۔

الف.....	نبی کریم ﷺ نے بعض ایسے انبیاء کے اسمائے مبارکہ سے اطلاع دی اور ان کے حالات بیان فرمائے جن سے اہل کتاب بھی واقف نہ تھے۔ مثلاً ہود، صالح، شعیبؑ۔
ب.....	بعض انبیاء کی نبوت کی حضور ﷺ نے تصدیق فرمائی جن کی تکذیب اہل کتاب کرتے تھے۔ مثلاً حضرت سلیمانؑ کی تصدیق بمقابلہ یہود ونصاریٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق بہ مقابلہ یہود
ج.....	پھر اس سے بھی بڑھ کر ایک وسیع ترین اصول تمام دنیا کی آگاہی کے لیے ظاہر فرمایا جس سے دنیا کے لوگ بالکل بے خبر تھے۔

بنی اسرائیل کا دعویٰ تھا کہ بنی اسرائیل کے سوا اور کسی قوم کو نبوت عطا نہیں کی گئی۔ پارسیوں کا دعویٰ تھا کہ مہ آبادیوں وغیرہ کے سوا جو سب ایرانی نژاد تھے اور کسی قوم کو نبوت نہیں دی گئی یہی دعویٰ ہندوؤں کا تھا اور یہی دعویٰ چین والوں کا تھا اور یہی دعویٰ قدیم مصریوں کا تھا گویا ہر قوم اپنے دعویٰ میں دنیا کی تمام تر قوموں کو جھوٹا بتاتی تھی اور اس سے وہ منافرت اور جدائی پیدا ہوتی تھی جس نے قوموں کو قوموں سے اور ملکوں کو ملکوں سے الگ الگ کر رکھا تھا۔ نبی ہی نے مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ کا لقب حاصل کر کے اس عقدہ کو کھولا۔ اس راز کو آشکارا کیا اور مختلف آیات قرآنی کی تلاوت فرمائی جن میں مختلف الفاظ اور متنوع اسلوب کے اندر بتایا گیا:

وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ (۳۵:۲۴) کوئی امت نہیں مگر یہ اس میں نذیر ہوا ہے۔

وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (۱۳:۷) ہر قوم میں ایک ہادی ہوا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ (۱۴:۴) ہر رسول کو ہم نے اس کی قوم کی زبان میں بھیجا۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا (۱۶:۸۴) قیامت کے دن ہم ہر امت میں سے اپنا شہید (خدا کا گواہ) اٹھائیں گے

یہ پاک تعلیم جس قدر وسیع ہے اسی قدر قوموں میں محبت بڑھانے اور برادرانہ تعلقات مضبوط کرنے والی بھی ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سید بھی فرمایا ہے (آل عمران رکوع نمبر ۱۴) اور نبی کریم ﷺ کو بھی اس خطاب سے مخاطب کیا ہے۔ فرمایا: یٰس (پ ۲۲) اے سید۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے "حصور" بھی فرمایا ہے۔ نبی ﷺ بھی حصور تھے، حصور کے لغوی معنی حصر کردہ شدہ باز داشتہ ہیں جس سے مراد وہ بزرگوار ہوتا ہے جس کا محافظ خود رب العالمین ہو۔ چنانچہ نبی ﷺ کے متعلق فرمایا گیا ہے: وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ: اللہ تعالیٰ تیری حفاظت سب طرح کے لوگوں سے فرمائے گا۔

حصور کے معنی وہ شخص بھی کیے گئے ہیں جو باوجود قوت عورتوں کی جانب ملتفت نہ ہو جس شخص کو نبی ﷺ کی سیرت پر عبور ہے وہ جانتا ہے کہ ۲۵ سال کی عمر تک نبی ﷺ نے شادی نہ کی تھی اس عمر کے بعد شادی ہوئی بھی تو نبی ﷺ کی طلب اور شوق پر نہیں بلکہ خود منکوحہ کے اشتیاق و التجاء پر جس کی قبولیت اس لیے ہوئی کہ حضور کسی کے سوال کو رد نہ فرمایا کرتے تھے۔ پھر عالم سیرت کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ ۵۳ سال کی عمر تک صرف ایک ہی بیوی حضور کے گھر میں تھی۔ ۵۰ سال کی عمر تک صرف خدیجۃ الکبریٰ ؓ اور ۵۳ سال کی عمر تک صرف سودہ اور یہ دونوں جو یکے بعد دیگرے نکاح میں آئیں اس وقت اپنی جوانی کو پورا کر چکی تھیں۔ ایسی عورت سے مناکحت پر رضامند ہونا اور محصور رہنا صرف اسی کا کام ہے جسے اس جنس لطیف کی خصوصیات نفسیہ اپنی جانب ملتفت نہ کر سکتی ہوں ان کے بعد دیگر نکاح جس طرح ہوئے ان کا بیان ناظرین کو ہمارے مضمون امہات المؤمنین میں ملے گا جس سے واضح ہوگا کہ نبی کی خواہش کا ان میں کچھ دخل نہ تھا۔

ہاں! اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس ارشاد کو بھی پڑھو!: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّاتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ اللَّاتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً مُّؤْمِنَةً إِن وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَن يَسْتَنكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ (سورۂ احزاب)

ترجمہ:..... اے نبی! ہم نے تیرے لیے حلال کر دی ہیں:

① ..... تیری بیویاں جن کے مہر تو ادا کر چکا ہے۔ ② ..... اور وہ عورتیں جو اللہ کے دیے ہوئے فے میں سے تیرے داہنے ہاتھ لگیں۔ ③ ..... اور چچا کی بیٹیاں۔ ④ ..... اور تیری پھوپھیوں کی بیٹیاں۔ ⑤ ..... اور ماموں کی بیٹیاں۔ ⑥ ..... اور خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے تیرے ساتھ ہجرت کی ہو۔ ⑦ ..... اور وہ مؤمن عورت جو اپنا نفس نبی کو ہبہ کر دے۔ بشرطیکہ نبیؐ اس سے نکاح کا ارادہ بھی رکھتا ہو۔ یہ خالص تیرے لیے ہے اور مؤمنین کے لیے نہیں"۔

ان ہفت گانہ اقسام کی عورتوں میں سے مؤرخ کو نظر آئے گا کہ حضور ﷺ کے نکاح میں صرف پہلی اقسام ہی کی عورتیں ہیں۔ دیگر اقسام کی کوئی عورت نہیں۔

قسم دوم کے تحت میں ایک یا دو نام بیان کیے جایا کرتے ہیں مگر ان کی صحت میں بہت بحث ہے ممکن ہے کہ کوئی شخص حضرت زینب بنت جحش کے نام کو قسم چہارم کے تحت پیش کرے۔ ہم تسلیم کریں گے کہ یہ ام المؤمنین حضور کی پھوپھی زاد ہیں مگر ان کا شمار تو قسم اول میں ہو چکا ہے۔ غرض جس مقدس ہستی نے باوجود اجازت ربانی اور حلت قرآنی ان اقسام کی عورتوں کی جانب کبھی نظر التفات بھی نہ کی ہو اس کے حصور ہونے میں کیا کلام ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کو نبی بھی فرمایا گیا۔ نبی کریم ﷺ کو قرآن پاک میں گیارہ دفعہ یایھا النبی سے مخاطب کیا گیا ہے اور بائیس دفعہ حضور ﷺ کا ذکر باسم نبی فرمایا گیا ہے۔ یحییٰ علیہ السلام کو خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ فرمایا گیا ہے یعنی اے یحییٰ! کتاب کو قوت سے تھام۔ نبی ﷺ کی بابت فرمایا گیا ہے:

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (۶۲:۱) یعنی لوگوں کو کتاب اور حکمت سکھانے والا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شان میں ہے: حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا یعنی خدا کی جانب سے نرم خو نرم دل۔

نبی کریم ﷺ کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ (۳:۱۵۹)

کہ یہ خدا کی رحمت ہے کہ اس نے تجھے نرم بنایا اگر تو بدخو یا سخت دل ہوتا تو لوگ تیرے پاس سے بھاگا کرتے (اور استفاضہ سے محروم رہتے) پس آپ ان کی تقصیرات کو معاف کیا کریں اور ان کے لیے بخشش کی دعا کر دیا کریں۔

یحییٰ کو وَزَكٰوةً فرمایا گیا ہے یعنی وہ ستھرے اور پاکیزہ تھے۔ نبی ﷺ کی شان میں فرمایا گیا ہے:

وَيُزَكِّيْهِمْ (۲:۱۲۹) وہ لوگوں کو پاکیزہ بنانے والا ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی صفت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَكَانَ تَقِيًّا (۱۹:۱۳) وہ بہت تقویٰ والا ہے۔

نبی ﷺ کے دربار میں حاضر رہنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا (۴۸:۲۶)

کہ پھر خدا نے اپنے رسول پر اور مؤمنین پر سکینہ نازل فرمایا اور کلمہ تقویٰ کا لزوم مؤمنین کے ساتھ کر دیا اور یہ مؤمنین اس کلمہ کے سب سے زیادہ حق دار اور سب سے بڑھ کر اہل بھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کو بَرًّا بِوَالِدَيْهِ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والا فرمایا ہے۔

نبی کریم ﷺ تو یتیم تھے، ماں باپ سے سلوک کرنے کا حضور ﷺ کو موقع حاصل ہی نہ تھا۔

حضور ﷺ کی نبوت کے عہد مبارک میں ام ایمن رضی اللہ عنہا زندہ تھیں، یہ حبشن تھیں اور یہ لونڈی تھیں انہوں نے حضورؐ کو گود میں کھلایا تھا، نبی ﷺ ان کی نہایت عزت فرمایا کرتے ان کی ملاقات کے لیے ان کے گھر جایا کرتے اور امی بعد امی کے لقب سے ان کو یاد کیا کرتے ماں کے بعد یہی میری ماں ہے ان کے بیٹے اسامہ رضی اللہ عنہ کو ایک زانو پر ایک طرف اور حسن رضی اللہ عنہ کو ایک زانو پر ایک طرف لے کر بیٹھتے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور کے چچا تھے ان کو صِنْوُ اَبِیْ (باپ کا ہمسر) بتایا کرتے تھے۔ ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صفت نبی ﷺ میں کس قدر کامل تھی۔

حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام:..... حضرت مسیح علیہ السلام کی شان بلند انبیائے کرام کے زمرے میں نہایت نمایاں ہے۔

(۱)..... قرآن حکیم میں ہے کہ ان کی جدہ (نانی صاحبہ) نے انکی والدہ مریم صدیقہؓ کی پیدائش کے وقت یہ دعا کی تھی:

وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

کہ میں اس لڑکی اور اس کی نسل کو شیطان رجیم سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ (سورۂ آل عمران)

نبی کریم ﷺ کو بھی استعاذہ کے متعلق یہی تعلیم دی گئی تھی۔

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۝ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ۝

کہ اے پروردگار! میں وساوس شیطان سے تیری پناہ لیتا ہوں اور اے پروردگار! مجھے تیری ہی حفاظت درکار ہے اس بارے میں کہ شیطان میرے حضور میں آسکیں۔ (سورۂ مؤمنون)

(۲)..... فرقان حمید میں مریم وعیسیٰ سلام اللہ علیہما کی بابت ہے

وَاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ہم نے مریم اور ابن مریم علیہما السلام کے لیے ایک بلند جگہ میں ٹھکانا بنایا۔

یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد طفلی کے متعلق ہے اور ظاہر کرتی ہے کہ ان کی پرورش میں الٰہی سامان تھے نبی کریم ﷺ کی بابت حی القیوم فرماتا ہے۔

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى (۹۳:۶) ''تو دنیا میں یتیم ہو کر آیا تھا پھر خدا ہی نے تیرا ٹھکانا بنایا''۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہ تھا اور نبی ﷺ بھی پیدائش کے وقت بے پدر تھے خصانت پدری سے مجبوری میں ہر دو مقدسین یکساں حالت میں تھے۔

(۳)..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام کلام اللہ میں بیان کیا گیا ہے۔

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا (۱۹:۳۰) میں اللہ کا بندہ ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا۔

رسول اللہ ﷺ کی شان میں قادر ذوالجلال فرماتا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۝ قَيِّمًا (سورۂ کہف)

''حمد ہے اس اللہ کی جس نے اپنے عبد پر کتاب کو نازل کیا اور اس کتاب میں کوئی کجی نہ رہنے دی بلکہ اسے پائیدار صداقت بنایا

(۴)..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمودہ ہے جو کتاب اللہ میں ہے:

وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ (۱۹:۳۱) ترجمہ: مجھے مبارک بنایا جہاں کہیں بھی میں رہوں۔

نبی کریم ﷺ کی تعلیم اپنی امت کو اس مبارکی کے حاصل کرنے کے متعلق قرآن پاک میں یہ ہے۔

فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً (۲۴:۶۱)

ترجمہ: تب اپنے لوگوں پر سلام بھیجو تمہارے لیے اللہ کی جانب سے یہ مبارک طیب تحفہ ہے۔

(۵)..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان احکام کا ذکر کرتے ہیں جو ان کی شریعت میں واجب العمل تھے۔

وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا (۱۹:۳۱) یعنی خدا نے مجھے صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک زندہ رہوں۔

نبی کریم ﷺ کو معبود حقیقی کا فرمان ہے:

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ (۱۵:۹۹) یعنی موت آنے تک اپنے پروردگار کی عبادت کیے جا۔

(۶)..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں رب القدوس فرماتا ہے:

وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ (۲:۸۷) یعنی ہم نے روح القدس سے اس کی مدد دی۔

نبی کریم ﷺ کے حال میں معین المتین نے فرمایا:

وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا (۹:۴۰) یعنی ہم نے نبی کو ایسے لشکروں سے مدد دی جن کو انسانوں نے نہیں دیکھا۔

هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ (۸:۶۲) یعنی خدا نے تیری تائید اپنی نصرت سے کی۔

قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ (۱۶:۱۰۲)

یعنی کہہ دے کہ اس کلام ربانی کو روح القدس لے کر میرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ آیا ہے۔

(۷)..... قرآن حمید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا مدعا آیت ذیل کے اندر بیان کیا گیا ہے:

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (۶:۶۱)

ترجمہ: عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں میں توراۃ کی جو مجھ سے پہلے آئی ہے تصدیق کرتا ہوں اور میں اس رسول کی تم کو بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہوگا۔

مسیح علیہ السلام نے اپنی رسالت کے دو مقصد بیان کیے: (۱)..... تصدیق تورات (۲)..... اور بشارت احمد۔

ہم درج کریں گے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے ہر دو مقاصد کے متعلق کیا کیا:

الف: تصدیق توریت:..... حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا: نمبر ۱۷ ریہ خیال مت کرو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتاب کو منسوخ کرنے آیا ہوں میں منسوخ کرنے کو نہیں بلکہ پوری کرنے کو آیا ہوں نمبر ۱۸ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں، ایک لفظ یا شوشہ تورات کا ہرگز نہ مٹے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو (انجیل متی ۵ باب ۱۷ و ۱۸ ورس)۔

یہ کلام معجز نظام جس استحکام کے ساتھ فرمایا گیا ہے اس سے بخوبی ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے اپنی رسالت کے مقصد اولین کو بخوبی پورا فرمایا۔

ب:۔ بشارت اِسْمُهٗ اَحْمَدُ:... اس بشارت میں دولفظ زیادہ تر قابل تدبر ہیں:

اول..... : مِنْ بَعْدِیْ اس سے یہ ضروری ٹھہرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والا وہی شخص ہو جس کی بشارت حضرت عیسیٰ نے دی اور اس مبشر اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی تیسرا شخص جو رسول بھی ہو اور احمد نام بھی رکھتا ہو، حائل نہ ہو کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ایک وجہ التباس کی ہو سکتی تھی الفاظ آیات کا یہ مفہوم کچھ ہمارا ہی طبع زاد نہیں ہے بلکہ شفاء میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اور خصوصیات صغری میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اور انسان العیون میں ابن دحلان نے بیان کیا ہے کہ اسم پاک ''احمد'' ایسا نام ہے جو نبی ﷺ سے پیشتر کسی ایک انسان کا بھی نہیں رکھا گیا۔

دوم..... : قابل تدبر اِسْمُهٗ اَحْمَد کہ کیا فی الواقع نبی ﷺ کا نام احمد تھا۔ واضح ہو کہ نبی ﷺ کے ذاتی نام دو ہیں: احمد اور محمد۔ اسم پاک احمد حضور کی والدہ نے بشارت رؤیا کے موافق رکھا اور اسم پاک محمد حضور ﷺ کے دادا نے رکھا۔ ان دونوں اسموں کا مادہ ایک ہی ہے یعنی دونوں اسم مبارک حمد سے بنتے ہیں۔ اسم پاک احمد ''حمد'' سے اَفْعَلُ التَّفْضِیل ہے اور اسم پاک محمد حمد سے مفعل کے وزن پر ہے۔ امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب جلاء الافہام میں تحریر کیا ہے کہ علماء کے ایک گروہ کا قول ہے۔ انہی میں ابوالقاسم سہیلیؒ وغیرہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا اسم مبارک احمد پہلے رکھا گیا اور اسم مبارک محمد ﷺ بعد میں رکھا گیا اور یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی بشارت میں حضور کا اسم مبارک احمد واقع ہوا ہے۔[1] اس ثبوت میں کہ احمد حضور کا اسم مبارک ہے، ہم دلائل پیش کریں گے۔

احادیث

① .....امام ابن سعد نے طبقات الکبیر میں روایت کی ہے:

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیٍّ قَالَ اُمِرَتْ اٰمِنَةُ وَهِیَ حَامِلَةٌ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنْ تُسَمِّیَهٗ اَحْمَدَ۔

امام باقرؒ فرماتے ہیں کہ جب آمنہ کے شکم مبارک میں نبی علیہ السلام تھے اس وقت آمنہ کو حکم ہوا تھا کہ وہ بچہ کا نام احمد رکھیں

② .....امام ابن سعد نے طبقات الکبیر میں بروایت مرفوع بیان کیا ہے:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ یَعْنِی ابْنِ الْحَنَفِیَّةِ اَنَّهٗ سَمِعَ عَلِیَّ ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم سُمِّیْتُ اَحْمَدُ ۔

ترجمہ:..... محمد ابن حنفیہ کہتے ہیں: میں نے اپنے باپ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میرا نام احمد رکھا گیا تھا۔

③ .....خصائص الکبری میں بیہقی کی روایت مندرج ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ الْجَارُوْدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ فَاَسْلَمَ وَقَالَ وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَقَدْ وَجَدْتُ وَصْفَكَ فِی الْاِنْجِیْلِ وَلَقَدْ بَشَّرَبِكَ ابْنُ الْبَتُوْلِ۔

---

[1] یہ یاد رکھنا چاہیے کہ نبی ﷺ کو حمد سے مناسبت خاص ہے۔ حضور کا اسم مبارک احمد و محمد ہے۔ حضور ﷺ کے مقام شفاعت کا نام مقام محمود ہے۔ حضور ﷺ کے ہاتھ میں میدان محشر میں جو جھنڈا ہوگا اس کا نام ''لواء الحمد'' ہے اور حضور ﷺ کی امت کا نام ''حمادون'' ہے اور حضور پر نازل شدہ کتاب کا ''الحمد للہ'' سے آغاز ہوتا ہے۔

ترجمہ:..... ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جارود بن عبداللہ جو ملک یمن کے سب سے بڑے عالم عیسائی تھے آئے اور اسلام لائے تھے اور انہوں نے کہا کہ اس خدا کی قسم ہے جس نے حضور کو حق کے ساتھ مبعوث کیا کہ میں نے آپ کا وصف انجیل میں دیکھا ہے اور بتول کے فرزند عیسیٰ نے آپ ہی کی بشارت دی ہے۔

(۴)..... امام ابن سعد نے طبقات الکبیر میں روایت کی ہے:

عن سهل مولى عثيمة انه كان نَصْرَانِيًّا مِنْ اَهْلِ مريس وكان يقراء الانجيلَ فَذَكَرَ صِفَةَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم فِي الْاِنْجِيْلِ وهو من ذرّيةِ اسمٰعيل اسمُهٗ اَحْمَدُ۔

حضرت سہل مولیٰ عثیمہ کہتے ہیں کہ اہل مریس کے اندر ایک نصرانی تھا جو انجیل پڑھا کرتا تھا۔ اس نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ کی صفت انجیل[1] میں درج ہے وہ اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہوں گے اور ان کا نام احمد ہوگا"۔

(۵)..... صحیح مسلم میں بروایت جبیر بن مطعمؓ عن ابیہ ہے:

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِيْ اَسْمَآءً اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِي الَّذِيْ مَحَا اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِيْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمِيْ وَاَنَا الْعَاقِبُ الَّذِيْ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ۔

ترجمہ:..... کہا نبی ﷺ نے فرمایا: میرے کئی نام ہیں میں محمد ہوں میں احمد ہوں میں ماحی ہوں کہ خدا تعالیٰ نے میرے ذریعے سے کفر کو محو کیا میں حاشر ہوں کہ سب لوگ میرے قدم پر قیامت کو اٹھیں گے۔ میں عاقب ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں

(۶)..... یہی حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے:

صحیحین کی حدیث پر غور کرنا چاہیے کہ نبی ﷺ نے پانچ نام بتائے۔ ان میں سے دو اسم "محمد و احمد" کے نام نہیں بتائے اور تین اسماء "ماحی و حاشر و عاقب" کے معنی بتائے ہیں، اس لیے صاف ثابت ہو گیا کہ "محمد و احمد" حضور کے ذاتی نام ہیں، اگر ان میں سے کوئی ایک نام بھی وصفی ہوتا تو اس کے معنی بھی اسی طرح بیان فرما دیتے جیسا کہ اسم نمبر ۳ نمبر ۴ نمبر ۵ کے معنی بتائے تھے۔

دوم اشعار:..... آئمہ تاریخ کے نزدیک مسلمہ اشعار عرب کی شہادت کسی واقعہ کے متعلق ایسی ہی یقینی ہے جیسا کہ آئمہ لغت کے نزدیک کسی لفظ کے استعمال کے لیے اشعار قدماء کی شہادت قطعی ہوتی ہے۔

الف: اشعار قبل از ولادت نبوی ﷺ:..... تبع جس کا نام قرآن مجید میں بھی آیا ہے یمن کے بادشاہوں میں سے تھا اس نے یثرب پہنچ کر اوس اور خزرج و یہود سے جنگ کی تھی۔ اہل یثرب دن کو لڑتے اور رات کو تبع کی مہمانی کرتے تین شب اسی طرح گزر گئیں تبع شرمندہ ہوا اور اس نے صلح کی درخواست کر دی۔ معاہدہ صلح کے طے کرنے کی غرض سے احبحہ بن الحلاج اوسی اور بنیامین قرظی[2] مامور ہوئے۔ احبحہ نے تبع سے عرض کیا کہ ہم تو آپ ہی کی قوم میں سے ہیں۔[3] ہم سے کیوں جنگ کی گئی۔ بنیامین یہودی نے کہا کہ آپ اس شہر کو فتح بھی نہیں کر سکتے

---

[1] یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اکثر علماء فقط تورات کو اور بعض فقط انجیل کو مجموعہ بائبل کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔

[2] بنو قریظہ سے قرظی کہلاتے ہیں۔

[3] اوس و خزرج کا نسب اہل یمن سے ملتا ہے، یہ سیل ارم کے بعد مدینہ میں آ گئے تھے۔

تبع نے کہا کیوں۔ کہا یہ شہر ایک نبی کی فرودگاہ ہے جو قریش میں سے ہوگا۔ تبع نے اس پر یہ شعر پڑھا:

اَلْقٰی اِلَیَّ نَصِیْحَۃً کَیْ اَزْدُجَر عَنْ قَرْیَۃٍ مَحْجُوْرَۃٍ بِمُحَمَّد

اس نے مجھے نصیحت کی کہ میں اس آبادی سے ہٹ جاؤں جو محمد کی وجہ سے محفوظ رکھی گئی ہے۔ پھر یہ اشعار تصنیف کیے:

شَہِدْتُّ عَلٰی اَحْمَدَ اَنَّہٗ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ بَارِیِ النَّسَمِ

فَلَوْ مَدَّ عُمْرِیْ اِلٰی عُمْرِہٖ لَکُنْتُ وَزِیْرًا لَّہٗ وَ ابْنَ عَمّ

ترجمہ:..... میں شہادت دیتا ہوں کہ احمد (ﷺ) اس اللہ کے رسول ہیں جو جان آفرین ہے اگر میری عمر اس کی عمر تک لمبی ہو تو میں ضرور اس کا وزیر اور ابن عم بنوں گا۔

تلمسانی کا قول ہے کہ اشعار بالا بطور تواتر ثابت ہوئے ہیں۔[1]

(۳)..... قس بن ساعدہ نجران کا اسقف اور حکمائے عرب میں سے تھا اس کے اشعار ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَخْلُقِ الْخَلْقَ عَبَثْ

اَرْسَلَ فِیْنَا اَحْمَدًا خَیْرَ نَبِیٍّ قَدْ بَعَثْ

لَمْ نُجِبْنَا مِنْہُ سَدًی مَنْ بَعْدُ عَیْشٍ وَاکْتَرَثْ

صَلّٰی عَلَیْہِ اللّٰہُ مَا حَجَّ لَہٗ رَکْبٌ وَ حَثّ

ب..... اشعار جو نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں لکھے گئے۔

(۱)..... حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ المؤید بروح القدس، نبی کریم ﷺ کی نعت میں فرماتے ہیں:

مَتٰی یَبْدُ فِی اللَّیْلِ الْبَہِیْمِ جَبِیْنُہٗ یَلُحْ مِثْلَ مِصْبَاحِ الدُّجٰی الْمُتَوَقِّدِ

فَمَنْ کَانَ اَوْمَنْ قَدْ یَکُوْنُ کَاَحْمَدَ نِظَامٌ لِحَقٍّ اَوْ نَکَالًا لِمُلْحِدِ

ترجمہ:..... ”جب شب تاریک میں اس کی پیشانی نمایاں ہوتی ہے تو روشن چراغ کی طرح چمکا کرتی ہے“ حق کو استحکام دینے اور ملحد کو ذلیل بنانے میں احمد جیسا نہ کوئی تھا اور نہ آئندہ کوئی ہوگا۔

یہ اشعار دیوان حسان رضی اللہ عنہ میں موجود ہیں اور ان پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شہادت امام ابن عبدالبر کی کتاب الاستیعاب میں موجود ہے وہ لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان اشعار کو پڑھا اور فرمایا:

کَانَ وَاللّٰہِ کَمَا قَالَ فِیْہِ شَاعِرُہٗ۔ بخدا نبی ﷺ ایسے ہی تھے جیسا کہ آپ کے شاعر نے ان ابیات میں کہا ہے۔

(۲)..... کعب بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ بھی حضور ﷺ کے شعرائے خاص میں سے تھے حضرت کعب ان تین بزرگواروں میں سے ہیں جن کی توبہ قبول کیے جانے کا ذکر قرآن پاک میں ہے وہ غزوۂ احد کے متعلق فرماتے ہیں:

غَدَاۃَ اَجَابَتْ یَاْسِیَافِیْہَا جَمِیْعًا بَنُوا الْاَوْسِ وَالْخَزْرَجِ

وَ اَشْیَاعُ اَحْمَدٍ اِذْ شَایَعُوْا عَلَی الْحَقِّ ذِی النُّوْرِ وَالْمَنْہَجِ

ترجمہ:..... صبح کے وقت تمام بنو اوس و خزرج نے اپنی اپنی تلواروں کو سنبھال کر حضور کے حکم کی تعمیل کی۔ اشیاع احمد

---

[1] اگر تلمسانی کا یہ فقرہ اس روایت میں نہ ہوتا تو میں ان اشعار کے درج کرنے کی ضرورت نہ سمجھتا۔

(مہاجرین) نے بھی ایسا ہی کیا وہ سب نبیؐ کے ساتھ حق پر چلتے ہیں۔

(۲)..... کعب بن مالک رضی اللہ عنہ واقعہ خیبر کے متعلق فرماتے ہیں:

وَ نَحْنُ وَرَدْنَا خَيْبَرًا وَّ فُرُوْضُهٗ ۔۔۔ بِكُلِّ فَتًى عَارِى الْاَشَاجِعِ نَدْوَدِ

يَرَى الْقَتْلَ مَجْدًا اِنْ اَصَابَ شَهَادَةً ۔۔۔ مِنَ اللّٰهِ يَرْجُوْهَا وَ فَوْزًا بِاَحْمَدِ

ترجمہ:..... "ہم خیبر اور اس کے قلعوں تک پہنچے ہمارا ہر جوان پھرتیلا اور عمدہ بچاؤ سے لڑنے والا"۔ ہم میں سے ہر ایک یہ سمجھتا تھا کہ اگر شہادت ملی تو ایسا مرنا خدا کے ہاں سے فضیلت اور احمد کی خوشنودی حاصل کرنے کا سبب ہوگا۔

ج..... اشعار جو نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پڑھے۔

(۱)..... حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ایک لمبے قصیدہ میں فرماتے ہیں:

اَطَالَتْ وَقُوْفًا تَذْرُفُ الْعَيْنُ جُهْدَهَا ۔۔۔ عَلٰى طَلَلِ الَّذِىْ فِيْهِ اَحْمَدُ

فَبُوْرِكْتَ يَا قَبْرَ الرَّسُوْلِ وَ بُوْرِكْتَ ۔۔۔ بِلَادٌ ثَوٰى فِيْهِ الرَّشِيْدُ الْمُسَدَّدُ

ترجمہ:..... آنکھ پوری طاقت سے بہہ رہی ہے اور میں اس قبر کے ڈھیر پر دیر سے کھڑا ہوا ہوں جس کے اندر احمدؐ ہیں۔ اے قبر رسول تو مبارک ہے اور اے عرب تو مبارک ہے کہ تیرے اندر نبی کی (جو رشید المسدد ہیں) خواب گاہ ہے۔

(۲)..... خاتم الخلفاء علی المرتضیٰؓ کو جب خوارج نے کہا کہ وہ ان کے سامنے اپنے ایمان کی تجدید کریں اور از سر نو داخل فی الاسلام ہوں تو انہوں نے زبان مبارک سے یہ شعر پڑھے تھے:

يَا شَاهِدَ الْخَيْرِ عَلَيَّ فَاشْهَدْ ۔۔۔ اَنِّىْ عَلٰى دِيْنِ النَّبِيِّ اَحْمَدِ

مَنْ شَكَّ فِى اللّٰهِ فَاِنِّىْ مُهْتَدِىْ [ماخوذ از کتاب الکامل لابو العباس المبرد]

ترجمہ:..... اے خدا لگتی بات کہنے والے تو گواہ رہنا کہ میں نبی احمدؐ کے دین پر ہوں اللہ کے بارے میں اور کوئی شک پر ہو تو ہو میں تو ہدایت یافتہ ہوں۔

(۳)..... جگر گوشہ رسول حضرت فاطمہؓ کے اشعار اپنے والد احمد مصطفیٰ ﷺ کی وفات پر ہیں:

صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّهَا ۔۔۔ صُبَّتْ عَلَى الْاَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا

هَا ذَا عَلٰى مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ اَحْمَدٍ ۔۔۔ اَنْ لَّا يَشُمَّ مُدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا

ترجمہ:..... مجھ پر ایسی مصیبتیں پڑی ہیں کہ اگر دن پر آ پڑتیں، تو رات بن جاتا جو کوئی قبر احمد ﷺ سونگھ لے اس پر کیا واجب ہے۔ یہ واجب ہے کہ وہ مدت العمر خوشبو نہ سونگھے۔

ان جملہ حوالہ جات سے ہمارا مقصود باقتضائے مقام یہ ہے کہ نبی ﷺ کا اسم مبارک احمد حضورؐ کی ولادت سے پہلے اور حیات کے اندر اور ارتحال کے بعد یعنی ہر زمانہ ہی میں مسلم و محقق رہا ہے قبل از ولادت یہی پاک نام عرب، یمن، نجران اور شام کے یہودیوں اور عیسائیوں میں معروف تھا اور ہر فرقہ اپنی فتح و نصرت کو حضورؐ کی تشریف آوری و رونق افروزی عالم پر منحصر سمجھتا تھا۔ حضور ﷺ کی حیات و ممات میں حضور ﷺ کے شاعران خاص اور ذوی القربیٰ حضور ﷺ کو اس نام سے یاد کیا کرتے تھے۔ ہم نے بیان کیا ہے کہ حضورؐ کی ولادت سے پیشتر

عرب میں یا کسی دیگر ملک میں جہاں زبان عربی متداول تھی کسی شخص کا نام احمد نہیں رکھا گیا۔ یعنی قدرت الٰہیہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام والی بشارت کو جو بحق نبی کریم ﷺ تھی۔ پونے چھ سو سال تک اس قدر محفوظ کیا کہ اس عرصہ میں کوئی بھی اس نام سے موسوم نہیں کیا گیا۔ اب اسی دلیل کی تذئیل میں ہم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے بعد اسم ہمایوں و گرامی کا امت محمدیہ میں بطور تیمن و تبرک کس قدر زیادہ استعمال ہوا۔ کیونکہ حضور کے بعد مِنۡ بَعۡدِیۡ کی شرط اٹھ چکی تھی اور التباس کا مظنہ جاتا رہا تھا۔ اب صرف حصول یمن و برکت مقصد رہ گیا تھا۔ اس لیے قدرت الٰہیہ نے جیسا کہ نبی ﷺ کی ولادت سے پیشتر اس امر کی صیانت و حفاظت فرمائی تھی کہ مبشر اصلی اور موعود حقیقی کے سوا اور کوئی شخص بھی اس اسم سے برائے نام بھی موسوم نہ ہو۔ اسی طرح رحمت ربانی کا اقتضاء یہ ہوا کہ حضور کے بعد اس اسم سامی کی خوب اشاعت ہو اور ہر موسوم شخص گویا اپنے نام ہی سے یہ ثابت کرتا رہے کہ اس اسم کا مبشر دنیا میں آچکا ہے اور بشارت عیسیٰ علیہ السلام مسیح کی صداقت دنیا پر آشکارا ہو چکی ہے۔

پس میں چاہتا ہوں کہ ایک فہرست ایسے علمائے محدثین و مفسرین و فقہا و علما و شاہان و امراء کی پیش کروں جو اسم احمد سے اسلام میں موسوم ہوئے تھے۔ اگر ایسے اسماء کا بالاستیعاب استقصاء کیا جاتا تو ایک جلد درکار ہوتی مگر اس جگہ اسم مبارک احمد کے اعداد ۵۳ ر کے مطابق نام تحریر کیے جاتے ہیں۔

ائمہ محدثین..... [۱۰]

(۱) ..... احمد بن محمد بن حنبل (ابو عبداللہ) امام اہل السنۃ والجماعت یکے از ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم

(۲) ..... احمد بن الحسین بن علی بن عبداللہ بن موسیٰ الحافظ الکبیر ابو بکر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ

(۳) ..... احمد بن علی بن شعیب بن علی بن سنان (ابو عبدالرحمن امام نسائی) رحمۃ اللہ علیہ

(۴) ..... احمد بن محمد بن ابراہیم النیشاپوری المفسر المشہور ابو اسحاق الثعلبی رحمۃ اللہ علیہ

(۵) ..... احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق الاصبہانی (الحافظ ابو نعیم) رحمۃ اللہ علیہ

(۶) ..... احمد بن یحیی بن اسحاق الراوندی (ابو الحسین) رحمۃ اللہ علیہ

(۷) ..... احمد بن علی بن ثابت بن احمد الحافظ ابو بکر المعروف بالخطیب البغدادی رحمۃ اللہ علیہ

(۸) ..... احمد بن محمد بن احمد محمد سلعۃ الاصبہانی (الحافظ ابو طاہر) رحمۃ اللہ علیہ

(۹) ..... احمد بن الحسین بن یحیی بن سعید الہمدانی ابو الفضل الحافظ معروف بدیع الزمانی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۰) ..... احمد بن عبدالحلیم بن عبداللہ بن ابی القاسم الحرانی دمشقی۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ۔ ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ

فقہائے محققین..... [۱۹]

(۱۱) ..... احمد بن عمرو بن شریح ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ

(۱۲) ..... احمد بن ابی احمد المعروف بابن القاص (الطبری الفقیہ ابو العباس) رحمۃ اللہ علیہ

(۱۳) ..... احمد بن عامر بن بشیر بن حامد المروزی القاضی ابو حامد رحمۃ اللہ علیہ

(۱۳) ..... احمد بن محمد بن احمد المعروف بابن القطان ابو البغدادی (ابو الحسین) رحمۃ اللہ علیہ
(۱۵) ..... احمد بن محمد بن سلام بن عبد الملک (الازدی الطحاوی (ابو جعفر) رحمۃ اللہ علیہ
(۱۶) ..... احمد بن ابی طاہر محمد بن الاسفرائینی (الشیخ ابو حامد) رحمۃ اللہ علیہ
(۱۷) ..... احمد بن محمد بن احمد بن القاسم الضبی المحاملی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۸) ..... احمد بن محمد بن جعفر ابو الحسین معروف (قدوری) رحمۃ اللہ علیہ
(۱۹) ..... احمد بن ابی ابو داؤد فرح بن جریر الایادی القاضی (ابو عبد اللہ) رحمۃ اللہ علیہ
(۲۰) ..... احمد بن محمد بن عبد الرحمن الہروی القاشانی (ابو عبید) رحمۃ اللہ علیہ
(۲۱) ..... احمد بن علی بن محمد الوکیل ابو الفتح المعروف بابن برہان رحمۃ اللہ علیہ
(۲۲) ..... احمد بن محمد بن المظفر الحوانی (ابو المظفر) رحمۃ اللہ علیہ
(۲۳) ..... احمد بن موسی بن یونس بن محمد الارملی (ابو الفضل شرف الدین) رحمۃ اللہ علیہ
(۲۴) ..... احمد بن محمد بن ابو الفضل المعروف بابن الخازن ابو الفضل رحمۃ اللہ علیہ
(۲۵) ..... احمد بن فارس بن زکریا بن محمد الرازی ابو الحسین رحمۃ اللہ علیہ
(۲۶) ..... احمد بن محمد الحسین ابو بکر ناصح الدین رحمۃ اللہ علیہ
(۲۷) ..... احمد بن منیر بن احمد الطرابلسی (ابو الحسین مہذب الدین) رحمۃ اللہ علیہ
(۲۸) ..... احمد بن علی بن ابراہیم الغسانی الاسواتی (القاضی الرشید) رحمۃ اللہ علیہ
(۲۹) ..... احمد بن عبد الغنی بن احمد اللخمی المالکی (ابو العباس) رحمۃ اللہ علیہ

عرفائے کاملین ..... [۴]

(۳۰) ..... احمد بن محمد بن احمد الطوسی الغزالی (ابو الفتوح، برادر امام غزالی) رحمۃ اللہ علیہ
(۳۱) ..... احمد سرہندی الشیخ الامام المجدد الف ثانی، فاروقی رحمۃ اللہ علیہ
(۳۲) ..... احمد المدعو بہ شاہ ولی اللہ المحدث بن شاہ عبد الرحیم الفقیہ الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ
(۳۳) ..... احمد بریلوی السید الامام المجاہد فی سبیل اللہ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ اللہ علیہ

وزراء و امراء ..... [۶]

(۳۴) ..... احمد بن محمد بن عبد الکریم بن سہل الکاتب ابو العباس صاحب کتاب الخراج رحمۃ اللہ علیہ
(۳۵) ..... احمد بن عبد اللہ بن سلیمان التنوخی (ابو الجلاء الموی) رحمۃ اللہ علیہ
(۳۶) ..... احمد بن عبد الملک الاشجعی الاندلسی ذی الوزارتین الاعلی رحمۃ اللہ علیہ
(۳۰) ..... احمد بن ہارون الرشید بن المہدی الہاشمی (ابو العباس) رحمۃ اللہ علیہ
(۳۱) ..... احمد بن طولون صاحب دیار مصریہ (ابو العباس) رحمۃ اللہ علیہ

(۳۹) ..... احمد بن المستنصع بن الظاہر (ابوالقاسم) رحمۃ اللہ علیہ

شعراء وادباء..... [۱۲]

(۴۰) ..... احمد بن الحسین بن الحسین بن عبدالصمد الجعفی الکوفی، ابوالطیب المتنبی رحمۃ اللہ علیہ

(۴۱) ..... احمد بن محمد الداری المصفی لمعروف بالنامی (ابوالعباس) رحمۃ اللہ علیہ

(۴۲) ..... احمد بن محمد بن اسماعیل بن ابراہیم طباطبا رحمۃ اللہ علیہ

(۴۳) ..... احمد بن محمد الانطاکی (ابوحامد الشاعر) رحمۃ اللہ علیہ

(۴۴) ..... احمد بن محمد بن العاصی بن محمد الاندلسی (ابوعمرو) رحمۃ اللہ علیہ

(۴۵) ..... احمد بن محمد جعفر بن موسیٰ برمکی الندیم رحمۃ اللہ علیہ

(۴۶) ..... احمد بن عبداللہ بن احمد بن غالب المخزومی اندلسی القرطبی (ابوالولید) رحمۃ اللہ علیہ

(۴۷) ..... احمد بن محمد الخولانی الاندلسی المعروف بابن الآبار رحمۃ اللہ علیہ

(۴۸) ..... احمد بن یوسف السلیکی (ابونصر) رحمۃ اللہ علیہ

(۴۹) ..... احمد بن محمد بن علی الثعلبی الدمشقی (ابوعبداللہ) رحمۃ اللہ علیہ

(۵۰) ..... احمد بن محمد بن احمد المیدانی النیشاپوری (ابوالفضل) رحمۃ اللہ علیہ

(۵۱) ..... احمد بن عبداللہ بن احمد اللخمی القاسمی (ابوالعباس) رحمۃ اللہ علیہ

نحویین..... [۲]

(۵۲) ..... احمد بن محمد بن اسماعیل بن یونس المرادی المصری ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ

(۵۳) ..... احمد بن بکر بن بقیۃ العبدی ابوطالب رحمۃ اللہ علیہ

یہاں تک جو کچھ مذکور ہوا فضیلت خاتم النبیین کا بیان مرسلین رب العالمین کے فضائل کے ساتھ ساتھ تھا۔ مگر حضور ﷺ کی نعوت عالیہ اور محامدِ متکاثرہ ایسے بھی ہیں جن میں حضور ﷺ بالکل منفرد ہیں ان کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کی جلد سوم میں ہوگا۔ خاتمہ باب سے پیشتر اس جگہ ایک مختصر سا مضمون جو ایک آیت مبارکہ کے تحت میں لکھا گیا ہے درج کر دیتا ہوں۔ امید ہے کہ محبان صادق و متبعین مخلص اسے بھی باب ہذا سے متناسب پائیں گے۔ اللہ جل وعلا نبی کریم ﷺ کو یوں مخاطب فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝ (احزاب)

''شَاهِدًا'' قرآن مجید میں نبی ﷺ کو شاہد بھی فرمایا گیا ہے اور شہید بھی مندرجہ ذیل آیات پر غور کرو۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ — اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝

وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ (۲۲:۷۸) — وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۔

وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۝

شہادت امر کے واقع کو بیان کرنا اور دوسرے شخص کو اپنے بیان کے ذریعے سے اس امر کا باور کرانا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی شہادت جسے حضور ﷺ نے ادا کیا اور جسے ادا فرما کر لوگوں کو تیقن کے درجہ تک پہنچایا۔ امور ذیل کے متعلق تھی۔ ہستی باری تعالیٰ تقدیس ذات وتنزیہ صفات سلسلہ وحی وجود نبوت اعمال کا جزاء وسزا سے تعلق، جزا وسزا کی حقیقت، وجود عالم، معاد، عالم ارواح، علوم مابعد الطبیعہ، ان امور کو جس وضاحت اور کمال علم اور روشن دلائل اور براہین قاطعہ سے نبی ﷺ نے بیان فرمایا اور پھر اپنے گفتار وکردار سے اس صداقت کے تیقن کو ملحدوں اور دہریوں منکروں اور مادہ پرستوں کے قلوب میں مستحکم فرمایا یہ حضور ہی کا حصہ تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ قدرت الٰہیہ اور حکومت ربانیہ نے نبی ﷺ کو دنیا کے سامنے بطور اپنے گواہ کے پیش کیا ہے۔ یہ ایک ثانوی حقیقت ہے کہ گواہوں کی قلت یا کثرت کسی معاملہ کے ثبوت ونفی پر ذرا موثر نہیں بلکہ شہادت کو قوت دینے اور صداقت کے درجہ تک پہنچانے والی جو شے ہے وہ شاہد کی ثقاہت اعتبار اور راست بازی ہے۔ نبی ﷺ کی راست بازی اور اعتبار کی یہ حد تھی کہ جب کفار نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ تم نے کیوں کر محمد کو رسول خدا تسلیم کر لیا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ ہونٹ جھوٹ بولنے والے کے نہیں۔ ہرقل نے ابوسفیان کے جواب میں کہ جس شخص نے کبھی کسی مخلوق پر جھوٹ نہیں بولا۔ ناممکن ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے لگے۔ ابوجہل جیسے الدالخصام نے کہا تھا کہ محمد ﷺ، میں تجھے جھوٹا نہیں سمجھتا مگر تیری تعلیم پر میرا دل ہی نہیں جمتا۔

صداقت اور اعتبار ہو تو ایسا ہو کہ خواہ کوئی شہادت کو قبول کرتا ہے یا نہیں لیکن شہادت دہندہ کی ثقاہت کے خلاف ایک حرف بھی زبان سے نہیں نکالتا یا بقول ابوسفیان نہیں نکال سکتا، بلکہ ہر شخص دل میں سمجھ گیا ہے کہ اس کے خلاف لب کشائی کرنا اپنی ہنسی کرانا اور خود کو ذلیل کرنا ہے۔ حضور نے اس شہادت کو دشت وجبل میں آشکارا کیا۔ بیابان اور شہروں کے سمع اور قلب تک پہنچایا اشھدان لا الہ الا اللہ کے نعرہ سے فضائے ارض وسماء کو بھر دیا اور سننے والوں کے دل ودماغ کو شک وانکار اور تذبذب وگمان کے ہوائے فاسد سے خالی کر دیا اللہ اکبر! شاہد کس زبردست شہادت سے اٹھا ہے۔ جس کے منہ سے نکلتے ہی وہی کلمہ شہادت ہر ایک کی زبان پر رواں ہے اور کیا عجمی کیا عربی کیا شرقی کیا غربی ہر ایک اسی شہادت کا کلمہ خواں ہے۔ شاہد خاموش نہیں ہو جاتا جب تک ہزار دو ہزار اور شمار در شمار بندوں کو وَتَكُونُوا شُهَدَآءَ علی الناس کے فرض پر آمادہ نہیں کر لیتا اور اسود واحمر اور عبید وملوک کو كُونُوا قَوَّامِينَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ کے وجوب امری کا پابند نہیں ٹھہرا دیتا۔ شاہد کی صداقت پر لاکھوں شاہد غیبی موجود ہو گئے ہیں۔ ملکوں اور قوموں، جزیروں اور وادیوں نے اس کی شہادت سے ایقان حاصل کر لیا ہے۔ تب شاہد اس داوری گاہ سے عزم رحلت فرماتا ہے اور چلتے وقت بھی ان سب کو یہ سنا دیتا ہے:

"اَنْتُمْ تُسَاَلُوْنَ عَنِّیْ فَمَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ ؟ قَالُوْا بَلَّغْتَ وَاَدَّیْتَ وَنَصَحْتَ۔ فَقَالَ بِاُصْبُعِهٖ یَرْفَعُهَا اِلَی السَّمَآءِ وَ یَنْكُتُهَا اِلَی النَّاسِ' اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ' اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ' اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ"

ترجمہ:..... وہ پوچھتا ہے کہ لوگو، وہ قاضی جہاں رب زمین وزماں جب دریافت فرمائے گا کہ میں نے اپنی شہادت کو کیوں کر ادا کیا۔ تو آپ کیا بتائیں گے سب کے سب متفق اللفظ بول اٹھتے ہیں اجی حضور نے تو جتنا کچھ فرمایا، اسے خوب

ہی فرمایا، حضور ﷺ نے تبلیغ وتفہیم کا حق ادا کر دیا، حضور ﷺ نے تو اپنی شہادت سے معاملہ کا کھوٹا کھرا پن الگ الگ کر کے دکھا دیا۔ شاہد آسمان کی جانب انگشت شہادت اٹھاتا پھر لوگوں کی طرف جھکاتا اور اپنے بھیجنے والے سے مخاطب ہو کر عرض کرتا ہے الٰہی میری شہادت کو سن لے میری گواہی کا تو خود گواہ رہنا۔ ان لوگوں کے بیان کو محفوظ فرما لینا۔

ایسے شاہد پر دل و جان خود بخود قربان ہوتے ہیں جو داوری گاہ عالم میں شہادت کے لیے اکیلا آیا اور لاکھوں لوگوں کو گواہ بنا گیا۔ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو شاہد اور شہید فرما کر حضور کی بہترین خوبی سے دنیا کو آگاہ فرمایا ہے۔ دوسری صفت حضور ﷺ کی۔

''مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا''..... فرمائی گئی ہے تمام قرآن مجید پر نظر ڈال جایئے کسی نبی کی نسبت: و علی نبینا الصلوۃ والسلام بشیر و نذیر دونوں لفظ وارد نہیں ہوئے۔ نبی ﷺ کی شان میں مبشر و منذر کے لفظ بھی ہیں اور بشیر و نذیر بھی اور چونکہ یہ فضیلت جامعیت نبی کریم ﷺ ہی کی ذات مبارک میں پائی گئی ہے۔ اس لیے یہ اوصاف حضور ﷺ کے علو مرتبت نبوت کا اظہار کرنے میں خاص ہیں۔

بشارت کے متعلق دیکھیے کہ کہیں تو مؤمنین کو اس امر کی بشارت دی گئی ہے کہ

بِأَنَّ لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا (۳۳:۴۷) مؤمنین کو بشارت سنا دیجیے کہ ان کے لیے اللہ کی طرف بہت بڑا فضل ہے۔

دوسری جگہ فرمایا: لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ کہ ان کے لیے دنیائی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی بشارت ہے خدا کے فرمودہ میں تبدیل نہیں ہے۔ یہ بشارت برترین کامیابی ہے۔

اور ایک جگہ فرمایا: فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۚ

کہ ان بندوں کو بشارت سنا دے جو بات سنتے ہیں اور سب سے اچھے طریقہ پر چلتے ہیں۔ (سورۂ زمر)

یہ سب روحانی اور اخلاقی بشارات ہیں اور انہی کے لیے مسلمانوں کو ابھارا اور تیار کیا گیا ہے۔ انذار کے معنی ڈرانا کیے جاتے ہیں لیکن ڈرانا صحیح طور پر انذار کے مفہوم کو ادا نہیں کر سکتا بلکہ اس کے مفہوم کو الٹ دیتا ہے۔ انذار کے معنی تو یہ ہیں کہ آدمی کو اس کے ہونے والے نقصان سے آگاہ کر دیا جائے۔ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امت کو ان کے افعال ناشائستہ کے عواقب بد سے آگاہ کیا کرتے تھے اور برے انجام اور برے نتیجہ کی خبر دیا کرتے تھے۔ یہ صفت دل سوزی و ہمدردی سے پیدا ہوتی ہے۔ خدا ترسی اور رحم دلی سے ظہور پکڑتی، محبت نوع انسانی اور حب جنس سے اشاعت پاتی ہے نبی ﷺ کے مبارک حالات سے ان جملہ اوصاف کا بدرجہ کمال ہونا بخوبی ثابت ہے اور اسی لیے راہ گم کردہ قوم کو غلط راستہ کی کجی اور اس کے خطرات سے آگاہ کرتے رہنا حضور کا خاصہ فطرت ہو گیا تھا۔ حدیث صحیح میں ہے کہ میری اور تمہاری مثال ایسی ہے کہ تم جلتی آگ کی خندقوں میں منہ کے بل پر دیوانہ وار گر رہے ہو اور میں کمر سے پکڑ پکڑ کر تم کو خندق سے پیچھے ہٹا رہا ہوں۔

''دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ''..... نبی ﷺ نے دعوت الی اللہ کو جس سرگرمی سے شروع کیا اور جس کامیابی تک پہنچایا وہ حضور ہی کا حصہ ہے:

الف..... اس پہاڑی کے وعظ کو دیکھو، جس پر سے یا آل فھر و یا آل غالب کی آواز سے عرب کو حضور ﷺ

نے بلایا تھا۔

ب..... اس خلوت کدہ کا خیال کرو، جہاں مکہ سے دور اور دامن کوہ کے سایہ میں ارقم بن ابوارقم کے گھر کے اندر خفیہ خفیہ تعلیم دی جاتی تھی۔

ج..... کوہ طائف کا واقعہ یاد کرو جہاں حضور ﷺ کا خون جسم سے بہہ رہا جوتے میں جم رہا تھا اور زبان پر دعوت الی اللہ کا وعظ جاری تھا۔

د..... عکاظ کے بڑے سالانہ میلے پر نظر ڈالو جہاں نبی ﷺ یَا اَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا کا نعرہ لگا رہے ہیں اور سنگ دل ابولہب حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے جا رہا اور حضور کو دیوانہ بتا رہا ہے۔

ھ..... مکہ سے باہر پہاڑیوں کی گھاٹی عقبہ کا تصور کرو۔ تاریکی چھا گئی ہے بے پناہ مسافر اس پر خطر مقام پر ٹھہرنا نہیں چاہتا ہے مگر راستہ کی صعوبت اور خطرات راہ کے تصور نے یثرب کے قافلہ کو اسی جگہ ٹھہر جانے پر مجبور کر دیا ہے۔ نور عالم ﷺ اسی تاریکی میں یکہ وتنہا اس لیے گام فرسا ہیں کہ شاید کسی ایک نفس ہی کے کان میں اپنی دعوت کی آواز پہنچا سکیں۔

و..... کوہ تنعیم کے دامن تک نظر کو بڑھاؤ چالاک دشمن نے حضور کو بے یار و مددگار اور آرام میں دیکھ کر حضور ﷺ کی تلوار پر قبضہ کر لیا ہے حضور ﷺ کو گستاخانہ لہجہ اور متکبرانہ انداز سے جگایا ہے۔ حضور ﷺ دیکھتے ہیں کہ دشمن سر باختہ ایک تیغ آختہ کے ساتھ کھڑا ہے اور پوچھتا ہے کہ اب تم کو کون بچائے گا۔ حضور اس وقت بھی دعوت الی اللہ کے فرض کو فراموش نہیں کرتے۔ اسے وہی مبارک نام سناتے ہیں جو غافل انسان کے زنگ آلود دل کا حجاب اٹھا دیتا جو قلب مردہ کو حیات تازہ عطا کرتا ہے۔

ز..... راہ ہجرت کی سیر کرو، سینکڑوں میل کا سفر درپیش ہے۔ خشک پہاڑیوں اور بے آب و گیاہ میدانوں سے دو اونٹ گزر رہے ہیں جنہوں نے راہ میں کہیں آرام نہیں لیا ہے حضور کے ہمرکاب دوم مخلص اور ایک وفادار ہے کینہ دوز دشمن کے تعاقب کا ہر لحظہ خطرہ لگا ہوا ہے اور یہی اندیشہ راہواروں اور راہروؤں کو تیز گامی سے لیے جا رہا ہے پھر بھی نبی ﷺ دعوت الی اللہ کے فرض کو نہیں بھول گئے ہیں۔ ام معبد الخزاعیہ سراقہ بن مالک المدلجی اور بریدہ بن الحصیب اسلمی اور اس کے ستر ساتھی وغیرہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس خشک بیابان ہی میں آب حیات پیا اور چشمہ زندگی حاصل کیا ہے۔

ح..... آٹھ یوم کی شبانہ روزی تگاپو کے بعد خدا کا رسول ﷺ قبا پہنچ گیا ہے۔ صبر آزما سفر نے بے زبان حیوانوں کو بھی تھکا دیا ہے مگر حضور ﷺ اس دعوت الی اللہ کے شوق کی تعمیل میں دوسرے ہی دن ایک مسجد کے قیام کا اہتمام فرما رہے ہیں جہاں سے حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کی صدا ہر صبح و مسا پہاڑیوں سے ٹکراتی، غافلوں کو جگاتی، شائقوں کو بلاتی آج تک اس داعی کی پکار کو تازہ کر رہی ہے۔

ط..... حضور ﷺ قبا سے مدینہ کو جاتے ہیں اہل مدینہ زن و مرد، پیر و جوان یہود و نصاریٰ صابئ و ترسا بھی اہل ایمان کی طرح ہمہ راہ چشم اور ہمہ تن شوق بن رہے ہیں راہ ہی میں نماز کا وقت ہو جاتا ہے اور خدا کا رسول اسی جگہ دعوت الی اللہ کے لیے ٹھہر جاتا بنی سلیم کے قلوب سلیم کو تقوی کے رنگ سے رنگین بنا تا رضوان ربانیہ کی نوید سے شاد کام فرماتا ہے

ی..... مدینہ میں بنو اشہل اور بنو غفار، اوس وخزرج کا ہر شخص دل و دیدہ کو حضور ﷺ کے فرش راہ بنائے۔ باب واہی، باب واہی عرض کر رہا ہے مگر حضور ﷺ دعوت الی اللہ کے لیے ابن سلول کے پاس جاتے ہیں کوچہ میں صاف زمین پر اس کے قریب جا بیٹھتے ہیں وہ ناک چڑھاتا تیوری پر تیوری ڈال کر رومال کو منہ پر رکھ لیتا ہے اور زبان سے کہتا ہے محمد تم نے گرد سے اور تمہاری سواری نے اپنی بو سے میرے دماغ کو پریشان کر دیا۔ نبی کریم ﷺ ہنس پڑتے ہیں اور آیات قرآنیہ کی تبلیغ فرما کر دعوت الی اللہ کا اتمام فرماتے ہیں۔

ک..... ربیع بنت معوذ ایک شب کی بیاہی ہوئی دلہن کے پاس تشریف لے جاتے اور اسے دعوت الی اللہ فرماتے ہیں۔ وہاں انصار کی چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کو حربیہ اشعار فخریہ لہجہ میں پڑھتے ہوئے سنتے ہیں تو ان کو بھی عقائد صحیحہ کی تلقین فرماتے ہیں:

ل..... سسکتی ہوئی جان توڑتی ہوئی نواسی کو گود میں لیتے ہیں۔ اس وقت بھی دعوت الی اللہ میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اکلوتے بچہ ابراہیم علیہ السلام کی لاش پر بیٹھتے ہیں۔ اس وقت بھی حاضرین کو سخط اور رضاء الٰہیہ کے معانی سمجھاتے استقامت کا نمونہ دکھاتے ہیں۔

م..... آخری مرض ہے گیارہ دن کے تپ شدید اور درد سر میں ذرا تخفیف ہوئی ہے ضعف اس قدر ہے کہ پاؤں کے بل کھڑا نہیں ہوا جاتا۔ مگر دعوت الی اللہ میں وہی سرگرمی ہے سر پر پٹی باندھے ہوئے عباس رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر سہارا دیئے ہوئے مسجد میں تشریف لاتے ہیں منبر پر نہ کھڑا ہوا جاتا ہے اور نہ چڑھا جاتا ہے اس کے زیر بن زینہ پر بیٹھ جاتے ہیں اور نصیحت بالغہ و مواعظ مودعہ سے دعوت الی اللہ کی تکمیل فرماتے ہیں۔

ن..... آخری دن ہے سفر آخرت میں صرف پانچ گھنٹہ کا وقفہ رہ گیا ہے مسلمان صبح کی نماز کے لیے مسجد میں جمع ہیں نبی ﷺ ضعف اور شدت درد سر کی وجہ سے اپنے بستر پر جسے کھجوروں کے پٹھوں سے نرم بنایا گیا ہے لیٹے ہیں۔ دعوت الی اللہ کا فرض پھر حضور ﷺ کے قلب پاک میں تازہ حرارت پیدا کرتا ہے۔ مسجد اور حجرہ مبارک کے درمیان جو پردہ پڑا ہوا تھا اسے ہٹاتے ہیں تھوڑی دیر تک تبسم کے ساتھ اس نظارہ کا ملاحظہ فرماتے ہیں جو ایک خدا کی عبادت کے لیے سینکڑوں مسلمانوں کے یک دل و یک جہت و یک آواز ہونے سے پیدا ہو گیا تھا اب پھر زمین پر گھٹتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں اور اس بڑے مجمع کے سامنے پھر آخری دفعہ دعوت الی اللہ کی نورانی مثال قائم فرماتے ہیں۔

س..... آخری گھڑی، بیوی بیٹی، نواسے اس تنگ حجرہ میں جمع ہیں جس کے اندر دس سے زیادہ اشخاص کے لیے گنجائش نہیں ہے۔ اس وقت بھی دعوت الی اللہ اور ترحم برعباد اللہ کی تعلیم زبان پر ہے " اَلصَّلٰوۃُ اَلصَّلٰوۃُ وَمَامَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ " نماز، نماز اور لونڈی غلام کے حقوق۔

ع..... آخری سانس ہے دیدہ حق بین کو آسمان کی جانب بلند کیا ہے۔ اس پاک نام کا اعلان فرماتے ہوئے جس کی دعوت عمر بھر دیتے رہے اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الاَعْلٰی کہتے ہوئے چشم حق بین کو فانی نظاروں سے بلند کر لیا ہے۔

ہم کو تاریخ بشر ایسا نمونہ دکھانے سے قاصر ہے جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ دعوت الی اللہ ہی میں پورا ہوا ہو اس لیے

دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ کا خطاب نبی ﷺ ہی کی ذات مبارک سے خاص معلوم ہوتا ہے اور اسی لیے خداوند کریم نے حضور ﷺ کو اس صفت سے معرف فرمایا ہے۔

''سِرَاجًا مُّنِیْرًا''.....سورہ فرقان اور سورہ نوح میں آفتاب کو سِرَاجًا اور سورہ النبا میں وَّہَّاجًا فرمایا ہے مگر وَہَّاجًا مُّنِیْرًا ایسا لفظ ہے جس کا استعمال ذات پاک نبوی ﷺ کے سوا اور کسی کے لیے نہیں فرمایا گیا۔

نظام شمسی میں آفتاب کا بہت بڑا درجہ ہے کیونکہ اس نظام کے جملہ سیارگان کا قبلہ اعظم جس کا طواف ان اجرام پر لازم ہے یہی نیّرِ اکبر ہے۔ عالم کون وفساد میں بھی آفتاب کی بہت بڑی ضرورت ہے اس کی حرارت کا نور ہر ایک شے کے وجود اور قیام پر گہرا اثر رکھتا ہے ہاں عالم مادی کا آفتاب ایسا ہی ہے۔

اب خداوند کریم عالم روحانی کے نیّرِ اعظم کو [1] اپنے نور میں دکھاتا ہے اور سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ کو وَہَّاجًا مُّنِیْرًا کے خطاب سے روشناس عالم فرماتا ہے سچ ہے کہ جملہ سیارگانِ سماءِ نبوت کا مدارِ اعظم بھی ہیں اور عالمِ شریعت کی بقائے دوام کی علت اولیٰ بھی۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی نَبِیِّہٖ

آفتاب رات کی تاریکی کو دور کرتا ہے اور سراج منیر نے ظلمت کفر وشرک کو محو کر دیا ہے آفتاب کی روشنی سب تاروں پر چھا جاتی، انہیں چھپا لیتی ہے۔ سراج منیر کی شریعت بھی تمام شریعتوں کی فہیمن ثابت ہوئی ہے آفتاب کی روشنی جرائم کا ارتکاب روک دیتی ہے سراج منیر کے نور نے بھی معاصی کو بند کر دیا ہے۔

آفتاب ایک وقت میں کرۂ ارض کے ایک ہی پہلو کو روشن کر سکتا ہے لیکن اس سراج منیر نے وقت واحد میں جاہلیت کی ظلمت و جہالت کی تاریکی، کفر وشرک کی سیاہی، رسوم کے اندھیر رواج کی گھٹا، تقلید کی تیرگی کو اپنی نورانی شعاعوں سے اٹھا کر دلوں کو نور ایمان سے دماغوں کو عقائد صحیحہ کے لمعات سے آنکھوں کو کتاب مبین کے مطالعہ سے، دھندلے تذبذب کو دلائل ساطعہ سے تاریک ظنّوں کو براہین مبینہ سے روشن فرما دیا۔ اس روشنی میں ہر ایک نے حقیقت اشیاء کو دیکھا اور ہر ایک کی نگاہ خود اپنے آپ کو دیکھ سکنے کے قابل ہوئی۔ وہ جو انسانیت کی حقیقت کو فراموش کر بیٹھتے تھے اب خود اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِہْتَدَیْتُمْ ثابت ہوئے وہ جو حمایت سے راہ وراہنما گم کردہ تھے، اب خود خضر راہ بنے۔ بعض شپرۂ چشم آفتاب کی روشنی میں چندھیا جاتے ہیں اور بعض بُوم طبع رات کی تاریکی ہی میں پر وبال کھولتے ہیں، یہی حال ان تیرہ درونوں کا ہے جو انوارِ محمدی کی تاب نہیں لا سکتے اور ضوءِ رسالت سے مُستَنیر نہیں ہوتے مؤمنین کو تو اس سراجِ ربانی پر پروانہ وار نثار ہونا ضروری ہے۔

○.....✻.....○

[1] قرآن مجید کا نام نور بھی ہے۔

باب ششم

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

اس آیت مبارکہ کو زیب عنوان کرتے ہی مجھے خیال آیا۔ قرآن مجید دیکھنا چاہیے کہ لِلْعٰلَمِیْن کا لفظ کن کن اشیاء یا اشخاص کے متعلق آیا ہے۔ مجھے مندرجہ ذیل آیات میں یہ لفظ ملا:

(۱) ..... اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۰﴾ (انعام)

(۲) ..... اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ (ص)

(۳) ..... وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۲﴾ (القلم)

(۴) ..... اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾

(۵) ..... اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۶﴾

(۶) ..... فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۵﴾ (العنکبوت)

(۷) ..... وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۱﴾ (العنکبوت)

(۸) ..... اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾ (الحجر)

آیات بالا پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ آیت نمبر ۱ نمبر ۲ نمبر ۳ میں قرآن مجید کو ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ فرمایا گیا ہے اور اس میں کلام نہیں کہ یہ خدا کا کلام ہے جو جملہ عالمین کے لیے ذکر ہے۔ نبی کریم ﷺ کا اسم مبارک تو اس مصدر کے ساتھ مذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ (۸۸:۲۱)

آیت نمبر ۴ و نمبر ۵ میں اللہ تعالیٰ نے لفظ برکت کا استعمال کیا ہے۔ آیت نمبر ۴ بیت المقدس کے لیے ہے اور آیت نمبر ۵ بیت الحرام کے لیے مسلمان ان دونوں مسجدوں کو اسی ادب و احترام کا مستحق سمجھتے ہیں جو کلام الٰہی میں ان کے لیے ظاہر فرمائے گئے ہیں اور چونکہ لفظ برکت ہر دو کے لیے مشترک ہے اور لفظ ھدی بیت الحرام کے لیے خاص اور زائد ہے، اس لیے بیت الحرام کا درجہ بھی بیت المقدس سے زیادہ تسلیم شدہ ہے۔

آیات نمبر ۶ و نمبر ۷ و نمبر ۸ میں لفظ آیت کا استعمال ہوا ہے اور اس کا مصداق ان مختلف آیات میں متعدد ہے۔ آیت نمبر ۶ میں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کو یا اہل کشتی کو آیت فرمایا گیا ہے۔ آیت نمبر ۷ میں حضرت مریمؑ اور ان کے فرزند کو آیت بتایا گیا ہے۔ آیت نمبر ۸ میں نوع انسانی کی مختلف زبانوں اور متلون رنگتوں کے اختلاف کو آیت بیان کیا گیا ہے اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ:

ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ	صرف قرآن مجید ہے۔	مُبٰرَكٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ	بیت المقدس و بیت الحرام ہیں۔
اٰيٰتٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ	اصحاب نوح اور کشتی نوح اور حضرت مریم و حضرت ابن مریم اور اقوام عالم کا اختلافِ الوان اور تبلین السنہ ہیں		

اور لفظ رحمت ایسا لفظ ہے جس کا استعمال نبی ﷺ ہی کے لیے ہوا حضور ﷺ کے سوا کسی دوسرے کے لیے نہیں ہوا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ کہ میری رحمت ہر ایک سے زیادہ وسیع ہے۔

پس جب نبی ﷺ کو جملہ عالمین کے لیے رحمت بنایا گیا ہے تو ثابت ہو گیا کہ حضور ﷺ کی نبوت بھی جملہ عالمین کے لیے ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ رحمۃ للعالمین وہی وجود مزکی ٹھہرے گا:

* .....جس نے اہل عالم، بلکہ عالم در عالم کی بہبود وسود، رفاہ وفلاح، خیر وصلاح، عروج وارتقاء، صفاو بہا کے لیے بلاشائبہ غرض اور بلا آمیزشِ طمع اپنی مقدس زندگی کو صرف کیا ہو۔
* .....جس نے بندوں کو خدا سے ملایا ہو۔ * .....جس نے الٰہی جلوہ بندوں کو دکھایا ہو۔
* .....جس نے دل کو پاک، روح کو روشن، دماغ کو درست طبع کو ہموار بنایا ہو۔
* .....جس کی تعلیم نے امن عامہ کو مستحکم اور مصلحت عامہ کو استوار کیا ہو۔
* .....جو غریبی وامیری جوانی و پیری امن اور جنگ امید اور ترنگ گدائی و پادشاہی ہستی و پارسائی رنج وراحت حزن ومسرت کے ہر درجہ ہر پایہ اور ہر مقام پر انسان کی رہبری کرتا ہو۔
* .....جس نے فلک کی بلندی زمین کی پستی، رات کی تاریکی دن کی روشنی سورج کی چمک، جگنو کی دمک ذرہ کی پرواز قطرہ کی طراوت میں عرفان ربانی کی سیر کرائی ہو۔
* .....جس کی تعلیم نے درندوں کو چوپانی، بھیڑیوں کو گلہ بانی، رہزنوں کو جہاں بانی، غلاموں کو سلطانی، شاہوں کو اخوانی سکھائی ہو۔
* .....جس نے خشک میدانوں میں علم ومعرفت کے دریا بہائے ہوں۔
* .....جس نے سنگ لاخ زمینوں سے کتاب وحکمت کے چشمے چلائے ہوں۔
* .....جس نے خودغرضوں کو محبت قومی کا دردمند بنایا ہو۔
* .....جس نے دشمنوں کو اپنا جگر بند ٹھہرایا ہو وہ:

غریب کا محب	مسکین کا ساتھی	شاہوں کا تاج	آقاؤں کا آقا
غلاموں کا محسن	یتیموں کا سہارا	بے آسروں کا آسرا	بے خانمانوں کا ماویٰ
درد مندوں کی دوا	چارہ گروں کا درد مند	مساوات کا حامی	اخوت کا بانی
محبت کا جوہری	اخلاص کا مشتری	صدق کا منبع	صبر کا معدن
خاکساری کا نمونہ	رحمت ربانی کا پتلا	اولین انسان	آخرین رسول ﷺ

اگر رحمۃ للعالمین کے لقب سے ملقب نہ ہوگا تو پھر ان جملہ صفات کے جامع کا اور کیا نام ہوگا۔ ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے:

* .....جس نے ملکوں کی دوری، اقوام کی بیگانگی، رنگتوں کا اختلاف زبانوں کا تباین دور کر کے سب کے دلوں میں ایک ہی ولولہ، سب کے دماغوں میں ایک ہی تصور، سب کی زبانوں پر ایک ہی کلمہ جاری کر دیا ہو۔

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے:

* .....جو یہودیوں کی طرح نذر ومنت کی قبولیت کے واسطے نبی لاوی کا واسطہ ضروری نہیں ٹھہراتا۔
* .....جو کاتھلوں کی طرح آسمان کی کنجیاں شخص واحد کے ہاتھ میں سپرد نہیں کر دیتا۔
* .....جو روح کو سرگ یا نرگ میں دھکیل دینے کی طاقت صرف برہمنوں ہی کو عطا نہیں کرتا۔

* ..... جو خاص رقبہ کے باشندوں کو آسمانی پادشاہت کے فرزند نہیں ٹھہراتا۔
* ..... جو نسل واحد کے افراد ہی کو خدا کی برگزیدہ قوم نہیں قرار دیتا۔
* ..... جو یہودیوں، عیسائیوں، زردشتیوں، برہمنوں، جینیوں اور لاماؤں کی طرح اپنے سوا باقی سب پر رحمت و افضال کے بھرپور خزانے بند نہیں کرتا۔

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے:

* ..... جو بندہ کو خدا کی حضوری تک لے جاتا اور اسے ادعونی استجب لکم کی قدسی آواز سے آشنا بناتا ہے اور خدا و بندہ کے درمیان کسی تیسرے کے لیے کوئی رخنہ باقی نہیں چھوڑتا۔

ہاں رحمۃ اللعالمین وہی ہے:

جس کے دربار میں:	عداس نینوائی رضی اللہ عنہ	بلال حبشی رضی اللہ عنہ	سلمان فارسی رضی اللہ عنہ
صہیب رومی رضی اللہ عنہ	ضماد ازدی رضی اللہ عنہ	طفیل دوسی رضی اللہ عنہ	ذوالکلاع حمیری رضی اللہ عنہ
عدی طائی رضی اللہ عنہ	اثامہ نجدی رضی اللہ عنہ	ابوسفیان اموی رضی اللہ عنہ	ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ
ابوعامر اشعری رضی اللہ عنہ	کرز فہری رضی اللہ عنہ	ابوحارث مصطلقی رضی اللہ عنہ	سراقہ مدلجی رضی اللہ عنہ

پہلو بہ پہلو بیٹھے نظر آتے ہیں اتنی قوموں اور اتنے مختلف الدعاوی سرداروں کا مجمع کسی اور جگہ بھی نظر آتا ہے۔ یہاں ہر شخص اپنے اپنے ملک اور اپنی قوم کا حق وکالت ادا کر رہا ہے اور ہر شخص اپنے اپنے دامان دل کی وسعت کے موافق پھولوں سے جھولیاں بھر رہا ہے اور اپنے اپنے ملک کے مشام جان کو ان سے معطر کر رہا ہے۔

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے:

* ..... جس کے دربار میں عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ بھی موجود ہے جو کعبہ کا کلید بردار ہونے سے حجازی قوموں میں اسی اعزاز کا مالک سمجھا جاتا تھا جو عزت کلیسائے روما کے مسند نشین کو آسمان کے کلید بردار ہونے کی حیثیت سے حاصل ہے
* ..... اسی کے دربار میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بھی موجود ہے۔
* ..... نسب عالی کے سلسلہ کو دیکھو تو یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام تک منتہی ہوتا ہے قومی وجاہت پر نظر کرو تو یہود ان بنو قریظہ و بنو قینقاع و بنو نضیر و خیبر و فدک کا بچہ بچہ انہیں خیرنا و ابن خیرنا کہہ کر یاد کرتا ہے
* ..... فضیلت علمی اور امامت قوم کی بزرگی کا اندازہ کرنا ہو تو سن لو کہ ربیون اور احبار تک سیدنا و ابن سیدنا کہہ کر ان کو مخاطب کرتے ہیں۔ یہی بزرگوار دربار محمدی کے صف نعال میں جا گزین ہے اور دل ہی دل میں یہ کہہ کر خوش ہو رہا ہے

ع "تیری مجلس میں جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے"

* ..... اسی دربار میں صرمہ ابن انس رضی اللہ عنہ بھی حاضر ہے صحف انبیاء کا عالم ہے سوریا اور یروشلم کے متواتر سفر کر چکا ہے توراۃ و انجیل کو قدیم زبانوں میں پڑھا ہے۔ دربار ہرقل میں اس کی بڑی تعظیم کی جاتی ہے اور دربار حبش میں اس کی کرامتوں کا خوب چرچا ہے عیسائیان حجاز کا گویا سب سے بڑا بشپ یہی ہے۔ اب وہی مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ کو بار بار پڑھ رہا ہے اور توحید خالص کی لذت میں مستغرق ہے۔

* .....اسی دربار میں سلمان بھی موجود ہے، فارس کے بڑے زمیندار کا اکلوتا بیٹا ہے جو زرتشتی مذہب چھوڑ کر کاثولیکی عیسائی بنا، پھر اطمینان قلب نہ پا کر دین حقہ کی طلب میں ایران سے شام، شام سے عراق، عراق سے حجاز پہنچا تھا۔ اب تو دل و جان کو حضور ﷺ کے قدموں کا فرش بنا چکا ہے کوئی شخص اگر ان سے باپ دادا کا نام پوچھتا ہے تو فرما دیتے ہیں ''سَلْمَان بن إسْلام بن إسْلام ..... سَبْعِيْنَ مَرَّةً'' اسی طرح ستر بار کہتے چلے جاؤ۔

* .....اسی دربار میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی حاضر ہے بت پرستی کی تائید اور بتوں کی حمایت میں شجاعت و مردانگی کے جوہر دکھا چکا ہے احد میں اسلامی لشکر کو فاش شکست دے چکا ہے نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ فتح کا غرور اور غلبہ کا سرور اس کے ازدیاد غفلت اور ترقی رعونت کا سبب بن جائے لیکن رحمت عالم کی خاکساری نے اس فاتح کے دل کو بھی فتح کر لیا ہے وہ خود ہی کھچا کھچا آتا ہے اور لات و عزیٰ کے توڑنے کی خدمت حاصل کرنے کی التجاء کر رہا ہے۔

* .....اسی دربار میں شاہ حبش کا عریضہ پیش ہو رہا ہے جو سلطنت چھوڑنے اور حاضر خدمت ہو جانے کی اجازت کا خواستگار ہے۔ اسی دربار میں ذوالبجادین رضی اللہ عنہ موجود ہے جو گھر بار اہل و عیال چھوڑ کر آیا ہے کمبل کا تہبند، کمل کرتہ جس پر ببول کے کانٹوں سے بخیہ گری کی ہے، زیب تن ہے۔ فرط شوق اور جوش انبساط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آج شاہ کج کلاہ سے اپنے آپ کو برتر سمجھ رہا ہے۔

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے

* .....جو یہودیوں جیسی مخذول و مقہور قوم کے ساتھ ان الفاظ میں معاہدہ کرتا ہے:

الف.....	ان يهود بنى عوف امة مع المؤمنين	یہود بھی مسلمانوں کی طرح ایک قوم سمجھی جائے گی۔
ب.....	وان بينهم النصر على من حارب	جو کوئی ان سے لڑے مسلمان ان کو مدد دیں گے۔
ج.....	ان بينهم النصح و النصيحة والبر دون الاثم	مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات خیر اندیشی نفع رسانی نیکی کے ہوں گے۔
د.....	وان بطانة يهود كانفسهم	یہودیوں کے حلیف بھی اس معاہدہ میں اس کے ساتھ شامل ہیں
و.....	وان النصر للمظلوم۔	مظلوم کی ہمیشہ مدد کی جائے گی (سیرت ابن ہشام: ۱/۱۷۸)

رحمۃ للعالمین وہی ہے جو خراج گزار اور مفتوح عیسائیوں کے ساتھ ان الفاظ میں معاہدہ کرتا ہے:

①	لنجران جوار الله و ذمة محمد النبي على انفسهم و ملتهم وارضهم و اموالهم وغائبهم و شاهدهم و عشيرتهم و تبعهم	اہل نجران کو خدا کی حفاظت اور محمد رسول اللہ کی ذمہ داری حاصل ہوگی ان کی جان اور مذہب اور ملک اور اموال کے متعلق تمام موجودہ اشخاص اور غیر موجودہ اور ان کی قوم اور ان کے پیرو اسی ذمہ داری میں شامل ہوں گے۔
②	وان لايغير و الما كانوا عليه	ان کی موجودہ حالت تبدیل نہیں کی جائے گی۔
③	ولايغير حق من حقوقهم	ان کے حقوق میں سے کوئی حق بدلا نہ جائے گا۔

۴	ولا یغیر کلما تحت ایدیھم من قلیل اوکثیر	اور جو کچھ تھوڑا بہت ان کے قبضہ میں ہے اس میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا۔ (فتوح البلدان بلاذری)

رحمۃ للعالمین وہ ہے جو کافروں کو بھی بآواز بلند سناتا ہے:

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۔ تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔

رحمۃ للعالمین وہ ہے جو دین اور مذہب کے متعلق کل دنیا کو یہ اصول سکھاتا ہے:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (۲:۲۵۶)

کہ دین کے معاملہ میں کسی پر بوجھ نہیں ہے تحقیق ہدایت اور گمراہی میں ظاہر و باہر امتیاز ہو گیا ہے۔

پھر اسی سلسلہ میں اپنی حیثیت کو کھلے لفظوں میں ظاہر کرتا ہے:

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ (۲۴:۵۴) رسول کا کام لوگوں کو احکام الٰہی کا سنا دیتا ہے اور بس۔

رحمۃ اللعالمین وہی ہے جو تمام عالم سے نیکی اور عمدہ سلوک کی تعلیم اس طرح پر دیتا ہے:

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝

کہ خدا تم کو لوگوں کے ساتھ نیکی اور اچھا سلوک کرنے سے نہیں روکتا، بلکہ خدا تو ایسے کام کرنے والوں سے محبت کرتا ہے لیکن یہ لوگ ایسے ہوں کہ انہوں نے دین کے لیے تم سے جنگ نہ کی ہو اور دین کے لیے تم کو وطن سے نہ نکالا ہو۔

رحمۃ للعالمین وہی ہے جو دشمنوں کے ساتھ برتاؤ کے طریق کی اس طرح تعلیم دیتا ہے:

ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝

کہ بدی کا بدلہ نیکی سے دو پھر جس شخص کے ساتھ تمہاری عداوت ہے وہ تمہارا گرم جوش حامی بن جائے گا۔

رحمۃ للعالمین وہ ہے جو اخوت اور محبت کا نام نعمت الٰہی رکھتا ہے اور فرماتا ہے:

وَكُنْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا اور تم خدا کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے ہو۔

رحمۃ للعالمین وہ ہے جو معاملات انصاف میں عداوت و نصرت کے تاثرات سے ہم کو علیحدہ رہنے کا حکم دیتا ہے اور خالص انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

کہ کسی قوم سے مخالفت کا ہونا تمہیں انصاف کرنے کی طرف کھینچ نہ لے جائے۔ انصاف ہی کرو یہی خدا شناسی سے قریب تر ہے اور تقوی اختیار کرو تم جو کچھ کرتے ہو خدا خوب جانتا ہے۔ فرمایا:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

کہ قوم کی یہ مخالفت کہ انہوں نے تم کو مسجد الحرام سے روک دیا تھا تم کو ادھر نہ لے جائے کہ تم ان پر زیادتی کرنے لگو تم تو

نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ان کی مدد کرو اور گناہ و سرکشی کے کاموں میں ان کا ساتھ نہ دو خدا سے ڈرتے رہو۔

رحمۃ للعالمین وہی ہے جو شہادت واقعہ کے لیے لوگوں کو اس طرح تیار کرتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ (۵:۸)

کہ اے ایمان والو! اللہ کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور انصاف کے ساتھ شہادت دیا کرو۔

انصاف کا وجود شہادت ہی پر قائم ہے اس لیے شہادت کی بابت پھر ان الفاظ میں تعلیم دی گئی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۣ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝

کہ اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ قیام کرنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے بن جاؤ خواہ تمہاری گواہی خود تمہارے خلاف یا تمہارے والدین کے خلاف یا اقرباء کے خلاف ہو۔ (امیر ہو یا غریب کہ رعایت یا رحم کے خیالات تمہیں آتے ہوں) مگر یہ یاد رکھو کہ خدا ان دونوں سے بڑھ کر ہے دیکھو ایسا نہ کرنا کہ سچی شہادت سے عدولی کرو یا دبی زبان سے کوئی بات نہ کہو گواہی سے ٹل ہی جاؤ یہ باتیں تو خواہش نفس پر چلنے کی ہیں اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا خوب جانتا ہے۔

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے جو ہر انسان کو اس کی بیوی کے متعلق یہ تعلیم دیتا ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

کہ خدا کے نشانوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہاری بیویوں کو تمہاری جنس کا بنا دیا تا کہ تم ان سے تسلی پاؤ پھر تمہارے درمیان محبت اور پیار قائم کر دیا سوچنے والوں کے لیے اس کے اندر بہت سے نشان ہیں۔

رحمۃ للعالمین وہی ہے جس نے شوہر بیوی کے رشتہ کو اتنا پاک ٹھہرایا کہ بہشت میں جاتے وقت بھی اس جوڑے کو ایک دوسرے سے الگ نہ کیا، بلکہ یوں خبر دی: اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ۝

کہ تم اور تمہاری بیویاں شادی و نشاط اور نعمت و شادمانی کے ساتھ جنت میں چلے جاؤ۔

رحمۃ للعالمین وہی ہے جو شوہر اور بیوی کے حقوق کی بابت یہ فیصلہ سناتا ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ عورتوں کے حقوق شوہروں پر ویسے ہی ہیں جیسے شوہروں کے حق عورتوں پر۔

پھر سنیارٹی کے متعلق یہ تعلیم فرمایا:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰي بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۭ

کہ "مرد غالب ہیں عورتوں پر بوجہ اس فضیلت کے جو خدا نے (پیدائش سے) ایک کو دوسرے پر دی ہے اور اس وجہ سے کہ مرد اپنا مال عورتوں پر صرف کرتے ہیں"۔

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے جو ایک انسان کی جان کی قدر و قیمت ان الفاظ میں ظاہر فرماتا ہے:

قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ

کہ اگر کسی شخص نے ایک انسان کو بھی قتل کر دیا (واجب القصاص اور مجرم اس سے الگ ہیں) گویا اس نے تمام انسانوں کو

قتل کر دیا اور جس نے ایک شخص کی جان بچائی گویا اس نے تمام انسانوں کی جان بچائی"۔

رحمۃ للعالمین وہ ہے جو خونخوار لڑائیوں کو بند کرتا حکمرانی کی آرزو یا توسیع ملک کی تمنا یا غلبہ قوت کے اظہار یا جوش انتقام کے وفور کے اصول پر لڑائی کرنے کو قطعاً ممنوع ٹھہراتا ہے وہ جنگ کو صرف مظلوم کی امداد کا آخری ذریعہ عاجزوں درماندوں عورتوں بچوں کو ظالموں کے ہاتھ سے چھڑانے کا وسیلہ اور مذاہب مختلفہ اور ادیان متعددہ میں عدل و توازن قائم کرنے کا آخری حیلہ بتاتا ہے۔ دنیا کا رحم دل سے رحم دل شخص بھی ان اصولوں کے لیے لڑائی کی ضرورت سے انکار نہیں کر سکتا اور معمولی سمجھ کا انسان بھی ایسی لڑائی کو سراپا رحمت کہنے میں ذرا تامل نہیں کر سکتا اب اصول بالا پر رحمۃ للعالمین کے بتائے ہوئے احکام کو سنو:

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ﴿٣٩﴾ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٤٠﴾

کہ جن مسلمانوں سے قتال ہوا، ان کو جنگ کی اجازت دی گئی ہے کیونکہ وہ مظلوم تھے اور خدا ان کی نصرت پر قدرت رکھتا ہے یہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے بلاکسی وجہ کے نکالے گئے ہیں صرف اس لیے کہ انہوں نے اللہ کو اپنا پروردگار مان لیا ہے اگر خدا تعالیٰ (یہ اجازت دے کر بعض لوگوں دشمنوں) کو بعض لوگوں (مسلمانوں) کے ذریعہ سے روک نہ دیتا تب عیسائیوں کے گرجے، یہودیوں کے معابد، پارسیوں کے مندر، مسلمانوں کی مسجدیں (جن میں خدا کا بہت نام لیا جاتا ہے) ضرور گرائی جاتیں۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا

کہ تم خدا کی راہ میں اور ضعیف مردوں اور عورتوں اور بچوں کے بچاؤ کے لیے کیوں جنگ نہیں کرتے حالانکہ وہ دعائیں کر رہے ہیں کہ خدایا! ہم کو اسی بستی سے نکال جہاں کے باشندے بڑے ظالم ہیں۔

ان احکام سے واضح ہے کہ اسلام میں جنگ کو اختیار کیا گیا ہے تو نہ ملک گیری کے لیے نہ ہوس حکمرانی کے لیے بلکہ ضعیفوں عورتوں، بچوں کو ظالموں کے پنجہ سے رہائی دینے کے لیے جنگ کو اختیار کیا گیا تھا۔ نہ تلوار کا خوف دلا کر کلمہ اسلام پڑھوانے کے لیے بلکہ یہودیوں عیسائیوں ترساؤں کے معابد کو حفاظت و حمایت میں مثل مساجد لے کر ان سب کو انہدام سے بچانے کے لیے۔ کیا کسی اور مذہب کی پاک ترین کتاب سے بھی یہ بیان مل سکتا ہے کہ ادیان مختلفہ کے بچاؤ اور ان کی عبادت گاہوں کے قیام کے واسطے کسی قوم نے جنگ کی ہو، اگر نہیں اور ہم کو وثوق کے ساتھ یقین ہے کہ ہرگز نہیں، تو سب کو اقرار کرنا پڑے گا کہ یہ رحمۃ للعالمین ہی کی رحمت قلبی کا نتیجہ ہے کہ جنگ کا مقصد ایسا مقدس بنایا جس سے آج دنیا کا کوئی مذہب انکار نہیں کر سکتا۔

ایسی ضروری جنگ کے لیے رحمۃ للعالمین یہ بھی ضروری ٹھہراتے ہیں کہ الٹی میٹم ایک لمبے وقت کا دیا جائے تاکہ

اس عرصہ میں باہمی سمجھوتے کی ایسی صورتیں نکل آئیں، جس سے جنگ ٹل بھی جائے۔ قرآن مجید میں ہے:

فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ (۹:۲) یعنی تم کو چار ماہ کی مہلت ہے۔

جنگ کے لیے اتنی مہلت کا دیا جانا ہی رحمت ہے لیکن جنگ شروع ہو جانے کے بعد مستثنیات کا خاص طور پر ذکر ہے:

إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ جو لوگ ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں جن سے تمہارا عہد ہے۔

أَوْ جَاءُوكُمْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ أَنْ يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ يُقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ

یا وہ جو حاضر ہو کر ظاہر کر دیں کہ وہ تم سے یا اپنی قوم سے جنگ کرنے میں رک گئے۔ (سورہ نساء)

تو وہ جنگ سے مستثنیٰ ہوں گے چنانچہ صاف لفظوں میں فرمایا:

فَإِنِ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَأَلْقَوْا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا ۝

پھر اگر یہ لوگ علیحدہ ہو جائیں اور تم سے جنگ نہ کریں اور تم سے صلح کی درخواست کریں تب خدا نے تم کو ان پر کوئی راہ نہیں دی

خیال کرو کہ یہ احکام کس طرح ظاہر کرتے ہیں کہ اس جنگ کا مقصد دین کو بجبر قبول کروانے کا ہرگز نہیں۔

غور کرو کہ ایک معاہدہ قوم کا وجود بھی تم کو نظر آئے گا جو مسلمان نہیں، اگر مسلمان ہوتے تو ان سے مسلمانوں کا تعلق بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ (۸:۷۲) ہی کا نہ ہوتا بلکہ وہ تو فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ (۹:۱۱) کے درجے ہوتے۔ پھر اس معاہد قوم کی بھی اتنی عزت ہے کہ اگر فریق جنگ میں سے کوئی شخص اس کے پاس چلا جائے تو وہ بھی فریق جنگ کے حکم سے نکل جائے گا۔ پھر وہ شخص بھی جنگ سے مستثنیٰ ہو جائے گا، جو مسلمانوں سے یہ عہد کر لے کہ وہ نیوٹرل (غیر جانب دار) رہے گا۔ نہ مسلمانوں کی طرف دار ہوگا۔ نہ ان کے مخالفین کا دیکھو اگر جنگ کی بنیاد مذہب کا بہ جبر قبول کروانا ہوتا تو ان غیر مذاہب والوں کے لیے یہ ضوابط کبھی نہ ہوتے۔ ہاں! رحمۃ للعالمین وہ ہے جو انسانوں کو اخلاق فاضلہ اور فضائل محمودہ اور محاسن جمیلہ اور صفات کاملہ کی تعلیم دیتا ہے۔ ماں باپ کی بابت سکھایا:

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ۝

انکے لیے ذلت کے بازوؤں کو زمین پر بچھا دے اور دعا بھی کیا کر اے خدا ان پر رحم کر جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپنے سے پالا ہے

اس حکم میں فرماں برداری اطاعت و خدمت گزاری کا بھی حکم دیا اور یہ بھی بتایا کہ ماں باپ کے لیے دعا کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ جس طرح بچہ ماں باپ کی تربیت کا محتاج ہے اسی طرح ہر انسان خدا کے رحم کا محتاج ہے۔

قصور والوں کو معافی کے متعلق فرمایا گیا ہے: وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ

چاہیے کہ تم معافی دیا کرو اور درگزر کیا کرو، کیا تم یہ پسند نہیں کرتے ہو کہ خدا تم کو معاف کر دے۔

معافی دینا انسان کو ذرا مشکل اور شاق گزرتا ہے اس لیے اسے سمجھایا گیا ہے کہ جب انسان معافی کا خدا سے خواستگار ہے تو کیا وجہ ہے کہ وہ خود معافی دینے کو پسند نہیں کرتا، گویا یہ اصول بتایا۔ معاف کرو تم کو بھی معاف کیا جائے گا۔ زنا کی برائی کے متعلق بھی استدلال کا ایسا ہی طریق اختیار کیا گیا ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا (۱۷:۳۲) زنا کے قریب بھی نہ جاؤ یہ تو بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔

برے راستہ کے لفظ پر غور کرنا چاہیے۔ ایک عیاش مزاج شاید اپنی شوریدگی طبع کی حالت میں زنا کو کچھ معیوب نہ سمجھتا ہو مگر اسے غور کرنا چاہیے کہ کسی کی بہو بیٹی کو اپنے بستر پر بلانا تو اسے ناگوار نہیں گزرتا لیکن کیا اسے یہ بھی ناگوار نہیں ہے کہ اس کی بیٹی بہو غیر کے بستر پر جائے۔ اس کی غیرت اسے پسند نہیں کرتی تو اسے سمجھ لینا چاہیے کہ یہ شخص خود اپنے طرز عمل سے ایسی ہی برائیوں کا رستہ بنا رہا ہے۔ یہ رستہ سب سے پہلے اس کے گھر تک سیدھی سڑک بن جائے گا۔

رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے:

* ..... جس نے شراب اور جوئے کی حرمت کا حکم تمام عالم کو سنایا، شراب کو رجس، عمل شیطان، بنائے عداوت و سبب بغض و سرمایہ غفلت اور ذریعہ دوریٔ از خدا بتایا۔ یہ فیصلہ اس زمانہ کا ہے جب تمام دنیا شراب پر لٹو تھی۔ جب بزرگوار یولوس کی ہدایت کے پابند سادہ پانی پینے کو معیوب سمجھتے تھے۔ جب ایران شراب کے پیالہ کو جام جم سمجھتا تھا۔ جب ہندوستان دیوتاؤں اور ٹھاکروں کے تقرب کے لیے اس کا استعمال ضروری سمجھتا تھا۔ جب بہت سے مراسم دینی و دنیوی کی تکمیل شراب کے بغیر نہیں ہو سکتی تھی جب عرب کے کسی شاعر و زبان آور کا کلام اس کی توصیف سے خالی نہ ہوتا تھا۔ اسلام کے اس حکم کا تیرہ سو برس تک دنیا نے مقابلہ جاری رکھا تھا۔ لیکن یورپ کی جنگ عظیم از ۱۴ تا ۱۹۱۸، نے اس حکم کی اصلیت کو منکشف کر دیا۔

شاہِ برطانیہ جارج پنجم نے ترک مے نوشی میں اول قوم کو خود نمونہ بن کر دکھایا۔ پھر روس و انگلستان و فرانس میں ایک حد تک اس پر عمل کیا گیا۔ امریکہ نے شراب تیار نہ کرنے کا عزم ظاہر کیا۔ فی الواقع ترک شراب ایک رحمت ہے اور جس وجود پاک نے سب سے پہلے دنیا کو اس مسئلہ کی ہدایت کی وہ رحمۃ للعالمین ہے۔ ایسے احکام قرآن مجید اور حدیث پاک سے سینکڑوں کی تعداد میں شمار کیے جا سکتے ہیں:

ناظرین غور سے معلوم کریں گے کہ ہم نے اس مضمون میں جن مسائل کا ذکر کیا ہے یہ خالص ایسے مسائل ہیں کہ مسلم و غیر مسلم ہر دو مساوی طور پر ان سے مستفید ہو سکتے ہیں چنانچہ مستفید ہو رہے ہیں ان مسائل کے ترک کر دینے کے بعد تمدن کے قیام اور شائستگی کے وجود کی بقا ہی نہیں رہ سکتی۔ اس لیے دنیا کو ماننا پڑے گا کہ نبی کریم ﷺ فی الواقع رحمۃ للعالمین تھے۔

البتہ اہل اسلام کے ساتھ نبی ﷺ کو التفات خاص ہے اور یہ لوگ اس آفتاب حقیقت سے زیادہ تر منور ہونے کی سعی کیا کرتے ہیں اس لیے رب العالمین نے حضور ﷺ کی صفت میں فرمایا ہے:

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

دیکھو! رحمت کے ساتھ یہاں رأفت کا اضافہ ہو گیا ہے۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو حضور نبی کریم ﷺ کی رحمت و رأفت سے استفاضہ کرتے ہیں۔

○ ..... * ..... ○

باب ہفتم:..... حب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

غزلیات وابیات کے شید الفظ عشق کا استعمال اکثر کیا کرتے ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث پاک کے ماہرین سے یہ امر مخفی نہیں ہے کہ ہر دو کلام پاک میں لفظ عشق کا استعمال نہیں ہوا ہے۔[1]

قاموس میں ہے: الجنون فنون والعشق من فنه يستجلبه المرء على نفسه باستحسان بعض الصور و الشمائل یعنی جنون کی بہت سی اقسام ہیں عشق بھی جنون کی ایک قسم ہے اس مرض کو انسان اپنے نفس پر بعض صورتوں یا خصلتوں کے اچھا سمجھ لینے سے خود وارد کر لیا کرتا ہے:

پس جب عشق کے معنی قسمے از جنون ہوئے تو ضروری تھا کہ خدا اور رسول ﷺ کے پاک کلام میں اس لفظ کا استعمال نہ کیا جاتا اور اسے فضائل محمودہ یا محاسن جمیلہ سے شمار نہ کیا جاتا بے شک قرآن حکیم اور احادیث رسول کریم میں لفظ محبت کا استعمال ہوا ہے اور اس سے ثابت ہو گیا کہ محبت ہی صفت کمال انسانی ہے۔

محبت اور عشق میں یہ بھی فرق ہے کہ محبت روح کے میلان صحیحہ کا نام ہے اور عشق میں اس شرط کا پایا جانا ضروری نہیں۔ محبوب وہ ہے جو فی الواقع اپنے کمالات علیہ کی وجہ سے محبت کیے جانے کے شایان ہو۔ معشوق وہ ہے جسے کسی نے اچھا سمجھ لیا ہو۔ محبوب، محبوب ہی ہے خواہ کوئی محب پیدا ہو یا نہ ہو مگر معشوق، معشوق نہیں، جب تک کوئی اس کا عاشق موجود نہ ہو۔ غالباً مشہور مثل ''لیلیٰ را بہ چشم مجنون باید دید'' کے واضح نے انہی معانی کو ایک دوسرے اسلوب میں بیان کر دیا ہے۔ بعض نے محبت کے معنی شوق الی المحبوب بیان کیے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ محبت ''ایثار للمحبوب'' کا نام ہے۔ بعض نے کہا: ''محبت اسے کہتے ہیں کہ قلب کو مرادِ محبوب کا تابع بنا دیا جائے''۔

میرے نزدیک تعریف محبت تو وہی ہے جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں اور یہ معانی تو صرف ثمرات محبت کو بیان کرتے ہیں۔ محبت روح انسانی کی وہ صفت نورانی ہے جو جسم انسانی میں آنے سے پیشتر بھی روح کے اندر پائی جاتی اور کارفرما تھی، حدیث شریف اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدٌ ... الخ اس معنی کی جانب اشارہ کرتی ہے، محبت کے مدارج محبوب کے مدارج پر منحصر ہوتے ہیں محبوب جتنا زیادہ ارفع واعلیٰ ہوگا محبت کا درجہ بھی اسی قدر ارفع ودائمی ہوگا۔ محبت کو ذات و صفات محبوب سے جس قدر زیادہ عرفان ہوگا اسی قدر زیادہ استحکام سے اس کا اس کی جانب میلان ہوگا۔

يُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۭ مشرک لوگ شرکاء کے ساتھ اللہ کی محبت جیسی محبت کرتے ہیں مگر جو ایمان والے ہیں ان کی محبتیں خدا کے ساتھ بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہیں۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ سیرت النبی ﷺ کے لکھنے کا مقصد اس خاکسار کا بلکہ جملہ علمائے کبار کا یہی ہے اور یہی ہونا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کے وجود باجود کے متعلق پڑھنے والے کے قلب کو ایمان فواد کو ایقان روح کو راح اور صدر کو انشراح حاصل ہو جائے اور محبت کا وہ پاک چشمہ جو خس وخاشاک علائق سے دب گیا تھا یا سنگاخ جہل میں رک گیا تھا۔ پھر فوارہ وار اسی بلندی تک موجزن ہو جائے جس بلندی سے چلا تھا۔

---

[1] ولا يحفظ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم لفظ العشق فى حديث صحيح البتة زاد المعاد جلد ۲ ص ۹۶ واضح ہو کہ حدیث من عشق فعف فمات فهو شهيد اور حدیث من عشق وكتم وعف و صبر۔ ہر دو صحیح نہیں۔ ابن جوزی نے موضوعات میں ان کا ذکر کیا ہے ان کا راوی صرف سوید بن سعید ہے اور ائمہ حدیث نے اس کی نسبت سخت ترین الفاظ استعمال کیے ہیں۔

محبت ہی یاس کو دھکیل دینے والی اور مصائب کو کشادہ پیشانی کے ساتھ جھیل لینے والی ہے محبت ہی دل کی زندگی اور زندگی کی کامیابی ہے۔ محبت ہی کامیابی کو دوام و بقا کا تاج پہناتی اور پھر اس بقاء کو تخت ارتقاء پر بٹھاتی ہے ۔محبت ہے جس کی صفت میں حبیب اللہ ﷺ نے فرمادیا ہے:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (صحیح بخاری عن ابی موسی باب علامة الحب کتاب البر والصلة)

کہ ہر شخص کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ محبت کی بنیاد کسی کمال اصلی پر ہوتی ہے سینکڑوں اشخاص حاتم طائی سے محبت رکھتے ہیں اس لیے نہیں کہ انہیں اس کی جائیداد سے کوئی پیسہ یا پائی ملی ہے بلکہ اس لیے کہ ایسے اشخاص کو صفت جود وسخا سے محبت ہوتی ہے سینکڑوں اشخاص نوشیرواں عادل سے محبت رکھتے ہیں نہ اس لیے کہ ان کو کسی مظلمہ میں دادرسی یا کسی دعویٰ میں ڈگری اس کی داوری گاہ سے ملی ہو بلکہ اس لیے کہ یہ لوگ صفت عدل و داد کو محمود سمجھتے ہیں۔ سینکڑوں اشخاص رستم و اسفندیار کی داستان کو پورے جوش سے پڑھتے یا سرگرمی سے سنا کرتے ہیں اس لیے نہیں کہ وہ بھی ان کی فتوحات میں حصہ دار ہیں بلکہ اس لیے کہ صفت مردانگی وشجاعت سے ان کو محبت ہوتی ہے۔ بیسیوں اشخاص سقراط و افلاطون کے نام محبت اور پیار سے لیا کرتے ہیں اس لیے نہیں کہ وہ بھی ان کے مدرسہ خاص میں جس کے دروازے عوام پر ہمیشہ بند رہتے تھے کچھ اسباق سن چکے ہیں بلکہ اس لیے کہ یہ لوگ علم وحکمت کے خود قدردان ہوتے ہیں۔

بیسیوں اشخاص شیکسپیئر ہومر، فردوسی وسعدی لبید و متنبی، بیاس اور دالمیک کی فصاحت و بلاغت کے بیان میں اپنی تمام قوت گویائی کو صرف کردیا کرتے ہیں اس لیے نہیں کہ وہ بھی اس شہرت دہی کے اجارہ دار ہیں بلکہ اس لیے کہ یہ لوگ راز فطرت انسانی کے مشتاق ہوتے ہیں اور ہر شخص کی مدح کو جو اس فن میں تکلم کرے پسند کرتے ہیں۔

یہاں جس ہستی مزکی کی محبت کا مذکور ہے اس کی شان بلند کا تعقل کرنے کے لیے خیال کرو۔

ایک آدم علیہ السلام انابت الی اللہ کا راز آشکارا کرنے والا۔
ایک ادریس علیہ السلام علوم اولین وآخرین کا درس دینے والا۔
ایک نوح علیہ السلام اسرار واعلان سے تبلیغ کرنے والا۔
ایک ابراہیم علیہ السلام گناہ گاروں کے لیے رب العزت سے درگزر اور رحمت کا سوال کرنے والا۔
ایک اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ کو معظم ٹھہرانے والا۔
ایک یعقوب علیہ السلام خدائے قادر سے عہد باندھنے والا۔
ایک یوسف علیہ السلام بدخواہ اور بداندیش پر ترحم کرنے والا ۔
ایک موسیٰ علیہ السلام قوم کو برگزیدہ بنانے والا۔
ایک ہارون علیہ السلام امام فصیح
ایک یحییٰ علیہ السلام مبلغ متواضع
ایک داؤد علیہ السلام قوم کو اجتماعی قوت دینے والا ۔
ایک سلیمان علیہ السلام خدا کے لیے پاک گھر بنانے والا (صلی اللہ علیہ و علی جمیع اخوانہ من النبین و المرسلین)

ہاں! وہ جس کے منہ میں خدا کا کلام ہونے کی خبر موسیٰ علیہ السلام نے دی۔ ہاں وہ جسے مسیح علیہ السلام نے روح الحق بتایا
ہاں! وہ جس کی ہیبت وجلال سے داؤد علیہ السلام نے دشمنوں کو مرعوب بنایا۔
ہاں! وہ جس کے حسن و جمال کا نشید سلیمان علیہ السلام نے مقدس میں گایا۔

* .....وہ جس کی حمد سے حبقوق علیہ السلام نے عالم کو پُر آوازہ کیا۔
* .....وہ جس کے خیر مقدم کی تہنیت نے ملاکی علیہ السلام نے خدا کے گھر کو جلال دیا۔
* .....وہ جس کے لباس اور ان پر شہنشاہوں کا شہنشاہ خداوندوں کا خداوند لکھا ہوا یوحنا نے پڑھا
* .....وہ جس کے پیچھے آسمانی فوجوں کا چلنا صاحب مکاشفات نے مشاہدہ کیا۔

کیا کوئی اہل بصر اہل دل، ایسے محبوب، ایسے محمود، ایسے مصطفیٰ، ایسے محمد پر دل وجان سے فدا نہ ہوگا اور اس فدا ہونے کو اپنے لیے غایت شرف اور انتہائی کمال انسانیت نہ سمجھے گا۔ یاد رکھو کہ آیت ذیل میں اسی راز کا انکشاف کیا گیا ہے

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۔ (توبہ)

کہ سب لوگوں کو سنا دے کہ اگر تم کو ماں باپ بیٹے بیٹیاں بہن بھائی۔ زن وشوہر قوم وقبیلہ اور مال جو تم نے جمع کیا ہے اور تجارت جس کے خسارہ کا تم کو ڈر لگا رہتا ہے اور وہ محل جن میں بسنا تم کو اچھا معلوم ہوتا ہے (وہ سب) زیادہ پیارے ہیں خدا اور رسول سے راہ خدا میں جہاد کرنے سے تب تم منتظر رہو کہ خدا تمہارے لیے اپنا کوئی حکم دے۔

اس آیت میں جن جن شخصیتوں یا چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کی محبت عام میلان انسانی کے موافق مسلمہ ہے اور اسی لیے رب العالمین نے جو فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا کا مالک ہے، ان سب کے ساتھ انسانی محبت کی نفی نہیں فرمائی اور نہی نہیں کی بلکہ تفریق درجات کے سبق کی تعلیم دی ہے۔ ع..... "گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی"

یہی راز صحیحین میں اس حدیث پاک عن انس رضی اللہ عنہ میں کھولا گیا ہے:

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ

ترجمہ:..... کوئی شخص تم میں سے مؤمن نہیں بن سکتا جب تک اسے رسول اللہ کے ساتھ ماں باپ اور اولاد اور باقی سب اشخاص سے بڑھ کر محبت نہ ہو۔

صحیح ابن خزیمہ میں ہے: لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ

ترجمہ:..... کوئی مؤمن نہیں بن سکتا جب تک میں اسے اس کے اہل ومال سے زیادہ محبوب نہیں ہوتا۔

ہمارا اعتقاد ہے کہ نبی کریم ﷺ نہ صرف محبوب بلکہ حبیب ہیں یعنی حضور ﷺ کے وہ صفات عالیہ اور فضائل متکاثرہ اور محاسنِ جمیلہ اور نعوتِ رفیعہ جنہوں نے حضور ﷺ کو حبیب خدا اور محبوب خلق خدا بنا دیا ہے، ثبات واستقرار رکھتے اور دوام وبقا سے متمکن ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ نبی ﷺ کے محاسن اخلاق اور شرف افعال کے اول چند نمونے پیش کروں اور پھر دکھاؤں کہ ایسی صفات عالیہ کے مالک سے کون شخص محبت کرنا نہیں چاہتا۔

جود وسخا کا بیان

① ..... جنگ حنین میں چھ ہزار قیدی، ۲۴ ہزار اونٹ، ۴۰ ہزار بکریاں، ۴ ہزار اوقیہ (چھٹانک) چاندی غنیمت میں حاصل ہوئی تھی۔ نبی ﷺ نے ان میں سے ایک چیز کو بھی نہیں چھوا۔ گھر سے جس خیر و برکت کے ساتھ تشریف لائے تھے اسی طرح واپس گئے۔

② ..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

مَاتَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَّلَا شَاةً وَّلَا بَعِيْرًا وَّلَا اَوْصٰى بِشَيْءٍ

ترجمہ: ..... نبی ﷺ نے اپنی وفات کے بعد کوئی سکہ چاندی یا سونے کا یا بکری یا اونٹ دنیا میں نہیں چھوڑا اور نہ کسی شے کی بابت کوئی وصیت ہی فرمائی۔

③ ..... معلّٰی بن زیاد نے حسن سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک سوالی آیا فرمایا بیٹھو، خدا دے گا۔ پھر دوسرا آیا پھر تیسرا آیا حضور ﷺ نے سب کو بٹھالیا۔ حضور ﷺ کے پاس دینے کو اس وقت کچھ نہ تھا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے چار اوقیہ چاندی حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔ حضور ﷺ نے ایک ایک اوقیہ تو ان تینوں میں تقسیم کر دیا اور ایک اوقیہ کی بابت پکار بھی دیا مگر کوئی لینے والا نہ اٹھا، رات ہوئی تو حضور ﷺ کو نیند نہیں آتی اٹھتے ہیں اور نماز پڑھنے لگتے ہی، پھر ذرا لیٹ کر اٹھتے ہیں اور نماز پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ ام المؤمنین نے پوچھا حضور! کو آج کچھ تکلیف ہے فرمایا نہیں۔ انہوں نے پوچھا تب کوئی خاص حکم خدا کا آیا ہے جس کی وجہ سے یہ بے قراری ہے فرمایا نہیں۔ ام المؤمنین نے کہا پھر حضور ﷺ آرام کیوں نہیں فرماتے اس وقت حضور ﷺ نے وہ چاندی نکال کر دکھائی۔ فرمایا یہ ہے جس نے مجھے بے قرار کر رکھا ہے مجھے ڈر لگا کہ مبادا یہ میرے پاس ہی ہو اور میری موت آجائے۔ (اعلام النبوۃ: ۱۵۵)

④ ..... ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

مَنْ تَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهٖ

جو مسلمان قرض چھوڑ مرے گا میں اسے ادا کروں گا اور جو مسلمان ورثہ چھوڑ مرے گا اسے اس کے وارث سنبھالیں گے۔

⑤ ..... جابر بن عبداللہ صحابی انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

مَاسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا (صحیحین)

نبی کریم ﷺ سے کبھی کسی چیز کا بھی سوال نہیں کیا گیا جس کے جواب میں حضور نے ''لا'' (نہیں) فرمایا ہو۔

اسی حدیث کا مفہوم کسی نے یوں ادا کیا ہے: ع

نرفت لا بہ زبانِ مبارکش ہرگز	مگر بَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

ان روایتوں کو دیکھو اور ان کے معانی پر غور کرو، ثابت ہو جائے گا کہ نبی کریم ﷺ فی الحقیقت ''اَجْوَدُ النَّاسِ بِالْخَيْرِ'' (نیکیوں میں سب سے زیادہ سخاوت والے) تھے۔

عدل وانصاف کا بیان

① ..... نبی ﷺ کی اس صفت کا اعتراف اعداء بھی کرتے تھے ربیع بن خیثم سے روایت ہے کہ بعثت سے پیشتر بھی لوگ اپنے مقدمات کو نبی ﷺ کے حضور میں فیصلہ کے لیے لایا کرتے تھے۔ (شفاء:۹۵)

② ..... حجر اسود کے نصب کرنے میں جو جھگڑا قریش میں ہوگیا تھا۔ اس کا ذکر رحمۃ للعالمین'' جلد اول (حصہ اوّل) میں موجود ہے۔ قابل ذکر یہ ہے کہ قرارداد یہ تھی جو کوئی شخص اب سب سے پہلے کعبہ میں آئے وہی حکم قرار پائے نبی ﷺ آنکلے، تو لوگوں کی خوشی ومسرت کی حد نہ تھی اور خوش ہوہو کر پکارتے تھے:

هٰذَا مُحَمَّدٌ هٰذَا الْاَمِيْنُ قَدْ رَضِيْنَا بِهٖ کہ لو محمد (ﷺ) آگئے، ان کے فیصلہ پر تو ہم سب ہی خوش ہیں (شفاء)

تیقنِ انصاف ہو تو ایسا ہو کہ فیصلہ سننے سے پیشتر ہی ہر مخالف اس فیصلہ پر رضامندی کا اظہار کرتا ہے۔

③ ..... فاطمہ نامی مکہ کی ایک عورت چوری میں مأخوذ ہوئی، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے جس سے حضور ﷺ نہایت محبت کیا کرتے تھے۔ بھولے پن سے اس کی سفارش کردی، ناخوش ہوگئے اور فرمایا کہ تم حدود الٰہی میں سفارش کرتے ہو۔ دیکھو اگر میری بیٹی فاطمہؓ بھی ایسا کرتی تو میں وہی فیصلہ کرتا جو اس کے کے لیے کروں گا۔

نجدت وشجاعت کا بیان: ..... نجدت اس صفت کو کہتے ہیں کہ موت کے سامنے نظر آنے پر بھی اعتماد علی النفس قائم رہے۔ شجاعت قوت غضبیہ کے اس کمال کو کہتے ہیں جو انقیاد عقل سے حاصل ہوتا ہے نبی کریم ﷺ کی ان صفات کے متعلق بیسیوں روایات اور راویوں کے عینی مشاہدات موجود ہیں۔ حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کے نام اور ان کی شجاعت کے بلند کارناموں سے کون ناواقف ہوگا۔ وہی فرماتے ہیں:

انا کنا اذا حمی لباس و احمرّت الحدق اتقینا برسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فمایکون احد اَقْرَبُنَا الی العدوِّ منہ۔ (سنن النسائی)

ترجمہ: ..... جب گھمسان کا رن پڑتا اور لڑنے والوں کی آنکھوں میں خون اتر آتا۔ اس وقت ہم نبی ﷺ کی اوٹ لیا کرتے تھے اور ہم میں سے سب سے آگے دشمن کی جانب نبی ﷺ ہی ہوتے تھے۔

① ..... جنگ حنین میں دشمنوں نے پہاڑ کے درہ میں بیٹھ کر تیروں کا ایسا مینہ برسایا کہ مسلمانوں کی بارہ ہزار فوج کا منہ موڑ دیا۔ کسی نے اس واقعہ کے متعلق براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تم رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔

قال نعم لکن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لم یفرثم قال لقد رایتہ علی بغلتہ البیضاء و ابوسفیان اخذ بلجامھا و النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول انا النبی لاکذب۔

ترجمہ: ..... تو براء نے کہا: ہاں، مگر رسول اللہ تو پھر بھی نہ بھاگے میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ اپنے سفید خچر پر چڑھے ہوئے ہیں ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب ہاشمی نے لگام پکڑ رکھی ہے اور حضور ﷺ فرمارہے ہیں: انا النبی لاکذب

خچر پر سوار ہونا ہی ثبات واستقلال کی دلیل ہے۔ بھاگنے والا تو تیز گام گھوڑے کو پسند کیا کرتا ہے سفید خچر کا انتخاب بھی مردانگی کی دلیل ہے ورنہ لڑائی میں ایسے رنگ کا جانور پسند کیا جاتا ہے۔ جو ذرا گرد وغبار میں چھپ جائے فوج کی خاک وردی کا مدعا بھی یہی ہے۔ بارہ ہزار فوج کے بھاگ جانے پر میدان میں کھڑے رہنا بھی کوہ تحمل ہی کا کام ہے

ایسے وقت میں خود بول بول کر اپنی شناخت دشمن کو کرانا اور اسی دعویٰ کو دہرانا جو حملہ آوروں کے کینہ وعداوت کا موجب تھا۔ صرف قمر نبوت ہی کا خاصہ نور پاشی ہے۔ اسی واقعہ کے متعلق عباس رضی اللہ عنہ عم النبی ﷺ کی روایت میں ہے:

وَلّٰی الْمُسْلِمُوْنَ مُدْبِرِیْنَ فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَرْکُضُ بَغْلَتَہٗ نَحْوَ الْکُفَّارِ وَاَنَا اٰخِذٌ لِبِلجَامِھَا اکفّھا ارادۃَ اَنْ لَا تسرع وَاَبُوْسُفْیَانَ اٰخِذٌ بِرِکَابِہٖ

ترجمہ:..... مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے اس وقت نبی ﷺ خچر کو ایڑ لگانے اور دشمن کی جانب بڑھانے لگے میں نے لگام اور ابوسفیان نے رکاب پکڑ لی اس ارادہ سے کہ حضور ﷺ کو آگے بڑھنے سے روک دیں"۔

صحیح مسلم میں اسی واقعہ کے متعلق پھر یہ الفاظ ہیں:

نزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن بغلتہ — نبی کریم ﷺ اپنے خچر سے اتر پڑے۔

یہ شجاعت کی غایت الغایت ہے کہ جس شخص کے سامنے سے بارہ ہزار فوج بھاگ رہی ہے حضور ﷺ اس کے مقابلہ کے لیے اپنی سواری آگے کو لے جا رہے ہیں اور جب اہل بیت کے دو شخص عم اور ابن العم نے سواری کو روک لیا تو حضور ﷺ پیادہ ہو کر آگے بڑھنے کو ہیں۔

(۳)..... صحیحین میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مدینہ میں ایک رات غل سا ہوا لوگ سمجھے چھاپہ آ پڑا سب لوگ مل کر آبادی سے باہر اس شور کی جانب کو چلے آگے چلے تو انہیں نبی ﷺ واپس ہوتے ہوئے ملے۔ حضور ﷺ گھوڑے پر سوار اور تلوار حمائل کیے ہوئے تھے یعنی آواز سن کر سب سے پہلے اور تن تنہا تفتیش کو تشریف لے گئے تھے اور ہم سے فرماتے تھے لَمْ تَرَاعُوْا لَمْ تَرَاعُوْا ڈرو نہیں، ڈرو نہیں۔

(۴)..... ناظرین کو بیعت العقبہ کی بنیادی ملاقات کا واقعہ تو یاد ہی ہوگا کہ شب تاریک اور منزل پر خطر کے خوف سے ایک قافلہ پہاڑ کی گھاٹی میں پناہ لینے پر مجبور ہو جاتا اور آبادی تک پہنچنے کی جرأت نہیں کرتا اور نبی ﷺ جن کی جان کا دشمن مکہ کا ایک ایک شخص تھا ایسے وقت اور ایسے مقام میں اس لیے چکر لگا رہے ہیں کہ شاید کسی راہ گم کردہ ضلالت کو ہدایت فرما سکیں۔

(۵)..... تمام دنیا کے مقابل سچے اصول کی اشاعت کے لیے کھڑے ہونا اور ایک ایسے ملک میں جہاں خونریزی و سفاکی ہی کی حکومت تھی۔ ہر ایک مذہبی ضلالت کا اعلان کرنا کسری وقیصر وحبش کے حکمران اور عرب کے جنگ جو قبائل کے خشم وغضب کی پرواہ نہ کرنا شجاعت اور قوت قلب کا بہترین نمونہ دکھاتا ہے جس کی نظیر تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔

تواضع کا بیان:..... مسکنت وتواضع نبی ﷺ نبی ﷺ کی صفت لازم تھی۔ تواضع ہی تھی کہ خچر اور حمار پر سواری فرماتے دوسرے کو ساتھ سوار کر لیتے۔ مسکینوں، غریبوں کی عیادت فرماتے، فقراء کے برابر جا بیٹھتے صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان مل جل کر بیٹھ جاتے۔ اپنی نشست کے لیے نہ جانب صدر کی ضرورت سمجھتے نہ کوئی امتیازی نشان بناتے۔ غلاموں اور خادموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتے۔ بازار سے سودا خرید کر اور خود اٹھا کر لے آتے۔ اپنے جانوروں کو خود چارہ ڈالتے، اونٹ کی زانو بندی کر دیتے گھر کے چھوٹے چھوٹے کام کاج اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے جب ہزاروں جاں نثار ایسی خدمت سرانجام دینے کو اپنی سعادت دارین سمجھنے والے موجود اور آمادہ ہوتے تھے۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضور ﷺ حج کو تشریف لے گئے میں نے دیکھا کہ جو چادر حضورؐ کے اوپر تھی اس کی قیمت چادر درہم سے زیادہ نہ ہوگی۔ یہود ان بنو قریظہ کی جانب تشریف لے گئے، تو اس روز حضور ﷺ حمار پر سوار تھے جس کی باگ کھجور کے پٹھے کی رسی سے بنی ہوئی تھی اور اس کی پشت پر صرف کھجور کی صف[1] پڑی ہوئی تھی

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے ایک دکان سے پاجامہ خریدا اٹھنے لگے تو دکاندار نے آنحضور ﷺ کے ہاتھ پر بوسہ دینا چاہا حضور ﷺ نے جھٹ ہاتھ کو پیچھے ہٹالیا اور زبان مبارک سے فرمایا۔

هَذَا تَفْعَلُهُ الْأَعَاجِمُ بملوكها و لست بملك انما انا رجل منكم

ترجمہ:..... یہ تو عجمی لوگ اپنے بادشاہوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں میں بادشاہ نہیں ہوں، میں تم ہی سے ایک ہوں۔

حیاء کا بیان:..... ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کان رسول الله صلى الله عليه وسلم اشد حياء من العذراء فى خدرها كان اذا كره شيئا عرفناه فى وجهه (متفق عليه)

ترجمہ:..... نبی ﷺ پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرمگیں تھے۔ کوئی مکروہ چیز دیکھ لیتے تو زبان سے کچھ نہ فرماتے۔ حضور ﷺ کے چہرہ پر کراہت کے آثار نمایاں ہو جاتے تھے"۔

اسی صفت حیا کا اثر تھا کہ کسی کو رو۔ در رو کسی عیب کے متعلق کچھ نہ فرماتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

انه كان عند رسول الله صلى الله عليه وسلم رجل به اثر صفرة و كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لايكاد يواجه احد بشيء يكرهه فلما قام للقوم لو قلتم له يدع هذه الصفرة

ترجمہ:..... ایک شخص آنحضرت اکی خدمت میں زعفران کا رنگ ملے ہوئے آیا حضور کی عادت مبارک تھی کہ کسی کے سامنے ایسی بات نہ کہا کرتے تھے جسے وہ ناپسند کرتا ہو جب وہ چلا گیا تو حضور ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: کاش! تم اس سے کہہ دیتے کہ وہ اس رنگ کو چھوڑ دیتا (شمائل ترمذی)

(۳)..... بعض اوقات لوگوں کی طول کلامی سے حضور تھک جاتے یا زیادہ بیٹھے رہنے کی وجہ سے مجبور ہو جاتے تب بھی حیا کی وجہ سے خود تکلیف اٹھاتے اور ان سے کچھ نہ فرماتے:

شفقت و رأفت کا بیان:..... ایک گنوار آیا، اس نے سوال کیا حضور ﷺ نے اسے دے دیا اور پوچھا کہ ٹھیک ہے۔ وہ بولا نہیں تم نے میرے ساتھ کچھ بھی سلوک نہیں کیا مسلمان یہ سن کر بے تابانہ اس کی طرف اٹھے حضور نے اشارہ کیا کہ رک جاؤ پھر حضور ﷺ گھر میں تشریف لے گئے اور گھر سے لا کر اور بھی کچھ دیا۔ وہ خوش ہو کر دعا دینے لگا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تیرا پہلا کام میرے اصحاب کو ناگوار گزرا تھا۔ کیا تم پسند کرتے ہو کہ ان کے سامنے بھی اسی طرح کہہ دو، جس طرح اب میرے پاس کہہ رہے ہو تا کہ ان کے دل بھی تیری طرف سے صاف ہو جائیں۔ وہ بولا: ہاں! میں کہہ دوں گا۔ پھر اگلے دن یا شام ہی کو وہ گنوار آ گیا۔ آپ ﷺ نے اصحاب سے فرمایا کہ اب یہ مجھ سے خوش ہے، کیوں ٹھیک ہے نا؟ وہ بولا: ہاں! اور پھر دعا دی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ایک شخص کی اونٹنی بھاگ گئی لوگ اس کے پیچھے دوڑے وہ آگے ہی آگے بھاگتی رہی مالک بولا تم سب ٹھہر جاؤ میری اونٹنی ہے اور میں ہی اسے سمجھ سکتا ہوں

---

[1] "کھجور کی صف" میں نے "اکاف" "من ليف" کا ترجمہ کیا ہے، یہ لفظ شمائل ترمذی میں ہے۔

لوگ ہٹ گئے۔ اونٹنی گھاس پات کھانے میں لگ گئی مالک نے آگے سے جا کر اسے جا پکڑا اور کاٹھی ڈال لی میری اور اس گنوار کی مثال تو ایسی ہی تھی، اگر تم اسے اسی حالت پر قتل کر دیتے تو بے چارہ جہنم میں جاتا (کتاب الشفاء:۵۵)

(۲)..... نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی تھی کہ اے خدا میری اس عرض کو ایک مضبوط عہد سمجھا جائے کہ اگر میں کسی شخص کو از راہ بشریت بد دعا بھی دے بیٹھوں تو میری اس بد دعا کو بھی اس کے حق میں رحمت و برکت اور زکوٰۃ وتقرب بنا دینا۔

(۳)..... امام احمد وطبرانی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص کو گرفتار کر کے نبی ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا اور عرض کیا گیا کہ یہ حضور ﷺ کے قتل کا ارادہ کرتا ہے نبی ﷺ نے اسے تسلی دے کر فرمایا کہ تم اس الزام سے نہ ڈرو (پھر اسے رہا کر کے یہ بھی فرمایا) کہ اگر تیرا ارادہ بھی ہوگا تو تو قابو نہ پا سکے گا۔ (کتاب الشفاء:۴۰)

عفو و کرم:..... عفو کی صورت اس وقت متحقق ہوتی ہے کہ جرم ثابت ہو اور مجرم کو سزا دینے کی طاقت حاصل ہو پھر معافی دی جائے۔ کرم کے معنی میں داد و دہش یا عزت افزائی کی صورت شامل ہے۔ عفو کے بغیر بھی پائی جاتی ہے اور عفو کے ساتھ بھی اور اس وقت اس کی شان اور بھی زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے نبی کریم ﷺ کے عفو تقصیر کے ساتھ عموماً کرم بھی پایا جاتا تھا۔

(۱)..... صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آیا، حضور ﷺ کی چادر کو زور سے کھینچا، چادر کا کنارہ حضور ﷺ کی گردن میں کھب گیا اور نشان پڑ گیا۔ وہ اعرابی بولا: محمد!، میرے یہ دو اونٹ ہیں ان کی لاد کا کچھ سامان مجھے بھی دو، کیونکہ جو مال تیرے پاس ہے وہ نہ تیرا ہے نہ تیرے باپ کا۔ نبی ﷺ چپ سے ہو گئے پھر فرمایا: مال تو اللہ کا ہے اور میں اس کا بندہ ہوں۔ پھر پوچھا جو برتاؤ تم نے مجھ سے کیا، تم اس پر ڈرتے نہیں ہو؟ اعرابی بولا: نہیں..... پوچھا، کیوں؟ اعرابی: مجھے معلوم ہے کہ تم برائی کے بدلے برائی نہیں کیا کرتے ہو۔ نبی کریم ﷺ ہنس دیئے اور حکم دیا کہ "ایک اونٹ کے بوجھ کے جو ایک کی کھجوریں دی جائیں"۔

(۲)..... حضور ﷺ نے زید بن سعنہ یہودی کا قرض دینا تھا وہ تقاضا کے لیے آیا حضور ﷺ کے کندھے کی چادر اتار لی اور کرتہ پکڑ کر سختی سے بولا کہ عبد المطلب کی اولاد بڑی نادہندہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے جھڑکا اور سختی سے جواب دیا۔ نبی کریم ﷺ تبسم فرماتے رہے، اس کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

انا وھو کنا الی غیر ھذا منك احوج یا عمر تامرنی بحسن القضاء و تامرہ بحسن التقاضی

ترجمہ:..... عمر تم کو مجھ سے اور اس سے اور طرح کا برتاؤ کرنا تھا تم مجھے کہتے کہ ادائیگی ہونی چاہیے اور اسے سکھاتے کہ تقاضا اچھے لفظوں میں کرنا چاہیے۔

پھر زید رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا: لقد بقی من اجلہ ثلاث ابھی تو وعدہ میں تین دن باقی ہیں۔

پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جاؤ اس کا قرض ادا کرو اور بیس صاع زیادہ بھی دینا، کیونکہ تم نے اسے جھڑکا بھی تھا[1]

---

[1] رواہ البیہقی مفصلا کتاب الشفاء صفحہ ۴۵۔ واضح ہو کہ وزن صاع ہمارے ۸۰ تولہ سیر کے حساب سے دو سیر ساڑھے تین چھٹانک کا ہوتا ہے یہی واقعہ ابن سعنہ کے اسلام کا موجب ہوا اس نے سنا تھا کہ نبی موعود کا علم ہر جہالت پر سابق ہوگا اور شدت جہل اس کے علم کی افزونی کا سبب ہوگی۔ اسی پیشین گوئی کی آزمائش کے لیے اس نے یہ حرکات کی تھیں۔

(۳)..... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کوہ تنعیم سے ۸۰ شخص یہ ارادہ کر کے اترے کہ نبی ﷺ کو قتل کر دیں۔ (حضور دامانِ کوہ میں اترے ہوئے تھے) انہوں نے اپنے کام کے لیے نماز صبح کا وقت انتخاب کیا تھا (جس میں نبی کریم ﷺ لمبی قرأت پڑھا کرتے تھے) وہ آئے اور پکڑے گئے نبی ﷺ نے سب کو چھوڑ دیا۔

(۴)..... ابوسفیان بن حرب اموی وہ شخص تھا جس نے احد، احزاب وغیرہ میں حضور ﷺ پر فوج کشی کی تھی وہ قبل از اسلام دوران ایام جنگ میں گرفتار ہو گیا۔ حضور ﷺ نے نہایت مہربانی سے اس سے کلام فرمایا:

وَيْحَكَ يَا اَبَا سُفْيَانَ اَلَمْ يَانِ لَكَ اَنْ تَعْلَمَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

ترجمہ: افسوس ابوسفیان ابھی وقت نہیں ہوا کہ تم اتنی بات سمجھ جاؤ کہ خدا کے سوا اور کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔

ابوسفیان بولا: بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ مَا اَحْلَمَكَ وَاَوْصَلَكَ وَاَكْرَمَكَ

میرے باپ ماں حضور پر قربان آپ کتنے بردبار کتنے قرابت کا حق ادا کرنے والے اور کس قدر دشمنوں پر عفو و کرم کرنے والے ہیں۔

(۵)..... حضرت زینب بنت الحارث بن سلام خیبر کی یہودیہ نے گوشت میں زہر ڈال کر حضور ﷺ کو کھلایا، اس نے اقبال جرم بھی کر لیا۔ نبی ﷺ نے پھر بھی اسے معاف فرما دیا۔

زہد فی الدنیا:..... واقعات زہد کے بیان میں میں نے اس زمانہ کے حالات کو لیا ہے جب نبی کریم ﷺ کا حکم تمام عرب میں نافذ تھا۔ جب بحرین سے حبش تک حضور ﷺ کا کلمہ پڑھا جاتا تھا تا کہ معلوم ہو جائے کہ نبی کریم ﷺ کا زہد اضطراری نہ تھا بلکہ اختیاری تھا۔ اس کا سبب لاچاری نہ تھا بلکہ فطری سبک روحی، کہ علائق مادی سے پیوستگی پسند بھی نہ کر سکتے تھے۔

(۱)..... ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی ﷺ نے کبھی شکم سیر ہو کر نہیں کھایا اور کبھی فاقہ کا شکوہ کسی سے نہیں فرمایا۔ ناداری حضور ﷺ کو غنی سے زیادہ پیاری تھی۔ کبھی ایسا ہوتا کہ بھوک کی وجہ سے رات بھر نیند نہیں آئی، مگر اگلے دن کا روزہ پھر رکھ لیتے تھے اگر حضور ﷺ چاہتے تو خدا تعالیٰ خزائن ارض کی کنجیاں اور ثمرات وتمتعات کی زندگی کی افزائشیں سب ہی عطا فرما دیتا۔ میں حضور ﷺ کے فاقہ کی حالت دیکھ کر رو پڑا کرتی، اپنا ہاتھ حضور ﷺ کے پیٹ پر پھیرا کرتی کہ فاقہ سے کیا دب گیا ہے) اور کہا کرتی واری جاؤں دنیا میں سے اتنا ہی قبول کر لیجیے جو جسمانی طاقت کو قائم رکھنے کو کافی ہو تو جواب میں فرما دیتے۔

یاعائشة! مالی والدنیا اخوانی من اولی العزم من الرسل صبروا علی ماهوا شدمن هذا فمضوا علی حالهم فقدموا علی ربهم فاکرم ما بهم واجزل ثوابهم فاجدنی استحیی ان ترفهت فی معیشتی ان یقصر لی غدا دونهم ومامن شیئ هواحب الی من اللحوق باخوانی واخلّائی۔ (کتاب الشفاء: ۲۳)

ترجمہ:..... عائشہ! مجھے دنیا سے کیا کام میرے بھائی اولوالعزم رسول تو اس سے بھی زیادہ حالت پر صبر کیا کرتے تھے وہ اسی چال پر چلے اور خدا کے سامنے گئے۔ خدا نے ان کا اکرام کیا اور ان کو پورا پورا ثواب دیا۔ اب اگر میں آسودگی کی زندگی کو پسند کرتا ہوں تو مجھے یہ بھی شرم آتی ہے کہ کل کو ان سے کم رہ جاؤں۔ دیکھو جو چیز سب سے زیادہ پیاری ہے وہ یہ ہے کہ اپنے بھائیوں اور خلیلوں سے جا ملوں"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس گفتگو کے بعد حضور ﷺ صرف ایک ہی مہینہ تک رونق افروزِ عالم رہے اور پھر رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

"اَللّٰھُمَّ وَاجِیَ الْمدحُوَّاتِ وَبَارِئَ الْمَسْمُوْکَاتِ وَجَبَّارَ الْقُلُوْبِ عَلٰی فِطْرَتِھَا۔ شَقِیِّھَا وَ سَعِیْدِھَا اجْعَلْ شَرَائِفَ صَلَوَاتِکَ و نَوَامِیَ بَرَکَاتِکَ وَ رَأفَتَہٗ تَحَنُّنِکَ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَ رَسُوْلِکَ الْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ وَ الْفَاتِحِ لِمَا اُغْلِقَ وَالْمُعْلِنِ الْحَقَّ بِالْحَقِّ وَالدَّامِغِ لِجَیْشَاتِ الْاَبَاطِیْلِ کَمَا حُمِّلَ فَاضْطَلَعَ بِاَمْرِکَ لِطَاعَتِکَ مُسْتَوْفِزًا فِیْ مَرْضَاتِکَ بِغَیْرِ نِکْلٍ عَنْ قَدَمٍ وَّلَا وَھْنٍ فِیْ عَزْمٍ دَاعِیًا لِوَحْیِکَ حَافِظًا لِعَھْدِکَ مَاضِیًا عَلٰی نِفَاذِ اَمْرِکَ حَتّٰی اَوْرٰی قَبَسًا لِقَابِسٍ اَلْاٰئُ اللّٰہِ تَصِلُ بِاَھْلِہٖ اَسْبَابُہٗ بِہٖ ھُدِیَتِ الْقُلُوْبُ بَعْدَ خَوْضَاتِ الْفِتَنِ وَ الْاِثْمِ وَ اَبْھَجَ مُوْضِحَاتِ الْاَعْلَامِ وَمُنِیْرَاتِ الْاِسْلَامِ وَنَائِرَاتِ الْاَحْکَامِ فَھُوَ اَمِیْنُکَ الْمَاْمُوْنُ وَخَازِنُ عِلْمِکَ الْمَخْزُوْنِ وَشَھِیْدُکَ یَوْمَ الدِّیْنِ وَ بَعِیْثُکَ نِعْمَۃً وَّ رَسُوْلُکَ بِالْحَقِّ رَحْمَۃً "(الحزب الاعظم۔ المنزل السادس)

ترجمہ:..... اے مبسوطات کے پھیلانے والے اے مرفوعات کو بلند کرنے والے اے شقی وسعید کے دلوں کو ان کی فطرت پر درست کرنے والے اے بزرگ ترین درود اور ترقی کرنے والی برکتوں اور مہربانی سے بھری ہوئی محبت کو محمدؐ پر نازل فرما۔ وہ تیرا بندہ تیرا رسول نبوت کا خاتم اور بند دروازوں کا فاتح وہ حق کا حق کے ساتھ اعلان کرنے والا وہ بطلان کی فوجوں کو کچل دینے والا ذمہ داریوں کو پورا کرنے والا ۔وہ جس نے ذرا سی لغزش قدم یا ذرا سی سستی عزم کے بغیر تیرے حکم پر تیری اطاعت میں قیام کیا اور تیری خوشنودی کو پورا کیا وہ تیری وحی کا محافظ تیرے عہد کا نگہباں، وہ تیرے حکم کے نفاذ کا دلدادہ وہ جس نے راہ گیروں کے لیے سر راہ مشعل جلائی (جس کے اسباب بفضل خدا ان لوگوں کو مل جاتے ہیں) وہی محمد جس کے سبب سے ان دلوں کو جو کفر وگناہ میں غوطے کھا رہے تھے۔ نجات ملی وہ جس کی وجہ سے روشن دلائل کے جھنڈے نمایاں ہوئے۔ ضیائے اسلام چمکی اور نورانی احکام کی روشنی پڑی وہ تیرا امین ومامون وہ تیرے علم مخزون کا خزینہ دار، وہ قیامت کے دن تیرا گواہ، وہ تیری نعمت کا اٹھایا ہوا اور تیری رحمت کا فرستادہ سچا رسول۔

② ..... علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ حضور کی سنت (طریقہ) کیا ہے۔ فرمایا:

① ..... المعرفة راس مالی	میرا راس المال (اصل سرمایہ) تو معرفت ہے		
② ..... والعقل اصل دینی	میرے دین کی جڑ عقل ہے۔		
③ ..... والحب اساسی	میری بنیاد محبت ہے	④ ..... والشوق مرکبی	میری سواری شوق ہے
⑤ ..... وذکر اللہ انیسی	میرا انیس ذکر الٰہی ہے	⑥ ..... والثقة کنزی	میرا خزانہ اعتماد بر خدا ہے
⑦ ..... والحزن رفیقی	میرا ساتھی غم دل ہے۔	⑧ ..... والعلم سلاحی	میرا ہتھیار علم ہے
⑨ ..... والصبر ردائی	میرا لباس صبر ہے	⑩ ..... والرضاء غنیمتی	میرا مال غنیمت رضائے سبحانی ہے۔

(۱۱) ..... والعجز فخری	میرا فخر عجز بدرگاہ ربانی ہے	(۱۲) ..... والزھد حرفتی	میرا پیشہ زہد ہے۔
(۱۳) ..... والیقین قوتی	میری خوراک یقین ہے۔	(۱۴) ..... والصدق شفیعی	میرا شفیع صدق ہے۔
(۱۵) ..... والطاعۃ جنسی	میرا اندوختہ طاعت الٰہی ہے	(۱۶) ..... والجھاد خلقی	میرا خلق جہاد ہے۔
(۱۷) ..... وقرۃُ عینی فی الصلوۃ		میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے (کتاب الشفاء:۶۵)	

عام اخلاق:..... ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی شہادت نبی کریم ﷺ کی نبوت سے پیشتر کے اخلاق کی بابت بربنائے پانزدہ سالہ تجربہ یہ ہے:

۱.....	انك لتصل الرحم	آپ قرابتیوں سے سلوک کرنے والے۔
۲.....	وتحمل الکل	درماندوں کو سواری دینے والے۔
۳.....	وتکسب المعدوم	ناداروں کو سرمایہ دینے والے۔
۴.....	وتقری الضیف	مہمانوں کی خدمت کرنے والے۔
۵.....	وتعین علی نوائب الحق	مصیبت زدوں کی اعانت فرمانے والے ہیں (صحیح بخاری، کتاب مبعث النبی)

(۲)..... بیہقیؒ نے ابوقتادہؓ سے روایت کی ہے کہ نجاشی کا وفد حضور ﷺ میں آیا تو نبی ﷺ بہ نفس نفیس ان کی آسائش کا اہتمام فرماتے تھے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ خدمت کے لیے ہم حاضر ہیں فرمایا: ہاں! مگر انھم کانوا لاصحابنا مکرمین وانی احب ان اکافیھم ان لوگوں نے حبش میں میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی عزت کی تھی اس لیے میں چاہتا ہوں کہ خود ہی ان کی ضرورت کو پورا کروں۔

(۳)..... انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے دس سال نبی ﷺ کی خدمت کی۔ اس عرصہ میں مجھے کبھی ہشت تک نہیں کی۔ میں نے کوئی کام کرلیا تو یہ نہ فرمایا کہ کیوں کیا۔ کوئی کام نہ کیا تو یہ نہ پوچھا کہ کیوں نہ کیا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں ہیں: حضور ﷺ نے مجھے ایک کام کے لیے فرمایا، میں نے کہا کہ میں نہیں جاتا۔ میرے دل میں یہ تھا کہ میں جاؤں گا میں وہاں سے نکلا تو لڑکوں کے ساتھ کھیل میں لگ گیا (آغاز خدمت کے وقت حضرت انسؓ کی عمر ۸ سال کی تھی) نبی ﷺ بھی وہاں آگئے میری گردن پر ہاتھ رکھا۔ میں نے لوٹ کر دیکھا تو حضور ہنس رہے تھے اور فرمایا پیارے انیس اب تو اس کام کو جاؤ۔ میں نے عرض کیا ہاں میں جاتا ہوں (صحیحین)

(۴)..... نبی ﷺ کثیر السکوت تھے بلاضرورت نہیں بولا کرتے تھے۔ جب بولتے تو کوئی ضروری جزو کلام کا باقی نہ رہ جاتا تھا اور کوئی فضول لفظ استعمال نہ ہوتا تھا۔ حضور ﷺ کی مجلس حلم وحیا اور خیر وامانت کی مجلس ہوتی تھی۔ تبسم ہی حضور ﷺ کا ہنسنا تھا۔ اصحاب بھی حضور ﷺ کے سامنے تبسم ہی پر اکتفاء کرتے تھے۔ (الشفاء)

حضور ﷺ کی راست گوئی ایسی مسلمہ تھی کہ نضر بن حارث جیسا جانی دشمن ایک دن قریش سے کہنے لگا کہ محمد بچپن ہی سے تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ سب سے زیادہ سچا سب سے بڑھ کر امانت دار مانا جاتا تھا اب جو اس کی ڈاڑھی کے بال پک گئے اور اس نے اپنی تعلیم تمہارے سامنے پیش کی تو تم نے کہہ دیا کہ وہ ساحر ہے نہیں نہیں بخدا

وہ ساحر تو نہیں۔ (الشفاء)

المختصر! اس بحر ناپیدا کنار کی شناوری محال ہے اور خلاصۃ المقال یہ ہے کہ کیا ایسے اخلاق فاضلہ کا ہادی ایسے محاسن جمیلہ کا مالک، ایسے اشرف اقوال کا صاحب ایسے جمیل السجایا کا متحمل ایسا ہے کہ اس سے محبت کی جائے۔ یا ایسا ہے کہ اس سے محبت نہ کی جائے۔ میں تو زور سے کہوں گا کہ جو کوئی بھی ایسے محمد ﷺ، ایسے ستودہ، ایسے محمودہ، ایسے وجود باجود، ایسے مصطفیٰ، ایسے برگزیدہ سے محبت نہیں کرتا۔ وہ فی الحقیقت ان جملہ اخلاق وصفات سے محبت نہیں رکھتا اور اس لیے وہ خود بھی ان اخلاق وصفات سے متصف ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اعاذنا اللہ منھا

آؤ ہم تو محبت کریں اور محبت کرنا ان سے سیکھیں جن کو خدا نے خود اپنے پیارے کی محبت وصحبت کے لیے چن لیا تھا یہ یاد رکھنا چاہیے کہ محبت ہی ادب وتوقیر سکھاتی ہے اور محبت ہی اتباع واطاعت پر آمادہ کرتی ہے۔ تعظیم وہی تعظیم ہے جس کا منشا محبت ہو اور اکرام وہی اکرام ہے جس کا مبداء محبت ہو۔

عروہ بن مسعود ثقفی کو قریش نے صلح حدیبیہ سے پیشتر اپنا سفیر بنا کر حضور عالی ﷺ میں روانہ کیا تھا۔ اسے سمجھایا گیا تھا کہ مسلمانوں کے حالات کو ذرا غور سے دیکھے اور قوم کو آ کر بتائے۔ عروہ نے دیکھا کہ نبی ﷺ وضو کرتے ہیں تو بقیہ آب وضو پر صحابہ رضی اللہ عنہم یوں گرتے پڑتے ہیں گویا ابھی لڑ پڑیں گے۔ حضور ﷺ کے لب وغیرہ کو زمین پر نہیں گرنے دیتے وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ پر روک لیا جاتا ہے جسے وہ منہ پر مل لیتے ہیں۔ حضور کوئی حکم دیتے ہیں تو تعمیل کے لیے سب دوڑے پھرتے ہیں حضور کچھ بولتے ہیں تو سب چپ چاپ ہو جاتے ہیں۔ تعظیم کا یہ حال ہے کہ حضور ﷺ کی جانب آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ عروہ نے یہ سب کچھ دیکھا اور قوم سے آ کر بیان کیا۔ لوگو! میں نے کسریٰ کا دربار بھی دیکھا اور قیصر کا دربار بھی دیکھا۔ نجاشی کا دربار بھی دیکھا مگر اصحاب محمد ﷺ جو تعظیم محمد کی کرتے ہیں وہ تو کسی بادشاہ کو بھی اپنے دربار اور ملک میں حاصل نہیں۔

حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو کفار نے پکڑ لیا اور قریش نے قتل کے لیے ان سے خرید لیا تھا۔ جب ان کو سولی دینے کے لیے لے چلے تو ابوسفیان بن حرب نے اس سے کہا۔ زید تجھے خدا ہی کی قسم تم چاہتے ہو کہ محمد ﷺ کو پھانسی دی جاتی اور تم اپنے گھر میں آرام سے ہوتے۔ زید نے کہا، خدا کی قسم میں تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ میری رہائی کے بدلے۔ نبی ﷺ کے پائے مبارک میں اپنے گھر کے اندر بھی کانٹا لگے۔ ابوسفیان حیران رہ گیا اور یوں کہا کہ میں نے تو کسی کو بھی نہ دیکھا جو دوسرے شخص سے ایسی محبت رکھتا ہو جیسے اصحاب محمد کو محمد سے ہے۔

عبید اللہ بن یزید صحابی کا ذکر ہے انہوں نے نبی ﷺ سے عرض کی کہ حضور! مجھے اہل ومال سے زیادہ پیارے ہیں جب حضور ﷺ مجھے یاد آتے ہیں تو میں گھر میں ٹک نہیں سکتا۔ آتا ہوں اور حضور ﷺ کو دیکھ کر تسلی پاتا ہوں مگر میں اپنی موت اور حضور کی موت کا تصور کر کے کہا کرتا ہوں کہ حضور تو فردوس بریں میں انبیاء کے درجہ بلند پر ہوں گے، میں اگر بہشت میں پہنچا بھی تو کسی ادنیٰ مقام میں ہوں گا اور وہاں حضور! کا دیدار نہ پا سکوں گا۔ نبی کریم ﷺ نے اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی اور اس کے قلب کو سکینہ عطا فرمایا۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ (سورۂ نساء)

کہ جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر خدا کا انعام ہوا۔

ایک اور صحابی کا ذکر ہے وہ نبی ﷺ کی خدمت میں آتے تو حضور ﷺ ہی کی جانب تاک لگائے دیکھتے رہتے۔ نبی ﷺ نے پوچھا یہ کیا بات ہے وہ بولے میں سمجھتا ہوں کہ دنیا ہی میں اس دیدار کی بہار لوٹ لوں آخرت میں حضور ﷺ کے مقام رفیعہ تک تو ہماری رسائی بھی نہ ہوگی۔ اس واقعہ پر اللہ تعالیٰ نے آیت بالا وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ کو نازل فرمایا اور نبی کریم ﷺ نے حدیث انس رضی اللہ عنہ میں صاف ہی فرما دیا:

مَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّةِ کہ جو کوئی مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

اس حدیث کی ابتدا میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اگر تو ایسی صبح و شام میں زندگی بسر کرتا ہے کہ تیرے دل میں کسی کا کینہ نہ ہو تو ضرور ایسا ہی کر پھر فرمایا یہی میری روش ہے جس نے میری روش کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی۔ (رواہ الترمذی)

جنگ احد کا ذکر ہے ایک عورت کا بیٹا بھائی شوہر قتل ہو گئے تھے وہ مدینہ سے نکل کر میدان جنگ میں آئی۔ اس نے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کیسے ہیں لوگوں نے کہا الحمدللہ وہ تو بخیریت ہیں جیسا کہ تو چاہتی ہے۔ بولی نہیں، مجھے دکھا دو کہ حضور ﷺ کو دیکھ لوں جب اس کی نگاہ چہرۂ مبارک پر پڑی تو وہ جوش دل سے بول اٹھی:

کُلُّ مُصِیْبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ ترجمہ: آپ زندہ ہیں تو اب ہر مصیبت کی برداشت آسان ہے۔[1]

عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین تھا اور اس کا فرزند عبداللہ صادقین میں سے تھا، اس نے نبی ﷺ سے گزارش کی:

لَوْشِئْتَ لَاَتَیْتُكَ بِرَاْسِهٖ کہ اگر حضور چاہیں تو میں اپنے باپ کا سر کاٹ کر لے آؤں۔

نبی ﷺ نے انکار فرما دیا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر مجھے کوئی بھی پیارا نہ تھا مگر میرے دل میں حضور ﷺ کا جلال اس قدر تھا کہ میں آنکھ بھر کر حضور ﷺ کو نہ دیکھ سکتا تھا۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ کے اصحاب مہاجرین و انصار بیٹھے ہوتے ان میں ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ بھی ہوتے۔ حضور ﷺ باہر تشریف لاتے تو کوئی بھی حضور کی جانب نگاہ بلند نہ کرتا۔ ہاں! ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ دیکھا کرتے حضور ﷺ ان کو دیکھا کرتے حضور ﷺ بھی تبسم فرماتے اور وہ بھی متبسم ہوتے تھے۔

نبی ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ قریش نے کہا تم بیت الحرام میں آ گئے ہو، طواف تو کر لو انہوں نے جواب دیا کہ نبی ﷺ سے پیشتر میں کبھی طواف نہ کروں گا۔

حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمہاری محبت کیسی ہوتی تھی؟ فرمایا: بخدا نبی ﷺ ہم کو مال و اولاد۔ فرزند و مادر سے زیادہ محبوب اور اس سے زیادہ پیارے تھے جیسا ٹھنڈا پانی پیاسے کو ہوتا ہے۔[2]

جذبات محبت کو دیکھنا ہو تو! اس وقت دیکھو جب کوئی صحابی نبی ﷺ کا ذکر کرتا ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا وَّلَا مَسِسْتُ خَزًّا وَّلَا حَرِيْرًا وَّلَا شَيْئًا كَانَ اَلْيَنَ

---

[1] زرقانی جلد ۶ ص ۲۹۰۔ یہ خاتون بلند پایہ ہند زوجہ عمرو بن الجموع انصاریہ ہیں۔ محمد سلیمان

[2] یہ مثال عرب جیسے ملک میں بخوبی سمجھ میں آ سکتی ہے جہاں پانی نہ ملنے سے بیسیوں اشخاص جنگلوں میں مر جایا کرتے تھے۔

مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَا شَمَمْتُ مِسْكًا قَطُّ وَلَا عِطْرًا كَانَ اَطْيَبَ مِنْ عَرَقِ النَّبِيِّ [1]

ترجمہ:..... رسول اللہ اخوش خلقی میں سب لوگوں سے بڑھے ہوئے تھے میں نے ریشم کا دبیز یا باریک کپڑا یا کوئی اور شے ایسی نہیں چھوئی جو نبی ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو۔ میں نے کبھی کوئی کستوری یا کوئی عطر ایسا نہیں سونگھا جو نبی ﷺ کے پسینہ سے زیادہ خوشبو والا ہو"۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے پوچھا کہ کیا نبی ﷺ کا چہرہ تلوار جیسا چمکیلا تھا؟ تو بول اٹھے:

لَا بَلْ كَانَ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ (رواہ مسلم) نہیں، نہیں! حضور ﷺ کا چہرہ تو آفتاب و ماہتاب جیسا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَزْهَرَ اللَّوْنِ كَانَ عَرَقُهُ اللُّؤْلُؤ۔ (صحیحین)

ترجمہ:..... نبی ﷺ کا رنگ سفید روشن تھا پسینہ کی بوند حضور کے چہرہ پر ایسی نظر آتی تھی جیسے موتی۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ مسجد سے نکل کر گھر کو چلے تو بچوں نے حضور کو گھیر لیا حضور ﷺ ہر ایک کو پیار دیتے۔ اس کے منہ پر ہاتھ پھیرتے تھے میرے رخسار پر بھی حضور ﷺ نے ہاتھ رکھا مجھے ٹھنڈک سی پڑ گئی اور ایسی خوشبو آئی گویا وہ ہاتھ ابھی جوئے عطار سے نکالا گیا تھا۔ (رواہ مسلم) علی مرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَنْ رَاٰهُ بَدِيْهَةً هَابَهٗ وَمَنْ خَالَطَهٗ مَعْرِفَةً اَحَبَّهٗ يَقُوْلُ نَاعِتُهٗ لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ (الترمذی)

ترجمہ:..... جو کوئی یکا یک حضور کے سامنے آ جاتا وہ دہل جاتا جو پہچان کر پاس آ بیٹھتا وہ شیدا ہو جاتا دیکھنے والا کہا کرتا کہ میں نے حضور جیسا کوئی بھی اس سے پہلے یا پیچھے نہیں دیکھا۔

حضرت ربیع بنت معوذ صحابیہ ہیں۔ ان سے عمار بن یاسر کے پوتے نے کہا کہ نبی ﷺ کا کچھ حلیہ بیان فرمایئے انہوں نے فرمایا: لَوْ رَاَيْتَهٗ رَاَيْتَ الشَّمْسَ طَالِعَةً۔ کہ اگر تو حضور ﷺ کو دیکھ لیتا تو سمجھتا کہ سورج نکل آیا۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں چاندنی رات تھی نبی ﷺ حلہ حمراء اوڑھے لیٹ رہے تھے میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا کبھی حضور پر نگاہ ڈالتا تھا۔ فَاِذَا هُوَ اَحْسَنُ عِنْدِيْ مِنَ الْقَمَرِ (رواہ الترمذی والدارمی)

ترجمہ:..... بالآخر میں نے یہی سمجھا کہ حضور ﷺ چاند سے زیادہ خوشنما ہیں۔

اس روایت کا لفظ عِنْدِيْ عجیب طور پر لذت دید اور ذوق نظارہ کو ظاہر کر رہا ہے۔ وہی چہرہ جس کے دیدار سے جابر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں روشن ہوتی ہیں، عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے قلب کو منور کرتا ہے۔ حدیث ترمذی میں ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں آپ کو دیکھنے گیا تھا۔

فَلَمَّا اسْتَبَنْتُ وَجْهَهٗ عَرَفْتُ اَنَّ وَجْهَهٗ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ

ترجمہ:..... "یعنی مجھے تو چہرہ نظر آتے ہی عرفان ہو گیا کہ جھوٹے میں یہ بات کہاں؟"۔

ام سلیم رضی اللہ عنہا جو انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں ایک نیک مائی ہیں۔ نبی ﷺ کبھی کبھی دوپہر کو ان کے گھر سوتے بستر چمڑے کا تھا۔ حضور ﷺ کو پسینہ بہت آیا کرتا تھا ام سلیم پسینے کی بوندوں کو جمع کر لیتی اور شیشی میں بہ

---

[1] شمائل ترمذی صحیحین میں عطر کی جگہ عنبرۃ اور عرق کی جگہ رائحۃ ہے۔

احتیاط رکھ لیتی تھیں نبی ﷺ نے ان کو ایسا کرتے دیکھا تو پوچھا۔ تو انہوں نے کہا:

عَرَفْتُ نَجْعَلُهُ فِيْ طِيْبِنَا وَهُوَ مِنْ اَطْيَبِ الطِّيْبِ (متفق علیہ)

ترجمہ:..... یہ حضور کا پسینہ ہے ہم اسے عطر میں ملالیں گی اور یہ تو سب عطروں سے بڑھ کر عطر ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایام خلافت میں رات کو گشت کے لیے نکلے سنا کہ ایک عورت دھنک رہی ہے اور یہ اشعار پڑھ رہی ہے:

عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلٰوةُ الْاَبْرَارِ صَلّٰى عَلَيْهِ الطَّيِّبُوْنَ الْاَخْيَارِ

قَدْ كَانَ قواما بكى بِالْاَسْحَارِ يَا لَيْتَ شِعْرِيْ وَ الْمَنَايَا اَطْوَارِ

هَلْ تَجْمَعَنِيْ وَ حَبِيْبِيَ الدَّارِ [1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہیں بیٹھ گئے روتے رہے اور چند دن تک صاحب فراش رہے مجھے جذبات محبت کا دکھانا مقصود ہے۔

ذرا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ان چند اشعار کو دیکھو جو وفات نبوی ﷺ پر ہیں:

حينا يقيك الترب لهفى ليتنى غُيِّبْتُ قبلك فى بقيع الخرقد

اَ أُقِيْمُ بَعْدَكَ بِالْمَدِيْنَةِ بَيْنَهُمْ يا لهف نفسى ليتنى لم اولد

فظللتُ بعدَ وَفَاتِهٖ مُتَلَذِّذًا يَا لَيْتَنِيْ اُسْقِيْتُ سَمَّ الْاَسْوَدِ

اَوْ حَلَّ اَمْرُاللّٰهِ فِيْنَا عَاجِلًا مِنْ يَوْمِنَا فِيْ رَوْحَةٍ اَوْ فِيْ غَدِ

فتقوم ساعتنا فنلقى طيبًا محضًا ضرائبه كريم المحتد

واللّٰهِ اسمعُ ماحييت بهالكٍ الا بُكِيْتُ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ

صَلَّى الْاِلٰـهُ وَ مَنْ يحف بعرشه وَالطَّيِّبُوْنَ عَلَى الْمُبَارَكِ اَحْمَدِ

ترجمہ:..... جب مٹی نے آپ کو چھپایا تو مجھے دریغ آتا تھا کہ میں کیوں اس سے پیشتر قبر میں نہیں جا چکا تھا کہ اب میں حضور کے بعد مدینہ میں لوگوں کے اندر بھی بیٹھا کروں گا۔ ہائے افسوس! میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا میں تو وفات نبی ﷺ کے بعد از ہوش رفتہ بن گیا ہوں۔ کاش کوئی کالا سانپ آئے مجھے ڈس جائے یا الٰہی آج ہی یا کل ہی تک موت آ جائے یا قیامت ہی کھڑی ہو جائے کہ ہم طیب پاک کریم النفس جمیل الشیم نبی ﷺ سے جا ملیں۔ خدا خوب سنتا ہے میں تو جب تک زندہ رہوں گا محمد نبی ﷺ پر روتا ہی رہوں گا خدا اور حاملان عرش اور سب طیب لوگ احمد ﷺ پر درود بھیجیں"۔

صحابہ رضی اللہ عنہم سمجھے ہوئے تھے کہ محبت صرف ایمائے لفظی سے ثابت نہیں ہو سکتی ہے ودود الغفور نے بھی ان لوگوں کو جو محبت خدا کا دعویٰ رکھتے تھے صاف طور پر فرما دیا تھا۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ (سورۃ آل عمران: ۳۱)۔ کہ اگر خدا سے محبت ہے تو رسول اللہ کا اتباع کرو۔

اسی لیے صحابہ نے اتباع رسولؐ میں وہ وہ کام کیے جو ہزاروں سال تک اسلام کی صداقت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلوص اور محبت النبیؐ کے صحیح معنی کا مفہوم ظاہر کرتے رہیں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات سے واضح ہوتا ہے کہ وہ نبی

---

[1] محمد ﷺ پر ابرار کے درود، اس پر طیبون و اخیار درود پڑھ رہے ہیں وہ تو راتوں کو جاگنے والے سحر کو رونے والے تھے مودت تو بھتیری طرح آتی ہے کاش مجھے یقین ہو جائے کہ مرنے کے بعد بھی مجھے حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوگی۔

ﷺ کا ادب اور توقیر و تعظیم کیوں کر کیا کرتے تھے مغیرہ کی روایت میں ہے کہ اگر کسی صحابی کو حضور کے در دولت پر دستک کی بھی ضرورت پڑا کرتی تو وہ اپنے ناخنوں کے ساتھ دروازہ کو کھٹکھٹایا کرتا تھا۔ کوئی صحابی حضور ﷺ کے سامنے ایسی آواز سے نہ بولتا کہ اس کی آواز حضور ﷺ کی آواز سے اونچی ہوتی۔ اس ادب کی تعلیم خود خدائے برتر نے دی تھی۔

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ کہ لوگو اپنی آواز کو نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرو۔

ائمہ اعلام اس حکم کو دوام کے لیے قرار دیتے ہیں حدیث نبوی ﷺ صوت النبی ہے حدیث پاک کے ہوتے اپنی قال و قیل کو پیش کرنا اپنی رائے اور سمجھ کو شامل کرنا صوت النبی ﷺ پر اپنی صوت کو بلند کرنا ہے نہی بالا کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مدح بھی فرمائی ہے جو ان آداب کی پابندی کرتے ہیں فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ (سورۃ الحجرات: ۳)

جو لوگ رسول اللہ کے سامنے اپنی آواز کو پست رکھتے ہیں یہ وہی ہیں جن کے دلوں کا امتحان خدا تعالیٰ نے تقوی میں لیا ہے

پس محبت النبی ﷺ کی ایک علامت ہمارے لیے یہ ہے کہ حضور ﷺ کے کلام اور فرمودہ کی عزت ہمارے دلوں میں ہو اور جب کوئی حکم صحیح طور پر نبی معصوم سے جس کی اطاعت خدا نے ہم پر فرض کی ہے۔ ہم کو مل جائے اس وقت اس کی قبولیت اور تعمیل میں ہم کو ذرا تامل اور عذر باقی نہ رہے۔ محبت النبی ﷺ کی ایک علامت یہ ہے کہ حضور کا ذکرِ خیر زبان پر اکثر جاری رہے، حدیث پاک میں ہے:

مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ۔ یعنی جس کسی کو کوئی چیز پیاری ہوتی ہے وہ اس کا ذکر اکثر کیا کرتا ہے۔

محبت النبیؐ کی ایک علامت یہ ہے کہ آل نبی کے ساتھ سچے دل اور شفاف قلب سے محبت ہو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حالات میں ہے کہ جب وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے روزینے مقرر کرنے لگے تھے تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (اپنے فرزند) کا روزینہ تین ہزار مقرر کیا اور اسامہ بن زید کا تین ہزار پانسو سالانہ، عبداللہ نے کہا: اسامہ کو کون سی فضیلت حاصل ہے؟ وہ کسی غزوہ میں میری طرح حاضر نہیں رہا۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا اس کا باپ تیرے باپ سے اور وہ خود تجھ سے رسول اللہ ﷺ کو زیادہ پیارے تھے اس لیے میں نے اپنے پیارے پر نبی کریم ﷺ کے پیارے کو ترجیح دی ہے:

امامین شہیدین حسنین رضی اللہ عنہما اور ان کے ابوین طیبین کی محبت عین محبت النبیؐ ہے۔ ان کے فضائل یاد رکھنا بیان کرنا، ان کے اسوہ حسنہ پر عمل کرنا عین محبت نبوی ہے: مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم سے جن کے اوصاف قرآن مجید و احادیث پاک میں بکثرت موجود ہیں محبت رکھنا محبت النبی ﷺ ہے۔ اتباع صحابہ رضی اللہ عنہم اور متابعت سنت خلفاء رضی اللہ عنہم عین محبت النبی ﷺ ہے۔ اس بحث کی تکمیل انشاء اللہ جلد ثالث (حصہ ثالث) میں کی جائے گی۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُّقَرِّبُنَا اِلٰى حُبِّكَ

* ..... * ..... *

باب ہشتم

وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ

واقعاتِ سیرت کو قلمبند کرتے وقت بڑے بڑے فاضل مصنف واقعات کو یوم و تاریخ کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ دیکھا جاتا ہے کہ کبھی دن صحیح ہوتا ہے تو تاریخ غلط ہوتی ہے۔ کبھی تاریخ صحیح ہوتی ہے تو دن غلط اس لیے سن ہجری کے متعلق مختصر طور پر لکھا جاتا ہے تاکہ صحیح و تطبیقِ ایام و تواریخ ہجری کے لیے کارآمد ہو۔ اس بارہ میں تمام مبحث جو موجب طوالت اور ہمارے موضوع سے زائد ہیں، چھوڑ دیے گئے ہیں:

۱۔ سنہ ہجری

①	یہ سنہ خالص قمری ہے، قمری ہجری سال ۳۵۴ دن سے کم اور ۳۵۵ دن سے زیادہ کا نہیں ہوتا۔ یہ سنہ جو لین پیریڈ کے ۱۹۴۸۴۳۹ دن گزرنے سے بعد شروع ہوا ہے۔
②	اہل ہیئت نے سنین قمری کو دور صغیر و کبیر پر تقسیم کیا ہے۔ ۳۰ سال قمری کا دور صغیر اور (۷) دور صغیر یعنی کہ ۲۱۰ سال قمری کا دور کبیر ہوتا ہے، [1] دور صغیر ۳۰ سال میں سے ۱۹ سال ۳۵۴ دن کے اور ۱۱ سال ۳۵۵ دن کے ہوتے ہیں اور بلحاظ تعداد ایام ہر دورِ صغیر ۱۰۶۳۱ دن کا اور دورِ کبیر ۷۴۴۱۷ دن کا ہوتا ہے
③	ہر دورِ صغیر دوسرے دورِ صغیر کے ساتھ یہ مماثلت رکھتا ہے کہ جس ترتیب کے ساتھ پہلے دور صغیر میں قمری مہینے ۲۹۔۲۹۔ یا ۳۰۔۳۰ دن کے آئے تھے اس سے ملحق دوسرے دور میں بھی سب قمری مہینے اسی ترتیب کے ساتھ ۲۹۔۲۹ یا ۳۰۔۳۰ دن کے آئیں گے اور پچھلے دور صغیر کے تمام سال اور مہینے اپنے سے پہلے دور کے برسوں اور مہینوں سے بالترتیب پانچ دن بعد شروع ہوا کرتے ہیں۔
④	دورِ کبیر کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے سے پہلے دور کے برسوں اور مہینوں کے مطابق ہوتا ہے۔ یعنی برسوں اور مہینوں کے شروع ہونے کے دن اور ان کے دنوں کی تعداد بالترتیب بالکل وہی ہوتی ہے جو اس سے ماسبق دور میں تھی۔
⑤	دور صغیر ۱۰۶۳۲ دن کا اور دور کبیر ۷۴۴۱۷ دن کا ہوتا ہے۔
⑥	نقشہ مندرجہ ذیل میں ۱ھ ہجری سے ۱۴۷۰ھ ہجری کے شروع ہونے کا دن روایت عرب کے مطابق درج کیا گیا ہے اور ۳۵۵ دن کے برسوں کو خطوط وحدانی میں دکھایا گیا ہے:

غرہ سنہ ہجری کے دریافت کرنے کا قاعدہ:..... نقشہ مندرجہ ذیل سے کسی سال ہجری شروع ہونے کا دن معلوم کرنے کے لیے اس سال کو ۲۱۰ پر تقسیم کریں بعد تقسیم جس قدر سال باقی رہیں ان کو سالہائے ہجری کے خانے میں دیکھیں۔ خانہ (الف) کے ہندسہ کی سیدھ میں خانہ (ب) کے ہندسہ کے نیچے جو دن لکھا ہوا ملے گا اس دن سے وہ سال ہجری شروع ہوگا۔ ان میں سے خانہ (ب) کے زیادہ سے زیادہ سال جو کم ہو سکتے ہوں۔ ان کے نیچے اور ان برسوں کے کم ہونے کے بعد جس قدر سال باقی رہتے ہوں، ان کے مقابل میں۔

---

[1] سنہ ہجری کا پہلا دور کبیر ۲۰۱ ہجری کو ختم ہوتا ہے۔ اس میں دس سال عہد نبوت کے ہیں، باقی ماندہ دو سو سال (۲۰۰) وہ ہیں جو حدیث الآیات بعد المائتین کے ہیں۔

نقشہ غرہ سنین قمری ہجری

سال ہائے ہجری (الف)	دور ہائے ۳۰ سالہ (ب)

سالہائے ہجری				
۱		۹	۱۷	۲۵
۲		۱۰	۱۸	۲۶
		۱۱	۱۹	۲۷
	۴	۱۲	۲۰	۲۸
	۵	۱۳	۲۱	۲۹
	۶	۱۴	۲۳	
	۷	۱۵	۲۳	
۳	۸	۱۶	۲۴	۳۰

یہ جدول جنتری کے مطابق ہے

۲۱۰	۳۰	۶۰	۹۰	۱۲۰	۱۵۰	۱۸۰
یک شنبہ	جمعہ	چہارشنبہ	دوشنبہ	شنبہ	پنج شنبہ	سہ شنبہ
جمعہ	چہارشنبہ	دوشنبہ	شنبہ	پنج شنبہ	سہ شنبہ	یک شنبہ
سہ شنبہ	یک شنبہ	جمعہ	چہارشنبہ	دوشنبہ	شنبہ	پنج شنبہ
شنبہ	پنج شنبہ	سہ شنبہ	یک شنبہ	جمعہ	چہارشنبہ	دوشنبہ
پنج شنبہ	سہ شنبہ	یک شنبہ	جمعہ	چہارشنبہ	دوشنبہ	شنبہ
شنبہ	شنبہ	شنبہ	سہ شنبہ	یک شنبہ	جمعہ	چہارشنبہ
شنبہ	شنبہ	سہ شنبہ	یک شنبہ	جمعہ	چہارشنبہ	دوشنبہ
شنبہ	دوشنبہ	شنبہ	پنج شنبہ	سہ شنبہ	یک شنبہ	جمعہ

⑧ ..... سنین ہجری وعیسوی کو تواریخ وشہود کی مطابقت کے لیے ذیل میں جدول تعداد ایام سالہائے ہجری درج کی جاتی ہے جب کسی سال ہجری کا غرہ اور اس کے مطابق عیسوی تاریخ ماہ وسنہ معلوم کرنا ہو جس قدر پورے سال ہجری گزر چکے ہوں ان ہجری سالوں کے دن جدول تعداد یام سالہائے ہجری سے معلوم کر کے ان میں ۱۵+۲۲۷ دن جمع کریں۔ مجموعہ ایام کے برابر دنوں کا شمار یکم جنوری سنہ ۲ عیسوی یوم دوشنبہ سے بہ حساب جدید شمار کریں جیسا کہ سنہ عیسوی جدید کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے۔ جس سال مہینے تاریخ عیسوی پر وہ دن ختم ہوں اسی تاریخ عیسوی کو سنہ مطلوب ہجری کا یکم محرم ہوگا۔

تعداد ایام عیسوی	جدول تعداد ایام سالہائے ہجری			تعداد ایام	جدول تعداد ایام سالہائے ہجری		
یکم جنوری سن ۱ ر یوم دوشنبہ تا آغاز یکم محرم سنہ مندرجہ ذیل	سالہائے ہجری	تعداد ایام	میزان افزون ایام	یکم جنوری سن ۱ ر یوم دوشنبہ تا آغاز یکم محرم سنین مندرجہ ذیل	سالہائے ہجری	تعداد ایام	میزان افزون ایام
۲۲۷۰۱۴	۱	۱۰	۳۵۴	۲۳۲۳۳۰	(۱۶)	۳۵۵	۵۶۷۰
۲۲۷۰۶۸	۲	۳۵۵	۷۰۹	۲۳۲۶۸۵	۱۷	۳۵۴	۶۰۲۴
۲۲۷۷۲۳	۳	۳۵۴	۱۰۶۳	۲۳۳۰۳۹	۱۸	۳۵۴	۶۳۷۸
۲۲۸۰۷۷	۴	۳۵۴	۱۴۱۷	۲۳۳۳۹۳	(۱۹)	۳۵۵	۶۷۳۳
۲۲۸۴۳۱	۵	۳۵۵	۱۷۷۲	۲۳۳۷۴۸	۲۰	۳۵۴	۷۰۸۷
۲۲۸۷۸۶	۶	۳۵۴	۲۱۲۶	۲۳۴۱۰۲	(۲۱)	۳۵۵	۷۴۴۲

۲۲۹۱۴۲	۷	۳۵۴	۲۴۸۰	۲۳۴۴۵۷	۲۲	۳۵۴	۷۷۹۶
۲۲۹۴۹۵	۸	۳۵۵	۲۸۳۵	۲۳۴۸۱۱	۲۳	۳۵۴	۸۱۵۰
۲۲۹۸۵	۹	۳۵۴	۳۱۸۹	۲۳۱۵۶۵	(۲۴)	۳۵۵	۸۵۰۵
۲۳۰۲۰۴	۱۰	۳۵۴	۳۵۴۳	۲۳۵۵۲۰	۲۵	۳۵۴	۸۸۵۹
۲۳۰۵۵۸	۱۱	۳۵۵	۳۸۹۸	۲۳۵۸۷۴	۲۶	۳۵۴	۹۳۱۳
۲۳۰۹۱۳	۱۲	۳۵۴	۴۲۵۲	۲۳۶۲۲۸	(۲۷)	۳۵۵	۹۵۶۸
۲۳۱۲۶۷	۱۳	۳۵۵	۲۶۰۷		۲۸	۳۵۴	۹۹۲۲۲
۲۳۱۶۲۲	۱۴	۳۵۴	۴۹۶۱		۲۹	۳۵۴	۱۰۲۷۲
۲۳۱۹۷۶	۱۵	۳۵۴	۵۳۱۵		(۳۰)	۳۵۵	۱۰۶۳۱

جدول دوربائے صغیر	قمری مع تعداد ایام	جدول دوربائے کبیر	قمری مع تعداد ایام
تعداد سالہائے قمری	تعداد ایام	تعداد سالہائے قمری	تعداد ایام
۳۰	۱۰۶۳۱	۴۲۰	۱۴۸۸۳۴
۶۰	۲۱۲۱۲	۶۳۰	۲۲۳۲۵۱
۹۰	۳۱۸۹۳	۵۴۰	۲۹۷۶۶۸
۹۰	۳۱۸۹۳	۱۰۵۰	۳۷۲۰۵۸
۱۳۰	۴۲۵۲۴	۱۲۶۰	۴۴۶۵۰۲
۱۵۰	۵۳۱۵۵	۱۴۷۰	۵۲۰۹۱۹
۱۸۰	۶۳۷۸۶		
۲۱۰	۷۴۴۱۷		

(۸) ..... اسلام میں سنہ ہجری کا استعمال بعہد خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جاری ہوا۔ یوم الخمیس ۳۰ جمادی الثانی ۱۷ھ ۹/۱۲ جولائی ۶۳۸ء حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے سنہ کا شمار واقعہ، ہجرت نبویہ سے کیا گیا اور عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے محرم کو اولین شہور مقرر کیا گیا۔

(۹) ..... سن ہجری میں ایک عجیب فضیلت پائی جاتی ہے کہ وہ شروع سے حال تک اپنی صورت مجوزہ پر چلا آتا ہے جو دنیا کے مروجہ سنین میں سے غالباً کسی سنہ میں نہیں پائی جاتی۔

دوسری عجیب خصوصیت اس کی یہ ہے کہ بہ لحاظ تداول واستعمال بھی سنہ ہجری دنیا کے اکثر مروجہ سنین سے قدیم سنہ ہے۔ اگرچہ وہ اپنے اعداد کے لحاظ سے سنہ ہجری سے زیادہ پرانے معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً یکم محرم ۱ھ ۶ جولائی ۶۲۳ء جولین کے مطابق۔

الف..... جولین پریڈ کا سنہ بظاہر سنہ ہجری سے ۵۳۳۴ سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے۔ حقیقت میں یہ سنہ ہجری سے ۹۸۹ سال بعد ۱۵۸۲ء میں وضع ہوا ہے۔

ب..... سنہ عبرانی کے مطابق یکم محرم ۱ ہجری کے دن ۳۔آب ۴۳۸۲ عبری تھا۔اس لیے بظاہر سنہ عبرانی سنہ ہجری سے ۴۳۸۱ سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے، مگر دراصل یہ سنہ ۱۵۸۲ء میں وضع ہوا ہے ملاحظہ ہو انسائیکلو پیڈیا برطانیکا۔

ج..... سنہ کل جگ سنہ ہجری سے ۳۷۲۳ سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے، مگر یورپین مورّخ اور ہیئت دان تسلیم کرتے ہیں کہ یہ سنہ چوتھی صدی عیسوی میں وضع کیا گیا تھا۔یعنی اپنے حساب سے ۳۴ صدیوں کے گزرنے کے بعد اس کا نام عالمِ وجود میں لایا گیا تھا۔

د..... سنہ سکندری سنہ ہجری سے ۹۳۲ سال پہلے کا ہے، مگر اپنی موجودہ ہیئت میں نوزائیدہ ہے کیونکہ یہ شروع میں کئی صدیوں تک قمری مہینوں پر چلتا رہا ہے اور اب اسے شمسی مہینوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

ھ..... سمت بروشٹہ کے مطابق یکم محرم ۱ ہجری کے دن ۲۶ ساون سم ۶۷۹ تھا، اس لیے بظاہر سمت بروشٹہ سنہ ہجری سے ۶۷۸ سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے، مگر ہندو اور یورپین محققین کی تحقیقات سے ثابت ہے کہ سم ۸۹۸ بروشٹہ سب سے پہلا سال ہے۔ جو سمت بروشٹہ کے نام سے موسوم ہوا۔ چونکہ یکم بہار (طرہ اوّل) سم ۸۹۸ بروشٹہ ۲۳ جمادی الاوّل ۲۲۶ء کے مطابق ہے۔ اس حساب سے سمت بروشٹہ سنہ ہجری سے ۲۲۵ سال بعد شروع ہوتا ہے:

و..... تاریخی طور پر سنہ سب سے پہلی دفعہ ۴۷۸ء مطابق ۱۳۰ھ کے مطابق میں لکھا گیا تھا جو دیکھو کلاسیکل ڈکشنری جی چمرانز مطبوعہ لندن ۱۸۳۱ء۔

ز..... عیسوی قدیم انگلستان میں ۲ ستمبر ۱۷۵۳ء یوم چہارشنبہ مطابق ۳۔ذی قعدہ ۱۱۶۵ھ تک جاری رہا۔ ۴ ذی قعدہ ۱۱۶۵ھ یوم پنجشنبہ کو حساب جدید کے مطابق ۱۴ ستمبر ۱۷۵۲ء لکھا گیا۔

⑩..... اسلام نے سال کا شمار قمری حساب پر رکھا ہے اور اس حساب کو شمسی حساب کے برابر کرنے کے لیے کوئی لوند یعنی کبیسہ کا مہینہ اختیار نہیں کیا، کیوں کہ اسلام دین الفطرت ہے۔اس لیے ضرور تھا کہ شارع علیہ السلام اس نہج حساب کو پسند فرماتے، جو فطرت کے اصول پر اور مبنی بمصلحت دین ہے اسلام کی اعلیٰ خصوصیات میں سے ایک خصوصیت مساوات بھی ہے اور ایک خصوصیت اس کی ہمہ گیری بھی ہے۔ اسلام نے ان خصائص کی حصانت وحمایت میں یہ پسند فرمایا کہ اسلامی مہینے ادلتے بدلتے موسم میں آیا کریں اور لوند وغیرہ کے اضافے سے اس صفت تقلب ایام کا سدباب نہ کیا جائے، ذرا اسلام کے رکن چہارم ماہ رمضان پر غور کرو کہ اگر نبی ﷺ ماہ صیام کے لیے کوئی شمسی مہینہ مقرر فرما دیتے یا قمری حساب میں کبیسہ (لوند) لگانا منظور فرما لیتے تو نتیجہ کیا ہوتا۔ حضور ﷺ کا مقرر کردہ مہینہ خواہ گرم موسم کا ہوتا یا سرد موسم کا مگر لابدی حالت یہ ہوتی کہ نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ کے لیے آسانی میں اور نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ کے لیے تنگی و سختی میں پڑ جاتے، کیوں کہ ایک عالم علم جغرافیہ سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ

دسمبر جو نصف شمالی دنیا کا سرد اور سب سے چھوٹے دن کا مہینہ ہے۔ وہ نصف جنوبی دنیا کا گرم اور طویل دن کا مہینہ ہے۔ پس اسلام کی مساوات جہانگیری کا اقتضا ہی یہ تھا کہ اسلامی سال قمری حساب پر ہوتا اور قمر کی حرکات کو انسانی اختراع لوند وغیرہ کی شمولیت سے کالعدم نہ کر دیا جاتا۔ وللہ الحجۃ البالغۃ)

۲۔ جولین پیریڈ (دور جولیانی)

۱	۲	۳	۴	۵	۶
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جو لیں پریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی علیہ السلام تک جس میں یوم ولات بھی شامل ہے۔
سہ شنبہ	جنوری	۳۶۵ دن ۶ گھنٹے		۲۰ رشعبان ۵۴۹۹ سنہ	۱۹۲۹۷۲۵ [1]

سنہ جولین پیریڈ جو ۱۵۸۲ء مطابق ۹۹۰ھ میں وضع کیا گیا تھا۔ اس کا آغاز مختلف سنین و تواریخ کی تصحیح و تطبیق کی غرض سے سنہ عیسوی سے ۴۷۱۳ سال (شمسی) پہلے قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے سنہ عیسوی میں ۴۷۱۳ سال جمع کرنے سے جولین پیریڈ کا سال معلوم ہو جاتا ہے سال کی مقدار ۳۶۵ دن ۶ گھنٹے ہے مگر تین سال تک ۶ گھنٹے کی کسر کو ترک کیا جائے تو ہر سال ۳۶۵ دن کا رہ جاتا ہے۔ جب ۴ سال میں ۶ گھنٹے کی سالانہ کسر سے ۲۴ گھنٹے کا دن ہو جاتا ہے تو وہ ایک دن فروری کے مہینے میں شامل ہو کر فروری کا مہینہ ۲۸ دن کی بجائے ۲۹ دن کا ہو جاتا ہے اور ہر چوتھا سال ۳۶۶ دن کا ہوتا ہے۔ سنہ جولین پیریڈ کا دور صغیر ۲۸ سال کا ہے، جس کے بعد سال کے مہینے اور دن بدستور سابق واقع ہوتے ہیں اس لیے ذیل میں ۲۸ سالہ دور جولین پیریڈ کا نقشہ درج کیا جاتا ہے، جس میں جولین پیریڈ کے ہر سال کے شروع ہونے کا دن درج ہے:

۳۔ سنہ عبرانی

۱	۲	۳	۴	۵	۶
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولیں پریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی علیہ السلام تک جس میں یوم ولات بھی شامل ہے۔
دوشنبہ	تسری	۱۲۔ ۱۳ ماہ قمری	۳۴۷۹۹۷	۲۸ رشعبان ۴۵۱۷ سنہ	۱۵۸۱۷۲۸

[1] سن ۵ عیسوی کا آغاز سن عیسوی سے ۴۷۱۳ سال پہلے شمار کیا گیا ہے یعنی جولین پیریڈ کا سال (۱۰۲۲۷) دن کا ہے۔ اس کے بعد تمام سال مہینے اسی طرح ایام ہفتہ کے مطابق ہیں۔ جس طرح دور سابق میں واقع ہوئے تھے۔

نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارک کا سال جولین پیریڈ ۵۲۸۴ ہے۔ اسکو ۲۸ سال پر تقسیم کرنے سے ۲۰ سال باقی رہتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۵۲۸۴ جولین پیریڈ اسی دن سے شروع ہوگا، جس سے دورِ صغیر کا بیسواں سال شروع ہوا تھا۔ نقشہ مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ بیسواں سال بدھ کو شروع ہوا تھا، اس لیئے ۲۰ کی یکم جنوری بدھ کے دن سے شروع کرتے ہیں۔ انبیائے بنی سرائیل کے زمانے میں سال کا آغاز ماہ نیساں سے کیا جاتا تھا، مگر یہود نے اپنا سال قبل از موسیٰ علیہ السلام فصلِ خریف میں ماہِ تسری سے شروع کرنا اختیار کرلیا۔ پھر موسیٰ کے عام سے سال کا آغاز ماہ نیساں سے کرنے لگے، پھر اسے چھوڑ کر ماہ تسری ہی سے آغازِ سال مانا گیا۔

یہ تبدیلی ۳۵۶ء میں ہوئی تھی مگر دسویں عیسوی مطابق ہشتم صدی ہجری تک یہود کا اپنا سنہ کوئی نہیں تھا۔ اس وقت تک وہ سنہ سکندری کو اسرائیلی مہینوں کے ساتھ استعمال کرتے تھے پندرھویں صدی عیسوی مطابق نیم صدی ہجری میں یہود نے اپنا سنہ سنہ پیدائشِ نام سے قرار دے کر اس سنہ کا آغاز بہ حساب خود پیدائشِ آدم سے ایک سال پہلے اور سنہ سکندری سے ۳۴۴۹ سال گزرے تھے۔ اوّلین سال یہود کے تحسین ماہ تسری کی پہلی تاریخ ۱۷ اکتوبر ۹۵۳ء جولین یوم دوشنبہ کے مطابق تھی۔ سنین یہود کا حساب دور ۱۹ سالہ پر رکھا گیا ہے ۴۳۳۱ یہود ۱۶/۱۸ قمر ۵۷۰ کو سہ شنبہ کے دن مطابق ۲۹ رجب شروع ہوا تھا۔ یہ سال ۳۵۴ دن کا تھا۔ دور ۱۹ سالہ میں بارہ بارہ ماہ قمری کے اور سات سال تیرہ تیرہ ماہ قمری کے ہوتے ہیں ۱۲ ماہہ سال کو سال بسیط اور ۱۳ ماہہ سال کو سال کبیسہ کہتے ہیں۔ پھر سال مکبوس و بسوط کو تین اقسام پر منقسم کیا جاتا ہے۔

سالہائے مبسوط		سالہائے مکبوس	
سال بسیط ناقص:	۳۵۳ دن	سال کبیسہ ناقص:	۳۸۳ دن
سال بسیط معتدل:	۳۵۴ دن	سالہ کبیسہ معتدل:	۳۸۴ دن
سال بسیط کامل یا زائد:	۳۵۵ دن	سال کبیسہ کامل یا زائد:	۳۸۵ دن

۳۵۳ دن کا سال ایام ہفتہ میں شنبہ یا دوشنبہ کو شروع ہوگا۔ ۳۵۴ دن کا سال ایام ہفتہ میں سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شروع ہوگا ۳۵۵ دن اور ۳۸۳ دن اور ۳۸۵ دن کا سال شنبہ دوشنبہ و پنجشنبہ کو ۳۸۴ دن کا سال ہمیشہ سہ شنبہ سے شروع ہوتا۔ یہود کا کوئی سال جمعہ، اتوار، بدھ، سے شروع نہیں ہوتا۔ سنہ عیسوی میں ستمبر سے پہلے ۳۲۰ سال اور ستمبر کے بعد ۳۵۷۶۱ سال جمع کردینے سے عبرانی سال معلوم ہوجاتا ہے، آنحضرت ﷺ کی پیدائشِ مبارک تک:

دورِ صغیر	۱۵۷۵۳۱۱	دن کے
۱۷ سال	۶۲۰۰	دن کے
۷ مہینے	۲۰۷	دن کے
آٹھویں مہینے کے	۱۰	دن
		۱۵۸۱۷۲۸ کل دن ہوئے

اس سنہ کے مطابق تاریخ ولادت ۱۰۔ آیار ۴۳۳۱ عبرانی ہے۔

۴۔نوح علیہ السلام یا سنہ طوفان

۱	۲	۳	۴	۵	۶
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	تعداد ایام سال	تعداد ایام جو لین پریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی علیہ السلام تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے
پنجشنبہ	توت	۳۶۵،۳	۵۸۸۴۶۴	۲۷ ربیع الاول ۳۸۳۸ق	۱۳۴۱۲۶۱

طوفان سے ولادت مسیح تک کی مدت میں عیسائی علماء میں اختلاف ہے کیونکہ تورات عبرانی سے ۲۳۴۸ تورات سامری سے ۲۹۹۸۔تورات یونانی سے ۳۱۲۸ سال شمسی مدت کا استخراج ہوتا ہے۔ ۱۳ سال سے ۷۸۰ سال تک باہمی فرق پایا جاتا ہے۔سنہ طوفان کا دور سات سال کا ہے۔اس کے بعد سال مہینے ہفتے کے ایام بدستور سابق واقع ہوتے ہیں۔ابو معشر بلخی نے بحساب رفتار کوکب طوفان کا تعین اس وقت سے کیا ہے جب سیاروں کا اجتماع برج حوت کے ۲۷ درجے سے برج حمل کے پہلے درجہ تک ہوا تھا۔اسی طرح ابو معشر کے حساب سے سن ۷ رعیسوی تک سن ۳ رسال شمسی کی مدت ہوتی ہے۔اس لیئے ابو معشر کی قرار دادہ مدت آغاز طوفان عیسائیوں کی انبساط کردہ مدت از تورات یونانی سے ۲۶ رسال بعد ہے۔

ابو معشر ابوریحان کے حساب سے طوفان کا آغاز سنہ ہجری سے ۱۳۵۹۷۵ دن قبل ہوا تھا۔اس حساب سے سنہ طوفان کا پہلا دن سنہ عیسوی سے ۳۰۱۲ سال پہلے ۱۷ فروری ۱۹۱۲ جولین یوم پنج شنبہ کے مطابق آتا ہے۔ پروفیسر جرمن یونیورسٹی جس نے البیرونی کی کتاب الآثار الباقیہ کا عربی سے جرمن زبان میں ترجمہ کیا ہے۔

طوفان کا پہلا دن یوم جمعہ شمار کیا ہے۔ یہ اختلاف اس لیئے ہے کہ طوفان کا وقت ابن البازیاد نے کتاب القرانات میں پنج شنبہ و جمعہ کی درمیانی رات کو شروع ہونا لکھا ہے اس لیئے طوفان کا پہلا دن بعض اہل علم نے شب طوفان کے پہلے دن بعد جمعہ کو قرار دیا اور بعض اہلِ علم نے شبِ طوفان کے بعد کے جمعہ کو قرار دیا۔قدیم کتب ہیئت میں سنہ طوفان کا آغاز پنج شنبہ کے دن سے شمار کیا گیا ہے۔ابو معشر بلخی نے سنہ شمسی کی مقدار ۳۶۵ دن ۶ گھنٹے تسلیم کرنے کے باوجود سنہ طوفان کو شمسی حساب سے قرار دے کر سال ۳۶۵ دن کا رکھا ہے جس کا ہر مہینہ ۳۰۔۳۰ دن کا شمار ہوتا ہے اور ۵ دن آخر سال میں بڑھا کر ۳۶۵ دن پر ختم کیا گیا ہے۔

۵۔کل جگ

۱	۲	۳	۴	۵	۶
شروع سنہ کا پہلا دن	شروع سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پریڈ قبل از آغاز سنہ	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے

جمعہ	بیساکھ	منٹ، گھنٹے، دن ۱۲_۶_۳۶۵ سیکنڈ ۲۶،۵۵۸۵۳	۵۸۸۴۶۵	۲۸ ربیع الاول ۳۸۳۸ سنہ	۱۳۱۴۱۲۶۰

سال مبدل کل جگ یوم اعتدال ربیعی سے ۵۸ دن پہلے ۱۷، ۱۸ فروری کی درمیانی شب کے ۱۲ بجے سے شروع ہوا تھا۔ اس سال میں اعتدال ربیع کا دن ۱۶/۱ اپریل ۱۶۱۲ء مطابق ۲۹ جیٹھ یوم یک شنبہ کو ہوا تھا اور سنہ ایک کل جگ کا شمار اس سے ایک سال بعد کیا جاتا ہے، مبداء کل جگ کو علم ہیئت کی اصطلاح میں سال صفر کل جگ کہتے ہیں۔

سنہ طوفان سنہ کل جگ کے جداگانہ ہونیکی وجہ سے بظاہر سنہ طوفان و سنہ کل جگ دو مختلف سنہ معلوم ہوتے ہیں، مگر سنہ طوفان و سنہ کل جگ دونوں کا آغاز شب طوفان سے ہوتا ہے۔ سنہ کل جگ کا آغاز بھی طوفان نوح کے واقعۂ عظیمہ کی یادگار ہے سنہ کل جگ کے مطابق تاریخ ولادت یکم جیٹھ ۳۶۷۲ ہے۔

۶۔ سنہ ابراہیمی

۱	۲	۳	۴	۵	۶
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جو لین پریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی علیہ السلام تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے
یک شنبہ	اکتوبر	منٹ گھنٹے دن ۰_۶_۳۶۵		۵_ربیع الثانی ۲۷۱۷ سنہ_ق	۹۴۴۰۰۸

سنہ عیسوی میں ۲۰۱۴ سال ۳ ماہ جمع کرنے سے اسی سنہ عیسوی کے مطابق کا سنہ ابراہیمی ہوتا ہے۔ آرک بشپ اشر نے ولادت ابراہیم کا زمانہ عیسوی سے ۱۹۹۶ سال قبل تحریر کیا ہے۔ انسائیکلو پیڈیا پرطانیکا (دیکھو جلد چہارم مطبوعہ دفعہ نہم ص ۶۸۱) نے ولادت ابراہیم کو ۲۰۱۵ قبل عیسوی تحریر کیا ہے۔ جو مطابق یکم اکتوبر ۳۶۹۹ جولین پیریڈ کے ہے۔ ہم نے اس نقشہ میں انسائیکلو پیڈیا کے بیان کو ترجیح دی ہے اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک ساتویں مہینے کی بیس تاریخ کو تھی۔

۷۔ بخت نصری

۱	۲	۳	۴	۵	۶
شروع سنہ کا پہلا دن	شروع سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از شروع سنہ	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک اس میں یوم ولادت بھی شامل ہے
چہار شنبہ	توت	۳۶۵ دن	۱۴۴۸۶۳۷	۴_شعبان ۱۴۱۱_ق	۴۸۱۰۸۸

یہ سنہ بخت نصر اول کے یوم جلوس ۲۶ فروری ۳۹۶۷ء جولین اور ۷۴۷ سال قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے یہ بخت

نصر وہ نہیں، جس نے بیت المقدس کو ویران کیا وہ تو اس سے ۱۴۲ سال بعد تھا۔ اس سنہ کا دور سات سال کا ہے۔ اس کے بعد سال، مہینے ان ہی ایام ہفتہ کو ہوتے ہیں جس طرح سات سال پہلے گزرے تھے۔

اس سنہ کے مطابق تاریخ ولادت نبوی ﷺ ۱۸ر توت ۱۳۱۹ بخت نصری ہے۔

۸۔ سنہ سکندری

۱	۲	۳	۴	۵	۶
شروع سنہ کا پہلا دن	شروع سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از شروع سنہ	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبویؐ تک اس میں یوم ولادت بھی شامل ہے
دوشنبہ	تشرین اول	گھنٹے، دن ۳۶۵_۶	۱۶۰۷۷۳۸	۲۴ر رجب ۹۶۲	۳۲۱۹۸۷

سنہ سکندری آج کل قسطنطنیہ میں سنہ رومی کے نام سے بحیثیت سال شمسی ظاہری ہے۔ اس کا چوتھا سال جس کو ۴ پر تقسیم کرنے سے ۳ باقی رہتے ہوں۔ ۳۶۶ر دن کا ہوتا ہے، جس میں ماہ شباط بجائے ۲۸ دن کے ۲۹ دن لیا جاتا ہے۔ اس سنہ کا دور ۲۸ سال کا ہے جس کے بعد سال و ماہ و ایام ہفتہ دور سابق کے مطابق ہوتے ہیں۔

اس سنہ کو اہل یورپ مقدونوی یا سلوکسی سنہ کہتے ہیں۔ یہ سنہ سکندر کی وفات سے بارہ سال بعد اس کے جانشین جنرل سلوکس نے بابل فتح کرنے پر جاری کیا تھا۔ اس کا شمار سنہ عیسوی سے ۳ر ماہ ۱۱ر سال قبل یکم اکتوبر ۴۰۲ء جولیانی سے ہوتا ہے۔ اس سنہ کے مطابق تاریخ ولادت نبوی ﷺ، ۲۰ نیسان ۸۸۲ء سکندر ہے۔

۹۔ بکرمی بروشٹہ

۱	۲	۳	۴	۵	۶
شروع سنہ کا پہلا دن	شروع سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از شروع سنہ	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبویؐ تک اس میں یوم ولادت بھی شامل ہے
شنبہ	بیساکھ	منٹ۔ گھنٹے۔ دن ۱۲_۶_۳۶۵ سیکنڈ ۳۶،۵۵۸۵۳	۱۷۰۰۶۷۵	۲۸ شوال ۷۰۰ھ ق۔ ۵	۲۲۹۰۵۰

سمت بروشٹہ اگرچہ بظاہر شمسی سال معلوم ہوتا ہے، مگر حقیقت میں یہ سنہ شمسی نہیں بلکہ شمسی کوکبی سال ہے، کیوں کہ شمسی سال کے مطابق تو دن رات کا برابر ہونا اور بہت چھوٹا اور سب سے بڑا دن ایک ہی مقررہ تاریخ پر واقع ہوتے ہیں اور سمت بروشٹہ میں فصل ربیع و خریف میں دن رات کا برابر ہونا اور سب سے بڑا اور سب سے چھوٹا دن مختلف مہینوں

اور تاریخوں میں ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ سنہ بروشہ کا یکم بیساکھ سنہ عیسوی سے ۵۶ سال ۹ ماہ ۱۹ دن قبل ۱۳ مارچ ۶۵۷ء جولین کو آفتاب کے برج حمل میں داخل ہونے سے ۱۰ دن پہلے ہمارے زمانے میں سنہ بکرمی بروشہ۔ یوم اعتدال ربیعی سے ۲۳ دن بعد ۱۱۱۳ اپریل کو شروع ہوتا ہے۔ اس سنہ کے مطابق ولادت یکم جیٹھ سمت ۶۲۸ ہے۔

۱۰۔ بکرمی قمری شمسی سال

۱	۲	۳	۴	۵	۶
شروع سنہ کا پہلا دن	شروع سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از شروع سنہ	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل شروع از سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبویؐ تک اس میں یوم ولادت بھی شامل ہے۔
شنبہ	چیت	۱۲۔ ۱۳ ماہ قمری	۱۷۰۰۶۷۵	۲۸۔ شوال ۷۰۰	۲۲۹۰۵۰

ہندی قمری شمسی بکرمی سال ۱۳/ ۱۲ ماہ قمری کا ہوتا ہے۔ ہر ماہ قمری ۱۵۔ ۱۵ دن کے دو حصوں پر تقسیم ہے نصف اول کو بدی پکش کہتے ہیں جو عموماً چاند کی ۱۴ تاریخ سے شروع ہو کر ۲۸ کو ختم ہوتا ہے۔ نصف دوم کو شدی پکش کہتے ہیں۔ یہ پکش رویت ہلال سے ایک دو دن پہلے شروع ہو کر چاند کی ۱۳ کو ختم ہوتا ہے بدی پکش سے پندرہویں دن کا نام اماوس (اجتماع نیرین) ہے۔ شدی پکش کے پندرہویں دن کا نام پورنماشی (بدر) ہے یہ سال اس وقت شروع ہوتا ہے جب ماہ چیت کے ۱۵ دن گزر کر ۱۵ دن باقی رہتے ہیں۔ اس طرح ماہ چیت قمری کا نصف اول سال ماقبل میں اور نصف دوم سال مابعد میں شامل ہوا کرتا ہے۔ سال ۱۳ ماہ کا اس وقت ہوتا ہے جب شمسی سال کے کسی شمسی مہینہ میں اجتماع نیرین دو دفعہ واقع ہوتا ہے۔ یہ ان شمسی مہینوں میں ہوتا ہے۔ جو ۳۰ دن سے زائد کے ہوتے ہیں۔

تیرہویں مہینے کا نام اوبک ماس ہے جسے لوند بولتے ہیں۔ لوند کا مہینہ سوریا سدھانتا کے قاعدہ سے اس وقت زیادہ کیا جاتا ہے، جب معمولی مہینے کا نصف اوّل گزر چکا ہو اور نصف ثانی باقی ہو، مگر جنوبی ہندوستان میں لوند کا پورا مہینہ معمولی مہینہ سے پہلے زیادہ کرتے ہیں۔ جب کسی ماہ شمسی میں اجتماع نیرین ایک دفعہ بھی نہیں ہوتا تو اس ماہ شمسی کے قمری مہینہ کا نام سال کے مہینوں میں شمار نہیں کیا جاتا اس مہینے کو کشیا (متروک) کہتے ہیں، کشیا کا مہینہ منگسر پوس ماگھ کے سوا نہیں ہو سکتا۔ کشیا کی وجہ سے سال ۱۱ ماہ کا رہ جاتا ہے اس کمی کو پورا کرنے کے لیے اصل قمری مہینہ کے عوض لوند کا مہینہ زیادہ کیا جاتا ہے۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کشیا کا مہینہ اسی سال میں واقع ہوتا ہے۔ جس سال کے ایک ماہ شمسی میں دو دفعہ اجتماع نیرین ہوتا ہے۔ اندریں صورت کشیا کے سال میں ۱۱ مہینے قمری تو اصل ہوتے ہیں اور دو مہینے لوند کے (ایک کشیا کے عوض کا ایک اوبک ماس کا ہوتا ہے) اس لیے کشیا کا سال اکثر ۱۳ مہینے کا اور شاذ ۱۲ مہینے کا ہوتا ہے۔

نبی ﷺ کی پیدائش مبارک تک ۶۲۷ قمری شمسی سالوں میں ۳۹۶ سال ۱۲ ماہ اور ۲۳۱ سال ۱۳ ماہ یعنی کل ۷۷۵۵ ماہ گزرے تھے منجملہ ان کے ۳۶۴۱ ماہ، ۲۹ دن کے اور ۴۱۱۴ مہینے ۳۰۔ ۳۰ دن کے تھے۔ اسی طرح ۶۲۷ قمری شمسی سالوں کے ۲۲۹۰۹۰ دن ہوتے ہیں۔ ان میں ۱۵ دن چیت شدی ۶۲۸ء کے ۱۵ دن بیساکھ

ہدی ۶۲۸ء کے۔ ۱۱ دن بیساکھ شدی ۶۲۸ء کے۔ شامل کرنے سے تاریخ ولادت باسعادت آں حضرت ﷺ تک ۲۲۹۰۵۰ دن ہو جاتے ہیں۔ اس طرح آں حضرت ﷺ کی ولادت مبارک مونی اکاوش کے دن ہوتی ہے جو ہنود کے اعتقاد میں نہایت مقدس دن سمجھا جاتا ہے۔

۱۱۔ عیسوی قدیم

۱	۲	۳	۴	۵	۶
شروع سنہ کا پہلا دن	شروع سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پریڈ قبل از آغاز سنہ	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی علیہ السلام تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے
شنبہ	جنوری	گھنٹے دن ۶۔۳۶۵	۱۷۲۱۴۲۳	۱۲ جمادی الاول سنہ ۶۴۰ق۔	۲۰۸۳۰۲

سنہ عیسوی حضرت مسیح کے سال پیدائش سے شروع کیا گیا تھا، مگر زمانہ حال کے محققین یورپ نے تسلیم کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت اس سنہ سے ۴ سال پہلے کی ہے۔ تاریخی طور پر سنہ عیسوی کا سب سے پہلی دفعہ لکھا جانا ۴۸ء، مطابق ۱۳۰ ہجری سے ہے۔ اس سنہ کا دور ۲۸ رسال کا ہے۔ جس کے بعد سال مہینے اور مہینوں کی تاریخیں انہیں ایام ہفتہ کو واقع ہوتی ہیں۔ جس طرح ۲۸ رسالہ دور گزشتہ میں ہوئی تھیں۔ مختلف ممالک میں مارچ یا ایسٹر یا کرسمس یا ستمبر سے شروع کیا جاتا تھا۔ انگلستان نے ۱۷۵۲ء سے جنوری سے آغاز کیا۔ اب یورپ و امریکہ میں سال کا آغاز مہینہ سے مانا جاتا ہے۔ اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک ۲۰ راپریل ۵۷۱ء کو ہے۔

۱۲۔ عیسوی جدید

۱	۲	۳	۴	۵	۶
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پریڈ قبل از آغاز سنہ	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک اس میں یوم ولادت بھی شامل ہے
دوشنبہ	جنوری	گھنٹے: ۵ دن ۳۶۵۵ سیکنڈ ۴۶ منٹ ۴۶۔۴۸	۱۷۲۱۴۲۵	۱۸ جمادی الاول ۶۴۱ق۔ ہ	۲۰۸۳۰۰

قدیم حساب میں سال کی مقدار صحیح مقدار سے ۱۱ رمنٹ ۱۴ رسیکنڈ زیادہ تھی، اس لیے اعتدال ربیعی کا دن ۲۱ رمارچ تھا اور ۱۵۸۲ء میں ۱۱ رمارچ۔ اس روز افزوں غلطی کی درستی کے لیے اصلاح کرنی پڑی حالیہ قاعدہ سے یوم اعتدال مہینے ربیعی و خریفی سب سے چھوٹا دن اپنی مقررہ تاریخوں پر ہوتے ہیں اور وہ اندیشہ بھی نہ دیا کہ کبھی سرد موسم کے، گرم موسم میں، یا گرم موسم کے مہینے سردی میں آجائیں گے۔

قدیم حساب میں یوم دوشنبہ کو ۳ جنوری سنہ عیسوی تھی۔ حساب جدید میں دوشنبہ کو یکم جنوری ۱ء قرار دی گئی ہے بہ حساب قدیم ہر پوری صدی کا سال ۳۶۶ دن کا اور صدی ۳۶۵۲۵ دن کی ہوتی تھی۔ اب بہ حساب جدید صدی سے ۳۹ صدیوں تک جس صدی کو ۴۰۰ پر تقسیم کرنے سے باقی کچھ نہ رہے، اس پوری صدی کا سال ۳۶۶ دن کا اور وہ صدی ۳۶۵۲۵ دن کی ہے۔ اور چوپوری صدی ۴۰۰ پر تقسیم کرنے سے پوری تقسیم نہیں ہوسکتی ان کا سال ۳۶۵ دن کا اور وہ صدی ۳۶۵۲۴ دن کی ہیں۔ اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک ۲۲ اپریل ۵۷۱ء کو ہے۔

۱۳۔ قبطی جدید

۱	۲	۳	۴	۵	۶
شروع سنہ کا پہلا دن	شروع سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	دور جولیانی قبل از آغاز سنہ	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبویؐ تک اس میں یوم ولادت بھی شامل ہے
جمعہ	توت	گھنٹے۔دن ۶_۳۶۵	۱۸۲۵۰۲۹	۲۹ رمضان المبارک ۳۴۹ سنہ ق۔ہ	۱۰۴۶۹۶

یہ سنہ روما کے آخری بت پرست بادشاہ قلطیانوس انطاکی کے یوم جلوس ۲۹۔ اگست ۲۸۴ء یوم جمعہ سے شروع ہوتا ہے۔ آج کل مصر میں جاری ہے۔ اس سنہ میں ۳ سال ۳۶۵ دن کے اور سال چہارم سے ۴ پر تقسیم کرنے سے ۳ باقی رہ جائیں ۳۶۶ دن کا ہوتا ہے۔ ہر مہینہ تیس دن کا ۳۶۵ دن کے سال میں ۱۲ مہینوں کے بعد ۵ دن نسئی کے اور ۳۶۶ دن کے سال میں ۶ دن نسئی کے زیادہ کر لیتے ہیں۔ اس سنہ کا دور ۲۸ سال کا ہے۔ اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک ۲۵ برمودہ ۲۷۸ء ہوتی ہے۔

۱۴۔ جلوس نوشیروانی

۱	۲	۳	۴	۵	۶
شروع سنہ کا پہلا دن	شروع سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	دور جولیانی از شروع سنہ	شروع سنہ کی قمری تاریخ از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی علیہ السلام تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے
شنبہ	اخرداد	۳۶۵	۱۹۱۵۲۶۰	۱۴ جمادی الاول ۹۴ سنہ ق۔ہ	۱۴۴۶۵

مجوس میں سنہ کا استعمال ہر بادشاہ کے سال جلوس سے ہوتا تھا۔ نئے بادشاہ کے جلوس سے پہلا مستعمل سنہ متروک ہوجاتا تھا۔ نوشیرواں کا جلوس آغاز سال مجوس سے ۶۳ دن بعد بروز شنبہ ۱۵/ ۱۳ ستمبر ۵۳۱ء مطابق ۴ ماہ خرداد کو ہوا تھا اور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت یوم جلوس نوشیروانی سے ۱۴۴۶۴ دن کے بعد ۴۰ جلوس

نوشیروانی میں ۱۸ ماہ وے مطابق ۲۲ ر ۱۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو ہوئی۔

مجوس کا مستقل سال ۳۶۵ دن ۶ گھنٹے کا ہے۔ مگر ۱۱۹ رسال تک ۶ گھنٹے کی سالانہ کسر کو شمار میں نہیں لائے جب ۱۲۰ رسال میں ۶ گھنٹے سالانہ کی متروک کسروں کے مجموعہ سے ۳۰ دن بن جاتے ہیں تب ایک مہینہ کبیسہ کا ۱۲۰ ویں سال میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ ۱۲۰ رسال کا دور صغیر اور ۱۲ ر دور صغیر یعنی ۱۴۴۰ رسال کا دور کبیر ہوتا ہے کبیسہ کا مہینہ ہر دور صغیر کے بعد اس طرح اضافہ کرتے ہیں کہ پہلے دور کے ۱۲۰ سال میں ماہ اول دو بار۔ دوسرے دور کے ۱۲۰ ویں سال میں دوسرا مہینہ دو بار تیسرے دور کے ۱۲۰ ویں سال میں تیسرا مہینہ دو بار، اسی طرح دور اعظم کے ۱۴۴۰ ویں سال بارھواں مہینہ دو بار شمار ہو کر از سر نو ماہ اول سے ماہ کبیسہ کا شمار کرتے ہیں۔ یزدجرد، آخری بادشاہ فارس کے بعد کبیسہ کے بڑھانے کا دستور تو جاتا رہا ہے۔ اب پارسیوں میں یزدجردی سال ۳۶۵ دن کا اس طرح مستعمل ہے کہ مہینہ ۳۰ دن کا شمار ہوتا ہے اور پانچ دن خمسہ مترقہ کے اضافہ کر کے سال کو ۳۶۵ دن کا شمار کرتے ہیں۔ ۵ دن مجوس ماہِ آبان کے بعد زیادہ کرتے ہیں اور اہلِ اسلام آخری ماہ کے بعد بڑھاتے ہیں۔ اس طرح ماہ دے سے آخر سال تک پارسیوں کی تاریخ مورخینِ اسلام کی تاریخ سے ۵ دن کم ہوتی ہے سنِ مجوس کا دور سات سال کا ہے۔

۱۵۔ عام الفیل

۱	۲	۳	۴	۵	۶
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پریڈ قبل از آغاز سنہ	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی علیہ السلام تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے
یک شنبہ	جمعرات محرم	منٹ گھنٹے دن ۴۸۔۸۔۳۵۴ سیکنڈ ۴۴، ۳۴	۱۹۲۹۶۵۷ ۱۹۲۹۶۷۴	۱۸ محرم سنہ ۵۳ ق۔ہ	۱۵ ر ۶۸

اصحاب الفیل کا حملہ مکہ معظمہ پر محرم کی ۱۷ تاریخ کو ہوا تھا اس لیے سنہ اصحاب الفیل کا شمار ۱۸ محرم یوم یک شنبہ سے کیا گیا ہے۔ یہ واقعہ پیدائش نبی کریم ﷺ سے ۵۰ دن پہلے کا ہے۔

محرم کے ۱۳ ر دن	صفر کے ۲۹ ر دن	ربیع الاول کے ۸ ر دن	کل: ۵۰ ر دن

اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک ۹ ربیع الاوّل، سن عیسوی عام الفیل کو ہوئی۔

جدولِ آغاز شہور قمری بابت بست و سہ سال نبوت محمدیہ ﷺ

بہ قید دوم و تطبیق و تاریخ و ماہ و سال مسیحیہ متعلق جلد دوم (حصہ دوم) کتاب رحمۃ للعالمین

سنین اسلام	محرم	صفر	ربیع الاول	ربیع الثانی
۴۱ میلاد النبی ﷺ	خمیس ۴-۱۲-۶۰۹	شنبہ ۳-۱-۶۱۰	یک شنبہ ۱-۲-۶۱۰	سہ شنبہ ۳-۳-۶۱۰
(۴۲)	دوشنبہ ۲۳-۱۱-۶۱۰	چہارشنبہ ۲۳-۱۱-۶۱۰	جمعہ ۲۲-۱-۶۱۱	شنبہ ۲۱-۲-۶۱۰
(۴۳)	شنبہ ۱۳-۱۱-۶۱۱	یک شنبہ ۱۲-۱۲-۶۱۱	سہ شنبہ ۱۱-۱-۶۱۲	چہارشنبہ ۹-۲-۶۱۲
(۴۴)	چارشنبہ ۱-۱۱-۶۱۲	جمعہ ۱-۱۲-۶۱۳	شنبہ ۲۰-۱۲-۶۱۲	دوشنبہ ۲۹-۱-۶۱۳
(۴۵)	دوشنبہ ۲۳-۱۰-۶۱۳	منگل ۲۰-۱۱-۶۱۳	خمیس ۲۰-۱۲-۶۱۳	جمعہ ۱۸-۰-۶۱۴
(۴۶)	جمعہ ۱۱-۱۰-۶۱۴	شنبہ ۱۹-۱۱-۶۱۴	دوشنبہ ۹-۱۲-۶۱۴	بدھ ۸-۱-۶۱۵
(۴۷)	منگل ۳۰-۹-۶۱۵	خمیس ۳۰-۱۰-۶۱۵	جمعہ ۲۸-۱۱-۶۱۵	اتوار ۲۸-۱۱-۶۱۵
(۴۸)	اتوار ۱۹-۹-۶۱۶	دوشنبہ ۸-۱۰-۶۱۶	بدھ ۱۷-۱۱-۶۱۶	خمیس ۱۶-۱۲-۶۱۶
(۴۹)	خمیس ۸-۹-۶۱۷	شنبہ ۸-۱۰-۶۱۷	اتوار ۶-۱۱-۶۱۷	منگل ۶-۱۲-۶۱۷
(۵۰)	دوشنبہ ۱۸-۸-۶۱۸	بدھ ۲۷-۹-۶۱۸	خمیس ۶۶-۱۰-۶۱۸	شنبہ ۲۵-۱۱-۶۱۸
(۵۱)	شنبہ ۱۸-۸-۶۱۹	اتوار ۱۶-۹-۶۱۹	منگل ۱۶-۱۰-۶۱۹	بدھ ۱۴-۱۱-۶۱۹
(۵۲)	بدھ ۶-۸-۶۲۰	جمعہ ۵-۹-۶۲۰	شنبہ ۴-۱۰-۶۲۰	دوشنبہ ۳-۱۱-۶۲۰
(۵۳)	شنبہ ۲۷-۷-۶۲۱	منگل ۲۵-۸-۶۲۱	خمیس ۲۴-۹-۶۲۱	جمعہ ۲۳-۱۰-۶۲۱
(ا ہجری)	جمعہ ۲۷-۷-۶۲۲	یک شنبہ ۱۵-۸-۶۲۲	دوشنبہ ۱۲-۹-۶۲۲	منگل ۱۲-۱۰-۶۲۲
(۲)	منگل ۵-۷-۶۲۳	خمیس ۴-۸-۶۲۳	جمعہ ۲-۹-۶۲۳	اتوار ۲-۱۰-۶۲۳
(۳)	اتوار ۶-۶-۶۲۴	دوشنبہ ۳-۷-۶۲۴	بدھ ۲۲-۸-۶۲۴	خمیس ۲۰-۹-۶۲۴
(۴)	خمیس ۱۳-۶-۶۲۵	شنبہ ۱۳-۷-۶۲۵	اتوار ۱۱-۸-۶۲۵	منگل ۱۰-۹-۶۲۵
سنین اسلام	جمادی الاول	جمادی الآخر	رجب	شعبان
(۵)	دوشنبہ ۳-۶-۶۲۶	بدھ ۲-۷-۶۲۶	خمیس ۲۱-۷-۶۲۶	شنبہ ۳۰-۸-۶۲۶
(۶)	شنبہ ۲۳-۵-۶۲۷	اتوار ۲۱-۶-۶۲۷	منگل ۲۱-۷-۶۲۷	بدھ ۱۹-۸-۶۲۷
(۷)	بدھ ۱۱-۵-۶۲۸	جمعہ ۱۰-۶-۶۲۸	شنبہ ۹-۷-۶۲۸	دوشنبہ ۸-۸-۶۲۸
(۸)	اتوار ۳۰-۴-۶۲۹	منگل ۳۰-۵-۶۲۹	بدھ ۲۸-۶-۶۲۹	جمعہ ۲۸-۷-۶۲۹
(۹)	جمعہ ۲۰-۴-۶۳۰	شنبہ ۱۹-۵-۶۳۰	دوشنبہ ۱۸-۵-۶۳۰	منگل ۱۷-۷-۶۳۰
(۱۰)	منگل ۹-۴-۶۳۱	خمیس ۹-۵-۶۳۱	جمعہ ۷-۶-۶۳۱	اتوار ۷-۷-۶۳۱

(۱۱)	شنبہ ۲۸۔۳۔۶۳۲	دوشنبہ ۲۷۔۴۔۶۳۲	بدھ ۲۷۔۵۔۶۳۲	خمیس ۲۵۔۶۔۶۳۲
سنین اسلام	رمضان	شوال	ذی قعدہ	ذی الحجہ
۴۰ میلاد النبی ﷺ	چہارشنبہ ۱۔۴۔۶۱۰	جمعہ ۱۔۵۔۶۱۰	شنبہ ۳۰۔۵۔۶۱۰	دوشنبہ ۲۹۔۶۔۶۱۰
۴۲	دوشنبہ ۲۲۔۳۔۶۱۱	سہ شنبہ ۲۰۔۴۔۶۱۱	خمیس ۲۰۔۵۔۶۱۱	جمعہ ۱۸۔۶۔۶۱۱
۴۳	جمعہ ۱۰۔۳۔۶۱۲	یک شنبہ ۱۹۔۴۔۶۱۲	دوشنبہ ۸۔۵۔۶۱۲	چہارشنبہ ۷۔۶۔۶۱۲
۴۴	سہ شنبہ ۲۷۔۲۔۶۱۳	خمیس ۲۹۔۳۔۶۱۳	جمعہ ۲۷۔۴۔۶۱۳	یک شنبہ ۲۷۔۵۔۶۱۳
۴۵	اتوار ۱۷۔۲۔۶۱۴	دوشنبہ ۱۸۔۲۔۶۱۴	بدھ ۱۷۔۴۔۶۱۴	خمیس ۱۲۔۵۔۶۱۴
۴۶	خمیس ۶۔۲۔۶۱۵	شنبہ ۸۔۲۔۶۱۵	اتوار ۶۔۴۔۶۱۵	منگل ۲۔۵۔۶۱۵
۴۷	دوشنبہ ۲۶۔۱۔۶۱۶	بدھ ۲۵۔۲۔۶۱۶	جمعہ ۲۶۔۳۔۶۱۶	شنبہ ۲۴۔۴۔۶۱۶
۴۸	شنبہ ۱۵۔۱۔۶۱۷	اتوار ۱۳۔۲۔۶۱۷	منگل ۱۵۔۳۔۶۱۷	بدھ ۱۳۔۴۔۶۱۷
۴۹	چہارشنبہ ۴۔۱۔۶۱۸	جمعہ ۳۔۱۔۶۱۸	شنبہ ۴۔۳۔۶۱۸	دوشنبہ ۳۔۴۔۶۱۸
۵۰	دوشنبہ ۲۵۔۱۲۔۶۱۹	منگل ۲۳۔۱۔۶۱۹	خمیس ۲۲۔۲۔۶۱۹	جمعہ ۲۲۔۳۔۶۱۹
۵۱	جمعہ ۱۴۔۲۔۶۲۰	شنبہ ۱۲۔۱۔۶۲۰	دوشنبہ ۱۱۔۲۔۶۲۰	منگل ۱۱۔۳۔۶۲۰
۵۲	منگل ۲۔۱۲۔۶۲۱	خمیس ۱۔۱۔۶۲۱	جمعہ ۳۰۔۱۔۶۲۱	اتوار ۱۔۳۔۶۲۱
سنین اسلام	جمادی الاول	جمادی الآخر	رجب	شعبان
۵۳	اتوار ۲۴۔۱۱۔۶۲۲	دوشنبہ ۲۱۔۱۲۔۶۲۲	بدھ ۲۰۔۱۔۶۲۲	خمیس ۱۸۔۲۔۶۲۲
۱ ہجری	خمیس ۱۱۔۱۱۔۶۲۳	شنبہ ۱۱۔۱۲۔۶۲۳	اتوار ۹۔۱۔۶۲۳	منگل ۸۔۲۔۶۲۳
۲	دوشنبہ ۳۱۔۱۰۔۶۲۴	بدھ ۳۰۔۲۲۔۶۲۳	خمیس ۲۹۔۱۲۔۶۲۳	شنبہ ۲۸۔۱۔۶۲۴
۳	شنبہ ۲۰۔۱۰۔۶۲۴	اتوار ۱۸۔۱۱۔۶۲۴	منگل ۲۸۔۱۲۔۶۲۴	بدھ ۱۶۔۱۔۶۲۵
۴	بدھ ۹۔۱۰۔۶۲۵	جمعہ ۸۔۱۱۔۶۲۵	شنبہ ۷۔۱۲۔۶۲۵	دوشنبہ ۲۶۔۱۲۔۶۲۶
۵	اتوار ۲۸۔۹۔۶۲۶	منگل ۲۸۔۱۰۔۶۲۶	خمیس ۲۷۔۱۱۔۶۲۶	جمعہ ۲۶۔۱۲۔۶۲۶
۶	جمعہ ۱۸۔۹۔۶۲۷	شنبہ ۱۷۔۱۰۔۶۲۷	دوشنبہ ۱۶۔۱۱۔۶۲۷	منگل ۱۵۔۱۲۔۶۲۷
۷	منگل ۶۔۹۔۶۲۸	خمیس ۶۔۱۰۔۶۲۸	جمعہ ۴۔۱۱۔۶۲۸	اتوار ۴۔۱۲۔۶۲۸
۸	شنبہ ۲۶۔۸۔۶۲۹	دوشنبہ ۲۵۔۹۔۶۲۹	بدھ ۲۵۔۱۰۔۶۲۹	خمیس ۲۳۔۱۱۔۶۲۹
۹	خمیس ۱۶۔۸۔۶۳۰	جمعہ ۱۴۔۹۔۶۳۰	اتوار ۱۴۔۱۰۔۶۳۰	دوشنبہ ۱۲۔۱۱۔۶۳۰
۱۰	دوشنبہ ۵۔۸۔۶۳۱	بدھ ۴۔۹۔۶۳۱	خمیس ۳۔۱۰۔۶۳۱	شنبہ ۲۔۱۱۔۶۳۱
۱۱	شنبہ ۲۵۔۷۔۶۳۲	اتوار ۲۳۔۸۔۶۳۲	منگل ۲۴۔۱۰۔۶۳۲	بدھ ۱۱۔۱۱۔۶۳۲

سنین اسلام	رمضان	شوال	ذی قعدہ	ذی الحجہ
۴۱ میلاد نبوی ﷺ	شنبہ ۲۸۔۷۔۶۱۰	خمیس ۲۷۔۸۔۶۱۰	جمعہ ۲۵۔۹۳۔۶۱۰	یک شنبہ ۲۵۔۱۰۔۶۱۰
۴۲	یک شنبہ ۱۸۔۷۔۶۱۱	دوشنبہ ۲۶۔۲۔۶۱۱	بدھ ۱۵۔۹۔۶۱۱	خمیس ۲۴۔۱۰۔۶۱۱
۴۳	خمیس ۶۔۷۔۶۱۲	شنبہ ۵۔۸۔۶۱۲	دوشنبہ ۴۔۹۔۶۱۲	سہ شنبہ ۳۔۱۰۔۶۱۲
۴۴	دوشنبہ ۲۵۔۶۔۶۱۳	چہارشنبہ ۲۵۔۷۔۶۱۳	جمعہ ۲۴۔۸۔۶۱۳	شنبہ ۲۲۔۹۔۶۱۳
۴۵	شنبہ ۱۵۔۶۔۶۱۴	اتوار ۲۱۔۷۔۶۱۴	منگل ۱۳۔۸۔۶۱۴	بدھ ۱۱۔۹۔۶۱۴
۴۶	بدھ ۴۔۶۔۶۱۵	جمعہ ۲۱۔۷۔۶۱۵	شنبہ ۲۔۸۔۶۱۵	دوشنبہ ۱۔۹۔۶۱۵
۴۷	دوشنبہ ۲۴۔۵۔۶۱۶	منگل ۲۲۔۶۔۶۱۶	خمیس ۲۳۔۷۔۶۱۲	جمعہ ۲۔۸۔۶۱۶
۴۸	جمعہ ۱۳۔۵۔۶۱۷	شنبہ ۱۱۔۶۔۶۱۷	دوشنبہ ۱۱۔۷۔۶۱۷	بدھ ۱۰۔۸۔۶۱۷
۴۹	منگل ۲۔۵۔۶۱۸	خمیس ۱۔۶۔۶۱۸	جمعہ ۳۰۔۶۔۶۱۸	اتوار ۳۰۔۷۔۶۱۸
۵۰	اتوار ۲۲۔۴۔۶۱۹	دوشنبہ ۲۱۔۵۔۶۱۹	بدھ ۲۰۔۶۔۶۱۹	خمیس ۱۹۔۷۔۶۱۹
۵۱	خمیس ۱۰۔۱۔۶۱۲	شنبہ ۱۰۔۵۔۶۲۰	اتوار ۶۔۶۔۶۲۰	منگل ۸۔۷۔۶۲۰
۵۲	دوشنبہ ۳۰۔۳۔۶۲۱	بدھ ۲۹۔۴۔۶۲۱	خمیس ۲۸۔۵۔۶۲۱	شنبہ ۲۔۶۔۶۲۱
۵۳	شنبہ ۲۰۔۳۔۶۲۲	اتوار ۱۸۔۴۔۶۲۲	منگل ۱۸۔۵۔۶۲۲	بدھ ۱۲۔۶۔۱۲۲
۱ ہجری	بدھ ۹۔۳۔۶۲۳	جمعہ ۸۔۴۔۶۲۳	شنبہ ۷۔۵۔۶۲۳	دوشنبہ ۶۔۶۔۶۲۳
۲	اتوار ۶۲۔۲۔۶۲۴	منگل ۲۷۔۳۔۶۲۴	خمیس ۲۶۔۴۔۶۲۴	جمعہ ۲۵۔۵۔۶۲۴
۳	جمعہ ۱۵۔۲۔۶۲۵	شنبہ ۱۶۔۳۔۶۲۵	دوشنبہ ۱۵۔۴۔۶۲۵	منگل ۱۴۔۵۔۶۲۵
۴	منگل ۴۔۶۔۶۲۶	خمیس ۶۔۳۔۶۲۶	جمعہ ۴۔۴۔۶۲۶	اتوار ۴۔۵۔۶۲۶
۵	اتوار ۲۵۔۱۔۶۲۷	دوشنبہ ۲۳۔۲۔۶۲۷	چہارشنبہ ۵۔۳۔۶۲۷	خمیس ۲۳۔۴۔۶۲۷
۶	خمیس ۲۵۔۱۔۶۲۸	جمعہ ۱۲۔۲۔۶۲۸	اتوار ۱۳۔۳۔۶۲۸	منگل ۱۲۔۴۔۶۲۸
۷	دوشنبہ ۱۴۔۱۔۶۲۹	بدھ ۱۔۲۔۶۲۹	خمیس ۲۔۳۔۶۲۹	شنبہ ۱۔۴۔۶۲۹
۸	شنبہ ۲۳۔۱۲۔۶۲۹	اتوار ۲۱۔۱۔۶۳۰	منگل ۲۔۲۔۶۳۰	بدھ ۲۱۔۳۔۶۳۰
۹	بدھ ۱۲۔۱۲۔۶۳۰	خمیس ۱۰۔۱۔۶۳۱	شنبہ ۹۔۲۔۶۳۱	دوشنبہ ۱۱۔۳۔۶۳۱
۱۰	اتوار ۱۔۱۲۔۶۳۱	منگل ۳۱۔۱۲۔۶۳۱	بدھ ۲۹۔۱۔۶۳۲	خمیس ۲۷۔۳۔۶۳۲
۱۱	جمعہ ۲۔۱۱۔۶۳۲	شنبہ ۱۹۔۱۲۔۶۳۲	دوشنبہ ۱۸۔۱۔۶۳۳	منگل ۱۶۔۲۔۶۳۲

جدول واقعات عظیمہ متعلق سیرت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

		سنہ قمری اسلامی						سنہ شمسی عیسوی			سنہ قمری
شمار	واقعہ	یوم	تاریخ	ماہ	سنہ ولادت	سنہ نبوت	سنہ ہجرت	تاریخ	ماہ	سال	عیسوی ؎۱
۱	ولادت باسعادت	یک شنبہ	یکم	محرم	۱	ایضاً	ـ	۱۵،۲	فروری	۵۷۱	۵۸۸
		دوشنبہ	۹	ربیع الاول	۱	ایضاً	ـ	ـ	اپریل	۵۷۱	۵۸۸
۲	بعثت نبوت	دوشنبہ	۹	ایضاً	۴۱	ایضاً	ـ	۱۲،۹	۲	۶۱۰	۶۲۸
۳	نماز فجر و عصر کا مسلمانوں پر فرض ہونا	دوشنبہ	۹	ایضاً	۴۱	ایضاً	ـ	ـ	ایضاً	ایضاً	ایضاً
۴	آغاز نزول قرآن مجید	شب جمعہ	۱۷	رمضان	۴۱	۱	ـ	۱۷،۴۱	۸	ایضاً	ایضاً
۵	ہجرت صحابہ بملک حبش	ایضاً		رجب	۴۵	۵	ـ	ـ	۴	۶۱۴	۶۳۲
۶	نبی کریم ﷺ کا محصور ہونا	سہ شنبہ	یکم	محرم	۴۷	۷	ـ	۳۰ ۳	۹ ۱۰	۶۱۵	۶۳۴
۷	سفر طائف	ایضاً		جمادی الثانی	۵۰	۱۰	ـ	ـ	۲	۶۱۹	۶۳۷
۸	معراج وفرضیت نماز خمسہ	دوشنبہ	۲۷ شب	رجب	۵۰	۱۰	ـ	۱۹ شب ۲۰	مارچ	ایضاً	ایضاً
۹	ابتدائے ایمان اہل مدینہ	ایضاً	ایضاً	ذی الحجہ	۵۰	۱۰	ـ	ـ	۷	ایضاً	ایضاً
۱۰	بیعت عقبہ اولیٰ	ایضاً	ایضاً	ایضاً	۵۲	۱۲	ـ	ـ	۷	۶۲۱	۶۳۹
۱۱	بیعت عقبہ ثانیہ	ایضاً	ایضاً	ایضاً	۵۳،۵۴	۱۳،۱۴	ـ	ـ	۶جون	۶۲۲	۶۴۰
۱۲	ہجرت از مکہ وداخلہ غار	شب جمعہ	۲۷	صفر	۵۴	۱۴	۱	۱۰ شب ۱۳	۹ ستمبر	ایضاً	۶۴۱
۱۳	داخلہ قبا	دوشنبہ	۸	ربیع الاول	ایضاً	ایضاً	۱	۲۳،۲۰	ایضاً	ایضاً	ایضاً
	داخلہ قبا	جمعہ	۱۲	ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱	۲۷،۲۴	۶ ستمبر	ایضاً	ایضاً
۱۴	داخلہ مدینہ طیبہ	دوشنبہ	۲۲	ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱	۷،۴	۱۰ اکتوبر	ایضاً	ایضاً
۱۵	بنیاد مسجد نبوی ﷺ	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱	ـ	ایضاً	ایضاً	ایضاً

؎۱ یہ تاریخ امام بخاریؒ کی تحقیق کے مطابق ہے، دیگر علمائے سیر نے داخلہ مدینہ کی تاریخ جمعہ ۱۲ ربیع الاول اختیار کی ہے۔
اگست ۱عیسوی یوم چہار شنبہ کو محرم کی پہلی تاریخ تھی، ہم نے سن عیسوی قمری کا آغاز اسی تاریخ سے کیا ہے، ہم نے عیسوی قمری سن اس لیے وضع کیا تاکہ یہ معلوم ہوتا رہے کہ ایک مدت معینہ میں شمسی اور قمری برسوں میں کس قدر تفاوت ہو جاتا ہے۔

۱۶	ظہر وعصر وعشاء کی نمازوں میں اضافہ	ایضاً	ایضاً	ربیع الثانی	۴۵	۱۴	۱	-	۱۰ اکتوبر	۶۶۲	۱۶۴۱
۱۷	تحویل قبلہ	شنبہ	۱۵	شعبان	۵۵	۱۵	۲	۱۴،۱۱	ایضاً	۶۲۴	۶۴۲
۱۸	فرضیت کے بعد رمضان سب سے پہلا روزہ	یک شنبہ	یکم	رمضان	ایضاً	ایضاً	ایضاً	۳۲ ۲۹	۲ فروری	ایضاً	ایضاً
۱۹	فرضیت زکوٰۃ	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	۳	-	-	ایضاً	ایضاً
۲۰	فرضیت جہاد	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	۲	-	-	ایضاً	ایضاً
۲۱	جنگ بدر کا دن	سہ شنبہ	۱۷	رمضان	ایضاً	ایضاً	۲	۱۲،۱۳	۳ مارچ	ایضاً	ایضاً
۲۲	تحریم خمر	ایضاً	ایضاً	ایضاً	۵۶	۱۶	۳	-	-	۶۲۵	۶۴۳
۲۳	حکم حجاب نساء	جمعہ	یکم	ذی قعدہ	۵۷	۱۷	۴	۷،۴	۱۴ اپریل	۶۲۶	۶۴۴
۲۴	تبلیغ اسلام بسلاطین عظام	چہارشنبہ	یکم	محرم	۶۰	۲۰	۷	۱۴،۱۱	۵ مئی	۶۲۸	۶۴۷
۲۵	فتح المبین مکہ	پنج شنبہ	۲۰	رمضان	۶۱	۲۱	۸	۱۴،۱۱	۱۱ جنوری	۲۳۰	۶۴۸
۲۶	فرضیت حج	ایضاً	ایضاً	ایضاً	۶۲	۲۲	۹	-	-	۶۳۱	۶۴۹
۲۷	اولین حج اسلام جو بامامت صدیق اکبر ہوا	دوشنبہ یا سہ شنبہ	۹	ذی الحجہ	۶۲	۲۴	۹	۱۸ ۲۱	۳ مارچ	ایضاً	ایضاً
۲۸	حجۃ الوداع نبی کریمؐ	جمعہ	ایضاً	ایضاً	۶۳	۲۳	۱۰	۹،۲	ایضاً	۶۳۲	۶۵۰
۲۹	ابتدائے مرض نبویؐ	دوشنبہ	صفر	صفر	۶۴	۲۴	۱۱	۲۸،۲۵	۵ مئی	ایضاً	۶۵۱
۳۰	وفات پُر آیات	چاشت یا دوشنبہ	۱۳	ربیع الاول	۶۴	۲۴	۱۱	۸ ۱۱	۲ جون	۶ جون	ایضاً
۳۱	تدفین پیکر اطہر ﷺ	شب چہار شنبہ ۳۲ گھنٹے بعد از وفات	۱۴	ایضاً	ایضاً	ایضاً	۱۱	۹ ۱۲	ایضاً	ایضاً	ایضاً

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قصیدہ در حمد باری تعالیٰ جل جلالہ عم نوالہ،

خدائے عزوجل کے لیے ہے شکرِ نعم
زیادہ حد و عدد سے ہیں جس کے فضل وکرم

وہی ملک ہے، وہی مستعان، وہی معبود
وہی الٰہ، وہی ہادیِ رہِ اقوم!

وہی ہے غافر ذنب اور وہی ہے قابل توب
وہی ہے نارارض و سما ونور وظلم

وہی ہے رافع عز و علا ومجدو عطا
وہی ہے دافع درد و بلا ورنج و سقم

جلال اس کا ہی آفاق کے لیے ہے محیط
نوال اس کا ہے ارزاق کے لیے مقسم

کمالِ عقل ہے عرفان کنہ میں قاصر
زبان نطق بیان ثناء میں ہے ابکم

نمونہ قدرتِ باری کا ہے کہ صفحۂ چرخ
ہجوم نجم سے ہوتا ہے اطلس معلّم

ہے شان صنعت صانع کہ ارض کا یہ کرہ
وفور سبزہ سے بنتا ہے۔ صفحۂ ملحم

اسی کے حکم سے قائم جبال شامخہ ہیں
اسی کے امر سے سائر ہے نیر اعظم

اسی کے فیض سے باغ حدوث ہے، شاداب
اسی کے نام سے قلب سلیم ہے خرم

اسی کی داد سے مہ کو ملا ہے سکۂ سیم
اسی کے جود سے ماہی کو کیسۂ درہم

اسی نے فرشِ زمین کو بچھا دیا ہموار
اسی نے سلک ثریا کو کر دیا درہم

اسی کے قصد میں پوئیدہ ہیں الوف ملل
اسی کی حمد میں گوئندہ ہیں صنوف اُمم

اسی کے خوف میں ہے تہ نشین دریا در
اسی کے شوق میں ہے آسماں گرا شبنم

اسی کا نور ہے چشمِ جہاں کی بینائی
اسی کا حکم بقاوفنا کا متلزم

اسی کی آیتِ قدرت سے ہے ہبوب ریاح
جو بادلوں کو ہے کرتی فراہم و درہم

اسی کی آیتِ قدرت سے ہے تلمع برق
چمک میں جس کی ہے بیم و رجا کی شان بہم

اسی کی آیتِ قدرت سے ہے نزولِ میاہ
کہ مرگ و زیست کی ملتی نظیر ہے پیہم!

اسی کی آیتِ قدرت سے ہے کہ مردہ زمین
حیات تاز سے بار دگر ہوئی منضم

اسی کی آیتِ قدرت سے ہے کہ خاک سیاہ
ہزاروں بیش بہا گنج کی بنی مدغم

اسی کی آیتِ قدرت سے ہے کہ لیل و نہار
ہمیں سکھاتے ہیں طرز و طریق رامش درم

اسی کی آیتِ قدرت سے ہے کہ بین بہار
بناد یے ہیں جزیرے مثال باغِ ارم

اسی کی آیتِ قدرت سے ہے کہ گنبد چرخ
مثالِ سقف بغیر از عمد رہا ہے تھم

اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ انسان کی
لسان ولون میں نوعیں جدا جدا ہیں علم

اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ ہوتا ہے
یہ موسموں کا تغیر یہ انقلاب اُمم

اسی کے امر سے تھامے ہوئے ہیں سب طاہر
فضا میں جسم کو اپنے بلاتردد وغم

اُسی کے حکم سے ٹھہرے ہوئے ہیں یہ ایجار
کہ موج موج کا اندر ہے اپنی حد کے قدم

اُسی کے نور تجلّی سے طور ہے روشن
اُسی کی ذرہ نوازی سے نخل ہے مُلہم

اُسی کی ذاتِ مقدس حقیق سجدہ ہے
اُسی کے اسم معظم کے واسطے ہے قسم

اُسی جانب میں ہوتی ہے عرضِ رب اعفر
اُسی سے کہتے ہیں وارحم کہ سب سے ہے اَرحم

اُسی کی غایت حمد و ثناء ہے لااحصی
اُسی کے اوّل اور اک پر ہے لا اعلم

وہی ہے ایک وحید اور لا شریک لہٗ
کہ ملک و حمد اُسی کو ہے اور کبرو قدم

غنی و مقتدر و باسط و ودود و جلیل
کبیر و قادر و بَر و رؤف وحی و حکم

اسلام و مؤمن و قدوس و والی و باری
غفور و باقی و ستار اور حکیم حکم

احد ہے اور صمد لم یلد ولَم یُولد
مثال و کفو سے ہے پاک تر بخدِ اتم

ہے شرک جو اُسے کہتا ہے صرف رب النوع
وہ ہے مُصور اشیا و خالق عالم

شریک خلق میں اس کے نہ مادہ ہے نہ روح
مشیر امر میں اس کے وزیر ہیں نہ خدم

اسی کے خلق ہیں اور اس کو پا نہیں سکتے
حواس سمع و بصر عقل، درک لمس اور شم

وگر ہے صدقِ ارادت! تو برگ برگ گیاہ
ہے بامِ معرفت لا یزال کا سُلّم

مرے کریم مرے ذوالجلال و الاکرام
غنیم ہیں ترے احسان کثیر تیری نعم

ہے ایک حکم میں تیری حیات اورممات
ہے سب کا تیرے ہی دو حرف میں وجود و عدم

نہیں وجود عوالم سے تیری قدرت بیش
نہ انعدام خلائق سے تیری صنعت کم

ہو تیری عفو و رحیمی کا جس جگہ اظہار
ہے مستحق کرامت گناہ اور ظلم

مقر بین ہیں بین رجا و خوف ترے
کہ ہے حجاب عدالت میں رحمت اور کرم

فرشتگانِ مکرم کہ انبیائے کرام
عبودیت پہ تری شاد ہیں لفخر اتم

تیری جناب میں سب کی ہے التماسِ دُعا
تری حضور میں سب کا سرارادت خم

نہ مال میرا مآلِ طلب نہ حشمت و جاہ
کہ سب ہیں مشتمل اس فیض میں بنی آدم

یہ التجا ہے یہی آرزو، یہی خواہش
مدام دل کی تمنا یہی بدیدۂ نم

رہوں سدا متمسک نبی ﷺ کی سنت سے
قدم ہوں میرے صراطِ ہدیٰ پہ مستحکم

رگوں میں جوش، لہو میں محبت اسلام
بدن میں جان رہے جب تک اور دم میں دم

ترے حبیب نے جو امیوں کو دی تعلیم
وہی ہو میرا عقیدہ نہ اس سے بیش نہ کم

رسول سید ابرار بندۂ رحمٰن
نبی جہاں کے لیے رحمت اور مُطاع اُمم

سراج و شاہد و داعی مُبشر ومنذر — مالاذ کعبہ وحامیٔ قدس و شاہ حرم
ہماری جان پہ ہم سے سوا رؤف و رحیم — شفیع و حامد و احمد محمد و خاتم
عوام کا اب وجد سے مایہ نازش — ہیں اس کی ذات پہ نازاں خلیلؑ اور آدمؑ
درود اس پہ اور اصحاب و آل پر اس کے — کہ پُر ہے ان کے فضائل سے مصحف محکم
تو قبر کی متوحش جگہ میں ہو مونس — تو ہولناک قیامت میں بن مراہمدم
الٰہی رحم مرے والدین پہ فرما — اسی سوال میں سارے سوال ہیں منضم

نفس ہے سینے میں مسلمان کے رواں جب تک
نبی کے نعت میں چلتے رہے زبان و قلم

تمت بالخیر

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ
وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ
وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ



وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا

صدق اللہ العظیم

رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

سِيْرَتُ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَسَلَّمَ

حصہ سوم

تالیف لطیف

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ

۱۸۶۷ – ۳۰ مئی ۱۹۳۰

دار الاشاعت

اردو بازار، ایم اے جناح روڈ

کراچی پاکستان 021-32213768

حصہ سوم رحمۃ للعالمین ﷺ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تقدمہ

رحمۃ للعالمین اور اس کا مصنف مرحوم

(از جناب علامہ سید سلیمان صاحب ندوی قدس سرہ)

آج سے بیس سال پہلے کا واقعہ ہے کہ مولانا شبلی مرحوم نے اپنی سیرۃ نبوی ﷺ کی تجویز اہل ملت کے سامنے پیش کی تھی اس کے جواب میں ہر طرف سے تائید کی آوازیں بلند ہوئیں، صرف ایک آواز مخالفت میں اٹھی یہ مولانا انشاء اللہ خان مرحوم ایڈیٹر ''وطن'' کی آواز تھی۔ انہوں نے لکھا کہ قاضی محمد سلیمان صاحب چونکہ اس کے لکھنے کا ارادہ کر رہے ہیں، اس لیے مولانا شبلی کو تکلیف کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد خاموشی سے بیس برس گزر گئے اور دونوں تصنیفوں کی کئی جلدیں ارباب شوق کے سامنے پیش ہوئیں اور دونوں نے قبولیت کی عزت پائی۔ پھر یہ کس کو خیال آ سکتا تھا کہ یہ دونوں مصنف آگے پیچھے اس دنیا کو خیر باد کہیں گے اور ان دونوں کے بعد ایک تیسرا شخص آئے گا جو فیوض و برکات کے ان دو مختلف سوتوں کو ملا کر ایک چشمہ بنا دے گا۔ خدا کے سامنے میں اس کی دی ہوئی اس عزت پر نازاں ہوں کہ اس نے بزرگوں کے متروکات کی تکمیل کی سعادت میرے حصہ میں رکھی۔

رحمۃ للعالمین کے مصنف سے میں سب سے پہلے ۱۹۱۶ء میں واقف ہوا جب کہ حافظ عبدالحلیم صاحب تاجر کانپور نے اپنے وطن بسی میں سرہند کے قریب جو ریاست پٹیالہ میں واقعہ ہے ایک یتیم خانہ کے افتتاح کی تقریب میں شرکت کی دعوت دی۔ مرحوم اس زمانہ میں ریاست پٹیالہ میں سیشن جج تھے، وہ بھی ریاست کے دوسرے عہدہ داروں کے ساتھ بستی کے جلسہ میں آئے اور مجھ سے خلوص و محبت سے ملے اور دیر تک بعض پادریوں اور عیسائیوں کے ساتھ اپنے چند مناظروں کا ذکر فرماتے رہے۔ یہ طرفین کی محبت کا پہلا تخم تھا جو مجدد الف ثانی کی سرزمین میں ہم دونوں نے بویا۔

مرحوم مجھ سے عمر میں بہت بڑے تھے اور میرے بزرگ تھے، مگر ان کی طرف سے انکسار و تواضع نے اور میری طرف سے اعتراف اور اقرار نے اس تخم کی آبیاری کی اور رفتہ رفتہ اس درجہ اس میں بالیدگی ہوئی کہ اس شجر طوبیٰ کے سایہ میں ہم نے بارہا آرام پایا۔ ندوۃ العلماء کی مجلس کے ہم دونوں ممبر تھے اور اس تعلق سے سال میں ایک دفعہ ضرور یکجائی نصیب ہوتی۔ ایک دفعہ جب وہ اہل حدیث کانفرنس کے اجلاس مئو کے صدر ہو کر آئے تو اعظم گڑھ آ کر دار المصنفین میں بھی دو راتیں بسر کیں اور یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے جانا کہ موصوف عامل بالحدیث ہیں۔ ایسے خاموش آمین بالجہر کرنے والے کو آنکھوں نے سب سے پہلی دفعہ دیکھا اور لطف روحانی اٹھایا۔

میں نے حیرت سے پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا: یہ تو مدت العمر سے ہے۔

مرحوم میں روشن خیالی کے ساتھ روشن ضمیری اور دماغی قابلیت کے ساتھ روحانی کیفیت یک جا تھی وہ علم کے ملّا اور دل کے صوفی تھے۔ صاف ستھرے رہتے تھے، تبلیغ کے دلدادہ تھے، صلح پسند اور خاکسار تھے، علم کی نمائش پسندِ خاطر نہ تھی اور ان سب سے بالاتر جو وصف تھا وہ ذات پاک رسالت مآب ﷺ کے ساتھ شیفتگی اور عقیدت تھی۔ دو حج کیے، اور آخر دوسرے حج میں دیارِ حبیبؐ میں اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کی اور عبودیت کا سر اس آستانہ اقدس پر اس طرح جھکایا کہ پھر نہ اٹھایا۔ عشق باطن نے ظاہری نعمت کے ساتھ باطن کی سعادت یہ بخشی کہ اس سرزمین میں ان کو ہمیشہ کے لیے جگہ دی جس کے ذرہ ذرہ کے ساتھ ان کی رگ رگ کو وابستگی تھی۔

مرحوم نے اسلام کے فضائل میں اور تفسیر و تاریخ میں اپنے بعد اپنی متعدد یادگاریں چھوڑیں، مگر ان سب میں بہتر اور جامع ان کی تصنیف رحمۃ للعالمین ہے جس کی دو حصے خود ان کے زندگی میں چھپ چکے تھے اور اب یہ تیسرا حصہ ان کے بعد شائع ہو رہا ہے۔ اس حصہ کا موضوع اسلام اور پیغمبر اسلام کے امتیازی خصوصیات ہیں۔

ناظرین دیکھیں گے کہ ایک عاشق رسول ﷺ کے قلم نے عشق و محبت کے نشہ سرور میں علم و عقل کی فرزانگی اور ہوشیاری کے ساتھ نکتہ رسی اور دیدہ وری کی کیا کیا صنعت کاریاں کی ہیں۔ افسوس کہ یہ چشمہ فیض اب ہمیشہ کے لیے خشک ہو گیا، مگر مجھے یقین ہے کہ جب تک ہندوستان میں اسلام کا دریا لہریں لیتا رہے گا رحمۃ للعالمین کے یہ کاغذی سفینے مسلمانوں کی سلامتی ایمان کے لیے اس میں چلتے پھرتے، تیرتے ابھرتے رہیں گے۔ مرحوم نے رحمۃ للعالمین لکھی، رب العالمین نے اس دنیا میں اس کو قبول کے شرف سے ممتاز کیا۔ امید ہے کہ اس کی رب العالمینی اور اس کے رسول کی رحمۃ للعالمینی دوسری دنیا میں بھی ان کی چارہ نوازی کرے گی۔

''رحمۃ للعالمین'' کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف کے ذوق کے مطابق سوانح اور واقعات کے ساتھ غیر مذاہب کے اعتراضات کے جوابات اور دوسرے صحف آسمانی کے ساتھ موازنہ اور خصوصیت سے یہود و نصاریٰ کے دعاوی کا ابطال بھی اس میں جا بجا ہے۔ مصنف مرحوم کو توریت اور انجیل پر کمال عبور حاصل تھا اور عیسائیوں کے مناظرانہ پہلوؤں سے اس کی پوری واقفیت تھی۔ اسی بنا پر ان کی یہ کتاب اب معلومات کا پورا خزانہ ہے۔

پیش نظر حصہ کہنے کو خصائص محمدی ﷺ کے بیان میں ہے، مگر درحقیقت اس میں اسلام کے ان امتیازات اور خصوصیات کا خاکہ ہے، جس کی بناء پر اس کو ''دین کامل'' کا خطاب ملا۔ اسی طرح اس میں آنحضرت ﷺ کے وہ فضائل و محامد درج ہیں، جن کی بناء پر آپ کو خاتم النبین اور مکمل دین کا پرفخر خطاب باری تعالیٰ سے عطا ہوا ہے۔ مصنف کے دلائل ایسے دل نشین اور طرز ادا ایسا متین ہے کہ اس کی یہ تصنیف ہر صاحب ذوق کے لیے باعث تسکین ہو سکتی ہے۔ زمانہ حال نے خیالات میں جو تغیر اور طریق تبلیغ میں انقلاب پیدا کیا ہے۔ مصنف مرحوم نے اس کی پوری نگہداشت کی ہے اور اسلام اور پیغمبر اسلام (علیہ الوف التحیات والسلام) کے وہ تمام امتیازات اور محاسن جو

اس دور میں کسی حیثیت سے بھی پیش کرنے کے لائق تھے مرحوم نے ان کا استقصاء کیا ہے اور کہیں سے کہیں کارآمد نکتہ کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا ہے۔ مناظرانہ طریق تصنیف میں سنجیدگی اور متانت کا برقرار رکھنا سخت مشکل کام ہے، مگر جس طرح خود مصنف مرحوم اس وصف میں ممتاز تھے، اسی طرح کی یہ تصنیف بھی اس وصف میں امتیاز خاص رکھتی ہے۔ پوری کتاب مناظرہ اور احقاق حق کی رودادوں سے لبریز ہے۔ تاہم کہیں تہذیب اور مذاق سلیم کو حرف گیری کا موقع نہیں مل سکتا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ

اگر اس دنیا کی مقبولیت سے اس دنیا کے اجر جزیل کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے تو یہ کہنے میں قلم کو باک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مصنف مرحوم کے جلائل اعمال میں اس تصنیف کا شمار ہوا ہوگا اور غالباً یہی ان کا ایک کام ان کی مغفرت اور نجات کے لیے کافی ہوگا۔ کتاب کے دو پہلے حصوں نے عام ناظرین کے علاوہ اسلامی مدارس و مکاتب میں درس کی حیثیت سے بھی جگہ پائی ہے مجھے امید ہے کہ یہ حصہ بھی اسی قدر مقبول ہوگا اور عام مسلمان اور طلبہ اس کے مضامین سے مستفید اور اس کے مطالب سے بہرمند ہوں گے۔ کسی مصنف کی یہ خوش قسمتی کیا کم ہے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے قلم کا خیر جاری ہے۔ انسان فانی ہے، مگر اس کا عمل باقی ہے۔ مرحوم مصنف خاک کے کسی گوشہ میں آسودہ ہے، مگر اس کے ہاتھ کی جنبش نے کاغذ کے صفحات پر اخلاص و نیاز کے ساتھ جو گلکاریاں کی ہیں ،اس کی بہار انشاء اللہ سدا قائم رہے گی اور اس کی خوشبو ایمان کے مشام جان کو ہمیشہ معطر رکھے گی۔ ناظرین میرے ساتھ دست بہ دعا ہوں کہ مرحوم کو رضائے الٰہی کی بہشت جاوید میں درجات عالیات نصیب ہوں کہ اس کے قلمی احسانات کا ہمارے طرف سے یہی زبانی شکریہ ہوسکتا ہے۔

والسلام

سید سلیمان ندوی [رحمۃ اللہ علیہ]

مقدمہ از مصنف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ۔ رَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالنَّبِيِّيْنَ وَاٰلِهِ الْمُرْسَلِيْنَ قَيُّوْمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرَضِيْنَ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الْمَبْعُوْثُ بِالصِّدْقِ وَالنُّوْرِ الْمُبِيْنِ وَرَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِيْنَ وَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ ۔ فَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَخُلَفَائِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ اٰمِيْنَ اِلٰهَ الْحَقِّ اٰمِيْنَ

ناظرین کی خدمت میں کتاب رحمۃ للعالمین کی یہ جلد سوم [حصہ سوم] نہایت ادب سے پیش کی جاتی ہے اس جلد کے مضامین عرصہ ہوا قلم بند کیے جا چکے تھے لیکن سیرت نگار کے بیمار ہو جانے سے فراہمی و ترتیب مضامین میں تاخیر پر تاخیر ہوتی رہی۔ احباب کا شوق اور تقاضے اور راقم الحروف کی ندامت بڑھتی رہی۔ اب ان مضامین کو فراہم کر دیا گیا ہے، لازم تھا کہ نظر ثانی کر لی جاتی، مگر سفر حج کا داعیہ پیدا ہوا اور یہ ضروری کام رہ گیا۔ اب توکلاً علی اللہ روانگی سفر مبارک سے پیشتر ان اوراق کو مطبع میں روانہ کر رہا ہوں۔ [1] اللہ تعالیٰ میری لغزشوں کو معاف فرمائے۔

قبل ازیں اس کتاب کی جلد اول اور دوم شائع ہو چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو قبولیت عام ان کتابوں کو عطا فرمائی ہے وہ محض اس کا فضل خاص ہے۔ بندہ مستمند نقش نگار حروف چند کے فہم و تصور سے بالاتر تھا کہ یہ کتاب مدارس اسلامیہ کے نصاب درسیہ میں داخل کی جائے گی اور جامعہ عثمانیہ دکن جامع عباسیہ بہاول پور و ندوۃ العلماء لکھنؤ و دیوبند و حمایت اسلام لاہور کے صاحبان فضل و کمال ان کتابوں کو جزو تعلیم قرار دیں گے اور جملہ مدارس ثانویہ اسلامیہ میں اس کی تدریس لازمی قرار دی جائے گی۔ امید ہے کہ اب فتاح العلوم اس جلد سوم کو بھی حسن قبول کے شرف سے مشرف فرمائے گا اور بزرگان دین و علمائے صدق اس کتاب کا ملاحظہ مربیانہ التفات سے کریں گے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ رَبِّ اَوْزِعْنِيْ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ۔ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ۔

خاکسار

محمد سلیمان سلمان منصور پوری

(پٹیالہ۔ پنجاب)

---

[1] مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا ارادہ یہی تھا مگر افسوس کہ پورا نہ ہو سکا اور آپ مسودہ نظر ثانی کے لیے اپنے ساتھ ہی لے گئے چنانچہ ریل اور جہاز میں یہی کام کرتے رہے اور چند نئے ابواب کا اضافہ بھی کر دیا اور مکہ معظمہ پہنچنے تک اسے بالکل مکمل کر دیا واپسی پر جہاز ہی میں آپ کا وصال ہو گیا اور مسودہ کچھ عرصہ تک آپ کے اسباب ہی میں بند پڑا رہا۔ الحمد للہ کہ اب زیور طبع سے مزین ہو کر ناظرین ہو رہا ہے۔

باب اول

خصائص النبی ﷺ

خصوصیات نبوی ﷺ کے متعلق متقدمین کی بھی چند کتابیں ہیں، جو اسی زمانہ کے ایک خاص گروہ کے سامنے پیش کرنے کے لیے موزوں کہی جاسکتی ہیں۔ مع ہذا جو کچھ پہلے لکھا جاچکا ہے، اسی کو دہرانا متلاشیان مزید کی پیاس کو نہیں بجھا سکتا۔ خصائص النبی ﷺ کو اگر پوری وسعت کے ساتھ لکھا جائے تو ایک ضخیم دفتر بن جائے ،لہذا جو کچھ لکھا جاتا ہے۔ وہ صرف ''ماحضر'' کے تحت میں ہے خصائص کا استنباط زیادہ تر آیات قرآنیہ سے کیا گیا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ ہی اپنے حبیب کی خصوصیات کا جاننے والا اور وہی اس کنز مخفی کی مفتاح فرمانے والا ہے ۔کمی علم یا سوء فہم کی وجہ سے جو غلطی مجھ سے ہوئی ہو، اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

یہ باب دو فصلوں پر مشتمل ہے: اول :..... خصوصیات وجود گرامی ۔ دوم :..... خصوصیات نبوت، جس کے فیضان میں عالم و عالمیان بھی داخل ہیں ۔ آخر میں ایک حدیث پاک سے طریقہ محمدیہ کی توضیح کی گئی ہے۔ نیز اسمائے مبارکہ میں سے چند اسماء عالیہ کے معانی لکھ کر باب ہذا کو ختم کیا گیا ہے۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

فصل اول :..... خصوصیاتِ وجود گرامی ﷺ

خصوصیت نمبر ۱..... مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ (۲۹:۴۸) کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

آیت بالا میں نبی ﷺ کا نام بھی ہے اور حضور ﷺ کا منصب بھی بتایا گیا ہے۔ ہر دو اعتبار سے آیت بالا خصوصیات نبویہ کی مظہر ہے۔

الف:..... نبی کریم ﷺ کی رفعت شان کے اظہار میں حضور ﷺ کا نام ہمایوں بھی اپنے اندر خصوصیات رکھتا ہے۔ واضح ہو کہ انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی کا نام بھی ایسا نہیں پایا جاتا کہ وہ نام ہی اپنے مسمّٰی کے کمالات نبوت کا شاہد عدل ہو، بطور نمونہ چند اسماء کا ذکر کیا جاتا ہے۔

آدم کے معنی گندم گوں ہیں۔ ابوالبشر کا یہ نام ان کے جسمانی رنگ کو ظاہر کرتا ہے۔

نوح کے معنی آرام ہیں، باپ نے ان کو آرام وراحت کا موجب قرار دیا۔

اسحٰق کے معنی ضاحک، یعنی ہنسنے والا ہیں۔ ہشاش بشاش چہرہ والے تھے۔

یعقوب پیچھے آنے والا، یہ اپنے بھائی عیسو کے ساتھ توأم پیدا ہوئے تھے۔

موسیٰ پانی سے نکالا ہوا۔ جب ان کا صندوق پانی میں سے نکالا گیا، تب یہ نام رکھا گیا۔

یحییٰ عمر دراز، بڈھے ماں باپ کی بہترین آرزوؤں کا ترجمان ہے۔

عیسیٰ سرخ رنگ، چہرہ گلگوں کی وجہ سے یہ نام تجویز ہوا۔

اسماء بالا کو دیکھو اور ان کے معانی پر غور کرو کہ وہ کسی طرح مسمّٰی کی عظمت روحانی یا نبوت کی طرف ذرا سی بھی اشارت نہیں رکھتے مگر اسم ''محمد'' کی شان خاص ہے۔ حضور ﷺ کا ذاتی نام محمد بھی ہے اور احمد بھی۔ ہر دو اسمائے ذاتی میں وحدت مادہ موجود ہے یعنی حمد سے بنے ہیں۔ اب معنی حمد کا سمجھنا ضروری ہوا۔

جب صفات میں کمال اور نعوت میں جلال اور فطرت میں احسان برغیر اور فیضان عالم کے فضائل جمع ہو جائیں تو اس مجموعی کیفیت کا نام ''حمد'' ہوگا۔ ثناء و تکریم، رفعت شان و رفعت ذکر اور استلزام جود و عطا کا مجموعہ حمد کہلاتا ہے۔ حمد کی یہ جملہ صفات بدرجۂ اکمل ذات پاک سبحانی میں پائی جاتی ہیں۔

اَلحمد للّٰہ کا حرف لام یہی بتلا رہا ہے اور اسم پاک حمید بھی اس راز کا انکشاف کرتا ہے۔

سیدنا حسان المؤید روح القدس رضی اللہ عنہ نے اپنے مشہور قصیدہ کی مشہوریت میں گویا اسی شعر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ شَقَّ لَہٗ مِنْ اِسْمِہٖ لِیُجِلَّہٗ فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَّ ھٰذَا مُحَمَّدٌ

الف: ..... مُحَمَّدٌ۔ حَمَّدَ (مضاعف) سے مبالغہ کے لیے ہے۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی محمود ہیں، ملائکۂ مقربین میں بھی محمود ہیں۔ زمرۂ انبیاء و مرسلین میں بھی محمود ہیں اور اہل زمین کے نزدیک بھی محمود ہیں جو لوگ حضور ﷺ کا کلمہ نہیں پڑھتے وہ بھی ان سجایا و شیم کے مداح ہیں، جن کا لزوم و ثبوت حضور ﷺ کے نام کے معنی اور حضور کی ذات گرامی سے بدرجۂ اتم ہے۔

ہاں! حضور ﷺ ہی ''مقام محمود'' والے ہیں اور ''لواء الحمد'' حضور ﷺ ہی کے رأیت شاہی کا نام ہے۔ حضور ﷺ کی امت کا نام بھی انہی مناسبات سے ''حمادون'' ہے۔

محمد و احمد کے معانی میں الگ الگ فرق یہ ہے کہ محمد وہ ہے، جس کی حمد و نعت جملہ أھل الارض والسماء نے سب سے بڑھ کر کی ہو اور احمد وہ ہے جس نے رب السموات والارض کی حمد و ثناء جملہ اھل الارض و السموات سے بڑھ کر کی ہو۔ لہٰذا اسم پاک علم بھی ہے اور صفت بھی وہ اپنے معانی کے اعتبار سے کمالات نبوت پر دال ہے اور مدلول بھی۔ یہ خصوصیت ہے جس سے دیگر انبیاء علیہم السلام کے اسماء ساکت و خاموش ہیں۔

ب: ..... اسم پاک کے ساتھ رسول اللہ کا عَلَم بھی (سورۃ الفتح:۲۹، آل عمران:۱۴۴) میں موجود ہے۔

رسول بروزن فعول بمعنی مرسل ہے۔ اللہ کی طرف مضاعف ہونے سے اس کے معنی یہ ہو گئے ہیں کہ اس کی رسالت صرف منجانب اللہ ہے، وہ کسی دوسرے کا پیغام نہیں سناتا اور کسی دوسرے کی بات پہنچانا اس کی شان سے کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ جہاں یہ لفظ بہ شکل مضاعف قرآن مجید میں مستعمل نہیں ہوا، وہاں معرف باللام مستعمل ہوا ہے اور اسی تخصیص کا عرفان دیتا ہے۔

آیت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ کی تنزیل سے آشکارا ہو گیا کہ فرقان حمید میں جہاں کہیں بھی اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کی وحی موجود ہے اور جتنی آیات اس کی ہم معنی پائی جاتی ہیں ان سے حضور ﷺ ہی کی ذات بابرکات مقصود ہے اور حضور ہی کو رب العالمین نے مطاع عالم اور سید الانبیاء والامم مقرر فرمایا ہے۔

یہ مسئلہ گزشتہ تیرہ صدیوں میں جملہ اہل اسلام کا ایمان رہا ہے، مگر ہمارے زمانہ میں یہ عقیدہ محدثہ ایجاد کیا گیا کہ

رسول سے مراد آیات الٰہیہ میں خود قرآن ہے۔ لہٰذا اطاعت قرآن فرض ہے اور اطاعت محمد ﷺ فرض نہیں۔

آیت محمد رسول اللہ (جو زیب عنوان ہے) کی مناسبت سے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خود قرآن مجید سے اس مسئلہ کا حل کیا جائے۔

اہل ایمان کو تدبر قرآن سے صاف طور پر واضح ہو جائے گا کہ لفظ رسول کا اطلاق صرف انبیاء کرام پر یا ان ملائکہ پر جو رسالت کا کام سرانجام دیتے تھے۔ فرمایا گیا ہے۔ لیکن لفظ رسول کا اطلاق کسی کتاب پر کبھی نہیں ہوا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی زبان سے	يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۱﴾ اے قوم! مجھ میں گمراہی کچھ نہیں۔ میں تو اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔
حضرت ہود علیہ السلام کی زبان سے	يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۷﴾ اے قوم! مجھ میں نادانی کی کوئی بات نہیں۔ میں تو رب العالمین کا رسول ہوں
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے	يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۷﴾ موسیٰؑ نے کہا: اے فرعون! میں پروردگار عالم کا رسول ہوں۔ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۔ جب موسیٰؑ نے کہا: اے میری قوم! مجھے کیوں ایذا دیتے ہو تم تو جان چکے ہو کہ میں تمہاری جانب اللہ کا رسول ہوں۔
حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان سے	اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ سوا اس کے نہیں کہ مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کا رسول ہے۔ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۔ کہ مسیح بن مریم تو صرف رسول ہیں۔ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ عیسیٰ بن مریم نے بنی اسرائیل سے کہہ دیا کہ میں تمہارے لیے اللہ کا رسول ہوں۔
حضرت جبرائیلؑ کی زبان سے	قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۔ مریم علیہا السلام سے جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ میں تیرے رب کا رسول ہوں۔

آیات بالا سے ہویدا ہے کہ سیدنا نوح و ہود و موسیٰ و عیسیٰ اور جبریل علیہم السلام کو قرآن مجید میں رسول بتایا گیا ہے۔ فیصلہ طلب امر یہ رہ جاتا ہے کہ سیدنا و مولانا محمد النبی الامی ﷺ کو بھی رسول ہی فرمایا گیا ہے تو پھر کیوں دیگر انبیاء کے ساتھ رسول بمعنی پیغمبر سمجھا جائے اور رسول اللہ ﷺ کے لیے یہ معنی کیوں نہ سمجھے جائیں۔

ذیل میں وہ آیات درج ہیں جن سے کلمہ رسول اللہ کا ہونا حضور ہی کے لیے ثابت ہے، وہاں تاویلاً بھی کسی کتاب سے مراد نہیں ہو سکتی۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۔ (۴۸:۲۷) اللہ نے اپنے رسول کا خواب ٹھیک ٹھیک سچا کر دکھایا۔

یہ ظاہر ہے کہ خواب دیکھنا انسان کا کام ہے کتاب کا نہیں۔ خواب نبی کریم ﷺ نے دیکھا تھا، قرآن مجید

نے کوئی خواب نہیں دیکھا تھا۔

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ ۘ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ

جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری شہادت یہ ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، ہاں اللہ تو جانتا ہی ہے کہ آپ اس کے رسول ضرور ہیں۔

منافقوں کا آنا جانا دربار نبوی میں تھا۔ وہ لوگ نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا خطاب بھی نبی کریم ﷺ کی جانب ہے۔ تین جگہ حرف "ك" خطاب موجود ہے۔

بَلْ ظَنَنتُمْ أَن لَّن يَنقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ (۴۸:۱۲)

ہاں تمہارے برے گمان تو یہ تھے کہ رسول اور ایمان والے لوٹ کر اپنے اپنے کنبوں میں نہیں آئیں گے۔

جانا، لوٹ کر آنا، بچ رہنا، کنبہ دار ہونا یہ صفات قرآن کے نہیں ہو سکتے۔

غور کرو کہ رسول کو یہاں کنبہ دار، صاحب اہل وعیال بھی کہا گیا ہے۔ جیسا کہ دیگر مؤمنین کو بھی کنبہ دار کہا گیا۔

اس سے آگے بڑھو تو ایسی آیات بھی متعدد ملیں گی کہ نبی کریم ﷺ کا ذکر بہ شمول ذکر قرآن پاک ہے:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ (۵:۶۷) اے رسول پہنچا دیجیے جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا ہے۔

یقیناً قرآن مجید مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ ہے اور سیدنا محمد النبی الامی ﷺ وہ رسول ہیں جو آیت بالا میں مخاطب ہیں۔ جیسے ﷻ فرمایا وہ فرض تبلیغ ان پر عائد کیا گیا ہے۔ ہاں یہ بھی غور کرو کہ الیک کا مخاطب بھی رسول اللہ ﷺ کے سوا اور کون ہے جس پر نزول قرآن ہوا۔

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ (۲:۱۵۱)

کہ ہم نے اپنا رسول تم میں بھیجا ہے جو تم میں سے ہے اور وہ ہماری آیات تم پر پڑھا کرتا ہے۔

تو قرآن مجید ہی ہے اب اَرْسَلْنَا رَسُوْلًا کا مصداق کون ٹھہرا؟ وہ مِنْكُمْ والا کون ہے جسے قریش میں حسب ونسب بھی حاصل ہے۔ کلام اللہ المنان تو کسی حسب ونسب کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ (سورۂ توبہ) یعنی شاندار رسول تمہارے پاس آیا ہے جو تم ہی میں سے ہے۔

قرآن مجید کی ایسی کون سی شخصیت ہے جو نوع بشر کے ساتھ مشارکت بھی رکھتی ہے۔ المختصر قرآن پاک نے نبی ﷺ کا اسم وعلم بیان فرمانے کے بعد حضور کا رسول ہونا اور پھر بحکم الٰہی مطاع اور مفترض الطاعت ہونا ظاہر کر دیا۔ مگر قرآن مجید میں کسی ایک مقام پر بھی القرآن رسول اللہ موجود نہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ قرآن حکیم نے نہایت جزم وقطعیت کے ساتھ بتلا دیا کہ سیدنا ومولانا محمد ﷺ ہی وہ رسول پاک ہیں جن کا اتباع فرض ہے اور وہی کل عالمیان کے مخدوم ومطاع ہیں۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ (سورۂ نساء)

(ہم نے ہر ایک رسول کو اس لیے بھیجا کہ اسکی اطاعت ہمارے اذن سے کی جائے) کا طغرا حضور ﷺ ہی کے لیے ہے اور مَّن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (سورۂ نساء) جس نے اس رسول کی اطاعت کی اسی نے اللہ کی اطاعت کی۔

کا فرمان واجب الاذعان حضور ہی کے احترام واحتشام میں نفاذ پذیر ہے اور یہ ایسی خصوصیت ہے جس نے حضور ﷺ کی شان بلند کو نہایت ارفع واعلیٰ ثابت کر دیا ہے۔

جملہ آیات بالا سے ثابت ہو گیا کہ محمد رسول اللہ وہی عبداللہ کا فرزند، آمنہ کا جایا، مکی، المدنی، الامی، الہاشمی، القرشی، الکنانی، العدنانی، فخر اسمعیل ذبیح اللہ، دعائے ابراہیم خلیل اللہ اور بشارت عیسیٰ مسیح علیہ السلام ہیں۔ جن کی اطاعت عالم وعالمیان پر فرض عین ہے اور یہ امر حضور کی خصوصیت میں ہے۔

خصوصیت نمبر ۲..... رَسُوْلًا مِّنْكُمْ (۲:۱۵۱) کہ وہ رسول تم میں سے ہے۔

یہاں مِنْكُمْ کے مخاطب قریش مکہ بھی ہیں جو سارے عرب میں مخدوم ومطاع مانے جاتے تھے۔ نیز اس کے مخاطب جملہ بنی نوع انسان بھی ہیں۔ لہٰذا قابل غور ہے کہ مِنْكُمْ فرمانے میں کیا خوبی ومصلحت ہے۔

واضح ہو کہ حضور ﷺ سے پیشتر دنیا کی مشہور امم نے اپنے اپنے مقتداؤں کو جنس انسانی سے بالاتر ہونے کی عزت دے رکھی تھی۔ ہندوؤں میں ۳۳ کروڑ کے قریب ایسے بزرگ ہیں جن کے نام کے ساتھ اوتار کا خطاب لگا ہوا ہے۔ اوتار کے معنی ہیں کہ خود خدا (انسان) کے چولے میں آیا۔ یعنی ایشر نے تشکل مادی اختیار کر کے جامہ مخلوق پہن لیا ہے اور پھر انسان یا شیر یا خوک یا کچھوا وغیرہ بن کر اپنی قدرت الوہیت کے نمونے ظاہر کیے۔

عیسائیوں نے بھی مسیح کو اوتار ہی کا درجہ دیا، اہل تبت نے دلائی لامہ کو خالقیت کی مسند پر بٹھلایا، اہل انگلستان نے کنگ آرتھر کی کرسی کو معصوم وغیر معصوم کی شناخت کا آلہ ٹھہرایا، اہل ناروے کا دوڈن بت صدیوں تک یورپ کا خدا بنا رہا، تاتاریوں نے بھی النقوا بیگم کے مجہول النسب بیٹوں کو فرزندان نور قرار دیا..... اور زنان مصر نے بھی جمال یوسفی دیکھا تو جھٹ ان کے بشر ہونے کی نفی کر کے ان کو فرشتہ بزرگ کا لقب دیا۔

ان حالات میں ایک سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ہیں، جو اس حقیقت کا انکشاف فرماتے ہیں اور بشریت کو مخلوقیت کا برترین درجہ قرار دے کر خود کو بشر بتلاتے ہیں۔

اسی پاک لفظ مِنْكُمْ نے ایک طرف انسان کا اشرف ما کان ہونا بتلایا اور دوسری جانب ان کوتاہ بینوں کو نظر بلند پرواز کا ہم عنان بنایا، توہمات کے بادل چھٹ گئے ظنون واوہام کا پردہ پھٹ گیا ناواقفیت کا حجاب اٹھ گیا اور نقش حقیقت لوح قلب پر جاگزیں ہوا کہ ایک انسان اپنے اعلیٰ ترین کمالات اور اقتدار فوق الطبیعات کو رکھتا ہوا بھی بشر ہی ہوتا ہے۔

سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ ﷺ اس لیے سرور کائنات ہیں کہ کمالات عبدیت کا اتمام واحتشام حضور ہی کے عنصر شریف بشریت پر ہوا۔ قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر نبی ﷺ کی زبان مبارک سے کہلوایا گیا ہے:

هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (۱۷:۹۳) نہیں ہوں میں مگر بشر اور رسول۔

پس مِنْكُمْ نے درجہ بشریت کو بالاتر بنا دیا ہے اور نبی ﷺ کی ذات ہمایوں کوتاہ بینوں کی خیالی توجیہات سے ارفع واعلیٰ ثابت کیا ہے، جس سے حضور ﷺ کا رسول رب العالمین اور مبشر اجمعین ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

خصوصیت نمبر ۳..... عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔ تجھے علم سکھایا ان چیزوں کا جن کا تجھے علم نہ تھا۔

قرآن مجید کی آیات متعددہ سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نہ پڑھنا جانتے تھے اور نہ لکھنا جانتے تھے۔

اب لفظ عَلَّمَكَ ظاہر کرتا ہے کہ نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خود تعلیم دی تھی۔ دنیا میں شاگرد کو تعلیم قوت شنوائی و بینائی یعنی حسیات کے ذریعہ سے دی جاتی ہے۔ پھر جب یہ تعلیم جو حواس انسانی میں قیام پذیر ہو جاتی ہے تو اس کا نام ''تعلیم پا جانا'' رکھا جاتا ہے۔ انبیاء کی تعلیم ان کے قلب سے شروع ہوتی ہے نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ لہٰذا اللہ کی تعلیم دینے میں اور بندہ کی تعلیم دینے میں بڑا نمایاں تفاوت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى (۸۷:۶) ہم تجھے پڑھائیں گے اور پھر تو نہ بھولے گا۔

تعلیم ربانی کا نسیان سے برتر ہونا وہ خصوصیت ہے جو دنیا کے کسی معلم یا متعلم میں نہیں پائی جا سکتی۔ جب ہم قرآن پاک پر تدبر کی نگاہ ڈالتے ہیں اور احادیث پاک کو غور سے مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ ان میں احوال ماضیہ بھی موجود ہیں اور اخبار مستقبلہ بھی مذکور ہیں اور عہد حال کے احکام بھی بکثرت ہیں، تب یقین ہو جاتا ہے کہ النبی الامی کو ٹھیک اللہ تعالیٰ ہی سے تعلیم ملی تھی جو ماضی و حال و استقبال کا علم رکھنے والا ہے۔ نبی ﷺ کے لیے یہ خصوصیت نہایت خاص ہے کہ ایسی قوم میں پیدا ہوئے جن کو ان پڑھ ہونے پر فخر تھا۔ ایسے ملک میں پیدا ہوئے جو ممالک متمدنہ سے بالکل الگ تھلگ ہے، پھر چالیس سال تک حضور ﷺ کی زبان تعلیم سے ناآشنا بھی رہی۔ لیکن جب رب العالمین نے حضور کو اپنے تلمذ میں لیا تو حضور ﷺ نے جملہ علوم و معارف اور حقائق و معانی کے دفتر کے دفتر کھول دیے۔ آیت اولین:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝

''کہ پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو علق سے پیدا کیا''۔

پر نگاہ ڈالیے کہ حضور ﷺ کی الف، با، تا حقیقت خلقت انسانی سے شروع ہوتی ہے اور یہ وہ مسئلہ دقیق ہے جس میں منتہی فلسفی بھی حیران ہیں۔ لہٰذا آیت بالا حضور ﷺ کی خصوصیت کی مظہر ہے۔

خصوصیت نمبر ۴..... اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (۹۴:۱) کیا ہم نے تیرے سینہ کو نہیں کھول دیا۔

شرح صدر کے متعلق ایک اور روایت ہے جسے صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا گیا ہے۔ اس واقعہ کا تعلق نبی ﷺ کے عالم صغرسنی سے ہے، جب کہ حضور دائی حلیمہ رضی اللہ عنہا کے قبیلہ میں تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے سینہ مبارک میں اثر محیط بھی دیکھے تھے۔

شرح صدر کے متعلق دوسری روایت صحیحین میں انس بن مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ والی ہے۔ جس میں شق صدر شب معراج کو بمقام حطیم ہوا تھا۔ قرآن مجید میں جس شرح صدر کا مذکور ہے، وہ روایات بالا کی تصدیق فرماتا ہے اور بایں ہمہ وسیع تر معانی کا بھی اظہار کرتا ہے۔ آیات ذیل پر غور کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّهٗ یَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَیِّقًا حَرَجًا (۶:۱۲۵)

کہ جس شخص کو اللہ راہ راست دکھانا چاہتا ہے اس کے سینہ کو اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جس شخص کی گمراہی کا ارادہ کرتا ہے اس کے سینہ کو تنگ بھنچا ہوا کر دیتا ہے۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ''بھلا جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے اور وہ اپنے رب کی طرف نور پر ہے''۔

وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ لیکن جن کا سینہ کفر کے لیے کھلا ہے، ان پر اللہ کا غضب ہے

وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ (۲۶:۱۳) ''میرا سینہ تنگی کرتا ہے اور میری زبان رواں نہیں''۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۝ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ۝ ''کہا: اے میرے رب! میرا سینہ کھول دے اور میرے کام کو آسان بنا دے''۔

آیت اول میں شرح صدر اسی حالت کو فرمایا گیا ہے، جب ہدایت الٰہی توفیق راہ اور رفیق سالک ہو جاتی ہے اور سینہ میں دین صحیحہ کا شوق جوش زن ہوتا ہے۔ آیت دوم میں ہے کہ رغبت صحیحہ اور شوق اصلیہ کے بعد دین حقہ حاصل ہو جاتا ہے اور پھر برکات دین کے انوار کا حصول ہوتا ہے۔ آیت سوم میں ہے کہ جس شخص کا رجحان و میلان بجانب کفر ہوتا ہے وہی شرح بالکفر کا مصداق ٹھہرتا اور غضب الٰہی کا مستوجب قرار پاتا ہے۔ آیت چہارم و پنجم موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہیں، جب ان کو تبلیغ و انذار کے لیے فرعون کے پاس جانے کا حکم ہوا، تب انہوں نے اسی خدمت کو خوف و ہراس سے دیکھا اور عرض کیا کہ میرا سینہ اس بار خدمت سے بھنچا جاتا ہے۔ اس حالت نے جرات کو پیچھے ہٹا دیا ہے۔ جب ان کو اطمینان مزید منجاب اللہ عطا فرمایا گیا، تب انہوں نے آیت پنجم والی دعا کا استعمال کیا۔

پنجگانہ آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان کے لیے شرح صدر کے معنی یہ ہیں کہ صداقت و حقانیت کا غلبہ ہو جائے اور قلب کو وہ اطمینان کلی مل جائے جو ہدایت و نور تک فائز ہو جانے کے لیے کافی ہو۔ نبی اللہ کے لیے شرح صدر کے معنی یہ ہیں کہ ابلاغ و انذار کے لیے ہمت عالی اور عزم راسخ اور استقامت محکم حاصل ہو، کسی بادشاہ جبروت، کسی کافر کی فرعونیت کا رعب سینہ صافی پر سایہ فگن نہ ہو سکے۔ اپنی تنہائی، بے کسی، بے سروسامانی کا خیال بھی اٹھ جائے۔

اب آیت زیب عنوان کو سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت پاک کے ساتھ ملا کر پڑھو کہ جب حضور ﷺ کو قُمْ فَاَنْذِرْ کا فرمان ملا تو حضور نے کوئی عذر نہیں کیا۔ کسی خوف و ہراس کا اظہار نہیں فرمایا۔ تکذیب کا خوف، قتل کا ڈر، قلب پاک کے نزدیک بھی نہیں آ سکے۔ موسیٰ علیہ السلام کو تو ایک فرعون کے پاس جانا تھا، لیکن نبی کریم ﷺ کے معاندین میں سینکڑوں ہی فرعون طینت تھے۔ فرعون تو ایک حکومت منتظمہ کا حکمران تھا، اس لیے اس نے قتل موسیٰ علیہ السلام کو باضابطہ کونسل میں پیش کر دیا تھا۔

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ۝ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ۝ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ

''فرعون نے اپنے ارد گرد کے سرداروں سے کہا کہ یہ تو بڑے علم والا جادوگر ہے، اس کا ارادہ ہے کہ تم لوگوں کو جادو کی طاقت سے تمہارے ملک سے نکال دے۔ اب تم بتلاؤ کہ مشورہ کیا ہے؟''

سرداروں نے کہا کہ موسیٰ اور ان کے بھائی کو مہلت دیجیے۔ مگر عرب کے سفاک و خونریز تو نہ کسی کی نسل کی رائے کے پابند تھے اور نہ کسی سے مشورت کرنے کے۔ روادار نبی حکم ملتے ہی فوراً انذار و تبلیغ قوم کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہ سینہ جو اب تک علوم درسیہ سے بھی خالی تھا۔ نور و معرفت کا خزینہ اور ہدایت و عرفان کا گنجینہ بن جاتا ہے۔ ہزاروں در ہزار علوم و حکمت کے رموز و اسرار اس سے نکلتے اور اہل دنیا کو ظلمات سے نور میں

لانے کا سبب ٹھہرتے ہیں۔ آیات قرآنیہ پر تدبر کرنے والا جب دیکھے گا کہ شرح صدر و مقام رفیع ہے، جس کے لیے موسیٰ علیہ السلام کو خود طلب و مسائلت کرنی پڑی اور نبی ﷺ کو قبل از سوال یہ عطیہ عطا ہوا اور پھر خود رب العالمین نے حضور ﷺ سے اس کی تصدیق کا سوال بطور استفہام تقریری فرمایا۔ تو واضح ہو جاتا ہے کہ آیت بالا میں نبی کریم ﷺ کی خصوصیت علیا کا اظہار فرمایا گیا ہے۔

خصوصیت نمبر ۵..... وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ ہم نے تیرے بوجھ کو تجھ سے اتار دیا۔

وِزر بارِ گراں کو کہتے ہیں۔ حمل وزر: کسی دوسرے کو بار گراں سے سبک دوش کر کے خود اس کی ذمہ داری کو لے لینا ہے انہی معنی میں ہے: اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۝ کوئی گناہ گار کسی دوسرے گناہگار کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ وزیر، وہ عہدہ دار ہے جو سلطنت کی تمام ذمہ داریوں کا مرجع ہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام پر جب بارِ نبوت ڈالا گیا تو انہوں نے دعا کی تھی:

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ۝ هٰرُوْنَ اَخِي ۝

"[اے میرے رب!] میرے کنبہ میں سے ایک کو میرا وزیر بنا دے۔ میرا بھائی ہارون اس منصب کا شایان ہے"۔

اس سے ظاہر ہے کہ فرائض نبوت کی ادائیگی کچھ آسان نہیں تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے تو پہلے ہی دن وزیر ملنے کی درخواست کر دی تھی، مگر نبی کریم ﷺ نے اس میدان میں یکہ و تنہا قدم رکھا تھا اور آفتابِ عالمتاب کی طرح فضا میں چھائے ہوئے تاروں کی کثرت پر یا عالم پر طاری شدہ گہری ظلمت پر نظر نہ کرتے ہوئے بذاتِ واحد علم توحید اور رایتِ تبلیغ کو بلند فرمایا تھا۔ اس ایثار و بے جگری اور اس اطاعت و فرماں برداری کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ خود حضور کی اعانت فرماتا اور حضور ﷺ کے بوجھ کو ہلکا کر دیتا ہے۔

زبان عرب میں موازرت بہ معنی معاونت مستعمل ہے وَازَرْتُ فُلَانًا مُوَازَرَةً کے معنی ہیں اَعَنْتُهٗ عَلٰى اَمْرِهٖ یعنی اس کے کام میں مدد کی۔ وہ بوجھ کیا تھا۔ مفسرین کے اقوال متعدد ہیں اور یہ ضروری ہے کہ بعض کو بعض پر ترجیح ہو۔

ترتیب کلام پر نظر غائر ڈالو، یہ آیت اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ اور وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ کے درمیان واقع ہوئی ہے لہذا یہ زیادہ موزوں ہے کہ اس آیت کا زمانہ بھی ہر دو حالتوں کے درمیان میں ہو۔ اس وزر کا اندازہ مندرجہ ذیل آیات سے ہو سکتا ہے:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَنْ لَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (سورۃ شعراء) — کیا تم اپنی جان کو ان کی اس حالت سے ہلاک کر دو گے کہ وہ ایمان نہیں لاتے؟

فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝ (سورۂ یٰسین) — ان کی باتوں سے آپ کے دل پر صدمہ نہ ہونا چاہیے۔ ہم ان کی چھپی اور کھلی حالت کو خوب جانتے ہیں۔

اہلِ ضلالت کا کفر پر لزوم، شرک پر جمود، دلائلِ سمعیہ و براہینِ بصریہ پر التفات سے انکار، تقلید آباء پر اصرار، حق سے فرار، فواحش کی کثرت، اباطیل کی اشاعت، انسانیت کا فقدان، سمیعت کا زور، یہ سب وہ امور تھے جن کا سننا، دیکھنا حضور ﷺ پر بارِ خاطر تھا۔ قوم کا ایسی نجاسات میں آلودہ ہونا۔ حضور ﷺ کے رحم پرور دل پر سخت صدمہ تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی اعانت سے حضور ﷺ کی تعلیم رفتہ رفتہ پھیلتی گئی۔ کفر و ضلالت کی تاریکیاں چھٹتی

گئیں۔ رب العالمین نے ملک کے گوشہ گوشہ سے ان پاکیزہ منش لوگوں کو ابھارا اور خدمت عالی میں ان کو پہنچایا، جو اسلام کے لیے سابقین و اولین ٹھہرے۔ انہوں نے نہ صرف اپنے لیے غذائے روح حاصل کی، بلکہ سینہ نبوی ﷺ سے وہ درد دل بھی اخذ کیا جو کہ دردمندوں کا غمگسار ٹھہرا اور مجروحوں کا چارۂ کار بنا، مثلاً: صدیق الامت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اموی، فہری، تیمی، مخدومی، اسدی، عدوی قبائل میں نور تبلیغ پہنچایا۔ حبشی، بربری، سوڈانی، امہ وغلام کو مُسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ [روشن خندہ رُو، بشارت یافتہ چہرے] کی جماعت میں داخل کیا۔

خاتم الخلفاء حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے آل ہاشم و آل بنو طالب میں نصرت و معیت کا آوازہ لگایا۔ طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ نے ریگستان میں اور عروہ بن مسعود ثقفی نے طائف کے کوہستان کی چوٹیوں پر اس پیغام کو پہنچایا۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں تبلیغ کا باقاعدہ مدرسہ کھولا۔ جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے دربار حبش میں اسی پیغام کی صدا بلند فرمائی۔ یہ وہ نظارہ تھا جس نے حضور ﷺ کے بوجھ کو ہلکا کر دیا تھا، یہ وہ نظارہ تھا جو حضور ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک، بازو کی قوت اور کمر کی صلابت و استقامت اور قلب کا سکینہ بن گیا تھا۔ فی الحقیقت یہ وہ کمال ہے جو سیدنا و مولانا محمد النبی الامی ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔

خصوصیت نمبر ۶..... وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ اور ہم نے تیرا نام بلند کر دیا۔

بحر الکاہل کے مغربی کنارہ سے لے کر دریائے ہوانگ ہو کے مشرقی کنارہ تک کے رہنے والوں میں سے کون ہے، جس نے صبح کے روح افزا جھونکوں کے ساتھ اذان کی آواز نہ سنی ہو، جس نے رات کی خاموشی میں أَشْهَدُ أَنْ محمدًا رَّسُول اللّٰه کی سریلی آواز کو جان بخش نہ پایا ہو۔[1]

یہی وہ الفاظ ہیں جو جاگنے والوں اور سونے والوں کو ان کی ہستی کے بہترین آغاز و انجام کے اعلام سے سامعہ نواز ہیں، کیا رفعت ذکر کی کوئی مثال اس سے بالاتر پائی جاتی ہے، آج کسی بادشاہ کو اپنی مملکت میں کسی ہادی کو اپنے حلقہ اثر میں یہ بات کیوں حاصل نہیں کہ اس کے مبارک نام کا اعلان ہر روز و شب اس طرح پر کیا جاتا ہو کہ خواہ کوئی سننا پسند کرے یا نہ کرے لیکن وہ اعلان ہے کہ پردہائے گوش کو چیرتا ہوا قعر قلب تک ضرور پہنچ جاتا ہے، ہاں! وہ اعلان صرف اسکے نام ہی کا اعلان نہیں، بلکہ اس کے کام کا بھی اور صرف کام کا ہی نہیں بلکہ اس کے پیغام کا بھی اعلان ہے۔

بے شک یہ اعلیٰ خصوصیت صرف اسی برگزیدہ انام کے نام نامی کو حاصل ہے جس کی رفعت ذکر کا ذمہ دار خود رب العالمین بنا ہے اور جس کی بابت یسعیاہ نبی کی کتاب میں پیش گوئی فرمائی گئی تھی کہ اس کے نام کو برکت دی جائے گی۔

طامس کارلائل کو دیکھو یہ ایک پکا عیسائی ہے اور سارے انگلستان میں تاریخ و زبان دانی کی فضلیت سے اشہر

---

[1] بغوی نے باسناد ثعلبی ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی حقیقت دریافت کی، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بتلایا: إِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِيَ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اس ارشاد الٰہی میں اذان و اقامت تشہد و خطبہ مراد ہیں حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار:

اغر عليه للنبوة خاتم من الله مشهود يلوح ويشهد

وضم الاله اسم النبي مع اسمه إذا قال في الخمس المؤذن اشهد

وشق له من اسمه ليجله فذو العرش محمود وهذا محمد

المشاہیر میں داخل ہے وہ ''ہیروز آف ہیروز'' لکھنے بیٹھتا ہے تو گروہ انبیاء میں سے صرف حضور ﷺ ہی کے نام مبارک کا انتخاب کرتا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو بھولا ہوا ہے اور ان کے کارناموں سے جو آج تک بحیرہ قلزم کی امواج اور فلسطین کے ذرات کو بھی یاد ہیں ناواقف ہے۔

کیا وہ داؤد علیہ السلام کو نہیں جانتا۔ جنہوں نے بنواسرائیل کی متفرق شدہ اسباط میں جمعیت پیدا کی، جنہوں نے ایسی سلطنت کو بنایا اور پائیدار کیا کہ ان سے پہلے ایسی سلطنت کا خواب بھی فرزندان یعقوب علیہ السلام نے کبھی نہ دیکھا تھا۔

کیا کارلائل کو معلوم نہ تھا کہ داؤد علیہ السلام نے عبادت و موسیقی کو جمع کر کے ہوا کو ترنم سے اور فضاء کو مناجات سے بھر دیا تھا۔ موسیقی کی اس قدر افزائی پر تو کارلائل کے رقاص دل کو ضرور اچھل پڑنا چاہیے تھا۔

کیا تم سمجھتے ہو کہ کارلائل کو یسعیاہ کی وہ نبوتیں اور پیش گوئیاں یاد نہیں تھیں، جو اناجیل متی یوحنا کی تصانیف کا مایہ خمیر ہیں۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ دانیال نبی کی ان برکات سے بے خبر تھا، جس نے بابل کے کافر و جابر بادشاہ کو یہود کی حفاظت و اکرام پر آمادہ کر دیا تھا۔ جس نے لاکھوں ایمانداروں کو قتل و صلب سے بچا لیا تھا، جس نے سینکڑوں سال کے آئندہ واقعات کے طلسم کو کلید تعبیر خواب سے کھول دیا تھا۔

کیا تم سمجھتے ہو کہ کارلائل کی شالتی ایل کی خدمات کا علم نہ تھا، جس نے اسیری سے رہائی پا کر اتنا بڑا ایوان یروشلم تعمیر کر دیا تھا، جو ہیکل سلیمانی سے کم نہ سمجھا جاتا تھا۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ کارلائل حضرت زکریا علیہ السلام کی کہانت[1] اور حضرت یوحنا بپتسمہ دہندہ کے زہد و عبادت اور وعظ و تذکیر کے حالات سے ناآشنا تھا۔ ان سب کا جواب منفی ہے۔

پیارے عزیزو! پروفیسر طامس کارلائل ان سب باتوں کو جانتا پہچانتا ہوا۔ بلکہ مانتا اور ایمان رکھتا ہوا بھی مجبور ہے کہ گروہ انبیاء علیہم السلام میں سے صرف حضور سرور کائنات ہی کا مبارک نام انتخاب کرے۔ اس جگہ یہ خیال بھی نہیں ہو سکتا کہ کارلائل کو انبیاء میں سے صرف ایک ہی مبارک نام پر اکتفاء کرنا تھا۔ اسی لیے حضور ﷺ ہی کے نام پر اسے بس کرنا پڑی۔ دیکھو حکما و شعراء اور فلاسفروں کی صنف میں یہ مصنف صرف ایک ایک نام کے انتخاب کرنے کا پابند نہیں ہوا۔ لہذا اگر وہ چاہتا تو بحث نبوت میں بھی ایک سے زیادہ نام لکھ سکتا ہے۔

لہٰذا ہماری دلیل اور بھی متین و وقیع ہو جاتی ہے اور پتہ لگ جاتا ہے کہ جب کارلائل نے اپنی مؤرخانہ تحقیقات کی نگاہ سے آفتاب نبوت محمدیہ ﷺ کو دیکھا، تب اسے ہزاروں سال کے عہد وسیع کے آسمان پر اور کوئی بھی کوکب نبوت نظر نہ آیا، جسے اس آفتاب کے دوش بدوش وہ اپنے اوراق پر جلوہ گر کر سکتا۔ یہ نمونہ ہے رفعت ذکر کا ایک صحیح الاعتقاد عیسائی، کیمبرج یونیورسٹی جیسے دارالعلوم کا مسلمہ استاد جس کے نام پر انگلستان کو فخر و ناز ہے، ہزاروں انبیاء کی صداقت پر ایمان رکھتا ہو اور سینکڑوں انبیاء کے اسمائے پاک کا علم رکھتا ہوا بھی دنیا کے سامنے جب نبوت کا نمونہ پیش کر سکا تو سیدنا و مولانا محمد النبی الامی ﷺ ہی کے وجود باوجود کا ذکر کر سکا، اس جگہ وہ نوشتہ پورا ہوا، جو قرآن حکیم میں ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (۳۳:۲۱) تم کو بہترین نمونہ محمد رسول اللہ ہی ملیں گے۔

رفعت ذکر کا بیان جس طرح اہل ایمان کرتے ہیں۔ اسے بھی یاد رکھنا چاہیے، ہم نے موجودہ بائبل سے ثابت

---

[1] لفظ کہانت عیسائی اصطلاح میں اخبار عن الغیب میں آتا ہے اور اسی لئے وہ اس لفظ کا اطلاق انبیاء کی پیش گوئی پر کرتے ہیں۔ ہم نے بھی اس لفظ کا استعمال یہاں انہی معنی میں کیا ہے۔ ۱۲ منہ

کر دیا ہے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے لے کر یعقوب، موسیٰ، داؤد و سلیمان، یسعیاہ، یرمیاہ، دقانی ایل، حزقی ایل، حبقوق، ملاکی، یحییٰ و عیسیٰ علیہم السلام نے محامد محمدی اور لغوت مصطفوی کو اسالیب بدیعہ اور علامات متنوعہ کے ساتھ ساتھ بیان کیا ہے اور یہ وہ امر عظیم الشان ہے جو کسی اور نبی کو حاصل نہیں۔ انجیل اول کے مصنف سینٹ متی نے ان چند پیش گوئیوں کی تلمیحات پر اشارہ کیا جو سیدنا عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی بابت صحف سابقہ میں پائی جاتی ہیں۔ اگر کوئی منصف ہے تو ان مجمل اشارات کو دیکھے اور جناب متی نے جو طریق استدلال نکالا ہے اس کا موازنہ کرے اور پھر ان آیات بینات کو دیکھے جو بائبل ہی کے اندر ہیں اور نبی ﷺ کی ذات مبارک پر ثابت و متحقق ہیں۔

سینٹ متی کو جو محبت صادقہ حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ تھی، نیز جو دسترس کامل ان کو مضامین بائبل پر حاصل تھی ہم ان ہر دو امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے نہایت وثوق سے یقین کر سکتے ہیں کہ سینٹ مذکور نے کوئی ایسی پیش گوئی اپنی انجیل میں درج کرنے سے باہر نہیں چھوڑی، جس کا تعلق جناب مسیح کی ذات گرامی سے تھا۔ ہم بھی متیؑ کی بتلائی ہوئی پیش گوئیوں کا مصداق جناب مسیح ہی کو تسلیم کر لیتے ہیں اور بعد ازاں ان پیشگوئیوں کو لیتے ہیں جو جناب متیؑ کے زمانہ تک بہ طور پیش گوئی (خبر مستقبل) موجود تھیں اور جن کا مصداق نبی ﷺ کی ذات بابرکات کے سوا اور کسی کو بھی نہیں ٹھہرایا گیا تھا۔

یہودی، عیسائی، مسلمان سن رکھیں کہ اسی موجودہ بائبل کے اندر نبی ﷺ کا مبارک نام مقام ولادت اور دار ہجرت اور حضور ﷺ پر ایمان لانے والے قبائل کے نام حضور ﷺ سے برسر پیکار آنے والی قوموں کے نام اور ان کے انجام ایسی وضاحت سے پائے جاتے ہیں وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ کی صحیح تفسیر ہیں اور ان سے یہ امر بوضوح تام ظاہر ہو جاتا ہے کہ رب العالمین نے حضور کی رفعت ذکر کا اہتمام صدیوں پیشتر کیسے زبردست اعلانات سے فرمایا تھا۔ بے شک اس فضیلت علیا میں اور کوئی بھی بزرگوار حضور ﷺ کا سہیم ثابت نہیں ہوا۔ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ

خصوصیت نمبر ۷، ۸، ۹:

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝ تیرے رب نے نہ تجھے چھوڑا، نہ تجھ سے ناراض ہوا۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُولٰى ۝ آخرت تیرے لیے اولی ہے بہتر ہے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ تیرا رب تجھے اتنا کچھ دے گا کہ تو راضی خوشی ہو جائے گا۔

ہر سہ آیات سورۃ الضحیٰ کی ہیں، علمائے مفسرین کا اتفاق ہے کہ ابتدائے بعثت میں اول اول کلام الٰہی کا نزول ہوا اور اس کے بعد وحی میں ابطاء (دیر و رنگ) ہوا، وحی کا رک جانا، نبی ﷺ کی طلب صادق کی ترقی اور شوق کی افزونی کا سبب ٹھہرا۔ یہ ظاہر ہے طلب و اشتیاق تردد و اضطراب سے جدا نہیں رہ سکتے۔ قلب و روح پر وحی ربانی نے جو باب علوم و حقائق کھول دیا تھا اس کے لیے بیش از بیش کیوں طلب نہ بڑھ جائے۔ زماں ہجر بڑھتا گیا تو اشتیاق صادق میں گونا گوں توجیہات پیدا ہونے لگیں۔

* ..... ابتدا تو خود اس دل ربانے کی ہے۔ * ..... اس نے خود اپنے پیام میں مجھے شاد کام فرمایا۔ * ..... پھر اب یہ خاموشی کیسی۔ * ..... نہیں اس بارگاہ عالی کی جانب لفظ خاموشی کا اطلاق بھی کیوں صحیح ہو۔ * ..... یہی داخل

ادب ہے کہ میں اس کے کسی سبب کو اپنی ہی طرف منسوب کروں۔ ❋ ..... کیا مجھے اسی نشہ میں، اسی تڑپ، اسی سوز، اسی گداز میں چھوڑ دیا جائے گا۔ ❋ ..... اس حالت کا خاتمہ کب تک ہوگا۔

یہ وہ خیالات ہیں جو محب صادق کے دل میں جوش زن ہو سکتے ہیں۔ آخر انتظار کا زمانہ ختم ہوا، بارگاہ قدسی سے ایسے خیالات کا ازالہ کیا گیا، جن کو شوق وارادت کی مجموعی حالت نے پیدا کر رکھا تھا یا سوز وگداز نے قالب قلب کو گرما رکھا تھا۔

پیارے تودیع کے کہتے ہیں؟ قلیٰ کا ذکر کیا جس ملک کی ربوبیت نے تجھے پالا پوسا ہے، جس نے از آدم تا ایں دم تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ کے اطوار میں تیری نگہداشت فرمائی ہے۔ جس نے تیرے آبائے کرام اور امہات عظام کی ظہور و بطون کو پاک وطاہر رکھا ہے، جس نے ایام یتیمی میں تیری حفاظت در یتیم کی طرح کی ہے، جس نے عیال کی کثرت میں بھی تجھے اس کے جنجال سے پاک رکھا ہے، جس نے کوہ حرا کو تیرے لیے طور بنا دیا ہے۔ جس نے آگ کے ظاہری چمک کے بغیر تیری آنکھوں کو نور سے، تیرے قلب کو سرور سے، تیری روح کو فرح سے، تیرے ایمان کو ایقان سے معمور، بھرپور اور نور علی نور کر دیا ہے۔ اس کی طرف سے وداع و قلی تو ہو ہی نہیں سکتا۔[1]

اچھا اب ہم تمہیں ایک مژدہ روح پرور سے شاد کرم کرتے رہیں کہ

''اب آنے والا زمانہ گزرے ہوئے وقت سے خوش تر و نکوتر ہوگا''۔[2]

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے تجھے پیدا کیا ہے۔

تو اس درگاہ کی بسم اللہ تھی۔ آئندہ معارف وحقائق کے دروازے کھلے رہیں گے اور انوار و برکات اور مشاہدات وتدلیات کے ترشحات چمن آرائے نبوت ہوں گے، نصر وتمکین کا نشان سربلند ہوگا۔ (فراوانی علوم اور کثرت مؤمنین کا نظارہ خوش آیند۔ چنانچہ یہی ہوا کہ ترتیل وتنزیل کے ساتھ یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ بائبل میں پہلے سے یہ پیشگوئی موجود تھی، حکم پر حکم۔ تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں۔

عطاء ونوال کی مقدار کو خود جناب رسالت مآب کی خوشنودی ورضا پر مقرر فرمایا گیا اور عطیہ کا اندازہ نہ صرف قلق واضطراب کے ازالہ کی حد تک مقصود کیا گیا، بلکہ خود طلب وشوق کی فراخی اور دل وروح کی خوشنودی کو اس کی حد بتلایا گیا۔ یہ انتہا تھی فضل واکرام کی، یہ حد تھی تکمیل کمالات کی، یہی نبی ﷺ کی خصوصیت خاصہ ہے کہ عطیہ کی مقدار کو خود حضور ﷺ کی خوشنودی و رضامندی کی حد تک بڑھا دیا گیا ہے۔ اسی خصوصیت کی تکمیل فرماتے ہوئے رب العالمین نے حضور ﷺ کے اصحاب کو بھی خلعت رضوان سے مشرف فرمایا ہے:

---

[1] صحیحین میں جندب ابن سفیان بجلی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ دو یا تین شب بوجہ شکایت جسمانی بستر سے نہ اٹھے تھے کہ ایک عورت نے آ کر کہا کہ محمد ﷺ میں سمجھتی ہوں کہ تیرا شیطان تجھے چھوڑ گیا اور علیحدہ ہو گیا کیوں کہ وہ دو تین شب سے تیرے پاس نہیں آیا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ قلی کا لفظ اس کافرہ نے استعمال کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے رد میں یہ آیات نازل فرمائیں۔ فقط

[2] آیت بالا میں لفظ آخرت کے معنی عالم آخرت دار الجزا یقینا ہیں لیکن اس لفظ کا اطلاق وسیع معنی میں بھی ہوا ہے: ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ۔ (عنکبوت) مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْ مِلَّةِ الْاٰخِرَةِ (سورۃ العنکبوت: ۲۰)۔ (لہٰذا آخرت کا ترجمہ زمانہ مابعد بھی ہو سکتا ہے۔) خازن نے تحریر فرمایا ہے: وحمل الاخرة على ظاهرها من خير الدنيا والاخرة معا اولى۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ — اللہ مومنوں سے رضامند ہوا جب کہ وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کرتے تھے۔

رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ — اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ — ایمان لانے والے جنہوں نے ہجرت کی اور راہ خدا میں مال و جان سے جہاد کیا یہ لوگ اللہ کے ہاں بہت بڑے درجہ والے ہیں اور یہی اپنی مراد کو پہنچے ہوئے ہیں۔

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ — ان کا رب ان کو اپنی رحمت اور رضوان اور جنات کی بشارت دیتا ہے، بہشت جس میں دائمی نعمتیں ہیں ان کے لیے ہوں گے۔

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ — اللہ کی رضوان تو سب سے بڑھ کر ہے اور یہی سب سے بلند تر کامیابی ہے

رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا — میں خوش ہوں کہ اسلام تمہارا دین ہو۔

ہمارا یقین و ایمان ہے کہ یہ شان نبی ﷺ ہی کی ہے کہ حضور ﷺ کے دست مبارک پر ایمان لانے والوں کو بھی رضائے رحمن اور خوشنودی منان کا گراں مایہ عطیہ ارزانی فرمایا گیا اور اس طرح پر وہ وعدہ صادق پورا کیا گیا۔ جو آیت زیب عنوان میں ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ تیرا رب تجھے وہ کچھ دے گا کہ تو خوش ہو جائے گا۔

اس کا مکمل نظارہ اہل ایمان یوم الدین کو ملاحظہ کریں گے، جب کہ ان کے طلب و سوال اور وہم و گمان سے بھی سینکڑوں درجہ بڑھ کر انعامات کا نزول فرمایا جائے گا۔

خصوصیت نمبر ۱۰..... اَلنَّبِيِّ الْاُمِّيِّ (۷: ۱۵۷) وہ نبی امی ہیں۔

امی یہ محقق ہے کہ سیدنا و مولانا محمد المصطفیٰ ﷺ کے سوا رسولہ النبی الامی اور کسی نبی کا لقب نہ تھا۔

حضور ﷺ کا یہی لقب انبیائے کرام کو اور سابقہ امم کو بتلایا گیا ہے۔ علماء نے اس امی کے متعلق جو پاکیزہ خیالات ظاہر فرمائے ہیں۔ ناظرین کے لیے ان پر عبور موجب فرح و سرور ہوگا۔

امی، ام القریٰ کی نسبت سے ہے، اللہ تعالیٰ نے مکہ معظمہ کا نام ''ام القریٰ'' فرمایا ہے:

وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا — کہ تو ام القریٰ کو اور اس کے گرداگرد کی بستیوں کو ڈرائے۔

مشہور قدیم جرمن مؤرخ سپرنجر اور سکریدر کا قول ہے کہ ان محققین کی رائے بالکل درست ہے۔ جو اولاد سام کا اصلی وطن ملک عرب کو قرار دیتے ہیں۔ اسلامی روایات صحیحہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ عرب میں سب سے پہلی آبادی ''بلدہ مکہ معظمہ ہے۔'' جہاں خانہ بدوش قوموں نے قیام کیا اور بربریت و توحش کو چھوڑ کر عمران و تمدن کی زندگی میں داخل ہوئے۔ الغرض! تاریخ اور روایت کے مجموعی اتفاق سے ثابت ہے کہ مکہ ام القریٰ ہے۔ اب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی طرف توجہ کرنا چاہیے، انہوں نے بنائے مکہ کے وقت یہ دعا کی تھی۔

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ (سورۂ بقرہ)

اے رب! اس جگہ کو امن والا شہر بنائیو اور یہاں والوں کو میوہ جات کھلایا کیجیو۔

دعا کے یہ الفاظ بھی ہیں: وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ (بقرہ) ان میں ایک شاندار رسول بھی جو انہی میں سے ہو مبعوث کیجیو۔

دعائے خلیل میں دو باتیں عجیب ہیں:

(۱) ..... اس بستی کے رہنے والوں کے لیے جہاں کی زمین ناقابل زراعت ہے میوہ جات وثمرات بکثرت ملنے کی استدعا

الف: ..... ان الفاظ کی برکت آج تک نظر آ رہی ہے کہ مکہ کے بازار سبزیوں، ترکاریوں اور گوناگوں میوہ جات سے بھرے نظر آتے ہیں۔ یہ علامت ظاہری امر پر دال ہے کہ رب العالمین نے فی الواقع اپنے خلیل کی دعا کو منہ وعنہ شرف قبولیت بخشا۔

(۲) ..... یہی دعا بوضوح بتلا رہی ہے کہ صرف خوراک جسمانی یا لذائذ کام ودہن تک ہی اس کا اثر محدود نہ تھا بلکہ روحانیت کے لیے دعا کے الفاظ زیادہ پرزور تھے۔ وعدہ کا رسول اور دعائے خلیل کا رسول مبعوث ہوا اور بڑی شان کے ساتھ مبعوث ہوا۔ اس کے جنسی ونسبی تعلقات انہی لوگوں کے ساتھ تھے جو اس بستی کے سردار تھے۔ لہذا ام القری کی نسبت سے اسے امی کہنا درست ٹھہرا۔

ب: ..... امت کی "ت" بوقت نسبت گر گئی ہے، جیسے مکہ سے مکی۔ اندریں صورت اسم امی اس حدیث صحیحہ کی تفسیر ہے جو صحیح مسلم میں بروایت انس رضی اللہ عنہ موجود ہے:

اَنَا اَكْثَرُ الْاَنْبِيَآءِ تَبَعًا "کثرت امت کے لحاظ سے میں سب انبیاء سے بڑھا ہوا ہوں"۔

ج: ..... اسم امی، ام کی طرف منسوب ہے، اس اعتبار سے کہ نبی ﷺ بوجہ پاکی فطرت وعصمت منجانب رب العزت جملہ عیوب ونقائص سے ایسے ہی پاک وصاف ہیں جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا شدہ بچہ ہوتا ہے۔

ام المؤمنین عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا نے انہی معانی پر نظر رکھتے ہوئے اشعار ذیل نبی ﷺ کی شان میں پڑھے تھے اور ان اشعار کو سن کر آقائے نامدار نہایت مسرور الوقت ہوئے تھے۔[1]

وَ مُبَرَّءٌ مِّنْ كُلِّ غَبْرِ حِيْضَةٍ وَفَسَادِ مُرْضِعَةٍ وَدَاءٍ مُخْيِلِ

وَ اِذَا نَظَرْتَ اِلٰى اَسَرَّةِ وَجْهِهٖ بَرَقَتْ بُرُوْقُ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ

د: ..... امی، ام کی طرف منسوب ہے، اس اعتبار سے کہ حضور ﷺ نے ولادت کے بعد اکتساب علوم وفنون کی جانب کوئی رغبت نہ کی تھی اور حضور ﷺ کی لوح قلب پر تقریر یا تحریر کا کسی ایک حرف کا نقش بھی ثبت نہ ہوا تھا۔ ملک عرب کی حالت بھی یہی تھی کہ وہ لکھنے پڑھنے سے عاری ہوتے تھے۔ وہ اپنی تمام عمر اسی حالت میں پوری کر دیا کرتے، جو ایک ایسے بچہ کی ہوتی ہے، جو نہ مکتب گیا، نہ درس لیا، نہ قلم ہاتھ میں پکڑا، نہ سبق زبان پر جاری ہوا۔ یہودیوں نے اسی لیے اہل عرب کا نام "اُمِّیُّون" رکھ دیا تھا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ (سورۂ آل عمران)

یہودی کہتے ہیں کہ ہم ان امی لوگوں کے ساتھ خواہ کچھ ہی برتاؤ کریں ہم پر کچھ مواخذہ نہ ہوگا۔

---

[1] خصائص الکبری جلد اول صفحہ ۲۰، بروایت خطیب وابن عساکر ودیلمی۔ ۱۲ منہ

یہی نام اہل عرب کے لیے معرفہ بن گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا (جمعہ) اللہ وہ ہے جس نے امیوں کے اندر شاندار رسول کو مبعوث فرمایا۔

یہی لفظ اہل کتاب کے ناخواندہ اشخاص کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے استعمال فرمایا ہے۔

وَمِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ یہودیوں میں ایسے ناخواندہ بھی ہیں جن کو کتاب کا کچھ علم نہیں۔

الغرض! لفظ امی سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ طرز وطریق خواندگی اہل دنیا سے بالاتر تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو دوسری جگہ اس طرح فرمایا ہے:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾ (سورۂ عنکبوت)

[اے رسول!] قرآن سے پہلے تو تم نہ کسی کتاب کو پڑھا کرتے تھے اور نہ تمہارے دست راست نے کبھی کوئی خط کھینچا تھا، تب تو یہ بطلان والے شک بھی کر سکتے۔

معنیٰ بالا کے لحاظ سے اسم نبی الامی حضور ﷺ کا ایک بڑا معجزہ ہے۔ واضح ہو کہ نبی، نباء سے ہے اور نباء واقعہ عظیم اور اعلام ذوالاہتمام کو کہتے ہیں۔ یعنی نبی وہ ہے جو علوم عالیہ اور وقائع عظیمہ کی اطلاع اہل عالم کو دیتا ہو اور جب یہ لفظ اللہ کی طرف سے مضاف ہوتا ہے تب اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ نبی وہ ہے جو علوم عالیہ اور شرائع عالیہ اور نوامیس ربانیہ کی اطلاع براہ راست اللہ تعالیٰ سے حاصل کیا ہوا۔

نبی کو نباوۃ سے بھی مشتق بتایا گیا ہے۔ نباوت کے معنی مرتفع ہیں اور نبی وہ ہے جو اس مقام علیا پر فائز ہو۔ جہاں کوئی انسان اکتساب ومحنت وریاضت سے نہیں پہنچ سکتا اور اس مقام پر اس کے فائز ہونے کا سبب محض اصطفائے ربانی ہوتا ہے۔ نبی الامی کے وصف نے بتلا دیا کہ حضور ﷺ حرف شناسی وخط کشی سے تو دور ہیں اور بایں ہمہ علوم عظیمہ وآیات کاملہ کا صدور حضور ﷺ سے برابر ہوتا ہے۔

اہل سیرت جانتے ہیں کہ حضور ﷺ کو نبی الامی کے لقب سے یاد کیا جاتا اور حضور ﷺ اسی طرز خطاب سے خرسند ومسرور ہوا کرتے تھے۔ اب اہل زمانہ کا حال دیکھو کہ جونہی کسی شخص کو ذرا شد بد کہنے کی لیاقت ہوئی تو وہ اپنے لیے فاضل اکمل، لوذعی، المعی، علامہ وغیرہ الفاظ سننا اور کہلانا پسند کرتا ہے اور یہ ہر ایک صاحب قلم وزبان آور کا فطری خاصہ سا ہو گیا ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ اصلیت سے بڑھ کر اس کے علم وفضل کا اندازہ لگایا جائے، لیکن ایک سیدنا محمد ﷺ ہیں، جن کو ہر وقت ناخواندگی کا اعتراف اور امی ہونے کا اقرار ہے۔

اس اعتراف واقرار پر بھی ہزاروں علماء، سینکڑوں فلاسفر حاضر ہوتے، زانوئے ادب تہہ کرتے اور اقرار کرتے کہ ان لوگوں کا علم وفہم اور حضور ﷺ کا عرفان قطرہ وقلزم کی مثال رکھتے ہیں۔

غور کرو کہ جو شخص دنیا میں کسی کا شاگرد نہیں بنا وہ تمام دنیا کا استاذ بنا ہوا ہے۔ محاسن اخلاق، محامد اعمال، تدبیر منزل، سیاست مدان، اقتصادیات، سیاسیات، عمرانیات کے درس اور دماغ کو روشن، قلب کو مجلی، روح کو منور بنانے والی تعلیم دے رہا ہے۔ اس کی درس گاہ قدس کے دروازے کبھی بند نہیں ہوتے۔ وہاں داخلہ کی کوئی فیس نہیں ہے۔ وہاں ایک صحراء نشین اور ایک شہری، ایک فلاسفر اور ایک بدوی پہلو بہ پہلو بیٹھے ہوئے ہیں اور بہ آن واحد اپنی

اپنی استعداد و قابلیت کے موافق مستفیض و مستفید ہو رہے ہیں۔ اندریں صورت امی لقب سے علمنی ربی فاحسن تادیبی کا نور ظہور بخش ہے اور یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ کا دعویٰ متحقق ہو رہا ہے۔

۵..... لقب امی کی وجہ یہ بھی ہے کہ اول انبیاء ابوالبشر آدم علیہ السلام سے لے کر آخر الانبیاء نبی اسرائیل عبداللہ عیسیٰ بن مریم تک جملہ انبیاء و مرسلین نے حضور کے نعوت عالیہ اور اوصاف جلیہ بیان کیے۔ الف سے آدم میم سے مسیح مراد ہے اور یائے نسبت اس راز کی کاشف ہے۔

امی و گویا بزبان فصیح از الف آدم و میم مسیح (مخزن اسرار نظامی گنجوی)

خصوصیت نمبر ۱۱..... اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ① ہم نے تجھے کوثر عطا کیا۔ کوثر بروزن فوعل ہے اور یہ وزن مبالغہ کے لیے آتا ہے۔ لفظ کثرت تو خود ہی فراوانی افزونی کے معنی کے لیے ہے، جب اسے بھی بروزن مبالغہ استعمال کیا گیا تو اس کے معنی کثرت بالائے کثرت اور فراوانی اور افزونی برافزونی ٹھہرے۔ صحیح بخاری میں ہے:

عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا الْكَوْثَرُ الْخَیْرُ الْكَثِیْرُ الَّذِیْ اَعْطَاهُ اللّٰهُ اِیَّاهُ قَالَ اَبُوْ بِشْرٍ قُلْتُ لِسَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ اِنَّ اُنَاسًا یَّزْعُمُوْنَ اَنَّهٗ نَهْرٌ فِی الْجَنَّةِ فَقَالَ سَعِیْدٌ: النَّهْرُ الَّذِیْ فِی الْجَنَّةِ مِنَ الْخَیْرِ الْكَثِیْرِ الَّذِیْ اَعْطَاهُ اللّٰهُ اِیَّاهُ۔

ترجمہ:..... ابو بشر نے سعید بن جبیر سے انہوں نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ کوثر کے معنی وہ خیر کثیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے رسول اللہ کو عطا فرمائی ہے۔ ابو بشر کہتے ہیں: میں نے سعید بن جبیر سے کہا کہ لوگوں کا گمان تو یہ ہے کہ کوثر ایک نہر کا نام ہے جو جنت میں ہے سعید نے جواب دیا: ہاں! وہ جنت والی نہر بھی تو اسی خیر کثیر ہی میں سے ہے، اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے حضور ﷺ کو عطا فرمائی ہے۔

حوض کوثر کے وجود کی تصدیق صحیحین کی حدیث عن انس رضی اللہ عنہ سے ہوتی ہے۔ لہٰذا حوض کوثر کے وجود اور عطیہ پر یقین رکھتے ہوئے بھی تفسیر صحیح ہے کہ آیت زیب عنوان میں رب العالمین کی طرف سے انعامات نامتناہی اور عطیات غیر محدود کی آگاہی فرمائی گئی ہے۔ اس خیر کثیر کے تحت میں بہت سی اشیاء کا ذکر کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ امام فخر الدین رازی نے ذکر کیا ہے۔ (ازاں جملہ)

① ..... امت محمدیہ، ایسی نبوت جامعہ اور ریاست عامہ اور دعوت کاملہ اور ہدایت بالغہ پہلے کب کسی کو عطا ہوئی تھی۔ اسی نبوت کے ثمرات میں سے ہے کہ

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (۴:۸۰) جس شخص نے رسول اللہ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

کا فرمان صادر ہوا اور اسی نبوت کے گلہائے رنگین میں سے ہے کہ:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ (۴:۶۴)

"ہم نے جو رسول بھیجا وہ اس لیے بھی کہ اس کی اطاعت ہمارے اذن کے تحت میں کی جائے"۔

کے منشور کی اشاعت فرمائی گئی، صاحب کوثر وہی ہے جس کی اطاعت کا امر الٰہی جاری ہوا۔ صاحب کوثر وہی ہے جس کی اطاعت کو اطاعت ربانی فرمایا گیا۔ صاحب کوثر کی نبوت وہی نبوت ہے جس کی قدامت تاریخ بشر سے پہلے کی ہے اور جس کی نہایت انتہائے عالم سے ملی ہوئی ہے، رب العالمین کے کلام پر غور کرو، وہ یہ بھی فرماتا ہے:

شَهِدَ اللهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اللہ کی شہادت ہے کہ اس کے سوا اور کوئی بھی معبود نہیں۔

نیز وہ یہ بھی اعلان فرماتا ہے:

وَاللهُ يَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ اللہ کی یہ بھی شہادت ہے کہ محمد اللہ کے رسول یقیناً ہیں۔

جب رب المشرقین ورب المغربین خود شہادتوں کو اپنی شہادت سے مصدق ومؤکد فرماتا ہے تو نبوت محمدیہ اور رسالت مصطفویہ کے خیر کثیر ہونے میں کیا کلام رہ جاتا ہے۔ (ازاں جملہ)

(۲) .....کوثر سے مراد اسلام ہے، وہی اسلام جس کے سوا اور کوئی دین اللہ تعالیٰ کے حضور میں مقبول ومنظور ہی نہیں۔ وہی اسلام جس کا انبیائے عظام نے ہمیشہ اعلام فرمایا۔

وہی اسلام جو سعادت دارین کا جامع اور اصلاح وفلاح ثقلین کا ذخیرہ ہے۔ (ازاں جملہ)

(۳) .....کوثر سے مراد کثرت امت محمدیہ ہے، یہ کثرت حد وعدد کے احاطہ سے باہر ہے اور یومافی یوم ترقی پذیر ہے۔ ۱۸۸۱ء میں ہندوستان کے مسلمانوں کی تعداد پونے چار کروڑ بیان کی جاتی ہے اور ۱۹۲۱ء کی مردم شماری میں ان کی تعداد پونے سات کروڑ شمار میں آتی ہے۔ چالیس سال میں اکیلے ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد کا قریباً دو چند ہوجانا اعداد صحیح سے ثابت ہوگیا کہ دیگر اقطاع عالم میں بھی اس بیشی کا اسی رفتار سے بڑھتے رہنا یقینی کہا جاسکتا ہے۔ بالمقابل اس کے اکثر اقوام ہیں جو گھٹ رہی ہیں اور آہستہ آہستہ بحر فنا میں گر رہی ہیں۔ یہ اسلام ہی ہے جس کا پاک درخت اپنی جڑوں کو زمین کے سوتوں تک پھیلا رہا ہے اور جو اپنی پھل دار شاخوں کے ساتھ فضائے آسمانی پر چھا رہا ہے۔ (ازاں جملہ)

(۴) .....کوثر سے مراد قرآن حمید اور کتاب مجید ہے۔

یہ وہی خیر کثیر ہے کہ شاخہائے اشجار کی اقلام اور قطرات بحار کی مداد، جس کی مدح وثناء کے استیفاء سے عاجز ہے۔ عمر نوح اور فہم جبریل بھی اگر جمع ہوجائیں تو حصر اسرار قرآنیہ سے قاصر ہیں۔ بے شک! یہی کتاب قلزم حقائق ہے اور یہی کوثر علوم ہے۔ یہی مطلع انوار ہے اور یہی مخزن الاسرار ہے۔ معجزات انبیاء کا اظہار ایک وقت خاص میں ہوتا ہے اور پھر خود انہی کے عہد مبارک میں اس معجزہ کا وجود ونمونہ پایا جاتا تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کے عصاء کا اژدہا بن جانا، پھر اژدہا کا سیرت اولی پر عود کر جانا ایک ایسا نظارہ تھا جو کوہ طور کے بعد فرعون ہی کے دربار میں دیکھا گیا۔ وہی عصا بنی اسرائیل کے لیے انفجار ماء کا آلہ بنا۔ ضرورت جاتی رہی تو وہی عصا کا عصارہ گیا۔ پھر وہی عصا کسی دوسرے کے ہاتھ میں جا کر صرف ایک لکڑی رہ جاتا تھا۔

قرآن پاک ہمارے سید ومولی نبی کریم ﷺ کا معجزہ ہے، زندہ معجزہ ہے، دائمی معجزہ ہے، ابدی معجزہ ہے، اس کا اعجاز ہر وقت، ہر آن موجود ومشہود ہے اور ہر ایک عالم دین اس کے معجزہ ہونے کی براہین صادقہ ہر وقت وبہر حین پیش کرسکتا ہے۔ بے شک یہ ایسی خیر کثیر ہے جس کا اعلان منجانب رب رحمن ہونا ضروری ہے۔

(۵) .....کوثر سے مراد وہ فضائل کثیرہ اور محامد جمیلہ اور نعوت متکاثرہ ہیں جو وجود باوجود مصطفوی میں مندرج ومنطوی تھے

انابت آدم ..... استقامت نوح ..... حلم اسمٰعیل ..... علم خلیل ..... درس ادریس ..... تنفیث شیث .....

حقانیتِ اسحٰق ..... عاقبت بنی یعقوب ..... نورانیت یوسف ..... صالحیت صالح ..... ہدی ہود ..... جمعیتِ شعیب ..... لطافت ہود ..... عبرت عزیر ..... شکوہ سلیمان ..... اندوہ یحییٰ ..... داد داؤد ..... دعائے یونس ..... ایاب ایوب ..... ذہاب زکریا ..... امامت ہارون ..... ایناس الیاس ..... زہد عیسیٰ ..... علوِ موسیٰ ..... احسانیت لقمان ..... انقیاد خضر ..... مساعی السیع ..... کفالت ذوالکفل علیہم السلام

یہ ایسے الوان گوناگوں ہیں جو الٰہی شمس حقیقت کے پیکر نوری میں مجتمع ہیں۔ رحمۃ للعالمینی کا وہ رنگ ہے جس نے ان الوان کو اپنے اندر جمع کر لینے کے بعد اپنے رنگ خاص سے رنگین بنا دیا ہے۔

(۶) ..... کوثر سے مراد سید کثیر الخیر ہے۔ یہ معنی صاحب صحاح اللغات نے تحریر کیے ہیں۔

یقیناً حضور سید ولد آدم ہیں، اللہ تعالیٰ نے بھی حضور ﷺ کو یٰسین کہہ کر خطاب فرمایا ہے، بالیقین حضور ﷺ کثیر الخیر ہیں اور سید ہیں۔ حضور ہی وہ مشعل ہدایت ہیں کہ ظلمات کفر و شرک کو دور فرمایا۔ حضور ہی وہ سراج منیر ہیں کہ چشم کور سواد کو بینائے حق بنایا۔ حضور ﷺ ہی وہ نور محبت ہیں کہ قلب عالم کو منور اور روح اعظم کو مستنیر فرمایا۔ حضور ﷺ ہی وہ عبد کامل ہیں کہ انسانیت کو تخت سیادت پر بٹھلایا۔ الغرض! عطیہ کوثر نبی ﷺ کے خصائص میں سے ہے اور امید ہے کہ فروائے قیامت کو تشنگان جمال حضور ﷺ کے زلال الطاف سے بہرہ یاب اور عطشان خشک زبان حضور ﷺ کے جام کوثر سے ضرور شاد و سیراب ہوں گے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ

خصوصیت نمبر ۱۲ ..... اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ۝ (سورۂ فتح)

(۱) ..... آیت بالا میں فتح مبین کے وقوع کی خبر دی گئی ہے اور اس کے نتائج بھی بیان فرمائے گئے ہیں:

(۲) ..... مقدم و مؤخر ذنب کا غفران۔ (۳) ..... اتمام نعمت۔ (۴) ..... صراط مستقیم کی ہدایت۔ (۵) ..... نصر عزیز کی یاوری و معیت۔ علمائے کرام نے ذنب ما تقدم و ما تاخر پر خوب بحث کی ہے اور ان کا غفران بتلایا ہے۔

الف ..... کسی نے ما تقدم و ما تاخر سے زمانہ قبل نبوت مراد لیا اور معنی یہ بتلائے کہ امور جاہلی کے غفران کی خبر دی گئی ہے امام سبکیؒ کا اس پر اعتراض یہ ہے کہ نبی ﷺ تو کبھی قبل از نبوت بھی امور جاہلیہ میں سے کسی امر میں آلودہ نہ ہوئے تھے۔ لہٰذا کردہ فعل کے غفران کے کیا معنی ہو سکتے ہیں۔

ب: ..... علامہ زمخشری اور بیضاوی رحمہما اللہ نے ذنب سے مراد معمولی لغزشیں بتلائی ہیں اور بتایا ہے کہ رب العالمین نے ایسی حرکت کو بھی محل لطف و عنایت بنا دیا۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا اعتراض ہے کہ ایسی لغزشوں کا بھی ثبوت کچھ نہیں اور بالمقابل اس کے عصمت انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ مسلمہ ہے۔ انبیاء سے نہ صدور کبائر ہوتا ہے، نہ صدور صغائر لہٰذا یہ توجیہ بھی نادرست ہے۔

ج ..... امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے خود یہ معنی لکھے ہیں اور شیخ عبدالحق حقی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے انہی معنی کی تحسین و تعریف کی ہے کہ یہ آیت کسی لغزش یا گناہ کے وقوع کی اطلاع نہیں دیتی بلکہ از راہ تشریف و تکریم یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر کسی لغزش کا امکان بھی تصور کر لیا جائے تو بھی بخش دی گئی ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ مقصود کلام اثبات ذنب اور پھر غفران بعد از اثبات نہیں بلکہ اس جگہ مطلقاً نفی ذنب مراد ہے۔

د قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لفظ مغفرت کو تبریہ از عیوب کے معنی میں لیا ہے۔

ہ تفسیر خازن میں عطاء خراسانی کا قول نقل کیا گیا ہے کہ ذنب ماتقدم سے مراد آدم وحوا علیہما السلام کا ذنب اور ذنب ماتاخر سے مراد امت کا ذنب ہے۔

ان اقوال میں سے ناظرین کو جو قول پسند ہو اسے قبول کر سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ علماء کی اس قدر شرح و بیان کے بعد بھی کچھ باقی رہ جاتا ہے۔ وجہ اشکال ایک تو یہ ہے کہ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ سے یہ ظاہر اثبات ذنب واضح ہوتا ہے اور یہ بالا جماع عقیدہ جمہور امت کے خلاف ہے۔ اور اشکال دوم کی وجہ یہ ہے کہ لِيَغْفِرَ کے حرف لام کو بمعنی کے بیان کیا گیا ہے اور اس وقت یہ دشواری آ پڑتی ہے کہ فتح مکہ کو سبب مغفرت قرار دینے میں کیا علاقہ ہے کیا خوبی ہے۔ متعدد علماء کے اقوال عدیدہ کو دیکھ کر میں نے سمجھا کہ اس بارے میں معنی مزید بیان کرنے کی گنجائش ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ الفاظ فَتْحًا مُّبِينًا سے مراد فتح مکہ لینا ہی غلط ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں نیز سنن ترمذی میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ کا نزول صلح حدیبیہ کے انجام پر ہوا تھا۔

ہمراہیان رسول پاک ﷺ کو اس امر کا رنج و قلق تھا کہ قریش نے نبی ﷺ اور اصحاب النبی کو مقام حدیبیہ سے آگے نہ بڑھنے دیا، نہ طواف کعبہ نصیب ہوا اور نہ قربان گاہ تک قربانی کے جانور پہنچے۔ حتی کہ اسی میدان میں قربانیاں کی گئیں اور احرام کھولا گیا۔

الغرض! اس ناکامی کو مسلمان نہایت سختی سے محسوس کرتے تھے، مگر وہ معاہدہ جو اسی مقام پر فریقین کے درمیان طے ہو گیا تھا۔ اس کی اہمیت قانونی، اخلاقی، آئینی کا اندازہ بہت کم بزرگوں کو تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں اسی اہمیت کو ظاہر فرمایا اور ان نتائج اور فوائد اور برکات کو آشکار فرمایا جو انعقاد صلح سے مرتب ہونے والے تھے۔

صحیح بخاری (باب عمرۃ الحدیبیہ) میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تم لوگ الفتح سے مراد فتح مکہ سمجھتے ہو۔ ہاں فتح تو وہ یہی ہے مگر ہم (گروہ صحابہ رضی اللہ عنہم) تو حدیبیہ کے دن بیعت الرضوان کو یوم الفتح قرار دیا کرتے تھے۔

روایت بالا سے واضح ہو گیا کہ معاہدہ حدیبیہ اور بیعت الرضوان کا نام "فتح المبین" ہے۔

اس جگہ معاہدہ حدیبیہ کے فقرات متعدد روایات کو جمع کرنے کے بعد درج کیے جاتے ہیں۔

هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عبداللّٰهِ وَسُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو وعَلٰى اَنْ يَّخْلُوْا بَيْنَنَا وَ بَيْنَ الْبَيْتِ فَنَطُوْفَ بِهٖ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ وَلَا يَدْخُلَ مَكَّةَ بِالسِّلَاحِ اِلَّا بِالسَّيْفِ فِي الْقِرَابِ، يَخْلُوْنَ لَهٗ مَكَّةَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَلَا يَخْرُجَ مِنْ اَهْلِهَا بِاَحَدٍ اِنْ اَرَادَ اَنْ يَّتَّبِعَهٗ وَاَنْ لَّا يَمْنَعَ مِنْ اَصْحَابِهٖ اَحَدًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّقِيْمَ بِهَا وَعَلٰى اِنْ جَآءَ الْقُرَيْشَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ لَمْ يَرُدُّوْهُ اِلَى الْمُسْلِمِيْنَ ۔ وَمَنْ جَآءَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنَ الْقُرَيْشِ يَرُدُّوْهُ اِلَى الْقُرَيْشِ وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّدْخُلَ فِيْ عَقْدِ مُحَمَّدٍ وَّعَهْدِهٖ دَخَلَ فِيْهِ وَمَنْ دَخَلَ فِيْ عَقْدِ قُرَيْشٍ وَّعَهْدِهِمْ دَخَلَ فِيْهِ۔ وَعَلٰى اَنَّ الْحَرْبَ تُوْضَعُ بَيْنَهُمْ عَشْرَ سِنِيْنَ وَعَلٰى اَنَّ بَيْنَنَا عَيْبَةً مَّكْفُوْفَةً فِيْ صُدُوْرِ سَلِيْمِهٖ۔

ترجمہ:..... یہ وہ سمجھوتہ ہے جو محمد بن عبداللہ اور سہیل بن عمرو (کمشنر قریش) کے درمیان ہوا یہ کہ سال آئندہ میں مسلمانوں کو بیت اللہ اور طواف سے نہ روکا جائے گا۔ مسلمانوں کے ساتھ ہتھیار نہ ہوں گے بجز تلوار کے جو میان سے باہر نہیں نکالی جائے گی۔ مکہ مسلمانوں کے لیے تین دن تک خالی چھوڑ دیا جائے گا۔ اس وقت اہل مکہ میں سے کوئی شخص اگر مسلمانوں کے ساتھ جانے کا ارادہ بھی کرے تو اسے ساتھ نہیں لے جایا جائے گا لیکن اصحاب محمدؐ میں سے کوئی مکہ میں رہنا چاہے تو اسے نہیں روکا جائے گا۔ اگر مسلمانوں کا کوئی شخص قریش کے پاس پہنچ جائے گا تو وہ اسے واپس نہ کریں گے۔ لیکن اگر قریش کا کوئی شخص مسلمانوں کے پاس چلا جائے گا تو وہ اس کو واپس کر دیں گے۔ قبائل میں سے جو کوئی پسند کرے وہ محمد کی طرف داخل ہو سکتا ہے اور کوئی قریش کی جانب کو پسند کرے وہ ان کے ساتھ معاہدہ میں شامل ہو گیا ہے۔ دس سال تک فریقین میں جنگ بند رہے گی۔ آپس کے سب جھگڑے فراخ حوصلگی کے ساتھ طے کیے جایا کریں گے۔

معاہدہ بالا کو اگر دنیا کو اسٹیٹس میں (مدبر و سیاست دان) دیکھے گا تو سمجھ لے گا کہ مسلمانوں نے بہت دب کر بلکہ گھٹیا شرائط پر معاہدہ کیا تھا۔ لیکن ہادی اسلام نے اسی کو فتح مبارک بتلایا اور قرآن حمید نے اسی کو فتح مبین فرمایا۔ وہ کھلی فتح کیا ہے؟

الف..... وہ یہ ہے کہ نہ تو ز، جنگ آور قریش نے دس سال تک چپ رہنے، جنگ نہ کرنے کا عہد کیا۔

ب..... وہ فتح یہ ہے کہ جانبین میں آمد و رفت کی راہ کھل گئی۔

ج..... وہ فتح یہ ہے کہ اب مسلمانوں کو قبائل کفار میں تبلیغ کا موقع مل گیا۔ حقیقت اسلام کو سمجھنے کے بعد جھوٹے شکوک زائل ہونے لگے اور ظنون باطل ٹھہرے۔

لفظ فتح کا استعمال جنگ کی فیروزمندی پر بھی کیا جاتا ہے اور حل مشکلات پر بھی اسی لفظ کا استعمال ہوتا ہے۔ اسلام کے لیے یہی فتح مبین تھی کہ اشاعت کی دشواریاں جاتی رہیں۔ اب آیت زیب عنوان کا لفظ ذنب غور طلب ہے۔

الف..... اس کے معنی گناہ بھی ہیں اور گناہ کا اطلاق خلاف ورزی احکام شرعیہ کے معنی میں ہے۔

ب..... اس کے معنی الزام بھی ہیں اور گناہ کا اطلاق ملکی یا قومی یا حکومت کے احکام کی خلاف ورزی میں کیا جاتا ہے۔

جب ہم ذنب (بفتحتین) کو دیکھتے ہیں، جس کے معنی ''دم'' میں تو اشتیاق اوسط کے اصول پر ذنب بفتح وسکون ثانی کے معنی میں متبادر ہو جاتے ہیں۔ یعنی ہر ایک وہ الزام جو کسی شخص کے پیچھے لگا دیا گیا ہو۔

ذنوب بفتح اول اس ڈول کو کہتے ہیں جو رسی کے سرے پر بندھا ہوا ہو یہ بھی اس وضع لغوی کی جانب رہبری کرتا ہے۔ لہٰذا کیا ضروری ہے کہ آیت بالا میں ذنب کا ترجمہ گناہ کیا جائے اور پھر سمجھا جائے کہ کوئی گناہ خدا کا تھا۔ قرآن مجید کی زبان سے سنو، موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں: وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ (۲۶:۱۴)

''انہوں نے مجھ پر ایک الزام لگا رکھا ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے''۔

ظاہر ہے کہ فرعون یا قوم فرعون کے مقابلہ میں موسیٰ علیہ السلام نے کسی گناہ شرعیہ کا ارتکاب نہیں کیا تھا۔ لہٰذا اس کا ترجمہ ''الزام'' بھی صحیح ہے۔ قانوناً لفظ ''الزام'' اور لفظ ''جرم'' کے معنی میں بہت تفاوت ہے۔ ''الزام'' کا اطلاق اس نسبت جرم پر کیا جاتا ہے کہ بادی النظر میں الزام لگا سکنے والی طاقت کے نزدیک کسی شخص پر کسی فعل ممنوعہ ملک یا قانون کے مرتکب ہونے کی بابت گمان کیا جا سکے اور ''جرم'' کا اطلاق اس فعل ممنوعہ ملک یا قانون کے ارتکاب

ثابت ہوجانے کے بعد کیا جاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام پر فرعونیوں نے قتل عمد کا الزام لگا رکھا تھا اور اس فعل کے ثابت ہوجانے کے بعد اس کی سزا قتل وقصاص تھی۔ موسیٰ علیہ السلام فرعونیوں کی ذہنیت کو سمجھتے تھے، وہ جانتے تھے کہ یہ سطحی دماغ سے نہ تو نیت کی ضروری شرط کا خیال رکھیں گے اور نہ اس فرق کو سمجھیں گے کہ ایک تھپڑ کا لگ جانا کیا عادتاً منجر بہ ہلاکت ہوسکتا ہے یا تھپڑ لگانے والے کے علم میں یا احتمال میں اس کا منجر بہ ہلاک ہونے کا ظن غالب ہوسکتا ہے۔

اگر ان ضروری مباحث قانونی کو الزام بر موسیٰ کے ساتھ شامل کیا جائے تو موسیٰ علیہ السلام پر جو الزام قتل لگایا گیا تو وہ ۳۲۳ تعزیرات ہند سے بھی گھٹ کر محض ایک تادیبی فعل رہ جاتا ہے جس کا صدور نیک نیتی سے ہوا اور قانوناً کوئی جرم نہیں بنتا۔

ج..... حدیث میں ہے: اذا تصافحا لم یبق بینھما ذنب ۔ جب دو شخص آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو ان میں باہمی کوئی ذنب باقی نہیں رہتا۔ صاحب مجمع البحار نے ذنب کے معنی میں اس جگہ تحریر کیا ہے:

أی غل و شحناء۔ یعنی ذنب کے معنی یہاں کینہ اور تنگ دلی ہے۔

د..... قرآن مجید کی ایک دوسری آیت ہے: وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ۔ یہاں نبی اور مؤمنین کے واحد ذنب کا ذکر ہے۔ ان جملہ امور کو مدنظر رکھتے ہوئے میں سمجھتا ہوں کہ اس آیت زیب عنوان میں ذنب بمعنی الزام قوم ہے اور ماتقدم سے مراد زمانہ قبل از ہجرت اور تاخر سے مراد زمانہ بعد از ہجرت ہے۔ علماء سیرت آگاہ ہیں کہ نبی ﷺ پر کفار نے جو جو الزامات واتہامات لگائے تھے وہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے قبل از ہجرت الگ تھے اور بعد از ہجرت الگ۔

اتہامات قبل از ہجرت:..... یہ کاہن ہے، یہ شاعر ہے، یہ مجنون ہے، یہ ساحر ہے، یہ اوروں سے سن سن کر فسانے بنالیتا ہے۔ اس کے پاس غیر قوم کا کوئی شخص ہے جو اسے ایسی پڑھنت پڑھاتا رہتا ہے، وغیرہ وغیرہ

الزامات بعد از ہجرت:..... یہ قوم میں پھوٹک ڈالنے والا ہے، مکہ کو اجاڑنے والا ہے، بھائی بھائی سے، بیٹے کو ماں سے جدا کرنے والا ہے، ہماری تجارت کو مخدوش کردیا، قومی انتظامات کو پراگندہ کردیا، وغیرہ وغیرہ

مؤمنین پر بھی ایسے ہی الزامات لگائے جاتے:..... بے عقل ہیں۔ کوتاہ بین ہیں، کمینے ہیں، غلام ہیں، ناقابل التفات ہیں۔ آیت تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ [یہ ان کی نگاہوں میں حقیر ہیں] میں انہی امور کی طرف اشارہ ہے۔

اجی! یہ وہ ہیں کہ روٹی نہ ملے تو سب کے سب محمد کو چھوڑ چھاڑ کر الگ ہوجائیں۔

آیت لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا[1] میں یہی بات ان کی بتائی گئی ہے۔

حضرت عروہ بن مسعودؓ نے بھی جب وہ قبل از اسلام نبی ﷺ کے حضور میں سفیر قریش کی حیثیت سے آیا تھا۔ یہی الزام مسلمانوں کے رودرو مسلمانوں پر لگایا تھا کہ یہ تو تجھے چھوڑ کر الگ ہوجائیں گے۔

اس کا جواب سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عروہ کو نہایت ذلیل کن الفاظ میں دیا تھا۔

اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ حدیبیہ کی فتح مبین کا پہلا ثمر شیریں یہ ہوگا کہ کفار اور مسلمین کے مل بیٹھنے سے سب اگلے پچھلے الزامات اُٹھ جائیں گے، دب جائیں گے، زیر خاک ہوجائیں گے، لفظ غفر کے لغوی معنی بھی یہی ہیں، صداقت رسول آشکار ہوگی، بصارت کھل جائے گی، بصیرت بیدار ہوگی، اتہامات والزامات کی لغویت کا خود ان لوگوں

---

[1] لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا۔ جو شخص رسول ﷺ کے اردگرد ہیں، ان کو خرچ نہ دو، یہ منتشر ہوجائیں گے۔

کو اقرار بہ ندامت وانفعال کرنا ہوگا، تاریخ گواہ ہے کہ فی الحقیقت یہ نتائج اس صلح سے بہت جلد مترتب ہو گئے تھے۔

بشارت دوم:..... وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ[1] ہے، یعنی صلح حدیبیہ کا ثمر دوم اتمام نعمت ہوگا۔ آیت بالا میں جس کا سال نزول ۶ ر ہجری ہے۔ اتمام نعمت کا وعدہ ہے اور آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ[2] میں جو ۹ ر ذی الحجہ ۱۰ ر ہجری کو نازل ہوئی، اس وعدہ کے ایفا کی خبر ہے۔ اتمام نعمت کے معنی میں اتمام اشاعت دین اور کمال تبلیغ دین متین اور اس تبلیغ کے مبارک ثمرات شامل ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے انعقاد کے بعد جو تبلیغ کہ قریش اور خلفائے قریشی کے اندر رکی ہوئی تھی وہ روک اٹھ گئی تھی، موانعات کے دور ہو جانے سے لوگ اسلام کو سمجھنے لگے تھے، پھر پچاسوں اور سینکڑوں کی تعداد میں داخل اسلام ہونے لگے تھے۔

بشارت سوم:..... وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا[3] ہے، جو صلح کا تیسرا ثمر شیریں ہوا یعنی جس صراط مستقیم پر مخالفین سنگ راہ بنے ہوئے تھے، جس شاہراہ ہدایت کو مشرکین نے روک رکھا تھا، وہ صاف ہو جائے گی اور حضور ﷺ کو اپنی تعلیم پر چلانے اور سالکان راہ کو منزل مقصود تک پہنچانے کا کھلا موقع مل جائے گا۔

بشارت چہارم:..... وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا[4] ہے جو اس صلح کا چوتھا مبارک نتیجہ ہوگا۔ یعنی نصرت الٰہیہ پوری اور نمایاں غلبہ کے ساتھ آشکارا ہوگی، قلوب میں کشش، ارواح میں ذوق پیدا ہو جائے گا۔ بیسیوں نہیں سینکڑوں، سینکڑوں نہیں، ہزاروں کی تعداد میں لوگ صداقت کے جویا حقیقت کے طالب بن جائیں گے، حتی کہ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا[5] ۔ کا نظارہ چشم ظاہر بین کو بھی نظر آنے لگے گا۔ نصرت الٰہیہ کا اس آیت میں ذکر ہے:

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ (۹:۴۰)

"اگر تم اس کی مدد نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ نے تو اس کی مدد اس وقت بھی کی جب کافروں نے اسے نکال دیا تھا اور رسول اس وقت دو میں سے دوسرا تھا اور وہ دونوں اس وقت غار میں تھے"۔

ہاں! نصرت الٰہیہ ہی کا کرشمہ تھا کہ نبی اور صدیق دونوں غار کے اندر موجود ہیں اور کفار اشرار بر سر غار کھڑے ہیں اور اتنے قریب ہیں کہ ذرا جھک کر دیکھ لیں تو غار کی اندرونی حالت دیکھ سکیں، مگر نصرت ربانی کام کر رہی ہے۔ یہ لوگ منہ پر آنکھیں رکھتے ہوئے اندھے ہو گئے ہیں۔ غار سے برآمدگی کے بعد مدینہ تک پہنچ جانا بھی آسان نہ تھا۔ قریش کے انعام اور بت پرستوں کے ذاتی انتقام نے تمام راستہ کو نہایت مخدوش بنا دیا تھا۔ یہ تین سو میل کا راستہ سینکڑوں اعداء دین کا روکا ہوا تھا۔ پھر بھی نصرت سبحانی سے یہ خوفناک سفر بخوش اسلوبی طے ہو جاتا ہے۔ بنو کنانہ کے مدلجی سردار نے اگر تعاقب بھی کیا تو منہ کی کھائی اور بریدہ اسلمیؓ نے بھی اگر تعاقب کیا تو زمرۂ خدام میں منسلک ہو گیا۔ حضور ﷺ کے قدوم میمنت لزوم کی اطلاع و بشارت بھی ایک یہودی بچہ اس اہل ایمان تک

---

[1] وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ اللہ اپنی نعمت کو آپ پر پورا کرے گا۔

[2] اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ میں نے آج تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی کامل نعمت کا اتمام کر دیا

[3] وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا سیدھی راہ پر اللہ تعالیٰ تجھے لئے چلے گا۔

[4] وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا اللہ تیری مدد زبردست نصرت کے ساتھ فرمائے گا۔

[5] يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا اللہ کے دین میں لوگ فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔

لے جاتا ہے اور اہل مدینہ اس نعمت خداداد سے درجہ تکمیل پر فائز ہو جاتے ہیں۔ صراط مستقیم پر چلنے والوں کی تعداد روز افزوں ترقی کے ساتھ بڑھنے لگتی ہے حتی کہ یہود کی آنکھیں بھی اس نظارہ سے جس کی خبر حبقوق نبی نے دی تھی، پتھرا جاتی ہیں۔ اب چھ سال بعد مدینہ سے ٹھیک جنوب میں یعنی ام القریٰ اور اس کے حوالی میں قدرت ربانیہ اور نصرت الٰہیہ کو نتائج صلح حدیبیہ کا دکھلانا منظور ہے۔

ان آیات پر غور کرنے سے نمایاں ہو جاتا ہے کہ فتح مبین اور اتمام نعمت اور ہدایت راہ مستقیم اور نصرت وعزت کے معنی سیرت رسول پاک میں ہمیشہ سے مشکلات اشاعت کی دوری اور موانعات تبلیغ کا اندفاع رہے ہیں۔ جس کا نتیجہ اعلائے کلمۃ الحق اور ظہور صداقت و بروز حقیقت رہا ہے۔ بے شک! یہ سب وعدے، یہ جملہ بشارات حضور ﷺ ہی کی حیات طیبہ میں منجانب اللہ پورے فرمائے گئے تھے۔ لہذا آیت زیب عنوان حضور ﷺ کی رفعت شان اور منصب عظیم کی مظہر اتم ہیں اور حضور ﷺ کی خصوصیات کی مبرہن کرنے والی ہیں۔

مندرجہ بالا تحریر کا مطلب یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ حضور ﷺ سراپا نور کے مغفور الذنب ہونے کا کوئی منفی پہلو اس سے نکل سکتا ہے، نہیں! ہرگز نہیں۔ تحریر بالا تو حضور ﷺ کی مداح علیا کی اور زیادہ وضاحت کن ہے، اگر وہ ذات قدسی جسے رب العالمین نے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ[1] فرمایا ہے کہ اہل عالم وعالمیان کے سامنے بطور نمونہ پیش کیا ہے، مغفور الذنب نہ ہو تو پھر عصمت انبیائے کے کیا معنی رہ سکتے ہیں. میرا تو ایمان ہے کہ حضور ﷺ ہی صاحب مقام محمود ہیں، منزلت وسیلہ کے سریر آرا ہیں۔ شفیع المذنبین ہیں، شفاعت کبری حضور ہی کے لیے خاص ہے

آدَمُ وَمَنْ دُوْنَهٗ تَحْتَ لِوَائِیْ وَلِوَاءُ الْحَمْدِ بِیَدِیْ[2] حضور ہی کامرات کمال ہے۔

الغرض! عصمت کاملہ اور شفاعت کبری کے مناصب کے ساتھ ساتھ آیات زیب عنوان سے ان معانی کا استفاضہ بھی ہو گیا کہ اعدائے دین نے جو الزامات سرور کائنات پر لگائے تھے، ان کا ازالہ بھی حضور کی پاک ترین حیات ہی میں ہو چکا تھا، یہ بھی ثابت ہو گیا کہ معاہدہ کرتے وقت چالاک دشمن نے جن شرائط کو اپنی برتری اور اشاعت اسلام کی مسدودی کا ذریعہ سمجھا تھا، وہ سب بیت العنکبوت ثابت ہوئیں، قریش نے سمجھا تھا کہ جب نومسلم لوگ اکسراڈیشن کے مجرم بن جائیں گے تو قریش کے جبر وستم اور بند وقید کے خوف سے آئندہ کوئی شخص اسلام میں داخل نہ ہوگا۔

نیز جب مرتدین کو یہ سہارا مل جائے گا کہ وہ ترک اسلام کے بعد بھی قریش کی پناہ میں آ کر جملہ حقوق شہریت سے متمتع رہ سکیں گے اور مسلمان ان کا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے تو بیسیوں مسلمان بھی مرتد ہو جائیں گے، مگر یہ دونوں خیال جھوٹے نکلے اور صرف اشاعت اسلام نے ان کی جملہ تدابیر کو خاک میں ملا دیا اور علیم الحکیم نے اسی معاہدہ کو فتح مبین اور نصر عزیز بنا دیا۔ بے شک کوتاہ بین آنکھ تو یہ بھی نہ دیکھ سکتی تھی کہ وہ دو شخص جو رات کی تاریکی میں گھروں سے نکلے، اور غار کی تہہ میں چھپ کر رہے، یہی کل دنیائے روحانیت کے آفتاب وماہتاب ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی روحانیت سے شرک کی ظلمت اور جہل کی تاریکیاں دور ہوئیں، توحید کا نور گھر گھر پہنچا اور

---

[1] تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات بہترین نمونہ ہے۔

[2] آدم اور ان سے نیچے سب برگزیدہ لوگ میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور حمد کا جھنڈا اس روز میرے ہی ہاتھ میں ہوگا۔

خلیفۃ الرسول کی روحانیت سے اسود عنسی اور مسیلمہ، سجاح کی نبوت کا ذبہ کا دعاوی مغاک[1] لاک میں ڈالے گئے اور ہر ایک گمراہ کن کی طرح بنیادیں مستاصل کی گئیں۔ اسی طرح اور بالکل اسی طرح اس معاہدہ کے وقت کوتاہ اندیشان قریش کی عقل اور سمجھ سے یہ بات باہر تھی کہ جو مسلمان مسلمانوں سے بہ طور مجرم حاصل کیے جائیں گے وہ لوگ حبس و زندان میں بیٹھے ہوئے مبلغ اسلام کی شان دکھلائیں گے اور بیسیوں کو مسلمان کر سکیں گے۔

جو لوگ ''اسلام بزور شمشیر'' کا جھوٹا اتہام لگایا کرتے ہیں وہ بھی اس معاہدہ پر غور کر لیں کہ اسلام سے پھر جانے والوں کی حمایت اور پناہ کی ذمہ داری قریش کی زبردست قوم اپنے اوپر لیتی ہے۔ ان کی آبادی اور سکونت کے انتظام کی حامی بنتی ہے اور بایں ہمہ کوئی ایک شخص بھی نہیں نکلتا، جس سے اس حمایت و حفاظت و جنبہ داری کا فائدہ اٹھایا ہو۔ المختصر! آیات زیب عنوان سے نبی کریم ﷺ کی خصوصیات بخوبی آشکارا ہیں اور مضمون ہذا کی مناسبت سے اسی قدر لکھ دینا کافی ہے۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى نَبِيِّهٖ وَحَبِيْبِهٖ وَاٰلِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

خصوصیت نمبر ۱۳..... وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (۸:۱۷)

(جب تو نے پھینکا تھا تب تو نے نہ پھینکا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکا تھا)۔ یہ آیت سورۂ انفال کی ہے، سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حبر الامت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سورۂ انفال کا نزول بمقام بدر ہوا۔ (صحیحین)

لہٰذا ثابت ہو گیا کہ جس واقعہ کی طرف آیت بالا میں اشارہ ہے، وہ بھی غزوۂ بدر ہی کے واقعات میں سے ہے، اہل التفسیر و اہل مغازی کا اتفاق ہے کہ نبی ﷺ نے قریش کے لشکر کو دیکھا تو زبان سے کہا الٰہی! یہ قریش ہیں، فخر و غرور میں چور، تیرے نافرمان، تیرے رسول کے مکذب، میں تیری موعودہ نصرت کا طالب ہوں۔ جبرائیل علیہ السلام آئے، کہا: حضور! ایک مشت خاک لیجیے اور قریش کی جانب پھینک دیجیے اور نمونہ قدرت باری ملاحظہ کیجیے۔

نبی ﷺ نے کنکریوں والی مٹی کی مٹھی بھر لی اور لشکر اعداء کی طرف پھینک ماری۔ اس لشکر خود سر میں ایک ہزار کے قریب وہ لوگ تھے، جن کے کبر و افتخار کی کوئی حد ہی نہ رہی، یہ مٹھی بھر خاک ہر ایک کی آنکھ میں پہنچی اور ان بے بصر ان حقیقت کو بتلا گئی کہ جو رسول پاک ﷺ کی شان سے اندھے ہیں وہ اسی امر کے سزاوار ہیں کہ ان کی آنکھیں پھوٹیں اور خاک راہ ان کے لیے سرمہ بنے۔ واقعہ عجیب تھا کہ ایک مشت خاک اور ایک ہزار اعمی القلوب کی آنکھوں کو تیرہ کر جائے۔ اس لیے قرآن مجید نے یہ راز کھول دیا کہ اس میں دست قدرت شامل ہے اور قدرت کے کام ہمیشہ عقل انسانی کے لیے اعجوبہ رہے ہیں اور رہیں گے۔ بعض لوگوں نے دیکھا کہ مَا رَمَيْتَ کی نفی اور اِذْ رَمَيْتَ کے اثبات اور وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى کے نتیجہ سے اتحاد ذات اور حلول کا مسئلہ نکلتا ہے۔ لہٰذا وہ یہ سمجھ گئے کہ یہی وہ آیت ہے جو حقیقت محمدیہ کے چہرہ سے برقع کشا ہے، مگر ایسی سمجھ میں خوش فہمی کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

اس آیت کے حقائق میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ نبی ﷺ کے خلق عظیم کو دیکھتے ہوئے حضور ﷺ کی عفو اور درگزر اور قوم پروری پر نگاہ کرتے ہوئے یہ واقعہ اعداء کی نگاہ میں بھی اس لیے تعجب خیز تھا کہ محمد ﷺ تو کبھی بدی کا بدلہ لینے والے نہ تھے۔ ان کا ہاتھ کسی کی ضرر رسانی کے لیے کبھی اٹھا نہ تھا، ہم لوگوں نے تیرہ سال تک مکہ میں سن سن کر دیکھ لیا کہ وہ کبھی مقابلہ میں اف تک نہ کرتے تھے، ہاتھ کو جنبش دینا تو کجا، زبان کو بھی ہمارے خلاف نہیں

---

[1] مغاک۔ کھڈ، غار کھوہ دوزخ ۳۔ (فیروز اللغات)

ہلاتے تھے۔ آخر محمد ﷺ کو کیا ہو گیا کہ اس کی عادت بدل گئی۔ کیا اس کی فطرت میں بھی تبدیلی آ گئی۔ کیا اب بھی خلق محمدیہ کو دنیا کے لیے نمونہ بنایا جائے گا۔ رب العالمین کو یہ گوارا نہیں کہ اس کے حبیب پاک کے اخلاق کی نسبت ایسی باتیں رموزاً بھی کہی جائیں۔ جھٹ اس کی نفی فرمادی اور بتلادیا کہ اخلاق محمدیہ ﷺ تو وہی ہیں جو دنیا بھر میں مسلمہ ہیں، مگر اس واقعہ میں ہمارے نبی ﷺ کا ذاتی فعل شامل نہیں۔ نبی ﷺ نے ہمارے حکم کی تعمیل میں وہی کام کیا جو تیر انداز کے ہاتھ میں ایک کمان کا ہے۔ لہٰذا ہمارے رسول ﷺ کی ذات کے متعلق کوئی لفظ زبان سے مت نکالو اور اسے ہمارے ہی جلال کی ایک شان سمجھو۔

اِذْ رَمَیْتَ میں فعل کا اثبات اسی حیثیت سے ہے جو کمان کا تیر اندازی میں ہے اور مارمیت میں فعل نبوی کی نفی اسی حقیقت پر ہے، جو تیر انداز کے سامنے کمان کی ہے۔ لہٰذا آیت کا محل اصلی ذبّ رسول ﷺ ہے اور اہل اسلام کے لیے سبق ہے کہ ہم سب پر بھی اعداء کے ان اعتراضات کی جواب دہی لازم و واجب ہے جو حضور ﷺ کی ذات گرامی کوئی مخالف اپنی کم بصری و کوتاہ بینی سے زبان پر لاتا ہو۔

کمان کو تیر انداز اور بندوق کو نشانہ باز کے ساتھ اتحاد و حلول کی نسبت کون کہہ سکتا ہے کہ صحیح ہے۔ ہاں آیت ایک اور حقیقت کا بھی اظہار کرتی ہے، اسی سورۂ انفال کو پڑھو کہ کفار مکہ کی درخواست اللہ تعالیٰ سے یہ ہوا کرتی تھی:

اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ (سورۂ انفال)

"الٰہی! یہ محمدؐ کی نبوت اور تیرا نام لے کر آیات قرآنی کی تلاوت اور اگر درحقیقت تیری طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھراؤ کیا جائے"۔

دیکھو! ان کی عقل پر کیا پتھر پڑ گئے تھے۔ یہ دعا تو کرتے ہیں کہ ہم پر پتھر برسیں اور یہ دعا نہیں کرتے کہ اگر محمدؐ سچا ہے، ان کی دعوت سچی ہے تو ہمارے دلوں کو کھول دے اور قبول حق کا جوش ہمارے اندر پیدا کر دے۔ ان پر پتھراؤ کا ہونا ضروری ہو گیا تھا، کیونکہ حقانیت اسلام کے لیے انہوں نے اسی امر کو شرط ٹھہرایا تھا۔ لہٰذا رسول ﷺ کو حکم ہوتا ہے کہ ایک مشت خاک ان پر پھینک دو۔ جب یہ مشت خاک سب کی آنکھوں میں پہنچے گی تو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی کہ ہاں اس طرح پتھروں کا آسمان سے برسنا بھی بعید نہیں۔ لہٰذا یہ رمی معجزہ بھی ہے اور منکرین کے لیے ان کی خود منہ مانگی بات کے اصول پر حجت و دلیل بھی۔ اسی توجیہ کے ذیل میں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ رمی حجارہ سے رامی کا مقصد ان لوگوں سے برأت و بیزاری کا اظہار بھی ہے جو مغوی اور شرارت پیشہ ہوں جو بوجہ خبث باطن حقانیت و صداقت سے اس قدر دور ہو چکے ہوں کہ بظاہر آثار رشد بھی ان سے معدوم ہو چکے ہوں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا بمقام منیٰ مغوی شیطان پر تین بار رمی جمرات فرمانا اور پھر نفاذ حکم الٰہی پر بکمال طوع و رغبت مستعد رہنا اسی اصول پر تھا۔ فرزند خلیل اور دعائے ابراہیمؑ نے بدر میں اسی نمونہ کا اتباع فرمایا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام ایک شریر النفس کو خائب و خاسر بنانے میں کامیاب ہوئے تھے۔ فخر الانبیاء ﷺ کی ایک ہی مشت خاک نے ایک ہزار طاغی و باغی فوج اور ان کے ناپاک ارادوں کو خاک نشین فرما دیا۔

محمد عربی کا بروئے ہر دوسرا ست کسے کہ خاک درش نیست خاک برسراو

الغرض یہ آیت حضور ﷺ کے خصائص خاص میں سے ایک خصوصیت کی مظہر ہے۔

فصل دوم:..... خصوصیات نبوت

خصوصیت نمبر ۱۴..... یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ نبی لوگوں پر اللہ کی آیات کو پڑھ پڑھ کر سناتا ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تو انہوں نے چاہا کہ خدمت اسلام میں وہ کام کریں جو سخت مشکل ہو مسلمانوں نے بتلایا کہ سب سے مشکل کام قریش کو قرآن مجید کا سنانا ہے۔ یہ دھن کے پکے تھے، قریش کی مجمع میں پہنچے اور تلاوت قرآن شروع کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آئے تو ان کا سارا بدن لہولہان تھا اور زخموں نے چہرہ کو بے پہچان بنا دیا تھا۔ اس واقعہ سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ لوگوں کو آیات قرآنیہ کا پڑھ کر سنانا کتنا کٹھن کام تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز اسی کام میں لگے رہتے تھے، آبادی مکہ کے اندر ہر ایک مجمع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہنچتے تھے اور قرآن سناتے تھے۔ ہر شخص کو تنہائی میں ملتے تھے اور اسے پیام الٰہی پہنچاتے تھے۔ آبادی سے باہر بھی جتنے رستے آنے جانے والوں کے تھے، ان سب پر دن کی روشنی اور رات کی تاریکی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جا پہنچے تھے اور قرآن کی تلاوت سے آنے جانے والوں کے کانوں میں حکم الٰہی ڈالتے تھے۔ عرب کی کوئی مشہور منڈی اور مشہور میلہ ایسا نہ تھا، جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ پہنچے ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ بذریعہ تلاوت اور اشاعت بذریعہ دعوت نہ فرمائی ہو۔ عکاظ کا ذرہ اور طائف کا پتہ پتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کا گہوارہ ہے۔

غور کرو! اس گوہر مقدس کی جرأت وفتوت، نجدت وجلالت پر کہ رزم گاہ عالم میں جملہ افراد عالم بلکہ اقوام عالم کے خلاف اپنی زبان کھولتا ہے۔ ہر ایک کو انصاف سے ملزم ٹھہراتا ہے۔ ہر ایک کا شیشہ پندار سنگ براہین سے توڑتا ہے۔ ہر ایک کے بت بطلان کو سندان حقانیت پر پھوڑتا ہے۔ اسے نہ ضرب کا ڈر، نہ ضرر کا غم، نہ خوف وخطر کا اندیشہ۔ اس کا سینہ وجگر تیر وتیر سے دل نہیں چراتے۔ اس کی زبان بیان توحید سے بند نہیں ہوتی۔ اس کی سرگرمیاں لوگوں کی سرد مہری سے ٹھنڈی نہیں پڑ جاتیں۔ مال کی طمع، حکومت کی للچاہٹ اسے اپنے کام سے روک نہیں سکتی۔

اس تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ تلاوت آیات کتنا کٹھن، دشوار اور خطرناک کام تھا اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خصوصیت ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی خوش اسلوبی سے پورا کیا کہ اپنی آواز کو ہر ایک غافل تک پہنچایا۔ ہر ایک غفلت زدہ کو خواب سے چونکایا اور بالآخر سب کو "بیدار" کر کے چھوڑا۔

آج اگر کوئی شخص تلاوت قرآن کا عمل سہل وآسان سمجھتا ہے تو اسے بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مخالفین کے زمرہ میں تلاوت کا کام فی الواقع آج بھی آسان نہیں اور اب اگر کسی قدر سہولت پیدا بھی ہوگئی ہے تو یہ اسی تلاوت نبوی کی برکت اور اثر ہے جس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود گوناگوں مصائب اور بوقلموں نوائب کی برداشت کر چکے ہیں۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ تلاوت کی دو صورتیں ہیں:

الف..... خود اپنے لیے پڑھنا، اس کے آداب الگ ہیں۔ مثلاً تحسین صوت، حضور قلب، معانی پر تفکر وتدبر، حقائق ومعارف کی غواصی۔

ب..... دوسروں کو پڑھ کر سنانا، وہ دوسرے بھی کون، مخالفین دین، جن کے کان سننے سے اور دل سمجھنے سے سخت منکر ہوں

ان کو اس طرح پر سنانا کہ ثواب ابدی عذاب اخروی، نعمائے الٰہی، رضوان ربانی سننے والے کو مشکل نظر آنے لگیں، بدن لرز جائے اور دل کانپ اٹھے۔ آنکھ کھل جائے اور طبیعت اپنے سابقہ اطوار سے رک جائے۔ یہ کام بے شک بدر جہا کمال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے کرنے کا تھا اور قرآن گواہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس کام کو نہایت ہی عمدگی کے ساتھ سرانجام دیا اور اسی لیے حضور ﷺ کا یہ طریق ''خصوصیت'' میں داخل ہوا۔

خصوصیت نمبر ۱۵..... وَيُعَلِّمُكُمْ مَّالَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ۔ نبی تم کو وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔

آیت کا خطاب جملہ اہل عالم سے ہے، اس میں بتایا گیا ہے کہ نبی ﷺ کی شان یہ ہے کہ ساری دنیا کو ان علوم کی تعلیم دیں۔ جن سے دنیا ناواقف و بے بہرہ تھی، مسیح جیسے صادق اللہجہ نے استعداد مخاطبین اور قابلیت سامعین کا اندازہ کرتے ہوئے یہ اعلان فرمادیا تھا: اِنَّ لِیْ اُمُوْرًا كَثِيْرَةً اَيْضًا لِاَقُوْلَ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تَسْتَطِيْعُوْنَ اَنْ تَحْتَمِلُوا الْاٰنَ وَاَمَّا مَتٰى جَآءَ ذٰلِكَ رُوْحُ الْحَقِّ فَهُوَ يُرْشِدُكُمْ اِلٰى جَمِيْعِ الْحَقِّ۔[1]

اردو انجیل کی عبارت یہ ہے:..... میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں، پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے جب وہ یعنی روح حق آئے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتادے گی۔[2]

مسیح کا قول بالا بتلا رہا ہے کہ جتنی تعلیم انہوں نے قوم کو دی ہے، وہ کم تھی بہ نسبت اس تعلیم کے جو باقی رہ گئی تھی۔ اس فقرہ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اس کی تعلیم کا سبب یہ نہ تھا کہ سننے والے ایسی ابتدائی حالت میں تھے کہ ان میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی طاقت نہ تھی۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک ایم اے پاس استاد کسی پرائمری کلاس کو تعلیم دینے لگے اور وہ ان کو بہت سی علمی باتیں نہ بتا سکے اور نہ سمجھا سکے، اس لیے کہ شاگردوں کی سمجھ ناقص ہے۔

بہر حال! نتیجہ یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام جیسے نیک استاذ کی تعلیم کا حصہ اور بہت بڑا حصہ دنیا کو اس وقت نہ مل سکا۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا مسیحی مذہب کی اس کمی کو کسی زمانہ میں پورا کیا گیا؟ جہاں تک ہم کو عیسائی عالموں سے معلوم کرنے کا اتفاق ہوا، وہ بتاتے ہیں کہ پینتی کاسٹ کے دن اس کمی کو پورا کر دیا گیا۔

پینتی کاسٹ کا ذکر کتاب اعمال کے دوسرے باب میں ہے اور اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ رفع مسیح سے پچاس دن بعد کا ہے، الغرض! پہلے ہی سال کا۔ پینتی کاسٹ کے معنی کتاب احبار (موسیٰ کی تیسری کتاب) کے باب ۲۲ میں یہ بتائے گئے ہیں کہ عید فصح کے ایام میں نذر کی قربانی کا پیش کرنا۔ ہاں کتاب اعمال سے ظاہر ہے کہ اس پینتی کاسٹ کے دن مسیح کے بارہ شاگرد جمع تھے۔ ان کو ایک زور کی آواز سنائی دی اور شاگردوں کو جدا جدا آگ کی سی زبانیں (شعلے) دکھائی دیں اور وہ ہر ایک پر بیٹھے اور سب غیر زبانیں بولنے لگے۔ آواز سن کر لوگوں کی بھیڑ لگ گئی۔ سب حیران ہوئے ایک دوسرے سے گھبرا کر کہنے لگے کہ یہ کیا ہوا چاہتا ہے اور لوگوں نے ٹھٹھے سے کہا کہ یہ نئی شراب کے نشے میں ہیں۔ تب پطرس نے اپنی آواز بلند کی اور لوگوں سے کہا کہ یہ نشے میں نہیں۔

---

[1] یوحنا ۱۶ باب۔ نقل از کتاب المقدس عربیہ مطبوعہ اوکسفورڈ ۱۸۵۰ء

[2] نقل از بائبل اردو، مطبوعہ مرزا پور ۱۸۷۱ء۔ یہ واضح رہے کہ الفاظ ''بتادے گی'' بہ صیغہ مؤنث اس لئے ہے کہ اردو زبان میں روح مونث ہے ورنہ آنے والے کا نام روح الحق ہے اور بہ صیغہ مذکر عربی عبارت میں موجود ہے۔ محمد سلیمان۔

۳/۱۶ یہ وہ ہے جو یوایل نبی کی معرفت فرمایا گیا کہ ۲/۱۷ خدا فرماتا ہے کہ آخری دنوں میں ایسا ہوگا کہ میں اپنی روح سے تم پر بھیجوں گا۔ پطرس کی تقریر کے بعد تین ہزار آدمی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔

(خلاصہ از یکم تا ۴۲ درس باب دوم اعمال)

پینتی کاسٹ کے دن جو کچھ ہوا، اس پر شک کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ غور کی ضرورت ہے۔ سوال تو یہ تھا کہ مسیح کی پیش گوئی جو باقی ماندہ صداقت کی مکمل تعلیم کے متعلق تھی، کب پوری ہوئی، پینتی کاسٹ کے دن تو حضرت پطرس نے عین اس وقت جب کہ وہ روح القدس سے بھرپور تھا، یہ بتلا دیا تھا کہ یہ حالت وہ ہے جس کا ذکر یوایل نبی کی معرفت ہوا تھا۔ اب انصاف کا مقام ہے کہ پطرس مع روح القدس ظاہر کر رہا ہے کہ یوایل نبی کی پیش گوئی پوری ہوئی اور پادری بتلاتے ہیں کہ نہیں بلکہ مسیح کی پیش گوئی پوری ہوئی۔ کیا پادری کا یہ کہنا پطرس کے سامنے سچ ٹھہرے گا اور پطرس معہ روح القدس اس پادری کے سامنے جھوٹا قرار دیا جائے گا؟ میں کہتا ہوں کہ نہیں ہرگز نہیں۔ لہٰذا نتیجہ یہ ہوا کہ پینتی کاسٹ کے دن مسیح علیہ السلام کی پیش گوئی پوری نہیں ہوئی اور مسیحی علماء اس دن کے سوا اور کسی دن کا حوالہ بھی نہیں دے سکتے جب مسیح کی پیش گوئی پوری ہوئی ہو۔ ساری دلیل کا لب لباب یہ ہوا کہ عیسائیوں کو بہت زیادہ صداقت کی باقی ماندہ تعلیم کبھی بھی نہیں ملی تھی۔

آیت زیب عنوان بتلاتی ہے کہ مَالَكُمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ کی تعلیم نبی ﷺ ہی نے دنیا کو دی تھی۔ اس دلیل کی صحت اس اندرونی شہادت سے بھی ہو جاتی ہے کہ حضرت مسیح نے تو فرمایا تھا کہ روح الحق کامل صداقت کی تعلیم دے گا جو مسیح نہیں دے سکے گا اور اس پینتی کاسٹ کے دن کسی ایک نئی بات کی تعلیم بھی نہیں دی گئی۔ پطرس نے اس واقعہ کو یوایل نبی کی پیش گوئی بتلایا یا صلیب مسیح کا واقعہ سنایا۔ مگر تعلیم کچھ بھی نہیں دی گئی تھی۔ اندریں حالات ہماری برہان مکمل ہو جاتی ہے کہ عیسائیوں کو ابھی بہت کچھ سیکھنا تھا۔ اس کے بعد یہودیوں کی حالت سنو۔

وہ یہود جو موسیٰ علیہ السلام کی مسند پر بیٹھنے والے تھے، وہ یہود جو غرور کتاب دانی اور نخوت کتاب داری سے سرشار تھے، قرآن مجید نے خود ان کو مخاطب بنا کر فرما دیا تھا کہ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا یعنی تم کو علم کا بہت تھوڑا حصہ ملا ہے۔ جب اہل کتاب کے یہ دونوں گروہ حضرت مسیح علیہ السلام کی شہادت اور قرآن پاک کے اعلان سے بہت تھوڑے علم والے ثابت ہو چکے تو ضرور تھا کہ دنیا کو کبھی مکمل تعلیم دی جاتی۔ نبی ﷺ کے عہد نورانی میں وہ وقت آ گیا کہ مَالَكُمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ کی کمی کو پورا کیا جائے۔

یہ بدیہی ہے کہ جب کتاب والے ہی ادھورے نکلے تو دیگر اقوام کا تو علمی حیثیت میں ان سے ادنیٰ درجہ پر ہونا بالضرور ثابت ہو گیا۔ لہٰذا آیت بالا کے مخاطب جملہ اہل عالم ہیں اور سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ ہی کا وہ منصب عالی ہوا کہ سب کو ایسی تعلیم دیں جس سے دنیا آج تک بے بہرہ تھی۔ مسیح علیہ السلام کی پیش گوئی کے متعلق یہ امر بھی شرح طلب ہے کہ اس پیش گوئی میں اسم ''روح الحق'' کا استعمال ہوا ہے اور اناجیل اربعہ میں اس مقام کے سوا اور کسی جگہ اسم ہذا کا استعمال نہیں ہوا۔ دوسرے مقامات پر تو روح القدس کا لفظ آیا ہے۔ پینتی کاسٹ والے دن بھی پطرس نے روح القدس ہی کا لفظ استعمال کیا ہے اور یہ ہر دو مقامات کا فرق بھی صراحتاً بتا رہا ہے کہ روح الحق

اور ہے روح القدس اور۔ روح القدس کو پادری صاحبان تثلیث کا جزو ثالث تسلیم کرتے ہیں، تو کیا کریں، مگر روح القدس نے تو کبھی کوئی نئی تعلیم کسی مسیحی کو نہیں دی۔ چنانچہ خود کسی مسیحی عالم کی شہادت بھی یہ موجود نہیں کہ اسے راست بازی کی وہ باقی ماندہ تعلیم روح القدس سے مل گئی ہے جسے حضرت مسیح ادھورا چھوڑ گئے تھے۔

آیت زیب عنوان نے صاف طور پر بتلادیا کہ استاذ عالم وعالمیان ہونے کا امتیاز اور خصوصیت حضور سرور کائنات ﷺ کو ہی حاصل ہے۔ ناظرین دریافت کر سکتے ہیں کہ امور کثیر کیا ہیں جو مسیح کی تعلیم میں نہیں پائے جاتے بلکہ یہودیوں کی کتابیں بھی ان سے خالی ہیں۔ اس کا جواب ناظرین کو ہمارے دوسرے مضمون ''خصائص القرآن'' سے ملے گا، اسے بہ غور ملاحظہ فرمائیں۔ اس جگہ یہ بھی بتادینا ضروری ہے کہ قرآن مجید سے یہ بھی ثابت ہے کہ اور بھی ایسی مقدس بزرگوار ہو چکے ہیں جن کو علم لدنی عطا ہوا تھا تو کیا اس سے اشتباہ گزر سکتا ہے کہ ان میں سے کسی بزرگ نے اس کمی کو پورا کر دیا ہو۔ جواباً عرض ہے کہ ان سب ایسے بزرگوں کا زمانہ حضرت مسیح سے بہت پیشتر کا ہے۔ پس وہ لوگ مسیح علیہ السلام کی تعلیم کو پورا کرنے والے کسی طرح نہیں ٹھہر سکتے۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ ہی وہ سریر آرائے علوم ہیں، جو فرش خاک پر بیٹھے اور خاکی ونوری انسی وجانی کو ایسے ایسے علوم سے مستفیض فرمایا کہ یہ خاک کے ذرہ ہائے بے مقدار آسمان علوم پر تاباں نجوم بن کر چمکے اور ضیاء بخش عالم وعالمیان قرار پائے۔

نبی ﷺ اور سیدنا مسیح علیہ السلام کے تلامذہ میں بھی نمایاں تفاوت ہے۔ مسیح علیہ السلام کے بارہ شاگردوں میں سے شمار کرلو کہ کتنے شاگردان کی تعلیم کے مبلغ ٹھہرے تھے۔ دو تین سے زیادہ کے نام نہیں لیے جاسکیں گے۔ اس قلیل تعداد کا کارنامہ بھی صرف اس قدر ہے کہ انہوں نے جناب مسیح علیہ السلام کے حالات زندگی کی اشاعت کی ہے اور بس۔

نبی کریم ﷺ کی تیارہ کردہ جماعت میں ہر قسم وہر صنف کے کاملین نظر آئیں گے۔

آپ دیکھیں گے کہ ابوبکر وعمرؓ ملک داری وجہاں بانی کی تعلیم..... ابوعبیدہ، خالدؓ ہنگامہ آرائی وجہاں کشائی کی..... معاذ وابودرداءؓ بیان دین ودانش کی..... سلمان وابوذرؓ زہد وقناعت کی..... علی مرتضیٰ وابن مسعودؓ حقائق علمیہ کی..... عثمان غنی وابن عوفؓ پرورش یتامیٰ واعانت ایامیٰ کی..... زید بن ثابت وابن کعب انصاریؓ فرائض الٰہیہ کی تعلیم کل دنیا کو دے رہے ہیں (رضی اللہ عنہم)۔ یہ چند مبارک نام صرف تقریب وتفہیم مدعا کے لیے درج کر دیے گئے ہیں، ورنہ اس بارگاہ اقدس کا وہ کون سا تلمیذ ہے جو کشت زار علوم کے لیے بارانِ رحمت ثابت نہیں ہوا۔

جب ہم دیکھتے ہیں کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایات کا شمار ۲۲۱۰ ر ہے اور ابن عمرؓ وانس بن مالکؓ کی مرویات بھی اسی کے قریب پہنچ جاتی ہیں اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات کا شمار ۵۳۷۴ ہے۔ پھر ان کے سوا اور بھی ایسے صحابہ رضی اللہ عنہم کہلاتے ہیں، جن کے نام مکثرین رویات کی تحت میں درج ہیں، مثلاً: ابن عباس، جابر بن عبداللہ و ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم تو یقین ہوجاتا ہے کہ اس ادب گاہ قدس کا ہر ایک طالب علم استاد عالم ہونے کی شان رکھتا ہے۔

یاد رکھیے کہ یہ بزرگوار عرب کے باشندے ہیں، وہی عرب جن کی صفت اُمِّیُّوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ الْکِتَابَ کے الفاظ میں نمایاں ہے، یعنی ان پڑھ اور کتاب سے بے خبر۔ لیکن نبی ﷺ کے طفیل نہ صرف یہی لوگ ذروہ علیائے علوم کو پہنچے، بلکہ ان کے شاگرد بھی وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ کی سند سے مسند آرائے تعلیم ہوئے۔ حقیقت یہ ہے

کہ نبی ﷺ ہی کی جود وعطا نے علم کو عام بنایا اور اسے رفعت کمال پر بھی پہنچایا۔

یہ حضور ﷺ ہی کے ادنی ترین کفش بردار تھے، جنہوں نے اسپین وغرناطہ، بغداد وسسلی، تیونس والجزائر، ترکستان وچین وتاتار میں سینکڑوں مدارس ومکاتب کھول دیے تھے۔ جن میں جملہ اقوام (مسلم وغیر مسلم) کو بلاتفریق مراتب یکساں تعلیم دی جاتی تھی۔ یورپ کو اقرار ہے، انکار نہیں کہ یہی اسلامی ممالک تمام یورپ کے استاد ہیں۔

اگر ہم پادریوں کی اس روش اور طریقہ کو دیکھیں جو علوم جدیدہ کی مخالفت میں ان کا رہا ہے اور پھر مسلمانوں کی اس فراخ دلی ووسعت خاطر کا اندازہ لگائیں جو علوم قدیمہ کی ترویج واشاعت نیز علوم جدیدہ کی ایجاد وحمایت میں ان کا معمول بہ رہا ہے تو بخوبی ہویدا ہوجاتا ہے کہ صرف مسلمان ہی ہیں جنہوں نے ابتداء دنیا میں علوم کو پھیلایا۔

تمام مسلمانوں کا یہ شیوہ اپنے سیدنا ومولانا نبی کریم ﷺ کے حکم کی تعمیل میں تھا۔ لہذا ان غلاموں کے افعال بھی حضور ﷺ ہی کے سنن ہدی کا بیان اور حضور ﷺ ہی کے اسوۂ حسنہ کی برہان ہیں اور یہ ایسی خصوصیت ہے کہ شکوہ کامل واحتشام اعلیٰ کے ساتھ حضور ﷺ ہی میں پائی جاتی ہے۔ غالباً یہ بیان نامکمل رہ جائے گا، اگر میں اس مقام پر مختصراً ذکر نہ کروں کہ علوم جدیدہ کی ترویج واشاعت میں مسیحیوں نے تنگ دلی اور اسلامیوں نے فراخ نظری کے کیسے کیسے نمونے دکھلائے۔

ڈی رومینس نے ظاہر کیا کہ قوس قزح بارش میں شعاع آفتاب کے انعکاس کا نام ہے اسے خدا کی کمان جنگ بتانا یا انتقام الٰہی کی علامت سمجھنا غلط ہے۔ صرف اتنی بات پر وہ قید کر کے روما بھیجا گیا۔ وہ جیل ہی میں مرا اس کے لاشہ کو اور اس کی کتابوں کو جلادیا گیا، جو حکم سوختگی لاشہ کی بابت صادر ہوا تھا۔ اس میں اس سوختنی کا یہ جرم بھی ظاہر کیا گیا تھا اور وہ روما کے کنیسہ کی صلح برطانیہ کے کنیسہ سے کرانا چاہتا تھا۔ گویا مساعی صلح اسی پاداش کا مستحق تھا برونو کر ۱۶۰۰ء میں لمبی قید کے بعد اس لیے زندہ آگ میں جلادیا گیا کہ اس نے دنیا کو عالم اسباب کہہ دیا تھا یا اس کے قول سے وحدت الوجود کا مسئلہ آشکار ہوتا تھا۔ کرویت زمین کا مسئلہ خلافت عباسیہ میں معلوم ہوا اور اس انکشاف سے مسلمانوں میں ایک پتہ بھی نہ ہلا مگر یہی مسئلہ جب یورپ میں پہنچا تو قیامت برپا ہوگئی اور بیسیوں فلاسفر جو زمین کو گول کہنے لگے تھے قتل کردیے گئے۔ چیچک کا ٹیکہ قسطنطنیہ میں دیر سے رائج تھا۔ ۱۷۲۱ء میں ایک عورت مسماۃ میری مونٹا اسے یورپ میں لے گئی تو پادریوں نے اس طریقہ علاج کی بے حد مخالفت کی۔ حتی کہ بادشاہ سے بھی درخواست کی گئی کہ شاہی اختیارات سے اس کا نفاذ روک دیا جائے۔ امریکہ میں جب یہ طریق نکلا تو عورت کو ولادت کے وقت مخدر کردیا جائے تو تمام پادری مخالف ہوگئے کہ عورت کو ولادت کے وقت آرام پہنچانا خدا کی لعنت کا مقابلہ ہے، جو کتاب پیدائش باب سوم میں عورت ذات کے لیے موجود ہے۔ کردنیاں اکسیمنس نے ۸ ہزار قلمیں کتابیں غرناطہ میں اس لیے سوخت کردیں کہ ان کا مضمون کنیسہ کی رائے کے مطابق نہ تھا۔

پروٹسٹنٹ کو ایک اصلاح یافتہ اور ترقی کردہ مذہب کہا جاتا ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ اس مذہب میں دل ودماغ کی آزادی عطا کی گئی ہے۔ اب اس آزاد مذہب کی حالت بھی سنو۔ کلفان نے سیرفیٹ کو جلا ڈالنے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ اس کی تحقیقات میں مجلس نیقہ کے انعقاد سے بھی پیشتر دین مسیحی میں بدعت داخل ہوچکی تھی۔ اسے زندہ دیکھتی

ہوئی آگ میں کباب کی طرح صرف اسی گناہ عظیم کی پاداش میں بھونا گیا۔ فایتی بھی ۱۷۲۹ء کو اسی جرم میں شہر تلوز میں جلایا گیا تھا۔ پادری لوتیرار سطو کو ہمیشہ جھوٹا، ناپاک، خنزیر کہا کرتا تھا۔ علم برادران اسلام نے نہ تو اخذ علوم میں اس لیے تنگ چشمی کی، وہ علوم اقوام غیر ممالک غیر کے ہیں اور علوم کی اشاعت میں اس لیے تنگ دلی کی طالب علم غیر مذہب، غیر قوم یا رعایائے غیر ہیں۔ ان ہر دو اوصاف کے تحت میں وہ ہزاروں واقعات موجود ہیں جو مؤرخین اسلام پیش کرتے ہیں۔ جن میں سے بیسیوں کا ذکر ڈیون پورٹ، لین پول اور ایڈورڈ گین نے بھی کیا ہے۔

مسلمانوں میں یہ روشنی اسی منبع نور سے آئی، جس کی خصوصیت کے اثبات میں آیت وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ زیب عنوان ہے۔ ناظرین کو تاریخ عالم کے تفحص سے معلوم ہو جائے گا کہ اس خصوصیت کا تاج حضور ﷺ صاحب معراج ہی کے فرق مبارک پر تاباں و درخشاں ہے۔ صَلَّى اللّٰهُ تعالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

خصوصیت نمبر ۱۶..... يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔ ہمارا نبی لوگوں کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

قبل ازیں تحریر ہو چکا کہ الکتاب قرآن مجید ہے اور تعلیم الکتاب کی تحت میں احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ شامل ہیں۔ لہذا خصوصیت ہذا کے تحت میں ''تعلیم حکمت'' کا مذکور ضروری ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۔ (۲:۲۶۹) جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر دی گئی۔

آیت بالا سے آشکارا ہے کہ فضاء محمودہ اور محاسن کثیرہ کا نام ''حکمت'' ہے۔ لفظ حکمت کا اثبات منصب نبوت سے علیحدہ بھی کیا گیا تھا۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ (سورۂ لقمان) ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی تھی۔

قابل غور یہ امر ہے کہ ''الکتاب'' اور ''تعلیم الکتاب'' کے بعد اب کون سی بات رہ گئی تھی جسے حکمت سے تعبیر فرمایا گیا۔ واضح ہو کہ ہدایات واضحہ اور بیانات راشدہ پر عمل کرنے کے موقع پر مختلف الامزجہ لوگوں کی حالت بھی مختلف ہوا کرتی ہے، نبی ﷺ نے پیچیدہ معاملات کو عملی طریق پر بھی حل کر کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مکمل تعلیم عطا فرمائی تھی۔

① ..... نبی کریم ﷺ رونق افروز مدینہ ہوتے ہیں تو اول مہاجرین و انصار میں مواخات قائم کرتے ہیں اور پھر یہودان یثرب اور مؤمنین اسلام میں ایک معاہدہ قلم بند فرما کر ان کو بھی اتحاد مدنیت میں شامل فرما لیتے ہیں۔ معاہدہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے:

هٰذَا كِتَابٌ مِّنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قُرَيْشٍ وَّ يَثْرِبَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ فَلَحِقَ بِهِمْ وَجَاهَدَ مَعَهُمْ اِنَّهُمْ اُمَّةٌ وَّاحِدَةٌ۔ وَاِنَّ يَهُوْدَ بَنِيْ عَوْفٍ اُمَّةٌ مَّعَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِنَّ بَيْنَهُمْ لَنَصْرًا عَلٰى مَنْ حَارَبَ اَهْلَ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ۔

ترجمہ:..... یہ تحریر محمد النبیؐ کی جانب سے ہے کہ مؤمنین و مسلمین مکہ و یثرب ایک قوم واحد ہوں گے اور جو جو لوگ ان کی اتباع کریں گے اور ان کے معاہدات میں شامل ہوں گے وہ سب ہی اس وحدت میں شامل ہوں گے۔ یہودان بنی عوف بھی مؤمنین کی معیت میں قوم سمجھے جائیں گے۔ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان باہمی امداد کا طریق جاری ہوگا خواہ کوئی بھی اس معاہدہ والوں کے خلاف لڑنے کو آئے۔ غور کرنے والا جب الفاظ معاہدہ کی گہرائی کا اندازہ کرے گا تو اسے یہ فعل عین حکمت نظر آئے گا۔

(۲) ..... سرور کائنات ﷺ نے مدینہ پہنچ کر ان سب راستوں پر آباد قبائل سے جو مکہ سے مدینہ کو آتے ہیں معاہدہ باہمی کا قائم و مستحکم کر لینا ضروری خیال فرمایا۔ بنوضمرہ اور بنومدلج کے معاہدات اسی حکمت پر مبنی ہیں۔

(۳) ..... صلح نامۂ حدیبیہ میں مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ لکھا گیا تھا۔ قریش کا کمشنر معاہدہ اس پر معترض ہوا، وہ اپنی بات پر اصرار کرتا ہے اور کاتب نبی بھی اس مقدس کتابت پر اتنا ہی جما ہوا ہے جتنا یہ کلمہ پاک اس کے دل پر مرتسم ہے۔ یہ تکرار یہاں تک بڑھ جاتی ہے کہ صلح نامہ کا نا تمام رہ جانا زیادہ یقینی ہو جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: میں محمد رسول اللہ بھی ہوں اور محمد بن عبداللہ بھی۔ لہٰذا محمد بن عبداللہ لکھ دیا جائے، اس حکمت سے سارا مناقشہ ختم ہو جاتا ہے۔

(۴) ..... کفار مکہ نے کفار یثرب کو لکھا کہ وہ مہاجرین وانصار سے جنگ شروع کر دیں۔ اگر یثرب والوں نے ایسا نہ کیا تو مکہ والے خود حملہ کر کے اپنے مخاطبین کو فناء کر دیں گے، اہل یثرب پر دھمکی کا یہ جادو چل گیا اور انہوں نے مہاجرین وانصار پر حملہ کی تیاری کر لی۔ نبی ﷺ یہ اطلاع پا کر اہل یثرب کے پاس گئے اور یوں تقریر فرمائی:

''تم اہل مکہ کی چال کو نہیں سمجھتے، وہ تمہارے ہاتھ سے تمہارے اعزاء واقارب کو جو مسلمان ہو گئے ہیں قتل کرانا چاہتے ہیں، حالانکہ اگر تم کو اہل مکہ سے جنگ کرنی پڑی تو وہ مقابلہ اغیار سے ہوگا''۔

اس مختصر تقریر نے عجیب اثر کیا اور اہل مدینہ میں جو اندرونی جنگ شروع ہونے والی تھی رک گئی۔ اس حکمت نے اہل اسلام کے ہجرت گاہ کو اندرونی بے امنی سے محفوظ کر دیا۔

(۵) ..... طائف وحنین کے لوگ مسلمانوں پر حملہ آوارانہ بڑھے تھے۔ ان کو بمقام اوطاس شکست ہوئی۔ ان کی فوج طائف کے قلعہ میں حصار بند ہو گئی، محاصرہ کیا گیا۔ جب محصورین کو محاصرہ کی سختی محسوس ہونے لگی اور اندر کے آدمی یگاں یگاں قلعہ کی دیوار پھاند پھاند کر بھاگنے لگے تو نبی ﷺ نے محاصرہ اٹھا دینے کا حکم دیا۔ اس حکم سراپا رحم کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند ماہ کے بعد طائف کی تمام آبادی مسلمان ہو گئی۔

(۶) ..... ہرقل نے عرب پر حملہ کرنا چاہا۔ نبی ﷺ نے یہ پسند نہ فرمایا کہ عرب کو روما کی فوجوں کا آماجگاہ بنا دیا جائے۔ خود آگے بڑھے اور عرب کی انتہائی سرحد پر جا کر ٹھہر گئے۔ اس میں یہ بھی حکمت ہے کہ تمام ملک کی امداد لشکر اسلام کو بخوبی پہنچ سکتی تھی۔ ہرقل پر اس پیش قدمی اور جرأت کا گہرا اثر پڑا اور اس نے عرب پر حملہ کے خیال کو دماغ سے نکال دیا۔

(۷)، (۸) ..... ہجری میں مکہ فتح ہوا تو وہاں سے ۳۶۰ بت تو نکال دیے گئے مگر خود عمارت کعبہ کے متعلق کوئی کارروائی نہ کی گئی۔ موجودہ عمارت وہ تھی جو حضور ﷺ کی نبوت و بعثت سے پانچ سال پیشتر بنائی گئی تھی۔ اس تعمیر کے وقت قریش نے سامان اور روپیہ کی کمی کی وجہ سے عمارت کا طول کم کر دیا تھا۔ نبی ﷺ نے اپنا منشاء بطور استحسان تو ظاہر فرما دیا کہ عمارت کا بناؤ ابراہیم پر ہونا بہتر ہے مگر اس حکمت سے کہ ابھی قوم کی دین داری حداثت میں ہے۔ عمارت کو جوں کا توں چھوڑ دیا۔ ابھی وہ لوگ موجود تھے جنہوں نے اس عمارت کے لیے مالی، بدنی امداد دی تھی۔ اس لیے یہ بعید نہ تھا کہ ان لوگوں کو اس عمارت کا انہدام شاق گزرتا۔ نبی ﷺ نے دل داری

ودل دہی کی بنیاد کو مضبوط فرمایا اور اینٹ پتھر کی عمارت کے لیے زیادہ اہتمام نہ فرمایا۔

امثال بالا اور اس کی اشباہ و نظائر سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کیوں کر جملہ معاملات تمدن و اخلاق اور مصلحت شناسی میں تعلیم حکمت کو جاری رکھتے تھے۔ ہاں! یاد رکھو کہ تعلیم حکمت میں یہ امر بھی شامل ہے کہ نبی ﷺ نے احکام شرائع کو علل و حکم پر مبنی ٹھہرایا تھا اور ان احکام کو علت و حکمت کا اظہار بھی فرمادیا کرتے تھے۔ یہ ایک عجیب خصوصیت حضور ﷺ کی حکمت آموزی کی تھی، ورنہ حضور ﷺ سے پیشتر شرائع ماقبل میں بہت کم اس پر توجہ کی گئی بلکہ احکام کی تعمیل و عدم تعمیل کو علامت، اطاعت یا نشان طغیان کے اصول پر منحصر رکھا گیا تھا، جس سے لوگ سمجھنے لگے تھے کہ شریعت کی مثال ایسی ہے کہ ایک آقا نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ اس پتھر کو ادھر سے اٹھا کر ادھر رکھ دے اگر غلام نے پتھر اٹھا دیا تو فرماں بردار سمجھا گیا اور نہ اٹھایا، تو نافرمان قرار دیا گیا، حالانکہ اس حکم سے نہ آقا کا کوئی اصلی مقصود تھا اور نہ غلام کا کچھ فائدہ یا نقصان اس کی تعمیل یا عدم تعمیل میں مضمر تھا۔

ہاں! دیکھو کہ نبی ﷺ نے شریعت کو بطور طبِ روحانی مرتب فرمایا ہے۔ عضو عضو پر وارد ہونے والے امراض روحانیہ کا ذکر فرمایا، پھر ان کا علاج اور علاج میں مفرد و مرکب اشیاء کا استعمال سکھایا ہے۔ صحت قلب کی حفاظت کرنے والی، حیات روحانی کو نشوونما دینے والی، روحانیت کے اعضائے رئیسہ کو قوی و چست بنانے والی ادویہ کا ذکر درجہ بدرجہ فرمایا ہے۔ تکمیل نفس کے بعد حضور ﷺ کی تعلیم حکمت کا دور ثانی شروع ہوتا ہے اور تدبیر منزل و ترتیب عائلہ کے مفصل احکام ملتے ہیں۔

دور ثالث میں سیاست مدن کے دروس کا آغاز ہوتا ہے۔ اقوام عالم اور بلدان جہاں کے واجبات و حقوق سے عالم در عالم کو روشناس فرمایا ہے۔ حضور ﷺ کی یہ جملہ مساعی بطور معلم حکمت ہیں اور اہل بصیرت و دانش کو اقرار کرنا پڑے گا کہ حضور ﷺ کے برابر اس فرض کو اور کسی نے بھی اس حسن تکمیل کے ساتھ ادا نہیں فرمایا۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ اسماء اللہ الحسنیٰ اللہ تعالیٰ کا نام بھی ''حکیم'' ہے اور کتاب اللہ کی صفت میں بھی یہی اسم استعمال ہوا ہے فرمایا: یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ اور اس کتاب حکیم نے حضور ﷺ کو معلم حکمت بتلایا ہے، تو ان حوالہ جات سے اول تو حکمت و دانش اور علم و دانش کا درجہ بلند تر ہو جاتا ہے اور پھر نبی ﷺ کے منصب عالی کا ارفع و اعلیٰ ہونا بخوبی ذہن نشین ہو جاتا ہے۔

تعلیم حکمت کے متعلق مجھے نبی کریم ﷺ کی صرف ایک حدیث اس مضمون کے اختتام پر لکھ دینی چاہیے۔ مضمون حدیث کی ہمہ گیری اور ارشاد کی حکمت آموزی کی وسعت کا اندازہ ناظرین خود فرمالیں گے۔

كَلِمَةُ الْحِكْمَةِ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ إِذَا وَجَدَهَا أَخَذَهَا۔ کہ حکمت کو تم گم شدہ لعل سمجھو، جہاں پاؤ، اپنا اسے مال سمجھو۔

خصوصیت نمبر ۱۷..... وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۔ (سورۂ اعراف)

اور ان کا بوجھ ہلکا کر دیتا ہے اور پھندے کھول دیتا ہے جو ان پر پڑے تھے۔

آیت بالا سے روشن ہے کہ لوگوں کو بھاری بوجھوں نے دبا رکھا تھا اور ان کے ہاتھ پاؤں زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے۔ ان بندشوں، قیدوں اور زنجیروں، بندھنوں سے لوگوں کو نبی کریم ﷺ ہی نے آزاد فرمایا تھا اور

ایسا کرنا حضور ﷺ کی نبوت عامہ کا لازمہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کی نبوت عرب وعجم پر عام ہے اور حضور ﷺ کی دعوت میں کَافَّۃً لِّلنَّاس شامل ہیں لہٰذا مفہوم آیت بالا کے سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ قبل از بعثت نبوی دنیا بھر کی ساری اقوام کیسی کیسی قیود بیجا میں گرفتار تھیں۔ ہم مختصراً عرب، یہود ونصاریٰ، مجوس وہنود کا ذکر کریں گے۔ یہی وہ اقوام ہیں جن کو تمدن کے لحاظ سے کوئی منزلت دی جاسکتی ہے۔

الف۔ عرب:..... عرب بدکاری وزنا کاری سے نادم نہیں ہوتے تھے اور اپنے افعال قبیحہ پر فخر کرتے ہوئے ان کو اپنے اشعار کے ذریعہ مشتہر کیا کرتے تھے۔ شراب اور سخت نشیلی عرقیات کا استعمال عام تھا۔ مدہوشی میں جو معیوب اور خراب باتیں سرزد ہوتیں ان پر شرمندہ نہیں ہوتے تھے۔ لونڈیوں کو جو قینات کہلاتی تھیں، گانے بجانے، ناچنے کے لیے پالا کرتے تھے۔ ان کی زنا کاری کی آمدنی ان کے آقا اچھی آمدنی سمجھا کرتے تھے، جو عورتیں لڑائی میں گرفتار ہوتیں ان کو قینات میں داخل کیا جاتا تھا۔ عورت کسی جانور کا دودھ نہیں دوہ سکتی تھی اگر کسی گھرانے کی عورت ایسا کر بیٹھتی تو سارا خاندان حقیر سمجھا جاتا۔ مال وراثت کا حصہ صرف بالغ مرد پاتے تھے۔ تمام عورتیں اور بچے اپنے والدین اور عزیز واقارب کے ترکہ سے قطعاً محروم رکھے جاتے تھے۔ بیوہ عورت پر متوفی شوہر کا قریبی رشتہ دار اپنی چادر ڈال دیتا تھا، عورت خوش ہو یا ناخوش وہ چادر والے کی بیوی بن جاتی تھی۔ سوتیلے بیٹے بھی اپنی سوتیلی ماؤں پر اسی طرح قابض ہوجایا کرتے تھے۔ عورتیں بے حجاب مجمع عام میں نکلا کرتی تھیں اور اپنے جسم کا مخفی سے مخفی حصہ عوام الناس کو دکھلانے میں عار نہ سمجھتی تھیں۔ مرد وزن جسم کو نیل سے گودا کرتے۔ عورتیں مصنوعی بال لگاتیں، دانتوں کو درانتی سے تیز بناتیں اور ان مصنوعی طریقوں سے خود کو نوجوان بنا کر جوانوں کو جُل دیا کرتی تھیں۔ جو خاندان زیادہ شریف سمجھے جاتے تھے وہ زندہ لڑکیوں کو زیر زمین دفن کردیا کردیتے یا چاہ عمیق میں دھکیل کر ہلاک کردیتے تھے۔ اس فعل پر فخر کیا کرتے اور اس کو اعلیٰ شرافت کا نشان سمجھا کرتے تھے۔ ازواج کے متعلق کوئی قاعدہ موجود نہ تھا اور محرم وغیر محرم عورتیں کی تمیز کے لیے کوئی صاف آئین منضبط نہ تھا۔ قمار بازی نہایت دل پسند شغل تھا اور مشہور لوگوں کے گھر ''قمار خانہ عام'' سمجھے جاتے تھے۔ ارواح خباثہ کا اعتقاد عام تھا اور انسان پر ایسی ارواح کے تصرف تام کو تسلیم کرتے تھے۔ خیالی ووہمی دیوتا اور دیویاں مانی جاتی تھیں۔ ان کی شکلیں اور صورتیں عجیب عجیب بناتے اور اسی کے موافق ان کے بت گھڑے جاتے تھے، پھر مندروں میں استاپن کیے جاتے اور پوجے جاتے تھے۔ عموماً ہر ایک قبیلے والے اپنا بت الگ تجویز کیا کرتے تھے اور اپنی قسمت اسی بت کے قبضہ میں سمجھا کرتا تھا، اگر ایک قبیلے کی عداوت دوسرے قبیلے سے ہوجاتی تو اس کے بتوں سے بھی عداوت ونفرت کی جاتی تھی۔ گھوڑ دوڑ پر بازی لگانے کا بہت رواج تھا۔ اسے رہان کہتے تھے۔ گھوڑ دوڑ میں تین یا سات گھوڑے شامل کیے جاتے تھے۔ گھوڑوں کے نمبر لگانے میں کبھی اتنا اختلاف بڑھ جاتا کہ لڑائی چھڑ جاتی اور برسوں تک جاری رہتی تھی۔

اگرچہ غلاموں کا آزاد کرنا موجب فخر ومباہات سمجھا جاتا تھا مگر آزاد شدہ غلاموں پر مالک کا حق ملکیت قائم رہتا تھا۔ اس حق کو آقا دوسرے کے پاس فروخت یا ہبہ بھی کرسکتا تھا۔ بتوں اور ارواح کی پرستش کی جاتی۔ ان کو سجدہ کیا جاتا، ان کی منت مانی جاتی، ان کے نام پر قربانیاں کی جاتیں۔ اونٹ، گائے، بکری کا پہلوٹا بچہ ان کے نام پر

ذبح کیا جاتا۔ زراعت میں زمین کا بہترین حصہ بتوں کے نام پر خاص ہوتا، اگر حصہ کی پیداوار کسی ارضی وسماوی حادثہ سے ماری جاتی تو زمین کے دوسرے حصہ کی پیداوار سے اس کی کمی کو پورا کیا جاتا۔ بھوک اور قحط کے وقت مویشی کا خون پی جاتے تھے۔ زندہ جانوروں کے جسم سے گوشت کاٹ کر کھا جاتے تھے۔ جانوروں کی حرکات سے یا آوازوں سے شگون لیا کرتے، ٹوٹکے، منتر مانے جاتے تھے۔ ان کی عقل وفکر پر توہمات کی پوری حکومت تھی۔ انتقام اور کینہ جوئی کو اچھا سمجھا جاتا۔ ایک ایک، دو دو نسل اوپر کے واقعات کا انتقام لیا جاتا اور اسے بہادری کا لازمہ سمجھا جاتا۔ عرب کے ملحق الحدود ملکوں میں جو جو فواحش اور قبائح موجود تھے، ان کو جلد اخذ کر لیا جاتا۔ حسب نسب پر غلو کے ساتھ فخر کیا کرتے۔ ہر ایک قبیلہ دوسرے قبائل کو ذلیل وحقیر سمجھا کرتا اور یہی بات بسا اوقات عداوت، منافرت اور جنگ کا موجب بن جاتی۔ خاندانی رسوم کی حکومت دل ودماغ پر قانون اور مذہب سے بڑھ کر حکمران تھی۔ رسوم کے مقابلہ میں حریت رائے کا وجود گم تھا۔ اپنے دشمنوں کو نیست ونابود کرنے کے لیے قبائل اپنے ملحق الحدود اقوام غیر سے ساز باز رکھا کرتے۔ فارس، روما، حبش کو اپنے ملک پر چڑھا لانے پر ہوشیاری سے کام لیتے۔ ان کے مشہور بت مندرجہ ذیل تھے:

ھبل:..... یہ بہت لانبا بت خانہ کعبہ کے سامنے والی دیوار کی منڈیر پر نصب شدہ تھا۔ عرب کے تمام قبائل اس کی عظمت کے سامنے سرنگوں تھے۔ جنگ احد میں ابوسفیان نے اعل ھبل ہی کا نعرہ لگایا تھا۔ میں نے ۱۳۳۹ھ میں باب السلام سے باہر پتھر کا ایک لمبا ستون پڑا ہوا دیکھا تھا۔ جس کے اوپر سے قدم رکھتے ہوئے لوگ آتے جاتے تھے۔ عام طور یہ مشہور تھا کہ یہ ستون اسی بت ہبل کا ایک حصہ ہے۔ اس کے تین پہلو نمایاں تھے، ان پر کوئی مورت نہ تھی۔ وُد، سواع، یغوث، یعوق، نسر، حضرت شیث علیہ السلام کے پوتوں پر پوتوں کے نام ہیں۔ لوگوں نے ان کے بت تیار کر رکھے تھے۔ قبیلہ بنو کلب ودکو بنو مدلج سواع کو بنو مراد یغوث کو بنو ہمدان یعقوق کو اور بنو ہمدان کی دوسری شاخ نسر کو معبود سمجھا کرتے تھے۔

لات:..... لفظ اللہ کا مؤنث بنایا گیا ہے۔ اسے ''ربہ'' بھی کہا کرتے تھے۔

منات:..... لفظ منان کا مونث ہے، کوہ مشلل پر اس کا بت تھا۔ ان دونوں بتوں کی خدائی تمام عرب میں مسلمہ تھی۔ ہذیل ونزار، اوس وخزرج منات کے خالص پوجا کرنے والے تھے۔

عزی:..... لفظ عزیز کا مونث ہے۔ بنوشیبان خصوصیت سے اس کی پرستش کرتے اور اعتقاد رکھتے کہ موسم گرما میں خدا اسی کی استھان میں رہا کرتا ہے۔ بنو کنانہ بھی اس کے معتقد تھے۔

دوار:..... نوجوان عورت کا بت تھا، اس کے گرداگرد چکر لگایا کرتے۔

اساف:..... ابن یعلی اور مسماۃ نائلہ بنت زید بن جرہم۔ یمن کے باشندے تھے، ان کے باہمی تعلقات گندے تھے، مکہ مکرمہ پہنچ کر یہ مرتکب کبیرہ ہوئے، ان کو سزا دی گئی اور ان کے لاشے تشہیر ورسوائی کے لیے بلا دفن رکھے گئے۔ اساف کو کوہ صفا پر اور نائلہ کو کوہ مروہ پر۔ لاشے گل سڑ گئے تو ان کے بت بنا کر

رکھ دیے گئے۔ کچھ عرصہ بعد لوگ ان دونوں کی پرستش کرنے لگے۔ (ماخوذ از غاشیۃ اللبھان: ۳۱۰)

عبعب: ..... ایک بڑا پتھر تھا، قربانی چڑھانے کا استھان۔

عم انس: ..... زراعت کا دیوتا، جیسے یوپی کی صوبہ میں ایک فرضی نام ماموں اللہ بخش بنا رکھا ہے۔ ایسا ہی یہ ایک بت کا نام تھا۔ ایک بار ایام قحط میں اس بت کی رضامندی کے لیے ایک سونبیل (گاؤنر) اس کی بھینٹ چڑھائے گئے۔ اس کے حالات وفد خولان نے اسلام لانے کے بعد نبی ﷺ کے حضور میں گزارش کیے تھے۔

ذوالکفین ..... لکڑی کا بت تھا، قبیلہ دوس کا معبود، طفیل بن عمرو بن صمصمہ نے اسلام کے بعد اسے الگ لگا کر راکھ بنایا تھا۔

فلس: ..... قبیلہ طے کا بت تھا، جلایا گیا۔

سعد: ..... بنی ملکان بن کنانہ کا بت۔

ذوالشری: ..... بنوحرث بن شکر کا بت۔

بھم: ..... بنومزینہ کا بت۔

شعیر: ..... بنوعنزہ کا بت۔

ذوالخلصہ: ..... تاج پوش عورت کی شکل میں قبیلہ خشم وبجیلہ کا معبود (ماخوذ از زرقانی وغاشیۃ اللبھان)

ان بتوں کی پرستش میں جن تکالیف اور مصائب نے اہل عرب کو اپنا شکار بنا رکھا تھا، انہی کو آیت پاک میں ''اصر'' اور ''اغلال'' فرمایا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی پاک تعلیم ہی کے طفیل تمام عرب کو ان بندشوں سے نجات ملی تھی۔ اب یہود کا حال بھی معلوم کرو۔

ب۔ یہود: ..... یہود اگرچہ صرف اسی ایک قبیلہ کو کہنا چاہیے تھا، یہود اپسر یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہیں لیکن اب یہ نام بہ عرف عام ان بارہ قبائل کا ہو گیا ہے جو دوازدہ اسباط بنو اسرائیل ہیں۔ ذیل میں اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) کے سب فرزندوں کے نام بہ ترتیب ولادت تحریر کیے جاتے ہیں۔

نمبر شمار	نام	نام کے معنی	والدہ کا نام
①	روبن	انظروا ابناً، بیٹا دیکھو	لیاہ بیگم
②	سمعون	سماعت	لیاہ بیگم
③	لاوی	جفت	لیاہ بیگم
④	یہوداہ	تحسین	لیاہ بیگم
⑤	دان	منصف	مسماۃ بلہا کنیز راخیل بیگم
⑥	نفتالی	کشتی گیر یا پہلوان	مسماۃ بلہا کنیز راخیل بیگم
⑦	جد	عسکر	مسماۃ زلفہ کنیز لیاہ بیگم
⑧	آشر	نصیب	مسماۃ زلفہ کنیز لیاہ بیگم

⑨	آشکار	اجرت یاانعام	لیاہ بیگم
⑩	زبون	رفیق	لیاہ بیگم
⑪	یوسف	مزید	راخیل بیگم
⑫	بن یمین	دست راست کافرزند	راخیل بیگم

یہودیوں کی عزت وشہرت داؤد علیہ السلام کے عہد سے بڑھ گئی تھی، ان کے فرزند سلیمان علیہ السلام کے عہد میں ہر بر یہودا اپنی خوشی سے اٹھتا بیٹھتا تھا۔ سلیمان علیہ السلام کو دنیا سے رخصت ہوئے چند ہی سال ہوئے تھے کہ ان کے فرزند رجعام سے دس اسباط علیحدہ ہو گئے۔ رجعام کی حکومت صرف دوفرقوں پر رہ گئی۔ رجعام کی اولاد شاہان یہود اور دوسری شاخ شاہان بنو اسرائیل کہلائے۔ وہ یروشلم جسے خدا نے اپنا گھر کہہ کر منظور کیا تھا چالیس سال ہی کے بعد پھر مردود ربانی ٹھہرا۔

یہودیوں کی تاریخ کو پڑھو، پھر وہ ہمیشہ کے لیے مصیبتوں کی داستان بن گئی۔ ان میں بت پرستی و بے ایمانی کا آغاز تو عہد سلیمانی کے آخری ایام ہی میں ظہور پذیر ہو گیا تھا۔ بخت نصر نے دونوں شاخوں کا خاتمہ کیا۔ اس وقت سے ان کی تاریخ اسیری، مظلومی، جلاوطنی، غلامی کے واقعات سے لبریز ہے۔ یہ عہد سلطنت نیرور بادشاہ روما یعنی فلسطین یہودیوں سے بالکل خالی تھا۔ وہ مَلْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَا ثُقِفُوْا ۔ کے پورے پورے مصداق تھے۔

جب قسطنطین اول عیسائی ہو گیا تو یہودیوں کی حالت آسیائے سنگ میں پھنسے ہوئے دانہ کی سی تھی۔ ان کی قومیت کسی جگہ تسلیم نہ کی جاتی تھی۔ ان کو کسی ملک میں بھی آزاد شہری کے حقوق حاصل نہ تھے۔ دینی حالت بد سے بد تر تھی۔ موسیٰ کلیم اللہ کے عہد سے لے کر عیسیٰ کلمۃ اللہ کے زمانہ تک انہوں نے ہر ایک نبی اللہ کی تکذیب وتذلیل میں ہمیشہ سرگرمی دکھلائی تھی۔ کتاب تورات ان میں موجود نہ رہی تھی۔ اس لیے حلال وحرام اور سخط ورضا کا بیان صرف احبار کے اخبار واعتبار پر رہ گیا تھا اور یہ لوگ اکل سحت۔ مردار خواری اور اخذ ربوا (سود خواری) میں اتنے دلیر ہو گئے تھے کہ فتاوی شرعیہ فروخت ہوتے تھے اور امیر وغریب کے مقدمات مقدار رشوت کے مطابق طے ہوتے۔

اللہ تعالیٰ نے اس قوم میں رسل وانبیا بکثرت وتواتر سے بھیجے، لیکن اسرائیلیوں نے کبھی ان کی نہ وقعت کی اور نہ نصرت، بلکہ بعض اوقات کو قتل کرنے سے بھی نہ ٹلے۔ توہمات نے روحانیت مذہبی کو فنا کر دیا تھا اور خود گھڑت زہد واتقا نے شریعت کو ان کے حق میں لعنت ٹھہرایا تھا۔ سیدنا مسیح ان کو سانپ اور سانپ کے بچے فرمایا کرتے تھے۔

سیدنا ومولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مخذول قوم کے اغلال واصر کو دور کر دینے کا عزم فرمایا اور از راہ ترحم چاہا کہ ان کو بھی دنیا کی دیگر اقوام کی مجلس میں عزت کی جگہ عطا فرمائیں۔ اس مبارک خیال سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچتے ہی ایک معاہدہ بین الاقوامی منعقد فرمایا اور معاہدہ میں یہود کو تمدن کے حقوق مساویانہ سے معزز بنایا۔

ان کی دینی حالت کو درست فرمانے کی طرف توجہ کی گئی۔ یعنی احبار کے خود ساختہ فتاوے سے ان کو علیحدہ کر کے اصل شریعت سے روشناس فرمایا اور یہود کے مقدمات باہمی میں توریت کے احکام بینہ کے مطابق فیصلے صادر کیے۔

یہ جملہ تدابیر اس قوم کی اغلال واصرار سے رہائی دلانے کے لیے تھے۔ شریعت موسوی کے احکام میں بھی شدت

وسختی بہت زیادہ تھی۔ مثلاً توبہ کے لیے خودکشی یا تحریم دیت یا تحریم غنیمت یا سبت کا قطعاً ترک عمل یا نماز کا کنیسہ سے باہر عدم جواز وغیرہ وغیرہ ان احکام میں سہولت ووسعت کا پیدا کر دینا بھی اصر واغلال سے رہائی دینے کے برابر تھا۔

ج۔ نصاریٰ:..... مسیح نے اپنے لیے بارہ شاگرد چن لیے تھے کہ وہ بنی اسرائیل کے دوازدہ اسباط کے سامنے مسیح کی تعلیم کے گواہ ٹھہریں۔ ایسے کامل استاذ کی موجودگی میں بھی یہ لوگ ایسے کچے نکلے کہ مسیح نے کئی بار ان سے فرمایا کہ اگر ان میں رائی کے دانہ برابر بھی ایمان ہوتو وہ ایسا اور ایسا کر سکتے ہیں۔ مسیح ان کی ملامت فرمایا کرتے کیوں کہ مسیح کے ساتھ ایک وقت بیدار رہ کر بھی وہ دعاء واستغفار میں مشغول نہ رہ سکتے تھے۔ حضرت مسیح کی تشریف بری لے جانے کے بعد ان بارہ شاگردوں کے درمیان عقائد اور اعمال کے متعلق سخت اختلافات نمودار ہو گئے۔

الف..... احکام شریعت (توریت) کی پابندی ضروری ہے یا نہیں۔

ب..... اقوام غیر میں تبلیغ عیسائیت جائز ہے یا نہیں۔

ج..... ختنہ صرف اسرائیلیوں کے لیے ہے یا ہر ایک شخص کے لیے جو عیسائیت میں داخل ہو۔ ان مسائل پر خوب گرما گرم بحثیں ہوا کرتیں۔

پولوس یہودی جو بارہ شاگردوں میں نہ تھا بلکہ مسیح کی عدم موجودگی میں خود مسیح اور ان پر ایمان لانے والوں کو ستانے والا تھا۔ اب عیسائیت میں داخل ہو گیا تھا۔ اس کی علمی قابلیت ان کے بارہ شاگردوں سے بڑھی ہوئی تھی۔ اس لیے وہ تحریر وتقریر میں خاص شاگردان مسیح علیہ السلام کو دبا لیتا تھا اور اس تعلیم کے مقابلہ میں جس کی بابت مسیح نے ان کو اپنا گواہ ٹھہرایا تھا ایک نئی تعلیم پیش کرتا تھا۔ پولوس ہی تھا جس نے اپنے خواب کو شریعت سے بالاتر درجہ دیا اور شریعت کی حرام کردہ اشیاء کو نئی نسل کے لیے حلال ٹھہرا دیا۔ پولوس نے اپنی زندی میں یہ ایسی نظیر قائم کر دی تھی جو آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے شمع راہ بن گئی۔ کونسلوں پر کونسلیں قائم ہوتی تھیں، نئے نئے اعتقاد بنائے جاتے اور منظور کیے جاتے تھے اور پھر جو کوئی اس اعتقاد محدثہ سے اختلاف رائے کا اظہار کرتا تھا، اسے تلوار اور موت کے گھاٹ اتارا جاتا تھا۔ کونسلوں کے نزدیک زیادہ ضروری فیصلہ طلب مسئلہ مسیح علیہ السلام کی الوہیت وابنیت کا تھا۔ کسی نے مسیح علیہ السلام کو دو شخصیتوں اور ایک روح والا اور کسی نے مسیح علیہ السلام کو ایک شخصیت اور دو روح والا قرار دیا تھا۔ کسی نے مسیح علیہ السلام کو زندگی دنیوی تک بشر اور صلیب کے بعد ابنیت پر فائض بتلایا۔ بہت تھوڑے لوگ تھے جو قدیم عقیدے پر قائم رہ گئے تھے اور مسیح کو بشر اور نبی سے بڑھ کر کچھ تسلیم نہ کرتے تھے۔ تثلیث کا اعتقاد بھی کونسلوں نے نکالا۔ اس اعتقاد کو افلاطون کی تثلیث (خدا، عقل اور نفس کلی) سے لیا گیا تھا۔ افلاطون کے مسائل یونان میں عام تھے اس لیے یونان میں اس تثلیث پر کوئی اعتراض نہ کیا گیا اور عقیدہ جلد پھیل گیا۔

تثلیث کے اقانیم کی بابت بھی اختلافات ہوئے۔ کسی نے تثلیث کے ارکان

① .....خدا۔ ② .....مریم۔ اور ③ .....مسیح کو بتایا۔ کسی نے ① .....خدا۔ ② .....جون یعنی یوحنا اور ③ .....مسیح کو بتایا۔ کسی نے ① .....خدا اور ② .....مسیح کو اقانیم ثلاثہ ظاہر کیا۔

پھر روح القدس کے متعلق اختلافات شدید ظاہر ہوئے۔

(۱)..... کسی نے بتلایا کہ مسیح کی پیدائش خدا اور روح القدس سے ہوئی۔

(۲)..... کسی نے بتایا کہ روح القدس کی پیدائش خدا اور مسیح سے ہوئی۔ یہ اختلافات وہ تھے جو شجر عیسائیت کی جڑ میں جراثیم بن کر اسے بیخ و بن اسے کھوکھلا کر رہے تھے۔

روما و قسطنطنیہ اور مصر و یروشلم کے کلیسا اپنے اپنے شرف و بزرگی کے مدعی تھے اور ایک دوسرے پر خارج از دین ہونے کے فتوے جاری کر رہے تھے۔ انہی ایام میں مریمؑ اور مسیح علیہ السلام کا نمونہ بننے کا شوق بھی ان میں پیدا ہو گیا تھا۔ ہزاروں عورتیں اور ہزار در ہزار مرد نن اور منک (راہبات و رہبان) بن جاتے تھے۔ ان کا وجود متمدن دنیا کے لیے بوجھ تھا۔ نیز کلیسا کے اخلاق و اعمال پر ایک بدنما دھبہ تھا۔

کفارہ کے مسئلہ نے اعمال صالحہ کی رغبت کو مٹا دیا تھا اور مسیح کے لعنتی اور جہنمی بن کر نجات دہندہ ہو جانے کی مسرت نے وحشیانہ طبائع کی امنگوں کو مطلق العنان کر دیا تھا۔ مقدس جھوٹ کے مسئلہ نے ہر ایک فرقہ کو اپنی اپنی خواہشات اور قیاسات کے مطابق اعلیٰ سندات بنا لینے کے اختیارات کامل عطا کر دیے تھے۔

ان تمام خرابیوں نے مسیحیت کو نہایت مکروہ اور قابل نفرت بنا دیا تھا۔ پرسپیٹر، آرڈین، ڈبکن بشپ وغیرہ کے ہاتھوں جو جور و ستم عیسائیوں پر ہوئے ان کے سامنے ہیروڈیس اور نیرو کے مظالم بالکل ہیچ تھے۔ یہی حالت تھی جب نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے۔ اسلام کے ظل حمایت میں آ جانے کے بعد شام و مصر اور عراق کے عیسائیوں کو اپنے اپنے معتقدات پر رہ کر امن مستحکم کی زندگی نصیب ہوئی۔ اسلام کی حفاظت نے ان اغلال و اصرار (ہتھکڑیوں اور طوقوں) کو ان کے جسم سے اتار، جنہوں نے عیسائیوں کے سر و دوش اور عقل و ہوش کو زیر بار گراں کر رکھا تھا۔

د۔ **ہندو اقوام**..... اہل اسلام نے دریائے انڈو یا سندھ کے شرق میں رہنے والوں کو انڈو یا یا ہندو تحریر کیا ہے۔ اس ملک اور قوم کی تاریخ قدیم بالکل تاریک تھی۔ تاہم ایسے آثار قوی پائے جاتے ہیں کہ اس ملک میں بھی کسی زمانہ میں علم کی ترقی ہو چکی ہے۔ ہندو قوم اور ملک اور مذہب و علم کا زوال مہابھارت کی جنگ سے شروع ہوا۔ (ستیارتھ پرکاش)

یہ جنگ کم از کم ڈیڑھ ہزار سال قبل از مسیح ہوئی تھی۔ (قدیم ہندوستان مصنفہ رومیش چندرت صاحب)

بیان کیا جاتا ہے کہ سارے ہندوستان میں کوئی ایک شخص ایسا نہ رہ گیا تھا جو فریقین (کورو پانڈو) میں سے کسی ایک کا جانب دار نہ ہو۔ ہم اندازاً قیاس کرتے ہیں کہ اس وقت ملک کی آبادی پانچ کروڑ تو ضرور ہو گی مگر جنگ کا کیا نتیجہ ہوا کہ طرفین میں سے صرف بارہ مرد زندہ باقی رہ گئے۔ فاتحین نے یہ حالت ہوش ربا دیکھی تو انہوں نے بھی جلد از جلد اپنی زندگیوں کا خاتمہ کر دیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام سے چھ صدی پیشتر بدھ مذہب نے ظہور کیا۔[1] بدھ نے پالی زبان کو اختیار کیا تھا اور سنسکرت پڑھانے کی ممانعت کر دی تھی۔[2] ویدمت کی جگہ بدھ مت قائم ہو جانے سے قدیم

---

[1] بدھ کا اصلی نام سدھارتھ ہے۔ خاندانی نام گوتم بدھ تعظیمی نام ہے۔ جس کے معنی بیدار ہیں۔ کپل وستو نیپال کی لڑائی میں مایا کے بطن سے نکاندسرورنا پیدا ہوا۔ اس کا باپ ساکھیا قوم کا حکمران تھا۔ مسماہ سیودا سے شادی ہوئی۔ راہولا نام فرزند پیدا ہوا۔ ۲۹ سال کی عمر میں فقر اختیار کیا۔ سن ولادت ۵۶۰ قبل مسیح ہے۔ ہشتاد سالہ عمر میں انتقال کیا۔ دنیا کے مشہور ترین اشخاص میں سے ہیں۔

[2] پنڈت وجے نرائن کی کتاب بدھ صفحہ ۱۶۹۔

مذہب کی کتابیں نیست ونابود ہوگئیں اوران کا جاننے والا بھی کوئی باقی نہ رہا۔

شنکراچارج نے ان لوگوں سے کچھ مناظرے کیے اوراپنی علمیت کا رنگ جمایا۔مگروہ ۳۳، ۳۴رسال کی عمر میں مرگیا،اس کی مساعی کا نتیجہ صرف اتنا ہوا کہ سنسکرت کو پھر دربار میں جگہ مل گئی،مگراس کے ساتھ ساتھ شاعرانہ غلواوراستغراق نے بھی قدم جمالیےاورحقائق وواقعات پراستعارات کا پردہ پڑگیا۔قدیم کتابوں میں سے ایک کتاب مہابھارت پائی جاتی ہے،مگروہ بھی یارلوگوں کے تصرفات سے محفوظ نہ رہی۔بیس ہزارشلوک اس کتاب میں جعلی طور پرشامل کرلیے گئے۔(ستیارتھ پرکاش)۔بدھ مذہب کازورراجہ اشوک کے عہد تک رہا۔[1]

اس کے بعد بدھ ازم روبہ زوال ہوگیا۔بدھ ازم کے اصول متمدن دنیا کے ساتھ ساتھ نہ چل سکتے تھے۔ بھکشوؤں (گداگروں) کی لاتعداد جماعت جو بدھ مت نے تیار کردی تھی،وہی زیادہ تر اس کے زوال اورحدود ملک سے انتقال کا باعث بھی ہوئی۔گوپران مت نے بھی اس کے نکالنے میں بہت بڑی جدوجہد کی تھی۔

بدھ مت کے بعد ملک کی حالت بد سے بدتر ہوگئی۔فسق وفجوراورفواحش کا دوردورہ ہوگیا،چکرانت،دام مارگی، شہسر بھگ درشنان مکتی،شاکت،نوارک آدک،رام ایاسک،ڈنڈی وغیرہ بیسیوں ایسے فرقے پیدا ہوگئے جنہوں نے اخلاق وتہذیب کوجلاکرراکھ کردیا۔[2] یہ فرقے تمام ہندوستان میں چھائے ہوئے تھے۔انہوں نے شراب،جوا ،بدکاری کومذہب کالباس پہنا کرپوتر قراردیا تھا۔ہندوستان کی یہی بدترین حالت تھی۔جب سندھ اورشمال مغربی حدوداورجنوبی ہند سے مبلغین اسلام پہنچے۔انہوں نے ملک کوحقائق ومعارف سے روشناس کیا۔تب دیدہ وروں کو اپنی برہنگی نظرآئی،اکثر نے خلعت اسلام زیب تن کیااوراکثر نے اپنی دھوتی کوخود ہی سنبھال لیا۔الغرض یہ وہ اصرار واغلال تھے،جن سے رہائی ہندوملک اورہندوقوم کو نبی ﷺ کے خدام اورتعلیم اسلام کی طفیل حاصل ہوئی۔

ھ۔مجوس..... ایران میں نہایت قدیم زمانہ سے سلطنت قائم تھی،انہوں نے قریبا ایک ثلث کرۂ ارض پرجو اس وقت آبادتھا حکومت کی،حکومت سے امن،امن سے عیش وعشرت کا وجود پیدا ہوا۔عیاشی نے دل ودماغ کو کمزورکردیااورایوان سلطنت کی بنیادوں کومتزلزل کردیا۔مانی کے مذہب نے آئین قدیم کونیست ونابودکردیا۔ مردوزن کے طبائع میں شوریدگی وآوارگی پیدا کردی۔مزدک نے زن وزرزمین پر سے ملکیت اٹھادینے سے فحش وظلم اورطغیان وعصیان کا طوفان بپا کردیا۔مائیں اپنے بیٹوں کے عشق کا شکار ہوئیں اور صاحب تخت وتاج شہزادیاں اپنے افسران فوج کے جذبات حیوانی سے تختہ ہائے موت پرلٹائی گئیں۔محرمات ابدیہ کومحصنات ادلیہ بنائے جانے کے دلائل پسند کیے گئے۔عصمت وپاک دامنی کو ہردوجنس کے لیے ناپاک قراردیا گیا۔فرہادجیسے نمک حرام ملازم اپنے بادشاہ کے رقیب بن گئے اورشیرویہ جیسے ناخلف پسر نے جوش بہیمیت میں باپ کاشکم چاک کرکے شیریں پرقبضہ کیا۔سپاہ بدبہرام چوبیں ملکہ پوران دخت کی آتش کدہ عشق کا ایندھن بنا۔سلطنت ہائے روما وایران کی عداوت قدیم اورآئے دن ایک سلطنت پردوسرے کی چڑھائی نے ملک کوبے چراغ بنادیا تھا۔

---

[1] راجہ اشوک کا عہد ۴۶۶ق۔ڈاکٹرمیڑاس کی کتاب بدھ صفحہ ۱۴۵۔

[2] ان فرقوں[ذاتوں] کے کرتوت ستیارتھ پرکاش میں دیکھو۔

اصل مذہب کا وجود باقی نہ رہا۔ مقدس کتب سکندر کی تاخت وتاراج میں گم اور بے نشان ہو چکی تھیں۔ یہ حالت تھی جب اسلام نے اس ملک کو اپنی حمایت میں لیا اور نبی ﷺ کی پاک تعلیمات نے اس وسیع ملک کے باشندوں کو جبر واستبداد اور فحش وظلم کے بند وزندان سے آزاد کیا۔ ناظرین ان حالات کو جو عرب اور یہود، عیسائی و ہنود اور مجوس کے متعلق مختصراً قلمبند کیے گئے ہیں مکرر غور سے پڑھیں اور اندازہ لگائیں کہ یہ شاندار قومیں کس طرح قبل از اسلام تطاول زمانہ کے جور وستم سے برباد ہو چکی تھیں، کیسی کیسی درماندگی وتیرگی ان پر چھائی ہوئی تھی۔

ان جملہ اقوام کو حضور ﷺ ہی کی محبانہ وہمدردانہ صادقانہ وبے غرضانہ، جود ورحم نے غار ہلاکت سے نکالا اور تمدن وحسن معاشرت وامن عامہ وعافیت کلیہ سے بہرہ اندوز فرمایا اور اللہ تعالیٰ کا یہ کلام وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۔ حضور سرور کائنات ﷺ ہی کی ذات ہمایوں پر صادق ومنطبق ہوا۔

خصوصیت نمبر ۱۸..... لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ تمہارے پاس عظیم الشان رسول آیا ہے جو تم ہی میں سے ہے

مِنْ اَنْفُسِكُمْ کے مخاطب اہل عرب اور قریش ہیں۔ اہل عرب کو اپنے حسب ونسب پر بے انتہاء فخر اور بے حد ناز تھا۔ وہ غیر عرب کی وقعت نہ سمجھتے تھے اور ایسے شخص کی اطاعت کو بھی ننگ وعار سمجھا کرتے تھے۔ لہٰذا رب العالمین نے اہل عرب پر یہ بھی اظہار منت واحسان فرمایا کہ یہ عظیم الشان رسول جس کا اولین فرض عرب کو ہدایت کرنا ہے تم ہی میں سے ہے تم سے غیر نہیں۔ صحیح بخاری میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کا ارشاد موجود ہے:

بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُوْنِ بَنِيْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰى كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِيْ كُنْتُ مِنْهُ

ترجمہ:..... اللہ تعالیٰ نے مجھے قبائل کی شاخ میں بہترین شاخ سے مبعوث فرمایا۔ حتی کہ میں اس قرن سے پیدا ہوا جو میرا ہے

صحیح مسلم میں بہ روایت واثلہ بن اسقع حضور ﷺ کا ارشاد ہے: اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى كِنَانَةَ مِنْ وُّلْدِ اِسْمٰعِيْلَ وَاصْطَفٰى قُرَيْشًا مِّنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِيْ هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ

ترجمہ:..... اللہ تعالیٰ نے نسل اسماعیل میں سے کنانہ کو برگزیدہ کیا اور بنو کنانہ میں سے قریش کو برگزیدہ کیا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو برگزیدہ کیا اور مجھے بنو ہاشم میں سے برگزیدہ فرمایا۔

صحیح ترمذی میں سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ عم رسول کی روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ اہل قریش بیٹھے ہوئے حسب ونسب کا ذکر اور باہمی تعلقات کا بیان کر رہے تھے۔ حضور کا ذکر بھی آیا تو انہوں نے حضور کو نخل کدیہ [1] سے تشبیہ دی۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِيْ مِنْ خَيْرِ فَرِيْقِهِمْ وَ خَيْرِ الْفَرِيْقَيْنِ ثُمَّ تَخَيَّرَ الْبُيُوْتَ فَجَعَلَنِيْ مِنْ خَيْرِ قَبِيْلَةٍ ثُمَّ تَخَيَّرَ الْبُيُوْتَ فَجَعَلَنِيْ مِنْ خَيْرِ بُيُوْتِهِمْ فَاَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَّخَيْرُهُمْ بُيُوْتًا۔

ترجمہ:..... اللہ تعالیٰ نے خلقت پیدا کی اور ان کی شاخیں بنائیں مجھے بہترین شاخ میں رکھا، پھر قبائل بنائے اور مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا۔ پھر بیوت (گھرانے) بنائے اور مجھے بہترین گھرانے میں بنایا۔ لہٰذا میں ان سب سے بہترین ذات اور بہترین گھرانے کا ہوں۔

---

[1] یعنی کھجور کا وہ درخت جو سنگ لاخ زمین میں ہوا، اس سے قریش کا اشارہ نبی ﷺ کے فرزند نرینہ نہ ہونے کی جانب تھا۔

ب:..... مِنْ اَنْفُسِكُمْ کے مخاطب کل اہل جہاں ہیں اور آیت کے معنی یہ ہیں کہ رسول جو منصب رسالت کے اعتبار سے عظیم الشان ہے، جنس بشر ہی سے ہے، کیونکہ اگر وہ جنس ملائک سے ہوتے تو اتحاد جنسیت کے فقدان سے اتحاد اور یگانگت کی تکمیل نہ ہوسکتی۔ تعلیم و تعلم میں دشواریاں لاحق ہوتیں اور سب سے بڑھ کر نقصان یہ ہوتا ہے کہ اسوہ رسول کا اتباع کرنے والوں کو صفات ملکوتی پر چلنا محال ہوجاتا اور اتباع نہ کرنے والوں کو سب سے بڑا بہانہ ہاتھ آجاتا اور ایسی ایسی کہاوتیں استعمال کرتے ہیں کہ

کار پاکاں راقیاس از خود مگیر چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اب کہ حضور کا نسل انسانی اور جنس بشریت سے ہونا ثابت ہوگیا کہ جملہ انواع بشر کو بھی عزت و عظمت ہوگئی۔

گرچہ خوردیم نسبتے ست بزرگ ذرہ آفتاب تا بانیم

اور شیدایان اتباع کے حوصلے بھی بڑھ گئے اور سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا اقتداب کو مرغوب و محبوب بن گیا۔

(۳)..... صاحب معالم التنزیل اور خازن نے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور زہری دامن محیص نے مِنْ اَنْفُسِكُمْ کو بہ فتح فاء یعنی مِنْ اَنْفَسِكُمْ تلاوت کیا ہے۔ اس وقت اس کا مادہ نفاست ہوگا اور اس کے معنی پاکیزہ گوہر اور لطافت طبع اور طہارت ذات میں حضور ﷺ کا افضل خلائق ہونا ثابت ہوجائے گا اور آیت زیب عنوان میں اسی خصوصیت کا اظہار فرمایا گیا ہے۔

خصوصیت نمبر ۱۹..... عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ (۹:۱۲۸) تمہاری تکلیف ان پر شاق گزرتی ہے۔

جب عَزَّ يَعِزُّ (بفتح عین) ہو، تب اس کے معنی شاق اور سخت ہوتے ہیں۔ عَنِتَ جس سے عَنِتُّمْ بنا ہے، کے معنی مشقت، فساد، ہلاکت، خطا وغیرہ ہیں۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ جو چیز تم کو مشقت میں ڈالنے والی ہے وہ نبی ﷺ کو نہایت ہی شاق و گراں گزرتی ہے یعنی تمہاری تکلیف سے نبی ﷺ کو ضرور تکلیف ہوتی ہے۔ تمہارے درد کو وہ درد سمجھتے ہیں۔ واضح ہو کہ نبی ﷺ کی یہ صفت کفار اور مؤمنین دونوں کے حق میں تھی۔

الف:..... نبی ﷺ جب کفار کو کفر و شرک میں دیکھتے اور خیال فرمایا کرتے کہ یہ لوگ کس انجام بد کا شکار ہونے والے ہیں۔ یہ لوگ کیوں کر اپنے ہاتھوں اپنے لیے چاہ ہلاکت کھود رہے ہیں، تب حضور ﷺ کے دل رحم پرور کو نہایت صدمہ گزرتا تھا۔

بسا اوقات یہ کیفیت اس قدر بڑھ جاتی کہ اللہ تعالیٰ کو حضور ﷺ کے تسلیہ و سکینہ کے لیے اپنا کلام و پیغام بھیجنا پڑتا۔ سورہ یٰسین [آیت:۷۶] میں ہے: فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ان کی باتوں سے آپ اپنا جی برا نہ کریں۔ سورہ آل عمران [آیت:۷۶] میں ہے: وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۔ کفر میں بڑھ بڑھ کر حصہ لینے والوں کی حالت سے آپ اندوہ گین نہ ہوں۔

واقعات بدر میں مذکور ہے کہ جب حملہ آوران مکہ قید کر لیے گئے تو رات کو نبی ﷺ کو نیند نہ آئی۔ ادھر سے ادھر حضور ﷺ کروٹیں لیتے تھے، کرب و اضطراب نمایاں تھا ایک انصاری نے عرض کی کہ حضور ﷺ کو کچھ تکلیف ہے، فرمایا نہیں۔ مگر عباس کے کراہنے کی آواز میرے کان میں آرہی ہے۔ اس لیے مجھے چین نہیں پڑتا

۔انصاری چپکے سے اٹھا، اس نے جا کر عباس کی مشک بندی کھول دی، انہیں آرام مل گیا تو وہ فوراً سو گئے۔ انصاری پھر حاضر خدمت ہو گیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ اب عباس کی آواز کیوں نہیں آتی۔ انصاری بولا کہ میں نے ان کے بندھن کھول دیے ہیں، فرمایا جاؤ۔ سب قیدیوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرو۔ جب حضور ﷺ کو اطلاع دی گئی کہ سب قیدی اب آرام سے ہیں، تب نبی کریم ﷺ کا اضطراب دور ہوا اور حضور ﷺ خواب شیریں سے استراحت گزیں ہوئے۔

ذرا سوچنا ہے کہ قیدی وہ تھے جنہوں نے ۱۳ سال تک متواتر اہل ایمان کو ستایا تھا، کسی کو آگ پر لٹایا، کسی کو خون میں نہلایا، کسی کو بھاری پتھروں کے نیچے دبایا، کسی کو سخت اذیتوں کے بعد خاک وخون میں سلایا تھا اور پھر ان پر یہ نرمی۔ یہ سلوک۔ حضرت عباس حضور ﷺ کے چچا تھے اور جہاں تک معتبر روایات سے معلوم ہوا ہے، وہ بادل نخواستہ صرف قوم کے اکراہ واجبار سے بدر میں آئے تھے بایں ہمہ حضور ﷺ کے عدل وانصاف نے ان میں اور دوسرے قیدیوں میں کوئی امتیازی فرق قائم کرنا پسند نہ فرمایا۔ لیکن حضور ﷺ کی رحم دلی اور طبعی شفقت و رأفت کا یہ عالم تھا کہ جب تک سب قیدیوں کے بہ آرام ہونے کی رپورٹ نہ لی اس وقت تک حضور ﷺ کو نیند تک نہ آئی۔ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ کا یہ جلوہ ایسے حملہ آوران دشمنان جانی وایمانی کے مقابلہ میں تھا۔

(۲) ..... جب نبی ﷺ ہجرت فرما کر رونق افروز مدینہ ہو چکے تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر فرمان وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ (۸۔ ۳۳) کا مفہوم ظاہر فرمایا اور اہل مکہ پر قحط شدید کی آفت کو اتارا۔ قحط اس شدت کا تھا کہ اہل مکہ کی آنکھوں کی روشنی بھی کم ہو گئی۔ ابوسفیان اموی ہمیشہ مسلمانوں سے برسر پرخاش رہا کرتا تھا۔ وہ خود دربار مصطفوی میں حاضر ہوا اور نہایت ادب سے عرض گستر ہوا کہ حضور! ہمیشہ احسان اور صلہ رحم کی تعلیم دیا کرتے ہیں۔ ہم حضورؐ کے قرابتی ہیں اور رحم کے ملتجی۔ احسان فرمایئے اور دعا کیجیے کہ اس قحط شدید سے ہم کو نجات ملے۔

نبی ﷺ نے ثمامہ بن اثال ؓ سردار نجد کو جو دولت ایمانی سے مالا مال ہو چکا تھا حکم بھیج دیا کہ مکہ میں فوراً غلہ پہنچانے کا بندوبست کرے۔ اس کے علاقہ میں اناج بکثرت تھا، اس نے غلہ صرف اس لیے روک رکھا تھا اور منفعت تجارت کو بھی نظر انداز کر دیا تھا کہ اہل مکہ دشمنان رسول ہیں، اب حکم نبوی ﷺ کی تعمیل ہوئی اور اہل مکہ کی جان میں جان آئی۔ یہ بھی دشمنوں کا مقابلہ میں عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ (۹:۱۲۸) کا ایک ثبوت تھا۔

(۳) ..... جنگ طائف ان حملہ آوروں کے ساتھ ہوئی جن سے حنین واوطاس میں شدید محاربہ ہوا تھا، یہ لوگ ان مقامات سے شکست کھا کر قلعہ طائف میں متحصن ہو گئے تھے اور ابھی ان کی فوجی طاقت زوروں پر تھی۔ نبی ﷺ نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ چند روز کے بعد حضور ﷺ کو معلوم ہوا کہ دشمن محاصرہ کی شدت سے سخت تکلیف میں ہے، بھوک نے ان کی ہلاکت کو بہت قریب کر دیا ہے۔ حضور ﷺ کے محاصرہ اٹھا دینے کا حکم دے دیا۔ چند صحابہ ؓ نے جنگی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے عرض بھی کیا کہ اب تو قلعہ فتح ہی ہونے والا ہے۔ مگر حضور ﷺ نے ازراہ رحم وکرم جو حکم دیا تھا اس کی تعمیل کرائی۔ یہ واقعہ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ کا تیسرا نمونہ ہے۔

ان نظائر سے واضح ہو جاتا ہے اور ایسے نظائر اور بھی ہیں کہ قلب رحیم اور طبع کریم پر اہل محاربہ کی حالت زبوں اور

انجام دگر گوں کا کیا اثر ہوا کرتا تھا۔ اہل اسلام کے متعلق حضور ﷺ کی رحمت وشفقت کا بیان بے پایاں ہے۔

عبادات ومعاملات میں ایسی مثالیں بکثرت ملتی ہیں کہ امت کو دشواری سے بچانے کے لیے یا امت کی آسانی کے لیے حضور ﷺ کیا کچھ توجہ فرمایا کرتے تھے۔ یعنی امت کی تکلیف اور امت کی راحت کو اپنی راحت قرار دے رکھا تھا۔ صحیح بخاری میں ابن عباس اور بوحیہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شب معراج کو پچاس نمازیں فرض کی گئی تھیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے نبی ﷺ سے کہا: اِنَّ اُمَّتَكَ لَا تَطِيْقُ (آپ کی امت میں اتنی عبادت کی طاقت نہیں) تب حضور ﷺ نے رجوع الی اللہ فرمایا۔ تخفیف ہوئی موسیٰ علیہ السلام نے پھر بھی حضور وہی کہا جو پہلے کہا تھا اور نبی ﷺ ہر بار رجوع الی اللہ فرماتے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پانچ نمازیں رہ گئیں۔[1]

اس واقعہ سے دو نتیجے صاف طور پر برآمد ہوتے ہیں:

الف..... نبی کریم ﷺ فرمان رحمٰن کے کتنے منقاد ومطیع تھے کہ جب پچاس نمازوں کا حکم ہوا تو حضورؐ نے اس بارے میں ذرا بھی لب کشائی نہیں فرمائی۔

ب..... حضور ﷺ اپنی امت پر کس قدر مہربان تھے کہ جب موسیٰ کلیم اللہ جیسے تجربہ کار نبی نے اِنَّ اُمَّتَكَ لَا تَطِيْقُ کو دہرایا تو فوراً اس پاک فطرت کا ظہور ہوا جو عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ کے تحت پنہاں تھی اور حضور ﷺ نے بار بار رجوع الی اللہ فرمایا۔

اس حسن ادب اور التماس متواترہ کا ثمرہ یہ ہوا ہے کہ تعداد تو پچاس سے پانچ رہ گئی اور ثواب وہ پچاس کا رکھا گیا۔

میرا خیال ہے کہ اگر سیدنا موسیٰ علیہ السلام اِنَّ اُمَّتَكَ لَا تَطِيْقُ کے فقرہ کا استعمال نہ فرماتے اور حضور ﷺ کو کسی اور دلیل سے التماس تخفیف پر مائل کرنا چاہتے تو وہ اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکتے۔

نبی کریم ﷺ کے کمال عبودیت اور وفور شوق عبادت کے سامنے تو پچاس نمازوں کی کثرت بھی کوئی اہمیت نہ رکھتی تھی۔ وہ قلب شاکر اور وہ لسان ذاکر جو یاد الٰہی سے ایک دم کے لیے غافل نہ ہوتے ہوں، ان کے لیے محدود وقت میں محدود رکعتوں کا ادا کر لینا کیا دشوار ہو سکتا ہے۔

(۴)..... ماہ رمضان تھا، نبی کریم ﷺ مدینہ سے مکہ معظمہ کو تشریف لا رہے تھے، حضور ﷺ روزے رکھا کرتے تھے، جب بمقام غسفان پہنچے تو حضور ﷺ نے پانی منگایا اور دست مبارک کو بلند کرتے ہوئے لوگوں کو دکھلا کر پانی پی لیا اور پھر مکہ پہنچنے تک روزہ نہ رکھا۔ یہ ترجمہ تو صحیح بخاری کی روایت عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے، لیکن دیگر روایات میں صراحت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس لیے روزہ افطار فرمایا اور ترک صوم کیا کہ اہل لشکر کو سفر میں روزہ کی شدت تکلیف دہ تھی اور امت کی تکلیف سے حضور ﷺ خود تکلیف محسوس فرماتے تھے۔

(۵)..... صلوۃ التراویح کے متعلق صحیحین اور سنن میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی نے دو شب یہ نماز لوگوں کے ساتھ پڑھی اور تیسری شب کو حضور مسجد میں نماز کے لیے تشریف نہ لے گئے اور پھر صبح لوگوں سے فرمایا۔

قَدْ رَاَيْتُ صَنِيْعَكُمْ فَلَمْ يَمْنَعْنِيْ مِنَ الْخُرُوْجِ اِلَيْكُمْ اِلَّا اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ يُّفْرَضَ عَلَيْكُمْ

---

[1] بخاری کتاب الصلوۃ، باب کیف فرضیۃ الصلوۃ فی الاسراء ۱۲۔

ترجمہ:..... اس نماز کے لیے تمہارا آنا، انتظار کرنا وغیرہ میں نے دیکھا، مجھے آنے میں صرف یہ خیال مانع ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے۔

⑥..... صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز تہجد میں تھے، میں حضورؐ کے ساتھ جا شامل ہوا۔ حضورؐ نے میری اقتدا کو محسوس کیا تو نماز ہلکی کر دی۔

⑦..... ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کے شیوۂ عمومی کو ان الفاظ میں روایت فرمایا ہے:

اِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَدَعُ الْعَمَلَ وَهُوَ يُحِبُّ اَنْ يَّعْمَلَ بِهٖ خَشْيَةَ اَنْ يَّعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيُفْرَضُ عَلَيْهِمْ ۔ (بخاری باب تحریص النبی علی صلوۃ الیل والنوافل)

ترجمہ:..... رسول اللہ ﷺ ایسے عمل کو بھی چھوڑ دیتے جس کا کرنا حضور کو پسند ہوتا، اس خیال سے کہ لوگ بھی عمل کرنے لگیں گے اور ڈر ہوا کہ کہیں وہ عمل فرض نہ ٹھہرایا جائے۔

ان جملہ روایات سے ثابت ہو جاتا ہے کہ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ کی صفت حضور ﷺ میں کیسی مستحکم تھی اور امت کی تکلیف کا خیال حضورؐ پر کس قدر شاق تھا۔ یہ محبت، یہ شفقت، یہ ترحم، یہ پیار تو ماں باپ کو بھی اپنی سب اولاد کے ساتھ یکساں نہیں ہوتا جو حضور ﷺ کو اپنے ہزار در ہزار اور الوف در الوف افراد امت کے ساتھ تھا۔ بے شک حضور ﷺ کی رحمت رب العالمین کے بعد ہر ایک رحم کرنے والے اور محبت کرنے والے سے برتر اور بڑھ کر تھی۔

خصوصیت نمبر ۲۰..... حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ ۔ جب حرص کا استعمال علی کے صلہ سے کیا جاتا ہے تو اس کے معنی شدت طلب کے ہوتے ہیں۔ آیت کا ترجمہ یہ ہوا کہ ''ہمارا نبی تم لوگوں کی نفع رسانی کا کمال درجہ طالب و شائق ہے۔''

آیت بالا سے بوضوح ثابت ہے کہ نبی ﷺ بنی نوع کے مفاد اور رفاہ و صلاح کی آرزو بدرجۂ کمال تھی۔

سورۂ یوسف میں ہے:..... وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾

''کہ بہت لوگ ہیں جو ایمان نہ لائیں گے اگرچہ تجھ کو ان سے ایمان لے آنے کی بڑی چاہت ہے''۔

اس آیت سے بھی یہی استفادہ ہوا کہ حضور ﷺ کا منتہائے نظر اور کمال آرزو یہی تھا کہ تمام عالم کے سر ایک ہی مالک وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سامنے جھکے ہوئے ہوں۔ رب واحد کا دین واحد ہی تمام اصناف انسانی کو متحد و متفق بنانے والا ہے۔

⑧..... قریش کے سردار عتبہ نے ایک بار نبی ﷺ سے مل کر یہ عرض کیا تھا:

الف..... کیا تم مال و دولت چاہتے ہو؟ میرا ذمہ ہے کہ سب سے زیادہ زر و مال تیرے پاس جمع کر دوں گا۔

ب..... کیا تم ریاست کے خواہاں ہو؟ ہم سب تجھے اپنا رئیس تسلیم کر لیتے ہیں۔

ج..... کیا تم تخت قائم کرنا چاہتے ہو؟ میں سارے عرب میں تیری فرماں روائی کی تصدیق کرا دوں گا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے نہ زر و دولت کی ضرورت ہے اور نہ ریاست و حکومت کی آرزو ہے۔ میں تو رب العالمین کا پیغام لے کر آیا ہوں اور اسی کا ہر ایک سننے والے کان تک پہنچا دینا میرا مقصود اعلیٰ ہے۔

⑨..... ایک بار ابو جہل لعین نے حضور ﷺ کو مضروب کیا۔ حمزہؓ عم رسولؐ نے یہ واقعہ سنا تو انہوں نے ابو جہل کو جا

پینا اور پھر نبی کریم ﷺ کو آ کر بتلایا۔ ''محمد! تم کو خوش ہونا چاہیے کہ میں نے ابوجہل سے تمہارا انتقام لے لیا۔'' نبی کریم ﷺ نے جواب دیا۔ مجھے انتقام وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں تم مسلمان ہو جاؤ تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ بات جم گئی اور وہ مسلمان ہو گئے۔

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کا دامن اغراض کے گرد و غبار سے بلند تر تھا، حضور ﷺ کی تعلیم اور تعلم کے لیے بے حد سرگرمی کسی ذاتی مفاد پر مبنی نہ تھی، انتقام اور دیگر رذائل سے حضور ﷺ کے اخلاق عالیہ پاک و صاف تھے۔ یعنی حضور کی آرزو اپنے نفس کے لیے کچھ بھی نہ تھی۔ حضور ﷺ کا پیکر محبت کل تھا اور حضور نبی کریم ﷺ کا وجود منفعت عامہ اور جود عامہ کے صفات سے مشکل و مجسم تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

ذرا حضور ﷺ کی ان ادعیہ پر نظر ڈالو، جو وقتاً فوقتاً حضورؐ نے امت کے حق میں فرمائی ہیں۔ وفات سے ایک ماہ پیشتر ایک خطبہ کے آغاز میں فرمایا: مسلمانو! اللہ تمہیں سلامتی سے رکھے، تمہاری حفاظت فرمائے، تمہیں شر سے بچائے، تمہاری مدد کرے، تم کو بلند کرے، ہدایت اور توفیق دے، اپنی پناہ میں رکھے، آفتوں سے بچائے، تمہارے دین کو تمہارے لیے محفوظ بنائے۔

ذرا ان الفاظ پر غور کرو! ایک کے بعد دوسری دعا اور دوسری کے بعد تیسری۔ گویا دعا و برکت دیتے تھکتے ہی نہیں۔ یہ اسی صفت حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ کا ظہور ہے اور یہ خصوصیت ذات ہمایونی ہی کی ہے:

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

خصوصیت نمبر ۲۱..... بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ، وہ مومنوں سے بہت پیار کرنے والا اور ان پر ہمیشہ رحم کرنے والا ہے

آیت بالا میں نبی ﷺ کو رَءُوْفٌ اور رَحِيْمٌ کے اسماء سے یاد فرمایا گیا ہے۔ رؤف رافت سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ رحیم رحم سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ جو صیغے مبالغہ کے اوزان[1] پر آتے ہیں، وہ معنی کثرت و فراوانی کا اظہار کیا کرتے ہیں اور جو صیغے صفت مشبہ[2] کے اوزان پر آتے ہیں، وہ صفت لازم اور معنی ثابت کے مظہر ہوتے ہیں۔ لہٰذا الرَّءُوْفٌ کے معنی کامل العطوف ہیں اور رَحِيْمٌ کے معنی دائم الرحمت ہیں۔

سورہ حج اور سورہ بقرہ میں ہے: اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ اللہ تعالیٰ انسانوں پر رؤف و رحیم ہے۔

نبی ﷺ کے حق میں یہ امر نہایت شرف و عزت اور غایت تکریم و حرمت کا موجب ہے کہ حضورؐ کی صفت میں وہ دو نام بہ حالت ترکیبی تجویز فرمائے گئے جو اسی ترکیب کے ساتھ خود ذات پاک سبحانی کے لیے مستعمل ہوئے ہیں۔ ہاں! الٰہ المحمود[3] کی رافت و رحمت کو عوام الناس پر عام فرمایا گیا ہے اور حضور ﷺ کی رأفت و

---

[1] مبالغہ کے اوزان دس ہیں اور مندرجہ ذیل لغات ان اوزان پر ہیں: ۱... نجار ۲... علامۃ ۳... صدیق ۴... مسکین ۵... مسعر ۶... معطار ۷... نصیر ۸... ضروب ۹... حذر ۱۰... فاروق مبالغہ ہمیشہ فاعلیت کے معنی دیتا ہے۔

[2] صفت مشبہ فعل لازم سے بمعنی فاعل آتا ہے۔ مندرجہ ذیل لغات اس کے وزن کو ظاہر کرتے ہیں۔ ۱... حسن ۲... طیب ۳... صعب ۴... حبان ۵... شجاع ۶... شفیع ۷... مهد ۸... اشیب ۹... عطشان ۱۰... کریم ۱۱... وفور ۱۲... فرح۔ اسے مشبہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ بھی معنی اور تصرف میں اسم فاعل کے مشابہ ہوتا ہے۔

[3] عزت افزائی کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کا نام اپنے نام سے نکالا ہے۔ اللہ تعالیٰ ''محمود'' ہے اور حضور ''محمد'' ہیں۔

رحمت کو بالخصوص مؤمنین کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔ فہم معانی میں اس عموم وخصوص کو امتیاز زیادہ رکھتے ہوئے مؤمنین کے لیے شکر وابتہاج کا مقام ہے کہ ان کو المضاعف رحمت وعطوفت کا مورد ومصداق بنایا گیا ہے۔ مناسب مقام سے یہ بحث بھی ایک لطیف بحث ہے کہ کیا دیگر اسمائے مبارکہ میں بھی نبی ﷺ کے لیے ایسا شرف وامتیاز موجود ہے۔ حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کا شعر ہے:

وَ شَقَّ لَهٗ مِنْ اِسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ فَذُوْ الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَّ هٰذَا مُحَمَّدٌ

اگر حضرت حسان بن ثابت المؤید بروح القدس کی سنت حسنہ کا اقتدا کیا جائے، تب تو حضور ﷺ کے اسی سے زیادہ ایسے اسمائے گرامی نکلیں گے جن کا توافق وتطابق اسماء اللہ الحسنیٰ سے ہوجاتا ہے۔

سیرت نبویہ کے ائمۃ الاعلام کا شیوہ رہا ہے کہ

الف..... جس مصدر یا فعل کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی توصیف کتاب حمید میں فرمائی ہے اس سے اسم بنالیتے ہیں۔

ب..... جس صفت کے ساتھ حضور ﷺ کی توصیف الفاظ حدیث میں آئی ہے، اسے اسم شمار کرلیتے ہیں۔

ج..... جن اعلام کے ساتھ اشعار میں جو حضور ﷺ کے سامنے پڑھے گئے، حضور کو مخاطب یا موصوف کیا گیا ہے ان کو اسماء کے ذیل میں شامل کرلیتے ہیں۔ ائمہ سیرت کا یہ شیوہ مستحسن اور حسن ادب، نیز کمال ادب پر دال ہے۔ زرقانی شرح مواہب لدینہ میں اسمائے مبارکہ کی جو فہرست وترتیب حروف تہجی درج کی گئی ہے وہ انہی اصول ثلاثہ پر مبنی ہے

مندرجہ بالا اصول کی صراحت کے بعد یہ بات قابل گزارش ہے کہ حضور ﷺ کے جن اسماء کی صراحۃً تطبیق کلام ربانی سے ہوتی ہے، ان کا شمار (۹۲) ہے۔ ان اسماء کے معانی کی بحث تو آگے چل کر آئے گی۔ اس جگہ حضورؐ کے وصف رأفت ورحمت کے متعلق مختصراً کچھ لکھ دینا ضروری ہے۔ صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا

نبی کریم ﷺ ہم کو گاہ بہ گاہ وعظ سنایا کرتے اس اندیشہ سے کہ روزانہ وعظ کا سننا ہم پر گراں نہ گزرے۔

نبی کریم ﷺ کا یہ اصول از راہ شفقت ورأفت تھا کہ سامعین جس قدر بھی سنیں نشاط طبع اور حضور قلب سے سنیں اور آئندہ کے لیے شوق تمام باقی رہے۔ عادت مبارکہ تھی کہ جب بحالت نماز کسی بچہ کے رونے کی آواز سن پاتے تو نماز ہلکی فرمادیتے کہ ماں بچہ کو جلد سنبھال سکے۔ عادت مبارکہ تھی کہ سوار ہوکر کسی کو پاپیادہ ہم رکاب چلنے کی اجازت نہ فرماتے تھے اگرچہ بہت سے فدائی اس خدمت کے تمنائی رہتے، یا تو اسے سوار کرالیتے تھے یا واپس لوٹادیتے تھے۔

عادت مبارکہ تھی کہ جب کوئی مسلمان مقروض مرجاتا تو اس کا قرض بیت المال سے قبل از تدفین ادا فرمادیتے تھے۔ مگر خود کسی مردہ کا مال قبول نہ فرمایا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ کسی کی غیبت میرے سامنے مت کرو۔ میں نہیں چاہتا کہ کسی کی طرف سے میری صاف دلی میں فرق آئے۔ بارہا ایسا ہوا کہ ساری ساری رات امت کے حق میں دعا کرتے ہوئے گزر جاتی تھی۔ چھوٹے بچوں کو پیار کرتے، ان کو خود سلام کیا کرتے، ان کے سر پر دست شفقت رکھتے، گلی میں کھیلتے ہوئے بچوں کو اپنی سواری پر آگے پیچھے سوار کرلیتے، غلاموں کے ساتھ سفید زمین پر بیٹھ کر کھانا کھانے میں شامل ہوجاتے۔ ان سب امور کا ظہور از راہ شفقت ورأفت ہوا کرتا تھا اور اس بلند ترین رافت ورحمت کا ظہور حضور پرنور ﷺ کے خصائص میں سے تھا۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ سَلَّمَ

خصوصیت نمبر ۲۲..... وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (۲۸:۳۴) ہم نے تجھے جملہ نوع انسانی کے لیے بھیجا ہے۔

کتاب خروج باب سوم میں ہے: موسیٰ علیہ السلام نے ایک بوٹے میں سے آگ کے شعلے نکلتے دیکھے اور دیکھا کہ وہ بوٹا جل نہیں جاتا وہ دیکھنے کو آگے بڑھے، تب خدا نے بوٹے کے اندر سے پکارا۔ میں نے اپنے لوگوں کی تکلیف جو مصر میں ہیں یقیناً دیکھی جو خراج کے محصلوں کے سبب سے ہے۔ سنی اور میں ان کے دکھوں کو جانتا ہوں اور میں نازل ہوا ہوں کہ انہیں مصریوں کے ہاتھ سے چھڑاؤں اور اس زمین سے نکال کر اچھی زمین میں جہاں دودھ اور شہد موج مارتا ہے کنعانیوں اور حتیوں اور اموریوں اور فرضیوں اور حویوں اور یبوسیوں کی جگہ میں لاؤں۔ اب دیکھ، بنی اسرائیل کی فریاد مجھ تک آئی اور میں نے وہ ظلم جو مصری ان پر کرتے ہیں، دیکھا ہے۔ بس اب تو جا، میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں، میرے لوگوں کو جو بنی اسرائیل ہیں، مصر سے نکال۔ مندرجہ بالا فقرات موسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت کے مقصد و مدعا کو بخوبی ظاہر کرتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کا عمل بھی اسی کی تائید میں ہے کہ انہوں نے بنی اسرائیل کی رہائی اور ان کو وعدہ کی زمین کی جانب لے جانے کے سوا دیگر اقوام عالم سے کچھ سروکار نہیں رکھا۔

کتاب استثناء (موسیٰ کی پانچویں اور آخری کتاب) میں ہے۔ موسیٰ نے ہم کو ایک شریعت عطا فرمائی جو کہ یعقوب علیہ السلام کی جماعت کی میراث ہو (، باب ۳۳، درس ۴۔)

اس فقرہ نے شریعت تورات کا خاص اسرائیلیوں کے لیے ہی ہونا ظاہر کر دیا۔ اگر یہ فرقہ نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ کوئی مدعی کہہ سکتا کہ شریعت تورات سب دنیا کے لیے ہے۔

یہ مسلمہ امر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسیٰ علیہ السلام تک جس قدر انبیاء بنی اسرائیل ہوئے وہ سب اسرائیلیوں ہی کے لیے آتے رہے۔ اب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہم کو صراحۃً ظاہر کر دینا ہے کہ ان کی نبوت کن کن لوگوں کے لیے تھی۔ انجیل متیؔ کا باب ۱۵ / پڑھنا ضروری ہے، جس میں ایک کنانی عورت کا قصہ موجود ہے۔ یہ عورت اسرائیلی نہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کے پاس اس لیے آئی ہے کہ حضور اپنی معجزانہ طاقت سے اس کی بیمار بیٹی کو چنگا کر دیں۔ مسیح علیہ السلام نے فرمایا: ''میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ ۱۵ / ۲۴۔'' پر وہ آئی اور اسے سجدہ کر کے کہا: اے خداوند! میری مدد کرو''۔ ۱۵ / ۲۵ مسیح علیہ السلام نے جواب دیا: ''مناسب نہیں کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو پھینک دیں''۔ ۱۵ / ۲۶۔

اس تمام واقعہ پر ٹھنڈے دل سے اور پوری سمجھ سے تامل کرنا چاہیے کہ مسیح علیہ السلام نے صاف لفظوں میں فرما دیا کہ وہ بنی اسرائیل کے سوا اور کسی قوم کے پاس نہیں بھیجے گئے۔ انہوں نے صاف طور پر بنی اسرائیل کو فرزند سے اور دیگر اقوام کو کتوں سے تشبیہ دی اور دیگر اقوام کا اپنی برکات سے محروم ہونا اور محروم کرنا، اس دلیل سے واضح کر دیا کہ لڑکوں کی روٹی کتوں کو نہیں دی جایا کرتی۔ محروم کرنا، اس دلیل سے واضح کر دیا کہ لڑکوں کی روٹی کتوں کو نہیں دی جایا کرتی۔

انجیل متی میں ذکر ہے کہ جب مسیح علیہ السلام نے اپنے بارہ شاگردوں کو تبلیغ کے لیے روانہ فرمایا تو یوں کہا:

''غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا۔'' ۵ (۱۰ /)

اس سے ظاہر ہے کہ غیر اقوام میں تبلیغ کی قطعاً ممانعت فرمائی گئی اور اسرائیلیوں میں سے بھی سامریوں کے پاس

جانے سے روکا گیا۔ یہ اسناد اس امر کے ثابت کرنے کو کافی ہیں کہ جناب مسیح علیہ السلام کی نبوت اور ان کے بارہ شاگردوں کے فرض تبلیغ کا رقبہ صرف اسرائیلیوں کے اندر اندر محدود تھا۔

انبیائے بنو اسرائیل کے بعد دیکھو کہ دنیا میں اور کون سے مذہب میں تبلیغ شان موجود ہے

عام لوگ شاید یہ سمجھتے ہوں کہ بدھ مت میں تبلیغ عام کا وجود پایا جاتا ہے، لیکن بدھ مذہب کی صدہا سالہ تاریخ پر عبور کر جاؤ۔ انہوں نے ہندو جاتی کے سوا کبھی اپنے عروج کے زمانہ میں بھی کسی دوسری قوم تک تبلیغ کو نہیں پہنچایا اور کسی غیر مذہب اسرائیلی، بابلی، مصری، حجازی، مغربی وغیرہ کے معتقد کو داخل مذہب خود نہیں کیا۔ سلسلہ تکامل کی یہ زبردست شہادت بدھ ازم کو محدود رقبہ اور محدود قوم کے لیے خاص بتا رہی ہے اور اگر آریہ سماج کی تحقیقات کسی حقیقت کا انکشاف کر سکتی ہے، تب تو یہ بھی ہے کہ بدھ ازم کوئی علیحدہ ازم نہ تھا۔ بلکہ بدھ مہاراج ویدمت کے تازہ کرنے والے تھے۔[1]

اب ''ویدمت'' کو لیجیے، ویدمت کے عروج کا زمانہ مہابھارت کی جنگ سے پیشتر کا ہے۔ وید اور چھ شاستر اور منوسمرتی خاموش ہیں کہ ویدمت کو کبھی تبلیغی مذہب بتایا گیا ہو، یا کسی اقوام غیر میں اس کی تبلیغ کی گئی ہو۔ منوجی مہاراج کی سمرتی کو آریہ اور سناتنی صاحبان بالاتفاق قابل سند تسلیم کرتے ہیں۔ اس سمرتی میں تمام آبادی کو چار ورنوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور تحصیل علم و فضل اور قرات وید کا کام صرف برہمن ورن کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ہے۔ یہ تقسیم، یہ پابندی بتلا رہی ہے کہ منوجی مہاراج اور ان کے ماتحت رشیوں نے جو سمرتی مذکور کے سیکھنے کے لیے مجتمع ہوئے تھے۔ ویدمت کو کبھی تبلیغی مت نہیں قرار دیا تھا، دنیا کے چھوٹے چھوٹے مذاہب کا ذکر یہاں چھوڑ دیا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا شاندار اقوام کا سلسلہ تعامل بھی یہی یقین دلاتا ہے۔ غور کرو کہ شریعت موسوی کا امام کبھی کسی غیر اسرائیلی کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ روما کے کلیسا نے پطرس کا جانشین یعنی مسیحی برکات کا مخزن کبھی کسی غیر یورپین کو تسلیم نہیں کیا اور ایشیائی نسل کا کوئی شخص کبھی پوپ نہیں بنایا گیا۔ ہندو قوم میں کبھی کوئی یہودی یا عیسائی یا مغربی نسل کا شخص رشی یا مہارشی بلکہ کسی مندر کا پجاری بھی نہیں بنایا گیا۔ یہ عملی تجربے ثابت کر رہے ہیں کہ ان مذاہب کے بیشتر بزرگوں نے حقیقۃً اپنے اپنے مذاہب کو محدود رقبہ اور محدود قوم کے لیے خاص سمجھا ہوا تھا۔ نبی علیہ السلام کے اس منصب کا کہ حضور ﷺ کل دنیا کے لیے مبعوث ہیں۔ آیت زیب عنوان کے لیے دیگر آیات میں بھی اعلام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ (۷:۱۵۸)

اے نبی! کہہ دیجیے کہ اے نسل انسانی کے بچوں! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، وہ اللہ جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔

خصوصیت نمبر ۲۳..... اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ (۴۸:۱۸)

کہ جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔

مبایعت بیع سے ہے، لغت میں بیع مطلقاً بمعنی مبادلہ ہے۔ شرعاً اخذ ثمن اور اعطائے مثمن کو جب کہ بتراضی جانبین ہو، بیع کہتے ہیں۔ بیع بمعنی شرا بمعنی بیع بھی مستعمل ہے۔ یہ جانبین کی حالت کے لحاظ سے ہے۔ الغرض!

---

[1] سماج کی یہ تحقیقات اس لئے صحیح نہیں کہ بدھ نے سنسکرت زبان کی تعلیم اور وید کی تعلیم سے لوگوں کو روک دیا تھا۔ اس امر کا اقرار خود بدھ ازم کے مصنفین کو ہے۔

مبایعت میں جانبین کو کچھ دینا اور کچھ لینا ضروری ہے۔ ''بیعت'' اصطلاح میں اس عہد و پیمان کو کہتے ہیں جو اطاعت امام کے متعلق انسان اپنے نفس پر عائد کر لیتا ہے۔ وفائے عہد کا التزام بھی اسی لفظ کے اندر شامل ہے۔ جس بیعت کا آیت بالا میں ذکر ہے وہ بمقام حدیبیہ درخت سمراء کے تحت میں ہوئی تھی۔ قرآن پاک میں ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (سورۃ الفتح:۱۸)

''اللہ ان سب مؤمنوں سے راضی ہو گیا جو کہ شجرہ کے نیچے رسول اللہ سے بیعت کر رہے تھے''۔

اس بیعت کی ضرورت وحقیقت یہ تھی کہ نبی ﷺ نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ کے لیے اپنا سفیر بنا کر روانہ کیا۔ ان کی معیت میں دس صحابہ رضی اللہ عنہم بھی بھیجے گئے۔ ان کے پہنچ جانے سے ایک دو روز بعد حضور ﷺ تک ایک اڑتی سی خبر پہنچی کہ قریش نے حضور ﷺ کے سفیر عثمان رضی اللہ عنہ کو قید اور ان کے ہمراہیوں کو قتل کر دیا ہے۔ یہ ایسا واقعہ تھا کہ اگر اس کی صداقت ہو جاتی تو حرمت سفارت اور احترام سفر کے لیے جنگ کرنا اخلاقاً و شرعاً ضروری تھا۔ اس وقت جو لوگ حضور ﷺ کے ساتھ آئے ہوئے تھے وہ صرف ادائے عمرہ وطواف کی نیت سے آئے تھے۔ ان کے علم میں اس امر کا احتمال بھی نہ تھا کہ کسی جنگ سے سابقہ پڑے گا اور مہاجرین کو خود اپنے خویش وتبار اور قرابت داروں کے منہ پر تلوار چلانی ہوگی۔ لہٰذا یہ بیعت کر لینی پڑی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت (متفق علیہ) سے ثابت ہے کہ اس وقت ان بیعت کرنے والوں کی تعداد چودہ سو کس تھی۔ نبی ﷺ درخت کے سایہ میں نور افروز تھے، بیعت لینے کے لیے دست مبارک پھیلایا ہوا تھا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ کو حضور ﷺ کے ہاتھ کا سہارا بنایا ہوا تھا کہ ید مبارک کو تکان نہ ہو۔ لوگ آتے تھے اور یکے بعد دیگرے بیعت کرتے ہوئے چلے جاتے تھے۔ سلمہ بن اکوع اسلمی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے بیعت علی الموت کی تھی۔

اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے عدم فرار کی بیعت کی تھی۔ ہر دو روایات کی تطبیق سے مستنبط ہوا کہ الفاظ بیعت کو خود بیعت کنندہ کے پسند اور اختیار پر رکھا گیا تھا۔ بے شک حریت اسلام ایسی ہی حریت نفس کی معلم ہے جس میں اجبار و اکراہ کا شائبہ بھی نہ ہو۔ اس جم غفیر کے اندر صرف ایک شخص جد بن قیس اسلمی ایسا تھا جو اپنے اونٹ کی اوٹ میں جا چھپا تھا اور بیعت میں شامل نہ ہوا تھا۔ حریت اسلام کی یہ دوسری دلیل ہے کہ اس پر بھی کچھ سختی نہیں کی گئی۔ البتہ حضور ﷺ نے مبائعین کا شرف وجاہ ظاہر کرنے کے لیے یہ ضرور فرمایا:

اَنْتُمْ خَيْرُ اَهْلِ الْاَرْضِ کہ آج تم روئے زمین کے جملہ موجودہ اشخاص سے بہتر و نیک تر ہو۔

اس بیعت کا ذکر کلام اللہ کی متعدد آیات میں ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ سے رضوان الٰہیہ کو تعلق مستحکم اور رابطہ قویم ہے۔ فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (۹:۱۱۱)

اللہ نے مؤمنین کی جانوں کو خرید لیا ہے اس تبادلہ میں کہ جنت ان کی ہے۔

فرمایا: فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ (۹:۱۱۱) اپنی ایسی بیع پر تم کو پوری پوری خوشیاں منانی چاہئیں۔

میں نے اس آیت کا ذکر خصائص النبیؐ میں اس لیے کیا ہے کہ اس سے ایک نہایت ہی خاص فضل وشرف محمدیہ کا ثبوت حاصل ہوتا ہے۔ غور کرو کہ نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے بائعین ذات

قرار دیا ہے اور یہ وہ شرف ہے جو کسی دوسرے نبی کو حاصل نہیں ہوا۔

آیت زیب عنوان یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ کے الفاظ ہیں۔ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں رحمۃ اللہ علیہ کہ لفظ ید ہر دو جگہ میں یا تو بمعنی واحد مستعمل ہو یا الگ الگ معانی میں۔

الف:..... اگر ید کے معنی ہر دو جگہ ایک ہی ہیں، تب معنی آیت یہ ہیں کہ احسان الٰہی تمہارے احسان سے برتر و اعلیٰ ہے۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

بَلِ اللّٰہُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ اَنْ ھَدٰىکُمْ لِلْاِیْمَانِ (حجرات:۱۷) بلکہ اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے کہ تم کو ایمان کی ہدایت فرمائی۔

نیز یہ کہ رسول اللہ ﷺ کو جو نصرت و تائید منجانب اللہ حاصل ہے وہ اس تائید و نصرت سے بہت برتر و اعلیٰ ہے جو حضور ﷺ کو منجانب صحابہ رضی اللہ عنہم حاصل ہے۔

لفظ ید[1] بمعنی غلبہ و نصرت و قوت زبان عرب میں بخوبی مستعمل ہے۔ محاورہ ہے کہ اب فلاں شخص کا غلبہ ہے۔

ب:..... ید کا استعمال الگ الگ معانی میں ہے، تب ید اللہ کے معنی حفظ الٰہی ہیں اور أیدیھم سے مراد مبائعین کے ہاتھ (یہ جارحہ جسمانی) ہیں اور بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت و نصرت ہمیشہ ان مبائعین کی ساتھ ہوگی۔ اس کی تائید اسی سورۂ مبارکہ میں تھوڑی دور آگے چل کر ان الفاظ پاک میں پائی جاتی ہے۔

فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ کَثِیْرَةً یَّاْخُذُوْنَھَا ؕ (۱۸:۴۸۔۱۹)

ترجمہ:..... اللہ تعالیٰ نے بیعت کرنے والوں کے دلوں کی اندرونی حالت کو جان لیا، ان پر سکینہ اتارا، ان کو فتح قریب عطا فرمائی اور وہ بڑی فتوحات بھی ان کے لیے خاص کر دیں جن کو وہ حاصل کریں گے۔

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور ان کے ماتحت عمال و گورنر و جرنیل و قائدین لشکر اور فاتحین کشور انہی بیعت کرنے والوں میں تھے۔ حضر موت، عمان، عراق و فلسطین، شام و مصر، افریقہ و سوڈان، تیونس و الجزائر، مالٹا اور کریٹ۔ ایران و خراسان کی فتوحات و مغانم انہی خلفاء راشدین اور ان کے حکم برداروں کو حاصل ہوئی تھیں۔

ہاں! یہی وہ بزرگ ہیں جو مفہوم آیت اور اس بشارت عظمیٰ کے مظہر ہیں۔ انہی کے دلوں کا امتحان لیا گیا اور انہی پر نزول سکینہ ہوا۔ وہ سکینہ جس کے نزول کا ذکر احوال موسیٰؑ میں بھی ہے۔

انہی کے ہاتھوں میں وہ طاقت تھی کہ کل دنیا کے ہاتھ ان کے سامنے پست تھے۔ کبھی کسی سلطنت کی قواعد دان اور باقاعدہ مسلح افواج ان پر غالب نہ آ سکیں۔ کَفَّ اَیْدِیَ النَّاسِ عَنْکُمْ [لوگوں کے ہاتھ تم سے روک لیے] ایک نظارہ یہ بھی تھا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضل و شرف، جاہ و احتشام، دولت و اقبال مادری اور رحمت و برکات روحی کا سبب، ذریعہ کیا تھا۔ یہی بیعت نبوی، یہی اتباع محمدی، یہی صدق و اخلاص جو انہیں پیارے رسول ﷺ کی ذات اور تعلیم کے ساتھ تھا۔ لہٰذا وہ سب طفیلی تھے۔ ان خصوصیات کا اصل تعلق نبی کریم ﷺ کی ذات مبارک سے ہے اور نبی ﷺ کا یہ شرف حضور ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔

---

[1] اہل حدیث لفظ ید کی کوئی تاویل نہیں کرتے، لیکن اللہ تعالیٰ کو جسم و لوازم جسم سے پاک و برتر تسلیم کرتے ہیں اور مجسمہ و معطلہ سے علیحدہ ہیں۔ صفات میں ان کا مسلک ہر ایچ پیچ سے پاک و صاف ہے۔

خصوصیت نمبر ۲۴..... وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۔ (۳۳:۴۰) خاتم اور ختم دونوں ایک معنی ہیں۔[1]

اَلنَّبِيّٖنَ کا الف لام جنس جملہ انبیاء ورسل پر حاوی ہے کلام اللہ کی یہ آیت اعلان کر رہی ہے کہ سیدنا ومولانا محمد رسول النبی الامی ﷺ کے وجود باجود پر نبوت کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ یہ ایک عجیب پیش گوئی ہے اور اس کے اندر ایک عجیب طاقت منجانب اللہ موجود ہے۔ ایران کو دیکھو، وہاں ہزاروں سال تک متواتر سروش آسمانی کی آواز بیسیوں پاک سرشت بزرگوں کو سنائی دیتی رہی۔ ہندوستان کا دعوی ہے کہ یہاں کروڑوں سال تک مہارشی ایسے ہوئے جن پر آکاش بانی کا پرکاش ہوتا رہا۔ بنی اسرائیل کے حالات پڑھو، جہاں ایک ایک وقت دو، دو، چار، چار نبی موجود پائے تھے۔ مصریوں، چینیوں نے بھی سینکڑوں سال تک اپنے اندر نبوت ورسالت ہونے کے دعاوی کو بلند کیا۔ لیکن جب سے کلام اللہ میں آیت زیب عنوان کا اعلان ہوا ہے اور ختم نبوت کا فرمان سنا دیا گیا ہے اس وقت سے ان سب مذاہب وادیان نے بھی اپنے اپنے دروازوں پر قفل ڈال دیے ہیں۔ مجوسی اب کیوں کسی شخص کو جائے اسپ وزرتشت کے اورنگ پر نہیں بٹھلاتے۔ آریہ دت اب کیوں آکاش بانی کا ایک حرف بھی نہیں سنتا۔ بنی اسرائیل کیوں اپنی قوم اور اپنے ملک میں کسی کا نبی ہونا تسلیم نہیں کرتے۔

پیارے ناظرین! یہ سب قدرت الہیہ کا روشن کارنامہ ہے۔ جس نے نبی ﷺ وخاتم النبیین بتانے کے بعد تمام دنیا کے جملہ مذاہب کے دماغوں اور طبیعتوں سے بھی یہ بات نکال دی ہے کہ خود ان کے مذہب کے اندر بھی کسی کو پیغمبر، نبی، رسول، اوتار کہا جائے۔ دنیا بھر کا یہ عملی فیصلہ یا طبعی میلان، بلکہ فطری وجدان ظاہر کرتا ہے کہ قدرت ربانی نے اس خصوصیت کو وجود اقدس نبویہ سے خاص رکھنے میں کیسی زبردست حفاظت فرمائی ہے۔ کوئی غیر مسلم یہ نہیں کہہ سکتا کہ نبی ﷺ نے اپنی ذاتی توصیف کے لیے ایسا فرما دیا ہے۔

اول..... اس لیے کہ دعویٰ کرنا آسان ہے۔ مگر زمان مستقبل پر حکومت کرنا دشوار ہے۔ یہاں تو چودہ صدیوں کا زمانہ[2] اور مختلف ومتعدد مذاہب کا متفقہ رویہ اس کی تائید میں موجود ہے۔ جس شے کی تائید میں خود نیچر ہو وہاں تصنع کا کیا دخل رہ جاتا ہے۔

دوم..... اگر نبی ﷺ کو اپنا ذاتی فخر بھی قائم کرنا مقصود ہوتا تو حضورؐ ایسا کر سکتے تھے کہ اپنے متبعین کو نبوت کے منصب سے ممتاز بناتے اور موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر اپنے اتباع کرنے والے انبیاء کی شان اور تعداد کا اظہار کرتے۔

بعض مسلمان صوفیہ کی نسبت یہ بات زبان زد عوام ہے کہ انہوں نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔

اول:..... تو ان روایات کی صحت بالکل مشکوک ہے۔ دوم:..... اگر ثابت بھی ہو جائے کہ کسی شخص نے اَنَا الْحَقُّ بھی کہا یا سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ بھی کہا ہے۔ تب بھی یہ نتیجہ تو صاف نکلتا ہے کہ خدا بننا تو ان کو سہل نظر آیا۔ مگر نبی کہلانے کی جرأت وہ بھی نہ کر سکے۔ ایسے ہی لوگوں میں یہ مصرعہ بہت شہرت یافتہ ہے۔

"باخدا دیوانہ باش و با محمد ﷺ ہوشیار"

---

[1] خاتم بفتح تا معنی ختم القاموس۔ منتہی الارب۔ المنجد وغیرہ

[2] ۹ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ کو یوم ولادت مطہرہ سے پورے چودہ سو برس ہو جاتے ہیں یعنی ۱۰ھ میں ۶۳ سال حضورؐ کی عمر بوقت ہجرت کو جمع کر لینا چاہیے

ذیل میں اسلامی روایات کا اندراج ضروری ہے جو آیت زیب عنوان کی تفسیر میں نبی ﷺ سے باسناد صحیحہ ثابت ہیں:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَآءِ کَمَثَلِ قَصْرٍ اُحْسِنَ بُنْیَانُهٗ وَتُرِكَ مِنْهُ مَوْضِعُ لَبِنَةٍ وَطَافَ بِهِ النُّظَّارُ یَتَعَجَّبُوْنَ مِنْ حُسْنِ بُنْیَانِهٖ اِلَّا مَوْضِعَ تِلْكَ اللَّبِنَةِ فَکُنْتُ اَنَا سَدَدْتُّ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ خُتِمَ بِیَ الْبُنْیَانُ وَخُتِمَ بِیَ الرُّسُلُ - وَفِیْ رِوَایَةٍ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ (متفق علیہ)

امام بخاری وامام مسلم نے بالاتفاق ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

میری مثال اور دیگر سب انبیاء کی مثال ایک محل کی سی ہے جسے خوب بنایا گیا تھا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی تھی۔ دیکھنے والے آتے تھے۔ مکان کی عمدگی اور اس خالی جگہ کے متعلق تعجب ظاہر کرتے تھے۔ اب میں ہوں جس نے اس خالی جگہ کو بھر دیا ہے۔ میرے ذریعہ ہی سے عمارت ختم ہوئی اور میری وجہ سے رسول ختم کیے گئے اور وہ اینٹ میں ہوں اور میں سب انبیاء کا ختم کرنے والا ہوں۔

عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صلی اللّٰه علیه وسلم یَقُوْلُ اِنَّ لِیْ اَسْمَآءً اَنَا مُحَمَّدٌ وَّاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِیْ الَّذِیْ یَمْحُو اللّٰهُ بِیَ الْکُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیْ وَاَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَهٗ نَبِیٌّ (متفق علیہ)

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں متفقہ روایت جبیر بن مطعمؓ سے ہے کہ میں نے نبی ﷺ کی زبان سے سنا کہ حضور ﷺ فرماتے تھے میرے کئی نام ہیں: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، [1] میں ماحی ہوں، اللہ نے میرے ذریعے سے کفر کو محو کر دیا، میں حاشر ہوں کہ لوگ قیامت کو میرے بعد اٹھائے جائیں گے۔ میں عاقب ہوں۔ عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی اور نہ ہو۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللّٰه علی وسلم قَالَ فُضِّلْتُ عَلَی الْاَنْبِیَآءِ بِسِتَّةٍ اُعْطِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَآئِمُ. وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا وَّاُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَآفَّةً وَخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ (رواہ مسلم)

صحیح مسلم میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے سب انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت ہے:

① ..... مجھے کلمات جامعہ عطا فرمائے گئے۔
② ..... مجھے رعب سے مدد دی گئی۔
③ ..... مال غنیمت ہم پر حلال کیا گیا۔
④ ..... روئے زمین کو ہمارے لیے مسجد اور سبب طہارت بنایا گیا۔
⑤ ..... مجھے تمام مخلوق کے لیے رسول بنایا گیا۔
⑥ ..... میری ذات پر انبیاء کا خاتمہ ہو گیا۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رضی اللّٰه عنه قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللّٰه علیه وسلم فِیْ خُطْبَةِ الْوَدَاعِ اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ وَلَا اُمَّةَ بَعْدَکُمْ (رواہ ابن جریر وابن عساکر)

ابن جریر اور ابن عساکر نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے خطبۃ الوداع میں فرمایا تھا:

"لوگو! یاد رکھو میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔"

---

[1] اس حدیث میں حضور ﷺ نے اپنے پانچ نام فرمائے۔ محمد واحمد، ان کے معانی نہیں فرمائے۔ ماحی، حاشر، عاقب، ان کے معانی بتلائے، اس سے واضح ہوا کہ محمد واحمد ذاتی نام ہیں اور ماحی، حاشر، عاقب وصفی نام ہیں۔

رَوٰی اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالْحَاکِمُ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا اَنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ (زرقانی جلد ۵ صفحہ ۲۷۶)

زرقانی (شرح المواہب اللدینہ) میں ہے کہ امام احمد و امام ترمذی، امام حاکم نے صحیح اسناد کے ساتھ انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اب رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی، لہٰذا میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی ہوگا۔

عَنْ ثَوْبَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ ثَلَاثُوْنَ کَذَّابًا کُلُّھُمْ یَزْعُمُ اَنَّہٗ نَبِیٌّ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ (رواہ مسلم)

صحیح مسلم میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میری امت میں تیس شخص ایسے ہوں گے جو کذاب ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک کا گمان یہ ہوگا کہ وہ نبی ہیں۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرَ بْنُ الْخَطَّابِ (رواہ الترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطابؓ ہوتے۔

سب جانتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نبی نہ تھے۔ ثابت ہو گیا کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی بھی نبی ہو سکتا۔ جنگ تبوک کے موقع پر نبی ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ غزوۂ تبوک میں نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور! مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں، اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا:

اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (صحیحین)

کیا تم اس پر خوش نہیں کہ تم میرے لیے ویسے ہی ہو جیسے ہارون موسیٰ کے لیے تھے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ میرے بعد نبی کوئی نہ ہوگا موسیٰ علیہ السلام میقات ربی کے لیے طور پر چالیس یوم ٹھہرے تھے اور اپنے بعد ہارون علیہ السلام کو خلیفہ بنا گئے تھے۔ نبی ﷺ کو بھی غزوہ تبوک میں قریباً پچاس یوم مدینہ سے باہر رہنے کا اتفاق ہوا۔ اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس واقعہ میں خلافت رسول کا اشارہ تک نہیں۔ کیونکہ ہارون علیہ السلام کی وفات موسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے ہوئی تھی۔

سیدنا علی مرتضیٰؓ جب نبی کریم ﷺ کو آخری غسل دے رہے تھے تو اپنی زبان سے یوں فرما رہے تھے۔

بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ لَقَدِ انْقَطَعَ بِمَوْتِکَ مَایَنْقَطِعُ بِمَوْتِ غَیْرِکَ مِنَ النُّبُوَّۃِ وَالْاَنْبَاءِ وَاَخْبَارِ السَّمَاءِ

(نہج البلاغہ صفحہ ۲۰۵ چاپ دار السلطنت تبریز ۱۲۲۷ھ)

میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان ہوں۔ حضور کی موت سے وہ چیز ختم ہو گئی جو اور کسی شخص کی موت سے ختم نہ ہوئی تھی۔ یعنی نبوت اور اخبار غیب اور آسمان سے خبروں کا آنا اب ختم ہو گیا۔ ان صحیح ترین روایات اسلامیہ کی تصدیق قدرت قاہرہ نے جملہ مذاہب کی زبان بندی سے فرما دی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ ختم نبوت وہ خصوصیت خاصہ ہے جو بالکل حضور ﷺ ہی کی ذات اقدس کو حاصل ہے۔ اس آیت کے ساتھ آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کی تفسیر بھی پڑھ لینا چاہیے، تاکہ معلوم ہو جائے کہ ختم نبوت کا منصب اس کو شایاں ہے جو کمال دین اور اتمام نعمت کی بشارت سے بھی مبشر ہو۔ الغرض آیت زیب عنوان نہایت مستحکم دلائل اور قطعی براہین کے ساتھ حضور کی خصوصیت ختم المرسلین کو واضح کر رہی ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ!

اب اگر اہل اسلام کے اندر کوئی شخص ایسا ہے، جسے اپنی نبوت کا زعم ہو تو اسے مناسب ہے کہ صحیح مسلم کی روایت کو پیش نظر رکھ کر اگر چاہے تو ان تیس کے شمار میں داخل ہو جائے۔ ارشاد نبوی ﷺ کے سامنے اپنے زعم باطل کو چھوڑ کر تائب و مومن بن جائے۔

خصوصیت نمبر ۲۵..... وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ ہم نے جو تجھے بھیجا ہے تو سب عالموں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے

دنیا میں ہزاروں نامور اشخاص گزرے ہیں، جو آسمان شہرت پر روشن انجم ہو کر چمکے ان کے خطابات سے ان کی شخصیتوں پر روشنی پڑتی ہے۔ کسی کا لقب مہاراجہ ادھیراج ہے۔ کوئی شہنشاہ کہلاتا ہے۔ کوئی مہادیو۔ کوئی مہابلی، کوئی تہمتن، کوئی رومی تن، کوئی گوپال، کوئی فرزند نور، کوئی یودھا (بمعنی بیدار) کوئی سولہ کلاں سپورن، کوئی چند بنسی، کوئی سورج بنسی وغیرہ وغیرہ۔ یہ اور اس جیسے دیگر خطابات اس شخص کی اپنی ذات و اوصاف کے متعلق ایک نمایاں خصوصیت کے مظہر ہیں، لیکن ایسے خطابات سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ دنیا بھر کی مخلوقات سے اس ہستی کو کیا نسبت ہے۔ لیکن رحمۃ للعالمین ایسا خطاب ہے جو صرف اسی نسبت اور تعلق کا مظہر ہے جو ممدوح الوصف کو مخلوقات کے ساتھ ہے۔ رحمت کے معنی پیار، ترس، دیا، ہمدردی، غمگساری، محبت اور خبر گیری ہیں۔ ان الفاظ کے معانی اس لفظ کے اندر پائے جاتے ہیں۔ کون شخص ہے جو یہ کہہ سکتا ہے کہ اسے مندرجہ بالا اخلاق کی کچھ ضرورت نہیں اور وہ ان اوصاف کے فیوض سے مستغنی رہ سکتا ہے۔ غالباً کوئی بھی ایسا شخص نہیں نکلے گا۔

عالم، علیمت کی صفت سے بنا ہے۔ یعنی وہ ہر ایک شے جس میں نمودار ہونے، ظہور پکڑنے، اپنی اپنی ہستی کو نمایاں کرنے اور اپنے وجود کی نمود در کھنے کی قابلیت ہے، وہ لفظ عالم سے موسوم ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

اس لفظ کا استعمال انواع و اصناف و اجناس کے ممیز کرنے میں اکثر کیا جاتا ہے، عالم جمادات، عالم نباتات، عالم حیوانات، عالم علوی، عالم سفلی اور جذبات و ذہنیات و کوائف کے لیے بھی استعارۃً اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔ عالم وجد، عالم شوق، عالم شباب وغیرہ۔ الغرض! لفظ عالم کا استعمال مخلوق مادی و ذہنی تک وسیع ہے۔ عالمین صیغہ جمع ہے اور جملہ عوالم پر اس کا احاطہ ہے، اب اندازہ کرو، اس مقدس ہستی کا جس کا سب سے پیار ہے جو سب پر ترس کھاتا ہے، ہر ایک کا ہمدرد و غمگسار ہے، جس کی محبت عام ہے، جو ہر ایک کی مقتضیات کو اپنی تعلیم سے پورا کر سکتا ہے، جو ہر ایک وساوس کو اپنے حقائق سے ہمدرد و دوست بنا سکتا ہے، جس کے فیوض سے مادیات و ذہنیات تصورات، و تصدیقات کو شادابی و درستی، صحبت اور صداقت حاصل ہوتی ہے۔ رب العالمین نے سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کو رحمۃ للعالمین فرما کر یہ ظاہر کر دیا ہے کہ جس طرح پروردگار کی الوہیت عام ہے اور اس کی ربوبیت سے کوئی ایک چیز بھی لاپرواہ نہیں رہ سکتی، اسی طرح رسول کریم ﷺ کی تعلیمات و تفہیمات سب کے لیے اور سب کے فائدہ کے لیے ہیں اور کوئی شے حضور ﷺ کی رحمت سے خود کو مستغنی ثابت نہیں کر سکتی۔

شاید کسی بے فکرے کو یہ کہہ دینا آسان ہو کہ اسے سورج اور گرمی کی احتیاج نہیں، لیکن ایک عالم اور صاحب دماغ کے لیے یہ کہنا سخت دشوار ہے کہ اسے تعلیمات محمدیہ کی مطلقاً حاجت نہیں۔ دنیا اور دنیا کی قومیں غور کریں کہ نبوت محمدیہ ﷺ کے بعد کیوں کر انہوں نے حضور ﷺ کی تعلیمات کا اقتباس بالواسطہ یا بے واسطہ طریق سے کیا ہے اور کیا کیا بھیس بدل بدل کر اس خرمن حیات سے خوشہ چینی کی ہے؟

حضور ﷺ کی سیرت پر غور کرو اور حضور کے رحمۃً للعالمین ہونے کا مفہوم اس سیرت سے سمجھنے کی سعی کرو:

① ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے، جس نے ۱۴، ۱۵ رسال کی عمر میں حرب الفجار کو دیکھا اور اسی وقت سے ایک قوم کا دوسری قوم پر حملہ آور ہونا، انسان کا انسان کو شکار غضب و وحشت بنانا، ناپسند فرمایا۔

② ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے، جس کی فطرت سلیمہ اور طینت طیبہ نے حلف الفضول [1] کے عہد و پیمان کو مستحکم و استوار بنانا اور ایک شریف النفس کے لیے دادخواہی مظلوماں اور دستگیری مظلوماں، حفاظت مسافراں اور اعانت بے چارگاں کے اوصاف کا حاصل کرنا لازم ٹھہرایا۔

③ ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے دشمن کو بھی دوست بنا لینے کی تدبیر سکھائی:

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ﴿۳۴﴾ (سورۂ فصلت)

برائی کی مدافعت خوبی و نیکی سے کرو، پھر تو تمہاری عداوت والا بھی تمہارا گرم جوش دوست بن جائے گا۔

④ ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے عداوت کرنے والے دشمنوں، حقوق جائز سے محروم کرنے والے دشمنوں عبادت سے روکنے والے دشمنوں کے ساتھ بھی ہر ایک انتقامی کاروائی کرنے سے اہل ایمان کو روکا، اس وقت جب کہ اہل ایمان میں انتقام لینے کی طاقت و قوت بھی موجود تھی۔

وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ (۵:۲)

"اس قوم کا بغض، جس نے تم کو حرمت والی مسجد سے روک دیا تھا، اس امر کی طرف کھینچ کر نہ لے جائے کہ تم بھی ان سے خلاف انصاف کرنے لگو"۔

⑤ ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے کاہنوں کے ترہب کو، ہندوؤں کے جوگ اور سیناس کو، یہودیوں کے فرقہ لامساس کو، یونانیوں کے گروہ کلبیہ کو، عیسائیوں کے نن اور منک کو اور ان سب کے افسوسناک اور عبرت خیز نتائج کو دیکھا اور وَرَهْبَانِیَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَیْهِمْ (سورۂ حدید: ۲۷)

رہبانیت تو لوگوں کی خود ساختہ گھڑت ہے، اللہ نے تو اسے انسان کے لیے کبھی مفید نہیں فرمایا۔

کا فرمان سنایا اور لا رھبانیۃ فی الاسلام (اسلام میں رہبانیت نہیں) کے ارشاد سے تمدن اور انسانیت کو تاج امتیاز فرمایا

⑥ ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جو یہودیوں کی ایک خاص نسل ہی کے افراد کو اللہ کی برگزیدہ قوم کے لقب سے مخصوص نہیں کرتا۔ جو کاتھولیکوں کی طرح آسمان کی کنجیاں شخص واحد کے ہاتھ میں سپرد نہیں کر دیتا، جو گنگا اور بیہو یا برہمنوں ہی کو نرگ اور سرگ میں آدم انسانی کے دھکیل دینے کی طاقت کا ٹھیکہ دار نہیں بناتا۔ جو چین والوں کی طرح کسی خاص رقبہ میں پیدائش کی بنیاد پر ان کو فرزندان آسمانی کا خطاب عطا نہیں کرتا۔ جو زرتشتیوں اور دلاماؤں کی طرح پیروان خاص کے سوا باقی سب پر رحمت و افضال سے بھرپور خزانے بند نہیں کرتا۔

⑦ ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس کی نگاہ میں رومی، یونانی، مصری و سوڈانی سب مساوی ہیں۔ جس کے

---

[1] قبل از نبوت محمدیہ ﷺ کہ معظمہ میں ایک انجمن قائم کی گئی تھی، جس کے ممبر قسم کھایا کرتے تھے کہ وہ مظلوموں کی امداد کیا کریں گے، عورتوں اور یتامیٰ پر ظلم نہ ہونے دیں گے، قتل و غارت گری کے روکنے کی سعی کیا کریں گے۔ اس انجمن میں فضل نام کے کئی ممبر شامل تھے اس لئے اس انجمن کا نام "حلف الفضول" ہو گیا تھا۔

دربار میں مدعم، سوڈانی، بلال حبشی، فیروز خراسانی، سلمان پارسی، صہیب رومی، اثامہ مجدی اور عدی طائی رضی اللہ عنہم پہلو بہ پہلو بیٹھے ہوئے ہیں، جہاں جندل کا بادشاہ اکیلا نہیں بلکہ عمان کا حکمران جیفر ان آل حمیر کا مدعی الوہیت ذوالکلاع اور یمن کا بڑا کاہن ضماد غلامان بارگاہ سے بہت پیچھے صف نعال میں خرم وشاداں موجود ہے۔

⑧ ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جو یہود جیسی مخذول ومغضوب قوم کو جسے نہ صرف عیسائیوں نے بلکہ بت پرستوں نے بھی ذلیل وخوار ٹھہرایا تھا۔ مستقل قوم ہونے کا درجہ عطا فرماتا ہے اور معاہدات میں ان کو مساویانہ حقوق کے عطیہ سے شاد کام فرماتا ہے۔

⑨ ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جو جملہ عیسائی اقوام کی اس وقت حفاظت فرماتا ہے جب کہ دوسری مذہبی کونسل پہلی مذہبی کو اور تیسری مذہبی کونسل دوسری مذہبی کونسل کو کفر ولعنت کا تحفہ پیش کرنے کے بعد اپنی مذہبی کارروائی کیا کرتی تھی۔ وہ عیسائیوں کے جان ومال کو اس وقت محفوظ فرماتا ہے جب کہ مسیح کے جسم ایک روح یا دو روحوں کے ہونے کے مسئلے نے یروشلم اور روما اور مصر میں خون ریزی کو عام کر رکھا ہے۔

⑩ ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہی ہے جس کے تعلیم لوتھر کی رہنمائی کرتی ہے، اس کے مخالف اسے خفیہ مسلمان ہونے کا الزام بھی لگاتے ہیں۔ مگر رحمۃ للعالمین کے فیوض سے استفاضہ کرنے میں نہیں جھجکتا اور بالآخر یورپ کو الوہیت سے انسانیت پر لے آتا ہے اور ظاہریت پرستی کو گرجاؤں سے دور کر دیتا ہے۔

⑪ ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جو جملہ اقوام وممالک عالم کو دین صحیحہ کی تعریف سے روشناس فرماتا ہے۔

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ (سورۂ روم:۳۰)

"اللہ کی پیدا کردہ فطرت جس پر انسانی سرشت بنائی گئی ہے اللہ کی پیدائش میں تبدیلی نہیں اسی کو دین قیم کہتے ہیں"۔

اہل روما نے اپنی اپنی مقدس کتابوں سے اور فلسفی اپنے بہتر رہنماؤں کی تعلیمات میں سے نکال کر دکھائیں کہ دین صحیحہ کی یہ تعریف کبھی کسی اور جگہ بھی بتلائی گئی ہے۔ دین صحیحہ کے متعلق ایک دوسرا اصول سکھایا گیا ہے:۔

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۔ دین کے متعلق ارادہ الٰہی یہ نہیں کہ وہ انسان کو تکلیف اور دشواری میں رکھے۔

تیسرا اصول:..... جس پر شریعت مصطفویہ ﷺ کے احکام کا نفاذ ہوا ہے:

وَلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ (سورۂ مائدہ)

ہاں! شریعت سے ارادہ الٰہی کا مقصود یہ ہے کہ انسانوں کو پاک وصاف ٹھہرائے، اور ان پر اتمام نعمت بھی فرمائے۔

تعریف بالا اور اصول بالا کو مسلم رکھتے ہوئے بھی یہ ارشاد ہے:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (سورۂ بقرہ:۲۵۶)

"دین کے بارے میں کسی پر زور اور زبردستی نہیں ہدایت اور ضلالت کو کھلے طور پر واضح کر دیا ہے"۔

⑫ ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے، جس کی تعلیم اختلاف الوان اور تبدیلِ زبان اور تباینِ ملکی سے بہت بلند ہے جس کی تعلیم میں حسب ونسب کا خالی دعوے صداقت سے عاری ہے۔

⑬ ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے سب سے پہلے ھو اللہ احد کے دین واحد کی دعوت یکساں طور پر

قریش و بیگانہ کو دی۔ جس نے سب سے پہلے احمر و اسود، عربی و عجمی، مشرقی و مغربی انسانوں کو قوم واحد بنایا، ایک ہی کلمہ زبان پر، ایک ہی ولولہ دماغ میں، ایک ہی ارادہ دلوں میں قائم کر دیا۔

(۱۴) ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے ترہب اور تبتل میں تطہیر پائی کی جس نے ایک گرہستی گرہست میں رہ کر سنیاسی بنایا اور جس نے مصائب دنیوی کے خوف سے قطع تعلق کرنے والے کو ناخوشنودی رحمن کا مورد بتلایا۔

(۱۵) ..... رحمۃ للعالمین وہ ہے، جس نے امراض قلوب کو بیان کیا۔ امراض کی علامات اور علاج کے طریقے بتائے جس نے قلب سلیم کی تعریف فرمائی اور قیام سلامتی کی تدابیر کو واضح کر دیا۔

(۱۶) ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے، جس نے دیکھا کہ کہیں تو عورت کو اناج، غلہ، روپیہ، پیسہ کی طرح دان میں دیا جاتا ہے۔ (ہندومت) اور کہیں عورت کو بے روح بتایا جاتا ہے۔ یا کبھی عورت کو مجسم شیطان تعبیر کیا جاتا ہے۔ (سترھویں صدی سے پہلے پہلے کی عیسویت) کہیں اسے صرف اغراض شہوانی کا آلہ قرار دیا گیا ہے (یہودیت) اور کہیں بے جان زمین کی طرح اسے سب مردوں کا لکد کوب ہونا تجویز کیا ہے (ایران کے مزدکیہ و مانویہ) اور ان جملہ حالات میں اس کی شخصیت و ذہنیت اور حقوق کا ذرہ بھی پاس و لحاظ نہیں رکھا گیا۔ ان جملہ مصائب کو دور کرنے کے لیے یہ حکم سناتا ہے۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ۔ جیسے حقوق مردوں کے عورتوں پر ہیں، ویسے ہی عورتوں کے حقوق بھی مردوں پر ہیں۔

علم نحو میں لام استحقاق و تخصیص و تملیک کے لیے آتا ہے لہٰذا لَهُنَّ الام عورتوں کو بہت کچھ حقوق عطا کرتا ہے۔

ارشاد فرمایا: اَلنِّسَآءُ شَقَائِقُ الرِّجَالِ۔ عورتیں مردوں ہی کا ایک جزو اور حصہ ہیں یا عورتیں مردوں کے لیے گل و ریحان ہیں

ارشاد فرمایا: فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَآءِ۔ عورتوں کے معاملات میں تقوی الٰہی سے کام لینا۔

(۱۷) ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے رسوم کی زنجیروں اور اندھی تقلید کی بیڑیوں اور آبائی مراسم کی جکڑیوں سے انسان کو آزاد کیا، اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے ان کارناموں کو اس طرح ظاہر فرمایا ہے:

وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ۔ (سورۂ اعراف: ۱۵۷)

"بوجھ اتار دے اور زنجیر و طوق کو ان سے اتار کر دور پھینک دیا"۔

(۱۸) ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے، جو قوموں کو قوموں کے ساتھ موالات کے اصول سکھاتا ہے اور عدم موالات کی حدود کو بھی قائم کر دیتا ہے تاکہ موالات کی تعریف جامع ہو جائے اور مانع بھی۔ حضور ﷺ نے یہ فرمان سنایا۔

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ (سورۂ مائدہ: ۲)

جملہ اقسام نیکی میں اور جملہ انواع خدا ترسی میں تم سب کے ساتھ تعاون کیا کرو اور جملہ اصناف گناہ میں نیز جملہ اشکال عدوان میں تم کسی کی مدد نہ کیا کرو۔

(۱۹) ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس کا کام جملہ خصائل رذیلہ اور اخلاق کو ہیدہ سے انسان کو پاک و صاف کر دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَيُزَكِّيهِمْ وہ ان کے میل کچیل کو دور کر کے ان کو پاک و صاف بناتا ہے۔

(۲۰) ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جو انسانیت کے درجہ رفیع کو نہ تو زر و دولت کے لباس میں دیکھتا ہے اور نہ فقر و تہی

دستی کے وقت اس کی نفی فرماتا ہے۔ بلکہ انسانیت کا مدار اور ابن آدم کہلانے کا استحقاق وہ صرف ایمان اور علم پر مبنی کرتا ہے۔ لفظ ایمان فرائض الٰہیہ پر اور لفظ علم واجبات وجود پر پوری طرح سے حاوی ہے۔ فرمان ذیل پر غور کرو۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ (سورۂ مجادلہ:۱۱)

اللہ تعالیٰ درجے بلند کرتا ہے، ان کے جو تم میں سے ایمان لا چکے ہیں اور ان کے جن کو علم دیا گیا۔

فضیلت علمی کو اچھی طرح سے ذہن نشین کرنے کے لیے فرمایا:

فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِيْ عَلٰى اَدْنٰكُمْ۔ عالم کی عابد پر فضیلت اتنی ہے جتنی نبی کو ادنیٰ امتی پر ہوتی ہے۔

(۲۱) ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَى اللّٰهِ الطَّلَاقُ (ابوداؤد) کے راز سے دنیا کو واقف بنایا اور سمجھایا کہ طلاق کا وجود خاص دشواریوں کے حل کے لیے ضروری ہے اور اس وقت طلاق کی ضرورت ایسی ہی ہو جاتی ہے جس طرح ایک عضو میں سمیت آ جانے کی وجہ سے اس کا جسم انسانی سے بذریعہ قطع و برید جدا کرنا ضروری ہو جاتا ہے اگرچہ قطع عضو بہر حال ناپسندیدہ سمجھا جائے۔

ہاں! یہ حکم طلاق دینے والے کو سمجھایا جاتا ہے کہ اب وہ ایسے خطرناک فعل کا اقدام کرنے لگا ہے جو اللہ تعالیٰ کو صرف ناپسند ہی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کو اس سے بغض بھی ہے۔ لہٰذا جب تک یہ مسلم نہ ہو جائے کہ صرف یہی ایک صورت مرد کی بقاء وصحت وحفاظت ایمان وعزت کے لیے رہ گئی ہے، اس وقت تک اس پر عمل نہیں کرنا چاہیے۔

(۲۲) ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے طلاق کے روکنے کے لیے ایسی تدابیر کو ضروری ٹھہرایا جن پر عمل کرنے سے ہر ایک جلد باز اور ہر ایک انجام سے بے پرواہ اور ہر ایک مغلوب الغیظ کو طلاق کی برائی سے محفوظ فرما لیا ہے۔

الف ..... زوجین کے اختلاف وشقاق کے مٹانے کے لیے پہلی تدبیر یہ بتائی کہ دو ثالث مقرر کیے جائیں۔ ایک مرد کے گھرانے کا، ایک عورت کے گھرانے کا۔ وہ دونوں ان زوجین کے حالات وشکایات کو سنیں اور فیصلہ کر دیں۔

ب: ..... اب بھی اگر اصلاح نہ ہو اور قصور کا بوجھ صرف عورت پر ہو تو مرد کو لازم ہے کہ کچھ عرصہ کے لیے ہم بستری ترک کر دے یہ تدبیر بہت موثر ہے۔

ج: ..... اب بھی کوئی درستی نہ ہو تو تادیب کے طور پر ہلکی سی مار مارے، ہلکی مار یہ ہے کہ چہرہ پر نہ مارے۔ ایسی ضرب نہ مارے جس سے جلد پر نشان نمایاں ہو جائے۔ یہ تدبیر بھی پست درجہ کی سمجھ والیوں میں مؤثر ہوتی ہے۔

د ..... یہ تدبیر بھی ناکافی ثابت ہو، تب ایک طلاق دے سکتا ہے، اس ایک طلاق دینے کے لیے شوہر کو اس وقت کا انتظار کرنا چاہیے جب وہ ماہواری ایام سے پاک وصاف ہو جائے، ان ایام کا یہ انتظار بھی پہلی طلاق کی روک کے لیے ہے اس طلاق کے بعد ضروری ہے کہ خاوند بیوی ایک ہی گھر میں رہیں۔ ایک ہی جگہ خواب کریں۔ اس سکونت یک جائی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زوجین میں سے ہر ایک کو پھر اپنی خصلت وعادت اور فعل پر جس کی طفیل نوبت بایں حدے رسید ہو گئی ہے، غور کرنے اور اصلاح کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اسی طرح پر اگر وہ رل مل بیٹھے، ایک نے دوسرے کی ہمبستری کا موقع حاصل کر لیا تو وہ ایک طلاق ان کو خاوند بیوی کی معاشرت سے ذرا روک نہیں۔

ہ ..... ایک مہینہ گزر گیا، عورت کو دوسرے مہینے کے ایام بھی دیکھنے پڑے، ان کے بعد پھر مرد کو دوسری طلاق دینے کا

اختیار ہے۔ لیکن اس دوسری طلاق کے بعد بھی زوجین کو ایک ہی جگہ رہنا، سہنا، سونا، بیٹھنا ہوگا۔ اب پھر ایک مہینہ کی لمبی میعاد ان کے درمیان ہے، جذبات انسانی، جھوٹے غصہ، بے جا بدگمانیوں اور فضول شکایتوں کو جلد مغلوب و معدوم کر دیا کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہو گیا تو پھر یہ جوڑا میاں اور بیوی کا ہے اور دونوں طلاقوں کا ان پر کوئی بوجھ نہیں۔

و: ..... اب تیسری طلاق کا موقع آ جائے گا، اس وقت جب عورت ماہواری مرض سے فارغ ہو، اب شریعت اسے بتلاتی ہے کہ دیکھ، یہ ہُما تیرے ہاتھ سے نکلنے والی ہے۔ پرند اڑ جاتا ہے تو کف افسوس ہی ملنا پڑتا ہے۔ سمجھ لے اور تیسری طلاق سے رک جا۔ ان ہدایات پر بھی اگر نفرت و شقاق کی بنیاد ایسی مضبوط ہے کہ مرد اب تک طلاق ہی پر تلا ہے تب شریعت اسے مجبور نہیں کرتی اور معاہدہ شادی کو لعنت زندگی کا طوق نہیں بنا دیتی۔

رحمۃ للعالمین ﷺ کی تعلیم نہ تو یہ گوارا کر سکتی ہے کہ کسی وفادار بیوی کو محض کسی بیرونی جاہل کے طعن پر یکبارگی گھر سے نکال دے، جیسا کہ سیتا جی کا معاملہ ہے یا یہودیوں کی طرح جن کے نزدیک بیوی کا درجہ ایک ملازم کے برابر بھی نہیں۔ بلا وجہ اور بے سبب شریک زندگی سے قطع تعلق کر لیا جائے۔ علیٰ ہذا! یہ بھی گوارا نہیں کہ عورت پر تہمت زنا لگانے کے بغیر اس کی بدمزاجیوں، گستاخیوں اور امراض مخصوصہ کے بعد بھی اس سے گلوخلاصی نہ ہو سکے، جیسا کہ انجیل کی تعلیم کو سمجھ لیا گیا ہے۔ ہاں حقوق زوجین کا از حد خیال رکھتے ہوئے رحمۃ للعالمین ﷺ نے ایک ایسی سڑک تیار کر دی ہے، جس میں نہ تو تفریط کی گھاٹیاں آتی ہیں اور نہ افراط کے پہاڑ حائل ہیں۔

(۲۳) ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے غریب کے اس رواج کو توڑا کہ میت کا ورثہ خاندان کے صرف ان لوگوں کو ملے گا جو تلوار و نیزہ اٹھا سکتے ہوں۔ عورت اور معصوم بچے، بیٹی، بہن کا کوئی حق نہیں۔ بلکہ وہ ایک عورت کو باپ کی جائیداد سے بوجہ بیٹی ہونے کے، بھائی کی جائیداد سے بوجہ بہن ہونے کے، شوہر کی جائیداد سے بوجہ زوجہ ہونے کے اور اولاد کی جائیداد سے بوجہ والدہ ہونے کے متعدد حصے دلاتا ہے اور حضور ﷺ کی تعلیم کردہ قانون توریت کو اصولاً بہت سی غیر مسلم قوموں نے بھی لے لیا ہے۔

(۲۴) ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے جواز جنگ کے لیے مظلوم ہونے، حقوق ملی و قومی سے بلا وجہ محروم کر دیے جانے، دین حقہ کی حفاظت کرنے والوں کی جان و مال کے غیر محفوظ ہو جانے یا امن عامہ کا قیام مفقود ہو جانے اور مذاہب عالم اور ان کے اماکن عبادت کے معرض تلف میں آ جانے کو بہ طور شروط اولین قرار دیا۔ یہ حقیقت آیات ذیل سے آشکار ہے۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ﴿٣٩﴾ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۗ

ترجمہ: ..... جنگ کرنے والوں کو اذن دیا گیا کیونکہ وہ مظلوم تھے اور بے شک اللہ ان کی مدد کی ضرور قدرت رکھتا ہے۔ یہ وہ ہیں جو اپنے وطن سے بلا سبب نکالے گئے۔ صرف اس بات پر کہ انہوں نے اللہ کو اپنا پروردگار مان لیا تھا، ہاں اللہ تعالیٰ اگر کچھ لوگوں کی دوسرے اشخاص کے ذریعہ مدافعت نہ کرتا تب یہودیوں کے معبد، عیسائیوں کے گرجا، صابئین کی عبادت گاہیں، نیز مسلمانوں کی مسجدیں جن میں اللہ کا نام بہت لیا جاتا ہے ضرور گرا دی جاتیں۔ (سورۂ حج: ۴۰)

(۲۵) ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے وقف علی الاولاد کے آئین سے اولاد کو فقر، تنگ دستی سے اور جائیداد کو تباہی سے اور خاندان کو ہلاکت سے محفوظ بنایا۔ اس مسئلے سے دنیا کلیۃً ناواقف تھی۔

(۲۶) ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے شراب کو قطعی حرام ٹھہرایا اور اسے ام الخبائث بتلایا اور اس تھوڑی سی رعایت کا بھی (جو بالآخر انتہائی اجازت تک پہنچ جاتی ہے) جو پولوس نے مرعی رکھی تھی کہ تبدیل مزہ کے لیے پانی میں تھوڑی سی شراب ملا کر، سد باب کر دیا۔

إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ (سورۂ مائدہ)

شراب اور قمار کو شرک منہیہ کے برابر بیان فرما کر اسے شیطانی فعل بتایا اور پھر اس سے بچنے کا حکم محکم الفاظ میں صادر کیا تاکہ تم خلاصی پاؤ۔ اس حکم کے ساتھ یہ تفسیر بھی شامل کر دی:

كُلُّ مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ۔ جس کی بڑی مقدار میں نشہ ہو، اس کی ادنیٰ مقدار بھی حرام ہے۔

(۲۷) ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے زنا کے جملہ اقسام کو جس کے عرب اور ہندوستان اور دیگر ممالک میں عجیب عجیب نام اس کی قباحتوں کو چھپانے کے لیے رکھ دیے گئے تھے اور اس حکم کو حرام ٹھہرایا، منبر و محراب میں خوب شائع کیا:

وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۝ (سورۂ مؤمنون)

"فلاح والے وہ ہیں جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ بیویاں اور وہ جن کے مالک ان کے داہنے ہاتھ ہوئے اس سے مستثنیٰ ہیں اور ان کی بابت ان پر کوئی ملامت نہیں مگر جو کوئی ان کے سوا اور عورت کی تلاش کرتا ہے تو وہ لوگ اللہ کی حدود سے بڑھ جانے والے ہیں"

(۲۸) ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے اسیران جنگ کی جان بخشی و رحم فرمائی کہ اصول واضح فرمائے۔ تورات میں دشمنوں کی جان تو کیا، ان کے حیوانوں اور عورتوں کی جانوں کا بچانا بھی حرام اور موجب غضب الٰہی بتایا گیا تھا۔

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً (سورۂ محمد)

"جب کافروں سے مٹھ بھیڑ ہو جائے تو ان کی گردنیں مارو اور جب ان کو چور چور کر دو، تب مضبوط طریقہ سے ان کو باندھ لو اور پھر بعد ازاں ان پر احسان کرو یا ان سے فدیہ لے لو"۔

حملہ آور دشمن پر مغلوب اور اسیر ہونے کے بعد احسان نمائی یا فدیہ گیری کا اصول ایسا ہے کہ دنیا بھر کی تمام اقوام اس سے نابلد رہی ہیں اور عملاً کسی نے ایسے کارنامہ کی نظیر پیش نہیں کی۔ لیکن نبی ﷺ نے بدر واحد، مکہ و حنین کی فتوحات سے ہر موقع پر اسیران جنگ اور دشمنان دین اور قاتلان مومنین اور محاربین رسول کے ساتھ یہی معاملہ فرمایا۔

(۲۹) ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے بے پڑھی لکھی قوموں کے سامنے جو اپنے ان پڑھ ہونے پر فخر کیا کرتے اور ان ان پڑھ رہنے کو نوزائیدہ امی بچہ کی معصومی کا چربہ سمجھا کرتے تھے۔ علم سے روشناس کیا۔ علم کا درجہ ان کے دلوں پر قائم کیا، علم کا شائق بنایا۔ پھر ان کو معلم اور مقری کے منصب پر بلند فرمایا۔ آیات ذیل پر غور کرو:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ

وَالْحِكْمَةَ ۚ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝ (سورۂ جمعہ)

اللہ وہ ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں اپنا عظیم الشان رسول بھیجا جو انہی میں سے ہے، وہ ان کو اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا اور پاک بناتا اور کتابت وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور یہ لوگ تو اس رسول سے پہلے صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝ تم کو وہ کچھ سکھاتا ہے جس کو تم نہ جانتے تھے۔

(۳۰) ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے امراض قلوب کو بیان کیا۔ امراض کی علامات اور علاج کے طریقے بتائے جس نے قلب سلیم کی تعریف بتائی اور قیام سلامتی کی تدابیر کو واضح کر دیا۔

(۳۱) ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے گناہ گار انسان کو اسرار توبہ کی تعلیم دی۔ توبہ کے اجزا بتائے۔ ہر ایک جزو کی جداگانہ خاصیت اور ترکیبی ماہیت کو تفصیل سے سمجھایا۔

(۳۲) ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے تزکیہ نفس، تصفیہ باطن کو جداگانہ ابواب میں مرتب فرمایا، جس نے اخلاق فاضلہ اور ابواب احسان کو الگ الگ کر کے بتایا۔

(۳۳) ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے تقویٰ اور خشیت من اللہ، انقطاع تام اور انس کامل، مدارج رجوع مراتب احسان، حقیقت ورع وتوکل اور روح اخلاص وصدق اور مقامات قرب ورضا کا عرفان عطا کیا۔

(۳۴) ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے عبد اور معبود کے درمیان ایک حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنِ کا نشان دیا، چاہِ ضلالت میں گرے ہوؤں کو آسمانی ہدایت پر پہنچ جانے کی تدبیر بتائی۔

(۳۵) ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے رہزنوں کو چوپانی اور بادشاہوں کو اخوانی سکھائی، جس نے غلاموں کو سلطانی دی۔ جس نے بساط کیانی پر اونٹ چرانے والوں کو بٹھلا دیا۔

(۳۶) ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے علوم مابعد الطبیعیہ کو آثار نفسی وآفاقی سے مبرہن کیا۔ جس نے اعمال اور اعمال کا روح سے تعلق، جس نے میزان اور حق وباطل کا توازن بتلایا۔

(۳۷) ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے شمالی عرب کو روما کی غلامی سے اور جنوبی عرب کو ایران کی غلامی سے آزاد کیا..... جس نے طوائف الملوکی کا خاتمہ کر دیا..... جس نے قتل وغارت گر کو قتل وغارت کر دیا..... جس نے خون انسانی کی قدر و قیمت کو سارے جہاں کی قیمتی اشیاء سے بڑھ کر قیمتی بتایا..... جس نے ایران کو فواحش اور روما کو حیوانی تعیش سے نجات دی..... جس نے تمام دنیا کی طرف امن کا ہاتھ پھیلایا..... جس نے ایوان صلح کو مرتفع کیا جس نے حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا [یہاں تک کہ جنگ اپنے سلاحات کو رکھ دے۔ ۱۲] کے لیے جملہ مساعی کو ختم کر دیا۔

(۳۸) ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے غلامی کے نقائص دور کرنے کی تدابیر کیں، غلاموں کو برابر کا کھانا، برابر کا پہننا، ان کی استطاعت سے بڑھ کر کام نہ لینا فرض ٹھہرایا اور اس طرح پر غلاموں کو خاندان کا ایک جزو یا ممبر بنا دیا۔

(۳۹) ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے غلام کو حق مکاتبت بخشا۔ جس کا مطالبہ وہ عدالت میں کر سکتا ہے اور آقا مجبور ہے کہ اسے مقررہ قیمت پر آزاد کرے۔ وَفِي الرِّقَابِ (سورۂ توبہ)

(۴۰) ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے مکاتب غلام کو چندہ دینے کا حکم سب کو دیا۔ حتی کہ وہ آقا بھی چندہ

دے۔ جس کی غلامی سے اسے آزاد ہونا ہے۔

(۳۱) ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے اسلامی سلطنت کی آمدنی صدقات میں سے ۱/۸ حصہ خزانہ میں غلامی کے مٹانے کے لیے مقرر فرمایا۔

(۳۲) ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے قانون شریعت میں آزادی غلاماں کے لیے مواقع نکالے۔ اس کی تفصیل مسائل طہارت وصوم وحج کے ابواب بھی دیکھنی چاہیے۔

(۳۳) ..... رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے آقاؤں کو عتاق من النار کا ذریعہ آزادیٔ غلام بتایا۔

(۳۴) ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے آزاد کو آقا کے برابر حقوق عطا فرما کر آقا کو غلام کا مولی اور غلام کو آقا کا مولی ٹھہرایا۔

(۳۵) ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے آزادی غلام کے بعد بھی آقا وغلام میں ایک ایسی نسبت، ایک ایسا علاقہ پیدا کر دیا جو صرف خون کے رشتہ میں ہوتا۔ یعنی آقا کے لاوارث ہونے پر غلام کو اور غلام کے لاوارث ہونے پر آقا کو اس کا وارث ٹھہرایا۔

(۳۶) ..... رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے غلاموں پر حصول قرابت وصہریت اور اخذ امارت وحکومت اور نصب امامت وولایت اور اعداء کو عطائے صلح وامان کے حقوق سے مالا مال فرمایا۔

اسلام سے پیشتر غلامی تو جملہ ممالک میں اور جملہ اقوام میں اور جملہ ادیان میں موجود تھی۔ کیا حضور رحمۃ للعالمین ﷺ سے پیشتر کسی نے غلامی کے محور زائل کرنے اور غلاموں کو ایسے بلند منصب تک پہنچانے میں بھی کوئی کاروائی کی۔ یہ ہندوستان اچھوت، اقوام کی تعداد میں برہمنوں، کھتریوں اور ویش قوموں کی مجموعی تعداد سے بھی زیادہ ہے اور اچھوت ہونے کی بیڑی اور طوق اس طرح ان کا لازمہ جسم وروح ہو گیا ہے کہ سینکڑوں نسلوں اور ہزاروں لاکھوں سالوں کی امتداد مدت بھی ان کو رہائی نہیں دلا سکتی۔ اچھوت قومیں ہندو لاء کے حکم سے معاشرت تمدن، علم اور مذہب کے جملہ حقوق سے قطعاً محروم رکھی گئی ہیں، برہمنوں کو شودروں کے مال کا مالک بنایا گیا ہے اور کوئی برہمن کسی شودر مقتول کے قتل میں مستوجب قصاص نہیں سمجھا گیا۔ اسلام میں کوئی انسان بھی اچھوت نہیں، سب کی جان ومال کو یکساں حرمت واحترام کے حقوق حاصل ہیں۔ معاشرت اور تمدن میں سب برابر ہیں۔ ہر ایک ادنیٰ شخص سلطنت دنیوی یا امت دینی تک فائز ہو سکتا ہے۔

ہمارا یہ مضمون طویل ہو رہا ہے اور کتاب ہذا کا موضوع یہ نہیں کہ ہر ایک مسئلہ پر پورے بسط سے تحریر کیا جائے۔ لہٰذا اس دلچسپ ودل ربا مضمون کو ہم اس جگہ ختم کرتے ہیں اور آپ سے کہہ دینا چاہتے ہیں کہ رحمۃ للعالمین صرف حضور ﷺ کی خصوصیت ہی نہیں ہے بلکہ یہ بطور اسم اور علم بھی مستعمل ہے اور یہ نام کسی غیر کا تجویز کردہ نہیں۔ ماں باپ کا رکھا ہوا نہیں، کسی شاعر کے تخیل کا نتیجہ نہیں، کسی فدائی کا جوش محبت میں کہا ہوا نہیں، بلکہ یہ ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت کا انکشاف حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یہ ایک صداقت کا گنجینہ ہے اور اس گنجینہ کا نشان خود ہادی مطلق نے دیا ہے، یہ ایک بشارت ہے جسے قدرت ربانی ہر ایک مخلوق کے کان تک پہنچانا چاہتی ہے۔ یہ ایک

نوید ہے جو عالمیان کو شیفتہ احسانات الٰہیہ بناتی ہے۔

خصوصیت نمبر ۲۶..... فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ (۶:۹۰) تو بھی ان سب کی ہدایت کی موافقت کر۔

اقتدار کے معنی اصل لغت میں شخص ثانی کا شخص اول سے موافقت کرنا ہے۔ آیت بالا پر جو کوئی شخص سرسری نظر ڈالے گا۔ وہ سمجھے گا کہ حضور ﷺ کو کسی دوسرے شخص کے مقتدی (پیرو) ہونے کا حکم دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ معنی کافہ اہل اسلام کے اس مسلمہ اعتقاد کے خلاف ہیں کہ حضور ﷺ امام الانبیاء ہیں۔ لہٰذا آیت بالا شرح طلب ہے اور شرح معانی کے بعد واضح ہو جائے گا کہ آیت بالا نبی ﷺ کی فضیلت کا ثبوت ہے۔

ناظرین کو آیت وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ سے غور شروع کرنا چاہیے، اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ انبیاء کا ذکر فرمایا ہے اور اس ذکر ترتیب زمانی بالترتیب مدارج کو چھوڑ کر ایک اور ترتیب بدیع اختیار کی گئی ہے۔

اول ترتیب اصول نسب	اس صنف میں نوح و ابراہیم و اسحاق و یعقوب علیہم السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے کیونکہ جملہ انبیائے عالم کے انساب انہی پر منتہی ہوتے ہیں اور اکثر اقوام کو انتساب نسبی انہی کی جانب ہے۔
دوم ترتیب ملک وقدرت	اس صنف میں داؤد و سلیمان علیہما السلام خصوصیت سے قابل بیان تھے۔
ترتیب بلحاظ مراتب صبر و شکر	اس صنف میں ایوب اور یوسف علیہما السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔
ترتیب بلحاظ معجزات وظہور آیات	اس صنف میں موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے نام مذکور ہوئے ہیں۔
ترتیب بلحاظ زہد واعراض عن الدنیا	اس صنف میں زکریا و یحییٰ و عیسیٰ و الیاس علیہم السلام کا مذکور ہوا۔
ترتیب بلحاظ تبلیغ امم مختلفہ	اس صنف میں اسماعیل و یسع و یونس و لوط علیہم السلام کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان انبیائے مذکورہ کے مختصر حالات بھی لکھ دیے جائیں۔

نوح علیہ السلام:..... ان کا نسب نامہ یہ ہے: نوح بن لامک بن متوشالح بن اخنوع بن یارو بن مہلل ایل بن قینان بن آنوش بن شیث بن آدم ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی عمر پانچ سو سال کی تھی، جب سام، حام اور یافث ان کے ہاں پیدا ہوئے۔ ان کی عمر کے چھ سو سال کے بعد دوسرے مہینے کی سترہویں تاریخ کو طوفان شروع ہوا۔ چالیس دن تک پانی اوپر سے برستا اور زمین سے ابلتا رہا پھر بڑھنا بند ہوا اور ڈیڑھ سو دن میں پانی کم ہوا، ساتویں مہینے کی سترہویں تاریخ تھی کہ کشتی ارارط کے پہاڑ پر رک گئی۔ ۶۰۱ھ میں عمر نوح کے دوسرے مہینے کی ستائیسویں تاریخ کو حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی چھوڑ کر زمین پر قدم رکھا۔ (ایک سال ۱۱ یوم کشتی میں رہے۔ طوفان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام ۳۵۰ سال زندہ رہے۔ نبی کریم ﷺ کی پیدائش طوفان نوحؑ کے ۵۳۷۵ سال بعد ہے۔

ابراہیم علیہ السلام..... ان کا نسب نامہ حضرت نوح علیہ السلام تک یہ ہے: ابراہیم بن آذر (تارح) بن ناحور بن سروج بن رعود بن فالج بن عابر بن شالح بن آرفکشاد بن سام بن نوحؑ۔ نبی کریم ﷺ سے ان کا زمانہ ۲۵۸۵ سال پیشتر کا ہے۔ ۷۵ سال کی عمر میں اپنے وطن سے ہجرت فرمائی اور کنعان کے ملک میں پہنچے (کنعان بن حام بن نوح علیہم السلام کا ملک)

اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ یہ ملک تیری اولاد کو دیا جائے گا، پھر مصر گئے، مصر سے واپس آ کر کنعان میں ٹھہرے۔ یہاں سے ان کے برادرزادہ لوط علیہ السلام جو ہجرت میں ان کے ساتھ تھے علیحدہ ہوئے اور دریائے

پاروں کے پرلے کنار پر آباد ہوئے۔ یہ علاقہ شاہ صدوم کا تھا۔ شاہ صدوم پر شاہ عیلام نے مع اپنے تین اتحادیوں کے حملہ کیا اور حضرت لوط کو بھی اسیر کر کے لے گئے۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے خلاف جہاد کیا۔ حضرت لوط علیہ السلام کو چھڑا لیا اور بہت سا مال غنیمت حاصل کیا۔ اسی سال کی عمر تھی۔ جب آپؑ کے گھر میں اسماعیل علیہ السلام (از بطن ہاجرہ خاتون جو بادشاہ مصر کی دختر تھیں) پیدا ہوئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۹۹ رسال کی تھی جب ختنہ کا حکم نازل ہوا۔ اسی عمر میں حضرت نے اپنا ختنہ خود کیا اور اسماعیل علیہ السلام کا ختنہ بھی کرایا گیا۔ حضور کی عمر ۱۰۰ رسال کی تھی جب حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خطاب خلیل الرحمٰن ہے اور لقب عمود عالم و آدم ثالث، کنیت ابو محمد اور ابوالانبیاء ۱۷۵ سال کی عمر تھی جب خلیل الرحمٰن نے انتقال فرمایا۔ خانہ کعبہ اور مناسک حج حضور کی نبوت کے دائمی یادگار ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جو کوئی نبی ہوا، خواہ کسی ملک اور کسی قوم میں ہو۔ وہ حضور ہی کے خانوادہ اور نسل کا تھا۔

حضرت اسحٰق علیہ السلام:..... حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۰۰ سال کی تھی جب ان کے ہاں اسحٰق از بطن سارہ خاتون پیدا ہوئے۔ سارہؓ خاتون حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دادا کی نسل سے ہیں اور اول الاسلام ہیں۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کی عمر ۴۰ سال کی تھی جب ان کی شادی ربقہ خاتون سے ہوئی۔ ربقہ خاتون حضرت ابراہیم علیہ السلام کے برادر حقیقی نخور کی پوتی ہیں۔ ربقہ خاتون سے دو توأم (جڑواں) بچے پیدا ہوئے۔ عیسو و یعقوبؑ۔ حضرت اسحٰق علیہ السلام نے ۱۴۰ رسال کی عمر میں انتقال فرمایا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام:..... انہی کا لقب اسرائیل بھی ہے۔ ان کے گھر میں لیاہ بیگم سے چھ فرزند، راحیل خاتون سے دو فرزند، زلفہ لونڈی سے دو فرزند اور بلہہ لونڈی سے دو فرزند پیدا ہوئے۔ جب یوسف علیہ السلام نے ان کو مصر میں مع افراد خاندان طلب کیا، تب ان کی عمر ۱۳۰ سال تھی۔ ۱۷ سال مصر میں قیام کے بعد انہوں نے مصر ہی میں وفات پائی۔ یوسف علیہ السلام ان کا جنازہ شاہانہ تزک و احتشام کے ساتھ کنعان لائے اور وہ حضرت ابراہیم و اسحٰقؑ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ ان کی وفات ق م ۱۶۸۶ رسال اندازہ کی گئی ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام:..... راحیل خاتون کے پہلے بیٹے ہیں، یوسف کے معنی عربی میں "مزید" ہیں۔ ان کی پیدائش کے وقت ماں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور بھی بیٹا دے گا۔ ۱۷ رسال کے تھے جب چاہ میں گرائے گئے۔ تین شب چاہ میں رہے۔ چھ سال عزیز مصر کے گھر قیام فرمایا۔ سات سال زندان میں بسر کیے۔ ۳۰ رسال کی عمر میں مصر کے حاکم مطلق با اختیارات شاہی مقرر ہوئے۔ ۴۰ سال کی عمر تھی جب یعقوب علیہ السلام سے مصر میں ۲۳ سالہ فراق کے بعد ملاقات ہوئی۔ ہشتاد سالہ فرمانروائی کے بعد ۱۱۰ رسال کی عمر میں وفات پائی۔ پوتے اور پڑوتے دیکھے۔ ان کی شادی ملک مصر کے شہر اُون کے کاہن کی دختر مسماۃ آسناتھ سے ہوئی۔ ان کے ہر دو فرزند منسی و فراہمی اسی خاتون کے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام:..... ان کا نسب نامہ یہ ہے۔ داؤد بن یسی (یشاہ) بن عوبید بن سونجز بن سلما (سلمون) بن نحسون بن عمداب بن ارام بن حصرون (حصروم) بن فارص بن یہوداہ بن یعقوبؑ۔ یہ اپنے باپ کے ساتویں بیٹے تھے، چھ بھائی ان سے بڑے تھے۔ ان کی ابتدائے شہرت کا باعث وہ جنگ ہوئی جو فلسطینی اسرائیلیوں سے

کررہے تھے۔ فلسطینی فوج میں ایک بہادر جولیت (جالوت) تھا۔ جس کا قد چھ ہاتھ اور ایک بالشت تھا۔ وہ پیتل کی خود اور زرہ اور موزے پہنا کرتا تھا۔ چالیس دن تک وہ میدان جنگ میں نکل کر مبارز طلب کرتا رہا، اسرائیلیوں میں سے کسی کا حوصلہ نہیں ہوا۔ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے تین بڑے بھائیوں کی (جو شامل جنگ تھے) خبر لانے کو رزم گاہ میں گئے وہاں انہوں نے سنا کہ ساؤل شاہ بنی اسرائیل نے اس شخص کے قاتل کے لیے اپنی بیٹی کا رشتہ مع دیگر انعامات دینے کا اعلان کیا ہوا ہے۔ حضرت داؤد بادشاہ سے اجازت لے کر جالوت کے مقابلہ کو نکلے۔ انہوں نے فلاخن سے پتھر چلایا اور وہ پتھر اس کی پیشانی کے اندر اتنا گھس گیا کہ پیشانی کے اندر جا چھپا۔ فلسطینی گر پڑا، داؤد علیہ السلام نے اسی کی تلوار اس کی کمر سے نکالی اور اس کا سر کاٹ لیا۔ بعد ازاں حضرت داؤد ترقی کرتے کرتے سپہ سالار فوج ہو گئے اور پھر بادشاہ کے داماد بن گئے۔ بادشاہ ان کے روز افزوں اقبال سے حسد کرنے لگا اور حضرت داؤد علیہ السلام بادشاہ سے جان بچاتے پھرتے۔ آخر ساؤل بادشاہ نے فلسطینیوں سے ایک مقام پر شکست کھا کر خودکشی کر لی اور اس کے ولی عہد نے بھی خودکشی کر لی۔ تب بنی اسرائیل کے اتفاق سے حضرت داؤد بادشاہ ہوئے۔ انہوں نے چالیس سال تک نہایت کامرانی و اقبال کے ساتھ سلطنت کی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی ازواج اور حرموں کی تعداد ۹۹ تھی۔ ان کے اٹھارہ فرزند اور ۱۷ لڑکیاں تھیں۔ لیکن وراثت داؤد علیہ السلام صرف سلیمان علیہ السلام ہی کو ملی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا انتقال نبی ﷺ سے تقریباً ۱۵۸۶ سال پہلے ہوا۔ اس وقت ان کی عمر ستر سال کی تھی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام:..... بنت سبع دختر انعام کے بطن سے یروشلم میں پیدا ہوئے۔ جب کہ داؤد علیہ السلام سلطنت حاصل کر چکے تھے۔ انہوں نے شاہ مصر کی بیٹی سے شادی کی۔ انہوں نے اپنے جلوس کے چوتھے سال کے دوسرے مہینہ میں بیت المقدس کو بنانا شروع کیا۔ اصل مسجد ۶۰ ہاتھ طویل، ۲۰ ہاتھ عریض اور تیس ہاتھ بلند تھی اور اس کے اردگرد بہت سے مکانات تھے۔ یہ عمارت سات سال میں ختم ہوئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے چالیس سال سلطنت پورے عروج اور اقبال و دولت کے ساتھ کی۔ ان کا عہد بالکل امن کا عہد تھا۔ ان کی بیگمات کی تعداد سات سو اور لونڈیوں کی تعداد تین سو ہے۔ ان کا انتقال نبی ﷺ سے تقریباً ۱۵۴۶ سال ماقبل ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام:..... ان کا نسب نامہ یہ ہے۔ ایوب بن آموس بن رازح بن روم بن عیص (عیسو) بن اسحٰق ارض عوض (ایشیائے کوچک) میں رہتے تھے۔ ان کے سات بیٹے، تین بیٹیاں تھیں۔ یہ سات ہزار بھیڑوں، تین ہزار اونٹوں، پانچ سو جوڑی بیلوں اور پانچ سو خرماچہ کے مالک تھے۔ نوکر چاکر بہت تھے۔ اہل مشرق میں ان جیسا کوئی مالدار نہ تھا۔ جب مصیبت آئی تو ایک دن ایسا ہوا کہ ان کے سب بیٹے بیٹیاں اپنے بڑے بھائی کے گھر کھانا کھا رہے تھے کہ سخت آندھی آئی۔ اس نے مکان کی چھت کو اٹھایا اور ان پر گرا دیا۔ اسی وقت ایک دوسرے شخص نے اطلاع دی کہ بیلوں اور گدھوں کو ملک کے سب لوگ لوٹ کر لے گئے۔ نوکروں کو قتل کر گئے۔ صرف میں بچ رہا ہوں۔ اسی وقت ایک دوسرے نے آ کر اطلاع دی کہ آسمان سے آگ پڑی اور سب بھیڑوں کو اور نوکر چاکروں کو جلا کر خاک کر گئی۔ اکیلا میں بچ نکلا۔ اسی وقت ایک اور شخص آیا، اس نے بتایا کہ قوم کسدی کے لوگوں نے تین طرف سے حملہ کیا، اونٹوں کو لے گئے اور نوکروں کو تلوار کی دھار سے قتل کیا۔ فقط میں بچ رہا ہوں۔ ایوب علیہ السلام نے سب کچھ سنا اور پھر سجدہ میں گر

پڑے، کہا: میں اپنی ماں کے پیٹ سے ننگا پیدا ہوا تھا اور اس کے حضور میں ننگا ہی پیش ہوں گا۔ بعد ازاں ان کے جسم میں خارش پیدا ہوئی۔ وہ کھجلاتے تو وہاں پھوڑے بن جاتے، اسی طرح سارا جسم پک گیا۔ لیکن اب بھی ان کی زبان سے کوئی خطا کی بات نہ نکلی۔ اس وقت ان کا بستر صرف راکھ کا ڈھیر ہوتا تھا۔ یہ مصیبت چند سال تک رہی۔ آخر حضرت ایوب علیہ السلام کے توبہ واستغفار پر رحمت الٰہی نے ان پر توجہ کی، وہ تندرست ہو گئے۔ ان کے مال ومویشی کی مقدار پہلے سے دوچند ہوگئی۔ ان کو پھر اللہ تعالیٰ نے سات بیٹے اور سات بیٹیاں عطا فرمائیں۔ انہوں نے اپنی اولاد کی چار پشتیں دیکھیں اور مصیبت کے بعد ۱۴۰ سال تک دولت وحشمت اور آرام وفراغت میں بسر کر کے انتقال فرمایا۔ ان کا زمانہ نبی ﷺ سے تقریباً اکیس صدی پیشتر کا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام:..... ان کا نسب نامہ یہ ہے۔ موسیٰ بن عمران بن یصہر بن قاہث بن لادی بن یعقوبؑ۔ بعض نے عمران (عمرام) کو قاہث کا بیٹا بتایا ہے۔ درمیان میں یصہر کا نام درج نہیں کیا۔ ان کے حالات قرآن پاک اور توارت میں بہت تفصیل سے ملتے ہیں۔ انہوں نے ایک سو بیس برس کی عمر پائی اور وادیٔ موآب میں فوت ہو کر دفن ہوئے۔ ان کا زمانہ انتقال نبی ﷺ سے تقریباً ۲۰۲۲ سال پیشتر کا ہے۔

حضرت ہارون علیہ السلام:..... یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بھائی تھے۔ ایک سال بڑے تھے۔ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے تقریباً تین سال پیشتر کوہ حور پر وفات پائی تھی۔

حضرت زکریا علیہ السلام:..... مجموعہ بائبل میں کتاب زکریا شامل ہے، یہ زروبابل کے ہمعصر ہیں اور مسیح سے پانچ صدی پیشتر ان کا زمانہ معلوم ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی سورۂ مریم وآل عمران میں جس زکریا کا ذکر ہے وہ یحییٰ علیہ السلام کے والد ہیں۔ ان کے گھر میں مسیح علیہ السلام کی خالہ تھیں۔ مسیح کا اصطباغ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ہوا تھا۔ اس لیے وہ زکریا نہیں ہو سکتے، جن کا ذکر بائبل میں ہے۔ ہر دو بزرگواروں میں سے صرف وحدت اسمی پائی جاتی ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام جن کا ذکر قرآن حکیم میں ہے، بیت المقدس کے امام ومتولی تھے اور مریم صدیقہؑ کے کفیل و مربی۔ ان کا اور ان کے فرزند کی پیدائش کا واقعہ انجیل لوقا کے باب اول میں مذکور ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام:..... ان کو بائبل میں یوحنا بپتسمہ دینے والا لکھا جاتا ہے، حضرت زکریاؑ کے بیٹے ہیں، انہی کی پیدائش کا ذکر سورۂ آل عمران وسورۂ مریم میں ہے، ان کا نام بھی منجانب اللہ رکھا گیا، ہوش سنبھالنے کے بعد بیابان ہی میں رہے، جنگلی شہد اور ٹڈی کو خوراک بنا رکھا تھا، بیابان میں وعظ وتذکرہ کا سلسلہ جاری کیا، یہ توبہ کر لینے کے وقت تائب کو پانی میں غسل دلایا کرتے تھے۔ بپتسمہ کی رسم یہیں سے جاری ہوئی۔ یہ حضرت مسیح علیہ السلام سے چھ ماہ بڑے تھے۔ مگر انہوں نے مسیح علیہ السلام سے چھ سال پیشتر تبلیغ شروع کر دی تھی۔

ان کے وقت میں چوتھائی ملک کا حاکم ہیرودیس رومی تھا اور اس کے ناجائز تعلقات اپنے بھائی فیلیوس کی بیوی سے تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام حاکم کے افعال پر نکتہ چینی کرتے تھے۔ حاکم نے ان کو قید کر دیا۔

حاکم کی بھاوج کا نام ہیرودیاس تھا، وہ ہمیشہ حاکم کو یوحنا کے خلاف بھڑکایا کرتی تھی، مگر حاکم اس کی بات نہ سنتا تھا۔ اتنے میں ہیرودیاس کی سالگرہ کا دن آیا۔ مُسماۃ ہیرودیاس کی لڑکی اپنے چچا کے سامنے خوب ناچی گائی اور

حاکم نے قسم کھائی کہ جو کچھ وہ مانگے اسے وہی دیا جائے گا۔ لڑکی نے اپنی ماں کی سکھلاوٹ پر حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر مانگا۔ حاکم نے جلاد کو حکم دیا اور اسی وقت ان کو جیل میں جا کر قتل کیا اور ان کا سر لڑکی کے حوالہ کیا گیا جس نے اپنی ماں کی خدمت میں تحفہ پیش کر دیا، یہ واقعہ ۳۰ء یعنی ولادت نبی کریم ﷺ سے ۵۴۱ سال پہلے کا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام:..... سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام عبرانی میں یسوع ہے۔ ان کے خاندان کے افراد کے نام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خانوادہ عالی کے افراد کے مطابق تھے۔ ان کا نام یسوع تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ اول یوشع بن نون کی یادگار میں رکھا گیا تھا۔ ان کی والدہ کا نام مریمؑ تھا جو خواہر موسیٰ ؑ کا نام تھا۔ ان کے ماموں کا نام ہارون تھا۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی کا نام تھا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نانا کا نام عمران تھا اور موسیٰ علیہ السلام کے والد کا بھی یہی نام تھا۔ قرآن مجید میں ہے کہ جب مریم صدیقہؑ اپنی ماں کی پیٹ میں تھیں تب ان کی والدہ نے یہ نذر مانی کہ وہ اپنے پیٹ کے پھل کو محرر، آزاد، یا مدیر یا بیت المقدس کی خدمت کے لیے مخصوص بنائے گی۔ لیکن جب لڑکی (مریمؑ) پیدا ہوئی تو وہ حیران رہ گئی۔ کیونکہ لڑکی کو بیت المقدس کی خدمت کے لیے قبول نہیں کیا جاتا تھا۔ لیکن وہ نیک خاتون اپنی نیت اور نذر کے مطابق مریمؑ کو بیت المقدس میں لے گئی اور یروشلم کے اراکین نے فیصلہ کیا کہ اس لڑکی کو خدمت کے لیے لیا جائے۔ حضرت زکریا کو ان کا متکفل بنایا گیا۔ پھر جب مریمؑ جوان ہوئیں، تب فرشتہ نے ان کے سامنے آ کر اللہ تعالیٰ کے حکم سے بشارت سنائی کہ ان کے پیٹ سے عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔ اگرچہ ان کو کسی مرد نے نہیں چھوا۔ بشارت کے مطابق مولود پیدا ہوا تو بشارت ہی کے موافق ان کا نام (عیسیٰؑ) یسوع رکھا گیا۔ انہوں نے طفولیت مصر میں بسر کی اور تیس سال کی عمر تک یہودیوں کی حالت پر غور کرنے کے بعد انہوں نے اپنے نبوت کی تبلیغ شروع کی۔ تبلیغ میں اتنے سرگرم تھے کہ ایک رات سے زائد ایک مقام پر قیام نہ فرماتے تھے۔ انہوں نے فلسطین میں بنی اسرائیل کی ہر ایک بستی میں اپنی آواز کو پہنچایا۔ تین سال بعد ان کو رفع الی السماء حاصل ہوا۔ اس عرصہ میں ان کو صرف بارہ شاگرد ملے۔ جن میں سے ایک غدار نکلا۔ کتاب الاعمال کے مصنف لوقا کا خیال ہے کہ کل ۱۲۴ تعداد ایسے اشخاص کی مل جاتی ہے جو ان کے معتقد تھے۔ آج تحریر مضمون ہذا کے وقت ۱۱ ستمبر ۱۹۲۹ سال عیسوی کی تاریخ ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ سنہ عیسوی ولادت مسیح سے شروع ہوتا ہے۔ لیکن اب تفحص و تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ مسیح علیہ السلام کی ولادت اس سنہ سے چار سال پیشتر تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع و نزول کے علمی مباحث ہماری کتاب ''غایت المرام'' و ''تائید الاسلام'' میں ملاحظہ طلب ہیں۔

حضرت الیاس علیہ السلام:..... حضرت ادریس علیہ السلام کا دوسرا نام الیاس بھی ہے۔ مگر اس آیت میں ان سے مراد نہیں، کیونکہ اس آیت میں ذریت نوح علیہ السلام کا ذکر ہے اور ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے آبائے کرام میں سے ہیں

حضرت الیاس علیہ السلام کا نسب نامہ یہ ہے: الیاس بن ابن فنحاص بن عمیراء بن ہارون، لہذا ان کا زمانہ نبی کریم ﷺ سے تقریباً ۱۹ رصدی پیشتر کا ہے۔ بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ الیاس علیہ السلام ابھی زندہ ہیں مگر ان کی حیات کی بابت کوئی روایت نبی ﷺ سے ثابت نہیں۔ لہٰذا یہ خیال محض بے بنیاد ہے۔

اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السلام..... سیدنا ابراہیم خلیل الرحمن علیہ السلام کے فرزند ہیں، سیدہ ہاجرہ خاتونؓ کے بطن سے پیدا

ہوئے، فلسطین ان کا مولد اور مکہ ان کا دارالہجرت اور مصر ان کا ننھیال ہے۔ حجاز و یمن و حضر موت ان کا رقبہ تبلیغ تھا۔ خانہ کعبہ کی تعمیر میں اپنے والد بزرگوار کے سہیم کار تھے، اللہ کے ذبیح اللہ کے گھر کے محافظ، ان کا زمانہ نبی کریم ﷺ سے تقریباً ۲۲۴۰ رسال پیشتر ہے۔ مصری، بابلی، فلاسطینی، عربی زبان کے ماہر کامل تھے۔ ان کی ایک شادی مصر میں اور ایک شادی عرب میں ہوئی۔ اولاد عرب شاہزادی سے ہوئی، بارہ بیٹے ہوئے، ہر ایک اپنے اپنے قبیلے کا سردار اور جداگانہ علاقہ کا حکمران تھا، ان کی دختر کی شادی حضرت اسحٰق کے فرزند کلاں عیسو سے ہوئی تھی۔ نبی کریم ﷺ سردار قیدار فرزند دوم حضرت اسمٰعیل کی نسل سے ہیں جن کا نام بائبل میں بکثرت آتا ہے۔ حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحٰق" برکات الٰہی میں برابر ہیں۔ تاہم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو چند فضائل حاصل ہیں۔

① ..... یہ بیت الحرام کے بانی اور محافظ ہیں اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کسی بیت الحرام کے بانی و محافظ نہ تھے۔

② ..... یہ ذبیح اللہ علیہ السلام ہیں اگرچہ مسلمانوں اور اہل کتاب میں یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے مگر آثار قدیمہ کی شہادت انہی کے حق میں ہے۔

③ ..... یہ وہ فرزند ہیں کہ جس روز اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے عہد باندھا، یہ اسی روز اس عہد میں شامل ہوئے۔ حضرت اسحٰق علیہ السلام ہنوز پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ لہٰذا عہد کے فرزند یہی ہیں۔ (کتاب پیدائش ۱۷ باب)

④ ..... ان کا رقبہ نبوت بہت وسیع تھا اور انہوں نے اپنی تبلیغ کو عرب العرباء کے سب خاندانوں تک پہنچا دیا تھا۔ لیکن حضرت اسحٰق علیہ السلام کے رقبہ تبلیغ کے متعلق ہم کو ایسی معلومات اسرائیل روایات یا اسلامی روایات میں کچھ نہیں دستیاب ہوئی ہیں۔ قیاساً کہا جاتا ہے کہ ان کا رقبہ تبلیغ بہت محدود تھا۔ والعلم عند اللہ

حضرت الیسع علیہ السلام: ..... میں سمجھتا ہوں کہ الیسع سے مراد یسعیاہ ہوں گے جن کی کتاب مجموعہ بائبل میں موجود ہے اور بہت سی پیش گوئیوں پر مشتمل ہے۔ ان کا زمانہ شاہان لوعزو بوتام کے برابر ہے۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ سے یہ ۱۳۲۰ رسال پہلے ہوئے ہیں۔

حضرت یونس علیہ السلام: ..... ان کا ذکر قرآن مجید کی سورہ صافات و انعام و نساء میں بھی ہے اور یہ ایک سورت بھی ان کے نام سے نامزد ہے۔ نبی کریم ﷺ نے عداس نیلوزی کے سامنے ان کو یونس بن متی فرما کر اپنا بھائی فرمایا تھا۔ انہی کو سورۂ ن میں صاحب الحوت بھی فرمایا گیا ہے، ان کا واقعہ بہت مشہور ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام: ..... سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سگے بھتیجے، سفر ہجرت کے رفیق مصر سے واپس آنے کے بعد یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے علیحدہ ہو کر آنردے یا ردن دریا پر رہتے تھے اور یہی علاقہ ان کی تبلیغ کے لیے تھا۔ ناپاک اور نافرمان قوم نے نبی اللہ کی تحقیر کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بستیوں کو الٹ دیا اور ان پر آسمان سے پتھراؤ کیا گیا۔ ہاں آیت بالا پر غور کرو۔ اصول نسبت کی بنیاد پر نبی ﷺ کو یہ شرف خاص حاصل ہے کہ قیامت کے دن جملہ حسب نسب منقطع ہو جائیں گے۔ صرف حضور ﷺ کا انتساب باقی رہے گا۔ اصول حکمت کی بنیاد پر غور کرو کہ حضور ﷺ ہی نے عرب کو پنجہ اغیار سے چھڑایا اور حضور ﷺ ہی نے عرب کو فرمان فرمائی پر پہنچایا۔ آیت بالا میں حضور ﷺ کو جملہ انبیائے کرام کی صفات عالیہ اپنے اندر جمع کر لینے کا حکم ہے کیونکہ موافقت

اخلاق اسی طریق سے حاصل ہوسکتی ہے۔ گویا یہ فرمایا گیا ہے کہ نبی ﷺ کو حسب ونسب میں خود صاحب عمود عالم ہونا چاہیے اور لوگوں کو نوح، ابراہیم، اسحٰق، یعقوب علیہم السلام کی جانب انتساب سے مستغنی کر دینا چاہیے۔ نبی ﷺ کو چاہیے کہ داؤد علیہ السلام کی طرح عرب کے قبائل متعدد اور شعوب مختلفہ کو متحدہ بنا دیں۔ تاکہ وہ سب مل کر قوم واحد بلکہ شخص واحد کی شان پیدا کرلیں اور ھم ید واحد علی من سواھم۔ کے مصداق بن جائیں۔

نبی کریم ﷺ کو سلیمان علیہ السلام کی طرح امین محکم اور صلح استوار سے ملک کو سرسبز وشاداب بنا دینا چاہیے۔ نیز عبادت الٰہی کے لیے ایک ایسا معبد تیار کر دینا چاہیے جو تقدیس میں بیت المقدس سے بڑھ کر اور اعداء کی دست برد سے بالاتر ہو۔ نبی کریم ﷺ کو صبر ایوبی کا وہ نمونہ دکھلانا چاہیے کہ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ (۱۶: ۱۲۷) کا توقیع خاص حضور ﷺ کے لیے صادر ہوجائے اور عفو یوسف کا نمونہ بعید ترین اعدا اور سنگین ترین اشقیا کو بھی ایسا دکھلانا چاہیے کہ ان کے کینہ اور غل کا پورا پورا درمان بھی ہوجائے اور آئندہ کے لیے ان کے دل حضور ﷺ کی محبت سے معمور اور ذوق اطاعت سے پرنور ہوجائیں۔ نبی ﷺ کا کام تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی طرح براہین صادقہ اور آیات باہرہ سے فرعون سرشت لوگوں کی اصلاح فرماتے اور سحر کاران ماہر فن پر باب نجات کھول دیتے۔ حضور ﷺ کا کام تھا کہ ایک آتشیں سرشت کی جگہ نور آگیں شریعت سے اتمام نعمت فرما دیتے۔ حضور ﷺ کی شان ہے کہ ہارون علیہ السلام کی طرح منبر کو اپنے خطاب سے اور محراب کو اپنی امامت سے سربلند فرمایا۔ بے جانوں میں جان ڈال دی اور سوکھی ہوئی نخلوں کو درد محبت کا شناسا بنا دیا۔ نبی ﷺ ہی کا کام ہے کہ زکریا کی طرح دنیا کو دعا کی طاقت سے باخبر فرمایا اور مزید براں آداب دعا واوقات دعا والفاظ دعا اور مراتب دعا سے اپنی امت کو حقیقت شناس بنا دیا۔

نبی ﷺ ہی ہیں کہ جنگلی شہد اور بیابانی ملخ پر گزران کرنے والے یحییٰ کی طرح خشک کھجوروں اور آب مقطر کو اپنی اور اپنے اہل بیت کی مستقل غذا قرار دیا۔ اہل وعیال والے نبی کے گھر میں بھی مہینوں تک چولھا روشن نہ ہوا۔

الیاس علیہ السلام خشک لبوں اور بیابان نوردوں کو سیراب کرنے میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔ نبی ﷺ ہی ہیں کہ سنگلاخ زمینوں پر معرفت کے چشمے بہا دیے اور ہر ایک تشنہ لب کے سامنے جام کوثر لے کر خود آگے بڑھتے۔

اسمٰعیل علیہ السلام نے بیت اللہ کی عمارت کو مکمل کیا۔ حضور ﷺ نے کعبہ کو قبلہ بنا کر جن وانس وملائک کا مرکز عبادت اور مسطر عبادت قرار دیا۔ یونس علیہ السلام تین دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہے اور نبی ﷺ تین شبانہ روز غار کے پیٹ میں سکون پذیر ہوئے۔ یونس علیہ السلام کی زبان پر استغفار تھا اور حضور ﷺ کی زبان معیت الٰہی کے عرفان سی گہر ریز تھی۔ لوط علیہ السلام کے مواعظ تحریم خبائث پر مشتمل تھے۔ نبی ﷺ نے بھی اس بارے میں سعی بلیغ اور کوشش کامل فرمائی۔ مقدمات زنا کو بھی حرام ٹھہرایا اور ان اسباب وذرائع کو بھی جو فسق وفنا تک پہنچانے والے ہیں داخل محرمات کیا۔ حتی کہ امت کے سامنے تقویٰ کا وہ بلند ترین مقام رکھ دیا کہ ہر ایک بندہ رحمن امام المتقین بننے تک اپنی ہمت وارادہ اور عزم اور سعی کو ترقی دے سکے۔

ناظرین جب دیکھیں گے کہ آیت زیر عنوان نبی ﷺ کو ان جملہ صفات عالیہ کا جامع بتلا رہی ہے تو انہیں بوثوق تام اعتراف کرنا پڑے گا کہ یہ مقام جامع بھی نبی ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔

فصل سوم:..... خصوصیات نبویہ از احادیث مصطفویہ ﷺ

صحیحین میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ وَ جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْيُصَلِّ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْمَغَانِمُ وَلَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ مِنْ قَبْلِي وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلٰى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً۔

"مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو بھی نہیں ملی: ① ..... ابھی ایک ماہ کی مسافت ہو کہ دشمن پر میرا رعب طاری ہو جاتا ہے۔ ② ..... ساری زمین میرے لیے مسجد اور پاکیزہ بنادی گئی ہے جو جہاں چاہے نماز پڑھ سکتا ہے۔ ③ ..... غنیمت کا مال میرے لیے حلال کر دیا گیا ہے جو پہلے کسی پر حلال نہیں تھا۔ ④ ..... مجھے شفاعت کا حق دیا گیا ہے ⑤ ..... پہلے نبی علیہ السلام اپنی قوم کے لیے خاص ہوا کرتے تھے مگر میں ساری دنیا کے لیے نبی ہو کر آیا ہوں۔

صحیح مسلم کی روایت میں جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے: فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ فرمایا گیا ہے، اس حدیث میں أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ نمبر ۱ پر اور خُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ نمبر ۶ پر ہیں۔ نمبر ۲ میں نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ اور نمبر ۳ أُحِلَّتْ لِيَ الْمَغَانِمُ نمبر ۴ پر جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا نمبر ۵ پر أُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً ہیں۔

صحیحین کی ایک متفق علیہ روایت عن ابی ابو ہریرہ میں جوامع الکلم اور نصرت بالرعب کے بعد خزائن الارض کی مفاتح کا خواب میں حضور ﷺ کے سامنے رکھا جانا بیان ہوا ہے۔ جملہ روایات پر اجمالی غور کرنے سے آٹھ امور حاصل ہو جاتے ہیں:

① ..... نصرت بالرعب۔ ② ..... روئے زمین کا مسجد و طہور ہونا۔ ③ ..... حلت مغانم۔
④ ..... عطائے منصب شفاعت۔ ⑤ ..... بعثت عامہ۔ ⑥ ..... عطیہ جوامع الکلم۔
⑦ ..... ختم نبوت۔ ⑧ ..... خزائن ارض کی کلیدہا کا حضور ﷺ کے سامنے خواب میں رکھا جانا

لہٰذا ہر ایک کے متعلق مختصر اگزارش کیا جائے گا۔

اول نصرت بالرعب:..... نبی ﷺ کے ۲۳ رسالہ عہد نبوت پر نظر غائر ڈالو، سرور عالم ﷺ تبلیغ و دعوت کے لیے شہر مکہ کے اندر اور آبادیٔ مکہ سے باہر یکہ و تنہا رات ہو یا دن تن تنہا تشریف لے جایا کرتے تھے۔ مگر کسی شخص کو حضور ﷺ پر جاں ستاں حملہ کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا۔

منڈیوں اور میلوں میں جہاں ہزار ہا اشخاص اور پچاسوں مختلف قبائل کا اجتماع ہوا کرتا تھا۔ حضور ﷺ جاتے اور کلمۂ توحید کا اعلان فرماتے۔ دیوتا دیوی کے ماننے والوں میں سے کوئی بھی حضور ﷺ پر حملہ آور نہ ہو سکتا تھا۔

مکہ سے دور دراز قبائل میں جو خشونت اخلاق اور خون ریزی اور بے باکی میں بہت زیادہ مشہور تھے۔ حضور ﷺ نے تبلیغ کے لیے متعدد چکر لگائے۔ اس سفر میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا اور کوئی بھی حضور ﷺ کا ہمرکاب نہ ہوتا تھا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بھی ان قبائل کو کچھ تعارف نہ تھا۔ حضور ﷺ ہر جگہ دعوت فرماتے، ہر ایک حجت الٰہیہ ختم کرتے اور کوئی بھی حضور ﷺ کے سامنے برسر پیکار نہ آتا۔

آغاز سفر ہجرت سے تین روز پہلے ایک ایک قبیلہ کا بہادر دشمنوں نے جمع کرلیا تھا انہوں نے حضور ﷺ کے گھر کا محاصرہ کرلیا تھا۔ لیکن ہر ایک کے دل پر کتنا رعب تھا کہ تختے توڑ کر اندر داخل ہونے کی کسی میں جرأت نہ تھی۔ ساری رات اس انتظار میں پوری کردی کہ حضور ﷺ خود ہی باہر تشریف لائیں تو یہ حملہ کریں جب حضور ﷺ تن تنہا باہر بھی نکلے تو شَاهَتِ الْوُجُوْهُ لَا يُنْصَرُوْن کے کلام سے ان کو غصہ بھی دلایا اور مٹھی بھر خاک اٹھا کر ان کے سروں پر بھی پھینک دی۔ بایں ہمہ کسی نے سر نہ اٹھایا اور حضور ﷺ کے چہرہ تاباں کی طرف کوئی نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکا۔

طائف کا حکمران اور تمام باشندے حضور ﷺ کے خلاف ہیں۔ مگر ان کی سنگ باری اور شرارت صرف اسی حد تک محدود ہے کہ حضور ﷺ کی تقریر نہ ہو سکے۔ آخر وہی اہل طائف ہیں اور وہی ان کا حکمران ابن عبد یالیل، کہ خود مدینہ میں حاضر ہوتے ہیں اور داخل اسلام ہو جاتے ہیں۔ نصرت بالرعب کی مثالیں اس زمانہ کی بڑی بڑی سلطنتوں کے حالات سے بھی ہویدا ہیں۔ یمن سلطنت ایران کے قبضہ سے نکل جاتا ہے اور کسی جنگ کے بغیر مطیع اسلام ہو جاتا ہے۔ مگر سلطنت ایران یمن کی طرف منہ بھی نہیں کرتی۔ اس لیے کہ حضور ﷺ کا رعب ان کے دل و دماغ پر مستولی تھا۔ شمالی عرب سلطنت روما کے اقتدار سے نکل جاتا ہے اور روما کا شہنشاہ فراہمی افواج اور حملہ آوری کا حکم بھی جاری کر دیتا ہے اور اسی کی مدافعت کے لیے حضور ﷺ عرب کی سرحد تبوک تک تشریف بھی لے جاتے ہیں مگر ایک مہینہ کی راہ پر (یروشلم) بیٹھے ہوئے ایمپرر کا دل خوف سے بھر جاتا ہے اور سابقہ احکام جنگ کو منسوخ کر کے دم بخود ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ عرب کی قدیم ترین سلطنتیں حیرہ و غسان قائم ہیں۔ انہی کے دربار کے شعرائے خاص حسان بن ثابت اور کعب انصاری تاج پوش بادشاہوں کو چھوڑ کر بوریا نشین رسول ﷺ کے آستان پر حاضر ہو گئے ہیں۔ مگر ان سلطنتوں میں سے کسی کو یہ حوصلہ نہیں پڑتا کہ اپنے شعرائے خاص کو واپس لینے کے لیے اظہار طاقت کریں اور دربار عالی کے خدام تک کوئی دھمکی سے ملا ہوا فقرہ بھی پہنچا سکیں۔

ذی ظلیم، ذی یزن کی حکومتیں یمن کی جانب اور مکہ سے متصل قائم ہیں۔ ان میں سے ہر ایک حکومت کے پاس باقاعدہ فوج بھی موجود ہے اور خزانے بھی معمور ہیں۔ وہ گھر بیٹھے حضور ﷺ کا کلمہ پڑھنے لگے ہیں۔ عدوان و سرکشی کا خیال تک بھی ان کے دماغ میں نہیں آتا۔ ذوالکلاح حمیری اپنے گھر میں بیٹھا پندرہ ہزار غلاموں سے سجدہ کراتا اور خدا کہلاتا ہے لیکن ایسے رسول ﷺ سے وہ بھی دل میں ڈر رہا ہے جس نے کئی ایسے دعاوی فرعونیت کو غرقاب کر دیا ہے۔ اس عبدہ و رسولہ کہلانے کا رعب مسجود و معبود بننے والے کو مغلوب کیے ہوئے ہے۔

نبی کریم ﷺ کی یہ صفت خاص نزدیک و دور ہر جگہ جلوہ گستر تھی۔ امیر المؤمنین علی المرتضی کا فقرہ ہے من راہ بدیھۃ ھابہ۔ جو کوئی حضور ﷺ کے سامنے یکایک آجاتا ہے وہ دہشت زدہ ہو جاتا ہے۔ یہ وہ نصرت الٰہیہ تھی جو رعب بن کر حضور ﷺ کی حشمت و عظمت کو دوبالا کر رہی تھی۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

دوم روئے زمین کا مسجد و طہور ہونا: ..... یہود اپنے کنیسہ اور عیسائی اپنے کلیساء کے بغیر نماز نہ پڑھا کرتے تھے۔ مجوسی بھی پاک آگ کے آتش کدہ کے بغیر سرگرم عبادت نہ ہوا کرتے تھے۔ ہنود کا یہی حال مندروں کے متعلق تھا۔ مسلمانوں کی نماز نہ محراب عبادت کی محتاج اور نہ کسی نبی ہادی کی قبول توبہ کی ان کی حاجت ہے۔ ان کا گرمایا ہوا

دل اور روشن آنکھیں آگ کی حرارت اور ضیاء سے بے نیاز ہیں۔ اس لیے روئے زمین کا ہر ایک بقعہ اور ہر ایک قطعہ ان کی سجدہ ریزی کے لیے موزوں ہے۔ ان پر یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ کھڑے، بیٹھے اور لیٹے لیٹے ذکر کی حالت طاری ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کو حضور ﷺ کی مسجد بنا دیا:۔

زنہار کہ بیروں روم از سجدہ گہ خویش آنجا کہ خدا ہست مرا سجدہ روا ہست

یہ شرف اسی حقائق شناس کو ملا جس کی نگاہ میں کائنات کا پتہ پتہ توحید کے ترنم میں ہے۔ جس کے سامنے ریگستان کا ذرہ ذرہ انوار قدسی کا آئینہ دار ہے۔ جسے ہر شے مظہر جمال لم یزلی اور مرآۃ جلالی قدسی نظر آتی ہے۔ جس کے کانوں میں پتھروں کی تسبیح اور سبزہ کی تحمید ہر وقت گونج رہی ہے۔ جسے آسمان و زمین کی فضاء نعرۂ تکبیر و زمزمۂ تہلیل سے بھری ہوئی نظر آتی ہے۔ اسی کے لیے تمام روئے زمین مسجد بھی بنا دی گئی۔

طھور سے مراد وضو ہے۔ اطراف بدن کا ہدایت شرعی کے مطابق پانی سے دھونا وضو کہلاتا ہے۔ وضو نماز کے لیے شرط ہے۔ مگر نماز کا ترک کسی حالت میں روا نہیں۔ عام طور پر یہ سمجھا جا سکتا تھا کہ شرط کے نہ ہونے سے مشروط بھی مفقود ہو جانا چاہیے اور جہاں وضوء کے لیے پانی میسر نہ ہو وہاں نماز بھی معاف ہو جانی چاہیے۔ لیکن کیا نماز ان لوگوں پر معاف ہو جاتی ہے جو گھاس کے پتے پتے سے وحدہٗ لاشریک لہ سننے والے اور درخت کے پتے پتے کو دفتر معرفت جاننے والے ہیں۔ ضرور تھا کہ انسان حصول طہارت کے لیے کوئی دوسری تدبیر اختیار کرتا۔ انسان مٹی ہی سے بنا ہے۔ مٹی ہی اس کی اصل ہے اور مٹی ہی اس کو بن جانا ہے۔ مٹی ہی مخلوقات کا گہوارہ ہے اور مٹی ہی سے کائنات ارضی اپنی خوراک حاصل کرتی ہے۔ اس لیے اس مٹی ہی کو طہور بھی بنا دیا گیا۔

ہندوؤں میں سندھیا کے لیے ہون ضروری ہے اور ہون کے لیے ۳۰ چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ اس میں سے ایک گھی بھی ہے۔ گھی کے سولہ چمچے آگ میں ڈالنے ضروری ہیں۔ ہر ایک چمچہ ۶ ماشہ کا ضرور ہو۔ (ستیارتھ پرکاش)

سندھیار کے لیے ہون کی شرط نے اور ہون کے لیے ۳۶ چیزوں کی موجودگی کی شرط نے ہندو قوم کے افراد کو سندھیا سے محروم کر دیا ہے۔ مٹی کہاں نہیں مل سکتی۔ جہاں پانی نہ ہوگا۔ وہاں پر مٹی تو ضرور مل جائے گی۔ خاک آلود ہاتھوں کا چہرے پر پھیر لینا اس عجز و تقرر کو ہی ظاہر کرتا ہے جس نے طہور تراب پر ایماندار کو مجبور کیا۔

الغرض یہ خصوصیت نبی ﷺ ہی کی ہے کہ حضور ﷺ نے تراب روئے زمین کو ہمارے لیے طہور بنا دیا اور حضوری بارگاہ ربانی سے کسی حالت میں بھی دور و مہجور نہ ہونے دیا۔

سوم حلت مغانم:..... حضرت موسیٰ و حضرت یوشع بن نون کی فتوحات میں جس قدر مغانم حاصل ہوتے تھے ان کو نذر آتش کر دیا جاتا تھا۔ تورات میں جانوروں تک جلا دینے اور بستیوں میں آگ لگا دینے کا ذکر ملتا ہے۔

نبی ﷺ کے غزوات میں سب سے پہلے غزوۂ بدر میں غنیمت حاصل ہوئی۔ مال غنیمت جمع بھی ہوا اور تقسیم بھی کیا گیا۔ لیکن پھر بھی لشکر میں ایسے لوگ موجود تھے جو شریعت موسوی کی نظیر پر مال غنیمت کا لینا خطرناک امر سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہی کے اطمینان کے لیے یہ آیت نازل فرمائی:

لَوْلَا کِتٰبٌ مِّنَ اللّٰہِ سَبَقَ لَمَسَّکُمْ فِیْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۶۸﴾ فَکُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَیِّبًا ﴿۶۹﴾ (۸: ۶۸ تا ۶۹)

اگر اللہ کی طرف سے پہلے کتاب میں ایسا نہ ہوتا تب جو کچھ تم نے وصول کیا ہے اس کے لیے تم پر بڑا عذاب ہوتا۔ اب تو غنیمت کو حلال طیب سمجھو اور کھاؤ۔

دوسری جگہ ہے: وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۝

"اللہ نے تم سے مغانم کثیرہ کا وعدہ کیا جن کو تم حاصل کرو گے۔ لہٰذا یہ تو تم کو جلد ہی دے دی (خیبر) اور دشمنوں کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا ہے تاکہ مؤمنین کے لیے یہ ایک نشان ہو اور تم کو اللہ صراط مستقیم پر چلائے گا اور بھی مغانم بہت ہیں تم کو ان پر قدرت نہیں مگر اللہ نے ان پر احاطہ کر رکھا ہے اور اللہ ہر شے پر قدرت والا ہے"۔

یہ مغانم کثیرہ ہی ہیں جو سلطنت ہائے ایران اور روما پر فتوحات حاصل کرنے میں مسلمانوں کو حاصل ہوئیں۔ چونکہ یہ وعدۂ مؤمنین کو مخاطب فرما کر کیا گیا تھا۔ اس لیے اس وعدہ کا ایفاء بھی خلافت راشدہ کے وقت میں ہوا۔ جب کہ سرور کائنات ﷺ عالم بقا کو سدھار گئے تھے۔

واضح ہو کہ یہ ایک وعدہ نہ تھا بلکہ مؤمنین سے تین وعدے کیے گئے تھے، دوسرا وعدہ یہ تھا کہ دشمن کے ہاتھ تم سے کوتاہ رہیں گے۔ اس وعدہ کے مطابق خلافت راشدہ کے وقت میں کوئی دشمن اسلامی فوجوں پر غالب نہیں آسکا تھا۔ تیسرا وعدہ ہدایتِ صراط مستقیم کا تھا اور وہ بھی اپنی ظاہری و باطنی برکات کے ساتھ اسی طرح پورا ہوا جس طرح پہلے دو وعدے۔ اس آیت سے مجاہدین عہد خلافت راشدہ کی بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

چہارم عطائے منصب شفاعت

① .....شفاعت شفع سے ہے۔ شفع کے معنی ہیں ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ جو اسی کی جنس سے ہو، شامل کر دینا اکثر اوقات کسی اعلیٰ مرتبت شخص کا کسی ادنیٰ کے ساتھ مل کر کوئی کام سرانجام دینے کے معنی میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔

② .....مسئلہ شفاعت کفار عرب میں بھی مسلم تھا اور یہود و عیسائیوں میں بھی تسلیم کیا جاتا تھا۔ کفار اور عیسائی یہ سمجھتے تھے کہ شفیع اپنی عزت و وقار اور ذاتی اقتدار و اختیار سے جسے چاہے اسے اللہ کے عذاب سے چھڑا سکتا ہے۔ شفیع ان سب کو جو اسی کے ہو کر رہیں، نعمائے اخروی و دنیوی عطا فرما سکتا ہے۔ ان عقیدہ والوں کو اللہ کی ہستی اور اس کی قدرت کا انکار نہ تھا۔ لیکن وہ یہ سمجھتے تھے کہ الٰہی اقتدار ان اشخاص کو بھی حاصل ہے جو ان کے شفیع ہیں لہٰذا شفیع کی عبادت کرنا اللہ کی عبادت سے مستغنی کر دیتا۔ شفیع کی رضامندی اللہ کی رضامندی سے مقدم تر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ پر غضب ناک بھی ہو اور اس کا شفیع زبردست ہو تو وہ اسے اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچا لے گا۔ لیکن اگر شفیع غضب ناک ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس شفیع کو بندہ پر مہربان نہ کر سکے گا۔ اسی عقیدہ کو کسی پنجابی شاعر نے اپنے شعر میں یوں کہا ہے:

ہر روٹھے تب تھوڑ ہے گورو روٹھے نہیں تھوڑ ہر روٹھے گور میل سی گور روٹھے ہر ناہ

"یعنی خدا روٹھ جائے تب پناہ کی جگہ باقی رہتی ہے۔ مگر مرشد کے روٹھ جانے سے کوئی جائے پناہ نہیں ملتی۔ خدا اگر روٹھ جائے تب مرشد ملا دے گا لیکن اگر مرشد روٹھ جائے تب خدا نہیں ملا سکتا"۔ اللہ تعالیٰ نے انہی لوگوں کے متعلق فرمایا ہے:

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (۱۰:۱۸)

''یعنی یہ لوگ اللہ کے سوا اوروں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں نہ فائدہ کر سکتے ہیں۔ یہ لوگ کہا کرتے ہیں کہ یہ تو ہماری شفاعت کرنے والے ہیں اللہ کے پاس''۔

انہی لوگوں کے حق میں دوسرے مقام پر فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۘ (۳۹:۳)

''یعنی جن لوگوں نے اللہ کے سوا اوروں کو اولیاء بنا رکھا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم تو ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ کے قرب میں لے جائیں گے''۔

عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا شفیع بناتے ہیں اور پھر اسی کو خداوند (مثل خدا) کہتے ہیں، اسی کو دعا اور مناجاتوں میں پکارتے ہیں، اسی سے مرادیں مانگتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے تخت پر اس کے داہنے ہاتھ جا بیٹھا ہے، جو کوئی اسے پکارتا، اس سے مدد مانگتا ہے، اسے اپنا کارساز جانتا ہے اس کو مسیح خود ہی اپنے باپ خدا سے بچا لیتا اور بخشوا لیتا ہے۔

قرآن مجید نے اول تو کافروں اور عیسائیوں وغیرہ کے اس عقیدہ کا بطلان فرمایا اور اس کے رد و بطلان کے لیے مختلف اسلوب کے ساتھ کلام الٰہی نازل ہوا اور پھر شفاعت کبریٰ کا اثبات فرمایا اور اس اثبات کو دو اصول پر منحصر رکھا۔

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۔ کون ہے وہ ایسا جو اللہ کے پاس اس کے اذن کے بغیر شفاعت کر سکے۔

فرمایا: يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۭ لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝ (سورۂ نبا)

اس دن سب فرشتے اور جبرئیل صف باندھے کھڑے ہوں گے کوئی نہ بولے گا مگر وہی ایک جس کو اذن ملے گا۔

اصول اولین سے ثابت ہوا کہ اذن الٰہی کا قبل از شفاعت حاصل ہونا ضروری ہے۔

وَقَالَ صَوَابًا ۝ اور وہ شفیع ٹھیک ٹھیک بات کہے گا۔ یہ اصول دوم ہے کہ شفیع نہایت صادق، راست باز، پوری پوری بات کہنے والا ہوگا۔ آیت مَنْ اَذِنَ لَهُ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ شفیع صرف ایک ہوگا۔ ہمارا ایمان ہے اور یہ ایمان قرآن و حدیث کے اخبار پر مبنی ہے کہ وہ شفیع سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

لَّكَ ۘ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ (الاسراء) کہ تیرا رب تجھے مقام محمود پر ضرور کھڑا کرے گا۔

مقام محمود ہی مقام شفاعت ہے کہ جب نبی ﷺ اس مقام پر ایستادہ ہوں گے تو جملہ اولین و آخرین حضور ﷺ کی حمد کریں گے۔ (تفسیر خازن) اس آیت کی تفسیر میں وہ حدیث صحیح موجود ہے جسے امام بخاری و امام مسلمؒ نے اپنی اپنی تفسیر میں بروایت انس رضی اللہ عنہ درج فرمایا ہے کہ ''جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو قیامت کے دن جمع کرے گا۔ تب ان کے دل میں یہ بات ڈالی جائے گی کہ ہم اگر اللہ تعالیٰ کی جانب میں کسی کو شفاعت کے لیے پیش کریں (تو خوب ہے) تاکہ اللہ تعالیٰ ہم کو اس جگہ سے نجات دے۔ تب لوگ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ آدم ابوالبشر ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا۔ پھر جنت میں ٹھہرایا۔ پھر فرشتوں نے آپ کو سجدہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے جملہ اسماء کی تعلیم آپ کو دی۔ لہٰذا آپ ہماری شفاعت کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو یہاں سے نجات (راحت) دے۔ وہ کہیں گے نہیں۔ میں نہیں کر سکتا۔ پھر وہ اپنی خطا کا ذکر کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے حیا کا

ذکر کر کے کہیں گے کہ تم نوح (علیہ السلام) کے پاس جاؤ، وہ پہلے رسول ہیں۔ تب لوگ نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ نوح علیہ السلام کہیں گے: نہیں، میں نہیں! وہ بھی اپنی خطا کا ذکر کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے حیا کریں گے اور فرمائیں گے کہ تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا ہے۔ وہ کہیں گے نہیں، میں نہیں وہ بھی اپنی خطا کو یاد کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے حیا کا ذکر کریں گے۔ کہیں گے موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام بھی کی اور انہیں تورات بھی دی۔ وہ کہیں گے نہیں، میں نہیں، وہ بھی اپنی خطا کا ذکر کریں گے اور حیا کا۔ پھر کہیں گے کہ عیسیٰ روح اللہ کے پاس جاؤ۔ لوگ عیسیٰ روح اللہ وکلمۃ اللہ کے پاس آئیں گے، وہ کہیں گے: میں نہیں، تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ، وہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اگلا پچھلا سب کچھ معاف کر دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تب لوگ میرے پاس آئیں گے۔ تب میں اپنے رب سے اذن حاصل کروں گا۔ مجھے اذن دیا جائے گا، پھر جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر پڑوں گا، پھر اللہ تعالیٰ مجھے دعا سکھائے گا وہ جو کچھ چاہے گا میری زبان سے کہلائے گا۔ تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

يَا مُحَمَّدُ! إِرْفَعْ رَأْسَكَ. قُلْ تُسْمَعْ. سَلْ تُعْطَ. إِشْفَعْ تُشَفَّعْ

اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ بولو تمہاری سنی جائے گی، مانگو تم کو دیا جائے گا۔ شفاعت کرو، تمہاری شفاعت قبول ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں سر اٹھاؤں گا اور پھر اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا، وہ تحمید مجھے اللہ تعالیٰ ہی سکھا دے گا، پھر میں شفاعت کروں گا، پھر میرے لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی۔ میں اتنے لوگوں کو آگ سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کر دوں گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تیسری دفعہ یا چوتھی دفعہ میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر میں کہہ دوں گا کہ اے رب! اب تو آگ میں وہی رہ گیا ہے جس کو قرآن نے روک رکھا ہے یعنی وہی جس پر خلود واجب ہے۔

بخاری کی ایک روایت میں یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پھر یہ آیت عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا پڑھی اور فرمایا کہ مقام محمود جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی سے کیا ہے وہ یہی مقام ہے۔

حدیث بالا سے ثابت ہوا کہ منصب شفاعت بالتخصیص نبی ﷺ ہی کو عطا ہوا۔ آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام بھی شفاعت کی جرأت نہ کریں گے اور بالآخر سب کے نزدیک حضور ﷺ ہی اس منصب علیا اور شفاعتِ کبریٰ کے اہل ثابت ہوں گے۔ لوگوں کا حضور ﷺ سے پہلے دیگر انبیائے اولوالعزم کی خدمت میں جانے سے یہ نکتہ حاصل ہوتا ہے کہ کسی شخص کو یہ شبہ باقی نہ رہے کہ اگر ہم سرور عالم ﷺ کے سوا کسی دوسرے کے پاس جاتے تو ممکن تھا کہ وہ بھی شفاعت کر ہی دیتے۔ اب جب ہر جگہ سے صاف جواب مل جائے گا تو سب کو یہ یقین معلوم ہو جائے گا کہ منصب شفاعت میں کوئی نبی، کوئی مرسل، کوئی اولوالعزم بھی حضور ﷺ کا سہیم و شریک نہیں اور یہی امر حضور ﷺ کی خصوصیت خاصہ کا مظہر ہے۔

پنجم بعثت عامہ:..... اس کے متعلق قبل ازیں خصوصیت وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ کی تحت میں لکھا جا چکا ہے، ناظرین اس کتاب میں اسے ملاحظہ فرمالیں۔

ششم جوامع الکلم کا عطیہ:..... بعض اہل قلم نے جوامع الکلم سے مراد قرآن مجید کو سمجھا ہے کون ہے جو قرآن کے جامع ہونے سے انکار کر سکے، مگر حقیقت یہ ہے کہ اس جگہ وہ کلام قدسی نظام مراد ہے جسے حدیث نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کہا جاتا ہے۔ جب کوئی شخص ان الفاظ پاک پر غور کرے گا جو حضور پرنور کے دل وزبان سے گوش عالمیاں تک پہنچے، اسے یقین ہو جائے گا کہ بے شک یہ کلام نبوت ہے۔ مختصر، سادہ، پر صدق معانی کا خزینہ، ہدایت کا گنجینہ۔ اسی کتاب کے متعدد مقامات پر احادیث پاک کا اندراج کیا گیا ہے، ناظرین کو تدبر اور تفکر کے بعد کلام نبوی کی جامعیت کا حال کھل جائے گا اور بخوبی سمجھ میں آ جائے گا کہ یہ کلام صدق نظام صرف مطلع نبوی ہی سے جلوہ گر ہو سکتا ہے۔ تیمناً وتبرکاً ایک حدیث درج کی جاتی ہے۔

اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَافَسُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَاللّٰهِ اِخْوَانًا كَمَا اَمَرَكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى: اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يَخْذُلُهٗ وَلَا يَحْقِرُهٗ بِحَسْبِ امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ يَحْقِرَ اَخَا الْمُسْلِمِ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ مَالُهٗ وَدَمُهٗ وَعِرْضُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَاَجْسَادِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ ۔ اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا وَ يُشِيْرُ اِلٰى صَدْرِهٖ ۔ اِلَّا لَا يَبِيْعُ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ (وَاَخْرَجَهُ السِّتَّةُ اِلَّا النَّسَائِيَّ وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ)

ترجمہ:..... خبردار بدگمانی کو عادت نہ بنانا، بدگمانی تو بالکل جھوٹی بات ہے۔ لوگوں کی عیب جوئی نہ کرنا، اور نہ ایسی باتوں کو اپنے کان تک پہنچنے دینا، بڑھنے کے لیے مت جھگڑنا، باہمی حسد نہ کرنا، باہمی بغض نہ رکھنا، کسی کی پس پشت برائی نہ کرنا، اے اللہ کے بندو آپس میں بھائی بھائی ہو کر رہنا جیسا کہ تم کو اللہ کا حکم ہے، مسلم مسلم کا بھائی ہے بھائی پر نہ کوئی ظلم کرے، نہ اسے رسوا کرے نہ حقیر جانے، انسان کے لیے یہی برائی بہت زیادہ ہے کہ اپنے مسلم بھائی کو وہ حقیر سمجھا کرے، مسلم کا مال خون عزت دوسرے مسلم پر بالکل حرام ہے، اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور جسموں کو نہیں دیکھتا وہ تو تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے، دل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تقویٰ یہاں ہے، خبردار ایک کی خرید پر دوسرا شخص خریدار نہ بنے، اللہ کے بندو بھائی بھائی بنو، مسلم پر حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے (نسائی کے سوا صحاح ستہ میں ہے)

خصوصیت معراج

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ (۱۷:۱)

معراج نبوی ﷺ کا ذکر اس کتاب کی جلد اول میں بھی کیا جا چکا ہے اور جلد دوم میں بھی، ہر دو مقامات پر یہ واقعہ الگ الگ اسلوب سے بیان ہوا ہے۔ اب اس مضمون ''خصائص النبی ﷺ'' میں بھی اس عنوان کا شامل ہونا ضروری تھا۔ الحمدللہ کہ اس جگہ تیسرے طرز بدیع میں اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ناظرین یاد رکھیں کہ معراج نبیؐ ان خصوصیات میں سے ہے جس میں اور کوئی نبی ورسول حضور کا سہیم نہیں۔ لفظ معراج کا مادہ، عروج، ہے چونکہ احادیث میں الفاظ عرج لی استعمال فرمائے گئے تھے۔ لہٰذا اس واقعہ مبارکہ کے لیے لفظ معراج، خاص ہو گیا۔ لفظ معراج کے معنی زینہ بھی ہیں چونکہ عروج وارتقاء منزل بمنزل ہوا تھا۔ لہٰذا واقعہ باطنی کے لیے یہ تشبیہ ظاہری بھی خوب ہے۔

تعددِ معراج

علماء میں سے بعض تعدد معراج کے قائل ہوئے ہیں اور لفظ، اسری، ولفظ معراج، کے معانی کا فرق بتلایا ہے اور اسی لیے انہوں نے واقعات کے لیے مختلف سالوں اور مہینوں کا ذکر کیا ہے۔ مگر حافظ ابن کثیرؒ نے (جو بڑے محقق ہیں) اپنی تفسیر میں لکھ دیا ہے کہ تعدد معراج کا قول مطلقاً بے سند ہے اور احادیث صحیحہ کے مفہوم کے بھی مخالف ہے۔

تعین زمانہ:..... ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت صحیح بخاری میں ہے کہ ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات تین سال قبل از ہجرت تھی۔ دوسری روایت ہے۔ طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات فرضیت نماز پنجگانہ سے پیشتر تھی (بخاری عن عائشہ) نتیجہ یہ ہوا کہ واقعۂ معراج بعد از وفات سیدہ خدیجہؓ تھا اور اس واقعہ کو ہجرت سے تین سال زیادہ کا تاخر نہیں دے سکتے۔ ذکر ہجرت کا آغاز عقبہ کی اس اولین ملاقات سے جس میں انصار کے صرف چھ اشخاص حضورؐ سے ملے تھے، شروع ہو جاتا ہے۔ لہٰذا واقعہ معراج کو ہجرت سے قریب ترین تعلق ہے۔ امام ابن عبدالبرؒ نے واقعہ معراج کو دیباچہ الاستیعاب میں ۵۲ء ولادتِ نبوی کا بتلایا ہے، نیز انہوں نے لکھا ہے کہ اس کی تفصیلی بحث انہوں نے ''کتاب التمہید'' میں کی ہے۔ زرقانی کہتے ہیں کہ امام ابن عبدالبرؒ اور امام ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری اور امام نوویؒ (تبعاً للرافعی) نے معراج کے لیے ماہ رجب کا تعین کیا ہے۔

حافظ عبدالغنی بن الواحد بن علی بن سرور المقدسیؒ (وفات ۱۳ ربیع الآخر، ۶۰۰ھ) نے ستائیسویں رجب کو جملہ اقوال پر ترجیح دی ہے اور لکھا ہے کہ ہمیشہ سے عملاً اسی تاریخ پر اتفاق کیا گیا ہے۔ مندرجہ بالا اقوال کا نتیجہ یہ ہوا کہ معراج ستائیسوں رجب ۵۲ھ ولادت نبوی کو ہوا تھا۔ میں نے نبی ﷺ کی سیرت مبارکہ کے متعلق ۲۳ سالہ جنتری خود تیار کی ہے اس سے ظاہر ہے کہ ماہ رجب ۵۲ کا پہلا دن جمعہ تھا۔ لہٰذا ستائیسویں رجب کی شب کے بعد طالع ہونے والا دن چہار شنبہ تھا اور اسلامی طریق سے شب معراج بھی شب چہار شنبہ تھی۔

راویان احادیث معراج معہ حوالہ کتب احادیث

ذیل میں دکھلایا جاتا ہے کہ احادیث معراج کن کن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کن کن دواوین حدیث میں مروی ہے:

①	حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ		
الف:۔	صحیح بخاری وابن جریر	بطریق شریک بن عبداللہ عن انس	رضی اللہ عنہ
ب:۔	صحیح مسلم	بطریق ثابت عن انس	رضی اللہ عنہ
ج:۔	نسائی وابن ماجہ	بطریق یزید بن مالک عن انس	رضی اللہ عنہ
د:۔	ابن ابی حاتم	بطریق دیگر از یزید بن مالک	رضی اللہ عنہ
ہ:۔	ابن جریر وابن مردویہ	بطریق عبدالرحمن بن ہاشم عن انس	رضی اللہ عنہ
و:۔	احمد وترمذی، بیہقی وعبد بن حمید وابن جریر وابن مردویہ وابونعیم بطریق قتادہ عن انس		رضی اللہ عنہ
ز:۔	ابوداؤد واحمد	بطریق عبدالرحمن بن جبیر عن انس	رضی اللہ عنہ

ح:۔	ابن مردویہ بطریق قتادہ وسلیمان التیمی وعلی بن زید عن انس		رضی اللہ عنہ
ط۔	ابن سعد سعید بن منصور، بزاز بیہقی، ابن عساکر عن ابی عمران الجونی عن انس		رضی اللہ عنہ
②	حدیث جابر بن عبداللہ صحابی بن صحابی		
الف۔	صحیح بخاری وصحیح مسلم	عن جابر	رضی اللہ عنہ
③	حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما		
الف۔	صحیحین	من طریق قتادہ عن ابی العالیہ عن ابن عباس	رضی اللہ عنہما
ب۔	صحیح مسلم	ایضاً عن ابن عباس	رضی اللہ عنہما
ج۔	احمد، ابونعیم، ابن مردویہ بسند صحیح	من طریق قابوس عن ابیہ عن ابن عباس	رضی اللہ عنہما
د۔	احمد، ابویعلیٰ، ابونعیم، ابن مردویہ	من طریق عکرمہ عن ابن عباس	رضی اللہ عنہما
ہ۔	احمد، نسائی، بزاز، طبرانی، بیہقی، ابن مردویہ	من طریق سعید بن جبیر عن ابن عباس	رضی اللہ عنہما
و۔	ابن مردویہ	من طریق شہر بن حوشب عن ابن عباس	رضی اللہ عنہما
④	حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ		
الف۔	صحیح بخاری	من طریق علقمہ عن ابن مسعود	رضی اللہ عنہ
ب۔	صحیح مسلم	من طریق مرۃ الہمدانی عن ابن مسعود	رضی اللہ عنہ
ج۔	صحیح مسلم وبیہقی وابونعیم	من طریق زر عن ابن مسعود	رضی اللہ عنہ
د۔	احمد، ابن ماجہ، سعید بن منصور وحاکم صحیحہ	من طریق موثر بن غفار عن ابن مسعود	رضی اللہ عنہ
ہ۔	ترمذی وحسنہ وابن مردویہ	من طریق عبدالرحمن عن ابن مسعود	رضی اللہ عنہ
و۔	بزار، ابویعلیٰ، حارث بن ابی اسامہ، طبرانی، ابونعیم، ابن عساکر من طریق عاتمہ عن ابن مسعود		رضی اللہ عنہ
⑤	حدیث مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ [نہایت قلیل الروایت ہیں، یہی حدیث ان سے بطریق صحیح محفوظ ہے جو نہایت اتقان سے مروی ہے]		
الف۔	صحیح بخاری ومسلم واحمد	من طریق قتادہ عن انس ان مالکا حدثہ	رضی اللہ عنہ
⑥	حدیث ابی ذر رضی اللہ عنہ		
الف۔	صحیحین	عن الزہری عن انس قال کان ابو ذر یحدث	رضی اللہ عنہ
ب۔	مسلم	عن ابی ذر	رضی اللہ عنہ
⑦	حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ		
الف۔	صحیح مسلم واحمد وابن مردویہ	من طریق ابی سلمہ عن ابی ہریرۃ	رضی اللہ عنہ
ب۔	احمد، ابن ماجہ، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ	من طریق ابی الصلت عن ابی ہریرۃ	رضی اللہ عنہ
ج۔	ابن جریر ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بزاز ابویعلیٰ، بیہقی من طریق ابی العالیۃ عن ابی ہریرہ		رضی اللہ عنہ

د۔	ابن مردویہ	من طریق سلیمان التیمی عن ابی ہریرۃ	رضی اللہ عنہ
ہ۔	سعید بن منصور، ابن سعد، طبرانی (اوسط) ابن مردویہ عن ابی وہب مولی ابی ہریرہ		رضی اللہ عنہ
⑧	حدیث حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ		
الف۔	اعمار بن شیبہ، ترمذی، حاکم وصححاہ ونسائی وابن جریر وابن مردویہ بیہقی عن حذیفہ		رضی اللہ عنہ
⑨	حدیث سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ		
الف۔	ابن مردویہ	عن سمرہ	رضی اللہ عنہ
⑩	حدیث سہل بن سعد رضی اللہ عنہ		
الف۔	ابن عساکر	عن سہل بن سعد	رضی اللہ عنہ
⑪	حدیث شداد بن اوس رضی اللہ عنہ		
الف۔	ابن ابی حاتم، بیہقی وصححہ، بزار، طبرانی، ابن مردویہ	عن شداد	رضی اللہ عنہ
⑫	حدیث صہیب رضی اللہ عنہ		
الف۔	طبرانی، ابن مردویہ	عن صہیب بن سنان	رضی اللہ عنہ
⑬	حدیث ابن عمرؓ		
الف۔	ابوداؤد، طبرانی (اوسط) بیہقی	عن ابن عمر	رضی اللہ عنہما
⑭	حدیث ابن عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ		
الف۔	ابن مردویہ	عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ	رضی اللہ عنہ
⑮	حدیث عبداللہ بن اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ (صحابی بن صحابی)		
الف۔	بزار، ابن قانع، ابن عدی، بغوی، ابن عساکر	عن عبداللہ بن اسعد	رضی اللہ عنہ
⑯	حدیث ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ		
الف۔	ابن ابی حاتم، ابن مردویہ	عن ابی ایوب	رضی اللہ عنہ
⑰	حدیث ابی حیہ رضی اللہ عنہ		
الف۔	طبرانی، ابن قانع، ابن مردویہ	عن الجاجیہ	رضی اللہ عنہ
⑱	حدیث ابی العمراء رضی اللہ عنہ		
الف۔	طبرانی، ابن قانع، ابن مردویہ	عن ابی العمراء	رضی اللہ عنہ
⑲	حدیث ابی سعد خدری رضی اللہ عنہ		
الف۔	ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بیہقی، ابن عساکر من ابی ہارون العبدی		رضی اللہ عنہ
ب۔	ابن مردویہ	من طریق ابی نضرۃ عن ابی سعید	رضی اللہ عنہ

ج۔	ابن مردیہ من وجہ آخر	عن ابی نضرۃ	رضی اللہ عنہ
د۔	ابن مردیہ من وجہ آخر	من طریق نقمہ عن ابی سعید	رضی اللہ عنہ
(۲۰)	حدیث ابی یعلی رضی اللہ عنہ		
الف۔	طبرانی (اوسط) ابن مردویہ	من طریق محمد بن عبدالرحمن	رضی اللہ عنہ
(۲۱)	حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا		
الف۔	ابن مردویہ، حاکم وصححہ بیہقی	من طریق زہری عن عروہ	رضی اللہ عنہ
(۲۲)	حدیث اسماء بنت الصدیق رضی اللہ عنہا		
الف۔	بن مردویہ	من طریق زہری عن عروہ	رضی اللہ عنہ
(۲۳)	حدیث ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا		
الف۔	ابن اسحق، ابن جریر	عن الکلبی عن ابی صالح عن ام ہانی	رضی اللہ عنہا
(۲۴)	حدیث عمر فاروق رضی اللہ عنہ		
الف۔	احمد	عن عبید بن آدم عن امیر المؤمنین عمر	رضی اللہ عنہ
ب۔	ابن مردویہ	من طریق مغیرہ بن عبدالرحمن	رضی اللہ عنہ
(۲۵)	حدیث ابی سفیان اموی رضی اللہ عنہ		
الف۔	ابونعیم عن محمد بن کعب القرنعی	عن ابی سفیان، بطریق ایمیا (موقوف)	رضی اللہ عنہ
(۲۶)	حدیث امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ		
الف۔	طبرانی	من طریق الحسین عن ابیہ	رضی اللہ عنہ
ب۔	ابونعیم	من طریق محمد بن الحنفیہ	رضی اللہ عنہ
ج۔	ابن مردویہ	من طریق زید بن علی بن آباء عن علی	رضی اللہ عنہ
(۲۷)	حدیث عبدالرحمن بن قرط الشمالی رضی اللہ عنہ		
الف۔	سعید بن منصور، طبرانی، ابن مردویہ، ابونعیم (فی المعرفہ) عن عبدالرحمن بن قرط الشمالی		رضی اللہ عنہ
(۲۸)	حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ		
الف۔	ترمذی، حاکم صححہ، وابونعیم ابن مردویہ، بزار	عن بریدہ	رضی اللہ عنہ

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جس قدر راویان حدیث ہیں، ان میں مکی مہاجر بھی ہیں اور مدنی انصار بھی واقعہ معراج مکہ معظمہ میں ہوا لیکن یہ خیال غلط ہے کہ انصار اصحاب نے بعد میں جو کچھ بیان کیا وہ مہاجرین سے سنا ہوا تھا۔

اول:۔ تو راوی صحابہ کی خود صراحت کہ انہوں نے حدیث کو نبی ﷺ تک پہنچایا اس بارے میں کافی دلیل ہے۔

دوم:۔ یہ قدرتی امر ہے کہ جب انصار کبار نے معراج کے متعلق اپنے مہاجر بھائیوں سے کچھ سنا تو ان کی شوق و

ذوق کا تقاضا یہی ہونا چاہیے تھا کہ وہ خود سرور عالم ﷺ کی زبان سے سننے کی درخواست کرتے، جیسا کہ محدثین میں ہمیشہ علو اسناد کے حاصل کرنے کا شوق پایا گیا ہے۔ یہ صرف قیاس ہی نہیں بلکہ بعض روایات میں صراحۃً اس کی بابت الفاظ موجود ہیں۔ حدیث شداد بن اوس رضی اللہ عنہ میں ہے: قلنا یارسول اللہ کیف اسری بك لفظ قلنا پر غور کرنا چاہیے کہ یہ درخواست ایک مجمع صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے تھی۔ صحیحین کی روایت مالک بن صعصعہ میں ہے، ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدثھم (خود نبی کریم ﷺ نے ان سے حدیث بیان فرمائی)۔

لہٰذا معراج کی احادیث مرفوعہ خواہ ان کے راوی مہاجرین ہیں یا انصار سب کی سب نبی ﷺ سے سنی ہوئی ہیں۔ بعض صحابہ مثلاً ابن عباس اور انس رضی اللہ عنہم ایسے بھی ہیں جنہوں نے نبی ﷺ سے روایت براہ راست بھی کی ہے اور بالواسطہ کسی دوسرے صحابی سے بھی۔ ان کی طرف سے ہر دو گونہ روایات ہیں۔ اس تمیز کا قائم رکھنا بھی ثابت کرتا ہے کہ انہوں نے مرسل کو مرفوع کہنے کی جرات کبھی نہیں کی۔ یہ امر اور بھی موجب اطمینان ہے کہ صحیحین کی احادیث واقعہ معراج کے متعلق زیادہ مکمل اور زیادہ مفصل ہیں۔

اب واقعات معراج کو بیان کیا جاتا ہے

① ..... صحیح مسلم کی حدیث میں بہ طریق ثابت عن انس رضی اللہ عنہ میں ہے:

''میں سواری پر سوار ہوا اور بیت المقدس پہنچا، سواری کو اسی حلقہ سے باندھ دیا جس سے انبیاء اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے، مسجد میں جا کر میں نے دو رکعت نماز ادا کی اور وہاں سے آسمان کی طرف عروج ہوا۔''

② ..... ابن أبی حاتم کی ایک روایت (عن یزید بن ابی مالک عن انس رضی اللہ عنہ) میں نماز بیت المقدس کے متعلق یہ صراحت ہے کہ ''میرے پہنچ جانے کے بعد وہاں بہت سے لوگ جمع ہو گئے، اذان دی گئی اور اقامت کہی گئی، صفیں درست ہوئیں، میں انتظار میں تھا کہ نماز کون پڑھائے گا۔ جبرئیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آگے کھڑا کر دیا۔ بعد از نماز جبرئیل علیہ السلام نے پوچھا، آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے پیچھے کن لوگوں نے نماز پڑھی ہے۔ میں نے کہا نہیں جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ سب وہ انبیاء ہیں جو منجانب اللہ مبعوث ہو چکے''۔

③ ..... امام احمد کی روایت (عن عبید بن آدم رضی اللہ عنہ) میں بیت المقدس کے متعلق یہ صراحت ہے کہ

''جب امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس پہنچے، تب کعب سے پوچھا کہ مجھے نماز کہاں پڑھنی چاہیے۔ اس نے کہا: صخرہ کے پیچھے۔ امیر المؤمنین نے کہا: نہیں! میں وہاں پڑھوں گا، جہاں نبی کریم ﷺ نے پڑھی تھی۔

مالک بن صَعْصعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث (میں طریق انس رضی اللہ عنہ) بھی صحیحین میں موجود ہے۔ مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ نہایت قلیل الروایت ہیں حتی کہ اکثر محدثین کا خیال ہے کہ اس ایک حدیث کے سوا ان سے اور کوئی حدیث مروی ہی نہیں۔ ایسے بزرگوار نے حدیث کو نہایت ہی اتقان کے ساتھ یاد رکھا اور روایت کیا ہوگا۔ کیونکہ ان کی ساری عمر کی کمائی یہی ہے اور غالباً یہی پختہ ہے کہ انس نے خود مرفوعاً روایت کرنے کے بعد بھی بزرگوار ابن صعصعہ سے روایت کرنا اپنے لیے موجب فخر و مسرت سمجھا۔ اب مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ والی حدیث ہی کا ترجمہ پیش کرتا ہوں۔

نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا (قتادہ نے لفظ ''حطیم'' کی جگہ کہیں لفظ ''حجر'' بھی

استعمال کیا ہے۔ دونوں نام ایک ہی مقام کے ہیں۔ یعنی خانۂ کعبہ کے اندر کی وہ زمین جسے قریش نے باہر چھوڑ دیا تھا) جب آنے والا (جبرئیل) میرے پاس آیا۔ اس نے اپنے ساتھی (میکائیل) سے کہا کہ ان تین میں سے درمیان والے نبی ﷺ ہیں۔ پھر وہ میرے پاس آیا۔ سینہ سے لے کر زیر ناف تک میرا جسم شق کیا۔ پھر سونے کا طشت لایا گیا۔ جو ایمان وحکمت سے پُر تھا۔ میرے قلب کو دھویا اور ایمان وحکمت سے بھر دیا۔ پھر زخم درست کر دیا، پھر میرے لیے سواری لائی گئی جس کا قد خچر سے کم اور حمار سے اونچا تھا۔ اس کا قدم اس کی حد بصر تک پڑتا تھا۔ مجھے سوار کیا گیا۔ جبرئیل میرے ساتھ ساتھ چلا۔ آسمان دنیا تک مجھے لے کر پہنچ گیا۔ دروازہ کھلوایا۔ اندر سے پوچھا کون ہے؟ کہا: جبرئیل۔ کہا: تمہارے ساتھ کون ہیں؟ کہا: محمدؐ۔ انہوں نے کہا: کیا آپ کو بلوایا گیا؟ جبرئیل نے کہا: ہاں! فرشتوں نے مرحبا کہا اور کہا: خوب تشریف لائے۔ دروازہ کھلا، میں اندر گیا تو وہاں آدم تھے، جبرئیلؑ نے کہا: یہ تمہارے ابا آدم علیہ السلام ہیں، سلام کیجیے۔ میں نے سلام کیا، انہوں نے جواب دیا اور ابن صالح و نبی صالح فرما کر مرحبا بھی کہا۔ پھر جبرئیل دوسرے آسمان تک پہنچا۔ دروازہ کھلوایا (وہی گفتگو پہلے آسمان والی ہوئی) میں اندر گیا تو وہاں یحییٰ وعیسیٰ علیہما السلام تھے، یہ دونوں خالہ زاد ہیں۔ جبرئیل نے بتایا کہ یہ یحییٰ وعیسیٰ علیہما السلام ہیں، سلام کیجیے۔ میں نے سلام کیا، انہوں نے جواب دیا اور اخ صالح و نبی صالح کہہ کر مرحبا بھی کہا۔ پھر تیسرے آسمان پر گئے۔ (وہی گفتگو ہوئی، دروازہ کھلا) وہاں یوسف علیہ السلام تھے۔ سلام وجواب کے بعد انہوں نے بھی اخ صالح و نبی صالح کے الفاظ میں مرحبا کہا۔ پھر جبرئیل چوتھے آسمان تک بلند ہوا۔ دروازہ کھولنے کو کہا۔ پوچھا کون؟ کہا: جبرئیل۔ پوچھا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ کہا محمد ﷺ۔ پوچھا کیا بلوائے گئے ہیں؟ کہا ہاں!۔ فرشتوں نے مرحبا کہا اور میرے جانے پر اظہار خوشی کیا، اندر گئے تو وہاں ادریس علیہ السلام تھے، میں نے سلام کیا، انہوں نے جواب دیا واخ صالح و نبی صالح کہہ کر مرحبا کہا۔ اسی طرح پانچویں آسمان والے فرشتوں کی بات جبرئیل علیہ السلام سے ہوئی۔ میں اندر گیا۔ وہاں ہارون علیہ السلام ملے سلام کا جواب دے کر مجھے اخ صالح کے ساتھ مرحبا کہا۔ اسی طرح چھٹے آسمان پر جبرئیل اور فرشتوں کی گفتگو ہوئی۔ میں اندر گیا تو وہاں موسیٰ علیہ السلام ملے۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا اور اخ صالح و نبی صالح کہہ کر مرحبا کہا۔ میں ان سے آگے کو چلا تو موسیٰ علیہ السلام رو پڑے، پوچھا گیا کہ تم کیوں روئے۔ کہا یہ نوجوان میرے بعد نبی ہوا اور اس کی امت کے لوگ میری امت سے بہت زیادہ تعداد میں داخل جنت ہوں گے۔ پھر ساتویں آسمان پر جبرئیل پہنچا۔ فرشتوں سے گفتگو ہوئی اور وہاں میں نے دیکھا کہ ابراہیم علیہ السلام موجود ہیں میں نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا اور ابن صالح و نبی صالح کہہ کر مرحبا کہا۔

پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک اٹھایا گیا۔ اس کا پھل بڑی چاٹیوں جیسا اور اس کے پتے ہاتھی کے کان جیسے بڑے ہیں۔ جبرئیل نے بتایا کہ سدرۃ المنتہیٰ یہی ہے، وہاں چار نہریں دیکھیں، دو اندر بہتی تھیں، دو کھلم کھلی جبرئیل نے بتایا کہ اندر اندر چلنے والے دریا تو بہشت کے دریا ہیں اور کھلے چلنے والے نیل وفرات پھر سامنے بیت المعمور نمودار ہوا۔ (قتادہ جو راوی حدیث ہیں) انہوں نے کہا کہ حسنؒ نے ہم کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی ﷺ سے یہ بیان کیا تھا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ بیت المعمور میں ستر ہزار فرشتے روزانہ داخل ہوتے ہیں اور پھر لوٹ کر نہیں آتے، اس

قدرت ایزدی کے بعد قتادہ نے پھر حدیث انس کی طرف رجوع کیا۔

نبی ﷺ نے فرمایا: پھر میرے سامنے شراب اور دودھ اور شہد کے برتن پیش کیے گئے، میں نے دودھ لے لیا، جبرئیل نے کہا یہی وہ فطرت ہے جس پر آپ کی امت ہے۔ پھر پچاس نمازیں فرض کی گئیں، روزانہ پچاس نمازیں۔ پھر میں نیچے آیا اور موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا۔ تو انہوں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا۔ میں نے کہا پچاس نمازیں روزانہ۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ کی امت میں اس کی استطاعت نہ ہوگی اور میں قبل ازیں لوگوں کا امتحان کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کی تدبیر کرتا رہا ہوں۔ آپ اپنے رب کی طرف واپس جائیں اور امت کے لیے تخفیف کا سوال کیجیے۔ میں واپس گیا۔ (دس نمازیں کم کر دی گئیں۔) میں نے لوٹ کر یہی موسیٰ علیہ السلام کو بتایا وہ بولے کہ پھر واپس جائیے اور تخفیف کا سوال کیجیے۔ میں واپس گیا اور دس نمازوں کی تخفیف کر دی گئی۔ میں نے پھر موسیٰ علیہ السلام کو یہی آ کر بتلایا انہوں نے کہا کہ پھر واپس جائیے اور تخفیف کا سوال کیجیے۔ میں واپس گیا۔ تب دس نمازوں کی اور تخفیف کر دی گئی اور میں نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ بتلایا۔ انہوں نے کہا کہ آپ کی امت میں اس کی استطاعت بھی نہ ہوگی۔ مجھے لوگوں کا خوب تجربہ ہے اور میں نے بنی اسرائیل کے لیے بڑی بڑی تدبیریں کی ہیں لہٰذا واپس جائیے اور تخفیف کا سوال کیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا کرتا شرمسار بھی ہو گیا ہوں اب تو میں اسی کو خوشی سے مانوں گا اور تسلیم کروں گا اس وقت پکارنے والے کی ایک آواز آئی کہ میں نے اپنے فریضہ کو جاری کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف بھی کر دی (یعنی نمازیں پانچ اور ثواب پچاس کا)

④ ..... شیخین کی حدیث عن انس میں مزید یہ ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے یوں روایت کیا کرتے تھے کہ

''آدم علیہ السلام جب دائیں جانب دیکھتے تب ہنستے اور جب بائیں جانب دیکھتے تب روتے۔ جبرئیل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کے پوچھنے پر بتلایا کہ دائیں بائیں اولاد آدم کی ارواح ہیں۔ دائیں جانب اہل جنت ہیں، بائیں اہل نار۔ دائیں جانب دیکھتے ہیں تو ہنس پڑتے ہیں اور بائیں کو دیکھتے ہیں تو رو پڑتے ہیں۔''

⑤ ..... زہری کہتے ہیں کہ ابن حزم نے مجھے بتلایا کہ ابن عباس اور اباحبۃ الانصاری رضی اللہ عنہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے تھے کہ مجھے بلندی پر لے جایا گیا اور میرے سامنے مستوی آ گیا۔ میں صریف الاقلام سنتا تھا۔ پانچ نمازوں کی تعیین کے بعد موسیٰ علیہ السلام بھی میرے ساتھ چلے، میں سدرۃ المنتہیٰ پر واپس آیا اس پر ایسے رنگا رنگ الوان پڑ رہے تھے کہ جن کی صفت بیان سے باہر تھی، پھر مجھے جنت میں لے جایا گیا جس کی کنکریاں آبدار موتی ہیں اور جس کی زمین مشک خالص کی ہے۔

ساتوں آسمانوں پر آٹھوں انبیاء کی ملاقات کا راز

مختلف آسمانوں پر الگ الگ انبیاء علیہم السلام کی ملاقات بہت سی نصائح دینی پر مشتمل ہے۔

① ..... پہلی بات تو یہ ہے کہ جس طرح شاہان عالم معزز مہمان کے اکرام کے لیے اپنی سرحد خاص سے لے کر دربار خاص تک درجہ بدرجہ امرائے عظام کو مقرر کیا کرتے ہیں، اسی طرح ان انبیائے کرام کا تعین بھی آسمان اول سے آسمان ہفتم تک کیا گیا۔

② ..... آدم علیہ السلام ابوالبشر ہیں۔ اول الانبیاء ہیں۔ اس لیے ان کا تعلق آسمان اول سے ایک خصوصیت رکھتا ہے آدم علیہ السلام ہیں جن کو ترک جنت کا الم اٹھانا پڑا۔ مگر جب زمین پر آئے اور خلافت الارض کا تاج ان کے سر پر رکھا گیا اور ان کی اولاد رفقا سے زمین آباد ہوگئی۔ تب ان کا وہ الم مبدل بہ سرور ہوگیا۔ نبی ﷺ بھی أحب البلاد عند اللہ کو ترک کرنے والے تھے، لیکن اقامت مدینہ طیبہ اشاعت اسلام اور نشر علوم کا سبب تھی۔ یہیں سے نصرت و فتح کے اعلام بلند ہوئے اور یہی بلدہ طیبہ حضور ﷺ کے خلفاء کا بھی مستقر ثابت ہوا۔

③ ..... یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام میں قرابت بھی ہے۔ مسیح نے اصطباغ بھی یحییٰ سے پایا تھا۔ احوال زہد و محنت میں بھی دونوں متحد الاحوال ہیں، اس لیے وہ دونوں ایک ہی مقام پر جمع تھے اور دونوں کو نبی کریم ﷺ کے زہد و توکل اور اعراض عن الخلق و مستقبل کا دکھلانا بھی مقصود تھا۔ یحییٰ علیہ السلام نے اپنا کام عیسیٰ مسیح علیہ السلام پر چھوڑا تھا اور عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے اکمال صداقت اور اتمام حقانیت کا حضور ﷺ کے ہاتھوں سے پورا ہونا بتلایا تھا۔ لہٰذا ضروری تھا کہ دونوں بزرگوار اپنی بہترین تمناؤں کو مکمل شدہ حالت میں دیکھ لیتے۔

④ ..... یوسف علیہ السلام کے احوال مبارکہ کو نبی ﷺ سے مماثلت کلی ہے۔ دونوں صاحب الجمال والکمال ہیں۔ دونوں کو امتحانات ساتھ دینے پڑے۔ دونوں میں عفو و کرم کا وفور ہے دونوں نے اخوان جفا پیشہ کو لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کے مژدہ سے جان بخشی فرمائی ہے۔ دونوں صاحب امر و حکومت ہیں اور دنیا سے پوری کامرانی و حکمرانی اور جاہ و جلال کے ساتھ رخصت ہوئے ہیں۔

⑤ ..... چوتھے فلک پر ادریس علیہ السلام کی ملاقات ہوئی۔ کثرت درس اور توغل تعلیم اور شغف تدریس میں ادریس علیہ السلام کا خاص درجہ ہے اور یہی کیفیت نبی ﷺ کی تھی۔ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ حضور ﷺ ہی کے القاب گرامی میں داخل ہے۔

⑥ ..... پانچویں آسمان پر ہارون علیہ السلام ملے۔ ہارون علیہ السلام اپنی قوم و امت میں ہر دلعزیز اور محبوب قلوب تھے ہارون علیہ السلام مسجد کے امام تھے۔ ہارون علیہ السلام تفرقہ و فرقہ بازی کو سب سے برا سمجھتے تھے اور یہ وہ صفات عالیہ ہیں جن کے انوار حضور ﷺ کی سیرت میں واضح و آشکار ہیں۔

⑦ ..... چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی۔ یہ صاحب شریعت بھی ہیں۔ صاحب کتاب بھی ہیں غازی و مجاہد ہیں۔ مہاجر و مناظر بھی نبی ﷺ کے ساتھ ان محاسن میں مشابہ تر ہیں۔ ان کا رتبہ ان مجموعی محاسن کی وجہ سے پانچوں آسمانوں والے انبیاء سے بڑھ کر خاص امتیاز رکھتا ہے۔

⑧ ..... ساتویں آسمان پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نظر آئے یہی بانی کعبہ مقدسہ ہیں اور (بیت المعمور) کے مہتمم ہیں۔ یہی امام خلق ہیں۔ خلیل الرحمن ہیں۔ نبی ﷺ نے کعبہ کو ارجاس اوثان سے پاک کیا نبی ﷺ کی مرضی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے لیے کعبہ کو قبلہ نماز بنایا۔ نبی ﷺ ہی نے ملت حنیفیہ کو زندہ کیا۔ نبی ﷺ ہی نے مناسک حج کو سنت ابراہیمیہ کے مطابق محکم فرمایا۔ نبی ﷺ ہی نے درود پاک میں اپنے نام کے ساتھ ابراہیم اور ان کی آل پاک کے نام کو شامل فرمایا۔ نبی ﷺ حلیہ کے لحاظ سے بھی سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے نہایت مماثل تھے۔

رفعت، حضور ﷺ کو مقام ابراہیم (بیت المعمور) سے اوپر حاصل ہوئی۔ اسی سے ظاہر ہو گیا کہ حضور ﷺ ہی مقام محمود والے ہیں اور حضور ﷺ ہی اَدْمُ وَ مَنْ دُوْنَهٗ تَحْتَ لِوَائِیْ فرمانے کا استحقاق رکھتے ہیں۔

قرآن کریم اور معراج شریف:..... قرآن کریم نے واقعہ معراج کو دو سورتوں میں ذکر فرمایا ہے۔

اول:..... سورۂ بنی اسرائیل جس کے آغاز ہی میں یہ آیات ہیں : سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ①

''کلمہ ''سبحان'' تنزیہہ کے لیے آتا ہے اور شروع کلام میں اس لیے لایا گیا ہے کہ جن واقعات بعد کا ذکر آئندہ کیا جائے گا۔ اللہ کی قدرت اور طاقت اس کو ظہور میں لانے سے عاجز و درماندہ نہیں لیلا کی تنوین رات کی مقدار قلیل کو ظاہر کرتی ہے''۔

بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ اسی مقام کے قرب و جوار میں اشجار مثمرہ اور انہار جاریہ اور شجرہ مبارکہ زیتون کی کثرت ہے۔ اسی کا حوالی انبیائے کثیر کا محیط وحی اور معجزات باہرات کا مصدر رہا ہے۔

مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ سے مراد وہ نشانات ارضی بھی ہیں جو بنی اسرائیل کے اقبال و ادبار اور اشرف و ذلت کی زندہ زبان ہیں اور وہ نشانات عظمیٰ بھی اسی لفظ میں شامل ہیں جو حضور ﷺ نے مسجد اقصیٰ سے عروج کے بعد ملکوت السموات والارض میں ملاحظہ فرمائے۔

دوم:..... سورۃ النجم میں ذکر ہے۔ مندرجہ ذیل آیات پر تدبر کرو۔

الف:..... لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی ⑱ (۵۳:۱۸) اس کے اپنے رب کی ان آیات کو دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ''کبریٰ'' بزرگ ترین ہونے کی صفت سے موصوف ہیں۔

اس کے تحت میں جبرئیل کا بصورت اصلی یا سدرہ المنتہیٰ اور اس پر چھا جانے والے انوار قدسیہ کا بہ صورت تجلی یا جنت و نار کا بہیئت موجودہ یا عجائبات ملکوت کا تفصیلی معائنہ کچھ بھی لکھ دیا جائے۔ لیکن یہ سب کے سب اپنی مجموعی شان میں بھی لفظ کبرے کے سامنے کم ہی ہوں گے۔ اس لیے ان کا حصر و تعقل دشوار ہے۔

ب:..... مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ⑰ اس آیت میں نبی ﷺ کے شوق دید کا بھی بیان ہے اور مراعات حسن ادب کا بھی ذکر ہے اور نبی کریم ﷺ کے ثبات و وقار اور تحمل و استعداد رویت کا بھی تذکرہ ہے۔

موسیٰ کے حال میں فرمایا گیا ہے: فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا

(جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی ڈالی، تب پہاڑ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے)

سیدنا حضرت محمد ﷺ خوب آنکھیں بھر کر ان انوار کو دیکھ رہے تھے۔ مشتاق آنکھ نہ جھپکتی ہے۔ نہ ادھر ادھر تاکتی ہے۔ قوت ربانیہ متوجہ نمائش ہے اور بصارت محمدیہ ﷺ کمال قوت نظارہ کے ساتھ وقف دید۔

ج:..... مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ⑪ ۔ جو کچھ آنکھوں نے دیکھا، دل نے اسے نہیں جھٹلایا۔

بسا اوقات ہم دیکھتے ہیں کہ روشن صاف آنکھیں ایک شے دیکھتی ہیں اور دل آنکھ کی دیکھی ہوئی حالت کو جھٹلاتا ہے۔ مثلاً ہم ہر صبح کو دیکھتے ہیں کہ سورج ایک زرین طشت کی صورت میں مشرق سے نمودار ہوتا ہے۔ اس کا قد و

قامت اس وقت اتنا چھوٹا نظر آتا ہے کہ کرہ ارض سے کروڑوں حصے کم ہو گیا لیکن دل کہہ دیتا ہے کہ ایسا سمجھنا آنکھ کی غلطی ہے۔ یہ تو زمین سے کروڑوں حصے بڑا ہے اور یقیناً بڑا ہے۔ ہم پانی کے اندر گری ہوئی چیزوں کو دیکھتے ہیں تو وہ ابھری ہوئی نظر آتی ہیں۔ حالانکہ آنکھ کا اسے دیکھنا غلط ہوتا ہے۔ ہم سورج کی روشنی کو دیکھ کر اسے صرف ایک صاف، سفید روشنی سمجھتے ہیں حالانکہ دل بتلاتا ہے کہ اس روشنی میں سات رنگوں کا اجتماع ہے۔

جب دیدہ و دل میں ایسا اختلاف پایا جاتا ہے۔ تب یہ سمجھنا کہ آنکھ حقیقت اصلیہ کو دیکھ رہی ہے، غلط ہوتا ہے۔ لیکن حقائق کی اصلیت اور انکشافات کی حقیقت پر دل و دیدہ کا یقین اور وثوق اور اعتبار مجتمع ہو جائے تو شک نہیں کہ یہ نظارہ بصیرت افروز اور بصارت افزا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہی مقصود ہے کہ نبی کریم ﷺ کے نظارہ پاک کو جملہ فنون و شکوک سے برتر اور جملہ صداقتوں اور حقیقتوں پر حاوی یقین کرنا چاہیے۔

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ﴿۱۰﴾ (سورۂ نجم) پھر اپنے بندہ پر جو وحی بھی بھیجنی تھی وہ بھیجی۔

آیات بالا میں دیدہ و دل کی کیفیات کا ذکر تھا اس آیت میں گوش و دل کے حقائق کا ذکر ہے۔

مَاۤ اَوْحٰى کا لفظ اجمال کے لیے نہیں بلکہ تفخیم کے لیے ہے۔ اس سے تفخیم وحی بھی مقصود ہے اور یوحی الیہ کی تعظیم بھی اور ان کی عظمت اصلیہ تو لفظ عبد میں پنہاں ہے۔ پنہاں بھی ہے اور عیاں بھی۔

کچھ شک نہیں کہ واقعہ معراج نبی ﷺ کے مقامات اعلیٰ سے ایک برترین مقام ہے اور اس واقعہ کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے سورۂ بنی اسرائیل میں بھی اور سورۃ النجم میں بھی لفظ عبد ہی کا استعمال فرمایا ہے۔ تاکہ مخلوق الٰہی خوب سمجھ لیں اور اچھی طرح سے ذہن نشین کر لیں کہ اس مقدس ہستی کے لیے بھی جس کی شان ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر'' سے آشکارا ہے۔ سب سے بلند ترین مقام عبودیت ہی کا ہے اور ہم سب کو اسی مقام عبودیت میں ارتقاء (بقدر قابلیت و استعداد) کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔

لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ۔ بے شک اَلصَّلٰوةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِيْنَ کے معانی بھی اس نکتہ سے حل ہوتے ہیں کیونکہ اظہار عبودیت و بیان عجز و افتقار اور تشکل بندگی و ابتہال کے لیے نماز سے بڑھ کر اور کوئی صورت متحقق نہیں۔

بیداری و خواب کی بحث

بعض علماء کو آیت وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْۤ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ۔ سے یہ خیال ہوا ہے کہ اس آیت کا اشارہ معراج کی طرف ہے اور چونکہ اسے رؤیا سے تعبیر کیا گیا ہے لہٰذا معراج کے واقعات خواب میں نظر آئے تھے۔

اس اشکال کو امام لغت ابن وجیہ نے حل کر دیا ہے کہ رؤیت و رؤیا کا استعمال بمعنی واحد ہوتا ہے۔ اہل لغت کا قول ہے رَأَيْتُ رُؤْيَةً وَّرُؤْيَا قُرْبَةً وَقُرْبٰى ہے۔ اب یہ وہم اٹھ گیا کہ رویا صرف خواب ہی کے لیے مستعمل ہے۔

زمخشریؒ نے جو ائمہ لغت و معانی بیان میں سے ہیں۔ اپنی تفسیر کشاف جلد دوم نمبر ۱۹۱ پر آیت بالا کے تحت میں لکھا ہے کہ اس رؤیا کا تعلق واقعہ بدر سے ہے۔ جب کہ حضور ﷺ نے ہر ایک کافر کے گرنے کا نشان و مقام بھی بتلا دیا تھا اور کفار حضور کے اس ارشاد کو استہزا بھی بتاتے رہے، بعد ازاں لفظ قیل کے ساتھ اس نے یہ بیان کیا ہے۔

اِنَّمَا سَمَّاهَا رُؤْيَا عَلٰى قَوْلِ الْمُكَذِّبِيْنَ حَيْثُ قَالُوْا لَهٗ لَعَلَّهَا رُؤْيَاءُ رَاَيْتَهَا وَخَيَالٌ خُيِّلَ اِلَيْكَ۔

لفظ رؤیا کا استعمال مکذبین کے استعمال کے مواقف ہے۔ وہ معراج کا حال سن سن کر کہتے تھے کہ شاید خواب دیکھا ہوگا۔ شاید خیال ہوگا۔
اس کی مثال ان آیات میں ہے: فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ ..... اَيْنَ شُرَكَآئِىَ ..... ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ۝
اب محدثین کی سنیے! امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح کی کتاب التفسیر میں آیت وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِىْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ [1] کے تحت میں بروایت عکرمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ الفاظ تحریر کیے ہیں۔

هِيَ رُؤْيَا عَيْنٍ اُرِيَهَا رَسُوْلُ اللهِ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِهٖ
یہ آنکھ کا نظارہ تھا جو نبی ﷺ کو شب اسری دکھلایا گیا

ابن عباس رضی اللہ عنہما بہتر امت محمدیہ اور بدعائے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم بہترین مفسر قرآن ہیں اور اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ وہ لغت وادب کے بھی ائمہ عظام میں سے ہیں۔
ان کا قول ہے:..... ''میرا ایمان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج بیداری اور جسم کے ساتھ تھا۔''
یہی اعتقاد اکثر ائمہ اہل سنت محدثین وفقہائے تابعین وصحابہ کا ہے۔ جو لوگ واضح ثبوت کے بعد بھی معراج کو خواب ہی سمجھا کریں وہ حدیث ذیل پر ذرا غور کریں۔

عَنِ الشَّيْخَيْنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْه وسلم لَمَّا كَذَّبَتْنِيْ قُرَيْشٌ حِيْنَ اُسْرِيَ بِيْ اِلٰى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ فَجَلَّى اللّٰهُ لِيْ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُهُمْ عَنْ اٰيَاتِهٖ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهِ۔

صحیح بخاری ومسلم میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب کفار نے میرے بیت المقدس تک جانے کو جھٹلایا (اور نشانات پوچھنے لگے) تب میں حطیم میں کھڑا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا۔ میں عمارت کو دیکھتا جاتا تھا اور جو جو نشان وہ پوچھتے تھے۔ میں ان کو بتاتا جاتا تھا۔
یہ ظاہر ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات معراج کو خواب کے رنگ میں بیان کیا ہوتا تو کفار بیت المقدس کے نشان پتے دریافت کرنے کا حق نہ رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو بھی کیا ضرورت تھی کہ بیت المقدس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ظاہر وہ جلوہ گر کر دے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھ دیکھ کر سب نشانات کے جوابات بھی دیتے ہیں۔ خواب کے لیے تو اتنا ہی جواب کافی تھا کہ میں تو اپنا خواب بیان کر رہا ہوں۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو اپنی آیات کبریٰ دکھلائیں اور وراء الوراء کی سیر کرائی۔

طے کنم ایں نامہ را گر نکنم چہ کنم
حوصلہ خامہ نیست تاب رقم داشتن



---

[1] میرے سامنے جو صحیح بخاری موجود ہے اور بمقام بمبئی ۱۲۶۸ھ میں لکھی گئی اور ۱۲۷۰ھ میں چھاپی گئی۔ اس میں لفظ رُؤْيَة (بالتاء) ہے۔ آیت میں بھی اور تفسیر ابن عباس کے الفاظ میں بھی۔ اس لئے میں نے اس جگہ بالتاء نقل کیا ہے۔ مگر میرے پاس ایک پرانی قلمی صحیح بخاری ہے اس میں وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا کو رسم الخط قرآنی کے مطابق لکھا ہے اور یہی صحیح ہے۔ ۱۲ منہ۔

فصل چہارم:..... معجزات نبوی ﷺ

لفظ ''معجزہ'' عجز سے بنایا گیا ہے۔ عجز کا استعمال لفظ قدرت کے مقابلہ میں کیا جاتا ہے۔ دراصل عجز سے یہ مفہوم لیا گیا ہے۔ عجز انسان کے پچھلے حصہ کو کہتے ہیں: كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ۝ میں یہی معنی ملحوظ ہیں۔ پھر اس عجز سے کسی کام میں موخر رہنے کا مفہوم اور پھر اس سے درماندگی کا مفہوم لیا جاتا ہے۔ 'عجوز' اس مرد یا عورت کو کہتے ہیں جو پیرانہ سالی کی وجہ سے بہت سے امور کرنے سے درماندہ و عاجز رہ جائے۔ قرآن مجید میں ہے کہ جب قابیل کے سامنے ایک کوے نے دوسرے کوے پر مٹی ڈال کر اسے زیر خاک کیا۔ تب قابیل بولا:

يٰوَيْلَتٰى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ (افسوس میں تو اس کوے جیسا بھی نہ ہوا) کوے جیسا بننے میں عاجز رہ گیا۔

اللہ تعالیٰ نے سرکش کفار سے فرمایا ہے: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ۔ یاد رکھو کہ تم لوگ اللہ کو عاجز نہ کر سکو گے۔

اس لغوی معنی کے بعد لفظ معجزہ کا استعمال عام طور پر انبیاء اللہ کے ان افعال نبوت پر کیا جانے لگا جو ان کی شان نبوت کے مظہر ہوتے ہیں۔ بروئے تواریخ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ لفظ معجزہ کا استعمال اس خاص معنی میں کس زمانہ سے ہونے لگا اور وہ پہلا کون شخص ہے جس نے اس مفہوم میں اس کا استعمال کیا۔ مگر اس امر کا مجھے اطمینان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں نبی ﷺ کے کلام میں یا کسی دوسرے نبی کے کلام میں اس لفظ کا اس معنی میں استعمال کہیں بھی نہیں ہوا۔

اب لفظ معجزہ کی تعریف کی طرف آیئے: ''معجزہ'' کو معنی معینہ بالا میں معجزہ کہنے والے کہتے ہیں کہ معجزہ وہ ہے جو خارق عادت ہو۔ اس تعریف کے بعد ہی وہ اس بحث میں پڑ جاتے ہیں کہ کیا خرق عادت ممکن بھی ہے یا نہیں۔ عادت کے معنی کیے جاتے ہیں۔ ''استمرار قوانین فطرت'' اور خرق کے معنی کیے جاتے ہیں۔ ''بطلان استمرار مذکورہ''۔

مبحث کے اس مقام پر پہنچ کر اہل قلم چند اصناف پر منقسم ہو جاتے ہیں:

اول:..... وہ جو فطرت کے لیے کسی مقررہ قانون کا ہونا بھی تسلیم نہیں کرتے۔ ان لوگوں پر بازار معقولات میں خوب خوب آوازے کسے جاتے ہیں۔

دوم:..... وہ جو قانون فطرت کو تسلیم کرتے ہیں اور ایسے قانون کی تنسیخ (یعنی خرق) جائز نہیں سمجھے۔ یہ قسم بھی دو اصناف پر مشتمل ہے۔

الف:..... جو خرق عادت کو نہ مانتے ہوئے کسی ثابت شدہ واقعہ کا وجود یا امکان بھی نہیں مانتے۔

ب:..... وہ جو کسی ثابت شدہ واقعہ کی ایسی تاویل کرتے ہیں جس سے خرق عادت کا ہونا صحیح سمجھا جائے۔

سوم:..... وہ ہیں جو قانون فطرت میں مستثنیات کا اندراج بھی تسلیم کرتے ہیں اور اس لیے ہر ایک ثابت شدہ واقعہ کو خود قانون فطرت ہی مان لیتے ہیں۔ اس لیے کہ استثنائے قانون کا وجود بھی پہلے سے اس قانون کے اندر موجود تھا۔

معجزات سے منکرین یا مؤولین یا قائلین کا شمار انہیں اقسام ثلاثہ میں آ جاتا ہے۔

ان اقسام ثلاثہ کا تعلق متعلقین لفظ خرق عادت سے تھا لیکن ایسے لوگ بھی ہیں جو لفظ معجزہ کی تعریف ''خرق عادت سے نہیں کرتے'' اور لفظ خرق عادت کا استعمال ہی نہیں کرتے۔ وہ صرف یہ کہا کرتے ہیں کہ ''معجزہ نبی اللہ کے اس فعل کو کہتے ہیں جو اس وقت دوسروں کو ویسا فعل کرنے سے عاجز بنا دے'' اس تعریف میں خدشہ یہ رہ جاتا ہے کہ اگر

کسی دوسرے وقت میں کوئی غیر نبی اس فعل کے کرنے پر قادر ہو جائے تو اس میں بھی صورت التباس پیدا ہو جاتی ہے ان تمام لفظی پیچیدگیوں سے بچنے کے لیے علمائے محققین نے یہ راہ اختیار کی کہ جب صحف سماویہ میں لفظ ''معجزہ'' اور لفظ ''خرق عادت'' آتے ہی نہیں، تو اس خارزار میں دامن الجھانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

قرآن مجید تو لفظ ''آیت'' کا استعمال کرتا ہے اور انجیل و تورات میں بھی لفظ نشان ہی کا استعمال ہے۔ اس لیے ہم بھی لفظ ''آیت'' ہی استعمال کریں گے۔ استعمال ہذا میں چند فوائد اور بھی ہیں: لفظ ''آیت'' نہایت وسیع المعنی ہے۔ اس کا استعمال مادیات پر بھی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کشتی نوح علیہ السلام کو آیت بتلایا:

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۵﴾ [1]

اللہ تعالیٰ نے رات کو اور دن کو آیت بتلایا:

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ (سورۃ یٰسین: ۳۷) وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ (سورۃ حم السجدۃ: ۳۷)

انسانوں کا مٹی سے بنایا جانا بھی آیت بتلایا:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ (اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہیں مٹی سے بنایا)

بجلی کی چمک اور بال کی کڑک کو بھی آیت فرمایا:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ (اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ تمہیں بجلی کی چمک دکھلاتا ہے)

آسمان و زمین کی موجودہ بناوٹ و استقامت کو بھی آیت بتلایا: وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ۔ [2]

امن عامہ کشایش و آسودگی، ترفہ اور سرسبزی کو بھی آیت بتلایا:

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ (باغ والوں کو اپنے وطن میں نشانی تھی)

فرعون کی مردہ لاش کو بھی جو عبرت بخش عالم ہے، آیت بتلایا: لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ۔ [3]

سیدنا صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو بھی آیت بتلایا: هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً (یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے)

یہی لفظ اللہ تعالیٰ نے عصائے موسیٰ اور ید موسیٰ کی نسبت بھی جب کہ ان کا ثعبان اور بیضاء ہو جانے کا امتحان کرا دیا گیا، فرمایا ہے۔ مادہ پرست پہلی آیت کو سن کر ان اشیائے مادی کا آیت یا نشان ہونا قابل توجہ بھی نہ خیال کریں گے لیکن اگر ان واقعات کے مقابلہ میں کوئی ایسا واقعہ جس میں ذرا سی ندرت ہو بیان کیا جائے تو جھٹ اس کا انکار کر بیٹھیں گے اور اسے خرق عادت قرار دیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ ہر ایک وہ واقعہ جسے بزبان عوام معجزہ کہا جاتا ہے، فی الواقع آیت ہے جیسا کہ یہ واقعات بھی آیات ہیں جن کو فہم کی نارسائی یا عدم تدبر سے آیت نہیں سمجھا گیا۔

ذرا غور کرو! کیا کشتی نوح علیہ السلام آیت الٰہی نہیں۔ غور سے معلوم ہوگا کہ وہ ضرور آیت ہے۔ ایک ایسے طوفان میں جس نے طوفان زدہ رقبہ کے پہاڑوں کو بھی چھپا لیا ہو، ایک معمولی کشتی کا بچ رہنا اس کی سواریوں کا جانبر ہونا

---

[1] پھر ہم نے نوح علیہ السلام کو اور کشتی والوں کو نجات دی اور کشتی کو سب کے لیے ایک نشان بنایا۔

[2] اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس کے حکم سے آسمان اور زمین ٹھہرے ہوئے ہیں۔

[3] تاکہ تو پچھلے آنے والوں کی نشانی بنے (اس لیے تیرا لاشہ باہر پھینکا جائے گا)

جیسا کہ قبل ازیں ان کو یقین بھی دلایا گیا تھا، حقیقۃً آیت ہے۔ کیا شب و روز کا وجود آیت نہیں، رات، اس کی تاریکی، اس کی دہشت، اس کا سکون، رات کو چرند پرند، انسان وحیوان کا طبعاً استراحت پذیر ہوجانا کیا قدرت کا بڑا نشان نہیں، دن، اس کی روشنی اس کی تجلی اس کے اشغال، زندگی کی ہنگامہ آرائیاں، ہر جاندار شے کا اپنے اپنے مساکن سے نکلنا، طلب روزی وغیرہ کا انہماک کیا قدرت کا نشان نہیں؟ کیا انسان کا مٹی سے مخلوق ہونا آیت قدرت نہیں، انسان اپنے لیے ہر ایک چیز مٹی سے بناتا ہے یا ہر ایک چیز مٹی سے پاتا ہے۔ معدنیات، فلزات، جواہرات، اینٹ، پتھر، سیم وزر، گھاس پات، رزق وفواکہ، مکان وایوان سب کچھ مٹی ہی کے ہیں۔ اگر انسان خود مٹی کا نہ ہوتا تو مٹی میں اس کے اتنے حقوق بھی نہ ہوتے۔ کیا بجلی کی چمک آیت نہیں، دن صاف نکھرا ہوا ہے، ہوا اکی ہوئی ہے۔ اتنے ہی میں کون سی طاقت ہے جو چلتی ہوئی ہوا کو بند کر دیتی ہے۔ سمت مقابل سے دوسری ہوا آتی ہے۔ وہ بادل کو ساتھ ساتھ لاتی ہے۔ بادل سورج کو چھپا لیتے ہیں، آبادی پر چھا جاتے ہیں، ٹکراتے ہیں، غراتے ہیں، گویا بیسیوں شیر ہیں جو جنگل میں منگل بنا رہے ہیں، انسان کے بچے سہم رہے ہیں، دہل گئے ہیں، لوگ کاروبار کو مختصر کر کے اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جانے کی کوشش کرتے ہیں کہ بجلی بھی کوندنے لگتی ہے، وہ چمکتی ہے تو سینکڑوں کوس تک روشنی پھیل جاتی ہے۔ مسافر ڈرتا ہے اور زمیندار بے اختیار خوشی سے ہنس رہا ہے کہ اب خوب برسے گا، غلہ آئے گا، قحط ٹوٹے گا۔ قرض ادا ہوگا۔ بیٹے بیٹی کا فرض بھی اتار سکوں گا۔ ایک ہی چیز ہے جس نے خوف وطمع کے مختلف تاثرات پیدا کر دیے ہیں، اب وہی بجلی ہے جو ٹیلیگراف میں کام کرتی ہے جو لاسلکی اخبار کے لیے تجربہ میں آچکی ہے، وہی بجلی ہے جس نے روشنجن بن کر گوشت کے نیچے چھپے ہوئے اعصاب اور استخوان کو آنکھ کے سامنے کر دیا۔ ابھی معلوم نہیں کہ یہ کیا کیا نشان دکھلائے گی اور کن کن علوم میں ''آیت'' بن کر درخشاں ہوگی۔

کیا اس زمین کا قیام آیت نہیں۔ اگر زمین کی حقیقت یہی ہے کہ وہ سورج میں سے ٹوٹا ہوا ایک ٹکڑا ہے تو اس کا بعد ماضی سورج ہی کا جزو اور جزو ہو کر گرم و درخشاں ہونا ضرور ایک نشان تھا اور پھر اس گرمی و درخشندگی سے قطعی جدا ہو کر ایک اور صورت میں جلوہ گر ہو جانا ضرور دوسرا نشان ہے۔ کیا یہ نشان لاٹھی سے سانپ اور سانپ سے لاٹھی کے نشان سے کم ہے۔ کیا عالم بالا کا وجود اور اس وجود کا قیام آیت نہیں۔ ہزار دو ہزار، ثوابت و سیار کا مقررہ دور، مقررہ انضباط کے ساتھ چلنا پھرنا، موسموں کا تغیر اور لیل ونہار میں آنا کیا آیت نہیں۔

ہاں! قدرت الٰہیہ کی ہر شے آیت ہے اور جب عوام کے اذہان وافہام اسے آیت سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں تو انبیائے کرام کے بیان سے ان کا آیت ہونا مسلم ہو جاتا ہے۔ مجھے ان سب معجزات سے تسلیم کرنے میں کوئی پس و پیش نہیں۔ جن کا ثبوت قطعی ہو، اگرچہ کسی سائنس دان کا فہم اس کی علت واسباب کے سمجھنے میں عاجز بھی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات (غیر مادی) میں جس قدر خواص پیدا کیے ہیں۔ ان سب کا احاطہ نہ انسان سے ہوسکتا ہے اور نہ کبھی کسی انسان نے ایسا دعویٰ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسولوں پر اسرار کائنات کا انکشاف کر دیتا ہے۔ وہ کیمیاوی تدبیر جو قلت کو کثرت سے بدل دے یا ہوا کو پانی بنا دے، ان کا علم وتجربہ میں ہوتی ہیں۔ نیز ان کا علم اور تجربہ اور تدابیر اہل دنیا کی طرح آلات یا مشق یا تدریجی معلومات کا منت پذیر نہیں ہوتا۔ ہم یہ سب باتیں

معجزات انبیاء کو قریب بہ فہم کرنے کے لیے کہہ رہے ہیں لیکن ایمان کی بات یہ ہے کہ کُنْ فَیَکُوْنَ (۲: ۱۱۷) ارشاد کرنے والے کی طاقت اور قدرت انبیاء اللہ کی تائید ونصرت سے ہوتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوتا ہے کہ کسی مقدس ہستی کا برگزیدہ بارگاہ ربانی ہونا عوام پر بھی ثابت کردے تب اسی طاقت وقدرت کو انبیاء اللہ کے توسط سے ظاہر فرماتا رہتا ہے۔ اسی کو آیات الٰہی کہتے ہیں اور اسی کو معجزات۔ سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ ﷺ کے جو معجزات بروایات صحیح ثابت ہیں ان کا شمار بہت زیادہ ہے اور ہر ایک نبی کے معجزات سے ان کی تعداد بھی افزوں ہے اور ندرت میں بھی ان کی شان اعلیٰ ہے۔ ذیل میں چند معجزات کا ذکر کیا جاتا ہے کہ اہل ایمان کی ترقی ایمان کا موجب ہو اور نبی کریم ﷺ کی عظمت اور عظمت کے ساتھ محبت بھی زیادہ دل نشین ہوجائے۔ میرا ارادہ معجزات پر ایک جداگانہ کتاب لکھنے کا ہے۔ اس وقت مختلف عنوانات کے تحت مختصر واقعات لکھ دینا کافی ہے۔

نَبْعُ الْمَآء، پانی کا معجزہ:..... قرآن مجید میں ہے:

وَاِذِ اسْتَسْقٰی مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا ؕ (سورۂ بقرہ: ۶۰)

جب موسیٰ نے اپنی قوم کی سیرابی کے لیے دعا کی تو ہم نے کہا کہ پتھر کو اپنا عصا مارو، تب پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔

سورۂ اعراف رکوع ۲۰ میں بھی یہی مذکور ہے۔ فرق یہ ہے کہ سورۂ اعراف میں فَانْبَجَسَتْ ہے اور بقرہ میں فَانْفَجَرَتْ ہے۔ لفظ انبجاس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پانی پہلے تھوڑا نکلنے لگا تھا اور لفظ انفجار سے یہ واضح ہوتا ہے کہ پھر پانی خوب بہہ نکلا تھا۔ آیات بالا سے یہ مستفیض ہے کہ جب پانی کا فقدان ہو اور ساتھ کی تمام جماعت پانی نہ ملنے کی وجہ سے زندگی اور آرام سے مایوس ہوجائے، تب لوگ نبی اللہ کی طرف رجوع کیا کرتے ہیں اور اس وقت نبی اللہ کی دعا اور برکت اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پانی مل جایا کرتا ہے۔

تورات کی کتاب الخروج کے ملاحظہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ واقعہ بیاباں سور میں تین دن تک سفر کرنے کے بعد رونما ہوا تھا ۲۱/۱۵ خروج۔ کتاب مذکور میں ۱۲ چشموں کا عصائے موسیٰ کی ضرب سے برآمد ہونا نہیں بتلایا گیا بلکہ ظاہر کیا ہے کہ مقام ایلیم میں ان کو وہ جگہ مل گئی جہاں پانی کے بارہ چشمے اور ستر درخت کھجور کے تھے۔ (۲۷/۱۵ خروج)

اہل اسلام میں جو لوگ معجزات کی تاویلات کرنے میں مشاق ہیں انہوں نے معجزہ موسوی کی تاویل اس طرح کردی کہ پہاڑ میں سے پانی کا رسنا بہنا ایک معمولی امر ہے کسی چشمہ کا اور سوت کا بیرونی رکاوٹوں سے بند ہوجانا بھی ایک معمولی بات ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پانی مانگا تو اللہ تعالیٰ نے اس پتھریلی زمین میں دبے ہوئے چشموں کا نشان بتلادیا۔ چشموں کو عصا سے پھر نکال لیا گیا اور چشمے بہنے لگے۔ یہ تاویل خواہ الفاظ قرآنی سے کتنی ہی بعید کیوں نہ ہو۔ مگر نفی معجزہ پھر بھی نہیں ہوتی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے علم سے ہدایت ملنا اور موسیٰ علیہ السلام کے فعل سے برکت کا ظاہر ہونا پھر بھی مسلمہ رہتا ہے۔

اب عہد سرور کائنات ﷺ کی فضیلت بھی آشکار ہوجائے، پتھریلی زمین کی جگہ اب گوشت پوست میں سے پانی کے نکلنے کا عجیب ترین معجزہ ظہور میں آتا ہے۔ واضح ہو کہ فوران ماء وفیضان آب کے واقعے نبی ﷺ کی ذات اقدس سے بار بار اور مختلف اسلوب سے ظہور میں آئے ہیں، احادیث کے تتبع سے واقعات کا تعین کیا جاسکتا ہے۔

محرم ۷ھ:..... جابر رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں بصراحت مذکور ہے کہ ہم غزوہ ذات الرقاع اور وادی افیح[1] میں تھے کہ نبی ﷺ نے وضو کے لیے پانی طلب فرمایا، جابر رضی اللہ عنہ ڈھونڈھ آئے، لشکر میں ایک قطرہ نہ ملا۔ پھر حضور ﷺ کے حکم سے جابرؓ اس انصاری کے پاس پہنچے جو حضور ﷺ کے پینے کا پانی رکھا کرتے تھے۔ وہاں بھی دیکھا تو ایک پرانی مشک (شجب) کے دہانہ پر ایک قطرہ آب نظر آیا اور پس حکم دیا وہی لے آؤ، پھر کاٹھ کا کٹورہ منگایا گیا، نبی ﷺ نے اس میں اپنا ہاتھ انگلیاں پھیلا کر رکھ دیا۔ جابر نے حکم کے مطابق بسم اللہ کہہ کر وہ قطرہ اب اس بحرِ سخا کے دست مبارک پر ڈال دیا۔ جابر رضی اللہ عنہ کی عینی شہادت ہے کہ سب انگلیوں میں سے پانی فوارہ دار نکلا۔ پانی نے لکڑی کے کٹورے کو بھی چکر دے دیا، سب کو بلایا گیا اور سب نے سیرابی حاصل کی۔ جب حضور ﷺ نے ہاتھ اٹھایا تب بھی وہ کٹورہ پانی سے بھرا ہوا تھا۔

رحمۃ للعالمین جلد دوم کے ملاحظہ سے معلوم ہو جائے گا کہ اس غزوہ میں چار سو غازی ہمرکاب مصطفوی تھے۔

ذی قعدہ ۶ھ:..... صحیح بخاری میں جابر بن عبداللہ الشہید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ میں نبی ﷺ نے وضو کیا۔ پانی ایک رکوہ (کوزہ) میں تھا۔ مسلمان اسے دیکھ کر ٹوٹ پڑے۔ نبی ﷺ نے پوچھا، کیا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ پانی نہ وضو کے لیے ہے نہ پینے کے لیے۔ بس یہی کوزہ آب ہے جو حضور کے سامنے رکھا ہے۔ حضور ﷺ نے اسی کوزہ میں ہاتھ رکھ دیا۔ تب پانی حضور ﷺ کی انگلیوں میں سے پھوٹ پڑا اور تمام لشکر سیراب ہو گیا۔ سب نے وضو بھی کر لیے۔ جابر رضی اللہ عنہ نے سالم ابن ابی جعد کے سوال پر بتلایا کہ اس وقت ہم پندرہ سو تھے۔ یہ بھی کہا کہ اگر ایک لاکھ بھی ہوتے تب بھی وہ پانی سب کو کفایت کر جاتا۔

مقام حدیبیہ ہی کا دوسرا واقعہ بھی جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے جو صحیح بخاری میں موجود ہے چونکہ حدیبیہ میں نبی ﷺ کا قیام ایک ہفتہ تک رہا تھا۔ اس لیے جمع بین الاحادیث کے قاعدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ اول پہلے روز کا ہے۔ اس کے بعد پانی کی پھر ضرورت لاحق ہوئی تب نبی ﷺ اس چاہ پر تشریف لے گئے۔ جس کا نام حدیبیہ تھا اور یہ مقام اسی چاہ کے نام سے معروف تھا۔ چاہ کا پانی خشک ہو چکا تھا۔ بخاری کی روایت بالا میں ہے:

فَجَلَسَ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى شَفِيْرِ الْبِئْرِ فَدَعَا بِمَآءٍ فَمَضْمَضَ وَمَجَّ فِي الْبِئْرِ فَمَكَثْنَا غَيْرَ بَعِيْدٍ ثُمَّ اسْتَقَيْنَا

ترجمہ:..... یعنی نبی ﷺ چاہ کی منڈیر پر آ بیٹھے، پانی منگایا، کلی کی اور چاہ میں ڈال دی، پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم چاہ سے پانی لینے لگے اور سیراب ہوئے۔

ڈیڑھ ہزار کے لشکر کے لیے یہ مستقل انتظام تھا۔ امام بخاری نے اس واقعہ کو براء رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں: ثُمَّ اِنَّهَا اَصْدَرَنَا مَاشِئْنَا نَحْنُ وَرِكَابُنَا۔ امام احمدؒ کی روایت سے ظاہر ہے کہ چاہ (کنویں) کا پانی اُبل پڑا۔ ہم سے آخری شخص چادر لے کر بھاگا کہ کہیں ڈوب نہ جائے اور پھر یہ پانی بہہ نکلا۔

۹ ہجری:..... عمران بن حصین رضی اللہ عنہ[2] سے روایت ہے کہ ہم سفر میں تھے (معارج النبوۃ میں اسے سفر تبوک

---

[1] افیح کا ترجمہ افع ہے۔ محتمل ہے کہ وادی کا اسم ہے۔ یا صفت ۱۲ منہ

[2] یہ قوم خزاعہ سے ہیں اور فضلائے صحابہ میں سے سنہ ۷ خیبر میں مسلمان ہوئے، ۵۸ھ بمقام بصرہ وفات پائی ۱۲ منہ

بتایا گیا ہے) صبح کی نماز دن چڑھے پڑھی گئی۔ کیونکہ سب سوتے رہ گئے تھے۔ مجھے نبی ﷺ نے آگے آگے چلنے کا حکم دیا ہم کو سخت پیاس لگی۔ راہ چلتے ہوئے ہم کو ایک عورت ملی۔ جس کے ساتھ پانی کے دو مشکیزے تھے اس سے معلوم ہوا کہ پانی اس گاؤں سے ایک دن ایک رات کی مسافت پر ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اس عورت کو نبی ﷺ کے پاس لے گئے وہاں عورت نے یہ بھی کہا کہ وہ یتیموں کی ماں ہے۔ نبی ﷺ نے اس کے مشکیزوں کو ہاتھ سے چھو دیا۔ فَمَسَحَ عَزَالَوَیْنِ پانی بہہ نکلا۔ چالیس صحابہؓ نے جو سخت پیاسے تھے سیر ہو کر پانی پی لیا اور مشک مشکیزے جتنے ساتھ تھے وہ بھی بھر لیے (اونٹوں کو وہ پانی نہیں پلایا) عمران کہتے ہیں کہ اس وقت وہ مشکیزے پانی سے ایسے بھرے دیکھے جاتے تھے گویا اب پھوٹ پڑیں گے۔ وَهِيَ تَكَادُ تَنْقَضُّ مِنَ الْمَاءِ۔

اس عورت نے گھر جا کر لوگوں سے کہا کہ میں سب سے بڑے جادوگر کو مل کر آئی ہوں یا اسے نبی کہنا چاہیے جیسا کہ اس کے ساتھیوں کا یقین ہے۔ اس عورت کی اس اطلاع پر یہ دور افتادہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے اور وہ بھی اسلام لے آئے عجب معجزہ ہے کہ دیکھنے والی اس وقت غیر مسلمہ ہے اور حضور ﷺ کا ذکر اَسْحَرُ النَّاسِ کے لفظ کے ساتھ کرتی ہے۔ مگر سننے والی قوم فوراً اس نتیجہ پر پہنچ جاتی ہے کہ سحر میں یہ طاقت کہاں کہ پیاسے سیر بھی ہو جائیں اور مشک مشکیزے بھی پر کر لیں۔ سحر تو صرف نظر بندی کا نام ہے، ساحر قوت مسمریزم سے ناظرین کی قوت متخیلہ پر اور نظر پر اثر ڈالتا ہے اور ایسا معمول کسی شے کو اس کی حقیقت کے خلاف کچھ اور شے سمجھنے اور دیکھنے لگ جاتا ہے۔ یہ تغیر صرف دیکھنے والے معمول کی نگاہ اور تخیل میں ہوتا ہے۔ ورنہ وہ شے جوں کی توں اپنی اصلیت پر موجود ہوتی ہے۔ سحر کی قریب تر مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص ایک رسی کو اندھیرے میں سانپ سمجھ لیتا ہے اور اپنی اس سمجھ کی وجہ سے اس پر آثار خوف و ہراس وغیرہ ویسے ہی طاری ہو جاتے ہیں جیسے اصلی سانپ کی موجودگی سے ہوتے۔ حالانکہ وہ رسی رسی ہی ہوتی ہے اور اس ڈر پوک پر وہ بذات خود کسی طرح موثر نہیں ہوتی۔

انبیاء کے معجزات میں حقیقت اصلیہ ہوتی ہے اور یہی وہ چیز ہے۔ جو نبی کو ساحر سے بلند وارفع و اعلیٰ اور پاک و برتر ثابت کرتی ہے۔ قرآن مجید میں ساحران موسیٰ علیہ السلام کا قصہ موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اپنے فن میں کمال رکھتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾ اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہ سحر عظیم کیا تھا۔

اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿۶۶﴾ (۲۰:۶۶)

ان کی رسیاں اور ان کی لاٹھیاں ان کے سحر کی وجہ سے دوڑتی ہوئی خیال کی جاتی تھیں۔

ساحروں کی اس نمائش کا نتیجہ کیا ہوا وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ (۷:۱۱۶) لوگوں کو ڈرا دیا۔ بس ساحروں کی سب سے بڑی کائنات یہی تھی کہ لوگوں کو یہ تماشا دکھا کر ڈرا دیا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے وہ اپنا عصا پھینک دیتے ہیں۔ وہ اژدہا بن جاتا ہے اور جادوگروں کی سب لاٹھیاں اور رسیوں کو ہڑپ کر جاتا ہے۔ اگر معجزۂ موسویؑ کی حقیقت صرف اتنی ہی ہوتی کہ وہ عصا صرف ساحروں کی نگاہ میں اژدہا نظر آنے لگ جاتا تو ساحروں کے دلوں پر بھی اتنا ہی اثر ہوتا۔ جتنا فرعون کے دل پر ہوا تھا یعنی اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمْ (۲۰:۷۱) (یہ تمہارا بڑا گرو ہے) مگر ساحر تو فوراً سمجھ گئے کہ موسیٰ علیہ السلام کا کام حد سحر سے بالاتر ہے۔ وہ دیکھتے ہیں کہ وہ منوں رسیاں اور سینکڑوں لاٹھیاں موجود نہیں ہیں، اس

لیے ثعبان موسوی کا ان رسیوں اور لاٹھیوں کو ہڑپ کر جانے کا نظارہ صرف تخیل ہی نہ تھا بلکہ حقیقتاً تھا اور بہترین صداقت رکھتا تھا اسی اصلیت پر فائز ہو جانے کے بعد وہ ساحر لوگ جھٹ سحر سے تائب ہو گئے۔ موسیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھ لیا، وہ انکشاف حقیقت کے بعد نہ فرعون کی پھانسی سے ڈرے اور نہ دست و پا کی قطع و برید کا عذاب ان کو اسلام سے مرتد کر سکا۔ رحمت الٰہیہ کو دیکھیے کہ یہ ساحر جب میدان مقابلہ میں آئے تھے اس وقت بارگاہ روحانیت کے مقہور و مخذول تھے اور تھوڑی ہی دیر کے بعد آستان رحمانیت کے منظور و مقبول بن گئے تھے۔

یہی حال اس عورت اور اس کے قبیلہ کا ہوا جس کا حدیث بالا میں ذکر ہے۔ حدیث بالا کو صحیح بخاری و صحیح مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔ ہم نے بخاری کے الفاظ کو یہاں لیا ہے۔ بیہقی کی روایت میں اس قدر اور متزاد ہے کہ راویان حدیث کو خود نبی ﷺ نے بھیجا تھا اور فرمایا تھا کہ اس طرف کو جاؤ۔ تمہیں ایک ایسی ایسی عورت ملے گی۔ اندریں صورت یہ روایت نہ صرف ایک معجزہ پر، بلکہ ایک اور پیش گوئی پر بھی (جو اقسام معجزہ میں سے ہے) مشتمل ہے۔

الف:..... صحیح بخاری میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار نماز کا وقت آ گیا جن لوگوں کے گھر قریب تھے وہ گھروں میں جا کر وضو کر آئے، باقی جو رہ گئے۔ نبی ﷺ کے لیے پتھر کے پیالہ میں پانی لایا گیا وہ اتنا چھوٹا تھا کہ اس میں نبی ﷺ کا پورا ہاتھ نہ پھیل سکتا تھا۔ اسی پانی سے ۸۰ سے زیادہ لوگوں نے وضو کر لیا۔

ب:..... بیہقی کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے اس پیالہ میں اپنی چار انگلیاں ڈالی تھیں۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس وقت دیکھا کہ انگلیوں میں سے پانی پھوٹ پھوٹ کر نکل رہا ہے۔ یہ واقعہ مقام قبا کا ہے۔

ج:..... صحیحین میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت مقام زوراء کی بابت بھی ہے کہ حضور ﷺ نے پیالہ میں ہاتھ رکھ دیا اور پنجہ مبارک سے پانی بہہ نکلا۔ اس روز حضور ﷺ کے ہمراہیوں کی تعداد تین سو کس تھی۔

صحیح بخاری میں ایک روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بھی ایسی ہی ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے برتن میں ہاتھ رکھ دیا اور پانی حضور ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے پھوٹ نکلا اور نبی ﷺ نے زبان مبارک سے فرمایا: حی علی الطهور المبارك و البركة من الله۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس پانی سے سب ہی نے وضو کر لیا تھا۔

نبی ﷺ نے اس پانی کو طہور اور مبارک فرمایا ہے۔ علمائے امت کا اتفاق ہے کہ برکت و عزت میں آب زمزم سے بڑھ کر وہ پانی تھا جو حضور ﷺ اقدس کی انگلیوں میں سے نکلا تھا۔ ایسے ہی واقعات اور بھی ہیں اور روایات کی خصوصیتوں پر غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ انگشتان مبارک سے پانی پھوٹ پڑنے کے واقعات بار بار ہوئے۔ بکثرت ہوئے، بے شک عرب جیسے گرم اور خشک ملک میں اور غزوات کے سفر ہائے طول وطویل میں اگر یہ معجزہ نہ ہوتا تو اس بے سروسامانی کی حالت میں جو بعہد نبوی اسلامی لشکروں میں پائی جاتی تھی۔ ضرور تھا کہ مجاہدین ہلاک ہو گئے ہوتے۔ میں کہتا ہوں کہ اس معجزہ کی مثال عہد موسویؑ میں نزول من اور حصول سلویٰ کی صورت میں پائی جاتی ہے۔ لیکن پھر بھی معجزہ نبوی کا درجہ عہد موسویؑ سے معجزات سے اسی قدر زیادہ بڑھا ہوا ہے۔ جس قدر بقائے حیات میں پانی درجہ طعام پر فائق ہے۔ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ نبی ﷺ کے اس معجزہ اور اس خصوصیت لاثانی کی خبر بھی انبیائے پیشین کے مبارک کلام میں دے دی گئی تھی۔

یسعیاہ میں ہے:..... خداوند خشک بیابانوں میں پانی کے چشمے بہائے گا۔

ہم کو ان الفاظ کی تاویل کی کیا ضرورت ہے۔ فی الواقع ان خشک میدانوں میں جہاں پینے کو پانی نہ ملتا تھا۔ نبع الماء کے معجزات متواترہ نے چشمے جاری کر کے دکھلا دیے تھے۔ وللہ الحمد

دودھ کی برکت:..... پانی کے بعد جس شے کا درجہ ہے وہ دودھ ہے۔ شب معراج کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ کے سامنے دودھ اور شراب کے پیالے آسمان پر پیش کیے گئے اور حضور ﷺ نے ان میں سے دودھ کو پسند فرمایا اور جبرئیل امین نے یہ نظارہ دیکھ کر کہا: اخترت الفطرۃ حضور ﷺ نے فطرت کو پسند کیا، اسی لیے اسلام کو بھی دودھ کے ساتھ تشبیہ دی جایا کرتی ہے۔ انسان کا ہر ایک بچہ دودھ سے پلا ہے۔ مگر ایک بچہ بھی دنیا میں ایسا نہیں جس کی رضاعت شراب سے ہوئی ہو۔ اس سے ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ دودھ فطرت انسانی کا راز دار ہے۔ داعیٔ ایمان و ہادی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی امت کو تعلیم پاک کے دودھ سے بھی پرورش کیا اور ان کے لب و کام کو معجزانہ دودھ سے بھی ذوق آشنا بنایا۔ ایسے واقعات بہت ہیں۔

اول:۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک باب باندھا ہے۔ کہ نبی ﷺ اور حضور ﷺ کے اصحابؓ کی گزران کا کیا حال تھا۔ اس باب میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی ہے۔ جو معجزات نبویؐ کی بھی مظہر ہے اور یہ حقیقت بھی ظاہر کرتی ہے کہ سرور کائنات وفخر موجودات کی حیات طیبہ اس دنیا میں کیسی زاہدانہ تھی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بھوک کے مارے کبھی ایسا ہوتا کہ میں جگر کو تھام کر زمین پر گر جاتا۔ کبھی ایسا ہوتا کہ پیٹ پر پتھر باندھ لیتا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ میں سر راہ آ بیٹھا۔ جہاں سے لوگ آیا جایا کرتے تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور میں نے ان سے قرآن کی ایک آیت کی بابت دریافت کیا۔ میرا مطلب یہ تھا کہ شاید وہ مجھے کچھ کھلا بھی دیں گے۔ وہ یونہی چلے گئے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ آ نکلے۔ ان سے بھی ایک آیت کا مطلب پوچھا۔ غرض وہی تھی کہ کچھ کھانے کو دیں گے، وہ بھی یونہی چلے گئے۔ اتنے میں ابو القاسم ﷺ تشریف لائے۔ مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا، میرے جی کی بات سمجھ گئے، میرے چہرہ کو تاڑ لیا۔ ارشاد فرمایا: ابو ہریرہ! ساتھ ساتھ چلے آؤ۔ میں پیچھے پیچھے ہو لیا۔ حضور ﷺ گھر میں گئے۔ وہاں حضور نے پیالہ میں دودھ دیکھا گھر والوں نے حضور ﷺ کو اس شخص کا نام بتلایا۔ جس نے دودھ کا ہدیہ بھیجا تھا۔ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جاؤ۔ اہل صفہ کو بلا لاؤ۔ اہل صفہ وہ لوگ ہوتے تھے جن کا کوئی گھر بار نہ ہوتا۔ جن کو کسی شخص کا کوئی سہارا نہ ہوتا یہ اضیاف الاسلام (اسلام کے مہمان) ہوتے، نبی ﷺ کی سیرت پاک یہ تھی کہ کوئی صدقہ آتا تو سب کا سب ان کو دے دیتے تھے اور ہدیہ آتا تو ان کو اپنے ساتھ شامل فرما لیتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سمجھا اہل صفہ میں اس دودھ کی حقیقت کیا ہوگی۔ اگر مجھے مل بھی جاتا، مجھ میں کچھ سکت آ جاتی۔ اب دیکھیے۔ اس میں سے کچھ ملتا بھی ہے یا نہیں۔ یہی خیالات تھے اور اطاعت خدا اور رسولؐ کے بغیر چارہ کار نہ تھا، میں سب کو بلا لایا، آ کر بیٹھ گئے، مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابو ہریرہ! یہ پیالہ لو اور سب کو پلاؤ۔ میں نے پیالہ لے لیا۔ ہر ایک کو دیتا جاتا تھا۔ جب ایک شخص پی کر سیراب ہو جاتا۔ تب میں دوسرے کو وہی پیالہ دیتا تھا۔ اسی طرح سب سیر ہو گئے۔ تو

میں نے آخر میں نبی ﷺ کے سامنے پیالہ پیش کر دیا۔ حضور نے لے کر اسے دست مبارک پر رکھ لیا۔ مجھے دیکھا اور مسکرائے، فرمایا: ابو ہریرہ! اب تو میں رہ گیا یا تو رہ گیا، میں نے کہا: حضور! سچ ہے۔ فرمایا: اچھا اب تو پی لے۔ میں بیٹھ گیا اور میں نے دودھ پی لیا۔ فرمایا اور پیو۔ میں نے اور پیا۔ پھر حضور ﷺ یہی فرماتے رہے، پیو، پیو۔ آخر میں نے عرض کیا: قسم ہے اس ذات کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اب تو گنجائش بالکل نہیں رہی، فرمایا لاؤ، پیالہ میں نے پیش کر دیا، حضور نے اللہ کا شکر کیا، بسم اللہ پڑھی اور پیالہ ختم کر دیا (بخاری کتب الرقاق)

یہ حدیث تو ایک ہے لیکن آیات وعلامات نبوت کی اتنی جامع ہیں کہ دودھ کی نہریں بہہ رہی ہیں۔

الف:..... سرورِ دو عالم ﷺ وعالمیاں کا گھر ہے اور اس میں جسمانی غذا نام ونشان کو بھی نہیں۔

ب:..... کس نے ہدیۃً کچھ بھیجا بھی ہے تو دودھ کا ایک پیالہ، پیالہ کتنا بڑا تھا؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: صرف ایک آدمی کے پی لینے کا۔

ج:..... نبی کریم ﷺ اتنی سی خوراک پر ان سب کو بلا لیتے تھے جو گھر بار کو تج کر، جو اہل وعیال کو چھوڑ کر جو مال و منال سے منہ موڑ کر دبستان نبوت میں پہنچ گئے تھے۔ یہ حالات تو اخلاق محمدی ﷺ کے مظہر ہیں۔

د:..... اب آیات نبوت ملاحظہ ہوں کہ ہر ایک شخص نے سیر ہو ہو کر دودھ پیا اور پیالہ بھرا کا بھرا رہ گیا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تو یہاں تک پیا کہ حلف کرنا پڑا کہ اب گنجائش ہی نہیں رہی۔

ہ:..... کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ اس پیالہ کو کوئی بڑی سے بڑی تعداد ختم کر سکتی تھی۔ ہرگز نہیں، لاکھ ہوتے تو کیا اور دس لاکھ ہوتے تو کیا۔ سب ہی اس سے سیراب ہو سکتے تھے۔ اس پیالہ کو ختم کرنے کی طاقت بھی اس میں تھی۔ جس کی برکت ویمن سے وہ چیز سب کے لیے کفایت کر گئی تھی۔

و:..... حدیث پر مکرر غور کرو کہ پیالہ ہاتھ میں لے کر اللہ کی حمد کی۔ یہی وہ چیز ہے۔ جو تعلیم نبوت کی روح رواں ہے

ز:..... ممکن ہے کہ کوئی غیر نبی ایسے عجوبہ کو دیکھ کر اپنی بڑائی کا خیال کر بیٹھے۔ ممکن ہے کہ کوئی شخص اسے ذاتی کمالات میں شمار کرنے لگے۔ مگر اللہ کا نبی ہر وقت اپنے مالک وقادر کو یاد کیا کرتا اور جملہ عطیات کو اسی کو جانب سے قرار دیا کرتا تھا۔ جس کی ربوبیت اس شکل میں جلوہ گر ہوتی تھی۔

دوم:..... سفر ہجرت میں نبی ﷺ کا گرز ام معبد عاتکہ بنت خالد بن خلید خزاعیہ کے خیمہ پر ہوا۔ یہ عورت عمر رسیدہ تھی اور خیمہ کے سامنے بیٹھی رہتی، آئے گئے کو پانی پلاتی۔ کھجوریں وغیرہ بھی فروخت کر لیا کرتی تھی اس وقت نبی ﷺ کے ساتھ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے جو حضور کے ساتھ پچھلی نشست پر سوار تھے، دوسری سواری پر عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ [1] تھے یا ابن اریقط تھا۔ جو اس راہ کا واقف تھا اور اسے اجرت پر ساتھ لے لیا گیا تھا۔ یہ مبارک قافلہ اس خیمہ پر ستانے، آرام لینے کے لیے ٹھہر گیا۔ بڑھیا سے پوچھا گیا کہ اس کے پاس کچھ کھانے پینے کو بھی ہے۔ وہ بولی نہیں۔ اگر کچھ ہوتا تو میں خود پیش کر دیتی (ان ایام میں قحط بھی سخت پڑا ہوا تھا)۔

---

[1] یہ غلام تھے۔ اسلام لے آئے۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو خرید اور آزاد کر دیا تھا۔ ۴ھ کو واقعہ بیر معونہ میں شہید ہوئے۔ ان کی لاش نہیں ملی۔

ام معبد کے بھائی جیش بن خالد [1] (قتیل البطحا) کا بیان ہے کہ خیمہ میں ایک دبلی کمزور بکری کھڑی ہوئی تھی نبی کریم ﷺ نے اس بکری کی بابت پوچھا۔ ام معبد رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ یہ کمزور بہت ہے۔ ریوڑ کے ساتھ نہیں چل سکتی، اس لیے یہاں رہ گئی۔ نبی کریم ﷺ نے کہا: اگر اجازت ہو تو ہم اسے دوہ لیں۔ وہ بولی اگر آپ کو دودھ نظر آتا ہے تو دوہ لیجیے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک بڑا برتن لاؤ۔ پھر بسم اللہ کہہ کر بکری سے دودھ نکالنا شروع کیا، برتن بھر گیا تو سب کو پلایا، دوبارہ پھر دودھ نکالا، برتن بھر گیا تو دوبارہ پھر سب کو پلایا گیا۔ آخر میں نبی کریم ﷺ نے پیا، سہ بارہ دودھ نکالا اور گھر والوں کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ [2]

آیت نبوت نے دودھ پلایا اور خلق محمدیؐ نے بھی اپنا معجزہ دکھلایا کہ رفقائے راہ کو حضور ﷺ پہلے سیراب فرماتے ہیں اور خود سب کے بعد نوشِ جاں فرماتے ہیں اور اہل خانہ کے لیے کافی ذخیرہ چھوڑتے ہیں۔

تکثیر طعام:..... تکثیر طعام سے مراد وہ معجزہ ہے کہ تھوڑا سا طعام بہت کے لیے کافی ہو جائے، انجیل کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس معجزہ کا ظہور مسیح علیہ السلام سے بھی ہوا۔ انہوں نے چار روٹیوں اور تین مچھلیوں سے بہت بڑی جماعت کو سیر کیا۔ نبی ﷺ کی آیات نبوت میں بھی ایسے واقعات کا ذکر احادیث صحیحہ میں بکثرت ہے۔

① ..... انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ واقعۂ خندق کے ایام میں میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ نے پیٹ کو باندھ رکھا ہے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے بھوک کی وجہ سے ایسا کیا ہے، اس حالت میں بھی حضورؐ اہل صفہ کو سورہ نساء کی تعلیم دے رہے تھے۔ انس رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ (شوہر والدہ) کو جا بتایا۔ انہوں نے کچھ مزدوری کی اور جو حاصل کیے ان کی والدہ نے آدھ سیر جو پیس لیے، روٹی پکائی کہ نبی ﷺ اکیلے تشریف لے آئیں تو بخوبی سیر ہو سکتے ہیں، ایک آدھ کوئی ساتھ آ گیا، تب بھی کفایت سے کام چل جائے گا۔ انس رضی اللہ عنہ کو ماں باپ نے بھیجا، اچھی طرح سمجھا دیا کہ لوگوں کے سامنے کچھ نہ کہنا، جب حضور ﷺ اٹھ کر اندر گھر میں جانے لگیں تب عرض کر دینا کہ ہمارے ہاں تشریف لے چلیے۔ انسؓ پہنچے تو نبی ﷺ انبوہ کے اندر بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمایا: تجھے ابوطلحہ نے بھیجا ہے، عرض کی ہاں! فرمایا کھانے کے لیے عرض کی ہاں! نبی ﷺ نے فرمایا لوگو! چلو ابوطلحہ کے گھر، سب اٹھ کھڑے ہوئے، انس رضی اللہ عنہ نے لپک کر باپ کو اطلاع دی، اس نے بیوی سے کہا کہ ام سلیم! رسول اللہ ﷺ تو پوری جماعت کے ساتھ آ رہے ہیں۔ یہ خاتون بلند پایہ سمجھ گئی کہ کیا ہوگا بولی: اللہ ورسولہ اعلم۔ نبی ﷺ کو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر بتلا بھی دیا کہ ایک ٹکیا موجود ہے۔ حضور نے وہاں پہنچ کر فرمایا کہ (عکہ) گھی کی کپی لے آؤ، کپی سے چند قطرے گھی کے نکلے۔ نبی ﷺ نے انگشت مبارک سے روٹی چیر دی۔ روٹی پھولنے لگی۔ برتن سے اونچی ہو گئی۔ نبی ﷺ نے مردانہ مکان کھلوایا۔ روٹی رکھ دی اور زبان سے فرمایا: بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اَعْظِمْ فِيْهَا الْبَرَكَةَ دس دس آدمی روٹی پر بیٹھتے جاتے اور سیر ہو ہو کر اٹھتے جاتے تھے اسی طرح اسی شخصوں نے اس روز کھانا کھایا۔ [3]

---

[1] فتح مکہ کے دن یہ جیش اور کرز بن جابر فہری شہید ہوئے تھے۔ اس لئے ان دونوں کو "قتیل البطحا" کہتے تھے۔

[2] حاکم وصححہ البیہقی وابن عبدالبر وابن شاہین وابن السکن والطبرانی وغیرہ۔ زرقانی جلد اول، ص ۳۴۰۔

[3] فتح الباری صفحہ نمبر ۳۲۹ جلد ۲۔ صحیح۔ از بخاری ومسلم مسند احمد وغیرہ۔

② ..... جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ان کے والد غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے اور بھاری قرض چھوڑ گئے تھے۔ جب کھجور کی فصل آئی۔ میں نے رسول ﷺ سے عرض کیا کہ حضور ﷺ چلے چلیں تا کہ قرض خواہ حضور ﷺ کو دیکھ کر مجھ سے رعایت کریں۔ فرمایا تم چلو۔ ہر قسم کی کھجوروں کی ڈھیریاں الگ الگ لگا دو۔ میں نے تعمیل کر دی۔ اتنے میں سرورِ دو عالم آ گئے۔ حضور ﷺ نے بڑے ڈھیر کو تین بار پھر کر دیکھا اور بعد ازاں وہیں بیٹھ گئے۔ فرمایا قرض خواہوں کو بلاؤ۔ وہ آ گئے تو ہر ایک کو ناپ ناپ کر حضور ﷺ نے کھجوریں دینی شروع کیں۔ حتی کہ سب قرض دار نپٹ گئے اور وہ ڈھیر مجھے جوں کا توں نظر آتا تھا۔ گویا ایک دانہ بھی اس میں سے کم نہیں ہوا۔ میں تو اتنے ہی پر خوش تھا کہ ساری پیداوار قرض خواہ لے لیں اور مجھے گھر لے جانے کو ایک کھجور بھی نہ ملے۔

③ ..... صحیحین میں حضرت رسول ﷺ سے روایت ہے کہ ''سب قرض داروں کو چکا دینے کے بعد پھر ایک یہودی بھی آ گیا۔ اس کا قرض ۳۰ وسق کھجور کا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو ڈھیریاں باقی ہیں انہیں یہودی لے لے، یہودی نے انکار کر دیا۔ نبی ﷺ ایک بار ان ڈھیروں میں سے گزر گئے۔ پھر حکم دیا کہ یہودی کو ناپ ناپ کر دیدو۔ چنانچہ اس کے ۳۰ وسق پورے ہو گئے اور ۷ اوسق ابھی اور بھی باقی رہ گئے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب حضور ﷺ ڈھیروں میں سے ہو کر نکلے تھے۔ میں تب ہی سمجھ گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان میں برکت ڈال دے گا۔

(تخیین بروایت وہب بن کیسان عن جابر)

④ ..... صحیح مسلم میں ہے کہ ام مالک کے گھر ایک کپی گھی کی تھی۔ وہ اس میں سے نبی ﷺ کے لیے گھی نکال نکال کر بھیجا کرتی تھی۔ اس کے بچے جب سالن مانگتے اور سالن نہ ہوتا تو اس کپی میں سے گھی نکال کر ان کو دیا کرتی۔ تو یہی طریقہ جاری رہا۔ ایک روز ام مالک نے اس کپی کو نچوڑ لیا۔ بعد ازاں اس میں سے کچھ بھی نہ نکلا۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لو ترکتها ما زال ثابتا اگر تم نچوڑ نہ لیتیں تو اس میں ہمیشہ گھی پایا جاتا۔

⑤ ..... ابن ابی شیبہ اور احمد اور طبرانی اور ابن سعد نے خباب رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے روایت کیا ہے کہ ان کا والد جہاد پر چلا گیا۔ نبی ﷺ ان کے گھر آتے اور بکری کا دودھ دوہ جاتے۔ گھر کا سب سے بڑا برتن دودھ سے بھر جاتا۔ جب خباب رضی اللہ عنہ واپس آ گئے، انہوں نے دودھ نکالا۔ تو اتنا ہی نکلا جتنا پہلے اس بکری کا ہوا کرتا تھا۔

⑥ ..... صحیح بخاری میں عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک سفر میں ۱۳۰ نفر نبی ﷺ کے ہمراہ تھے۔ جب منزل پر اترے تو حضور ﷺ نے پوچھا کہ کسی کے پاس کچھ کھانے کو بھی ہے۔ ایک صحابی کے پاس قریباً دو سیر آٹا تھا، وہ گوندھ لیا گیا۔ پھر ایک شخص ریوڑ لیے ہوئے وہاں پہنچا۔ اس سے ایک بکری خرید لی گئی۔ بکری کی کلیجی آگ پر بھون لی گئی اور سب حاضرین کو تقسیم کر دی گئی۔ بعد ازاں وہی کلیجی دو برتنوں میں ڈالی گئی۔ سب نے اسے سیر ہو کر کھایا۔ پھر بھی وہ ختم نہ ہوئی تو اسے ہم نے اونٹ پر رکھ دیا۔

نباتات پر اثر

حنین جذع: ..... حنین لغت میں مشتاق کی اس آواز کو کہتے ہیں جو فراق محبوب میں اس کے منہ سے نکلے، جذع کھجور کے کٹے ہوئے تنا کو کہتے ہیں۔ ہم اس جگہ جس روایت کا اندراج کرنے والے ہیں اسے دو اوین حدیث

میں سے ''صحیح بخاری''، صحیح مسلم، صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان اور مسند شافعی و مسند احمد و سنن نسائی و ترمذی و ابن ماجہ و مستدرک حاکم و بیہقی و طبرانی اور ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔ صحابہ کرام میں اس روایت رؤیت عینی کے بیان کرنے والے سید القراء اُبی بن کعب (مات سن ۱۹ھ) و جابر بن عبداللہ بن الشہید (مات ۷۲ ہجری) وخادم الرسول انس بن مالکؓ (مات ۹۲ ہجری) و غاسق السنہ عبداللہ بن عمر الفاروق (مات ۷۲ھ) و ابن عم النبی عبداللہ بن عباس (مات سن ۸۸ھ) و سہل بن سعد الساعدی (مات سن ۹۱ھ) و ابو سعید سعد بن مالک الخدری (مات سن ۷۸ھ) و بریدہ بن الخطیب سلمی (مات سن ۶۳ھ) و ام المؤمنین ام اسلمہ رضی اللہ عنہا (مات سن ۵۹ھ) اور مطلب بن ابو رداعہ القرشی رضی اللہ عنہ مصلین میں۔

واقعہ یہ ہے کہ جب مدینہ منورہ میں مسجد نبوی ﷺ تعمیر کی گئی تو شروع شروع میں کوئی منبر نہ تھا۔[1]

نبی کریم ﷺ خطبہ کے وقت ایک کھجور کے خشک ٹنڈ کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔

کچھ عرصہ بعد تمیم داری رضی اللہ عنہ[2] نے نبی ﷺ کی اجازت سے کر با قوم بخار سے جو ایک انصاریہ کے غلام تھے، منبر تیار کرالیا۔ وہ تین زینہ کا تھا۔ یعنی دو زینے اور تیسری نشست کی جگہ۔ صحیح بخاری میں ہے کہ جب پہلی دفعہ نبی ﷺ نے منبر پر خطبہ شروع فرمایا اور کھجور کا ٹنڈ حضور ﷺ کی ٹیک لگانے کی عزت سے محروم رہ گیا۔ تب اس سے آواز گریہ آنی شروع ہوئی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: صاحت النخلة صياح الصبی یعنی (وہ بچوں کی طرح چلایا) اور جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ کی روایت میں ہے۔ سمعنا لذلك الجذع صوتا كصوت العشار (دس ماہہ حاملہ اونٹنی کی سی آواز ہم نے اس کی سنی) نبی ﷺ منبر سے اترے، اس پر دست شفقت رکھا تو وہ چپ کر گیا۔

صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ پھر نبی ﷺ نے اسے منبر کے متصل دفن کرا دیا (زیادہ تفصیل راقم کے سفرنامہ حجاز میں درج ہے)

ابن ابی حاتم نے کتاب مناقب الشافعیؒ میں درج کیا ہے کہ امام شافعیؒ[3] سے ایک دفعہ فرمایا کہ ہمارے نبی ﷺ نے جو عطیات عطا فرمائے تھے۔ وہ کسی نبی کو نہیں ملے۔ کسی شخص نے پوچھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ احیائے موتی[4] کے بالمقابل حضور ﷺ کو کیا عطا ہوا تھا۔ امام نے فرمایا کہ حنین جذع کا واقعہ موجود ہے۔ جس کا تھرتھرانا (روایت نسائی) اور رونا چلانا (روایت صحیحین وغیرہ) سے ثابت ہے۔

---

[1] منبر، آواز کو بلند کرنا۔ منبر آواز بلند کرنے کی جگہ۔

[2] تمیم بن اوس بن خارجہ۔ اور ایک قبیلہ بن نجم کا قبیلہ ہے۔ قبل از اسلام یہ عیسائی عالم تھے۔

[3] محمد بن ادریس القرشی المطبی یکے از ائمہ اربعہ، ولادت سن ۱۵۰ھ وفات سن ۲۰۲ھ میں مدفون ہیں از روئے نسب جملہ ائمہ دین کے اندر نبی ﷺ سے یہی قریب تر ہیں۔

[4] ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس معجزہ نمائی کی طاقت عطا فرمائی تھی کہ وہ باذن اللہ کسی مردہ کا احیا فرما سکیں۔ ان کی اس خصوصیت کا ذکر قرآن مجید کی سورہ آل عمران میں ہے۔ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ اب یہ بات رہ جاتی ہے کہ کبھی عملاً اس کا ظہور بھی ہوا۔ معالم التنزیل میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے چار شخصوں کو زندہ کیا تھا۔

۱..... عاذر، مسیح علیہ السلام کا دوست جسے تین دن کے بعد قبر میں سے نکالا۔ ۲..... ایک بڑھیا کا بیٹا جس کا جنازہ لے جا رہے تھے اور لوگوں کے کندھوں سے اتر کر گھر آ گیا۔ ۳..... ایک چونگی کے محصول لینے والے کی بیٹی، ایک دن کی مری ہوئی گھر میں پڑی تھی۔ ۴..... سام بن نوح۔ واضح ہو کہ صاحب معالم نے اس روایت کو بلا سند روایت کیا ہے۔ لہٰذا محدثین کے نزدیک ساقط الاعتبار ہے اب ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ مصنفین اناجیل اربعہ نے بھی ایسا کوئی واقعہ حضرت عیسیٰ کا درج کیا ہے یا نہیں۔ [بقیہ صفحہ آئندہ پر ملاحظہ فرمائیں] =

راقم عرض کرتا ہے کہ احیائے موتی سے مراد جسم موتی میں اس وقت حیات کا اعادہ ہے۔ جو شخص میت میں پہلے کبھی حاصل تھی مگر گریہ نخل تو اس سے بھی عجیب تر ہے، یعنی ایک نباتی جسم کے اندر ایک ایسی صفت کا پیدا ہو جانا جو خاص انسانی صفت ہے۔ یہ انسانی صفت نہ صرف تھرتھرانا، کپکپانا اور رونا ہے۔ بلکہ فراق محبوب کا احساس اور فقدان شرف کا علم بھی اس کے اندر حاصل ہے بلکہ یہ تو ایک عاشقانہ رنگ ہے جو ایک کھجور کے ٹنڈ میں نظر آیا۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ [1] اس واقعہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے، اے دعویداران بشریت فراق رسول میں ایک ٹنڈ کا یہ

---

[1] حضرت حسن بصری ابوسعید ابوالحسن یسار نام ولادت ۲۱ھ، وفات یکم رجب ۱۱۰ھ۔

=(بقیہ صفحہ گزشتہ) الف..... العذر کا ذکر صرف انجیل یوحنا میں ہے وہ عورت کا بھائی ہے جس نے مسیح علیہ السلام کے قدموں پر قدرتی عطر انڈیل دیا تھا۔ یوحنا کہتا ہے کہ یہ واقعہ یروشلم سے ایک کوس کے فاصلہ پر ہوا تھا اور اسی وقت مشہور ہو گیا تھا تعجب ہے کہ مصنفین اناجیل دیگر سے یہ واقعہ کیونکر پوشیدہ رہا۔ ب..... بڑھیا کے بیٹے کا ذکر اناجیل میں مطلق نہیں۔

ج..... ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جسے بنت العاشر کہا ہے اس کا ذکر لوقا مرقس نے کیا ہے اور اسے عبادت خانہ کے سردار کی بیٹی بتلایا ہے۔ انجیل نگار لکھتے ہیں کہ سردار کے گھر سے اطلاع آئی کہ لڑکی مرگئی اور مسیح علیہ السلام نے کہا کہ وہ نہیں مری مسیح ان کے گھر پر گیا جہاں لوگ اور بھی تھے۔ مسیح علیہ السلام نے لڑکی کو دیکھ کر کہا کہ وہ نہیں مری۔ لڑکی کو فرمایا کہ وہ اٹھ بیٹھے تو وہ اٹھ بیٹھی۔ ہم مسلمان مسیح کے منہ کے لفظوں کو صحیح سمجھتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ وہ لڑکی نہ مری تھی بلکہ اس پر سکتہ یا ضعف طاری ہو گیا اور مسیح کی برکت سے اس نے شفاء پائی۔

د..... سام بن نوح کے زندہ کرنے کا قصہ بھی اناجیل میں نہیں۔ میرا مقصود اناجیل کے ان حوالہ جات کا اس مقام پر ذکر کرنے سے یہ ہے کہ مسیح کی قوت احیائے موتی پر اناجیل خاموش ہیں اور ادھر شہادت اور روایت اور تواتر سے بڑھا ہوا واقعہ "حنین جذع" ہے۔ ہاں اناجیل کی صحت سے زیادہ صحت اور ثبوت والی روایت ہمارے دواوین میں بھی موجود ہے، جسے طبرانی اور ابونعیم و ابن مندہ اور ابن ابی الدنیا نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس روایت کو امام ابن عبدالبر نے کتاب الاستیعاب میں اور قاضی عیاض نے کتاب الشفاء میں قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں درج کیا کہ زید بن خارجہ کا بعہد خلافت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ راہ چلتے ہوئے گر کر انتقال ہو گیا تھا۔ عصر کے وقت ان کے کوچہ میں سے مردہ اٹھایا گیا اور گھر پہنچایا گیا۔ مغرب و عشاء کا درمیانی وقت تھا۔ ان کی لاش سر پر رکھی ہوئی تھی۔ کپڑا پڑا ہوا تھا۔ گھر کی عورتیں جمع تھیں کہ انصتوا انصتوا کی آواز آئی۔ سب چوکنے ہو گئے کہ یہ آواز کدھر سے آئی۔ دیکھا تو کپڑے کے نیچے سے آواز آرہی تھی۔ مرد عورت جمع ہو گئے زید کے چہرہ سے کپڑا ہٹا دیا گیا تو انہوں نے مندرجہ ذیل کلام کیا۔

محمد [1] رسول اللہ النبی الامی وخاتم النبیین کان ذالك فی الکتاب الاول صدق صدق۔ السلام علیك یارسول اللہ ورحمته، وبرکاته. احمد احمد فی الکتاب الاول ابوبکر الصدیق الضعیف فی نفسه القوی فی امر اللہ فی الکتاب الاول صدق صدق عمر بن الخطاب القوی الامین فی الکتاب الاول صدق صدق عثمان غنی منهاجه مضت الاربع وبقی سنتان اتت الفتن وکل الشدید الضعیف و قامت الساعة وساتیکم خبر بیرا ریس ومابیر اریس۔ [2]

(اللہ کے رسول محمد جو نبی امی اور خاتم النبیین ہیں، سچ مچ لوح محفوظ میں اسی طرح ہے، اے اللہ کے رسول! آپ پر اللہ کا صلوۃ وسلام اور برکتیں ہوں، میں اللہ کی حمد کتاب اول میں کرتا ہوں، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جسم میں کمزور مگر اللہ کے حکم میں بہت مضبوط، کتاب اول میں اسی طرح ہے۔ سچ مچ عمر رضی اللہ عنہ قوی اور امین ہیں کتاب اول میں اسی طرح ہے۔ سچ مچ عثمان رضی اللہ عنہ ٹھیک راستے پر ہیں، چار سال نکل گئے، دو رہ گئے، فتنے اور مضبوط کا کمزور کو نگل جانا آپہنچا، قیامت قائم ہو گئی، تم کو چاہ اریس کی خبر ملے گی، خبر بھی کسی کچھ)۔ واضح ہو کہ اس روایت کی صحت اندراجات انجیل سے ضرور بڑھ کر ہے، زید بن خارجہ، باپ بیٹا دونوں صحابی اور سردارانِ انصار میں سے ہیں۔ فقط

حاشیہ در حاشیہ:..... [1] ان الفاظ کو شرح شفاء مصنفہ ملا علی قاری اور کتاب الاستیعاب سے نقل کیا گیا ہے۔

[2] اس واقعہ میں بھی ایک پیش گوئی موجود ہے جسے چاہ اریس کا واقعہ بتلایا ہے۔ نبی ﷺ کی انگشت پاک کی خاتم مبارک حضور ﷺ کے بعد صدیق رضی اللہ عنہ اور صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد فاروق رضی اللہ عنہ اور فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد ذوالنورین رضی اللہ عنہ (درجہ بدرجہ) انتقال خلافت کے بعد پہنا کرتے تھے۔ آخر ایام خلافت میں ذوالنورین رضی اللہ عنہ چاہ اریس پر بیٹھے ہوئے تھے، وہ خاتم اس میں گر گئی اور تلاش کرنے سے پھر نہ ملی، اسی دن سے اختلال خلافت کا آغاز ہوا۔ فقط۔

حال تھا تو اب اپنی حالتوں کا بھی اس سے مقابلہ کرو۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ نبی ﷺ کا اس نخلہ کا دفن کرا دینا غالباً اسی لیے تھا کہ وہ صفات انسانی کا مظہر بن گیا تھا۔ اس نکتہ کے بعد امام شافعیؒ کی دلیل میں اور زیادہ قوت پیدا ہو جاتی ہے۔

حیوانات پر اثر

① ..... صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک غزوہ میں نبی ﷺ کے ہم رکاب گیا تھا۔ میرا اونٹ پیچھے رہ گیا تھا اور چل نہ سکتا تھا۔ نبی ﷺ مجھے راہ میں مل گئے پوچھا اونٹ کو کیا ہے؟ میں نے کہا: بیمار ہے۔ نبی ﷺ نے اونٹ کو ڈانٹا اور دعا بھی فرمائی، وہ سب سے آگے چلنے لگا۔ حضور نے پھر مجھ سے پوچھا تو میں نے عرض کر دیا کہ اب وہ اچھا ہے اور اسے حضور کی برکت کا حصہ مل گیا ہے۔ ② ..... صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو بلایا، اس نے حاضر ہو کر کہا کہ میری اونٹنی ایسی ہو گئی ہے کہ مجھے حاضر ہونے میں دیر لگی۔ حضور ﷺ نے اونٹنی کے ایک ایڑ لگائی۔ وہ سب سے آگے نکلنے لگی۔

③ ..... مسند احمد میں خباب رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے روایت ہے کہ خباب رضی اللہ عنہ تو جہاد پر گئے ہوئے تھے۔ نبی ﷺ ہماری خبر گیری فرماتے اور ہماری بکریاں دوہ جاتے اور گھر کا سب سے بڑا برتن دودھ سے بھر جاتا۔ جب خباب رضی اللہ عنہ واپس آ گئے تو بکریوں کا دودھ بھی اتنا رہ گیا، جتنا پہلے ہوا کرتا تھا۔ ④ ..... بیہقی نے جعیل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں ایک غزوہ میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا۔ میرے پاس ایک کمزور دبلی سی گھوڑی اور میں سب سے پیچھے رہا کرتا تھا، نبی ﷺ مجھے آ ملے۔ فرمایا گھوڑی والے چلو۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ تو دبلی بھی ہے اور کمزور بھی۔ نبی ﷺ نے اپنا چابک اسے لگایا اور یہ الفاظ بھی زبان سے فرمائے: اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَهٗ فِيْهَا۔ پھر تو وہ ایسی تیز ہو گئی کہ مجھے اس کی لگام سنبھالنا اور سب سے آگے نکل جانے سے روکنا مشکل ہو گیا تھا۔ بعد ازاں میں نے اس کے شکم سے دس بچھڑے بھی فروخت کیے۔ ⑤ ..... ابن سعد و ابو یعلی برادر ابن مندہ، بیہقی و ابو نعیم اور حاکم نے (معہ تصحیح) سفینہ رضی اللہ عنہ سے جو حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ روایت کی ہے کہ انہوں نے بحری سفر کیا۔ کشتی ٹوٹ گئی اور ایک تختہ پر بہتے ہوئے ایک ساحل پر پہنچ گئے۔ جس کے ساتھ جنگل تھا۔ اس میں شیر تھے۔ ایک شیر میری طرف آیا۔ میں نے کہا۔ او شیر! میں رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں، شیر دم ہلانے لگا اور میرے برابر چلتا ہوا مجھے رستہ پر ڈال گیا۔ جب میں اس سے الگ ہوا تو وہ دھاڑتا تھا گویا مجھے رخصت کر رہا تھا۔

افلاک پر اثر اور معجزۂ شق قمر

نبی ﷺ کے اشہر معجزات میں سے شق قمر کا معجزہ ہے۔ کفار نے علمائے یہود سے دریافت کیا تھا کہ ہم کو محمد ﷺ سے اس کی صداقت کا کیا نشان طلب کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ سحر کا اثر صرف زمین تک محدود ہے۔ تم کہو کہ ہم کو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھلا دے۔ امید ہے کہ محمد ﷺ کچھ نہ دکھلا سکے گا۔ انہیں کی سکھاوٹ سے کفار نے شق قمر کا سوال کیا تھا۔ [1] احادیث شق القمر کے روای عبداللہ بن مسعود، امیر المؤمنین علی مرتضی، جبیر بن مطعم نوفلی، انس بن

---

[1] مجھے خیال گزرتا ہے کہ یہود نے موسیٰ علیہ السلام کے سب سے بڑے معجزے فلق بحر سے شق قمر کا تخیل پیدا کیا ہے۔ وہ قطعاً جانتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا معجزہ دکھلانا ہی دوسرے کے لئے محال ہے چہ جائیکہ ایسا معجزہ جو پہلے معجزہ کے مقابلے میں زمین اور آسمان کا فرق رکھتا ہو۔ فقط

مالک، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر فاروق رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اِنْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِرْقَتَيْنِ فِرْقَةٌ فَوْقَ الْجَبَلِ وَفِرْقَةٌ دُوْنَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِشْهَدُوْا۔

ترجمہ:..... رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں چاند دو ٹکڑے ہوگیا۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کے ادھر اور دوسرا اس سے نیچے تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دیکھو گواہ رہنا۔

اس روایت میں لفظ اشھدوا اس لیے ہے کہ شق قمر کا وقوع طلب کفار کے بعد بطور معجزہ رسول واقع ہوا تھا۔ ورنہ تاکید شہادت کے کیا معنی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت سے صحیحین میں ہے: اِنَّ اَهْلَ مَكَّةَ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يُّرِيَهُمْ اٰيَةً فَاَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ شِقَّتَيْنِ حَتّٰى رَاَوْا حِرَاءَ بَيْنَهُمَا۔

ترجمہ:..... اہل مکہ (کفار) نے نبی ﷺ سے درخواست کی تھی کہ ان کو کوئی بڑا نشان دکھایا جائے۔ نبی ﷺ نے انہیں چاند کا پھٹنا دکھلایا، اس کے دو ٹکڑے تھے کوہ حرا ان دونوں کے درمیان تھا۔

صحیحین کی ایک روایت عن ابن مسعود میں یہ بھی صراحت ہے کہ اِنْفَلَقَ الْقَمَرُ وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ یعنی جب چاند پھٹا ہے تو اس وقت ابن مسعودؓ بھی مع دیگر صحابہؓ کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔

علی ہذا بیہقی اور ابونعیم نے جو روایت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے اس میں بھی یہ صراحت ہے کہ اِنْشَقَّ الْقَمَرُ وَنَحْنُ بِمَكَّةَ ہم مکہ میں تھے جب شق قمر کا واقعہ ہوا۔ ان تصریحات سے واضح ہے کہ اجلہ صحابہ میں سے تین بزرگوں سیدنا علی و عبداللہ بن مسعود، و جبیر بن مطعم نوفلی کی شہادت چشم دید ہے اور عبداللہ بن عباس اور انس بن مالک کی روایت مرسل صحابی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما[1] کی روایت ہے کہ جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔ ہر دو احتمال ہوسکتے ہیں اور غالب ظن یہ ہے کہ وہ بھی چشم دید راوی ہیں۔ کیونکہ ان کے آخری لفظ یہ ہیں:

فقال رسول اللّٰہ ﷺ اللھم اشھد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ گواہ رہنا کہ (میں نے کفار کو یہ نشان دکھادیا ہے۔

اس معجزہ کی توثیق:..... قرآن مجید سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝ (۵۴:۱-۲)

"وقت آ گیا اور چاند پھٹ گیا اور کفار جب کوئی بڑا نشان دیکھتے ہیں تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے جو ہوتا رہا ہے"۔

علماء جانتے ہیں کہ قرب کے بجائے اِقْتَرَبَ کا استعمال وقوعہ کی تاکید کے لیے ہے۔ الساعۃ سے مراد خواہ قیامت ہے اور شق قمر جیسے واقعات اس تغیر عظیم کے قریب ہونے کی خبر دینے والے ہیں، جیسا کہ شمس و قمر اور نجوم و کواکب اور جبال و ارض سب کے سب ہی تلف ہوجائیں گے۔ خواہ الساعۃ سے مراد وہ وقت مقرر ہے جو علم الٰہی ہی واقعہ شق قمر کے لیے تھا۔ اس معنی کا اطلاق قرآن مجید میں مندرجہ ذیل آیات سے ثابت ہے:

---

[1] عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ۷۳ھ میں بعمر ۸۶ برس انتقال کیا۔ یعنی ان کی عمر ابتدائے ہجرت کے وقت ۱۳ سال کی تھی، ان کا اسلام اپنے والد کے ساتھ ۶ نبوت میں تھا اور واقعہ شق القمر ۹ نبوت کا ہے۔ لہٰذا شہادت چشم دید ہے۔

۱۔ لَمْ یَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً (سورۃ یونس: ۴۵) ۲۔ لَمْ یَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً (سورۃ الاحقاف: ۳۵)

لیکن ان مقامات پر سَاعَة معرف باللام نہیں۔ شبہ کرنے والے بیان شبہ سے نہیں چوکا کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ دراصل قمر میں انشقاق نہ ہوا تھا بلکہ روایت انس رضی اللہ عنہ میں لفظ اراھم واقع ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ کفار کی آنکھوں کو چاند کا دو ٹکڑوں میں ہو جانا دکھلا دیا گیا تھا۔

کاش! یہ لوگ اسی روایت میں اور اسی لفظ اراھم سے پہلے کے الفاظ سالو ان یریھم اٰیۃ کو دیکھ لیتے کیا کفار کا سوال بھی یہی تھا کہ "چاند خواہ شق ہو یا نہ ہو۔ مگر ہم کو شق شدہ نظر آ جائے"۔ یقیناً انکا یہ سوال نہیں تھا اور نہ ہو سکتا تھا۔ لہٰذا اراھم تو اسی یریھم کے وقوع کی اطلاع ہے۔ دوسروں کا شبہ یہ ہے کہ یہ تو زمان مستقبل کے متعلق اطلاع ہے کہ چاند پھٹ جائے گا لیکن اِقْتَرَبَ اور انشق دونوں لفظ صیغہ ماضی کے ہیں اور مزید براں خود کفار نے اسے دیکھ کر سحر مستمر کہا ہے، اگر اس کا تعلق مستقبل سے ہوتا تو وہ اس واقعہ کو سحر مستمر سے کیوں تعبیر کرتے۔ الغرض شک وشبہ کے شبہات پیدا کرنے کے بعد بھی واقعۂ ہذا بکمال صحت ثابت ہے۔

پرانے زمانے کے متشکک جو دقیانوسی ہیئت سے روشنی گیر تھے۔ خرق والتیام، اجرام سماوی کے امکان وعدم امکان پر بھی بحث کیا کرتے تھے۔ لیکن اب نہ ان کی وہ زمین باقی ہے اور نہ آسمان، اس لیے وہ اعتراضات بھی پاور ہوا ہو گئے۔ کاش ان لوگوں کو زلزلہ ارضی سے سبق ملتا کہ کس طرح زلزلہ کے جھٹکے سے ہموار زمین میں غار پڑ جاتے ہیں اور کیوں کر وہی غار دوسرے جھٹکے میں پھر ہموار شکل میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ ہم کو اپنے زمانہ میں جو اعتراض سننا پڑتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر چاند پھٹ گیا ہوتا تو کیا ہندوؤں اور عیسائیوں کی کتابوں میں یہ واقعہ مذکور نہ ہوتا۔

ہندوؤں کا اعتراض تو تب صحیح ہوتا جب ان کے ہاں تواریخ کی کتابیں بھی پائی جاتیں، جس ملک میں سرے سے کوئی تاریخ ہی موجود نہ ہو، جہاں واقعات ملک وقوم کی کوئی یادداشت موجود نہ ہوں، ان کو دوسرے ملک کی بابت کہنا کہ ہماری کتابوں میں اس کا ذکر نہیں، کہاں تک زیبا ہو سکتا ہے۔

مصریوں کو دیکھو یہ بھی تہذیب قدیم کے بلند دعاوی میں ہندوؤں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ مگر ان کی کتابوں میں واقعات موسیٰ علیہ السلام کا کہیں نشان نہیں ملتا۔ جس ملک کی تاریخ ایسے ایسے واقعات ارضی سے خالی ہو۔ ان سے یہ توقع کہ ان کے ہاں جملہ واقعات سماوی بھی ضروری درج ہونے چاہئیں۔ کیونکر درست ہو سکتی ہے۔ ہاں یہودیوں اور عیسائیوں کو دیکھیے کہ وہ کتاب یشوع ۱۲/۱۰ کی صحت پر ایمان رکھتے ہیں۔ یشوع نے کہا: اے آفتاب! جیعون پر ٹھہرا رہ اور اے ماہتاب! تو وادی ایلون کے مقابل ۱۳/۱۰ تب آفتاب نے درنگ کیا اور ماہتاب کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ ان لوگوں نے اپنے دشمنوں سے انتقام لیا۔ ۱۳/۱۰ قریب دن بھر کے سورج پچھم کی طرف مائل نہ ہوا۔

کیوں جناب! سورج اور چاند کا ۱۲ گھنٹے کے لیے اپنی رفتار سے رک جانا کس قدر عجیب ہے شق القمر کا واقعہ تو رات کا تھا۔ ہزاروں مقامات پر لوگ سو رہے ہوں گے۔ ہزاروں انسان گھروں کے اندر ہوں گے۔ لیکن سورج کا ۱۲ گھنٹے رک جانا تو سارے جہاں میں تہلکہ ڈال دینے والے بات تھی مگر اس کا ذکر یسوع کی معاصر کتابوں میں کہیں بھی نہیں

ملتا اور بایں ہمہ آپ اس واقعہ کی صحت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اب ہم دکھلانا چاہتے ہیں کہ اگر مکہ معظمہ میں یہ واقعہ رات کو ۹ بجے وقوع پذیر ہوا تو اس وقت دنیا کے بڑے بڑے ممالک میں اوقات کیا تھے۔

نام ملک	گھنٹے	منٹ	نام ملک	گھنٹے	منٹ
ہندوستان	۱۲	۵۰ر شب	جزائر سنڈوک	۷	۵۰ر دن
ماریشس	۱۱	۲۰ر شب	انگلستان، آئرلینڈ، فرانس، بلجیم، سپین، پرتگال، جبل الطارق، الجیریا	۶	دن
رومانیہ، بلگیریا، ترکی، یونان، جرمنی، لکسمبرگ، ڈنمارک، سویڈن	۸	۲۰ر دن	پیرو پتامہ، جمیکا، بھامن، امریکہ	۱	۲۰ر بعد نیم شب
آئس لینڈ، مڈیریا	۵	۲۰ر دن	سموا	۶	۲۰ر دن
مشرقی برازیل	۲	۲۰ر بعد نیم شب	نیوزی لینڈ	۶	۵۰ر دن
متوسط برازیل و چلی	۲	۲۰ر بعد نیم شب	تسمانیہ، وکٹوریہ، نیوساؤتھ ویلز	۵	۲۲ر صبح
برٹش کولمبیا	۱۰	۲۰ر قبل دوپہر	جنوبی آسٹریلیا	۴	۵۰ر صبح
کولون	۹	۲۴ر قبل دوپہر	جاپان، کوریا	۴	۲۰ر بعد دوپہر
برہما	۱	۵۰ر بعد نیم شب	مغربی آسٹریلیا، شمالی بورنیو	۳	۲۰ر بعد دوپہر
سمالی لینڈ، مڈغاسکر	۱۰	۲۰ر شب	جزائر فلپائن، ہانگ کانگ	۳	۲۰ر بعد دوپہر
ریاست ہائے ملایا	۲	۲۰ر بعد نیم شب	چین	۳	۲۰ر بعد دوپہر

(یہ نقشہ اوقات اسٹینڈرٹائم کے حساب سے ہے)

معجزات کی قسم دوم

یعنی اطلاع اخبار مستقبلہ و واقعات آئندہ عہد مستقبل کا علم کسی انسان کو حاصل نہیں وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا (۳۱:۳۴) کسی شخص کو بھی یہ پتہ نہیں کہ آنے والے کل کو وہ کیا کرے گا۔ علم غیب کا مالک صرف رب العالمین ہے۔ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۱۸:۲۶) رب العالمین ہی اپنے برگزیدہ انبیاء و رسل پر علم غیب کا اس قدر حصہ ظاہر فرماتا رہا ہے جس کی ان کو ضرورت ہوئی یا جس کی ضرورت ان کی صداقت و رسالت کا یقین دلانے کے لیے پائی گئی۔

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (وہ غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا مگر جس رسول سے وہ خوش ہو)۔

معجزات مادی کا انکار کرنے والے اور شکوک و اوہام کے دام میں گرفتار تو بہت پائے جاتے ہیں مگر اخبار مستقبلہ کی اطلاع صحیح کی تاویل ایسے لوگ بھی نہیں کر سکتے۔ لہٰذا یہ بھی معجزات میں داخل و شامل ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی کے نزدیک اظہار اخبار غیب کا درجہ بڑا ہے۔ صدیقہ بنت صدیق ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیحین میں مروی ہے کہ نزول وحی سے پیشتر حضور ﷺ رویائے صادقہ کا باب کھولا گیا تھا۔ حضور پرنور ﷺ جو کچھ خواب میں دیکھ

لیتے۔ بیداری میں وہ واقعہ اسی طرح ظہور پذیر ہوتا۔ انبیاء علیہم السلام کے رؤیا کو دیگر اکابر صالحین کے رؤیا پر یہی فوقیت ہے کہ اوروں کے خواب تمثیلی رنگ میں بھی ہوتے ہیں۔ مگر انبیاؑ کا رؤیا میں جلوہ حقیقت ہوتا ہے۔ ذبحِ پسر کے متعلق امام الخلائق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب کا ذکر قرآن مجید میں ہے حضور اپنے فرزند اسمٰعیل سے فرماتے ہیں:

یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ (۳۷: ۱۰۲)

پیارے بیٹے میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، تم غور کرو کہ اس میں تمہاری رائے کیا ہے۔

خلیل الرحمن کا فرزند، ذبیح اللہ کا منصب پانے کا آرزومند نبی بن نبی جواب دیتا ہے:

یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ (۳۷: ۱۰۲)۔ بزرگ باپ جو حکم آپ کو ملا ہے اس پر عمل کیجیے۔

غور کرو کہ صورت مرئیہ منام کا نام انہوں نے امر الٰہی رکھا ہے چنانچہ اس کی تعمیل ٹھیک اسی صورت میں کی گئی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے بھی ایک خواب کا ذکر سورۃ الفتح میں فرمایا ہے:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ

"اللہ نے اپنے رسول کے اس خواب کو پوری حقانیت کے ساتھ پورا کر دیا کہ تم ان شاء اللہ کعبہ میں داخل ہو گے اس وقت بعض مسلمانوں نے سر منڈائے ہوئے ہوں گے اور بعض نے بال کٹوائے ہوئے"۔

یہاں بھی مسجد الحرام اور حلق و قصر اپنے اصلی معنیٰ میں تھے۔ خواب کے بعد نبی کریم ﷺ کے وہ مشاہدات اور علامات ہیں جن میں حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر دنیا کو مطلع فرمایا ہے۔ عنوان بالا کے تحت ہم ایسے ہی واقعات کا ذکر بالاختصار کرتے ہیں۔

اطلاع اخبار مستقبلہ

حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز نبی ﷺ کھڑے ہوئے اور حضور نے ہر ایک بات جو قیامت تک ہونے والی تھی بیان فرما دی، جسے یاد ہے اسے یاد ہے، جو بھول گیا وہ بھول گیا، میرے سامنے بھی جب وہ ایسا واقعہ آ جاتا ہے جو میں بھول چکا تھا اسے دیکھتے ہی سمجھ جاتا ہوں جیسے ہم کسی شخص کو بھول جایا کرتے ہیں اور پھر اس کا منہ دیکھ کر اسے پہچان لیا کرتے ہیں (بخاری و مسلم) صحیح مسلم بروایت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت بالا کے متعلق یہ مزید صراحت ہے کہ حضور ﷺ نے نماز فجر کے بعد نماز ظہر تک خطبہ فرمایا۔ نماز پڑھ کر پھر خطبہ شروع کر دیا۔ غروب شمس تک یہی ہوتا رہا۔ اس خطبہ میں واقعات تا قیامت کا ذکر فرمایا تھا جسے وہ خطبہ زیادہ محفوظ رہ گیا ہے وہ ہم میں سے زیادہ عالم ہے۔

جہاد بحری کی اطلاع:..... انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز نبی ﷺ نے اُمّ حرام رضی اللہ عنہا کے گھر میں آرام فرمایا۔ جب بیدار ہوئے تو حضور ﷺ ہنس رہے تھے۔ ام حرام رضی اللہ عنہا نے وجہ پوچھی، فرمایا مجھے میری امت کے وہ غازی دکھلائے گئے جو سمندر میں جہاد کے لیے سفر کریں گے۔ وہ اپنے جہازوں پر ایسے بیٹھے ہوں گے جیسے اپنے اپنے تخت پر نشست کرتے ہیں۔ ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ میرے لیے بھی دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں شامل فرمائے۔ حضور ﷺ نے دعا کر دی اور پھر لیٹ گئے پھر ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔ فرمایا: مجھے میری امت کے دوسرے غازی جہازوں پر سوار ہو کر جہاد کرنے والے دکھلائے گئے۔ اُمّ حرامؓ نے کہا: دعا فرمایئے کہ اللہ

تعالیٰ مجھے بھی ان میں شامل فرمائے۔ فرمایا نہیں، تو پہلے لوگوں میں سے ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بحری جہاد کو گئے تو یہ اُمّ حرام رضی اللہ عنہا بھی اپنے شوہر کے ساتھ گئیں۔ غزوہ سے واپسی کے وقت ام حرام رضی اللہ عنہا کے لیے سواری لائی گئی وہ سوار ہونے لگیں تو جانور نے لات ماری اور ان کا انتقال وہیں ہو گیا (صحیح بخاری و مسلم)

پیش گوئی..... صحیح بخاری میں عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کے حضور میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے فاقہ کی شکایت کی۔ دوسرا آیا اس نے ڈکیتیوں کی شکایت کی۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اے عدی! اگر تمہاری عمر لمبی ہوئی تو تم دیکھ لوگے کہ ایک بڑھیا حیرہ سے اکیلی چلے گی اور خانۂ کعبہ کا طواف کرے گی، وہ اللہ کے سوا اور کسی سے نہ ڈرتی ہوگی (میں نے اپنے دل میں کہا کہ طے کے ڈکیت کدھر چلے جائیں گے) جنہوں نے تمام بستیوں کو اجاڑ رکھا ہے۔ (پھر فرمایا) اگر تیری عمر لمبی ہوئی تو تم کسریٰ کے خزانوں کو جا کھولو گے۔ میں نے پوچھا کیا کسری بن ہرمز۔ فرمایا، ہاں کسری بن ہرمز (پھر فرمایا) اگر تیری عمر لمبی ہوئی تو دیکھ لے گا کہ ایک شخص زکوٰۃ کا سونا اور چاندی لیے ہوئے پھرے گا اور اسے کوئی نہ ملے گا جو زکوٰۃ کا پیسہ لینے والا ہو۔

عدی کہتے ہیں کہ میں نے ایسی بڑھیا کو بھی حج کرتے دیکھ لیا جو کوفہ سے اکیلی حج کو آئی تھی اور اللہ کے سوا اُسے کسی اور کا خوف نہ تھا اور خزائن کسریٰ کی فتح میں تو میں شامل تھا، تیسری بات بھی تم اے لوگو! دیکھ لوگے۔ امام بیہقیؒ کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کی سلطنت میں تیسری بات بھی پوری ہوگئی کہ زکوٰۃ دینے والے کو تلاش سے بھی کوئی فقیر نہ ملتا تھا اور وہ اپنا مال گھر واپس لے جایا کرتا تھا۔

پیش گوئی متعلق فتوحاتِ ممالک

بیہقی و ابونعیم نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ خندق کھودتے ہوئے ایک بہت بڑا اور بہت سخت پتھر نکل آیا۔ جس پر کدال کا اثر نہ ہوتا تھا، ہم نے نبی ﷺ سے یہ حال عرض کیا حضور ﷺ نے پتھر کو دیکھا، کدال کو ہاتھ میں لیا اور بسم اللہ کہہ کر ضرب لگائی، ایک تہائی پتھر ٹوٹ گیا، اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰہُ أکبر أعطیت مفاتیح الفارس واللّٰہ لا بصر قصر المدائن الأبیض۔

ترجمہ:..... مجھے ملک فارس کی کنجیاں عطا کی گئیں اور میں اس وقت مدائن کے سفید محل کو دیکھ رہا ہوں۔

پھر دوسری ضرب لگائی اور ایک تہائی پتھر پھر ٹوٹ گیا، پھر فرمایا: اللّٰہ أکبر أعطیت مفاتیح الشام

ترجمہ:..... مجھے ملک شام کے خزانے یا کنجیاں عطا کی گئیں۔ بخدا میں نے وہاں کے سرخ سرخ محلات کو ابھی دیکھ لیا ہے

پھر تیسری ضرب لگائی اور سارا پتھر چکنا چور کر دیا اور فرمایا:

اَللّٰہُ أکبر انی اعطیت مفاتیح الیمن واللّٰہ انی لابصر ابواب صنعاء من مکانی الساعۃ

ترجمہ:..... مجھے ملک یمن کی کنجیاں عطا کی گئیں، واللہ میں یہاں سے اس وقت شہر صنعاء کے دروازوں کو دیکھ رہا ہوں

یہ پیش گوئی اس وقت فرمائی تھی جب مدینہ پر کفار کے عساکر حملہ آور ہو رہے تھے اور ان سے بچاؤ کے لیے شہر کے گرداگرد خندق کھودی جا رہی تھی۔ ایسے ضعف کی حالت میں اتنے ممالک کی فتوحات کی اطلاع دینا اللہ کے نبی ہی کا کام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرف بحرف پورا فرمایا۔

فتح مصر کی پیش گوئی: ..... نبی ﷺ نے فرمایا:

إِنَّكُمْ سَتَفْتَحُوْنَ أَرْضًا يُذْكَرُ فِيْهَا الْقِيْرَاطُ فَاسْتَوْصُوْا بِأَهْلِهَا خَيْرًا فَإِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَرَحِمًا فَإِذَا رَأَيْتَهُمْ رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ عَلَى مَوْضِعِ لَبِنَةٍ فَاخْرُجْ مِنْهَا (مسلم ابوذر)

ترجمہ: ..... تم عنقریب اس ملک کو فتح کرلو گے جہاں سکہ قیراط ہے تم وہاں کے لوگوں سے بھلائی کرنا، کیوں کہ ان کو ذمہ اور رحم کے حقوق حاصل ہیں (پھر ابوذرؓ سے فرمایا) جب تم دیکھو کہ دو شخص ایک اینٹ برابر کی زمین پر جھگڑ رہے ہیں تب وہاں سے چلے آئیو۔

ابوذر رضی اللہ عنہ نے فتح مصر کو بھی دیکھا اور وہاں بود و باش بھی اختیار کی اور یہ بھی دیکھا کہ ربیعہ اور عبدالرحمن بن شرحبیل اینٹ برابر زمین کے لیے جھگڑ رہے ہیں، تب یہ وہاں سے چلے بھی آئے۔ صحیح مسلم کی حدیث کے الفاظ لھم ذمۃ ورحما کی تفسیر بیہقی وابونعیم کی حدیث عن کعب بن مالک میں موجود ہے کہ ہاجرہ ام اسمٰعیلؑ اور ماریہ قبطیہؓ ام ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ مصریہ ہیں۔ حدیث بیہقی وابونعیم میں ملک مصر کا نام صراحۃً ہے۔

ملک عرب سے ممالک مفتوحہ کے قطع تعلق کی پیش گوئی: ..... نبی ﷺ نے فرمایا:

مَنَعَتِ الْعِرَاقُ دِرْهَمَهَا وَقَفِيْزَهَا وَ مَنَعَتِ الشَّامُ مُدَّهَا وَدِيْنَارَهَا وَ مَنَعَتِ الْمِصْرُ أَرْدَبَهَا وَدِيْنَارَهَا وَعُدْتُمْ مِنْ حَيْثُ بَدَأْتُمْ (صحیح مسلم عن ابی ہریرۃ)

ترجمہ: ..... عراق نے اپنے درہم وقفیز کو شام نے اپنے مُد اور دینار کو اور مصر نے اپنے اَردَب و دینار کو روک لیا اور تم ویسے رہ گئے جیسے شروع میں تھے۔[1]

یحییٰ بن آدم کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اس حدیث میں صیغہ ماضی کا استعمال فرمایا ہے، حالانکہ اس کا تعلق عہد مستقبل سے تھا، اس لیے کہ حکم الٰہی میں ایسا ہی مقدر ہو چکا تھا۔ حدیث بالا میں اس زمانہ کے متعلق پیش گوئی ہے۔ جب مدینہ منورہ میں خلافت راشدہ کا زمانہ ختم ہو گیا اور دمشق میں سلطنت امویہ کا قیام ہو گیا تھا۔ کہ پھر حجاز میں ان ممالک سے مالیہ نہ بشکل سکہ اور بشکل جنس کبھی حجاز کو حاصل نہ ہوا۔ یہ پیش گوئی اب تک بارہ صدیوں سے اسی طرح پر چلی آتی ہے۔

پیشگوئی کہ شہنشاہ ایران کے کنگن سراقہ اعرابی کو پہنائے جائیں گے: ..... نبی ﷺ نے سراقہ بن مالکؓ سے فرمایا:

كَيْفَ بِكَ إِذَا لَبِسْتَ سَوَارِيْ كِسْرٰى (بیہقی من طریق ابن عتبۃ)

ترجمہ: ..... کیا ہی تیری شان ہوگی جب تجھے کسری کے کنگن پہنائے جائیں۔

بیہقی کی دوسری روایت میں کہ جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس فتح ایران کے مال غنیمت میں کسری کے کنگن پہنچے تو انہوں نے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اسے وہ کنگن پہنائے جو سراقہؓ کے بازوؤں کے اوپر تک پہنچے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کنگن پہنا کر زبان سے کہا: اللہ کا شکر ہے جس نے کسری بن ہُرمُز سے جو اپنے آپ کو رب الناس کہلاتا تھا یہ کنگن چھین لیے اور آج سراقہ بن مالک اعرابی مُدلجی کو پہنائے۔

---

[1] قفیز، مُد، اَوذب، اناج کے پیمانے ہیں۔ قفیز۔ مکوک کا اور [۱/۳-۱] رطل یا بقول بعض ۲ رطل کا اور اوذب ۲۴ صاع کا ہوتا ہے۔ مجمع البحار

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے کہ یہ کنگن سراقہ رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کی پیشگوئی کی تعمیل میں پہنائے گئے تھے۔

حدیث بالا کے مختصر فقرہ پر غور کرو، جو تین پیش گوئیوں پر مشتمل ہے۔

① ..... خلافت فاروق کی صداقت پر، جس نے نبی ﷺ کے ارشاد کو پورا کیا۔

② ..... فتح ایران پر۔

③ ..... فتح ایران تک سراقہ کے زندہ رہنے پر۔ کتاب الاستیعاب سے واضح ہے کہ سراقہ نے ۲۰ھ میں وفات پائی تھی۔ یعنی فتح ایران سے صرف چند سال بعد وہ زندہ رہے۔

معجزات قسم سوم

اب ایسی پیشگوئیوں کا ذکر کیا جاتا ہے، جن کا اندراج کتب احادیث میں پہلے سے ہو چکا ہے، اور ان کتب کو عالم اسلام میں تداول بین الناس اور اشاعت عام کا درجہ حاصل تھا، پھر ان پیشگوئیوں کا ظہور دنیا کے سامنے بعد میں ہوا۔ اس سے ثابت ہوگا کہ ایسی پیش گوئیوں کی نسبت تصنع یا ساخت کا وہم بھی نہیں کیا جا سکتا۔ نیز ان سے یہ بھی ثابت ہوگا کہ قرب قیامت کی علامات و شرائط جن احادیث میں بیان فرمائی گئی ہیں اور جن کا ظہور آج ۱۳۴۸ء تک نہیں ہوا۔ ان کا ظہور بھی یقیناً اپنے اپنے اوقات پر (جو علم الٰہی میں مقرر ہے) اپنے ظاہری الفاظ اور کمال تطابق کے ساتھ بصیرت افزائے مؤمنین ہوگا۔

۳۹۳ر سال پیشتر کی پیش گوئی: ..... سنن نسائی و بیہقی میں غزوۂ ہند کی پیش گوئی بایں الفاظ درج ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ وَعَدَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم غَزْوَةَ الْهِنْدِ ۔ (بالفاظ بیهقی)

ترجمہ: ..... رسول اللہ ﷺ نے وعدہ فرمایا کہ مسلمان ہندوستان میں غزا کریں گے۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ حدیث امام نسائیؒ نے اپنی صحیح میں درج کی ہے۔ امام نسائی ۲۱۵ر ہجری کو پیدا ہوئے اور ۳۰۳ر ہجری کو وفات پائی۔

''نسائی طاہر ۲۱۵ بزادد و از جہاں فیروز ۳۰۳ رفت''

ہند پر سب سے پہلے سلطان محمود نے ۳۹۳ھ کو حملہ کیا۔ یعنی اشاعت کتب سنن نسائی سے قریباً ایک صدی بعد، جب کہ سن ہجرت ۳۹۳ تھا۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اہل اسلام کی کتابوں میں ہند دریائے اٹک کا نام ہے اور اسی مناسبت سے انہوں نے ماورائے اٹک کے رہنے والی قوموں کا نام ''ہندو'' رکھا تھا (انگریزی میں ہندوستان کا نام انڈیا بھی اسی مناسبت سے ہے) لہٰذا حدیث بالا کا مصداق وہی غزوہ ہو سکتا ہے، جسے اٹک سے عبور کیا گیا۔

۶۵۴ سال پہلے کی پیش گوئی: ..... لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَخْرُجَ نَارٌ مِّنَ الْحِجَازِ تُضِیْئُ اَعْنَاقَ الْاِبِلِ بِبُصْرٰی

ترجمہ: ..... قیامت نہیں آئے گی جب تک حجاز میں ایسی آگ نمایاں نہ ہو جو بصری کے اونٹوں پر اپنی روشنی ڈالے۔

یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں موجود ہے، امام محمد بن اسماعیل بخاری ۲۵۶ھ کو امام مسلم بن الحجاج نے ۲۶۱ھ کو انتقال فرمایا تھا اور ان ائمہ کبار کی ہر دو کتب و صحیحین ان کی زندگی ہی میں جملہ ممالک اسلام میں داخل درس و تدریس

ہو چکی تھیں اور روز افزوں اشاعت کی وجہ سے یہ کتابیں ہر ایک اسلامی علاقہ میں کثرت سے پائی جاتی تھیں، نبیؐ کے فرمودہ الفاظ کا ظہور جمادی الثانی ۶۵۴ھ کو ہوا یعنی شیخین الحدیث کی وفات سے بھی چار صدیوں کے بعد۔

گواہان عینی نے اس آگ کے متعلق جس کی ابتدا پہاڑ کی آتش فشانی سے ہوئی، جداگانہ کتابیں تحریر کی ہیں۔ شیخ صفی الدین مدرس بصری کی شہادت موجود ہے کہ جس روز اس آگ کا ظہور حجاز میں ہوا۔ اسی شب بصری کے بدوؤں نے آگ کی روشنی میں اپنے اپنے اونٹوں کو دیکھا اور شناخت کیا۔ یہ آگ یکم جمادی الثانی کو پہاڑی سے پھوٹ پڑی تھی۔ دوسری تاریخ کو زلزلہ کی رفتار تیز محسوس ہوئی تھی۔ تیسری کو زلزلہ کی شدت بڑھ گئی۔ چوتھی کو زلزلہ کے ساتھ گرج کی آوازیں بھی آنے لگیں۔ گویا رعد فلک زور زور سے کڑک رہا ہے۔ پانچویں کو دھوئیں نے زمین و آسمان اور افق کو چھپا لیا۔ آگ کے شعلے بلند ہونے لگے۔ پتھر پگھلنے لگے۔ ایسا نظر آتا تھا کہ پہاڑ پر سے نہر احمر کی آبشار گر رہی ہے۔ روز بروز آگ کا رخ جانب شہر مدینہ تھا۔ باشندگان مدینہ نے جمعہ کی شب مسجد نبویؐ میں حاضر رہ کر بسر کی اور تمام شب تضرع وزاری کرتے رہے۔ صبح کو دیکھا کہ آگ کا رخ پلٹ گیا ہے۔ تعجب خیز امر یہ تھا کہ اس شدت نار کے وقت بھی مدینہ میں جو ہوا آئی تھی وہ ٹھنڈی نسیم ہوتی تھی۔

۶۵۶ سال پہلے کی پیش گوئی:..... صحیح بخاری و صحیح مسلم میں نبی ﷺ نے فرمایا: لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا التُّرْكَ صِغَارَ الْاَعْيُنِ حُمْرَ الْوُجُوْهِ ذُلْفَ الْاُنُوْفِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ۔

ترجمہ:..... قیامت قائم نہ ہوگی (کئی باتوں کے بعد فرمایا) جب تک تم ان ترکوں سے جنگ نہ کرو گے جو چھوٹی آنکھوں والے، سرخ چہرے والے، پست ناک والے ہوں گے۔ ان کے چہرے ڈھال جیسے چوڑے ہوں گے۔

یہ فتنہ تاتار کی خبر ہے، ہلاکو خان کے لشکروں نے خراسان و عراق کو تباہ کیا، بعد کو لوٹا تھا اور بالآخر ان کو بھی ایشیائے کوچک میں شکست عظیم ہوئی تھی۔ یہ واقعہ ۶۵۶ھ کا ہے اور صحیحین میں پانچ صدی پیشتر سے درج چلا آتا تھا۔

۷۰۰ برس پہلے کی پیش گوئی:..... طبرانی و ابونعیم نے و ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

اُتْرُكُوا التُّرْكَ مَاتَرَكُوْكُمْ بِاَنَّ اَوَّلَ مَنْ يَّسْلُبُ مِنْ اُمَّتِيْ مُلْكَهُمْ

"ترکوں کو نہ چھیڑنا جب تک وہ تم کو نہ چھیڑیں کیونکہ یہی وہ قوم ہے جو سب سے پہلے میری امت سے ملک چھین لے گی"۔

۸۵۵ سال پیشتر کی پیش گوئی:..... مسند امام احمد میں اور صحیح مسلم میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سنن ابوداؤد میں بروایت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فتح قسطنطنیہ کا ذکر موجود ہے۔ امام ہمام احمد بن حنبلؒ کا انتقال ۲۴۱ھ میں ہوا اور ان کی کتاب مسند تاریخ تدوین سے ہمیشہ علمائے امت اور ائمہ محدثین کے پیش نظر رہی۔ محمد فاتح سلطان نے قسطنطنیہ کو ۸۵۵ھ۔ ۱۴۵۳ء میں فتح کیا۔ یعنی کتاب مسند سے چھ صدیوں اور سال ہجرت سے ساڑھے آٹھ صدیوں کے بعد دنیا نے نعم الامیر اور نعم الجیش کا نظارہ دیکھ لیا۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا تھا۔

۱۳۸۴ سال کی پیش گوئی:..... فتح مکہ کے دن (پنجشنبہ ۲۰ رمضان ۸ھ) نبی ﷺ نے شیبہ بن عثمان اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہما کو بیت اللہ کی کلید عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا:

"خُذُهَا خَالِدَةً تَالِدَةً لَايَنْزِعُهَا يَابَنِيْ طَلْحَةَ مِنْكُمْ اِلَّا ظَالِمٌ"

لو یہ کنجی سنبھال لو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تم سے یہ کلید کوئی نہ چھینے گا، مگر وہی جو ظالم ہوگا۔

ان مختصر الفاظ میں تین پیش گوئیاں مندرج ہیں:

[۱] ..... خاندان ابوطلحہ کا دنیا میں برابر باقی رہنا، نسل قائم رہنا۔

[۲] ..... کلید بیت اللہ کی حفاظت وخدمت کا انہی سے متعلق رہنا۔

[۳] ..... ان کے ہاتھوں سے کلید چھیننے والے کا نام ظالم ہونا۔

نمبر ۱ اور ۲ کی بابت اب تک کل دنیا کو معلوم ہے کہ یہ کلید بنوشیبہ میں آج تک موجود ہے اور یہ نسل اب تک جاری ہے۔ نمبر ۳ کی بابت مؤرخین کا بیان ہے کہ یزید نے ان سے یہ کلید لے لی تھی، اس کے بعد پھر یہ ۱۳۳۳ سال کا زمانہ شاہد صدق ہے کہ کسی اور شخص نے اللہ کے رسول کی زبان سے ظالم کہلانے کی جرأت نہیں کی۔

پیش گوئی جس کی تصدیق زمانہ حال ہمارے سامنے بھی کر رہا ہے

صحیح مسلم میں ابومستور قرشی رضی اللہ عنہ کی روایت موجود ہے کہ انہوں نے عمرو بن العاص فاتح مصر کے سامنے یہ بیان کیا کہ آخری زمانہ میں یورپین عیسائیوں کا دنیا میں زور ہو جائے گا، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اسے روکا اور کہا دیکھو کیا کہہ رہے ہو، انہوں نے کہا کہ میں تو وہی کہہ رہا ہوں جو میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے۔ عمرو بولے: تب تو درست ہے۔

ناظرین غور کریں کہ یہ روایت صحابی رسول ﷺ نے اس وقت بیان کی جب عساکر اسلام جملہ اطراف عالم میں مظفر یا منصور تھے۔ جب ان کو عراق وشام ومصر، خراسان وایران وسوڈان کی فتوحات میں کہیں ایک جگہ بھی شکست نہ ہوئی تھی، عیسائی مسلمانوں کے سامنے جملہ ممالک میں پیچھے ہٹ رہے تھے اور عقل ووہم وقیاس کے نزدیک یورپین اقوام کی کثرت وغلبہ کی کوئی وجہ سمجھ میں نہ آسکتی تھی۔ دنیائے اسلام کی یہی حالت امام مسلم (المتوفی ۲۶۱ھ) کی زندگی تک موجود تھی، مگر صحابی روایت کرتا ہے اور امام الحدیث اسے اپنی کتاب میں ایمان وایقان صحت کے ساتھ درج بھی کر دیتا ہے۔ آج دنیا دیکھ لے کہ امریکن (جو اپنی اصلی زاد ونہاد کے اعتبار سے یورپین ہیں) برطانیہ، اطالیہ، پرتگال، سویڈن، ناروے، سوئٹزرلینڈ، اسپین، جرمنی وغیرہ کی حالت کیا ہے۔

پیش گوئی جس کی صداقت کی شہادت موجودہ زمانہ ادا کر رہا ہے

بیہقی وحاکم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ومعاویہ رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کے یہ الفاظ (لمبی روایت میں) بیان کیے ہیں:

تَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثَۃٍ وَّسَبْعِیْنَ فِرْقَۃً میری امت میں تہتر فرقے بن جائیں گے۔

نزول قرآن پاک کے وقت امت محمدیہ کے جملہ افراد کا منفرد اور مجتمعاً ایک ہی نام تھا یعنی مسلم جیسا کہ قرآن پاک میں ھُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ۔ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آغاز تک یہی واحد اور جامع نام سب کا معرفہ رہا، لیکن خروج خوارج کے بعد نئے نئے فرقے اور ان فرقوں کے نئے نئے نام نکلنے شروع ہو گئے۔ ہر ایک فرقہ کو اپنے مختص نام پر ناز ہے۔ یہ پیش گوئی ایسی ہدایت اور صداقت کے ساتھ پوری ہوئی ہے اور ہو رہی ہے کہ کروڑوں مسلمانوں کے متعدد دعاوی اس کی تصدیق میں موجود ہیں۔

جامع کتاب کا مقصد صرف سیدنا مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کے معجزات (اخبار عن الغیب) کی شکل میں بیان کرنا ہے۔ الحمدللہ کہ جو کچھ اس بارے میں لکھا گیا وہ ثبوت مقصد کے لیے کافی ہے، ہر چند کہ حصر دشوار ہے۔

قسم چہارم از معجزات نبی ﷺ

بندوں کی دعاؤں کا قبول فرمانا رب العالمین کے صفات علیا میں سے ہے۔ وہ رؤف الرحیم ہر ایک بندہ کی دعا کو بشرطیکہ پورے افتقار و اضطرار سے کی گئی ہو، قبول فرماتا ہے۔

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ (۲۷: ۶۲) وہ کون ہے (اللہ کے سوا) جو مضطر کی پکار کو قبول فرماتا ہے۔

وہ رحمن الدنیا و رحیم الآخرۃ اہل اطاعت کی دعاؤں کو خصوصیت سے منظور فرماتا ہے۔

اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (۲: ۱۸۶)

"جب مجھ سے مانگنے والے مجھ سے مانگتے ہیں تو میں ان کی پکار کو سن لیتا ہوں اور درخواست کو منظور کر لیتا ہوں"۔

وہ عزیز الحکیم اپنے عہد اور رسول ﷺ کی عزت اور بزرگی کو جہاں و جہانیاں کے دلوں میں مستحکم و استوار کرنے کے لیے ان کی دعاؤں کو بہ سرعت و بہ کثرت منظور فرماتا ہے۔ حتی کہ یہ علامت بجائے خود ایک معجزہ (دنیا کو اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز کرنے والی، ایک نشان (طالبان ہدایت کو راہِ ہدایت پر ملانے والی) ایک آیت اللہ تعالی کے قرب تک پہنچانے والی بن جاتی ہے۔

سینکڑوں ایسے نظائر موجود ہیں کہ نبی ﷺ کی زبان صدق سے جو الفاظ نکلے وہ پورے طور پر اسی طرح منجانب اللہ پورے کیے گئے، جیسا کہ ان الفاظ کے معانی لغوی کا اقتضا تھا۔ ایسے نظائر کا حصر دشوار ہے، مگر سیرت نگار کا فرض ہے کہ اس چمن فردوس بہار کی شمیم سے ناظرین کے دماغ کو عنبر آگیں بنانے کی سعی کرے۔

① صحیح بخاری و صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عہد نبوی میں قحط پڑا۔ انہی ایام میں نبی ﷺ جمعہ کا خطبہ منبر پر بیان کر رہے تھے کہ ایک اعرابی اٹھا اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! مال تباہ ہو گیا اور عیال بھوک سے نڈھال ہیں، ہمارے لیے دعا فرمایئے۔ نبی ﷺ نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے۔ اس وقت آسمان پر کوئی بدلی بھی نہ تھی۔ اللہ کی قسم! ابھی حضور نے ہاتھ نیچے بھی نہ کیے تھے پہاڑوں جیسے بادل جمع ہو گئے۔ پھر حضور ابھی منبر سے نہ اترے تھے کہ حضور ﷺ کی ریش مبارک پر قطرات بارش نظر آنے لگے۔ اس روز سارا دن برستا رہا۔ پھر اگلے دن بھی اور اگلے دن غرض دوسرے جمعہ تک یہی حال رہا اور پھر وہی اعرابی حضور ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا، کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! اب تو مکانات گرنے لگے نبی ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر یہ الفاظ کہے: "اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا لَا عَلَيْنَا" الٰہی گرد و نواح میں برسے، ہم پر نہ برسے۔ پھر حضور ﷺ جدھر کے بادلوں کی طرف اشارہ فرما دیتے تھے وہی پھٹ جاتے تھے حتی کہ مدینہ صاف نکھر گیا اور شہر سے باہر جل تھل کا منظر ہو گیا اور باہر سے بھی جتنے لوگ آئے سب نے بارش کا ہونا بتلایا۔[1]

---

[1] بیہقی و ابن عساکر نے اس موقع پر حضور ﷺ کی دعائے استسقاء کے یہ الفاظ روایت کیے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيْثًا هَنِيْئًا مَرِيْئًا مَرِيْعًا غَدَقًا طَبَقًا عَاجِلًا غَيْرَ رَائِثٍ نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ تُنْبِتُ بِهِ الزَّرْعَ وَتُخْصِبُ بِهِ الْأَرْضَ بِعَدِ مَوْتِهَا وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ۔ (خصائص الکبری، جلد ۲، ص ۱۶۳)

قتل سے مصئون (محفوظ) رہنے کی دعا:..... ② طبرانی نے اوسط میں روایت ہے کہ ضمرہ بن ثعلبہ نبی ﷺ کے حضور میں آئے اور درخواست کی کہ میرے شہید ہونے کی دعا فرمائی جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُحَرِّمُ دَمَ ابْنِ ثَعْلَبَۃَ عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ الٰہی میں مشرکین پر ابن ثعلبہ کا خون حرام کرتا ہوں۔ یہ بزرگ جہاد میں دشمن پر بے دھڑک حملے کیا کرتے اور ان کی صفوں کو چیرتے ہوئے نکل جاتے اور پھر صحیح سلامت واپس آ جاتے۔

دعائے عفت:..... ③ امام احمدؒ نے اور شعب الایمان میں بیہقی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کے حضور میں آیا۔ عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے زنا کی اجازت مل جائے۔ لوگ سنتے ہی اسے دیکھنے اور جھڑکنے لگے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: قریب آؤ اور بیٹھ جاؤ۔ وہ جوان قریب ہو کر بیٹھ گیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تو اپنی ماں کے لیے یہ پسند کرتا ہے؟ وہ بولا قربان جاؤں نہیں۔

فرمایا: ہاں! کوئی شخص بھی اپنی ماں کے لیے یہ پسند نہیں کرتا۔

پھر حضور ﷺ نے پوچھا: تم اپنی بیٹی کے لیے یہ پسند کرتے ہو؟ وہ بولا قربان جاؤں نہیں۔

فرمایا: ہاں! کوئی شخص بھی اپنی بیٹی کے لیے یہ پسند نہیں کرتا۔

پھر حضور ﷺ نے پوچھا: تم اپنی بہن کے لیے یہ چیز پسند کرتے ہو؟ وہ بولا قربان جاؤں نہیں۔

فرمایا: ہاں! کوئی بھی اپنی بہن کے لیے ایسا پسند نہیں کرتا۔

پھر حضور ﷺ نے پوچھا: تم اپنی پھوپھی کے لیے یہ بات پسند کرتے ہو؟ وہ بولا قربان جاؤں نہیں۔

فرمایا: ہاں! کوئی انسان بھی اپنی پھوپھی کے لیے پسند نہیں کرتا۔

پھر پوچھا: تم اپنی خالہ کے لیے یہ بات پسند کرتے ہوتے؟ وہ بولا قربان جاؤں، نہیں۔

فرمایا: ہاں! کوئی بشر بھی اپنی خالہ کے لیے اسے پسند نہیں کرتا۔ بعد ازاں حضور ﷺ نے دست مبارک اس پر رکھا اور یہ الفاظ زبان سے کہے: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَہٗ وَطَھِّرْ قَلْبَہٗ وَاَحْصِنْ فَرْجَہٗ "الٰہی اس کا گناہ دور کر دے، اس کا دل پاک کر دے، اس کا ستر محفوظ کر دے"۔ اس دعا کے بعد یہ جوان کبھی ایسی بات کا خیال بھی نہ کیا کرتا تھا۔

قبل از دعا نبی ﷺ استدلالاً سمجھانا چاہتے تھے کہ اگر زنا کی اجازت دی جائے تو زانیہ بہر حال کسی کی بیٹی یا بہن یا ماں یا خالہ یا پھوپھی وغیرہ ہوگی اور یہ رشتے ایسے ہیں کہ خود سائل اور جملہ دیگر اشخاص بھی فطرتاً پسند نہیں کرتے کہ ان کی ایسی قرابت میں زنا کا وجود پایا جائے۔ لہٰذا جواز زنا کی درخواست جیسا کہ ایک غیور انسان کی فطرت کے خلاف ہے، اسی طرح وہ جملہ نوع بشر کی غیرت وحمیت کے خلاف ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی انسان زنا کو پسند نہیں کر سکتا۔ یہ نکتہ سمجھانے کے بعد پھر حضور ﷺ نے اس کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

④ صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کسری (خسرو بن پرویز) نے نبی ﷺ کے فرمان دعوت کو پڑھ کر چاک کر ڈالا تھا۔ نبی ﷺ نے اس کے حق میں فرمایا: مُزِّقُوْا کُلَّ مُمَزَّقٍ وہ خود پارہ پارہ ہو گئے۔ قوم پارس کو دیکھو اور وطن سے ان کی جدائی کا خیال کرو اور دیکھو کہ اب وہ کیسی تفریق اور پراگندگی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

⑤ بیہقی نے بروایت عبدالرحمٰن بن عبدالباری بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا تھا: مُزِّقَ کِسْرٰی مَلِکَہٗ کسری

نے اپنی سلطنت کو چاک کر ڈالا۔ صفحہ امان پر تلاش کرو کہ جب سے آخری کسری خلیفہ ارشد، عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے لشکر سے ہلاک کیا گیا، اس کے بعد کوئی کسریٰ بھی ہوا۔ پارسی قوم میں حکومت یا سلطنت کا نام ونشان بھی کہیں پایا جاتا ہے۔ خسرو کا انجام بہت ہی حسرت ناک ہوا۔ اس کا بیٹا اپنی سوتیلی ماں ''شیریں'' پر عاشق ہوگیا۔ باپ کو رشک رقابت میں خنجر سے ہلاک کر دیا۔ ع

چاک فرمانِ نبی کی ہے سزا چاکِ شکم دیکھ اے خسرو پرویز یہ بیداد نہیں

بیہقی نے بروایت عبداللہ بن ابوبکر بیان کیا ہے کہ بجیر بن بجیرہ نے جو قوم طے سے تھا، واقعہ دومۃ الجندل کے متعلق اپنے شعر رسول اللہ ﷺ کو سنائے۔ حضور ﷺ نے خوش ہوکر فرمایا: لَا یَفْضُضِ اللّٰہُ فَاکَ۔ وہ [بجیر بن بجیرہ] نوے برس کی عمر تک پہنچے، ان کی سب ڈاڑھیں اور دانت سالم تھے۔[1]

⑥ سائب بن یزید کے لیے دعا:

صحیح بخاری میں جعد بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ سائب ابن یزید ۹۲ سال کے ہوکر فوت ہوئے اور بایں ہمہ مضبوط، معتدل تھے، انہوں نے کہا کہ یہ نبی ﷺ کی دعا کا ثمرہ ہے کہ میری بینائی وشنوائی اب تک درست ہے

⑦ عبدالرحمن بن عوف احد العشرۃ المبشرۃ رضی اللہ عنہم کے لیے دعا:..... صحیحین میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عبدالرحمن کو ''بارك الله لك'' فرمادیا تھا۔ عبدالرحمن کہتے ہیں اس کی برکت سے اب تک یہ ہے کہ اگر میں پتھر بھی اٹھاتا ہوں تو توقع ہوتی ہے کہ یہاں سے مجھے سونا یا چاندی دستیاب ہوگی۔

⑧ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے لیے دعا:

صحیحین میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مجھے ان الفاظ میں دعا دی تھی: اللھم اکثر ماله وولده وبارك له فی ما رزقته (الٰہی اس کے مال، اس کی اولاد کو بڑھا اور جو کچھ تو اسے عطا فرمائے اس میں برکت دے) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: بخدا! میرے پاس مال کثیر ہے اور میرے بیٹوں اور پوتوں کا شمار ایک سو کے قریب تک ہے۔ ترمذی اور بیہقی میں ابوالعالیہ سے روایت ہے کہ انس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک باغ تھا جس کے درخت سال میں دو دفعہ پھل دیا کرتے۔ اس باغ میں ایک ایسا پھول تھا جس کی خوشبو کستوری جیسی تھی۔

⑨ مالک بن ربیعہ سلولی رضی اللہ عنہ کے لیے دعا:

ابن عساکر اور ابن مندہ نے زید بن ابومریم سے روایت کی ہے کہ میرے والد مالک بن ربیعہ نے مجھے بتایا تھا کہ نبی ﷺ نے میرے لیے کثرت اولاد کی دعا فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی فرزندان نرینہ عطا فرمائے۔

⑩ تکبر کی سزا..... صحیح مسلم میں حضرت مسلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا نبی ﷺ نے فرمایا: ''داہنے ہاتھ سے کھاؤ۔'' وہ بولا: میں نہیں کھا سکتا۔ یہ جواب اس نے صرف غرور میں آ کر

---

[1] خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۲۷۸۔ شعر یہ ہے:

تبارك سائق البقرات انی رایت الله یهدی کلها فمن بك عالد من ذی تبوك فاناقد امرنا بالجهاد

دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''تو نہ کھا سکے۔'' بعد ازیں اس کا داہنا ہاتھ منہ تک نہیں اٹھ سکتا تھا۔

⑪ شکستہ استخوان کی درستی کا معجزہ:

صحیح بخاری میں براء رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے کہ جب عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ قتل ابورافع کے بعد زینہ سے اترے تو گر پڑے اور ان کی پنڈلی کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ انہوں نے نبی ﷺ سے ذکر کیا۔ فرمایا: پاؤں پھیلاؤ۔ میں نے پھیلا دیا، حضور ﷺ نے اس جگہ دست مبارک رکھ دیا، فوراً میں ایسا تندرست ہو گیا، گویا کبھی کوئی شکایت ہی نہ تھی۔

فصل پنجم:..... اسماء الرسول ﷺ

ہمارے سید و آقا خواجہ ہر دوسرا کا مقدس نام ''محمد ﷺ'' ہے۔ یہ نام قدرتِ الٰہیہ کی طرف سے خود آیت عظیم ہے کہ اس کا مسمّی ضرور امام الانبیاء اور سرتاج کائنات و مافیہا ہے۔ اس کی شرح آیت محمد رسول اللہ کے تحت موجود ہے۔ ہاں! حضور ﷺ کے چند بزرگوں کے اسماء پر غور دلانا ضروری ہے ان اسماء کو ''ارہاص نبوت'' قرار دینا صحیح ہوگا۔ حضور ﷺ کے والد بزرگوار کا نام عبداللہ ہے۔ والدہ مکرمہ و معظمہ کا نام آمنہ ہے۔ حضور ﷺ کی دایہ (اَنا) کا نام حلیمہؓ ہے یعنی حضور ﷺ ہی ایسے مقدس ہیں، جن کا پیکر اطہر عبودیت کے خون سے بنا جنہوں نے امن کے بطن میں مرتب وجود کو مکمل فرمایا، جن کی تربیت حلم و بردباری کے شیر سے ہوئی۔

کیا ایسے اسماء کا اجتماع محض اتفاقی ہے۔ نہیں، بلکہ قدرت اس مولود مسعود کی شان رفیع کی آئینہ داری فرما رہی ہے اور بتلا رہی ہے کہ جس بچہ کے پیکر عنصری میں ایسی فضائل کی جامعیت نمودار ہو۔ ضرور ہے کہ وہ بچہ حقیقتاً محمد ہو۔

اب غور کرو کہ لغوی معنی کے تحت میں ایسی پیش گوئی بھی شامل ہے اور عالم الغیب والشہادۃ کی جانب سے جملہ عوالم و اہل عالم پر یہ راز آشکارا کیا گیا ہے کہ اس اسم کے مسمّی کی مدح و ثناء دنیا میں سب سے بڑھ کر، سب سے زیادہ توالی و تواتر کے ساتھ کی جائے گی۔

* ..... وہ کون ہے جس کا مقدس نام آج کروڑوں اشخاص کی زبان پر جاری اور قلوب میں ساری ہے۔
* ..... وہ کون ہے جس کے مقدس نام کی نوبت شاہانہ مساجد کے بلند ترین میناروں سے سامعہ نواز ہے۔
* ..... وہ کون ہے جس کی سیرت انسانی زندگی کے ہر لحہ و ہر ساعت میں اور ہر درجہ اور ہر مقام پر رہنما ہے۔
* ..... وہ کون ہے جو اپنے افعال میں محمود ہے اور اپنی تعلیم سے محسود ہے۔
* ..... وہ کون ہے جس کی رفعت فرش سے عرش تک ملی ہوئی ہے۔
* ..... وہ کون ہے جس کی تعلیم کی وسعت بر و بحر پر چھائی ہوئی ہے۔

① ..... بے شک وہ محمد ﷺ ہے، اسم بھی محمد اور مسمّٰی بھی محمد اور حمد کو اس کی ذات ہمایونی سے نسبت خاص ہے۔

② ..... اسی کے مقام شفاعت کا نام ''مقام محمود'' ہے اور اسی کی امت ''حمادون'' کے لقب سے روشناس ہے۔

اس کی لائی ہوئی کتاب کا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ سے افتتاح ہوتا ہے۔

(۴) ..... ہاں اسی کا نام ''احمد'' ہے۔ یہ بھی اسی سرچشمہ ''حمد'' سے نکلا ہے۔ دونوں نام اپنے منبع و ماخذ کے اعتبار سے اتحاد تام رکھتے ہیں اور اشتراک کلیہ کے ساتھ ساتھ انوار و برکات خاص سے مختص بھی ہیں۔

* ..... وہ محمد ﷺ ہے اور اسی لیے کائنات کا ذرہ ذرہ اس کا ثنا گستر و مدح خواں ہے۔

* ..... وہ ''احمد'' ہے اور اسی لیے اس نے بارش کے قطرات سے اور ریت کے ذرات سے بڑھ کر اپنے مالک، اپنے خالق، اپنے رازق، اپنے ہادی، اپنے معطی کی حمد و ثناء پھیلائی ہے۔

* ..... ہاں وہ ''محمد ﷺ'' ہے اور کل دنیا اس کی مداح ہے۔

* ..... وہ ''احمد ﷺ'' ہے اور وہ کل دنیا سے بڑھ کر اپنے رب کا حامد ہے۔

ترا محمد و احمد زمیں خواند و زماں — حمید باشد و محمود ذات ربانی
فزوں تراز تو کسے رانہ مدح گفت زماں — نہ برتر از تو کسے گفت حمد سبحانی
'' محمد صلی اللہ علیہ وسلم '' — '' احمد صلی اللہ علیہ وسلم ''

* ..... ہاں وہ پیارا ہے، اسی نے دشمن و دوست سب سے پیار کیا ہے۔

* ..... وہ حبیب ہے اور اسی نے محبت کا تاج کمال سے مزین فرمایا ہے۔

(۱) ..... وہ محبوب ہے، مگر محبین سے بے نیاز ہے۔

(۲) ..... وہ مطلوب ہے مگر طالبین سے کوئی احتیاج نہیں رکھتا۔

(۳) ..... وہ متبوع ہے اور اس کی تبعیت دوسرے کو مطاع بنا دیتی ہے۔

(۴) ..... وہ نبی ہے اور اسی کی بناوٹ نے ہزاران ہزار حجاب چشم بصیرت سے ہٹا دیے ہیں۔

(۵) ..... وہ رسول ﷺ ہے اور اسی کی رسالت نے نوع بشر کو اتمام نعمت اور اکمال دین اور رضوان رحمٰن کے انعامات سے ممتاز فرما دیا ہے۔

(۶) ..... وہ عبد ہے اور اسی کی عبودیت نے عبودیت کو اورنگ خلافت پر متمکن کر دیا ہے۔

(۷) ..... وہ معلم ہے اور اسی کی تعلیم نے مسیح کے اس قول اور امید کو پورا کر دیا ہے کہ وہ صداقت کی ساری تعلیم دے گا اس نے اپنی درس گاہ قدس کے دروازے کھول رکھے ہیں۔ اس نے اپنی تعلیم پر کوئی فیس نہیں مقرر کی وہ مرموزات و تمثیلات میں تعلیم نہیں دیتا ہے۔ اس نے اپنے اور ارشد تلامذہ کے درمیان اشارات خاص نہیں تجویز کیے ہیں۔ اس کے ادبستان پر یُعَلِّمُکُمْ مَّالَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (۲:۱۵۱) کا کتبہ لگا ہوا ہے۔ اس کے پاس دروس کا آغاز انسان کے جانے پہچانے علوم و معارف کے انجام سے ہوتا ہے۔

(۸) ..... وہ امین ہے، اس کا یہی نام یوحنا رسول کو مکاشفات میں بتایا گیا اور اس کا یہی نام قریش کی زبان پر جاری ہوا۔ اسی نام سے حضور ﷺ کا احتشام و وقار نمایاں ہے اور اسی نام سے حضور کا وحی آسمانی کا امانت دار ہونا واضح ہے۔ اس معنی کی طرف حدیث مسلم عن ابی سعید رضی اللہ عنہ میں صراحت کی گئی ہے۔ کعب بن اشرف کا شعر ہے۔

اَمِیْنٌ مُحِبٌّ لِلْعِبَادِ مُسَوَّمٌ — بِخَاتِمِ رَبٍّ قَاهِرٍ لِلْخَوَاتِمِ

⑨ ..... وہ امی ہے اور ام القریٰ کی عزت و وقعت اسی نسبت قدسیہ سے ہے۔ وہ امی ہے اور ولید سعید کی طرح جملہ افعال و اقوال میں معصوم ہے۔ وہ امی ہے اور اس کی تعلیم حروف کتابی یا نقوش مرئیہ کی احتیاج مند نہیں۔

⑩ ..... وہ برہان ہے، قرآن مجید میں قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ (۴: ۱۷۴) فرمایا گیا ہے اور امام سفیان بن عیینہ نے اس کی تفسیر میں برہان آنحضور ﷺ ہی کو فرمایا ہے۔ ہاں! وہ برہان ہے اور حجت اللہ ہے۔ وہ برہان ہے اور حضور ﷺ کی ذات ہمایوں بذات خود ایک روشن دلیل ہے۔

⑪ ..... وہ بشر ہے، اور اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ (۱۸: ۱۱۰) کے تاج سے متوج ہے۔ آدم کے لیے ابوالبشر ہونا اسی لیے صد گونہ افتخار کا موجب ہے کہ حضور ﷺ بشر ہیں۔ ہاں وہ بشر ہے اور حضور ﷺ کا حسن ظاہر و جمال اطہر اہل لغت کو اس معنی لغوی کی تعلیم دیتا ہے۔

⑫ ..... وہ بشیر ہے اور حضورؐ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا (۳۵: ۲۴)۔ کے خطاب سے مخاطب ہوا۔ وہ مبشر بھی ہے اور مسیحؑ کی نبوت کا مصدقہ حضور ﷺ ہی کی بشارت کا پہنچا دینا ہے۔ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ (۶۱: ۶) وہ بشارت رساں بھی ہے اور اہل ایمان و ایقاں کے لیے ہزار در ہزار بشارت کا اعلام فرمانے والا ہے۔

⑬ ..... وہ بیّنہ ہے، وہ خود آیات باہرہ اور علامات واضحہ اور دلائل حقہ کا مجموعہ ہے۔ اس کا وجود سراپا صداقت ہے اور اس کا پیکر سراپا حقانیت ہے، یہی بینہ اہل کتاب اور مشرکین کی ظلمات کو دور کرنے والا ہے، تاریکیوں کو اٹھا دینے والا، عالم تیرہ و تار میں اجالا پھیلا دینے والا ہے، آفتاب آمد دلیل آفتاب کی مثال حضور ﷺ ہی پر صادق آتی ہے۔

⑭ ..... وہ حبیب اللہ ہے اور اس تقرب کا مالک ہے، جس کا ذکر حدیث صحیح میں بندہ عابد و ساجد کے لیے ان الفاظ میں فرمایا گیا ہے: فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَلِسَانَهُ الَّذِيْ يَنْطِقُ بِهٖ (الحدیث)

⑮ ..... وہ حلیم ہے، حلیم، حلم، بالضم سے بھی ہے اور یہ لفظ وفور دانش اور کمال عقل پر دال ہے۔ حلیم، حلم بالکسر سے بھی ہے۔ وہ مصائب کا برداشت کرنا والا، دشمنوں کے ہاتھوں سے پتھر کھانے والا اور جواہر لٹانے والا، گالیاں سننے والا اور دعائیں کرنے والا ہے، حضور ﷺ کا یہ اسم گرامی قبل از نبوت مشہور تھا، ابوطالب فرماتے ہیں:

حَلِيْمٌ رَّشِيْدٌ عَادِلٌ غَيْرُ طَائِشٍ يُوَالِيْ اِلٰهًا لَيْسَ عَنْهُ بِغَافِلٍ

⑯ ..... وہ خازن ہے، امام احمدؒ کی روایت میں ہے: انا الخازن اضع حیث امرت۔ ہاں وہ خزینہ دار ربانی ہے، وہ گنجور رحمانی ہے، عطائے سبحانی کی تقسیم اسی گھر سے ہوتی ہے۔ گہر پاشی اسی ید مبارک کا خاصہ ہے۔

⑰ ..... وہ خلیل الرحمٰن ہے، اہل عرب کے نزدیک محبت کے دس مراتب ہیں [۱] علاقہ، دل کا ذرا سا اٹکاؤ۔ [۲] ارادہ، وہ میلان جو علاقہ کے بعد نمودار ہو۔ [۳] صبابت، صبا یصباء پانی کا نشیبی زمین پر بہہ نکلنا اور اس جگہ بے اختیاری شوق کا نام ہے۔ [۴] غرام، غرام قرض یا تاوان کو کہتے ہیں اور یہاں اس محبت لازم کا نام ہے جو قرض ہو کر چمٹ جاتی ہے اور کسی وقت بھی علیحدہ ہی نہیں ہوتی۔ [۵] وداد۔ خلوص محبت اور مغز محبت کو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنا نام بھی ودود بتلایا ہے۔ [۶] شغف۔ شغاف پردہ دل اور شغف و محبت جو قعر دل تک جا پہنچے۔ [۷] عشق، یہ عشقہ سے بنایا گیا ہے۔ یہ ایک بیل ہوتی ہے۔ زرد رنگ کی جس درخت سے لپٹ جاتی ہی اسے خشک کر دیتی ہے اور

عشق کی تاثیر بھی عاشق کے حق میں یہی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس حالت سے استفادہ فرمایا کرتے تھے۔ [۸] الیتیم ،انکسار اور عجز تمام کو کہتے ہیں، یتیم کا نام یتیم بھی اسی لیے ہوا کہ وہ انکسار اور عجز تام کا مورد ہوتا ہے [۹] التعبد ، جب کہ محب جملہ دعاوی تملیک نفس و مال و عزت سے دستبردار ہو کر سارے دل و جان سے دوسرے کا غلام بن جائے۔ [۱۰] خلت، جب کہ دل وسوسہ غیر سے اور عقل تعقل غیر سے اور نیت و عزم تعبدہ تشوق غیر سے کلیۃً خالی ہو جاتا ہے۔ اس مرتبہ کی تکمیل سیدنا ابراہیم اور سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ یُوَالِیْ اِلٰھًا لَیْسَ عَنْہُ بِغَافِلٍ ہی نے فرمائی ہے۔

مشہور عوام یہ ہے کہ درجہ خلعت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے اور وہ خلیل الرحمٰن ہیں اور درجہ محبت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے ہے اور وہ حبیب اللہ ہیں، لیکن دو حدیث صحیحہ میں نبی یُوَالِیْ اِلٰھًا لَیْسَ عَنْہُ بِغَافِلٍ کا خلیل الرحمٰن ہونا بھی ظاہر فرمایا گیا ہے: اِنَّ اللہَ اتَّخَذَ نِیْ خَلِیْلًا کَمَا اتَّخَذَ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلًا (۲) لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ اَھْلِ الْاَرْضِ خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَابَکْرٍ خَلِیْلًا وَّلٰکِنَّ صَاحِبُکُمْ خَلِیْلُ الرَّحْمٰنِ۔

(۱۸) وہ خطیب الانبیاء ہے۔ حدیث الشفاعت میں ہے۔ کنت امام النبین وخطیبھم

الف خطیب، خطب سے ہے، خطب کے معنی فصاحت زبان ہیں اور خطیب وہ ہے جو صاحب فصاحت و بلاغت ہو، قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون کی صفت فصاحت کا ذکر فرمایا ہے: ھُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ اور حدیث بالا میں ہے کہ جملہ انبیاء کے مقدس ترین گروہ میں یہ شرف حضور ﷺ ہی کے لیے خاص ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے: اوتیت جوامع الکلم سادہ صاف الفاظ، شستہ ترکیب، مختصر عبارت میں ایسے معانی عالیہ کو بھر دینا جو عمیق بھی ہوں اور دقیق بھی داخل کمال فصاحت ہے اور حضور ﷺ کا خطیب الانبیاء ہونا اسی اعتبار سے ہے۔

ب خطیب، خطابت سے ہے اور اس سے مراد امر و نواہی اور مواعظ و امثال کا بیان کرنے والا ہے۔

ج خطیب کے معنی وہ شے بھی ہے، جس میں الوان بوقلموں شامل ہوں اور خطیب وہ ہے جو جملہ انواع کلام اور اسالیب خطاب کا ماہر و قادر ہو۔

(۱۹) وہ خافض ہے، یہ نام قرآن مجید کی آیت ذیل سے مستنبط ہے: وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ (۱۵:۸۸)

طیور کو دیکھو، وہ اپنے انڈوں یا اپنے بچوں کی تربیت کیسی محبت، کیسے پیار، کیسی ہوشیاری اور کیسی نگہداشت سے اپنے شہپروں کے نیچے رکھ کر کرتے ہیں، اہل ایمان کے ساتھ نبی ﷺ کی محبت و پیار اور نگہداشت و حفاظت کا سلوک اس مثال سے بھی بڑھ کر تھا۔

(۲۰) وہ خیرۃ اللہ ہے، خیرۃ کو علمائے لغت نے بکسر خاء اور بفتح خاء بہر دو صورت روایت کیا ہے۔ اس اسم کے معنی یہ ہیں کہ حضور ﷺ خیر الناس ہیں، خیر البریہ افعال خیر میں افضل و اکثر ہیں۔

(۲۱) وہ داعی الی اللہ ہے۔ کسی شخص کی طرف سے کسی کا دعوت دینے کا حق اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب کہ وہ اذن یافتہ بھی ہو۔ دنیا میں دیکھو، اگر کسی ملازم کسی کو دعوت طعام دے آئے مہمان صاحب خانہ کے ہاں پہنچیں اور تب میزبان کو اور مہمان کو پتہ لگے کہ نہ کسی نے بلایا اور نہ کوئی بلایا گیا۔ تب طرفین کو کس قدر ندامت اور رنج کا احساس ہوگا اور وہ دعوت دینے والا کس قدر ذلیل و حقیر اور جانبین کی طرف سے ہدف ملامت سمجھا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کا اسم مبارک داعیاً الی اللہ تجویز کیا، تو کلام پاک میں اس کے ساتھ باذنہ بھی شامل فرمایا اور اہل علم پر ظاہر کر دیا کہ محمد ﷺ کو اختیار کلی دیا گیا ہے کہ سب کو اللہ کے گھر کا مہمان بنائیں اور تقریب و رضوان کی دعوت دیں۔ یہ اسم حضور ﷺ کے اسمائے خاصہ میں سے ہے۔

(۲۲) وہ رحمت ہے اور آیت قرآنیہ میں حضور ﷺ کو رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ فرمایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خود کو رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ فرمایا اور قرآن حکیم کو ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِيْنَ خانہ کعبہ کو مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ، کشتی نوحؑ اور مریمؑ و مسیحؑ کو اٰيَةً لِّلْعَالَمِيْنَ بتایا مگر رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ صرف حضور ﷺ ہی کو فرمایا ہے۔ رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ کے ارشاد کو پیش نظر رکھو اور دیکھو کہ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ کے خطاب میں کتنی وسعت، کتنی برکت، کتنا فیض موجود ہے۔ حضور ﷺ کی رحمت کا فیضان اہل ایقان کو بھی پہنچا جو دنیا میں حکمران بنے اور آخرت میں مغفرت و رضوان کے مستحق ٹھہرے۔ منکرین اور اہل خسران کو بھی پہنچا جو بہ برکت دعائے مصطفوی ﷺ عذاب دنیوی غرق اور ہلاکت و تباہی سے مامون کیے گئے۔ عورتوں، بچوں، یتیموں، رانڈوں، مسافروں، اسیروں، غلاموں، لونڈیوں، رعایا و برایا طبقہ امراء و گروہ حکم فرما کو بھی پہنچا۔ جن کی راحت و آسائش اور حقوق و مفاد کے متعلق حضور ﷺ نے مستحکم آئین، شرح متین، ضابطہ مبین، دستور اساسی اور اصول مدنی و سیاسی وضع فرمائے اور سب پر اپنی حیات طیبہ میں خود بھی عمل فرما رہے اور تمام امت کو بھی پابند عمل فرمایا۔

حضور ﷺ کی رحمت کا فیض طیور و وحوش اور مراکب و مواشی کو بھی پہنچا، جن کے ذبح و شکار کے قواعد اور تغذیہ و تربیت کے متعلق احکام نافذ فرمائے گئے۔ حضور ﷺ کی رحمت کا فیض شوارع و طوارق اور مشارب و موارد کو بھی پہنچا، جن کو پر امن اور مصفا و پاکیزہ رکھنے نیز انجاس و ارجاس و قاذرات سے پاک رکھنے کے لیے قواعد مرتب فرمائے گئے۔ الغرض! اس رحمت سے نہ کوئی کشتنی و گردن زدنی عدو محروم رہا اور نہ کوئی ذبح شدنی ان سے مہجور کیا گیا۔ لہٰذا حضور ﷺ کا سراپا رحمت ہونا اور بہ ہمہ وجوہ رحمۃ للعالمین ہونا مسلم و ثابت ہے۔

(۲۳) ..... وہ روح الحق ہے، اس خطاب کا استعمال سب سے پہلے مسیح نے اپنی اس آخری تقریر میں فرمایا جو انہوں نے دنیا چھوڑنے سے پیشتر اپنے خلفاء کے سامنے فرمائی تھی۔ (دیکھو ۱۶ باب از ۱۱ تا ۱۶ درس)

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اناجیل اربعہ میں عام طور پر اسم روح القدس کا استعمال ہوا ہے اور اس سے وہ ملکوتی قوت و شخصیت مراد ہے، جسے اہل اسلام جبرائیل کہتے ہیں اور جسے مسیحی صاحب ان اقانیم ثلاثہ میں سے ایک اقنوم اور ارکان تثلیث میں سے ایک رکن بتاتے ہیں اور بایں ہمہ اس کی ہستی کے متعلق تو وہ ذرا بھی عرفان نہیں رکھتے۔

ہاں! صرف یہی ایک مقام ہے جس میں اسم روح الحق کا استعمال ہوا۔ اس کے کام اور اس کی شان اور اس کی علامات کا اعلام کیا گیا۔ وہ روح الحق ہے اور ساری صداقت کی تعلیم دینا اس کا خاصہ ہے۔ وہ روح الحق ہے اور طالبان خاک نشین کو پستی سے اٹھا کر زندگی کے بلند ترین کنگرہ پر پہنچا دینا اس کا کام ہے۔ وہ روح الحق ہے اور زندگی بخش کلام اس کے منہ میں ہے، وہ روح الحق ہے اور قلوب مردہ کو حیات روحانی کا عطا کرنا اس کے فرائض میں سے ہے، اس کی تعلیم ظاہر کو پاک اور باطن کو طاہر، دماغ کو روشن اور قلب کو منور کرنے والی ہے۔

(۲۴) ..... وہ سید ہے اور سیادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

اے کہ برتخت سیادت زا زل جا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

وہ سید کہلانے سے بے نیاز ہے، وہ سید ہے اور اپنے سید (اللہ تعالیٰ) کا عبد کہلانے پر زیادہ خوش ہوتا ہے۔ وہ سید ہے اور اسباط رسول اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ ۔ (ترمذی عن ابی سعید وصححہ ۵) کے خطابات صحیحہ سے معزز ہیں۔ وہ سید ہے اور اس کے وزراء بھی اسی اعزاز سے مشرف ہیں۔

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم لِاَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ هٰذَانِ سَیِّدَا كُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ اِلَّا النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ (رواہ الترمذی)

وہ سید ہے اور اس کے حلقہ نشین بھی اسی علم گرامی سے روشناس ہیں۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی سواری دیکھ کر حضور ﷺ نے انصار سے فرمایا تھا: قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِكُمْ وہ سید ولد آدم ہے۔ ولد جمع ہے ولد کی، اس خطاب سے حضور ﷺ کا سید اولاد آدم ہونا آشکار ہے کہ ولد آدم کے دائرہ میں ہر ایک بشر، ہر ایک انسان، ہر ایک آدم زاد داخل ہے۔ جملہ اولین و آخرین اسی جملہ میں شامل ہیں۔ کیا کوئی وجہ التباس موجود ہے کہ خود آدم بھی اسی میں داخل ہیں یا انہیں شک کی ضرورت نہیں۔

دوسری صحیح حدیث میں ادم ودونہ تحت لوائی موجود ہے اور ہر دو احادیث بصرہ افروز و بصیرت افزا ہیں۔

(۲۵) ..... وہ شارع ہے۔ شریعت بیان کرنا آسان بات نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت ہیں اور ان کے بعد بنی اسرائیل میں دو ہزار سال تک کوئی بھی صاحب شریعت نہ نکلا۔ بزرگوار مسیح علیہ السلام نے فرمایا ''یہ مت سمجھو کہ میں تورات منسوخ کرنے کو آیا ہوں، بلکہ اسے مضبوط کرنے کو آیا ہوں۔''

ہنود میں موجی مہاراج ہوئے ہیں، جنہوں نے سمرتی پیش کی ہے۔ میں دنیا کی تمام قانون ساز کونسلوں اور ضوابط و قواعد مرتب کرنے والی حکومتوں سے درخواست کروں گا کہ وہ ان ہر سہ شریعتوں کو دیکھیں اور رپورٹ کریں کہ ان میں سے کون سی شریعت زیادہ مکمل، زیادہ مفصل جزئیات پر حاوی، کلیات پر مشتمل، ضروریات انسانی پر محتوی اور تمدن کی حامی ہے۔

''بس ایک بات پر ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا''

جب شرائع موجود عام کی جانچ پڑتال ان اصولوں پر کی جائے گی تو شریعت محمدیہ کی فوقیت اور حضور ﷺ فداہ ابی و امی تفوق خود بخود آشکارا اور واضح ہو جائے گا۔

(۲۶) ..... وہ شافع ہے، شفاعت کے معنی لوگوں نے کیا سمجھے۔ کسی نے کہا شفیع وہ ہے جو اپنے اختیار و اقتدار سے غفران ذنوب فرماتا ہے، اس عقیدہ کے موجد عیسائی ہیں۔ یہ لوگ شفیع بمعنی غفور استعمال کرتے ہیں لیکن خود لفظ شفیع اس معنی کا متحمل نہیں، کسی نے شفاعت کو بے جا دباؤ بتایا اور اس کے وجود کا انکار ہی کیا۔ اسلامی شفاعت دو اصول پر مبنی ہے۔

مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا (۷۸:۳۸) جسے اللہ اذن دے، جو ٹھیک ٹھیک بات بیان کریں۔

ہر دو اصول بالا شفاعت اسلامی کو ہر دو فریق کے افراط و تفریط سے الگ کر دینے والے سفاعت کو معقول اور

قابل التسلیم بنا دینے والے ہیں، ہاں! حضور ﷺ ہی صاحب مقام محمود ہیں اور حضور ﷺ ہی شفاعت کبریٰ کی خصوصیت سے ممتاز ہیں۔

(۲۷) .....وہ شاہد ہے، اچھا شاہد اور سچا گواہ وہ ہے جس کی شہادت واقعات صحیحہ کو کتمان سے بروز میں لے آئے، جس کی شہادت بے خبروں کو باخبر اور بے علموں کو باعلم اور غائبین کو مثل حاضر بنا دے۔ نبی ﷺ شاہد ہیں اور اشھد ان لا الہ الا اللہ ۔کی شہادت جملہ عالم کے سامنے حضور ﷺ ہی نے ادا فرمائی ہے اور اپنی شہادت سے رب العالمین کے لیے استحقاق اور ہیئت ومعبودیت ثابت کیا ہے۔ عبادات واستعانت بغیر اللہ کے مسئلہ میں سینکڑوں مذاہب سرگرداں وحیران و پریشان تھے۔ حضور ﷺ ہی کی شہادت نے ان حقائق خفیہ کو آشکار کیا۔ حضور ﷺ ہی نے اشھد ان محمدا رسول اللہ کی شہادت ادا کی۔ رسالت ونبوت کے خصائص وحی ربانی کی حقیقت و اعمال کی روح سے تعلق، جزا وسزا کا اعمال پر ترتب شریعت کی ضرورت اور شرائع الیہ ونوامیس حکیمہ کا استحکام۔ یہ سب حضور ﷺ ہی کی شہادت سے ہوا۔ اللہ اکبر! شاہد کیسی زبردست شہادت اور اعلیٰ صداقت کے ساتھ کھڑا ہوا ہے کہ داوری گاہ عالم میں شہادت کے لیے اکیلا آیا اور اپنی واپسی سے پیشتر ہزار در ہزار بندگان الٰہی کو اس شہادت پر قائم بلکہ آئندہ آنے والی نسلوں کے سامنے ان کو بھی شاہد بنا گیا اور تَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ کی سند عطا فرما گیا۔

(۲۸) .....وہ صاحب ہے، صاحب کے معنی ساتھ رہنے والا ہے۔ مسیح علیہ السلام نے حضور ﷺ کا نشان انہیں الفاظ میں دیا ہے کہ وہ تمہارے ساتھ رہے گا۔ اس سے حضور ﷺ کی نبوت کا ابدی ہونا ثابت ہو گیا۔ یہ ثابت ہے وہ نوع انسان کے ساتھ ساتھ اس وقت تک رہے گی، جب تک کہ خود یہ نوع باقی رہے۔ منکرین مکہ بھی حضور ﷺ کو صاحب قریش کے نام سے یاد کیا کرتے تھے۔ انہوں نے یہ لفظ خواہ کیسی ہی نیت سے وضع کیا تھا لیکن قدرت الٰہیہ نے اسے پاک ترین معنی میں استعمال کیا اور وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ (۸۱: ۲۲) فرما دیا۔ انبیاء علیہم السلام میں ایسے بزرگوار بھی ہوئے ہیں جنہوں نے امت عاصی کے مفسدات اور قابل نفرت افعال کو دیکھ کر نفرت کا اظہار کیا اور ان کو چھوڑ کر خود ان سے علیحدہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کے استقامت وصبر کی طبع وثنا فرماتا ہوا ظاہر کرتا ہے کہ اس نبی کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ یہ نافرمانوں کی اصلاح سے مایوس نہیں ہوتا، ان کو اپنے دربار سے دور نہیں کرتا، خود ان سے علیحدگی کو پسند نہیں فرماتا۔ وہ صابر ہے اور اس کا صبر صرف اللہ ہی کی نصرت ومعیت پر منحصر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آج تم اسے اپنا صاحب کہتے ہو، کل کو تمہیں خود اس کا صحابی بننا موجب شرف وعزت بن جائے گا۔

(۲۹) .....وہ صادع ہے۔ صدع بیان واشگاف کو کہتے ہیں۔ امر الٰہی کو صاف صاف بیان کرنا، دنیا کی مخالفت و مخاصمت کی پروانہ کرنا۔ دباؤ اور دھمکی کو وقعت نہ دینا، اعداء کی تدابیر فاسدہ اور مکائد کاسدہ سے مرعوب نہ ہونا حضور ﷺ کا خاصہ ہے۔

وہ صادع ہے، اس نے عرب جیسے خونخوار، وحشی خوں ریز بت پرستوں کو صاف صاف سنا دیا

إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ (۲۱: ۹۸) تم بھی اور تمہارے معبود بھی جہنم کا ایندھن بنائے جاؤ گے۔

وہ صادع ہے، جس نے یہودی قوم کو تجارت کے مالک واحد ہونے کی وجہ سے تمام عرب پر چھائے ہوئے تھے

اور جن کے سود اور قرضے کی زنجیریں ہر ایک امیر و غریب کی گردن پر پڑی ہوئی تھیں۔ نیز مسیحیوں کو جن کی حکومت شام، مصر و یمن اور ایشیائے کوچک و یورپ میں پھیلی ہوئی تھی۔ صاف صاف لفظوں میں یہ سنا دیا تھا:

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۰ (۵:۶۸)

اے یہودیو! اے عیسائیو! تم تو سچائی کے کسی درجہ پر نہیں ہو جب تک کہ تم تورات، انجیل اور خدا کے اس کلام پر جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے، قائم نہ ہو جاؤ۔

ہاں صادع وہ ہے، جو اپنے کلمہ پڑھنے والوں کو بھی فرما دیتا ہے۔

قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝ کہہ دیجیے کہ میں تمہارے نقصان یا بہبودی کا مالک نہیں۔

قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝

کہہ دیجیے کہ مجھے اللہ سے اور کوئی بھی پناہ نہ دے سکے گا اور میں تو اس کے سوا اور کسی کو اپنا سہارا بھی نہیں پاتا۔

ہاں صادق وہ ہے جو اپنے عزیز و اقارب کی نسبت بھی یہ پیغام سناتا ہے:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝ ۔اپنے خاندان کے قریب ترین اشخاص کو بھی ڈرا دے۔

(۳۰) ..... وہ صادق ہے، منازل روحانی میں صدق کا درجہ نہایت اعلیٰ ہے۔ صدق ہی روح اعمال ہے اور صدق ہی معیار احوال، صدق ہی وہ دروازہ ہے جو دربار ذوالجلال تک پہنچا ہے، صدق ہی بنیاد دین ہے اور صدق ہی کی چوب پر یقین کا خیمہ کھڑا ہے۔ صدق ہی ہے۔ جس کا سوال خلیل رب العالمین نے فرمایا تھا:

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝

صدق ہی ہے جس کی مجلس دربار شاہی کے قریب میں منعقد ہوئی۔

فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝

نبی ﷺ ہی صادق ہیں اور حضور ﷺ کا یہ نام یوحنا کو مکاشفات میں بتایا گیا ہے، حضور ﷺ ہی صادق ہیں، اپنی قوم میں اور اپنے وطن میں اطراف و اکناف میں حضور ﷺ اسی نام سے قبل از نبوت روشناس ہوئے۔

وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ ۔ وہ جو صدق کو لے کر آیا۔

حضور ﷺ ہی ہیں جن کے متبعین صدیقیت و محدثیت کے مراتب پر فائز ہوئے۔

(۳۱) ..... وہ مصدوق ہے، اس کے صدق پر زمین و آسمان گواہ ہیں۔ اس کے صدق کی شہادت میں بر و بحر تر زبان ہیں۔ عیسائیوں کے رہبان اور احبار یہودیوں کے ائمہ اور ربیّون اس کی صداقت کے کلمہ خوان ہیں۔ لات و منات و عزیٰ کے پجاری اپنے اپنے کذب و بطلان اور حضور ﷺ کے صدق و حقانیت کے معترف ہیں۔ زبور اور امثال ذی الکفل اور دانیال، یسعیاہ و یرمیاہ، حبقوق و حزقائیل، حجی و ملاکی، زکریا و یحییٰ علیہم السلام کے صحیفے اس کے صدق و حقانیت کے بیان سے مملو ہیں۔ عباس بن مرداس جو عیسائیوں کے مشہور بشپ تھے۔ اپنے قصیدہ نعتیہ میں فرماتے ہیں۔

فامنت بالله الذی اناعبده ... وخالفت من امسی یرید الهالکا

ووجهت وجهی نحو مکة قاصدا ... وبایعت بین الاخشبین المبارکا

نبی اتانا بعد عیسیٰ بناطق من الحق فیه الفضل کذالکا

(۳۲)..... وہ طہ ہے، وہ زہرۃ الحیوۃ الدنیا سے دور ہے، وہ نعمت ہائے باقیہ سے پرورش یافتہ ہے، وہ وَرَتِّلْ لَهٗ قَوْلًا کی سند ہاتھ میں لے کر آیا ہے، اسکی راحت اس کی آسائش، اس کی خوشنودی اس کی رضا کا رب العالمین خود نگران ہے۔

(۳۳)..... وہ طیب ہے، اس کی اصل، اس کی نسل، اس کی ازواج، اس کی ذریت، اس کا پیکر، اس کا عنصر ارجاس و انجاس وعیوب ونقائص قبائح اور رزائل سے پاک ہے۔ وہ زکی ہے، وہ طاہر ہے، طیبون اس کے ثنا گستر ہیں اور قدوسی اس پر درود خواں۔ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

صَلَّى الْإِلٰهُ وَ مَنْ يَحُفُّ بِعَرْشِهٖ وَالطَّيِّبُوْنَ عَلَى الْمُبَارَكِ اَحْمَدِ

(۳۴)..... وہ طاہر ہے، وہ حسب ونسب میں عالی ہے، آبائے اولین جو اسی کے نور کے حامل تھے، سفاح سے پاک رہے اور عمود نسب سے جملہ بزرگان ومحترمین اغیار کی غلامی سے آزاد۔

وہ طاہر بھی ہے اور مطہر بھی، اسی نے طہارت کی تعلیم دی اور اسی نے طہارت ظاہری و باطنی سے اپنے متبعین کو پاک ٹھہرایا۔ اسی کی تعلیم نے فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ کی جماعت کو قائم فرمایا اور اسی کے احکامات وافعال کی غایت تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ (۹:۱۰۳) کو ٹھہرایا ہے۔

(۳۵)..... وہ عبداللہ ہے، عبودیت ہی کمال انسانیت ہے اور عبودیت کی تکمیل منازل نبوت ہی میں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس جگہ کسی نبی اللہ کا ذکر پیار اور محبت اور قبولیت کے لہجہ میں فرماتا ہے، تو اس جگہ لفظ عبد کا اضافہ فرماتا ہے۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ (۳۸:۱۷) وَاذْكُرْ عَبْدَنَاۤ اَيُّوْبَ (۳۸:۴۱) ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا (۱۹:۲)

نبی ﷺ کی عبودیت وشجرہ طیبہ ہے جس کے پھل نہایت شیریں ہیں۔

الف..... تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ (فرقان) نزول قرآن کا سبب عبودیت کاملہ ہے۔

ب..... اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ (زمر) کفایت الٰہیہ کا سبب عبودیت ہے۔

ج..... سُبْحٰنَ الَّذِيْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا (بنی اسرائیل) معراج عبودیت کا ثمر ہے۔

د..... فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى (نجم) خطابات عالیہ کا شرف عبودیت پر عطا ہوا۔

یہ سچ ہے کہ مسیح علیہ السلام نے بھی صدیقہ مریم کی گود میں اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ کہا تھا اور حضور ﷺ کو بھی آیت وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ (سورۂ جن) میں عبداللہ فرمایا گیا ہے۔ لیکن ہر دو مقامات پر تفاوت درجات کا نور اپنی اپنی ضیا میں روشن ہے۔ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ حضرت مسیح علیہ السلام کا اپنا قول ہے۔ ہنوز فعل اس کی معیت میں نہیں۔

نبی ﷺ کو خود رب العالمین نے عبداللہ فرمایا اور حضور ﷺ کی قیام بر عبادت اور قیام بر دعوت کا تذکرہ بھی ساتھ ہی ساتھ موجود ہے۔ ہاں وہ عبداللہ ہے اور اس کی عبودیت کا شاہد خود معبود مسجود ہے۔

وہ عبداللہ ہے اور دعوت عبودیت میں وہ سب سے زیادہ کامیاب ہے، وہ عبداللہ ہے اور اس نے کلمہ توحید میں اپنے مبارک ومحمود اسم کے ساتھ عبدہ ورسولہ۔ کو جزو لاینفک بنا دیا ہے۔ ناممکن ہے کہ کوئی شخص کلمۂ شہادت پڑھنا چاہیے اور وہ اسم اللہ کے ساتھ وحدہ لاشریک لہ اور اسم محمد کے ساتھ عبدہ ورسولہ نہ پڑھے۔

اے مالک میں بھی اس مقام پر کلمہ شہادت کو دہراتا ہوں اور تیرے خزائن رحمت میں بطور امانت سپرد کرتا ہوں۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا وَّ بِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا۔

(۳۶) ..... وہ عفو ہے، عفو اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے بھی ہے اور نبی ﷺ کی صفات عالیہ میں سے بھی جملہ صفات نبویؐ ہی کی صفات الٰہی کے ظلال ہیں اور حضور ﷺ کے جملہ محاسن عطیات ربانی ہی کے مظاہر ہیں۔

(۱) ..... وہ تنعیم کے اسی اعدائے دین کو جنہوں نے حضور ﷺ کو مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ مصروف نماز دیکھ کر قاتلانہ حملہ کر دیا تھا، معاف کر دینے والا وہی ہے۔

(۲) ..... زینب بنت الحارث بن سلام خیری کو جو مسموم گوشت کا ہدیہ لے کر آئی اقبال جرم کے بعد معاف کر دینے والا وہی ہے۔

(۳) ..... سرداران قریش کو جنہوں نے ۱۳ رسال تک اشاعت اسلام کو روکا اور اسلام میں داخل ہونے والوں کو مشق ستم اور ہدف تیر و نیزہ بنایا۔ مغلوب کر لیے جانے کے بعد معاف کر دینے والا وہی ہے۔

(۴) ..... ابن سلول رئیس المنافقین اور اس کی جماعت اہل یثرب کو بار بار معاف کرنے والا اور ان کی ناجیانہ حرکات سے درگزر کرنے والا وہی ہے۔

(۵) ..... جنگ حنین کے چھ ہزار قیدیوں کو ایک زبانی درخواست پر آزاد کرنے والا وہی ہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

عَفُوٌّ عَنِ الزَّلَّاتِ يَقْبَلُ عُذْرَهُمْ فَاِنْ اَحْسَنُوْا فَاللّٰهُ بِالْخَيْرِ اَجْوَدُ

دنیا کی تاریخ ایسے عفو و درگزر کے نظائر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

(۳۷) ..... وہ فاتح ہے، اگر فتح کے معنی کشور کشائی و ملک گیری ہیں تو یقیناً حضور ﷺ کی سیرت پاک میں اس کے نمونے بہت کم ملیں گے۔ حضور ﷺ کے مشہور غزوات جن میں لڑائی بھی ہوئی۔ بدر و احد، احزاب و خیبر اور حنین ہیں۔ ان پانچ میں سے فاتحانہ قبضہ صرف خیبر پر کیا گیا تھا اور وہ بھی اس طرح کہ وہاں کی ارضیات پر انہی دشمنوں کا قبضہ قائم رکھا گیا اور ان سے صرف حق مالکانہ کا فیصل کر لیا گیا۔ باقی چار مقامات کی بابت سنو کہ احد اور احزاب کی جنگ خود مسلمانوں کی اپنی مزین پر ہوئی اور بدر و حنین میں فتح کے بعد بھی کوئی علاقہ شامل خالصہ نہیں ہوا تھا۔

یہ وجوہات بالا ضروری ہے کہ اسم فاتح کے معنی پر غور کیا جائے۔ قرآن مجید میں سورۂ اِنَّا فَتَحْنَا موجود ہے اور اسی میں حضور ﷺ کی فتح مبین اور نصرت عزیز کا اعلان فرمایا گیا ہے۔ وہ فتح صرف اسی ایک استحقاق حاصل کرنے کا نام ہے کہ آئندہ تبلیغ اسلام میں قریش مداخلت نہ کریں گے۔

ہاں! حضور فاتح ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنی تعلیم سے ناواقفوں کے سینے کھول دیے، اسرار روحانی واضح کر دیے۔ صراط مستقیم پر چلنے والوں کے سامنے جو موانع موجود تھے ان کو دور فرما دیا۔ حریت عطا فرمائی اور آزادی دین کے حقوق سے سب کو بہرہ مند فرمایا۔ عمان کا حکمران، اکیدر کا بادشاہ، حبشہ کا تاجور، یمن کا فرماں روا، شام کا حاکم مختار

اپنے اپنے مقامات پر مقیم اور اپنے اپنے ممالک پر متصرف اور اورنگ نشین ہیں، لیکن ان کے دل و دماغ کو اس حبیب اللہ ﷺ نے فتح کر لیا ہے اور اب ان کو فدوی باخلاص کہلانے میں وہ مزہ ملتا ہے جو شاہ گردوں قبا کہلانے میں نصیب نہ تھا۔ وہ دلوں کا فاتح ہے، وہ قلوب پر قبضہ کرنے والا ہے، وہ روح رواں ہے اور تاب وتواں کی جان ہے۔

(۳۸) ..... وہ قاسم ہے۔ صحیح بخاری کی حدیث میں: انا قاسم واللہ معطی۔ دینے والا اللہ ہے اور تقسیم کرنے والا میں ہوں۔ حضور ﷺ نے کن کن فیوض و برکات کو عام کیا اور کن کن تجلیات و تدلیات کو بصیرت افروز بنایا، کن کن آلاء ونعم سے دنیا کو متمتع کیا اور کن کن عطایا سے اہل دین کو ممتاز بنایا۔ یہ ایک وسیع بیان ہے۔

اس عرب کو جو گرسنہ علوم اور تشنہ حقائق تھا۔ حضور ﷺ ہی کی تقسیم نے سیر اور سیراب بنایا، جن نعمتوں کے گنجینہ دار اہل زرتشت تھے اور جن آلاء کے خازن اسرائیل تھے اور جن پرشاد کے بھنڈاری گنگا، جمنا پر قبضہ کرنے والے تھے، ان جملہ خزائن و دفائن کو حضور ﷺ نے نکالا اور عرب پر تقسیم کر دیا۔

وہ عرب جو اب تک ریگ بیاباں اور سنگلاخ وادی کے سوا اور کسی شے کے مالک نہ تھے، انہی لوگوں نے اپنی عطیات کا حصہ دار ہر ایک انسان کو بنایا۔ انہی نے ہر ایک صادر وارد کو اپنے دسترخواں پر بٹھلایا۔ انہی نے مساکین وابنائے سبیل کے لیے مشرق سے مغرب تک لنگر جاری کیے، پیاؤ بٹھلائے، برابر کا بٹھلایا یا برابر کا پلایا، غیروں کو اپنا کیا اور دشمنوں کو چھاتی سے لگایا اور اس طرح پر آج تمام دنیا زلہ خوار کرم مصطفے ہے اور جملہ اہل عالم نمک خوار احمد مجتبیٰ ہے، ورنہ یہ حقائق، یہ معارف دنیا کو کہاں نصیب تھے۔

(۳۹) ..... وہ مصطفی ہے، نبی ﷺ کے خاص اسمائے مبارکہ میں سے ہے۔ حتی کہ اسم مصطفیٰ اب حضور ﷺ کے لیے بطور علم مستعمل ہے اور دوسرے کے لیے نہیں۔ آیات قرآنیہ سے واضح ہے کہ آدم اور نوح اور ابراہیم وموسیٰ خصوصیت سے وہ بزرگوار ہیں، جن کے لیے فعل اصطفی کا اطلاق ہوا ہے اور اصطفی کا سبب یا ذریعہ کلام الٰہی اور وحی ربانی کا نزول تھا۔ یہ وجوہ امتیاز بدرجہ اتم واکمل وجود نبی ﷺ میں موجود ہیں۔

کتاب استثناء کے باب ۱۸ میں نبی کریم ﷺ کی خاص وجہ شناخت یہی فرمائی گئی ہے کہ اس کے منہ میں اللہ کا کلام ہوگا۔ وہی کا نزول اور اس کا تسلسل تنزیل اور تکمیل کی کیفیت جو کچھ قرآن مجید میں پائی جاتی ہے وہ اور کسی دوسری کتاب میں نہیں۔ لہذا محمد ﷺ ہی وہ برگزیدہ وچیدہ ہستی ٹھہرے جن کا نام مصطفی ہوا اور جن کا اصطفی ہر ایک مقدس کے اصطفاء سے برتر واعلی ہو۔

قرآن مجید میں: اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۙ (سورۃ آل عمران) فرمایا گیا ہے۔

آل ابراہیم میں سیدنا ابراہیمؑ خود اور حضور ﷺ کی آل ہر دو شامل ہیں اور اس اسلوب کلام کے اختیار کرنے کی وجہ ہے ہی یہی کہ آل ابراہیم کا اصطفی حضور ﷺ ہی کی شمولیت پر مبنی ہے۔

(۴۰) ..... وہ مطاع ہے، اللہ تبارک وتعالی ہی کی ذات سبحانی ہے۔ جس کی اطاعت مقصود بالذات ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے اطاعت کرنے والوں کی شناخت کے لیے یہ معیار مقرر کر دیتا ہے کہ انبیاء الٰہی کی اطاعت کرنے والے ہی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے سمجھے جائیں گے، اور اطاعت انبیاء سے گریز کرنے والے ہی اطاعت ربانی سے گریز

کرنے والے قرار دیے جائیں گے۔ اس رسول کو اللہ تعالیٰ نے بہ طور قانون محکم ظاہر فرما دیا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (النساء:۶۴)

اصولی حکم کے بعد ذات مبارک نبوی ﷺ کی نسبت خصوصیت سے فرما دیا۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۔ اس رسول کی جس نے اطاعت کی تو اس نے بالضرور اللہ ہی کی اطاعت کی۔

بعد ازاں فرما دیا: اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۔ ان کی اطاعت کرو گے تو ہدایات یاب بن جاؤ گے۔

قرآن مجید میں مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی صفت میں فرمایا گیا ہے۔

اور سورۂ تحریم میں وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۔ نازل کیا گیا۔

مطلب یہ ہوا کہ وہ مطاع آسمانی اور امین وحی ربانی بھی حضور ﷺ کے مددگاروں میں اسی طرح داخل ہیں، جیسے دیگر ملائکہ اور جملہ مؤمنین ہر دو آیات نے نبی ﷺ کا سب سے بڑھ کر مطاع ہونا واضح فرما دیا۔

لہٰذا اب کوئی نبی یا مرسل، کوئی ملک یا حامل وحی، کوئی پیر و مرشد، کوئی امام، کوئی شہید، یعنی مخلوق الٰہی میں سے کوئی بھی ایسا باقی نہیں رہ جاتا جو سیدنا و مولانا محمد ﷺ کے سامنے مطاع کہلانے کی جرات کر سکتا ہو یا جس کی اطاعت محمد ﷺ کی اطاعت کو چھوڑ کر باعث ہدایت و قرب ربانی بن سکتی ہو۔ حدیث پاک ولو کان موسیٰ حیا لما وسعہ الا اتباعی اسی راز کی کاشف ہے۔ ہاں! ہر ایک کلمہ خواں اسلام کا دین و ایمان یہی ہے کہ قرب الٰہی اور رضوان سبحانی اور مغفرت و نجات کا ذریعہ خالق اور مخلوق کے درمیان صرف ایک ہے اور وہ اطاعت محمدیؐ کے۔

ہم اقرار کرتے ہیں کہ اگر آج کوئی شخص سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت کا مدعی بن کر حضور ﷺ کی اطاعت سے اظہار استغفار کرے تو وہ مغفرت و نجات سے دور ہے اور قرب و رضوان کے منازل عالیہ سے مہجور۔ نبی ﷺ ہی مطاع ہیں اور حضور ﷺ کی اطاعت، اللہ کی اطاعت ہے۔ ائمہ دین اور اصحاب کرام کے مدارج و مناسب اس لیے دیگر مخلوق سے برتر عالی ہیں کہ یہ بزرگوار حضور ﷺ کی اطاعت میں مستحکم اور کامل ترین ہیں۔

محمد عربی کا بروئے ہر دوسراست — کسے کہ خاک درش نیست خاک برسراست
پنداری سعدی کہ راہ صفا — تواں یافت جز در پیٔ مصطفیٰ

(۳۱) ..... وہ ماحی ہے صحیحین کی متفق علیہ حدیث پاک عن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ میں ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ لِيْ خَمْسَةَ اَسْمَآءٍ اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِيْ الَّذِيْ يَمْحُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ وَ اَنَا الْحَاشِرُ الَّذِيْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَنَا الْعَاقِبُ الَّذِيْ لَيْسَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ ۔

حضور ﷺ ماحی ہیں، کفر و ضلالت کو محو کرنے والے، شرک اور ما سوا پرستی کو مٹا دینے والے۔ حجاب رسم و نفس کو اٹھا دینے والے، کفران و خذلان کے غاروں کو بھر دینے والے، طغیان و عصیان کو بلند، بلند چوٹیوں کو پیوست کر دینے والے حضور ﷺ ہی ہیں جنہوں نے عرب کے تین سو ساٹھ بتوں کو جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۔ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۔ کا حکم سنا کر اوندھے منہ گرایا۔

حضور ﷺ ہی ہیں: جن کے ارشادات کے بعد نصاریٰ نے حضرت مریمؑ کو اللہ کی والدہ کہنے سے اجتناب کیا

حضور ﷺ ہی ہیں: جن کی تعلیم نے مانی مشروک کی ناپاک تعلیم سے ایران کو نجات دی۔
حضور ﷺ ہی ہیں: جن کی ہدایت نے دام مارگیوں، چتر رنگدیوں جیسے فحش پسند فرقوں کا بیڑہ غرقاب کیا۔
حضور ﷺ ہی ہیں: جنہوں نے معصوم بچیوں کو پیوند خاک ہونے سے اور ناکردہ گناہ دلہنوں کو زندہ نذر آتش بنائے جانے سے بچایا۔
حضور ﷺ ہی ہیں: جنہوں نے خمر وقمار کو رجس ونجس بتایا۔
حضور ﷺ ہی ہیں: جنہوں نے ایک نشیلی چیز کو جوہر صحت انسانی کا دشمن ظاہر کیا۔

الغرض! مفاسد ورذائل کو مٹانا مکارہ ومآثم کو محو کرنا حضور ﷺ ہی کی پاک اور طیب تعلیمات کا خاصہ ہے۔ لہٰذا حضور ﷺ کا ماحی ہونا مسلم ہے۔

(۳۱)..... وہ حاشر ہے، قیامت کے دن مرقد پاک اور آرام گاہ خاص سے سب سے پہلے سر اٹھانے والے احیائے موتی کی کیفیت کا ملاحظہ کرنے والے، منادرب العباد کی ندا پر سب سے پہلے لبیک پکارنے والے عذر خواہی امت کی سب سے پہلے جارہ گری فرمانے والے حضور ﷺ ہی ہیں۔

(۳۲)..... وہ عاقب ہے سب سے پیچھے آنے والا۔ جملہ انبیاء کی اقتداء کو جمع کرنے والا عدیم النظیر عدیم المثال آغاز نبوت کا انجام اور انجام رسالت کا اتمام۔

(۳۳)..... وہ نور ہے۔ اسی کے دین پر چلنے والا فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (زمر) کے نورانی خلعت سے ممتاز ہے، اس کی لائی ہوئی کتاب کو نور بتایا گیا ہے۔ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗ (سورۂ اعراف)۔ اس نور کا اتباع کیا جو اس پر نازل کیا گیا ہے۔ اسی کا مبارک نام سورہ مائدہ میں بتلایا گیا ہے۔ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۔

خازن ومعالم میں نور کو نبی ﷺ ہی کی ذات بتایا ہے۔ حضور ﷺ ہی وضوح امر اور تبین نبوت میں نور ہیں اور حضور ﷺ ہی کی تعلیم تنویر قلوب کے لیے نور ہے۔ حبیب اللہ ﷺ کی دعائے ذیل پر غور کرو، اور دیکھو کہ مجیب الدعوات سے روزانہ کس شے کا سوال ہے۔ کیا ذات سبحانی کسی سوال کا رد بھی فرماتی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَّ فِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَّ فِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَّ عَنْ يَمِيْنِيْ نُوْرًا وَّ يَسَارِيْ نُوْرًا وَّ فَوْقِيْ نُوْرًا وَّ تَحْتِيْ نُوْرًا وَّ اَمَامِيْ نُوْرًا وَّ خَلْفِيْ نُوْرًا وَّ اجْعَلْ لِّيْ نُوْرًا وَّ فِيْ لِسَانِيْ نُوْرًا وَّ فِيْ دَمِيْ نُوْرًا وَّ فِيْ عَصَبِيْ نُوْرًا وَّ فِيْ شَعْرِيْ نُوْرًا وَّ فِيْ بَشَرِيْ نُوْرًا اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِيْ نُوْرًا اَللّٰهُمَّ اَعْظِمْ لِيْ نُوْرًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ نُوْرًا.

ترجمہ:..... الٰہی میرے قلب میں نور ہو، میری آنکھوں میں نور، میرے کانوں میں نور، میرے داہنے نور، میرے بائیں نور، میرے اوپر نور، میرے آگے نور، میرے پیچھے نور، نور کو میرا بنادے، میری زبان میں نور ہو، میرے خون میں نور ہو، میرے پٹھوں میں نور ہو، میرے بالوں میں نور ہو، میرے چہرے پر نور ہو یا اللہ مجھے نور عطا فرما، یا اللہ میرے نور کو بڑھا، یا اللہ مجھے نور ہی بنا۔

کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ قصیدہ ''بانت سعاد'' میں کہتے ہیں: اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ يُّسْتَضَآءُ بِهٖ

(۳۵)..... وہ مدثر ہے۔ تدثیر کے معنی ہیں طائر کا اپنے گھونسلے کو درست کرلینا۔ کاشانہ عالم حضور کے علو مراتب کے مقابلہ میں ایک آشیانہ کی حیثیت رکھتا ہے اور حضور ﷺ کا اس آشیانہ کو درست ومحکم بنادینا اہل عالم کی ضروریات

مادی واخلاقی وروحانی کو مکمل فرمادینا ہے۔ یہ تکمیل انداز اور تکبیر وتہلیل ربانی اور تطہیر خلائق از علائق مادی وقلبی کی تدابیر سے فرمائی گئی ہے، رجز ورجس کو دور فرما کر طہارت ظاہری وباطنی سے اہل عالم کو مطہر بنانا اسی مدثر کا کام ہے۔

(۴۶) ..... وہ مزمل ہے، اس کی آنکھیں دنیائے تیرہ وتاریک کے بدنما چہرہ کو نہیں دیکھ سکتیں۔ اس کے کان عالم زور کے کذب وبہتان کو نہیں سن سکتے، وہ گھبرا کر غار حرا کے خلوت کدہ میں چلا جاتا ہے، اس کی پاک فطرت کے مطابق تحلیات قدسیہ کو اس کے سامنے کھول دیا جاتا ہے۔ ملکوت اعلیٰ کے مظاہر کو ظاہر کر دیا جاتا ہے۔ کلام لم یزلی سامع نواز بن جاتا ہے۔ اس وقت ترہب وتبتل کا راز آشکارا کر دیا جاتا ہے۔ جو لوگ ظلمت کدہ آفرینش سے بیزار ہوئے اکثر انہوں نے راہ فرار اختیار کی۔ دانش مند بدھ مرتاض دیوجانس، رشی وید بیاس وغیرہم نے جو آسمان تاریخ کے روشن کواکب ہیں، اسی روشنی کو پسند فرمایا۔ ہزاروں نن ومنک نے نیک نیتی سے رہبانیت ہی کو اس دنیائے غدار سے چھوٹنے کی اعلیٰ تدبیر سمجھا، ہزاروں چینی درویش اسی ریاضت میں اپنی جان پر کھیل گئے۔

قدرت ربانیہ نے تبتل کا نسخہ اس مزمل کو بتایا۔ وہ فوراً کھڑا ہو جاتا ہے، اس کا سارا دن مخلوق کی رہنمائی اور عقدہ کشائی میں پورا ہو جاتا ہے۔ اس کی ساری رات اپنے مالک کے سامنے معروضات کے پیش کرنے میں گزر جاتی ہے اس کی انذار وبشارت بعض کے سامنے فرعونیوں کے انجام کو قریب کر دیتی ہے اور بعض کو ہلاکت وتباہی کے بحر احمر سے بخیر وسلامت گزر جانے کے لیے دلیل راہ بن جاتی ہے۔ ہاں وہ مزمل ہے۔ وہ فرعونیوں کے لیے موسیٰ علیہ السلام جیسا شکوہ اور ایمانیوں کے لیے عیسیٰ علیہ السلام جیسا یقین اور مذموم عاقبت والوں کے لیے ہدی محمد ﷺ لے کر آیا ہے۔

(۴۷) ..... وہ مشہود ہے، امام قرطبیؒ کا بیان ہے کہ ''انبیاء علیہم السلام شاہد ہیں اور محمد ﷺ مشہود ہیں'' قرطبی کا فرمودہ درست ہے۔ سیدنا یعقوب، موسیٰ، داؤد، سلیمان وشعیاہ علیہم السلام ودانی ایل ویرمیاہ وحبقوق ویوحنا ومسیح علیہ السلام نے حضور ﷺ کی شہادت ادا کی ہے۔ حضور ﷺ کے خیر مقدم اطلاعیں دی ہیں۔ حضور کا حلیہ، حضور کا مقام ولادت وہجرت، حضور پر کلام اللہ کا نزول، حضور کی پاک تعلیم اور راست بازی کاملہ کا دروس پاک کا ذکر فرمایا ہے۔ لہٰذا حضور ﷺ انبیاء علیہم السلام کی زبان پر بالتحقیق مشہود ہیں۔

کارو لائل، سرمور واشنگٹن، جان ڈیون، ایڈورڈ گبن جیسے بے باک آزاد خیال بھی حضور ﷺ کی روشن ضمیری، خیر خواہی خلائق، بے لوث زندگانی، پاک ترین حیات، پاک ترین مقصود کے لیے پاک ترین تدابیر کے عمل میں لانے کے مدحت طراز اور توصیف نگار ہیں۔ ہاں، وہ زمین وآسمان جس میں روزانہ اس کی عبودیت ورسالت کی شاہانہ نوبت اوقات خمسہ میں بلند آوازہ ہے حضور ﷺ کا مشہود ہونا تسلیم کر رہے ہیں۔

(۴۸) ..... وہ رؤف اور رحیم ہے، ہر دو اسماء یقیناً اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کے کلام میں حضور ﷺ کا بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ (۹:۱۲۸) ہونا مسلم ہے۔ اختصار نگار کے لیے یہی سند کافی ہے۔

(۴۹) ..... وہ مذکر ہے، رات کی تاریکی میں جب کہ قافلہ بھی آگے بڑھنے کی جرات نہ کر سکتا ہو، وہ آگے بڑھتا ہے۔ خشک پتھروں کی اوٹ اور ریت کے بستر پر لیٹنے والوں کی تذکیر فرماتا ہے اور وہی مبارک نام جس کی تذکیر فرمائی گئی، سننے والوں کے دل وزبان کو بطور ذکر دوام جاری ہو جاتا ہے۔ وہ مخالفین کی محفلوں، سالانہ منڈیوں، پر رونق

میلوں، ٹھیلوں پر جاتا ہے اور یا اَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا کی تذکیر فرماتا ہے۔

وہ پہاڑ پر جاتا ہے، پتھر کھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا پاک نام غافلوں کی جماعت تک پہنچاتا ہے۔ وہ میدان جنگ میں نرغہ اعداء میں گھرا ہوا ہے، اس کا بازو، اس کا سر، اس کے دو دندان مبارک سنگباری سے مجروح ہیں۔ لیکن وہ اس حالت میں بھی تذکیر فرما رہا ہے، وہ بستر پر پڑا ہوا ہے، دو دن سے شدید تپ ایک منٹ کے لیے بدن سے الگ نہیں ہوئی۔ دردِ سر بھی ہے۔ ضعف و ناتوانی کا غلبہ ہے، لیکن وہ تذکیر میں مشغول ہے۔ وہ وصایا و نصائح سے امت کے مستقبل کی فکر فرما رہا ہے اور اللہ پاک کا نام تلقین کر رہا ہے۔ وہی مذکر ہے اور تذکیر اسی پر ختم ہے۔

(۵۰)..... وہ مبارک نام ہے۔ لفظ برکت، برك البعير سے ماخوذ ہے، اونٹ کا جم کر بیٹھ جانا۔ اس لفظ کا مفہوم لغوی ہے۔ برکت میں استقرار اور دوام کے معانی داخل و شامل ہیں۔ وہ مبارک ہے، اسی کا دین ہمیشہ تک رہنے والا ہے، اسی کی شریعت نسخ سے مبرا ہے۔ وہی تا قیام قیامت سب کا ہادی ہے۔ اسلام جہاں پہنچ گیا، جم گیا۔ سب ملک اسی کے ہیں، وہ ہر جگہ کو اپنا وطن سمجھتا ہے، سیدنا حسان رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے اس اسم کا استعمال کیا ہے۔

صَلَّى الْإِلٰهُ وَ مَنْ يَّحُفُّ بِعَرْشِهٖ وَالطَّيِّبُوْنَ عَلَى الْمُبَارِكِ اَحْمَدِ

سیدنا عباس بن مرداس ﷺ نے جو راہب نصرانی تھے اپنے نعتیہ قصیدہ میں کہا ہے:

وَ وَجَّهْتُ وَجْهِيْ نَحْوَ مَكَّةَ قَاصِدًا وَ بَايَعْتُ بَيْنَ الْاَخْشَبَيْنِ الْمُبَارِكَا

(۵۱)..... وہ مہاجر ہے۔ قرآن مجید مہاجرین و انصار کے فضائل و مدائح سے مملو ہے، مہاجرین کو انصار پر مزیت خاص اور امتیاز خاص ہے۔ مہاجرین وہی ہیں، جنہوں نے حضور ﷺ کی اقامت کو پورا کیا۔ گھر بار، خویش و تبار وطن و دیار کو ترک کر دیا، مگر حضور ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ مہاجرین کی ہجرت حضور ہی کی ہجرت سے مقبول ربانی ہوئی۔ حضور ﷺ مہاجر ہیں، جیسا کہ سیدنا ابراہیم و لوط و اسمٰعیل و موسیٰ و ہارون علیہم السلام بھی مہاجر تھے۔

(۵۲)..... وہ ہادی ہے، ہدایت کے معنی و مفہوم دو ہیں: (۱)..... کسی کے دل میں ایمان ڈال دینا۔ آیت ذیل میں اسی مفہوم کو بیان کیا گیا ہے: اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ (۲۸:۵۶)

تو ہدایت نہیں دے سکتا اسے جسے تو پسند کرتا ہے۔ لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جس کسی کو بھی وہ چاہے۔

(۲)..... کسی کو ایمان و یقین کی طرف بلانا اور اپنی دعوت کی حقانیت کو دلائل و براہین روحانی یا عقلی سے اور اپنے افعال حمیدہ و اقوال حکیمہ سے مستحکم کرنا بلا شائبہ غرض اور بلا آمیزش طمع خالصۃً خیر خواہی و نیک سگالی کے فرائض ادا کرنا۔ اس مفہوم کی تکمیل نبی کریم ﷺ کی ذات پر ہوتی ہے اور آیت ذیل میں اس معنی کو بیان کیا گیا ہے۔

وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۴۲:۵۲) تو بالضرور سیدھی راہ کی ہدایت کرنے والا ہے۔

نبی ﷺ نے ہدایت اور دعوت الی الحق کے جملہ بہترین طریقوں کو جمع فرما دیا تھا۔ کشادہ روئی، نرم خوئی، خلق عظیم ایسی صفات تھیں کہ دشمن بھی حضور کو دیکھ کر اپنی دشمنی بھول جاتا تھا۔ شیریں کلامی، واضح بیانی ایسی کہ جو لفظ زبان مبارک سے نکلتا سامع کے قلب میں اتر جاتا تھا۔ دلائل و براہین کے وارد کرنے میں حضور ﷺ نے منطقیوں اور فلسفیوں کی ژولیدہ تقریروں اور مغلق الفاظ اور الزام خصم وغیرہ کے جملہ مسلک ترک کر دیے تھے۔

حضور ﷺ کے دلائل انفسی اور آفاقی ہوتے تھے۔ انسان کے سامنے خود اسی کی فطرت کو پیش کر دینا یا انسان کے ماحول کو انسان کے لیے دلیل راہ بنا دینا حضور ﷺ کا مبارک شیوہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ پر ان قوانین فطرت کو کھول دیا تھا، جن پر مخلوق کی آفرینش ہوئی ہے۔ لہٰذا حضور ﷺ کے دلائل بھی براہ راست سرشت انسانی اور خلقت بشری کو متوجہ و بیدار اور مخاطب کرنے والے ہوتے تھے۔ مع ہذا حضور نوع انسانی کے لیے ایسا مکمل نمونہ تھے کہ حضور کے افعال، حضور کے اقوال کے مصداق ہوتے تھے اور حضور ﷺ کے اقوال حضور کے افعال کا معیار تھے۔ اس ظاہر و باطل کے توافق اور افعال و اقوال کے تطابق نے حضور ﷺ کو نوع بشر کا سچا ہادی بنا دیا تھا۔ ضرار بن الخطاب الفہری رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے دن حضور ﷺ کے سامنے ایک قصیدہ پڑھا تھا، جس کا ایک شعر یہ ہے:

يَا نَبِيَّ الْهُدٰى اِلَيْكَ لِجَاجِيْ قُرَيْشٌ ولدت حين جاء

نابغہ جعدی کا شعر ہے:

اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ اِذْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَ يَتْلُوْا كِتَابًا كَالْمُجَرَّةِ نَيِّرًا

(۵۲) ..... وہ یٰس ہے، وہ سید ہے، وہ سید الناس ہے، وہ سید البشر ہے۔ اس کا صدق اس کی دیانت اس کی راستی سب پر ثابت ہو چکی ہے۔ اب خواہ اس کا اعتراف کریں یا نہ کریں۔ قرون ماضیہ میں بعض اقوام کے پاس یکے بعد دیگرے تین تین نبی بھیجے گئے اور وہ صرف ایک تسمہ طیبہ کو جنت تک پہنچانے میں کامیاب ہوئے۔

یہ سید وہ ہیں جو اکیلا آیا، سینکڑوں اور ہزاروں کو ظلمات سے نکالنے اور نور میں پہنچانے کا سبب ٹھہرا۔ وہ کبھی عرب سے باہر نہیں گیا، مگر اس کی تبلیغ نے دنیا کے ہر ایک بر اعظم پر قبضہ کیا۔ وہی اندھوں کے لیے بینائی ہے اور وہی بیناؤں کے لیے روشنی، دلوں پر گرے ہوئے پردوں کو اٹھا دینے والا، بہرے کانوں تک صدائے حق پہنچا دینے والا، اسرائیلیوں اور اسماعیلیوں کی منافرت کو دور کرنے والا، عرب اور عجم کو ایک کر دینے والا۔

وہ احرار کا سید اور غلاموں کا مولی ہے، امویہ، عباسیہ، فاطمیہ، رشیدیہ، مغلوں اور ترک، اور افریقی و مراکشی، الجزائری و حجازی اگرچہ اپنی اپنی فرمان دہی و حکمرانی میں اپنے آپ کو لاثانی سمجھتے ہیں۔ ایک سلطنت دوسری سلطنت کی اہمیت و شوکت سے انکاری ہے لیکن حضور ﷺ کی کفش برداری کو ہر ایک تاجدار اپنا افتخار سمجھتا ہے۔ حضور ﷺ کے دربار میں خاک پر جگہ مل جانے کو تخت و اورنگ کی نشست سے بہتر جانتا ہے۔ درحقیقت حضور ہی سید ہیں اور حضور ﷺ ہی سرور عالم۔

(۵۳) ..... وہ خاتم النبیین ہے، آیت قرآنیہ میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (۳۳:۴۰) فرمایا گیا ہے۔ اس آیت میں کیسی برقی طاقت موجود ہے۔ طبائع انسانی پر اس کو کتنی قدرت حاصل ہے۔ اس آیت سے پیشتر ہی بنی اسرائیل میں سینکڑوں اور ہزاروں کو نبی تسلیم کیا گیا۔ ہندوؤں میں کروڑوں اشخاص کو دیوتا مانا گیا۔ چین و ایران میں بھی سروش یزدانی کا نزول اور ملکوتی جلال کی تدلیات ہزاروں پر اترتی رہیں، مگر اس آیت کا اترنا تھا کہ تمام مذاہب اور جملہ ممالک اور جمع اقوام کے علم و خیال اور دل و دماغ سے وجود نبوت اور اس کے دعوی کے اظہار کا تصور تخیل ہی

اٹھ گیا۔ سب نے اپنے گھروں میں بھی نبوت کے دروازوں پر قفل ڈال دیے اور ہر ایک مذہب نے اپنے طریق عمل سے صحت مضمون آیت پر صادر کر دیا۔ دیکھیے اسے کہتے ہیں نصرت ربانی اور اسے کہتے ہیں کلام ربانی، جس کے نزول کے بعد منکرین نے بھی اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور مخالفین نے بھی اس مسئلہ پر اپنا عملی اتفاق پیش کر دیا۔ نظامی گنجوی فرماتے ہیں۔

نبوت را توئی آن نامہ درمشت کہ از تعظیم دارد مہر برپشت

عباس بن مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

یَا خَاتِمَ النَّبَاءِ إِنَّكَ مُرْسَلٌ بِالْحَقِّ كُلُّ هُدَى السَّبِيْلِ هَدَاكَا

اب میں اس مضمون کو جو اختصار کے ساتھ لکھا گیا ہے، اسم مبارک احمد ﷺ کے اعداد (۵۴) پر ختم کرتا ہوں۔ ان شاء اللہ پھر کبھی اسے اسم مبارک محمد کے اعداد ۹۲ تک وسعت دی جائے گی اور معانی ولطائف میں بھی ذرا وسعت وفسحت سے کام لیا جائے گا اور پھر بھی یہی ہوگا کہ اس اعتراف کو مکرر سدد ہراتا رہوں گا۔

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار گلچین تواز تنگی داماں گلہ دارد

فصل ششم..... سنت مصطفویہ وطریقہ محمدیہ

قاضی عیاضؒ نے کتاب الشفاء میں حدیث ذیل بروایت حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ بیان کی ہے اس سے نبی ﷺ کے محاسن اخلاق اور مکارم عادات کا وضوح بخوبی ہوتا ہے۔ مصنف کا جو درجہ حدیث میں ہے، وہ ان کی کتاب اکمال شرح صحیح مسلم اور مشارق الانوار سے بخوبی نمودار ہے۔ نبی کریم ﷺ کے فضائل وشیم وخصائل کے بیان صحیح میں جو ان کو شغف قلبی ہے، وہ ان کی کتاب الشفاء فی بیان حقوق المصطفی سے خوب واضح ہے۔ مصنف کی ثقاہت اور امانت فی الدین توثیق حدیث کے لیے مکتفی ہے۔ مع ہذا جملہ کلمات واردہ کی تطبیق دیگر روایات متعددہ سے ہو جاتی ہے۔

شرح حدیث کے وقت خوش قسمتی سے علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن بکر بن ایوب بن سعد الزرعی الدمشقی الفقیہ الحنبلی المفسر النحوی الاصولی المتکلم الشہیر بابن قیم الجوزیۃ کی کتاب مدارج السالکین بھی مل گئی ہے۔ یہ کتاب شیخ الاسلام الہروی عبداللہ بن محمد بن علی الصوفی القدوۃ الحافظ احد الاعلام کی کتاب منازل السائرین کی شرح ہے۔ اس شرح میں ہر دو کتب سے پورا پورا استفادہ کیا گیا ہے۔ جَزَاهُمَا اللّٰهُ عَنَّا خَيْرَ الْجَزَاءِ۔ حدیث یہ ہے:

عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ سُنَّتِهٖ فَقَالَ: اَلْمَعْرِفَةُ رَأْسُ مَالِيْ وَالْعَقْلُ اَصْلُ دِيْنِيْ وَالْحُبُّ اَسَاسِيْ وَالشَّوْقُ مَرْكَبِيْ وَ ذِكْرُ اللّٰهِ اَنِيْسِيْ وَالثِّقَةُ كَنْزِيْ وَالْحُزْنُ رَفِيْقِيْ وَالْعِلْمُ سِلَاحِيْ وَالصَّبْرُ رِدَائِيْ وَالرِّضَا غَنِيْمَتِيْ وَالْعِجْزُ فَخْرِيْ وَالزُّهْدُ حِرْفَتِيْ وَالْيَقِيْنُ قُوَّتِيْ وَالصِّدْقُ شَفِيْعِيْ وَالطَّاعَةُ حَسْبِيْ وَالْجِهَادُ خُلُقِيْ وَقُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ۔

علیؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ حضور کا طریقہ (سنت) کیا ہے؟ فرمایا، معرفت میرا راس المال ہے، عقل میرے دین کی اصل ہے، محبت میری بنیاد ہے، شوق میری سواری ہے، ذکر الٰہی میرا انیس ہے، اعتماد میرا

خزانہ ہے، حزن میرا رفیق ہے، علم میرا ہتھیار ہے۔ صبر میرا لباس ہے، رضا میری غنیمت ہے، عجز میرا فخر ہے، زہد میرا حرفہ ہے، یقین میری خوراک ہے، صدق میرا ساتھی، طاعت میرا بچاؤ ہے، جہاد میرا خلق ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔

[1] ..... اَلْمَعْرِفَةُ رَأْسُ مَالِی معرفت میری اصل پونجی ہے:

رأس المال اس رقم کو کہتے ہیں جس کے بغیر تجارت کا آغاز ہی نہیں ہوسکتا، جس سے تاجر اپنی تجارت کو شروع کیا کرتا ہے، حدیث بالا میں معرفت کو راس المال فرمایا گیا ہے۔ معرفت لغت میں شناخت کو کہتے ہیں۔ اصطلاح عرفاء میں اس کا استعمال ہدایت پر بھی ہوتا ہے اور نہایت پر بھی۔ واضح ہو کہ معرفت کی ابتداء خود نفس انسانی کی شناخت سے ہوتی ہے۔ سعید وہ ہے جس کے شعور کا آغاز خود اپنے عیوب کی شناخت سے ہو۔

بائبل اور قرآن مجید میں سیدنا آدم علیہ السلام کی بابت ہے کہ تمیز کے بعد سب سے پہلے انہوں نے یہ شناخت کیا کہ وہ برہنہ ہیں، پھر اسی وقت انہوں نے درختوں کے پتے جمع کیے اور ان کو ٹانک ٹانک کر اپنی برہنگی کا پردہ بنایا۔ پدر اعظم کا اپنی اولاد کو یہ پہلا سبق ہے کہ جب انسان کو اپنا کوئی نقص یا عیب نظر آئے تو فوراً اس کے ازالہ کی تدبیر کرنا چاہیے۔

لغت اور شرع میں معرفت اور علم کے دو الفاظ ہیں جو شناخت کے لیے آتے ہیں، اہل علم کے نزدیک لفظ علم کا درجہ لفظ معرفت سے بدتر ہے، گو متصوفین کی اصطلاح میں اب لفظ معرفت کا درجہ لفظ علم سے برتر سمجھا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ	جب انہوں نے وہ کلام سنا جو رسول پر اتارا گیا تب ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے دکھائی دیے کیونکہ انہوں نے حق کی شناخت کرلی۔
وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ۔ (۱۰:۴۵)	جس دن ہم ان کو اٹھائیں گے (اور وہ سمجھیں گے) گویا دن کی ایک گھڑی کے برابر ہی وہ قبروں میں رہے ہیں تب وہ آپس میں ایک دوسرے کی شناخت کرلیں گے۔
وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ	جب یوسف علیہ السلام کے بھائی مصر آئے اور یوسف علیہ السلام کے سامنے گئے تو یوسف علیہ السلام نے ان کو شناخت کرلیا۔
اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ	جن کو ہم نے کتاب دی ہے، وہ اس کی شناخت رکھتے ہیں جیسی شناخت ان کو اپنے فرزندوں کی ہے۔

ہر چہار آیات بالا میں معرفت کا لفظ مستعمل ہوا ہے اور اس فعل کے فاعل انسان ہیں۔

اب لفظ علم کو مندرجہ ذیل آیات میں دیکھو۔

فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ (ھود)	جان لو کہ یہ اللہ کے علم سے نازل کیا گیا ہے۔
اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ (نساء)	اللہ نے قرآن کو اپنے علم سے نازل فرمایا ہے۔
قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (طٰہٰ)	اے نبی یہ دعا کیجیے کہ اے رب مجھے علم میں بڑھائیو۔

ان آیات میں علم کو ذات رب العالمین سے نسبت ہے۔ بلحاظ معنی معرفت و علم میں فرق یہ ہے کہ معرفت کسی شے کی

ذاتی شناخت کو کہتے ہیں اور علم کا اطلاق اس شے کے اندرونی احوال پر آتا ہے۔ لہٰذا معرفت کو تصور اور علم کو تصدیق کہا جاسکتا ہے۔ حدیث بالا میں معرفت کو رأس المال فرمانے سے اسی ابتدائی سلوک کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ جب کہ انسان کو اپنے بندہ ہونے کی اور رب العالمین کے مالک ہونے کی شناخت کا آغاز ہوتا ہے۔ یہی شناخت، یہی احساس بندہ کے لیے ہادی راہ بن جاتا ہے۔ واضح ہو کہ اہل تصوف نے امارت اور شواہد معرفت پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔

علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عارف کو تعلقات سے کیا علاقہ، محب کو شکوہ سے کیا نسبت، بندہ کو دعوی سے کیا تعلق۔

جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا عارف کسے کہتے ہیں؟ فرمایا: پانی کا رنگ ظرف کے رنگ کا سا نظر آیا کرتا ہے۔

اس قول کے معنی یہ ہیں کہ بندہ پر الوانِ عبودیت کا ظہور ہوتا ہے۔ وہ کبھی ابتلائے ربانی کے سامنے صابر ہوتا ہے اور کبھی نعمائے ربانی کی سامنے شاکر، کبھی وعدہائے صدق کی بشارت سے اس کا قلب خلد بہار ہوتا ہے اور کبھی مواعیدِ الٰہی سے وہ سراپا عجز وانکسار! ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ عارف کی تین نشانیاں ہیں:

① ..... نورِ معرفت پر نورِ ورع غالب ہو۔ ② ..... اعتقاد باطن حالت ظاہر سے متناقض نہ ہو۔

③ ..... نعم الٰہیہ کی فراوانی سے محارم الٰہیہ میں نہ گر پڑے۔

حقیقت یہ ہے کہ معرفت سے ہیبت پیدا ہوتی ہے اور اس ہیبت ہی کے اندر انس وانشراح ہوتا ہے، حدیث صحیح میں ہے

اَنَا اَعْرِفُكُمْ بِاللّٰهِ وَاَشَدُّكُمْ لَهٗ خَشْيَةً

"میں تم سب سے بڑھ کر اللہ کا عرفان رکھتا ہوں اور سب سے زیادہ اس کے سامنے خشیت والا ہوں"۔

گو معنی بالا کو الفاظ میں ظاہر فرما دیا گیا ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ معرفت وہ نور ہے، جو مؤمن کے سینہ میں رکھ جاتا ہے کہ وہ صفات کو سمجھ سکے اور شواہد براہین کا استعمال کر سکے۔ عارف صفات پر ایمان رکھتا ہے اور ان کو تشبیہ سے بالاتر سمجھتا، وہ تشبیہ کی نفی کرتا ہے اور تعطیل سے پرہیز کرتا ہے، آگے بڑھ کر وہ صفات وذات کی تفریق سے اجتناب کرتا ہے اور آگے بڑھ کر وہ جملہ وسائل، براہین اور شواہد سے منہ موڑ کر اپنے قلب وروح کو اپنے مالک کے انعام پر چھوڑ دیتا ہے، تب اسے معرفت کا حصہ بقدر ظرف حاصل ہو جاتا ہے۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (فاتحہ:) کا اشارہ اسی راز کی طرف ہے۔

② ..... اَلْعَقْلُ اَصْلُ دِيْنِيْ۔ میرے دین کی جڑ عقل ہے:۔ عیسائیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ مذہب میں عقل کو دخل نہیں۔ وہ عقیدہ تثلیث کے متعلق کہا کرتے ہیں کہ اس کی بنیاد فہم انسانی سے بالاتر ہے۔ وہ شاگرد تثلیث کی تعلیم دیتے ہوئے کہا کرتے ہیں کہ اس لقمہ کو حلق سے نیچے نگل جاؤ، خواہ تمہارا دل چاہے یا نہ چاہے۔ مگر اسلام ایسے احکام نہیں دیتا۔ عقل اور عاقلین کی فضیلت آیات قرآنیہ سے بخوبی ہویدا ہے۔

كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۸﴾ (سورۂ اعراف)

ہم اسی طرح آیات کو کھول کھول کر عقل والوں کے لیے بیان کیا کرتے ہیں۔

وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾ (سورۂ عنکبوت)

ہم نے اس کے روشن نشان چھوڑے ہیں عقل والوں کے لیے۔

قرآن پاک میں خارج از عقل لوگوں کی مذمت فرمائی گئی ہے:

وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ اور رجس انہی پر ہے جو عقل نہیں رکھتے۔

بتلایا گیا کہ علم و عقل لازم و ملزوم ہیں اور انہی دونوں کی آمیزش سے نتائج صحیحہ پیدا ہوتے ہیں۔

وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ۔ ان باتوں کی عقل اہل علم ہی کو ہے۔

بے شک جو شخص احکام شریعت کو پڑھے گا اور ان حکم پر بھی غور کرے گا جن کی وجہ سے ان احکام کا نفاذ ہوا تو اسے بالیقین معلوم ہو جائے گا کہ عقل کے ساتھ احکام شرعیہ کا تعلق بہ طریق مستحکم ہے۔ نماز کے لیے یہ حکم پڑھو:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ (۲۹:۴۵)

نماز تو بدکاریوں اور برے کاموں سے روکنے والی ہے اور تحقیق اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔

روزے کے لیے یہ حکم پڑھو:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

تم پر روزے لکھ دیے گئے جیسا کہ تم سے پہلوں پر لکھے گئے تھے تاکہ تم تقوی حاصل کرو۔

ادائے زکوۃ کے متعلق یہ حکمت معلوم کرو:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم کو بڑھاؤں گا۔

حج کی بابت جو حکم ہے اس کے فوائد پر غور کرو:

لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ تاکہ تم اپنے اپنے نفع کو دیکھ لو۔

قصاص کا اثر مجرم کے لیے:

لِيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ تاکہ اپنے برے کام کا وبال دیکھے۔

قصاص کا فائدہ مالک کے لیے:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ تمہاری زندگی قصاص ہی کے جاری کرنے میں ہے

ہاں عقل ہی کو دوسرے مقامات پر فطرت انسانی بتلایا گیا ہے، عقل ہی برہان کی برتری کو تسلیم کرتی ہے اور اسی لیے مخالفین کو فرمایا گیا ہے۔

قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ کہہ دیجیے کہ تم اپنی برہان پیش کرو، اگر تم سچے ہو۔

عقل، جبر و اکراہ کے مخالف ہے اور اسی لیے کتاب حمید میں ہے:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ دین کے معاملہ میں کچھ جبر نہیں۔

ان جملہ شواہد سے ثابت ہے کہ اسلام کا شجر پاک سرزمین عقل میں لگایا گیا ہے اور علم کے پانی سے اسے پالا گیا ہے۔

نبی الامی ﷺ کا یہ فرمانا کہ العقل اصل دینی اس دین کے منجاب اللہ ہونے پر دلیل حتمی ہے۔

وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ (۲:۲۶۹)

مسلمان نوجوانوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ عقل سے مراد خود اپنی عقل اپنا فہم سمجھا کرتے تھے۔ یہ نادانستگی کی پہلی دلیل ہے۔ جو لوگ قانون سلطنت کے فہم سے بھی عاری ہیں، جو لوگ خود انسانوں کی بنائی ہوئی ایجادات کے قفل اتارنے سے عاجز ہیں۔ ان کا کیا حق ہے۔ اپنی عقل سے برتر عقل کا کوئی درجہ ہی تسلیم نہ کریں اور اپنے فہم کو صاحب شریعت کے فہم سے بالاتر سمجھنے لگیں۔

۳..... وَالْحُبُّ اَسَاسِی۔ محبت میری بنیاد ہے:

واضح ہو کہ تغزل وادبیات میں لفظ عشق کا استعمال زیادہ تر ہوتا ہے، مگر فرقان حمید اور حدیث پاک میں لفظ عشق اور اس کے مشتقات کا استعمال نہیں ہوا۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ ایک دلیل لفظ ہے اور اصل لغت کے لحاظ سے معنی حبّ سے عاری ہے۔ قاموس میں ہے، الجنون فنون والعشق من فنہ جنون کی بہت اقسام ہیں، عشق میں یکے از انجملہ ہے، لہٰذا لفظ حب کی تحقیق پر زیادہ توجہ کرنا چاہیے، زبان عرب میں اس لفظ سے پانچ محاورات پائے جاتے ہیں:

① ..... حَبَّبَ الْاَسْنَانُ دانت روشن اور صاف ہیں۔

② ..... حَبَّبَ الْمَاءُ پانی ٹھہرا ہوا پاکیزہ ہے۔ انہی معنی کے لحاظ سے بلبلے کو حباب کہتے ہیں جن میں غلو اور صفائی پائی جاتی ہے۔

③ ..... حَبَّ الْبَعِیْرُ اونٹ نے گھٹنے ٹیک دیے اس محاورہ میں حب کو لزوم وثبات کے معنی میں لیا گیا۔

④ ..... حَبّ دانہ وتخم یا اصل شے، اسی لیے سویدائے دل کو حبۃ القلب کہتے ہیں، اسی لیے دانہ کو حب (جس کی جمع حبوب ہے) بولتے ہیں۔

⑤ ..... حَبُّ الْمَاءِ وہ جوہڑ جس میں پانی ٹھہر جاتا ہے، یہاں حفاظت ونگہداشت کے مفہوم کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

اصل مادہ کے ان معانی کو دیکھو اور پھر یہ بھی خیال کرو کہ لفظ حبّ کو جب کہ وہ بطور اسم مستعمل ہوتا ہے حرکت ضمہ دی گئی۔ جو جملہ حرکات میں قوی تر ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ حب میں اوصاف صفا وبہا اور علو وارتقاء اور لزوم وثبات کا ہونا پایا جائے۔ حب ہی کو جملہ فضائل کا اصل الاصول قرار دیا جائے اور حب ہی کے حفظ وتمسک کو مایہ حیات انسانی ثابت کیا جائے۔ بے شک! محبت ان جملہ اوصاف پر حاوی ومشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اثبات محبت کے متعلق کلام پاک میں فرمایا ہے: یُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (۲:۱۶۵)

یہ لوگ غیروں سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے مگر جو ایمان والے ہیں وہ اللہ کی محبت میں بہت زیادہ محکم ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا بندوں کو ہونا اور بندوں کی محبت کا اللہ عزوجل کو ہونا (ہر دو امور کا) ثابت فرمایا ہے:

فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ (۵:۵۴)

اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو اسلام میں لائے گا جس سے اللہ محبت کرتا ہوگا اور وہ اللہ سے محبت رکھتے ہوں گے۔

احادیث پاک میں بھی اس امر کو وضوح کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے:

① ..... اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰهِ الْاِیْمَانُ بِاللّٰهِ ثُمَّ الْجِهَادُ اعمال میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پیارا ایمان ہے، پھر جہاد ہے۔

② ..... اَحَبُّ الْعَمَلِ اِلَی اللّٰہِ مَادَاوَمَ عَلَیْہِ صَاحِبُہٗ — سب سے پیارا عمل اللہ کے ہاں وہ ہے جس پر عمل والا مداومت کرے۔

③ ..... اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ اَنْ یُّؤْخَذَ بِرُخَصِہٖ — اللہ کو پسند ہے کہ اس کی رخصت پر عمل کیا جائے۔

④ ..... اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ الصَّلٰوۃُ عَلٰی اَوَّلِ وَقْتِھَا — سب اعمال سے زیادہ پسند اللہ تعالیٰ کو وہ نماز ہے جو اول وقت پر پڑھی جائے۔

احادیث بالا میں تو اللہ تعالیٰ کی اس محبت کا ذکر تھا جو اسے اپنے بندوں کے اعمال سے ہے۔ اب بندوں کی محبت کا ذات پاک کے ساتھ ہونا۔ آیت ذیل میں بصراحت ہے۔

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ ۔ (۲۴:۹)

ترجمہ:..... کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے ماں باپ، بیٹے، بیٹیاں، بہن بھائی، بیویاں اور خویش قبیلہ اور مال جسے تم سمیٹتے ہو اور تجارت جس کے گھٹنے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور راہ خدا میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہیں تب انتظار مہلت کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم جاری فرمائے۔

اس آیت میں انسان کی اس محبت کا جو اسے مادر و پدر، دختر و پسر، برادر و خواہر، خویش و قبیلہ تجارت و منفعت، قصر و باغ اور مال و زر سے ہوتی ہے، اثبات فرمایا گیا ہے، اور بتایا گیا ہے کہ ان سب اشیاء کی محبت کا انسان کو ہونا ایک فطری امر ہے۔ اس کے بعد اجنبیت کا مسئلہ شروع فرمایا کہ اگر مذکورہ بالا محبت مغلوب ہے اور اللہ و رسول ﷺ کی محبت ان جملہ انواع محبت پر غالب تر ہے، تب تو سب کچھ ٹھیک، لیکن اگر خدانخواستہ اللہ و رسول ﷺ کی محبت سے ان اشیاء کی یا ان اشخاص کی محبت بڑھ گئی، تب معاملہ سخت مشکل ہے اور اس بارے میں جو کچھ حکم اللہ تعالیٰ چاہے گا، وہی جاری فرمائے گا۔

حکم بالا میں قرآن کریم نے تمدن اور تبتل کا راز منکشف کر دیا ہے اور توحش و ترہب کو چھوڑ کر افراط و تفریط کے وسط میں شاہراہِ عدل قائم فرما دی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کی حقیقت اگر معلوم کرنی ہو تو اس کے لیے ایک ہی لفظ بیان کر دینا کافی ہے وہ عبودیت ہے۔ یہی محبت یا عبودیت جملہ محاسن اعمال کی سرچشمہ ہے۔ محبت ہی سے انابت الی اللہ کی صفت پیدا ہوتی ہے اور محبت ہی خوف و رجا کا معدن ہے۔ محبت ہی ہے جو انسان کو کبھی مقام رضا پر اور کبھی مقام شکر پر متمکن کر دیتی ہے۔ صبر بھی وہی صبر ہے جس کی بناء محبت پر ہو، ورنہ اس کا نام بے چارگی ہوگا۔ زہد بھی وہی زہد ہے جس کا منشا محبت ہو، ورنہ اس کا نام عدم دسترس ہوگا۔ حیا بھی وہی حیا ہے جس کی ولادت محبت سے ہو، جو ادب و تعظیم کی ہوا میں پلی ہو، ورنہ اس کا نام انفعال طبع ہوگا۔ فقر بھی وہی فقر ہے جو محب کو بجانب محبوب ہو اور دل میں اپنی تمام تر قوت کے ساتھ محبوب کے جود و نوال کی جانب منجذب ہو جائے ورنہ اس کا نام تنگ دستی ہوگا۔ الغرض!

* ..... محبت ہی قوت القلوب ہے۔ * ..... محبت ہی غذاء الارواح ہے * ..... محبت ہی قرۃ العیون ہے۔
* ..... محبت ہی حیوۃ الابدان ہے۔ * ..... محبت ہی دل کی زندگی ہے * ..... محبت ہی زندگی کی کامیابی ہے

* .....محبت ہی کامیابی کو دوام و بقاء کا تاج پہناتی ہے۔ * .....محبت ہی بقاء کو تخت ارتقاء پر بٹھلاتی ہے۔

اب ہم مدارج محبت کا ذکر کرتے ہیں:

① .....محبت کی ابتدا علاقہ سے ہوتی ہے، یعنی دل کا تعلق جو کسی جانب پیدا ہو جائے۔

② .....اس تعلق کو ارادہ قوی بناتا ہے۔

③ .....اب کشش پیدا ہوتی ہے اور جس طرح پانی نشیب میں خود بخود جاتا ہے، اسی طرح محب کو محبوب کی طرف وہ کشش لیے جاتی ہے۔

④ .....اب سوزش پیدا ہوتی ہے اور دل میں ہر وقت ایک جلن رہنے لگتی ہے۔

⑤ .....اب پیار نمودار ہوتا ہے اور صفت وداد سے دل آشنا ہو جاتا ہے۔

⑥ .....اس پر ترقی وافزونی ہوئی تو شغف کا تسلط ہو جاتا ہے اور محبت کا اثر قعرِ قلب (دل کی گہرائی) تک پہنچ جاتا ہے۔ مصائب کے برداشت اور موالغات کی سبکی نظر آنے لگتی ہے۔ تدابیر قرب اور مواصلات وصل کی درستی میں شب و روز گزرنے لگتے ہیں۔ محبوب کے سوا باقی دیگر تفکرات منقطع ہو جاتے ہیں۔ محبوب ہی کا تصور جسم پر اور محبوب ہی کی محبت دل پر حکمران بن جاتی ہے۔

⑦ .....اس سے اگلی حالت کا نام عشق ہے۔ یہ لفظ اسم عشقہ سے بنایا گیا ہے۔ یہ ایک بیل زرد پھولوں والی ہوتی ہے، جس درخت پر چڑھ جاتی ہے اسے خشک کر دیتی ہے اور یہی حال اس مرض کے مریض کا بھی ہوتا ہے۔

⑧ .....اس سے آگے درجہ تیم کا ہے۔ تیم کے معنی ''غلامی'' ہیں۔ اس وقت انسان خود اپنے ہی خیالات کا غلام بن جاتا ہے اور ان سے رہائی پانا اس کے اختیار سے باہر ہو جاتا ہے۔

⑨ .....اعلیٰ ترین درجہ کا نام عبودیت ہے۔ جب کہ محب ہر ایک دعویٰ سے دست بردار ہو جاتا ہے۔ جب کہ دنیا میں کوئی شے اس کی نہیں رہ جاتی ہے، جب کہ اس کا جسم، اس کا دل، اس کی روح، اس کی تمنا، اس کی مراد خود اپنے لیے نہیں رہ جاتی ہے اور وہ ان سب کو خوشی خوشی چھوڑ کر معبود کے معبود ہونے پر بس کر جاتا ہے اور اس امر پر قانع بلکہ شکر ہوتا ہے کہ وہ اپنے معبود کا عبد کہلایا کرے۔

⑩ .....اس سے بھی بالاتر درجہ خلت کا ہے۔ اب تو جسم کا ایک ایک بال اور نبض کی ایک ایک حرکت اور سینہ کا ایک ایک سانس متفق المراد بن جاتے ہیں۔ جذبات اور متمنیات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ دل و دماغ، طبع و روح میں پوری طاقت اور کامل وحدت کے ساتھ ایک ہی محبوب کا خالص رضوان مقصود و مطلوب بن جاتا ہے۔ وہ بھی اس شان کے ساتھ کہ محب کا مقصود نہیں بلکہ محبوب کا مقصود محب کا مطلوب نہیں بلکہ محبوب کا مطلوب۔

عام طور پر فہم انسانی اس کیفیت کے تعلق سے نارسا ہے اور اس درجہ کی تکمیل صرف سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے کی ہے۔ درود پاک میں یہی دو نام ایک دوسرے کے مشبہ و مشبہ کی طرح واقع ہوئے ہیں۔ ایک کو تقدیم کی اولیت حاصل ہے اور دوسرے کو اتمام کی افضلیت۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اختتام سے پیشتر ان اسباب کا ذکر کر دیا جائے جو جالب محبت اور جاذب محبت ہیں تا کہ کوئی سعادت مندان سے تمتع حاصل کر سکے۔ اسباب بقاء وارتقائے محبت الٰہیہ درج ذیل ہیں:

① ..... قرات فرقان حمید۔ قرات کے تحت میں تدبر معانی اور فہم مراد ربانی (ہر دو) شامل ہیں۔

② ..... نماز فرائض کے علاوہ نوافل کی مواظبت و کثرت۔ ③ ..... دوام ذکر اس لفظ کے اندر ذکر لسانی اور قلبی دونوں شامل ہیں۔ ذکر بالحال اور ذکر بالعمل بھی اسی مفہوم کے اندر ہیں۔

④ ..... اسماء وصفات الٰہی کا مطالعہ ومشاہدہ بذریعہ قلب۔

⑤ ..... اللہ عزوجل کی نعمت ہائے ظاہری و باطنی اور احسانات مادی وروحانی کا تذکار۔

⑥ ..... مقامات عبادت میں کمال ادب اور حضور تام کے ساتھ وقوف قلبی۔

⑦ ..... ذوق حضور میں قلب کا انکسار کلی۔ ⑧ ..... اپنی خواہشات کا احکام ربانی پر ایثار۔

⑨ ..... محبین وصادقین کی مجالست۔

⑩ ..... ان اسباب سے منافرت جو اللہ تبارک وتعالیٰ اور بندہ ناچیز کے درمیان بعد ودوری کا موجب ہیں۔ ان امور کی مواظبت سے امید ہے کہ وہ سرچشمہ محبت جو انسان کی سرزمین قلب میں ودیعت ہے اور جسے خس وخاشاک علائق نے بند کر رکھا ہے۔ پھر فوارہ ساں جوش زن ہو اور پوری رفتار سے چلتا ہوا کشف راز تمنا کی سیرابی کا ذریعہ بنے۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّقَرِّبُنِيْ اِلٰى حُبِّكَ

ناظر کتاب کو حضور ﷺ کے الفاظ والحب اساسی پر ایک بار اور تدبر کر لینا چاہیے کہ جس ایوان عظمت نشان کی بنیاد ''محبت'' ہو، وہ عمارت کیا ہوگی اور اس مکان کا مکین کس نشان کا ہوگا۔ یہی سبق ہے جو سیرت محمدیہ ؐ کے پڑھنے والے کو یاد رکھنا چاہیے۔

④ ..... وَالشَّوْقُ مَرْكَبِيْ۔ شوق میری سواری ہے:۔ واضح ہو کہ قرآن مجید میں لفظ ''شوق'' وارد نہیں ہوا اور بجائے اس کے لفظ ''لقاء'' کا استعمال ہوا ہے۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ علمائے فن کے نزدیک فیصلہ طلب یہ امر ہے کہ حصول دیدار کے بعد بھی شوق باقی رہتا ہے یا نہیں۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ ''شوق'' تو اس سفر کا نام ہے جو محب کو بجانب محبوب لے جاتا ہے۔ لہٰذا جب منزل مقصود پر پہنچ گئے تو سفر کا خود بخود خاتمہ ہو گیا۔ مگر حدیث پاک میں اس لفظ کا استعمال ہوا ہے۔ حدیث، زیر شرح میں بھی ایک اور ایک دوسری صحیح حدیث میں بھی، جس کے الفاظ یہ ہیں:

اَسْاَلُكَ لَذَّةَ النَّظَرِ اِلٰى وَجْهِكَ وَالشَّوْقَ اِلٰى لِقَائِكَ

ترجمہ:..... تیرے چہرہ پر نگاہ ڈالنے کی لذت اور تیرے لقاء کے شوق کا سوال کرتا ہوں۔

حدیث زیر شرح میں شوق کو مرکب بنایا گیا ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ شوق آثار محبت میں سے ایک اثر کا نام ہے اور اس کا درجہ اصل محبت سے کمتر ہے کیونکہ شوق محبت ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ ہاں شوق!

وہ چنگاری ہے جو دل کو گرمائے رکھتی ہے وہ لپٹ ہے جو شمع قلب سے اٹھتی ہے

شوق ہی اعضا و جوارح کو منقاد اعمال بناتا ہے اور شوق ہی اعمال میں مداومت پیدا کرتا ہے۔ شوق ہی ہے جو آلائے آخروی کو نعم دنیوی سے بھی قریب تر دکھلاتا ہے اور شوق ہی ہے جو ہر ایک شکستہ پر کو مائل پرواز رکھتا ہے۔ شوق ہی ہے جو غاروں کی گہرائی کو ناپتا ہے اور پہاڑوں کی چوٹیوں کو لکد کوب بناتا ہے۔ یہ شوق ہی ہے جو محبت صادق کی راہ میں مشعل افروزی کرتا ہے اور یہ شوق ہی ہے جو کسی درمیانی منزل پر محب آبلہ پا کو آرام نہیں لینے دیتا۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مقدار شوق مقدار محبت پر مبنی ہے۔ یہ محال ہے کہ فراوانی محبت میں شوق قاصر پایا جائے یا کمی محبت کی صورت میں شوق کثیر الوجدان ہو۔ سچ ہے کہ سالک کے لیے شوق سے بڑھ کر اور کوئی سواری نہیں۔ یہ وہی مرکب ہے جو گھاٹیوں کو پھاندتا ہے اور امتحان کے خطرناک پل سے صاف گزرتا ہوا جنت اللقاء تک پہنچا دیتا ہے۔

فَطُوْبٰى لِلْمُشْتَاقِيْنَ وَطُوْبٰى لِلْمُحِبِّيْنَ

۵ ..... ذِكْرُ اللّٰهِ اَنِيْسِيْ۔ اللہ کا ذکر میرا مونس ہے:۔ امام ابن القیمؒ فرماتے ہیں:

ذکر ..... ہی اہل ایمان کا زاد راہ ہے جسے لے کر وہ سفر کیا کرتے ہیں۔

ذکر ..... ہی وہ منشور (پاسپورٹ) ہے جسے دکھا کر وہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔

ذکر ..... ہی دلوں کی زندگی ہے، جس کے بغیر اجساد بمنزلہ گور رہ جاتے ہیں۔

ذکر ..... ہی وہ ہتھیار ہے، جس سے رہزنوں اور دشمنوں کو مٹایا جاتا ہے۔

ذکر ..... ہی وہ پانی ہے، جس سے دل کی آگ بجھائی جاتی ہے۔

ذکر ..... ہی وہ دوا ہے، جس سے باطن کا روگ دور کیا جاتا ہے۔

فَاِذَا مَرِضْنَا تَدَاوَيْنَا بِذِكْرِكُمْ فَنَتْرُكُ الذِّكْرَ اَحْيَانًا فَنُنْتَكِسُ

جب ہم بیمار ہو جاتے ہیں تو تمہارے ذکر اپنی دوا بناتے ہیں۔ کبھی کبھی ذکر چھوٹ جاتا ہے تو ہم منہ کے بل گر پڑتے ہیں"

قرآن مجید میں ذکر کو دس طریقے سے بیان فرمایا گیا ہے:

① ..... ذکر کا حکم دیا گیا ہے:

الف ..... حکم مطلق بھی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ ۔ اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کیا کرو بہت ذکر کرنا۔

ب ..... حکم مقید بھی:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ ۔ اپنے رب کو یاد کرو اپنے دل میں عاجزی اور خوف سے۔

وَسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾ ۔ اللہ کی تسبیح کیا کرو صبح و شام۔

② ..... غفلت و نسیان ذکر سے نہی فرمائی گئی:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ مت بنو تم ویسے جنھوں نے اللہ کو بھلا دیا اور اللہ نے ان کو نسیان میں چھوڑا

③ ..... فلاح و نجات کو کثرت ذکر پر معلق فرمایا ہے:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰﴾ اللہ کا ذکر بہت بہت کیا کرو کہ تم فلاح پاؤ۔

(۴)..... اہل ذکر کی مدح وثنا فرمائی ہے۔

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۳۵﴾

مرد اور عورتیں اللہ کا بہت بہت ذکر کرنے والے ان کے لیے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم مقرر کر رکھا ہے۔

(۵)..... غافلین ذکر کے خسران کا اعلان فرمایا گیا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹﴾

اے ایمان والو! تمہارا زر و مال اور تمہاری اولاد تم کو اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں، جس نے ایسا کیا وہ نقصان اٹھانے والا ہے

(۶)..... ذکر کو جملہ اعمال سے افضل واعلیٰ بتلایا ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ..... (۲۹:۴۵)

نماز تو بدکاریوں اور برے کاموں سے ہٹا دیتی ہے اور اللہ کا ذکر تو بہت بڑھ کر ہے۔

(۷)..... قرآن مجید پر تدبر سے واضح ہوتا ہے کہ جملہ اعمال صالحہ کا اختتام بیان ذکر پر ہوتا ہے۔

الف..... نماز پر غور کرو:

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ (۴:۱۰۳)

جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ کو یاد کرو کھڑے بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے ہوئے۔

ب..... اختتام حکم نماز جمعہ کو پڑھو:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰:۶۲﴾ (۶۲:۱۰)

جب نماز ہو چکے، تب اپنی اپنی جگہ پھیل جاؤ اللہ کے فضل کی تلاش کرو اور اللہ کا بہت بہت ذکر کیا کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

ج..... اختتام حکم صیام پر تدبر کرو:

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ تا کہ تم اللہ کی بزرگی کرو، اس لیے کہ اس نے تم کو ہدایت کی ہے۔

د..... اختتام حکم حج کو دیکھو:

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ جب مناسک پورے کر چکو تب اللہ کا ذکر کرو۔

ہ..... اختتام حیات بھی اگر ذکر پر ہو تو اس کے لیے حدیث پاک میں داخلہ جنت کا وعدہ ہے: اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ

اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ

(۸)..... ذاکرین کو ہی صاحبان عقل وہوش فرمایا گیا ہے: اِنَّ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ

آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور شب و روز کے الٹ پلٹ کر آنے میں بے شک نشانیاں ہیں عقل و مغز والوں کے لیے جو اللہ کو کھڑے بیٹھے اور کروٹوں پر یاد کیا کرتے ہیں۔

(۹)..... ذکر الٰہی جملہ اعمال کے ساتھ ساتھ پایا جاتا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر ہی روح الاعمال ہے۔ نماز کے متعلق ہے:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ (۲۰:۱۴) نماز کو قائم کر میرے ذکر کے لیے۔

حدیث شریف میں چند اعمال کا ذکر کر کے ان کا ذکر الٰہی کے لیے ہونا ظاہر فرمایا گیا ہے:

وَاِنَّمَا جُعِلَ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ وَالسَّعْيُ بَيْنَ الصَّفَاءِ وَالْمَرْوَةِ وَرَمْيُ الْجِمَارِ لِاِقَامَةِ ذِكْرِ اللّٰهِ

خانہ کعبہ کا طواف، صفا و مروہ کے درمیان سعی اور کنکریوں کا پھینکنا ذکر الٰہی کی اقامت کے لیے مقرر ہوا ہے۔

صحیح مسلم عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ میں اہل ذکر کو مفردون فرمایا گیا ہے یعنی اہل تفرید و توحید۔

ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مسند امام احمد میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ اَعْمَالِكُمْ وَاَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيْكِكُمْ وَاَرْفَعُهَا فِىْ دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ اِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَاَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوْنَ اَعْنَاقَكُمْ قَالُوْا وَمَا ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ذِكْرُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

کیا میں تمہیں آگاہ نہ کروں کہ تمہارے اعمال میں بہتر کیا ہے اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے ستھرا کیا ہے اور تمہارے درجات میں سب سے بلند تر کیا ہے اور جو زر و سیم کے خرچ سے بھی بہتر ہے۔ جو اس سے بھی بہتر ہے کہ دشمنوں کو ملو، ان کی گردنیں کاٹو یا وہ تمہاری گردنیں کاٹیں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول وہ کیا ہیں؟ فرمایا اللہ کا ذکر۔

صحیح مسلم میں ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ

جو لوگ اللہ کا ذکر کرنے کو بیٹھتے ہیں، فرشتے ان کے گرداگرد آجاتے ہیں۔ رحمت ان پر چھا جاتی ہے۔ سکینہ ان پر نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے۔

صحیح مسلم میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حلقہ میں تشریف لائے اور پوچھا کہ کیوں بیٹھے ہو۔ عرض کیا کہ ہم اللہ کی حمد کر رہے ہیں۔ اس امر پر کہ ہمیں اسلام کی راہ دکھلائی اور ہم پر احسان فرمایا، فرمایا، قسمیہ کہتے ہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہاں قسمیہ عرض کرتے ہیں۔ فرمایا: اَمَا اِنِّىْ لَمْ اَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَّكُمْ وَلٰكِنْ اَتَانِىْ جِبْرِيْلُ عليه السلام فَاَخْبَرَنِىْ اَنَّ اللّٰهَ يُبَاهِىْ بِكُمُ الْمَلٰٓئِكَةَ

سنو! میں نے تم سے حلف نہیں لیا بہ سبب جھوٹ کی تہمت کے، لیکن میرے پاس تو جبریل علیہ السلام ابھی آئے تھے، انہوں نے مجھے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے ملائکہ پر فخر کرتا ہے۔

ایک اعرابی نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا:

اَنْ تُفَارِقَ الدُّنْيَا وَلِسَانُكَ رَطْبٌ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

جب تو دنیا چھوڑے تو تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر و تازہ ہو۔

ایک اور شخص نے عرض کیا کہ مجھے احکام اسلام تو بہت زیادہ معلوم ہوتے ہیں، مجھے صرف ایک چیز بتلا دیجیے۔ فرمایا:

لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ تیری زبان برابر ذکر الٰہی میں جاری رہنی چاہیے۔

مسند وغیرہ میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ تشریف لائے اور فرمایا:

اَيُّهَا النَّاسُ ارْتَعُوْا فِىْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اے لوگو! چمن ہائے بہشت کی سیر کرو۔

لوگوں نے عرض کیا کہ چمن ہائے بہشت کے کہتے ہیں۔ فرمایا: مَجَالِسُ الذِّکر. ذکر کی مجلسیں

اُغْدُوْا وَ رُوْحُوْا وَ اذْکُرُوْا مَنْ کَانَ یُحِبُّ اَنْ یَّعْلَمَ مَنْزِلَتَہٗ عِنْدَ اللّٰہِ فَلْیَنْظُرْ کَیْفَ مَنْزِلَۃُ اللّٰہِ عِنْدَہٗ فَاِنَّ اللّٰہَ یُنْزِلُ الْعَبْدَ مِنْہُ حَیْثُ اَنْزَلَہٗ مِنْ نَّفْسِہٖ

ترجمہ:..... صبح وشام ذکر الٰہی برابر کیا کرو، تم میں سے جو کوئی یہ چاہتا ہو کہ اپنا درجہ خدا کے ہاں دریافت کرے اسے لازم ہے کہ اس پر غور کرے کہ اللہ کا درجہ خود اس کے دل میں کیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بندہ کو ویسا ہی درجہ عطا فرماتا ہے جو اس کے نزدیک اللہ کا درجہ ہوتا ہے۔

صحیح ترمذی ومسند وغیرہ میں ہے۔ نبی ﷺ نے اپنے پدر بزرگوار ابراہیم علیہ السلام سے روایت کیا ہے:

اِقْرَأْ اُمَّتَکَ مِنِّی السَّلَامَ وَاَخْبِرْھُمْ اَنَّ تُرْبَۃَ الْجَنَّۃِ طَیِّبَۃُ التُّوْبَۃِ عَذْبَۃُ الْمَاءِ وَاَنَّھَا قِیْعَانٌ وَ اَنَّ غُرَاسَھَا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔

اپنی امت سے میرا اسلام کہہ دیجیے اور بتا دیجیے کہ جنت پاکیزہ زمین، میٹھے پانی والی ہے، وہ سفید جگہ ہے اور وہاں کے گل، بوٹے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ہیں۔

صحیحین میں ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُہٗ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ

جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اس کی مثال زندہ جیسی ہے اور جو شخص ذکر نہیں کرتا، اس کی مثال مردہ جیسی ہے۔

روایت صحیح میں ہے کہ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا:

مَنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ وَمَنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْھُمْ

جو شخص میرا ذکر چپکے چپکے کرتا ہے میں بھی اس کا ذکر اپنی ذات سے کرتا ہوں، جو کوئی میرا ذکر کسی گروہ کے اندر کرتا ہے میں بھی اس کا ذکر ایسے گروہ سے کرتا ہوں جو ان کے گروہ سے بہتر ہے۔

یاد رکھو کہ ذکر کے تین طریقے ہیں:

① ..... صرف زبان ذکر کر رہی ہو یہ ادنیٰ درجہ ہے۔ ② ..... صرف دل ذکر کر رہا ہو یہ متوسط درجہ ہے۔

③ ..... دل اور زبان دونوں ذکر کر رہے ہیں یہ درجہ اعلیٰ ہے۔

یہ بھی یاد رکھو، اقسام ذکر بھی تین ہیں:

① ..... اسماء وصفات اور ان کے معانی کا ذکر، ثنائے ربانی اور توحید الٰہی۔

② ..... امر ونہی، حلال وحرام کا ذکر۔ ③ ..... اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام، احسان اور عطیات کا بیان۔

یاد رکھو کہ مراتب ذکر بھی تین ہیں:

① ..... وہ ذکر جو غفلت ونسیان کو اڑا دیتا ہے۔ ② ..... وہ ذکر جو قیود سے چھڑا کر بقائی شہود تک پہنچا دیتا ہے۔

③ ..... وہ ذکر، جو انسان کو اپنی یاد سے فراموش کر کے ذکر حقانی ہی کے ساتھ وابستہ وزندہ کر دیتا ہے۔

مبارک ہے وہ انسان، جسے ذکر ربانی نے اپنا فریفتہ بنا لیا ہے۔ مبارک ہے وہ صاحب ایمان جس نے فنائے

عالم کا سبق بقائے رب العالم سے سیکھ لیا ہے۔

[۶] ..... اَلثِّقَةُ كَنْزِيْ: اعتماد الٰہی میرا خزانہ ہے:

اصل اس بارے میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا واقعہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ (۲۸:۷)

جب تجھے موسیٰ کی جان کا ڈر ہو تب اسے دریا میں ڈال دینا اور ایسا کرتی ہوئی نہ خوف کھانا نہ غم کرنا۔

یہ ظاہر ہے کہ اس خاتون بلند پایہ کو اگر اللہ عزوجل کے فرمودہ پر اعتماد قوی نہ ہوتا تو وہ کبھی اپنے ہاتھوں سے اپنے بچہ کو دریا میں نہ ڈال دیتی۔ لہٰذا یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اعتماد ہی چشم توکل کی پتلی ہے اور اعتماد ہی دائرہ تفویض کا مرکز ہے اور اعتماد ہی قلب سلیم کا سویدا ہے۔ یہ اعتماد بوقت یاس بھی ہوتا ہے اور انسان مصائب کی حالت میں اپنے رب پر اعتماد کرتا ہے اور اس کے خلاف نہ زبان پر کوئی حرف لاتا ہے اور نہ دل میں کوئی وسوسہ۔ یہ اعتماد بوقت امید بھی ہوتا ہے اور انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی سابقہ ربوبیت اور اپنے عدم استحقاق کی حقیقت بخوبی منکشف ہو جاتی ہے۔

واضح ہوا کہ ایسا اعتماد تمام نظام عالم پر چشم بصیرت کے کھولنے سے حاصل ہوتا ہے جب کہ انسان کو نظر آ جاتا ہے کہ جمادات کا ذرہ ذرہ، نباتات کا پتہ پتہ، ارضیات وسماویات کا ریزہ ریزہ ہر ایک عرض کا جوہر اور ہر ایک جوہر کا وجود اسی کے انعام سے فیض یاب اور اس کے احسان کی دولت سے مالا مال ہے۔

[۷] ..... وَالْحُزْنُ رَفِيْقِيْ۔ اندوہ دل میرا رفیق ہے:۔ خوف وخشیت بھی ایسے دو لفظ ہیں جو اردو میں حزن کے مترادف سمجھے جاتے ہیں، لیکن زبان عرب میں ہر ایک لفظ کا مفہوم الگ لگ ہے۔

خوف کا اطلاع زیادہ تر حسی اشیاء پر ہوتا ہے۔ خشیت کا اطلاع غیر حسی اشیاء پر بکثرت ہوتا ہے۔ حزن اس اندوہ قلب کو کہتے ہیں جو کسی دوسرے کی بہتری وبہبودی کے متعلق دل ہی دل میں جوش زن ہوتا ہے۔ گو لب خاموش ہوتے ہیں۔ کتاب اللہ میں لفظ حزن کا استعمال انبیاء واصفیاء کے لیے بہ کثرت ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی بابت فرمایا ہے: لَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ (یٰس) ان کی باتوں سے اے نبی آپ کو حزن نہ ہونا چاہیے۔

چونکہ نبی ﷺ کی شفقت ورأفت نوع انسانی کے ساتھ بہت بڑھی ہوئی تھی اور حضور ﷺ ان نافرمانوں کے عواقب امور کا خیال کرتے ہوئے اکثر اندوہ گین رہتے تھے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے حزن نہ کرنے کا حضور ﷺ کو ارشاد فرمایا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس حدیث نبوی کو بھی روایت کیا ہے جو نبی ﷺ نے غار ثور میں رفیق صادق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمائی تھی یعنی لَا تَحْزَنْ صدیق کا فدائی دل نبی ﷺ کے رنج وآزار کو دیکھ کر پاش پاش ہو رہا تھا، تب نبی ﷺ نے لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فرما کر باب حزن سے قصر انس تک پہنچایا۔

اس ارشاد میں نقطہ لطیف یہ تھا کہ اس معیت ربانی کا درجہ جس میں نبی ﷺ اور صدیق رضی اللہ عنہ داخل وشامل تھے اس حزن سے برتر واعلیٰ ثابت کیا جائے جسے عشق نے سلامتی یار کے متعلق بھیانک بنا دیا تھا۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ اسم اعظم ''اللہ'' کے ظلال میں جو معیت شامل ہے، وہ جملہ اسماء حسنیٰ کے ظلال سے بدرجہ علیا ہے اور کمالات عارف کی تکمیل اسی اسم ذات ''اللہ'' کی سیر میں ہوتی ہے اور جب معیت الٰہی کا ظہور اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کے نور میں ہوتا

ہے تو جملہ اسماء کی عظمت و رفعت بھی اسی کے تحت میں داخل ہوتی ہے اور کائنات کے جملہ اسباب وعلل ساقط و مضمحل ہو جاتے ہیں۔ مادرِ موسیٰ کو جو وحی ربانی ہوئی وہ یہ تھی:

وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ (سورۂ قصص)

تو نہ خوف کیجیے اور نہ حزن کیجیے ہم اسے تیرے پاس واپس کریں گے، ہم اسے مرسلین میں سے بنائیں گے۔

ذرا غور کرو، کہ خوف حسی کے مقابلہ میں بھی ایک بشارت موجود ہے اور حزن غیر حسی کے ساتھ بھی ایک بشارت شامل ہے۔ خوف کے مقابلہ میں یہ کہ بچہ جسے تو دریا میں ڈال دے گی، اللہ تعالیٰ اسے تیرے ہی پاس واپس کر دے گا۔ حزن غیر حسی کے مقابلہ میں یہ کہ اسے نبوت کی وہ نعمت ملے گی، جس کا ادراک حواس نہیں کر سکتے ان آیات پر تدبر اور تتبع کے بعد حدیث زیر عنوان کا مطلب واضح ہو جاتا ہے کہ وہ حزن جو ہر وقت پیراہن دل پاک رکھتا تھا، وہ یا تو امت آثمہ کی بخشش کا تھا یا امت عاصیہ کی ہدایت کا۔

دل قدسی منزل میں خلق خدا کی محبت بھری تھی اور عامۃ الناس کی ہمدردی وغمگساری حضور ﷺ رگ و پے میں ساری تھی۔ ایک فرد کی نجات کا خیال حضور ﷺ کو اس طرح رہتا جیسے گڈریا کو اپنی ایک ایک بکری کا۔ اس کی سو بکریوں میں سے اگر ایک بھی علیحدہ ہو جاتی ہے اور جھاڑیوں میں رہ جاتی ہے تو گڈریا سمجھتا ہے کہ اگر اسے ساتھ نہ لیا گیا تو وہ بھیڑیئے کا شکار ہونے والی ہے۔ وہ اس ایک کے پیچھے جاتا ہے اور اسے ہلاکت کے منہ سے نکال لاتا ہے۔ نبی ﷺ کا یہ حزن کبھی قلب پاک سے الگ نہ ہوا۔ بسا اوقات تہجد میں سارا سارا وقت امت کے لیے دعا کرنے میں وقف فرما دیتے۔ ایک رات کا واقعہ ہے کہ صرف اسی ایک آیت کے دہرانے میں پوری فرما دی۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (سورۂ مائدہ)

اگر تو ان کو عذاب دے گا تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے گا تب تو غالب حکمت والا ہے۔

۸ ..... وَالْعِلْمُ سَلَاحِيْ۔ میرا ہتھیار علم ہے:۔ واضح ہو کہ متصوفین متاخرین نے علم کا درجہ حال سے کم قرار دیا ہے، حالانکہ معاملہ بالعکس ہے۔ علم حاکم ہے، حال محکوم ہے۔ علم ہادی ہے، حال تابع ہے۔ علم امام ہے، حال ماموم ہے۔ دائرہ علم دنیا و آخرت پر وسیع ہے۔ دائرہ حال صرف صاحب حال تک ہے۔ حال ایک تیغ براں ہے، اگر علم کی حفاظت نہیں تو یہ تلوار اسی کی کاٹ کرتی ہے، جس کے ہاتھ میں ہو۔ حال ایک آگ ہے، جس پر کسی کی نگرانی نہ ہو۔ حال ایک منہ زور گھوڑا ہے، اگر اس کے منہ میں علم کا لگام نہیں تو وہ اپنے سوار کی اور پھر خود اپنی ہلاکت کا موجب ہوتا ہے۔ لیکن علم ہی ہے جو حیات القلوب ہے، نور البصائر ہے، شفاء الصدور ہے، ریاض العقول ہے۔

علم ہی لذت الارواح ہے اور علم ہی مونس متوحشین ہے۔ علم ہی وہ میزان ہے جس میں اقوال و احوال و اعمال وزن کیے جاتے ہیں۔ علم ہی وہ حاکم ہے جو شک و یقین اور ضلالت اور ارشاد میں فیصلہ دیتا ہے۔ علم ہی سے اللہ تعالیٰ کی معرفت ملتی ہے اور علم ہی سے رب العالمین کی تحمید و تمجید و توحید نصیب ہوتی ہے۔ علم ہی حلال و حرام میں فرق بتلاتا ہے۔ علم ہی مواریث و ارحامہ کے مدارج ظاہر کرتا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم کی ضرورت اکل و شرب سے بھی قوی تر ہے۔ آب و خورش کی ضرورت تو شبانہ روز میں دو بار پڑتی ہے، مگر علم کی ضرورت

ہر ایک سانس پر ہے۔ علم ہی ہے جس کی تلاش میں کلیم اللہ موسیٰ علیہ السلام نے سفر طویل اختیار کیا تھا اور اس سفر میں تین مسائل کو ثمر سفر قرار دیا تھا۔ علم ہی ہے جس کی طلب و درخواست کرنے کا حکم اللہ عزوجل نے نبی ﷺ کو دیا تھا:

قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (۲۰: ۱۱۴) پڑھا کر: اے اللہ! مجھے علم میں بڑھایا کر۔

ذرا یہ تو خیال کرو کہ وہ کتا یا باز جسے شکار پر سدھایا گیا اور شکار پر لگایا گیا ہو، جسے عربی میں معلم کہتے ہیں وہ تھوڑا سا علم سیکھنے سے کس درجہ کو پہنچ جاتا ہے کہ اس کا پکڑا ہوا شکار حلال ہوتا ہے اور اس کی جنس کے دوسرے حیوان غیر معلم کا پکڑا ہوا شکار حرام۔ یہ معلم جارحہ انسانی کہلانے کا مستحق بن جاتا ہے، جب کہ اس کے ابنائے جنس نجس العین ہی رہتے ہیں۔ یہ درجہ اس کو کیوں ملا۔ اس کا سبب صرف علم ہے، صرف علم۔

اب یہ بھی یاد رکھو کہ علم وہ ہے جس کی ابتدائی علامت اقامت دلیل ہے اور جس کی آخری شناخت رفع جہل ہے۔ ہاں علم کے تین مدارج ہیں:

① ..... درجہ اول (یا ابتدائی) وہ علم ہے جو قوت باصرہ کے واسطہ سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ جو استفادہ صحیحہ سے قوت سامعہ کو حاصل ہوتا ہے وہ جو ایک بڑی تعداد انسانی کے تجربہ متواتر کا نتیجہ ہوتا ہے۔

② ..... درجہ دوم وہ علم ہے جو اجسام زکیہ و باطن طاہرہ میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ جو اہل ہمت عالیہ کے انفاس صادقہ کو عطا ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں جب کہ ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی ہوتی ہے۔

③ ..... درجہ سوم وہ علم ہے، جسے عام طور پر علم لدنی سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ علم عبودیت کا ثمرہ اور متابعت احکام حقہ کا پھل ہوتا ہے۔ جب کمال انقیاد کا مادہ راسخ ہو جاتا ہے اور جب مشکوٰۃ نبوت سے اخذ نور کی رغبت ترقی پذیر ہو جاتی ہے، تب جواد مطلق کی جانب سے وہ معارف ایمانیہ اور حقائق اصلیہ کھول دیے جاتے ہیں، جس تک کسی فلسفی یا منطقی کا تخیل بھی نہیں پہنچ سکا ہوتا، ایسا علم خود اپنے لیے دلیل بھی ہے اور دوسرے کے لیے مدلول بھی۔

اس مقام پر ان مخالفین و معترضین کو بھی توجہ دلانا ضروری ہے جو کہا کرتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے۔ غور کرو کہ نبی ﷺ تو علم کو اپنی تلوار بتلا رہے ہیں اور ان فتوحات عظیمہ کو جو حاصل ہوئیں ثمرات علم قرار دیتے ہیں۔ درحقیقت نبی اللہ کا فخر اینٹ، چونہ، پتھر کی دیواروں، خندقوں پر قابض ہو جانے میں نہیں، سکندر، تیمور، ہلاکو خان، بونا پارٹ نے ایسے تماشے دنیا میں بہت کھیلے۔ نبی اللہ کا امتیاز تو دلوں کے قلعوں اور قلوب کے حصوں کو فتح کر لینے میں ہے۔ یہ نظارہ خیبر میں نظر آیا کہ جن دنوں اسلامی لشکر ان یہودیوں کے (جو ہمیشہ اہل ایمان کے مخالف ملک بھر میں آتش جنگ و جدال کو بھڑکائے رکھتے تھے) چند قلعے فتح کر لیے، تو انہی ایام میں نبی ﷺ کے حضور میں حبش کے نومسلم سرداران دربار بھی حاضر ہوئے اور اسی اثناء میں ملک یمن سے بھی کئی سو مسلمانوں کا قافلہ باریاب سعادت ہوا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کو منظور یہ تھا کہ یہودیوں کو کھلی آنکھ سے دکھلایا جائے کہ وہ اللہ کے، اس کے رسول کے مقابلہ میں اینٹ پتھر کی دیواروں کے بھروسہ پر اڑے بیٹھے ہیں جس کا علم سمندر پار حبش کو فتح کر رہا ہے۔ جس کا علم یمن کے بلند ترین پہاڑوں کی چوٹیوں پر اپنا علم صداقت نصب کر رہا ہے۔ یہ وہ ملک ہیں جو کبھی حجاز کے زیر نگیں نہ ہوئے تھے۔ یہ حبش وہی ملک ہے جس کے جنرل اورٹرم نے یمن کو فتح کر کے ۶۰ ہزار

فوج کا لشکر جرار مکہ مکرمہ کے فتح کرنے اور کعبۃ اللہ کے گرانے کے لیے مکہ سے چار میل کے فاصلہ پر لا ڈالا تھا۔

یہ واقعہ (جسے قرآن پاک نے واقعہ اصحاب الفیل کے نام سے بیان فرمایا ہے) نبی ﷺ کی ولادت اقدس سے صرف پچاس دن پہلے کا ہے۔ ان حملہ آوروں کو کیا معلوم تھا کہ خود ان کا بادشاہ رسول حجازی کی کفش برداری کی تمنا کرے گا اور سارا ملک اسی کعبہ کی سمت اللہ تعالیٰ کے سامنے سر عبودیت کو جھکائے گا۔

معشر مسلمین! کسی ملک، کسی قوم کو بزور شمشیر فتح یا مغلوب کرنے کے لیے ضروری ہے کہ حملہ آور کے پاس شمشیر زن بھی موجود ہوں، جن کی دھاک ایسی بندھی ہوئی ہو کہ لوگ ان کی تلوار سے ڈر ڈر کر اپنا پہلا پیارا مذہب چھوڑنے پر آمادہ ہو جائیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوگا کہ ایسے بہادر، ایسے تلواریے، ضرار بن الازور، شرحبیل بن حسنہ عدی بن حاتم، عکرمہ بن ابی جہل، مقداد بن الاسود الکندی، مقدام بن معدی کرب، خالد بن ولید، زبیر بن العوام اور علی مرتضی رضی اللہ عنہم جیسے کیوں کر اس شخص کے مطیع و منقاد ہو گئے تھے۔ ان کی تلواروں پر نہتے، غریب و مسکین، بکریاں چرانے والے، یتیم نے کیوں کر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسے جری، ایسے بطل تو خوف شمشیر سے مطیع نہ ہوئے ہوں گے اور انہوں نے تو صرف خوف جان سے اپنے اپنے قدیم پیارے مذہب کو نہ چھوڑ دیا ہوگا۔ جب یہ امر مسلم ہو جائے تو قابل غور یہ رہ جائے گا کہ جب نبی ﷺ کے پاس کوئی ایسی قوت، کوئی ایسی کشش موجود ہے جو شیروں کا شکار کرتی اور ہزبراں نبرد کو خادم بنا سکتی ہے تو پھر ان کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ بھیڑوں اور لومڑیوں کے لیے تلوار کا استعمال کریں۔

غور جتنا گہرا ہوتا جائے گا اسی قدر جلد یہ واضح ہو جائے گا کہ حضور ﷺ کا یہ فرمان العلم سلاحی ایسی حقیقت کا مظہر ہے، جس کا کوئی بطلان نہیں ہو سکتا۔ جو کامیابی نبی ﷺ کو حاصل ہوئی، اس کا ذریعہ وہی علم صحیح تھا جو اللہ عزوجل نے حضور ﷺ کو ارزانی فرمایا تھا۔

* .....وہ علم جو ظلمات کو دور کر دیتا اور چلنے والوں کو نور میں لے آتا ہے۔
* .....وہ علم جو آنکھوں کو روشن، دل کو بینا بنا دیتا ہے۔
* .....وہ علم ہے کہ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ (۴۵:۲۰) کی صفت اسی پر صادق آتی ہے۔

[1] .....وَالصَّبْرُ رِدَائِیْ: صبر امیر اشاندار لباس ہے:۔ قرآن مجید میں (۹۰) مقامات پر صبر کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ کتاب حمید نے ۱۶ رطریقوں سے صبر کی توصیف فرمائی ہے، ہم اختصار کے ساتھ ان طریقوں کا ذکر کریں گے۔

اول.....اللہ تعالیٰ نے صبر کا امر فرمایا ہے:

قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهِ اسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ (۷۔۱۲۸) — موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا سہارا رکھو اور مستقل رہو۔

وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (۲۔۴۵) — صبر اور نماز سے مدد حاصل کیا کرو۔

اِصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا — صبر رکھو اور آپس میں صبر کی تعلیم دیا کرو۔

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ (۱۶۔۱۲۷) — صبر کرو، تیرا صبر تو اللہ کے لیے ہے۔

دوم..... عدم صبر سے نہی فرمائی۔ فرمایا:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۔ (احقاف) — صبر کیجیے جیسا کہ ہمت والے رسولوں نے صبر کیا اور ان کے لیے جلدی نہ کیجیے۔

وَلَا تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ (انفال) — دشمنوں کو پیٹھ مت دکھاؤ۔

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا (ال عمران) — اپنا دل تھوڑا نہ کرو اور غمگین نہ ہو۔

سوم..... اہل صبر کی ثناء فرمائی:

وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ (البقرۃ) — جو تکلیف میں اور تنگی میں اور لڑائی میں صبر کرتے ہیں وہی ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا اور یہی لوگ متقی بھی ہیں۔

چہارم..... اہل صبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا ذکر فرمایا:

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ (ال عمران) — اللہ تعالیٰ صبر والوں کے ساتھ محبت کرتا ہے۔

پنجم..... اہل صبر سے اپنی معیت کا اعلان فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (۲۔ ۱۵۳) — بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ایک معیت عامہ ہے، جو بذریعہ علم واحاطہ ہوتی ہے اور ایک معیت خاصہ جس کا نتیجہ حفاظت و نصرت و تائید الٰہی ہوتا ہے۔ آیت بالا میں معیت خاصہ ہی کا ذکر ہے۔

ششم..... صبر کو اہل صبر کے لیے بہتر بتلایا:

وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ — اگر تم صبر کرو، تو ایسا کرنا صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے۔

وَاِنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ (نساء) — اور صبر کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا۔

ہفتم..... اعلان فرمایا کہ اہل صبر کو جزا بطریق احسن عطا ہوگی:

وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ (النحل)

ہم صبر کرنے والوں کو ان کے عمل کی جزا بہترین طریق سے دیں گے۔

ہشتم..... خبر دی کہ اہل صبر کو عطیہ بلا حساب ملے گا:

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾ — صبر والوں کو ان کا اجر پورا پورا بلا حساب دیا جائے گا۔

نہم..... اہل صبر کو بشارت دی گئی:

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ (۲:۱۵۵) — صبر کرنے والوں کو بشارت پہنچا دیجیے۔

دہم..... اہل صبر کی نصرت و امداد کی ضمانت فرمائی:

بَلٰٓى ۚ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ (ال عمران)

ہاں! اگر تم صبر و تقویٰ رکھو اور دشمن تم پر فوراً آ جائے تو تمہارا رب تمہاری مدد پانچ ہزار ملائکہ سے جو نشان والے ہوں گے فرمائے گا۔

یازدہم..... اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اہل صبر ہی اہل عزم ہوتے ہیں:

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ (۴۲:۴۳) جس نے صبر کیا اور معافی دی، تو یہ کام بڑی ہمت کے ہیں۔

دوازدہم..... فرمایا کہ اعمال صالحہ اور حظوظ عظیمہ والے اہل صبر ہی ہوتے ہیں:

وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ۝ (القصص)

تمہیں خرابی ہو، اللہ کا عطیہ ایمان اور نیک عمل والے کے لیے بہتر ہے اور اس کو صرف صبر والے ہی حاصل کر سکتے ہیں۔

وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝ (الفصلت)

اس کو صبر والے ہی کر سکتے ہیں اور اسے وہی پا سکتے ہیں جو بڑی قسمت والے ہیں۔

سیزدہم..... بتلایا کہ آیات الٰہی سے انتفاع وعبرت صرف اہل صبر ہی حاصل کر سکتے ہیں:

اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ (ابراھیم)

ہم نے موسیٰ کو کہا کہ اپنی قوم کو تاریکی سے نکال کر نور میں لا اور ان کو تاریخ الٰہیہ کا سبق دے کیونکہ اسی میں ہر صابر وشاکر کے لیے بہت نشانیاں ہیں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰي ظَهْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ (الشوریٰ)

اللہ کی نشانیوں میں سے وہ جہاز ہیں جو سمندر میں چلتے ہیں اور علم کی طرح بلند ہیں۔ اگر اللہ چاہے تو ہوا رک جائے اور یہ سب جہاز سمندر کے اوپر کھڑے کے کھڑے رہ جائیں، اس میں نشانات ہیں ہر ایک صبر کرنے اور شکر کرنے والے کے لیے۔

چہاردہم..... بتلایا ہے کہ مطلوب ومحبوب تک فائز ہونا مرعوب سے نجات پانا۔ جنت العلی کا داخلہ ان ہی لوگوں کے لیے جنہوں نے صبر کیا:

وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ ۭ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝ (الرعد) فرشتے ہر طرف ان کے پاس حاضر ہوں گے اور کہیں گے کہ اپنے صبر کے بدلے آج تم سلامتی میں ہو، اور آخرت کا گھر تو بہت ہی اچھا ہے۔

پانزدہم..... اہل صبر درجہ امامت پر فائز ہو جاتے ہیں:

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۭ (السجدۃ)

ہم نے انہی میں سے امام بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے جب کہ انہوں نے صبر کیا۔

شانزدہم..... اللہ تعالیٰ نے صبر کا ذکر فرقان حمید میں اسلام وایمان اور یقین وتقویٰ اور توکل وشکر کے ساتھ ساتھ فرمایا ہے اور اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ عزوجل کے ہاں صبر کا کیا درجہ ہے:

یہاں تک سولہ اقسام کا ذکر ختم ہو گیا۔ اب یہ یاد رکھیے کہ صبر ایمان کے لیے ایسا ہی ہے جیسا کہ سر بدن کے لیے ہے بدن پر سر نہ ہو تو زندگی کہاں۔ ایمان کے ساتھ صبر نہیں تو ایمان کہاں۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے: خَيْرُ عَيْشٍ اَدْرَكْنَاهُ بِالصَّبْرِ ہم نے اچھی زندگی کو صبر میں پایا۔

صحیح حدیث میں ہے: عَجَبًا لِّاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ لَهٗ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ

اَصَابَتْهُ سَرَّآءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّآءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ

مؤمن کی حالت بھی عجب سی ہے۔ یعنی اس کی حالت سراپا خیر ہے اور یہ بات مؤمن کے سوا کسی دوسرے کو حاصل نہیں۔ اگر اسے کوئی شے خوش کرنے والی حاصل ہوتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے اور یہ اس کے لیے بہتر ہوتا ہے اور اگر اسے کوئی شے ضرر رساں پہنچتی ہے تو صبر کرتا اور ایسا کرنا ہی اس کے لیے بہتر ہوتا ہے۔

واضح ہو کہ صبر کے لغوی معنی حبس (روک) ہیں۔ محاورہ ہے قُتِلَ فُلَانٌ صَبْرًا فلاں شخص باندھ کر مارا گیا۔ آیت ذیل میں بھی یہی معنی ہیں:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (الکھف:۲۸)

اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ رکھیے جو اپنے رب کو صبح وشام پکارا کرتے ہیں اور صرف اسی کی ذات کے خواستگار ہوتے ہیں

اصطلاح میں صبر کو اس لیے صبر کہتے ہیں کہ اس میں بھی دل کو گریہ وزاری سے اور زبان کو شکوہ اور جوارح کو بے قراری سے روک لینا ہوتا ہے۔ معنی بالا کو ذہن میں رکھتے ہوئے یاد رکھو کہ صبر کی تین اصناف ہیں۔

صنف اول..... طاعت الٰہی پر صبر۔ صنف دوم..... معصیت الٰہی سے صبر۔ صنف سوم..... امتحان الٰہی پر صبر

صنف اول ودوم میں انسان کے کسب کا بھی دخل ہے مگر صنف سوم میں کسب انسانی کو کوئی دخل نہیں۔

سیدنا یوسف علیہ السلام کے حالات پر غور کرتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ باپ کی جدائی پر صبر اور چاہ میں گرا دیے جانے پر صبر بھی مقامات صبر میں سے ہیں مگر امرأۃ العزیز کی بات پر انکار کرنا صبر کی اعلیٰ قسم تھا، خصوصاً جب امور ذیل کو بھی زیر نظر رکھا جائے:

① جوانی۔ ② خالی مکان۔ ③ مجردی۔ ④ نفس کے مطابق خواہش کا ہونا۔ ⑤ بے وطنی جہاں خویش اقارب کا نہ دباؤ ہوتا ہے، نہ ان کی طرف سے حیاء ہوتی ہے۔ ⑥ محکومی۔ ⑦ حسین عورت کی ذاتی درخواست۔ ⑧ اس درخواست کے ساتھ ساتھ ہر قسم کا مکر وفریب۔ ⑨ لالچ اور خوشامد۔ ⑩ دھمکی۔

یہ سب ایسی چیزیں ہیں، جن کی موجودگی صدیق کے منصب کو نہایت بلند کر دینے والی ہے۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ صبر پر طاعت کا درجہ صبر از پرہیز محارم سے اکمل وافضل ہے، کیونکہ نبی ﷺ کے نزدیک فعل طاعت ترک معصیت سے زیادہ محبوب ہے اور عدم طاعت کا نقصان وجود معصیت کے نقصان سے زیادہ سنگین ہے۔

اب یہ بھی یاد رکھو کہ صبر کی تین حالتیں ہیں: [۱]..... صبر باللہ [۲]..... صبر للہ [۳]..... صبر مع اللہ

① ..... صبر باللہ کے معنی یہ ہیں کہ صبر اپنے نفس کے لیے نہ ہو، بلکہ اللہ کے لیے ہو، جیسا کہ فرمایا گیا ہے۔

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ (۱۶:۱۲۷) "صبر کیجیے اور آپ کا صبر تو اللہ ہی کے لیے ہے"۔

② ..... صبر للہ کے معنی یہ ہیں کہ صبر کا باعث محبت الٰہی اور ارادہ تقرب الٰہی ہو، نہ قوت نفس کا اظہار ہو اور نہ خلق خدا میں تعریف کرنے کا شوق ہو۔

③ ..... صبر مع اللہ کے معنی یہ ہیں کہ بندہ اپنے نفس کو اوامر الٰہی اور محارم الٰہی کا مطیع بنا دے، جہاں چلنے کا حکم ہو چل پڑے، جہاں رک جانے کا حکم ہو، رک جائے۔

یہ صبر صدیقین کا ہے اور یہی سخت تر قسم کی ہے۔ خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے صبر کی بابت پوچھا گیا۔ فرمایا:

''صبر تو کڑوی سے کڑوی دوا کو گھونٹ گھونٹ پینا ہے۔ وہ بھی اس طرح کی پیشانی پر بل نہ آنے پائے''۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ زاہدین کے صبر سے محبین کا صبر زیادہ سخت ہوتا ہے، یعنی یار سے صبر ہونا بہت زیادہ تعجب کا موجب ہے۔

اَلصَّبْرُ یُحْمَدُ فِی الْمَوَاطِنِ کُلِّھَا اِلَّا عَلَیْکَ فَاِنَّہٗ لَا یُحْمَدُ [1]

امام المحدثین بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاداب میں نبی ﷺ سے یہ روایت بیان کی کہ حضور ﷺ سے دریافت فرمایا گیا کہ ایمان کیا ہے! فرمایا: اَلصَّبْرُ وَالسَّمَاحَۃُ [2] صبر اور سیر چشمی۔

اب یہ مسئلہ خوب یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی حالت کا عرض کرنا بے صبری میں داخل نہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام فرماتے ہیں:

اِنَّمَآ اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ (۱۲:۸۶) میں اپنی پریشانی اور اندوہ قلبی کی شکایت اللہ سے کرتا ہوں۔

ایوب علیہ السلام کی جناب احدیت میں دعا ہے: اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (سورۂ انبیاء)

(اے رب!) مجھے نقصان اور ضرر آلگا ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

ایک عرب شاعر کہتا ہے:

وَاِذَا عرتک بَلِیَّۃٌ فَاصْبِرْ بِھَا صَبْرَ الْکَرِیْمِ فَاِنَّہٗ بِکَ اَعْلَمُ

وَاِذَا شَکَوْتَ اِلَی ابْنِ اٰدَمَ اِنَّمَا تَشْکُوْ الرَّحِیْمَ اِلٰی مَنْ لَّا یَرْحَمُ [3]

نبی ﷺ کی سیرت پڑھنے والے جانتے ہیں کہ حضور ﷺ نے احکام الٰہی کی تبلیغ، اہل ایمان کی تعلیم، اہل خسران کے انداز، اہل عالم کی تدبیر اور اعلائے کلمۃ الحق کی تدبیر میں کس قدر مصائب ونوائب اور ہموم وغموم کی برداشت فرمائی تھی۔ کبھی حضور ﷺ کے آستان فیض پر غلاظت گرائی جاتی، جس سے تشتت طبع اور پریشانی دماغ پیدا ہو، کبھی حضور ﷺ کی راہ پر گڑھا کھود کر اسے باریک باریک لکڑیوں سے پاٹ دیا جاتا۔ گڑھے میں کانٹے بھر دیے جاتے کہ حضور جب نماز تہجد کے لیے نکلیں تو زمین سمجھ کر اس پر پاؤں رکھیں اور گڑھے میں جا گریں۔ کبھی حضور ﷺ کو سجدہ میں محو تام دیکھ کر حضور کی گردن میں چادر ڈال کر پھانسی کا رسا بنایا جاتا۔ گردن کو افشار سے بھینچا جاتا۔ کبھی حضور ﷺ کی پشت مبارک پر (بحالت سجود) اونٹ کی اوجھڑی رکھ دی جاتی اور اسے کفار کی تفریح طبع کا سامان سمجھا جاتا۔ کبھی حضور پر پتھر برسائے جاتے اور قرأت قرآن پاک سے آپ کو روکا جاتا۔

کئی سال کا ایسا زمانہ بھی حضور ﷺ پر گزرا ہے۔ جب حضور ﷺ کو ایک گھاٹی میں محصور رکھا گیا اور دانہ و خورش کا داخلہ بند کیا گیا۔ یہ حضور ﷺ ہی کا حوصلہ تھا، حضور ﷺ ہی کا دل تھا کہ صبر کیا اور وہ صبر کیا کہ مالک

---

[1] ترجمہ: ۔ جملہ مقامات پر صبر کرنا اچھا ہے مگر تجھ سے صبر کرنا کسی طرح پسندیدہ نہیں۔

[2] سماحت، جوانمردی، نرمی، آسانی پیدا کرنا، سرکشی ونفرت چھوڑ دینا۔ سید حاسا دھارویہ۔

[3] ترجمہ: ۔ جب تجھ پر کوئی بلا نازل ہو تو اچھا صبر کر، کیونکہ رب کو تیرا علم ہے لیکن اگر تو اس کا شکوہ ابن آدم سے کرے گا تب رحیم کا شکوہ اس سے کرتا ہے جو رحم نہیں کرتا۔

نے بھی وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ کے تمغہ سے حضور ﷺ کو مشرف فرمایا۔ سچ ہے ایسے ہی مقدس رسول ﷺ کے لب مبارک سے یہ زیبا تھا۔ الصَّبْرُ رِدَائِیْ فرماتے اور صبر کو تحمل وشان اور شوکت ووقار کا خلعت قرار دیتے۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ بِقَدْرِ صَبْرِهٖ عَلٰى بَلَائِهٖ وَشُكْرِهٖ عَلٰى آلَائِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

۱۰ ..... وَالرِّضَاءُ غَنِيْمَتِيْ، رضائے الٰہی میری غنیمت ہے:۔ واضح ہو کہ متعلق ائمہ تصوف کے تین اقوال ہیں:

① ..... اہل خراسان کہتے ہیں کہ رضا بھی مقامات میں سے ایک مقام کا نام ہے اور انتہائے توکل یہی ہے اور اس مقام کو بندہ اکتساب سے حاصل کرسکتا ہے۔

② ..... اہل عراق کہتے ہیں کہ رضا تو منجملہ احوال ہے، یہ مکاسب میں سے نہیں، بلکہ مواہب میں سے ہے۔

③ ..... تیسرے گروہ نے ہر دو اقوال کو جمع کر دینا چاہا، وہ کہتے ہیں کہ رضا ابتدائی درجہ میں اکتسابی ہے اور منجملہ مقامات ہے اور انتہائی درجہ میں محض عطیہ ربانی ہے، لہٰذا منجملہ احوال ہے۔

گروہ اول کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل رضا کی مدح وثنا فرمائی ہے اور اس صفت کے لیے شوق دلایا ہے۔ اگر یہ مقام اکتسابی نہ ہوتا اور مقدور بشری سے باہر ہوتا، تو ایسا نہ کیا جاتا۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

ذَاقَ طَعْمَ الْاِيْمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا

ایمان کا ذائقہ اس شخص نے چکھا جو اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور محمدؐ کے رسول ہونے پر راضی ہوگیا

نیز فرمایا کہ جو شخص اذان سن کر یہ الفاظ پڑھتا ہے: رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ یہ دونوں احادیث اس شان کی ہیں کہ مقامات دین کا انہی پر مدار ہے۔

غور کرو کہ ان سے چار امور کا ثبوت ملتا ہے۔

الف..... اللہ تعالیٰ کی ربوبیت والوہیت پر رضامندی۔

ب..... نبی ﷺ کی رسالت اور حضور ﷺ کی اطاعت پر رضامندی۔

ج..... دین الٰہی پر رضامندی۔

د..... دین الٰہی کے سامنے تسلیم وانقیاد کا اقرار۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ جس شخص میں یہ ہر چار امور جمع ہوجائیں تو وہ صدیق ہے۔ ہاں! دعویٰ زبان آسان ہے مگر کامیابی امتحان دشوار ہے، خصوصاً جب کہ معاملہ یہ ہو کہ نفس کی مراد خواہش اس کے خلاف ہو۔

یاد رکھو کہ الوہیت پر رضامندی کے معنی یہ ہیں کہ محبت وانابت اور تبتل الی اللہ میں توحید حاصل ہو۔ خوف ہو تو اسی کا ہو۔ امید ہو تو اسی سے ہو۔ جملہ قوی کا انجذاب اسی کی جانب ہو، اور عبادت کا مقصود توحید فی الاخلاص ہو۔ ربوبیت پر رضامندی کے معنی یہ ہیں کہ تدبیر الٰہی کی توحید حاصل ہو، توکل واعتماد اور استعانت میں توحید ہو۔ اللہ تعالیٰ کے ہر ایک فعل کا خیر مقدم خوشنودی کے ساتھ کرے۔

رسالت محمدیہ پر خوشنودی کے معنی یہ ہیں کہ احکام نبویہ کے مقابلہ میں اطاعت کلی اور تسلیم کلی شیوہ بن جائے اور حضور ﷺ کی محبت بھری تعظیم اپنی جان سے بڑھ کر ہو۔ ہدایت اور حکم اور فیصلہ نبی ﷺ کی آستان پاک

ہی سے حاصل کرے اور کسی دوسرے کی حکومت کا روادار نہ ہو۔ خصوصا علوم الٰہیات کے متعلق، جہاں کسی دوسرے کا قول چل ہی نہیں سکتا۔ اسلام پر خوشنودی کے معنی یہ ہیں کہ جب اسلام کا کوئی حکم از قسم امر یا نہی ملے، اسے پورے انشراح خاطر سے قبول کرے اور اس کے خلاف اگر چہ وہ کتنے ہی معروف عالم کی طرف منسوب ہو۔ ہرگز قبول نہ کرے۔ اس مقام پر پہنچ کر بہت سے نام کے عالم یا صوفی و درویش یا شیخ تم کو مخالفت کرتے ہوئی نظر آئیں گے، مگر رضا باسلام تو یہی ہے کہ جو حکم اسلام کا نہیں۔ اس پر ہرگز ہرگز اہل ایمان کو یقین یا اطمینان نہیں کرنا چاہیے۔ اب یہ یاد رکھو کہ رضا کا مقام توکل و تفویض اور تسلیم کے بعد آتا ہے اور چونکہ اس کے حصول میں صعوبت تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی فرضیت کا حکم نازل نہیں فرمایا، البتہ اس کا شوق ضرور دلایا ہے یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ مسلم مقام رضا کیوں کر حاصل کر سکتا ہے۔ کہا جب وہ چار باتوں میں پختہ ہو جائے۔

① .....عطاء کو قبول کرے۔ ② .....عدم عطیہ میں راضی رہے۔

③ .....انقباض میں عبادت کرے۔ ④ .....انشراح میں حاضر درگاہ رہے۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے کسی نے ذکر کیا کہ ابوذر (رضی اللہ عنہ) یوں کہتے ہیں کہ ان کو فقر غنیٰ سے اور مرض صحت سے زیادہ محبوب ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوذر (رضی اللہ عنہ) پر رحم فرمائے۔ میرا قول یہ ہے کہ جس شخص کا اعتماد اللہ تعالیٰ کے بہترین انتخاب پر ہے وہ اللہ تعالیٰ کی پسند کے سوا اور کسی شے کی تمنا ہی نہ کرے گا۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا تھا:

"رضا کا درجہ زہد سے برتر ہے، کیوں کہ جو راضی ہے وہ اس حالت سے دوسری حالت کا آرزومند ہی نہیں۔"

اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الرِّضَا فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَرْضٰی وَاِلَّا فَاصْبِرْ

رضا میں تو سراپا خیر ہے اگر تم میں استطاعت ہے تو اس درجہ میں رہو ورنہ "صبر" کیا کر۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

یٰٓاَیَّتُہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ﴿۳۰﴾ (الفجر)

اے اطمینان والے نفس، اپنے رب کی طرف رجوع کر در آنحالیکہ تو رضا والا ہے اور رضا حاصل کردہ ہے۔ اب میرے بندوں میں شامل ہو جا میری جنت میں داخل ہو جا۔

یہ وہ قول ہے جو دنیا سے رخصت ہوتے وقت بھی بندہ سے کہا جائے گا اور میدان قیامت میں بھی اسی کلمہ سے مؤمن کو مسرور الوقت کیا جائے گا۔ اللہ پاک کے پسندیدہ عباد کی جماعت میں داخل ہوا اور جنت میں پہنچا۔ ہر دو انعام راضی و مرضی ہونے کی صفت پر ہیں۔

⑪ .....وَالْعِجْزُ فَخْرِیْ۔ عاجزی میرا فخر ہے:۔ عام طور پر مشہور تو یہ الفاظ ہیں: اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ لیکن ماہرین علم الحدیث نے ظاہر کر دیا ہے کہ الفقر فخری کے الفاظ نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں۔

صاحب مجمع البحار نے بھی وَالْعِجْزُ فَخْرِیْ کے الفاظ کو بیان کیا ہے جیسا کہ حدیث زیر شرح میں موجود ہیں۔

عجز کے معنی درماندگی ہیں اور کسی مفوضہ کام کو نہ کر سکتا۔ اس کے مفہوم میں داخل ہے مفوضہ کام نہ کر سکنے کو کوئی

مناسبت نبی ﷺ کی ذات اقدس سے نہیں ہوسکتی، کیوں کہ حضور ﷺ کی حیات طیبہ تو سراپا سعی، مکمل جہد اور کامل عمل کا نمونہ رہی ہے۔ لہٰذا عجز سے مراد عجز بہ درگاہ احدیت ہے اور یہی معنی رب العالمین کے جاہ وجلال، اور خاتم النبین کے مقام واحوال پر صادق آتے ہیں۔ اہل ثروت کے حال پر نگاہ ڈالو کہ دنیا میں تھوڑی سی کامیابی کے بعد ان کے غرور و پندار کی کیا حالت ہوتی ہے اور رسول اعظم ﷺ کی سیرت کو بھی غور سے دیکھو۔ وہ رسول ﷺ جس کی نصرت وتائید زمین ہر ذرہ اور آسمان کے ہر ستارہ سے ہوتی ہو جس کا حکم نفوس پر فرماں روا ہو، جس کی عظمت سے مابین السماء والارض پر آوازہ ہو، وہ لحہ بہ لحہ، لحظہ بہ لحظہ، عجز وافتقار اور تضرع وانکسار ہی کے تحیات وطیبات درگاہ احدیت اور آستان صمدیت پر پیش کر رہا ہے اور افتقار کو افتخار سمجھ رہا ہے۔

نبی ﷺ کی سکھلائی ہوئی۔ دعاؤں کے کلمات زاکیات کو دیکھو جن۔ سے غفلت قلب کافور اور حجاب روح دور ہوجاتا ہے کہ غافل سے غافل شخص کا دل بھی جاگ اٹھتا ہے اور بے اختیار سطوت الٰہی اور احتشام لم یزلی کے سامنے جھک پڑتا ہے۔ نمونہ کے طور پر ایک دعا کا اندراج کیا جاتا ہے۔ ناظرین اس کے اسلوب بیان پر غور کریں، علو مکانی کا اندازہ کریں اور دیکھیں کہ جس دل زبان سے یہ الفاظ نکلے وہ خود بھی اظہار عجز اور نیاز کو اپنے لیے کس قدر مایہ ناز وفخر وامتیاز سمجھتا ہے اور متبعین کو بھی کس نمونہ پر تیار کرنا چاہتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَرٰى مَكَانِيْ وَ تَسْمَعُ كَلَامِيْ وَ تَعْلَمُ سِرِّيْ وَ عَلَانِيَتِيْ وَلَا يَخْفٰى عَلَيْكَ شَيْءٌ مِّنْ اَمْرِيْ وَ اَنَا الرَّجُلُ الْمُشْفِقُ وَ مُقِرًّا لْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِيْ وَ اَنَا الْمُسْتَغِيْثُ الْمُسْتَجِيْرُ۔ اَسْاَلُكَ مَسْئَلَةَ الْمِسْكِيْنِ وَاَبْتَهِلُ اِلَيْكَ اِبْتِهَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِيْلِ وَ اَدْعُوْكَ دُعَاءَ الْخَائِفِ الضَّرِيْرِ وَ دُعَاءَ مَنْ خَضَعَتْ لَكَ رَقَبَتُهٗ وَ فَاضَتْ لَكَ عَبْرَتُهٗ وَذَلَّ لَكَ جِسْمُهٗ وَ رَغِمَ لَكَ اَنْفُهٗ اَنْ لَّا تَجْعَلَنِيْ بِدُعَائِكَ شَقِيًّا وَّ كُنْ لِّيْ رَؤُفًا رَّحِيْمًا يَا خَيْرَ الْمَسْؤُلِيْنَ وَ يَا خَيْرَ الْمُعْطِيْنَ

ترجمہ:..... یا اللہ تو مجھے میری جگہ پر دیکھ رہا ہے اور میرا کلام سن رہا ہے، میری پیدا و پنہاں کو خوب جانتا ہے میری کوئی بات بھی تجھ سے پوشیدہ نہیں۔ میں تو کانپنے والا، ڈرنے والا ہوں، میں اپنی کمزوری کا اقرار واعتراف کرتا ہوں، میں تو فریادی اور پناہ کا خواہاں ہوں، تجھ سے مسکین بن کر سوال کرتا ہوں گناہ گار ذلیل کی طرح تیرے سامنے چلا رہا ہوں، نابینا خوفزدہ کی طرح مدد کی پکار کرتا ہوں، میری پکار اس شخص کی سی ہے، جس کی گردن نیچی ہو جس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوں جسم جھک گیا ہو اور ناک زمین پر رگڑ رہا ہوں، اے معبود مجھے محروم نہ رکھنا۔ میرے ساتھ رافت اور رحم کا برتاؤ کرنا۔ اے مالک تو سب سے بڑھ کر فریادرس ہے تو سب سے بڑھ کر جود وعطا کرنے والا ہے۔

اللہ اکبر! یہ معرفت کا وہ سبق ہے کہ اگر کوئی اہل ایمان دل اور زبان کے اس عجز و بیان کے ساتھ بارگاہ منان میں حاضر ہو تو ضرور ہے کہ رحمت اس کی دستگیری فرمائے، محبت اس کی شمع راہ بنے، اخلاص وصداقت اسے خاک سے اٹھا کر کرسی قبول وعزت پر بٹھلائے۔ فَطُوْبٰى لَهٗ

(۱۲)..... وَالزُّهْدُ حِرْفَتِيْ۔ زہد میرا پیشہ ہے:۔ حرفت، اس صنعت یا وجہ کسب کو کہتے ہیں جسے انسان اپنے گزارہ کا ذریعہ بنائے۔ زہد، اصل لغت میں عدم رغبت کو کہتے ہیں، سورۂ یوسف میں ہے:۔

وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ [سورۂ یوسف] قافلہ والوں کو یوسف کے پاس رکھنے کی رغبت نہ تھی۔

شَيْءٌ زَهِيدٌ یہ چیز اندک جو قابل التفات نہ ہو۔

اصطلاحِ شرعیہ میں دنیا اور مال ومتاع دنیا سے رغبت نہ رکھنے کو زہد کہتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے۔ زہد یہ ہے کہ نہ موجود پر اعتماد ہو اور نہ مفقود پر تاسف ہو۔ امام المحدثین احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: زہد کی تین اقسام ہیں:

الف..... ترک حرام، یہ عوام کا زہد ہے۔ ب..... حلال میں سے زائد شے کو چھوڑ دینا، یہ خواص کا زہد ہے۔

ج..... ہر ایک ایسی شے کا ترک کر دینا جو توجہ الی اللہ سے روکنے والی ہو۔ یہ عارفین کا زہد ہے۔

ناظرین! حدیث کے ہر دو الفاظ پر غور کیجیے!

حرفہ تو اس طریقہ کو کہتے ہیں جسے انسان اپنی معاش کے لیے لازم ٹھہرائے اور یہاں نبی ﷺ نے ''زہد'' ہی کو اپنا حرفہ بتلایا، تو اس کے معنی یہ ہو گئے کہ اپنی توجہ کو ان سے اشیاء جملہ اسباب اور وسائل سے جو ماسوی اللہ کی طرف لے جانے والے ہیں، ہٹا کر پورے اہتمام اور پوری ہمت سے اللہ ہی کی طرف توجہ کر لی جائے وسائل اور وسائط کو ہیچ پوچ سمجھ لیا جائے۔ وہ اعتماد جو پروردگار پر ہے، سامان حاضرہ کو موجب طمانیت نہیں بنا سکتا اور اسی سامان کا فقدان قلب میں کوئی تشویش نہیں پیدا کر سکتا۔ یہ زہد کی بلند ترین صورت ہے اور زہد پر یہ اعتراض بھی عائد نہیں ہو سکتا کہ زہد تو اکتسابی ذرائع کا مانع ہے یا زہد تو اصول تمدن کی مخالفت کا نام ہے۔

(۱۳)..... وَالْيَقِينُ قُوتِي۔ یقین میری روزی ہے:

واضح ہو کہ کتاب حمید میں یقین اور اہل یقین کا بیان آیات متعددہ میں ہوا ہے۔

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ [البقرۃ]

جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اس پر جو تجھ پر اتارا گیا، نیز اس پر جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت ربانی پر ہیں اور یہی ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔

آیات بالا پر غور کرو کہ ہدایت اور فلاح کو یقین ہی کا ثمرہ بتلایا گیا ہے:

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ۝ [السجدہ]

ہم نے انہی میں سے امام بنائے جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے کیونکہ انہوں نے صبر کیا تھا اور ہماری آیات پر یقین رکھتے تھے۔

آیت بالا میں امامت فی الدین کے منصب کو صبر اور یقین کے اتحاد کا نتیجہ فرمایا گیا ہے:

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ ۝ وَفِي أَنْفُسِكُمْ ۚ [الذاریات]

یقین والوں کے لیے زمین میں اور خود ان کے نفس کے اندر نشانیاں موجود ہیں۔

آیت بالا میں بتایا گیا ہے کہ آیات ربانی کا مشاہدہ اور اعلامات سبحانی کا معائنہ اور پھر اس مشاہدہ ومعائنہ سے نفع کا حاصل کرنا اہل یقین ہی کے لیے حاصل ہے۔ الغرض جو درجہ روح کا جسم انسانی میں ہے وہی درجہ یقین کا پیکر ایمانی

میں ہے۔ یقین ہی اعمال قلب کی روح ہے۔ یقین ہی حقیقت صدیقیت ہے۔ علماء میں اختلاف ہے کہ یقین کسبی ہے یا موہبی ہے۔ ہمارے نزدیک بلحاظ اسباب تو کسبی ہے بہ لحاظ اصلیت وہبی ہے۔ سہل تستری ﷺ فرماتے ہیں کہ مکاشفہ سے ابتدا ہوتی ہے اور پھر انسان معائنہ ومشاہدہ کے مدارج کو طے کرتا ہوا یقین تک پہنچ جاتا ہے۔

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یقین کی علامات تین ہیں:

① .....لوگوں سے میل جول کم ہو۔ ② .....کسی کے عطیہ پر مدح نہ کرے۔

③ .....کسی کے نہ دینے پر اس کی مذمت نہ کرے۔

انہی کا ارشاد یہ بھی ہے، یقین کی حقیقت یہ ہے کہ ہر شے میں نظر الی اللہ ہو، ہر معاملہ میں رجوع الی اللہ ہو، ہر حالت میں استعانت باللہ ہو۔ واضح ہو کہ اگر مراتب یقین کی تفصیل کی جائے تو وہ تین ہیں۔

مرتبہ اولیٰ میں علم اوامر ونواہی، علم معاد، علم الاسماء والصفات داخل ہیں اور جب بندہ کو ان علوم کی کی حقانیت وصدق پر وثوق کلی ہو جاتا ہے تو اس مرتبہ کو حاصل کر لیتا ہے۔ مرتبہ ثانیہ میں استدلال کی ضرورت نہیں رہتی۔ دلیل فضول سمجھی جاتی ہے اور سماعت کا مقام ردیت حاصل کر لیتی ہے، اس کو عین الیقین کہتے ہیں۔ مرتبہ ثالثہ میں خود آفتاب حقیقت نور بیز ہوتا ہے۔ کلفت یقین جاتی رہتی ہے۔ حقانیت اپنے کمال کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے، اسے حق الیقین کہتے ہیں اور یہ درجہ صرف انبیاء علیہم السلام کا ہے۔ انہی کی چشم ظاہر بین کے سامنے جملہ اسرار وخفایا منکشف ہوتے ہیں اور انہی پر علوم معاد کا ظہور ایسا ہوتا ہے جیسے دوسروں کے لیے مادی اشیاء کا شہود۔

اب یہ غور کرو کہ حدیث زیر شرح میں نبی ﷺ نے یقین کو اپنی غذا فرمایا ہے، یہ ظاہر ہے کہ غذا ہی پر جسم کا نشوونما ہے اور غذا ہی سے جسم کی پرورش ہوتی ہے۔ یقین کو غذا بتلانا ظاہر کر رہا ہے کہ حضور اسباب مادیات سے کس قدر دور تھے حضور ﷺ کی قوت یقینیہ کا اندازہ کرنے کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کی قوت یقینیہ کا اندازہ کرو۔

ایک صحابی جنگِ احد میں خوشۂ انگور ہاتھ میں لیے ہوئے انگور کھا رہے تھے کہ انگور کھا کر اور طاقت جسمانی بڑھا کر شریک معرکہ ہوں گے۔ انہوں نے نبی ﷺ کو فرماتے سنا کہ شہادت کا ثمر جنت علیا ہے۔ یہ سن کر انہوں نے انگوروں کی طرف دیکھا، پھر کہا کہ ان کے ختم کرنے میں تو دیر لگے گی۔ میں جنت کے لیے اتنی دیر کیوں کروں۔ یہ کہہ کر انگور پھینک دیے اور رزمگاہ میں پہنچے اور جوہر شجاعت دکھلاتے ہوئے بزم گاہ رضوان کو جا سدھارے۔

نقیب محمدی عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا حال بھی انہی سے ملتا ہوا ہے۔ دشمن پر حملہ کر رہے تھے کہ ان کا چچیرا بھائی یخنی لے آیا، کہا یہ تھوڑی سی پی لو، طاقت پا کر زیادہ لڑ سکو گے۔ پیالہ ہاتھ میں لیا دو تین گھونٹ لے کر برتن پھینک دیا کہ مجھے اپنے احباب سے جلد تر ملاقات کرنی ہے۔ سچ ہے کہ یقین شکوک واوہام کے حجاب کو چاک کر دیتا ہے، اس وقت چہرہ حقیقت بے نقاب ہو جاتا ہے، رؤیت ایمانی کا درجہ بصارت عینی سے بالاتر پہنچ جاتا ہے اور ایسا دیدہ ور شخص مغیبات کو مشاہدات سمجھتا ہوا حقائق اصلیہ اور معارف روحانیہ کو حاصل کر لیتا ہے۔

④ .....وَالصِّدْقُ شَفِيْعِيْ۔ صدق میرا ساتھی ہے:۔ جب ایک شخص کے ساتھ اس کو اغراض میں متفق ومتحد ہو کر دوسرا شخص شامل ہو جاتا ہے تو وہ پہلے شخص کا شفیع کہلاتا ہے۔ لغت میں شفیع بمعنی جفت آتا ہے، کتاب حمید میں

ہے وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۔صدق، ہر شے کی اصلیت اور کمال قوت کو کہتے ہیں۔ الفاظ ذیل پر غور کرو۔

① ..... عزم صادق، اسی ارادہ کو کہیں گے جو تام وقوی ہو۔ ② ..... محبت صادق، اسی محبت کو کہیں گے جو کامل واصلی ہو۔

③ ..... خبر صادق، وہی اطلاع ہے جس میں اصلیت کے سب اجزا کامل وقوی ہوں۔

قرآن مجید میں صدق کے کئی مقامات کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ نبی ﷺ کو یہ دعا تلقین فرمائی گئی ہے:

رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ﴿۸۰﴾ (الاسراء)

اے رب! مجھے خوبی کے ساتھ پہنچائیو اور مجھ کو خوبی کے ساتھ لے جائیو اور مجھ کو اپنے پاس سے ایسا غلبہ دیجیو جس کے ساتھ نصرت ہو

اس دعا میں مدخل صدق اور مخرج صدق کا سوال سکھلایا گیا ہے۔ مدخل صدق سے مراد بندہ کی وہ توجہ ہے، جو اللہ کے لیے، اللہ کی جانب اور احکام الٰہی کی جانب بندہ کیا کرتا ہے، اس توجہ میں شائبہ ریب وشک نہیں ہوتا، اس کی ترقیات کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔ نبی ﷺ کا داخلہ مدینۃ المنورہ بھی اسی مدخل صدق میں داخل ہے، جس کی برکات وانوار لامنتہی ہیں۔ مخرج صدق سے مراد بندہ کی وہ عزیمت ہے جو ہوا وہوس اور اقتضائے طبع ونفس سے منہ موڑ کر اور امور خاکی سے دامان دل کو جھاڑ پچھوڑ کر سب سے الگ ہو جاتا ہے۔ کوئی حجاب، کوئی رسم، کوئی امید منفعت، کوئی خوف ضرر بندہ کو اس خروج صدق سے روک نہیں سکتا۔ نبی کریم ﷺ کا مکہ چھوڑ دینا، وطن سے دوری، تعلقات سے بے تعلقی، راہ ہجرت کی بادیہ پیمائی اسی مخرج صدق میں داخل ہے۔

وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ (سورۂ یونس:۲)

اور جو ایمان لے آئے ان کو بشارت سنایئے کہ ان کے رب کے پاس ان کو پورا مرتبہ ملے گا۔

آیت بالا میں قدم صدق کے وجود کی اطلاع اور بشارت دی گئی ہے۔ قدم صدق سے مراد وہ اعمال صالحہ اور افعال حسنہ ہیں، جو فرمان پذیر بندہ نے اپنی حیات فانی میں ادا کیے اور قبر میں جانے سے پیشتر بارگاہ رب العزت میں بھیج دیے گئے۔ تقدیم اعمال تو مؤمن وکافر مطیع وفاسق سب ہی کی طرف سے ہوتی ہے مگر صدق قدم کا اطلاق سب مؤمن ہی کے اعمال پر ہوتا ہے۔ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے:

وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۸۴﴾ (الشعراء) اور میرا ذکر آئندہ آنے والوں میں جاری رکھ۔

یہاں لسان صدق کی دعا فرمائی ہے، لسان صدق سے مراد ثناء حسن ہے۔ یہ ایک بندہ کے لیے بطور جزائے حسن عطا ہوتی ہے جس کے افعال واعمال اور اقوال اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں معیار صدق پر پورے اترتے ہیں۔

⑮ ..... وَالطَّاعَةُ حَسَبِیْ۔ طاعت کرنا میری عزت ہے:۔ طوع (جس سے طاعت بنا ہے) کے معنی انقیادِ امر اور اتباعِ حکم ہیں، جب کہ مطیع اس حکم کی تعمیل پورے پورے انشراح صدر اور نشاط قلب سے کر رہا ہو۔

حسب، وہ بزرگی جو مال یا دین یا صفات حسنہ اور اخلاق فاضلہ یا سخا وجود کی وجہ سے حاصل ہو۔

حدیث بالا میں صنعت تضاد موجود ہے۔ یعنی عام طور پر لوگ ان اشیاء کو باعث زندگی وبرتری سمجھا کرتے ہیں۔ جس میں اوروں پر تفوق پایا جاتا ہو۔ لیکن نبی ﷺ نے بندگی وفرماں برداری کو اپنے لیے باعث برتری وتفوق قرار دیا ہے۔ بے شک یہ ایک ایسی خصوصیت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے گوہر گرامی میں عموماً اور امام الانبیاء سرور

عالم کے عنصر پاک میں خصوصاً اس کا ظہور اور نور نظر آتا ہے۔ صلح حدیبیہ میں کفار نے ایک شرط یہ بھی کی تھی کہ جو شخص قریش میں سے مسلمان ہو کر مسلمانوں سے جا ملے گا۔ اسے قریش کے پاس واپس کر دیا جائے گا، مگر جو شخص مسلمانوں میں سے نکل کر کفار میں جا ملے گا وہ مسلمانوں کو واپس نہ دیا جائے گا۔

شرط مذکورا پنے ظاہری الفاظ میں ذلت آمیز نظر آتی ہے۔ لہٰذا عمر فاروق، اُسید بن حضیر، سعد بن عبادہ اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہم جیسے غیرت مندان اسلام نے جو شبانہ روز اَعِزَّ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِیْنَ کا ورد رکھتے تھے۔ اس شرط کو حمیت مسلمین اور عزت اسلم کے منافی سمجھا۔ جب انہوں نے اس بارے میں حضور ﷺ سے اپنی رائے کا اظہار کیا تو حضور ﷺ نے ان کے دلائل کی تردید کی اور نہ ان کے اقوال کی تضعیف، بلکہ زبان عالی سے یہ فرمایا:

اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَلَسْتُ اَعْصِیْہِ وَھُوَنَاصِرِیْ (زرقانی، ج ۲، ص ۲۰۴)

ترجمہ:..... میں اللہ کا رسول ہوں میں اس کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔ وہی میرا مددگار بھی ہے۔

اس سے صاف روشن ہو گیا کہ نبی ﷺ کس قدر زیادہ طاعت و انقیاد الٰہی کے پابند تھے کہ حمیت و حمایت ظاہری اور وقار عزت عینی، نو مسلموں کی جنبہ داری یا مرتدین کی تعزیر کے مسلمہ اصول بھی حضور ﷺ کو ذوق اطاعت اور کمال انقیاد سے الگ نہ کر سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اس حسن عمل کا بدل اسی جنس عمل کی صورت میں حضور کو ارزانی فرمایا اور حضور ﷺ کی اطاعت کہ جملہ عالم و عالمیان پر فرض عین ٹھہرایا۔ فرمایا:

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (۴:۸۰) جس نے محمد رسول اللہ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی بھی اطاعت کی۔

اِنْ تُطِیْعُوْہُ تَھْتَدُوْا (نور) اے لوگو! اگر تم رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پالو گے۔

وَالْجِھَادُ خُلُقِیْ جہاد میری خصلت ہے۔

"جہاد" پوری کوشش سے کوئی کام کرنا، محنت، طاقت اور توجہ کو کسی کام میں لگا دینا۔ خلق۔ طبیعت، جبلت، پیدائشی خصلت۔ جہاد شرعیہ کی دو اقسام ہیں: ۱..... جہاد بالمال۔ ۲..... جہاد بالنفس۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَتُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ ۔ (الصف:۱۱)

اللہ کی راہ میں مالوں کے ساتھ اور جانوں کے ساتھ جہاد کرو۔

مال کی قربانی بھی سخت دشوار ہے اور ایثار جانی بھی سخت مشکل۔ بہت لوگ جان کے بچاؤ میں مال کی پرواہ نہیں کرتے اور اکثر ایسے ہیں جو مال کے لیے جان کو بھی ہلاکت میں ڈال دینا آسان سمجھتے ہیں۔ جہاں مال اور جان دونوں کے نثار کرنے کا سوال ہو، وہاں پورا اترنا اللہ تعالیٰ کے محض بندوں ہی کا کام ہے۔ بسا اوقات یہی مال و جان انسان کو اس کے فرائض ذاتی و قومی اور واجبات اخلاقی و دینی کے ادا کرنے میں سخت حائل ہو جایا کرتے ہیں لیکن راہ خدا کے فدائی ہر شے کو اپنے مولیٰ کی رضا پر قربان کر دیتے ہیں۔ قرآن مجید کی ایک آیت میں فرمایا گیا ہے۔

وَجَاھِدُوْا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِھَادِہٖ ۔ (الحج:۷۸) اللہ کے بارے میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔

اس جہاد سے مراد علم الٰہی کی تحصیل، رضائے ربانی کا حصول، تقرب سبحانی کا شوق، مدارج وحی کا ارتقاء مراد ہے اور کچھ شک نہیں کہ اس جہاد میں صرف طاقت اور اخلاق توجہ بمعنی لغوی اور ایمان و عمل صالح بمعنی شرعی بہمہ وجوہ درکار

ہیں۔ جہاد کے معنی اعدائے دین کو تحت میں لانا، اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے وسائل مالی وجانی کو مجتمع کر دینا بھی ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت پاک پر نگاہ ڈالو کہ جہاد کی ان جملہ اقسام میں حضور ﷺ جملہ افراد امت سے کس قدر بڑھے ہوئے ہیں۔ حضور ﷺ کا عزم وارادہ اور نیت وتمنا، حضور ﷺ کا آرام وقیام اسی جہاد فی اللہ کے لیے تھا۔ وہ آسودگی وآرامیدگی جو خاصہ اہل حکومت ہے۔ وہ دہن وضعف جو لاحق احوال امراء ہے۔ وہ کسل وجمود جو محبوب مترفہین ہے، ان میں سے کسی کا بھی کوئی اثر ذات گرامی پر نہ تھا۔ جد وجہد، سعی وطلب، ارتقاد ارتفاع، سوز وگداز، حزن وشوق حضور ﷺ کے خدام دربار تھے اور اسی اسوۂ عالیہ کا فیضان تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خویش وتبار سے، زن واولاد سے جدا، ضیاع وزرع سے دور آرام وآسائش سے نفور ہو کر ہمہ تن، ہمہ دل جہاد فی اللہ میں مشغول تھے۔ اسی صفت عالیہ کے تحت میں انہوں نے وطن کو خیر باد کہا اور زیست دنیوی کو حیات دنی قرار دیا۔

وطن سے نکلے اور تمام دنیا کو ہمت بلند، عزم راسخ، طلب صادق، سعی موفور کی ایسی تعلیم دے گئے کہ مشرق سے مغرب تک کَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا کا آوازہ بلند ہو گیا۔ اسی نمونہ کا نتیجہ تھا کہ لوگوں نے دنیا کا دار العمل ہونا سمجھ لیا۔ انفاس کا پاس ہونے لگا۔ حیات ارضی کے بعد حیات روحی کا نظارہ آنکھ کے سامنے ہو گیا۔ اسی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ مدت قلیل میں فوائد کثیرہ، فتوحات عظیمہ، غنائم وافرہ، نتائج عالیہ حاصل ہو گئے۔ کاش! مسلمان اسی علم وعمل کو مال زندگی سمجھیں اور سعی وطلب کو اپنی جبلت وفطرت بنالیں اور وہ بھی دنیا کی زندہ اقوام میں زندہ کہلانے کا لقب حاصل کر سکیں۔ نہیں، نہیں، دنیا میں آج زندہ اقوام کہلانے والی قوموں کا مطمع نظر بہت پست ہے۔ اہل ایمان کو اپنی نیت وفعل اور عزم وعمل کے لحاظ سے اپنی ہمت کو بلند رکھنا ضروری ہے تا کہ انہیں انبیاء صدیقین اور شہداء کی معیت حاصل ہو جائے اور سعادت دارین کا تاج جسے تاج خلافت بھی کہا جاتا ہے ان کے سر پر رکھا جائے۔

(۱۷) ..... وَقُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے:۔ حج عمر میں ایک دفعہ ہے ادائے زکوٰۃ کے لیے سال میں ایک دن کا مقرر کر لینا کافی ہے۔ صوم رمضان گیارہ ماہ کے بعد آتے ہیں۔ مگر نماز ایک دن میں پانچ دفعہ پڑھنا فرض ہے، سات برس کے بچے کو نماز پر لگانے اور دس برس کے بچے کو ترک نماز پر تادیب کرنے کا حکم ہے۔ سفر ہو یا مرض، مفلسی ہو یا امیری، سیری ہو یا آزادی، نوکری پر ہو یا گھر پر فرض نماز کسی وقت اور کسی جگہ ساقط نہیں ہوتی، جب تک ہوش وحواس درست ہیں، نماز کی فرضیت قائم رہتی ہے، اعمال میں نماز سب سے پہلے فرض ہوتی اور سب سے اخیر تک فرض رہتی ہے، نماز ہی کی بابت سب سے پہلے سوال بروز محشر ہوگا۔

عماد دین نماز ہے، شوکت اسلام نماز ہے، اسلام کا خیمہ اسی چرب پر استادہ ہوتا ہے، مسجدوں کی تعمیر اذانوں کا اعلان، خطیب اور پیش اماموں کا تقرر، سب کچھ نماز کے لیے ہے۔ حفاظ قرآن کی عزت، محراب مسجد سے آشکارا ہوتی ہے اور علمائے دین کی فضیلت منبر سے نمودار ہے۔ نماز ہی اجتماع وتنظیم کی سبق آموز ہے اور نماز ہی پابندی اوقات کا خوگر بنانے والی ہے۔ نماز ہی مختلف المزاج افراد کو واحد مرکز پر لاتی ہے اور نماز ہی قوم کے پسند کردہ امیر کی اطاعت کا عملی سبق پڑھاتی ہے۔ نماز ہی بندہ کو بدن، لباس اور مقام کی پاک وپاکیزہ اور صاف ومجلی رکھنے کا ذریعہ ہے۔ نماز ہی سحر خیزی سکھاتی ہے اور نماز ہی بے ہودہ تھیٹروں، تماشاؤں میں انسان کی صحت اور روپیہ اور

وقت کی حفاظت کرتی ہے۔نماز ہی دل میں ایک ایسی کشش پیدا کر دیتی ہے جس سے دل کا تعلق رب العالمین کی حضوری سے ہو جاتا ہے۔نماز ہی ہر انسان کو دربار الٰہی میں حاضر ہو سکنے کا اعزاز عطا کرتی ہے اور نماز ہی انسان اور رب میں سرگوشی و ہم کلامی کا راز کھول دیتی ہے،نماز ہی کمال عبودیت ہے اور نماز ہی تکمیل انسانیت،نماز ہی اخلاق حسنہ کی ہادی ہے اور نماز ہی عادت سیئہ کی سپر ہے،نماز ہی مغفرت و رحمت ہے اور نماز ہی نور و برہان ہے۔نماز ہی رب العالمین کے عالم گیر علم و قدرت کا یقین مستحکم ہوتا ہے اور نماز ہی سے فرزندان اسلام کی عالمگیر اخوت کا سلسلہ پائیدار بنتا ہے،نماز ہی سے احسانیات کے مراتب طے ہوتے ہیں اور نماز ہی سے تجلیات حضور ﷺ کی اشاعت نور ہوتی ہے،جس دین میں نماز نہیں وہ دین،دین ہی نہیں۔مؤمنین کے لیے نماز کو معراج فرمایا گیا ہے اور حالت سجدہ کو بندہ کا بارگاہ سبحانی سے قریب ہونا بتلایا گیا ہے۔

بزرگان دین سمجھتے تھے کہ چنچل من صرف نماز میں ہی سکینہ یاب ہوتا ہے اور ہر وقت سوچنے والا دماغ صرف نماز ہی میں انابت الی اللہ کا مزہ پاتا ہے،نماز ہی ہے جس کا اثر انسان کے جسم اور دل اور دماغ اور نفس روح اور سرا اور اخفی پر یکساں پڑتا ہے اور نماز ہی سے جو بہ حالت ارتعاب انسان کو ملکوتی صفات بنا دیتی ہے۔

جملہ ادیان پر جو فضیلت اسلام کو ہے ازاں جملہ یہ ایک بڑی دلیل ہے کہ اسلام ہی بندہ کو پانچ وقت اللہ کے حضور میں لے جاتا ہے اور بے واسطہ دیگر براہ راست عرض معروض کا موقع عطا کرتا ہے۔جب نماز کی یہ برکات عامۃ المسلمین کے لیے ہے تو کچھ شک نہیں رہ جاتا کہ نبی ﷺ کی نماز اپنی نورانیت میں سارے جہاں کی نمازوں سے اعلیٰ و برتر تھی۔

ایک مذنب ذلیل،خائب و خاسر کی عبادت کو ایک مصطفیٰ و مجتبیٰ سید الوری حبیب رب العلیٰ کی نماز کے ساتھ کیا مناسبت و مشابہت ہو سکتی ہے۔البتہ حدیث پاک سے اس قدر مستنبط ہوا کہ نبی ﷺ کے کلمہ خوانوں کی اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہی کو بنانا چاہیے،جیسا کہ حضور مآب ﷺ رسالت نے نماز کو قرۃ العین فرمایا ہے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ



باب دوم
خصائص القرآن

قرآن کریم وہ پاک کتاب ہے جسے نبی ﷺ نے کلام اللہ بنا کر اپنی زبان مبارک سے حرفاً حرفاً سنایا۔ لہٰذا سیرت نگار نبوی کا فرض ہے کہ قرآن مجید کے متعلق بھی ضروری مباحث کو سیرت نبوی کے ساتھ ساتھ پیش کرے۔

کتاب ہذا کی جلد اول میں بھی اس مبحث پر چند اوراق پیش کیے جا چکے ہیں۔ اب اس اختصار سے کچھ آگے بڑھ کر چند مبحث ہدیہ ناظرین کیے جاتے ہیں۔ قرآن پاک کے نام بھی اسماء الحسنیٰ کی طرح ۹۹ تک پہنچ گئے ہیں، لیکن سب سے زیادہ خاص اس کا نام مبارک ''کلام اللہ'' ہے اور سب سے بڑھ کر مشہور اس کا نام ''القرآن'' ہے۔

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''المشوق الی علوم القرآن'' میں تحریر فرمایا ہے کہ لفظ قرآن محاورہ قَرَأَتِ الْحَوْضُ سے ماخوذ ہے، جو حوض پانی سے لبالب لبریز ہوتا ہے، اُسے قَرَأَتِ الْحَوْضُ کہا کرتے ہیں چونکہ قرآن پاک جملہ علوم پر محتوی اور عرفان تام کا ظرف اور حقائق اصلیہ سے پُر ہے، اس لیے اس کا نام قرآن ہوا۔

اب ذیل میں متعدد عنوانات کے ساتھ چند مباحث پیش کیے جاتے ہیں:

فصل اول:..... ضرورت قرآن

قرآن مجید کی ضرورت معلوم کرنی ہو تو سب صاحبان کو اس زمانہ کی تاریخ اور صفحہ عالم کی حالت پر غور کرنا چاہیے۔

ایران کے مجوس کا سراپا شرک کی نجاست میں غرق ہونا اور احاطہ انسانیت سے نکل کر ان کی ماں، بیٹی، بہن سے ازدواج کو جائز و مباح سمجھ لینا۔ روما چرچ کے عیسائیوں کا صریح بت پرستی میں مبتلا ہو کر اس مشرکانہ عقیدہ کی ترویج میں لاکھوں بندگان خدا کا خون پانی کی طرح بہانا۔ چین کا قبر پرستی اور بھوت پریت کی عبادت میں محو ہو جانا اور پھر خود کو آسمانی فرزند کہلانے کا مستحق قرار دینا۔ اس کا فسق و فجور میں پڑ کر شراب کو بہترین افعال انسانی قرار دینا، مرد و عورت کی برہنگی کی اعضاء کی مثالوں کو سب شودوالوں میں قائم کرنا۔ دختر کشی اور قمار بازی کو شرافت کا نشان قرار دینا۔

عرب کا بعض صفات بالا میں اکثر ممالک سے بڑھ جانا۔ الغرض تمام معمورہ عالم پر سخت تاریکی چھائی ہوئی تھی اور ان ضلالتوں کے دور کرنے میں وہ کتابیں جو دنیا میں پہلے سے نازل شدہ تھیں، ناکافی ثابت ہو چکی تھیں۔

ان کا تمام عالم کے بگڑے ہوئے آوے پر تو کیا اثر ہوتا کہ خود اسی کی قوم (جس میں اس کتاب کا نزول ہوا) دائرۂ اطاعت میں نہ رہی تھی، اس لیے ضرورت تھی ایک ایسی مہیمن کتاب کی جس میں تمام عالم کی اصلاح کی طاقت اور تمام کتابوں کو اپنے اندر جمع کر لینے کی قابلیت اور بالحاظ اپنی مجموعی شان کے دیگر اوراق پریشان سے دنیا بھر کو مستغنی کر دیتی۔ ہاں! جس طرح سخت گرمی اور جس کے بعد باران رحمت کا نزول ہوتا ہے، جس طرح رات کی سخت تاریکی کے بعد خورشید عالم افروز طلوع فرماتا ہے۔ اسی طرح تمام دنیا پر پھیلی ہوئی ظلمت مظلمہ ہی نے قرآن مجید کے نور مبین کی ضرورت کو افراد عالم کے دل و دماغ میں ثابت و محسوس کرا دیا تھا۔ لہٰذا اسی رحمت ربانیہ نے جو انسان کو عدم سے وجود میں لانے اور نطفہ سے انسان کامل بنانے میں کارفرما ہے۔ ہماری روحانی ضرورت کے لیے

اس نور وہدایت کو نازل فرمایا۔ بدبختی سے ہند میں ایسا فرقہ بھی پیدا ہو گیا ہے جو رب کریم کو ارحم الراحمین تو مانتا ہے مگر پھر بھی اسے کلام خدا کے دنیا میں نازل ہونے کی ضرورت سے انکار ہے۔ یہ کور سواد تسلیم کرتے ہیں کہ اس نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ نے اگر آنکھ کو بینائی دی ہے تو دیکھنے کے لیے ان گنت رنگتیں بھی بنائیں ہیں۔

اگر کان کو شنوائی ملی ہے تو سننے کے لیے بھانت بھانت کی آوازیں بھی پیدا کی ہیں۔ پاؤں چل سکتا ہے تو اس کی جولانی کے لیے فرش زمین کی ہموار و ناہموار راہیں بھی نکال دی ہیں۔ منہ کھا سکتا ہے تو ذائقہ کے واسطے میٹھے، سلونے، کھٹے، پھیکے کھانے بھی مہیا کیے ہیں۔ یعنی جس قدر حواس ظاہری اور قوائے باطنی جسم انسان میں پائے جاتے ہیں، اس کے متعلق ایک ایک جداگانہ عالم بھی پیدا کیا گیا۔ مگر ان کو اب بھی سخت انکار ہے کہ روح انسانی کے لیے (جو فطرت انسانی کی خزینہ دار اور اس کی مملکت کی حکمراں ہے) کوئی جداگانہ عالم موجود ہو، اگر یہ لوگ روح کا انکار کر دیتے تو ان کی حالت پر اتنا افسوس نہ ہوتا لیکن روح کا اقرار اور رحمت الٰہیہ کی جانب سے اس کے لیے عالم خاص کا انکار قطعاً اسرار فطرت سے عدم آگاہی پر مبنی ہے۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔

ضرورت قرآن حمید کے ثبوت میں ہم دنیا کے سامنے دنیا کی تاریخ رکھ دیتے ہیں۔ نیز ان تمام ترقیات کو دنیا کے ہر ایک مذہب نے نزول قرآن مجید اور اشاعت کتاب حمید کے بعد اپنے اپنے عقائد اور اصول میں کی ہے اور ان تمام اصلاحات کو بھی اپنی دلیل میں پیش کرتے ہیں، جو غیر مسلم اقوام نے اس ۱۳۵۳ سال کی مدت رسالت محمدیہ میں تعلیم قرآن سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے اپنے مذہب اور مسلک میں داخل کر لی ہیں۔ ان ترقیات و اصلاحات کے از منہ ارتقاء کی تاریخ معلوم کرنے کے بعد امید قوی ہے کہ ہر ایک مصنف کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ فی الواقع معمورہ عالم کو قرآن مجید کے نزول کی سخت ضرورت و احتیاج تھی۔

فصل سوم:..... فصاحت و بلاغت قرآن

الف..... اگر کسی کو فصاحت و بلاغت قرآنی کا اندازہ کرنا ہو تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ اس کام کے لیے زبان دانی کامل کی ضرورت ہے اور علم معانی و بیان و بدیع میں اعلیٰ درجہ کی مہارت کا ہونا لازمی ہے اور پھر فہم سلیم و طبع ہموار کی شرط لابدی ہے۔ اگر یہ آنکھیں، یہ عینک، یہ دوربین کسی کو مل جائے تو وہ بے اختیار بول اٹھے گا کہ قرآن عظیم کی فصاحت و بلاغت، طاقت بشری سے بالاتر ہے۔ جہلائے عرب شیدائی زبان اور فدائی حسن بیان تھے اور اسی وجہ سے وہ اسالیب غریب و قصائد عجیب کے مالک، رجز فاخرہ و اسجاع موجزہ اور خطب بلیغہ کے انشاء پر قادر تھے۔ صرف اسی قابلیت کے وجود نے بڑے بڑے زبان آوروں، خطیبوں اور شاعروں سے منوا دیا تھا کہ قرآن کلام بشر نہیں۔

ذرا غور کرو، دنیا کے کسی ملک میں کبھی ایسا ہوا ہے کہ کسی شخص نے کوئی ایسا دعویٰ کیا ہو جو دنیا بھر سے نرالا اور فائق تر ہو، جیسے خاتم النبیین، رسول کافۃ للناس، رحمۃ للعالمین، مطاع عالم کے اعلام سے نمایاں ہے اور ثبوت دعوی میں ایک تصنیف کو پیش کر دیا ہو اور اسی کو اپنے صدق و کذب کو معیار ٹھہرایا ہو اور اس دعویٰ کے انکار کرنے والوں کو ضلالت و عمایت اور خلود نار وغیرہ کی ذلتوں کے مواعید سے جوش بھی دلایا ہو۔ پھر ایسی حالت میں بھی اسی کے ملک کے رہنے والے، اسی کی زبان کے بولنے والے، اسی زبان کے قادر الکلام اور سحر البیان لوگ اس کے سامنے

ساکت وخاموش اور متحیر ومدہوش رہ گئے ہوں۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ تاریخ ایسی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ قرآن مجید کے پیش کرنے والے (فداہ ابی امی) نے معاوضہ کی چھ قسمیں بتلائیں اور ہر ایک قسم کے مقابلہ میں سب کو عاجز ودرماندہ ثابت کر کے اپنی صداقت کو آفتاب روشن کی طرح آشکارا کر دیا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن مجید گو عربی مبین ہے، مگر اس کی فصاحت وبلاغت کا جو درجہ ہے وہ تمام عالم کی کتب سے بالاتر ہے

ب..... اب یہ بھی ملحوظ خاطر رہنا چاہیے کہ فردوسی وہومر، سعدی وشیکسپیئر والمیک وملٹن، سحبان وبیکن نابغہ وسومرو، امراء القیس وخسرو وغیرہ جن کی فصاحت وبلاغت کی بڑی بڑی تعریفیں مختلف السنہ کے متعلق مختلف اقوام نے کی ہیں۔ ان سب کا جوش وخروش ایسی کتابوں میں نکلا ہے، جن کی بنیاد تخیلات وتصورات پر رکھی گئی ہے، جن میں ہر قسم کی تشبیہات واستعارات کے استعمال کی مصنف کو آزادی حاصل تھی۔ جن پر ترک غلو یا پابندی صداقت کی کوئی بندش نہ تھی۔ اگر انہی زبان آوران پر کلام کا کوئی قانون، کوئی ضابطہ لکھنا پڑتا، اگر حقائق الٰہیات اور رموز فطرت یا اسرار آفرینش پر ان کو چند سطور بھی تحریر کرنی ہوتیں تو دنیا دیکھ لیتی کہ عبارت کتنی پھیکی، بندش کتنی سست الفاظ، کیسے گھٹیل، طرز اداء کتنا متبذل ہوتا۔ یہ قرآن حکیم ہی کا حصہ ہے کہ وہ احکام شریعت اور مواعظ وامثال، اخبار وانذار میں زبان ماضی کی سرگزشت اور عہد مستقبل کی حالت پر آیات کا القاء فرما رہا ہے اور بایں ہمہ کلام کسی جگہ بھی نہ صداقت و روحانیت کے درجہ سے گرا اور نہ فصاحت وبلاغت کے مرکز سے متزلزل ہوا ہے۔

ج..... اندازہ فصاحت وبلاغت کے وقت یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ساری دنیا کے مسلمہ ومقتدر فصحاء کے میدان کلام اور وادی سخن بھی خاص خاص ہوتے ہیں۔ سعدی کی نصیحت قعر قلب میں جگہ پالیتی ہے، لیکن بزم ونشاط کی بساط کا بچھانا اور ناز واختلاط کے کواڑ کھول دینا اس کی طاقت سے باہر ہے۔ فردوسی کے بیان جنگ کو پڑھنے والا سمجھتا ہے کہ وہ کوئی سینما دیکھ رہا ہے، لیکن مواعظ واخلاق کی سڑک پر اس کا خنک قلم لنگڑاتا ہوا ہی نظر آتا ہے۔ عرب کے امراء القیس وغیرہ، ابونواس وابوالعتاہیہ کا بھی یہی حال ہے۔ جرمنی وفرانس، اٹلی وانگلستان کے اہل قلم (شاعروں، ناول نویسوں، ایڈیٹروں) یا زبان آوروں (پروفیسروں، لیکچراروں) میں بھی یہی تفاوت درجات موجود ہے۔ رینالڈ کبھی گبن نہیں بن سکتا اور کارلائل کبھی شیکسپیئر کا روپ نہیں دھار سکتا، ہربرٹ سپنسر اور نارتھ بروک کی زبان کبھی ایک نہیں ہو سکتی۔

قرآن کریم پڑھو، اسے موجود وماہیات وکیفیات کے متعلق کس قدر دلائل ساطعہ وبراہین بینہ سے کام لینا پڑا۔ اسے اقوام ماضیہ کے عروج وزوال اور اس کے لوازم واسباب پر کیا کچھ بیان کرنے کی ضرورت ہوئی، اس نے مذاہب وادیان اور عقائد ومسلمات انسان پر کتنی تیز روشنی ڈالی۔ اس نے روح ومادہ اور اعمال کی بابت کس قدر اسرار آشکارا کیے۔ اس نے تدبیر منزل وسیاست مدن، حقوق افراد وجوب قوم کی نسبت کتنے قوانین وضوابط ایجاد کیے اور ان سب کی تبیین ووضوح کے سلسلہ میں اسے کس قدر اقسام سخن اور اسالیب کلام پر تکلم کی ضرورت ہوئی، لیکن ہر جگہ کلام کی شان، الفاظ کی شوکت، معانی کا حسن اسی خصوصیت کے ساتھ جلوہ گستر ونوافزا ہے، جیسا کہ اثبات توحید ورد شرک وابطال واحقاق حق کی فضاء میں عطر بیز وروح پرتھا۔ یہ وہ وقائع کلام ہیں، جن کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے اپنی لمبی لمبی عمروں کو اسی شوق فہم وذوق وجدان میں پورا کر دیا ہے۔

د..... فصاحت و بلاغت کا تعلق جزالت الفاظ سے بھی ہے اور اشاقت معنی سے بھی ہم اس جگہ چند آیات کا اقتباس کرتے ہیں۔ ان کے ہمہ گیر معانی پر غور کرو اور خوب غور سے دیکھو کہ تہذیب اخلاق، تہذیب نفس، تدبیر منزل، حصانت قوم اور سیاست مدن کا کون سا ضروری مسئلہ ہے، جو ان چند آیات سے باہر رہ گیا ہے۔ اسی سے قرآن مجید کی ۶۶۶۶/ آیات شریفہ کا اندازہ کرو اور ان علوم و معارف کا تخمینہ لگاؤ جو ان آیات میں محفوظ کیے گئے ہیں۔

ان آیات کے پیش کرنے سے کوئی شخص یہ نہ سمجھ لے کہ ہم صرف اتنی ہی آیات کو پیش کر سکتے ہیں یا یہی چند آیات نمونہ بنائے جانے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ لا واللہ ! اس وقت ہماری مثال اس گلچیں کی سی ہے جو ایک گلستان تازہ بہار کی سیر کو نکلتا ہے اور واپسی کے وقت وہاں سے چند گل شاداب کو زیب سر و سینہ بنا لیتا ہے۔ کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ اس گلچیں کے بعد باغ میں پھول باقی ہی نہیں رہے یا جو باقی ہیں وہ سب آگ و رنگ میں یا نزہت و نزاکت میں گلہائے چیدہ سے کم ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کا جواب یقیناً منفی ہوگا۔

①	اصول عبادت	وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (سورۂ یٰس)	کیا وجہ ہے کہ میں اس ذات کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور جس کی طرف ہم تم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔
②	شرافت انسانیت	وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ﴿۷۰﴾	ہم نے فرزندان آدم کو عزت دی اور بحر و بر میں ان کے لیے سواریاں عطا کیں اور پاکیزہ چیزیں ان کو کھلائیں اور اپنی بہت سی مخلوقات پر ان کو برترین فضیلت عطا کی۔
③	اوامر یعنی کرنے کے کام	إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ (النحل)	اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ عدل و احسان کرو اور قرابت داروں کے ساتھ عمدہ سلوک کرو
④	نواہی یعنی نہ کرنے کے کام	وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ (النحل)	اللہ تعالیٰ بے حیائی کے کاموں سے اور بغاوت سے اور ناپسندیدہ امور سے تم کو منع کرتا ہے۔
⑤	محرمات	قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۳۳﴾	میرے پروردگار نے مندرجہ ذیل باتوں کو حرام ٹھہرا دیا ہے۔ [الف] بے حیائی کی سب صورتیں کھلی ہوں یا چھپی ہوں۔ [ب] گناہ۔ [ج] بغاوت ناحق۔ [د] شرکت باخدا، جس کے جواز کی بابت کوئی عقلی و نقلی دلیل موجود نہیں۔ [ہ] اللہ تعالیٰ کے خلاف اپنی بے علمی سے باتیں بنانا۔
⑥	تعاون	وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ	نیکی اور خدا ترسی کی جملہ اقسام میں ایک دوسرے کو مدد دیا کرو۔

۷	عدم تعاون	وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ	گناہ اور سرکشی کی جملہ اقسام میں کسی کی کچھ مدد نہ کرو
۸	جملہ اعضائے انسانی اپنے اپنے افعال کے ذمہ دار ہیں۔	إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ﴿٣٦﴾	شنوائی، بینائی اور دل ان سب سے سوال کیا جائے گا
۹	وزن اعمال	فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ﴿٧﴾ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ﴿٨﴾	جو کوئی ذرہ برابر بھی نیکی کرتا ہے وہ اسے دیکھ لے گا اور جو کوئی ذرہ برابر بھی بدی کرتا ہے وہ اسے دیکھ لے گا۔
۱۰	عدل و رحم	وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا ۖ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ	بدی کا بدلہ تو بالکل ویسا ہی ہے، بعد ازیں جس کسی نے معافی دی اور بھلائی کی تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ خود دے گا
۱۱	عدل رحم اور معافی	وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَٰئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ ﴿٤١﴾ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٤٢﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴿٤٣﴾	(الف)۔ جو کوئی ظلم سہنے کے بعد اپنا چارہ کار کرتا ہے، اس پر کوئی اخذ نہیں۔ (ب) اخذ تو ان لوگوں پر ہے جو انسانوں پر ظلم کرتے ہیں اور ملک میں بغاوت ناحق پھیلاتے ہیں۔ (ج) جو لوگ ظلم و زیادتی پر صبر کرتے اور معافی دیتے ہیں تو یہ کام بڑے شاندار کاموں میں سے ہے۔
۱۲	عفو عام	وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ (۲۴:۲۲)	لازم ہے کہ معاف کرو۔ لازم ہے کہ درگزر کیا کرو۔ کیا تم خود یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تم کو بخش دیا کرے۔
۱۳	دشمن کو دوست بنانے کی ترکیب	ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴿٣٤﴾ (الفصلت)	تم بدی کی مدافعت نیکی اور سلوک کے ساتھ کیا کرو، پھر تو عداوت والا شخص تم کو گرم جوش دوست نظر آئے گا۔
۱۴	حریت دین	لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ۖ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ (البقرة)	دین کے معاملہ میں کسی شخص پر کوئی دباؤ نہیں، نیک رفتاری اور کج روی کو الگ الگ کر کے دکھلایا گیا ہے
۱۵	قول بلا عمل	كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ﴿٣﴾ (الصف)	جب قول ہو اور فعل اس کے ساتھ نہ ہو تو خدا کے ہاں یہ بہت بیزاری کی بات ہے۔
۱۶	اپنے افعال کی پوری پوری ذمہ داری	أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ﴿٣٨﴾ (النجم)	کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے شخص کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

۱۷	برائی کی اشاعت بھی بری ہے	لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ۔ (النساء:۱۴۸)	برائی کا کھلا ذکر اللہ کو پسند نہیں، ہاں مظلوم اس سے مستثنیٰ ہے۔
۱۸	حلم و تواضع کی تعلیم	وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ (الفرقان)	رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر خاکساری سے چلتے ہیں، اور جاہلوں کے ساتھ بات چیت کے وقت وہ جاہلوں کو سلام کہتے ہیں۔
۱۹	ناپسندیدہ عادتیں	اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ	مکار اور جھوٹے فخر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔
۲۰	چغلی سے نفرت دلانے والی مثال	وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۔ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ (الحجرات)	تم میں سے کوئی بھی دوسرے کی چغلی نہ کرے۔ کیا تم مردہ بھائی کی لاش کا گوشت کھانا پسند کر سکتے ہو۔ (چغلی) کی یہی مثال ہے
۲۱	نفع رسانی کی ضرورت اور فضیلت	لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران)	تم اصلی نیکی کو اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتے۔ جب تک اللہ کی راہ میں اپنی پیاری چیزوں کو خرچ نہ کرو گے۔
۲۲	اخوت عامہ کی تعلیم	اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (۴۹:۱۰)	سب سے زیادہ ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ یہی پکی بات ہے۔
۲۳	عورتوں کے حقوق مردوں کے برابر	وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (۲:۲۲۸)	دستور کے مطابق حقوق عورتوں پر مردوں کے ہیں، ویسے ہی عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں۔
۲۴	زن و شوہر کا اتحاد	هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۔	عورتوں مردوں کے لیے لباس ہیں اور عورتوں کے لیے لباس ہیں۔
۲۵	عورت کو جدا نہ کرنے کی نصیحت	اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ (۳۳:۳۷)	اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دو اور اللہ سے ڈرا کر۔
۲۶	شکر کا حکم اور فائدہ	لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراھیم)	اگر تم شکر کرو گے تو تم کو بڑھاتا رہوں گا۔
۲۷	امتحان الٰہی کی چیزیں	اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۔ (تغابن)	مال و دولت اور اولاد میں بندوں کا امتحان ہے۔
۲۸	کسر نفسی کی تعلیم	وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ (یوسف)	میں نفس کو بری نہیں ٹھہراتا، نفس تو برائی کی طرف بہت اکسایا کرتا ہے۔

۲۹ ..... جنگ سے بچنے کی تدبیر

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ (انفال)

تم دشمنوں کے لیے اپنی پوری قوت سے تیار رہو اور سرحدات پر پوری فوجی تیاری رکھو اس تدبیر سے تم اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو روکے رکھو گے۔

(۳۰) .....جملہ محامد عالیہ کا مالک ہمارا پروردگار ہی ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اللہ، جو تمام مخلوقات کا پالنے والا ہے، وہی سب خوبیوں کا مالک ہے۔

(۳۱) .....دین الٰہی کی تعریف

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

وہ سرشت الٰہی جس پر سب انسانوں کو پیدا کیا گیا ہے، اللہ کی پیدائش میں تبدیلی نہیں۔ یہی تو محکم و استواء دین ہے۔

(۳۲) .....دین صحیحہ کا مقصد کیا ہے اور کیا نہیں:

مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ [المائدہ]

اللہ کا یہ ارادہ نہیں کہ تم پر کوئی دشواری ڈالے، اس کا تو ارادہ یہ ہے کہ تم کو پاک و مطہر بنائے اور اپنی نعمت تم پر تمام کرے کہ تم شکر گزار بنو۔

(۳۲) .....رب برتر کا تعلق اہل ایمان کے ساتھ رحمت و محبت کا ہے

الف:... كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ [الانعام]. تمہارے پروردگار نے اپنی ذات پر رحمت کو لکھا ہے (جمع کر رکھا ہے)

ب:... وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝ [البروج] وہ تو بہت بخشنے والا محبت کرنے والا ہے۔

ج:... اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ [البقرہ]

اللہ تو ایمان والوں سے محبت کرنے والا ہے اور ان کا کارساز ہے اور ان سب کو تاریکیوں سے نکالتا اور نور میں لاتا ہے۔

(۳۳) .....انسان واحد کی جان کی قیمت:

اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا

اگر کسی نے ایک انسان کو بھی مارا (قصاص یا بلوہ کی سزا کو مستثنیٰ سمجھو) تو گویا اس نے تمام نوع انسان کو قتل کر ڈالا اور جس کسی نے ایک انسان کو بھی ہلاکت سے بچالیا گویا اس نے تمام انسانوں کی زندگی کو بچالیا۔ (المائدہ: ۳۲)

(۳۵) .....امن شکنی عامہ کی ممانعت

فَاذْكُرُوْٓا اٰلَاۗءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝ اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھو اور ملک میں فساد پھیلانے سے باز آجاؤ۔

(۳۶) .....اصول مصارف:۔ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝ [الفرقان]

رحمن کے بندے وہ ہیں کہ جب خرچ کرتے ہیں، تب نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں اور ان حالتوں کی درمیانی حالت پر چلا کرتے ہیں۔

(۳۷) .....مال و منال دنیا سے آرام و آسائش بھی اٹھاؤ اور آخرت بھی کماؤ

وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ ۡ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ [القصص]

جو کچھ خدا نے تجھے دیا ہے، اس میں آخرت کی بھی طلب کر اور اپنا دنیوی حصہ بھی مت بھول جا اور بھلائی کیا کر، جیسا کہ اللہ

نے تجھ سے بھلائی کی ہے۔

(۳۸).....امداد غرباء ومساکین:

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۖ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾ (روم)

قرابت والے اور مسکین اور مسافر کو حق ادا کیا کر۔ یہ باتیں ان لوگوں کے لیے بہتر ہیں جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہیں، اور یہی لوگ ہیں جو فلاح پائیں گے۔

(۳۹).....سوگند [قسم] کھانے والا انسان بے اعتماد بن جاتا ہے:

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ﴿۱۰﴾ (القلم) جو کوئی شخص بہت سوگندیں کھاتا اور ذلیل بنتا ہے اس کا اعتبار نہ کرو۔

(۴۰).....خدا سے دعا مانگا کرو:

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ [غافر] اللہ ہی سے دعا مانگا کرو، خالص اسی کے ہو کر اور اسی کے فرمانبردار بن کر رہو۔

(۴۱).....حمد خالق ومدح مخلوق:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى (النمل) حمد کا مالک اللہ ہے اور اللہ کے بندوں کے لیے سلام (سلامتی) ہے

اس مختصر سے جملہ پر اور تقسیم مدارج پر جتنا زیادہ غور کیا جائے گا، اسی قدر زیادہ حقائق معلوم ہوں گے۔ اسی میں توحید ہے، اس میں رد شرک، اس میں برگزیدہ بندگانِ الٰہی کے مدارجِ علیا کا بیان۔

(۴۲).....نظم عالم اور تناسب اجزاء عالم کا بیان:

مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ﴿۳﴾ (الملك)

تو رحمن کی پیدا کردہ اشیاء میں کچھ نہ دیکھے گا، کیا تجھے کوئی نقص بھی نظر آیا۔

(۴۳).....قرآن مجید اور بیت العنکبوت کی مثال:

اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ (عنکبوت)

سب گھروں میں کمزور عنکبوت کا گھر ہوتا ہے۔ اگر لوگوں کو علم ہو۔

اہل علم کو بیت العنکبوت سے متعلق فرمایا، اس لیے کہ عنکبوت کے گھر میں اہل علم کے لیے بڑے بڑے عجائب ہیں۔ جرمن پروفیسروں کا قول ہے کہ مکڑی کے جالے کا ہر ایک تار چار تاروں سے ملا ہوا ہوتا ہے اور ان چاروں کا ہر ایک تار ایک ہزار تار سے بٹا ہوا ہوتا ہے یعنی ایک تار میں چار ہزار تاگے ہوتے ہیں۔ اہل علم غور کریں کہ اس اوہن البیوت بنانے والی مکڑی کو اللہ تعالیٰ نے کس قدر فہم وفراست اور باریک نسج وخیاطت کی صنعت عطا فرمائی ہے۔

(۴۴).....قرآن مجید اور نحل کی مثال: وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ (۱۶:۶۸) تیرے رب نے شہد کی مکھی کو وحی کی۔

شہد کے چھتہ کے اندر نظام کا مستحکم آئین، فوج اور اہل صنعت کی جداگانہ تقسیم، جداگانہ خاندانوں کے علیحدہ علیحدہ محلے، بچہ دینے والی رانی کی حکومت، بچوں کی پرورش اور تربیت کی خدمات کو سرانجام دینے والا عملہ، شہد کے ذخیرے، ذخیروں کی حفاظت کے طریقے، شہد بنانے کے لیے ہزار ہا اقسام کے پھولوں میں سے چاشنی کا نکال کر لانا، چھتے کے سب گھروں کا مسدس اور یکساں رقبہ ہونا۔ یہ جملہ امور اس نتیجہ کے موید ہیں کہ جب وحی ربانی کسی

ذی روح کی تکمیل کی جانب متوجہ ہوتی ہے تو اسے کیا بنا دیتی ہے اور جب قرآن جیسی وحی انسان جیسے ذی عقل وفہم وذی نطق وتدبر کے ارتکائے بدنی وروحی کی طرف التفات فرمائے تو اسے کن کن منازل تک بلند فرما دے گی۔

۴۵ قرآن مجید اور نمل کی تمثیل:

قَالَتْ نَمْلَةٌ يٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (النمل)

چیونٹیوں کی رانی نے کہا، اے چیونٹیو! تم اپنی آرام گاہ میں داخل ہو جاؤ کہیں تم کو سلیمان اور اس کے لشکر ریزہ ریزہ نہ کر دیں اور ان کو اس کی خبر بھی نہ ہو۔

اللہ اللہ چیونٹیوں کے پاس ایسے مسکن موجود ہیں کہ جب وہ ان میں داخل ہو جائیں تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر بھی ان کو نہ بگاڑ سکے۔ یہ آیت ہر ایک ضعیف قوم کی قوی تر قوم کے سامنے زندہ رہنے اور اپنی ہستی قائم رکھنے کے وسائل کی تعلیم دیتی ہے، جن میں سے:

پہلا سبق..... وہ اتحاد واتفاق ہے کہ اپنے سردار کی رائے پر جملہ افراد قائم وعامل ہوں۔

دوسرا سبق..... ذاتی حفاظت کا سامان ہر وقت مکمل رکھنا ہے اور

تیسرا سبق..... کسی بالاتر طاقت کے ساتھ مقابلہ آرائی کا نہ کرنا ہے۔

چوتھا سبق..... نقصان رسیدہ ہو جانے کی حالت میں بھی اس شخص کو الزام نہ دینا جس کی نیت اور علم میں نقصان رسانی شامل نہ تھی۔

پانچواں سبق..... جب مسلمانوں کی اجتماعی حالت چیونٹیوں کی سی ہو جائے تو ان کو قرآن پاک کی حفاظت میں داخل ہو جانا چاہیے۔

چھٹا سبق..... چیونٹی کی مانند ضعیف ترین جنس بھی زندہ رہ سکتی ہے۔ اگر وہ بقائے حیات کا عزم رکھتی ہے اس لیے کسی قوم کا ضعف اس کے فناء کی دلیل نہیں۔

(۴۶) قرآن مجید اور ارض وسماء کی اشیاء پر نظر اعتبار کا حکم

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ (سورۂ یونس) آسمانوں اور زمین کے اندر کی سب چیزوں کو دیکھو کہ وہ کیا ہیں۔

یہی آیت ہے جو جملہ انکشافات کی جڑ ہے۔ قدرت کی پیدا کردہ ہر شے کو نظر اعتبار سے دیکھنا اس کے خواص اور ماہیت کا معلوم کرنا انسان کو بلند ترین ارتقاء پر پہنچانے والا ہے۔ افسوس ہم لوگ ایسے احکام کی تعمیل سے کس قدر لاپرواہ، قاصر اور غافل ہیں۔

(۴۷) قرآن مجید اور فوائد بحر:..... وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (سورۂ نحل)

اللہ وہ ہے جس نے سمندر کو تمہارے فائدے کے لیے مسخر کر دیا ہے وہ فوائد یہ ہیں:

(۱)..... تازہ بتازہ گوشت سمندر کی تجارت، ماہی گیری کا حال اگر کوئی پڑھے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ آج دنیا میں کروڑوں پونڈ اسی تجارت سے اقوام عالم کما رہی ہیں اور مسلمان جو آیت کریمہ کے مخاطب خاص تھے اس سے

قطعاً محروم اور بے خبر ہیں۔

② ..... دروگوہر جو انسان کی زینت اور لباس کی چیز ہے، اس کی تجارت بھی کروروں پونڈ کی ہے۔ عہد نبوی ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں بحرین پر اسلامی قبضہ تھا، جسے ہم کھو بیٹھے ہیں۔

③ ..... جہاز رانی دنیا میں شہنشاہی کے لیے اولین شرط ہے، امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے بیڑہ قائم کیا اور بحری جزائر کریٹ، مالٹا، طرابلس وغیرہ فتح ہوئے۔ موسیٰ بن نصیر اور جنرل طارق نے اسپین کو فتح کیا۔ خیر الدین باربروسا نے ترکی سلطنت کا اقتدار سارے یورپ سے منوایا۔ بالآخر اس کو مسلمانوں نے ہیچ سمجھا اور دنیا کی شہنشاہیت سے محروم کر دیے گئے۔

④ ..... بحری تجارت جس میں بے شمار نفع ہے۔

⑤ ..... مذکورہ بالا تمول اور افراط دولت اور قوت حکومت کے بعد دینی فائدہ یعنی شکر نعمت الٰہی میں مصروفیت اشاعت اسلام، دور دراز ممالک میں تبلیغ اسی پر منحصر ہے۔ عبدالملک اموی کے عہد میں عرب سوداگروں ہی نے اسلام کو ہندوستان کے جنوبی سواحل پر پہنچایا۔ انہوں نے آسام، برہما اور مشرقی بنگال کو مسلمان بنایا جب کہ شمال مغربی سرحد سے حملہ آور (محمود وغیرہ) ہندوستان سے بالکل لاپرواہ تھے۔

فصل چہارم: ..... معانی عالیہ ومضامین نادرہ

مضامین میں ہمیشہ دو اعتبار ملحوظ ہوتے ہیں۔

الف ..... وسعت۔ وسعت کی بابت قرآن مجید کا خود دعویٰ ہے: وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾ (الانعام)

اسی دعویٰ کے اعتماد پر ایک ذی علم مسلمان کل دنیا کو مخاطب بنا کر یہ کہہ سکتا ہے کہ کوئی ایسا مسئلہ جس کا تعلق تہذیب نفس، تزکیہ روح، صفائی قلب اور حصول نجات سے ہو۔ خواہ اس کی بنیاد اعلیٰ فلسفہ پر ہو یا قدیم وجدید اکتشافات وتجربہ پر ہو، خواہ وہ اشراقیین کی الٰہیات سے لیا گیا ہو، یا الٰہیین کے شوارقات کوئی شخص ہمارے روبرو پیش کرے۔ ان شاء اللہ اسی مسئلہ کو وضوح تمام اور صحت کاملہ کے ساتھ قرآن مجید میں بیان شدہ دکھلا دیا جائے گا۔

وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴿۳۳﴾ (الفرقان)

یاد رکھو کہ کوئی علمی صداقت قرآن مجید پر مبادرت نہیں کر سکتی۔

ب ..... عمدگی۔ دنیا میں ہستی باری تعالیٰ کا یقین رکھنے والی جس قدر اقوام ہیں وہ علمی طور پر مسئلہ توحید کی ضرور قائل ہیں۔ ایک بت پرست وتثلیث پرست کو بھی اس امر میں مساعی دیکھا جائے گا کہ کثرت میں وحدت کو ثابت کرے۔

اب دیکھو کہ یہ مسئلہ (جس کی خوبی پر تمام عالم متفق ہیں اور جس کو اپنی اپنی کتابوں کے اندر ثابت کرنے کی ہر مذہب سعی کر رہا ہے) قرآن مجید سے بڑھ کر اور کسی جگہ نہ ملے گا۔ دیگر بیانات کو بیان قرآن کے سامنے وہی نسبت ہوگی جو مٹی ملے ہوئے پانی کو آب زلال کے ساتھ ہوتی ہے۔ اگر کسی کے دل میں اس واقعہ صحیحہ کے متعلق کچھ شک ہو تو وہ اپنی کتاب کو پیش کرے جہاں سے ہم چاہیں، اس کی کتاب کو اور جہاں سے وہ چاہے قرآن مجید کو

کھول لے، اس مقام سے آگے ایک ایک جزو کا ترجمہ کیا جائے اور وہ ترجمے تیسرے مذہب والے کے پاس بھیج دیے جائیں۔ فیصلہ طلب امر یہ ہوگا کہ توحید کا کامل تر اور واضح تر بیان کس کتاب میں ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِہٖ (قرآن جیسا کلام نہیں بنا سکتے) کے مفہوم میں اگرچہ اس کی طرز بدیع اور الفاظ عالی اور بے مثل ترتیب اور لاثانی اسلوب اور فصاحت و بلاغت کی وہ معجز اور اجتماعی شان بھی شامل و داخل ہے جو اس کی عبادت میں نمایاں و درخشاں ہے لیکن ان سے بھی بڑھ کر قرآن پاک کے وہ معانی پاک ہیں جو گراں الفاظ کی تہہ میں ایسے ہی موجود ہیں، جیسے حلۂ زریں میں لولوئے شاہوار ہوتے ہیں۔

قرآن کریم جن مضامین عالیہ پر متضمن ہے اور جو اس کی خصوصیت خاصہ ہیں، یہ وہ بصائر ہیں، جو دیدہ کوتاہ بیں کے حجاب اٹھا دیتی اور آنکھوں کو روشن بنا دیتی ہے۔ قرآن کریم نے فرمایا ہے:

اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ ۝ وَاِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ رُفِعَتْ ۝ وَاِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ نُصِبَتْ ۝ وَاِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ سُطِحَتْ ۝ (سورۂ غاشیہ)

قرآن کریم یہاں اونٹ، آسمان، پہاڑ، زمین کے نام لیتا ہے، کیا یہ وہی چیزیں نہیں جن کو ہر ایک بادہ نشین بدوی ہر وقت دیکھا کرتا تھا، جو ہر ایک اعرابی کی آنکھوں کے سامنے موجود تھیں، لیکن ان سب کو دیکھتے ہوئے بھی دیکھنے والوں کی نظر خلقت و رفعت اور مکنت و فسحت کی کیفیت دریافت کرنے کی جانب کبھی نہیں اٹھتی تھی۔ قرآن مجید نے آنکھیں کھول دیں تو اب ان معانی کی کیفیت بھی معلوم ہونے لگی اور ہر ایک چیز سے خلاق مطلق کی قدرت خالقیت اور رفیع الدرجات ذوالعرش کی فوقیت، سکون و حرکت کی آفرینش میں عزیز الحکیم کا غلبہ اور حکمت، لینت و صلابت اجسام میں گوناں گوں فوائد کی فراوانی و کثرت بھی نظر آئے گی۔ عرب کے وہ بھیانک صحرا و وادی جن کو آنکھ بھر کر دیکھنا ناگوار تھا۔ اب صحیفہ فطرت کے طالبان علم کے لیے ورق دانش بن گئے۔ ہاں! قرآن پاک اپنے مضامین کے لحاظ سے علم ہے اَنْزَلَہٗ بِعِلْمِہٖ وہ شنوائی و بینائی اور دانش کے لیے گنجینہ خرد ہے اور قوائے مدرکہ اور حواس جارحہ کا رہبر ہے۔ وہ حیات قلب ہے اور نور روح۔ وہ راحت عاشقین ہے اور ہدایت طالبین۔ اقبال و دولت، مکنت فی الارض اور حکومت اس کی خدام ہیں۔ آرام دل اور انس جان قرۃ العین اور ضیائے بصیرت اس کی توابع ہیں۔

علم و حقیقت اور ہدایت و صداقت اس کے علم بردار ہیں۔ قرب و انشراح، رفاہ و صلاح اس کے حاشیہ بوس ہیں۔ نجات اخروی، فوز روحی، رضوان الٰہی و خلعت ہائے شرف ہیں جو اسی بارگاہ علیہا سے عطا ہوتی ہیں۔ کاش! آنکھوں والے آنکھیں کھولیں اور سننے والے اس کی آواز پر کان لگائیں، صاحب دل دلوں کے غلاف اتار اتار کر اور بصیرت سے قفل کھول کھول کر کام لیں کہ حسن قرآن کی عالم افروزی و ملکوت نوازی ان پر روشن و مرہن ہو جائے۔

فصل سوم:..... تاثیر قرآن

عمر رضی اللہ عنہ جیسا شخص جسے آج بھی یورپ جنرل عمر رضی اللہ عنہ کے نام سے یاد کرتا ہے گھر سے مسلح ہوکر نکلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا کام تمام کردے، لیکن قرآن کی چند آیات سن کر شمشیر اس کے ہاتھ سے گر پڑتی ہے اور اپنی ہمشیرہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی کے گھر سے ذلیل و منکسر ہوکر سرور کائنات ﷺ کے حضور میں حاضر ہوجاتا ہے اور فاروق رضی اللہ عنہ کے خطاب سے عزت پاتا ہے۔

اسعد بن زُرارہ مدینہ کا مشہور سردار گھر سے مسلح ہوکر نکلتا ہے کہ اسلام کے مبلغ اول مصعب بن عمر رضی اللہ عنہ کو آبادی شہر سے باہر نکال دے، وہ چند آیات سن پاتا ہے اور مصعب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت اسلام کرکے اٹھتا ہے۔

ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کے نزدیک آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر کوئی شخص اور مدینۃ النبی ﷺ سے بڑھ کر کوئی جگہ قابل نفرت نہ تھی۔ اسے صرف دو یوم تک قرآن پاک کے استماع کا موقع ملتا ہے، رشد و ہدایت کی آواز کان سے ہوکر دل تک پہنچ جاتی ہے۔ جب اسے بلاشرط آزادی مل جاتی ہے تو خود بخود حاضر ہوتا ہے۔ اسلام لاتا ہے اور دل و جان کو محقر ہدیہ کی طرح حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کردیتا ہے۔

خالد بن عقبہ رضی اللہ عنہ قرآن مبین سن پاتا ہے تو ششدر رہ جاتا ہے اور جب اس حالت دررِ بودگی سے سنبھالا لیتا ہے تو بول اٹھتا ہے:

* ..... وَاللّٰہِ اِنَّ لَہٗ لَحَلَاوَۃً — بخدا اس میں عجیب شیرینی ہے۔
* ..... وَ اِنَّ عَلَیْہِ لَطَلَاوَۃً — اس میں عجب تروتازگی ہے۔
* ..... وَ اِنَّ اَسْفَلَہٗ لَمُغْدِقٌ — اس کی جڑیں سیراب ہیں۔
* ..... وَ اِنَّ لِاَعْلَاہُ لَمُثْمِرٌ — اور اس کی شاخیں پھل سے لدی ہوئی ہیں۔
* ..... وَ مَا یَقُوْلُ ھٰذَا بَشَرٌ — بشر تو ایسا کہہ ہی نہیں سکتا۔

ولید بن مغیرہ قریش میں بوڑھا خرانٹ تھا، اسے اسلام سے سخت عداوت تھی۔ قرآن مجید کے متعلق اس کی رائے یہ ہے کہ اس کلام میں عجیب رس ہے، یہ تو نورس حلاوت ہے، ذوالہجادین رضی اللہ عنہ چرواہا تھا، آتے جاتے مسلمان مسافروں سے آیات قرآنی یاد کرلیا کرتا۔ آخر گھر بار، خویش و تبار، مال و مویشی، عم و مادر کو چھوڑ کر خدمت حضور ﷺ میں حاضر ہوگیا۔ قرآن مجید کا اثر معلوم کرنا ہو تو ان لوگوں کے واقعات پر زیادہ نگاہ ڈالو، جو قرآن پاک کو سمجھ سکتے ہیں جو لوگ ایک پیسہ پر قتل عمد کو معمولی کھیل سمجھتے تھے، وہی دین حقہ کی محبت میں گھر بار سے قطع تعلق کرنے لگتے تھے۔ جو لوگ مدت العمر ۳۶۰ بتوں کے پجاری رہے تھے، وہ خود توحید کے واعظ بن گئے تھے۔

جن کا کام لاوارث بچوں کا مال اڑانا، رانڈوں کو جل دینا تھا، وہی اعانت یتامیٰ اور ہمدردی ایامی کا سبق پڑھایا کرتے تھے۔ وہ خود سرقبائل جنہوں نے کبھی کسی قانون یا شخص کی اطاعت نہ کی تھی۔ وہ اب ایسے مطیع و منقاد اور پابند شرع الٰہیہ ہوگئے تھے کہ مقدمات قتل کا قصاص، مقدمات زنا میں رجم، مقدمات سرقہ میں قطع ید، مقدمات خمر میں اجرائے حد شرعیہ کے لیے خود اپنے آپ کو پیش کیا کرتے تھے۔ کیا ایسے نظائر کسی متمدن ملک میں موجود ہیں اور کسی

جگہ کے مجرم قانون کا اتنا احترام کرنے والے دیکھے گئے ہیں۔ قرات وتلاوت کلام اللہ کا یہ اثر ہوا تھا کہ زبان آوروں کی گرمی بازار ٹھنڈی ہوگئی تھی۔ عکاظ کا بازار مندا پڑ گیا اور یہ عالم ہوگیا کہ اگر نشاط طبع منظور ہے تو اس نور مبین کا ورد ہے اور اگر حصول برکت ویمن مقصود ہے۔ تب کتاب عزیز کا سماع ہے۔ الغرض! قرآن مجید کا اثر انسان کے دل و زبان، طبع ودماغ اور جملہ حواس وقوی پر نہایت مستحکم ہے اور جو اثر اس کا ایک شخص پر ہے۔ وہی تمام ملک پر بھی ہے۔

فصل چہارم..... نمونہ تعلیم

قرآن مجید کی تعلیم وتاثیر کا نمونہ جو شخص انسانی ہستیوں پر دیکھنا چاہے وہ صحابہ وتابعین اور ائمہ دین کے حالات پر غور کرے۔ ان کے صبر پر مصائب، تحمل پر نوائب اور ادائے شکر واحسان کے واقعات کو معلوم کرے۔ کافہ اہل اسلام کی تواضع، خشیت من اللہ، ہمدردی عامہ، اخوت، نفع رسانی خلائق، پاکیزگی والا ہمتی مہمان نوازی کو دیکھے۔ مسلمانوں کے اصول منزل واصول تمدن واصول حکومت کا مطالعہ کرے۔ یہ سب نمونے قرآن کے تیارہ کردہ ہیں۔

ایزک ٹیلر نے جو کیپٹن کا درجہ رکھتا تھا اپنی ۱۲ مئی ۱۸۸۷ء والی تقریر میں جو دولور ہمپٹن میں چرچ کانگریس کے سامنے دی تھی، صاف طور پر کہا تھا کہ افریقہ کے جن وحشی مقامات پر اسلام کا سایہ پڑا، وہاں سے زنا، قمار بازی، دختر کشی، عہد شکنی، قتل وغارت گری، وہم پرستی، شراب خوری وغیرہ وغیرہ ہمیشہ کے لیے جاتی رہیں۔ مگر جب اس ملک کے دوسرے حصہ پر کسی غیر اسلام مذہب نے قدم جمایا تو ان لوگوں کو رزائل بالا میں اور زیادہ راسخ کر دیا۔[1]

قرآن مجید اپنے نمونہ کی بابت خود فرماتا ہے: كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران)

اے ایمان والو! تم بہترین گروہ ہو، جو انسانوں کی نفع رسانی کے لیے بنائے گئے ہو۔

* ..... حضرت صُہیب رضی اللہ عنہ کا حال پڑھو جو آہن گر تھے، قریش نے انہیں ہجرت مدینہ سے روک دیا، وہ اپنا تمام اندوختہ ان ظالموں کو دے کر اپنا سفر جاری رکھتے ہیں۔ بتلاؤ کہ یہ ایثار ان کو کس نے سکھایا۔

* ..... حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی سیرت پر غور کرو، یہ شوہر سے جدا کی گئیں اور گود کا بچہ ان سے چھین لیا گیا۔ مگر وہ یکہ وتنہا خدا کی راہ میں تین سو میل کا لمبا سفر اختیار کرتے ہوئے ذرا نہ ہچکچائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کی طرف اکیلی چل دیں۔ یہ جرأت، یہ قربانی، یہ جذبہ ان میں کہاں سے پیدا ہوا۔

* ..... خطاب کا بیٹا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو باپ کے اونٹ چرایا کرتا اور پھر بھی باپ کی سخت ودرشت خوئی سے سہما رہتا تھا اپنی خلافت کے ایام میں بائیس لاکھ مربع میل پر حکومت کرتا تھا۔ اس کی معدلت گستری اور عدل پروری اور رعایا نوازی اور دین داری کا درجہ ہمیشہ ہر ایک کے لیے موجب غبط رہا۔ غور کرو کہ حکمرانی کی یہ قابلیت اور کشور کشائی کی یہ اہلیت کہ دنیا کے تین بڑے براعظم اس کے زیر نگیں تھے۔ اسی قرآن پاک کی تعلیم پر عمل کا نتیجہ تھی۔

* ..... خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جنگ مُوتہ میں اپنے سے پچاس گنی فوج کو جو سلطنت روما کی قواعد دان اور آئینی فوج تھی، اپنے رضا کاروں کی معیت ومعاونت سے شکست دے دی تھی۔ سوچو کہ ان لوگوں میں یہ عزیمت، یہ

---

[1] ملخص از اخبار سینٹ جیمس گزٹ لندن مطبوعہ ۸۔ اکتوبر ۱۸۸۷ء۔

ہمت، یہ استقلال، یہ ثبات، یہ پامردی، یہ شجاعت، یہ قربانی، یہ جاں بازی کیوں کر پیدا کی گئی تھی۔ اگر فکر صحیح، تلاش صادق سے تجسس کیا جائے تو ان سب ترقیات کا سبب اولیٰ قرآن کریم ہی نکلے گا اور رسول کریم ﷺ کے طفیل اس شیدائیانِ ایمان کو حاصل ہوا تھا۔

قبولیت قرآن

قبولیت میں تداول بین الناس اور کثرت اشاعت بھی شامل ہے۔ ذرا غور کرو کہ اس وقت روئے زمین پر کوئی ایسی کتاب نہیں، جسے دن میں پانچ مرتبہ چالیس کروڑ بنی آدم پڑھ لیتے اور سن لیتے ہوں۔ یہ درست ہے کہ یورپ کے تمول نے مطبوعہ انجیلوں کی تعداد بہت زیادہ بڑھا دی ہے، لیکن صرف اسی امر کو تداول و اشاعت نہیں کیا جا سکتا۔

تداول کے معنی ہیں کہ جس مقصد کے لیے تیار کی گئی، اسی میں اس کا استعمال بھی ہوا ہو اور یہ صفت قرآن مجید ہی پر صادق آتی ہے۔ قبولیت کے معنی میں وہ عظمت و احترام بھی شامل ہے جو کتاب کی نسبت دلوں میں مستحکم ہو گیا ہو۔

اصحمہ نجاشی ابھی عیسائی تھا کہ سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے اسے سورۂ مریم سنائی، اصحمہ اس وقت دربار میں بالائے تخت جلوس فرما تھا۔ لیکن وہ بے اختیار رو رہا تھا اور آنسو بہا بہا کر اپنے گلزار جنت کی آبیاری کر رہا تھا۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے ایام میں ایک دفعہ مسجد کو آتے آتے بیمار ہو گئے اور ایسے نڈھال ہو گئے کہ راہ ہی میں دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور گھر پہنچائے گئے۔ لوگ عیادت کرنے آئے تھے۔ دریافت سے یہ معلوم ہوا کہ کوئی شخص قرآن مجید پڑھ رہا ہے۔ آیت عذاب سن کر حالت اتنی متغیر ہو گئی۔ لبید عامری وہ زبردست شاعر تھے، جس کے اشعار کی نسبت یہ ضرب المثل جاری و ساری تھی۔

اُكْتُبُوْهَا عَلَى الْحَنَاجِرِ وَلَوْ بِالْخَنَاجِرِ ان شعروں کو اپنی اپنی گردنوں پر لکھ لو، خواہ خنجروں کی نوک ہی سے لکھنا پڑے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے وہ ایک بار ملنے کو آئے تو خلیفہ نے مہمان کی دل جوئی کے طور پر فرمایا کچھ اپنے اشعار سناؤ۔ انہوں نے کہا: امیر المؤمنین جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے قرآن عطا فرمایا ہے تب سے مجھے اشعار میں کچھ مزہ نہیں آتا۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے خوش ہو کر ان کے وظیفہ میں پانچ سو روپیہ سالانہ کی بیشی کر دی۔

ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی یہ آیت لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران) نیکی کا اصل درجہ نہیں مل سکتا جب تک کہ اللہ کی راہ میں وہ شے خرچ نہ کر دو جو تمہیں بہت پیاری ہے۔ ان کے پاس ایک باغ تھا، پچاس ہزار سالانہ کی آمدنی کا، اسی وقت بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کر دیا کہ یہ باغ اللہ کی راہ میں پیش کرتا ہوں۔ ایسے نظائر جمع کرنے سے صد ہا مل سکتے ہیں۔ بڑے بڑے بادشاہوں، محمود، صلاح الدین، یوسف اور عبدالرحمٰن الداخل اور منصور عباسی جیسے باجبروت تاجروں کو ان کی خشم گیں حالت یا انتقامی صورت سے اگر کوئی چیز روکنے والی ہوتی تھی تو قرآن کی ایک آیت جسے اہل دربار میں سے کوئی ایک شخص کسی گوشہ سے پڑھ دیتا تھا اور بادشاہ کی حالت یہ ہو جاتی تھی گویا آگ کی چنگاری پر منوں پانی آ پڑا۔ یہی واقعات ہیں جو قبولیت کا ثبوت دیتے ہیں۔ یہی وہ واقعات ہیں جو ظاہر کرتے ہیں کہ کتاب مجید کی عظمت اور فرقان حمید کی عزت دلوں پر کتنی فرماں روا رہی ہے۔

خصوصیات قرآن مجید:..... ایسی خصوصیات جو اس امام مبین کو صحف سابقہ سے متمیز و بالاتر ثابت

کرتی ہیں بہت ہیں۔اس جگہ ان میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے:

① ..... تعلیم قرآن پاک کا کل عالم کے لیے وسیع اور عام ہونا۔

یہ ایسی خصوصیت ہے جو قران مجید ہی کو بالخصوص حاصل ہے۔جو کوئی شخص تورات میں سینکڑوں مقامات پر الفاظ ''بنی اسرائیل کا خدا'' پڑھے گا اور قران مجید میں الفاظ رب العٰلمین دیکھے گا اسے تورات کے مقابلہ میں قرآن پاک کی فضیلت بخوبی آشکارا ہو جائے گی۔اپنی اس خصوصیت کو قرآن پاک خود ظاہر فرماتا ہے:

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا (یٰسین)

یہ کتاب تو ذکر ہے اور قرآن مبین ہے تاکہ ہر ایک اس شخص کو جو زندہ ہے اس کے برے انجام سے باخبر کردے۔

عربی میں من ذوی العقول کے لیے آتا ہے،اس لیے من نے ہر ایک انسانی فرد کو اپنے اندر گھیر لیا ہے،اس کے ساتھ کَانَ حَیًّا کی صفت لگی ہوئی ہے۔آیت کی عمومیت اور وسعت کا خود ہی اندازہ کرلو۔ہر ایک وہ شخص جو ذوی العقول کی فہرست میں آسکتا ہے۔ہر ایک وہ شخص جو زندہ کہلاتا ہے یا کہلاسکتا ہے۔قرآن مجید اسے یاد الٰہی دلانے ،قرب سبحانی تک پہنچانے،اس کے عواقب امور سے آگاہ کرنے کا کفیل ہے۔کیا ان الفاظ میں کسی اور کتاب نے بھی دعویٰ کیا ہے۔بقول متی مسیح نے اپنی بشارت وانجیل کو روٹی اور بنی اسرائیل کو بیٹے اور دیگر اقوام کو کتے بتلایا اور یوں فرمایا ہے۔مناسب نہیں کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو پھینک دیویں۔(متی ۱۵ باب ۲۱ تا ۳۰ درس)

② ..... قرآن مبین کی تعلیم کا جامع ہونا۔

میں نے تورات وزبور وانجیل نیز دیگر انبیاء کی کتب کو جو مجموعہ بائبل میں داخل ہیں پڑھا ہے وید کا کچھ ترجمہ (ترجمہ بحروسام) دیکھا ہے۔اس کی تاریخ ترتیب وتالیف کو معلوم کیا ہے۔کنفیوشس مقتدائے چین اور بدھا بانی بدھ مت کے اصول وتعلیم کو مختلف کتابوں سے اخذ کیا ہے۔زرتشت وجاماسپ کے احکام کو دیکھا ہے۔یہ سب کے سب اپنے اپنے رنگ میں یک فنی ہیں۔آسانی کے لیے صرف بائبل پر نظر ڈالو اور دیکھ لو تورات میں اخبار واحکام۔زبور مجموعہ مناجات ہے۔انجیل میں امثال ومواعظ ہیں۔

اب قرآن مبین کو پڑھو کہ مواعظ واحکام،اخبار وامثال،انذار وبشارت کا مجموعہ ہے۔اس میں صفات الٰہیہ کا بیان ذات ربانی کا ثبوت،حصول تقرب کا طریق،توحید،توکل وتفویض کا مذکور ایام اللہ کی تفصیل حیات وممات انسان اور عدم ووجود عالم کا بیان،فطرت انسانی کی ساخت وشناخت افعال رحمانی کے اسرار قدرت ربانی کے نمونے سطوت قہاری کے نتیجے،نصرت الٰہیہ کے کارنامے ایسے اسلوب سے بیان ہوئے ہیں کہ نفس فرومایہ کو رزائل بشریہ سے پاک وصاف اور حیات مادی کے تاثرات سے مبراء رکھنے،مالک وخالق کے سامنے خاضع وخاشع بنانے ،نور یقین کے حصول اور تجرید علائق دنیوی اور تشبہ صفات ملکی کے لیے اس سے بہتر وبالا کچھ متصور نہیں ہوسکتا۔

③ ..... آسانی کتابوں میں سے یہ خصوصیت قرآن مجید ہی کی خاص ہے کہ علوم اخروی وعلوم عقلی کے دو دریائے زخار پہلو بہ پہلو جوش مارتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

مع ہٰذا یہ معانی عالیہ ایسے ایسے اسلوب بدیع کے ساتھ بیان کیے گئے کہ ہر ادنیٰ واعلیٰ اس سے برابر متمتع ہوتا ہے

۔وہی ایک آیت ہے جو اسحٰق حنین جیسے یہودی فلسفی کو غرقاب حیرت بنا دیتی ہے اور وہی آیت افریقہ کے وحشی کی جیب دل کو گوہر مقصود سے بھر دیتی ہے۔جس ایک آیت کی تفسیر کرتے کرتے رازی وغزالی نے اعتراف عجز وقصور فہم کیا ہے۔اسی سے تہامہ کا بدوی اپنی مشکلات کی کشاکش کی راہ پا رہا ہے۔

الحق قرآن حکیم سمندر کی طرح عمیق، گہر ریز ونفع رساں ہے اور خس وخاشاک شبہات کو اپنی لہروں سے ساحل پر پھینک دینے والا ہے۔اس کے باوقار الفاظ زبان کو اس کے پراسرار معانی ان کو اپنا کیے بغیر نہیں رہنے دیتے۔کیا کبھی کسی اور نثر کتاب کی بھی یہ صفت سنی ہے، جو اول سے آخر تک پڑھنے والے کے ورد زبان اور نقش دل میں ہو اور شبانہ روز کی تلاوت پر بھی پڑھنے والے کی طبیعت سیر ہونے میں اور اسرار کتاب ختم ہونے میں نہ آئے۔لا واللہ

④ ..... خصوصیات قرآن کریم میں سے ایک یہ بھی ہے کہ

وہ جس طرح مشرق سے مغرب تک کے لیے ہدایت نامہ دین ودیانت ہے، اسی طرح وہ شمال سے جنوب تک کے لیے ملکی قانون بھی ہے۔اس کی تعلیم کسی قوم اور کسی ملک کی زبان کے لیے محدود نہیں۔اس کے ارشادات انسانی فطرت صحیحہ کے مخالف نہیں۔وہ یہودیت کی طرح جنت کو نسل واحد کی جاگیر نہیں بناتا، وہ تقرب الی اللہ کے لیے کل دنیا کو واحد خاندان کا دست نگر نہیں ٹھہراتا، وہ عیسائیت کی طرح انسان کو فوق از جبلت احکام کی تعلیم نہیں دیتا۔وہ ناقابل تعمیل احکام کا خود کو مجموعہ نہیں بناتا، وہ دولت مندوں کو آسمانی بادشاہت سے خارج نہیں کرتا، وہ پرستاران مالک کے لیے ترویح وتاہل کو قابل نفرت ومذموم نہیں بناتا۔اگر کسی کتاب نے روئے زمین کے شاداب ترحصوں پر بطور آئین سلطنت کبھی حکومت کامیاب کی ہو۔اگر کسی کتاب نے جمیع بنی آدم کو رنگت اور قومیت، نسل اور ملک کے امتیازات سے بالاتر رکھ کر سب کو اپنے فیض سے یکساں مستفیض بنایا ہو، جیسا کہ اس کتاب قیم نے کیا، تو اس کا نام لینا چاہیے۔

⑤ ..... قرآن ذی الذکر کے خصائص میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ہر ایک پاک مذہب اور اس کے مقدس ہدایان دواعیان مذہب اور ان کی تعلیمات صحیحہ کی ستائش کرتا ہے۔وہ کسی صداقت کی تکذیب کا ارادہ بھی نہیں رکھتا۔اس خصوصیت عجیبہ میں کیسی سلامت روی، امن پسندی، معدلت گستری، صداقت پروری آشکار ہے۔قرآن تو اپنا نام مُصَدِّقٌ لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ رکھتا ہے اور راست بازوں کی تصدیق کرنا ہی اپنا مقصد اولین بتلاتا ہے۔

⑥ ..... خصائص قرآنیہ میں سے ایک ممتاز خصوصیت یہ ہے کہ وہ قَوْلٌ فَصْلٌ ہے اور ان تمام پیچیدہ مسائل میں جن کو افکار انسانی حل نہ کر سکتے تھے یا جن کو کتب سماویہ نے ملتوی چھوڑ دیا تھا، اپنا قطعی فیصلہ سناتا ہے۔ایسے مسائل بہت ہیں مثلاً:

مسئلۂ عرفان صمدانی	مسئلہ صفات ربانی	مسئلۂ وجود وشہود	مسئلۂ بقائے روح وارتقائے روح
ماہیت نجات، کیفیت رضوان	امتیاز خالق ومخلوق	فرق رازق ومرزوق	مسئلۂ شفاعت واعمال
مسئلۂ سزا وجزاء	مدارج صبر وشکر	منازل توکل وتفویض	ماہیت عبادت واستعانت
روحانیت انس ومحبت	حقیقت نصرت الٰہیہ ومعیت ربانیہ		مسئلۂ گناہ وحقیقت توبہ
مراتب دعا وقبولیت	رہبانیت وتاہل	طلاق وواراثت	حقوق اولاد

حقوق جار	حقوق والدین	حقوق زوجین	حقوق جسم
حقوق انسانیت	حقوق عمران، فرائض	محارم شفعہ	حقوق قوم
حکومت شخصی وجمہوری	شوریٰ وامارت	ماہیت فساد وفیوض امن	مکنت ارضی اور تمکن دینی
حدود عدل اور فسحت رحم	راعی ورعیت	آئین واستبداد وغیرہ وغیرہ	

قرآن پاک نے ان مسائل میں یا ان کی اشباہ وامائل میں جو فیصلے دیے ہیں، ان کا لطف اس وقت آتا ہے اور ان کی اعلیٰ شان اس وقت نظر آتی ہے جب فیصلے سے پیشتر متخاصمین کے بیانات کو بھی سن لیا جائے۔ اللہ اکبر! کیسی کیسی افراط میں نکلی ہوئی اور کیسی کیسی تفریط پر گری ہوئی حالتوں کو جادہ اعتدال پر لایا گیا ہے اور کیسی کیسی سنگلاخ وادیوں اور کج وپر پیچ گھاٹیوں میں سے صراط مستقیم کی شاہراہ تیار کردی ہے۔ بے شک یہ اسی قادر مطلق اور حکیم برحق کا کام ہے، جس کا علم ماضی حال واستقبال پر حاوی ہے اور جس کو انسان کی فطرت کا علم کامل اور تربیت پر کلی اقتدار حاصل ہے۔

⑦ ..... اس کتاب لاریب فیہ کی ممتاز خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ اس کا پیش کرنے والا شخص واحد ہے اور وہ ہے رسول اللہ ﷺ

وید کو دیکھو! اس کی ہر ایک شرتی کے ساتھ تین نام ضرور لکھے ہوتے ہیں، آریوں کی حالیہ تحقیقات یہ ہے کہ ان میں سے ایک مذکر نام اس رشی کا ہوتا ہے جسے یہ شرتی اکاس سے ملی۔ اسلامی الفاظ میں یہ مطلب ہوا کہ یہ وہ شخص ہوتا ہے جس پر کلام اترا۔ اگر ان ناموں کا شمار کیا جائے تو ان کی تعداد سینکڑوں سے بڑھ جاتی ہے اور اس طرح ثابت ہوجاتا ہے کہ وید کو پیش کرنے والے سینکڑوں رشی ہیں جن میں بلحاظ زمانہ بھی صدہا سال کا تفاوت ہے۔

بائبل کو دیکھو کہ یہ موسیٰ، یشوع، مصنف قاضیوں، سموایل، مصنف سلاطین، مصنف تواریخ عزرا، نحمیا، مصنف کتاب روت، مصنف کتاب آستر، ایوب، داؤد صاحب زبور، سلیمان صاحب امثال وغزل الغذلات، واعظ، یسعیاہ، یرمیاہ، حزقی ایل، دانی ایل، ہوسیع، یوایل، عاموس، عبدیاہ، یونا، میکہ، نحوم، حبقوق، ضفیاہ، حجی، زکریا، ملاکی کے الہامات یا تصنیفات کا مجموعہ ہے۔

علیٰ ہذا انجیلوں کو دیکھو کہ متی، مرقس، لوقا مع اعمال، یوحنا، پولوس، یعقوب، پطرس، یوحنا شاگردان مسیح علیہ السلام کے علمی کارنامے ہیں۔ مگر قرآن مجید کا مبلغ اول اور معلم نخستیں صرف ایک ہے وہ رسول اللہ ﷺ۔ اس صحیفہ کا خود اسی کے ذریعہ آغاز اور اسی کے ذریعہ سے اختتام ہوجاتا ہے اور بایں ہمہ یہ مصحف مقدس اپنے مضامین میں مکمل، اپنی تبلیغ میں کامل، دعوت الی اللہ میں یگانہ، رشد وہدایت اور نور ورحمت میں وحید ویکتا ہے اور اپنے موضوع ومفہوم کے اتمام میں دوسری کتاب کا احتیاج مند نہیں، حالانکہ رگ وید، یجروید، سام وید کا اور اتھرون وید ان تینوں کا محتاج ہے۔

نئے عہد نامہ کی تکمیل پرانے عہد نامہ کے بغیر نہیں ہوتی اور کتاب الاعمال کے بغیر اناجیل اربعہ کے مضامین ناقص رہ جاتے ہیں، حواریوں کے خطوط اتنے ہی ضروری ہیں جیسا کہ خود اناجیل اس سے قرآن پاک کی برتری وفوقیت اور جامعیت وکاملیت کا اندازہ فہم میں آسکتا ہے، اگرچہ صحیح اندازہ کے لیے ضروری ہے کہ مضامین پر عبور تام بھی ہو۔

⑧ ..... خصوصیات قرآن مبارک میں یہ بھی ہے کہ اس کا اسلوب کلام نہایت شستہ ومہذب ہے۔ وہ کبھی کوئی فحش

لفظ یا حیا سوز فقرہ کا استعمال ہی نہیں کرتا۔ کتاب حزقی ایل کو پڑھو! جس میں خدا نے بندوں کو اپنی دو جوروؤں اہولا اور اہولیبا کا قصہ سنایا ہے۔ امید ہے کہ عیسائی فاضل بھی اس قصہ کو ایک تمثیلی بیان ہی خیال کرتے ہوں گے، مگر غور کرو کہ یہ تمثیلی بیان کیا کسی مرد کو اس کی عورت کی طرف سے حسن ظن باقی رہنے دیتا ہے۔ کیا انسانی کنبہ اس نورانی جوڑے سے بڑھ کر کسی اور نمونہ کی تمنا کر سکتا ہے۔ ہاں! ذرا لفظوں کو دیکھو کتنے گرے ہوئے ہیں۔

الف..... غزل الغزلات میں ایک نوجوان چھوکری اپنے محبوب پر اور کوئی نوجوان لڑکا اپنا محبوب پر اظہار محبت کرتا ہے۔

ب..... عیسائیوں نے اچھا کیا کہ محبوبہ یروشلم کو بتلا دیا اور محبوب مسیح کو اگرچہ اس کے کسی لفظ میں تاویل کا اشارہ تک نہ تھا۔ اس بیان میں مرد اپنی محبوبہ کو ''اے میری بہن، اے میری زوجہ'' کہہ کر مخاطب کرتا ہے (غزل الغزلات ۴ باب ۱۰،۹)

کیا اس اسلوب کلام کو زمانہ حال پسند کرتا ہے یا زمانہ گزشتہ میں یہود میں باہمی خطاب کا یہ طریق جاری تھا؟

ج..... بائبل کی تمام کتابوں میں یہودیوں کی بدکاری کو یروشلم کی بدکاری بتلایا گیا ہے۔ پھر یروشلم کو عورت فرض کر کے اس کی برہنگی کے متعلق ایسی ایسی سخت و درشت الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جن کی بابت مجھے امید ہے کہ وہ کسی گرجا کی محراب میں لیڈیز جنٹلمین کے سامنے بطور وعظ کبھی بھی نہیں پڑھے گئے ہوں گے۔

د..... حزقی ایل ۲۳ باب کا ۲۰ ورس پڑھو، بہن، بھائی، ماں، بیٹا کا ذکر نہیں، بلکہ میں یہ پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی شریف میڈم اپنے شوہر کے سامنے اور کوئی نوبلمین اپنی لیڈی کے سامنے ان الفاظ کو پڑھ سکتا اور لفظوں کو مطلب بتا سکتا ہے

الف..... یحزقیل میں ادھیا ۱۹۔ منتر ۷۶ ب..... ادھیا ۱۹۔ منتر ۸۸

ج..... ادھیا ۲۰۔ منتر ۹ د..... ادھیا ۲۵۔ منتر ۷

کو کیا گورو اپنی شاگرد لڑکی کو بپابندی شرم و حیا پڑھا سکتا اور اس کا مطلب بتا سکتا ہے۔ قرآن مجید تو الفاظ کا استعمال ایسی اعلیٰ لطافت سے فرماتا ہے کہ یہ اسی کا حصہ ہے۔ حاجت ضروری سے فارغ ہونے کا ذکر کرنا تھا تو فرماتا ہے أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ الْغَائِطِ غائط اس نشیبی زمین کو کہتے ہیں جہاں ایسی رفع حاجت کے لیے انسان اوجھل ہوا کرتا ہے۔ الغرض قرآن مجید کا اس بارے میں درجہ بہت بلند اور بہت روشن ہے۔

فصل پنجم:..... قرآن مجید کا مصنف

ایک مثل مشہور ہے ''سخن شاہ بادشاہ سخن'' عربی میں ہے: کلام الملوك ملوك الكلام قرآن مجید اس شہنشاہ حقیقی اور ملک الملکوت عالم کا کلام ہے، جس نے کلام کو پیدا کیا اور گوشت کے ٹکڑے کو بولنا، ہڈی کو آواز کا سننا اور عصبات کو ان کا سمجھنا سکھایا۔ وہ جس کے حکم سے ایک ماں باپ کی اولاد میں اس قدر اختلاف السنہ اور تباین لغات پدیدار ہوا بعض عیسائی مصنف جو تحقیق کے پردہ میں تعصب کو چھپائے رکھتے ہیں۔ قرآن مجید کی بہت سی خوبیوں کو تسلیم کر لینے کے بعد قرآن پاک کو کلام محمدؐ بتایا کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ:

① ..... کیا قرآن جیسی کتاب کا مصنف کہلانا بجائے خود ایک اعلیٰ عزت نہیں ہے، پھر کیا وجہ کہ نبی کریم ﷺ نے ایسی اعلیٰ تصنیف کے مصنف ہونے کی عزت سے خود کو محروم رکھا۔

② ..... کیا قرآن پاک جیسی تصنیف کا مصنف جھوٹ جیسی رذیل صفت سے آلودہ ہو سکتا ہے۔ کیا وہ کتاب جس

نے لاکھوں کو صداقت سکھائی اور جس نے گنتی کے سالوں میں عرب کی کایا پلٹ دی۔

اور وہ کتاب جس نے زندہ حی القیوم خدا کی ہستی کا اعتقاد دلوں میں قائم کر کے کروڑوں بنی آدم کو حیات جاوید سے بہرہ اندوز کر دیا۔ کیا ایسے دل، ایسی زبان سے نکل سکتی ہے جو خود صادق نہ ہو۔ ان دونوں امور پر غور کرو۔ تمام دنیا کے مصنفین کا رویہ ہماری تائید میں ہے اور فلسفہ فطرت انسانیہ اس صداقت کا مصدق ہے۔

اب ہم خود عیسائیوں کی دی ہوئی بائبل پر توجہ کرتے ہیں۔ بائبل سے اس حقیقت کا انکشاف ہو جائے گا کہ دنیا میں کلام اللہ بھیجے جانے کی خبر ہزاروں سال پیشتر سے دی گئی تھی۔

① .....موسیٰؑ قوم کے پاس احکام عشرہ کی الواح لاتے ہیں، قوم ان الواح پر شک کرتی ہے۔

② .....قوم کا مطالبہ ہے کہ اسرائیل کا خدا خود ان کی موجودگی میں موسیٰ سے کلام فرمائے۔

③ .....موسیٰؑ برگزیدگان قوم کو طور پر لے جاتے ہیں۔ وہاں پہنچنے کے بعد تاریکی چھا جاتی ہے۔ بادل سب کو گھیر لیتے ہیں، ہوائیں تندی و تیزی سے چلنے لگتی ہیں، بجلیاں کوندتی ہیں، گرج پر گرج کی صدائیں دلوں کو ہلا دیتی ہیں، بھونچال آتا ہے، پہاڑ کانپ رہا ہے۔

④ .....ان حالات کو دیکھ کر بنی اسرائیل چلا اٹھتے ہیں اور موسیٰؑ سے کہتے ہیں: ''اے موسیٰ! تو ہی ہم سے بول اور ہم سنیں، لیکن خدا ہم سے نہ بولے، کہیں ہم مر نہ جائیں۔'' (کتاب خروج ۲۰۔۱۹، ۱، کتاب استثنا ۱۸۔۱۶)

یہ درخواست منظور کر لی گئی اور سب لوگ طور سے اپنی اپنی جان بچا کر خیمہ گاہ میں پہنچ گئے۔

⑤ .....بنی اسرائیل کی اس کے بعد یہ درخواست ہوتی ہے کہ خدا اپنا کلام موسیٰ کے منہ میں رکھ دے اور وہ قوم کو سنا دیا کرے

⑥ .....اس درخواست کو اللہ تعالیٰ نامنظور فرماتا ہے اور خبر دیتا ہے کہ خدا کا کلام ایک اور نبی کے منہ میں رکھ دیا جائے گا، وہ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہوگا۔ وہ نبی جو کچھ خدا سے سنے گا، وہ سب لوگوں سے کہے گا اور ایسا ہوگا جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ نبی میرا نام لے کر کہے گا، نہ سنے گا تو اس کا حساب خدا لے گا۔ (استثنا، ۱۸ باب ۱۸، ۱۹ درس)

اب برائے مہربانی یہودی و عیسائی ان واقعات بالا کو خیال میں رکھیں اور پھر ہم کو بتائیں۔

سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ کے سوا اور کون سا نبی ہے جس کے منہ میں خدا کا کلام رکھا گیا۔ وہ کون سا نبی ہے جس نے یہ بتلایا ہو کہ ''اس کے منہ میں خدا کا کلام ہے۔''

ہم ان دونوں سے کہتے ہیں کہ وہ ہرگز ہرگز کسی ایسے نبی کا نام نہیں بتلا سکیں گے جس نے زبان سے اتنا فقرہ استعمال کیا ہو کہ اس کے منہ میں اللہ کا کلام ہے۔ کلام اللہ کا سنانا تو امر دیگر ہے۔ یہی بات وہ ہے جو حق پوش اہل کتاب پر رب العالمین کی سب سے بڑی حجت ہوتی اور جس پر یوم الدین کو خدا کی عدالت قائم ہوگی۔ جواب دینے سے پیشتر یسعیاہ کا فقرہ بھی یاد رکھنا چاہیے۔ ''دیکھو امی کی کتاب دی گئی۔'' یہودیوں، عیسائیوں کو بتلانا ہوگا کہ ''امی صاحب کتاب'' اور کون ہے۔ اے یہودیو! اے نصرانیو! وہ امی تو محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں جن کا علم ہمیشہ نبی الامی رہا۔ دنیا میں اور کسی نبی کا لقب یا علم نبی الامی کبھی نہیں ہوا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاٰلِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

فصل ششم:..... قرآن ذی الذکر کی پیش گوئیاں

جولوگ قرآن پاک کو تصنیف محمدؐ بتلایا کرتے ہیں جو حضور ﷺ کا نبی صادق ہونا تسلیم نہیں کرتے۔

کیا ایسے اشخاص اس امر کی کوئی توجیہ کر سکتے ہیں کہ ان کی حالت مزعومہ کے ہوتے ہوئے قرآن مجید کیوں کر آنے والی مغیبات کو بیان کرتا اور زمان پیشین (مستقبل) کے متعلق پیش گوئیوں کا اعلان فرماتا ہے۔

اتمام حجت منکرین اور انشراح صدر مؤمنین کے لیے ان پیش گوئیوں کا ذکر بطور تذکرہ کیا جاتا ہے جو قرآن مجید سے ثابت ہیں اور چودہ صدیوں کا عہد طویل شہادت دے گا کہ نزول قرآن پاک کے بعد سے آج تک ان میں سے کس طرح وہ پیش گوئیاں تمام دنیا کے سامنے حرف بحرف اور ہو بہو پوری ہوتی رہی ہیں۔

فصل ہفتم:..... قرآن عظیم کے متعلق سات پیش گوئیاں

پہلی پیش گوئی:..... قرآن کریم کی نظیر کوئی نہ بنا سکے گا۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾

اے رسول! سب سے کہہ دیجیے کہ اگر سب انسان اور تمام جن بھی مجتمع ہو جائیں اور ایک دوسرے کی مدد و اعانت بھی کریں اور پھر وہ اس قرآن جیسی کوئی کتاب بنانا چاہیں تو وہ ہرگز ہرگز ایسا نہ کر سکیں گے۔

الفاظ دعویٰ کی شوکت اور قوت غور کرنے سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔

عہد نبوت:..... قرآن پاک کو کلام محمد کہنے والے ذرا غور کریں کہ زہیر و نابغہ، امرأ القیس و عنترہ جیسے لوگوں کے ایسے ہی دعوے کتنے ذلیل کن ہیں۔ وہ جو اپنے اپنے کلام کو ہرن کی جھلیوں پر آب زر سے لکھواتے اور بایام حج عام دیوار کعبہ پر آویزاں کیا کرتے تھے۔ کیوں اس دعویٰ کے بطلان پر آمادہ نہ ہوئے۔ وہ ابولہب و ابوجہل کعب بن اشرف، سلام مشکم جیسے قریشی و یہودی جنہوں نے اسلام کو تباہ کرنے کی دھن میں زر و مال اور نفوس و اولاد کو قربان کر دیا تھا، کیوں ایسی آسان تدبیر کی جانب متوجہ نہ ہوئے۔ کیسی عجیب بات ہے کہ ایک شخص جو ان ہی میں پلا اور بڑھا ہے اور جو وہی زبان بولتا ہے جو ان سب کی ہے اور پھر وہ ان سب کے پیارے مذہب اور مرغوب رسوم اور پسندکردہ عادات اور ان کے برگزیدہ معبودوں کے خلاف جوش دلانے والے الفاظ کا استعمال کر رہا ہے اور اپنی صداقت کی تائید میں ایک کلام کو جو اسی کے منہ سے نکلی ہے، بطور دلیل پیش کر رہا ہے۔ ان سب حالات کی موجودگی میں بھی کوئی شخص اس جیسی زبان نہیں بول سکتا اور کوئی شخص بالمثل کلام پیش کر کے اس کی تحدی کو باطل نہیں ٹھہرا سکتا۔

عہد حاضرہ..... اچھا اس وقت کا ذکر چھوڑو اب زمان حاضر پر نگاہ ڈالو۔ شام، بیروت، دمشق و مصر اور فسلطین میں لاکھوں عیسائی اور یہودی موجود ہیں، جن کی مادری زبان عربی ہے جو عربی زبان میں نثر لکھنے پر قادر ہیں، جن کی ادارت میں اخبار، جرائد اور رسائل اشاعت پذیر ہیں، وہ آج کیوں اس دعویٰ قرآن کے مقابلہ میں کھڑے نہیں ہو جاتے۔ ان میں تو ایسے ایسے ادیب و ماہر زبان بھی موجود ہیں جنہوں نے لغات عربیہ پر قطر المحیط، المنجد، اقرب الموارد اور المحیط جیسی کتابیں لکھ ڈالی ہیں۔ وہ کیوں قرآن جیسی کتاب لکھنے کی سعی نہیں کرتے۔ وہ کیوں دس سورتوں

کے برابر ہی نہیں لکھتے۔ وہ کیوں ایک ہی سورت کے برابر لکھنے کی جرات نہیں کرتے۔

حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی شخص جتنا زیادہ عربیت کا ماہر اور ادب میں یدِ طولیٰ رکھنے والا ہے، اس پر اتنا ہی زیادہ رعب کلام قرآنی کا غالب آجاتا ہے۔ آج عیسائیت کی اشاعت میں کروڑوں، اربوں روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے، لیکن جس شخص کو قرآن حکیم نے تحدی بنایا ہے۔ اس پر کوئی بھی قلم اٹھانے کا حوصلہ نہیں کرتا۔

معترض عہد نبوی ﷺ کے متعلق شاید یہ کہہ سکتا ہے کہ محمد ﷺ نے اپنے وقت کے مشہور مشہور زبان آوروں کی قابلیت کا اندازہ کرنے کے بعد ایسا دعویٰ کر دیا ہوگا۔

دوسری پیش گوئی..... کہ قرآن مجید ہمیشہ محفوظ رہے گا۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ [سورۂ حجر]

ہاں، ہم نے ہی اس قرآن کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت بھی ضرور ضرور رکھیں گے۔

اس وعدہ کی وقعت اور حفاظت قرآنی کی عظمت

(۱) ۔اس وقت سمجھ میں آتی ہے، جب صحف سابقہ کا تھوڑا سا حال معلوم ہو جائے۔ تورات موسیٰ کا خمیر مایہ وہ دو الواح تھیں جو موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر لکھی لکھائی دی گئی تھیں۔ ہر دو الواح اسی وقت ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے میدان عمل میں آ کر لشکر کو گوسالہ پرستی میں مصروف پایا تھا۔ کلیم اللہ غیرت ایمانیہ سے بے تاب ہو گئے۔ لوحین پھینک دیں اور بھائی کو جا پکڑا۔ اس واقعہ کے بعد یہ احکام عشر اور دیگر احکام شریعت موسیٰ ہی کی حیات میں لکھے گئے اور عہد کے صندوق میں رکھے گئے۔ (استثناء باب ۲۵)

یہی ایک نسخہ تھا جس کی بابت توقع کی جا سکتی ہے کہ داؤد علیہ السلام کے عہد تک خیمہ عبادت میں بحفاظت موجود ہوں، لیکن سلاطین اول باب ۸ سے واضح ہے کہ جب عہد کا صندوق خیمہ عبادت سے ہیکل سلیمانی میں لایا گیا تو پتھر کی دو شکستہ لوحوں کے سوا صندوق میں اور کچھ نہ تھا۔ اب ہم کو بلا کسی سند کے فرض کر لینا چاہیے کہ سلیمان نے کس طرح تورات کی شریعت کو جمع کر لیا ہوگا اور پھر عہد کے صندوق میں اسے رکھوا دیا ہوگا۔ لیکن یہ مسلمہ ہے کہ ہیکل میں جو نسخہ بھی موجود تھا، اسے بھی بخت نصر نے ہیکل کے ساتھ ہی جلا ڈالا تھا۔ یہ حادثہ ہائلہ ۵۸۶ ق م میں واقع ہوا۔

دارا شاہ ایران کے عہد میں زرد بابل وغیرہ سرداران بنی اسرائیل نے ہیکل کو از سر نو تعمیر کیا تھا۔ کتاب کی بھی تلاش ہوئی، مگر نہ ملی۔ (دیکھو کتاب عزیز) تب حضرت عزیرؑ نے اپنی یادداشت اور یحییٰ وزکریا کی امداد سے پھر کتاب کو تیار کیا جسے یہودی تورات کہتے ہیں (اسی کا ترجمہ یونانی زبان میں ابن توکس کے حکم سے ہوا) یہ واقعہ ۳۰۰ ق م کا ہے۔

پھر ابن توکس چہارم کے وقت میں جب یہ بادشاہ ملک مصر پر حملہ آور ہوا تھا۔ اس کے سپہ سالار نے اس نسخہ کو اور ہیکل کو جلا ڈالا۔ یہودیوں کی تمام کتابوں کی تلاش کی گئی اور سب کو سوخت کر دیا گیا اور یہودیوں کو بت پرستی کا حکم دیا گیا۔ یہ واقعہ ۱۶۶ ق م کا ہے۔ ایک بوڑھا کاہن اپنے تین فرزندوں کے ساتھ جان بچا کر اپنے وطن شہر مودن کو بھاگ گیا تھا۔ اس کے فرزند مقائیس نے ایک کتاب دو جلدوں میں لکھی، جو اسی کے نام سے مشہور ہے اور یہود کے چند فرقے اسی کو اسلامی کتاب تسلیم کرتے ہیں۔

واقعات بالا پر پورا پورا غور کرو۔ اصلی کتاب کے الفاظ رہنے کی کوئی بھی اصلیت نظر آتی ہے۔

② ..... اب انجیل کی سرگزشت سنو۔ انجیل کے نام سے عیسائیوں میں چار کتابیں مشہور ہیں۔ انجیل متی، انجیل مرقس، انجیل لوقا، انجیل یوحنا۔ متی کی انجیل کی سرگزشت یہ ہے کہ سب سے پہلے عبرانی زبان اور شہر یہوذا (واقع شام) میں لکھی گئی۔ لیکن اس عبرانی نسخہ کا وجود دنیا سے ناپید ہے۔ اس کا ایک ترجمہ یونانی زبان کو ملتا ہے لیکن کوئی عیسائی پادری نہیں بتا سکتا کہ یہ ترجمہ کب کیا گیا اور کس شخص نے کیا۔ موجودہ کتاب کا یہ حال ہے کہ اس باب اول و دوم کو شارح انجیل نورٹن صاحب نے بمقابلہ لوقا صحیح تسلیم نہیں کیا، بلکہ اقرار کیا ہے کہ یہ دونوں باب اصل مصنف کے لکھے ہوئے ہیں۔ (کتاب الاسناد ص ۵۳ نسخہ مطبوعہ ۱۸۳۷ء)

لوقا مصنف انجیل پولوس کا شاگرد ہے، اس نے مسیح کو نہیں دیکھا اور اس کے استاذ نے بھی مسیح علیہ السلام کی زندگی میں اس کی مخالفت ہی کی۔ لوقا نے اپنی انجیل انطاکیہ شہر میں بزبان یونانی لکھی تھی۔ لوقا نے اپنی انجیل کے شروع میں تحریر کیا ہے کہ وہ واقعات کو صحت کے بعد تحریر کرتا ہے۔ بزرگوار لوقا کے اس اعلان کے بعد یہ امید کرنا بالکل درست تھا کہ واقعات مندرجہ انجیل لوقا ضرور ہی صحیح ہوں گے لیکن انجیل کا وہی شارح فاضل نورٹن لکھتا ہے۔

''جن اعجازی باتوں کو لوقا نے لکھا ہے ان میں جھوٹی روایات بھی شامل ہوگئی ہیں اور اس کے لکھنے والے نے شاعرانہ مبالغہ سے اندراج کیا ہے اور اس زمانہ میں سچ کو جھوٹ سے تمیز کرنا مشکل ہے''۔ (کتاب الاسناد ص ۶۱)

قابل غور بات یہ ہے کہ جس کتاب میں سچ سے جھوٹ کا تمیز کرنا بھی مشکل ہو جائے، وہ کہاں تک محفوظ کہلانے کی مستحق ہے۔ مرقس شمون پطرس کا شاگرد ہے اس نے بھی انطاکیہ ہی میں اپنی کتاب کو یونانی زبان میں لکھا۔ مرقس اور لوقا کے مضامین میں بہت اختلاف ہے۔ یوحنا بن سندائی کی انجیل غالباً بلحاظ سن تصنیف سے آخری ہے۔ اس نے بھی اپنی کتاب کو یونانی زبان ہی میں لکھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مسیح علیہ السلام کا شاگرد تھا، لیکن اس کی تصنیف میں یونانیوں کے قدیم عقیدہ کا بہت اثر شامل ہے۔

تمام عیسائیوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ اناجیل اربعہ میں سے کوئی انجیل بھی مسیح علیہ السلام پر منجانب اللہ نازل شدہ نہیں، بلکہ یہ کتابیں انہی مصنفین کی تصنیف ہیں، جن کے نام سے یہ منسوب ہیں۔ اب ان کتابوں کا تقدس اس طرح قائم کیا جاتا ہے کہ ان مصنفین نے ان کتابوں کو روح القدس کی مدد اور یاوری سے لکھا تھا۔ اگر یہ امر صحیح ہے تو ان چاروں کے مضامین میں تناقض اور تضاد نہیں ہونا چاہیے لیکن ان میں اتنا تناقض موجود ہے کہ تطبیق دنیا سخت دشوار ہے۔ آدم کلارک، نورٹن اور ہارون صاحب انجیل کے مشہور شارح ہیں۔ تینوں کا متفقہ قول ہے کہ تطبیق کی کوئی صورت موجود نہیں۔ پادری فرنچ کو اقرار ہے کہ ان انجیلوں کی چار پانچ آیتوں میں تحریف بھی ہوئی ہے۔ نیز وہ یہ بھی اقرار کرتا ہے کہ ان میں چھوٹی موٹی ہزار غلطیاں موجود ہیں۔ چاروں انجیلوں کا مجموعہ ایک سو صفحے سے زیادہ نہیں۔ ایک سو صفحے کی تحریر میں جب تیس ہزار غلطیاں موجود ہوں تو کتابوں کے محفوظ رہنے کا خیال کرنا بھی عقل سے دور ہے اور اس سے زیادہ نتیجہ اخذ کرنا ہمارے اس مضمون کے موضوع سے زائد ہے۔

③ ..... اب پارسیوں کی کتاب کا حال سنو۔ ایرانی قوم بڑی قدیم قوم ہے۔ ان کی کتابیں کبھی موجود ہوں گی لیکن

کتاب ژند[1] تو زرتشت کے عہد سے بھی پہلے نادر الوجود ہو چکی تھی۔

کہتے ہیں کہ ژند کے پچیس باب تھے اور اب صرف انیسواں ''دندیدار پایا جاتا ہے۔ ژند کے بعد اس کا درجہ پازند نے حاصل کر لیا۔ لیکن سکندر مکڈونی کی فتح ایران کے بعد وہ بھی عنقا ہو گئی۔ سکندر کے بعد تین سو سال تک طوائف الملوکی رہی اور مذہبی حالت بھی بہت خراب تھی۔ جب اردشیر بابکان ایران کا بادشاہ بنا تب ژند و پاژند کی جگہ دساتیر لکھی گئی اور اسی کو آسمانی کتاب کا درجہ دیا گیا، لیکن جب مانی نے اپنا مذہب چلایا، تب دساتیر کو بھی ختم کر دیا گیا۔ مانی کے بعد مزدک نے اپنا مذہب ایجاد کیا اور اس نے پارسیوں کی مذہبی کتابوں کو اچھی طرح سے تباہ اور نابود کر دیا۔ یہ سب واقعات اسلام سے پہلے کے ہیں۔ دساتیر کے متعلق اہل تحقیق کا بیان ہے کہ وہ صرف دعاؤں کا مجموعہ ہے۔ صبح و شام کو پڑھے جانے والی دعائیں اس میں درج ہیں۔

استا کی بابت یہ بھی مشہور ہے کہ وہ نزول قرآن کے بعد لکھی گئی اور اسی کتاب کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ترجمہ ثبت کر دیا گیا۔ ''بنام ایزد بخشائندہ بخشائش گر مہربان دادگر'' اسی فقرہ کا ترجمہ قدیم درّی زبان میں کر دیا گیا کہ اس کی قدامت بہت قدیم ہو جائے۔ ''خرشید شمستائے ہرشدہ، ہرشستگر زمربان فرو بیدار''۔ مندرجہ بالا حالات سے پتہ لگ جاتا ہے کہ سکندر کی غارت گری کے بعد اس قسم کا ان کے پاس کوئی ایسا صحیفہ موجود نہ تھا جو آسمانی کہلانے کا مستحق ہو۔

(۲) ..... ہندوستان میں نہایت قدیم کتاب ''وید'' سمجھی جاتی ہے۔ وید کی عزت کو آریہ اور سناتن دھرمی دونوں تسلیم کرتے ہیں۔ اس اجمال اقرار عظمت کے بعد آریہ اور سناتن دھرمیوں میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ آریہ کہتی ہیں کہ وید صرف منتر بھاگ کا نام ہے۔ سناتن دھرمی کہتے ہیں کہ برہمن بھاگ بھی اصلی وید ہے اور برہمن بھاگ اپنے حجم کے اعتبار سے منتر بھاگ سے دو چند زیادہ ہیں۔ اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہوا کہ وید کو ماننے والی قومیں یا تو ۲/۳ حصہ وید کو اصل سے خارج کر رہی ہیں یا ۳/۲ حصہ حجم کو وید اصلی میں داخل کر رہی ہیں اور ہر دو صورت کتاب مذکور کا غیر محفوظ ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

زمانہ حاضرہ میں سب ہندو کہتے ہیں کہ وید چار ہیں، مگر منوجی مہاراج کی سمرتی میں صرف تین ویدوں رگ بجر، سام کا نام آیا ہے۔ چوتھے وید اتھر وکا نام نہیں آیا۔ سنسکرت کی اور بھی قدیم ترین کتابیں ایسی ہیں جن میں یہی تین نام پائے جاتے ہیں، لیکن بعض پرانی کتابیں ایسی بھی ہیں، جن میں قریباً ۳۴ کتابوں پر اسم وید کا استعمال کیا گیا ہے۔ سب ہندو وید کو خدا ساز بتاتے ہیں۔ مگر نیائے روشن کا مصنف گوتم وید کو کلام انسان بتاتا ہے۔ گوتم اس درجہ کا شخص ہے کہ اس کا چھ شاستروں میں سے ایک ہے اور ہر شش کو شاستر بہ طور مسلمہ آریہ اور سناتنی تسلیم کرتے ہیں

ہندوستان کے مذاہب قدیم میں سے جین مت بھی ہے۔ جینی لوگ وید کے ایک حرف کو بھی صحیح نہیں سمجھتے اور وید کا آکاس بانی ہونا بھی وہ قطعاً تسلیم نہیں کرتے یہ لوگ اپنی قدامت کو ویدوں کے زمانہ سے ماقبل کے بتاتے ہیں اور اپنی کتبوں کو وید سے قدیم تر ظاہر کرتے ہیں۔ ہمارے ان مختصر سے مختصر فقرات سے ناظرین بخوبی سمجھ گئے

---

[1] ژند کے معنی وہ منگ چقماق ہیں جس سے آگ نکلتی ہے۔ کتاب کا نام اس لئے ژند ہوا کہ اس کے اندر بھی روشنی موجود ہے۔ اس کی شرح کا نام پازند ہوا پازند وہ لوہے کی میخ ہے جو چقماق پر آگ نکالنے کے لیے ماری جاتی ہے۔ اس کی شرح کا نام استا ہوا۔ (مقدمہ ان پارس ص ۲۰)

ہوں گے کہ حفاظت الٰہیہ نے مندرجہ بالا کتب میں سے کسی کا ساتھ نہیں دی اور اسی لیے ہر ایک کتاب کا وجود یا اجزائے وجود پر خود اسی مذہبی کے اشخاص نے شک وگمان اور ظنون واوہام کے غلام چڑھا رکھے ہیں۔

قدرت الٰہیہ نے نہ صرف یہی کیا کہ کتابوں کی حفاظت کی بلکہ اس زبان اور لغت کی حفاظت بھی چھوڑ دی، جن میں یہ کتابیں لکھی گئی یا نازل کی گئی تھیں۔ ذرا غور کرو، عبرانی جو تورات کی زبان تھی اور خالدی جو مسیح علیہ السلام کی زبان تھی اور دری جو ژند و پاژند کی زبان تھی اور سنسکرت قدیم جو وید کی زبان تھی، اب دنیا کے کسی پردہ پر کسی براعظم یا کسی ملک یا کسی ضلع یا کسی شہر میں بطور زبان مستعمل ہیں۔ قدرت نے ان السنہ کو ناپید کرنے سے اپنا فیصلہ قطعی صادر کر دیا ہے کہ اب انسان کو ان کتابوں کی بھی ضرورت نہیں رہی جو ان زبانوں میں مروج کی گئی تھیں۔

دوم..... اس حفاظت الٰہیہ کا اندازہ کرو، جو قرآن مجید کے متعلق ہے کہ اس کے زیر وزبر اور حروف بہ حروف توالی وتواتر کے ساتھ ثابت شدہ ہے۔ ملک چین میں ایک ایک حرف پورے یقین کے ساتھ اسی طرح پایا جاتا ہے جیسا کہ مراکو میں موجود ہے۔ اگر حفاظت الٰہی خود کار فرمانہ ہوتی تو ایک ایسی کتاب میں ہزاروں غلطیوں کا ہو جانا صرف ممکن بلکہ ضروری تھا جس کا پیش کرنے والا وَلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ (عنکبوت) سے مخاطب ہو۔ آپ تو اپنے داہنی ہاتھ سے خط کھینچنا بھی نہیں جانتے۔ برہان بالا حفاظت الٰہی کے متعلق قطعی ہے۔

مناسب مقام سے ہم قرآن مجید کے حروف کے متعلق ایک یادداشت پیش کرتے ہیں حروف کا اندراج اس لیے کیا جاتا ہے کہ تعداد سور ورکوعات وآیات وغیرہ کے متعلق اعداد شمار عموماً ہر ایک مصحف پر درج ہوتے ہیں۔

نقشہ شمار حروف تہجی:..... جتنی بار ہر ایک حرف قرآن مجید میں آیا ہے:

الف:	۴۸۹۹۲	ب:	۱۲۲۲۸	ت:	۲۴۰۴	ث:	۳۱۰۵
ج:	۴۲۳۲	ح:	۴۱۲۰	خ:	۲۱۰۵	د:	۵۹۷۲
ذ:	۴۷۳۹	ر:	۱۲۶۴۰	ز:	۳۵۸۰	س:	۵۹۷۶
ش:	۲۱۱۵	ص:	۲۰۰۸۳	ض:	۶۸۲	ط:	۱۳۰۷
ظ:	۷۸۲	ع:	۹۲۷۴	غ:	۹۲۱۱	ف:	۴۴۱۸
ق:	۶۶۱۲	ك:	۱۰۶۲۸	ل:	۳۳۵۲۰	م:	۲۶۵۱۵
ن:	۴۴۱۹۰	و:	۲۵۵۸۹	ہ:	۱۶۰۷۰	ی:	۲۵۹۰۹

منقول از دستور العلماء جلد دوم مصنفہ قاضی الفاضل عبدالنبی احمد نگری

نقشہ میں کل حروف کا مجموعہ نہیں دیا گیا تھا جو کہ جمع کرنے سے ۳۴۶۹۹۸ بنتا ہے۔ ع۔ک۔

امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ اور حفاظت رسم الخط قرآن

اس برہان خاتمہ پر تکمیل مدعا کی غرض سے یہ بھی لکھ دینا ضروری ہے کہ امیر المؤمنین عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے بھی حفاظت قرات وکتابت قرآنی میں بہت بڑی خدمت کو انجام دیا۔ انہوں نے نبی ﷺ کے کاتب وحی زید

بن ثابت رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں سات قرآن مجید لکھوائے اور ان کو سات نائبان سلطنت کے پاس اپنے دستخط اور مہر رسالت سے مزین کر کے بھجوایا، اس سے بھی حفاظت قرآن پاک ہی مدعا تھا تا کہ رسم الخط میں بھی آئندہ کوئی تفاوت پیدا نہ ہو سکے، کاتب وحی کے قلم اور خلیفۂ راشد کے دستخط اور مہر رسالت سے مزین شدہ وہ قرآن آئندہ زمانہ کے کاتبین کے واسطے صحت ونقل ومقابلہ کے لیے بے بہا گوہر تھا۔

نقل اور طریق وجادہ:

آج کل تو وجادہ ہی پر نقول کا اعتبار چلتا ہے۔ یعنی کسی کتاب کی صحت کا اعلیٰ معیار یہ ہے کہ وہ اس نسخہ کے مطابق ہو، جس سے نقل کی گئی ہو، لیکن یہ امر کہ منقول عنہ کی صحت کا ثبوت کیا ہے۔ مفقود ہے۔ خلیفۂ راشد نے نقل وصحت میں شک واختلاف مٹانے کے لیے اصل شے قائم کر دی تا کہ بحالت ضرورت اسی کی جانب رجوع کیا جائے۔

اعتراض اور اس کی اصلیت:..... معترضین اسلام نے چاہا کہ اس واقعہ کو بگاڑ کر کچھ فائدہ اٹھائیں۔ جھٹ کہہ دیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن میں تصرف کیا تھا، ان کوتاہ فہم لوگوں کو نہ اس عہد کے اسلامی ممالک کی حالت معلوم ہے اور نہ قرآنی ترویج کی خبر ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور ممالک اسلام کے باہمی تعلقات کا بھی ان کو علم نہیں۔ اگر ان سب باتوں کا علم ہوتا تو وہ یہ بات زبان پر نہ لاتے۔

نماز اور قرأت:..... سب جانتے ہیں کہ اسلام میں ۵ نمازیں فرض ہیں۔ جن میں سے تین میں قرآن مجید بہ آواز بلند پڑھا جاتا ہے اور چونکہ ہر شخص مجاز ہے کہ جہاں سے وہ چاہے، جتنا چاہے قراءت کرے۔ اس لیے دنیا پر پھیلے ہوئے کروڑوں انسان صدہا مقامات پر مختلف اجزاء وسور سے قرآن مجید کی قراءت روزانہ کیا کرتے ہیں، ایک پڑھتا ہے اور بیسیوں، سینکڑوں مقتدی سنا کرتے ہیں۔ اقتدا کرنے والوں میں بہت تعداد ان لوگوں کی ہوتی ہے جن کو خود بھی وہ آیات جو امام نماز پڑھ رہا ہے یاد ہوتی ہیں یہ طریقہ عہد نبوی ﷺ سے جاری تھا اور ہر شہر، ہر قصبہ، ہر قریہ میں برابر اسی پر عمل درآمد رہا۔

نسخہ جات قرآنی کی اشاعت:..... خلافت عثمانی سے پیشتر قرآن پڑھنے والوں کی تعداد کروڑوں پر پہنچ گئی تھی اور اس کے نسخے الوف در الوف بستیوں میں موجود تھے۔ اس لیے عثمان رضی اللہ عنہ کے حیطہ اقتدار سے باہر تھا کہ وہ سب کی زبانوں، سب کے دماغوں اور سب کی کتابوں پر قبضہ کر کے ایک بھی لفظ کی کمی بیشی کر سکتے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان سے مسائل فقہیہ میں اختلاف جمہور

ہاں! ہم کو وہ مسائل فقہیہ بھی معلوم ہیں جن میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا اختلاف عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے تھا، مثلاً منیٰ میں پوری نماز پڑھنا اور قصر نہ کرنا اور محرم کا کسی غیر محرم کے شکار کو استعمال کر سکنا۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایسے چھوٹے چھوٹے مسائل میں بھی بعض صحابہ نے ان سے اختلاف کیا اور ہر ایک اپنے اپنے اجتہاد فقہی پر محکم رہا تو پھر کیوں کر ممکن ہو سکتا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ قرآن مجید کے متعلق کوئی خود ساز تبدیلی کرتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم اس پر خاموش رہ جاتے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور اہل مصر کی بغاوت

اس سے بھی بڑھ کر ہم دیکھتے ہیں کہ اہل مصر نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعض افعال پر نکتہ چینی کی۔ ان کو بیت المال کا اسراف سے خرچ کرنے والا یا اپنی قوم کو بہت زیادہ عہدہ و مناصب دینے والا بتلایا ہے اور انہی پر اہل مصر نے ایسی بغاوت کی کہ اس کا اختتام امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر ہوا، لیکن ہم کسی مصری اور اس کے عہد کے کسی اور شدید البغض انسان کو بھی قرآن مجید کے متعلق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شان میں ایک حرف کہتا ہوا بھی نہیں سنتے۔

خلافت مرتضوی اور مصحف عثمانی:..... حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے بعد خلیفہ ہوتے ہیں اور اپنی تمام خلافت کے زمانہ میں قرآن کی ترتیب عثمانی میں کوئی تبدیلی نہیں کرتے اور نہ اس ترتیب کے خلاف کوئی لفظ زبان سے نکالتے ہیں، بلکہ ہمیشہ نمازوں اور وعظوں میں اسی قرآن کا ورد فرماتے ہیں۔

رفع مصحف کا واقعہ صفین میں:..... حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں جنگ صفین ہوتی ہے۔ اہل شام قرآن مجید کو بلند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے تمہارے درمیان یہ قرآن مجید حکم ہوگا۔ اس وقت حزب مرتضوی رضی اللہ عنہ میں سے کوئی ایک بھی یہ نہیں کہتا کہ اہل شام کے قرآن پر کیا اعتماد ہے۔ حالانکہ فریق برسر جنگ کو اگر ذرہ بھی گنجائش ایسے لفظ کہنے کی مل جاتی تو وہ محارب کی اس تدبیر کو کالعدم کر سکتا تھا، لیکن شامیوں کے پیش کیے ہوئے قرآن ہی کو قرآن ماننا پڑا اور عارضی صلح منعقد ہوگئی۔ ان واقعات سے معلوم ہوجاتا ہے کہ امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ نے حفاظت قرآن کے متعلق ایسی خدمت ادا کی، جس پر تمام عالم اسلام کا اتفاق تھا۔ جاہل و عالم، دانا و نادان، دوست و دشمن ان کے اس فعل حمیدہ میں ذرا بھی شک نہ رکھتے تھے اور یہ اتفاق کامل صرف قرآن مجید ہی کے متعلق حاصل ہے اور یہ بھی ایک زبردست خصوصیت حفاظت کتاب حمید کی ہے۔

تیسری پیش گوئی:..... جمع قرأت قرآن مجید کی بات ﴿اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝﴾ [سورۂ قیامہ]

قرآن کا جمع کرنا اور قراءت کا درست رکھنا بھی ہمارا ذمہ ہے۔ اے رسول! جس قرات سے قرآن پڑھا جائے آپ اس پر کاربند رہیں۔ قرآن مجید کے احکام وقتاً فوقتاً نازل ہوتے تھے، اس لیے اس کتاب کی ترتیب اور تدوین مشکل کام تھا، لیکن اس کام کو بھی رب العالمین نے اپنے ہی ذمہ لیا جیسا کہ دنیا میں ہر ایک مصنف کتاب اپنی تصنیف کی ترتیب و تدوین کا کام خود سرانجام دیا کرتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ بعد میں کسی ایک آیت کی بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہوئی۔ مشرق سے لے کر مغرب تک تمام دنیا ایک ہی ترتیب کے ساتھ قرآن مجید کی قراءت کر رہی ہے۔ اس پیش گوئی سے واضح ہوگیا کہ جمع و ترتیب کی جو صورت موجودہ دنیا میں پائی جاتی ہے وہ ٹھیک اسی ترتیب اور قراءت کے موافق ہے جو علم الٰہی اور قراءت سماوی میں ہے۔ یہ وہم کہ افراد امت میں سے کسی ایک کا خیال اس میں کوئی تصرف کر سکا ہے، بالکل غلط اور باطل بن جاتا ہے۔

چوتھی پیش گوئی:..... قرآن مجید حفظ یاد رکھا جائے گا ﴿بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ﴾ [سورۂ عنکبوت]

یہ قرآن تو وہ روشن آیتیں ہیں جو علم والوں کے سینہ میں رہتی ہیں۔

ساری کتاب کو حفظ کر لینا ایک اچھوتا خیال تھا کیوں کہ قرآن مجید سے پیشتر دنیا میں کوئی کتاب حفظ نہ کی گئی تھی

اس لیے اس خیال کا پیدا ہونا ہی اس کے الہامی ہونے پر دلیل ہے، اس پیش گوئی کے مطابق ہر ملک، ہر صوبہ، ہر ضلع، ہر شہر میں حفاظ قرآن کی کافی تعداد پائی جاتی ہے، جو اس صحت اور اتقان اور یقین واثق کے ساتھ تلاوت قرآن پاک کرتے ہیں کہ ان کی قراءت سے مطبوعہ کتابت کی صحت کی جاتی ہے، مگر ان حفاظ کو مطبوعہ یا قلمی کتاب سے صحت کرنے کی کبھی ضرورت نہیں پڑتی۔ اگر کسی حافظ کو اپنے پڑھنے میں کہیں شبہ پڑے تو وہ اس کی صحت دوسرے حفاظ ہی سے جا کر کرے گا۔ یہ ایسی زبردست پیش گوئی ہے کہ تمام دنیا اس کی نظیر لانے سے عاجز ہے۔ حفاظت کا ایسا انتظام بالکل لاثانی ہے اور محض منجانب اللہ تعالیٰ ہے۔

پانچویں پیش گوئی:..... قرآن مجید کو حفظ کر لینا آسان ہوگا: وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ [سورۂ قمر]

ہم نے قرآن کو یاد کے لیے آسان بنا دیا ہے۔

پیش گوئی چہارم کے تحت میں تحریر کیا گیا ہے کہ ساری کتاب کو حفظ کرنے کا خیال ہی بالکل اچھوتا ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ جب مسلمانوں نے ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں دنیا کی تمام اقوام اور ممالک کے سامنے قرآن مجید کو ازبر سنانا شروع کیا، تب دوسروں کو بھی امنگ آنی چاہیے تھی کہ دوسروں کو بھی ایسا کرنے کا جوش پیدا ہونا چاہیے تھا کہ وہ بھی اپنے اپنے مذہب کی کتاب کو حفظ کر لیتے۔ کیونکہ ان کے سامنے یہ نظیر موجود تھی۔ مگر کوئی بھی ایسا نہ نکلا، نہ یہودی، نہ عیسائی، نہ پارسی، نہ ہندو اور نہ کوئی اور جس نے اپنے پسندیدہ مذہب کی پسندیدہ کتاب کو حفظ کر لیا ہو۔ اس کی وجہ خود قرآن پاک نے بتلادی ہے کہ یہ خصوصیت بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید ہی میں رکھ دی ہے کہ وہ یاد کرنے والوں کو جلد اور آسانی سے یاد ہو جاتا ہے۔ غور کرو رب العالمین نے اور کسی کلام کے اندر (خواہ کسی زمانے میں وہ کلام آسمان ہی سے زمین پر اتارا گیا تھا) یہ خصوصیت، یہ خاصیت، یہ مابہ الامتیاز رکھا ہی نہیں، اس لیے کوئی دوسری کتاب کسی اور مذہب والے کو ازبر یاد کرنا کیوں کر ہو سکتی تھی اور کیوں کر کوئی شخص حفاظ قرآن کی طرح ایسی صحت، ایسے تیقن کے ساتھ اپنی کتاب کو حافظہ سے سنانے کی جرأت کر سکتا تھا۔

یہ ہے قدرت کی زبردست طاقت اور یہ ہے فطرت انسانی کی اصل منشا کا راز جس کے مقابلہ سے دنیا عاجز ہے۔

چھٹی پیش گوئی:..... کہ قرآن مجید کی کتابت جاری رہے گی اور کتاب کی شکل میں اس کی اشاعت ترقی پر رہے گی۔

وَ كِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۙ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۙ [سورۂ طور] قسم ہے کتاب کی جو لکھی گئی ہے اور پاک صاف صحیفہ اشاعت پاتی ہے۔

رق، ایک باریک جھلی کو کہتے ہیں جو کتابت کے لیے خاص طور پر بنائی جاتی ہے اور باریک، سفید پاکیزہ صحیفہ (بیاض) کو بھی جو لکھنے کے لیے تیار کی جائے۔ (النجد)

اس آیت میں قرآن مجید کو کتاب بھی فرمایا اور مسطور بھی اور پھر اسی کو منشور بھی بتایا۔ کون نہیں جانتا کہ نشر کے معنی میں بسط اور امتداد شامل ہیں اور اسی کو آج ہم لفظ اشاعت سے تعبیر کرتے ہیں۔

ساتویں پیش گوئی:..... کہ باطل یا بطلان قرآن مجید کے نزول میں یا آئندہ کسی عہد میں اس کے سامنے نہ ٹھہر سکے گا۔

لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝ [حم سجدہ]

باطل اس کے آگے یا پیچھے سے نہ آئے گا۔ یہ تو خدائے حمید و حکیم کی طرف سے نازل کیا گیا۔

فلسفہ قدیم (باطل بین یدیہ) اور فلسفہ جدید (باطل من خلفہ) نے بہت زور مارا مگر قرآن حکیم کے سامنے ٹھہر نہ سکا اور اس کے کسی مضمون اور کسی ایک اصول کا بھی مقابلہ نہ کر سکا۔ نہ فلسفہ قدیم نے اس میں سے کچھ گھٹایا، نہ فلسفہ جدید نے کچھ بڑھایا۔ یہ ایسی مکمل کتاب ہے کہ اس میں اب کسی کو دخل کی گنجائش ہی نہیں۔

اسلام کے متعلق چار پیش گوئیاں

پہلی پیش گوئی..... منکروں کی نفرت و کراہت کے ہوتے ہوئے بھی اسلام کی ہدایت و حقانیت غالب ہوتی رہے گی۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝ (سورۂ صف)

اللہ کی شان یہ ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ وہ اسے سب دینوں پر غالب کرے، اگرچہ مشرک لوگ کیسا ہی برا مانتے رہیں۔

جنوبی عرب اور عیسائیت

بعثت نبوی ﷺ کے وقت عرب کی پولیٹیکل حالت یہ تھی کہ اس کے جنوب پر سلطنت حبشہ کی حکومت تھی اور شمالی اقطاع پر روما کی سلطنت کا قبضہ تھا۔ یہ دونوں عیسائی سلطنتیں تھیں۔ عیسائیت اگرچہ عرب میں ۳۳۰ء کو داخل ہوگئی تھی اور بنوغسان عیسائی بن گئے تھے۔ مگر رفتہ رفتہ عراق، عرب، بحرین، صحرائے فاران اور دومۃ الجندل پر بھی یہی مذہب حکمران ہوگیا تھا۔ پروفیسر سیڈیو لکھتا ہے کہ ۳۹۵ء سے ۵۱۳ء تک عرب میں اشاعت عیسویت پر بہت ہی زور لگایا گیا تھا۔ لیکن اسلام نے چند ہی سال پر اس پر غلبہ حاصل کر لیا اور یہ جملہ ممالک دین حقہ میں داخل ہو گئے۔

عرب اور یہودیت:..... یہودی عرب میں اس وقت آئے جب یونانیوں اور سریانیوں نے ان کو اپنے ممالک سے نکال دیا تھا، ان کا مذہب حجاز اور نواحی خیبر اور مدینہ میں پھیل گیا تھا اور اس نے استحکام بھی حاصل کر لیا تھا۔ اسلام کے آتے ہی اس کا بھی چار صد سالہ قبضہ عرب سے بالکل اٹھ گیا۔

مشرقی عرب اور مجوسیت:..... عرب کے مشرقی حصہ پر سلطنت فارس کا اثر تھا اور اس حصہ کا گورنر شاہ ایران کی منظوری و انتخاب سے مقرر ہوا کرتا تھا۔ مشرقی حصہ میں آتش پرستی کی رسوم اور طریقے خوب رواج پا گئے تھے۔ تاریخوں میں ان عربوں کے نام بھی لکھے ہیں جنہوں نے مجوسیت کے اثر میں آ کر بیٹی اور بہن کو گھر میں ڈال لیا تھا۔ اسلام کی پاک تعلیم کے سامنے یہ مذہب بھی نہ ٹھہر سکا۔

عرب وسطی اور بت پرستی:..... حجاز (یا وسط عرب) میں ابن اللحی شام سے بت لے آیا تھا اور اسلام سے تین صدی پیشتر تمام مشہور مشہور قبائل بت پرست بن گئے تھے۔

عرب اور مذاہب متعددہ:..... صابی، دہریہ، منکرین قیامت، مادہ پرست، اور خود پرست و خوش باش وغیرہ کے نام سے اور بھی چھوٹے بڑے مذاہب تھے جن کے مقلدین کی تعداد سینکڑوں یا ہزاروں تک پہنچی ہوتی تھی۔

لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ:..... اسلام کی حقانیت نے ان سب لوگوں کو بھی بطلان سے چھڑایا۔ یہی معنی لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ کے ہیں، جس کا ظہور حضور پرنور ﷺ کے عہد اقدس ہی میں ہو گیا تھا۔

دوسری پیش گوئی..... اسلام کے متعلق دوسری پیش گوئی کہ وہ تکمیل واتمام کو پہنچے گا۔

وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ [سورۂ صف] اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرے گا، اگر چہ کافر برا مانتے ہیں۔

وعدہ کی زمین پر موسیٰ علیہ السلام داخل نہ ہوئے:

موسیٰ علیہ السلام کی سیرت پاک پر غور کرو، اگر چہ ان کے ہاتھ سے ایسی ایسی آیات باہرات کا ظہور ہوا، جو اپنا نظیر نہیں رکھتی ہیں۔ فرعون مصر کو اللہ تعالیٰ نے غارت کیا اور بنی اسرائیل کو سمندر چیر کر اس کی خشک زمین پر سے راستہ دیا۔ من وسلوی اتارا۔ دن میں خاک کے بگولے سے ان کی رہنمائی کی اور رات کو اسی بگولہ کو ستون نار بنا کر کیمپ کو روشن کیا۔ یہ سب کچھ ہوا مگر مقصد اصلی جو وعدہ کی زمین میں بنی اسرائیل کو پہنچا دینا تھا۔ وہ ان کی حیات میں مکمل نہ ہوا۔

داؤد علیہ السلام خدا کا گھر نہ بنا سکے:..... حضرت داؤد علیہ السلام کی سیرت پاک کو دیکھو، ان کو بنی اسرائیل کے دوازدہ اسباط پر حکومت بھی ملی۔ انہوں نے جالوت کو بھی خاک وخون میں سلایا۔ انہوں نے سموئیل کو بھی نیچا دکھایا۔ شہر یار بنایا، قلعے تیار کیے، لیکن خدا کا گھر بنانے کی ان کو اجازت نہ ملی۔

مسیح علیہ السلام کی سرگرمی اور تعلیم کا نامکمل رہ جانا:..... مسیح علیہ السلام کی سرگزشت کو پڑھو۔ تبلیغ واشاعت کی غرض سے وہ شب وروز سفر میں رہے۔ اپنے سہ سالہ ایام تبلیغ میں انہوں نے دو شب کسی ایک مقام پر مشکل سے قیام فرمایا ہوگا، لیکن پھر بھی یوحنا ۱۶ باب میں ان کا اعلان یہی تھا کہ وہ مکمل تعلیم نہیں دے سکے اور ساری صداقت اور سچائی نہیں سکھلا سکے، ان سب حالات کی موجودگی میں قرآن مجید کا علان اور اعلام عام یہ ہے کہ اسلام بالضرور تکمیل واتمام کے مدارج پر پہنچے گا اور نور اسلام اپنے مقاصد میں یقیناً ہی فائز المرام ہوگا۔

اس آیت کا نزول تو اس وقت ہوا تھا جب مہاجرین وانصار کو اطمینان کے ساتھ روٹی کھانی نہیں ملتی تھی اور نماز بھی دشمن کے حملہ سے بے خطر ہو کر نہیں پڑھی جاتی تھی، آہستہ آہستہ اس پیش گوئی کے پورا ہونے کا وقت آ گیا اور اس مبارک دن کا سورج نکلا جس روز اللہ کے نبی نے عرفات کے میدان میں۔

مادی دنیا کی انتہائی بلندی سے روحانیت کی آواز

وہاں کی سب سے بلند پہاڑی (کوہ رمت) پر چڑھ کر سب سے بڑے مرکب (ناقہ قصوی) پر سوار ہو کر یعنی مادی دنیا کی اقصی بلندی کے سر پر پاؤں رکھ کر عالم عالمیان کو اس نوید فرخ سے زندہ جاوید فرمایا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا [سورۂ مائدۃ]

آج تمہارا دین تمہارے فائدے کے لیے کامل کر دیا۔ آج میں نے تم سب پر اپنی نعمت کا اتمام فرما دیا۔ آج میں بتلاتا ہوں کہ میری خوشنودی یہ ہے کہ اسلام ہی تمہارا دین ہو۔

ناظرین! آپ نے پیش گوئی کو بھی دیکھ لیا اور اس کا اتمام بھی دیکھ لیا۔

تیسری پیش گوئی:

تیسری پیش گوئی اسلام کی بابت کہ وہ استحکام میں بڑھتا جائے گا اور اس کا پھیلاؤ روز بروز زیادہ ہوتا جائے گا۔

مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۝ [سورۂ ابراھیم]

کلمہ طیبہ کی مثال اس پاکیزہ درخت جیسی ہے جس کی جڑ مضبوط ہوتی جاتی ہی اور جس کی شاخیں آسمان میں پھیلتی جاتی ہیں، وہ اللہ کے حکم سے ہر وقت (ہر زمانہ) میں پھل دیا کرتا ہے۔ ثابت اسم فاعل ہے اور اسم فاعل میں استمرار ہوتا ہے۔ سماء سمو سے بنایا گیا ہے، رفعت وشوکت بلندی وعزت کے معانی اس لفظ میں شامل ہیں۔

وہ درخت جس کی جڑیں پاتال کی طرف بڑھی جائیں، جس سے درخت مضبوط بھی زیادہ ہوتا جائے اور خوراک بھی اسے زیادہ ملتی رہی۔ وہ درخت جس کا نشوونما جاری ہے، جس کی طراوت وتازگی قائم رہے، اس کی شاخیں پھیلا کرتی ہیں۔ فضاء میں لہلہایا کرتی ہیں، آسمان کو جایا کرتی ہیں، وہ آسمانی برکتوں اوس، مینہ سے بھی غذا لیتا ہے، وہ زمینی برکتوں نہر اور چشموں سی بھی پلتا ہے۔ جمعیت کے اعتبار سے اس کا تنہ ایک ہوتا ہے اور پھیلاوٹ کے لحاظ سے اس کی شاخیں۔ یہی مثال اسلام کے کلمۂ طیب کی ہے، جہاں اس کا بیج بویا گیا تھا۔ وہاں اسی طرح دائم وقائم ہے اور اس کی شاخیں چین وافریقہ، انگلینڈ وامریکہ تک پھیل گئی ہیں۔ ہندو قوم کی بابت کوئی کہتا ہے کہ وسط ایشیا سے آئی اور کوئی کہتا ہے کہ تبت سے نیچے اتری۔ تبت اور ترکستان وماوراء النہر میں جا کر دیکھو اور پوچھو کوئی دعویٰ کا مصدق بھی موجود ہے۔ ہرگز نہیں معلوم ہوتا جاتا ہے کہ جڑ قائم نہیں۔ یہی حال دنیا کی اکثر اقوام کا ہے۔

بنی اسرائیل کو فلسطین کی زمین وعدہ کے ساتھ دی گئی تھی کہ اگر وہ شریعت کے پیرو رہے تو ابدال آباد کے لیے یہ مملکت اور اس کی حکومت انہی کو حاصل رہے گی، لیکن کیا اب اس کی جڑ اس وعدہ کی سرزمین میں قائم بھی ہے۔

جنگ عظیم (۱۴ تا ۱۹۱۸ء) میں ان بے چاروں نے اربوں روپیہ بڑی بڑی سلطنتوں کو قرض دیا کہ وعدہ کی زمین قومی گھر، بنا دیا جائے۔ لیکن وہاں کے باشندے اب تک ان کے قدم وہاں جمنے نہیں دیتے۔ اگر انگلستان کی کوششیں بار آور بھی ہوتیں، تب بھی یہ مملکت اور سلطنت تو نہ ہوتی جس کا وعدہ ابراہیم اور موسیٰ اور داؤد علیہم السلام کے ساتھ تھا، بلکہ یہ تو وہی غلامانہ اطاعت ہوتی، جس کے بدلے میں بخت نصر اور گشتاسب وغیرہ نے بھی یہودیوں کو اس سرزمین پر بسنے کی اجازت دے دی تھی جب کہ وہ بعہد مسیح علیہ السلام رومیوں کی ماتحتی میں رہتے تھے۔

پارسی قوم کا قومی گھر ایران ہے۔ لیکن اب تو وہاں ان کا کوئی پرسان حال بھی نہیں۔ کیا ان حالات میں یہ اقوام اَصْلُهَا ثَابِتٌ کے الفاظ اپنے اوپر چسپاں کر سکتی ہیں۔ یہودیوں، ہندوؤں، پارسیوں وغیرہ کی قوم جس جمود پر پڑی ہوئی ہے، جس جس ملکی احاطہ میں محدود ہے، وہ ان حالات میں فَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ کا مصداق ہونے کا دعویٰ بھی نہیں کر سکتے ہیں۔

ہاں اسلام ہے، جو نہ کسی حویلی کا پیپل ہے، نہ کسی کے صحن خانہ کا نیم ہے، نہ کسی باغیچہ کا پیڑ وہ آسمان کے تمام خلاء کو اپنا سمجھتا ہے اور اس میں پھیل رہا ہے۔ ہاں آیت پر مکرر غور کرو کہ اس میں اسلام کی پانچ خوبیوں کا بیان کیا گیا ہے۔

الف:..... شَجَرَةٌ طَيِّبَةٌ واضح ہو کہ اسلام کی وحدت تعلیم اور مساوات حقوق بھی منفرد ہے۔ اس لیے اسلام کی بہترین تشبیہ درخت میں پائی جاتی ہیں کہ ایک ہی تنہ پر بے شمار شاخیں، ڈالیاں اور پتے ہوتے ہیں اور وہ سب غذا ونمو میں اسی تنہ سے یکساں مستفیض ہوتے ہیں۔

ب..... اسے طیبہ کہا گیا ہے، جس میں صورت کی خوشنمائی بھی شامل ہے اور جس کا سایہ اور ثمر بھی ہوتا ہے۔ اسلام کا یہی حال ہے کہ وہ اپنی موہنی شکل وصورت سے دلربا رہا ہے اور پاکیزہ تعلیمات سے طیب مانا گیا ہے۔

ج ..... اَصْلُهَا ثَابِتٌ د ..... فَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ کی بابت ہم دلیل اول میں لکھ چکے ہیں۔

ہ ..... تُؤْتِيْ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا ہر ایک درخت کے پھل لانے کا وقت مقرر ہوتا ہے۔ کوئی گرما میں، کوئی سرما میں، کوئی بہار میں، کوئی خزاں میں پھل لایا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ایسا درخت بتلایا جو ہر وقت پھل لانے والا ہے

قیام مکہ کے ایام میں اشاعت: ..... اسلام کے اس ابتدائی زمانہ کو دیکھو، جب نبی ﷺ ابھی مکہ میں قیام فرما تھے اور مسلمان اپنی اپنی جانوں اور ایمانوں کے بچاؤ کے لیے مختلف ممالک میں بھاگے بھاگے پھرتے تھے کہ حبش و یمن میں اسلام نے اس وقت سایہ ڈالا تھا۔

قیام مدینہ میں اشاعت: ..... اس دور ثانی کو دیکھو، جب نبی ﷺ مدینہ منورہ میں اقامت گزیں ہوئے کہ بحرین و عمان اور دومۃ الجندل اور سرحد شام تک لوگ اسی وقت اسلام کے اثمار شیریں ثابت ہوئے تھے۔

دور صدیقیت میں اشاعت: ..... پھر دور ثالث کو دیکھو! جب آفتاب نبوت ظل احتجاب میں آچکا تھا، مخلصین دل شکستہ تھے۔ منافقین کے حوصلے بڑھ گئے تھے۔ معاہدین نے معاہدات کی شکست کا اعلان کر دیا تھا۔ متخاصمین سرحد عراق و ایران پر فوجیں جمع کرنے لگ گئے تھے۔ خلیفۃ الرسول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اعراب آگے بڑھے اور یہ کچے دل کے لوگ نور صداقت سے مستنیر ہو کر ثمر شیریں بن گئے۔

خلافت راشدہ میں اشاعت: ..... دور چہار میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا زمانہ شامل ہے۔ جب کہ مشرقی سائبیریا سے لے کر مغربی تیونس تک اسلام پہنچ گیا تھا۔ اموی زمانہ میں اسلام نے جبل الطارق کو پھاندا اور سمندر پر سے اچھلا اور سپین کو زیر نگیں کیا۔

مغلوں کا اسلام: ..... چھ، سات صدیوں کی اقبال مندی کے بعد مسلمانوں کی دولت و حکومت کو زوال آیا اور دارالسلطنت بغداد تباہ ہوا، لیکن انہی دنوں میں وہی مغول تتر جو اس درخت کے کاٹنے کے لیے تیشہ و تبر لے کر بڑھے تھے، اس کی شاخوں سے پیوند ہو گئے اور ثمر شیریں ثابت ہوئے۔

یونانی فلسفہ اور ہندوانی توہمات: ..... الغرض! اسلام اپنی مظلومی کے عہد میں بھی بڑھا اور ترقی و آسائش کے ایام میں بھی اس نے ترقی و ازدیاد کی طرف قدم بڑھایا۔ اسلام پر یونانی فلسفہ اور ہندوانی توہمات ایرانی تعیش اور بربری توحش کے بھی حملے ہوئے، مگر وہ پھر بھی ترقی پذیر رہا۔ ہمارے عہد میں فلسفہ جدید اپنی تعلیمات سے اسلام پر گولہ باری کر رہا ہے اور یورپین طاقتوں نے اودھم مچا رکھا ہے۔

یورپین پالیسی اور فلسفہ جدید: ..... مسلمانوں کی سلطنتیں برباد ہو رہی ہیں۔ ترکی دولتِ عظمیٰ سے گھٹ کر ایک معمولی سلطنت رہ گئی ہے، مراکو اول درجہ کی سلطنت سے باجگزار بن گیا ہے۔ عرب اور عراق کی حکومتیں اغیار کی دست نگر ہیں تنظیم قوم کا سلسلہ پراگندہ ہے۔ تاہم اسلام انگلستان اور جرمنی اور امریکہ پر اپنا سایہ ڈال رہا ہے۔ بڑے بڑے کونٹ ارکونٹس لاڈز اور پرنسز اسلام کا پھل ثابت ہو رہے ہیں۔

حالیہ عہد میں اسلامی ترقی: ..... چین اور افریقہ میں دس سال کے اندر مسلمانوں کی تعداد دو چند ہو گئی ہے ان تمام

حالتوں پر نگاہ عبرت سے غور کرو اور تُؤْتِیْ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍ کی پیش گوئی اور صداقت کا اندازہ لگاؤ جب مسلمانوں کی اور اسلام کی ترقی کو ایک وقت واحد میں دیکھا جاتا ہے تو باذن اللہ تعالیٰ حکم عالی کی طاقت بخوبی ہویدا ہو جاتی ہے۔

چوتھی پیش گوئی..... چوتھی پیش گوئی اسلام کی بابت کہ وہ اپنے دلائل حقانیت سے ترقی کرے گا اور دلائل انفسی و آفاقی ان لوگوں کو اسلام تک لانے میں دلیل راہ بنیں گے۔

سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ (سورۂ حم سجدہ)

ہم ان کو بہت جلد اپنے نشانات قدرت دکھلائیں گے۔ مظاہر عالم کے اندر بھی اور خود ان کے نفوس میں بھی، جس سے ان لوگوں پر یہ بات بھی اچھی طرح واضح ہو جائے گی کہ اسلام تو ضرور سچا ہے۔

یہ ہے وہ چیز جو عرب کو اسلام تک کھینچ لانے کا موجب بنی۔ غور کرو جب نشانات قدرت کی اندرونی و بیرونی شہادت کسی معاملہ کی راست بازی و صداقت پر جمع ہو جائے تو کیا اس وقت کوئی صحیح دماغ ایسی شہادت کا انکار کر سکتا ہے۔ جب چشم و گوش اور عقل و ہوش کے سامنے ایسی براہین ساطعہ موجود ہوں جو حواس ظاہری و باطنی کو بام تصدیق پر پہنچا دیتی ہیں، تو پھر ان کا ابطال کیوں کر کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے مخاطبین کے سامنے وہ نشانات و علامات بھی دکھلائے جن کی شہادت خود ان کے ضمیر نے اداء کی اور وہ علامات و دلائل بھی قائم کیے، جن کی تائید زمین و آسمان کے ہر انقلاب و گردش سے ہوئے، تب ان کو حقانیت اسلام کے اقرار میں کوئی چارہ نہ رہا اور وہ پروانہ وار اس شمع تجلی پر ٹوٹ کر گرے اور جان و مال کو اس منبع انوار پر نثار کر دیا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی آیات تسعہ کا تعلق زیادہ تر آفاق سے تھا۔ فرعونیوں پر حجت الٰہی تو ختم ہوئی، مگر وہ ہدایت سے دور دور رہی ہے۔ آیات قرآنی کا اثر فی الانفس بھی ہے اور فی الآفاق بھی ہے اس لیے حضور ﷺ کے مخاطبین نور حق سے قریب قریب ہوتے گئے اور مستنیر ہوتے ہوتے خود سراپا نور بن گئے۔ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ کی یہی تاویل ہے۔

پیش گوئی..... کہ لڑائیوں میں مسلمانوں ہی کو غلبہ رہے گا:

وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ (سورۂ صافات) ہمارا لشکر ہی برابر غالب آتا رہے گا۔

جب تک مسلمانوں کو جنگ کی اجازت نہ ملی اور نہ مدافعت حربی کا حکم ہوا، اس وقت تک وہ برابر گوناں گوں جو رستم کا آماج گاہ بنے رہے، لیکن جب ان کی مظلومانہ حالت اور مخروجانہ بے بسی پر رحم کھا کر اللہ تعالیٰ نے ان کو جنگ کی اجازت دے دی اور مسلمانوں کی جمعیت فوجی تنظیم سے منظم ہو گئی، حتی کہ اس پر لفظ جند کا اطلاق صحیح ہو گیا۔ اس وقت سے پھر مسلمانوں کو کسی جگہ شکست نہیں ملی، وہ فتح پر فتح حاصل کرتے گئے۔ نصرت و ظفر ان کے علم بردار رہے، عراق و فلسطین، شام و ایران، خراسان و ترکستان، مصر و سوڈان کے واقعات کو پڑھ لو کہ مسلمانوں کو ایک دفع بھی شکست نہ ہوئی اور ہر جگہ انہی کو غلبہ حاصل رہا ایسی زبردست پیش گوئی کا اعلان وہی مالک فرما سکتا ہے جس کے قبضہ اقتدار میں اقوام کی ذلت و عزت کی ترازو ہے۔ ہاں وہی مالک جس کا علم عہد مستقبل پر بھی اتنا حاوی ہے کہ انسان کا علم عہد ماضی پر بھی اسی قدر حاوی نہیں ہو سکتا۔ آیت میں مزید غور طلب لفظ جُنْدَنَا ہے یعنی الٰہی لشکر۔

یہ ظاہر ہے کہ الٰہی لشکر صرف وہی ہو سکتا ہے جس کا مقصد صرف اعلائے کلمۃ اللہ ہو اور جس کا مدعا فتح کنوز یا

ملکیت خزائن والوں سے بالاتر ہو کیوں کہ جب مقصد بدل جائے گا، تب وہ لشکر جندنا کہلانے کا مستحق نہ ہوگا اور جب وہ جندنا کی صفت سے عاری ہو گیا تو اس کا بہت سے مقامات پر مغلوب ہو جانا اقوام غیر کے سامنے مقہور ہو جانا بھی داخل تعجب نہ رہے گا۔ ان پچھلی صدیوں میں اگر مسلمان غلبہ تام سے محروم ہو گئے ہیں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ صفت ''جندنا'' (لشکر) سے دور ہو گئے۔ لہٰذا آیات بالا دو پیش گوئیوں پر مشتمل ہے۔

① ..... مسلمانوں کو کبھی شکست نہ ہوگی جب تک ان کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ ہوگا۔

② ..... مسلمانوں سے یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کا قائم نہ رہے گا جب کہ ان کا یہ مقصد نہ رہے گا۔

پیش گوئی ..... کہ اہل اسلام کو روئے زمین پر حکومتیں حاصل ہوں گی:

وَيَجْعَلَكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ ۱۱ تم کو زمین پر حکومتیں دے گا۔

یہ آیت عام مسلمانوں کی طرف خطاب فرماتے ہوئے نازل کی گئی ہے۔ اس پیش گوئی کا ظہور تھا کہ بنوامیہ نے دمشق میں ایک ہزار مہینے تک حکومت کی اور بعد ازاں غرناطہ وغیرہ میں حکومت حاصل کی اور ہسپانیہ پر صدیوں تک حکمران رہے، اسی پیش گوئی کا ظہور ہے کہ عہد فاروقی سے لے کر آج تک مصر پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہے اور مختلف خانوادے یکے بعد دیگرے سریر آرائے سلطنت ہوئے۔ اس پیش گوئی کا ظہور تھا کہ دمشق میں انقراض دولت امویہ کے بعد عباسیہ نے بغداد میں پورے جاہ وجلال کے ساتھ چھ صدیوں تک حکومت کی۔ اسی پیش گوئی کا ظہور تھا کہ عباسیہ کے غلاموں ترکوں نے ترکستان وخراسان وغیرہ میں حکومت حاصل کی۔ پھر انہی کی ایک شاخ نے قسطنطنیہ فتح کر کے یورپ میں حکومت حاصل کی اور انہی کی ایک شاخ نے ہندوستان پر صدیوں تک سلطنت کی۔

الغرض! فراعنہ مصر، اکاسرہ ایران اور قیاصرہ روما کے ممالک پر اموی، عباسی ترک وکرد اور غلاماں وافغانان اور دیگر اقوام کے مسلمانوں کی حکومتیں اسی پیش گوئی کے تحت میں ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ ایسی پیش گوئی صرف اللہ تعالیٰ ہی فرما سکتا ہے جو عالم الغیب ہے۔

پیش گوئی ..... کہ اہل ایمان کی حالت دنیوی بھی اچھی ہو جائے گی:

لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۚ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ ۚ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ ۝ (سورۂ نحل)

جنہوں نے یہاں نیک کام کیے ہیں، ان کے لیے دنیا میں بھی خوبیاں ہیں اور آخرت کا گھر تو بالکل اچھا ہے اور متقیوں کا خوب گھر ہے۔

یہ آیات سورۂ نحل کی ہیں جو مکیہ ہے۔ مکہ معظمہ میں اہل ایمان دنیوی حیثیت سے جس ضیق وتنگی اور عسرت و افلاس میں کیا کرتے تھے، اس کا حال سب کو بخوبی معلوم ہے۔ کسی کے پاس تہ بند ہے تو کرتہ نہیں، کرتہ ہے تو سر بند نہیں۔ کسی کو ایمان لانے کے جرم میں قید کیا جاتا تھا، کسی کو گرم پتھر پر لٹا کر اس کی چھاتی پر دوسرا پتھر رکھا جاتا۔ کسی کے منہ میں لگام ڈالی جاتی اور ہنٹروں سے مار مار کر اسے گھوڑے کی طرح پھرایا جاتا، کسی کو دہکتے ہوئے کوئلوں پر ننگی پیٹھ لٹا دیا جاتا۔ کفار سمجھتے تھے کہ یہی حالت ان کی ہمیشہ رہے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے کلام نے بتلا دیا کہ یہ حالت بدلنے والی ہے اور مسلمانوں کی دینوی حیثیت بھی شاندار ہونے والی ہے۔ فتوحات کے بعد کل دنیا نے دیکھ

لیا کہ قرون اولیٰ کے مسلمان کیسے تنعم وترفہ اور عزت وشان پر پہنچ گئے تھے۔ جسے دیکھ دیکھ کر صداقت قرآنی کا اقرار اہل کفار اشرار کو بھی کرنا پڑتا ہے۔

سنن ابوداؤد میں ہے کہ نبی ﷺ نے جابر رضی اللہ عنہ کے کنبہ سے پوچھا کہ تمہارے ہاں قالین بھی ہیں۔ وہ بولے کہ ہم اور قالین۔ فرمایا تم کو ملیں گے۔ پھر ایک وقت آیا۔ جب کہ ان کے گھر میں سارا فرش قالین کا تھا۔

مہاجرین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق تین پیش گوئیاں

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً (سورۂ نساء)

جو کوئی شخص اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا، اسے ملک میں جائے پناہ بھی بہت ملے گی اور کشائش بھی حاصل ہوگی۔

فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾ (آل عمران)

پھر جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور انہوں نے جنگ کی اور مارے گئے، ہم ان کی برائیوں کو بدل دیں گے اور انہیں ان باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ یہ اجر ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ تو بہتر ثواب دینے والا ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴿۲۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۲﴾ (سورۂ توبہ)

جو لوگ ایمان لائے، جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا، وہ اللہ تعالیٰ کی ہاں بڑے درجے والے ہیں اور یہی ہیں وہ لوگ جو کامیاب ہیں، پروردگار ان کو اپنی رحمت اور خوشنودی کی بشارت سناتا ہے، ان کے لیے جنت ہے اور وہاں ان کے لیے دائمی نعمتیں ہیں، وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور اللہ کے ہاں اجر عظیم ہے۔

ہر سہ آیات بالا خاصۃً مہاجرین پاک کے متعلق ہیں۔ پہلی آیت کا وعدہ دنیا کے متعلق ہے اور دوسری، تیسری آیت کا وعدہ دنیا وعقبیٰ ہر دو کے متعلق ہے مہاجرین گھر بار، خویش وتبار، املاک واموال کو چھوڑ کر صرف اللہ ورسول کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ میں پہنچے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت کے مطابق ان کو بڑی بڑی جائداد کا مالک بنایا، لاکھوں کروڑوں کی تجارت ان کے قبضہ میں آئی۔ جنات اور نعیم مقیم کی بشارت کی قسط اول دنیا ہی میں پوری کی گئی۔ غور کرو کہ عراق وشام، ایران ومصر وخراسان وسوڈان کے فاتح سب کے سب مہاجرین ہیں۔ خالد بن ولید، سیف اللہ، ابو عبیدہ بن الجراح امین الامت سعد بن وقاص، عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہم وہ بڑے بڑے جرنیل ہیں، جنہوں نے ان ممالک میں نور اسلام پہنچایا اور وہاں کے نعیم مقیم کو اہل ایمان کے پیش گوئی لیے عام کر دیا تھا۔

پیش گوئی..... کہ تنگ دستی کے بعد مسلمان غنی ہو جائیں گے:

وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ (سورۂ توبہ)

اگر تم کو تنگ دستی کا خوف ہے تو اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ عہد مستقبل میں تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔

سوف مضارع پر جب آتا ہے تو مضارع کو معنی حال سے نکال کر مستقبل بعید کے معنی میں منتقل کر دیتا ہے۔ چنانچہ یہ پیش گوئی انقراض عہد نبوت کے بعد پوری ہوئی، صحابہ کی دولت مندی اور غنا کا یہ حال تھا کہ ان کو اپنی دولت کا خود بھی ٹھیک ٹھیک اندازہ نہ ہوتا تھا۔ عبدالرحمن بن عوف قریشی الزہوی کا جب انتقال ہوا تو ایک ہزار اونٹ، تین ہزار بکریاں اور ایک سو گھوڑے ان کے ہاں موجود تھے۔ نقد و اسباب اس کے علاوہ تھا۔ ان کی ایک عورت کو ۸/۱ ۳ کے حساب سے تراسی ہزار (۸۳۰۰۰) روپیہ نقد دیا گیا تھا۔ ابو محمد طلحہ بن عبداللہ کے لنگر میں ایک ہزار ورقی کا روزانہ مصارف تھا۔ ورقی ایک سکہ ہے۔ جو ہم وزن دینار ہے۔ زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے ایک ہزار غلام تھے جو کما کر لایا کرتے۔ حضرت زبیر ان کی کمائی کو خیرات کر دیا کرتے ایک حبہ اپنے پاس نہ رہنے دیتے۔ [کتاب الاسماء نووی]

پیش گوئی..... کہ عرب سے تمام بت ناپید ہو جائیں گے اور بت پرستی معدوم ہو جائے گی

وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام سے باطل کو مٹا دے گا اور حق کی حقانیت کو ثابت کرے گا۔

باطل سے بت مراد ہیں۔ یہ معنی خود نبی ﷺ نے بتلائے، صحیح بخاری میں ہے کہ جب حضور ﷺ فتح مکہ کے دن خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو صحن کعبہ میں بت استادہ تھے۔ نبی ﷺ کے دست مبارک میں چھڑی تھی۔ حضور ﷺ چھڑی کے ساتھ بت کی طرف اشارہ کرتے تھے اور یہ آیت مبارکہ تلاوت فرماتے تھے۔

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝۸۱ [سورۂ بنی اسرائیل]

کہہ دے کہ حق آ گیا اور باطل نکل گیا اور باطل نکلنے ہی کی چیز ہے۔

اس پیش گوئی کا چودھویں صدی تک یہ اثر ہے کہ سارا ملک عرب بتوں کے وجود سے خالی اور بت پرستی سے کلیۃً پاک ہے۔ آیت میں لفظ بِكَلِمٰتِهٖ مکرر غور طلب ہے کہ باطل کو محو کرنے اور حق کو ثابت کرنے کا کام کلمات الٰہیہ کا ہے۔ کلام اللہ کی تاثیر ہی یہ ہے کہ اس کے سامنے باطل نہیں ٹھہر سکتا۔

چین، ہند، آسام وغیرہ بت پرست ممالک میں ہزار ہا بندگان خدا کا بت پرستی سے اہل عرب کی طرح بیزار ہو جانا اسی اصول پر تھا کہ جہاں جہاں قرآن حمید کی اشاعت ہوئی، وہاں وہاں بت پرستی معدوم ہو گئی عیسائیوں میں مذہب پراٹسٹنٹ کا ظہور و قیام بھی قرآن مجید ہی کی تاثیر کا نتیجہ ہے۔ پراٹسٹنٹ والے اب تصویر پرستی نہیں کرتے، نہ اپنے گرجاؤں میں مسیح اور مریم اور یوحنا کی تماثیل کو رکھتے ہیں اور نہ ان کے سامنے کورنش و رکوع کرتے ہیں۔

پیش گوئی..... کہ مظلوم مہاجرین کو دنیا میں اچھے ٹھکانے اور آخرت میں اجر کبیر ملے گا۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝۴۱

جن لوگوں نے ہجرت کی اللہ کے لیے ظلم اٹھانے کے بعد ہم ان کو بہتر اور پسندیدہ ٹھکانے اور مقامات پاکیزہ دیں گے اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے کاش! دوسرے لوگ بھی اسے جان لیں۔ [سورۂ نحل]

کون کون مقدس لوگ اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ صدق کے موافق مورد الطاف ربانی ہوئے۔ یہ دیکھنے کے لیے مہاجرین کے اسمائے مبارکہ پر نظر ڈالو۔ ان کی حالت پڑھو، ان کی دنیوی کامیابی سے ان کے اخروی اجر کبیر کا اندازہ لگاؤ۔ ایک مختصر آیت نے کس طرح سینکڑوں بزرگوں کے انجام کا اعلام فرما دیا ہے۔ یہی ایک آیت قرآن

مجید کے کلام ربانی ہونے پر اور مہاجرین کی دنیا و دین میں کامیابی پر دلیل روشن ہے دنیوی و اُخروی سعادات کا بیان حضرت یوسف علیہ السلام کے ذکر میں بھی ہے:

قَالَ اَنَا یُوْسُفُ وَهٰذَا اَخِیْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ یَّتَّقِ وَیَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝

کہا ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا: ہاں جو کوئی تقوی اختیار کرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ احسان (نیکی) کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں فرماتا۔ [سورۂ یوسف]

آیت بالا سے ظاہر ہے کہ مہاجرین کے لیے اللہ تعالیٰ نے سعادت دارین کو اسی طرح جمع فرما دیا تھا جس طرح یوسف صدیق علیہ السلام کے لیے جمع فرمایا تھا۔

پیش گوئی..... کہ اصحاب رسولؐ اور متبعین رسول ﷺ کی ترقی آہستہ آہستہ اور تدریجی ہوگی پھر کمال پر پہنچے گی۔

كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ

ان کی مثال کھیتی کی سی ہے، جس نے سوئی نکالی، پھر سوئی کو مضبوط کیا، پھر اسے موٹا بنایا۔ پھر وہ اپنی نالی پر کھڑی ہوگئی، وہ کسان کو خوش کرتی ہے اور کفار انہیں دیکھ دیکھ کر غیظ و غضب میں آ رہے ہیں [سورۂ فتح]

آیت بالا میں چھ ۶ واقعات اور منازل و مدارج کا ذکر ہے۔

الف..... کھیتی کی سوئی کا زمین سے سر نکالنا۔ ب..... سوئی کا مضبوط ہونا۔ ہر دو مدارج مکہ معظمہ میں پورے ہوئے۔

ج..... سوئی کا موٹا ہونا۔ د..... اپنی نالی پر کھڑے ہو جانا۔

یہ ہر دو مراتب مدینہ منورہ میں جا کر پورے ہوئے ہر چہار مدارج ترقی کے بعد دو بیرونی نتائج کا ذکر فرمایا۔

ہ..... کسان کا اس کھیتی کو دیکھ دیکھ کر خوش ہونا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا رضوان ہے، جس کا اعلان آیت تکمیل میں ہے۔

و..... کفار کا انہیں دیکھ کر حسد اور غصہ سے جل مرنا۔ یہ ان سب اشخاص اور اقوام کے متعلق ہے جو مہاجرین کا اعلیٰ منصب پر فائز ہونا نہیں دیکھ سکتے۔ یہ آیت دراصل چھ پیش گوئیوں پر مشتمل ہے۔ ہاں اس پیش گوئی کو اس پیش گوئی کے ساتھ بھی ملا کر دیکھو، جس میں اسلام کو شجرۂ طیبہ کے ساتھ ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

پیش گوئی:..... زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے متعلق

حضرت زید بن حارثہ کو عبدالحکیم بن حزام نے عکاظ منڈی سے خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے لیے خرید کیا تھا۔ جب طاہرہ خدیجہؓ کا حضور ﷺ کے ساتھ عقد ہوا، تب زید کو انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت کے لیے مامور کر دیا۔ جب حضور ﷺ کو خلعت نبوت پہنایا گیا تو زید بھی اسی پہلے دن ایمان لائے، جس دن خدیجۃ الکبری، علی اور ابوبکر رضی اللہ عنہم ایمان لائے تھے، لہذا یہ اول السابقین میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بابت فرمایا:

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ (سورۂ احزاب)

جب آپ اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا ہے اور آپ نے بھی انعام کیا۔

آیت بالا سے ظاہر ہوا کہ وہ انعام یافتہ الٰہی ہیں۔ دوسری آیت میں بتایا گیا ہے کہ انعام یافتہ الٰہی کون کون لوگ ہوتے ہیں۔

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ [سورۃ نساء]

اللہ و رسول کی اطاعت کرنے والے ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے اور وہ انبیاء وصدیق اور شہداء وصالحین ہیں۔

نتیجہ یہ ہوا کہ جو شہید ہے وہ انعام یافتہ الٰہی ہے اور جو انعام یافتہ الٰہی ہے وہ اگر نبی یا صدیق نہیں تو ضرور ہے کہ وہ شہید ہو یا صالح ہو۔ زید بن حارثہ کے لیے آیت بالا ان کی شہادت کی خبر دینے والی تھی چنانچہ سن ۸ھ میں غزوہ موتہ کی سپہ سالاری کرتے ہوئے شہید ہوئے، اور پیش گوئی پوری ہوئی۔

پیش گوئی:..... غیر اقوام کا مسلمان ہونا اور اسلام کی خدمت میں شاندار کام کرنا

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴿۳۸﴾ [سورۃ محمد]

اگر تم منہ پھیرو گے تب اللہ تمہارے سوا دوسری قوم کو بدل دے گا اور وہ منہ پھیرنے والی قوم نہ ہوگی۔

آیت کا خطاب (جیسا کہ قرآن مجید ہی کی عبارت بالا سے واضح ہے، ان لوگوں کی طرف ہے جو جہاد سے منہ موڑنے والے تھے، اب دیکھو کہ سوڈان، بربر، افریقہ، اندلس، خراسان، سندھ، ہندوستان میں جہاد کرنے والی قومیں وہ ہیں جن کا ان منافقین کے ساتھ کوئی حسبی نسبی تعلق نہیں۔ کرد، ترک، مغول، خلجی، سوری، غوری اقوام نے اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جو خدمات انجام دیں، وہ سب اسی پیش گوئی کے تحت میں ہیں۔

اہل ایمان کے متعلق پیش گوئیاں

پہلی پیش گوئی..... خلافت راشدہ کے متعلق جس میں خلافت راشدہ کے متعلق علامات بھی واضح طور پر بیان فرمائی گئی ہیں اور یہ ایک پیش گوئی دراصل چھ پیش گوئیوں کا مجموعہ ہے۔ آیت کریمہ جو چھ پیش گوئیوں اور ایک وعید پر مشتمل ہے یہ ہے: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ [سورۃ نور:۵۵]

وعدہ کیا اللہ نے تم میں سے ایمان والوں کے ساتھ جنہوں نے عمل بھی اچھے کیے ہیں۔

① ..... لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ — کہ اللہ ان کو ضرور الارض کا خلیفہ بنائے گا۔

② ..... كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ — جیسا کہ ان سے پہلوؤں کو خلیفہ بنایا تھا۔

③ ..... وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ — اور ان کے دین کو ان کے لیے مکنت، قوت بخشے گا وہ دین جس کو ان کے لیے اللہ نے پسند کیا ہے۔

④ ..... وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا — اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

⑤ ..... يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا — وہ میری ہی عبادت کریں گے ذرا بھی شرک نہ کریں گے

⑥ ..... وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ — اور جو کوئی اس حالت کے بعد بھی کفر کرے گا وہی فاسق اصلی ہوگا۔

یہ وعدہ ہے اور ان لوگوں کے ساتھ وعدہ ہے جو تعلیم نبوت کے ترجمان اور عمل صالح کی صفت سے متصف تھے۔ وعدہ میں مندرجہ ذیل چھ پیش گوئیاں شامل ہیں:

اول..... الارض کی خلافت۔

الف..... خلافت کے لفظ پر غور کرو۔ اللہ تعالیٰ نے قیام خلافت کے اعزاز کو ہمیشہ اپنے ہی اقتدار واختیار انتخاب میں رکھا ہے۔ خلافت آدم کا ذکر تھا، تب بھی یہی فرمایا:

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (سورۂ بقرہ) میں زمین میں خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں۔

سیدنا داؤد علیہ السلام کی خلافت کا ذکر ہوا تب بھی یہی فرمایا:

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ (سورۂ ص) اے داؤد ہم نے تجھے الارض کا خلیفہ بنایا ہے۔

اب مؤمنین صالحین امت محمدیہ ﷺ کے ساتھ وعدہ ہوا تو بھی یہی فرمایا لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ یعنی اللہ ان کو خلیفہ بنائے گا۔ اس سے ایک تو یہ ثابت ہوگیا کہ خلفائے راشدین کا نام قرآن مجید میں رکھا گیا ہے۔

دوم..... یہ کہ ان کا تقرر وانتخاب منجانب اللہ تھا۔

ب..... آیت کا نزول ۵ ہجری نبوت میں ہوا ہے کیونکہ اس سورہ نور میں واقعہ افک بھی درج ہے۔ جو باتفاق علمائے سیر ۵ ہجری کا واقعہ ہے۔ اس لیے معلوم ہوا کہ اس وعدہ میں وہ لوگ شامل ہیں جو ۵ ہجری سے پہلے ایمان لائے ہوئے تھے، اسی لیے اٰمَنُوْا اور عَمِلُوْا ماضی کے صیغے استعمال کیے گئے ہیں۔ اس وعدہ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر کوئی ایسا شخص جس کا اسلام یا ولادت نزول آیت ہذا کے بعد ہوئی اور وہ خلافت راشدہ (جس کا تقرر بارگاہ الٰہی سے ہوتا ہے) کے دعوے کرے تو اس کا دعوی صحیح نہ ہوگا۔

ج..... الأرض کے معنی عام بھی ہیں اور خاص بھی۔ جب اس کے معنی وعدہ کی زمین ہیں، تب تو اس سے وہی معنی لیے جائیں گے اور جب اس کے معنی مطلق لیے جائیں، تب معنی میں بھی عمومیت ہوگی۔ قرآن مجید میں اس کا اطلاق ہر طرح سے آیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ سے مراد تمام کرہ زمین ہوگا۔

مثلاً: اللہ تعالیٰ کا یوسف علیہ السلام کا قصہ میں فرمانا وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ میں الارض سے مراد ملک مصر ہوگا۔

مثلاً: اللہ تعالیٰ کے کلام میں ہے یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَۃَ الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ (سورۂ مائدہ) اس میں الارض سے مراد وعدہ کی وہ زمین ہوگی۔ جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے یہ بھی قرار دے دیا ہے:

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ [سورۂ انبیاء]

اب قرآنی پیش گوئی میں کی گئی تعین میں وعدہ کی زمین بھی مراد ہے اور بتایا گیا ہے۔ فلسطین کی وہ زمین موعودہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کو دی تھی جو ہزاروں سال سے اس خانوادہ عالی شان ایک شاخ بنو اسرائیل میں چلی آتی تھی۔ اس کا قبضہ اب خلفائے امت محمدیہ ﷺ کو دلا دیا جائے گا۔ ان معنی کے لحاظ سے بھی آیت میں صریح پیش گوئی موجود ہے۔ کیونکہ نزول قرآن بلکہ حیات نبوی ﷺ تک کوئی ایسے آثار وقرائن نمودار نہ تھے کہ مسلمان عرب سے آگے بڑھ کر ارض مقدسہ کے لیے مالک ہوجائیں گے۔

دشمن (خصوصاً سلطنت روما میں جو ارض مقدسہ کی قابض تھی) یہ تیاریاں کیے ہوئے تھے کہ سرور کائنات ﷺ کے وصال کے بعد فوراً یکبارگی عرب پر حملہ کر دیا جائے۔ مصر اور حبش کے باجگزار بادشاہ بھی اپنے اپنے ملک سے حملہ آور ہوں اور خود قیصر بھی شام کی طرف سے آگے بڑھے اور اس تدبیر سے تمام عرب پر وقت واحد میں ہی تسلط

تام بھی کرلیا جائے اور اس نوخیز مذہب جس نے عیسائیت پر عرب میں غلبہ حاصل کرلیا تھا اور جس نے اپنے دلائل سے تثلیث کلی بنیادوں کو سارے عالم کی نگاہ میں متزلزل کردیا تھا، کا کام یک لخت ختم وتمام کردیا جائے۔

دشمنوں کی ان تیاریوں پر قرآن پاک فرمارہا ہے کہ زمین میں موعودہ برگزیدہ مؤمنوں کو ملے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور پذیر ہوا کَمَا اسْتَخْلَفَ کی تشبیہ کامل طور پر پوری ہوگئی۔

الارض سے مراد عام ممالک بھی اسی پیش گوئی کے مفہوم میں داخل ہیں اور اسی لیے عراق، فلسطین، شام اور ایشیائے کوچک، مصر وایران، بحرین وخراسان، مراکو، ٹیونس، سوڈان وغیرہ، الغرض وہ سب ممالک جو حملہ کرنے والے دشمنوں کی سلطنتوں میں داخل تھے۔ سب کے سب خلفاء کے قبضہ میں آگئے۔

سوم..... آیت استخلاف میں صرف فتوحات مکی ہی کا ذکر ہوتا تو کہنے والا کہہ سکتا تھا۔ جس خلافت کا وعدہ دیا گیا ہے وہ صرف برکات دنیوی پر مشتمل تھی۔ مگر غور سے پڑھو کہ آیت تو مکنت دین، عزت اسلام شوکت کا مذہب کا بھی وعدہ کرتی تھی۔ ممکن ہے کوئی کہنے والا کہہ دیتا کہ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ۝ میں مذہب غیر از اسلام کو بھی لفظ دین سے تعبیر فرمایا گیا ہے، اس کے ساتھ اَلَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ کے پاک الفاظ بھی نازل کردیے گئے۔ اگر ہم قرآن مجید ہی سے اِرْتَضٰى لَهُمْ کا مشار الیہ معلوم کرنا چاہیں تو آیت تکمیل میں یہ الفاظ ملیں گے رَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا اور پھر اسلام کے متعلق یہ اور آیت ملے گی اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۔ (سورۂ آل عمران)

یہ سب آیات اس امر کو استحکام کے ساتھ واضح کردیتی ہیں کہ خلفاء کا دین ہی اللہ تعالیٰ کا پسند کردہ دین ہے۔

چہارم..... وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۔ اس آیت میں من بسیط اور آسایش تام اور رفاہیت کامل کا اظہار ہے جو خلافت خلفائے راشدین میں خاص ہوا تھا۔ سرور عالم ﷺ کی اس پیش گوئی کا ظہور بھی جو حضور نے سیدنا عدی بن حاتم طے سے فرمائی تھی کہ وہ اپنی عمر میں دیکھ لے گا کہ ایک عورت صنعا سے تنہا چل کر حج کرے گی اور راہ میں اسے خوف الٰہی کے سوا اور کسی کا ڈر نہ ہوگا۔ اس کا ظہور بھی زمانہ خلافت ہی میں ہوا تھا۔ پس یہ الفاظ پاک اندرونی وبیرونی نظم ونسق پر دلالت کرتے ہیں، جیسا کہ الفاظ ماسبق کشور کشائی وگیتی ستائی کے مظہر ہیں۔ دنیا کے کسی فاتح کے زمانہ میں ان دو اوصاف کا جمع ہونا بہت دشوار ہوا ہے۔ سکندر مقدونیہ سے اٹھتا، ایران کو تباہ کرتا، مصر کو خاک میں ملاتا، بابل کا خاتمہ کرتا ہوا، رکا دوپایہ سے گزرتا ہوا ایشیائے کوچک تک جا پہنچتا ہے۔

تیمور کو دیکھو کہ تاتار سے اُمنڈتا، ترکستان پر قبضہ جماتا، تخت کابل پر جلوہ آرا ہوکر ہندوستان میں نقارہ شاہی بجاتا۔ بغداد کو زیروزبر کرکے سلطان یلدرم کو انگورہ میں سیر کرتا پھر روس کو مسخر کرتا ہوا تاتار میں جا پہنچتا ہے۔ چین اسی کے عزم سے لرزہ براندام ہے اور امنگولیا وکوریا کی سلطنتیں اس کے سامنے خراج پیش کررہی ہیں۔ لیکن ان دونوں کے ملکی نظم ونسق کو دیکھو تو بالکل ہیچ، صفر کے برابر۔

قرآن پاک کی پیش گوئی بتلارہی ہے کہ خلافت ان ہر دو اوصاف عالیہ کی جامع ہوگی اور وہ حکومت کا ایک ایسا نمونہ دنیا میں چھوڑے گی جس کی تقلید کرنے سے آج تک فرانس وامریکہ کی جمہوریت بھی درماندہ وعاجز ہے۔

پنجم..... يَعْبُدُوْنَنِيْ (سورۂ نور) کے لفظ نے خلفاء کے خلوص طلب اور صدق ارادت اور استحکام علم وعمل پر مہر لگادی۔

مالک کے جانب سے کسی بندہ کی قبولیت کا اظہار وہ انتہائی عزت وفخر ہے جو قرآن مجید میں انبیائے کرام ہی کے لیے خاص تھا۔ یہاں اس شرف میں خلفائے راشدین کو بھی شامل کر دیا گیا۔

ششم..... لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ فرمانے سے وصف کی تکمیل ہوگی۔ اوصاف عالیہ کی تقسیم اثابت وسلب پر کی جاتی ہے۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ وصف مثبت ہے اور لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ۝ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ (سورۃ اخلاص) صفت سلبی ہے۔ یہاں بھی نفی شرک نے توحید کا کمال، اعتقاد کا رسوخ، ایمان کی سلامتی دوام عمل کو بخوبی واضح کر دیا۔

ہفتم..... شَیْئًا کے فرما دینے سے شرک جلی کے ساتھ شرک خفی کی بھی نفی ہوگئی۔ ریا وسمع کا شائبہ بھی جاتا رہا اور نور صدق وصفا کا کامل ظہور ہوگیا۔

ہشتم..... ان علامات کے بعد یہ بھی بتلا دیا کہ خلفاء کی برکتوں کا انکار یا اس پیش گوئی کا اشتباہ بہت برے انجام تک پہنچا دیتا ہے اور بارگاہ الٰہی اسے لعنتی کا خطاب مل جاتا ہے۔

ناظرین غور کریں کہ جس خلافت کی خبر دی گئی اور جس کی فتح مندی، نصرت وامن اور دینداری وصداقت گستری کی بابت پیشی گوئی فرمائی گئی۔ خلافت راشدہ میں ٹھیک اسی طرح ہر ایک بات پوری اتری۔ جس کی شہادت نہ صرف مسلمانوں کی تاریخ، بلکہ اعداء کی تحریروں اور ممالک غیر کی تواریخ سے بخوبی حاصل ہوتی ہے۔ ہم کو آیت پر مکرر غور کرنا ہے۔ کیا اس سے موجودہ خلافت کے خلفاء کی تعداد بھی معلوم ہوسکتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہاں لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ ۔ اِرْتَضٰی لَهُمْ وغیرہ الفاظ میں سب جگہ جمع کے صیغے اور جمع کے ضمائر استعمال کیے گئے ہیں اور زبان عرب میں جمع کے لیے کم از کم تین کا ہونا ضروری ہے تین سے زائد تعداد تو اس میں آسکتی ہے۔ مگر تین سے کم تعداد کے لیے تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوگا، جمع کا نہیں لہٰذا مسلمانوں کا یہ مذہب کہ خلافت راشدہ کے والی ابوبکر، عمر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم چار مقدس ہستیاں ہیں، یا بہ شمولت حسن ؓ پانچ ہیں۔ بالکل صحیح ہے۔ بلاغت قرآنی تو دیکھو کہ ان چاروں یا ان پانچوں پر نزول آیت کے وقت اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کی علامت کامل طور پر منطبق شدہ ہے۔

ہماری تمام تر بحث کا مقصد قرآن مجید کی اس پیش گوئیوں کا ذکر کرنا تھا جو خلافت راشدہ کے متعلق ہیں۔ خلافت کا آغاز بعد از ارتحال نبوی ہوا۔ جب کہ نزول وحی کا باب مسدوم ہو چکا تھا۔ اب انہی علامات وامارات وبشارات کے مطابق خلافت کا قیام واستحکام اس مالک الانام کا کام ہے جس نے خود اپنا کلام رسول پاک ﷺ پر اتارا اور جس نے خود اپنے رسول کی امت میں سے خلافت کے لیے چند نفوس مزکی کا انتخاب فرمایا۔ جن کا ہر ایک قول وفعل کتاب اللہ کا مصداق اور کتب اللہ ان کے مصدق تھی۔

ساتویں پیش گوئی..... کہ قرآن مجید کے مخاطبین اولی میں ایک فتنہ عام برپا ہوگا

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۔ بچو اس فتنہ سے جو تم میں سے صرف ظالموں ہی کو نہ پہنچے گا۔

اس آیت میں ایسے فتنہ عام کی خبر دی گئی کہ ظالم وغیر ظالم سب ہی اس کی لپیٹ میں آجائیں گے۔ بے شک قومیت کے فقدان اور نظم ملی کے اختلال کی آفات میں سے ایک یہ بھی آفت ہے کہ اس مصیبت کا اثر سب پر پڑتا ہے۔

شہادت عثمان ذوالنورین، واقعہ جمل، واقعہ صفین، شہادت علی مرتضی، واقعہ ہائلہ کربلا ایسے واقعات ہیں جو اس

پیش گوئی کی صحت میں وجود پذیر ہو چکے ہیں۔ واقعات بالا میں بڑی تعداد مخاطبین اول قرآن مجید کی تھی اور اسی لیے ضمیر منکم میں کاف خطابیہ استعمال میں لایا گیا ہے۔ اس فتنہ کے وقوع کا امکان اسی خلافت راشدہ کے بعد جو برکات دنیوی اور انوار دینی کی جامع تھی۔ عام وہم وگمان سے بالاتر تھا۔ لیکن رب العالمین کا علم صحیح آنے والے واقعات پر حاوی ہے اور اس کا کلام ایسے واقعات کا ذخیرہ ہے۔ لہذا ایسے الفاظ میں خبر دی گئی کہ ظالم وغیر ظالم سب پر اس فتنہ کا استعمال ہوگا۔ یہ نہیں بتلایا کہ لوگ فتنہ میں حصہ لیں بلکہ فرمایا کہ احتراز واجتناب اور تقوی اختیار کریں۔

صحیح بخاری کی حدیث عن ابی ہریرہؓ میں بھی اس فتنہ کی اطلاع دی گئی ہے۔

سَتَكُوْنُ الْفِتَنُ الْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِيْ وَالْمَاشِيْ خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِيْ

ترجمہ:..... ایسے ایسے فتنے ہوں گے جن میں بیٹھنے والا کھڑا ہونے والے سے اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے اور چلنے والا ساعی سے بہتر ہوگا۔ [بخاری]

ہمارا مقصود ان دل شکن، روح فرسا واقعات کی تفصیل لکھنا نہیں، بلکہ قرآن پاک کی پیش گوئی کا اندراج کرنا ہے کہ کیونکہ کلام الٰہی میں ان واقعات پر اشارہ موجود تھا اور یہی امر ہے جو اس کے کلام الٰہی ہونے پر دال ہے۔

مستہزئین مکہ کے خلاف پیش گوئی:..... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾

جو حکم تجھے دیا گیا ہے وہ صاف صاف بیان کرتا رہ، ان مشرکین سے رخ بدل لے۔ استہزاء کرنے والوں سے ہم تجھے کفایت کریں گے۔ (سورۂ حجر)

ہم نے اپنی کتاب رحمۃ للعالمین جلد اول میں جماعت مستہزئین کا ذکر کیا ہے۔ اس کمیٹی کے مقاصد یہ تھے کہ نبی ﷺ کی ہنسی اڑائیں، نقلیں اتاریں، آوازے کسیں، حضور ﷺ کے وعظ میں شور وشغب سے کھنڈت ڈالیں، منہ چڑائیں، بے حرمتی کریں۔ اس ناپاک کمیٹی کے گندے افعال پر غور کرو۔ کیا ان موانع کی موجودگی میں کوئی شخص تبلیغ و اشاعت کا مہتم بالشان کام سرانجام دے سکتا ہے۔ لیکن آیت بالا میں نبی ﷺ کو حکم دیا جاتا ہے کہ اپنا کام جاری رکھیں، وعظ ونصح اور بلاغ وانذار کا سلسلہ ٹوٹنے نہ دیں۔ رہا مستہزئین کا رویہ اور طریق، اس کی بابت پیش گوئی کی جاتی ہے کہ ہم ان کو خود سمجھ لیں گے۔ اس پیش گوئی کے تحت میں مستہزئین کے نام اور ہر ایک کا انجام پیش کر دیا جاتا ہے۔

①	ابی بن خلف	سیدنا بلال رضی اللہ عنہ پر ظلم وستم توڑنے والا شخص تھا۔ بلال رضی اللہ عنہ ہی کے ہاتھوں نے اس راس الکفر کو خاک وخوں میں سلایا اور دار البوار کو پہنچایا۔
②	عاص بن وائل	گدھے پر سوار تھا۔ ایک غار کے برابر پہنچا۔ گدھے نے ٹھوکر کھائی تو سر کے بل گڑھے میں اوندھا جا پڑا۔ وہاں ایک سخت زہریلا عقرب موجود تھا۔ اس نے کاٹا، سوجن ہوگئی۔ سڑسڑ کر مرا
③	نضر بن حارث	مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل ہوا۔ جو اس جماعت میں پیش پیش رہتا تھا۔
④	عتیب	جو اسود بن المطلب کا پوتا تھا۔
⑤	حارث بن زمعہ	جو عتیب کا چچیرا بھائی تھا
⑥	طعیمہ بن عدی	جو سخت بدزبان تھا۔

⑧	اسود بن مطلب	جو نقلیں اتارا کرتا تھا۔ ایک درخت کے نیچے سویا۔ اٹھا تو سخت بے چین تھا۔ کہتا تھا کہ میری آنکھوں میں کانٹے چبھوئے جاتے ہیں۔
⑨	عاص بن منبہ	پہلے گدھے پر سوار تھا۔ طائف کی راہ میں کانٹا لگا، اسی کے زہر سے ہلاک ہوا۔
⑩	منبہ بن حجاج	اندھا ہوا۔ پھر تڑپتا ہوا مر گیا۔
⑪	ابو قیس بن ناکہ	جو نبی ﷺ کی ایذا دہی کو اپنی راحت سمجھتا تھا۔
⑫	امیہ بن خلف	مشہور بدزبان تھا۔
⑬	ابو جہل	جو رأس الاشرار [غداروں کا سردار] تھا۔
⑭	عقبہ بن ابی معیط	جس نے حضور ﷺ کی گردن میں سجدہ کرتے وقت پھندا ڈالا۔
⑮	حارث بن قیس	پیٹ میں زرد پانی پڑ گیا تھا جو اس کے منہ سے نکلا کرتا۔ اسی ذلت سے ہلاک ہوا۔
⑯	ولید بن مغیرہ	ایک خزاعی سوار کا نیزہ اکحل میں لگا، رگ جان کٹ گئی۔
⑰	ابولہب	عدسہ وطاعون میں مبتلا ہو کر واصل جہنم ہوا۔ دوستوں، عزیزوں نے بھی لاش کو ہاتھ نہ لگایا۔ کوٹھے پر چڑھ کر اس کے اقارب نے لاش پر اتنے پتھر پھینکے کہ لاشہ اس میں چھپ گیا اور یہی ڈھیر اس کی قبر بنا
⑱	اسود بن یغوث	بادسموم سے چہرہ جھلس گیا۔ گھر آیا تو گھر والوں نے اسی شناخت نہ کیا۔ گھر سے باہر تڑپ تڑپ کر، ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا۔ زبان پیاس کے مارے دانتوں سے باہر نکلی ہوئی تھی۔
⑲	زبیر بن ابی امیہ	وبا کا لقمہ ہوا۔
⑳	مالک بن الطلالہ	لہو۔ راد ھ کی قے آئی اور فوراً مر گیا۔
㉑	رکاز بن عبد یزید	اس نے بے کسی و نامرادی میں جان دے دی۔

غور کرو کہ پیش گوئی کتنے اشخاص کی ہلاکت پر مشتمل تھی اور پھر ہر ایک کا نام کیسے عبرت بخش حالات کے ساتھ پورا ہوا۔ واضح ہو کہ ذات ہمایونی نبی ﷺ کے متعلق دیگر آیات کو مضمون خصائص النبیؐ میں درج کیا گیا ہے۔

قریش کے دشمن سرداران کے دوست بن جانے کی پیش گوئی

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۔ [سورۂ محمد]

عنقریب اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اور تمہارے دشمنوں کے درمیان دوستی قائم کر دے گا۔

اس کے تحت میں بھی چند مثالوں کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ عسیٰ کا استعمال امر محبوب کی ترجی میں ہوتا۔

① ..... عبداللہ بن ابوامیہ بن مغیرہؓ نبی ﷺ کا پھوپھیرا بھائی تھا۔ مگر اسلام کا اتنا سخت مخالف کہ حضور سے اس نے اعلانیہ کہہ دیا تھا کہ اے محمد! اگر تو زینہ لگا کر آسمان پر بھی چڑھ جائے اور میری آنکھوں کے سامنے سے اترے، تیرے ساتھ چار فرشتے بھی ہوں اور وہ تیری نبوت وصداقت کی شہادت بھی دیں تب بھی میں ایمان نہ لاؤں گا۔

یہی عبداللہؓ بہ جذبہ توفیق ربانی ۸ ہجری نبوت میں حاضر دربار ہوتا اور اقرار شہادت سے معراج ایمان پر فائز ہوجاتا ہے۔ اہل خبرت [اہل علم] اندازہ کریں کہ عبداللہؓ نے ضرور وہ کچھ دیکھا جو آسمان پر زینہ لگا کر چڑھنے اور اترنے اور فرشتوں کی شہادت دینے سے بھی بڑھ کر تھا۔

(۲) ..... ثمامہ بن اثالؓ نجد کا فرماں روا تھا۔ نبی کریم ﷺ کا شہر، حضور کا لایا ہوا دین۔ حضور ﷺ کا وجود باجود اس کے نزدیک سب سے زیادہ قابل نفرت تھے۔ وہ مدینہ میں صرف تین دن محبوس رہا، جس روز آزاد ہوا اسی روز بصدق دل وجان حضور ﷺ کا فریفتہ وشیدا ہوگیا۔ قید کیا ہوا کہ محبت کا صید بن گیا۔

(۳) ..... عمرو بن العاص اسلام کی مخالفت میں اتنا چالاک تھا کہ قریش نے دربار نجاشی میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا تھا تاکہ مہاجرین پناہ گزین حبش کو اکسٹراڈیشن ملزموں کی طرح حاصل کر کے واپس لائے۔ وہی چند سال کے بعد گردن جھکائے۔ حیا سے آنکھوں کو قدموں پر جمائے حاضر ہوتا ہے اور بعد ازاں مبلغ اسلام بن کر جاتا اور ملک عمان کے داخل اسلام ہوجانے کی بشارت لے کر حضور نبویؐ میں حاضر ہوتا ہے۔ ملک مصر کا فاتح اول بنتا ہے۔

(۴) ..... ابوسفیان صخر بن حرب نے احد، غزوۂ سویق، احزاب وغیرہ میں مسلمانوں پر حملے کیے۔ بھاری فوجیں لایا۔ مگر وہی اسلام میں داخل ہوکر فتنہ وارتداد میں ثابت قدم رہ کر فتوحات شام وغیرہ میں نہایت کارگزار ثابت ہوا۔

(۵) ..... ابوسفیان بن حارث نبی ﷺ کا چچیرا بھائی، شاعر، زبان آور، شروع میں اسلام اور مسلمین کی ہجو میں شعر کہا کرتا۔ پھر بہ ہدایت ربانی حاضر ہوتا اور ابوسفیان، سید فتیان اہل الجنۃ کے خطاب سے مشرف ہوتا ہے۔

(۶) ..... سہیل بن عمرو صلح حدیبیہ میں بھی کفار کی طرف سے کمشنر معاہدہ تھا۔ جب اسلام میں داخل ہوئے تو ان ہی کے خطبہ نے بعد از وفات نبویؐ اہل مکہ کو استقامت واستقلال بخشا اور بالآخر شہید ہوکر دنیا سے رخصت ہوئے۔

(۷) ..... عکرمہ بن ابوجہل شروع میں اسلام کی مخالفت اور کفر کی محافظت میں باپ سے بھی آگے آگے تھا۔ لیکن جب سے نبی ﷺ کے حضور میں آنے کا موقع ملا پکے جان نثار اور عاشق زار بن گئے۔ فتوحات میں خالد بن ولید کے یہی دست وبازو ہوتے اور دو ہزار پر اکیلے بھاری سمجھے جاتے۔

(۸) ..... حکیم بن حزام قرشی اسدی ۶۰ رسال کفر میں پورے کیے۔ بدر میں مسلمانوں کے خلاف بہت بڑا حصہ لیا۔ پھر اسلام لائے اور ۶۰ رسال اسلام کی خدمت میں پورے کیے۔ ایک حج کے موقع پر ایک سو اونٹ اور ایک ہزار بکرے قربانی کیے اور ایک سو غلام آزاد کیے۔

(۹) ..... عبد یالیل ثقفی، جب نبی ﷺ کوہ طائف پر تبلیغ اسلام کے لیے تشریف لے گئے تو اس نے لڑکوں، غلاموں، اوباشوں کو حضور ﷺ پر پتھر کیچڑ پھینکنے کے لیے مقرر کیا تھا۔ لیکن چند سال کے بعد یہ خود (مع پنج سرداران قریش) مدینہ میں حاضر ہوتا، ایمان لاتا اور اپنی قوم میں مبلغ بن کر جاتا ہے اور تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہوجاتا ہے۔

(۱۰) ..... بریدہ بن الحصب اسلمی، کفار قریش کے انعام صد شتر کی خبر پاتا اور ستر سوار ساتھ لے کر نبی ﷺ کو زندہ پکڑ لانے یا ہلاک کرنے کا عزم کر کے گھر سے روانہ ہوجاتا ہے۔ مگر جب آپ کی آنکھ حضور کے چہرہ پرنور پر پڑتی

ہے اور کان میں آواز دلنواز آتی ہے تو اپنی پگڑی کو اپنے نیزہ پر باندھ کر حضور ﷺ کا نشان بردار بن جاتا ہے اور غلامانہ ہمرکاب ہو کر آگے آگے چلتا ہے۔ ایسی مثالیں سینکڑوں کی تعداد میں پیش کی جاسکتی ہیں، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آیت بالا اپنی پیش گوئی میں کتنی وسیع اور کس قدر سچی ہے۔ سینکڑوں کے جذبات قلب اور ان کے انجام کی اطلاع دینا رب العزت ہی کے کلام کا کام ہے۔

پیش گوئی..... کہ کفار جو مسلمانوں کو کعبہ میں داخل ہونے سے روکتے ہیں خود ان کو استحقاقاً داخل کعبہ ہونے کا حق نہ رہے گا

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَاۗىِٕفِيْنَ

جو لوگ اللہ کی مسجدوں میں ذکر الٰہی کیے جانے سے روکتے ہیں اور مسجدوں کی بے رونقی میں سعی کرتے، ان سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا۔ ان کو حق نہیں کہ وہ مسجدہ میں داخل ہوں۔ مگر ڈرتے ڈرتے۔ [سورۂ بقرہ]

مشرک کو کعبہ میں داخل ہونے کی ممانعت کا اعلان سید الحاج ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ۹ھ میں کیا اور آج تک یہی حکم برابر جاری ہے جو لوگ اسلامی لباس میں ملبوس ہو کر وہاں جاتے بھی ہیں، انکی جان ہر وقت خوف و خطر میں رہتی ہے۔

جملہ کفار عرب کے لیے پیش گوئیاں

پہلی پیش گوئی..... کہ وہ مسلمانوں کو عاجز نہ کر سکیں گے اور خود رسوا ہوں گے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝ [سورۂ توبہ]

یاد رکھو کہ تم اللہ تعالیٰ کو نہیں ہرا سکتے۔ اللہ کافروں کو رسوا کرے گا۔

یہ آیت اس وقت کی ہے، جب تمام معاہدہ شکن کفار کے نام چار مہینے کا الٹی میٹم دے دیا گیا تھا۔ خیال ہو سکتا تھا اکیلے مسلمان اس قدر قبائل و اقوام کے نام بیک پارٹی الٹی میٹم دے رہے ہیں تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے بطور پیش گوئی دو امور کا انکشاف فرمایا۔

① ..... کفار باوجود اپنی قوت و طاقت اور افزونی تعداد وغیرہ کے بھی مسلمانوں کو شکست نہ دے سکیں گے۔ اس جگہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی ہار کو اپنی ہار بتایا ہے۔ کیونکہ کفار کی عداوت مسلمانوں کے ساتھ دین الٰہی کی وجہ سے تھی اور بغض الٰہی کی وجہ سے تھی۔

② ..... کفار کو ایسی شکستیں ہوں گی کہ وہ اس روز ذلیل ہو جائیں گے۔ آج تک وہ عرب میں بڑے بہادر، بڑے جنگجو اور انتقام گیر سمجھے جاتے تھے۔ مگر مسلمانوں کے سامنے آتے ہی ان کی شجاعت و بہادری کا پول کھل جائے گا اور وہ سارے ملک میں رسوا و ذلیل ہو جائیں گے۔ قبائل بنو اسد و بنو غسان و بنو عطفان وغیرہ کی حملہ آوریوں کا حال مع ان کی انجام کے پڑھو۔ دونوں پیش گوئیوں کا ظہور بخوبی واضح ہو جائے گا۔

دوسری پیش گوئی:..... مشرکین عرب کے مرعوب کیے جانے اور مسلمانوں پر ان کے حملہ آور نہ ہونے کی پیش گوئی۔

سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ [آل عمران]

ہم کفار کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے۔ کیونکہ یہ اللہ کے ساتھ شرک کرتے رہے ہیں اور شرک وہ چیز ہے، جس کی تائید میں کوئی دلیل موجود نہیں۔ [سورۂ آل عمران]

مسلمانوں کے ساتھ عہد نبویؐ میں جو مختصر لڑائی جھگڑے ہوئے وہ صرف قریش یا قریش کی معاہد اقوام کی طرف سے تھے۔ جن میں دشمنوں کو ناکامی ہوئی۔ مندرجہ بالا قبائل ایک ایک، دو دو بار مقابل ہوئے اور جو قبیلہ مقابلہ میں آیا اسے پھر نبرد آزمائی کی جرأت نہ پڑی۔ حتی کہ سات سال کے عہد قلیل میں تمام ملک میں امن وامان ہو گیا۔

دو قبائل جو گھوڑ دوڑ میں ایک گھوڑے کے بدکا دینے پر پچاس پچاس برس تک لڑائی جاری رکھتے تھے اور لڑائی کو معمولی مشغلہ سے بڑھ کر کچھ نہ سمجھتے تھے، مسلمانوں کے سامنے ایسے مرعوب ہو گئے تھے کہ کبھی انکے خلاف نہ اٹھے۔ بلکہ جنگ آور قبائل سے عہد نامے توڑ توڑ کر مسلمانوں کی مخالفت سے دست بردار ہو گئے۔ یہ سب کچھ اس پیش گوئی کا اثر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے دل میں رعب ڈال دیا تھا۔ بیشک ایسے ملک میں جس کے خمیر ہی میں خون ریزی اور غارت گری تھی، یہ علیحدگی، یہ خاموشی صرف قدرت ربانی ہی کا نمونہ تھی۔

اہل مکہ کے خلاف دو پیش گوئیاں

الف:..... ان کے مصارف ان کے لیے سرمایہ حسرت بنیں گے۔

ب:..... اور وہ سب مغلوب ہوں گے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ

کافر اس لیے زر و مال صرف کر رہے ہیں کہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکیں۔ ہاں وہ کچھ عرصہ تک اسی طرح خرچ کیا کریں گے۔ پھر یہ مصارف ان کے لیے موجب حسرت ہوں گے۔ پھر وہ مغلوب کیے جائیں گے۔ [سورۂ انفال]

کفار کے انفاق زر کا اندازہ ایک غزوۂ احد کے مصارف سے ہو سکتا ہے، جس میں پچاس ہزار مثقال طلا اور ایک ہزار اونٹ چندہ میں جمع کیا گیا تھا۔ مزید برآں فوج کو ایک ایک دن کی دعوت ایک ایک سردار کی طرف سے دی جاتی تھی۔ ان تمام کوششوں کا انجام حسرت و ناکامی اور اندوہ و حرمان ہی پر ہوا تھا۔ کیونکہ نہ وہ اسلام کی ترقی کو روک سکے اور نہ اسلام میں داخل ہونے والوں کو مرتد کر سکے۔ بلکہ انہوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے رسوم آبائی اور ضلالت قدیم کو تباہ شدہ اور ہلاکت زدہ دیکھ لیا تھا۔

ابولہب کے متعلق پیش گوئی

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۝١ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۝٢ سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝٣

ابولہب کے دونوں ہاتھ تباہ ہو جائیں گے اور وہ تباہ ہو گیا۔ اس کا مال اور اس کی اولاد اس کے کچھ کام نہ آئی۔ وہ مستقبل قریب میں شعلہ والی آگ کا ایندھن بنے گا۔ [سورۂ لہب]

ابولہب نبی ﷺ کے دادا عبدالمطلب کا بیٹا تھا۔ وہ حضور کے سب سے پہلے وعظ کوہ صفا والے میں حاضر ہوا تھا۔ اس نے سنا کہ نبی ﷺ حیات بعد الموت کے اعتقاد کی تلقین کرتے اور اعمال پر آئندہ نتائج مترتب ہونے کی خبر دیتے ہیں۔ تب اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے نبی ﷺ کی طرف اشارہ نفرین کر کے کہا تھا:

تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ أَلِهَذَا دَعَوْتَنَا ؟ (صحیحین عن ابن عباس)

تجھے دن بھر تباہی رہے تو نے ہم کو انہی باتوں کے سنانے کے لیے بلایا تھا۔

نبی ﷺ تو سراپا عفو اور ہمہ تن شکیب تھے۔ حضور ﷺ نے اس فقرہ کا کچھ جواب نہ دیا۔ مگر غیرت الٰہیہ اپنے حبیب کے خلاف ایسے الفاظ کی برداشت کیوں کر سکتی تھی۔ لہذا جواب میں خود اسی کے الفاظ اس پر لوٹا دیے گئے اور اس کے حسرت ناک انجام کا اعلان بھی بطور پیش گوئی فرما دیا گیا۔ پیش گوئی تین امور پر مشتمل تھی۔

الف..... اسلام اور حضور ﷺ کے خلاف اس کی جملہ تدابیر تباہ ہوں گی۔

ب..... اس کی اولاد اور اس کا مال اسے کچھ نفع نہ دے گا۔

ج..... وہ خود آگ کا ایندھن بنے گا۔

ابولہب کے چار بیٹے تھے۔ دو بحالت کفر باپ کے سامنے مرے، باپ کو ان سے کوئی فائدہ تو کیا پہنچتا، دونوں کا داغ دل و جگر کو کباب بنا گیا۔ دو بیٹے اور ایک بیٹی مشرف بہ اسلام ہوئے اور باپ کی امیدوں کے خلاف نکلے۔ ابولہب خود طاعون میں ہلاک ہوا۔ اہل عرب طاعون سے سخت خائف تھے، اس کی لاش کو گھر سے نہ اٹھایا گیا بلکہ چھت کھول کر اوپر ہی سے اس قدر مٹی اور پتھر اس کے ناپاک جثہ پر پھینکے گئے کہ وہی اس کی گور بن گئی۔ یہ پیش گوئی جملہ کفار کی آنکھوں کے سامنے پندرہ برس بعد از نزول آیت پوری ہوئی۔

پیش گوئی کہ ابولہب کی عورت بھی ذلیل موت سے مرے گی

وَامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝

اس کی عورت جو لکڑیاں اٹھانے والی ہے، ہلاک ہوگی، اس کی گردن میں موج کی رسی ہوگی۔ [سورۂ لہب]

اس عورت کو نبی ﷺ سے عداوت شدید تھی۔ خود جنگل میں جاتی، کانٹے اکٹھے کرتی۔ رات کو نبی کریم ﷺ کی راہ میں بچھا دیتی تھی۔ تفسیر خازن میں ہے کہ اس کی موت اسی طرح واقع ہوئی، جس طرح کلام الٰہی میں ظاہر کی گئی۔ سر پر لکڑیوں کا گٹھا تھا۔ راہ میں تھک گئی تو گٹھے کو پتھر سے ٹکا کر خود ستانے لگی، جب پھر چلنے کا ارادہ کیا تو اسی رسی کا جس سے لکڑیاں بندھی تھیں، پھندا گردن میں پڑ گیا اور لکڑیوں کا گٹھا پیٹھ کی طرف جا لٹکا۔ جس کے بوجھ سے وہ پھندا پھانسی بن گیا اور یہ ہلاک ہوگئی، اس بدترین موت کی اطلاع کلام الٰہی میں پہلے سے دے دی گئی تھی۔

منافقین کے متعلق پیش گوئیاں

وَمَا لَهُمْ فِی الْاَرْضِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ۔ تمام دنیا میں ان کا کوئی بھی کام بنانے والا یا ان کو مدد دینے والا نہ ہوگا۔

اسلام سے پیشتر عرب قبائل کو باہمی جنگوں میں سلطنت فارس یا سلطنت روم کی امداد مل جایا کرتی تھی۔ لیکن جب منافقین کی نسبت اخراج مدینہ کی پیش گوئی فرما دی گئی تو یہ بھی بتا دیا گیا کہ اب کوئی سلطنت ان کی ذرا مدد نہ کر سکے گی

راہب فالق نے جنگ احد میں شکست کھا کر سلطنت روما سے مسلمانوں کے خلاف امداد حاصل کرنے کی بہت کوششیں کیں۔ روما کے پادریوں سے بھی امداد حاصل کی۔ لیکن اسے کوئی بھی مدد نہ مل سکی۔ جبلہ بن ایہم غسانی نے مرتد (بارد گر عیسائی) بن جانے کے بعد دربار ہرقل کی برسوں حاضر باشی کی۔ مگر مسلمانوں کے خلاف سلطنت سے کوئی امداد نہ لے سکا۔ یہی حال اکثر مخالفین اسلام کا ہوا اور پیش گوئی اپنے الفاظ میں صحیح ثابت ہوئی۔

پیش گوئی: کہ منافقوں کو دگنی مار پڑے گی: سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۳﴾

ہم ان کو یکے بعد دیگرے (دہرا) عذاب دیں گے اور بعد ازاں وہ عذاب عظیم کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

یہ آیت ان مخالفین کے متعلق ہے جو جہاد سے بلاوجہ پیچھے رہ گئے تھے۔ ان کے لیے عذاب اول یہ تھا کہ ان کو جھوٹے عذرات پیش کرنے کے لیے بہت سے جھوٹ بنانے پڑے اور وہ قوم و ملک کی نگاہ میں جھوٹے اور غدار ثابت ہوئے اور سب کی نظروں سے گر گئے۔ یہ اخلاقی عذاب سخت ہوتا ہے۔ کیونکہ ضمیر انسانی ہر وقت اس کو ستاتا رہتا ہے۔ عذاب دوم اس مال و اولاد سے محروم ہے جس کی محبت میں مبتلا ہو کر وہ تارک جہاد بنے تھے۔ دونوں عذاب انہوں نے اپنی زندگی ہی میں چکھ لیے تھے۔ عذاب الیم جو تیسرا عذاب ہے، اس کا تعلق آخرت سے ہے۔

پیش گوئی: کہ منافقین خسران میں رہیں گے: اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

یہ شیطانی لشکر والے ہیں اور شیطان کا لشکر ہی خسران زدہ ہوگا۔ [سورۂ مجادلہ]

سیاق عبارت سے ظاہر ہے کہ پیش گوئی ان منافقین کی بابت ہے جو یہود کو پسند کرتے اور ان کے معاہد و دوست بنے ہوئے تھے۔ آیت میں بتایا گیا ہے کہ دشمنان الٰہی کے ساتھ تو دو اتحاد شیطانی کام ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ لوگ ضرور نقصان اٹھائیں گے، جنگ احزاب کے بعد منافقین جب نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے، تب یہ پیش گوئی ان پر صادق آئی۔

پیش گوئی..... ان منافقین کے متعلق جو اہل اسلام میں رُل مل گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے پہلے تو یہ بتلایا کہ منافق کون لوگ ہیں، اور کہاں آباد ہیں۔

وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۖ (۹:۱۰۱) اہل مدینہ میں سے ایسے بھی ہیں جو نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔

اس اخبار غیب میں مصلحت یہ تھی کہ از منہ مستقبلہ میں کوئی محض اپنی ہی رائے یا ظنون یا خیال یا تعصب سے اصحاب کرام کو تہمت نفاق نہ دے سکے۔ پہلی شرط جو کسی کو منافق کہنے کی ہے وہ یہ ہے کہ وہ باشندہ مدینہ ہو، کسی یمنی، تہامی، مکی، حضرمی وغیرہ ممالک کے صحابہ میں سے کسی پر بھی نفاق کا شبہ یا شائبہ یا سایہ نہیں پڑ سکتا۔ اس بین علامت کے بعد یہ فرمایا۔

پیشگوئی..... فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۹:۳﴾ اللہ تعالیٰ صادقوں کو اور کاذبوں کو الگ الگ کر دکھائے گا

اس پیش گوئی کی تفسیر پھر ایک اور آیت میں فرمائی:

پیش گوئی:..... لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۰﴾ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿۶۱﴾ [سورۂ احزاب]

اگر منافق لوگ اور دل کے روگی اور جھوٹی افواہوں کے پھیلانے والے مدینہ میں باز نہ آئیں گے تو ہم رسول کو ان کے خلاف کھڑا کریں گے اور پھر وہ مدینہ میں تھوڑے عرصہ کے سوا رسولؐ کے پاس نہ رہ سکیں گے۔ جتنا عرصہ رہیں گے لعنت زدہ رہیں گے۔ پھر جہاں جائیں گے پکڑے جائیں گے اور بری طرح قتل کیے جائیں گے۔ [سورۂ احزاب]

اس پیش گوئی میں منافقین کا انجام بھی بتلایا گیا اور ان کے انجام کی مدت و ایام کا بھی تعین کیا گیا۔ یہ آیت سورہ

احزاب کی ہے۔ واقعہ احزاب ۵ھ میں ہوا۔ جس میں ابی بن سلول کی پارٹی کے تین سو سے زیادہ منافق زندہ تھے۔

آیت میں بتلایا کہ ان سب کا حیات پاک مصطفویؐ کے اندر خاتمہ ہو جائے گا۔ یہ مدینہ سے نکال دیے جائیں اور یہاں سے جانے کے بعد ذلت وخواری کے ساتھ قتل ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور قبل ازیں کہ نبی کریم ﷺ گرامی ترین ولد آدم چشم ظاہر بین کو نظارہ عالم سے بند فرمائیں، حضور ﷺ نے دیکھ لیا کہ مدینہ ایسے اشرار سے بالکل پاک ہے۔ یہی راز تھا کہ ۹ھ میں جب کہ حضور ﷺ نے تمیم داری کی حدیث کو سر منبر روایت فرمایا تھا۔ مدینہ کا نام طیبہ رکھ دیا گیا تھا۔ پیش گوئی کی دوسری آیت مندرجہ ذیل پیش گوئیوں پر مشتمل ہے۔

① ..... لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ — یعنی اللہ کا رسولؐ ان کے خلاف کارروائی کرے گا۔

② ..... لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا — شہر مدینہ میں رسول اللہؐ کے ساتھ رہنے کا زمانہ ان کو بہت کم ملے گا۔

③ ..... مَلْعُونِينَ — وہ لعنت زدہ ہوں گے، ہر طرف سے ان پر پھٹکار پڑے گی۔

④ ..... أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا — مدینہ سے نکلنے کے بعد جہاں کہیں جائیں گے، پکڑے جائیں گے۔

⑤ ..... قُتِّلُوا تَقْتِيلًا — بدترین طریقہ سے قتل کیے جائیں گے۔

تاریخ اسلام کے ماہر و واقف جانتے ہیں کہ منافقین مدینہ انہی پانچ پیش گوئیوں کو پورا کرتے ہوئے برے انجام کے ساتھ ختم ہوئے تھے۔

مخلفین جہاد کے متعلق دو پیش گوئیاں

پہلی پیش گوئی: ..... فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللَّهِ وَكَرِهُوا أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ ۗ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا ۚ لَوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ ﴿٨١﴾ فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا ۚ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٢﴾ فَإِنْ رَجَعَكَ اللَّهُ إِلَىٰ طَائِفَةٍ مِنْهُمْ فَاسْتَأْذَنُوكَ لِلْخُرُوجِ فَقُلْ لَنْ تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا وَلَنْ تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا ۖ إِنَّكُمْ رَضِيتُمْ بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوا مَعَ الْخَالِفِينَ ﴿٨٣﴾ (سورۂ توبہ)

پیچھے رہ جانے والے لوگ رسول اللہ کے ساتھ نہ جانے پر خوش ہو رہے ہیں۔ انہوں نے برا سمجھا کہ اللہ کی راہ میں مالوں اور جانوں کی ساتھ جہاد کریں اور یہ بات کہی کہ گرمی میں لڑائی کے لیے نہ جاؤ۔ اے رسول! ان سے کہہ دیجیے کہ جہنم کی آگ سخت تر گرم ہے۔ اگر تم میں سمجھ ہے۔ ان کو چاہیے کہ تھوڑا ہنسیں اور بہت روئیں۔ یہ ان کے فعلوں کی جزا ہے۔

پھر جب اللہ تعالیٰ آپ کو ان کے پیچھے رہ جانے والوں میں سے ایک گروہ کی طرف واپس لائے گا اور آپ کے ساتھ چلنے کی اجازت چاہیں گے، تو ان سے کہہ دینا کہ تم میری معیت میں کبھی بھی نہیں نکلو گے اور میری معیت میں کبھی بھی کسی دشمن کے ساتھ جنگ نہ کر سکو گے۔ تم پہلی دفعہ بیٹھ رہنے پر خوش تھے۔ اس لیے اب بھی پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ اس آیت میں ایسی قوم کا ذکر کیا۔ جنہوں نے موسم گرما میں نبی ﷺ کے ساتھ جہاد میں جانا ترک کر دیا تھا۔ پھر پیش گوئی کے طور پر فرمایا کہ رسول اللہ کی واپسی پر ان میں سے ایک گروہ بارگاہ محمدیؐ میں حاضر ہوگا اور آئندہ شریک جہاد ہونے کی اجازت کا خواستگار ہوگا۔ اس کے ساتھ قطعی پیش گوئی کے الفاظ میں بتلا دیا

کہ اب ان لوگوں کو جہاد ہمرکاب نبوی ﷺ کا شرف نہ دیا جائے گا۔ اس واقعہ کو سورہ الفتح میں بھی بیان فرمایا ہے:

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ۭ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ (سورۂ فتح: ۱۵)

جب تم مغانم کے حاصل کرنے کو چلو گے، تب پیچھے رہ جانے والے کہیں گے کہ ہم کو بھی ساتھ چلنے دیجیے۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے حکم کو بدل دیں، ان سے کہہ دیجیے تم ہمارے ساتھ تو ہرگز نہیں جاسکتے۔ یہی بات ہے جو اللہ تعالیٰ نے پہلے بھی فرمادی ہے۔ [سورۂ فتح]

ہر دو آیات سے زمانہ نزول آیات کا بخوبی تعین ہوجاتا ہے۔ سورۂ الفتح کا نزول غزوۂ حدیبیہ میں ہوا اور مغانم کثیرہ کا حصول خیبر سے شروع ہوا۔ لہٰذا یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے حدیبیہ کے موقع پر ساتھ جانے سے انکار کیا تھا اور بعد ازاں خیبر وغیرہ میں وہی بزرگ گئے جو حدیبیہ میں تھے اور یہ مُخَلَّفِیْن کبھی ہمرکاب نبوی ﷺ جہاد کرنے کا شرف نہ حاصل کر سکے۔

نبی ﷺ کی حیات طیبہ کا زمانہ ان آیات سے قریباً پانچ سال بعد کا ہے۔ متعدد اقوام کے ہزاروں اشخاص کی نسبت ایسی پیش گوئی کا تعلق آئندہ کے سالہا سال سے ہو، رب العالمین ہی کے کلام میں ہوسکتی ہے۔

دوسری پیش گوئی ..... قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ [سورۂ فتح]

ان بادیہ نشینوں کو جو پیچھے رہنے والے ہیں کہہ دیجیے کہ تم کو آئندہ قریبی زمانہ میں ایک سخت جنگجو قوم کے لیے بلایا جائے گا۔ تم ان سے قتال کرو گے یا وہ فرمانبردار بن جائیں گے۔ [سورۂ فتح]

اگر تم نے (اس وقت) اطاعت کی، تب تم کو اچھا اجر دیا جائے گا اور اگر تم نے اس وقت بھی حکم سے منہ پھیرا جیسے پہلے کر چکے ہو، تب تم کو دردناک عذاب دیا جائے گا۔ اس آیت کو ہر دو آیات مندرجہ بالا کے ساتھ ملا کر پھر تدبر کرو۔

① ..... مخلفین کو معیت رسول ﷺ سے قطعاً محروم کر دیا گیا۔

② ..... مخلفین کو بعد از رسول کریم ﷺ قریبی زمانہ میں دعوت جہاد دیے جانے کی پیش گوئی فرمائی گئی۔

③ ..... بطور پیش گوئی مقابل کے دشمن کی صفات جنگ جوئی وغیرہ بھی بتلادی گئی۔

④ ..... اس جنگ کا انجام قتال یا دشمن کی فرمانبرداری بھی بتلا دیا گیا۔

⑤ ..... اس دعوت کی اطاعت پر اجر حسنہ کا وعدہ۔

⑥ ..... دعوت کی عدم تعمیل پر عذاب دردناک کی وعید۔

اب آپ عہد صدیقی پر نگاہ ڈالیں، ان کی اس دعوت عام کے فرمان کو جسے واقدی نے لفظاً لفظاً نقل کیا ہے، پڑھیے اور پھر ان عساکر کے نام معلوم کیجیے جو خدمت صدیقی میں آئے تھے۔ قبائل اور شعوب کے نام پڑھنے سے معلوم ہوجائے گا کہ یہ اقوام تو وہی ہیں جن کی معیت رسول کریم ﷺ میں جہاد کا کبھی موقع نہ ملا تھا۔

پھر آپ دیکھیں گے کہ ان کو روما جیسی سلطنت (امپائر) کے مقابلہ میں روانہ کیا جاتا ہے۔ جو نصف دنیا پر

حکمران تھی ۔ جو اپنی جنگ جوئی اور حرب دانی کا ثبوت ایران جیسی سلطنت کو نصف شرقی دنیا کی امپائر (دولت بزرگ) تھی دے چکی تھی ۔ جس کی فوجیں باقاعدہ اور منظم تھیں ۔ جن کا نظام جنگ سب سے اعلیٰ تھا۔ جنہوں نے اپنی ہی ملکیت کے اندر رہ کر صرف مدافعت کرنی تھی اور ان بادیہ نشینوں نے اپنے ملک سے سینکڑوں میل آگے بڑھ کر جاں رسد اور ذخائر جنگ کے وسائل بھی مکمل نہ تھے حملہ کرنا تھا۔ نتیجہ وہی ہوا کہ قتال نے دشمن کا خاتمہ کر دیا اور رعایا نے مصالحت سے فائدہ حاصل کیا اور ہزار در ہزار داخل اسلام بھی ہوئے ۔

یہ آیت عرب اور شام میں ہونے والے انقلاب اور فتوحات اعراب اور روما کی آیندہ معاشرت و انجام کے متعلق نہایت صاف ہے ۔ [یہ آیت دعوت صدیق و فاروق کی اطاعت الٰہی بتلاتی ہے اور عدم اطاعت پر وعید عذاب بتلاتی ہے] ۔ اجر حسنہ کا لفظ صرف آخرت کے لیے بلکہ دنیا بھی اس میں شامل ہے اور یہ لفظ ایک مستقل پیش گوئی ہے کہ صدیق رضی اللہ عنہ و فاروق رضی اللہ عنہ کے لشکروں میں شامل ہونے والے تمدن کے بلند ترین ارتقاء پر پہنچ جائیں گے اور بایں ہمہ ان کی امارت بھی خوبیوں والی ہوگی ۔ ایسی پیش گوئی کے تمام اجزاء کا اس طرح پر پورا ہونا جس کی تصدیق ملکوں اور قوموں کی تاریخ سے واضح طور پر ثابت ہوتی ہو۔ قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کی قطعی دلیل ہے ۔

غزوات نبوی میں سے خاص خاص غزوات کے متعلق تین پیش گوئیاں

غزوۂ بدر کے متعلق:..... وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (سورۂ انفال)

اللہ نے تم سے وعدہ کیا کہ دشمن کے دو گروہوں میں سے ایک تم کو ملے گا اور تم لوگ یہ چاہتے تھے کہ غیر مسلح گروہ تم کو ملے اور اللہ کا ارادہ یہ تھا کہ حق کو اپنے حکم سے حق کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے ۔ (سورۂ انفال)

غزوۂ بدر میں ایسے مسلمان شامل تھے جو اچھی طرح سامان جنگ نہ بنا سکے تھے ۔ لہذا ان کی تمنا یہ تھی کہ ان کی مڈبھیڑ ایسے ہی دشمن کے ساتھ جو مسلح نہیں ہوتا کہ مقابلہ برابر کا ہوگا ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان دشمنوں کو سامنے لا ڈالا جو آلات حرب سے پورے مسلح تھے ۔ لڑائی کے لیے تیار ہو کر آٹھ منزل آگے بڑھ آئے تھے اور انہوں نے صاف صاف اعلان کر دیا تھا کہ ان کا مقصد مدینہ پر یورش کرنا ہے ۔ یہ تعداد میں بھی مسلمانوں سے سہ چند زیادہ تھے ۔ بظاہر مقابلہ کسی طرح نہ ہو سکتا تھا ۔ لیکن رب الافواج کا کلام پورا ہوا ۔ اہل حق کی فتح ہوئی اور کافروں کو ایسی رسوائی اور ذلت کی شکست ملی کہ کفر کی جڑ کٹ گئی ۔

غزوۂ بدر کے متعلق آیت ذیل میں بھی پیش گوئی ہے: سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ جماعت شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے گی ۔ صحیح بخاری میں عکرمہ سے روایت ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب کفار کو بدر میں شکست فاش ہوئی تب سمجھ گئے کہ اسی جماعت کی شکست کا اعلان آیت بالا میں فرمایا گیا تھا ۔

غزوۂ خیبر کی پیش گوئی:..... جس میں مبایعین بیت الرضوان کی بھی ایک پیش گوئی شامل ہے: لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝

اللہ سب مؤمنوں سے خوشنود ہوا ۔ جب کہ وہ درخت کے نیچے تیری بیعت کر رہے تھے ۔ اللہ نے ان کے دلوں کو

جانچ لیا اور ان پر سکینہ ووقار نازل فرمایا اور فتح قریب کو ان کا انعام بنایا۔ | سورہ فتح |

یہ آیت صلح حدیبیہ کی ہے۔ حدیبیہ میں مسلمانوں نے دیکھا کہ جو حق عبادت چار ہزار سال سے تمام دنیا کو بلا روک ٹوک کے حاصل تھا۔ یعنی بیت اللہ میں پہنچ کر عمرہ ادا کرنا، اس سے مسلمانوں کو روکا جاتا ہے۔ جہاں کسی دشمن سے دشمن کو بھی گزند نہ پہنچایا جاتا تھا۔ جہاں باپ اور بیٹے کے قاتل کو بھی کوئی گرفتار نہ کرتا تھا۔ وہاں خلیل الرحمن کے بچوں کو جانے سے اور سنت ابراہیمی کے مطابق عبادت کرنے سے منع کیا جاتا ہے۔ لات ومنات، عزیٰ و ذوالخویصہ کے ماننے والے پتھروں، درختوں، مورتیوں، استھانوں پر ناک رگڑنے والے ستارہ پرست، تثلیث پرست، دہریے، نفس پرست، خود پرست لوگ مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے حرم کی سرزمین پر آتے جاتے ہیں۔ لیکن ان اللہ کے بندوں کو جو احرام باندھے ہوئے، ہدی وبدن (قربانی کے جانور) ساتھ لائے ہوئے ہیں۔ ایک قدم آگے نہیں بڑھنے دیا جاتا۔ یہی مصائب کچھ کم نہ تھے کہ اتنے میں ابوجندل رضی اللہ عنہ آجاتے ہیں، پاؤں میں زنجیر لگی ہوئی ہے۔ جو گھسٹتی آتی ہے۔ سانس پھولی ہوئی، معلوم ہوا کہ مکہ میں ان کو اس جرم میں قید کیا گیا تھا کہ وہ اسلام لے آئے ہیں۔ اب ان کو بھاگنے کا موقع ملا۔ لشکر اسلام میں پہنچ گئے ہیں۔ اس مظلوم کو حاصل کرنے کے لیے کفار نے کہا کہ وہ باہمی عارضی صلح کرنے پر رضامند ہیں بشرطیکہ ان کو یہ قیدی واپس کر دیا جائے۔

قومی فائدہ پر ایک شخص کی آزادی کو قربان کرنا پڑا۔ نبی ﷺ کے دیدار اور حضور کی بشارت سے ابوجندلؓ بھی اتنا شادکام تھے کہ اسے پھر قید میں جانا کچھ گراں معلوم نہ ہوتا تھا۔ الغرض! یہاں مسلمانوں کو اس قدر ضبط وصبر اور سکون ووقار وحلم کا نمونہ بننا پڑا کہ نزول سکینہ ربانی کے بغیر کوئی شخص ایسی دل شکن وروح فرسا حالتوں کو برداشت نہیں کرسکتا۔ یہ بھی ایک امتحان تھا۔ اس میں کامیابی کے بعد اور مدینہ پہنچنے کے دو ہفتہ پیچھے حکم ہوا کہ یہی لوگ اور صرف یہی لوگ یہود ان خیبر کے مقابلہ کو جائیں۔ وہ جنہوں نے گیارہ قلعے مستحکم کر رکھے ہیں جو منجنیق وغیرہ آلات کا استعمال کرتے ہیں جس سے عرب بالکل ناواقف تھے۔ جنگ خیبر میں انہی مسلمانوں نے جلادت وبسالت، جوانمردی وشجاعت، فنون حرب سے واقفیت، مدافعت وپیش قدمی کے ایسے ایسے جوہر دکھائے۔ کھلے میدانوں کو اور چوڑی چوڑی خندقوں سے محصور قلعہ جات کو، سنگین دیواروں، مضبوط حصاروں کو انہوں نے اس طرح جیت لیا کہ ان کے سامنے کوئی شے بھی ٹھہر نہ سکی۔

پیش گوئی بالا میں مسلمانوں کی دونوں صفت کا ذکر بتایا گیا ہے اور دنیا کو دکھلایا ہے کہ مسلمانون نے جو ظلم وآلام اسلام میں برداشت کیے، ان میں لاچاری ومعذوری کا اتنا دخل نہ تھا جتنا مسلمانوں کی اس قوت ارادی کا تھا کہ دین حقہ کے مقابلہ میں ہر ایک مصیبت کو شرح خاطر اور کشادہ روئی سے سہہ جانا ہی اشاعت دین کا بہترین ذریعہ ہے۔ ورنہ بڑی سے بڑی قوم، حرب آزما قوم، زرومال کی قوم، قلعوں والی قوم (یہودی) کی ہستی بھی ان کے سامنے ہیچ تھی۔

جس وقت نبی کریم ﷺ حدیبیہ سے واپس ہوئے تھے اور اڑھائی سو میل سفر کرنے اور مکہ کی سرحد پر پہنچ جانے کے بعد صرف پانچ میل ورے سے واپس آگئے تھے تو کفار نے اور سارے عرب نے مسلمانوں پر کیا رائے قائم کی ہوگی۔ یہی رائے ہوسکتی ہے کہ قریش کے سامنے یہ ننگے بھوکے بے سروسامان کر ہی کیا سکتے تھے، لیکن جب انہی

لوگوں نے مدینہ سے ۸ منزل پر لے جا کر خود سر، امن شکن، مایہ فساد، دشمن امن عامہ، مکاران یہود کو فتح کر لیا تب کس حقیقت کا انکشاف ہوا ہوگا۔ یہی کہ ان لوگوں کا خضوع وخشوع صرف از راہ تقویٰ ہے۔ ان لوگوں کا عجز و مسکنت صرف بہ تعمیل احکام دین حقہ ہے۔ یہ وہ شیر ہیں کہ جب تک ان کو نہ چھیڑا جائے، تب تک کسی پر حملہ آور نہیں ہوتے۔ غرض! یہ پیش گوئی پوری ہوئی اور اہل ایمان کے دو مختلف ومتضاد صفات کمال کو دکھلا کر پوری ہوگئی۔

آیت بالا میں لفظ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ مزید تدبیر طلب ہے۔ سکینہ الٰہی کا فیضان یہ ہے کہ قلب کی حالت کبھی آیندہ بھی متزلزل نہ ہو۔ لہٰذا یہ ایک پیش گوئی ہے کہ بیعت الرضوان والے ہی وہ باایمان بزرگ ہیں۔ جن کے ایمان میں کبھی تزلزل واقع نہ ہوگا۔

غزوۂ احزاب کی پیش گوئی:..... مسلمانوں پر یہ بڑے زور کا حملہ تھا۔ یہودی، قریشی، نجدی، کنانی وغیرہ سب ہی قبائل اس حملہ میں شامل ہو گئے تھے اور غضب یہ تھا کہ مدینہ کی آبادی کے اندر رہنے والے یہودی ان حملہ آوروں سے ملے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کی کمزوریوں کی اطلاع اور ان کی تدابیر کی خبر لحہ بہ لحہ دشمنوں تک پہنچا رہے تھے۔ مسلمانوں کے کلیجے منہ کو آ رہے تھے اور کفار کی شوکت وقوت کو دیکھ کر گہری سوچ میں پڑ گئے۔ اعداء کی فوج مختلف لشکروں کا مجموعہ تھی۔ ہر ایک لشکر حزب کہلاتا تھا اور مجموعہ کو جند کہتے تھے۔ کفار کو اپنے باہمی اتفاق اور مکمل ساز وسامان پر بڑے بڑے غرور تھے۔ اب کلام اللہ سنو۔

ایک فوج ہے جو بہت سے لشکروں پر مشتمل ہے، اسے اس جگہ ہزیمت ہوگی۔

فرمایا: اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾

کیا دشمن یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم سب متفق ہوئے اور سب چڑھ آئے ہیں، اس لیے فتح ونصرت ہماری ہوگی۔ مگر تم عنقریب دیکھ لو گے کہ تمام جمعیت ہزیمت کھائے گی اور سب پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ [سورۂ القمر]

اسی پیش گوئی کے مطابق ہوا کہ نزول آیات سے پچیس دن بعد محاصرہ رکھنے والے قبائل کی فوج میں پھوٹ پڑ گئی اور دو راتوں رات سب چمپت ہو گئے اور اس واقعہ کے بعد کسی غیر قوم کو مدینہ پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

یہودیوں اور منافقین کے معاہدات پر دو پیش گوئیاں:..... اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ۔

آپ نے منافقین کی حالت پر غور کیا جو اپنے بھائیوں کافر اہل کتاب سے کہہ رہے ہیں:

① ..... اگر تم نکالے گئے تو ہم تمہارے ساتھ نکل چلیں گے۔

② ..... ہم تمہارے معاملے میں کسی کی بات نہیں مانیں گے۔

③ ..... اور اگر تم سے جنگ ہوئی تو ہم تم کو ضرور مدد دیں گے۔ [سورۂ حشر]

اس معاہدہ پر پیش گوئی:..... وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۱﴾ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ

اللہ بتاتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں، اگر یہودی نکالے گئے تب یہ منافق ان کی ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر یہود سے جنگ ہوئی تو منافق یہودیوں کو مدد نہ دیں گے۔ [سورۂ حشر]

چنانچہ ایسا ہی ہوا، بنونضیر نکالے گئے اور منافقین نے نہ ان کا ساتھ دیا اور نہ ان کو مدد دی۔ قرآن مجید نے یہ بھی بتلا دیا تھا:

وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ (سورہ حشر)

اگر منافقین ان یہودیوں کی مدد بھی کریں گے، تب بھی پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے اور پھر یہودیوں کو بھی مدد نہ ملے گی

یہود ان بنوقریظہ کے موقع پر منافقین نے ان کو مدد بھی دی۔ لیکن پھر ہز بران اسلام کے سامنے سے بھاگنا ہی پڑا اور بالآخر یہودیوں کے ساتھ منافقین کی طاقت وقوت کا بھی خاتمہ ہو گیا اور پیش گوئی کا یہ آخری حصہ بھی پورا ہو گیا۔

یہودیوں کے کفر کی خبر اور ایسی قوم کے اسلام کی خبر (پیش گوئی) جو کبھی کفر نہ کرے گی:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾

یہ وہ لوگ ہیں جن کی قوم کو ہم نے کتاب اور حکومت اور نبوت عطا کی تھی۔ اگر یہ لوگ اسلام سے انکار کریں تو ہم نے ایسی قوم کو تیار کر رکھا ہے جو کبھی انکار و کفر نہ کرے گی۔ [سورۃ انعام]

یہ آیت سورۂ انعام کی ہے اور سورۂ مذکورہ مکیہ ہے۔ جب کہ اسلام نے ابھی مکہ سے باہر قدم نہ رکھا تھا۔ پیش گوئی میں بتلایا گیا ہے کہ اگر یہ سود خوار یہودی ایمان نہ لائیں گے تو کیا ہوا۔ دیکھو! وہ بڑے بڑے خود سر قبائل جو حکمرانی و مطلق العنانی میں صدیوں سے کسی کو خاطر میں نہیں لاتے۔ وہ آیاد و قضاعہ اور ربیعہ، مضر سب کے سب تیرے منقاد و مطیع ہونے والے ہیں وہ: شہر بن بارام ملک صنعاء۔ منذر بن ساوی ملک البحرین۔

جیفر وعیاذ افرزندان جلندی، فرمانروایان عمان، تیری اطاعت میں آنے والے ہیں۔

اصحمہ نجاشی ملک حبشہ، اکیدر شاہ دومۃ الجندل تیرے زیر فرمان ہونے والے ہیں۔

وہ ذی الکلاع حمیراء جسے اس کی رعایا سجدہ کیا کرتی تھی اور جس کے جلو میں اس کے ایک ہزار غلام چلا کرتے تھے۔

وہ ذی طلیم، ذی زور، ذی مران، ذی عمرو، جو شاہان تاجدار تھے اور جن کے خاندانوں میں پشتہا پشت سے تخت و تاج چلا آتا تھا۔ تیری خدمت میں کمر بستہ حاضر ہونے والے ہیں۔ ان شاہان تاجدار کے حالات کو پڑھو، جن کا علاقہ حجاز سے بڑا، جن کی فوج آنحضرت ﷺ کے حاضر باشان بارگاہ سے بہت زیادہ تھی، جو نہ کسی کے رعب میں آنے والے تھے اور جن کو کوئی طمع و حرص مال و منال کی نہ تھی۔ جن کے علاقہ جات میں مبلغین اسلام کے سوا کبھی ایک مجاہد و غازی بھی نہ گیا تھا۔ کیونکہ خود بخود انشراح خاطر اور طوع کلی و رغبت طبعی مسلمان ہو گئے تھے۔

یہ سب کچھ رب العالمین ہی کی قدرت کے کام تھے کہ ایک یتیم، بیوہ کے بچہ کی ہیبت اس قدر چھا جاتی ہے کہ بادشاہ لرزہ براندام ہیں اور ایک خاک نشین سنگ برشکم بستہ کی محبت دلوں میں اتنا قیام پکڑ لیتی ہے کہ سب کی سب جان و مال کو فرش راہ کیے ہوئے ہیں۔ آیت میں لفظ وَكَّلْنَا پر غور کرو۔ دہری پیش گوئی ہے۔ ادھر ان لوگوں کے دلوں کو منقاد کر دینے کی اور حضور ﷺ [فداہ ابی وامی] کو یہ نظارہ دکھلا دینے کی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ ملک جو خلیج فارس، بحر احمر، بحر روم اور کوہستان شام کے درمیان واقع ہے سرتاسر ایک ہی کلمہ کا گویا، ایک ہی ملت کا شیدا، ایک ہی ذات قدسی صفات پر فدا اور ایک ہی دین فقیہ پر عمل پیرا ہو گیا تھا۔ دیکھو پیش گوئی میں کتنی وسعت تھی اور کس صداقت کے ساتھ نزول آیات سے دس بارہ سال کے اندر اندر ہی نور گستر ہوئی۔

ارتداد اور مسلمانوں کی تعداد میں بیشی وافزونی کی پیش گوئی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ (سورہ مائدہ: ۵۴)

اے ایمان والو! تم میں اگر کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو خدا ایسی قوم کو لائے گا، جس سے وہ محبت کرے گا اور جو خدا سے محبت کرتے ہوں گے۔ وہ ایمان والوں کے لیے متواضع اور کافروں کے لیے سخت ہوں گے وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ [سورہ مائدہ: ۵۴]

آیت میں بطور پیش گوئی بتلایا گیا کہ مسلمانوں میں سے کوئی کوئی مرتد بھی ہو جایا کرے گا۔ پھر بطور پیش گوئی بتلایا کہ ایسے انفرادی نقصان کے وقت اللہ تعالیٰ بڑی بڑی قوموں کو گرویدہ اسلام فرما دے گا۔ خدا کے ساتھ ان کے معاملات محبت وخلوص کے ہوں گے۔ اہل ایمان سے ان کے تواضع وانکسار کے ہوں گے۔

دشمنان دین کے ساتھ وہ غلبہ وفتح وعزت ونصرت کا کرشمہ دکھلائیں گے۔ وہ دنیا کی جھوٹی تعریف یا جھوٹی ہجو سے بالاتر ہوں گے۔ وہ عملاً وفعلاً خدا کی راہ میں سرفروش وجاں نثار ہوں گے۔ اس آیت کا ابتدائے اسلام سے تا ایں دم ہمیشہ ظہور صدق رہا ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ رہے گا۔

نبی ﷺ کے انتقال کے بعد مسیلمہ کذاب اٹھا اور اس کے ساتھ ہزاروں لوگ ہو گئے۔ اس کا ارتداد بھی نرالا تھا۔ مسیلمہ اور اس کے اتباع سب کے سب دبی زبان سے نبوت محمدیہ ﷺ کا اقرار کرتے تھے، مگر مسیلمہ کے لیے بھی نبوت ثابت کرتے تھے۔ اسی قوم کے اندر ثمامہ بن اثال الحنفی ؓ اور ان کے اتباع میں ایسے موجود تھے جو مرتدین کے ساتھ جنگ آزما ہوئے اور انہوں نے قومیت یا قرابت کا ذرا لحاظ نہیں کیا۔

اسود عنسی نے دعویٰ نبوت کیا اور اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے فیروز اور ذاذیہ کو جو فارسی النسل اور صاحب فضل و کمال ہیں، کھڑا کر دیا۔ جنہوں نے اس کی تمام شوکت وقوت کو خاک میں ملا دیا۔ طلیحہ وسجاح نے بھی دعوی نبوت کیا اور اسی اطراف کی اقوام وقبائل نے ان کو ایسا سیدھا بنایا کہ بالآخر ارتداد سے توبہ کر کے داخل اطاعت اسلام ہو گئے اور پھر کبھی خدمت اسلام میں کوتاہی نہ کی۔ ملوک بنی امیہ کا ظلم وجور بڑھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اہل خراسان کو اٹھایا اور انہوں نے ان کی سلطنت کو تہہ وبالا کر ڈالا۔ جس کا نتیجہ عباسیوں کا صاحب وسیم واورنگ ہونا نکلا۔

عباسیوں نے جہاد میں تعاون کیا تو اللہ تعالیٰ نے سلاطین اندلس کو مغرب میں اور آل بویہ وآل سبکتگین کو مشرق میں اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کھڑا کر دیا۔ تباہی بغداد میں خود مسلمانوں نے کفار کا ساتھ دیا اور ترکان خونخوار کے ہاتھوں اس عروس البلاد کو غارت کرایا۔ اللہ تعالیٰ نے خود اس قوم ترک میں اسلام داخل کر دیا۔

وہ ترک جنہوں نے بغداد کو ایسا تباہ کیا تھا کہ گلیاں خون سے رنگین اور دریائے دجلہ قلمی کتابوں کی روشنائی سے سیاہ تھا۔ یورپ میں جو اسلام کا جھنڈا قائم کرنے والے ثابت ہوئے۔ وہی خادم حرمین شریفین کہلانے کو سلطان بن سلطان کہلانے سے زیادہ فخر کرنے والے ٹھہرے۔ آریہ نے ملکانہ میں شدھی کا رواج دیا اور کچھ مسلمانوں کو مزید مرتد بنایا تو خود انہی میں سے کنور عبدالوہاب خان جیسے اٹھے جنہوں نے ہندو نما لوگوں میں اسلام پھیلایا۔

شمس الاسلام محمد امین و خالد لطیف گابا جیسے ہندو بیرسٹروں اور تعلیم یافتہ لوگوں نے اسلام کا اعلان کیا اور خود آریہ کے مبلغین نے آگرہ وغیرہ کے علماء کے ہاتھوں پر بیعت اسلام کی۔

یورپ میں کنگ جارج کے قریبی بھائی سر جارج ہملٹن نے اظہار اسلام فرمایا اور اس طرح پر اسلام تخت انگلستان کے قریب تک پہنچ گیا۔ لارڈ ہیڈلے، محمد پکتھال، خالد شیلڈرجیسے صاحبان علم و فضل حاشیہ برداران اسلام بنے۔

نئی دہلی کے رقبہ میں اگر کوئی پرانی مسجد شہید ہوگئی تو دارالسلطنت فرانس کے شہر پیرس کے وسط میں مسجد جامع تیار بھی ہوگئی اور جرمنی کے شہر میں آٹھ ہزار نمازیوں پر سایہ کرنے والی مسجد بھی رونق افزائے فضا بن گئی۔ شہر لندن میں بھی مسجد کے لیے زمین حاصل کی جا چکی ہے اور تعمیر شروع ہونے والی ہے۔

ملکانہ کے جاہل علاقہ میں چند نفوس نے اسلام چھوڑا تو چین و افریقہ کے ممالک میں کئی کروڑ مسلمانوں کا اضافہ بھی ہوگیا۔ قسطنطنیہ میں مسلمان ہونے والوں کی تعداد میں نمایاں ترقی ہوئی۔

یہ جملہ برکات و آثار اور ترقی تعداد افزونی شمار و کثرت انوار اسی آیت مبارکہ کی پیش گوئی کے تحت میں معدود ہیں اور یہی حالت تا انجام دنیا برابر چلی جائے گی۔ ایک شخص کے مرتد ہونے سے دس داخل اسلام ہوں گے۔ لوگوں کا یہ بھرم بھی جاتا رہے گا کہ اگر ہم لوگ بھی غیروں کو اپنے دھرم میں شامل کرلیا کرتے تو مسلمانوں کا مقابلہ کرسکتے۔

وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝

یہودیوں کے متعلق ۹ پیش گوئیاں

① ..... یہودی مسلمانوں کا معمولی اذیت و آزار کے سوا اور کچھ نقصان نہ کرسکیں گے اور اگر مسلمانوں سے لڑائی میں مقابل ہوئے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے:

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۭ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝

یہودی پس پردہ سازشیں کرتے رہے۔ قبائل عرب کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے رہے۔ خود جاسوسی کرتے رہے۔ بغاوت کرنے والوں کو چپکے چپکے روپیہ پیسے کی امداد اور اسلحہ جات سے اعانت کرتے رہے۔ اس پر بھی ان کا کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوا تو میدان میں نکل آئے۔ یہ لوگ فنون حرب سے زیادہ واقف تھے۔ سارے عرب میں آلاتِ قلعہ شکن انہی کے پاس تھے۔ منجنیق کا استعمال صرف یہی لوگ جانتے تھے۔ اس لیے عرب کا ہر ایک قبیلہ ان سے دبتا تھا۔ ایسے لوگوں کی شکست فاش کی پیش گوئی ایسے تھی جس کا کفار کو ہرگز یقین نہ تھا۔ لیکن ارباب تاریخ کے سامنے یہود ان بنو قینقاع، بنو نضیر، بنو قریظہ، خیبر، فدک تیماء کے واقعات موجود ہیں۔ ہر ایک کا انجام اسی پیش گوئی کے مطابق ہوا۔ آیت بالا میں تین پیش گوئیاں ہیں:

الف ..... ایذا دہی سے بڑھ کر وہ کوئی نقصان مسلمانوں کا نہ کرسکیں گے۔

ب ..... مقابلہ میں آئے تو کھلی شکست کھائیں گے۔

ج ..... شکست کے بعد کوئی ان کی مدد کو بھی کھڑا نہ ہوگا۔

سینکڑوں میل کے بسنے والے متعدد قبائل پر ایسی زبردستی پیش گوئی کا اعلان صرف وہی پروردگار عالم فرما سکتا ہے جو مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا کا مالک ہے اور جسے وہ چاہتا ہے اسی کو فتح ونصرت عطا فرماتا ہے۔

(۲) ..... یہودی موت کی تمنا نہ کریں گے: قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۔ [سورۂ جمعہ]

یہود کا عام دعوی یہ تھا کہ ہم فرزندان خدا ہیں اور ہم برگزیدگان الہ ہیں۔ قرآن نے بتلایا کہ اگر تم کو اس دعوی کی صداقت پر خود یقین ہے تو اپنے لیے موت کی دعا مانگو۔ یہ مسلمہ ہے کہ اولیائے ربانی کے لیے حیات دنیوی حجاب ہے یہ حجاب اٹھ جائے تو دوست دوست کے وصال سے شادکام بن جائے۔ عربی میں مثل ہے:

اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ موت وہ پل ہے جو حبیب کو حبیب سے ملا دیتا ہے۔

کسی ولی کی جانب سے تمنائے موت کے معنی عرضداشت وصال ہیں اور ایسی عرض ومعروض کا بار بار پیش کرنا اور ہر بار اس پر اصرار کرنا لوازم محبت وولایت میں سے ہے۔ یہاں یہودیوں سے فرمایا گیا کہ ایک دفعہ ہی موت کی تمنا کا اظہار اپنی زبان سے کرو۔ اس کے بعد بطور پیش گوئی فرمادیا کہ یہودی ایسا کبھی نہ کریں گے اور اس کی وجہ بھی بتلادی کہ اگرچہ ایسے ایسے دعاوی کی لاف وگزاف ان لوگوں کی زبان پر جاری ہے۔ مگر اندر سے دل پکڑا ہوا ہے۔ معاصی وسیئات کا نقشہ آنکھوں کے سامنے جما ہوا ہے۔ دل ودماغ پر افعال شنیعہ کا اتنا قبضہ ہے کہ موت سے نفرت ہے۔ خدا کے حضور میں جانے سے طبیعت گریز کرتی ہے۔

یہودی اگر سچے ہوتے تو قرآن کو جھٹلانے اور اپنے دعویٰ کی زبانی صداقت جتلانے کے لیے یا مسلمانوں کو سنانے ہی کو ایک دفعہ کہہ دیتے کہ ''الٰہی موت دے۔'' لیکن یہ اخبار تو منجانب اللہ ہو چکا تھا کہ ایسا نہ ہوگا۔ اس لیے اتنا لفظ کہتے ہوئے زبان پر قفل پڑ جاتا تھا اور منہ پر مہر لگ جاتی تھی اور ایسے موقع پر کافر ومشرک بھی یہودیوں کی ''خردر گل مائدہ'' حالت دیکھ کر ہنس دیتے تھے۔ اس پیش گوئی کا مدعا یہ تھا کہ دنیا جہاں کے سامنے یہودیوں کے جھوٹے ادعاء (اولیاء انبیاء اللہ ہونے کی حقیقت کو ظاہر فرمادیا جائے اور بتلادیا جائے کہ اس صاحب جبروت اور ملک الموت کے حضور میں کسی آفریدہ مخلوق کو بڑا بول بولنے کی جرات نہیں ہوسکتی۔)

یہودیوں کے متعلق تیسری پیش گوئی: ..... ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ

اور ڈال دی گئی ہے ان پر ذلت، جہاں کہیں بھی وہ پائے جائیں، بجز اس کے کہ اللہ کی ذمہ داری سے رہیں۔ یا لوگوں کی ذمہ داری سے رہیں۔ [سورۂ آل عمران: ۱۱۲]

اس آیت میں بتلایا گیا ہے:

الف ..... کہ آئندہ کو یہود دنیا میں ایک آزاد قوم کی شان سے آباد نہ رہ سکیں گے۔

ب ..... بتایا گیا ہے کہ وہ ذلت ومسکنت کا نشانہ رہیں گے یعنی ان کی اپنی سلطنت کوئی نہ ہوگی۔

ج ..... بتایا گیا ہے کہ یا تو ان کو مسلمانوں کے ماتحت جزیہ گزار ہو کر رہنا پڑے گا، اسی کو بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ فرمایا کیونکہ ذمی قوم کو خود اللہ تعالیٰ نے حقوق عطا فرمائے ہیں۔

د..... یا ان کو دیگر اقوام کا ٹیکس گزار اور باج دہ ہو کر رہنا پڑے گا۔ جسے آیت بِحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ میں فرمایا ہے گویا ایک آیت کے اندر چار پیش گوئیاں ہیں۔ اس آیت کے مابعد زمانہ پر نظر ڈالو، کیا کسی جگہ دنیا کے پردہ پر اس قوم کی آزاد حکومت قائم ہے۔ کیا لاکھوں کروڑوں میں ایک بھی شخص ایسا ہے جو غیر قوم کا ٹیکس گزار نہ ہو

ہاں بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰہِ کی تاثیر یہ ہے کہ وہ ترکی، ایران، مراکو، تیونس میں مسلمانوں کے ماتحت بطور جزیہ گزار پائے جاتے ہیں اور بِحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ کا اثر یہ ہے کہ وہ روس و امریکہ، انگلستان و فرانس وغیرہ میں دیگر اقوام کے ماتحت آباد ہیں اور جملہ اقسام کے ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ جنگ عظیم ۱۴ تا ۱۹۱۸ء میں یہودیوں نے کروڑوں، اربوں روپیہ (متحدین) کو اس لیے دیا کہ ان کی بھی ایک چھوٹے سے رقبہ پر آزاد سلطنت تسلیم کر لی جائے، ہر ایک قوم نے جو سینکڑوں من سونا ان سے لے رہی تھی۔ سمجھ رکھا تھا کہ مفتوحہ علاقہ میں سے ان کی درخواست کو پورا کر دیا جائے گا۔ جب جنگ عظیم ختم ہو گئی اور ایفائے مواثیق کا وقت آیا تو یہودیوں سے کہا گیا، وہ سب فلسطین میں آباد ہو سکتے ہیں اور وہاں کی حکم بردارانہ حکومت ان کو مل سکتی ہے۔ یہ شرط ابھی تک پورے طریق سے پوری نہیں ہوئی اور فلسطین کے سابقہ باشندوں نے ابھی تک یہودیوں کے تفوق کو بھی تسلیم نہیں کیا۔ خیر تعمیلی صورت کو چھوڑ کر دیکھنا تو یہ ہے کہ یہودیوں کے سامنے کیا چیز پیش کی جاتی ہے۔ حکم بردارانہ حکومت!

اب قرآن مجید کے الفاظ کو غور سے پڑھو کہ بِحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ کا لفظ کتنا وسیع پڑا ہوا ہے۔

ایک کتا کسی امیر کے پاس ہوتا ہے، اسے وہاں دودھ، گوشت وغیرہ سب کچھ ملتا ہے۔ ہاں گلے میں زنجیر بھی ڈال دی جاتی ہے تو کیا اس کا یہ رتبہ ہو سکتا ہے کہ وہ خود کو ایک تہی دست آزاد انسان سے برتر خیال کرنے لگے۔ صرف اس لیے کہ انسان کو ویسی غذا میسر نہیں جیسی مسٹر ڈاگ کو ملتی ہے۔ بعینہٖ یہی پوزیشن فلسطین میں یہودیوں کی قائم کی گئی ہے۔ مگر بِحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ کی زنجیر ضرور گلے میں پڑی رہے گی اور یہ وہ زبردست پیش گوئی ہے جن کے سامنے تمام یورپ کے وزراء دول کی ڈپلومیسی بھی عاجز ہے۔

یہودیوں کے باہمی فرقوں کے اندر عداوتِ ابدی کی پیش گوئی

فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ (سورۂ مائدہ)

ہم نے ان کے درمیان عداوت اور بغض قیامت تک کا ڈال دیا۔

اس وقت یہودیوں میں الگ الگ دو توراتیں ہیں: ایک تورات یونانیہ ہے اور دوسری سامریہ۔

ایک کتاب کے مقلد دوسری کتاب والے کو قطعی کافر جانتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ بات کے روادار بھی نہیں۔ قرآنی پیش گوئی کے مطابق یہ بغض و عداوت تا قیامت اس طرح قائم رہے گی۔

عیسائیوں کے متعلق تین پیش گوئیاں:..... عیسائی دنیا میں مال دنیوی سے متمتع رہیں گے۔

① .....عیسائیوں کو دنیوی مال و متاع ملے گا۔ پھر آخرت میں ان کا فیصلہ ہوگا۔

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِيُّ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۭ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ

عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ

ان لوگوں نے کہا کہ اللہ نے ایک بیٹا بنالیا ہے۔ اللہ تو اس سے پاک ہے اور وہ تو بے نیاز ہے اور آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ اسی کی ملک ہے۔ کیا تمہارے پاس اس کی کوئی سند بھی ہے۔ یا اللہ کے خلاف بے علمی سے باتیں بناتے ہو، کہہ دیجیے کہ جو لوگ اللہ کے خلاف ہیں وہ فلاح نہ پائیں گے، دنیا میں ان کے لیے کچھ حصہ ہے پھر ان کی بازگشت ہماری جانب ہے۔ [سورۂ یونس]

آیت میں صاف پتہ نصاریٰ کا ہے جو مسیح کو ابن اللہ کہتے ہیں اور انہی کی بابت ''مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا'' فرمایا گیا ہے۔

عام لوگ جب نصاریٰ کی کثرت دولت اور فراوانی زر و مال کو دیکھتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں کہ اس سہ تن پرست قوم پر اس قدر افضال و الطاف کیوں ہیں۔ مگر آیت ربانی نے بتلادیا کہ یہ نہ لطف ہے نہ فضل ہے بلکہ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ہے۔ جس کے ساتھ لَا يُفْلِحُوْنَ لگا ہوا ہے۔ (یعنی فلاح و نجاح سے محرومی)۔

یہ تو ممکن ہے کہ کم بین، کوتاہ نظر لوگ اس دولت مندی کی تمنا کرنے لگیں اور قارون کے دیکھنے والوں کی طرح يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا اُوْتِيَ قَارُوْنُ (جو قارون کو دیا گیا ہے کاش ہمیں بھی وہی مل جاتا) کہنے لگیں، لیکن کیا کوئی شخص یہ پسند کرسکتا ہے کہ قارون کی دولت معہ انجام قارون اس کے حصہ میں آئے۔ یقیناً کوئی خردمند ایسا پسند نہیں کرے گا۔ جس کے ساتھ فلاح اور نجات کی نفی لگی ہو۔

خیر یہ بحث تو الگ ہے، اس وقت بہ اقتضائے مقام یہ لکھنا کافی ہے کہ نصاریٰ کے موجودہ تمول اور تعیش کی پیش گوئی قرآن پاک میں موجود ہے اور یہی امر قرآن کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل ہے۔

دوسری پیش گوئی..... کہ عیسائیوں کے باہمی فرقوں میں ہمیشہ عداوت رہے گی۔ وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ [سورۂ مائدہ: ۱۴]

ان میں وہ بھی ہیں جو خود کو نصاریٰ کہتے ہیں، ہم نے ان سے عہد لیا۔ انہوں نے بڑا حصہ اس کا فراموش کردیا۔ ہم نے ان میں عداوت اور بغض کو قیامت تک کے لیے بھڑکا دیا۔ [سورۂ مائدہ: ۱۴]

رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹ، یونی ٹیرین، گریک چرچ، اشین چرچ، انگلش چرچ، امریکن چرچ کے اختلافات اور بغض و عداوت و تکفیر باہمی کے حالات جس شخص کو معلوم ہیں وہ آیت بالا کی تصدیق بخوبی کرسکتا ہے اور جان سکتا ہے کہ یہ کلام یقیناً منجانب اللہ ہے۔

تیسری پیش گوئی..... کہ نصاریٰ دربارہ مودّت اہل اسلام سے زیادہ تر قریب ہیں اور یہود و مشرک، زیادہ دور و بعید ہیں:

وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ [سورۂ مائدہ: ۸۲]

اہل ایمان سے محبت میں قریب تر تو ان کو پائے گا جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں۔

عراق و شام کے عیسائیوں اصحمہ، نجاشی، اکیدر، عدی بن حاتم، ابومریم غسانی وغیرہ حکمرانان ملک کا مطیع اسلام ہوجانا اسی پیش گوئی کے تحت میں تھا۔ آج بھی انگلستان و جرمنی اور امریکہ میں جس قدر اشاعت اور ترقی اسلام کی ہورہی ہے وہ اسی آیت کے تحت میں ہے۔

سلطنت روما و ایران نیز قریش و اہل ایمان کے متعلق پیش گوئی

جس میں دو پیش گوئیاں شامل ہیں:

الٓمّٓ ۝١ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝٢ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۝٣ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۭ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝٤ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝٥ (سورۃ روم)

روما الارض کے قریب مغلوب ہوگیا ہے اور وہ مغلوبی کے بعد چند ہی سال میں غالب آجائے گا۔ حکم تو اللہ ہی کا ہے۔ پہلے بھی اور پیچھے بھی اور اس روز مؤمنین بھی اللہ کی نصرت سے شادماں ہوں گے۔ اللہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا ہے۔ وہی تو غلبہ و قدرت والا ہے اور وہی رحم کرنے والا ہے۔

الارض سے مراد وعدہ کی زمین فلسطین ہے اور ادنی الارض سے شام اور ایشیائے کوچک کا علاقہ ہے جہاں روما والوں کو خسرو پرویز نے شکست پر شکست دی تھی اور ان کو ان ممالک سے نیز مصر سے باہر نکال دیا تھا۔ کلام الٰہی میں یہ اطلاع دی گئی تھی کہ نو سال کے اندر اندر روما والے پھر ایران والوں پر غالب آجائیں گے۔

یہ پیش گوئی ان دنوں بالکل خلاف قیاس و گمان سمجھی جاتی تھی۔ اتنی بڑی شکست کے بعد ایسی فاتح قوم پر غالب آجانا اور وہ بھی نو سال کے اندر اندر اہل دنیا کو محال معلوم ہوتا تھا۔ لہذا ابی بن خلف نے اسی آیت کو قرآن مجید کے صدق و کذب کا معیار ٹھہرایا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مجبور کیا کہ اگر وہ صداقت قرآن پر اعتماد رکھتے ہیں تو شرط لگائیں۔ یہ واقعہ ۷ ہجری نبوت کا ہے۔ صدیق امت نے شرط لگائی، کیونکہ اسلام میں اس وقت تک شرط لگانے کی نہی نہ ہوئی تھی۔

نزول آیات سے سات سال بعد ایسا ہی ہوا۔ روما میں جو خانہ جنگی اور اندرونی بدنظمی ہو رہی تھی وہ جنرل ہرقل کے بادشاہ بن جانے سے جاتی رہی۔ روما والوں نے پھر از سر نو اپنے از دست رفتہ ممالک کو واپس حاصل کر لیا اور مصر و شام، فلسطین و ایشیائے کوچک پھر سلطنت قسطنطنیہ کے ماتحت ہو گئے۔

الفاظ قرآنیہ بشارت در بشارت پر مشتمل تھے، یعنی یہ بھی بتایا گیا تھا کہ مؤمنین کو بھی اس روز نصرت الٰہی حاصل ہوگی۔ ایسا ہی ہوا۔ ادھر اہل کتاب نے آتش پرستوں پر فتح حاصل کی اور ادھر بدر کے میدان میں اہل توحید کو اہل شرک پر غلبہ تام حاصل ہوا۔ غور کرنا چاہیے کہ ایک سطر کی عبارت میں چار قوموں اور چار ملکوں اور دو عظیم الشان سلطنتوں کے متعلق کھلے لفظوں میں پیشن گوئی کرنا اور وہ بھی بہ تعین سن و سال اور پھر اس کا ظاہری الفاظ میں پورا ہو جانا کیا انسانی علم یا انسانی قدرت کی حدود میں ہے۔ ان پیش گوئیوں سے قرآن حمید کا کلام اللہ ہونا بخوبی ثابت ہو گیا۔

فصل

قرآن حمید کا اخبار مستقبلہ کو بیان کرنا ہم نے بطور برہان پیش کیا ہے

اسی طرح قرآن پاک کا اخبار ماضیہ کو بیان کرنا بھی ایک زبردست دلیل اس کے کلام اللہ ہونے پر ہے

قوم ہود، قوم صالح کا مذکور کسی اسرائیلی صحیفے میں نہیں۔ مگر قرآن پاک نے اسے بیان کیا۔ عاد ارم، عاد اولی کا ذکر بھی صرف قرآن مجید ہی نے سنایا۔ سیل عرم کا واقعہ نہایت عظیم الشان تھا اس کا بیان بھی فرقان حمید ہی میں ہے۔ فرعون کے غرق ہو جانے کے بعد مصر پر کچھ عرصہ تک اسرائیلیوں کی حکومت کا پتہ وَاَوْرَثْنَاهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قرآن پاک ہی کے بتانے سے لگا۔ ورنہ تورات اس سے خاموش ہے جیسا کہ مصر کی تاریخ مصر میں معجزات موسوی کے وقوع سے ساکت ہے۔ مسیح اور ان کے کارناموں کا ذکر نہ روما کی ہسٹری میں ہے اور نہ یہود کی تحریروں سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ یہ واقعہ کہ مریم صدیقہؓ کو بھی مدتوں تک تثلیث کا ایک اقنوم تسلیم کیا جاتا تھا، عیسائی نہیں مانتے تھے اور نہیں جانتے تھے۔ قرآن مجید کے اعلام کے بعد جب عیسائی محققین نے اس کے لیے کد و کاوش کی تب ان کو بیان قرآن کی صداقت کا علم ہوا۔

خانہ کعبہ کی عمارت کا بطور مسجد دنیا میں سب سے پہلے تعمیر ہونا اہل تاریخ سے پوشیدہ تھا لیکن اب یہ واقعہ بالکل مسلّم ہے۔ قرآن مجید کا یہ بیان کہ ہر ایک قوم میں اللہ کے رسول بھیجے گئے اور انہوں نے خود اسی قوم کی زبان میں تبلیغ فرمائی اور حجت الٰہی ان پر ختم کی۔ تمام مذاہب کے لیے ایک کنز مدفون تھا اور اسی لیے اسرائیلی پارسیوں کو جھٹلاتے تھے اور پارسی اسرائیلیوں کو اور پھر یہ دونوں مل کر اہل ہند کے مکذب تھے اور اہل ہند ان دونوں کی تکذیب کرتے تھے۔ پھر یہ تینوں مل کر مصریوں کو جھوٹا بتاتے تھے اور مصری ان تینوں کا جھوٹا ہونا سچ سمجھتے تھے۔ پھر یہ چاروں مل کر مشرق بعیدہ چین و جاپان کو دروغ گو کہا کرتے تھے اور چین و جاپان ان چاروں کو۔

اسی طرح کذب و دروغ اور بطلان کا سلسلہ ساری دنیا کو گھیرے ہوئے تھا۔ قرآن کریم ہی نے اس راز کا انکشاف کیا اور قوموں کو قوموں سے، ملکوں کو ملکوں سے قریب تر ہونے کا طریق بتایا۔ قرآن عظیم ہی نے اس سلسلہ کے ختم کر دیے جانے کی اطلاع دی اور سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین فرما کر اقوام عالم کو اس دعوت عامہ اور وحدت ملیہ اور اتحاد کلیہ کا سبق پڑھایا۔ قرآن کریم کا نبی ﷺ کو خاتم النبیین فرمانا ہی تھا کہ یہودیوں، عیسائیوں، پارسیوں، ہندوؤں، مصریوں اور چینیوں کے دل اور زبان پر محکم مہر لگ گئی اور اس اعلام کے بعد کسی نے کسی کو آکاس بانی کا سننے والا، سروش یزدانی سے گفتگو کرنے والا، وحی ربانی کا حاصل کرنے والا تسلیم نہیں کیا اور یہی قرآن حمید کے کلام اللہ ہونے پر دلائل بینہ سے قوی ترین دلیل ہے۔

اب باب خصائص القرآن کو ختم کیا جاتا ہے اور قرآن پاک کی صرف ایک آیت اہل فکر و ہوش کے غور و تدبر کے لیے لکھ دی جاتی ہے اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا لوگ کیوں قرآن پر تدبر نہیں کرتے۔ کیا ان کے دلوں پر قفل لگ گئے ہیں۔

باب سوم:..... خصائص اسلام

فصل: ۱... اسلام ہی دین التوحید ہے

آج دنیا پر صادق ہو گیا ہے کہ ہر ایک مذہب کی صداقت کا معیار اور اس کی سچائی کی دلیل صرف مسئلہ توحید ہے۔ اب تو مناظرہ کے وقت بت پرست بھی اپنے ٹھاکروں اور دیوتاؤں کو وسائط کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں اور اہل تثلیث اور اہل ثنویہ بھی تثلیث و تثنیہ میں توحید ثابت کرنے کی سعی میں لگے ہوئے ہیں۔ ویدانت والے بھی "ودیاستی" کہنے میں اپنی عزت سمجھتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام ہی وہ واحد اور وحید دین ہے، جس نے توحید کو مکمل طور پر بیان کیا ہے۔ اسلام ظاہر کرتا ہے کہ جملہ انبیاء و رسل کی دعوت صرف واحد مسئلہ توحید کی طرف تھی۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾ (سورۃ الانبیاء)

تجھ سے پہلے ہم نے جو بھی رسول بھیجا اسے یہی وحی کی کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں لہٰذا تم سب میری ہی عبادت کرو۔

فرمایا: وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾ (سورۃ الزخرف)

اپنے سے پہلے رسولوں کے حالات معلوم کرو کہ کیا ہم نے کبھی بھی اور کسی کو بھی ذات پاک رحمن کے سوا معبود ٹھہرایا ہے، جس کی عبادت لوگ کیا کریں۔

اسلام ہی کی تعلیم ہے: وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا

اللہ ہی کی عبادت کرو اور اللہ کی عبادت میں کسی شے کی ذرا بھی ملاوٹ، آمیزش اور شرک نہ کرو۔

توحید ہی کا بیان فرمایا گیا ہے: اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ (۴۲:۹)

کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا اوروں کو کارساز بنا لیا، کہہ دو کہ کارساز تو صرف اللہ ہی ہے۔

توحید خالقیت اور توحید قدرت کے متعلق فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ۭ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ۭ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۷۴﴾ (سورۃ الحج)

اللہ کے سوا لوگ جن جن کو پکارتے ہیں وہ ایک مکھی بھی تو نہیں بنا سکیں گے، خواہ وہ سب مل جل کر ہی ایسی کوشش کریں اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین کر لے جائے تو وہ اس سے کچھ چھڑا بھی نہیں سکتے۔ یہاں تو طالب و مطلوب دونوں رہ جاتے ہیں۔ ان لوگوں نے تو اللہ کو اس کی قدر و شان کے مطابق جانا ہی نہیں، بے شک قدرت والا تو صرف اللہ ہی ہے۔ [سورۂ حج]

آیات بالا پر فکر و تدبر اور غور تعمق سے مکرر ثانی کرنا واجب ہے کہ الوہیت، ربوبیت، رحمانیت، ولایت اور قدرت کی صفات میں اللہ تعالیٰ کا واحد و وحید ہونا ثابت کیا گیا ہے اور اسی ثبوت کے ساتھ ساتھ شرک جلی و خفی کی نفی فرما دی گئی ہے۔ یہ اسلام ہی کی توحید ہے، جس کا ثبوت کلام اللہ العزیز سے ملتا ہے اور جس کی تائید علم و عقل اور سمع سے ہر منزل ہر گام پر ہوتی ہے۔ یہ اسلام ہی کی توحید ہے جو فطرت صحیحہ اور عقل سلیمہ کے براہین سے مشید ہے اور جس کا مخاطب ہر ایک وہ قلب سلیم ہے جو روحانیت کی زندگی سے مستفیض ہے۔ اسلام کی توحید کا مسئلہ عیسائیت کی تثلیث کی

طرح نہیں، جس کو پادری لوگ فہم سے بالاتر اور عقل سے بلند تر کہا کرتے ہیں اور جس پر بغیر سمجھنے کے ایمان لانے کو واجب بتایا کرتے ہیں۔ اسلام تو ابتدائے دعوت ہی میں ہر ایک انسان پر اپنی حجت اس طرح قائم فرماتا ہے۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾ (سورۃ الحج)

کیا وہ زمین پر چل پھر کر نہیں دیکھتے کہ ان کے دل سمجھنے والے اور ان کے کان سننے والے ہو جاتے ہیں۔ ہاں! آنکھیں بے نور نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل جو سینہ کے اندر ہیں بے نور ہو جایا کرتے ہیں۔ [سورۂ حج]

آیت بالا میں قلوب اور عقل، اذان اور سمع، ابصار اور عمی کے الفاظ موجود ہیں اور اس سے ثابت ہے کہ اسلام سمع و بصر کو اور قلب و بصیرت کو مخاطب ٹھہراتا اور انہی براہین پر اثبات توحید کے ایوان کو استوار کرتا ہے۔

اسلام ہی ہے جس نے توحید کو مکمل بیان کرنے میں توحید فی العبادت، توحید فی الاستعانت، توحید فی القدرت، توحید فی التصرف، توحید فی الذات، توحید فی الصفات کے الگ الگ عنوانات قائم کیے اور ہر ایک عنوان کے تحت میں اللہ تعالیٰ کے کلام اور نبی ﷺ کے ارشاد سے ان مسائل کو محکم و قوی بنایا۔ آیات ذیل پر غور سے تدبر کرو، تاکہ عنوانات بالا کے متعلق آپ کی معلومات میں وسعت پیدا ہو، ایمان بڑھے اور یقین ترقی پائے۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہم صرف تجھ ہی سے استعانت چاہتے ہیں۔

صاحب کشاف نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: وَتَقْدِيْمُ الْمَفْعُوْلِ لِقَصْدِ الْاِخْتِصَاصِ یعنی لفظ نَعْبُدُ اور لفظ نَسْتَعِيْنُ سے پہلے اِيَّاكَ لانے سے یہ فائدہ نکلا کہ عبودیت اور استعانت کا خاص اللہ ہی کے لیے ہونا ثابت ہو گیا۔ توحید فی الاستعانت کے متعلق سورۂ یوسف میں ہے۔

الف..... وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ صرف اللہ ہی ہے جس سے استعانت لی جائے۔

سورۂ انبیاء میں ہے:

ب..... وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ ہمارا پروردگار ہی کمال رحمت والا ہے، اسی سے مدد حاصل کی جاتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

ج..... اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ

اے اللہ اپنے ذکر اور شکر کے لیے بہتر عبادت ادا کرنے پر میری مدد فرما۔

توحید علم کے متعلق ملائکہ کا بیان:

د..... سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ (سورۂ بقرہ)

اے رب! تو جملہ عیوب اور نقائص اور ادناس سے پاک ہے، ہم کو علم نہیں لیکن اتنا ہے جتنا تو نے ہم کو سکھایا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیان میدان محشر میں جملہ خلائق کی موجودگی میں اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ ہوگا۔

ہ..... تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ (سورہ مائدہ)

جو میرے دل میں ہے اسے تو جانتا ہے اور جو تیری ذات کے اندر ہے میں اسے نہیں جانتا تو ہی سب غیبوں کا جاننے والا ہے۔

و..... وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ (زخرف) قیامت کا علم تو اسی کے پاس ہے۔

ز..... اِنَّمَا اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ (ھود) یہ کلام تو اللہ کے علم کے ساتھ اتارا گیا ہے۔

ح..... وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ (الانعام) علم غیب اسی کے پاس ہے۔

ط..... اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک اسم "علیم" ہے۔

جب یہ غور کیا جائے کہ قرآن مجید میں اس اسم "علیم" کا استعمال کون سے دیگر اسمائے حسنیٰ کے ساتھ مقرون ہو کر وارد ہوا ہے تو ترکیب ذیل نظر آئے گی:

عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ. عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ. عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ. وَاسِعٌ عَلِيْمٌ. عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ. اَلْخَلَّاقُ الْعَلِيْمُ. عَزِيْزٌ عَلِيْمٌ. فَتَّاحٌ عَلِيْمٌ. سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ. شَاكِرٌ عَلِيْمٌ کے ساتھ ملا ہوا ہے اور اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ کمال علم کے ساتھ قدرت و خبرت، حکمت و وسعت، حلم و خلق، عزت و فتح، سمع و شکر کے اوصاف کا ہونا بھی ضروری ہے اور جو علم کہ ان صفات کے ساتھ ساتھ ہو، وہ انسان و ملک کے علم سے (خواہ وہ انسان و فرشتہ کتنا ہی ذی علم کیوں نہ ہو) بس ارفع و اعلیٰ ہے۔

توحید فی القدرت کی بابت آیات ذیل پڑھو:

اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ (قمر) ہم نے ہر ایک شے کو ایک اندازہ پر پیدا کیا ہے۔

وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَا اَقْوَاتَهَا (فصلت) اور برکت دی ہے اس میں اور مقدر کر دی ہے روزی۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ (المومنون) ہم نے پانی اوپر سے حسب اندازہ نازل کیا۔

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (بقرہ) اللہ کو ہر شے پر قدرت حاصل ہے۔

وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ (شوریٰ) وہ جب چاہے گا تو اپنی قدرت سے سب مردہ جسموں کے گوشت پوست کو جمع فرما دے گا۔

ان آیات میں دکھلایا گیا ہے کہ ہر شے کو ابتداء ہستی میں لانا، پھر اس کے بعد قدر و اندازہ مقرر کرنا پھر اسے معدوم کر دینا، پھر اسے موجود کر دینا، اسی مالک کی قدرت کے اندر ہے۔ آسمان کی برکتوں اور زمین کی طاقتوں پر اسی کی قدرت تسلط رکھتی ہے، مادہ اور روح اس کی مخلوق اور اسی کی قدرت کے تحت میں ہیں۔ فتح و شکست قوموں کا اقبال و ادبار زمانہ کا انقلاب، موسموں کا تغیر، جمادات اور نباتات، حیوانات اور انسان و ملائک کے خواص و مالیت اور کوائف و احوال سب اسی کی قدرت کے تحت میں ہیں۔ یہ وہ قدرت ہے کہ انسانوں کا جانا پہچانا قانون قدرت اس پر احاطہ نہیں کر سکتا۔ یہ وہ قدرت ہے جسے انسانوں کے تجربات، عادات محصور نہیں کر سکتے۔ اس صفت میں اسے مالک کو یکتائی و وحدت حاصل ہے۔ توحید فی الذات والصفات کا بیان بھی بہت وسیع ہے۔ فرمایا:

اِنَّنِيْ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنَا (سورہ طٰہٰ) اللہ تو میں ہی ہوں، میں ہی معبود ہوں اور کوئی بھی معبود نہیں۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾ (ال عمران)

اللہ نے بتایا اور ملائکہ و اہل علم نے بھی ظاہر کیا کہ وہی اللہ ہے، اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں، اسی کا عدل و انصاف قائم ہے، اسی کا معبود ہونا برحق ہے۔ دوسرے کا نہیں وہی عزیز و حکیم ہے۔

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ ﴿۲﴾ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۳﴾ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ (ال عمران)

اللہ ہے اس کے سوا اور تو کوئی بھی الٰہ نہیں۔ اسی نے محمدؐ پر کتاب کو حق کے ساتھ بھیجا۔ یہی کتاب اپنے سے پہلی تعلیم کی تصدیق کرتی ہے۔ اس سے قبل ازیں تورات و انجیل کو نازل فرمایا کہ لوگوں کی راہنمائی ہو۔ اسی نے قرآن کو اتارا۔

هُوَ الَّذِیْ يُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۔ وہی ہے جو انسان کی صورتیں ارحام میں اپنے منشاء کے موافق بناتا ہے

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۲﴾ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ۙ ذِی الطَّوْلِ ۔

یہ کتاب اس اللہ نے اتاری جو قدرت اور علم والا ہے وہ گناہوں کو بخش دینے والا ہے وہ توبہ قبول فرماتا ہے وہ سخت عذاب اور جود و عطا والا ہے۔ (سورۂ مومن)

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (سورۂ مؤمن)

تمہارے پروردگار کا فرمودہ ہے کہ مجھے پکارو مجھ سے مانگو، میں سنوں گا، میں قبول کروں گا۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ (سورۂ مؤمن:۶۱)

اللہ وہی ہے جس نے رات کو تمہارے نفس کے لیے بنایا کہ تم اس میں آرام لو اور دن کو آنکھیں روشن کرنے والا بنایا، بے شک اللہ کے فضل و احسان انسان پر بہت ہیں۔ (سورۂ مومن)

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۔ (سورۂ مؤمن:۶۲)

اے لوگو! یہی اللہ ہے جو تمہاری پرورش کرنے والا ہے۔ وہ ہر شے کا پیدا کرنے والا ہے، اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۔ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۴﴾ هُوَ الْحَیُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۵﴾

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے رہنے کو زمین بنائی اور آسمان کو خیمہ بنایا، اسی نے تمہاری صورتیں بنائیں اور تم کو خوب رو بنایا، اس نے تم کو پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں۔ لوگو! تمہارا پروردگار یہی تو ہے ہاں! اللہ بڑی برکتوں کا بخشنے والا ہے، وہی سب موجود اشیاء کا پالنے والا ہے وہی زندہ ہے وہی سب کا معبود ہے اور کوئی معبود نہیں لہٰذا تم اسی کی عبادت پوری سچائی کے ساتھ بالکل اسی کے بن کر کیا کرو۔ خوبی اور کمال اور وصف و جمال کی سب اقسام کا مالک وہی ہے جو تمام جہانوں کی پرورش فرماتا ہے۔ (سورۂ مومن)

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ (سورۃ انعام)

انسان کے حواس ظاہری و باطنی اس کا ادراک نہیں کر سکتے اور وہ جملہ قوی کا ادراک رکھتا ہے۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۱۱﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۚ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾ (سورۃ الشعراء)

اس کی مثال جیسی بھی کوئی شے نہیں وہ سمیع ہے اور بصیر ہے، آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کی ملک ہیں، وہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کرتا ہے اور اندازہ کا دیتا ہے۔ وہ ہر شے کا علم رکھنے والا ہے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۚ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۲۵۵﴾ (سورۃ البقرۃ)

اللہ ہے، وہی معبود ہے اور کوئی نہیں۔ وہی زندہ و پائندہ ہے۔ اونگھ یا نیند کا اس پر اثر نہیں۔ آسمان اور زمین اور ان کی سب چیزیں اسی کی ہیں۔ کون ہے جو اس کے پاس شفاعت اذن کے بغیر کرے۔ وہ سب کی اگلی پچھلی حالتوں کو جانتا ہے مگر مخلوق اس کے علم کا ذرا بھی احاطہ نہیں کر سکتی۔ اس کا علم آسمانوں اور زمینوں سے فراخ تر ہے، وہ آسمان و زمین کی حفاظت سے تھک نہیں جاتا وہ سب سے بالاتر ہے اور سب سے بزرگ تر ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ﴿۲﴾ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ﴿۳﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴿۴﴾

بتا دے کہ وہ اللہ ہے۔ اللہ ایک ہے اللہ سب کی حاجات کو پورا کرنے والا ہے، نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے، اس کی کفو کا کوئی بھی تو نہیں۔ [سورۃ اخلاص]

ناظرین! میں نے ان آیات کو جمع کر دیا ہے، اگر ان کے معانی اور فوائد پر کچھ تحریر کیا جائے تو اس کے لیے کتاب ضخیم درکار ہے۔ تدبر کرنے والے کو پتہ لگ جائے گا کہ جو توحید اسلام سکھاتا ہے اور قرآن سکھاتا ہے اور قرآن پیش کرتا ہے، وہ فلاسفروں کی توحید سے بالکل ارفع و اعلیٰ ہے، جو جوہر و عرض اور قدیم و حادث ہیولیٰ اور مادہ کے متعلق الفاظ اور فرضی اشکال کا مجموعہ ہے اور جس میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات باقی ہی نہیں رہتی۔

نیز اسلامی توحید اس اعتقاد تجسم سے بھی بالاتر ہے، جس کے الفاظ اللہ تعالیٰ کو ایک مجسم شے بتاتے ہیں اور اس اعتقاد تنزیہہ سے بھی اعلیٰ ہے جس میں نفی صفات کو تقدیس کہا جاتا ہے۔

آیات قرآنیہ سے عرفانِ صحیح حاصل ہوتا ہے اور اسی عرفان سے قلبِ سلیم نورِ یقین سے منور ہو جاتا ہے۔ بیانِ توحید میں اسلام کا یہ اسلوب خاص خصوصیت رکھتا ہے۔



فصل: ۲ ..... اسلام ہی روحانیت کا مذہب ہے

① ..... مذہب کا بحیثیت مذہب نمایاں جوہر یہ ہے کہ اس میں روحانیت موجود ہو، اگر کسی مذہب میں روحانیت موجود نہیں تو اسے مذہب کہنا غلط ہے، بلکہ وہ وہ ایک سوسائٹی جمعیت ہے۔ دنیا میں جس قدر مذاہب قدیم پائے گئے ہیں۔ ان میں سے کوئی مذہب ایسا نہیں، جس نے روحانیت کی موجودگی کا دعوی نہ کیا ہو، عام اس سے کہ وہ دعویٰ کہاں تک صحیح تھا۔ نیز قطع نظر اس سے کہ روحانیت کا مفہوم بھی درست سمجھا گیا یا نہیں۔

یہ مسلمہ ہے کہ انسان نام ہے روح وجسم کے مجموعہ کا۔ جسم کی ضرورت جسمانی اور مادی اشیا میں پوری ہوجاتی ہے، جن اشیا پر ترفہ اور عیش، آسودگی وآرام، ناز ونعمت اور شادمانی ومسرت کے نام اہل دنیا استعمال کرتے ہیں۔ یہ جملہ اشیاء جسمانی ہوتی ہیں اور ان کے استعمال سے جو التذاذ (لذت) حاصل ہوتا ہے وہ بھی مادیت کو لیے ہوئے ہوتا ہے لہٰذا قابل غور یہ رہ جاتا ہے کہ روح کی شادمانی ومسرت کی اشیاء کیا ہیں اور کیوں کر حاصل کی جاسکتی ہیں۔ اس عنوان کے تحت میں ان لوگوں سے خطاب کی ضرورت نہیں، جو روح انسانی کے وجود سے منکر اور روحانیت سے قطعاً بے خبر ہیں، کیونکہ ہمارا مقصود اسلام کو مذاہب عالم کے سامنے پیش کرنا نہ کہ منکرین مذہب کے خیالات کی تنقید۔

الف ..... گوتم بدھ نے روحانیت کا ذکر صاف لفظوں میں نہیں کیا۔ وہ انسان یا روح انسان کے لیے صرف یہی اعلیٰ کمال تصور کرتا ہے کہ انسان دکھ سکھ کی بندشوں سے آزاد ہوجائے، اس کی تعلیم پر گہرا غور کرنے کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ اس کا سبق اخلاق انسانی کے بیان سے آگے نہیں بڑھا۔

ب ..... سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم میں توحید کا بیان موجود ہے۔ اسی قدر جو ابتدائی مراتب ایمان کے لیے ضروری ہے۔ ان کی تعلیم میں رد شرک موجود ہے۔ مگر اسی قدر جو شرک اعظم کے رد کے لیے ضروری ہے۔ بعد ازیں روحانیت کا ذکر نہیں کیا گیا، جس کی وجہ افراد امت کی پست فطرتی ودنیا طلبی تھی۔

ج ..... داؤد علیہ السلام کی زبور میں باب مناجات کھولا گیا ہے۔ بندہ کو اللہ کے حضور میں تضرع وزاری کا طریق سکھایا گیا ہے، لیکن ان مناجات میں بھی نصرت اور فتح اور دشمن کی ہلاکت وخسران کو سب سے بڑا مدعا بنایا گیا ہے اور چند مناجاتوں کے سوا باقی سب اسی رنگ میں رنگین ہیں۔

د ..... سیدنا مسیح علیہ السلام نے آسمانی حکومت اور آسمانی بادشاہت کا لفظ سنایا۔ یہ الفاظ یقیناً روحانیت کے مظہر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سادے دل سے اپنے خالق کے ساتھ محبت کرنے کا بھی ذکر کیا، یہ خالص روحانیت کا سبق تھا، لیکن افسوس کہ سامعین کے عدم ذوق، عدم وجدان اور فقدان تحمل وبرداشت کی وجہ سے اس نیک استاذ کو بھی یہی کہنا پڑا کہ اس مضمون کی تکمیل ''روح الحق'' فرمائے گا۔ (یوحنا ۱۶: ۱۳)

② ..... حدیث پاک میں روحانیت کی تعلیم کو ''الاحسان'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور اس مشہور ومتواتر حدیث میں جسے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیحین نے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم نے روایت کی ہے، اس لفظ کے معنی یہ بتلائے گئے ہیں: اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ

ترجمہ: ..... احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے، گویا تو اسے دیکھ رہا ہے پھر اس طرح کہ اگر تو اسے نہیں

دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس حدیث میں دو مقامات کا ذکر فرمایا گیا۔

ایک یہ کہ انسان خود کو ایسے مقامات پر پہنچائے کہ منظور نظر رحمت بن جائے۔ دوسرا بلند تر مقام یہ ہے کہ اس مقام پر متمکن ہو جائے کہ انوار عرفان کا ناظر ہو جائے۔ اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ روحانیت کا مقصد یہ ہے کہ رابطہ قلب اور نسبت روح رب العالمین کے ساتھ درست اور صحیح ہو جائے اور اس مقصود کے حصول کا ذریعہ ''بندگی'' ہے۔ اس مقصود کی شرح اور حصول مقصود کی توضیح میں اسلام نے جو کچھ بیان کیا ہے، وہ اسی قدر زیادہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں دیگر مذاہب کے بیانات سواں یا ہزارواں حصہ بھی نہیں سمجھے جا سکتے۔ لہذا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ ''اسلام ہی روحانیت کا مذہب ہے۔''

عبودیت:..... اسلام نے عبودیت کا بیان نہایت وضاحت سے کیا ہے کیونکہ روحانیت کا محل اسی بنیاد پر بلند ہوتا ہے۔ بتایا کہ عبودیت کے مظہر قلب اور زبان اور جوارح ہیں۔ اب مختصری تفصیل سنو۔

الف..... واجبات قلب پانچ ہیں:

① ..... **نیت**۔ عادت و عبادت میں فرق کرنا نیت کا کام ہے۔ مراتب عبادت کا تفاوت قائم کرنا نیت کا کام ہے۔

② ..... **اخلاص** اخلاص کا مدعا وحدت مطلوب ہے۔

③ ..... **صدق** اس کا مدعا وحدت طلب ہے۔

④ ..... **انابت** سعی کامل اور توجہ کامل کے ساتھ رجوع الی اللہ کا نام انابت ہے اور توبہ اسی کا پہلا زینہ ہے۔

⑤ ..... **محبت** حبۃ القلب (دانہ دل) کی آبیاری محبت ہی سے کی جاتی ہے اور یہی ایک دانہ پھلتا اور پھولتا ہوا سات بالیاں بن جاتا ہے اور ایک بالی میں سو، سو دانے بن جاتے ہیں۔

ب..... واجبات زبان پانچ ہیں:

① ..... وحدانیت و رسالت کی شہادت

② ..... دوام ذکر۔

③ ..... التزام دعا۔ کسی مدعائے خالص کے لیے دعا کرنا اور شے ہے اور فرائض عبودیت کی ادائیگی کے لیے دعا کو لازم بنا لینا اور شے ہے۔ یہاں یہی صورت مقصود ہے۔

④ ..... تبلیغ۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اسی لفظ کے اندر شامل ہیں۔

⑤ ..... تعلیم۔ ناواقف کو بتانا، نادان کو دانا بنانا، علوم شرعیہ کا پھیلانا۔

ج..... واجبات جوارح کی تفصیل غور سے دیکھو۔

① ..... **واجبات سمع:** کلام اللہ اور حکم رسول اللہ پر کان لگانا نصیحت اور کلمۂ حق کو غور سے سننا۔

② ..... **واجبات بصر:** کائنات کو عبرت و خبرت سے دیکھنا، بصارت و بصیرت سے کام لینا۔

③ ..... **واجبات ذوق:** اکل حلال و حرام اور نشیلی چیزوں سے پرہیز۔

④ ..... **واجبات اعضا:** خضوع و خشوع

⑤ ..... واجبات جسم: قلب کی اطاعت کرنا، ضمیر پاک کے خلاف کسی عضو سے کام نہ لینا۔ یہ سب پندرہ اقسام ہیں اور انہی کے مجموعہ کا نام عبودیت ہے۔

فناء و بقاء ..... بیان روحانیت کے لیے ''فناء و بقاء'' کی شرح بتلانا ضروری تھا۔

حدیث بالا میں جس اولین مقام فَإِنَّهُ يَرَاكَ کی جانب اشارہ فرمایا گیا ہے اسی کو اصطلاح صوفیہ میں مقام فنا کہتے ہیں۔ اس لفظ سے فنائے لغوی مراد نہیں، بلکہ فناء سے مراد ماسوا کا زائل کرنا ہے اور انانیت سے غائب ہو کر شہودِ حق تک پہنچ جانا ہے۔ اسی فنا کے تحت توبہ، تذکرہ، ورع، زہد، اخبات، تبتل، خوف و رجا آجاتا ہے۔ براہین بالا سے واضح ہے کہ اسلام مسئلہ توحید کے اثبات میں کائنات کے ایک ایک ذرہ کو انسان کے مشاہدہ اور غور و تفکر و تدبر کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اسلام ذوق سلیم اور وجدان صحیح کی راہ پر علم اور عقل اور تجربہ اور مشاہدہ کی مصابیح کو روشن کرتا ہے اور پھر اس راہ کے سالک کو مندرجہ ذیل منازل کی سیر کراتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿۱۷﴾ (سورۂ محمد)

اور جو ہدایت یاب ہیں اللہ ان کی ہدایت کو بڑھاتا اور انہیں تقوی عطا کرتا ہے۔

وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ۔ (سورۂ مریم) ہدایت والوں کو ہدایت میں ترقی پر ترقی دیتا ہے۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا (سورۂ توبہ) ایمان والوں کے ایمان میں افزونی بخشتا ہے۔

اور بعد ازاں منزل مقصود پر پہنچا کر یہ بشارت عظیمہ پہنچاتا ہے:

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾ (فجر)

اے اطمینان یافتہ نفس اپنے رب کی طرف رجوع کر خوشی کے ساتھ اور بشارت کے ساتھ۔

توحید کی ضد شرک ہے۔ ردشرک کے دلائل علیحدہ بیان فرمائے:

لَوْ كَانَ فِيْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۔ (سورۂ انبیاء: ۲۲)

اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی بھی معبود ہوتا تو نہ زمین قائم رہتی نہ آسمان قائم رہتا۔

فرمایا: اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ۔ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۔ (سورۂ انبیاء: ۲۴)

کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا کسی اور کو بھی الٰہ بنایا ہے، ان سے کہہ دو کہ اس اعتقاد کے ثبوت میں کوئی برہان تو پیش کرو۔

اسلام ہی بتلاتا ہے کہ جملہ رسل کی اولین اور آخرین دعوت یہی کلمہ مبارک کہہ رہا ہے:

اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۔ (سورۂ اعراف: ۶۵)

اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا اور کوئی بھی تمہارا معبود نہیں۔

یہی وہ کلمہ مقدسہ ہے، جو الوہیت رب العالمین کو دل میں قائم کر دیتا ہے اور یہی وہ کلمہ توحید ہے جو دل کو شرک غیر سے پاک و صاف بنا دیتا ہے، یہی وہ کلمہ ہے جو اثبات کو بقا عطا کرتا ہے اور یہی وہ کلمہ ہے جو نفی کو فنا دکھلاتا ہے۔ اسی آیت کو اعراف میں چار بار، انعام میں دو بار اور آل عمران میں بھی دہرایا گیا ہے۔ بیان توحید کے متعلق فرمایا گیا ہے:

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورۂ انعام: ۱۴)

ان سے پوچھو کیا آسمانوں اور زمین کو وجود بخشنے والے اللہ کے سوا کسی اور کو مددگار بناؤں۔

اب کیا اس کے سوا اور کسی کو ولی و کارساز بنانے کی ضرورت رہ جاتی ہے، کیا کسی اور کو بھی دل کا مالک ٹھہرانے کی کوئی وجہ ہوسکتی ہے، کیا میں ایسا کروں۔ نہیں ہرگز نہیں۔

قُلْ أَغَيْرَ اللّٰهِ أَبْغِي رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۔ (سورۃ انعام: ۱۶۴)

ان سے پوچھو کہ اس رب کے سوا جو ہر ایک کی پرورش کرنے والا ہے، کیا میں اور کسی کی تلاش اپنا رب بنانے کے لیے کروں

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ ۔ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۔ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهٗ ۔ (سورۃ قصص: ۸۸)

وہ اللہ جس کے سوا کوئی بھی معبود نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ دوسرے کو مت پکارو۔ دیکھو ہر ایک شے موت اور ہلاکت اور فنا والی ہے، صرف اللہ ہی کی ذات ہے جو موت اور فنا سے برتر ہے۔

غیر اللہ کو پکارنے والے خواہ عیسیٰ مسیح اور عزیر نبی اور دیگر بزرگان کے پکارنے والے ہوں یا فرضی اور خیالی دیوتاؤں کے پکارنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ ان میں اور اللہ تعالیٰ میں مابہ الامتیاز کیا ہے۔

وہ عیسائی جو تسلیم کرتا ہے کہ مسیح علیہ السلام کو پکڑا گیا، پھانسی پر لٹکایا گیا، قبر میں دفنایا گیا، اس پر اللہ تعالیٰ کی یہ حجت ہے کہ ایسا شخص معبود نہیں ہوسکتا۔

وہ مسلمان جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بابت تسلیم کرتا ہے کہ وہ کربلا کی دشت میں گرسنہ و تشنہ ذبح کیے گئے، ان کے پاک جسم کی ناپاک خبیثوں نے بے حرمتی کی، ان پر اللہ تعالیٰ کی یہ حجت ہے کہ ایسا شخص معبود نہیں ہوسکتا۔

وہ کرشن مہاراج جس نے اپنی راج دھانی کو اپنی آنکھوں سے لٹتے اور اجڑتے دیکھا جس نے اسی اندوہ و غم میں اپنے آپ کو ہمالہ کی برف کا لقمہ بنایا، وہ کبھی معبود نہیں ہوسکتا۔

وہ سدھارتھ گوتم جو بدھ (بمعنی بیدار) کے نام سے روشناس ہوا اور جس کی لاش نیپال کی ترائی میں بمقام کسن آرا جلائی گئی اور اس لاش کی راکھ آٹھ مختلف مقامات میں تقسیم کی جا کر ہر ایک جگہ یادگاری گنبد تیار کیے گئے۔ کبھی بھگوا (لائق عبادت) اور آرہم (ذات پاک) نہیں ہوسکتا۔[1]

وہ سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ جو ۲۸ صفر ۱۱ ہجرت سے ۱۳ ربیع الاول تک بیمار رہے۔ جنہوں نے ۱۳ کی سہ پہر کو انتقال اور رفیق اعلیٰ سے وصال فرمایا جو ۱۴ کو بعد مغرب لحد منور میں لٹائے گئے، جو شان علیا کے اعتبار سے امام الانبیاء اور سید المرسلین ہیں، علامت تدفین و قبر کی وجہ سے کبھی معبود و مسجود نہیں ہوسکتے۔

الغرض! آیت بالا کے اس نشان واحد نے توحید کو نہایت مستحکم کر دیا ہے۔

رغبت تعظیم اوامر و نواہی، تصفیہ و تہذیب، استقامت، صبر، تفویض، ثقہ، تسلیم، اخلاص، تواضع، فقر و غنا، تأسف و حزن اغتراب، غیبت شامل ہیں اور بقاء کے تحت میں حیاء، رضا، شکر، صدق، ایثار، فتوت، مروت، انبساط، ادب، انس، ذکر، علم، حکمت، تعظیم، سکینہ، طمانیت، غیرت، شوق، ذوق، شہود، سرور، تمکین، مکاشفہ، حیات بالعلم، حیات

---

[1] بدھ مذہب کا ہر ایک شخص بدھ کی مورتی کے سامنے پھول چڑھاتا ہے اور بدھ کی صفت و ثنا میں ایک منتر پالی زبان کا پڑھتا ہے، جس میں قریباً ۱۵ لفظ بدھ کے ثنا کے ہیں۔ بھگوا۔ ارہم بھی انہی الفاظ میں سے ہے۔

بالوجود، بسط، صحو، معرفت، یقین، صدق، تحقیق شامل ہیں۔[1]

ان مقامات کی تعریف اور احوال کی تفصیل اور نفس وقلب وروح انسانی کے ساتھ ان کے ارتباط اور نتائج ارتباط اور ثمرات نتائج بیان کرنے کے لیے ایک دفتر درکار ہے اور بایں ہمہ علماً وعملاً ان کی ماہیات لفاظی سے برتر اور احوال سے متعلق ہیں۔ اس مجمل ذکر سے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ جس مذہب میں روحانیت کا اس قدر ذخیرہ وافر موجود ہے اسی کو روحانی مذہب کہلانے کی شان حاصل ہے۔ میں نے دقیق مباحث چھوڑ دیے ہیں اور اس مختصر بیان ہی سے ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں کہ روحانیت کے بیان میں اسلام ہی کو درجہ خاص حاصل ہے۔

فصل: ۳ ..... اسلام ہی اخلاق حسنہ کا معلم ہے

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ وَمَحَاسِنَ الْأَعْمَالِ

میں بزرگ ترین اخلاق اور نیکو ترین اعمال کی تکمیل کے لیے نبی بنایا گیا ہوں۔

اسلام نے بتایا ہے کہ اخلاق رذیلہ کے منبع چار ہیں:

① ..... جہل۔ ② ..... ظلم۔ ③ ..... شہوت۔ ④ ..... غضب

① ..... تاثیرات جہل میں سے ہے کہ اچھی شے کو بری اور بری شے کو اچھی شکل میں نمایاں کرتا ہے کمال کو نقص اور نقص کو کمال دکھلاتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ (سورۂ یوسف)

اگر میں عورتوں کی باتوں میں پھنس گیا تو جاہل ہو جاؤں گا۔

② ..... تاثیرات ظلم میں سے ہے کہ کسی شے کو اس کے غیر محل میں رکھا جائے۔

خوشنودی کے مقام پر خفگی، سخاوت کے مقام پر بخل، بخل کے مقام پر بذل، نرمی کے مقام پر سختی، سختی کے مقام پر نرمی۔ مقام انکسار پر تکبر اور مقام وقار پر انکسار، یعنی حقوق کا غلط استعمال اور غلط استعمال پر دعویٰ استحقاق قرآن پاک میں ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ حقوق الٰہی کا غصب کرنا اور ان حقوق کا استعمال دوسرے کے لیے جائز سمجھنا بزرگ ترین ظلم ہے۔

③ ..... تاثیرات شہوت میں سے ہے کہ حرص، بخل اور تنگ دلی کو ترقی ہوتی ہے۔ حصہ غیر پر حملہ کیا جاتا ہے۔ وقار نفس اور پارسائی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے: اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ اللہ نے ہر ایک حقدار کو اس کا حق عطا فرما دیا ہے۔ فرمایا: وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾ (بنی اسرائیل)

زنا کے قریب بھی نہ جاؤ، یہ کھلی بے حیائی ہے اور بہت بری سڑک ہے۔

تاثیر غضب سے تکبر، کینہ، حسد، بغاوت اور مفاہمت پیدا ہوتے ہیں۔ ایک شخص نے نبی ﷺ سے تین بار

---

[1] فنا و بقا کے تحت جن مقامات کا ذکر تحریر کیا گیا ہے۔ ان کے الفاظ سے اشتباہ نہیں ہونا چاہیے کہ ان سے مراد صرف لغوی معانی ہیں بلکہ علم الاحسان (تصوف اسلامی) کے یہ وہ مصطلحات ہیں جن کے مفہوم و معانی سے اس علم کے علماء ماہرین بخوبی واقف ہوتے ہیں۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے ان الفاظ کا ثبوت اور استنباط ہوتا ہے۔

درخواست کی کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائی جائے۔ حضورؐ نے ہر دفعہ اسے یہی جواب دیا۔ غیظ وغضب سے دور رہو۔

اسلام نے بتایا کہ اخلاق محمودہ کے سرچشمے چار ہیں:

① ..... صبر ② ..... عفت ③ ..... شجاعت ④ ..... عدل

① ..... صبر کے نتائج ہیں۔ برداشت مصائب، غصہ پی جانا، عدم ایذادہی، بردباری، انکساری، گھبراہٹ کا نہ ہونا، حملہ کرنا۔ صبر کا ذکر قرآن پاک میں تقریباً نوے مقامات پر ہے اور ان مقامات میں صبر کرو، سولہ اصناف پر بیان کیا گیا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا ہے کہ نصف کا نام صبر ہے اور نصف ایمان کا نام شکر ہے۔

② ..... عفت کے نتائج ہیں۔ رذائل وقبائح سے اجتناب، قولاً وفعلاً پاکیزگی، عفت سے حیا پیدا ہوتی ہے اور حیا کا اثر ہر ایک خلق نیک پر ہے۔ عفت سے جھوٹ، بخل اور بدکاری کا ستیاناس ہوتا ہے۔

③ ..... شجاعت کے نتائج ہیں۔ آپ اپنی عزت کو ملحوظ رکھنا، برترین اخلاق کا جویا رہنا، مال وجان سے دوسرے کی امداد کرنا، طیش وغضب سے دور رہنا، اپنے نفس کی باگ عقل کے سپرد کر دینا۔ حدیث پاک میں ہے۔

لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرْعَةِ اِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِيْ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ

پہلوان وہ نہیں جو دوسرے کو پچھاڑ دیتا ہے۔ پہلوان تو وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو سنبھال لیتا ہے۔

④ ..... عدل کے نتائج میں اعتدال اخلاق اور افراط وتفریط کو چھوڑ کر وسط کو اختیار کر لینا۔

* ..... عدل بتاتا ہے کہ جود وسخا اسے کہتے ہیں جو بخل اور اسراف کے درمیان ہو۔
* ..... عدل بتاتا ہے کہ حیا وہ ہے جو ذلت و بے شرمی کا میانہ ہو۔
* ..... عدل بتاتا ہے کہ شجاعت اسے کہتے ہیں جو جبن اور تہور کا وسط ہو۔
* ..... عدل بتاتا ہے کہ حلم یہ ہے کہ تکبر واہانت کے بیچ بیچ ہو۔

تصریحات بالا سے ظاہر ہے کہ اسلام نے اخلاق حسنہ کے بیان میں کس قدر زیادہ حصہ لیا۔ قرآن پاک میں ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ (سورۂ اعراف)

معافی ودرگزر کو عادت بناؤ، نیک کام کرنے کی ہدایت کرتے رہو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

حدیث پاک میں نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ اچھے خلق ہی کا نام "نیکی" ہے۔

صحیحین میں ہے: خِيَارُكُمْ اَحَاسِنُكُمْ اَخْلَاقًا نیک اور بہتر وہ ہے جس کی اخلاق اچھے ہوں۔

ترمذی وابوداؤد نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ شَيْءٍ اَثْقَلُ فِيْ مِيْزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ وَاِنَّ اللّٰهَ لَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيَّ

قیامت کے دن مؤمن کے ترازو میں سب سے زیادہ وزن دار شے اچھا خلق ہوگا۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی شے بھاری نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک بے حیا، بدزبان سے بغض رکھتا ہے۔

ترمذی میں روایت جابر رضی اللہ عنہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ اِلَيَّ وَ اَقْرَبِكُمْ مِنِّيْ مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَحَاسِنُكُمْ اَخْلَاقًا وَاِنَّ اَبْغَضَكُمْ

إِنَّ أَبْعَدَكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الثَّرْثَارُونَ وَالْمُتَشَدِّقُونَ وَالْمُتَفَيْهِقُونَ۔

قیامت کے دن تم میں سے وہ شخص مجھے پیارا اور میرے دربار میں مجھ سے قریب تر ہوگا، جو اچھے اخلاق والا ہے۔ مگر چبا چبا کر باتیں بنانے والے، خوش کلامی جتانے والے اپنی خوش گپی سے دوسروں کو تھکا دینے والے مجھے ناپسند ہوں گے اور دربار میں دور تر بھی ہوں گے۔

صحیح ترمذی کی روایت میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

إِنَّ صَاحِبَ حُسْنِ الْخُلُقِ لَيَبْلُغُ بِهِ دَرَجَةَ صَاحِبِ الصَّوْمِ وَالصَّلٰوةِ

اچھے خلق والا اس درجہ کو حاصل کر لیتا ہے جو نفلی عبادت اور نفلی روزہ رکھنے والے کا ہوتا ہے۔

ان احادیث سے صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ تکمیل ایمان اور قرب رسول اور پسندیدگی مالک کے مدارج کا دارومدار اخلاق حسنہ ہے۔ اخلاق حسنہ کے بیان میں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس کا تعلق انسان کی خود اپنی ذات سے بھی ہے اور ابنائے جنس سے بھی اور رب العالمین کے ساتھ بھی۔ خود اپنی ذات کے متعلق یہ ہے کہ آپ اپنے کو ناقص سمجھے اور سمجھ لے کہ ناقص کے افعال بھی ناقص ہوتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان تہذیب اخلاق میں ہمیشہ کوشاں رہے گا۔

ابنائے جنس کے متعلق یہ ہے کہ دوسروں کی ایذا دہی کو برداشت کرے، مگر خود انہیں ایذاء رسانی کا ارادہ نہ کرے۔ رب العالمین کے ساتھ حسن خلق کے معنی یہ ہیں کہ جو معاملہ تیرے اور رب العالمین کے درمیان ہے اسے موجب شکر قرار دے اور احکام یا افعال الٰہی کے بارے میں کبھی دل و زبان پر ادب اور شکر کے سوا کوئی لفظ جاری نہ ہو۔ شیخ الاولیاء، سند الاصفیاء، سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

كُنْ مَعَ الْحَقِّ بِلَاخَلْقٍ وَمَعَ الْخَلْقِ بِلَانَفْسٍ

اللہ کے ساتھ تیرا معاملہ یہ ہونا چاہیے کہ اس میں مخلوق کا ذرا تعلق نہ ہو اور مخلوق کے ساتھ تیرا معاملہ ایسا ہونا چاہیے کہ تیرے نفس کا اس میں کچھ حصہ نہ ہو۔

یہ ہیں وہ اخلاق حسنہ جن کی تکمیل اسلام نے قولاً و فعلاً فرمائی ہے، تھوڑی سی تفصیل اور بھی سن لیجیے:

الف..... اسلام فقراء و مساکین کا حصہ مال زکوٰۃ میں واجب ٹھہراتا ہے اور قرار دیتا ہے کہ اس صفت کی کل آمدنی کا آٹھواں حصہ ان کو ضرور مل جانا چاہیے۔

ب..... مال غنیمت کے خمس میں سے مساکین و یتامیٰ کا پانچواں حصہ لابدی ہے۔

ج..... آمدنی فَے میں بھی کل کا ایک خمس مساکین و یتامیٰ کا حصہ ہے۔

د..... ابنائے سبیل بھی ان ہر سہ ابواب سے حصہ یاب ہوتے ہیں اور اس انتظام سے کل عالم اسلام مسافر کے لیے اپنا گھر بن جاتا ہے۔

ہ..... قرض داروں اور قرض کے تحت میں زیر بار لوگوں کی رہائی کا انتظام سلطنت اسلامی پر ڈالا گیا ہے۔

و..... غلاموں کی آزادی کے لیے زکوٰۃ کا آٹھواں حصہ خاص طور پر علیحدہ کیا گیا ہے اور بعد ازاں اسی صیغہ

میں چندہ دہی ضرور ولابدی قرار دیا گیا ہے۔ اگر کسی مذہب نے فقراء ومساکین اور یتامیٰ وایامیٰ اور غلامان ومقروضین کے لیے سلطنت کے بجٹ میں مستقل رقوم درج کرنے کے احکام دیے ہوں تو ان کی نظیر پیش ہونی چاہیے۔

الف..... اسلام پابندی معاہدات کو نہایت ہی زور کے ساتھ محکم فرماتا ہے اور فریق معاہد کی معاہدہ شکنی کے بعد بھی اگر الٹی میٹم کی نوبت آ جائے تو دشمن کو چار ماہ کی مہلت عطا فرماتا ہے۔

ب..... اسلام اخلاقی تعلیم صرف نمائش ونمود کے طور پر ہی نہیں دیتا ہے، بلکہ جوارح واعضاء کے ساتھ ساتھ وہ دل ودماغ کو بھی اسی تعلیم کا پابند بناتا ہے۔ ذرا احکام ذیل پر غور کرو۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا

اے نبی کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ مندرجہ ذیل اشیاء کو حرام ٹھہراتا ہے (انبائے جنس کے مقابلہ میں) فحش بے حیائی کی سب قسموں کو جن کا تعلق ظاہری یا باطنی حالات سے ہو اور شرک جس کی کوئی دلیل نہیں۔ [سورۂ اعراف: ۳۳]

(خود اپنے مقابلہ میں) گناہ کی جملہ اقسام (سلطنت کے مقابلہ میں) بغاوت سرکشی (اللہ کے مقابلہ میں) بے علمی کے ساتھ باتیں بنانا۔ حکم ثانی سنو:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ [سورۂ نحل: ۹۰]

اللہ جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیتا ہے وہ یہ ہیں۔ عدل اور احسان اور قرابت والوں سے فیاضانہ سلوک، اللہ جن چیزوں کے کرنے سے قطعاً روکتا ہے وہ یہ ہیں سب بے حیائیاں، سب ایسے کام جو قابل انکار ہوں اور بغاوت۔

تیسرا حکم:..... وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ [سورۂ نساء: ۳۶]

مندرجہ ذیل اشخاص کے ساتھ احسان کیا کرو:

① .....والدین ② .....یتامی ③ .....مساکین ④ .....ساتھ لگتا ہمسایہ

⑤ .....دور کا ہمسایہ ⑥ .....تمہاری رفاقت میں رہنے والا شخص ⑦ .....مسافر ⑧ .....لونڈی، غلام۔

صحیح بخاری میں ہے، جس کی فتنہ پردازی سے ہمسایہ مامون نہیں وہ صاحب ایمان ہی نہیں۔ صحیح بخاری میں ہے، جس کی فتنہ پردازی سے ہمسایہ کو چین نہیں، وہ بہشت میں داخل نہ ہوگا۔ صحیحین میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہے:

اَلسَّاعِيْ عَلَى الْاَرَامِلَةِ وَالْمَسٰكِيْنِ كَالْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

ترجمہ:..... رانڈ عورتوں اور مسکین لوگوں کے کام کاج کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا جیسا ہے۔

صحیح بخاری میں بروایت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ ہے:

اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا

ترجمہ:..... جنت میں میں اور یتیم کی خبر لینے والا ایسے ہوں گے جیسے یہ دو انگلیاں۔

(شہادت اور درمیانی انگلی میں ذرا سا فرق دکھلا کر سمجھایا کہ اس طرح)

ابوداؤد میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا آخر کلام یہ تھا:

اَلصَّلٰوۃُ اَلصَّلٰوۃُ اِتَّقُوا اللّٰہَ فِیْمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ

نماز، نماز اور لونڈی غلاموں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا تقویٰ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿١٨﴾ وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۚ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ﴿١٩﴾

ترجمہ: ① ..... غرور میں آ کر لوگوں کی طرف سے اپنا منہ کج نہ کیا کرو۔ ② ..... زمین پر اکڑ کر نہ چل۔ ③ ..... اللہ تو ہر ایک چالباز فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ ④ ..... اپنی رفتار میں میانہ روی رکھ۔ ⑤ ..... اپنی آواز کو پست و نرم رکھ۔ ⑥ ..... دیکھ آوازوں میں سخت و درشت آواز تو گدھے کی ہے۔

قوم اور ملک کے متعلق اخلاق: ..... وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ۚ (حجرات)

اگر مؤمنوں کے دو گروہ آپس میں جنگ کرنے لگیں تب سب مل کر ان دونوں میں صلح کرا دیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ ۖ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۖ (سورۂ احزاب: ۱۱)

اے ایمان والو کوئی قوم دوسری قوم سے ٹھٹھا نہ کرے، شاید وہی ان سے اچھی ہو۔ نہ عورتیں، عورتوں سے ٹھٹھا کریں، شاید وہی ان سے اچھی ہوں۔ تم آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا بُرا لقب تجویز کرو۔

اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۚ [سورۂ حجرات: ۱۲]

بچو بہت گمانوں سے کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں، کسی کا عیب تلاش نہ کرو اور نہ کسی کی چغلی کیا کرو۔

غیر مذاہب والوں سے سلوک: ..... لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴿٨﴾ [سورۂ ممتحنہ]

جو لوگ ایسے ہیں کہ انہوں نے تمہارے ساتھ نہ تو دین کے لیے جنگ کی ہے اور نہ تم کو خارج از وطن کیا، ان سے نیکی کرنے اور صحیح صحیح انصاف کرنے میں تم کو اللہ نے کبھی بھی منع نہیں کیا۔ اللہ تو انصاف کرنے والوں سے پیار کرتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا ۙ وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ (سورۂ نساء: ۵۸)

اللہ کا حکم تمہارے لیے یہ ہے کہ جس کی امانت ہو اسی کو ادا کرو، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو تو عدل کے ساتھ کیا کرو

ایسے احکام بیسیوں ہیں اور یہ وہ اخلاق ہیں جن پر قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے عمل کر کے دکھلایا اور جن کی تعلیم انہوں نے علماً اور عملاً ہر دو طریق سے کل دنیا کو دی۔ اسلام کے سوا دیگر مذاہب کی تاریخ کے اوراق کیا دکھلاتے ہیں، اہل نظر خود آنکھ کھول کر دیکھ لیں۔

فصل: ۴ ..... اسلام ہی نے رحم و عدل کے مسئلہ کو حل کر دیا

موجودہ عیسائیت کی بنیاد دو اصولوں پر ہے:

① ..... آدم نے گناہ کیا اور اس کی تمام نسل اسی گناہ سے آلودہ ہے۔

② ..... خدا کے رحم نے چاہا کہ لوگوں کو گناہ سے پاک ٹھہرائے لیکن خدا کے عدل نے چاہا کہ گناہ کا خمیازہ ضرور اٹھانا ہوگا خدا نے اس مشکل کو اس طرح سے حل کیا کہ اپنے بیٹے کو دنیا میں بھیجا، وہ لعنتی ٹھہرا، جہنم میں گیا، دکھ درد اور عذاب اپنے اوپر برداشت کیے اور وہ گناہگاروں کا کفارہ بنا۔ اس طرح عدل پورا ہوگیا۔ رحم خدا نے تب گناہگاروں کو معاف کر دیا۔ اسلام نے ہر دو اصول بالا کی تصحیح فرمائی۔

الف ..... گناہ آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ توبہ کی وجہ سے آدم کو معافی مل گئی تھی اور آدم علیہ السلام گناہ سے پاک ٹھہرے تھے لہٰذا بنی آدم علیہ السلام کو گناہ کا ورثہ ملنا قطعاً غلط ہے۔

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾ (سورۃ البقرۃ)

آدمؑ نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھے۔ ان کلمات کی وجہ سے اللہ نے ان پر رجوع کیا۔
اللہ تو بہت رجوع کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾ (سورۂ طٰہٰ: ۱۲۲)

پھر رب نے آدم کو برگزیدہ کیا اور اس پر توجہ فرمائی اور اسے راہ دکھائی۔

ب ..... عدل و رحم کے متعلق اسلام نے بتلایا کہ بے گناہ کو گناہ گار کے بدلے سزا دینا سراسر ظلم ہے۔ اس لیے پاکباز مسیح علیہ السلام کا لعنتی ہو کر جہنم میں جانا بھی غلط ہے۔ علیٰ ہذا گناہگاروں پر رحم کی غرض سے کسی بے گناہ کو عذاب دینا بھی رحم کے قطعاً خلاف ہے۔

① ..... حقوق اللہ جو توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے حقوق کے متعلق مکمل رحم اور پوری رأفت و شفقت سے کام لیتا ہے۔

② ..... حقوق العباد، بندوں کے حقوق، بندوں پر۔ اس میں اللہ تعالیٰ عدل سے کام لیتا ہے۔ اس مسئلہ کو ذہن نشین کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يُغْفَرُ كُلُّ ذَنْبٍ لِلشَّهِيْدِ اِلَّا الدَّيْنَ

شہید کے سب گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ مگر قرضہ نہیں۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ حقوق کی یہ جداگانہ تقسیم اور ہر ایک تقسیم کا رحم اور عدل کے تحت میں ہونا ایک ایسا فیصلہ ہے جو اسلام ہی نے صادر کیا ہے۔ ورنہ موجودہ عیسائیت نے یا آواگون کے چکر میں گھومنے والوں نے تو اس مسئلہ کو سخت پیچیدہ اور ناقابل حل ہی بنا دیا تھا۔ کریم اور نسار کا مسئلہ پر میشر کو رحم سے معرا ٹھہراتا تھا اور کفارہ کا مسئلہ عدل کا منافی تھا۔ اسلام کی خصوصیات میں سے ہے کہ اس نے افراط و تفریط کو چھوڑ کر اعتدال حقیقی کی سڑک قائم فرما دی۔

○○○

فصل:..... ۵

اسلام ہی علم اور علما کا حامی ہے

موجودہ زمانہ میں علمی فضیلت کا بیان یا شرافت علمی کے دلائل بیان کرنا تحصیل حاصل ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں تمام عالم کے جملہ ممالک اور اقوام نے علماً وعملاً تسلیم کرلیا ہے کہ ''علم'' کے برابر اور کسی صفت انسانی کا درجہ نہیں۔ لیکن جس زمانہ میں اسلام کا آغاز عرب وحجاز میں ہوا، اس وقت تمام دنیا فضیلت علمی کے راز سے بالکل جاہل وغافل تھی۔

عرب تو نوشت وخواندی سے بھی معرا ومبرا تھا اور اسے اپنی اس حالت پر ناز بھی تھا، لیکن یہودیوں اور عیسائیوں میں بھی تعلیم کا نام ونشان نہ تھا، جو تعلیم پادریوں میں پائی جاتی تھی وہ صرف بائبل کے حروف کے سیکھ لینے تک محدود تھی۔ اس کے ساتھ ترجمہ وتفسیر شامل نہ تھے، یا ان بے سروپا داستانوں کو علم حقیقی کا درجہ دیا گیا تھا، جو یہودیوں میں کبھی بطور ناول لکھی گئی تھیں اور پھر ان کا درجہ وحی کے برابر تسلیم کرلیا گیا تھا۔

① ..... ہندوستان پر شریمد بھاگوت اور ۱۸ پرانوں کی حکومت تھی۔ بہت زیادہ ترقی کی حالت میں مہابھارت اور رامائن کے قصے منتہائے علم سمجھے جاتے تھے۔ یہی حال چین اور ایران کا تھا۔ یورپ قطعاً جہالت کدہ تھا۔ اسلام ہی نے علم کو اپنی سرپرستی میں لیا اور اسلام ہی علماء کا مامن وملجا بنا۔

② ..... دیوتاؤں اور فرشتوں کی برتری سے ہنود اور یہود کی کتابیں بھری پڑی ہیں اور انسان کو ہمیشہ ان کے سامنے ایک پرستار اور پجاری کی شکل میں ظاہر کیا گیا ہے۔ مگر اسلام نے بتایا کہ ابوالبشر تو ملائکہ اور دیوتاؤں کا بھی مسجود ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ابوالبشر صفت علمیہ میں ان سے بڑھ گیا ہے، وہ بیان جو سورۂ بقرہ میں موجود ہے، اس کا مقصود علم ہی کی فضیلت کو ظاہر کرنا ہے۔

اب آیت وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ (مائدہ ع ۱) کی تفسیر پر غور کرو کہ وہ کتا جو نجس العین ہے، تعلیم وتعلم کے بعد شکار کرنے میں جارحہ انسانی کا منصب حاصل کرلیتا ہے۔ اس کا شکار خود انسان کے شکار کا حکم دیتا ہے۔ جب ان دونوں مثالوں پر غور کیا جائے گا کہ اسلام نے تعلیم کی وجہ سے شکاری کتے کو درجہ جارحۂ انسانی کے مساوی تسلیم کرلیا اور انسان کا مسجود ہونا بہ وجہ افزونی علم قرار دیا تو ہر ایک شخص سمجھ سکے گا کہ اسلام کس قدر زیادہ علم کی فضیلت کا مظہر ہے۔ ہاں قرآن پاک میں ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ (سورۂ مجادلہ)

اللہ تبارک وتعالیٰ درجات بلند فرماتا ہے:

① ..... ان کے جو تم میں سے ایمان والے ہیں۔ ② ..... اور ان کے جن کو علم ملا ہے۔

یہاں بلند درجات میں علم کو ایمان کے ساتھ ساتھ بیان فرمایا ہے۔

یہ قرآن مجید ہی ہے جس کی وحی کے ابتدائی فقرات میں یہ کلمات طیبات موجود ہیں:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝ (سورۃ علق)

پڑھو اپنے پروردگار کا نام لے کر جس نے سب کچھ پیدا کیا، اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھ اور تیرا رب تو بڑا کرم والا ہے۔ اسی نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی ہے، اسی سے انسان کو ان علوم کی تعلیم دی جن کو وہ نہیں جانتا تھا۔

غور کرو، پڑھنے کی تاکید اور قلم کو نشر علوم کا ذریعہ بنانے کا بیان، انسان کا قابل تعلیم ہونا، انسان کا نامعلوم علوم کی تعلیم سے مشرف ہوتے رہنا کیسے اسلوب پاک میں بیان فرمایا گیا، اور قرأت وتحریر کے وسائل اختیار کرنے کے بعد کس طرح انسان کو روز افزوں معلومات کے حاصل کرنے کا شوق دلایا گیا ہے۔ قرآن مجید میں یہ بھی پایا جاتا ہے کہ بعض انبیاء کی دعائیں خاص رنگ میں تھیں مثلاً دعائے نوح علیہ السلام ہے:

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۔ (سورۃ نوح: ۲۸)

اے رب بخش دے مجھے اور میرے والدین کو اور اسے جو مؤمن ہو کر میرے گھر میں داخل ہو اور مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو

دعائے ابراہیم علیہ السلام: وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝

مجھے اور میرے فرزندوں کو بتوں کی پوجا سے بچائیں۔

دعا سلیمان علیہ السلام: رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ

اے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر جو میرے بعد کسی اور کو شایاں نہ ہو۔

دعا ذکریا علیہ السلام: رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ۔

اے رب مجھے ایک پاکیزہ بچہ عطا فرما۔

لیکن سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جو خلاصہ موجودات اور سرور کائنات ہیں کی دعا سب سے الگ اور سب سے جامع تر تھی، وہ دعا یہ ہے: رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (طٰہٰ) اے رب مجھے علم میں افزونی عطا فرما۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علم کا درجہ جملہ نعمائے عالیہ سے برتر ہے، قرآن مجید میں نبی کریم ﷺ کے خطابات اور القاب عالیہ مثلاً خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین بھی ہیں اور انہی کے پہلو بہ پہلو حضور کی توصیف ان الفاظ میں فرمائی گئی ہے:

وَیُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝ (سورۃ البقرہ)

وہ کتاب اور حکمت کا معلم ہے، وہ ان علوم کا معلم ہے جسے انسان نہ جانتے تھے۔

ہر دو آیات سے علم کی فضیلت بخوبی نمایاں ہے۔ بے شک اسلام ہی ہے، جس نے علوم کی عام تعلیم دی ہے اور اسلام ہی ہے جس نے سٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ اور انصار ومہاجرین کے علوم کو تو مسلم اور مفتوحہ ممالک میں پوری فیاضی کے ساتھ پہنچایا ہے۔ نظائر ذیل پر غور کرو۔

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرۃ رحمۃ اللہ علیہ صاحب الصحیح ہیں اور ان کی کتاب کا صحاح ستہ میں

سب سے اول درجہ ہے۔ یہ بخارا کے باشندے ہیں اور ان کے نسب میں مغیرہ پہلا شخص ہے جو داخل اسلام ہوا امام ہمام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ اہل فارس سے ہیں اور ان کے دادا بھی داخل اسلام ہوئے تھے۔ سیبویہ، بوعلی اور زجاج جو ائمہ لغت ونحو ہیں، عربی النسل نہیں۔

امام اللغۃ اسمعیل بن جوہری اور استاد مجد الدین ابوطاہر محمد بن یعقوب فیروز آبادی بھی عرب کے باشندے نہیں ابوالفرج جس کی تصانیف عربی زبان میں خوب مشہور ہیں، مالٹا کا باشندہ ہے۔ ابن خلدون جو فلسفہ تاریخ کا موجد ہے، تیونس میں پیدا ہوا تھا۔ مؤرخ الشہیر برہان الدین موصل کے ہیں۔ مقریزی بعلبک میں پیدا ہوا تھا۔

امام مسلم صاحب الصحیح اور امام ابوداؤد، صاحب السنن گونسلاً عرب ہیں، مگر وطن ان کا عرب نہ تھا۔ ان نظائر سے واضح ہے کہ یہ اسلام ہی کی علم نوازی ہے کہ اس نے بدوظہور [شروع] سے ہر ایک قوم پر ابواب علم کو کشادہ کر دیا تھا اور اندرون ہندوستان سے لے کر انتہائے سوڈان تک اور بلاد خراسان سے لے کر سرحد مراکش تک درس علمیہ کا افتتاح خیر القرون ہی میں ہوگیا۔ انبیا علیہم السلام کو جو شرف وکرامت جملہ مخلوق الٰہی پر حاصل ہے، اسے بھی اللہ تعالیٰ نے وصف علم ہی سے نمایاں فرمایا ہے:

يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ (سورہ مریم)	ابراہیمؑ فرماتے ہیں، اے باپ مجھے علم حاصل ہوگیا ہے۔
وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا (سورۂ نمل)	داؤد اور سلیمان کو ہم نے علم عطا فرمایا تھا۔
قَضٰهَا ۭ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ (یوسف)	یعقوبؑ علم والا تھا ہم نے اسے علم سکھایا تھا۔

لوگ طلب علم کی تاکید کے ثبوت میں اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ كَانَ بِالصِّيْنِ پڑھا کرتے ہیں۔ ان الفاظ کا نبی کریم ﷺ سے بسند صحیح ثابت ہونا تو قطعاً غلط ہے، مگر قرآن مجید میں سیدنا موسیٰ کا واقعہ موجود ہے۔

یہ اولوالعزم رسول اور صاحب کتاب نبی چند مسائل کی تعلیم کے لیے ایک دوسرے نبی (خضر) علیہ السلام کے پاس پہنچے اور عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۝ کے الفاظ میں اپنی طلب کا اظہار کیا تھا کہ جو آپ کو معلوم ہے، میں اسے سیکھنے کو آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے دلائل توحید کے ثبوت میں علماء کو بھی پیش کیا ہے، جیسا کہ اس مسئلہ کو اپنی شہادت اور ملائکہ کی شہادت سے مستحکم فرمایا ہے:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ (سورۂ آل عمران)

اللہ نے ظاہر کر دیا ہے کہ اس کے سوا اور کوئی بھی معبود نہیں، ملائکہ اور صاحبان علم کی شہادت بھی یہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبوت محمد یہ ﷺ کے ثبوت میں علماء اہل کتاب کی شہادت کو بھی پیش کیا ہے۔

اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰۗؤُا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ۝ (سورۃ الشعراء)

کیا ان کے لیے یہی نشانی کافی نہیں کہ علماء بنی اسرائیل کو اس کا علم ہے۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ۭ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ۝ (رعد)

کافر کہتے ہیں کہ تو مرسل نہیں، کہہ دے کہ مجھ میں اور تم میں شہید ہے اور وہ شخص بھی گواہ ہے جس کے پاس تورات وانجیل کا علم ہے

دلائل اسلام جس طرح مبنی بر علم ہیں اسی طرح ان کا مطالبہ بھی ادیان دیگر سے کیا گیا ہے کہ وہ بھی اپنے دعاوی کو بروئے علم ثابت کریں۔ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ۔ (سورۃ انعام: ۱۴۸)

ان سے پوچھئے کہ تمہارے پاس کچھ علم بھی ہے تو اسے ہمارے لیے پیش تو کرو۔

نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ [سورۃ انعام] اگر تم سچے ہو تو مجھے کسی علم سے یہ بات بتاؤ۔

کج بحثی کرنے والوں پر بھی اسلام کا یہی اعتراض ہے کہ وہ علم کے بغیر باتیں بناتے ہیں۔

فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ [آل عمران] جس چیز کا علم نہیں اس میں کج بحثی کیوں کرتے ہو۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۔ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ۝ (الاسراء)

اس چیز کے پیچھے نہ چل جس کا تجھ کو علم نہیں، بے شک! کان، آنکھ، دل (یہ سب) اس کی بابت پوچھے جائیں گے۔

ان آیات واحکامات کی تعمیل میں علم برداران اسلام یعنی اسلاف کرام نے جو کچھ کیا آج تمام یورپ اس کا شاہد ہے۔ سلطنت عباسیہ بغداد میں اور سلطنت امویہ اندلس میں اور سلطنت فاطمیہ مصر میں جن دنوں قائم تھیں ان میں تنافس باہمی صرف ترقی علم اور حمایت علماء کی بابت پایا جاتا ہے۔ ہر ایک کی سعی وکوشش یہ تھی کہ اسی کی سلطنت سب سے بڑھ کر مربی علم وعلماء ثابت ہو، سمرقند کی رصدگاہ، اندلس کی رصدگاہ کے مقابلہ میں موجود تھی۔

بغداد نے علوم وفنون کو ہند اور چین اور تاتار تک پھیلا دیا تھا تو اندلس نے اٹلی، فرانس اور جرمنی کو دولت علم سے مالا مال کر دیا تھا۔ سلاطین اسلام کے دربار میں یہودی، عیسائی، ہندو، مصری، چینی، یونانی فلاسفر اسی احترام کے ساتھ پرورش پا رہے تھے، جس طرح حجازی، حضرمی، یمنی اور فرزندان مہاجر وانصار علوم منقول اور ادب ونحو کے ساتھ ساتھ علوم ریاضیہ، فلسفہ، ہیئت کا رواج تھا۔ مشرق ومغرب وافریقہ میں مدارس عام کے لیے تھے اور ہر ایک مدرسہ کے ساتھ کتب خانے اور دار القیام بنے ہوئے تھے۔ بغداد میں وزیر نظام الملک کا بنایا ہوا مدرسہ نظامیہ وہ تھا، جس میں چھ ہزار طالب علموں کی خوراک کا انتظام منجاب مدرسہ کیا جاتا تھا، اسی سے دیگر مدارس کا اندازہ لگاؤ۔

اسلام نے علوم کو جس خصوصیت سے خلائق کے سامنے روشناس کیا ہے، وہ ایسا طریق ہے جس سے اقوام ماضیہ قطعاً بے علم رہی ہیں۔ اسلام علوم کو دو اقسام پر تقسیم کرتا ہے۔

الف:..... جلی، اور اس کے حصول کے تین ذرائع ہیں:

① ..... بصر، وہ جملہ علوم جو معائنہ واکتشافات سے تعلق رکھتے ہیں۔

② ..... سمع، وہ جملہ علوم جو استفاضہ پر مبنی ہیں۔

③ ..... قلب وہ جملہ علوم جو تجارت انسانی کا مجموعہ ہیں۔

ب:..... خفی اور اس کے حصول کے بھی تین ذرائع ہیں۔

① ..... ایمان، جو جزو معلوم سے جزو نامعلوم کا تیقن دلاتا ہے۔

② ..... فراست صادقہ، جو حواس عشرہ کے بعد امور مخفی کے راز پر مطلع ہوتی ہے۔

③..... معرفت جس کا آغاز مادیات کے انجام سے ہوتا ہے۔

اسلام نے ایک اور علم کا ذکر کیا ہے جو اکتسابی نہیں اور خالصۃً وہبی ہے اسے علم لدنی کہا جاتا ہے اور یہ انبیا علیہم السلام سے خاص ہے۔ اس علم کا متعلم مبداء فیاض کی رحمت خاصہ سے سبق لیتا ہے اور اس کا علم جملہ علوم و براہین کا سلطان ہوتا ہے، اسی علم کے سایہ میں عبودیت، متابعت، صدق، کو کمال حاصل ہوتا ہے اور اسی کمال کا نتیجہ نفی دعویٰ ہے۔

اسی علم کا عالم اگر کوئی فعل سرانجام دیتا ہے مَافَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ کو وجہ موجود قرار دیتا ہے۔ اسی علم کا عالم جملہ علوم پر نطق ہمایوں سے کلام کرتا ہے اور مَایَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۔ کا تاج اس کے سر پر رکھ دیا جاتا ہے۔ فریفتگانِ مادہ اب تک نہ مادہ کی حقیقت سے واقف ہوئے اور نہ مادہ کی حرکت کی کوئی توجیہ ان کی سمجھ میں آئی لیکن اس علم کا عالم روح کی حقیقت کا انکشاف کرتا ہے اور اَلرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ بتاتا ہے اور عالم خلق سے بالاتر اور ایک عالم امر کے حقائق سے مطلع ہوجاتا ہے اور ان حقائق کی تعلیم سے چشم بصیرت کو روشن بنادیتا ہے اور غیر محسوس کو معلوم کے دریچہ میں بٹھادیتا ہے۔ اس تمام مبحث پر غور کرنے سے معلوم ہوجائے گا کہ اسلام ہی دین العلم ہے اور اسلام ہی حامی العلم ہے۔

تذییل:۔ اسلام کے حامی العلماء ہونے کا مضمون ان نظائر سے مکمل ہوا جاتا ہے، جن سے ظاہر ہے کہ مسلمان حکمرانوں نے جن کے وجود کے ساتھ دینی شان کا نشان بھی مشہور ہے، ان علماء کی بھی نگہداشت فرمائی تھی جو غیر مسلم تھے۔

منصور عباسی:..... علوم القرآن والحدیث کا زبردست عالم تھا۔ اس کے دربار میں جیور جیش بن بختشوع اور جیسی بن شہلا ثار ہر دو عیسائی یکے بعد دیگرے طبیب خاص کے منصب پر مامور تھے۔ نوبخت اور ابوسہل (ہر دو پارسی) بلند ترین جاہ پر متمکن تھے۔ مہدی کے دربار میں تیوفیل لینائی (مذہبا صابئی) بڑے افسروں میں تھا۔ ہارون رشید کے دربار میں بختیشوع اور جبریل (عیسائی) اعلیٰ منصب دار تھے۔ یوحنا بن ماسویہ سریانی محکمہ تعلیم کا ڈائریکٹر تھا۔

مامون کے دربار میں بطریق یوحنا اور سہل بن سابور (ہر دو عیسائی) اعلیٰ مناصب پر تھے۔ معتصم کا طبیب خاص سلمویہ بن بنان نصرانی تھا۔ متوکل کے دربار میں حسنین بن اسحاق نصرانی کا منصب بالاتر تھا، وہ جتنے اوراق دوسری زبانوں سے ترجمہ کر کے پیش کرتا تھا۔ ان کے برابر طلائے ناب اسے وزن کر دیا جاتا تھا، ماہانہ مشاہرہ اور سالانہ انعامات اس سے علاوہ ہوتے تھے۔ راضی باللہ کے دربار میں طیفوری نصرانی، متی بن یونس نطوری (گرجا کا بشپ) بھی تھا۔ معتضد کے دربار میں ابراہیم وسنان فرزندان ثابت بن مرہ اور ابوالحسن حفید ثابت (مذہبا صابئی) بہت معتمد علیہ تھے۔ قسطا بعلبکی اور یحییٰ بن عدی بن حمید (ہر دو نصرانی) بھی دربار خلافت میں محسودانہ وقار رکھتے تھے۔

الغرض یہ فہرست بہت لمبی ہے۔ اب تلاش کرو کہ کسی مسیحی سلطنت یا کسی اور غیر مسلم سلطنت وحکومت میں کسی مسلم عالم کی یہ قدر، یہ وقعت، یہ عزت کبھی کی گئی ہے۔ ہاں اس کے برعکس ایسی مثالیں بہت موجود ہیں کہ ابن رشد مسلم فلاسفر کی کتابوں کے مطالعہ کرنے کے جرم میں ۲۰ مارچ ۱۴۵۲ء میں یہودیوں کو اسپانیا سے خارج کیا گیا۔ اور فروری ۱۵۰۲ء میں اشبیلیہ اور ماحول کے مسلمانوں کو بھی نشر علوم کے جرم میں وطن مالوفہ سے جبراً نکال دیا گ

نظائر بالا سے شاید کسی شخص کا گمان ادھر منتقل ہو جائے کہ یہود و مسلمین کا اخراج غالباً تعصب قومی کی بنیاد پر ہوا ہوگا اور نفس علوم کے ساتھ تعصب و عادات کا اس میں دخل نہ ہوگا۔ لہٰذا ہم امثلہ ذیل پیش کریں گے خود عیسائیوں کے علماء کے ساتھ بھی علوم معقول کی اشاعت یا اکتشافات علمیہ کے اعلان کے بعد یہی سلوک کیا گیا تھا۔

پروفیسر برونو نے مسئلہ وحدت الوجود کو بیان کیا۔ اسے قید کر دیا گیا اور ۱۶۰۰ء میں حبس طویل کے بعد زندہ جلا دیا گیا۔ کرویت ارض کے مسئلہ پر یورپ میں بہت خون ریزی ہوئی۔ پروفیسر غالیلی نے کہہ دیا تھا کہ حرکات نجوم بہت باقاعدہ ہیں۔ یہی مقولہ اس کی ہلاکت کا موجب ہوا۔

خاتون ماری مونتا ۱۷۲۱ء میں قسطنطنیہ سے چیچک کا ٹیکہ سیکھ کر یورپ پہنچی تو کنیسہ نے شاہ انگلستان کے حضور میں عرضداشت پیش کی کہ بذریعہ ٹیکہ علاج کیے جانے کے قاعدہ کو حکماً بند کیا جائے۔

امریکہ میں ولادت کے وقت عورت کو مخدّر کرنے کا طریقہ نکلا تا کہ وہ احساس تکلیف سے مامون رہے۔ پادریوں نے اسے خدا کے اس حکم کے مخالف سمجھا کہ عورت دکھ سے جنے گی اور اس کے خلاف سخت شورش کی گئی۔

پلاج نے کہہ دیا کہ آدم علیہ السلام سے پیشتر بھی موت (حیوانات وغیرہ کو) آتی تھی۔ اسے قتل کیا گیا اور اس کے جملہ ہم عقیدہ لوگوں کو واجب القتل قرار دیا گیا۔ ڈی رومنیس نے بیان کیا کہ قوس قزح، اللہ کی حربی کمان نہیں، بلکہ پانی کے قطرات پر سورج کی شعاعوں کا عکس پڑنے کا نتیجہ ہے۔ اس جرم میں وہ قید کیا گیا، قتل کیا گیا، اس کا لاشہ مع اس کی تصانیف کے جلا دیا گیا۔ کتب خانہ اسکندریہ، قیصر جول کے وقت میں جلا دیا گیا۔ اس لیے کہ یہاں ایسی کتابیں بھی موجود ہیں جو مذہب کے خلاف ہیں۔ اس کی رہی سہی کتابوں کو بطریق تیوفیل مامورہ اسکندریہ نے نذر آتش کیا۔ کتب خانہ غرناطہ، مسلمانوں کی علمی جائیداد کی آٹھ ہزار قلمی کتابیں کردینال اکسیمس نے سوخت کر دیں۔

ان جملہ واقعات و بیانات و تشریحات سے یہ نتیجہ صاف مبرہن ہے کہ اسلام ہی حامی العلم والعلماء ہے اور یہ صفت اس کے خصائص علیا میں سے ہے۔



فصل: [۶] ..... اسلام ہی دین العمل ہے

سابقہ مضمون میں تحریر ہو چکا ہے کہ اسلام ہی دین العلم ہے، لیکن اگر علم کے ساتھ عمل شامل نہ ہو تو اس علم کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَّعَمَلًا مُتَقَبَّلًا۔

بعض لوگوں نے یہ دیکھ کر کہ اسلام نے توکل کی تعلیم دی، یہ سمجھ لیا کہ اسلام عمل کے منافی ہے۔ اس غلطی میں وہ بھی مبتلا ہوئے جو دور دور سے اسلام کو دیکھنے والے ہیں اور وہ بھی اس غلطی کا شکار ہوئے جو اسلام کے اندر ہیں۔ اس غلطی کا اولین سبب یہ بھی ہوا کہ توکل کے معنی بھی نہیں سمجھے گئے۔ موجودہ زمانہ سعی و کوشش کا زمانہ ہے۔ جمود اور بے حسی سے نفرت کی جاتی ہے، لہٰذا جب یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اسلام ایسی بے حسی اور جمود کا طرف دار ہے۔ تو جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ اسلام دین الٰہی نہیں ہو سکتا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام ہی کو سمجھا نہیں گیا اور ہادی اسلام نیز علمبرداران اسلام کی سیرت کا مطالعہ ہی نہیں کیا گیا۔

مسلمانوں پر ہمسایہ اقوام کا سایہ پڑا اور انہوں نے جوگیوں، سیناسیوں، راہبوں اور پوپوں کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ زہد کے اعلیٰ منصب پر ترک افعال اور ترک عمل ہی سے فائز ہو سکتے ہیں یہ ان کی اپنی سمجھ ہے۔ اسلام کی تعلیم تو یہ ہے:

لٰکِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَیْرٰتُ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

رسول اور اس کے ساتھ والے ایمان داروں نے تو مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا ہے انہی کے لیے بھلائیاں ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔ [سورۂ توبہ: ۸۸]

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۝ وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی ۝

نہیں ہے انسان کے لیے مگر وہ جو اس نے کوشش کی اور بے شک وہ اپنی کوشش ضرور دیکھ لے گا۔

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْیِهٖ ۚ (سورۂ انبیاء)

جو کوئی عمل کرتا ہے اچھے ایمان کے ساتھ اس کی کوشش ضائع نہ ہوگی۔

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ ہر ایک کے لیے ان کے عمل کے موافق درجہ ہیں۔

عمل کی دو اقسام ہیں: عمل برائے دنیا، عمل برائے آخرت اور اسلام نے ہر دو کے لیے ترغیب دی ہے۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (سورۂ بقرۃ)

اے رب ہم کو دنیا بھی اچھی دے اور آخرت بھی اچھی دے اور ہم کو عذاب نار سے بھی بچا لے۔

صحیح مسلم میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد موجود ہے:

اِحْرِصْ عَلٰی مَا یَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجِزْ

جو چیز تجھے نفع دینے والی ہو اس کی رغبت اور حرص پیدا کر اور اللہ سے مدد چاہا کر اور عاجز ہو کر مت بیٹھ۔

صحیحین میں بروایت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہے کہ سعدؓ بیمار ہوئے، نبی ﷺ ان کی عیادت کو گئے، سعدؓ نے حضور ﷺ سے مشورہ چاہا کہ وہ اپنے مال سے کس قدر صدقہ دے۔ تب نبی ﷺ نے یہ اصول ظاہر فرمایا:

اِنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ اَغْنِیَآءَ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً یَّتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ

اگر تو اپنے وارثوں کے لیے دولت چھوڑ کر مرے تو یہ بہتر ہے اس سے کہ تو ان کو بے زر بے پر چھوڑے اور وہ لوگوں کے سامنے مانگتے پھریں۔

اس حدیث کے ساتھ قرآن مجید کے احکام توریث کو مدنظر رکھو کہ مال میت کو تقسیم کے لیے اللہ تعالیٰ نے کس طرح حصص کا تعین فرمادیا ہے۔

اصول ارث ومواریث:..... ارث کے اصول نسب اور نکاح اور ولا میں اور فرائض میں سہام کو چھ اوزان: نصف، ربع، ثمن، دوثلث، ایک سدس پر مقرر فرمایا گیا۔

* .....نصف کے حقدار پانچ ہیں: ①.....شوہر، ترکہ زوجہ سے (اگر وہ بے اولاد تھی)۔
② .....صلبی بیٹی جو تنہا ہو۔③ .....(یا پوتی)④ .....اور اخت واحدہ (اب وام سے)۔
⑤ .....یا اخت واحدہ (اب سے) جب کہ اب وام کا فرزند نہ ہو۔

* .....ربع کے حقدار دو ہیں: ①.....شوہر (مع ولد زوجہ)۔
② .....زوجہ (بعدم الولد)۔ ③.....ثمن کی حقدار زوجہ (مع ولد)

* .....دوثلث کی حقدار چار ہیں: ①.....دو بیٹیاں یا زائد براں۔②.....(پوتیاں)۔
③ .....اور بہنیں (مادر و پدر سے)۔ ④ .....یا بہن منجانب پدر۔

* .....ایک ثلث کی حقدار ۳ ہیں: ①.....ماں (جب کہ میت کا ولد اور اخوۃ واخوات نہ ہوں)
② .....ماں کی اولاد، دو یا زائد کا (جس میں ذکر واناث برابر ہوں گے)۔
③ .....دادا و میت کے بھائیوں کے ساتھ جب کہ کوئی اور صاحب فریضہ نہ ہو۔

* .....سدس کے حقدار ۷ ہیں: ①.....باپ (جب کہ میت کا ولد موجود ہو)۔
② .....ماں (جب کہ میت کا ولد یا پوتا یا بھائی بہن ہوں)۔
③ .....دادا ولدِ میت کے ساتھ اور بہنوں کے ساتھ جب کہ کوئی صاحب فرض بھی شامل ہو۔
④ .....دادی یا دادیاں۔⑤ .....ماں کی اولاد۔⑥ .....پوتیاں (صلبی بیٹی کے ساتھ)۔
⑦ .....پھوپھیاں (سگی بہن کے ساتھ)۔

ذرا اس موٹی موٹی تقسیم پر جو علم فرائض کے متعلق ہے، غور کرو اور اندازہ لگاؤ کہ اگر اسلام کے نزدیک مال کے لیے محنت ومشقت کرنا اور مال کمانا اور ورثا کے لیے مال چھوڑ کر کمانا بہتر نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ارث کے متعلق اتنے مکمل اور وسیع احکام کبھی صادر نہ فرماتا۔ قرآن مجید میں تو تقسیم حصص بالا کے علاوہ مال کثیر ہونے کی صورت میں ''وصیت'' کا ہونا بھی ضروری بتایا گیا ہے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ﴿١٨٠﴾

تم پر لکھ دیا ہے اگر کوئی تم میں سے مال کثیر چھوڑتا ہے تو والدین اور اقربا کے لیے معروف طور پر وصیت کرے یہ تقویٰ والوں کے لیے ضروری ہے۔ [سورۂ بقرہ]

حفاظت مال کے متعلق ایک اور حکم ہے: وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا (سورۂ نساء)
اپنا مال وزر بے عقلوں کے سپرد نہ کرو۔ مال وزر کو تو اللہ نے تمہارے لیے وجہ قیام بنایا ہے۔

بیع وشراء کے احکام اور خرید وفروخت اور تجارت کے لیے جگہ جگہ تعلیم بھی یہی ثابت کرتی ہے کہ اسلام دین العمل ہے۔ جملہ سیرت نگاروں کو معلوم ہے کہ مہاجرین اولین جو اہل مکہ تھے۔ سب تجارت پیشہ تھے اور انصار اولین سب زراعت پیشہ تھے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تجارت اور زراعت کی تمثیلوں ہی میں آیات ثواب و جہاد کا بیان فرمایا ہے۔ تجارت وزراعت جس قدر محتاج عمل ہیں، اسے اہل خرد خوب جانتے ہیں۔ تاجر صحابہ کی دولت کا اندازہ کرنے کے لیے دو ایک نظائر پر غور کرو۔

الف..... عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

اسلام کے لیے نبی کریم ﷺ کے عہد میں انہوں نے مندرجہ ذیل رقوم صرف کی تھیں۔

① ..... ایک دفعہ چار ہزار روپیہ، یہ اس وقت ان کے کل مال کا چہارم تھا۔
② ..... دوسری دفعہ چالیس ہزار۔ ③ ..... تیسری دفعہ چالیس ہزار۔
④ ..... چوتھی بار پانچ سو گھوڑے۔ ⑤ ..... پانچویں دفعہ پانچ سو ناقہ
⑥ ..... نبی ﷺ کے بعد انہوں نے ایک باغ امہات المؤمنین کے نذر کیا جو چار لاکھ میں فروخت ہوا۔
⑦ ..... مرتے ہوئے انہیں فی سبیل اللہ پچاس ہزار دینار کی وصیت کی۔
⑧ ..... نیز وصیت کی کہ ہر ایک بدری صحابی کو چار سو دینار پیش کیے جائیں۔ بوقت تعمیل اصحاب بدر ایک سو شمار ہوئے
⑨ ..... علاوہ بریں انہوں نے ایک ہزار گھوڑا فی سبیل اللہ دیا۔
⑩ ..... نفاذ وصیت کے بعد زر طلا کی مقدار کثیر موجود پائی گئی، جسے کاٹتے ہوئے لوگوں کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے
⑪ ..... طلا کے بعد ایک ہزار اونٹ، ایک سو گھوڑا، تین ہزار بکریاں بھی شمار میں آئیں۔
⑫ ..... ان کی چار بیویاں تھیں، ہر ایک کو اسی ہزار نقد دے کر مصالحت کر لی گئی۔

ب..... سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ جو نبی ﷺ کے پھپھیرے بھائی تھے، انہوں نے وصیت کی تھی کہ اول میرا قرض ادا کیا جائے اور پھر ثلث مال صدقہ دیا جائے اور وراثت کی تقسیم کی جائے۔ قرض شمار کیا گیا تو ۱۴/لاکھ نکلا۔ ان کے پاس نقدی کم تھی، جائیداد زرعی وسکنی بہت تھی۔ گیارہ مکانات مدینہ میں، دو مکانات بصرہ میں ایک مکان مصر میں تھا، ایک اراضی زرعی کا ٹکڑا جو اکہتر لاکھ میں خرید کیا گیا تھا ان سب کو فروخت کر دیا گیا تو پانچ کروڑ دو لاکھ کی رقم حاصل ہوئی۔ قرض ادا کر دیا گیا۔ وصیت نافذ کی گئی اور پھر چار سال تک بہ موسم حج منادی کی گئی کہ اگر کسی کا قرض زبیر پر آتا ہو تو لے لے بعد ازاں مال تقسیم ہوا۔

ان کی سخاوت کا یہ حال تھا کہ انہوں نے ایک ہزار غلام تجارت پر لگا رکھے تھے جو ماہواری نفع حاصل ہوتا، اسے خیرات کر دیتے تھے۔ (تہذیب الاسماء النووی) میرا مقصود ایسے نظائر کا بالاستیعاب بیان کرنا نہیں، مطلب یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم نے سابقون الاولون کو کیوں کر عمل دنیا اور عمل آخرت کو جویا و شیدا بنا دیا تھا۔ کیا اس کے مقابلہ

میں بدھ ازم کوئی شرف رکھ سکتا ہے، جس نے گریہ گری کو رواج دیا یا ویدکی تعلیم جس نے عمر کے آخری ربع میں انسان کا بن باسی ہونا ضروری بنایا، یا عیسائیت کے پاس اس تعلیم کی کوئی توجیہ موجود ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے گزر جانا آسان ہے، مگر دولت مند کا آسمانی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل تر ہے۔ تعلیم اسلام نے جن لوگوں کو مکمل بنایا، ان کی صفت اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (سورۂ نور: ۳۷)

یہ وہ مردان خدا ہیں، جن کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرسکتی۔

یہ وہ خوبی ہے جو اسلام ہی میں نمایاں ہے۔ کسی شخص نے اس آیت کا ماحصل اس فقرہ میں ادا کیا ہے: ''دست بکار و دل بیار'' یہاں تک عمل کی بحث معیشت اور تمدن کے پہلو سے کی گئی تھی۔ لیکن تقرب اور تدین سے بھی جو اہتمام اسلام نے اعمال صالحہ کے سرانجام دینے میں فرمایا ہے وہ لاثانی ہے۔ ارشادات ذیل پر تدبر کرو۔

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (۲:۱۴۸) نیک کاموں کے سرانجام دینے میں سبقت دکھلاؤ۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۲۵﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿۲۶﴾

اپنے رب کے نام کی یاد قبل از دوپہر بھی کرو اور بعد از دوپہر بھی اور رات کو بھی اسی کے لیے سجدہ ہو۔ اسی کی حمد وثناء ہو، رات کو زیادہ ہو

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿۱۹﴾ سجدہ کرو اور قرب حاصل کرو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ اے ایمان والو، اللہ کو یاد کرو بہت یاد کیا کرو۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ﴿۸﴾ اپنے رب کا نام لیا کرو اور سب سے منہ موڑ کر اسی کا بن کر عبادت کیا کرو۔

کائنات پر غور کرنا صنعت الٰہی سے دل اور نظر کو روشن کرنا۔ خصوصیات بحر و بر اور تصرفات ارضی وسمائی پر تدبر کرنا بھی اسلام نے عبادت کا جزو اور عبادت کرنے والوں کے لیے بلندی مدارج کا باعث قرار دیا ہے۔

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ (سورۂ بقرہ)

① ..... آسمانوں کی بناوٹ میں اور زمین کی بناوٹ میں۔ ② ..... رات اور دن کے آگے پیچھے آنے میں۔

③ ..... ان جہازوں میں جو سمندر میں لوگوں کی نفع رسانی کے لیے چلتے ہیں۔

④ ..... اس پانی میں جسے اللہ اوپر سے اتارتا اور زمین کو اس سے زندگی بخشتا ہے۔

⑤ ..... زمین پر ہر قسم کے چلنے والے، رینگنے والے جانداروں میں۔ ⑥ ..... ہواؤں کا الگ الگ رخ بدل کر چلنے میں۔

⑦ ..... اس بادل میں جو آسمان وزمین کے ادھر میں حکم سے باندھے ہوئے ہیں۔

بے شک عقل ودل والی قوم کے لیے اللہ کی شان کے بہت سے نشان ہیں۔ ان احکام سے ثابت ہوگیا کہ اسلام دین العمل ہے، وہ اہل سلام کو بہبود ورفاہیت دنیا کے لیے بھی عمل کرنے کا حکم دیتا ہے اور آخرت کے لیے بھی عمل کرنے کا ارشاد فرماتا ہے۔ یہ احکام اور یہ جامعیت اسلام ہی کی خصوصیت ہے۔

فصل: ۷..... اسلام ہی بانی اخوت ہے

ایک اخوت وہ ہے جو دو اشخاص کے درمیان خون کی وجہ سے پائی جاتی ہے۔ اس اخوت کے متعلق کچھ تحریر کرنا غیر ضروری ہے۔ اس اخوت میں ہر ایک بھائی کا حق قانوناً، رواجاً، اخلاقاً مسلم ہوتا ہے اور ہر ایک بھائی دوسرے بھائی کی مدد اور معاونت کا بچپن ہی سے خوگر ہوتا ہے۔ لیکن اس اخوت کا دائرہ کچھ زیادہ وسیع نہیں ہوتا، اور بایں ہمہ اس اخوت میں بھی سینکڑوں مثالیں تاریخ میں ایسی ملتی ہیں کہ بھائی بھائی کا دشمن رہا اور مدت العمر ان کے تعلقات صاف نہ ہوئے۔ بائبل اور قرآن مجید میں ہابیل اور قابیل کا واقعہ موجود ہے کہ قتل انسانی کی ابتداء دو بھائیوں ہی میں پائی گئی۔ ایک اخوت وہ ہے، جو اتحاد عقیدہ کی بنیاد پر پائی جاتی ہے اور ہماری مراد اسی اخوت سے ہے۔

نبی ﷺ کے فیضان صحبت سے اسلام میں داخل ہونے والوں میں جو اخوت قائم ہوئی وہ اپنے تقدس میں ایسی برتر و اعلیٰ ہے، جس کی نظیر تاریخ عالم میں تلاش کرنا عبث ہے۔ زمین و آسمان اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں۔

مواخات پر عمل مکہ میں بھی ہوا اور مدینہ میں بھی۔ مواخات مکہ میں مکی اصحاب کی سلسلہ بندی مقصود تھی۔ نصرت علی الحق اور مواسات مطلوب تھی اور مواخات مدینہ میں مکی و مدنی اصحاب میں وحدت اسلامی کا پیدا کرنا ملحوظ تھا۔ توسیع محبت و استحکام انس و مودت اس کی بنیاد تھی۔

مواخات مکہ

①	محمد رسول اللہ ﷺ		سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ
②	سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ		سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ
③	امیر حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ		سیدنا زبیر بن حارثہ رضی اللہ عنہ
④	زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ		ابن مسعود رضی اللہ عنہ
⑤	سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ		سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

مواخات مدینہ:..... ہجرت سے پانچ چھ ماہ کے بعد جن دنوں مسجد نبوی کی تعمیر ہو رہی تھی۔ ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کے ساتھ اخوت اور معاقدت سے قوی دل، قوی بازو بنایا گیا۔ پچاس جوڑ وہ پہلے تھے جو مسجد نبوی میں سبق اتحاد سے مشرف ہوئے۔ بعد ازاں انس بن مالک کے الفاظ یہ ہیں:

حَالَفَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ فِيْ دَارِنَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا

ہمارے گھروں میں نبیؐ نے دو یا تین بار مہاجرین و انصار کے درمیان اخوت کو باہمی حلف کے ذریعہ قائم فرمایا۔

ابن اسحٰق کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

تَآخُوْا فِي اللّٰهِ أَخَوَيْنِ أَخَوَيْنِ — راہ خدا میں دو دو کس بھائی بھائی بن جاؤ۔

معلوم ہوتا ہے کہ جو نمونہ رحمۃ للعالمین نے اپنے سامنے قائم فرما دیا تھا اس پر برابر عمل ہوتا رہا اور یہ سلسلہ اس وقت تک رہا، جب تک مکہ معظمہ فتح نہ ہو گیا اور مکہ سے آنے والوں اور ہجرت کرنے والوں کے لیے گرد و غبار

وحشت بالکلیہ دب نہ گیا۔ ذیل میں مواخات مدینہ کا بھی ایک مختصر نقشہ پیش کیا جاتا ہے:

	مہاجرین		انصار	
①	سیدنا ابوبکر صدیقؓ خلیفۂ رسول اللہ	ﷺ	خارجہ بن زید	رضی اللہ عنہ
②	سیدنا عمر فاروق	رضی اللہ عنہ	عتبان بن مالک	رضی اللہ عنہ
③	امیر المؤمنین عثمان ذوالنورین بن عفان	رضی اللہ عنہ	اوس بن ثابت الانصاری	رضی اللہ عنہ
④	سیدنا علی مرتضی	رضی اللہ عنہ	سلمان فارسی ورسول اللہ ﷺ	رضی اللہ عنہ
⑤	عبدالرحمن بن عوف	رضی اللہ عنہ	سعد بن الربیع	رضی اللہ عنہ
⑥	ابوعبیدہ بن عامر بن الجراح	رضی اللہ عنہ	سعد بن معاذ	رضی اللہ عنہ
⑦	طلحہ بن عبداللہ القرشی بن عبیداللہ (احد العشرۃ المبشرۃ)	رضی اللہ عنہ	کعب بن مالک بن ابی ابوکعب الانصاری الخزرجی السلمی، شاعر النبی	رضی اللہ عنہ
⑧	سعید بن زید	رضی اللہ عنہ	ابی بن کعب الانصاری	رضی اللہ عنہ
⑨	زبیر بن العوام	رضی اللہ عنہ	سلمہ بن سلافہ	رضی اللہ عنہ
⑩	سیدنا زید بن حارثہ	رضی اللہ عنہ	اسید بن حضیر	رضی اللہ عنہ
⑪	سیدنا بلال	رضی اللہ عنہ	ابوردیم الخثعمی	رضی اللہ عنہ
⑫	جعفر بن ابی طالب (مقیم حبش)	رضی اللہ عنہ	معاذ بن جبل	رضی اللہ عنہ
⑬	عمار بن یاسر	رضی اللہ عنہ	حذیفہ بن الیمان	رضی اللہ عنہ
⑭	مصعب بن عمیر	رضی اللہ عنہ	ابوایوب انصاری	رضی اللہ عنہ
⑮	ابودرداء	رضی اللہ عنہ	سلمان فارسی	رضی اللہ عنہ
⑯	عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب	رضی اللہ عنہ	عمیر بن حمام بن جموع	رضی اللہ عنہ
⑰	زید بن خطاب	رضی اللہ عنہ	معن بن عدی العجلانی	رضی اللہ عنہ
⑱	وہب بن سعد بن ابی سرح القرشی العامری	رضی اللہ عنہ	سوید بن عمرو الانصاری	رضی اللہ عنہ
⑲	ابومرثد غنوی	رضی اللہ عنہ	عبادہ بن الصامت الانصاری السالمی	رضی اللہ عنہ
⑳	ذوالشمالین عمیر بن عبد عمیر بن فضلہ الزہری	رضی اللہ عنہ	یزید بن حارث بن قیس بن مالک انصاری	رضی اللہ عنہ
㉑	عثمان بن مظعون	رضی اللہ عنہ	عباس بن عبادہ خزاعی ذی عقبتین	رضی اللہ عنہ
㉒	طلب بن عمیر بن وہب القرشی العبدری (ابن عمۃ النبی)	رضی اللہ عنہ	منذر بن عمرو بن خنیس الساعدی الانصاری	رضی اللہ عنہ
㉓	ابوحذیفہ بن عتبہ	رضی اللہ عنہ	عباد بن بشر	رضی اللہ عنہ
㉔	معاویہ بن ابوسفیان	رضی اللہ عنہ	حتات بن یزید	رضی اللہ عنہ

مواخات کا اثر..... ہر ایک انصاری اس دینی بھائی کو اپنے گھر لے جاتا، اپنا مال وزر، اسباب سامنے لاتا، اراضی سکنی وزرعی دکھلاتا اور نصفا ونصف باہمی تقسیم کر لیتا۔ سعد بن ربیع جب عبدالرحمن بن عوف کو گھر لے گئے تو اس وقت ان کے گھر میں دو بیویاں تھیں۔ دونوں کو ابن عوف کے سامنے لے آئے کہا ان میں سے کسی ایک کو پسند کر لیجیے تا کہ میں اسے طلاق دے دوں اور وہ تمہاری منجیعہ بنے۔ ان دو بھائیوں میں سے جب کوئی مرجاتا تو دوسرا بھائی اس کے ترکہ میں سے حصہ بھی لیتا۔ ترکہ سنبھالنے کا قاعدہ اس وقت ترک کر دیا گیا جب مہاجرین نے اپنے گھر خود بنا لیے اور اپنی جائیداد پیدا کریں اور انصار کی معاونت مالی سے مستغنی ہو گئے۔

قرآن مجید میں مواخات کا ذکر:..... قرآن حمید میں اس مواخات کا ذکر چند مقام پر ہے۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝

اللہ کی جو نعمت تم پر ہے اسے یاد کرو کہ تم تو ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈالی اور تم بفضل ربی بھائی بھائی بن گئے اور تم تو آگ کے کنارے پر پہنچ گئے تھے۔ پھر اللہ نے تم کو وہاں سے بچایا۔ اللہ تعالیٰ تو اپنی نشانی تم پر اس طرح واضح کر رہا ہے کہ تم ہدایت یاب بنو۔

قرآن مجید نے وَكُنْتُمْ اَعْدَآءً کے الفاظ میں ان تمام لڑائیوں کی طرف اشارہ کر دیا ہے جو صحابہ کو بخوبی یاد تھیں اور جن میں وہ خود یا ان کے اقرباء، آبا، احتباء وابناء برابر حصہ لیتے رہے تھے۔ یہی جنگ بے آب وگیاہ زمین کو انسانی خون سے سیراب کیا کرتی تھی۔

① ..... خاص مکہ شہر میں بنو ہاشم اور بنو امیہ کے جھگڑے۔
② ..... قریش اور مضر کی خصومتیں۔
③ ..... قریش اور حرب الفجار۔
④ ..... کنانہ اور بنو قیس کی لڑائی۔
⑤ ..... عبد مناف اور اس کے اتحادیوں میں بنو زہرہ، بنو اسد، بنو تمیم، بنو الحارث اور بنو عبدالدار اور اس کے اتحادیوں میں بنو سہم، بنو جمح، بنو مخزوم، بنو عدی کی عداوتیں۔
⑥ ..... مکہ سے باہر اور عرب کے اندر ملوک کندہ، ملوک غسان، ملوک حیرہ کی عداوتیں اور ان عداوتوں کی حالت میں سلطنت ایران کا عرب کے ایک حصہ پر اور سلطنت روما کا عرب کے دوسرے حصہ پر اور حبش کا عرب کے تیسرے حصہ پر قبضہ وغلبہ اور پھر ان سلطنتوں کی باہمی جنگ وجدال اور اس جنگ وجدال کا عربی قبائل پر بہ لحاظ ماتحتی مخالفانہ اثر
⑦ ..... یثرب کے اوس اور خزرج کی لڑائیاں۔
⑧ ..... یہودیان بنو نضیر و بنو قینقاع و بنو قضاعہ اور خیبر و فدک و تیماء کی شرارتیں اور قبائل عرب کو ہمیشہ مصروف جنگ رکھنے کی پالیسی۔
⑨ ..... عیسائیوں دومۃ الجندل و نجران و بحرین کی ریشہ دوانیاں۔
⑩ ..... بت پرست قبائل کا اپنے اپنے دیوتاؤں کی حمایت میں نبرد آزما ہونا۔
⑪ ..... زنادقہ و دہریہ کے منصوبے اور روباہ بازیاں۔

(۱۲)..... عیسائیوں کے فرقہ ہائے ثلثہ کا تو لیکی، یعقوبی اور پولوسی سے اختلاف شدید اور ان اختلافات کی ترویج میں اہل عرب کو قربانی کا بکرا بنایا جانا، یہ سب وہ امور ہیں جو آیت بالا کے لفظ وَ کُنتُم اعداء کے تحت داخل ہیں۔

بعد ازاں ان سب اختلافات کا اٹھ جانا، نزاعات کا انتزاع جھگڑوں کا خاتمہ، لڑائیوں کا انسداد وجذابت کینہ وانتقام کا محو ہوجانا۔ امن عامہ کا قائم ہوجانا اور تمام جزیرہ نمائے عرب میں ایک ہی کلمہ زبان پر ایک ہی اعتقاد دل میں ایک ہی ولولہ دماغ میں، ایک ہی مقصود کا منظور ہوجانا، ایک ہی مسجود ومعبود کا مستحق عبادت واستعانت سمجھ لینا۔ بھیڑیوں کا گلہ بان ہوجانا، رہزنوں کا محافظ جان ومال کے لقب سے ملقب ہونا، دشمنان جان کا ایمانی وقلبی اخوان ہوجانا۔

درحقیقت یہ ایسی نعمت عظیم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا بطور تذکار احسان ضرور ذکر فرمائے اور اسلام اس خصوصیت کو اپنے شرف اور برتری کی دلیل قرار دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان مواخات کی تکمیل کرنے والوں میں سے ہر ایک فریق کی تعریف فرمائی ہے۔ مہاجرین کے حق میں فرمایا:

اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ

یہ وہ ہیں جو اپنے وطن اور گھر بار، زر ومال سے نکال دیے گئے ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے فضل اور رضوان کے جویا ہیں اور اللہ اور رسول کی نصرت کیا کرتے ہیں۔ یہی لوگ تو صادق ہیں۔

آیات بالا میں ان کی مظلومی اور جبراً وطن سے اخراج اور جائیداد سے محرومی اور بایں ہمہ ان کا ثابت القلب ہوکر اللہ تعالیٰ کے فضل کا خواہاں اور رضوان الٰہی کا جویا ہونا اور جملہ وسائل معیشت سے محروم ہونے کے بعد بھی اللہ اور رسول کی نصرت میں استمرار واستحکام کے ساتھ لگے رہنا بیان فرمایا، اور پھر حصر کے طور پر فرمادیا کہ یہی لوگ صادق ہیں۔ دوسرے مقام پر کل دنیائے اسلام کو حکم دیا:

وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ. تم کو صادق لوگوں کی معیت چاہیے۔

صادقوں کا حصر اور تعین آیت بالا میں کردیا گیا تھا۔

وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ (سورۂ حشر)

اور دارالہجرت (مدینہ) کے رہنے والے جو پہلے سے ایمان لاچکے ہیں وہ مہاجرین سے محبت کرتے ہیں اور جو تھوڑا بہت ان کو دیا جاتا ہے اس کی بابت ان کے سینہ میں خلش نہیں ہوتی۔ وہ بھی ایثار کرتے ہیں، خواہ وہ خود ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔ ہاں جو کوئی تنگ دلی سے بچایا گیا وہ تو فلاح والا ہے۔

ان آیات میں دارالہجرت کا قیام اور قدامت ایمان اور محبت مہاجرین اور عطیات میں کمی وبیشی سے استغناء اور تنگی وافلاس میں بھی ایثار پر عمل کرنا انصار کرام کی صفت بتائی گئی۔ ہر دو آیات پر مکرر غور کرو۔

الف:..... مہاجرین کا ایثار یہ کہ اللہ اور رسول کے لیے گھر بار، خویش وتبار کو تج دیا۔

انصار کی فضیلت ایمانی یہ ہے کہ ہجرت سے بھی پیشتر ان میں ایمان (بعد از بیعت عقبہ) پہنچ گیا تھا۔

ب ..... مہاجرین کی فضیلت ایمانی یہ ہے کہ ان کا مقصود رضوان ربانی ہے۔

ج ..... مہاجرین کی فضیلت یہ ہے کہ ان کے جملہ افعال اللہ اور رسول کی نصرت کے لیے ہیں۔

انصار کی فضیلت یہ ہے کہ انہوں نے مہاجرین کو محبوب بنالیا اور خود ان کے محب ہو گئے۔

د ..... مہاجرین کی فضیلت یہ کہ وہ صادق ہیں۔

انصار کی فضیلت یہ کہ وہ مفلح ہیں۔ یہ ہے وہ اخوت اسلامی جس کا بانی اسلام ہے۔ یہ ہے وہ محبت ایمانی جس کی بنیاد نہ منفعت مالی پر ہے اور نہ لذت نفسانی پر، یہی وہ اخوت ہے جو اغراض سے بالاتر اور مادیات کے اثر سے بلند تر ہے۔ ذرا میدان احد تک اپنی نگاہ علمی کو وسیع کرو۔ کہ بادشاہ دو جہاں کی بیوی، چہیتی ملکہ، مؤمنین کی ماں طیبہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پانی کی مشک کندھے پر اٹھائے ہوئے ہے اور ہر ایک فرزند اسلام کو پانی پلا رہی ہے۔ زخمیوں کے منہ میں قطرہ ٹپکا رہی ہے۔ کیا کسی دنیوی بادشاہ کی ملکہ نے بھی کبھی ایسا کام کر دکھلایا ہے۔

ایک صحابی کی سنو! حذیفۃ العدوی کہتے ہیں کہ وہ میدان جنگ یرموک میں اپنے زخمی بھائی کی تلاش میں نکلا، پانی ساتھ لے گیا تھا۔ بھائی کے پاس پہنچ گیا، اسے پانی پلانے کو تھا کہ دوسرے زخمی کو آواز آئی ''آہ'' زخمی نے بھائی کو اشارہ کیا کہ پہلے اسے پلاؤ، وہ اس کے پاس پہنچا، دیکھا کہ وہ ہشام بن العاص ؓ ہیں، انہیں پانی پلانے لگا تو تیسرے زخمی کی آواز آئی، اس نے کہا پہلے اسے پلاؤ۔ اس کے پاس پہنچا تو جاں بحق ہو چکا تھا، واپس آیا تو ہشام کو پایا کہ جنت کو سدھار گیا۔ واپس آیا اور بھائی کو دیکھا کہ وہ بھی جام طہور کا سرور حاصل کر چکا ہے۔

میدان جنگ اور زخمی اور آخری سانس اور اپنے اپنے نفس کے مقابلہ میں دوسرے بھائی کا (جو خون کا بھائی نہیں) بلکہ ایمان کا بھائی ہے۔ یہ احترام، یہ تقدم اسلام کے سوا اور کہاں نظر آ سکتا ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ یہ اثر صرف عہد نبوت تک ہی تھا۔ اسپین کے خلیفہ کی لونڈی زہرا کا نام آپ نے قصر زہرا کے سلسلہ میں سنا ہوگا۔ اس لونڈی نے مرتے وقت وصیت یہ کی تھی کہ اس کا مال اس مسلمان کی رہائی میں صرف کیا جائے جو کسی غیر قوم کی قید میں محبوس ہو۔

وصیت کے مطابق تین سال تک یورپ اور افریقہ اور ایشیا میں تلاش کی گئی۔ کوئی ایسا مسلمان نہ ملا۔ آخر اس کا روپیہ اس محل کی تعمیر پر اس کی یادگار میں لگا دیا گیا۔ کہتے ہیں کہ اس قصر کی لاگت ان دنوں میں ۴۵ کروڑ تھی۔ کہتے ہیں کہ فری مین لاج والے لاج کے اندر ایک دوسرے کو بھائی کہہ کر بلاتے ہیں، ان کی اخوت اور اسلامی اخوت کا مقابلہ کر کے دیکھو، فوراً اقرار کرنا پڑے گا کہ جس اخوت کو اسلام نے پیش کیا ہے، وہ اس کی خصوصیات میں سے ہے

فصل: ۸ ..... اسلام ہی نے انسان کی انسانیت کے درجہ کو بلند تر کیا

دنیا کے بڑے بڑے مذاہب میں بانیاں و ہادیان مذاہب کی شخصیت کے متعلق جو اعتقادات قبل از اسلام موجود تھے، ان پر غور کرو۔ یہودیوں کا اعتقاد یعقوب و داؤد و عزیر علیہم السلام کی نسبت کہ ان میں سے ہر ایک خدا کا بیٹا تھا یا پہلوٹا بیٹا تھا۔ عیسائیوں کا اعتقاد مسیح علیہ السلام کی نسبت کہ وہ خدا کا پیارا بیٹا اور قادر المطلق اور ثالثِ ثلثہ (الوہیت کے تین ارکان میں سے ایک) ہے۔ ہندوؤں کا اعتقاد، ۳۲ [1] اوتاروں کی نسبت کہ پرمیشر نے خود مادی جسم قبول کر کے مادی صورت میں جلوہ گری فرمائی تھی۔ مہابھارت کا بیان۔ کرشن جی مہاراج کی نسبت کہ وہ خود خالق عالم و عالمیان تھا۔ پارسیوں کا اعتقاد زرتشت کی نسبت کہ وہ جہاں تیرتا، یعنی عالم ملکوت سے تھا۔ بدھوں کا اعتقاد، مہاتما گوتم بدھ کی نسبت کہ وہ (ارہم) خود ذات پاک تھا۔ سناتن دھرمیوں کا دعویٰ کہ پانچوں پانڈوں کو اکب نورانی کے فرزند تھے۔ تاتاریوں کا دعویٰ کہ آلنقوا بیگم کے بیٹے نور کے فرزند تھے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے اپنے بزرگوں کی عزت و توقیر بڑھانے میں ایک قابل تعریف کام کیا ہے۔ حالانکہ اس اعتقاد کا لزوم یہ ہے کہ انسانیت کا درجہ اتنا کمتر اور فروتر ہے کہ یعقوب و داؤد اور عیسیٰ و عزیر علیہم السلام کرشن و رامچندر اور زرتشت و بدھ جیسے اشخاص بشریت میں پائے ہی نہیں جاسکتے، بلکہ یہ درجہ بلند ان ہستیوں کے لیے ہے جو حقیقتاً انسان نہ تھے۔

ایک منصف غور سے بتلائے کہ اس نے اپنے بزرگ کی صفت کرتے ہوئے انسانیت کو کس قدر ذلیل بنا دیا ہے اور چونکہ اس بزرگ سے انسانیت کی نفی حقیقتاً کسی طرح نہیں کی جاسکتی اس لیے دراصل اس شخص نے ان کی بزرگی کو کس قدر صدمہ پہنچایا ہے۔ یہ اسلام ہی ہے، جس نے انسانیت کے درجہ کو بلند کیا اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدوں کو انسان بنا کر ان کا مراتب روحانی میں برتر اور اعلیٰ تر ہونا ثابت کیا۔ اسلام اسے بالکل غلط قرار دیتا ہے کہ جب تک کسی انسانی جسم کے اندر خود الوہیت کا حلول تسلیم نہ کیا جائے اس وقت تک کسی برگزیدہ انسان کو ابنائے جنس کی رہبری و ہدایت کا شرف بھی حاصل نہ ہو سکے۔ اس غلط اصول کے مفاسد کا نتیجہ یہ بھی ہوا کہ ہر ایک ظالم و جبار نے بھی اپنے لیے وہی درجہ تجویز کیا تھا۔

میں کسی بڑے سے بڑے مادی مذہب کے لیے ان کے مذہب والوں نے تجویز کیا تھا، فرعون رعایا کو مخاطب کر کے کہتا تھا: اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں۔ وہ اپنے درباروالوں سے کہا کرتا تھا:

---

[1] انش اوتار سب سے پہلا جو ۹ دفعہ ظہور پذیر ہو چکا ہے اور ایک بار بھی اس نے جامعہ انسانی میں آنا ہے۔ مچھ اوتار، مچھلی کی شکل میں ملک دکن میں نمایاں ہوا اور اس کے ظہور کے بعد طوفان عظیم آیا اور ۱۷ لاکھ ۲۸ ہزار سال تک زمین زیر آب رہی۔ کچھ اوتار، جس کی پشت پر کوہ ہندو کی مدھانی رکھی گئی اور سمندر بلونی گئی اور ۱۴ نایاب اشیا کا استخراج ہوا۔ ان ۱۴ چیزوں کے نام یہ ہیں:
۱..... لچھمن اوتار، دلہن کی شکل میں عشرت عالم کا سامان جمع ہوا۔ ۲..... کھوستہ و من نہایت قیمتی ہیرے کی شکل میں جس کی قیمت کا اندازہ نہ ہو سکا۔ ۳..... کلپ برکھ کی شکل میں اسے پارجات برچھ بھی کہتے ہیں جسے خزاں نہیں آتی جس کی خوشبو سے سارا عالم معطر ہے۔ ۴..... سرر، شراب۔ ۵..... دھنتر، طبیب کی شکل میں جس کے داہنے ہاتھ میں جونک اور بائیں ہاتھ میں بلیلہ بوقت پیدائش موجود تھا۔ ۶..... چندرماں، ماہتاب۔ ۷..... کام دہن وہ گھو جس کے تھن سے جو شے چاہتے ہیں دوہ سکتے ہو۔ ۸..... اپراپت، فیل سفید کی شکل میں جس کے چار دانت تھے۔ ۹..... سنکھ، سفید رنگ کا بحری گھونگا جس کے پاس ہوتا ہے وہی فتح پاتا ہے۔ ۱۰..... بکھ، زہر ہلاہل۔ ۱۱..... امرت آب حیات۔ ۱۲..... اش، سات سر والا گھوڑا۔ ۱۳..... ان بھا، خوبرو۔ ۱۴..... نیکو خو، عورت۔

يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ (قصص:۳۸)

اے سرداران دربار! میرے علم میں تو میرے سوا اور کوئی بھی تمہارا معبود نہیں۔

کلیم اللہ موسیٰ علیہ السلام جب اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کی توحید و تقدیس بیان فرماتے اور فرعون کو بتاتے کہ رب العالمین تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین اور خلاء و فضاء کا مالک ہے، تب بھی اسے یقین نہ آتا، جب بتاتے کہ رب العالمین تو وہ ہے جو تمہارے باپ دادوں کا پیدا کرنے والا تھا۔ تب بھی اس کی دیوانگی دور نہ ہوتی جب اسے بتایا جاتا کہ رب العامین تو وہ ہے جو مشرق سے لے کر مغرب تک تمام عالم کا خالق ہے تب بھی اس کی عقل درست نہ ہوتی، جملہ دلائل کو سن کر، سنا کر منہ سے بکتا تو یہ کہ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ۝ (شعراء)

خبردار! اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو خدا سمجھا تو تجھے قید کر دیا جائے گا۔

خلیل الرحمن ابراہیم علیہ السلام کے سامنے بھی ایک احمق جبار بادشاہ نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ بھی حیات و موت کے اختیارات رکھتا ہے۔ یہ احمق سمجھتا تھا کہ کسی شخص کو بلاوجہ پکڑ کر پھانسی پر لٹکا دینا موت پر قدرت رکھنا ہے اور کسی واجب القصاص کو چھوڑ دینا اسے حیات بخش دینا ہے۔ ان سب غلط فہمیوں کا سبب واحد یہی ہے کہ انسانیت کو سمجھا ہی نہیں گیا تھا۔ اسلام کا مدعا یہ ہے کہ الوہیت کی صفت علیا کا علو قائم رہے اور انسانیت کا درجہ بھی اپنے منہائے عروج تک پہنچ جائے، تب یہ تعلیم دی گئی کہ جملہ مقدسین و متبوعین بھی انسان ہی ہیں، اللہ کی مخلوق اللہ کے بندے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ (سورۂ نحل:۴۳)

ہم نے تجھ سے پہلے بھی جن کو رسالت کے ساتھ مامور کیا وہ انسان ہی تھے۔ ہماری وحی ان کو ملتی تھی۔

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝ (سورۂ انبیاء)

ہم نے ان کا جسم ایسا نہ بنایا تھا کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور وہ ہمیشہ جیتے رہنے والے بھی نہ تھے۔

بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۝

وہ تو باعزت بندے ہیں، بات چیت میں اللہ کی اجازت سے آگے نہیں بڑھتے اور اللہ کے حکم پر وہ عمل کیا کرتے ہیں۔

انسانیت کے ثبوت میں یہ بتلایا کہ وہ کھانے پینے سے مستثنیٰ نہ تھے، نیز ایک وقت پیدا ہوئے اور دوسرے وقت دنیا سے رخصت ہو گئے اور ان کی فضیلت کے ثبوت میں فرمایا کہ وہ صاحب وحی ہوتے تھے۔ منصب دار رسالت ہوتے تھے اور دربار الٰہی میں اعزاز و اکرام والے ہوتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے معاملات کا اظہار اس طرح فرمایا کہ ان کی زبان اور ان کے جوارح ادب اور حکم کے تحت میں ہوتے، حکم کے بغیر ان کی زبان پر ایک حرف تک نہ آتا اور جب حکم مل جاتا تو اس کی پوری پوری تعمیل کرتے۔ ان آیات میں قوت علمیہ اور قوت عملیہ کا بھی ذکر ہے اور ان کے مراتب روحانی کا بھی اظہار اور یہی وہ امور ہیں، جن سے مقدسین کا باوجود انسان ہونے کے جملہ کائنات سے برتر و ممتاز ہونا ثابت ہے۔ ان بیانات سے انسانیت کا درجہ بلند تر ہو گیا، کیوں کہ انسانیت ہی شائستہ رسالت ٹھہری، انسانیت ہی شرف دار خطابت ہوئی، انسانیت ہی علم الٰہی کے نزول و بروز کا سرچشمہ ٹھہری اور انسانیت ہی اعمال کی تکمیل و تعمیل کے امتحان میں کامیاب ہوئی۔ بے شک اس مسئلہ کا اظہار خصوصیات اسلام میں سے ہے اور انسانیت ان کی مرہون احسان ہے۔

فصل: ۹ ..... اسلام ہی غیر متعصب دین ہے

اسلام کو بدنام کرنے کے لیے اغیار نے بہت سے جھوٹے الزام اس پر لگائے ہیں، اور بعض الزام تو وہ ہیں جو الزام دینے والوں ہی میں موجود اور ثابت تھے، مگر انہوں نے ہوشیاری اور عیاری کی کہ اپنے کرتوت چھپانے کے لیے انہی باتوں کو مسلمانوں کے سر تھوپ دیا اور پھر نااہل مسلمانوں کے افعال کو تعلیم اسلام کا نتیجہ قرار دے کر مذاہب اسلام کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا۔

الف..... تعصب کے معنی یہ بھی ہیں کہ عطائے حقوق کے وقت کسی کو حق سے زائد دیا جائے اور کسی کو حق سے کم۔

ب..... اس کے یہ معنی بھی ہیں کہ دوسرے لوگوں کی آزادی عقل اور حریت مذہبی پر ناجائز بندشوں کا بار ڈالا جائے۔

اس کے یہ معنی بھی ہیں کہ اپنے مذہب کی برکات وانوار کا مستحق خود اپنے ہی آپ کو سمجھا جائے اور دوسروں کو ان برکات وانوار سے بالکل دور رکھا جائے۔ بحمد للہ کہ اسلام کی تعلیم ان جملہ نقائص سے پاک ہے۔ قرآن عظیم اور رسول کریم ﷺ نے ہمیشہ تعصب کی ان جملہ اقسام کو برا بتایا اور اپنے دامن تعلیم کو اس خارزار سے ہمیشہ بلند تر رکھا۔ تعصب کے ہر چہار اقسام کی نفی کا یقین مندرجہ ذیل آیات قرآنی اور معاملات اسلامی سے بخوبی ہو جائے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ (مائدہ)

اے ایمان والو، معاملات کو پورا کیا کرو۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَنْ صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا ۘ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (سورہ مائدہ)

اس قوم کی نفرت جس نے تم کو کعبہ سے روکا تھا تم کو ادھر کھینچ کر نہ لے جائے کہ تم بھی ان پر زیادتی کرنے لگو۔ نیکی اور خدا ترسی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ و سرکشی میں مدد نہ دو

وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ ۖ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ ۖ اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۖ لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ۖ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ ۖ اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۖ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ﴿١٥﴾ (سورہ شوریٰ)

اور اے رسول کہہ دیجیے، اللہ نے جو کتاب میں اتارا میرا اس پر ایمان ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل کیا کروں اور ہمارا رب اور تمہارا رب اللہ ہی ہے، ہم کو ہمارے اعمال تم کو تمہارے اعمال ہمارے تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں اللہ ہی ہم کو اکٹھا کرے گا اور اللہ ہی کی طرف بازگشت ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٨﴾ (سورہ مائدہ)

اے ایمان والو تم اللہ کے واسطے قائم رہنے والے انصاف کے ساتھ سچی گواہی دینے والے بن جاؤ اور کسی قوم کی عداوت تم کو بے انصافی کی طرف کھینچ لے جائے عدل کیا کرو، عدل ہی خدا ترسی سے قریب تر ہے۔ اللہ سے ڈرو، وہ تمہارے اعمال کی خبر رکھتا ہے۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ

بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ (سورۂ آل عمران)

اے رسول کہہ دیجیے کہ اے یہودیو اور اے عیسائیو اے کتاب والو، آؤ ایک ایسی بات پر سمجھوتہ کریں جو ہمارے تمہارے لیے مساوی ہے اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کریں اللہ کا شریک کسی کو نہ بنائیں اللہ کے سوا کوئی انسان کسی کو اپنا رب نہ ٹھہرائے، اگر یہ لوگ اس پیغام سے انکار کردیں تب ان سے کہہ دو کہ تم گواہ رہنا ہم تو ان حکموں کے ماننے والے (مسلمان ہیں)۔

لَاۤ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَىِّ ۚ (سورۃ البقرۃ)

دین کے معاملہ میں کسی پر کوئی دباؤ یا سختی نہیں ہدایت اور گمراہی کو تو صاف الگ الگ واضح کردیا گیا ہے۔

ان آیات کے بعد کیا کوئی دوسرا شخص بھی اپنی پاک کتاب میں ایسی یا اس سے اعلیٰ تعلیم کی موجودگی ثابت کرسکتا ہے؟ ہاں! ان تعلیمات کی تعلیم میں رواداری کے جو نمونے، بے تعصبی کے جو ثبوت ہادیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اور حضور ﷺ کے خلفائے راشدین المہدیین نے اور ملوک عظام نے دنیا کے سامنے پیش کیے، وہ سب اسلامیہ کتب میں اب تک موجود ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے مدینہ پہنچ کر جو معاہدہ یہودیوں کے ساتھ کیا تھا، وہ قابل ملاحظہ ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہودی وہ ہیں جن کے ساتھ نہ کسی بابل کی بت پرست سلطنت نے سلوک کیا اور نہ مصر کی حکومت نے ان پر رحم کھایا اور نہ یہوداہ کی نسل میں پیدا ہونے والے مسیح کی امت نے ان کو کبھی انسان یا آدمی سمجھ کر ان سے کوئی مراعات کی۔ نصاریٰ کے ساتھ نبی کریم ﷺ کا معاہدہ بھی ملاحظہ طلب ہے۔ ان معاہدات کو رحمۃ للعالمین جلد اول (حصہ اوّل) میں پڑھ لیجیے اور انصاف کیجیے کہ کیا ان سے اسلام اور داعیِ اسلام کی بے تعصبی، سرچشمی اور کس قدر رواداری ظاہر ہوتی ہے۔ حکمرانانِ امویہ وعباسیہ واندلسیہ فاطمیہ کی شان وشوکت کے زمانوں میں اقوام غیر کا پورے حقوق اور آزادی کے ساتھ صدیوں تک آباد رہنا۔

یہودیوں، عیسائیوں کا بلا امتیاز احد سے ہر ایک منصب پر فائز ہوجانا ہماری روشن دلیل ہے۔ ہندوستان پر نظر ڈالیے۔ اس وقت اونچی قوموں کے لیے لفظ آریہ نہایت موزوں سمجھا جاتا ہے۔ مگر آریہ ورت کا جو رقبہ ستیارتھ پرکاش میں محدود کیا گیا ہے، اس میں احاطہ مدراس اور احاطہ بنگال اور شمال مغربی صوبہ شامل نہیں ہوسکتے۔ صوبہ بہار کے اکثر مقامات بھی اس آریہ ورت کے رقبہ سے باہر ہیں۔ اس احاطہ بندی نے کروڑوں انسانوں کو شریف قوم یا آریہ کہلانے سے محروم کردیا ہے۔ مسلمانوں کی فیاضی دیکھو کہ انہوں نے دریائے انڈو (اٹک) کو قدرتی حد قرار دے کر اس طرف رہنے والوں کو ہندو لقب دیا۔ اس نام کے تحت میں اس ملک کی رہنے والی سب قوموں کا اجتماع ہوگیا اور ان میں جمعیت پیدا ہوگئی اور کسی کو غیر شریف کہنے کی ضرورت بھی نہ رہی۔ بعد ازاں جب مسلمانوں کا یہاں کے لوگوں کے ساتھ معاملہ پڑا تو انہوں نے لالہ کا خطاب دیا جس کے معنی بڑا بھائی ہیں اور یہ لغت اب تک سرحدی صوبہ میں اس معنی میں خود مسلمانوں میں مروج ہے لالہ موسیٰ ایک مشہور بستی اور مشہور ریلوے اسٹیشن ہے جو ایک بزرگ مسلمان کے نام سے آباد ہوئی تھی۔

اورنگزیب کو متعصب کہا جاتا ہے۔ مگر اس کے دربار کے ہندو امراء کی فہرست اکبر کے دربار سے (جس کی بے

تعصبی مسلمہ ہے) زیادہ لمبی ہے اورنگزیب نے راجپوتانہ کی کسی ہندو ریاست کو شامل ملک محفوظ نہیں بنایا، حالانکہ دکن کی چار اسلامی سلطنتوں کو فتح کر کے جزو سلطنت بنالیا تھا۔ ستی اور صغرسنی کی شادی کے خلاف بھی کوئی مداخلت نہ کی۔ دارالسلطنت آگرہ اور دارالخلافہ دہلی کے قرب وجوار میں اب ہندو صاحبان کی آبادی مسلمانوں سے زیادہ ہے۔

ہندو راجاؤں کو جو خطابات عطا کیے ہیں، ان کو ملاحظہ کرو۔ کیسے عظیم الشان ہیں ہر ایک خطاب کے ساتھ نیا علاقہ بھی ضرور ہوتا تھا۔ ذرا اس سلوک کو بھی دیکھیے کہ ہندوؤں نے ہمیشہ مسلمانوں کو اچھوت کا درجہ دیا، مگر مسلمانوں نے کبھی ان کو اچھوت نہ بنایا۔ تجارت کو بالکل ہندوؤں کے قبضہ میں چھوڑ دیا گیا۔ مندروں پاٹ شالاؤں کے لیے جاگیریں دیں، ابھیاگتوں کے لیے لنگر کھولے۔ اپنے سابقہ وطن سے قطع تعلق کر کے ہندوستان ہی کو جینے، مرنے کے لیے پسند کیا، اپنی زبان کو چھوڑ کر یہاں کے باشندوں کی زبان کو اپنی زبان بنایا اور اسی کو محلات اور دربار کی زبان قرار دیا۔ غور کے بعد بتاؤ، بے تعصبی کا ثبوت ان امور سے بڑھ کر کوئی معترض خود بھی اپنے فعل وقول سے پیش کر سکتا ہے۔

بیرونی تجارت عرب اور چینیوں کے ہاتھ میں تھی، جب یورپین اقوام نے ہندوستان کی طرف قدم بڑھایا تو ان کو خیر مقدم کہا گیا، ان کا مال کسٹم ڈیوٹی سے آزاد کیا گیا۔ سیاست حالیہ کے ماہر کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی یہ رواداری اور بے تعصبی ہی ان کی سلطنت اور اقتدار کے زوال کا باعث ہوئی۔

میں کہتا ہوں کہ ایک سرچشم مسلمان اس اعتراض کو اپنے اوپر چسپاں کر لینے پر رضامند ہو سکتا ہے مگر وہ کبھی بھی تسلیم نہیں کر سکتا کہ اسلام میں تعصب ہے۔ ہمارے اس مضمون کو پڑھ کر شاید کوئی صاحب غزوات وسرایائے اسلام کا حوالہ دیں اور حروبِ عرب کو تعصب دینی کی دلیل قرار دیں، لیکن درحقیقت ایسا کرنا تاریخ اور علل واقعات سے ناواقفیت پر مبنی ہوگا۔ ہم نے غزوات وسرایا کا مکمل مضمون اسی کتاب کی جلد دوم میں تحریر کر دیا ہے اور بطور نتیجہ دکھلا دیا ہے کہ نبی ﷺ کے غزوات صرف اسی قوم اور خاندان کے ساتھ ہوئے، جس میں سے خود حضور نبی کریم ﷺ اور سابقون الاولون بھی تھے۔ حضور ﷺ ہی کی قوم نے اسلام کی عداوت ومخالفت میں سارا زور لگایا اور انہی سے لڑائیاں ہوئیں۔ لہٰذا یہ خاندانی جھگڑا کسی طرح تعصب دینی کی دلیل نہیں بن سکتا۔ میں یہ بھی ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام کی جنگیں نہ اپنی تعلیم کی اشاعت کے لیے تھیں اور نہ دوسرے مذاہب کے لیے مواجب اکراہ تھیں، رب العالمین نے اسلامی حروب کے متعلق جو درجہ بیان کی ہے وہ قرآن مجید میں موجود ہے۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۭ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ (سورۂ حج)

اگر اللہ لوگوں کی مدافعت نہ کرتا اور بعض کے ذریعہ بعض کو نہ ہٹا دیتا، تب صوامع اور بیع اور صلوٰۃ اور مساجد جن میں اللہ کا ذکر بہت کیا جاتا ہے ضرور گرا دی جاتیں اور اللہ تو اس کی مدد ضرور کرتا ہے جو اللہ (کے مقاصد) کی مدد کرتا ہے۔ اللہ تو قوت والا اور غلبہ والا ہے۔

صَوَامِعُ صومعہ کی جمع ہے۔ لغت میں اس عمارت کو کہتے ہیں جو اوپر سے پتلی ہوتی جائے۔ درویشان قوم ترسا

کے خلوت خانے اسی شکل کے ہوتے تھے۔ ہندوؤں کے مندروں کی شکل بھی یہی ہے اور اس نام سے معروف ہیں۔ بیع. بیع کی جمع۔ عیسائیوں کا گرجا صلوات یہ عبرانی صلوۃ کا معرب ہے، عبادت گاہ یہوداں۔ مساجد معبد مؤمنین المسلمین۔

آیت بالا ظاہر کرتی ہے کہ مسلمانوں کو جنگ کی اجازت اس لیے دی گئی کہ وہ جملہ مذاہب کی آزادی کو قائم کردیں، بدامنی دور کردیں۔ پارسیوں، عیسائیوں، یہودیوں کی عبادت گاہوں کو اور مسلمانوں کی مسجدوں کو کوئی شخص گرانہ سکے۔ تاریخ کا ادنیٰ واقف بھی جانتا ہے کہ ایرانیوں نے بعہد پرویز ایشیائے کوچک پر قابض ہونے کے بعد عیسائیوں کے گرجاؤں کو گرادیا تھا اور دس سال کے بعد عیسائیوں نے مکرر غلبہ کے بعد پارسیوں کی پرستش گاہوں کو فناء کردیا تھا۔

یہودیوں کے عبادت خانے تو سب کے سب شاہان روما کے ظلم وتعصب کی وجہ سے زمین کے برابر کردیے گئے تھے۔ حتی کہ یروشلم کی زمین کو بھی جس کی عمارت ۸۰ء میں نیرو شاہ روما نے گرادی تھی قسطنطین (اولین عیسائی بادشاہ) کی والدہ کے حکم سے کوڑا کرکٹ گرانے کی جگہ بنادیا گیا تھا۔ مسلمانوں کی مساجد تو بالکل ہی غیر محفوظ تھیں کیوں کہ پارسی وترسائی ونصرانی مسلمانوں کے خلاف بالاتفاق عداوت پر ڈٹے ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اٹھایا اور انہی کے دوش پر معابد عالم کی حفاظت کا بار رکھا اور انہوں نے اس بار کو خوش گوار فرض کے طور پر اٹھایا۔ آیت بالا میں ایک پیش گوئی بھی موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ جب مسلمانوں کی جنگیں اصول بالا کے لیے ہوں گی تب ان کو منجانب اللہ نصرت عطا کی جائے گی اور وہ ہر ایک اس قوم کے مقابلہ میں جو کسی دوسرے مذہب کے معابد کو تباہ کرنے والی ہے، ضرور مظفر ومنصور ہوں گے۔

رب العالمین کے اسی کلام صداقت نظام کا اثر اور معجزہ تھا کہ خلافت صدیق رضی اللہ عنہ اور فاروق رضی اللہ عنہ اور ذوالنورین رضی اللہ عنہ میں اسلامی لشکر کو کسی ایک جگہ بھی شکست نہیں ہوئی بلکہ ہر ایک جگہ اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُوْنَ (اللہ ہی کا لشکر غالب آئے گا) کا نظارہ نظر آتا رہا اور اس کامیابی نے یہ بھی ثابت کردیا کہ مسلمانوں کی جنگیں ٹھیک اسی اصول (حفاظت واحترام معابد مذاہب عالم) پر تھیں۔ کیا اب بھی کسی کے نزدیک اسلامی جنگیں قابل اعتراض ہوسکتی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ مسلمانوں ہی کا حوصلہ تھا کہ اپنی جانیں قربان اور اپنے سینوں کو اماج تیر وسنان بنا کر غیر مسلمانوں کے معابد کی حفاظت کی۔ کیا کوئی اور قوم بھی اپنی بے تعصبی کا ثبوت اس طریقہ سے دے سکتی ہے۔

ذرا تاریخ اٹھا کر دیکھو کہ اسلامی قبضہ سے پیشتر شام وفلسطین وعراق ومصر میں پیشوایان عیسائیت اور فرماں روایان کلیسا نے عام لوگوں کو اور پھر فرقہ واری کے جنون میں خود عیسائیوں کی جان ومال کو کس قدر غیر محفوظ کر رکھا تھا۔ وہ مسائل جن پر صدیوں تک عیسائی فرقہ میں خون ریزی جاری رہی یہ تھے:

① ..... کیا مسیح ایک جسم اور ایک روح والا تھا۔

② ..... کیا مسیح ایک جسم اور دو روح والا تھا۔

③ ..... اگر وہ ایک جسم اور ایک روح والا ہی تھا تب اس کے جسم میں انسانی روح تھی، یا الوہیت کی روح۔

④ ..... اگر اس کے اندر انسانی روح تھی، تب اس کی الوہیت کی ابتداء کس طرح سے اور کب سے ہوئی۔

⑤ ..... اگر مسیح ایک جسم اور دو روح (انسان اور الٰہی) والا تھا، تب کون سی روح غالب تھی۔

⑥ ..... کیا کبھی روح الوہیت روح انسانی پر اور کبھی روح انسانی روح الوہیت پر غالب بھی آ جایا کرتی تھی

⑦ ..... مسیح کا صلیب پر چڑھنا مع روح الوہیت تھا یا بلا روح الوہیت تھا۔

⑧ ..... اگر مصلوبی کے وقت روح الوہیت شامل نہ تھی، تو روح انسانی کیوں کر گناہ گاروں کے گناہوں کی برداشت کی متحمل ہوئی۔

⑨ ..... اگر روح الوہیت شامل تھی تو کیا الوہیت بھی مصلوب ہوئی۔

الغرض! ایسی ایسی موشگافیوں نے مسیح کی صاف اور سچی تعلیم کو ایک عجیب گورکھ دھندا بنا دیا تھا۔ نئی نئی بدعات کے ساتھ نئے نئے فرقے بنتے تھے اور ایک دوسرے کا گلا کاٹنا اپنے نزدیک مسیح کی خوشنودی کا موجب سمجھتے تھے۔ اس خون ریزی کو دنیا کے بہت بڑے رقبہ پر صرف اسلامی قبضہ ہی نے بند کیا۔ ایران پر مشروکیہ اصول کی حکومت تھی اور کسی عورت کو زندہ رہنے کا حق نہ تھا۔ جب کہ وہ اپنے آپ کو قوم کی مشترکہ جائیداد نہ بنا دے۔ پوران دخت ایران دخت جیسی صاحب تخت و تاج حکمرانوں نے اس اصول کی تعمیل نہ کرنی چاہی تو فوراً ان کو تخت کی جگہ تختۂ موت دیکھنا پڑا۔ اسلامی قبضہ ہی نے ایران کے جان و مال کو محفوظ کیا اور اسلام ہی کی بے تعصبی ان کی زندگی کا سبب ٹھہری۔

کتاب ستیارتھ پرکاش میں گوشائیں، ببراگی، چیرانگت (آچاری) ویشنو آوک، دام مارگی چوبی، مارگ فرقوں کے فحش افعال اور فحش منتروں کا ذکر موجود ہے۔ ایسے فرقوں کا وجود ہنود میں باہمی جنگ و جدال کا موجب تھا۔ ہند میں داخل ہونے والی ہندو قوموں نے یہاں کے مفتوحین کو اچھوت قرار دیا تھا۔ ہزاروں سال سے اسی پر اب تک عمل موجود ہے اور بدھ ازم اور جین مت نے ہندوؤں کی نسلوں اور پشتوں کو تباہ کرنے میں اور شنکر اچارج کے قائم کیے ہوئے مت نے بدھ لوگوں کو ہندوستان سے خارج کرنے میں جو جو کارنامے اس ملک میں کیے ہیں وہ تعصب کی خونی داستان ہے، اسی تعصب اور عناباہمی کا نتیجہ تھا کہ سارے ہندوستان پر کسی ہندو راجہ کو شاہانہ حکومت حاصل نہ ہوئی اور یہاں کی ہر ایک چھوٹی حکومت دوسری چھوٹی حکومت سے برسر پیکار رہی۔

اسلام ہی کی بے تعصبی نے ان سب فرقوں کو سب حکومتوں کو اور جملہ مذاہب کو اپنی اپنی حدود کے اندر رہنے کی تعلیم دی اور اس کو دولتِ برطانیہ نے اسلامی سلطنت سے اپنے چارج میں حاصل کیا ہے اور ان سینکڑوں مذاہب پر ملک ہندوستان میں حکومت کرنا نسبتاً بہت آسان ہو گیا، مگر اس کے مقابلہ میں انگلینڈ و ویلز آئرلینڈ و اسکاٹ لینڈ پر حکومت کرنا زیادہ دشوار رہا جن میں بلحاظ مذہب صرف دو ہی فرقے پراٹسٹنٹ اور کاثولیک آباد ہیں۔ تمام بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلام میں تعصب نہیں۔

فصل:..... ۱۰

اسلام ہی دینِ محبت ہے

ذرا غور کرو کہ اسلام معرفت الٰہی کی تعلیم کن الفاظ میں دیتا ہے۔

① ..... وہ رَبُّ الْعٰلَمِیْن ہے۔ ہر ایک شے جو نمودار ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے، جو نشوونما قبول کر سکتی ہے، جو کسی حرکت سے متحرک ہے، اسے وجود بخشنے والا، اس کی ہستی کو قائم رکھنے والا، اس کے خواص کی حفاظت کرنے والا۔ اس ماہیت و کیفیت خاص سے اسے امتیاز بخشنے والا، اس کی ضروریات حیات کو بہم پہنچانے والا وہی ہے، جو اسلام کا اللہ ہے۔

② ..... وہ رَحْمٰن ہے۔ یہ لفظ لغوی حیثیت سے لفظ رحمت سے مبالغہ کے لیے وضع ہوا ہے۔ اس کا ترجمہ کمال رحمت والا ہے۔

سلسلۂ وحی کا قیام برکات سماوی کا نزول، انوار عرفان کا انعکاس اسی رحمت کا نتیجہ ہے۔ ارض و سماء اور خلاف و فضاء کا قیام اسی رحمٰن کے حکم سے ہے۔ چرند و پرند کی بقاء اسی رحمن کے عطیہ سے ہے۔ رحمن وہی ہے، جو ہر ایک درماندہ کی توانائی ہے۔ ہر ایک پسماندہ کی ہدایت ہے، اسی کی استعانت ہمیں اس کی رحمت تک لے جاتی ہے۔ اسی کی رحمت قعر فرش سے انتہائے عرش تک قادر و متصرف ہے۔

③ ..... وہ رَحِیْم ہے رحم سے رحیم۔ لغوی حیثیت سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس وزن کے الفاظ اپنے اپنے معانی کے لحاظ سے معنیٔ دوام پر حاوی ہوتے ہیں۔ لہٰذا اسم پاک رحیم ظاہر کرتا ہے کہ رحم ہمارے مالک کی ان صفات کاملہ میں سے ہے، جن کو ذات پاک کے ساتھ لزوم و دوام حاصل ہے۔ حدیث ترمذی میں آیا ہے کہ ایک عورت نے نبی ﷺ سے پوچھا:

اَلَیْسَ اللّٰہُ اَرْحَمُ بِعِبَادِہٖ مِنَ الْاُمِّ بِوَلَدِھَا؟

کیا اللہ کا پیار اپنے بندوں کے ساتھ اس پیار سے زیادہ نہیں جو ماں کو اپنے بچے سے ہوتا ہے؟

فرمایا: یہ بات بالکل درست ہے۔ ایک حدیث میں ہے:

اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ

خواجہ حالی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ [1] نے اسی کا ترجمہ اپنی مقبول عام و خاص مسدس میں فرمایا ہے:

کرو مہربانی تم اہل زمین پر ۔۔۔ خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

---

[1] خواجہ الطاف حسین حالی انصاری کی وفات پر راقم نے یہ قطعہ تاریخ تحریر کیا تھا۔

سال وفات مظہر حق حالیٔ بزرگ ۔۔۔ سلمان سروش غیب بمن گفت یادداد

چوں سیزدہ زیادہ دوم میکنی شمار ۔۔۔ سہ بار سہ نویس و بیک بار یک نگار

۱۳ صفر ۱۳۳۳ھ

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لَا یَرْحَمُ مَنْ لَّا یَرْحَمُ جو کوئی خود رحم نہیں کرتا، اس پر بھی رحم نہ کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کے رحیم ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میراث میں ذوی الارحام (ماں کی طرح رشتہ داروں کو بھی) حصہ دار ٹھہرایا ہے اور اس کے رحم نے اس حکم کی اشاعت اپنے نبی کی زبان سے کردی ہے:

اَلرَّحِمُ مِنَ الرَّحْمٰنِ رحم تو رحمٰن سے نکلا ہے جو کوئی اپنے ہاں کی قرابت رحم کو نہیں جوڑتا وہ رحمن سے اپنا تعلق توڑتا ہے۔

④ .....وہ جَبَّار ہے اسمائے حسنیٰ میں جبار کے معنی وہ نہیں جو عوام نے سمجھے اور جبر کو ظلم وستم کا مترادف خیال کیا بلکہ جبار کے معنی ہیں ''شکستہ دلوں کی شکستگی کو دور کرنے والا، دکھیاؤں کے درد دکھ کو توڑ دینے والا۔

⑤ .....قَهَّار ہے یہاں بھی قہر بمعنی غیظ وغضب نہیں، بلکہ قہر کے معنی حکومت ہیں۔ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وہ اپنے بندوں پر حکمران ہے۔

⑥ .....وہ بَرّ ہے بہترین سلوک کرنے والا، احسان فرمانے والا ہے۔

⑦ .....وہ رَقِیْبٌ ہے بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔

⑧ .....وہ مُجِیْبٌ ہے بندوں کی دعا پر ارتھنا کو قبول فرماتا ہے۔

⑨ .....وہ تَوَّاب ہے گناہ گاروں کی معذرت قبول فرماتا ہے، تازہ القاب سے ان کو خوشی بخشتا ہے۔

⑩ .....وہ وَهَّاب ہے بے اندازہ نعمتوں کو عطا فرمانے والا۔

⑪ .....وہ مُقِیْتٌ ہے روزی رساں۔

⑫ .....وہ نُوْرٌ ہے آسمانوں اور زمین کی ضوء وضیا اسی سے ہے۔ شمس وقمر کو روشنی اسی سے ملی ہے۔ آنکھ کی بینائی اسی نے دی ہے۔ مؤمن کے دل کا چراغ اسی کے نور سے روشن ہے۔

⑬ .....وہ فَتَّاح ہے انسان سے مصیبتوں کو دور کرتا ہے، اس کی مشکلات کو حل فرماتا ہے۔

⑭ .....وہ رَؤُف ہے گہرا پیار کرنے والا، دل نواز، بندہ پرور۔

⑮ .....وہ حَیٌّ ہے زندہ اور حیات آفرین اور حیات بخش۔

⑯ .....وہ قَیُّوم ہے پابند اور قیام بخشندہ۔

⑰ .....وہ عَفُوّ ہے بار بار معاف فرماتا ہے، معاف کردینے کو پسند کرتا ہے۔

⑱ .....وہ وَلِیّ ہے ولا ومحبت اس کی ذات میں ہے۔

⑲ .....وہ هَادِیْ ہے سالکان راہ کو منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔

⑳ .....وہ مُغْنِیْ ہے غناء بخشنے والا، بندہ کو دوسرے بندہ کی احتیاج سے نجات دینے والا۔

㉑ .....وہ مُعْطِیْ ہے اس کا عطاء ونوال بے پایاں ہے۔

(۲۲).....وہ غنی ہے دیتا ہے اور معاوضہ کی اسے ضرورت نہیں۔

(۲۳).....وہ رزّاق ہے جسم اور روح کے قیام کے لیے جیسی خوراک بحر و بر کے رہنے والوں کی ہو اور تحت الثریٰ میں سانس لینے والوں کو ہر ایک کے مناسب غذا عطاء فرماتا ہے۔

(۲۴).....وہ غفور ہے گناہ و خطا کو چھپا دیتا ہے، دور کر دیتا ہے۔ اسلام میں اسمائے حسنیٰ کا شمار ۹۹ ہے۔[1]

ہم نے اس جگہ ۲۴ نام ایسے پیش کر دیے ہیں، جن میں محبت اور آثار محبت کا جلوہ موجود ہے، اس سے آگے۔

(۲۵).....وہ وَدُود ہے۔

ودود زبان عرب میں محبت کی قسم اعلیٰ کو کہتے ہیں۔ ایک آیت میں جس میں رحمت اور ودود دونوں کو جمع کر دیا ہے، فرمایا:

سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا رحمٰن ان کے لیے وُدّ کو مہیا فرمائے گا۔

ایک دوسری آیت میں غفران اور ودود کو جمع فرمایا ہے۔ بعد ازاں دیکھو کہ حب اور اس کے مشتقات کا بھی اللہ و رسول کے کلام میں بکثرت استعمال فرمایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کلام پاک کے ایک ہی مختصر جملہ میں بندوں کی محبت کا اللہ کے ساتھ اور اللہ کی محبت کا بندوں کے ساتھ ہونا ثابت فرما دیا ہے:

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (مائدہ) سچے بندے اللہ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ ان بندوں سے محبت کرتا ہے۔

بعد ازاں صراحت مقصود کے لیے یہ بھی ظاہر فرمایا کہ محب الٰہی کی شائستگی کیسے بندوں کو حاصل ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (بقرہ) اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (مائدہ) عدل و انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ (توبہ) تقویٰ والوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ (بقرہ) رجوع الی اللہ کرنے والوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔

وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الصَّابِرِيْنَ (آل عمران) صبر کرنے والوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔

وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ (توبہ) پاک و صاف رہنے والوں، طہارت والوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔

ان آیات سے یہ ثمرات حاصل ہوتے ہیں کہ اوصاف احسان اور توبہ اور عدل و قسط، تقویٰ اور صبر اور طہارت کا اپنے اندر جمع کر لینا اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ چند آیات مبارک میں یہ بھی ظاہر فرمایا کہ کون لوگ ہیں، جن کو محبت الٰہی حاصل نہیں ہو سکتی۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ (نساء) برائی کی اشاعت اللہ کو ناپسند ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (بقرہ) حدود الٰہی کو توڑنے والے قانون شرعی کا احترام نہ کرنے والے اللہ کو ناپسند ہیں

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا (نساء) اللہ تعالیٰ حیلہ باز، اترانے والے کو ناپسند کرتا ہے۔

---

[1] جن پر میں نے ایک مستقل کتاب "شرح اسماء الحسنیٰ" لکھی ہے اور مسلمان لکھنی سوبدرہ کے پتہ سے مل سکتی ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِيْنَ (انفال) خیانت والوں کو اللہ ناپسند کرتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ (حج) خیانت کرنے والے احسان کو ملیامیٹ کرنے والے اللہ کو ناپسند ہیں

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ (قصص) شیخی باز، اترانے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ (قصص) فساد اٹھانے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔

إِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِيْنَ (روم) کافر اللہ کو ناپسند ہیں۔

إِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (اعراف) اسراف کرنے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔

إِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ (شوریٰ) ظلم کرنے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔

ان آیات سے کیا فوائد حاصل ہوئے کہ برائی کی اشاعت کرنا، آئین شکنی، حیلہ بازی، عیاری، خیانت، ناشکری، احسان فراموشی، اترانا، غرور، فساد انگیزی کفر، اسراف، ظلم وہ اخلاق ذمیمہ ہیں جن کے ارتکاب سے انسان محبت الٰہی سے محروم ہوجاتا ہے۔ محبت کا اتنا مکمل بیان ثابت کرتا ہے کہ اسلام دین المحبۃ ہے۔

اب سیدنا و مولانا نبی کریم ﷺ کے ارشادات سنو:-

اَتَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا (رواہ مسلم و ابوداؤد و ترمذی عن ابی ہریرۃ)

جب تک ایمان نہیں، تب تک جنت میں داخلہ نہ ہوگا۔ جب آپس کی محبت نہیں تب تک ایمان نہیں۔

مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَكٰى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى (رواہ البخاری والمسلم عن نعمان ابن بشیر)

آپس کی محبت، آپس کے پیار و آپس کے تعلقات میں مؤمنوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے جو چند اعضاء سے مرکب ہوتا ہے۔ پھر اگر ایک عضو کو تکلیف ہوجاتی ہے تب سارے جسم کے سارے اعضاء بے خوابی و تپ و بے تابی میں اس کا ساتھ دیتے ہیں۔

غور کرو! یہاں تواد، تراحم اور تعاطف تین الفاظ کا استعمال فرمایا گیا ہے۔ تواد بتلاتا ہے کہ خیر اندیشی و خیر طلبی کا وہ درجہ حاصل ہوجائے کہ اپنے اغراض و مقاصد کو دوست کی غرض و مقصد پر قربان کرنا آسان ہو۔

تراحم ظاہر کرتا ہے کہ دوست کی مصیبت کا احساس تمہارے دل میں ہو۔

تعاطف یہ کہ ایک دکھ میں ہے تو اس کا درد دوسرے کو ہے۔ ایک کا کام اٹکا ہوا ہے تو دوسرا اس کی تدابیر میں لگا ہوا ہے۔

اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ لَاُنَاسًا مَا هُمْ بِاَنْبِيَآءَ وَلَا شُهَدَآءَ يُغْبِطُهُمُ الْاَنْبِيَآءُ وَالشُّهَدَآءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِمَكَانِهِمْ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى ۔ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تُخْبِرُنَا مَنْ هُمْ قَالَ هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوْا بِرُوْحِ اللّٰهِ عَلٰى غَيْرِ اَرْحَامٍ بَيْنَهُمْ وَلَا اَمْوَالٍ يَتَعَاطَوْنَهَا فَوَاللّٰهِ اِنَّ وُجُوْهَهُمْ لَنُوْرٌ وَّاِنَّهُمْ لَعَلٰى نُوْرٍ لَا يَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا يَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ النَّاسُ وَقَرَءَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ (اخرجہ ابوداؤد عن عمر الفاروق)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بندگان خدا میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو نہ نبی ہیں نہ شہید، لیکن ان کا درجہ جو اللہ کے ہاں ہے اس کی وجہ سے نبی کریم ﷺ اور شہید بھی ان کو چاہت کی نظروں سے دیکھیں گے۔

لوگوں نے پوچھا: حضور وہ کون ہیں؟ فرمایا: یہ وہ محبت کرنے والے ہیں جن کی باہمی محبت صرف للّٰہیت پر ہے قرابت یا مال وزر کی داد و ستد پر نہیں ان کے چہرے نور ہوں گے اور وہ نور پر ہوں گے۔ جب سارے لوگ غم واندوہ میں ہوں گے۔ مگر ان کو غم نہ ہوگا نہ حزن۔

بعد ازاں حضور ﷺ نے یہ آیت اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ تلاوت فرمائی۔

اس حدیث پر غور کرو کہ ولایت ربانی کو باہمی محبت ایمانی کا ثمرہ فرمایا گیا ہے اور محبت کا ثمرہ وہ قرب و تمکین ہے جو بروزِ حشر ان کو حاصل ہوگی۔

يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ لِجَلَالِيْ، اَلْيَوْمَ اُظِلُّهُمْ فِيْ ظِلِّيْ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّيْ (رواہ مسلم ومالك عن ابي هريرة)

ترجمہ:..... اللہ تعالیٰ بروز قیامت فرمائے گا کدھر ہیں وہ جن کی باہمی محبت صرف میرے لیے تھی۔ میں آج ان کو اپنے سایہ میں جگہ دوں گا جب کہ میرے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہیں۔

ہر شخص جانتا ہے کہ والدین کا سایہ کیسے ناز و تنعم کا موجب ہوتا ہے اور کسی مہربان حکمران کا سایہ کتنے اقبال و دولت کا ضامن ہوتا ہے، اسی پر الٰہی سایہ کی وقعت و قدر و منزلت کا قیاس کرلو۔ اگرچہ ہم ان نعمتوں کا قیاس کر ہی نہیں سکتے، جن کو نہ آنکھ نے دیکھا ہے۔ نہ کان نے سنا ہے اور نہ دل آج تک اس کی ماہیت کو سمجھ سکا ہے۔

وَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجَبَتْ مُحَبَّتِيْ لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ

(اخرجه مالك عن ابي ادريس الخولاني عن معاذ بن جبل)

ترجمہ:..... (حضور نبی کریم ﷺ نے بتایا) "کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ میری محبت ان اشخاص کے لیے واجب اور ضروری ہوگئی ہے جن کی محبت میرے لیے ہے جن کا آپس میں مل بیٹھنا میرے لیے ہے جو میرے لیے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں جو میرے لیے بذل وصرف کرتے ہیں۔

محبت کے آثار و موجبات بھی نبی ﷺ ہی نے بیان فرمادیے۔ فرمایا:

اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَخْذُلُهٗ وَلَا يَكْذِبُهٗ وَلَا يَظْلِمُهٗ وَاِنَّ اَحَدَكُمْ مِرْاٰةُ اَخِيْهِ فَاِنْ رَاٰى اَذًى فَلْيُمِطْ عَنْهُ (رواہ الترمذی عن ابي هريرة)

ترجمہ:..... مسلم، مسلم کا بھائی ہے وہ نہ اسے رسوا کرے، نہ جھٹلائے، نہ ظلم کرے، تم ایک دوسرے کے لیے مثل آئینہ ہو، اگر اپنے بھائی میں کوئی تکلیف دہ بات دیکھے تو اسے دور کرے۔

مَنْ ذَبَّ عَنْ عِرْضِ اَخِيْهِ رَدَّ اللّٰهُ النَّارَ عَنْ وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَاَخْرَجَهٗ (الترمذی عن ابي الدرداء)

ترجمہ:..... جس نے مسلم بھائی کی عزت کو بچایا اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو آتش دوزخ سے بچائے گا۔

مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَاكَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ اَخِيْهِ ۔ الحدیث (مسلم و ابوداؤد و ترمذی عن ابی ھریرۃ)

ترجمہ:..... جوکوئی شخص کسی مؤمن کی دنیوی تکلیف دور کرتا ہے اللہ قیامت کے دن کی تکلیف کو اس سے دور کرے گا جس نے کسی تنگ دست پر آسانی کی اللہ دنیا و آخرت کے معاملات آسان فرمائے گا ،جس نے کسی مسلم کی عیب پوشی کی اللہ اس کے عیوب پر دنیا و آخرت میں پردہ ڈالے گا اور اللہ بندہ کی مدد فرماتا رہتا ہے۔ جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہوتا ہے۔

میں اس بیان کو ختم کرنے سے پیشتر یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ لفظ محبت کو عربی زبان نے معنیٰ محبت کے لیے تجویز کرنے سے پیشتر مندرجہ ذیل محاورات کو پیش نظر رکھا ہے۔

حب الماء: پانی ٹھہر گیا۔ حب البعیر: اونٹ زانو جما کر بیٹھ گیا

حباب : بلندی سے ملی ہوئی پاکیزگی، حب ودانہ جو رزق انسانی بنتا ہے اور مایہ حیات بشر سمجھا جاتا ہے۔

جب حروف ''ح و ب'' کا اجتماع صفائی و پاکیزگی، بلندی و استقراء اور سبب حیات کے معنی میں مسلم ہو گیا، تب اسے اقوی الحرکات یعنی ضمہ سے اور زیادہ قوی بنایا اور لفظ حب کو مادہ محبت قرار دیا۔

میں کہتا ہوں کہ اگر کسی کے پاس اسلام کے سوا محبت کی ایسی تعلیم موجود ہے تو وہ بھی وضاحت سے بیان کر دے ،ورنہ کم از کم الفاظ پریم یا لو کی ترکیب لغوی ہی کے اندر اتنے دقیق معانی کا ہونا جو ہم نے لفظ حب کے اندر واضح کیے ہیں، ثابت کرے۔

الغرض! نتیجہ صاف ہے کہ اسلام ہی دین المحبۃ ہے اور وہ اپنی اسی خصوصیت کی وجہ سے محبوب قلوب اور مطلوب جمہور ہو رہا ہے۔

○○○

فصل [۱۱]..... اسلام ہی مساوات کا بانی ہے

مساوات کے معنی یہ نہیں کہ ایک جاہل بمقابلہ عالم کے اور ایک غدار بمقابلہ ایک وفادار کے اور ایک نا قابل و ناکارہ بمقابل ایک فرض شناس کے یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔ ایسا کرنا تو حقوق انسانیت اور حقوق اخلاق کو تباہ کر دینا ہے، ہاں مساوات کے معنی یہ ہیں کہ ہر شخص کو شرعاً و قانوناً و اخلاقاً وہ تمام حقوق حاصل ہوں جو کسی دوسرے شخص کو اسی ملک یا اسی دین کے اندر حاصل شدہ ہوں۔

برطانیہ کے شاہی جھنڈے میں انگلینڈ، ویلز، اسکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ شامل ہیں، لیکن کسی آئرش کو پرائم منسٹر ہونے کا موقع نہیں دیا گیا۔ انگلستان کی آبادی میں بلحاظ مذہب دو بڑی قومیں ہیں، پراٹسٹنٹ اور کیتھولک، مگر آج تک کسی کیتھولکی کو پرائم منسٹری پر ممتاز نہیں کیا گیا۔ ۱۷۴۷ء تک ہندوستان کے کسی گورنر پر کوئی مقدمہ نہیں چلایا جا سکتا۔ کنگ امپیرر کے حقوق کی حفاظت کے لیے خاص مراعات قوانین عدالت سے بالکل علیحدہ تھیں۔ انتخاب ممبران پارلیمنٹ وغیرہ میں ٹیکس دہندگان کے حقوق ان سے زائد ہیں جو ٹیکس ادا نہیں کر سکتے۔

ہندوستان سے انگلستان کو اور انگلستان سے ہندوستان کو مال تجارت بھیجے جانے کے قواعد اور محاصل کی شرح بالکل الگ الگ تھی۔ پھر حقوق کے اندر تفاوت، خود ایک ہی مذہب کے ماننے والوں میں بھی نمایاں ہے۔ دیسی عیسائیوں اور یورپین عیسائیوں کے گرجا اور قبرستان الگ الگ ہیں، علیٰ ہذا افسروں اور ماتحتوں کے کلب اور سوسائٹیاں بالکل جدا جدا ہیں۔

پوپ ہمیشہ یورپین ہی منتخب ہوا۔ بیس صدیوں میں اس ملک سے جو خداوند مسیح کا زادبوم ہے کوئی دیسی پوپ نہیں بنایا گیا۔ لارڈ بشپ آف کنٹربری بھی ہندوستان یا کسی دوسرے کالونی کا باشندہ نہیں مقرر ہوا۔ ہندوستان یا کالونی یا انگلستان میں کبھی کوئی کمانڈر انچیف ایشائی اقوام سے نہیں لیا گیا۔

اسلام نے انہی امور پر نظر غور ڈالی ہے اور عدم مساوات کے جملہ احتمالات کا خاتمہ کر دیا ہے اور وحدت اسلامی کے اندر داخل ہونے والے ہر شخص کی وہ کسی ملک اور قوم کا باشندہ ہو، جملہ حقوق میں بالکل مساوی اور برابر کا سمجھا ہے

① ..... برامکہ آتش پرست تھے۔ اسلام لانے کے بعد انہی کا خاندان ہارون الرشید کی وزارت عظمیٰ پر تمکن تام رکھتا تھا

② ..... رائے دہندگی کا حق ہر ایک کا غلام و آزاد زردار و بے زر کو اسلام میں حاصل ہے۔

③ ..... یہی حق عورتوں کو حاصل ہے۔

④ ..... عورتیں اور غلام بھی کسی دشمن کو پناہ دینے کا اختیار رکھتے ہیں جس کی پیروی سپہ سالار پر فرض ہے۔ سلطنت بغداد، سلطنت ہندوستان، سلطنت مصر میں اہل السنت بادشاہوں کے وزرائے اعظم اور گورنرانِ صوبہ جات اہل شیعہ ہی ہوتے رہے ہیں۔

⑤ ..... تجارت میں عرب اور غیر عرب کے اموال کا کوئی امتیاز نہ ہوتا تھا اور کسی کو کوئی اعانت خاص بھی حاصل نہ ہوتی تھی

⑥ ..... مسجدوں اور قبرستانوں میں کبھی امیر و گدا کا فرق نہیں کیا گیا۔

ج..... ثبوت مساوات میں عمر فاروق کے سفر شام کا قصہ زبان زد و مشہور تر ہے کہ اونٹ پر غلام اور خلیفہ نوبت بہ نوبت سوار ہوتے تھے۔ کیونکہ پچھلی نشست پر ان کا زادراہ، ستو، غلام و خلیفہ کے لیے اور کھجور کی گٹھلیاں اونٹ کے لیے لدی ہوئی تھیں۔ جس وقت آخری منزل پر اسلامی کیمپ میں خلیفہ کے داخلہ کا وقت تھا اور تمام فوج معہ سپہ سالار اپنے خلیفہ کے خیر مقدم کے لیے استادہ تھی اور مختلف اقوام کے لوگ بھی خلیفہ کا تزک و احتشام دیکھنے کو جوق در جوق جمع ہو گئے تھے، اس وقت ان تماشائیوں نے دیکھا کہ گرد راہ سے ایک اونٹ اور افسروں کا اس کے خیر مقدم میں آگے بڑھنا غیر مسلم تماشائیوں کے لیے نہایت تعجب خیز تھا۔ ان میں سے ایک نے ایک مسلم غازی سے پوچھا کہ کیا آپ کے خلیفہ یہی ہے جو اس اونٹ پر سوار ہے۔ غازی نے نہایت متانت سے جواب دیا نہیں، وہ نہیں، ہمارا خلیفہ امیر المؤمنین تو وہ ہے جو اس اونٹ کی مہار پکڑے پاپیادہ آرہا ہے، سوار تو ان کا غلام ہے۔

اس قصہ سے بڑھ کر زیادہ صحیح اور زیادہ شاندار یہ واقعہ ہے کہ جنگ بدر میں سواریاں کم تھیں۔ ایک شتر تین تین کس کے لیے مقرر ہوا تھا۔ دو سوار ہو جاتے ایک شخص پیدل چلتا۔ اسی طرح ہر ایک نوبت بہ نوبت پیدل چلا کرتا تھا۔ نبی ﷺ کی سواری میں حضرت علی اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کا حصہ جب نبی ﷺ کے پیدل چلنے کی نوبت آتی تو حضور ﷺ پیدل چلتے اور وہ دونوں سوار ہوتے۔ دیکھنا یہ ہے کہ لشکر میں جو کوئی بھی تھا، وہ حضور ﷺ پر جان و مال کو فدا کرنے والا اور اس فدویت کو اپنا شرف و عزت جاننے والا تھا۔ پھر وہ کیوں کر گوارا کرتے تھے کہ حضور ﷺ پیدل چل رہے ہوں اور دوسرے لوگ (جن کی نوبت تھی) اونٹوں پر سوار ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کا رسول ﷺ اس موقع پر سب کو سبق مساوات کی تعلیم دے رہا تھا اور اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَب کا نورانی جلوہ آراء تھا، اگر حضور ﷺ ہی کی یہ تعلیم نہ ہوتی تو فاروق اور غلام والی کہانی بھی اوراق تاریخ میں نظر نہ آتی۔

ب..... سب سے زیادہ مساوات کا سخت امتحان ترویج کی اس صورت میں ہوتا ہے۔ جب حسب و نسب میں مفتخر و معزز شخص کو اپنی بیٹی کا پیوند ایسے مرد سے کرنا پڑے جو اوصاف بالا میں اس سے کمتر ہو، مگر اسلام میں ایسے نمونے بکثرت ہیں۔ زینب بنت جحش قریشیہ ؓ نبی کریم ﷺ کی سگی پھوپھی کی بیٹی کا نکاح اول زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا، جن کو اہل مکہ زر خرید غلام جانتے تھے اور جن کو بازار عکاظ سے خرید کر لانے والا حکیم بن حزام ابھی موجود تھا۔ (یہ طاہرہ خدیجۃ الکبری کے خواہر زادہ ہیں)

فاطمہ بنت ولید بن عتبہ قرشیہ حضرت ابوحذیفہ ؓ کی برادر زادی ہیں اور قریش کی مشہور ترین خواتین میں شمار کی جاتی ہیں اور مہاجرات میں سے ہیں، ان کا نکاح ابوحذیفہ کے غلام سالم سے ہوا تھا۔ یہ دو مثالیں تو قریشی عورتوں کی ہیں۔

اب اہل مدینہ کی بھی سنو۔ انصار بھی اپنی بیٹی دینے میں بہت سخت تھے۔ سردار ہاشم بن عبد مناف قرشی کی شان بلند کا سارے عرب کو اعتراف تھا۔ انہوں نے یثرب میں لیلیٰ سے نکاح کی درخواست کی تو اس مغرور قبیلہ نے یہ درخواست اس پر قبول کی کہ لیلیٰ کبھی مکہ نہ جائے گی۔ اس تکبر والے قبیلہ کا حال اسلام میں یہ تھا کہ ایک روز بلال رضی اللہ عنہ نے مسجد میں ظاہر کیا کہ لوگو! میں غلام بھی ہوں، حبشی بھی ہوں، بے زر و مال ہوں اور بایں ہمہ نکاح کا خواستگار بھی ہوں، کیا کوئی شخص مجھے بیٹی دے سکتا ہے۔ ان کے اسی قدر کہنے پر بیسیوں لوگوں کی درخواست تھی کہ

بلال ان کے ہاں اپنا پیوند منظور کریں۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اہل دنیا کی نگاہ میں غلام تھے۔ مگر اسلام نے ان کی شان کو اس قدر بلند کر دیا تھا کہ زینب بنت حنظلہ ان کی بیوی تھی۔ یہ زینب اس بڑے خاندان کی خاتون تھی کہ شہزادہ امراء القیس اس کے جد امجد کا مداح شاعر تھا۔ اب اسی کی پوتی اسامہ کی کفش برداری پر نازاں ہے۔

امیر المؤمنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ ان کے زمان خلافت کا ہے۔ غلام کو ساتھ لے کر بازار میں گئے۔ غلام سے فرمایا: میں نے بھی کپڑے بنوانے ہیں اور تم کو بھی کپڑوں کی ضرورت ہے۔ تم بزاز کی دکان پر میرے لیے اور اپنے لیے پارچات پسند کرو۔ غلام نے کچھ قیمتی کپڑے پسند کیے امیر المؤمنین کے لیے، کچھ سستے کپڑے پسند کیے اپنے لیے، وہ خرید کے لے گئے۔ جب درزی کو دینے لگے تو امیر المؤمنین نے سستے کپڑوں کے متعلق فرمایا کہ یہ ہمارے لیے اور قیمتی پارچات کی بابت فرمایا کہ یہ غلام کے لیے قطع کر دو۔ غلام بولا کہ آپ آقا ہیں اور امیر المؤمنین ہیں، آپ کو اچھا لباس چاہیے۔ فرمایا میں بڈھا ہوں تم جوان ہو تم کو اچھے لباس کی زیادہ ضرورت ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے کہ ایک بار انہوں نے غلام سے جھگڑے ہوتے غصہ میں کہہ دیا، او حبشن کے بچے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: بس بس! کسی بیضاء (سفید پوست والی) کے فرزند کو کسی سوداء (سیاہ پوست والی کے) بچے پر کوئی فضیلت نہیں۔ فضیلت تو عمل سے ہے۔ ایک دوسرے موقع کا ذکر ہے کہ انہوں نے غلام کو مارا۔ نبی ﷺ موقع پر آ گئے۔ فرمایا: ابوذر! جو قدرت تجھے اس غلام پر ہے اس سے زیادہ قدرت اللہ تعالیٰ کو تجھ پر حاصل ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ زمین پر گر پڑے۔ غلام سے فرماتے تھے کہ اپنا پاؤں جوتے سمیت میرے رخسار پر رکھ دے کہ میری یہ نخوت نکل جائے۔

جنگ بدر میں فوج کی صف بندی ہو رہی ہے، ایک صحابی صف کے برابر نہ تھے۔ نبی ﷺ نے اس پتلی چھڑی سے جو حضور ﷺ کے ہاتھ میں تھی، اس کے پہلو میں چوکا دیا کہ برابر ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے تو اس سے ایذاء ہوئی، میں تو بدلہ لوں گا۔ فرمایا: میں موجود ہوں، وہ بولا کہ میرے بدن پر تو کرتہ نہ تھا، حضور ﷺ بھی کرتہ اٹھالیں۔ حضور ﷺ نے کرتہ اٹھالیا تو اس نے بڑھ کر جسد نورانی کو چوم لیا۔ عرض کیا کہ میرا مدعا اس گستاخی سے یہ تھا کہ دنیا سے رخصت ہوتا ہوا اس شرف کو حاصل کرتا جاؤں۔

اس نیک انسان کے دل میں چھپی ہوئی نیت خواہ کچھ ہی تھی، اسلامی تعلیم کا نمونہ تو یہ ہے کہ سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کیوں کر ایک ادنیٰ امتی کو بدلہ دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور جسد مبارک کو آمادہ آزار و گزند بنانے پر بطیب خاطر رضامند نظر آتے ہیں۔ یہی مساوات حقیقی ہے۔

اس مساوات کی حمایت و حفاظت کے لیے علمبرداران اسلام ہر ایک نقصان برداشت کرنے کے لیے رضامند ہو جاتے ہیں، مگر مساوات میں کمی نہ آنے دیتے تھے۔ جبلہ ابن ایہم سلطنت غسان کا شہزادہ تھا۔ عیسائیت چھوڑ کر عہد فاروقی میں داخل ہوا۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس کی عزت فرمایا کرتے تھے۔

ایک بار کا ذکر ہے کہ وہ طواف کعبہ کر رہا تھا۔ اس کے شاہانہ چوغہ کا دامن فرش پر گھسٹتا جاتا تھا۔ پیچھے سے ایک

اور بدوی بھی طواف کرتا آ رہا تھا۔ اس کا پاؤں دامن چوغہ پر پڑ گیا، جب اس نے لوٹ کا دیکھا تو اسے ایک بادیہ نشین گنوار نظر آیا جو مستانہ ولا ابالانہ حالت میں مصروف طواف ہے۔ اس کی ظاہری حالت دیکھ کر شہزادہ کو اور بھی زیادہ غصہ آیا۔ لوٹ کر ایک تھپڑ اس کے رخسار پر لگا دیا۔ بدوی نے امیر المؤمنین کی خدمت میں استغاثہ پیش کر دیا۔ شہزادہ بلایا گیا اور جب طلب ہوا، شہزادہ نے اپنے فعل کا اعتراف کیا اور یہ بھی کہا کہ میں حکمران ہوں اور یہ ایک فرومایہ شخص ہے۔ اگر میں نے ایک طمانچہ اس کے لگا بھی دیا تو کیا ہوا۔ امیر المؤمنین نے فرمایا کہ اسلام میں سب برابر ہیں، یا تو اسے رضامند کرو۔ ورنہ بدلہ دینا پڑے گا۔ اس نے کہا کہ ایک دن کی مہلت دی جائے۔ یہ درخواست منظور کر لی گئی۔ جبلہ شباشب بھاگ گیا اور مرتد ہو گیا۔ اس کے نزدیک اسلام میں سب سے بڑا نقص تھا تو یہ تھا کہ شہزادہ اور گنوار کی وقعت برابر برابر ہے، مگر امیر المؤمنین اس وصف پر مفتخر تھے کہ عدالت میں ایک ذرہ خاک راہ اور ایک کوکب حکومت دونوں کی حیثیت مساوی ہے۔

یہ ممکن ہے کہ ناظرین کتاب ان واقعات صحیحہ کو ایک کہانی کے طور پر پڑھ جائیں، مگر ان واقعات کی قدر و منزلت اس وقت معلوم ہوگی جب دنیا کی تاریخ کی ورق گردانی کی جائے گی اور طلب و تجسس بے حساب کے بعد بھی ان کی نظیر ان کو نہ مل سکے گی۔

اسلام میں ایسے نظائر بے شمار ہیں، میں صرف ایک اور واقعہ لکھ کر اس عنوان کو ختم کرتا ہوں۔

حضرت فاروق اور مرتضی رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے۔ دوستانہ سلسلہ کلام جاری تھا۔ ایک یہودی آیا، کہا: علیؓ پر دعویٰ کرنے آیا ہوں۔ امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوالحسن! سامنے کھڑے ہو کر جواب دہی کرو۔ مرتضی رضی اللہ عنہ اٹھے دیکھا گیا کہ اس وقت ان کے چہرے پر بل تھا۔ دعوی سنایا گیا، فیصلہ کر دیا گیا، مدعی جھوٹا تھا وہ چلا گیا تو پھر وہی جلسہ مصادقت جم گیا۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ضرور پوچھو۔ کہا: جب آپ کو سامنے کھڑے ہونے کو کہا گیا اس وقت آپ چیں بہ جبیں کیوں تھے۔ کیا عدالت میں یہودی کے برابر کھڑا ہونے کو برا سمجھا تھا۔ فرمایا: نہیں، نہیں! یہ بات نہیں، آپ کو یاد ہے کہ آپ نے مجھے ابوالحسن رضی اللہ عنہ کہہ کر کھڑا ہونے کو کہا تھا، کنیت سے پکارنا نشان عزت ہے میرا خیال ادھر گیا کہ مبادا یہودی کے برابر کھڑے ہوتے ہوئے بھی وہ یہ سمجھے کہ عدالت کو مدعیٰ علیہ کا خاص لحاظ ہے، اسی لیے مدعی کے مقابلہ میں اسے بالفاظ عزت مخاطب کیا گیا ہے، اگر وہ ایسا سمجھ لیتا تو ہماری عدالت پر دھبہ لگتا۔

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما تو بلند ترین طبقہ کے ہیں، جب اسلامی لشکر نے اسکندریہ فتح کیا تو مفتوح رعایا نے استغاثہ کیا کہ ان کے ایک بت کی آنکھ کسی مسلمان نے توڑ دی ہے۔ فوجی افسر نے کہا: اگر تم یہ ثابت کر دو کہ میری فوج کے کسی شخص کا یہ فعل قیام امن کے بعد اور دیدہ و دانستہ تھا تو میں تم کو اختیار دیتا ہوں کہ تم میری بھی ایک آنکھ پھوڑ ڈالو۔ یہ فیصلہ سن کر سب لوگ شانتی کے ساتھ واپس چلے گئے۔ ان واقعات کے بعد میرا حق ہے کہ میں بہ آواز بلند پکاروں اور دنیا کو بتاؤں کہ ''مساوات'' اسلام ہی کی خصوصیات میں سے ہے۔

○.....✻.....○

فصل:.....[۱۲]

اسلام ہی نے حکومت میں رعایا کو حصہ دار بنایا

انجیل متی میں مسیح علیہ السلام کا مشہور قول یہ ہے، جو چیزیں قیصر کی ہیں، قیصر کو دو۔ ۲۲۔۲۱ مسیح نے حکومت کا یہی نمونہ سکھایا ہے اور رعایا کا کوئی حق مال گزاری کی ادائی کے سوا معین نہیں فرمایا۔ یجر وید اور سام وید کو پڑھ جایئے، اس میں راجا ہی کو مخاطب کیا گیا ہے اور اسی کے اختیارات کی توضیح کی گئی ہے۔ یہ دونوں حوالہ جات شخصی حکومت کو مستحکم بنانے والے ہیں۔ نوعی یا جمہوری حکومت کا ان کتابوں میں ذرا نشان بھی نہیں ملتا۔ اسلام نے صاف طور پر حکم دیا ہے:

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ

ان کے امور سلطنت باہمی مشورہ پر ہوں گے۔

ہر چہار خلفائے راشدین مہدیین رضی اللہ عنہم کا جس طرح انتخاب ہوا، ہر ایک کے انتخاب کے وقت جیسی تقاریر آزادانہ ہوئیں۔ انصار یا قریش میں خلافت ہونے میں جو بحثیں ہوئیں۔ خود قریش کے اندر راجح و مرجوح اور اس کے وجوہات کی بحثیں ہر ایک کا اپنی اپنی تائید میں دلائل یا آراء کا پیش کرنا آزادی کے ساتھ سب کچھ ہوا۔ راؤں کا شمار ہوا اور بہترین اشخاص میں سے جس کی نسبت آراء کا غلبہ ہوا اسی کو اہتمام سیاست سپرد ہوا۔ خلیفہ کے کام کو باقاعدہ رکھنے کے لیے مہاجرین و انصار اولین کی ایک کونسل اور فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والے دیگر مسلموں کی دوسری کونسل مقرر کی گئی۔ خلیفہ اپنی رائے سے کوئی جدید محصول نہیں لگا سکتا تھا۔ جو محصول لگایا جاتا اس پر کونسلوں میں مباحثے ہوتے تھے۔ ذمہ داران افسروں کے تقرر کے وقت کسی جنگ کے آغاز یا ختم کرنے کے متعلق مثلاً: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لشکر اسلام کو روانہ کرنا، عراق و شام و مصر پر اقدام خالد و ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما کی سپہ سالاری۔ ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے عہد میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی جانشینی پر عام مشورہ لیا جاتا تھا۔

خلیفہ کا بحیثیت خلیفہ کسی مفتوحہ ملک میں سفر کرنا کونسل کی منظوری کا محتاج تھا، مثلاً:

فاروق رضی اللہ عنہ کا جنگ ایران اور جنگ روم میں خود جانے پر۔ خلیفہ کو مقرر وظیفہ ملتا تھا اور وظیفہ سابقہ خدمات یا قدامت اسلام پر مبنی ہوتا تھا۔ خدمات خلافت کے سرانجام دینے پر کوئی خاص معاوضہ نہیں دیا جاتا تھا۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ صرف بدریوں کا وظیفہ لیتے تھے۔ خلیفہ کو اپنی پالیسی (اصول حکمرانی) کا اظہا کرنا پڑتا تھا (حضرت صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہما کے پہلے خطبات) خلیفہ عامۃ المسلمین کے سامنے اپنے افعال و اعمال کا جوابدہ سمجھا جاتا تھا اور بارہا اسے جوابدہی کرنی پڑتی۔ (حضرت فاروق و مرتضی رضی اللہ عنہما) کی بابت ایسے بہت سے واقعات ہیں۔

یورپ میں قدیم ترین پارلیمنٹ انگلستان کی ہے، لیکن انگلستان کی پارلیمنٹ بھی خلافت اسلامیہ سے آٹھ نو صدیوں کے بعد کی ہے۔ آج دنیا اس نوعی و جمہوری طرز حکومت کی خوبیوں پر متفق ہے۔ اسلام کا یہ احسان جملہ اقوام پر ہے۔

② شوریٰ سے کوئی مقدس ہستی بھی مستثنیٰ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نبی کریم ﷺ کے لیے ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (پ ۴)

امور سلطنت میں آپ لوگوں سے مشورہ کرلیا کیجیے۔

وہ نبی جو متبوع کل اور سید عالم، صاحب الکتاب، صاحب الشرع ہے جس کا کوئی حکم اللہ کی اجازت کے بغیر نہیں ہوتا۔ اسے مشورہ کا حکم دیا گیا تا کہ کوئی شخص بھی (تقدس اور کمال کی بنیاد پر) اس حکم سے مستثنیٰ نہ سمجھا جائے۔ عہد نبوت کے چند واقعات کا حوالہ درج ذیل ہے۔

① ..... حدیبیہ سے مکہ کے لیے سفیر کا معاملہ مشورت میں لایا گیا اور مشورت پر طے ہوا۔

② ..... میدان احد کو جنگ کے لیے انتخاب کرنے کا معاملہ مشورت میں لایا گیا اور اسی اصول پر طے ہوا۔ رئیس المنافقین ابی کو اس بات کا سخت صدمہ تھا کہ اس کی رائے کی بمقابلہ کثرت آراء کوئی وقعت نہ کی گئی۔

③ ..... جنگ اور ان احزاب کی پیش کردہ شرائط کو سرداران انصار سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا اور انہی کی رائے پر فیصلہ ہوا۔

④ ..... طائف سے محاصرہ اٹھائے جانے کو سرداران فوج کے سامنے پیش کیا گیا اور تب ہی یہ محاصرہ اٹھایا گیا جب وہ اس پر متفق ہو گئے۔

⑤ ..... اسیران بدر سے سلوک کا معاملہ مشورت میں لایا گیا اور مشورت کے بعد ہی طے ہوا۔

⑥ ..... عدالت کا اعلیٰ محکمہ (قاضی القضاۃ) بالکل آزاد اور خود مختار ہوتا تھا۔ اس پر سلطنت کا رعب یا سلطان کا ذاتی دباؤ کچھ بھی نہ ہوتا تھا۔

آج آئینی حکومت کے جملہ بادشاہ اور حکمران اسی اصول پر کاربند ہیں اور انہی اصولوں کو سلطنت و حکمرانی کا بہترین طریق تسلیم کیا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ اسلام کی خصوصیات سے ہے کہ اس نے جملہ اقوام عالم کو اس اصول سے روشناس کیا اور اس اصول کی برکات سے متمتع بنایا۔

○○○

فصل [۱۳] ..... اسلام ہی کی بنیاد قومیت سے بالاتر رکھی گئی ہے۔

عموماً دنیا میں تین چیزیں تمام مذاہب اور جملہ ممالک پر حکمران رہی ہیں کہ ان کے دائرہ حکومت سے نکلنے کی کسی کو جرأت نہیں ہوئی، ۱ نسل، ۲ زبان اور ۳ رنگت۔

① ..... بلحاظ نسل جو حقوق برہمنوں کو ہندوستان میں (چھتری، ویش شودر، چنڈال لوگوں پر رہے ہیں) یا جو حقوق بنی اسرائیلیوں میں بنی لادی کے لیے خاص ہیں یا جو حقوق سلطنت اولاد یعقوبؑ میں بنی یہوداہ کے لیے مختص رہے ہیں۔ عرب میں قریش کو دیگر قبائل پر جو تفوق رہا ہے وہ سب کے نزدیک مسلمہ ہے۔

② ..... ہر ایک زبان کو اپنی حکومت کی تائید سے جو برتری دنیا میں بمقابلہ السنہ دیگر رہی ہے سنسکرت کا غلبہ پراکت اور تامل وغیرہ زبانوں پر، عبرانی کا غلبہ دیگر لغات پر، لیٹن کا غلبہ یورپ کی اور زبانوں پر، انگریزی کا اس وقت غلبہ ان سب زبانوں پر جو برطانوی جھنڈے کے تلے آباد ہیں۔ فارسی کا غلبہ اس وقت کا جب ہندوستان و کابل و خراسان و ترکستان میں یہی حکمرانوں کی زبان تھی۔ عربی زبان کی فوقیت دنیا کی سب زبانوں پر اس وقت جب کہ عرب اپنے مقابلہ میں سب کو عجمی (گونگے) کہا کرتے تھے۔ اپنے اپنے ادوار میں رہا ہے اور اسی اتحاد و زبان یا اختلاف زبان پر حقوق انسانیت کی تقسیم ہوتی رہی ہے۔

③ ..... سرخ رنگ یا زرد رنگ یا مسی رنگ یا گندمی رنگ، سفید رنگت یا سیاہ انسانوں کے حقوق و مناصب میں ہمیشہ سے جو امتیازات رہے ہیں اور ہر ایک حکمران قوم نے اپنی رنگت کے سوا دوسری رنگت کے انسانوں کے ساتھ جو سلوک کیے ہیں، تاریخ عالم ان واقعات پر اب تک لہو کے آنسو بہا رہی ہے۔

اسلام نے جو اللہ احد کا واحد دین ہے اس ہر سہ امتیازات کی دیواروں کو مٹایا، پست و بلند کو ہموار سطح پر کھڑا کیا اور دنیا کے سب ملکوں اور سب قوموں کی شیرازہ بندی کے لیے صرف دین واحد کو پیش کیا۔

① ..... امتیاز نسل کے متعلق فرمایا: خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ (سورہ سجدہ)

انسان اولین بشر کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر اس کی نسل کو ایک حقیر پانی سے چلایا۔

مختصر افراد انسانی کو بتایا گیا ہے کہ نہ تو وہ خود نسلی امتیاز کا حق دار ہے اور نہ سب انسانوں کے باوا جان ہی تھے۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ سب انسانوں میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو اللہ کی تعظیم میں سب سے بڑھا ہوا ہے۔

② ③ ..... زبان اور رنگ کا فیصلہ بھی فرما دیا اور فیصلہ بھی کیسا عجیب وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ (۲۰:۳۰) بھانت بھانت کی بولیاں (زبانیں) اور جدا جدا رنگ، اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے نشان ہیں۔ لیجیے اب تو کسی کو بھی اپنی زبان اور رنگ کے متعلق کوئی جھگڑا نہ رہے گا۔ ثابت ہو گیا کہ اسلام کی بنیادی تعلیم نہ اختلاف نسل ہے، نہ اختلاف زبان ہے، نہ اختلاف رنگ ہے۔ بلکہ اس کی بنیاد خدا شناسی پر ہے اور ہر شخص کو اس بارے میں بخوبی آزادی ہے کہ وہ قرب و رضوان الٰہی کے جس دروازے سے چاہے اس سے داخل ہو جائے۔ یہ خصوصیت یقیناً اسلام ہی کو حاصل ہے۔

○ ○ ○

فصل:.....[۱۴]

اسلام ہی اپنے مہد وگہوارہ میں آج تک قائم ہے

زرتشت بزرگوار جہاں پیدا ہوئے تھے اور جہاں انہوں نے پند واندار شروع کیا تھا۔ بدھ گوتم جہاں پیدا ہوئے تھے جہاں انہوں نے سخت ریاضت برداشت کی تھی، جہاں انہوں نے اپنے اصول پر پہلی تقریر کی تھی۔ وہ وادی اور میدان جہاں رشیوں نے وید کی شریتوں کے درشن پائے تھے، وہ مصر اور مصر سے فلسطین تک کی راہ اور خود فلسطین جس سے موسیٰ اور یوشع بن نون علیہما السلام کے معجزات وفتوحات کا تعلق ہے جو داؤد وسلیمان علیہما السلام کے مستقر خلافت تھے، جہاں اسباط اثناعشر نے حکومت کی تھی۔ وہ پہاڑ اور دشت جہاں پارس ناتھ جی کی سنگھتیں بیٹھیں۔

غرض مذاہب قدیمہ کے جملہ معدن ومخزن آج اغیار کی حکومت میں ہیں اور ان مقامات پر تو ان مذاہب کا اصلی نشان بالکل نابود اور بے نشان ہو چکا ہے اور یا دیگر مذاہب اور دیگر اقوام نے بھی ان مقامات میں سکونت اور حقوق تمدن میں ان کے برابر کا درجہ حاصل کیا ہوا ہے، اور اس اصلی مذہب کو اس جگہ کوئی خاص تفوق اور امتیاز قطعا حاصل نہیں۔

اصطخر اور بلخ، نیپال کی ترائی اور بنارس آریہ ورت و پنجاب ویوپی کا حصہ کثیر، آبو، الموڑہ جگن ناتھ جی اور ست نرائن، گنگا وجمنا وغیرہ وغیرہ سب پر نظر ڈال جاؤ، تا کہ ہمارے خیال کی صحت ووقعت بخوبی واضح ہو جائے۔

اس عبرت آموز سبق کو یاد رکھتے ہوئے پوری پوری واقفیت اور خبرت کے ساتھ آپ حجاز کو بھی دیکھیں کہ ہر ایک وہ مقام جس کو کوئی تاریخی یا مذہبی نسبت ہادی اسلام ﷺ کے ساتھ ہے، آج تک مسلمانوں ہی کے قبضہ میں ہے اور آغاز اسلام سے لے کر آج تک ملک کے اس تاریخی مقام پر کبھی کسی غیر مذہب کا قبضہ وتسلط نہیں ہوا۔

قبضہ غیر کا اثر لازمی طور پر نامعلوم طریق سے ہر ایک ملک کی زبان اور رسوم اور ماثر اور مذہب پر ہوا کرتا ہے۔ ہم کو معلوم ہے کہ پارسیوں کے پاس ان کے پاک نوشتے موجود نہیں رہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر سکندر مقدونی کا قبضہ ایران پر نہ ہوا ہوتا اور طوائف الملوکی نیز خانہ جنگی نے ایران کو ویران کر دیا ہوتا، گو اردشیر بابکان جیسا دانش آموز بادشاہ اپنے پاس نوشتوں کی فراہمی سے (تین صدی قبل از اسلام) مایوس نہ ہو گیا ہوتا۔

اگر مصر پر کلیاپیٹرا کے عہد میں سلطنت روما کا قبضہ نہ ہوا ہوتا تو مصر قدیم کے کتب خانہ جات کبھی تباہ نہ ہوتے اور اگر بت پرست سلطنت روما کے بعد عیسائی سلطنت قسطنطنیہ کا قبضہ مصر پر نہ ہو گیا ہوتا تو اسکندریہ کا مشہور کتب خانہ ہرگز ہرگز آتش تعصب سے خاکستر نہ ہو گیا ہوتا۔

اگر مہاتما بدھ نے زبان سنسکر کی تعلیم پر پابندی کے متعلق تاکیدی احکام جاری نہ کیے ہوتے اور راجہ اشوک اور اس کے جانشینوں نے سختی کے ساتھ سنسکرت اپدیشوں اور کتابوں کو فنا کرنے میں طاقت صرف نہ کی ہوتی تو آج دنیا پر سے وید کی اصلی زبان مفقود نہ ہو جاتی اور اگر قدیم رشیوں کے نوشتوں کو گم یا مسخ کرنے کے متعلق کوئی زبردست

کارروائی اس مرنجان مرنج اصول والوں نے نہ کی ہوتی تو آج ہندو دھرم کی کتابوں کی یہ حالت نہ ہوتی کہ مہابھارت جیسی کتاب میں بیس ہزار اشلوک غیر اصلی ہیں۔ منوسمرتی جیسی کتاب میں بھی موضوعات اس طرح سے شامل ہو گئے ہیں کہ شمولیت موضوعات کے علم کے بعد بھی فاضل پنڈتوں اور رشی دیانند جیسے شائقین کو بھی یہ بتانا بالکل محال ہو گیا ہے کہ کون کون سی عبادت وضعی وغیر اصلی ہے۔ ان نقصانات کی طرف اشارہ ہم نے ضمناً اس دلیل کے تحت میں کیا ہے کہ کسی ملک پر قبضہ اغیار کے تسلط کے اثرات کیا کیا ہوتے ہیں۔

اسلام کو دیکھیے کہ مکہ مدینہ اور اس کے حوالی واطراف اور وہ سب مقامات جہاں جہاں رسول پاک ﷺ کے قدم اقدم پہنچے سرتاسر مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں، وہاں کی وہی زبان ہے جو پیارے مکی مدنی ﷺ کی تھی، وہاں کا وہی تمدن ہے جو مقدس رسول ﷺ کا تھا۔ وہی کتاب ہے جو نبی لامی ﷺ کی تھی۔

قرآن مجید میں اسلام کو اس شجرۂ طیبہ سے تشبیہ دی گئی ہے، جس کی جڑ قائم ہو اور جس کی شاخیں آسمان کی فضاء میں پوری طرح بلند اور پوری فراخی سے پھیلی ہوئی ہوں۔ ہر ایک دیکھنے والا دیکھ سکتا ہے کہ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ کی صورت وحالت آج تک اسلام ہی پر صادق وثابت ہے اور یہ امر بھی خصائص اسلام میں سے ہے۔

اس آیت کی کچھ تفسیر اسی کتاب کے باب خصائص قرآن مجید میں دوسری جگہ درج ہے۔

○○○

فصل:.....[۱۵]

اسلام ہی دین تمدن ہے

فطرت انسانی کا راز جاننے والا، حاجات انسانی کے انجاح کی راہ بتانے والا تسلیم کرے گا کہ انسان مدنی الطبع ہے۔ لیکن یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ مختلف ادیان نے کیوں کر مدنیت کو روحانیت کا مدمقابل بنایا اور تمدن کو روحانیت کا دشمن ٹھہرایا ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ شہزادہ گوتم اپنی نوجوان بیوی اور نوزائیدہ بچہ کو سوتا ہوا چھوڑ کر رات کو بھاگ جاتا ہے اور جنگلوں میں رہ کر سخت ریاضتوں کا متحمل بنتا ہے تو ہم کیا سمجھ سکتے ہیں کہ اس بیدار دل نے انسان کا مدنی الطبع ہونا معلوم کرلیا تھا۔ جب ہم ویدبیاس جی کو آبادی سے نفور اور مادر و پدر سے دور رہتا ہوا دیکھتے ہیں تو کیا فیصلہ کر سکتے ہیں کہ انہوں نے آدم وحوا کے جوڑے کو عزت کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ جب ہم روما کے آسمانی گرجا کے سایہ میں لاکھوں منک اور نن کو فرائض نسلی سے بیزار دیکھتے ہیں تو کیا تصور کر سکتے ہیں کہ انہوں نے خدا کے حکم ''انسان اپنی بیوی سے جوڑے گا۔'' کی صحیح تعمیل کی ہے۔

جب آریہ درت کے جنگلوں، پہاڑوں کے غاروں، کوہستان کی چوٹیوں پر ایسی گرہستیوں کو دیکھتے ہیں، جن کی عمر کے آخری حصہ میں منوسمرتی نے گھروں سے باہر رہنے کا حکم دیا ہے اور جو اپنی خوراک حاصل کرنے کے لیے غیر معین اور غیر معلوم وسائل پر بھروسہ رکھنے پر مجبور کر دیے گئے ہیں جو ضعیفی و پیری اور لاچاری و مجبوری کی عمر میں اپنا کوئی رفیق وغم گسار قریب قریب نہیں پاتے، تو کیا اقرار دے سکتے ہیں کہ اس حکم کے وقت تمدن کی حقیقت کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

جب ہم رشیوں، جوگیوں، سنیاسیوں، مینوں، پیراگیوں کے گروہوں کو بستیوں سے پرے پرے دھونی لگائے جٹیں لٹکائے، آسن جمائے دیکھتے ہیں تو کیا یقین کر سکتے ہیں کہ انسانیت کا یہی اعلیٰ معیار ہے۔

جب ہم سینکڑوں لڑکیوں (دیوداسیوں) کو ایک پتھر کی مورت کے ساتھ بیاہی ہوئی دیکھتے ہیں اور قطع نسل انسانی کی تدبیر کو اس مقدس لباس میں جلوہ گر پاتے ہیں تو کیا باور کر سکتے ہیں کہ ان مقننن نے آبادی عالم کا سب سے بڑا گر دریافت کرلیا تھا۔ میرے دوستو! یہ سب کرشمے ایسی تعلیم کے ہیں جس نے نہ انسان کو سمجھا اور نہ طبع انسانی کا فلسفہ معلوم کیا اور نہ اس پر عمل کرنے کو کچھ اہمیت دی۔

ایک اسلام ہے جو ان اوہام کو دور کر دیتا ہے۔ جملہ ظنون کو خاک نشین بنا دیتا ہے۔ تمام ناروا ستم اور جور و جفا دور کر دیتا ہے، جو مدنیت اور انسانیت کو ترقی کے محل میں سوار کر دیتا ہے، جو بجلی کی منفی و مثبت طاقتوں کو مجتمع کر کے تمدن کا گھر صاف و سفید روشنی سے منور کر دیتا ہے۔ اسلام بتلاتا ہے وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا ترک تمدن محض بدعت ہے۔

عورتوں کے حقوق:.....اسلام ہی عورتوں کو تمدن میں برابر کی جگہ دیتا ہے اور ان کے مساویانہ حقوق کو بحال کرتا ہے۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ (۲:۲۲۸)

عورتوں کے بھی حقوق ہیں جیسا کہ مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں۔

بچوں کے حقوق: وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ (۱۷:۳۱)

تنگدستی کے ڈر سے تم اپنی اولاد کو نہ مارا کرو۔

والدین کے حقوق: وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (۱۷:۲۳)

ماں باپ کے ساتھ عمدہ ترین برتاؤ کرو۔

حکومت کے حقوق: اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (۴:۵۹)

"اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت اور اپنے امیروں کی فرمانبرداری کرو"۔

اقسام تعاون: وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (۵:۲)

نیکی اور خداترسی کی جملہ اقسام میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔

عدم تعاون کے اقسام: وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (۵:۲)

گناہ اور سرکشی کی جملہ اقسام میں ایک دوسرے کی اعانت نہ کرو۔

ایفائے معاہدات کا حکم: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ (۵:۱)

اے ایمان والو! سب قراردادوں کو پورا کیا کرو۔

عداوتِ قومی کے ہوجانے کی حالت میں بھی عدل کا لزوم اور بے انصافی کی نہی

بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ [سورۂ مائدہ:۸]

کسی قوم سے نفرت کا ہونا تم کو اس خیال پر کھینچ کر نہ لے جائے کہ تم ان سے عدل نہ کرو، ہاں عدل ہی کرو، ایسا کرنا ہی خداترسی کے لیے قریب تر ہے اور تم کو حکم ہے کہ خداترسی پر قائم رہو۔

معاہد غیر مسلم اور مسلم غیر معاہد میں معاہد غیر مسلم کی رعایت اور نیوٹرل رہنے کی ہدایت

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ [سورۂ بقرہ:۲۱۸]

جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے انہوں نے راہ خدا میں جہاد کیا۔

وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰۗىِٕكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ

جنہوں نے ان لوگوں کو اپنے ہاں ٹھہرایا اور ان کی مدد کی۔

یہ دونوں ایک دوسرے گروہ کی ولایت کا حق رکھتے ہیں۔

بَعْضٍ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا [سورۂ انفال:۷۲]

جو لوگ ایمان تو لائے ہیں، مگر انہوں نے ہجرت نہیں کی۔ تم کو ان کی ولایت کچھ بھی نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ کر آئیں۔

فساد اور بے امنی کی برائی:

وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ۔ دنیا میں فساد نہ پھیلاؤ۔

خلافت راشدہ کی علامت:

وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا خوف جاتا رہے گا اور امن اس کی جگہ سنبھال لے گا۔

حقوق کی ادائیگی کی تاکید:

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ قرابت داروں اور مساکین کا حق ادا کیا کرے۔

عباد الرحمٰن کے صفات حسنہ حقوق تمدن کے متعلق

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ [سورۂ فرقان]

رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو دنیا میں فروتنی کے ساتھ رہتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو یہ ان کو سلامتی کی دعا دیتے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾ [فرقان]

رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو خرچ کرتے وقت فضول خرچی اور تنگ دلی نہیں کرتے، بلکہ درمیانی راہ پر قائم رہتے ہیں۔

وَلَا یَزْنُوْنَ رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زنا نہیں کرتے۔

وَالَّذِیْنَ لَا یَشْھَدُوْنَ الزُّوْرَ رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو جھوٹی شہادت نہیں دیتے۔

سچی شہادت کے ادا کرنے کی فضیلت

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُھَدَآءَ لِلّٰہِ وَلَوْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ [سورۂ نساء: ۱۳۵]

اے ایمان والو! انصاف پر قیام کرنے والے اللہ کے لیے شہادت دینے والے بن جاؤ۔ خواہ تمہاری وہ شہادت خود تمہارے خلاف ہو، تمہارے والدین اور نہایت قریبوں کے خلاف ہی ہو۔

اخفائے شہادت کی حرمت:

وَلَا تَکْتُمُوا الشَّھَادَۃَ وَمَنْ یَّکْتُمْھَا فَاِنَّہٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُہٗ [سورۂ بقرہ: ۲۸۳]

شہادت کو مت چھپاؤ، جو کوئی گواہی کو چھپاتا ہے اس کا دل بھی گناہ گار ہو جاتا ہے یہ ضمیر کو گندہ کرتا ہے۔

ان احکام پر غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اسلام نے فوائد تمدن اور حفاظت تمدن اور قیام تمدن کے لیے کیسے اصولی احکام دیے ہیں اور یہ اسلام ہی کی خصوصیت ہے کہ اس نے روحانیت کے ساتھ ساتھ مدنیات کی تعلیم پر بھی پورا زور دیا ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ مسلم اللہ کا سچا بندہ، اہل دین کا کامل، ہمدرد، والدین کا سعادت مند فرزند، تمدن کا پورا محافظ، اچھا شہری، وفادار، راست گو، صلح پسند، فساد کا دشمن، نسل انسانی کا دوست دار ہو۔

فصل [۱۶]

اسلام ہی وہ فیض رساں دین ہے جس سے اقوام عالم نے بالواسطہ فیوض بھی حاصل کیے

اسلام رحمۃ للعالمین ﷺ کا سکھایا ہوا دین ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس کے احکام جملہ عوالم و اقوام کے لیے رحمت ہوں۔ اگر نبی کریم ﷺ کے احکام مختص بہ مسلمین ہوتے تو ان سے دیگر اقوام کا استفادہ دشوار تھا۔ لیکن تاریخ عالم کو اٹھا کر دیکھو کہ جب سے اسلام نے اپنی تعلیم کو عام کیا اور دشمن و دوست کے سامنے یہ دستر خواں نعمت بچھا کر سب کو صدائے عام سے پکارا، اسی وقت سے ان اقوام نے بھی جو آج تک اسلام سے دور دور رہنے کی دعویدار ہیں۔ اسلام سے متواتر فیوض حاصل کیے۔

* ..... پارسی عہد قدیم سے یزدان کی خالق نور، اور اہرمن کی خالق ظلمات تسلیم کرتے تھے اور وہ یزدان کی طرح کسی دوسرے کو اس کے برابر کا خال تسلیم کرنے میں کوئی حرج نہ سمجھتے تھے۔ یزدان و اہرمن کی فوجیں ہمیشہ نبرد آزما رہتیں، جیسا کہ آریہ ورت میں بھی دیوتاؤں، اور راکھشوں میں ہمیشہ جنگ اور جدل جاری رہتا تھا، لیکن آج ان ہر دو مقامات میں یزدان کی برتری اہرمن پر اور دیوتا کی برتری راکھشش پر تسلیم کی جاتی ہے۔

* ..... پارسیوں میں غیر معین وقت سے محرکات ابدیہ کی حدود ٹوٹ چکی تھیں۔ شہنشاہ ایران داراب کا باپ بہمن تھا اور یہی بہمن بن اسفندیار اس کا نانا بھی تھا۔ کیونکہ داراب کی ماں ''ہما'' دختر بہمن ہے۔ نہ دربار ایران نے اس انوکھے رشتہ کو وارث تاج و تخت تسلیم کرنے میں چوں و چرا کی اور نہ رعایائے ایران نے اس پر کچھ تعجب کا اظہار کیا، بلکہ بہمن کے مرجانے پر اس کا تاج اس کی بیٹی ہما کے شکم پر رکھ دیا گیا اور دنیا میں اس آنے والے مولود کو خوشی خوشی بادشاہ تسلیم کر لیا گیا۔

* .....دارا بن دواب جب یونانی فوج سے شکست کھا کر اور زخمی ہو کر گرا اور اس کے آخری سانس پورے ہونے سے پیشتر سکندر بن فلپ اس کے پاس پہنچ گیا اور اس کا سر گود میں لے کر بیٹھ گیا، تب دارا نے سب سے ضروری اور اہم وصیت جو سکندر کو کی، وہ یہی تھی کہ روشک بنت دارا کو جسے دارا خود اپنے لیے پرورش کر رہا تھا سکندر اپنی بیوی بنالے۔ قابل غور ہے کہ ''جسے وہ خود اپنے لیے پرورش کر رہا تھا'' کے الفاظ دارا نے زندگی کے کیسے نازک ترین وقت میں کیسی صفائی سے ادا کیے تھے اور اس سے ظاہر ہے کہ یہ رسم ایران میں عام تھی اور اس رسم کی عمومیت نے ہی ہر ایک جھجک اور حجاب کو دارا کی طبع و زبان سے اٹھا دیا تھا۔

* .....ایران میں مزدکیہ مذہب اسی لیے جلد مقبول اور عام ہو گیا تھا کہ ملک میں پہلے سے محرمات ابدیہ کی حرمت و احترام کا کوئی وجود موجود نہیں رہا تھا۔ مزدکیہ مذہب کا اصول یہ ہے کہ عورت کسی خاص مرد کی طرف منسوب نہ ہونی چاہیے، ہر ایک شخص ہر ایک عورت سے تمتع حاصل کرنے کا فطری استحقاق رکھتا ہے۔

* ..... پنڈت دیانند سرستی نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں ہندو فرقوں کا بیان کرتے ہوئے دام مارگی چترانگت وغیرہ وغیرہ نام لکھے ہیں اور بعض نام ایسے ناپاک ہیں جن کو ایک مسلم نقل نہیں کرسکتا۔ یہ تحقیقات ظاہر کررہی ہیں کہ ہندوستان کا درجہ ایران سے بھی آگے تھا۔ کانشی جی جیسی پوتر جگہ میں آج تک وہ مندر جس کا نام نیپال گھیرا مشہور ہے موجود ہے اور ڈیڑھ سوفٹ کی بلندی سے زائرین کو اپنی طرف بلا رہا ہے۔ نکلتے سورج کی شعاعیں ان تصاویر کو روشن کردیتی ہیں جن کی تقلید سے ابھی تک پیرس و نیویارک بھی پیچھے ہیں۔ برہمن اس کے پجاری ہیں۔ وہ ہر ایک تصویر کی اپنی زبان سے ایسی تصویر اتارتے ہیں اور سننے والے کی شرم وحیا کی پروانہ کرتے ہوئے ایسے ایسے سندور شد سناتے ہیں کہ انسانیت کے کان بہرے اور تہذیب کی آنکھ ہمیشہ کے لیے اندھی ہوجاتی ہے۔

* ..... ایک وسیع النظر مؤرخ بتلائے کہ کیا اسلام ہی کی کشور کشائی نے ایران کو ان نعمتوں سے بلند نہیں کیا اور کیا اسلام ہی کی رہنمائی نے ہندوستان کو ایک دیکھنے والی آنکھ اور سننے والے کان عنایت نہیں کیے۔

* ..... سلطنت روما کے ایمفی تھیٹروں کے دل ہلا دینے والے نظارے سنگ دلی اور گرگ طبعی کے پورے مجسمے کیا اسلام ہی نے زیر خاک نہیں کیے۔ کیا ان سب حقیقتوں سے یہ مسلم نہیں ہوجاتا کہ اسلام نے ان اقوام کی ذہنیت کو بالاتر اٹھانے، خیالات کو پاکیزہ بنانے اور تہذیب کے پھیلانے میں کس قدر فیوض بالواسطہ عطا کیے ہیں۔ ہاں یہودیوں میں نبی لاوی نے نذر کی قربانی، خطا کی قربانی، تقرب کی قربانی پیش کرنے میں جو حقوق اپنے لیے خاص ٹھہرا لیے تھے۔

* ..... پطرس اعظم کے جانشین پوپ روما نے آسمانی بادشاہت کے دروازے کسی پر کھول دینے اور کسی پر بند کردینے کے لیے جن کنجیوں کو اپنے قبضہ میں کررکھا تھا۔ برہمنوں نے سرگ ونرگ میں مردہ کی جان دھکیل دینے کی جس شکتی کا اپنے اندر ہونا ظاہر کیا تھا۔ ان سب سے نجات دلانے کا سبب اسلام اور صرف اسلام ہی ہے سامریہ کی نبی لاوی سے علیحدگی پروٹسٹنٹ کی رومن کیتھولک سے بیزاری، آریہ کی برہمن پوپوں سے نفرت صرف تعلیم اسلام ہی کا نتیجہ ہے۔ کیا اس حقیقت سے انکار کرنے والے ثابت کرسکتے ہیں کہ ان کی اصلاحات کا زمانہ اشاعت اسلام سے پیشتر کا تھا۔ کیا وہ ثابت کرسکتے ہیں کہ اس آزادی حاصل کرنے سے پیشتر اسلام کے علمی اور عملی کارنامے ان کی آنکھوں اور دلوں کے سامنے نہ تھے۔ ان حقائق پر غور کرنے سے ثابت ہوجاتا ہے کہ اسلام نے یورپ اور ایشیاء میں ترقی اذہان اور آزادی احساس اور تمیز نفع وضرر کے فیوض بالواسطہ سب کو پہنچائے ہیں۔

* ..... سو بیویوں والے بادشاہ کو اکلوتا کہنے والے یہودی، ایک ہزار خواتین والے بادشاہ کو خدا جیسا دل رکھنے والا بتانے والے اسرائیلی، سولہ ہزار سکھیوں کے ساتھ رنگ رلیاں منانے والے کرشن جیو کو سولہ سنگار کہنے والے ہندو، نشانہ بازی میں جیتی ہوئی دروپدی، ایک عورت کو پانچ پانڈوؤں کی جائز بیوی بتانے والے آریہ ورتی غور کریں کہ آج تعدد زوجات کے متعلق ان خیالات کس قدر ہموار ہوگئے ہیں۔

* ..... کیا کوئی شخص اس کی وجہ عیسائیت کی تعلیم کو یا عیسائیوں کے عملی نمونہ کو قرار دے سکتا ہے۔ ہرگز نہیں

اسلامی حکم سے بہت بعد میں نافذ کیا گیا اور ٹھنڈے خون والے یورپ نژاد کے لیے صرف ایک ہی بیوی پر محدود رہنا لازم ٹھہرایا گیا۔ تاریخ میں تلاش کرو کہ اس قانون کے نفاذ سے بہت پیشتر قرآن مجید کے الفاظ فواحدۃ ہر ایک سمجھ والے کے دل میں ایسی قانون سازی کی تحریک پیدا کر رہے تھے۔

* ..... ان نظائر سے تمدن کو اقرار کرنا پڑے گا کہ اسلام نے جملہ اقوام کو بالواسطہ کس قدر برکات عطا کی ہیں۔ شراب سے بھرے ہوئے جام جم پر فخر کرنے والے ساغر، ہوش ربا کو جام جہاں نما بتانے والے ایرانی۔ دیوتاؤں اور دیویوں کی بھینٹ میں مدھ چڑھانے والے آریہ ورتی۔
* ..... مسیح علیہ السلام کے اولین کارنامہ پانی کے مٹکوں کو خمہائے شراب بنا دینے کا واقعہ فخر و مباہات کے ساتھ سنانے والے عیسائی۔ سادہ پانی کے استعمال سے منع کرنے والے اور پانی میں تھوڑی سی شراب کو التزاماً شامل کرنے والے پولوسی۔ میدان ہائے جنگ کو بادہ آتشین سے گرمانے والے اطالین اور عرب اور افریقی۔ کلوپیٹرا کے ایک پیگ پر فرائض سپہ سالاری کو چھوڑ دینے والے رومی۔ کیا اسلام کے اس فیض سے انکار کر سکتے ہیں، جو حرمت شراب کی صورت میں اس نے جملہ اقوام و ادیان پر عام کیا، نہیں ہرگز نہیں۔ اسلام ہی نے شراب کو ''ام الخبائث'' کا لقب دیا۔ اسلام ہی نے اسے روحانیت کا دشمن بنایا۔ اسلام ہی نے اسے شرارت انگیز و عداوت خیز بنایا۔ اسلام ہی نے اسے شیطان ابلیس اور راکھش (ابرہمن) کا عمل بتایا۔ جنگ عظیم ۱۴ تا ۱۹۱۸ء میں انگلستان اور روس اور امریکہ کو یکے بعد دیگرے مجبوراً اسے ترک کرنا پڑا۔ کیا یہ سب اسلام کے بالواسطہ فیوض نہیں۔
* ..... بھارت اعظم کی اولاد میں مہاراجگی کو خاص کرنے والے اور اسی دھن میں کوروچھیتر کی خوں آشام زمین پر سارے ہندوستان کو کاٹ کر رکھ دینے والے۔ (آریہ ورتی)
* ..... کیان ایران کو شایان خسروی بتانے والے اور اسی لیے تاتار اور یونان اور بابل کی حکومتوں کو فنا کرنے والے (پارسی)
* ..... خاندان ''چو'' کو فرزندان آسمانی کہنے والے اور دنیا کو ایک ثلث رعایا اور ان کے دیوتاؤں سے بھی اوپر ہو کر سیاہ و سفید کرنے والے (چینی)
* ..... یورپ پر تفوق اور غلبہ کا استحقاق جتانے والے اور خاندان کو نوع انسانی پر فرماں دہی کا چارٹر رکھنے والے۔ (فرنچ)

غور کریں کہ اسلام کے حکم وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ اور أَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ نے دنیا کو کس آئینی حکومت کا جمال دکھایا۔ ان کا تحفظ نوعی و جنسی اور تعاون افرادی و قومی سے آگاہ بنایا۔ کہتے ہیں کہ انگلستان کی پارلیمنٹ دنیا کی سب پارلیمنٹوں سے قدیم تر ہے اور اسی لیے وہ ''امان پارلیمنٹ'' کے لقب سے پکاری جاتی ہے۔ میں کہتا ہوں یہ درست ہے، لیکن کیا اس کی قدامت قرآن مجید کے اس حکم محکم سے بھی قدیم تر ہے اور اگر نہیں، اور تاریخ بتاتی

ہے کہ ہرگز نہیں تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ دنیا کی تمام جمہوری اور آئینی حکومتیں اسلام ہی کے فیوض سے مستفیض اور اسی کے خون کرم کے نمک خوار ہیں۔

* ..... برہما، بشن، مہیش کا ترسول بلند کرنے والے (آریہ ورتی)
* ..... خدا، عقل کل ونفس کلی کی حکومت ماننے والے (افلاطونی)
* ..... باپ خدا، بیٹا خدا، روح القدس کہنے والے (انگلش چرچ)
* ..... باپ خدا، بیٹا خدا، جان (لیجیسی) ماننے والے (رشین چرچ)
* ..... باپ خدا، بیٹا خدا، مریم کو اقانیم کہنے والے (قدیم یونانی)

پرماتما، آتما اور پرانو کو قدیم جاننے والے (آریہ) دنیا پر موجود تھے اور اپنی اپنی تثلیث پھیلانے میں منہمک تھے۔ آج یہ سب لوگ مسئلۂ توحید کی برتری کے اقراری ہیں اور عقیدہ توحید پر فخر کرتے ہیں اور اپنی اپنی تثلیث کو بھی سلوک طریق الی التوحید بنانے میں دلائل اور براہین سے کام لے رہے ہیں۔ مسلمان اپنے ان نوعی بھائیوں کی ان ترقیات کو خوشی اور اطمینان سے دیکھ رہے ہیں اور ان کے انصاف وحق پسندی پر امید لگائے ہوئے ہیں کہ یہ سب لوگ ضرور ایک دن اسلام کے اس فیضان بالواسطہ کا اقرار کریں گے اور اس حقیقت تک پہنچ جانے کے بعد وہ اسلام کے فیوض وبرکات وانوار سے بلاواسطہ مستفیض ہونے کے لیے تنگ خیالات کے کمرہ کے دروازوں کو کھول دیں گے۔ ان کے دل اپنے اپنے کشائش اور انبساط اور ان کی روح اپنے لیے سرور نشاط پائے گی اور وہ سب اسلام کی اس خصوصیت کا اعتراف بھی کرنے لگیں گے۔



دارالاشاعت :.....ایم اے جناح روڈ اردو بازار کراچی، پاکستان۔فون:02132213768

فصل [۱۷]

اسلام ہی نے ہدایت الٰہیہ کو ربوبیت خالقیہ کی طرح کل عالم کے لیے عام بنایا

بنی اسرائیل کا دعویٰ ہے کہ وحی ربانی کا شرف اسباط یعقوبؑ کے لیے خاص ہے۔ دنیا کی کسی دوسری قوم کو یہ شرف عطا نہیں ہوا۔ ایران والوں کا دعویٰ ہے کہ سروش آسمانی کی آواز صرف ایرج ہی کی نژاد تک پہنچائی گئی اور زرتشت و جاماسپ ہی کے خانوادے اس بزرگی کے تاجدار ہوئے اور سب ملک اس عزت سے دور دور ہیں۔ آریہ درت کا دعویٰ ہے کہ آکاس بانی نے صرف گنگا جمنا کی وادیوں میں رہنے والوں کو درشن دیے اور دنیا کی سب اقوام اس سے محروم ہیں۔ چین والوں کا دعویٰ ہے کہ اسی ملک کے رہنے والے فرزند آسمانی ہونے کا اعزاز رکھتے ہیں اور کسی کو اس مشرق اقصیٰ کی روشنی حاصل نہیں۔ یہ دعاوی ہر چند کہ شاندار ہیں اور کسی ایک قوم کی عظمت کو نمایاں کرنے میں بہت بڑا کام کر رہے ہیں۔ لیکن ان دعوں کا نتیجہ کل دنیا کے مقابلہ میں کیا تھا۔ نتیجہ اول یہ ہوا کہ ایک قوم نے اپنے سامنے دوسری قوم کو جھٹلایا اور دوسروں کی صداقتوں کو بھی بطلان بتایا۔

جب اسرائیل صرف بنو اسرائیل کے لیے وحی ربانی کو خاص بتلایا ہے تو وہ دنیا کے مذاہب کو کاذب ٹھہراتا ہے اور جب کوئی پارسی نژاد ایرج ہی کے اس دعویٰ کا مظہر ہے تو وہ کل عالم کو (جس میں بنی اسرائیل بھی شامل ہیں) دروغ گوئی ظاہر کرتا ہے اور جب کوئی آریاورتی وسناتن دھرمی اپنی بات کو دہراتا ہے تو جہاں و جہانیاں کو (جس میں اسرائیل و پارسی بھی شامل ہیں) ست کہتا ہے اور جب کوئی چینی کانفیوشس کی تعلیم کو آسمانی کہہ کر دیگر ابنائے جنس کو اس شرف سے مہجور تجویز کرتا ہے تو وہ ہر ایک ملک کو جس کے اندر (ہندوستانی، ایرانی، کلدانی و اسرائیلی بھی شامل ہیں) سیاہ و تاریک بتاتا ہے۔ لہٰذا کوئی مذہب ایسا باقی نہیں رہتا، جس کی دوسرے مذہب نے تصدیق بھی کی ہو اور کوئی قوم ایسی نہیں محفوظ رہتی جسے دوسری اقوام کی زبان نے صادق کہا ہو اور جب ہر ایک قوم نے جملہ اقوام کو داغ لگایا تو اب اس کا بھی کیا حق رہ جاتا ہے کہ وہ خود بچ سکے۔ ان لوگوں نے ساری فضاء میں کوئلہ پھیلا دیا اور پھر یہ تصور کر لیا کہ اس سے اوروں ہی کے دامن آلودہ ہوں گے۔

ان مشہور مذاہب نے اپنے ان دعاوی کے بعد پھر اپنے رقبہ کو اور زیادہ تنگ تر کرنا شروع کیا۔ اسرائیلیوں نے کاہن ہونے کا منصب صرف اولاد ہارون کے لیے خاص کر دیا اور سناتن دھرمیوں نے یہود یہ و ہر دوار و کانشی کے پانڈوں کو سرگ و نرگ کا خزانچی بنایا۔ رومن کیتھولک نے سلطنت آسمانی کی کنجیاں پوپ کے ہاتھ میں دے دیں کیونکہ وہ اس گرجا کا صدر نشین ہے۔ جسے پطرس نے تیار کیا تھا اور پطرس وہ ہے جسے آسمانی بادشاہت کا کلی اختیار مسیح نے دے دیا تھا۔

* ..... نتیجہ دوم یہ ہوا کہ ایک قوم کو دوسری قوم کے ساتھ نفرت ہو گئی اور ہر ایک نے اپنا اپنا چولہا چوکا الگ الگ کر لیا۔ محبت انسانی گم ہو گئی اور قومیں قوموں سے ہمیشہ کے لیے جدا جدا ہو گئیں۔

* ..... نتیجہ سوم یہ ہوا کہ ملکی خصوصیات اور قومی رسومات ہر ایک جگہ دینی اصول میں شامل ہو گئیں اور آہستہ آہستہ ان رسومات کے سامنے دینی اصول کمزور و ضعیف اور بے نشان و گم ہو گئے۔

اسلام ہی نے ان سب خرابیوں کو دور کیا، اسلام ہی نے ان جملہ اقوام کے سامنے یہ ایک جدید علمی اکتشاف کیا کہ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ یعنی ہر ایک بستی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرانے والا برے افعال کے برے نتائج سمجھانے والا ہو چکا ہے۔

اے اسرائیلیو! تم کیوں ہندوؤں کے بزرگوں کی تحقیر کرتے ہو اور اے ہندوؤ! تم کیوں اسرائیلیوں کے انبیاء کی تکذیب کرتے ہو۔ اے ایرانیو! تمہارا کیا حق ہے کہ اسرائیلیوں اور ہندوؤں کے دعاوی کا بطلان کرو۔

اے چینیو! تمہارا کیا منصب ہے کہ ان تمام شاندار اقوام کے علم اور تہذیب اور تمدن سے آنکھیں موند کر سورج کی روشنی کو جھٹلاؤ۔ اب مل جاؤ اور ایک دوسرے کا احترام کرنا سیکھو اور ہر ایک ملک کے پیشوا و ہادی و داعی کی تعظیم کرتے ہوئے اس ناموس قدرت کو بھی دیکھو، جس نے تمام عالم کو متحد و متفق کرنے کے لیے بحر روم کے متصل ایک مقام کو انتخاب کیا، جہاں سے متمدن دنیا کی ہر جگہ میں تبلیغ با آسانی کی جا سکتی تھی اور جہاں ٹھہر کر بحر و بر کے وسائل آمد و رفت سے بخوبی کام لیا جا سکتا ہے۔ قدرت نے اس تحریک کی پانچ ہزار سال سے بنیاد قائم کی اور ایک ایسی قوم کو تیار کیا جس نے بے آب و گیاہ میدانوں میں رہ کر جس نے آباد و شاداب قطعات سے الگ ہو کر جس نے نفائس مادی میں صرف سدرمق پر اکتفا کر کے حفاظت معبد کو اپنا مقصود بنایا اور اسی کی دربانی کو اپنے لیے افتخار شاہی سمجھا حتی کہ وہی سید عالم ﷺ پہنچ گیا اور وہی سرور کائنات ظاہر ہو گیا جس نے اختلاف کو ائتلاف سے اور نفاق و افتراق کو اتفاق سے بدل دیا، وہ کیسا زمانہ تھا اس وقت کی دو بڑی قوموں کی یہ حالت زار ربانی الفاظ میں یوں ظاہر کی گئی ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصَارٰى عَلٰى شَيْءٍ (۲:۱۱۳)

یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ تو کسی چیز (بنیاد) پر نہیں ہیں۔

قَالَتِ النَّصَارٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ (۲:۱۱۳)

نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود تو کسی چیز (بنیاد) پر نہیں ہیں، اور وہ کتاب بھی پڑھا کرتے ہیں۔

آیت وَهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ کا تعلق نصاریٰ سے بھی ہے، جو یہودیوں کی کتاب کو عہد نامہ قدیم اور ہولی بائبل کہہ کر تسلیم کرتے ہیں اور بایں ہمہ یہودیوں کی بابت یہ مبالغہ ہے کہ ان کی کوئی بنیاد ہی نہیں۔ نیز اس کا تعلق یہودیوں سے بھی جو انجیل میں یہ دیکھ چکے ہیں کہ وہ توریت موسیٰؑ کی مصدق ہے اور بایں ہمہ انجیل سے انکاری بھی ہیں۔ بہر حال ہر دو فریق (وفد نجران اور علمائے یثرب (یہود) نے ان فقرات کو دہرایا) اور اپنی اپنی تنگ مزاجی اور لاعلمی کا ثبوت دیا اور اللہ تعالیٰ کو فیصلہ کرنا پڑا۔ الٰہی فیصلہ یہ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَي الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اے رسول تیرے رب کی طرف سے جو کچھ تجھ پر نازل کیا گیا ہے اسے پہنچا دیجیے، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم نے رسالت کو نہ پہنچایا اور اللہ تم کو ان لوگوں سے بچائے رکھے گا۔ کہہ دیجیے کہ اے یہودیو! اے عیسائیو! اے

اہل کتاب ہونے کے مدعیو! تم دونوں کچھ بھی (کسی بنیاد پر بھی) نہیں ہو۔ جب تک تورات اور انجیل پر اور اس کتاب پر جو تمہارے رب نے تمہارے لیے نازل کی قائم نہیں ہو جاؤ گے۔

ہاں !ان میں سے بہت کی حالت یہ ہے کہ اللہ کے اتارے ہوئے احکام سے وہ کفر سرکشی میں زیادہ ترقی کر جاتے ہیں۔ ان کافروں کے گروہ پر آپ افسوس بھی نہ کریں۔ یہود اور نصاریٰ کی تعداد اس وقت مسلمانوں کی تعداد سے بہت زیادہ تھی، دو اور سو کی نسبت اس وقت ان میں ہوگی۔ یہود زر و مال والے تھے، تجارت والے تھے، سارے عرب پر ان کا اقتدار تھا۔ مسلمان اور بت پرست سب ان کے مقروض تھے۔

نصاریٰ فوج اور طاقت اور حکومت والے تھے۔ ہر دو کے خلاف ایک ایسا متفقہ فیصلہ سنانا جو ان کی دینی حیثیت کو بالکل لاشے بنا دینے والا تھا، آسان نہ تھا۔ لہذا آیات کے شروع میں نبی ﷺ کو خاص طور پر آمادہ کیا گیا ہے اور بطور پیش گوئی یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اس فیصلہ کے بعد خواہ یہود کتنا ہی ٹرائیں اور نصاری کتنا ہی بھنائیں، مگر وہ آپ کو کسی طرح کا گزند نہ پہنچا سکیں گے، عصمت الٰہی ہمیشہ آپ کو ان کے آزار سے بچائے گی۔

فیصلہ یہ ہے کہ یہود کو نصاریٰ کے بالمقابل اپنا تعصب اور نصاریٰ کو یہود کے بالمقابل اپنا کینہ و انتقام چھوڑ دینا چاہیے اور ہر دو کو تورات و انجیل کا اتباع کرنا چاہیے۔ جو دلیل نصاریٰ کے ہاتھ میں یہودیوں کو دین مسیحی کی دعوت دینے کی بابت ہے وہ اس لیے صحیح ہے کہ نصاری ان کی کتاب اور ان کے نبی (موسیٰ علیہ السلام) کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ لہٰذا یہی دلیل مسلمانوں کے ہاتھ میں بمقابلہ نصاریٰ اور یہود (ہر دو) حاصل ہے کیونکہ مسلمان دونوں کتابوں اور کتاب لانے والوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ نصاریٰ یہود کے سامنے مسیح کی بابت پیش گوئیاں تورات سے نکالتے ہیں اور انہیں ملزم ٹھہراتے ہیں اسی طرح مسلمان، یہود اور نصاریٰ دونوں کے سامنے سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئیاں بائبل سے پیش کرتے ہیں اور ہر دو حجت الٰہی کا اتمام کرتے ہیں۔

اب خلاصہ معلوم ہو گیا کہ جب یہود اس لیے مغضوب ہیں کہ انہوں نے تعلیم مسیح سے انکار کیا، جب کہ مسیح تعلیم تورات کو تسلیم کرتے ہیں تو نصاریٰ بھی اس لیے ضال ہیں کہ وہ شریعت موسوی کے منکر ہیں، جس کی تصدیق مسیح نے فرمائی ہے۔ اندریں حالت یہ دونوں اس لیے بے بنیاد اور لاشے ہیں کہ وہ اس کتاب اور نبی کے منکر ہیں جن کا وعدہ موسیٰ کی پانچویں کتاب کے ۱۸ باب کے آیت ۱۵ تا ۱۸ میں موجود ہے۔ نیز جس کی خبر انجیل یوحنا باب ۱۶ کی آیات ۱۱ تا ۱۶ میں موجود ہے۔ الغرض یہ اسلام ہی کی خصوصیت ہے کہ وہ تمام جہان کا معبود صرف ایک اللہ کو بتاتا ہے اور تمام جہان کا پروردگار صرف ایک رب کو ظاہر کرتا ہے اور تمام عالم کے سامنے صرف ایک دین اسلام کو پیش کر کے جملہ اقوام و ادیان اور ممالک کو اللہ تعالیٰ کے انوار و فیوض کا یکساں حصہ قرار دیتا ہے۔

وہ کسی بزرگ کا مکذب نہیں، وہ کسی سابقہ مذہب کا مبطل نہیں ہے، بلکہ سب کو سب کے مقبولہ اصول کے تحت لا کر متحد بنانے والا اور ربوبیت خالقیہ کی طرح سب سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت کاملہ کا منوانے والا ہے۔

مبارک ہے اسلام جس نے جملہ اقوام کو متحد و موافق بنانے کے لیے سب کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور مبارک ہیں وہ قومیں جنہوں نے مقدس داعی کے الفاظ پر لبیک کہہ کر محبت عام کو اپنا مسلک بنایا۔

فصل.....[۱۸]

اسلام ہی دین البر (نیکی کا مذہب) ہے

قدیم یونان اور جدید یورپ کے فلاسفروں نے مذہب انسانی پر غور کرنے کے بعد بالاتفاق تسلیم کیا ہے کہ مذہب صحیحہ کی بنیاد ان اصولوں پر مبنی ہونی چاہیے:

[۱].....نیکی [۲].....صداقت [۳].....حسن

مجھے اپنے عنوان کی مناسبت سے صرف نیکی کی بابت اس مقام پر تحریر کرنا ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿البقرۃ﴾

یہ ہی نیکی نہیں کہ تم مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرلیا کرو نیکی تو ان لوگوں کے لیے جو اللہ پر اور قیامت پر، ملائکہ پر اور کتابوں پر اور انبیاء پر یقین رکھتے ہیں۔ جو اپنی ضرورت ہوتے ہوئے بھی قریبوں کو، یتیموں کو، مسکینوں کو، مسافروں کو، مانگنے والوں کو، آزادی غلامانوں میں اپنا مال دیتے ہیں، نماز کی پابندی کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں عہد کرکے عہد کو پورا کرتے ہیں اور تنگ دستی و بیماری اور جنگ کے وقت صبر کرتے ہیں۔ یہی تو صادق لوگ ہیں اور یہی تو متقی ہیں"۔

اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿ممتحنہ﴾

غیر مذہب والوں سے بھی نیکی کرو اور پورا پورا انصاف کرو، اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ

نیکی تو خداترسی میں ہے

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (مائدہ)

"نیکی اور خداترسی کے کام میں ایک دوسرے کو مدد دیا کرو"

وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ (انبیاء)

"ہم نے سب نبیوں کے پاس نیکیوں کے کام کرنے کا حکم بھیجا"

اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿۶۰﴾ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾

جو لوگ اپنے رب کی تعظیم کی نگہداشت ڈرتے ہوئے رکھتے ہیں، جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو برابر کا نہیں بناتے وہ اللہ کے دیے ہوئے مال سے لوگوں کو دیتے ہیں اور اس بات کی دہشت رکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے رب کی طرف جانا ہے

۔ یہ ہیں وہ لوگ جو نیکیوں کی طرف جلد جلد جانے والے ہیں اور یہی ہیں جو نیکیوں کو حاصل کرلیں گے۔

نبی کریم ﷺ نے انواع البر (نیکیوں کی اقسام) کے متعلق جو احکام دیے ہیں وہ مندرجہ ذیل اصول پر مبنی ہیں

① ..... عظمت الٰہی کا احساس اور اس احساس کے بعد تعظیم ملے ہوئے ادب کا اثر دل پر محسوس کرنا۔

② ..... احسانات الٰہی کی یادداشت، اس یادداشت سے حیرت کا طاری ہونا اور طیران حیرانیت سے اثرات حیوانی کا کمزور پڑ جانا۔

③ ..... اقارب اور ہمسایہ، ایامیٰ و یتامیٰ، اہل قریہ، اہل وطن کے ساتھ حسن معاشرت اور عمدہ اخلاق کے ساتھ زندگی بسر کرنا۔ خندہ روئی سے ملنا، راہ میں سے کانٹے یا ٹھوکر ہٹا دینا، کنوئیں سے پانی نکال کر دینا، بھولے ہوئے کو رستہ بتا دینا، تاریکی کے وقت روشنی دکھا دینا، بوجھ اٹھوا دینا۔ دوسرے کو عزت کے ساتھ بلانا، نرم کلامی سے بات کرنا۔ یہ سب نیکیوں میں شمار کیے گئے ہیں۔

* ..... باپ کا اپنے بچہ کو تعلیم دینا صدقہ سے بہتر بتایا گیا ہے۔ (ترمذی عن جابر بن سمرہ)

* ..... اپنے کنبہ سے بھلائی، نیکی کرنے والے کو بھلا اور بہتر بتایا گیا ہے۔ (ترمذی عن عائشہ)

* ..... بیٹیوں اور بہنوں کو اچھی تعلیم اور تربیت دینے والے کو مستحق جنت بتایا گیا ہے۔ (ابوداود عن ابی سعید)

* ..... ایک بلی کو عذاب دینے والے کے لیے دوزخ کا۔ (صحیحین عن ابن عمر)

اور ایک کتے کو پانی پلانے والے کے لیے مغفرت کا اعلام فرمایا گیا ہے۔ (ابوداود عن ابوہریرہ)

* ..... اور بالآخر فِیْ کُلِّ کَبِدٍ رَطْبَۃٍ اَجْرٌ (ابوداؤد) کے ارشاد سے اس عنوان کو مکمل کر دیا ہے۔

ارشاد نبویؐ [فِیْ کُلِّ کَبِدٍ رَطْبَۃٍ اَجْرٌ] کا ترجمہ یہ ہے کہ

ہر ایک جاندار جو تازہ جگر اپنے اندر رکھتا ہے (یعنی زندہ ہے) کے ساتھ بھلائی کرنا موجب اجر ہے۔

ان احکام سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام دین البر ہے۔

دار الاشاعت :.....ایم اے جناح روڈ اردو بازار کراچی، پاکستان۔ فون: 02132213768

فصل[۱۹]

اسلام دین التقوی (پارسائی کا مذہب) ہے

الف..... پارسائی کو برباد کرنے والی سب سے بڑھ کر شراب ہے۔ مگر پولس نے (اخطاؤس ۵/۳۲ میں) یہ حکم دیا ہے کہ ''آگے کو تو صرف پانی نہ پیا کر، بلکہ اپنے ہاضمہ اور اکثر کمزوریوں کے واسطے تھوڑی مے (شراب) پی''۔ شراب پینے کا حکم اور سادہ پانی پینے کی نہی کا یورپ اور امریکہ پر کیا اثر ہوا کہ لفظ تھوڑی کی قید بالکل نہ رہی اور شراب ان تمام خرابیوں کی جڑ ثابت ہوئی جسے قرآن پاک نے اور ارشادات نبوی انے صراحت کے ساتھ بیان فرمادیا ہے۔

ب..... محکمہ حفظان صحت نے پولوس کی وجہ علت کا بھی غلط اور باطل ہونا ثابت کردیا ہے اور بتلایا ہے کہ شراب کا برا اثر معدہ، جگر، دل، دماغ اور شش پر بدترین نتائج پیدا کرتا ہے۔ اعصابی طاقت زائل ہوجاتی ہے۔ جنگ عظیم ۱۴۔۱۹۱۸ء میں فوجیوں کی جسمانی طاقت بحال کرنے کے لیے شراب کی قطعاً ممانعت کی گئی تھی۔ اپنی فوج کے لیے کنگ جارج نے نمونہ بننا پسند کیا اور زار روس نے ان کی پیروی کی۔ امریکہ نے شراب کی ساخت ملک میں بند کردی اور خرید وفروخت پر بھی سخت بندشیں عائد کیں۔ علم اخلاق کے ماہرین کا بیان ہے کہ شراب کے استعمال سے اخلاق تباہ ہوجاتے ہیں، عالمان اقتصادیات کا بیان ہے کہ فقر و فاقہ کا سبب اور تباہی مال کا باعث شراب ہے۔ اعلی عدالتوں کے ججوں کا بیان ہے کہ جرائم سنگین قتل، زنا بالجبر، راہزنی وغیرہ کا ارتکاب اکثر بدمستی شراب کی حالت میں ہوتا ہے۔

ج..... ہندوؤں میں بھی دیوی اور دیوتاؤں کے خوش کرنے کے لیے شراب کا چڑھاوا دیا جاتا ہے۔ پھر جو چیز دیوی اور دیوتا کے خوش کرنے کا سبب ہوا سے پجاری اور سیوک کیوں استعمال نہ کریں۔ بعض ہندو اقوام نے شراب میں تقدس پیدا کرنے کے لیے اس کا نام ''گنگا جل'' رکھ دیا۔

اسلام ہی وہ پہلا اور تنہا مذہب ہے جس نے شراب کو رجس بتلایا۔ عمل الشیطان اور ام الخبائث اس کا نام رکھا۔ ایسے نشہ کی مقدار قلیل کو بھی جو مقدار کثیر میں پہنچ کر نشہ آور ہو، حرام بتایا۔ لہٰذا ثابت ہوگیا کہ اسلام پارسائی کا مذہب ہے۔

اسلام میں زنا حرام ہے اور اس کی حرمت کو مضبوط و محکم کرنے کے لیے جو حکم دیا گیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا

زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔

اس حکم سے ان اسباب اور وسائل کو بھی حرام کردیا ہے، جو زنا تک لے جانے والے ہیں۔ مردوں، عورتوں کا

اختلاط اور ہنسی و مذاق، ایک ہی مکان کے اندر غیر محرم مرد و زن کی بود و باش دل ربائی اور سن نمائی کے طریقے نظر بازی وغیرہ۔ اس حرمت کو مضبوط کرنے لیے سَاءَ سَبِیْلًا بھی فرمایا گیا اور بتایا گیا کہ جو کوئی زنا کرتا ہے وہ اپنے گھر تک زنا کے لیے سڑک بناتا ہے۔ وہ جس سڑک پر چل کر دوسروں کے پاس پہنچتا ہے اسی سڑک پر چل کر دوسرے اس کے گھر آ جاتے ہیں۔ حکم دیا گیا:

وَلَا مُتَّخِذَاتِ اَخْدَانٍ — کسی عورت کو کوئی مرد آشنا نہ ہونا چاہیے۔

وَلَا مُتَّخِذِیْ اَخْدَانٍ — اور کسی مرد کی کوئی عورت آشنا نہ ہونی چاہیے۔

اس پارسائی کو قائم رکھنے کے لیے تدبیر بھی بتائی اور اس کی تعمیل بھی فرض ٹھہرائی۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ

مؤمن مردوں سے کہہ دیجیے گا کہ نگاہیں نیچی رکھا کریں اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ

عورتوں کو کہہ دیجیے کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی نگہداشت رکھیں۔

اس حکم کے بعد یہ بھی فرما دیا:

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ

فحش کی کھلی چھپی سب قسموں کو میرے رب نے حرام کر دیا ہے

حکم بالا کی رو سے تو فواحش حرام ہوئے، لیکن ابتدائی مراتب میں جب کہ فحش کے اقدام کی تیاریاں ہوتی ہیں اسے اسلام نے لفظ ''اثم'' سے تعبیر کیا ہے اور اس کی بابت بھی یہ حکم دیا ہے۔

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ (انعام)

گناہ کا بیرونی اور اندرونی حصہ بھی بالکل چھوڑ دیا کرو۔

تعجب ہوتا ہے کہ شراب پینے والے مردوں، عورتوں کی فحش آمیز کھلی آزادی دینے والے عبادت گاہوں میں جا کر بھی آتش رخسار کے حسن سے آنکھیں سینکنے والے نمائش حسن کے پیرایہ میں ننگی تصویر کھنچوانے والے اور مخلوط غسل خانوں میں نہانے والے کھلے پن گھنٹوں بھر ننگے اشنان کرنے والے اسلام کی پارسائی کا اعتراف نہ کریں۔ شاید اس لیے کہ ایسا اعتراف خود اپنی عریانی کے اعتراف کا مترادف ہے۔ اگر اسلام کا مقصد یہ ہوتا کہ وہ نفسانی جذبات کو ابھارا بھار کر اپنی تعداد کو بڑھائے تو وہ شراب کی حرمت کا حکم کبھی نہ دیتا اور ایسا حکم نہ دیتا۔ اس کے لیے کچھ موج اعتراض بھی نہ ہوتا کیونکہ جو چیز جملہ ممالک میں مستعمل اور جملہ مذاہب میں روا تھی۔ اس پر خموشی کبھی موجب اعتراض نہ ہو سکتی تھی اور زنا کی روک تھام کے لیے ایسے سخت قیود عائد نہ کرنا اور ان قیود کے عائد کرنے سے ان قوموں کا جو کورٹ شپ کو جائز سمجھتی ہیں یا جو اولاد لینے کی غرض سے بیاہتا عورت کو اور اولاد دینے کی غرض سے بیاہتا مرد کو عارضی جوڑا بنا لینے کی اجازت دیتے ہیں، کچھ اعتراض بھی نہ ہوتا، لیکن اسلام نے عفت و پارسائی

کا بلند ترین نمونہ پیش کیا ہے اور وہ فی الحقیقت پارسائی کا مذہب ہے۔

معترضین کے پاس اس کے خلاف دلیل صرف یہ ہے کہ اسلام نے ایک سے زیادہ عورت کو بھی بیوی بنا لینے کی اجازت دی ہے۔ مگر غور تو کرو کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو خدا کا اکلوتا بیٹا (زبور۔۱۰) کہنے والے اور اس کی سو بیویوں اور سلیمانؑ کو خدا کا سادِل والا بتانے والے اس کی ایک ہزار بیویوں پر ابراہیم علیہ السلام کو خلیل الرحمٰن ماننے والے اس کی بیویوں اور لونڈیوں پر کرشن جی مہاراج کو اوتار ماننے والے ان کی سولہ ہزار ایک سو آٹھ، سکھیوں پر اور ان کو ریفارمر اعظم ماننے والے زمانہ حال کے لیڈران کی آٹھ مہارانیوں پر کوئی اعتراض زبان سے نہیں نکالتے، تو پھر ان کا کیا حق ہے کہ وہ اسلام پر ایک سے زائد بیوی کرنے پر اعتراض کریں۔ ہم نے جن محترم ہستیوں کے نام لیے ان کے مذہب میں ایک سے زائد بیوی کرنے کے لیے کوئی ایسی شرط موجود نہیں، جس کا فقدان ان کو ایک سے زیادہ بیوی کرنے کے لیے روک بن سکے۔ مگر اسلام میں شرط عدل موجود ہے اور اس شرط کے فقدان پر (بلکہ صرف فقدان ہی پر نہیں) احتمال فقدان کی حالت پر بھی فواحدہ کا ارشاد موجود ہے۔

کیا کوئی مذہب ہے، جو اپنی کتاب پاک میں فَوَاحِدَۃً کا ہم معنی لفظ نکال کر دکھادے۔

کوئی مذہب ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام یا حضرت موسیٰ علیہ السلام یا کرشن و رام چندر کے منہ سے نکلی ہوئی بات فَوَاحِدَۃً کے ہم معنی ثابت کردے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں، تب اس کو اقرار کرنا چاہیے کہ یہ بھی اسلام ہی کی خصوصیات میں سے ہے۔ اور ایک بیوی والے جس قانون پر یورپ کو فخر ہے، وہ بھی قرآن مجید ہی کے ایک حکم کا خلاصہ اور ناقص خلاصہ ہے۔

فصل [۲۰]

اسلام دین الصدق (سچائی کا مذہب) ہے

صدق کی تعریف علمائے اسلام نے مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے۔

① ..... عمل اور علم کی موافقت باہمی کا نام صدق ہے۔

① ..... دل اور زبان کی مطابقت کا نام صدق ہے۔

② ..... سر و علانیہ کے مساوی ہونے کا نام صدق ہے۔

③ ..... اس راست بازی کو جس میں تباہی کا ندیشہ ہے، اس کذب سے بہتر سمجھنا جس میں رہائی کا گمان ہے، صدق کہتے ہیں:

گر راست سخن گوئی و در بند بمانی
بہ زاں کہ دروغت دہد از بند رہائی

مندرجہ ذیل آیات واحادیث پاک پر غور کرو:

الف..... صدق اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے۔

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ (ال عمران) "اللہ نے تو سچ فرمایا ہے"۔

ب..... صدق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک کے اوصاف میں سے ہے۔

صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (احزاب) "اللہ نے اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا"۔

ج..... مریم صدیقہؓ کا درجہ بہ درجہ صدق برتر و بلند تھا۔

وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا (تحریم)
اس نے اللہ کے فرمودہ کو سچ سمجھا۔

د..... اصحاب نبویہ کا درجہ بدرجہ صدق ہے۔

رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ (احزا)

یہ وہ جوان مرد ہیں کہ انہوں نے اللہ سے جو عہد کیے ہیں وہی سچے کر دکھلائے۔

ہ..... نبی کریم ﷺ کی بزرگی صدق کی تعلیم اور صدق کی تصدیق میں ہے۔

اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ (سورۂ زمر)
نبی وہ ہے جو صدق لے کر آیا اور اس کی تصدیق بھی کی۔

و..... صدق کے متعلق نبی ﷺ کا یہ ارشاد بروایت ابن مسعودؓ مؤطا بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی میں موجود ہے:

اِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِیْ اِلَى الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ يَهْدِیْ اِلَى الْجَنَّةِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ

حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَاللّٰہِ صِدِّیْقًا، وَاِنَّ الْکِذْبَ یَھْدِیْ اِلَی الْفُجُوْرِ وَ اِنَّ الْفُجُوْرَ یَھْدِیْ اِلَی النَّارِ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَکْذِبُ وَیَتَحَرَّی الْکَذِبَ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَاللّٰہِ کَذَّابًا۔

صدق نیکی کی راہ دکھلاتا ہے اور نیکی جنت کی راہ دکھاتی ہے، انسان سچ بولنے لگتا ہے اور سچ کو عادت بناتا ہے، حتی کہ اللہ کے ہاں بھی صدیق لکھ دیا جاتا ہے۔ جھوٹ گناہوں کی راہ دکھلاتا ہے اور گناہ دوزخ کی راہ دکھاتے ہیں، انسان جھوٹ بولنے لگتا ہے اور جھوٹ کو عادت بنالیتا ہے۔ حتی کہ اللہ کے ہاں بھی جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

ز..... سنن نسائی میں اور ترمذی نے اسے صحیح بتاتا ہے کہ ابوالحورا نے حسنؓ سے پوچھا کہ آپ نے نبی ﷺ سے کون سی بات سیکھی۔ فرمایا۔ میں نے سیکھا اور یاد رکھا کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا:

دَعْ مَایُرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُکَ فَاِنَّ الصِّدْقَ الطُّمَانِیْنَۃُ وَالْکَذِبَ رِیْبَۃٌ

جو چیز شک پیدا کرے اسے چھوڑ دے اور جس میں کوئی شک نہ ہو وہ لے لے کیونکہ "صدق" تو طمانیت کا نام ہے اور "کذب" شک کو کہتے ہیں۔

ح..... اللہ تعالی نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے:

کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (سورۂ توبہ) اہل صدق کا ساتھ دو۔

ط..... عربی زبان میں صدق کے مدارج علیا کے مطابق اس مصدر سے فاعل کے تین صیغے رہتے ہیں۔

① .....صادق۔ ② .....صدوق۔ ③ .....صدیق

اور صدیق وہ برترین درجہ ہے کہ انبیا علیہم السلام پر بھی اس خطاب کا استعمال ہوا۔

حضرت ابراہیم خلیل الرحمن علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا (مریم)

حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی صدیق کے لقب سے روشناس کیا گیا۔

حضرت سیدہ مریمؓ کو بھی سورہ مائدہ میں وَاُمُّہٗ صِدِّیْقَۃٌ فرمایا گیا

اور پھر سورۂ نساء و سورۂ حدید میں امت محمدیہ کے افراد ممتاز کے لیے صدیقت کا درجہ تجویز کیا گیا۔

اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ ۚ وَالشُّھَدَآءُ عِنْدَ رَبِّھِمْ ۭ لَھُمْ اَجْرُھُمْ وَنُوْرُھُمْ ۭ (حدید:۱۹)

یہی لوگ تو صدیق اور شہید ہیں، اپنے رب کے پاس ہیں ان کے لیے اجر بھی ہے اور نور بھی۔

ان حوالہ جات سے ثابت ہوگیا کہ صدق کے شان بلند کے اظہار میں اسلام نے کیسے کیسے اسلوب بدیع سے کلام فرمایا ہے اور اس بیان سے عہد حاضرہ کے فلاسفروں کا وہ مطالبہ پورا ہوتا جاتا ہے کہ دین طبیعی کے لیے صدق کا ہونا شرط ہے۔ الحمدللہ کہ اسلام اپنی خصوصیت کا اظہار چودہ صدیوں سے کر رہا ہے۔

فصل[۲۱]

اسلام ہی دین الحسن والجمال ہے

لوگوں نے صرف عورتوں کے خط وخال وناز وانداز کا نام حسن رکھ چھوڑا ہے، لیکن یہ صرف کوتاہ نظری اور صرف ایام شباب کا محدود مذاق ہے۔ بایں ہمہ دنیا کے مختلف ممالک کے باشندے ہیں جن کا مذاق اس بارے میں بھی اس قدر مختلف ہیں کہ حسن نسوانی کی متفق علیہ تعریف بیان کرنا بھی ناممکن ہے۔

روس کے شمال میں صرف شفاف آسمان جیسی نیلی آنکھیں غایت حسن سمجھی جاتی ہیں۔ اہل عرب ازرق چشم کو نہایت مکروہ سمجھتے ہیں۔ یورپ میں سنہری بالوں کی تعریف کی جاتی ہے اور ایشیاء میں سیاہ ترین چوٹی کو حسن سمجھا جاتا ہے۔ یورپ کو سفید رنگت پر ناز ہے، مگر حبشیوں کے نزدیک سیاہ رنگ کے سوا اور کسی کو حسین کہلانے کا حق ہی نہیں۔

جب ہم نے اس مضمون کا عنوان دین الحسن والجمال ثبت کیا تو اس سے یہ سمجھنا کہ اسلام بھی حسن نسوانی کا سراپا نگار ہے غلط اور قطعاً غلط ہے۔ ہاں! اسلام حسن کا ایک بلند درجہ تجویز کرتا ہے اور جمال کو بہترین صنع ربانی قرار دیتا ہے۔ اسلام کی نگاہ میں یہ جہاں سرتاپا حسن کا پیکر ہے اور عالم کی ہر شے آئینہ دار جمال ہے۔

انسانی حسن وجمال

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (سورۃ التین)

ہم نے انسان (مرد وزن) کو سب سے زیادہ خوشنما ڈھانچے پر پیدا کیا۔

لفظ تقویم میں اندرونی وبیرونی ساخت دونوں شامل ہیں۔ عالمان علم تشریح جانتے ہیں کہ انسانی دماغ، انسانی قلب وجگر، احشا واعصاب کو دیگر حیوانات کے مقابلہ میں کس قدر برتری حاصل ہے۔ اس کے دانت اور معدہ میں کیونکر نباتاتی غذا اور حیوانی غذا کھانے والے حیوانات کی صفات جمع ہیں۔

صورت کی خوشنمائی

وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ (سورۂ تغابن) اللہ نے تمہاری صورتیں بنائیں اور ان کو کتنا اچھا بنایا۔

عام اصناف انسان کو وہ زنگی ہو یا فرنگی دیگر حیوانات پر صفائی بشرہ لینت جلد۔ استقامت قد اور خوشنمائی خد کے بارے میں جو خصوصیت حاصل ہے اس کا بیان فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ میں آجاتا ہے۔

بیوی کی صفات

لِتَسْكُنُوْا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً (روم) تاکہ اس سے آرام پاؤ اور آپس کی محبت اور پیار بھی تم کو عطا کیا۔

بیوی کا شوہر کے لیے سکون قلب ہونا اور شوہر وزن میں باہمی محبت، باہمی کشش کا پایا جانا دونوں کی خوبی کا باعث ہے

عُرُبًا أَتْرَابًا (واقعہ) شوہروں سے پیار کرنے والیاں اور ہم مذاق۔

یہی وہ بڑی خوبی ہے جو صنف نسواں کو ممتاز کرتی ہے۔

جمال مواشی وانعام

وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ (سورہ نحل)

مواشی جب صبح کو نکلتے ہیں اور شام کو چراگاہ سے واپس آتے ہیں تو ان میں تمہارا جمال ہے۔

دودھ دینے والے، غلہ رانی کرنے والے، پانی کھینچنے والے جانوروں کو لوگ دیکھتے ہیں گاؤں سے باہر عموماً صبح و شام حیوان بھی جمع ہوجاتے ہیں اور ان کے مالک انسان کی بھی اچھے جانوروں کی وجہ سے تعریفیں ہوتی ہیں اور مالک کا چہرہ یہ تعریفیں سن سن کر روشن ہوجاتا ہے۔ آیت میں اسی جانب اور اسی حالت کی جانب اشارہ ہے۔

سواری کے جانور بھی زینت ہی ہیں

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً (سورۂ نحل)

گھوڑے، خچریں، گدھے، بار برداری اور سواری کا کام بھی دیتے ہیں اور سبب زینت بھی ہیں۔

ان جانوروں کا بار برداری اور سواری کا کام دینا تو عام طور پر مسلم ہی ہے، لیکن اسلام نے زینت کا لفظ ایزاد کرنے سے ثابت کردیا ہے کہ وہ ہر شے کی خوبصورتی پر بھی توجہ دلاتا ہے اور اس کی قدر کرنا سکھاتا ہے۔

جملہ اشیائے ارضی میں زینت و جمال کا ہونا

إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا (۱۸۔۷)

جتنی چیزیں بھی زمین پر ہیں۔ ہم نے ان کو زمین کی زینت بنایا ہے تاکہ انسانوں کا امتحان لیں کہ ان میں سے کون کون سے اچھے اعمال والا ہے۔

ہر شے کا زمین کے لیے زینت و جمال ہونا اسلام ہی کی نگاہ نے معلوم کیا ہے۔ زمین پر بچھا ہوا سبزہ زمین کے لیے اپنی خوشنمائی سے زینت ہے اور آسمان کی طرف بلند ہونے والے درخت ان کی جھومنے والی ڈالیاں ان کی سایہ گستر شاخیں اپنے طور پر زمین کی رونق بن رہی ہیں، شوخ و شنگ رنگ رکھنے والی پھول بھانت بھانت کا مزہ دینے والے پھل، عجیب و غریب اشکال کے اوراق [پتے] مختلف تاثیرات و خواص رکھنے والے پہاڑ، پہاڑوں کی چوٹی پر سفید سفید خیمے کھڑے کرنے والی برف اور میدانوں کی چٹیل زمین پر نرم نرم فرش بچھانے والی ریت، آبشاریں، غار، مرغزار اور جنگل، وادی و ہامون آبادیاں اور ویرانے اپنی اپنی حالت اپنی اپنی وضع، اپنے اپنے محل وقوع کے لحاظ سے تمام کرہ ارضی کے حسن کو بڑھانے والے جمال کو ترقی دینے والے ہیں۔

یہ سب زمین کا سنگار ہیں، یہ سب زمین کی زینت اور زیور ہیں، ان کی خوبصورتی کو دکھلانے والا یہی دین الاسلام ہے جو دین الحسن والجمال ہے۔ آیت بالا میں صنعت ربانی کے حسن و جمال کے بیان کے بعد ایک تقابل بھی موجود ہے اور وہ بندہ کا حسن عمل ہے۔ وہ قدرت ربانیہ جس نے خود انسان کو صاحب الجمال پیدا کیا، جس نے ہر شہر کو حسن و زینت کا خزینہ دار بنایا گیا اس کا یہ حق نہیں کہ وہ انسان سے بھی احسن اعمال کی توقع کرے۔ ہاں ضرور ہے۔

اگر کوئی شخص قصر سلطانی میں داخل ہوتا ہے، وہاں کی بیش بہا اور قیمتی اشیاء کا ملاحظہ کرتا ہے۔ وہاں کی اعلیٰ زیبائش و آرائش کو دیکھتا ہے تو اس شخص سے اس کی قوت ضمیر سے یہی امید ہوسکتی ہے کہ وہ وہاں جاکر نہ نقصان کرے گا، نہ

چیزوں کو بگاڑے گا، نہ خس وخاشاک پھیلائے گا۔ یہی وہ توقع ہے جو انسان سے اس واوری گاہ عالم میں کی گئی ہے۔

جب خود انسان بہترین جمال والا ہے اور جس کون ومکان میں رہتا ہے، وہ بھی سراپا حسن وجمال ہے تو پھر انسان کا احسن اعمال کو پیش نہ کرنا اور دنیاوی حسنہ واخروی حسنہ کا طالب نہ ہونا اس کی عقل وفہم سے بہت ہی بعید ہے۔

جملہ مخلوق کا اپنی بناوٹ کے لحاظ سے حسین تر ہونا

اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ (سجدہ)

ہر شے کو اس کی اپنی خلقت، اپنی بناوٹ میں بہت خوشنما اور بہت خوب بنایا ہے۔

ہزاروں قسم کے پرندے ہیں، ہزاروں قسم کے پھول ہیں، ہزاروں قسم کے درخت ہیں، ہر قسم کے جاندار زمین کے اندر رہنے والے، پیٹ کے بل چلنے والے، پاؤں پر دوڑنے والے، سمندروں کے اندر رہنے والے موجود ہیں۔ اپنے اپنے رنگ، اپنی اپنی وضع، اپنے اپنے خواص، اپنی اپنی آواز، اپنے اپنے افعال میں اس قدر حسین وجمیل، خوش منظر اور زیبا پیکر واقع ہوئے ہیں کہ چشم انتخاب کو ترجیح دینا دشوار ہے۔

اَلْفُ اَلْفِ سَلَامٌ وَّتَحِيَّةٌ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

تمت بالخیر

اے پروردگار عالم!

اس ناچیز خدمت کو قبول فرما اور اس کتاب کی طباعت واشاعت میں ہر سطح پر ہر قسم کے تعاون کرنے والوں کو خصوصاً مفسر، مترجم وناشر کو اپنی شایانِ شان اجر عظیم وبہتر بدلہ نصیب فرما اور ہمارے حق میں اس کو خیر جاری اور توشہ آخرت بنا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

امین یا رب العلمین

اے پروردگار عالم!

اس پر رحم فرما جو اس دعا پر آمین کہے خواہ آہستہ کہے یا آواز سے کہے اور اس کی مغفرت فرما جو ہاتھ اٹھا کر اس ناچیز کو دعاء مغفرت سے یاد کرے اور سورہ فاتحہ اور کم از کم دو تین آیتیں اور مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ پڑھ کر ثواب پہنچائے۔

احقر العباد محمد عابد قریشی عفی اللہ عنہ فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

تفاسیر و علوم قرآنی اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر

دارالاشاعت کی مطبوعہ مستند کتب

تفاسیر و علوم قرآنی

تفسیر عثمانی بطرز تفسیر مع عنوانات جدید کتابت	۲ جلد	علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، اضافہ عنوانات جناب محمود فیاض رازی
تفسیر مظہری اردو	۱۲ جلدیں	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتیؒ
قصص القرآن	۴ حصے در ۲ جلد کامل	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ
تاریخ ارض القرآن		علامہ سید سلیمان ندویؒ
قرآن اور مامحولیات		انجینیر شفیع حیدر دانش
قرآن سائنس اور تہذیب و تمدن		ڈاکٹر حقانی میاں قادری
لغات القرآن		مولانا عبدالرشید نعمانی
قاموس القرآن		قاضی زین العابدین
قاموس الفاظ القرآن الکریم (عربی انگریزی)		ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی
ملک البیان فی مناقب القرآن (عربی انگریزی)		حبان پبلشرس
اعمال قرآنی		مولانا اشرف علی تھانویؒ
قرآن کی باتیں		مولانا احمد سعید صاحب

حدیث

تفہیم البخاری مع ترجمہ و شرح اردو	۳ جلد	مولانا نور البساری اعظمی۔ فاضل دیوبند
تفہیم المسلم	۳ جلد	مولانا زکریا اقبال۔ فاضل دارالعلوم کراچی
جامع ترمذی	۲ جلد	مولانا فضل احمد صاحب
سنن ابوداؤد شریف	۳ جلد	مولانا سرفراز احمد صاحب، مولانا نور رشید عالم قاسمی صاحب فاضل دیوبند
سنن نسائی	۳ جلد	مولانا فضل احمد صاحب
معارف الحدیث ترجمہ و شرح	۳ جلد ۷ حصے کامل	مولانا محمد منظور نعمانی صاحب
مشکوٰۃ شریف مترجم مع عنوانات	۳ جلد	مولانا عابد الرحمٰن کاندھلویؒ / مولانا عبداللہ جاوید
ریاض الصالحین مترجم	۲ جلد	مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی مظاہریؒ
الادب المفرد کامل مع ترجمہ و شرح		از امام بخاری
مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف	۵ جلد کامل اعلیٰ	مولانا عبداللہ جاوید غازی پوری فاضل دیوبند
تقریر بخاری شریف	۴ حصص کامل	حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب
تجرید بخاری شریف	ایک جلد	علامہ حسین بن مبارک زبیدی
تنظیم الاشتات شرح مشکوٰۃ اردو		مولانا ابوالحسن صاحب
شرح اربعین نووی ترجمہ و شرح		مولانا مفتی عاشق الٰہی البرنی
قصص الحدیث		مولانا محمد زکریا اقبال۔ فاضل دارالعلوم کراچی

ناشر:- دارالاشاعت اردو بازار کراچی فون ۲۶۳۱۸۶۱-۲۲۱۳۷۶۸-۰۲۱

اعلیٰ معیار، دورنگہ طباعت، امپورٹڈ کاغذ، دیدہ زیب، مناسب نرخ

مطبوعات **دارالاشاعت** کراچی جدید انداز میں

سیرت المصطفیٰ ﷺ ۳ حصص تصاویر کے ساتھ	۲رنگہ طباعت مکمل ایک جلد	مولانا ادریس کاندھلویؒ
بکھرے موتی ۱۱ حصے	۲رنگہ طباعت	مولانا محمد یونس پالن پوری
بہشتی زیور سادہ	۲رنگہ طباعت	مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ
منہاج العابدین مع مکمل ترجمہ واضافہ عنوانات	۲رنگہ طباعت	امام محمد غزالیؒ
علیکم بسنتی یعنی میری سنتوں پر عمل کرو	۲رنگہ طباعت	مفتی عبدالحکیمؒ
خطبات الاحکام مع جمعہ وعیدین مجلد	۲رنگہ طباعت	حضرت تھانویؒ رمولانا مفتی محمد شفیعؒ

تاریخ اسلام مع چہل حدیث ومسنون دعائیں ۲رنگہ طباعت	محمد میاںؒ	عربی زبان کا آسان قاعدہ ۲رنگہ	کارڈ ٹائیٹل
تعلیم الاسلام مع چہل حدیث ۲رنگہ طباعت	مفتی محمد کفایت اللہ	علم الصرف اوّلین ۲رنگہ طباعت	کارڈ ٹائیٹل
سیرت خاتم الانبیاء مع چہل حدیث ۲رنگہ طباعت		علم الصرف آخرین ۲رنگہ طباعت	کارڈ ٹائیٹل
کتاب العمرہ کلاں مع چہل حدیث ۲رنگہ طباعت		علم النحو ۲رنگہ طباعت	کارڈ ٹائیٹل
کتاب العمرہ جیبی مع چہل حدیث ۲رنگہ طباعت		عوامل النحو ۲رنگہ طباعت	کارڈ ٹائیٹل
آسان نماز مع مسنون دعائیں کلاں ۲رنگہ طباعت	کارڈ ٹائیٹل	عربی گفتگو نامہ ۲رنگہ طباعت	کارڈ ٹائیٹل
آسان نماز مع مسنون دعائیں جیبی ۲رنگہ طباعت	کارڈ ٹائیٹل	عربی صفوۃ المصادر ۲رنگہ طباعت	کارڈ ٹائیٹل
جمال القرآن مع زینت الفرقان ۲رنگہ	کارڈ ٹائیٹل	روضۃ الادب ۲رنگہ طباعت	کارڈ ٹائیٹل
تیسیر المنطق ۲رنگہ طباعت	کارڈ ٹائیٹل	فارسی زبان کا آسان قاعدہ ۲رنگہ	کارڈ ٹائیٹل
تیسیر المبتدی ۲رنگہ طباعت	کارڈ ٹائیٹل	فارسی بول چال ۲رنگہ طباعت	کارڈ ٹائیٹل
فوائد مکیہ ۲رنگہ طباعت	کارڈ ٹائیٹل	عربی کا معلم حصہ اوّل تا چہارم ۲رنگہ	کارڈ ٹائیٹل

کتب درس نظامی و دیگر مطبوعات عربی، اردو اور انگریزی کی بارعایت خریداری کے لئے تشریف لائیں

Ph: 021-32213768, 32631861 E-mail: ishaat@cyber.net.pk, ishaat@pk.netsolir.com

خواتین کے لئے دلچسپ معلوماتی اور مستند اسلامی کتب

تحفہ زوجین			حضرت تھانویؒ
بہشتی زیور	اُردو	انگریزی	〃 〃 〃
اصلاح خواتین			〃 〃 〃
اسلامی شادی			〃 〃 〃
پردہ اور حقوقِ زوجین			〃 〃 〃
اسلام کا نظام عفت و عصمت	〃	〃	مفتی ظفیر الدین
حیلۂ ناجزہ یعنی عورتوں کا حق تنسیخ نکاح			حضرت تھانویؒ
خواتین کے لئے شرعی احکام	〃	〃	اہلیہ ظریف تھانوی
سیر الصحابیات مع اسوۂ صحابیات	〃	〃	سید سلیمان ندوی
چھ گناہ گار عورتیں	〃	〃	مفتی عبدالرؤف صاحب
خواتین کا حج	〃	〃	〃 〃 〃
خواتین کا طریقہ نماز	〃	〃	〃 〃 〃
ازواج مطہرات			ڈاکٹر حقانی میاں
ازواج الانبیاء			احمد خلیل جمعہ
ازواج صحابہ کرام			عبدالعزیز شنادی
پیارے نبیؐ کی پیاری صاحبزادیاں			ڈاکٹر حقانی میاں
نیک بیبیاں			حضرت میاں اصغر حسین صاحبؒ
جنت کی خوشخبری پانے والی خواتین			احمد خلیل جمعہ
دور نبوت کی برگزیدہ خواتین			〃 〃 〃
دور تابعین کی نامور خواتین			〃 〃 〃
تحفہ خواتین	〃	〃	مولانا عاشق الٰہی بلندشہری
مسلم خواتین کے لئے بیس سبق	〃	〃	〃 〃 〃 〃
زبان کی حفاظت			〃 〃 〃 〃
شرعی پردہ			〃 〃 〃 〃
میاں بیوی کے حقوق	〃	〃	مفتی عبدالغنی صاحب
مسلمان بیوی			مولانا ادریس صاحب
خواتین کی اسلامی زندگی کے سائنسی حقائق			حکیم طارق محمود
خواتین اسلام کا مثالی کردار			نذیر محمد مکتبی
خواتین کی دلچسپ معلومات و نصائح			قاسم عاشور
امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں خواتین کی ذمہ داریاں			نذیر محمد مکتبی
قصص الانبیاء	مستند ترین	〃	امام ابن کثیرؒ
اعمال قرآنی	عملیات و وظائف	〃	مولانا اشرف علی تھانویؒ
آئینہ عملیات	〃 〃	〃	صوفی عزیز الرحمٰن
اسلامی وظائف	قرآن و حدیث سے ماخوذ وظائف کا مجموعہ		

فہرست مطبوعات طلب فرمائیں ۱۱۵

ملنے کا پتہ: دارالاشاعت اُردو بازار۔ ایم اے جناح روڈ۔ کراچی فون: ۲۶۳۱۸۶۱ - ۲۲۱۳۷۶۸

سیرتِ رسول کے متعلق اب تک جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں، ان میں رحمۃ للعالمینؐ (مؤلفہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوریؒ) کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے، تاریخ نگاری کا بہترین اصول یہ ہے کہ موضوع کے متعلق جتنی کتابیں جس قدر زبانوں میں مل سکیں سب کا بے لاگ مطالعہ کیا جائے اور صرف وہی واقعات اخذ کیے جائیں جو تحقیق کے معیار پر پورے اُتریں۔

رحمۃ للعالمینؐ میں یہی اصول پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ جہاں اس کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کو آنحضرت ﷺ کے ساتھ انتہائی عقیدت وشیفتگی ہے، وہاں یہ حقیقت بھی الم نشرح ہو جاتی ہے کہ دورانِ تحریر میں تحقیق وتوثیق کے آئینہ سے مصدقہ ومستند واقعات کی چیرہ کشائی میں نہایت احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ یہ اجتماع ضدّین نہایت کامیاب وجاذبِ توجہ ہے۔

مؤلف نے بالغ نظری سے کام لیتے ہوئے اسلامی کتابوں کے علاوہ غیر مذاہب کی بہت سی معتبر ومقدّس کتابوں سے بھی استفادہ کیا ہے مثلاً توریت، زبور، انجیل اور ہندوؤں کی مذہبی کتابوں سے بھی مضبوط دلائل بہم پہنچا کر آنحضرتؐ کی بے مثال فضیلت وعظمت پر مہر تصدیق ثبت کی گئی ہے۔ سیرت کے علاوہ دوسرے اہم مذہبی مسائل پر بھی تیز روشنی ڈالی گئی۔ قرآنِ کریم کا دوسرے آسمانی صحیفوں سے موازنہ اور غیر مسلموں کے اعتراضات کے جواب وغیرہ کتاب کی افادی حیثیت میں معتد بہ اضافہ کر رہے ہیں۔ اندازِ بیاں شستہ وشگفتہ زبان سادہ وفصیح اور طرزِ استدلال عام فہم اور دلچسپ ہے۔

دارالاشاعت کراچی اس کتاب کو دورنگہ طباعت اور اعلیٰ معیار کے ساتھ شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے۔ آمین

www.darulishaat.com.pk

E-mail : sales@darulishaat.com.pk
ishaat@cyber.net.pk
ishaat@pk.netsolir.com

رحمۃ للعالمینؐ
DIU-02202